شیخ الصدوق

2

۱-۲

من لا یحضرہ الفقیہ

فقہ معصومین علیہم السلام کے ارشادات کی روشنی میں

AL-KISA PUBLISHERS
DIGITAL DESIGNS AND PRINT SOLUTIONS

شیخ الصدوق

۱-۲
من لا یحضرہ الفقیہ

فقہ معصومین علیہم السلام کے ارشادات کی روشنی میں

AL-KISA PUBLISHERS
DIGITAL DESIGNS AND PRINT SOLUTIONS

نام کتاب	من لایحضرۃ الفقیہ (اول۔ دوئم)
مؤلف	شیخ الصدوق علیہ الرحمہ
مترجم	سید حسن امداد (ممتاز الافاضل)
تزئین	سید فیضیاب علی رضوی
پیشکش	الکساء پبلشرز
کمپوزنگ	الکساء پبلیشرز (آرٹ ڈیپارٹمنٹ)
ٹائٹل ڈیزائنگ	سید انصار حسین نقوی
[redacted]	[redacted]
اوّل اشاعت	1994ء
دوسری اشاعت	1996ء
تیسری اشاعت	2005ء
چوتھی اشاعت	2008ء
پانچویں اشاعت	2014ء
چھٹی اشاعت	2018ء
ساتویں اشاعت	2020ء
آٹھویں اشاعت	2022ء
ISBN	978-969-9605-01-7

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست (جلداول)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

پروردگار عالم نے اپنی رحمت بے پایاں کے تحت اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے اور جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ائمہ طاہرین علیہم السلام کا سلسلہ قائم کیا جن کی طرف سے ہدایت تا قیامت جاری رہے گی۔ چونکہ ائمہ طاہرین علیہم السلام علم لدنی کے حامل تھے اس لئے ان ذواتِ مقدسہ کے طفیل مختلف النوع علوم کے بے شمار باب کھلے۔ ان علوم کو عام کرنے کے لئے ہمارے بزرگوں نے بیش بہا کاوشیں کیں اور علوم وارشادات معصومین علیہم السلام پر مبنی ان گنت کتب ورسائل تالیف وتصنیف کیے۔ جن میں سرفہرست کتب اربعہ ہیں یعنی **الکافی، من لا یحضرہ الفقیہ، تہذیب الاحکام** اور **استبصار**۔ بلاشبہ ان میں **من لا یحضرہ الفقیہ** کو ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ یہ کتاب گیارہ سو برس پہلے مرتب کی گئی تھی لیکن مذہب اثنا عشری کی بنیادی کتاب ہونے کے باوجود اس کا ابھی تک کسی بھی زبان میں ترجمہ نہیں کیا گیا تھا۔ بادی النظر میں اس کی مندرجہ ذیل وجوہات تھیں:

۱۔ جن طلباء یا افراد نے اس سے استفادہ کیا وہ عربی زبان سے واقف تھے اس لئے ان میں سے ایک کثیر تعداد کے غیر عربی ہونے کے باوجود ان کو اس کے ترجمے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی۔

۲۔ اس کتاب کو صرف خواص یعنی مولوی حضرات سے متعلق سمجھ لیا گیا اور عوام کو اس سے روشناس کرانے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی گئی۔ لیکن اس سلسلے میں ایک لطیف نکتے کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرائی جاتی ہے وہ یہ کہ اس کتاب کا نام اس طرزِ فکر کی نفی کرتا ہے۔ ''**من لا یحضرہ الفقیہ**'' یعنی جس کے پاس کوئی فقیہ نہ ہو۔ ظاہر ہے وہ خود بھی فقیہ نہیں ہوگا۔ اور یہ کتاب ایسے ہی افراد کے لئے مرتب کی گئی ہے۔

۳۔ مذکورہ کتاب کا ترجمہ نہ کرنے کی وجوہات میں ایک دلیل یہ بھی دی گئی کہ ابھی عوام الناس کی ذہنی سطح اس قابل نہیں ہوئی کہ وہ اس کتاب کو سمجھ کر اس سے فائدہ اُٹھائیں۔

اس دلیل کا جھول خاصا نمایاں ہے۔ کیونکہ ائمہ طاہرین علیہم السلام نے سوائے چند مسائل کے باقی تمام مسائل عام لوگوں کے سامنے ہی بیان فرمائے تھے جن کی ذہنی سطح آج کے عام لوگوں کی ذہنی سطح سے کہیں کم تھی۔ چنانچہ جب اُن افراد نے ان مسائل کو سمجھ کر ان پر عمل کیا تو آج کا انسان جس کی ذہنی سطح یقیناً سابقہ دور کے انسان سے کہیں بلند ہے وہ ان مسائل کو کیوں نہ سمجھے گا؟

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام کا یہ قول نقل کر دیا جائے کہ ''ہماری جو باتیں تمہاری سمجھ میں نہ آئیں انہیں آئندہ آنے والے لوگوں کے لئے چھوڑ دو''۔ اس کلام امام سے جہاں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ چودہ سو سال پہلے کے انسان کی ذہنی سطح کم تھی وہاں یہ بات واضح ہوتی ہے ذہنی سطح بتدریج بلند ہوتی جائے گی۔ گو ہم اس وقت بھی یہ بات نہیں کہہ سکتے کہ انسان کا ذہن اپنے حد کمال تک پہنچ گیا ہے لیکن اتنا وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ چودہ سو برس قبل کے انسان کی نسبت آج کے انسان کی ذہنی سطح یقیناً بہت اونچی ہے۔ چنانچہ آج وہ پہلے کے انسان کے مقابلے میں بہتر طور پر ان احادیث کو سمجھ سکتا ہے اور ان سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

بہر حال ایک طرف مندرجہ بالا وجوہ سے دوسری طرف دینی کتابیں پڑھنے کے رجحان کا فقدان نیز کچھ دیگر ناگفتنی وجوہات نے ناشرین کو کتب ہائے اثنا عشری کے تراجم شائع کرنے سے روکے رکھا۔ قابل ستائش ہیں وہ افراد جنہوں نے لگ بھگ نصف صدی قبل برصغیر میں مذہب اثنا عشری کے کتب کے تراجم شائع کرنے شروع کیے۔ لیکن اس وقت سے اب تک جو کچھ بھی کام ہوا وہ اصل کام کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ مزید مقام تاسف یہ ہے کہ

ہماری بنیادی کتابوں پر ابھی تک کوئی قابل ذکر کام نہیں ہوا۔ سوائے ''الکافی'' کے۔ لیکن اس کی بھی سولہ ہزار ایک سو ننانوے (۱۶۱۹۹) میں سے صرف چند سو کا ترجمہ ہوا۔ جب کہ دیگر کتب اب تک محتاجِ ترجمہ ہیں۔

کم مائیگی کی اسی صورت نے چند ہم خیال احباب سید برکت حسین رضوی (ریٹائرڈ سرکاری آفیسر)، سید فیضیاب علی رضوی (الیکٹریکل انجینئر) اور سید اشفاق حسین نقوی (بینک آفیسر) کو مہمیز دی کی حتی المقدور کتب مذہب اثنا عشریہ کے اردو تراجم شائع کرائے جائیں تا کہ ان کا بے مثال افادہ کروڑوں اردو داں حضرات تک پہنچ سکے۔ لہٰذا ادارہ الکساء پبلیشرز کا قیام عمل میں لایا گیا۔ الحمدللہ ادارہ کی پہلی ہی اشاعت ''علل الشرائع'' کو عوام الناس اور قوم کے باشعور طبقے نے بے حد پسند فرمایا جس کے نتیجے میں اس کتاب کو چند ماہ بعد ہی دوبارہ چھاپنا پڑا۔ اب ادارے کی دوسری کتاب ''من لا یحضرہ الفقیہ'' پیش خدمت ہے۔ اس کتاب کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تمام مسائل کا حل معصومین علیہم السلام کے ارشادات کے ذریعے بتایا گیا ہے جو مذہب اثنا عشری کی رو سے نص ہے۔ واضح رہے کہ پہلی نص کتاب باری تعالیٰ ہے۔ من لا یحضرہ الفقیہ چار جلدوں پر مشتمل ہے اور دینی مسائل اور مختلف عبادات کے طریقوں کا مجموعہ ہے۔ اس کے علاوہ اس میں مستحبات اور واجبات کے ایسے فوائد بیان کیے گئے ہیں جو شاید آج تک عوام الناس کی نظروں سے اوجھل تھے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی بے اولاد شخص اپنے گھر میں باآوازِ بلند اذان دے گا تو پروردگار عالم اسے اولاد کی دولت سے نواز دے گا، بیماریوں سے چھٹکارا دلائے گا اور نعمتوں کو فراواں کرے گا۔ اگر کوئی شخص کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں وضو کرے گا تو اس کی آمدنی میں اضافہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص حج کی نیت کرتے وقت دوسروں کو بھی شریک کرے گا تو نہ صرف ان کو حج کا ثواب ملے گا بلکہ اس حاجی کو بذات خود حج کے ثواب کے علاوہ صلہ رحمی کا ثواب بھی ملے گا۔ ضمانت دی گئی ہے کہ دوسروں کے لئے دعا کرنے کا ثواب ایک لاکھ گنا ہے۔ اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھنے والے کے پیچھے ملائکہ کی دو صفیں نماز پڑھتی ہیں۔ غرض رب العالمین کی جانب سے رحمتوں اور برکتوں کے خزانے کھلے ہوئے ہیں جو جس قدر چاہے حاصل کرے۔

یہ کتاب اتحادِ بین المسلمین کی ایک اہم دستاویز بھی ہے اور ان لوگوں کے لئے عظیم اور حیران کن اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے جو اس سلسلے میں آگے بڑھیں (ملاحظہ فرمائیں احادیث نمبر ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۹، ۱۵۷۰)۔

کچھ ایسے احکام بھی یہاں ملیں گے جو معاشرے میں رائج طریقوں کی تقریباً ضد ہیں مثلاً تہجد کی نماز قضا کر کے پڑھنا امام کے نزدیک افضل ہے اس سے کہ وقت سے پہلے یہ نماز ادا کر لی جائے۔

یہاں مناسب ہوگا کہ مذکورہ کتاب کے ایک اور افادی پہلو کی طرف بھی اشارہ کر دیا جائے اور وہ ہے لب ہائے مبارک معصومین علیہم السلام سے بیش قدر دعاؤں کا سلسلہ۔ جن کا ترجمہ پڑھتے ہوئے ایک طرف آپ کو دعا مانگنے کا سلیقہ آتا ہے تو دوسری طرف خداوند عالم کی بے پایاں عظمتوں اور رحمتوں کا احساس ہوتا ہے، ساتھ ہی ایک جذبہ تشکر و احسان مندی نمودار ہوتا ہے کہ پروردگار نے ہمیں کیسے رؤف و مہربان اور صاحبان معرفت و عرفان رہنما عطا کیے ہیں۔

''کبیرنا و صغیرنا سواء'' (ہمارے بڑے اور چھوٹے سب ایک جیسے ہیں) کی ایک تفسیر آپ اس وقت دیکھیں گے جب قحط سالی کے وقت بارش کے لئے حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کم سنی کے دور میں دعاؤں کی تلقین کر رہے ہوں گے۔ شوکت الفاظ کا یہ ذخیرہ انتہائی عاجزانہ انداز میں آپ کو اس گھرانے کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتا۔

محض آپ کی معلومات کے لئے عرض کیا جا رہا ہے کہ من لا یحضرہ الفقیہ کی کل احادیث کی تعداد ۵۹۲۳ ہے۔

موجودہ ترجمہ آقائے اکبر غفاری کے مرتب کردہ نسخے سے کیا گیا ہے۔ دعاؤں کے متن میں کہیں کہیں بریکٹ میں بھی بعض الفاظ نظر آئیں

گے جو اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ دیگر نسخوں میں مذکورہ الفاظ بھی مرقوم ہیں۔ اس کی نسبت اگر اردو ترجمے میں بریکٹ میں کوئی عبارت نظر آئے تو اسے وضاحت سمجھا جائے۔

دعاؤں کے عربی متن پر اعراب لگا دیئے گئے ہیں تاکہ انہیں صحت لفظی سے ادا کیا جائے ساتھ ہی ترجمہ بھی دے دیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والے سمجھ سکیں کہ وہ اپنے پروردگار سے کیا مانگ رہے ہیں اور کس سلیقے سے مانگ رہے ہیں۔

اور اب آخر میں اعتذار کہ غلطی انسان کی سرشت میں ہے وہ کتنی ہی کوشش کرے لیکن غلطیوں سے پاک کام نہیں کرسکتا۔ گو ادارے نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ موجودہ پیشکش کو خامیوں سے پاک رکھا جائے لیکن اس کے باوجود اگر کوئی غلطی یا خامی رہ گئی ہو تو ادارے کی جانب سے معذرت قبول کی جائے۔ ادارہ قارئین کرام کا ازحد ممنون ہوگا اگر وہ اس سلسلے میں اپنی آراء سے مطلع فرمائیں، غلطیوں کی نشاندہی کریں اور ترویج علوم آل محمدؐ کے اس کام میں شریک ہو کر مثاب ہوں۔ ہم اپنی اس کوشش کو امام زمانہ علیہ السلام کے توسط سے کیونکہ وہی اس دور میں ہمارے سرپرست ہیں دیگر معصومین علیہم السلام کی بارگاہ میں نذر کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ جمیع مسلمین تعلیمات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآل محمد علیہم السلام پر عمل پیرا ہو کر دنیا میں بھی امن وسکون سے بسر کریں اور آخرت میں بھی خداوند عالم کی رضا حاصل کر کے سرخرو ہوں۔ آمین ثم آمین۔

اللھم صلِ علی محمدٍ و آل محمد

والسلام

الکساء پبلیشرز

اِنتساب

اُن مومنین و مومنات کے نام

جو معصومین علیہم السلام کے اِرشادات پر عمل پیرا

ہو کر اپنی دُنیا اور آخرت سُدھارنا چاہتے ہیں۔۔۔

بسمہ تعالیٰ

حدیث کی ضرورت کیوں؟

علم خواہ ذات کے اندر کا ہو یا ذات کے باہر کا، اس کا حاصل کرنا فطری تقاضا ہے۔ بچہ جب بولنا شروع کرتا ہے تو ''یہ کیا ہے؟'' سے اپنے تجسس کا اظہار کرتا ہے۔ کسی نے اسے یہ سوال کرنے پر متوجہ نہیں کیا ہوتا یہ اس کے اندر کی آواز ہوتی ہے کہ چیزوں کے بارے میں جانا جائے۔ جوں جوں شعور ترقی کرتا ہے ساتھ ہی علم کے بارے میں اس کے تجسس میں وسعت پیدا ہوتی جاتی ہے۔

فقہاء اصلِ علم، علمِ دین کو قرار دیتے ہیں کہ دین ہماری پوری زندگی پر حاوی ہے۔ دین صرف رواجی عبادات کا نام نہیں بلکہ انسانی زندگی کے تمام مراحل میں اس کی رہنمائی کرتا ہے اور راہِ تکامل میں آگے بڑھنے کے تمام جائز ذرائع استعمال کو مستحب قرار دیتا ہے۔

ہمیں زندگی گزارنے کا پہلا درس قران مجید سے ملتا ہے کہ یہ لائحہ عمل ہمارے پیدا کرنے والے نے ہمیں مرتب کر کے دیا ہے اور اسی کو نصِ اول کہا جاتا ہے۔ ہر کوشش کرنے والے کے شوق اور فہم کے مطابق قران اس کی رہنمائی کرتا ہے۔ احادیثِ معصومین علیہم السلام قران کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے اس کے لئے آسانیاں پیدا کرتی ہیں اور نصِ دوم کہلاتی ہیں۔ قران صرف نماز پڑھنے کا حکم دیتا ہے لیکن حدیث بتاتی ہے کہ نماز کیسے پڑھی جائے، کتنی رکعت پڑھی جائے۔ کب کب پڑھی جائے۔ قران زکوٰۃ دینے کی تلقین کرتا ہے اور حدیث بتاتی ہے کہ اس کا نصاب کیا ہوگا۔ قران حج کرنے کا حکم دیتا ہے طریقہ حدیثِ معصوم بتاتی ہے۔ علیٰ ھذا القیاس۔

یہ تو تذکرہ اصطلاحی عبادات کا ہے لیکن رہن سہن کے طریقے، پڑوسیوں سے تعلقات، اخلاقیات، حقوق، ازدواج، تعلیم و تعلّم، سفر، تجارت[۱]، لین دین، کاشتکاری، رہن، امانت، وغیرہ وغیرہ، غرض کون سا زندگی گزارنے کا طریقہ ہے جس میں حدیث رہنمائی نہ کرتی ہو۔

تو اس رہنمائی کے لئے پہلا شکر تو ہمیں خدائے کریم کا ادا کرنا چاہیئے اور اس کے بعد اُن ذواتِ مقدسہ کا جن کے ذریعے خداوندِ عالم نے یہ رہنمائی ہم تک پہنچائی۔ لیکن انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کچھ عرصے سے عوام الناس کو حدیث سے دور رکھنے کی عملی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ احادیث میں بہت کچھ رطب و یابس ہے اسے لئے حدیث پڑھنے والا بہک سکتا ہے۔ جو افراد یہ بات کہتے ہیں وہ گویا ان الفاظ سے اقرار کر رہے ہیں کہ انہیں احادیث میں شامل کی جانے والی غلطیوں کا اندازہ ہے۔ [۲] تو پھر کیوں انہوں نے صحیح احادیث عوام کے سامنے لانے کی کوشش نہیں کی۔ صرف یہی کہتے رہے کہ عوام کو حدیث کی طرف نہیں جانا چاہیئے، یہ صرف علماء کا حق ہے اور اپنے اس طرزِ عمل سے اسلام میں برہمنیت کے انداز داخل کر دیئے۔ واضح رہے کہ برہمن بھی اپنے سے نچلی ذات کے ہندوؤں کو اپنی مقدس کتاب کو پڑھنا تو در کنار ہاتھ لگانے کی اجازت بھی نہیں دیتے۔

احادیث سے دور رہنے کی تلقین کرنے والوں نے اپنے زیرِ اثر افراد پر احادیث کے خلاف اتنا زہر بھر دیا ہے کہ جیسے ہی ایسے متاثرہ فرد کے سامنے کسی زیرِ بحث موضوع پر حدیث بیان کی جائے تو وہ ناک بھوں چڑھاتا ہے اور حدیث کے خلاف گستاخانہ جملے بولنے لگتا ہے۔

عامہ سے تعلق رکھنے والے ایک فرد غلام احمد پرویز نے اس بات کو فروغ دیا کہ کیونکہ احادیث میں رطب و یابس ہے اس لئے ہمیں انہیں چھوڑ کر صرف قران کی طرف توجہ کرنا چاہیئے اور اس فکر کی خاصیت نے اس طرح پذیرائی کی کہ حدیث کو عوام الناس تک پہنچنے سے ہی روک دیا۔ اور دوسری طرف قران سے رغبت دلانے کا بھی کوئی معقول بندوبست نہیں کیا۔ ذمہ دار علماء اس بات کو دہرا چکے ہیں کہ ہمارے مدرسوں میں نہ قران پڑھایا جاتا ہے اور نہ

---

[۱] معصومؑ کی ہدایت ہے کہ جسے فقہ کا علم نہ ہو وہ تجارت نہ کرے۔

[۲] قوی امکان ہے کہ انہوں نے کسی کی بات کو دہرایا لیکن خود ان میں میدانِ تحقیق میں قدم رکھنے کی ہمت نہیں تھی اس لئے صرف اس قول کو دہرانے پر اکتفا کرتے رہے۔

حدیث۔ البتہ اس انکشاف اور اس پر ہونے والے ردعمل کے بعد اب کچھ مدرسوں کے نصاب میں قرآن و حدیث کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ [1] خداوندِ عالم سے دعا ہے کہ ایسے مدرسوں میں پڑھانے اور پڑھنے والے راہِ تکامل میں مسلسل آگے بڑھتے رہیں صرف 'جامع الاخبار' کو ہی کافی نہ سمجھ لیں [2]۔ بلکہ ہمارے مذہب کی فقہ کی بنیادی کتابوں کو اپنے نصاب میں شامل کریں۔ جہاں تک احادیث پر تحقیق کا معاملہ ہے تو محترمان علی اکبر غفاری اور شیخ علی آخوندی کی کوششوں تک رسائی تو بہت آسان ہے۔

احادیث اور اقوالِ معصومینؑ سے دور رکھنے کے نتائج یہ ہوئے کہ شیعیت میں نصیریت در آئی، توحید کو فراموش کر دیا گیا اور ذاکرین اور غالی شعراء کی تھپکیوں کو دنیا و آخرت کی کامیابیوں کا ذریعہ سمجھ لیا گیا۔ چنانچہ نہ فرائض کی ادائیگی کی پرواہ رہی اور نہ حقوق الناس کی ادائیگی کا خیال۔

وہ ذاکرین اور خطباء جو اپنی تقریروں میں ہزاروں سامعین کو کھینچ لیتے ہیں ان میں سے کتنے ہیں جو اپنے سننے والوں کو کتاب بینی پر آمادہ کرتے ہوں؟ معدودے چند کے یہ کام بیشتر نے نہیں کیا جس کے نتیجے میں ہماری قوم تنگدستی، خوف، کم ہمتی، اور بزدلی کا شکار بن کر اغیار کے ظلم و ستم کا آسان نشانہ بن گئی۔ حالانکہ ہمارے سامنے ہمارے پڑوسی ملک کی مثال موجود ہے جہاں علم حاصل کرنے کے شوق اور کتاب کی محبت نے انہیں اس مقام پر پہنچا دیا ہے کہ ایک نام نہاد سپر پاور اپنی تمام تر معاندانہ حرکات کے باوجود ان کو اپنے موقف سے ہٹانے میں بری طرح ناکام ہو چکی ہے۔

یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ہے کہ احادیث میں عامہ کی روایات اور اسرائیلیات بھی شامل کر دی گئی ہیں (یہ شامل کرنے والا کون تھا یہ سوال تشنۂ تحقیق ہے) جس کی واضح مثال عوج بن عنق کا واقعہ ہے جسے تفسیر مجمع البیان ج ۳ طبع ایران میں سورۂ مائدہ کی تفسیر کے ذیل میں ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا ہے اور تعجب ہے کہ علامہ نعمت اللہ الجزائری نے 'النور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین' ص ۰۷، طبع نجف میں بحوالہ قصص راوندی اس عجیب و غریب شخصیت کا ذکر کیا ہے۔ اس واقعہ کو اگر منطقی اور تاریخی طور پر بھی پرکھا جائے تو اس کا کھوکھلا پن ظاہر ہو جاتا ہے۔ مذکورہ کتاب میں بتایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کا قد دس گز تھا، دس گز کا عصا ہاتھ میں تھا، دس گز اچھلے تب عوج کے ٹخنے پر وار کر سکے۔

غور فرمایئے خداوندِ عالم نے قرآن مجید میں فرعون کے لئے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم تیرے بدن کو سلامت رکھیں گے چنانچہ اس کی ممی آج بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ یہ تقریباً دو گز کا فرد تھا۔ اگر حضرت موسیٰؑ کا قد دس گز تھا اور آپؑ فرعون کے دربار میں اسے دعوت ایمان دینے کے لئے گئے تھے تو اتنے لمبے چوڑے فرد کو دیکھ کر اُسے راہِ فرار اختیار کرنی چاہیئے تھی۔ بلکہ جس دوران حضرت موسیٰؑ فرعون کے گھر میں پرورش پا رہے تھے تو وہاں کے لوگوں کو اس بچے کا جثہ دیکھ کر ہی پریشان ہو جانا چاہیئے تھا۔

مذکورہ کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عوج بن عنق سمندر سے مچھلیاں نکال کر سورج کے قریب لے جا کر بھون کر کھاتا (شاید وہ وھیل مچھلیاں ہوتی ہوں گی) لیکن مچھلی بھنتے وقت اس کا ہاتھ کیوں نہیں بھنتا تھا؟

یہ کہانی گھڑنے والا سمجھتا تھا کہ سورج سے قریب ہونے پر حدت بڑھ جاتی ہے۔ اس بے چارے کو یہ علم نہیں تھا کہ بلندی پر درجہ حرارت کم ہو جاتا ہے۔

ایک اور مثال دیکھیے، میرزا تنکابنی نے قصص العلماء میں اپنے استاد سید ابراہیم بن سید باقر موسوی کے حوالے سے توریت کے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ حضرت سلیمانؑ سمندر کے کنارے پہنچے اور اپنے لشکریوں سے کہا کہ اس سمندر کی وسعت کا اندازہ کرو۔ تب ایک پرندہ بھیجا گیا جو ایک دن میں اتنی مسافت طے کرتا تھا جتنی ایک انسان پیدل چل کر ایک سال میں طے کرتا ہے۔ وہ پرندہ تین دن تک اڑتا رہا اور راتوں کو سمندر میں نکلے ہوئے

---

[1] کراچی کے ایک دینی مدرسہ کے متعلق دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہاں ناظرہ قرآن مجید پڑھانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ کاش وہاں کے مہتمم اس سے آگے کا سوچیں۔

[2] 'جامع الاخبار' لکھنؤ کے دینی مدرسہ کے نصاب میں شامل تھی۔

ٹیلوں پر قیام کرتا رہا لیکن اسے سمندر کا کنارہ نظر نہیں آیا۔ آخری ٹیلہ ایک مچھلی کا سر تھا۔ اس مچھلی نے کہا: جن ٹیلوں پر تو نے قیام کیا ہے وہ میرے ہی جسم کے حصّے تھے اور سمندر میں تو مجھ سے بھی بڑی مچھلیاں ہیں جن کے خوف سے میں چھپی پھرتی ہوں۔

ہم نے واقعہ پورا نہیں لکھا لیکن صاحبانِ فہم کو اس مختصر واقعہ میں بھی تضادات نظر آرہے ہوں گے۔ دوسری بات یہ کہ یہ واقعہ براہِ راست (تحریف شدہ) توریت سے نقل کیا گیا ہے جس سے ہماری یہ دلیل پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ ہماری کتابوں میں اسرائیلیات در آئی ہیں۔ فی الحال ہم انہی دو مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں ورنہ ایسی روایات کم سہی لیکن ہیں ضرور۔ چنانچہ روایات کی چھان پھٹک ایک لابدی عمل تھا۔ علمائے حق نے اپنا فریضہ سمجھتے ہوئے اس سلسلہ میں قابلِ قدر کام کیا ہے متقدمین میں ابوالعباس نجاشی، ابوعمرو کشی اور دیگر نے اور عصرِ حاضر میں آقائے خوئی اعلیٰ اللہ مقامہٗ نے بیس جلدوں میں راویوں کے بارے میں اپنی تحقیقات قلم بند کی ہیں۔

اصطلاحاً علمِ درایت اس علم کو کہتے ہیں جس میں حدیث کی سند، اس کے متن، اس کی کیفیتِ حفظ اور اس کے آدابِ نقل کے بارے میں تفصیلی بحث کی جاتی ہے۔ اور اس تگ ودو کا مقصد قابلِ قبول حدیثوں اور قابلِ رد حدیثوں میں امتیاز پیدا کرنا ہے۔ اور چونکہ احادیث اہمیتِ عبادات و معاملات اور فہم حقائق و معارف میں حرفِ آخر کا درجہ رکھتی ہیں اس لئے کوئی صاحبِ بصیرت ان سے اِعراض و پہلوتہی بھی نہیں کرسکتا۔

حدیث کے دو جزو ہوتے ہیں۔ ایک سند دوسرا متن۔ سند میں ان راویوں کا تذکرہ ہوتا ہے جنہوں نے حدیث کو سلسلہ بہ سلسلہ معصومؑ سے سنا اور متن میں ارشادِ معصومؑ بیان کیا جاتا ہے۔ حدیثوں کی مختلف اعتبارات سے درجہ بندی کی گئی ہے۔

☆ ایک درجہ بندی حدیثوں کے راویوں کی تعداد کے اعتبار سے ہے۔ مثلاً 'متواتر' جس کے راوی سلسلۂ روایت کی ہر کڑی میں متعدد ہوں۔ 'مستفیض' جس کے راوی ہر کڑی میں تین سے زائد ہوں۔ 'مشہور' یعنی وہ جو فقہاء کے درمیان اس اعتبار سے شہرت رکھتی ہو کہ اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ چوتھی قسم 'غریب' ہے یعنی وہ حدیث جس کے سلسلۂ روایت میں کسی ایک طبقہ میں یا ایک سے زائد طبقوں میں صرف ایک ہی راوی ہو۔

یاد رہے کہ اوپر بیان کی ہوئی تیسری اور چوتھی قسم کی احادیث کو 'آحاد' کہا جاتا ہے۔

☆ احادیث کو باعتبار سلسلۂ روایت بھی تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس کی سات قسمیں ہیں۔

۱۔ حدیثِ مرفوع: محدثین شیعہ کے اعتبار سے وہ حدیث جس کا سلسلۂ سند معصوم تک پہنچتا ہو خواہ سلسلہ سند متصل ہو یا درمیان میں کسی راوی کا نام ساقط ہوجانے کی وجہ سے منقطع ہو۔

۲۔ حدیثِ موقوف: یعنی وہ حدیث جس کا سلسلۂ سند معصوم تک نہ پہنچتا ہو بلکہ کسی راوی یا صحابی تک پہنچ کے منقطع ہوجاتا ہو۔

۳۔ حدیثِ مُسنَد: یعنی وہ حدیث جس کا سلسلۂ سند پورا کا پورا معلوم ہو۔

۴۔ حدیثِ مُعلّق: یعنی وہ حدیث جس کے سلسلۂ سند کے ابتدائی حصّہ سے ایک یا کئی روایوں کا ذکر ساقط ہو۔

۵۔ حدیثِ مُرسل: یعنی وہ حدیث جس کے آخری حصہ (یعنی جو معصوم کے قریب ہو) سے ایک یا کئی راویوں کا ذکر ساقط ہو۔

۶۔ حدیثِ منقطع: اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے درمیان حصہ سے صرف ایک راوی کا ذکر ساقط ہو۔

۷۔ حدیثِ مُعضَل: وہ حدیث کہلاتی ہے جس کے درمیانی حصّہ سے کئی راویوں کا ذکر ساقط ہو۔

☆ باعتبارِ کیفیت سلسلہ بھی احادیث کو تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔ اگر حدیث کا پورا سلسلہ سند عن فلان عن فلان پر مشتمل ہو اور اخبرنی یا حدّثنی وغیرہ کے الفاظ نہ آئے ہوں تو ایسی حدیث کو حدیث مُعَنعَن کہتے ہیں۔

۲۔ اگر سلسلۂ روایت میں معصوم کا ذکر اشارتاً کیا گیا ہو تو ایسی حدیث کو حدیثِ مُضمَر کہتے ہیں۔ مثلاً یوں کہا جائے: سئالتُ یا سئلتهُ علیه السلام۔

۳۔ اگر حدیث کا سلسلہ سند مختصر ہو تو اسے حدیث عالی کہا جاتا ہے۔

۴۔ اگر کسی حدیث کے سلسلہ سند کے راوی کسی خاص صفت یا کسی خاص بات میں مشترک ہوں تو ایسی حدیث کو حدیثِ مسلسل کہتے ہیں۔ مثلاً ایسی حدیث جس کے تمام راویوں کے نام محمد ہوں یا سب کے لقب یا سب کی کنیتیں ایک ہی ہوں۔

۵۔ وہ حدیث جو مشہور احادیث کے خلاف ہو شاذ یا نادر کہلاتی ہے۔

۶۔ اگر سلسلۂ سند یا متنِ حدیث یا دونوں ہی میں اختلاف واقع ہو تو ایسی حدیث کو حدیثِ مُضطرب کہتے ہیں۔ مثلاً ایک ہی راوی ایک ہی حدیث کو کبھی ایک راوی سے روایت کرے اور کبھی دوسرے راوی سے تو یہ سلسلۂ سند کا اختلاف کہلائے گا۔ متن میں اختلاف اس طرح واقع ہوگا کہ ایک ہی راوی ایک ہی حدیث میں کبھی کچھ کہتا ہو اور کبھی کچھ۔

☆ باعتبارِ صفات راوی بھی حدیث کو تقسیم کیا گیا ہے۔ یعنی صحیح، حسن، قوی، موثق اور ضعیف۔

۱۔ اگر سلسلۂ حدیث کے تمام راوی امامی اثنا عشری، عادل اور ضابط ؎ ہوں تو ایسی حدیث کو حدیثِ صحیح کہتے ہیں۔ البتہ قدماء محدثین شیعہ ان لوگوں کی حدیث کو بھی صحیح قرار دیتے ہیں جو ان کے نزدیک قابلِ اعتماد تھے خواہ امامی، اثنا عشری نہ ہوں۔ جیسے محمد بن ولید خزّاز، معاویہ بن حکم، مصدقہ بن صدقہ اور محمد بن سالم بن عبدالحمید (جو فرقہ فطحیہ سے تعلق رکھتے تھے اور امام جعفرؑ کے بیٹے عبداللہ فطح کو ساتواں امام تصور کرتے تھے)۔ اسی طرح ابان بن عثمان جو عقیدہ کے اعتبار سے نادوسی تھے۔ (نادوسی وہ لوگ تھے جو امام جعفرؑ کی شہادت کے بعد کہتے تھے کہ ان کو موت نہیں آئی بلکہ وہ زندہ غائب ہو گئے ہیں)۔

۲۔ اگر تمام راویانِ حدیث امامی، اثنا عشری ہوں لیکن ان میں سے کسی ایک یا کئی کی عدالت ثابت نہ ہو البتہ وہ ممدوح امامی اثنا عشری ہوں تو ایسی حدیث کو حدیثِ حسن کہتے ہیں۔

؎ ضابط اس شخص کو کہتے ہیں جو سہو و نسیان میں مبتلا نہ ہو۔

۳۔ اگر سلسلۂ سند میں تمام راوی اثنا عشری ہوں لیکن علمِ رجال میں نہ ان کی مدح کی گئی ہو نہ مذمت تو ایسی حدیث کو قوی کہا جاتا ہے۔

۴۔ اگر سلسلہ سند ایسے راویوں پر مشتمل ہو جو امامی اثنا عشری نہ ہوں مگر ہمارے علمائے رجال نے ان کی توثیق کر دی ہو یعنی انہیں قابلِ اعتماد سمجھا ہو۔ تو ایسی حدیث کو حدیثِ موثق کہتے ہیں۔

۵۔ اگر حدیث کے راوی امامی اثنا عشری نہ ہونے کے باوجود صفاتِ صدق و امانت سے موصوف ہونے کی بناء پر قابلِ اعتماد سمجھے گئے ہوں تو ایسی حدیث کو حدیثِ ضعیف کہتے ہیں۔

۶۔ اگر سلسلہ راویان میں کوئی ایسا راوی موجود ہو جس کے حالات نامعلوم ہوں تو ایسی حدیث کو مجہول قرار دیا گیا ہے۔

آیئے حدیث حاصل کرنے کے طریقوں پر نظر ڈالتے ہیں۔ شیخ بہاء الدین عاملی صاحب 'وجیزہ' نے تحملِ حدیث کی سات صورتیں بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ سماع: یعنی راوی اپنے شیخ کی زبان سے سن کر حدیث حاصل کرے۔

۲۔ قرأت: اس طریقہ کو 'عرض' بھی کہتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ راوی اپنے شیخ حدیث کے سامنے کسی حدیث کو پڑھتا ہے یا پیش کرتا ہے اور شیخ حدیث اس کی تصدیق کرتا ہے۔

۳۔ اجازہ: یعنی کوئی شیخ حدیث اپنی بیان کی ہوئی احادیث کی مزید روایت کے لئے زبانی یا تحریراً اپنے شاگرد کو اجازت دیدے۔

۴۔ مناولہ: یعنی شیخ حدیث اپنا مجموعۂ احادیث، اجازت روایت کا ذکر کیے بغیر کسی کو دیدے۔

۵۔ کتابت: یعنی شیخ حدیث اپنی روایت کردہ احادیث کسی اور کے لئے اپنے قلم سے لکھ دے یا کسی قابلِ اعتبار کاتب سے لکھوا دے۔

۶۔ اعلام: یعنی شیخ حدیث کا کسی کو صرف یہ بتانا کہ یہ حدیث میری روایت کردہ ہے۔

۷۔ وجادۃ: یعنی حدیث یا مجموعۂ احادیث کا کسی شیخ حدیث کے ہاتھوں لکھا ہوا یا تالیف کیا ہوا معلوم ہو اور راوی اس حدیث یا مجموعۂ احادیث کو پائے۔ مثلاً کتب اربعہ کا محمدونِ ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کی تالیف سے ہونا ہمیں معلوم ہے اور ہم ان تالیفات کو حاصل کرتے ہیں۔ اگرچہ گزشتہ چھ صورتوں میں کسی صورت سے ہمیں ان احادیث کی روایت نہیں ملی ہے تاہم چونکہ یہ معلوم ہے کہ یہ تالیفات ان بزرگوں کی ہیں اور ہم نے ان تالیفات کو پایا ہے لہٰذا ہم یوں روایت کر سکتے ہیں کہ ہم نے فلاں بزرگ کی فلاں کتاب میں یہ حدیث پائی ہے۔ محدثین کی اکثریت نے اس طریقۂ روایت کو جائز قرار دیا ہے۔

ہمارے مذہب کی بنیادی کتابیں چار ہیں اور ان کے تمام مؤلفین کے نام اور کنیت ایک ہی ہیں یعنی ابو جعفر محمد ابن یعقوب کلینی، ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ قمی اور ابو جعفر محمد بن حسن طوسی۔

'کافی' اول الذکر کی تالیف ہے، 'من لایحضرہ الفقیہ' شیخ صدوق محمد بن علی کی تالیف ہے اور بقیہ دو کتابیں شیخ طوسی کی تالیف ہیں۔

دوسرا مرحلہ تدوین حدیث کا تھا کہ احادیث کو جمع اور مدون کیا جائے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا کام تو حضرت علیؑ نے کیا کہ آنجنابؑ کی مرتب کی ہوئی کتاب 'کتابِ علیؑ' یا 'صحیفہ علیؑ' کے نام سے موسوم ہے۔ گو کہ یہ کتاب صرف معصومینؑ کی تحویل میں رہی لیکن وقتاً فوقتاً اسے اصحاب رسولؐ واصحاب ائمہ کرامؑ کو دکھایا اور پڑھایا جاتا رہا۔ مثلاً فہرست رجال نجاشی میں محمد بن عذافر کے حالات بیان کرتے ہوئے تحریر کیا گیا ہے کہ امام باقر علیہ السّلام سے محمد بن عذافر نے کسی مسئلہ میں اختلاف کیا تو آنجنابؑ نے اپنے فرزند سے کہا کہ 'کتابِ علیؑ' لاؤ۔ کتاب لائی گئی تو امامؑ نے وہ اختلافی مسئلہ کتاب میں نکالا اور فرمایا: یہ علیؑ کی تحریر ہے اور رسول اللہ کا املاء ہے۔ [۱]

حضرت فاطمہؑ کی عنایت سے اس 'کتابِ علیؑ' کو دیکھنے اور پڑھنے والے حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ بھی ہیں۔

شیعیانِ علیؑ اور تدوینِ حدیث

طبقہ اولیٰ

۱۔ شیعیانِ علیؑ میں سب سے پہلے تدوین کا کام کرنے والے حضرت ابو رافعؓ تھے جو رسول اللہؐ کے غلام اور صحابی اور امیر المومنینؑ کے محب اور با اعتماد ساتھی تھے۔

۲۔ پھر آثار نبویہ کے بارے میں سب سے متقدم تحریر ابو عبداللہ حضرت سلمان فارسیؓ کی تھی جنہوں نے 'حدیثِ جاثلیق الرّومی' مدون فرمائی۔

۳۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کی تصنیف 'کتاب الخطبہ' جس میں رسول اللہؐ کے بعد کے حالات مفصلاً درج ہیں کی وجہ سے موصوف مصنفین شیعہ میں شمار کیے گئے۔

[۱] اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ مذکورہ کتاب کو عوام الناس کے سامنے کیوں نہ لایا گیا تو اس واقعے میں اس کا جواب موجود ہے کہ امامؑ کو پوری کتاب کا علم ہوتا ہے اور وہ اسی بنیاد پر مسائل کے جوابات دیتے ہیں مگر یہ کہ کسی کو اختلاف ہو تو کتاب پیش کر دیتے ہیں۔

۴۔ شیخ نجاشی کی تحقیق کے مطابق اصبغ بن نباتہ کوفی، جناب مالکِ اشتر کے نام حضرت امیرالمومنینؑ کے عہد نامہ کے راوی ہیں اور انہوں نے ہی حضرت امیرالمومنین کا حضرت محمد حنفیہؒ کے بارے میں وصیت نامہ مدون کیا تھا۔ آپ کی ایک تالیف "مقتلِ حسینؑ" کے نام سے ہے۔

۵۔ ابورافعؓ کے فرزند عبیداللہ، امیرالمومنین کے کاتب اور مخصوص اصحاب میں شامل تھے۔ آنجنابؑ کے ساتھ تمام لڑائیوں میں شریک رہے۔ ان کی تالیفات میں کتاب 'قضایا امیرالمومنینؑ' (یعنی امیرِ المومنین کے فیصلے) اور کتاب تسمیہ من شھد مع امیرالمومنینؑ الجمل و الصفین والنھروان من الصحابة (یعنی اصحابِ رسولؐ میں سے جمل وصفین ونہروان میں حضرت علیؑ کا ساتھ دینے والے) شامل ہیں۔

۶۔ حرث بن عبداللہ، امیرالمومنینؑ کے اصحاب میں سے تھے۔ انہوں نے ایک کتاب مرتب کی تھی جس میں امیرالمومنینؑ کے بیان کیے ہوئے ان مسائل کو جمع کیا تھا جو آپؑ نے ایک یہودی کے لئے بیان کیے تھے۔

۷۔ ربیعہ بن سمیع نے امیرالمومنینؑ کے ارشادات کی روشنی میں چوپایوں کی زکوٰۃ کے موضوع پر ایک کتاب تالیف کی تھی۔

۸۔ سُلیم بن قیس ہلالی حضرت امیرالمومنینؑ کے اصحاب میں سے تھے اور شیعہ مصنفین کے پہلے طبقے میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کی کتاب اصولِ قدیمہ میں سے ایک اصل ہے۔

۹۔ علی ابن ابورافع: حضرت علیؑ کے کاتب، بہت بڑے حافظ اور کئی کتابوں کے مؤلف ہیں۔ جن میں نماز، وضو، اور دوسرے مسائل فقہیہ پر مشتمل بھی ایک کتاب ہے جسے راویانِ ثقہ نے نقل کیا ہے اور بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

۱۰۔ ابوصالح میثم تمار بن یحیی: جن کو محبتِ علیؑ کے جرم میں ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹ کر سولی دی گئی تھی کی تالیفات میں حدیث کی ایک کتاب ہے جس کو شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی نے اپنی کتاب 'امالی' میں نقل فرمایا ہے۔ نیز ابوعمرو کشی اور صاحب کتاب 'بشارۃ المصطفیٰ' نے بھی آپ کی کتاب سے احادیث نقل کی ہیں۔

۱۱۔ محمد بن قیس بجلی: تابعی اور صحابیِ امیرالمومنینؑ تھے۔ ان کی تالیف کی ہوئی ایک کتاب ہے جسے یہ امیرالمومنینؑ سے روایت کرتے ہیں۔ شیخ الطائفہ نے اپنی کتاب 'الفہرست' میں مکمل سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے کہ محمد بن قیس بجلی نے کہا کہ میں نے اپنی کتاب امام باقر علیہ السّلام کی خدمت میں پیش کی تو امام علیہ السّلام نے تصدیق فرمائی کہ ہاں یہ امیرالمومنینؑ کے ارشادات ہیں۔

۱۲۔ یعلی بن مُرّہ: بھی تابعی اور صحابیِ امیرالمومنینؑ تھے۔ ان کی تالیف کردہ کتابِ حدیث ہے جسے یہ علی علیہ السّلام سے روایت کرتے ہیں۔ شیخ نجاشی نے اس کتاب کے پورے سلسلہ سند کو بیان کیا ہے۔

طبقہ ثانیہ

احادیث کی تدوین کرنے والوں کے دوسرے طبقہ کے سید و سردار امام زین العابدینؑ ہیں۔ آپ کی کتاب 'صحیفۂ کاملہ' جو زبورِ آلِ محمدؐ کے نام سے بھی جانی جاتی ہے حضرتؑ کی دعاؤں کا مجموعہ ہے اس صحیفے کے راویوں میں امام محمد باقرؑ اور حضرت زید شہید جیسی بزرگ ہستیاں شامل ہیں۔ دیگر مصنفین درج ذیل ہیں:

۱۔ جابر بن یزید جعفی: مصنفین ومولفین کے اس طبقہ میں پہلا نام آپ کا لیا جاتا ہے۔ چوتھے اور پانچویں امامؑ کے مخصوص اصحاب میں سے تھے۔ تصنیفات میں بہت سی کتابیں ہیں۔ آپ نے تفسیر قران، احکامِ شرعیہ اور دیگر موضوعات پر تصنیف وتالیف کی۔

۲۔ حضرت زید شہید: امام زین العابدینؑ کے فرزند ہیں جنہوں نے بنی امیہ کی ظالمانہ حکومت کے خلاف تلوار اٹھائی۔ آپ کی ایک کتاب قراۃ

الامیر المومنینؑ ' کے نام سے جانی جاتی ہے۔ نیز ' صحیفہ کاملہ ' کی تدوین کی۔

۳۔ حسین بن ثور: مصنفینِ شیعہ میں شمار ہوتا ہے۔ امام باقرؑ اور امام جعفرؑ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں۔

۴۔ زیاد بن مُنذر: جو ابوالجارود کے نام سے مشہور ہیں۔ انہوں نے تفسیر قرآن کے موضوع پر چوتھے اور پانچویں امام سے سنی ہوئی احادیث پر مشتمل ایک کتاب تالیف کی حالانکہ نابینا تھے۔ ابتدائی ایام میں صحیح العقیدہ شیعہ تھے لیکن آخری عمر میں گمراہ ہو گئے اور زیدی مذہب کے قائل ہو گئے۔ فرقۂ جارودیہ انہی کی طرف منسوب ہے۔ بحالتِ گمراہی انتقال کیا۔

طبقہ ثالثہ

اس طبقہ میں وہ حضرات شامل ہیں جنہوں نے امام زین العابدینؑ اور امام محمد باقرؑ سے احادیث حاصل کیں اور کتابیں تالیف کیں۔

۱۔ ابوبصیر یحییٰ بن قاسم: آپ نے امام باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کا زمانہ دیکھا اور دونوں حضرات سے روایت کی۔

۲۔ ابوعبداللہ عبدالمومن بن قاسم کوفی: آپ کے تالیف کردہ مجموعہ میں امام باقرؑ کی احادیث ہیں۔

۳۔ زرارہ بن اعین: اصحابِ امام محمد باقرؑ میں شہرت رکھتے ہیں دونوں اماموں سے روایت کرتے ہیں۔

۵۔ محمد بن مسلم طائی: مشہور راویانِ حدیث میں ہیں۔ ائمہ طاہرینؑ سے حاصل کی ہوئی احادیث پر مشتمل ایک کتاب تالیف کی، امام باقرؑ اور امام صادقؑ کا زمانہ دیکھا۔

۶۔ ابوعبیدہ حذاء: نام زیان بن عیسی کوفی، امام باقرؑ کے صحابی ہیں امامؑ سے سنی ہوئی احادیث کو ایک کتاب میں جمع کیا۔

۷۔ زکریا بن عبداللہ: لقب فیاض اور کنیت ابویحییٰ ہے۔ امام باقرؑ کے صحابی اور آنجنابؑ کی احادیث پر مشتمل ایک کتاب مدون کی۔

۸۔ حجدر بن مغیرہ طائی: امام باقرؑ کے صحابی اور آنجنابؑ کی احادیث پر مشتمل ایک کتاب کے مؤلف۔

۹۔ حجر بن زائدہ حضرمی: صحابی امام باقرؑ اور آنجنابؑ کی احادیث پر مشتمل ایک کتاب کے مؤلف۔

۱۰۔ معاویہ بن عمار: امام باقرؑ اور امام جعفرؑ کا زمانہ دیکھا اور دونوں حضرات کی بیان کی ہوئی حدیثوں پر ایک کتاب مرتب کی۔

۱۱۔ مطلب زہری: مدینہ کے قریشی، امام باقرؑ کے صحابی اور آنجنابؑ کی احادیث پر مشتمل ایک کتاب کے مؤلف۔

۱۲۔ عبداللہ بن میمون بن الاسود القداح: امام باقرؑ کے صحابی۔ انہوں نے بھی امامؑ سے حاصل کی ہوئی احادیث کو ایک کتاب میں جمع کیا۔

طبقہ رابعہ

اس طبقہ میں امام جعفر صادقؑ سے اکتسابِ علم کرنے والوں کی تعداد کم وبیش چار ہزار ہے جن کی کاوشوں سے چار سو کتابیں وجود میں آئیں جنہیں 'اصول اربعمائۃ' کہا جاتا ہے۔ ان اصول کی روایت امام جعفر اور امام کاظم علیہما السلام کے اصحاب نے کی ہے۔

جوامع المتقدمین

اصحاب ائمہ کے بعد والے علماء نے اپنے سے پہلے والے علماء واصحاب کی تالیف کردہ کتابوں سے جنہیں 'اصول' کہا جاتا ہے وہ جامع کتابیں مرتب فرمائیں جو اس زمانہ میں مذہب شیعہ کے لئے احادیث کا مرکز ومرجع کہلاتی ہیں۔ یہ کتابیں چار ہیں جن کے مؤلفین کا تذکرہ کیا جا چکا صرف یہ چار کتابیں ہی ان حضرات کی تالیف نہیں ہیں بلکہ یہ حضرات دیگر متعدد کتب کے بھی مولفین ہیں۔ جیسے محمد بن یعقوب کلینیؒ نے 'کتاب رسائل ائمہ'

کتاب ُالرد علی القرامطہ، کتاب ِرویا' کتاب ُرجال' وغیرہ مرتب فرمائیں۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ تقریباً تین سو کتابوں کے مصنف و مؤلف ہیں جن میں ُکمال الدین وتمام النعمت ' ُخصال '، ُتوحید '، ُثواب الاعمال '، ُعقاب الاعمال '، ُمعانی الاخبار '، ُعلل الشرائع ' جیسی معرکتہ الآرا کتب شامل ہیں۔

شیخ محمد بن حسن بن علی بن طوسی شیخ الطائفہ ۴۷ کتابوں کے مؤلف ہیں جن میں ُتہذیب ' اور ُاستبصار ' کے بعد ُنہایہ '، ُکتاب رجال '، ُکتاب فہرست '، ُکتاب ِبیان در تفسیر قرآن ' (بیس جلدوں میں)، ُکتاب مقتل الحسینؑ ' وغیرہ، وغیرہ شامل ہیں۔

محمدون ثلاثہ اواخر

عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح متقدمین میں احادیث جمع کرنے والے محمد نامی تین بزرگ ہیں اسی طرح متاخرین میں بھی احادیث جمع کرنے والے تین علماء کے نام محمد ہیں جنہوں نے مشہور زمانہ کتابوں کو مرتب کیا مثلاً شیخ محمد باقر مجلسی کی کتاب ُبحار الانوار ' جو ۲۶ جلدوں میں ہے۔ محمد بن مرتضیٰ جو محسن کاشانی کے نام سے جانے جاتے ہیں اور فیض ان کا لقب ہے کی کتاب ُالوافی ' جو چودہ جلدوں میں ہے۔ شیخ محمد بن حسن بن علی بن حسین جو ُحر عاملی ' کے نام سے جانے جاتے ہیں کی کتاب ُوسائل الشیعہ ' جو چھ ضخیم جلدوں میں ہے۔

ان حضرات نے بھی نہ صرف یہ مشہور کتب تالیف کیں بلکہ ان کی تالیفات میں دیگر متعدد کتب بھی شامل ہیں۔ ا

ہم امید کرتے ہیں کہ مندرجہ بالا تحریر قارئین کرام کو حدیث کے بارے میں مختلف پہلوؤں سے مجملاً معلومات فراہم کرنے کا باعث ہوگی اور ان لوگوں کے لئے بھی مُسکت جواب ہوگی جو ضعیف حدیث، ضعیف حدیث کہہ کہہ کر عوام الناس کو حدیث سے دور رکھنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ شاید انہیں ُضعیف ' اور ُقوی ' کی اصطلاحوں کے صحیح معنی معلوم ہو جائیں تو یہ احادیث کے نشر و بیان میں رکاوٹ ڈالنے کے گناہ سے توبہ کرلیں۔

اب ُبصائر الدرجات ' ج ا باب ۱۱ کی حدیث اول ملاحظہ فرمائیں:

جابر ا نے امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: آل محمدؑ کی حدیث عظیم، صعب اور متصعب (مشکل) ہے۔ اس پر ایمان نہیں لاتا مگر ملک مقرب یا نبی مرسل یا وہ عبد جس کے دل کا اللہ نے امتحان لے لیا ہو۔ پھر فرمایا: تمہارے سامنے آل محمد (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کی کوئی حدیث ذکر کی جائے اور تمہارا دل اس کی طرف مائل ہو اور تم اسے پہچان لو تو اسے ضرور قبول کرلو اور جس سے تمہارے دل پریشان ہو جائیں، تم اسے نہ پہچانو تو اسے اللہ کی طرف، اس کے رسول کی طرف اور آل محمد (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کی طرف لوٹا دو۔ وہ یقیناً ہلاک ہونے والا ہے جس کے سامنے کوئی حدیث بیان کی گئی اور وہ اسے برداشت نہ کر پائے اور کہہ دے کہ اللہ کی قسم یہ بات درست نہیں۔ اس کا یہ انکار ہی کفر ہے۔

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک ارشاد کو نقل کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے کہ "ہماری جو حدیثیں قرآن سے متعارض پاؤ انہیں دیوار پر دے مارو"۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ ہم قرآن کو کتنا سمجھتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں توازن محسوس کر سکیں تو اللہ عزّ شانہٗ نے قرآن مجید میں فرمایا: ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مذکر (سورۂ قمر آیات ۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰) (اور ہم نے نصیحت کے لئے اس قرآن کو ضرور آسان کردیا ہے تو آیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟)

یاد رکھیئے اگر ہم اللہ کے پیاروں کے توسط سے اللہ سے علم و فہم میں اضافہ کی التجا کرتے ہیں تو معاملہ نسبتاً آسان ہو جاتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ بعض حدیثوں میں مفہوم یکساں ہوتا ہے مگر راویوں کی تبدیلی سے حدیث کی قسم بدل جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو باب ۲۷ حدیث اول و دوم۔

ا بظاہر مذکورہ راوی وہ مشہور صحابی رسولؐ نہیں ہیں جو حضرت امام باقر علیہ السلام کے وقت تک حیات تھے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے تمام قارئین تک یہ بات پہنچ چکی ہے کہ علمائے امامیہ کا اس پر اجماع ہے کہ اگر شیخ سلسلۂ راویان بیان کیے بغیر کسی بھی معصومؑ سے کوئی روایت بیان کرتے ہیں تو ان کی حدیث کو تسلیم کرلیا جاتا ہے اور اس فضیلت میں شیخ تنہا ہیں۔ البتہ قارئین کرام کی معلومات میں اضافہ کے لئے یہ اظہار کرنا بہت مناسب ہوگا کہ ایسی احادیث دیگر بنیادی کتب میں راویان کے ناموں کے ساتھ موجود ہیں۔ اس سلسلے میں ہم نے آقائے علی اکبر غفاری کی تحقیقات سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ موصوف نے اہلسنت کی کتب سے بھی مماثل احادیث حاشیہ میں درج فرمائی ہیں۔ نیز کہیں کہیں موسوف کی تشریحات کا بھی ترجمہ کردیا گیا ہے، مزید یہ کہ اس بار کتاب کے متن میں چند جملے ایسے بھی نظر آئے جن کا ترجمہ نہیں ہوا تھا چنانچہ ان کا ترجمہ بھی شامل کردیا گیا ہے اور الحمدللہ اب یہ کتاب سابقہ ایڈیشنوں سے معنوی طور پر بہتر انداز میں قارئین کرام کے لئے پیش کی جارہی ہے۔[1]

خداوندِ عالم ہمیں ہماری ذات اور ہمارے اعمال میں بہتری اور تکامل کی دعوت دیتا ہے اور یہ اس کالطف واحسان ہے کہ خود ہی اس کے اسباب بھی مہیا کردیتا ہے۔ ہم توقع کرتے ہیں کہ موجودہ ایڈیشن اللہ عزّ وجلّ کی اس رضا اور احسان کا آئینہ دار ثابت ہوگا۔

والسلام
انجینئر فیضیاب رضوی

---

[1] ماخوذ از 'علم الحدیث' از پروفیسر علی حسنین شیفتہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مترجم

باسمہ سبحانہ

اس سے قبل شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی کتاب ''علل الشرائع'' کا اردو ترجمہ ہدیہ ناظرین کیا جاچکا ہے۔ اب انہی کی دوسری عظیم تالیف ''من لا یحضرہ الفقیہ'' کا اردو ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے جس کا شمار ہماری کتب اربعہ میں ہوتا ہے۔

آپ (شیخ صدوق علیہ الرحمہ) تقریباً تین سو کتابوں کے مصنف ہیں۔ جیسا کہ علامہ طوسی نے اپنی کتاب الفہرست میں تحریر کیا ہے اور آپ کی چالیس کتابوں کے نام تحریر کیے ہیں۔ اور ابوالعباس نجاشی متوفی ۴۵۰ھ نے اپنی کتاب رجال میں آپ کی تقریباً دو سو کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ مگر افسوس کہ ان میں سے اکثر ضائع ہوگئیں۔ آپ کی عظیم تصنیفات میں سے ایک کتاب ''مدینۃ العلم'' بھی تھی جو اس کتاب من لایحضرہ الفقیہ سے بھی بڑی تھی وہ بھی ضائع ہوگئی جس کا ذکر شیخ طوسی نے اپنی کتاب ''الفہرست'' میں اور ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب ''معالم'' میں کیا ہے۔ اور علامہ رازی نے اپنی کتاب ''الذریعہ'' میں علامہ بہائی کے والد بزرگوار شیخ حسین بن عبدالصمد کی کتاب ''الدرایہ'' کی یہ عبارت نقل کی ہے ''واصولنا الخمسة الكافی و مدينة العلم و من لايحضره الفقيه و التهذيب. والاستبصار'' (ہمارے مذہب کی اصولی کتابیں پانچ ہیں کافی، مدینۃ العلم، من لایحضرہ الفقیہ، تہذیب اور استبصار) اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے زمانے میں یہ کتاب مدینۃ العلم موجود تھی۔ مگر ان کے بعد یہ کتاب ضائع ہوگئی۔ صرف نام رہ گیا۔ چنانچہ علامہ مجلسی نے اس کی تلاش کے لئے زر کثیر صرف کیا مگر کامیاب نہ ہوسکے۔ اور کتاب الذریعہ میں ہے کہ سید محمد باقر جیلانی نے بھی اس کے حصول کے لئے بے دریغ رقم صرف کی مگر وہ بھی کامیاب نہ ہوسکے۔ علامہ ابن طاہری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب فلاح السائل نیز اپنی دیگر کتب میں اور شیخ جمال الدین بن یوسف حاتم فقیہ شافعی نے اپنی کتاب میں ''کتاب مدینۃ العلم'' سے بہت سی چیزیں نقل کی ہیں معین الدین شامی شقاقلی حیدرآبادی نے بیان کیا ہے کہ ان کے پاس مدینۃ العلم کا ایک نسخہ ہے جس کی دو نقلیں کیں لیکن وہ ابواب پر مرتب نہیں ہے بلکہ وہ روضۃ الکافی کے مانند ہے۔

مندرجہ بالا حقائق سے معلوم ہوا کہ ہمارے مذہب کی کتب خمسہ تھیں جس میں سے ایک ضائع ہوگئی اور اب کتب اربعہ رہ گئیں اور وہی کیا ہمارے بزرگ علماء کی ہزاروں بیش بہا تصانیف ضائع ہوگئیں جو شائع نہیں ہوسکیں اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اغیار طعنہ دینے لگے کہ شیعوں کی اپنی تو کوئی کتاب ہی نہیں جس سے وہ استفادہ کریں، یہ لوگ تو دوسرے دسترخوانوں کی روٹیاں توڑتے ہیں۔

کتاب ''من لایحضرہ الفقیہ'' جلد اول کا اردو ترجمہ قارئین کی خدمت میں حاضر ہے۔ یہ ایسی اہم کتاب ہے جس کا شمار انہی کتب اربعہ میں ہوتا ہے اور ''اصول کافی'' کے بعد فقہ پر یہ دوسری کتاب ہے جو شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی تالیف ہے۔ اس کا نام من لایحضرہ الفقیہ (جس کے پاس کوئی فقیہ موجود نہ ہو) یہی بتاتا ہے کہ یہ عوام کے لئے لکھی گئی تھی۔ مگر یہ اب تک عوام کی نگاہوں سے پوشیدہ رہی۔ یہ فقہ کی بنیادی کتاب ہے۔ اس کے بعد فقہ کی کتابیں ہر دور میں تحریر کی جاتی رہی ہیں لیکن ''کتب اربعہ'' میں اسی کو جگہ ملی آخر اس میں کوئی ایسی بات تو ہے جو اس کو اتنی اہمیت دی گئی۔ یہ کتاب تمام ابواب فقہ پر مشتمل ہے۔ یہ کسی عالم کے فتاویٰ کا مجموعہ نہیں بلکہ ہر مسئلہ کے متعلق ائمہ طاہرین کی احادیث نقل کردی گئی ہیں جن کی روشنی میں ہمارے علماء و فقہاء حضرات فتوے جاری کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس کے مطالعہ سے یہ غلط فہمی دور ہوجائے گی کہ ہمارے علماء و فقہاء حضرات اپنی طرف سے کوئی فتویٰ دیتے ہیں بلکہ اس کی بنیاد ائمہ طاہرین کی کوئی نہ کوئی حدیث ہی ہوتی ہے۔

سید حسن امداد (غازی پوری)
ممتاز الافاضل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حالاتِ مؤلف علیہ الرحمہ

آپ کی ولادت اور ان کے متعلق علماء کے اقوال:

شیخ اجل رئیس المحدثین ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ صدوق قمی علیہ الرحمہ حضرت امام دوازدھم محمد بن حسن حجۃ المنتظر صاحب الزماں علیہ السلام کی دعا کی برکت سے قم کے اندر ۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ اور قمیوں میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا جو علمی حیثیت و منزلت میں ان کے برابر ہو۔

بنی بابویہ قم کے خاندانوں میں سے ایک ایسا خاندان ہے، جس کی علمی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی ہے اور جس شخص نے تیسری اور چوتھی صدی کی علمی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے اس کو معلوم ہے کہ ملک ایران میں شہر قم علم کا گہوارہ رہا ہے اس سرزمین نے ایسے محدثین و مصلحین کو جنم دیا اور اس کی فضاؤں سے رشد و ہدایت کے ایسے ایسے ستارے اور ایسے ایسے چاند و سورج طلوع ہوئے کہ جن سے قم کی تاریخ ہمیشہ ہمیشہ درخشاں اور تابندہ رہے گی۔

چنانچہ علامہ مجلسی اول محمد تقی علیہ الرحمہ من لایحضرہ الفقیہ کی شرح بزبان فارسی ''اللوامع'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ علی ابن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ المتوفی ۳۲۹ھ (جو مولف کتاب علل شرائع کے والد تھے) کے زمانہ میں قم کے اندر دو لاکھ محدثین تھے اور شیخ صدوق کے والد ابوالحسن علی بن حسین علیہ الرحمہ ان کے راس الرئیس، ان کے فقیہ تھے اور عامہ اہل قم کی نظر ان کی طرف اُٹھتی تھی۔ حالانکہ قم میں اس وقت کثرت سے علمائے اعلام تھے مگر اہل قم اپنے مسائل شرعیہ کے لئے ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ان کی وفات ۳۶۹ھ میں ہوئی اور یہی وہ سال ہے جس میں ستارے بہت ٹوٹے۔ آپ قم میں دفن ہوئے۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں ان میں ایک کتاب ''الرسالہ'' ہے جسے آپ نے اپنے فرزند ابی جعفر یعنی شیخ صدوق کو تحریر کیا تھا اور اسی رسالہ سے شیخ صدوق نے اپنی کتاب ''من لایحضرہ الفقیہ'' میں کثرت سے روایات نقل کی ہیں موصوف کے حالات تمام کتب رجال میں مرقوم ہیں۔ ان کے شرف و فضل کے لئے یہی بہت ہے کہ ان کے پاس گیارہویں امام حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے مندرجہ ذیل خط تحریر کیا تھا جس میں ان کو نصیحت و وصیت فرمائی اور یہ لکھا:

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا مکتوب گرامی شیخ صدوق کے والد کے نام:

نام سے اس اللہ کے جو رحمٰن و رحیم ہے ہر طرح کی حمد اس اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ عاقبت متقیوں کے لئے ہے۔ جنت موحدین کے لئے اور جہنم ملحدین کے لئے ہے اور سوائے ظالموں کے اور کسی پر زیادتی اچھی نہیں ہے اور نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے جو خلق کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے اور اللہ کی رحمتیں نازل ہوں اس کی بہترین مخلوق محمدؐ اور ان کی طیب و طاہر عترت پر۔

لمّا بعد اے میرے شیخ، میرے معتمد، اور میرے فقیہ ابوالحسن علی ابن الحسین قمی اللہ تمہیں اپنی رضا کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی مہربانی سے تمہارے صلب میں صالح اولاد قرار دے، میں تم کو وصیت کرتا ہوں اللہ سے تقویٰ اختیار کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی اس لئے کہ مانعین زکوٰۃ کی نماز نہیں قبول کی جاتی نیز میں تمہیں وصیت کرتا ہوں لوگوں کی خطا معاف کرنے کی، غصہ کو پی جانے کی، اپنے اقرباء کے ساتھ حسن سلوک کی، اپنے بھائیوں کے ساتھ ہمدردی کی، ان کی حاجت برآوری کے لئے سعی اور کوشش کرنے کی اور جہل کا سامنا ہو تو اسے برداشت کرنے کی۔ تفقہ اور تمام امور میں ثابت قدمی کی اور قرآن کے عہد کو پورا کرنے کی، حسن خلق کی، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لا خیر

فی کثیر من نجوا ھم الامن امر بصدقة او معروف او اصلاح بین الناس (سورہ النساء آیت نمبر ۱۱۴) (ان کی رازکی باتوں سے اکثر میں تو بھلائی کا نام تک نہیں مگر ہاں جو شخص کسی کو صدقہ دینے یا اچھے کام کرنے یا لوگوں کے درمیان ملاپ کرانے کا حکم دے اور تمام فواحشات سے اجتناب کرے) اور تمہارے لئے لازمی ہے نماز شب کی ادائیگی اس لئے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو وصیت فرمائی تھی اور کہا تھا کہ اے علیؑ تمہارے لئے نماز شب لازمی ہے اور آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا تھا اور جو شخص نماز شب کا استخفاف کرے، اسے ہلکی چیز سمجھے وہ ہم میں سے نہیں ہے لہٰذا تم میری وصیت پر عمل کرو اور میرے شیعوں کو بھی حکم دو کہ وہ اس پر عمل کریں اور تم پر لازم ہے کہ صبر سے کام لو اور فراخی وکشادگی کا انتظار کرو اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری امت کا سب سے بہتر کام فراخی وکشادگی کا انتظار کرنا ہے اور میرے شیعہ ہمیشہ ہی حزن وغم میں بسر کریں گے یہاں تک کہ میرا وہ فرزند ظہور کرے گا جس کی بشارت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی کہ وہ زمین کو عدل وانصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہوگی۔ پس اے میرے شیخ صبر سے کام لو اور میرے شیعوں کو بھی تلقین کرو ان الارض لله یورثها من یشاء من عباده والعاقبة للمتقین (سورہ اعراف: ۱۲۸) (ساری زمین تو خدا ہی کی ہے وہ اپنے بندوں میں جس کو چاہے اس کو وارث ومالک بنائے اور خاتمہ بخیر تو بس پرہیز گاروں کا ہی ہے) اور تم پر اور ہمارے تمام شیعوں پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں "وحسبنا الله و نعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر" (اور ہم لوگوں کے لئے خدا ہی کافی ہے وہ بہترین کارساز بہترین مالک اور بہترین مددگار ہے)۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے سوانح نگاروں نے ان کے والد کے نام حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے اس خط کو نقل کرنے کے بعد تحریر کیا کہ اب اس خط کے پڑھنے کے بعد ہم اس امر کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ ان کے والد کی عظمت وعلوِ مرتبت کے لئے مزید کوئی دلیل پیش کریں اس لئے کہ امام علیہ السلام نے اس خط میں ان کو شیخ ومعتمد اور فقیہ کے لقب سے یاد کیا ہے اور ان کے لئے توفیق الٰہی اور ان کے صلب سے صالح اولاد پیدا ہونے کی دعا کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کی نسل میں بڑے بڑے علماء وفضلاء وصلحا پیدا ہوئے خصوصاً شیخ صدوق علیہ الرحمہ۔

حضرت امام عصر عجل اللہ فرجہ کی توقیع آپ کے والد کے نام:

شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب غیبت میں امام عصر کی وہ توقیعات وخطوط جو ناحیہ مقدسہ سے جاری ہوئے کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ ابوالعاص احمد بن علی بن نوح سے روایت ہے اور انہوں نے ابی عبداللہ الحسین بن محمد بن سورۃ قمی سے روایت کی ہے جب کہ وہ سفر حج میں ہم لوگوں کے یہاں تشریف لائے تو انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن الحسن بن یوسف الصائغ قمی اور محمد بن احمد بن محمد صیرفی المعروف بہ ابن دلال نے اور ان دونوں کے علاوہ مشائخ اہل قم نے کہ علی بن الحسین بن بابویہ (والد شیخ صدوق) کی زوجیت میں ان کے چچا محمد بن موسیٰ بن بابویہ کی دختر تھیں مگر ان سے کوئی اولاد پیدا نہیں ہورہی تھی تو آپ نے حضرت شیخ ابی القاسم حسین بن روح علیہ الرحمہ (منجملہ نوابین اربعہ) کو خط لکھا کہ وہ حضرت امام عصر عجل اللہ فرجہ سے درخواست کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ہمیں ایسی اولاد عطا کرے جو فقیہ ہو تو جواب میں یہ توقیع آئی کہ اس زوجہ سے تمہیں کوئی اولاد نہ ہوگی مگر عنقریب ایک دیلمی کنیز تمہاری ملکیت میں آئے گی اور اسی سے تمہارے دو فقیہ فرزند پیدا ہوں گے۔ ابوعبداللہ بن سورہ کا بیان ہے کہ ابوالحسن بابویہ کے تین فرزند پیدا ہوئے ایک محمد دوسرے حسین اور یہ دونوں فقیہ تھے اور حفظ میں ماہر تھے ان کے حافظہ کا یہ حال تھا کہ یہ دونوں وہ سب کچھ حفظ کر لیتے تھے جن کو اہل قم میں سے کوئی حفظ نہیں کرپاتا تھا۔ ان کے تیسرے بھائی حسن تھے جو منجھلے (اوسط) تھے وہ فقیہ نہ تھے، لوگوں سے اختلاط کم رکھتے اور ہمیشہ زہد و عبادت میں مصروف رہتے اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے۔ ابن سورہ کا بیان ہے کہ یہ دونوں حضرات یعنی ابوجعفر محمد (شیخ صدوق) اور ان کے بھائی ابو عبداللہ الحسین جس وقت روایات بیان کرتے تو لوگ حیرت زدہ رہ جاتے اور کہتے کہ آپ دونوں میں یہ خصوصیت امام علیہ السلام کی دعا کی برکت سے ہے اور یہ بات اہل قم میں بہت مشہور تھی۔

حضرت امام عصر عجل اللہ فرجہ کی دعا کی برکت:

نجاشی نے بھی اپنی کتاب ''رجال'' میں تحریر کیا ہے کہ شیخ صدوق کے والد علی بن الحسین ایک مرتبہ عراق تشریف لائے اور ابوالقاسم حسین بن روح سے ملاقات کی ان سے چند مسائل دریافت کیے پھر جب قم واپس گئے تو علی بن جعفر بن اسود کے توسط سے انہیں خط لکھا کہ میرا یہ عریضہ حضرت صاحب العصر علیہ السلام تک پہنچادیں اس عریضہ میں انہوں نے اولاد پیدا ہونے کے لئے دعا کی درخواست کی تھی اور امام علیہ السلام نے ان کے خط کا جواب دیا کہ میں نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کردی ہے اور عنقریب تمہارے یہاں دو بہترین فرزند پیدا ہوں گے۔ نیز شیخ صدوق علیہ الرحمہ اپنی کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ صفحہ ۲۷۶ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابوجعفر محمد بن علی الاسود نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا اور کہا کہ آپ کے والد یعنی علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی رحمۃ اللہ نے محمد بن عثمان عمری کی وفات کے بعد مجھ سے فرمایا کہ آپ ابوالقاسم روحی سے گزارش کریں کہ وہ مولانا صاحب العصر علیہ السلام سے میری طرف سے درخواست کریں کہ حضرت میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے ایک فرزند نرینہ عطا فرمائے۔ میں نے ان کے کہنے کے بموجب ابوالقاسم روحی سے گزارش کی تو انہوں نے انکار کردیا مگر تین دن کے بعد انہوں نے بتایا کہ حضرت صاحب العصر علیہ السلام نے علی ابن الحسین کے لئے دعا کردی ہے اور عنقریب ان کے ایک مبارک فرزند پیدا ہوگا جو لوگوں کو بہت نفع پہنچائے گا اور اس کے بعد اور بھی اولاد ہوگی چنانچہ اسی سال آپ (یعنی محمد بن علی بن الحسین شیخ صدوق) پیدا ہوئے اور آپ کے بعد اور بھی اولادیں پیدا ہوئیں اور اسی کتاب میں وہ آگے اپنی طالب علمی کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب محمد علی الاسود مجھے شیخ محمد بن حسن بن احمد ابن ولید رضی اللہ عنہ کے درس میں جاتے ہوئے دیکھتے اور میرا علمی شوق اور حفظ کو ملاحظہ کرتے تو فرماتے کہ تمہارے اندر جو علم سے اتنی رغبت ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں اس لئے کہ تم امام علیہ السلام کی دعا کی برکت سے پیدا ہوئے ہو۔

اور نجاشی نے اپنی کتاب رجال صفحہ ۱۸۵ پر تحریر کیا ہے کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ اکثر فخر سے کہا کرتے تھے کہ میں حضرت صاحب العصر کی دعا کی برکت سے پیدا ہوا ہوں۔ علمائے نجف میں سے بعض شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی سوانح حیات لکھنے والوں نے یہ لکھا ہے کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی تاریخ میں یہ بات واضح نہیں کہ ان کے والد علیہ الرحمہ نے وہ کنیز کب اور کیسے خریدی۔ مگر ظن غالب یہ ہے کہ انہوں نے امام علیہ السلام کی توقیع پڑھنے کے بعد کسی دیلمی کنیز کو تلاش کر کے خریدا تاکہ انہیں وہ گوہر مقصود مل جائے جس کی امام نے خبر دی ہے اور اس کنیز سے پہلے ایک مبارک فرزند نرینہ پیدا ہوا اور وہ یہی ہمارے شیخ محمد بن علی الحسین بن موسیٰ بن بابویہ صدوق علیہ الرحمہ تھے کہ قمیوں میں ان کا مثل کوئی نظر نہیں آتا اور جن کی ولادت سے آپ کے والد کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور اس میں خیر و برکت کی نشانیاں نظر آنے لگیں اس لئے کہ یہ امام کی دعا کی برکت اور ان کی بشارت سے پیدا ہوئے اور امام علیہ السلام نے انہیں خیر و برکت والا فقیہ اور لوگوں کے لئے ان سے بہت زیادہ نفع پہنچنے کی امید دلائی تھی۔

آپ کا سن ولادت حضرت حسین ابن روح کی نیابت کا پہلا سال:

ان کی ولادت قم میں ۳۰۵ھ کے بعد ہوئی جو حسین ابن روح کی سفارت کا پہلا سال تھا جیسا کہ تاریخ ابن اثیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے ۳۰۵ھ کے حادثات میں تحریر کیا کہ اسی سن ماہ جمادی الاول میں ابوجعفر محمد بن عثمان عسکری المعروف بہ السمان کی وفات واقع ہوئی جن کو لوگ عمری کے لقب سے پہچانتے ہیں اور یہ امامیہ کے رئیس و سردار تھے اور ان کے متعلق دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ امام منتظر تک رسائی کا ذریعہ تھے اور انہوں نے مرتے وقت ابوالقاسم حسین بن روح کو اپنا وصی بنایا اور شیخ طوسی نے اپنی کتاب ''الغیبۃ'' میں تحریر کیا ہے کہ ان کی وفات جمادی الاول کی آخری تاریخوں میں ہوئی اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ صدوق کی ولادت ۳۰۶ھ یا اس کے بعد ہوئی اس لئے کہ عمری کی وفات اور ابوالقاسم روحی کی سفارت اسی سال کے ماہ جمادی الاول میں ہوئی اور ابوالقاسم روحی کی سفارت کے اوائل میں شیخ صدوق کے والد عراق آئے، ابوالقاسم روحی سے کچھ مسائل دریافت کیے پھر واپس ہوئے

پھر علی بن جعفر اسود کے ہاتھوں انہوں نے ایک خط روانہ کیا پھر امام کی طرف سے اس کا جواب پھر کنیز کی خریداری پھر زمانہ حمل ولادت اس کو ایک عرصہ چاہیے اور کچھ نہیں تو کم از کم ۳۰۶ھ یا اس کے بعد ان کی ولادت ہونی چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شیخ صدوق اپنے والد اور اپنے شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی علیہ الرحمہ کے ساتھ ساتھ زمانہ غیبت صغریٰ میں بیس سال سے کچھ زیادہ عرصے رہے کیونکہ ان دونوں کی وفات ۳۲۹ھ میں ہوئی اور ابی الحسن علی بن محمد سمری سفراء اربعہ میں سے آخری کی وفات بھی اسی سال ہوئی اور پھر غیبت کبریٰ کا دور شروع ہوا۔

نجاشی کی رائے:

نجاشی اپنی کتاب رجال صفحہ ۲۷۶ میں تحریر فرماتے ہیں کہ محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی ابو جعفر شہر رے میں وارد ہوئے یہ ہمارے شیخ، ہمارے فقیہ ہیں اور خراسان میں فرقہ شیعہ کے رئیس و سردار تھے۔ یہ بغداد کے اندر ۳۵۵ھ میں تشریف لائے حالانکہ وہ ابھی کمسن ہی تھے مگر یہاں کے اکثر شیوخ نے ان سے احادیث کا درس لیا اور انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں ہیں۔ پھر آپ نے ان کی تصنیف کردہ ایک سو نوے (۱۹۰) سے کچھ زیادہ کتب و رسائل شمار کرائے اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ ان ہی نے اپنی کتابوں کے نام ہمیں بتائے اور انہوں نے اپنی بعض کتابوں کو میرے والد علی بن احمد بن عباس نجاشی کو پڑھ کر سنایا۔ مرحوم کا انتقال رے کے اندر ۳۸۱ھ میں ہوا۔

شیخ طوسی کی رائے:

شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب رجال میں تحریر کیا کہ آپ ایک جلیل القدر حافظ تھے، فقہ و اخبار و رجال پر بڑی نظر رکھتے تھے ان کی بہت سے تصانیف ہیں جن کا ذکر میں نے کتاب "الفہرست" میں کیا ہے۔

اور کتاب "الفہرست" میں تحریر فرمایا کہ آپ ایک جلیل القدر عالم تھے، احادیث میں ان کا کوئی مثل نظر نہیں آتا، ان کی تقریباً تین سو کتابیں تصنیف کردہ ہیں اور ان کی کتابوں کی فہرست بہت معروف ہے۔ پھر آپ نے ان کی تقریباً چالیس (۴۰) کتابیں شمار کرانے کے بعد کہا کہ اس کے علاوہ بہت سی کتابیں اور چھوٹے چھوٹے رسالے ہیں جن کے نام مجھے یاد نہیں ہیں اور ان کی تمام کتابوں کے نام ہمارے اصحاب میں کچھ لوگوں نے ہمیں بتائے جن میں شیخ ابو عبداللہ محمد بن محمد بن النعمان (یعنی شیخ مفید علیہ الرحمہ) اور ابو عبداللہ بن حسین عبیداللہ اور ابوالحسین جعفر بن حسن ابن حسکہ قمی وابو زکریا محمد بن سلیمان ہمدانی رضی اللہ عنہم ہیں۔

علامہ حلی کی رائے:

اور علامہ حلیؒ نے اپنی کتاب "خلاصۃ الاقوال" جلد اول میں ان کے متعلق وہی لکھا ہے جو نجاشی اور شیخ طوسی نے تحریر فرمایا ہے اور کہا ہے کہ ان کی تقریباً تین سو تصانیف ہیں جن میں سے اکثر کا ذکر ہم نے اپنی کتاب "کبیر" میں کر دیا ہے آپ نے ۳۸۱ھ میں وفات پائی اور علامہ سید بحر العلومؒ نے اپنی کتاب "فوائد رجالیہ" میں تحریر کیا ہے کہ آپ مشائخ شیعہ میں سے ایک شیخ اور ارکان شریعت میں سے ایک رکن تھے۔ رئیس المحدثین تھے اور ائمہ طاہرین سے جس قدر روایتیں کی ہیں ان میں صدوق (حد سے زیادہ راست گو) تھے آپ امام عصر کی دعا کی برکت سے پیدا ہوئے اور یہ فضل و شرف وافتخار ان کو اسی وجہ سے حاصل ہوا۔ امام عصر عجل اللہ فرجہ نے اپنی توقیع میں لکھا کہ یہ فقیہ اور مبارک ہوں گے ان سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو بہت فائدہ پہنچائے گا۔ اس لئے ساری دنیا پر آپ کے علم کی برکت چھا گئی اور ہر خاص و عام نے ان سے نفع حاصل کیا آپ کی تصانیف مدت تک باقی رہیں گی اور ان کی فقہ و حدیث سے فقہاء اور وہ عوام جن کے پاس کوئی مرد فقیہ نہ ہو منتفع ہوں گے۔ اس کے بعد آپ نے شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی ولادت کے متعلق روایات کو نقل کرنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ یہ روایات صدوق کے عظیم المرتبت ہونے کی دلیل ہیں۔ ان کی پیدائش سے پہلے ہی ان کے اوصاف بیان کر دینا امامؑ کے معجزات میں

سے ایک معجزہ ہے اور امامؑ کا ان کے متعلق یہ فرمانا کہ وہ فقیہ و بابرکت ہوگا لوگوں کو بہت نفع پہنچائے گا یہ شیخ صدوق کی عدالت اور وثاقت کی دلیل ہے اس لئے کہ ان کی روایت اور ان کے فتویٰ سے لوگ منتفع ہوں گے کہ فتویٰ بغیر عدالت کے مکمل نہیں اس میں عدالت کی شرط ہے اور امام کی طرف سے اس کی توثیق ان کی وثاقت کی بھی بہت بڑی دلیل ہے نیز ہمارے بعض علمائے کرام نے تو ان کی وثاقت پر نص کردی ہے جیسے الثقۃ الفاضل محمد بن ادریس حلیؒ نے اپنی کتاب ''السرائر والمسائل'' میں اور سید الثقۃ الجلیل علی بن طاؤس علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''فلاح السائل ونجاح الامل'' میں اور کتاب ''النجوم'' وکتاب ''الاقبال'' وکتاب ''غیاث سلکان الوری لسکان الثری'' میں اور علامہ حلی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''المختلف والمنتہیٰ'' میں شہید نے ''نکت الارشاد'' وکتاب ''الذکری'' میں ان کی وثاقت کی نص کردی ہے۔ پھر آپ نے علمائے متاخرین میں سے چند کے نام بتائے ہیں جنہوں نے ان کی وثاقت کی تصریح کردی ہے اور بہرحال شیخ صدوق کی وثاقت واضح اور روشن چیز ہے بلکہ معلوم ہے اور ضروری ہے کہ جس طرح حضرت ابوذرؓ وحضرت سلمان فارسیؓ کی وثاقت معلوم ہے اور اگر یہ کچھ بھی نہ ہو تو علماء کے درمیان ان کا لقب صدوق مشہور ہونا ہی ان کی وثاقت کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔

شیخ عبداللہ مامقانی کی رائے:

اور علامہ ثقۃ حجۃ الاسلام شیخ عبداللہ مامقانی رحمہ اللہ نے ''تنقیح المقال'' جلد۳ صفحہ ۱۵۳ میں ان کے وہی حالات تحریر کیے ہیں جو نجاشی و شیخ طوسی وعلامہ وغیرہ نے تحریر کیے ہیں۔ اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ ان کی وثاقت میں تامل کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی آفتاب درخشندہ کی روشنی میں تامل کرے اور وہ تامل اس قابل نہیں کہ کتابوں میں درج کیا جائے اور ان کی وثاقت کو کیونکر نہ تسلیم کرلیا جائے جب کہ حضرت حجۃ المنتظر عجل اللہ فرجہ نے اس امر کی خبر دے دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ذات سے نفع پہنچائے گا اس لئے ان کو موثق اور عادل ماننا ضروری ہے کیونکہ ان سے انتفاع (فائدہ) ان کی روایت اور ان کے فتویٰ ہی سے ہوگا اور یہ بغیر عدالت کے پورا اور مکمل نہیں ہوسکتا۔

علامہ طباطبائی کی رائے:

اور علامہ طباطبائی نے ان کی عدالت پر دلیل بھی پیش کی ہے کہ ان کے اقوال کے نقل نیز ان کی کتابوں خصوصاً من لایحضرہ الفقیہ کی توثیق پر تمام اصحابِ فقہ کا اجماع ہے۔

اس کے علاوہ طباطبائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نجاشی نے کتاب ''رجال'' میں دو باتیں تحریر کی ہیں ایک یہ کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ ۳۵۵ھ میں واردِ بغداد ہوئے مگر یہ معلوم ہونا چاہیے کہ صدوق علیہ الرحمہ دو مرتبہ بغداد تشریف لائے اور نجاشی نے محض دوسری مرتبہ کے ورود کا تذکرہ کیا ہے۔ پہلا ورود تو اس وقت ہوا جب وہ ۳۵۲ھ میں نیشاپور سے عراق منتقل ہوئے جیسا کہ ان کی کتابوں کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے ان کی کتاب ''عیون اخبار الرضاؑ'' میں ہے کہ ''بیان کیا مجھ سے ابوالحسن علی بن ثابت روابینی نے مدینۃ السلام یعنی بغداد کے اندر ۳۵۲ھ میں'' اور اس سال میں ان کا نیشاپور سے بغداد تشریف لانا ان کی کتاب کے مختلف ابواب سے ثابت ہوتا ہے چنانچہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں ''بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن عبدوس نے نیشاپور کے اندر شعبان ۳۵۲ھ میں'' اس سے پتہ چلتا ہے کہ نجاشی نے جو تاریخ ورود بغداد دی ہے وہ دوسری مرتبہ ورود کی ہے اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ پہلا ورودِ بغداد کوفہ کے ورود سے پہلے ہے چنانچہ ''عیون الاخبار'' کے گیارہوں باب میں تحریر فرماتے ہیں کہ انہوں نے محمد بن بکران النقاش سے کوفہ کے اندر ۳۵۴ھ میں سنا، بہرحال ان دونوں تاریخوں میں فرق اس طرح دور کیا جاسکتا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۳۵۲ھ کے آخر میں نیشاپور سے بغداد آئے پھر کوفہ منتقل ہوگئے اور ۳۵۴ھ میں کوفہ کے اندر رہے پھر ۳۵۵ھ میں بغداد منتقل ہوگئے۔

دوسری بات یہ کہ انہوں نے تحریر کیا ہے کہ اگرچہ وہ کمسن تھے مگر ان سے بڑے بڑے شیوخ نے احادیث سنیں مگر ۳۵۵ھ میں ان کا وارد ہونا یہ بتاتا ہے کہ اس وقت ان کا سن چالیس سے کچھ زیادہ کا تھا اس سن میں ان کو کمسن نہیں کہا جاسکتا۔

نشو ونما، اساتذہ اور آپ کے اسفار:

نجف اشرف کے بعض افاضلین تحریر کرتے ہیں کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی نشو ونما فضل وشرف کے آغوش میں ہوئی۔ ان کے پدر بزرگوار انہیں علوم ومعارف کی غذا کھلاتے رہے اور اپنے علوم وآداب کی ان پر بارشیں کرتے رہے۔ اپنے صفات زہد وتقویٰ وورع کی روشنیوں سے ان کے نفس کو جگمگاتے رہے اور اس طرح ان کی علمی نشو ونما مکمل ہوئی۔

الغرض آپ اپنے باپ کے زیر سایہ پرورش پاتے رہے جن میں علم وعمل دونوں فضائل جمع تھے، ان میں دینی ودنیاوی وجاہتیں موجود تھیں اس لئے کہ آپ کے والد اپنے زمانے میں قمیین کے شیخ، ان کے فقیہ تھے۔ لوگوں کی نگاہیں ان ہی کی طرف اٹھتی تھیں۔ وہ اپنے علم اور دین داری کی وجہ سے مشہور تھے۔ اپنے ورع اور تقویٰ کی وجہ سے یہ بہت متعارف تھے۔ تمام دیار وامصار کے اکثر شیعہ آپ کے پاس آتے اور شرعی احکام حاصل کرتے ان کا ذریعہ معاش ان کے علمی مقام کے لئے مانع نہ تھا۔ ان کی تجارت تھی جس کو ان کے ملازمین چلاتے تھے اور آپ بہ نفس نفیس ان کی نگرانی کرتے اور تجارت سے جو کچھ اللہ دیتا اس سے زندگی بسر کرتے انہوں نے کبھی نہ چاہا کہ دوسروں کی دولت سے ثروت مند بن جائیں۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ ایسے ماحول میں پرورش پاتے رہے اور تقریباً بیس سال سے زیادہ آپ نے اپنے والد کا زمانہ پایا اور اسی اثناء میں وہ ان کے ایسے اخلاق وآداب ومعارف وعلوم سے فیض حاصل کرتے رہے جس کی بنا پر وہ اپنے ہم عصروں میں سب سے بلند تھے۔ آپ کی ابتدائی اور اولین نشو ونما ایران کے ایک شہر قم میں ہوئی جو اس وقت ایک بڑا علمی مرکز تھا جس میں علماء ومحدثین کی کثرت تھی اور تحصیل علم کے لئے بڑا اچھا ماحول تھا۔ اہل قم ان میں خیر وبہتری کے نشانات دیکھ رہے تھے اور امام کی دعا کی وجہ سے لوگ ان سے بہتر توقعات رکھتے تھے۔ پھر بہت زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ یہ (شیخ صدوق علیہ الرحمہ) کامل جوان ہو گئے اور حفظ وذکاوت کی ایک مثالی شخصیت بن کر ابھرے۔ شیوخ کی مجالس میں حاضر ہوتے، ان سے احادیث سنتے اور ان سے روایات لیتے اور چند دنوں میں لوگوں کی انگلیوں کے اشارے ان کی طرف ہونے لگے۔ چنانچہ آپ نے شیوخ اہل قم سے مثلاً محمد بن حسن بن احمد بن ولید اور حمزہ بن محمد بن احمد ابن جعفر بن محمد بن زید بن علی علیہ السلام سے بہت کچھ سنا اور ان سے حاصل کیا اور اسی پر بس نہیں کی بلکہ طلب حدیث کے لئے سفر کیا اور رجب ۳۳۹ھ میں وطن سے نکلے اور اس کے بعد پے در پے مختلف شہروں کا سفر کرتے اور ان شہروں کے علماء سے استماع حدیث کرتے رہے۔ اس زمانہ میں ایران پر آل زیاد اور آل بابویہ کی حکومت تھی۔ یہ لوگ اہل علم کی بڑی قدر ومنزلت وخدمت کیا کرتے تھے اس لئے ان کے گرد علماء وشعراء جمع ہو گئے جیسے صاحب ابن عبادہ وغیرہ اور ان کے دور میں بہت سے علمی مراکز جابجا قائم ہو گئے تھے جیسے قم وخراسان ونیشاپور واصفہان وغیرہ جو علماء واساتذہ سے آباد تھے طلباء وہاں تحصیل علم کے لئے جاتے اور وہاں کے امراء وحکام ان کی سرپرستی کرتے، ان کے لئے وظائف مقرر کرتے اور ان کا اکرام کرتے۔

(۱) شہر رے میں ورود:

ان امراء میں ایک رکن الدین بویہی بھی تھا جس کو بہت سے علماء کی صحبت حاصل تھی دوسرے شہروں سے علماء کو بلاتا ان سے دینی ودنیاوی فائدہ حاصل کرتا چنانچہ اس نے شیخ صدوق علیہ الرحمہ سے بھی استدعا کی اور اس استدعا اور خواہش میں اہالیان شہر رے بھی شریک تھے۔ ان لوگوں نے بھی ان کو رے آنے کی دعوت دی آپ نے ان کی دعوت پر لبیک کہا اس لئے کہ اللہ کی طرف سے علماء پر یہی فریضہ عائد ہوتا ہے۔ آپ نے وہاں قیام کیا۔ اہالیان شہر ان کے پاس آتے اور احکام شرعی معلوم کرتے نیز صاحبان علم وعقل ان کے گرد جمع ہوتے اور آپ اپنے علوم ومعارف سے ان کو فیض پہنچاتے۔ آپ کے دروازے پر جو آتا اس سے بخل نہ کرتے پھر اس شہر میں جتنے شیوخ تھے ان سے بھی انہوں نے اخذ حدیث کیا چنانچہ رجب ۳۴۷ھ میں رے کے اندر آپ نے ابوالحسن محمد بن احمد بن اسد اسدی المعروف بہ ابن حرادہ بروعی اور یعقوب بن یوسف بن یعقوب اور احمد بن محمد بن المصقر الصائغ العدل

وابی علی احمد بن محمد بن حسن القطان المعروف بہ ابی علی بن عبدربہ رازی سے احادیث سماعت کیں یہ صائغ وقطان اہل رے کے شیوخ میں سے تھے۔
شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے دیگر شہروں کے بھی سفر کیے اور جہاں جہاں تشریف لے گئے۔ وہاں کے شیوخ سے اخذ احادیث کرتے رہے۔

(۲) مشہد مقدس:

صدوق علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''عیون الاخبار الرضاؑ'' کے خاتمہ میں کہتے ہیں کہ میں نے امیر سعید رکن الدولہ سے زیارت مشہد رضاؑ کی اجازت چاہی انہوں نے رجب ۳۵۲ھ میں مجھے اجازت دی یہ آپ کے لئے مشہد مقدس کی پہلی زیارت تھی دوسری زیارت ماہ ذی الحجہ ۳۶۷ھ میں کی اور شہر رے واپس آئے پھر تیسری زیارت مشہد مقدس کی ماہ شعبان ۳۶۸ھ میں ماوراء النہر جاتے ہوئے کی۔

(۳) استرابادوجرجان:

آپ استرابادوجرجان بھی تشریف لے گئے وہاں ابی الحسن محمد بن قاسم مفسر استرآبادی خطیب سے تفسیر امام حسن عسکریؑ اور ابی محمد قاسم بن محمد استرآبادی وابی محمد عبدوس بن علی بن عباس جرجانی ومحمد بن علی استرآبادی سے احادیث کا استماع کیا۔

(۴) نیشاپور:

یہ ایک شہر ہے جو رے اور سرخس کے درمیان خراسان کے راستہ پر واقع ہے مشہد مقدس کی زیارت سے واپسی میں ۳۵۲ھ میں آپ نے وہاں چند دن قیام فرمایا۔ وہاں کے لوگ آپ کے پاس جمع ہوتے، مسائل پوچھتے اور ان کے جوابات لیتے۔

(۵) مروالرود:

مروالرود یہ بھی مروشاہجہاں کے قریب پانچ دن کی مسافت پر ایک شہر ہے یہ دونوں خراسان کے شہروں میں سے ہیں آپ خراسان کے سفر میں وہاں تشریف لے گئے تھے۔

(۶) سرخس:

سرخس یہ نواحی خراسان میں ایک قدیم شہر ہے جو نیشاپور اور رے کے بالکل درمیان راستہ پر واقع ہے خراسان کے سفر میں آپ یہاں بھی تشریف لائے۔

(۷) سمرقند:

یہ ماوراالنہر کے شہروں میں سے ایک بہت مشہور ومعروف شہر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کو حضرت ذوالقرنین نے آباد کیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کو شمر حمیری نے آباد کیا۔ یہ ماوراالنہر کے اہم ترین شہروں میں سے ایک ہے۔ آپ وہاں ۳۶۸ھ میں تشریف لائے تھے۔

(۸) بلخ:

یہ ایران کے قدیم شہروں میں سے ہے۔ اس کے اور سمرقند کے درمیان بارہ فرسخ کی مسافت ہے آپ یہاں ۳۶۸ھ میں تشریف لائے تھے۔

(۹) ایلاق:

یہ ماوراالنہر کے اضلاع میں سے ایک ضلع ہے جو ضلع شاش سے متصل ہے۔ یہ دونوں شہر سمرقند کے صوبہ میں ہیں آپ یہاں ۳۶۸ھ میں

تشریف لائے، کچھ دنوں قیام فرمایا اور دوران قیام شریف ابی عبداللہ محمد بن حسن موسوی المعروف بہ نعمت سے ملے۔ یہیں شریف مذکور شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی تصنیفات سے واقف ہوئے جو تقریباً اس وقت ۲۴۵ کتابیں تھیں اور اس میں سے اکثر کی انہوں نے نقل حاصل کر لی اور شریف مذکور نے آپ سے محمد بن زکریا رازی کی تالیف کی ہوئی کتاب ''من لایحضرہ الطبیب'' کا ذکر کیا اور فرمائش کی کہ آپ بھی اس طرز کی ایک کتاب فقہ میں لکھ دیں جو مسائل حلال وحرام وشرائع واحکام پر مشتمل ہو تو آپ نے ان کی فرمائش پر کتاب ''من لایحضرہ الفقیہ'' تصنیف کی جیسا کہ آپ نے اس کے مقدمہ میں سبب تصنیف کا ذکر فرمایا ہے۔

(۱۰) فرغانہ:

یہ بھی بلخ کے شہروں میں سے ایک شہر ہے اس کے اور بلخ کے درمیان کی جانب تیس منزلیں ہیں آپ اس دوران یہاں بھی تشریف لے گئے۔

(۱۱) ہمدان:

آپ ۳۵۴ھ میں حج بیت اللہ کو جاتے ہوئے یہاں تشریف لائے۔

(۱۲) بغداد:

آپ یہاں ۳۵۴ھ میں تشریف لائے وہاں کے شیوخ نے آپ سے احادیث سنیں اور آپ نے وہاں کے شیوخ سے احادیث کا استماع کیا پھر دوسری مرتبہ حج بیت اللہ سے واپسی پر ۳۵۵ھ میں دوبارہ بغداد تشریف لائے اور بغداد میں جن شیوخ سے آپ نے استماع حدیث کیا وہ ابو محمد حسن بن یحیٰی حسینی علوی وابوالحسن علی ثابت دوالیبی ہیں ان سے آپ نے اپنی پہلی تشریف آوری ۳۵۲ھ میں استماع کیا تھا۔ پھر آپ نے محمد بن عمر الحافظ اور ابراہیم بن ہارون حسینی سے احادیث کا استماع فرمایا۔

(۱۳) کوفہ:

آپ ۳۵۴ھ میں دوران سفر حج کوفہ بھی تشریف لائے اور وہاں کی جامع مسجد میں بہت سے شیوخ سے احادیث کا استماع کیا جیسے محمد بن بکران نقاش واحمد بن ابراہیم بن ہارون قاضی وحسن بن محمد بن سعید ہاشمی وابی الحسن علی بن عیسیٰ مجاور مسجد کوفہ نیز دیگر شیوخ سے دوسرے مقامات پر اخذ احادیث فرمایا چنانچہ محمد بن علی کوفی سے مشہد امیر المومنین علیہ السلام کوفہ میں اور ابی الحسن علی بن حسین بن شقیر بن یعقوب بن حرث بن ابراہیم ہمدانی سے کوفہ میں ان کے مکان پر اور ابی ذر یحییٰ بن زید بن العباس بن ولید بزاز اور حسن بن محمد سکونی مزکی سے کوفہ ہی میں استماع کیا مگر یہ نہیں معلوم کہ کس مقام پر۔

(۱۴) مکہ ومدینہ:

آپ ۳۵۴ھ میں حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے اور قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وطاہرین کی بھی زیارت سے مشرف ہوئے۔

(۱۵) فید:

یہ ایک مقام کا نام ہے جو مکہ اور کوفہ کے درمیان تقریباً نصف راہ پر واقع ہے اور مکہ سے واپسی میں یہاں ابی علی احمد بن ابی جعفر بیہقی سے استماع حدیث کی۔

غرض جو شخص شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی تصانیف اور خصوصاً آپ کی کتاب ثانی الاصول (من لایحضرہ الفقیہ) کا مطالعہ کرے گا تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ نے جید علماء خاصہ وعامہ سے مختلف علوم وفنون کے متعلق روایات لی ہیں۔ چوتھی صدی کے علمی مراکز جیسے بغداد، کوفہ، رے، قم، نیشاپور،

طوس، بخارا نیز جن جن شہروں کے آپ نے سفر کیے وہاں ایسے ایسے نادر روزگار علماء کو حدیثیں سنائیں اوران سے حدیثیں سنیں کہ جن کے پاس لوگ اخذ روایت کے لئے دور دور سے آیا کرتے تھے۔

تصانیف

آثار علمی:

پچھلے صفحات میں جب آپ نے یہ پڑھ لیا کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے مختلف قسم کے علوم وفنون پر تین سو سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں جس کی ہم یہاں تفصیل کی ضرورت کو محسوس نہیں کرتے اور پھر یہ بھی معلوم ہے کہ رے کے اندر آپ کے نزدیک ہی وزیر مملکت صاحب ابن عبادہ کا وہ عظیم و بیش بہا کتب خانہ تھا کہ جس کی کتابوں کی فہرست ہی گیارہ جلدوں پر مشتمل تھی اوراس کے علاوہ وہ کتابیں جو آپ کو مختلف سفروں میں مطالعہ کے لئے ہاتھ آئیں اس کتب خانہ کے علاوہ ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہے کہ ہمارے بزرگ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے پناہ حافظہ اور ذہن وذکاوت عطا ہوا تھا اور وہ سب کچھ یاد کر لیتے تھے جو کوئی دوسرا یاد نہیں کرسکتا تھا۔ اس صفت میں اہل قم میں ان کا کوئی مثل ونظیر نہیں تھا۔ وہ اپنی ذات میں ایک چلتے پھرتے اور متحرک مدرسہ تھے جہاں جاتے، جس شہر میں وارد ہوتے وہاں آپ بولتے جاتے اور لوگ لکھتے جاتے اور آپ کے زمانے ہی میں آپ کی کتابوں کی نقلیں لوگ کرنے لگے چنانچہ شریف نعمت نے آپ کی دوسو پینتالیس (۲۴۵) کتابیں نقل کرالیں مگر افسوس ان کے علمی خزانوں میں سے اب صرف چند ہم لوگوں کے پاس موجود ہیں جو ان کے علم اوران کی عظمت کی سچی دلیلیں ہیں اوران میں سے بھی چند طبع ہوئی ہیں اور اکثر غیر مطبوع اور قلمی ہیں۔ نجاشی و شیخ طوسی نے اپنی کتاب ''رجال'' میں علامہ حلی نے ''خلاصۃ الاقوال'' میں، ابن شہر آشوب نے ''معالم العلماء'' میں، محدث نوری نے ''مستدرک'' میں اور طہرانی نے اپنی کتاب ''الذریعہ'' میں شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی ایک سوننانوے (۱۹۹) کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

تلامذہ:

اگر ہم ان تمام لوگوں کو تلاش کرنا چاہیں کہ جنہوں نے شیخ صدوق علیہ الرحمہ سے روایت کی ہے کہ اوران سے علم حاصل کیا ہے تو بحث بہت طویل ہو جائے گی اوراس کے لئے ایک بڑا وقت درکار ہوگا خصوصاً جب کہ ارباب معاجم کے بیان کے مطابق ہم جانتے ہیں کہ جب وہ ابھی کمسن ہی تھے کہ بڑے بڑے شیوخ اصحاب نے ان سے احادیث سننا شروع کر دیا تھا اور جب کہ ہم کو معلوم ہے کہ انہوں نے علمی مراکز کے بہت سے سفر کیے اوراس میں وہ خود حدیثیں سناتے رہے اور سنتے بھی رہے، لوگوں کو علم دیتے بھی رہے اور علم لیتے بھی رہے۔ نیز ہم یہ جانتے ہیں کہ انہوں نے ستر (۷۰) سال سے کچھ زیادہ عمر پائی جسے انہوں نے علمی جہاد میں صرف کر دیا اسی اثنا میں وہ کتابیں بھی تصنیف کرتے رہے۔ یہ سب دیکھنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ ممکن نہیں کہ ان تمام لوگوں کی فہرست پیش کریں کہ جنہوں نے شیخ صدوق علیہ الرحمہ سے کچھ اکتساب کیا ہے اور ہم پر کیا موقوف ان کی سوانح حیات لکھنے والوں میں سے کسی نے بھی ان کی چند مشہور تلامذہ کے سوا جن کے نام زبان زد خلائق ہیں اوران کی تعداد تقریباً بیس تک پہنچتی ہے اور کسی کی نشاندہی نہیں کی ہے۔

یہ سب میں نے شیخ صدوق کی کتاب ''من لایحضرہ الفقیہ'' کی جلد اول کے مقدمہ سے لیا ہے جس کو افاضل نجف کے بعض محققین نے تحریر کیا ہے اور جو ۱۳۷۷ھ میں نجف کے اندر طبع ہوئی ہے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی سب سے مشہور کتاب ''من لایحضرہ الفقیہ'' ہے اس کا شمار شیعوں کی کتب اربعہ میں ہوتا ہے اور یہ کتب اربعہ وہ ہیں کہ احکام شرعیہ کے اخذ کرنے میں شیعوں کا اس پر دارومدار ہے۔ نوسو سال (۹۰۰) سے زیادہ عرصہ گزر گیا کہ فقہاء وغیر فقہاء میں یہ مقبول ہے اور اتنی معتبر

اور قابل اعتنا ہے کہ معدودے چند کے سوا اس پر آج تک کوئی اعتراض نہ کر سکا اب اس سے بڑھ کر اس کی اہمیت کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

وہ امر جو شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے لئے اس کتاب ''من لا یحضرہ الفقیہ'' کی تالیف سبب بنا تو آپ نے اس کے مقدمہ میں اس طرح بیان کیا ہے ''جب مقدر مجھ کو بلاد غربیہ کی طرف لے گیا اور میں ایلاق کے قصبہ بلخ میں پہنچا تو شریف الدین بن ابی عبداللہ المعروف نعمت، جن کا اصلی نام محمد بن حسن بن اسحاق بن حسین بن اسحاق بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالبؑ سے ملاقات ہوئی ان کے ساتھ نشست و برخواست میں مسرت اور خوشدلی محسوس کرتا رہا۔ وہ بڑے خوش اخلاق، نیک، باوقار، دیانتدار اور پرہیزگار شخص ہیں۔ انہوں نے ایک مرتبہ محمد بن زکریا رازی اور اس کی کتاب ''من لا یحضرۃ الطبیب'' کا ذکر کیا اور مجھ سے فرمائش کی کہ میں بھی ان کے لئے اسی کے طرز پر ایک کتاب ''من لا یحضرہ الفقیہ'' تالیف کروں جو مسائل حلال وحرام و شرائع واحکام کی جامع ہو اور اپنی تصنیف کردہ دوسو پینتالیس کتابوں کی نقل کی اجازت بھی دے دوں۔ چونکہ میں نے ان کو اس کا اہل پایا اسے قبول کر لیا اور ان کے لئے یہ کتاب ''من لا یحضرہ الفقیہ'' تالیف کر دی اور اس میں حذف اسناد کے ساتھ وہی احادیث رکھی ہیں جن پر میں فتویٰ دیتا ہوں کہ میرے نزدیک صحیح ہیں اور میرا اعتقاد ہے کہ ہمارے اور اللہ کے درمیان حجت ہیں۔ اور اس میں جو کچھ ہے وہ کتب مشہور معتبرہ سے ماخوذ ہے جیسے حریز بن عبداللہ بجستانی کی کتاب اور عبیداللہ بن علی حلبی کی کتاب اور علی بن مہزیار اہوازی کی کتابیں اور حسین بن سعید کی کتابیں اور ''نوادر احمد بن محمد بن عیسیٰ'' اور کتاب ''نوادر محکمہ'' مصنفہ محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری اور سعد بن عبداللہ کی کتاب ''الرحمۃ'' اور ہمارے شیخ محمد بن حسن بن ولید رضی اللہ عنہ کی کتاب ''جامع'' اور ''نوادر'' میں محمد بن ابی عمیر اور احمد بن ابی عبداللہ برقی کی کتاب ''المحاسن'' اور اپنے والد رحمہ اللہ کی کتاب ''الرسالہ'' وغیرہ اور اس میں بڑی جدوجہد سے کام لیا''۔ اس کتاب کے متعلق حجۃ الاسلام سید بحرالعلوم رحمہ اللہ ''فوائد رجالیہ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ کتاب ''من لا یحضرہ الفقیہ'' کتب اربعہ میں سے ایک ہے اور اس کا مشہور ومعتبر ہونا اسی طرح روشن ہے جیسے آفتاب نصف النہار۔ اس کی احادیث بلا توقف وبلا اختلاف کتاب صحاح میں موجود ہیں۔ یہاں تک کہ فاضل محقق شیخ حسن ابن شہید ثانی رحمہ اللہ جن کو حدیث کو صحیح سمجھنے کے طریقہ کا پورا علم ہے انہوں نے بھی اس کتاب میں مندرج احادیث کو اپنے نزدیک اور کل کے نزدیک صحیح شمار کیا ہے اور ان کے شاگرد جلیل القدر شیخ عبداللطیف ابن ابی جامع اپنی کتاب ''رجال'' میں تحریر کرتے ہیں کہ میں نے ان کی زبان سے بالمشافہ سناوہ فرماتے تھے کہ ہروہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ اس کتاب میں جو حدیثیں مندرج ہیں وہ صحیح ہیں تو وہ شاہد عادل سمجھا جائے گا ناقل نہیں سمجھا جائے گا۔

اس کے بعد علامہ سید بحرالعلوم قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب میں سے جو لوگ ''من لا یحضرہ الفقیہ'' کی احادیث کو دیگر کتب اربعہ کی احادیث پر ترجیح دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ صدوق بہت صاحب حافظہ تھے۔ بہترین طور پر یاد رکھتے تھے اور روایت کرنے پر پورے ثابت قدم رہتے تھے اور یہ کتاب ''کافی'' کے بعد تصنیف ہوئی ہے اس لئے اس میں جو احادیث لکھی گئی ہیں صحت کی پوری ضمانت اور ذمہ داری سے لکھی گئی ہیں۔ اس میں یہ نہیں کیا ہے کہ اور مصنفین کی طرح روایات میں جو کچھ آیا وہ سب لکھ دیں بلکہ وہی حدیثیں درج کی ہیں جن پر وہ فتویٰ دیتے، اس کو صحیح سمجھتے اور اللہ اور اپنے درمیان اس کو حجت سمجھتے تھے اور اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ شیخ صدوق کی مرسل احادیث جو ''من لا یحضرہ الفقیہ'' میں درج ہیں وہ حجت واعتبار میں ابن ابی عمیر کی مرسل حدیثوں کے مانند ہیں۔ اور یہی وہ خصوصیت ہے جو اس کتاب کے سوا دیگر اصحاب کی کتابوں میں نہیں پائی جاتی۔ علاوہ بریں شہید ثانی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب شرح روایت الحدیث میں تحریر فرمایا کہ شیخ محمد بن یعقوب کلینی سے لے کر آج تک ہمارے جتنے بھی مشائخ گزرے ہیں ان میں سے کسی ایک کو بھی اس کی ضرورت نہیں کہ ان کی عدالت کے لئے کوئی تنصیص وتنبیہ پیش کی جائے اس لئے کہ ان لوگوں میں ثقافت، احتیاط، زہد وتقویٰ اس قدر تھا جو عدالت سے بھی بڑھا ہوا تھا اور یہ ہر زمانہ میں مشہور تھا اور غالباً یہی وجہ ہے کہ متاخرین علماء رجال ان عظیم المشائخ میں سے اکثر کے لئے جیسے شیخ صدوق، سید مرتضی، دامن براج وغیرہ ان کے ثقہ وعادل ہونے کے لئے کسی تنصیص کی ضرورت نہیں سمجھتے اس لئے کہ ان کا حال سب کو معلوم

ہے اور ان کا تزکیہ و تقویٰ کسی کے نص کرنے پر منحصر نہیں اور عام طور پر معروف و مشہور ہے اور وہ علماء فن جو ان لوگوں کے زمانے میں موجود نہ تھے انہوں نے بھی اپنے سابقہ علماء کی توثیق پر اعتماد کیا ہے۔

نیز علامہ نحبیر محقق شیخ بہاء الدین عاملی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب "شرح من لا یحضرہ الفقیہ" میں تحریر فرمایا ہے کہ اس کتاب میں ایک تہائی سے زیادہ احادیث (بغیر اسناد کے) مرسل درج ہیں اس کی صحت کا انہیں اس قدر یقین ہے انہیں پر اپنے فتووں کا مدار رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ احادیث ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجت ہیں اور اصولیین کی ایک جماعت نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ شخص عادل کی مرسل حدیث کو ترجیح دی جائے گی۔ اس لئے کہ اس کو حدیث کے مضمون پر یقین ہے اس شخص کی حدیث پر جس کا عدل ثابت نہ ہو اور اسناد کے ساتھ حدیث پیش کریں یعنی ایک عادل کا یہ کہنا ہے "قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم کذا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا اس کو ترجیح ہوگی اس پر جو یہ کہے کہ "حدثنی فلان عن فلان انہ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم کذا" بیان کیا مجھ سے فلاں نے روایت کرتے ہوئے فلاں سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔

اور ہمارے اصحاب رضوان اللہ علیہم نے شیخ صدوق کی مرسل احادیث کو ابن ابی عمیر کی مرسل احادیث کے برابر مستند و معتمد سمجھا ہے اس لئے کہ ان سب کو معلوم ہے کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی یہ عادت ہے کہ وہ کسی ثقہ کی روایت ہی کو مرسل کر لیتے اور اس کی اسناد کو حذف کر لیتے ہیں جیسے ابن ابی عمیر۔

اور محقق سید داماد رحمۃ اللہ اپنی کتاب "الرواشح سماویہ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر حدیث کو مرسل کرنے والے کے نزدیک درمیان کے تمام راوی عادل نہ ہوں تو اس کے لئے یہ درست نہیں کہ وہ حدیث کو امام کی طرف سے منسوب کرے۔ حدیث مرسل وہی ہے کہ جب ارسال کرنے والا یہ یقین رکھتا ہو کہ اس کے درمیان تمام راوی مستند و عادل ہیں اور وہ ان کا ذکر نہ کرے اور راست کہے کہ قال النبی صلی اللّٰہ و آلہٖ وسلم یا کہے کہ قال الامام علیہ السلام اس لئے کہ اس کو یقین ہے کہ یہ حدیث معصوم علیہ السلام سے صادر ہوئی ہے جیسا کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "من لا یحضرہ الفقیہ" میں یہی کیا ہے اور کہا: قال الامام علیہ السلام اور محقق شیخ سلمان بحرانی نے اپنی کتاب "البلغہ" کے اندر اپنی گفتگو کے درمیان "من لا یحضرہ الفقیہ" کی روایات کے معتبر ہونے کے متعلق فرمایا ہے کہ میں نے اکثر اصحاب کو دیکھا ہے کہ وہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی مرسل احادیث کو صحیح کہتے ہیں اور ان کے مراسیل ابن ابی عمیر کے مراسیل سے کم معتبر نہیں ہیں جیسا کہ علامہ حلی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "المختلف" میں اور شہید علیہ الرحمہ نے "شرح ارشاد" میں سید محقق داماد کی بھی یہی رائے ہے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے خاندان کے علماء:

علم رجال کی کتابوں اور علماء کی تاریخ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ بنی بابویہ کے خاندان کو گروہ علماء مشائخ میں بڑا فضل و شرف کا حامل سمجھا جاتا تھا اس لئے کہ ان میں بہت سے علماء اور محدثین اور گروہ امامیہ کے بڑے بڑے فقہا پیدا ہوئے جنہوں نے دین کی خدمت کی اور اپنی تالیفات اور مرویات کے ذریعہ اہل بیت علیہم السلام کے آثار کی حفاظت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا چنانچہ میرزا عبداللہ آفندی اپنی کتاب "ریاض العلماء" میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ یعنی حسین بن علی بابویہ اور ان کے بھائی اور ان کے صاحبزادے اور نواسے اور پوتے شیخ منتجب الدین یہ نہیں لکھتے کہ ان کے حالات کیا تھے اور خود شیخ منتجب الدین علیہ الرحمہ ان کے نواسوں میں سے تھے اور شیخ صدوق علیہ الرحمہ کا سلسلہ تو بظاہر سوائے ان کے فرزند کے اور کوئی عالم نہیں ہوا اور شیخ محقق سلیمانی بحرانی نے بابویہ کی اولاد کی تعداد پر ایک رسالہ تصنیف کر دیا ہے اور اسی سے حائری نے اپنی کتاب "منتہی المقال" میں بہت کچھ نقل کیا ہے مگر مجھ کو وہ رسالہ دستیاب نہ ہو سکا۔ بس ان میں سے چند کے اسمائے گرامی معلوم ہو سکے جو حقیقت میں گروہ شیعہ کے لئے باعث افتخار ہیں اور آسمان علم کے درخشاں ستارے ہیں۔

والد بزرگوار:

اس کے بعد ان فاضل موصوف نے ان میں سے انیس (۱۹) علماء کے نام تحریر کیے ہیں اور ان میں سے ایک حسن ابو علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ ہیں اور وہ صدوق اول سے ملقب ہوئے اور ان دونوں کو ملا کر "صدوقان" کہتے ہیں۔

اور شہید ثانی علیہ الرحمہ کے پوتے شیخ علی کا قول تھا کہ جب میں صدوقان (دونوں صدوق) کہوں تو اس سے میری مراد دونوں بھائی ہوا کرتے ہیں یعنی محمد اور حسین یہاں تک کہ انہوں نے شہید ثانی کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا کہ اے فرزند صدوقان (دونوں صدوق) سے مراد محمد اور ان کے والد ہیں۔ نجاشی نے اپنی فہرست ص ۱۸۴ میں ان کے حالات تحریر کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ علی ابن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی ابو الحسن اپنی عمر بھر قمیین کے شیخ ان کے فقیہ اور ان کے سردار رہے۔ یہ عراق گئے اور ابو القاسم بن روح رحمہ اللہ سے ملے، ان سے مسائل دریافت کیے وغیرہ وغیرہ جس کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں۔

اور ابن ندیم نے اپنی کتاب "الفہرست" میں صفحہ ۲۷۷ پر تحریر کیا ہے کہ ابن بابویہ اور ان کا نام علی ابن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی ہے شیعوں کے فقہاء اور ثقات میں سے ہیں۔

اور شیخ طوسی نے اپنی دونوں کتابوں میں یعنی "فہرست" و "رجال" میں ان کے حالات تحریر کیے ہیں اور علامہ حلی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "خلاصۃ الاقوال" میں ان کا ذکر فرمایا ہے بلکہ تمام ارباب تراجم نے اپنی اپنی کتابوں میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور تمام علماء نے اپنے اجازوں میں ان کا نام پیش کیا ہے اور بے حد تعریف کی ہے اور ان کے حالات کا مختصر ذکر ہم اس مقدمہ کے ابتدائی صفحات میں بھی کر چکے ہیں اور یہ کہ اپنے گروہ میں ان کو کتنا بلند مقام حاصل تھا اور ان کے شرف کے لئے تو ان کے نام حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا وہ مکتوب گرامی ہی کافی ہے جس میں آپ نے ان کو یا شیخی، معتمدی، فقیہی (اے میرے شیخ اے میرے معتمد اور اے میرے فقیہ) سے خطاب کیا ہے۔

یہی پہلے وہ شخص تھے جنہوں نے اپنے فرزند کے لئے ایک رسالہ لکھا اس میں سارے اسناد کو ترک کر کے حدیث کے قریب ترین راوی کو لیا اور ان کے بعد جتنے لوگ بھی آئے انہوں نے اس طرز کو بہت پسند کیا اور مسائل میں ان احادیث کی طرف رجوع کیا، ان کو علم و دین میں ایک اعلیٰ مقام حاصل ہے۔

اساتذہ:

آپ کو متعدد مشائخ و اساتذہ فقہ حدیث سے شرف تلمذ حاصل رہا اور ان سے احادیث کی روایت کی جن کے اسمائے گرامی کتاب "معانی الاخبار" کے مقدمہ میں موجود ہیں، جن کی تعداد ۳۷ ہے تفصیل کے لئے اسے دیکھئے۔

تلامذہ:

اور جن لوگوں نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور آپ سے روایتیں لیں وہ مشائخ کی ایک جماعت ہے اور اسی مقدمہ میں ان کے نام مذکور ہیں ان کی تعداد دس (۱۰) ہے اگر ضرورت ہو تو اس مقدمہ کی طرف رجوع کیجئے۔

تعداد تصانیف:

آپ کی تالیفات کے متعلق ہم فہرست ابن ندیم میں یہ عبارت پڑھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی کتاب کی ایک جلد کی پشت پر ان کے فرزند محمد بن علی کے ہاتھ کی لکھی یہ تحریر پڑھی کہ "میں نے فلاں بن فلاں کو اپنے والد بزرگوار کی کتابوں کے لئے اجازت دی وہ دو سو کتابیں ہیں اور اپنی

کتابوں کو جو اٹھارہ ہیں۔ آپ نے جیسا کہ دیکھ لیا کہ وہ دوسو کتابیں ہیں مگر ابن ندیم نے ان کتابوں کے نام تحریر نہیں کیے اور نجاشی اور شیخ طوسی دونوں نے اپنی فہرست میں تقریباً بیس (۲۰) کتابیں لکھیں ہیں اور افسوس ہے کہ ان کی بہت سے کتابیں ضائع ہوگئیں اور ان میں سے کوئی چیز بھی ہم لوگوں کو نہیں ملی۔

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنی جوار رحمت میں رکھے وہ ۲۶۰ھ کے حدود میں پیدا ہوئے اور اپنے وطن قم میں واپس آنے کے بعد ۳۲۹ھ میں وفات پائی اور یہی وہ سال ہے جس میں بہت سے ستارے ٹوٹے۔ ان کی قبر بہت مشہور ہے اس پر ایک عالیشان قبہ بنا ہوا ہے۔ اللہ کے صالح بندے ان کی قبر کی زیارت کرتے اور اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

شیخ صدوق کے بھائی حسین رحمۃ اللہ

نجاشی نے اپنی کتاب "الفہرست" میں ان کے حالات تحریر کیے ہیں اور کہا ہے کہ حسین بن علی بن حسین بن موسیٰ ابن بابویہ قمی ابوعبداللہ ثقہ ہیں انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے اور اجازہ حاصل کیا ہے۔ ان کی متعدد کتابیں ہیں ان میں ایک کتاب "التوحید ونفی التشبہ" اور ایک عملیہ ہے جو صاحب ابی القاسم ابن عباد کے لئے تحریر کیا مجھ کو اس کے متعلق حسین بن عبیداللہ نے بتایا۔

اور شیخ طوسی رحمہ اللہ نے ان کا ذکر اپنی "کتاب الغیبۃ" میں صفحہ ۲۰۱ پر کیا ہے اور جس کو نقل کیا ہے ابن حجر نے اپنی کتاب "لسان المیزان" جلد ۲، ص ۳۰۶ میں اور ان کے حالات نقل کیے ہیں "فہرست نجاشی" سے مگر نجاشی کی عبارت سے "لسان المیزان" کی عبارت مختلف ہے اسے دیکھیں۔

آپ چند مشائخ سے روایت کرتے ہیں جن میں ایک تو ان کے والد ابوالحسن ابن بابویہ ہیں دوسرے ان کے بھائی ابوجعفر ابن بابویہ اور ابوجعفر محمد بن علی الاسود اور علی بن احمد بن عمران الصفار اور حسین بن احمد بن ادریس ہیں اور خود ان سے روایت کرتے ہیں شیخ ابوعلی حسین بن محمد حسن شیبانی صاحب تاریخ قم وسید مرتضیٰ علم الہدیٰ وعلی بن حسین بن موسیٰ وحسین بن احمد بن ہیثم عجلی اور احمد بن محمد بن نوح ابوالعباس سیرافی، کہتے ہیں کہ آپ ہم لوگوں کے پاس بصرہ کے اندر ماہ ربیع الاول ۴۰۰ھ میں تشریف لائے اور روایت کی ہے کہ ان سے شیخ طوسی رحمہ اللہ نے ایک جماعت کے توسط سے جیسا کہ آپ نے اس کا ذکر اپنی "کتاب الغیبۃ" کے ص ۲۰۹، ۲۶۲ اور ۲۶۸ پر کیا ہے۔

شیخ صدوق کے دوسرے بھائی حسن رحمۃ اللہ:

ابن سورہ کے حوالے سے ان کا مختصر سا ذکر اس مقدمہ کے پچھلے صفحات میں گزر چکا کہ وہ عبادت اور زہد میں مشغول رہا کرتے تھے اور لوگوں سے اختلاط کم رکھتے وہ فقیہ نہیں تھے۔

مگر دونوں کتابوں پر مقدمہ لکھنے والوں نے ان کے قریبی رشتے داروں کے نام بڑی تلاش وجستجو کے بعد سترہ ۱۷ لکھے ہیں اور ان کے اقربا میں شیخ منتجب الدین ابوالحسن علی بن عبیداللہ بن حسن (حسکا) بن حسین بن حسن بن حسین بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی کو بھی شمار کیا ہے یہ ایک مرد فاضل ومحدث وحافظ تھے۔ اور مشہور ثقات اور محدثین میں سے تھے انہوں نے ایک کتاب "الفہرست" لکھی ہے جو ایران میں "بحارالانوار" کے آخری جز میں طبع ہو چکی ہے۔ شیخ منتجب الدین نے اپنے آباء واقارب واسلاف سے بہت زیادہ روایتیں کی ہیں اور کئی طریقوں سے کی ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے چچا زاد بھائی شیخ بابویہ بن سعد سے بھی روایت کرتے ہیں۔

اور علامہ مجلسی ثانی نے اپنی کتاب "بحارالانوار" کے مقدمہ میں ان کی بے حد تعریف کی وہ کہتے ہیں کہ شیخ منتجب الدین شمار مشہور محدثین میں ہے۔ ان کی کتاب "فہرست" بے حد مشہور ہے یہ حسین بن علی بن بابویہ کی اولاد میں سے ہیں اور شیخ صدوق علیہ الرحمہ ان کے بڑے چچا ہیں۔

ان کی بہت سے مؤلفات (کتابیں) ہیں ان میں سے ایک کتاب "الاربعین من الاربعین" (چالیس احادیث چالیس راویوں سے) فضائل

امیر المومنینؑ میں ہے جو قلمی ہے۔اور ایک کتاب ''فہرست'' ہے جو طبع ہو چکی ہے جس کا ذکر چند سطر پہلے کر چکا ہوں وہ دراصل شیخ طوسی علیہ الرحمہ کی کتاب ''الفہرست'' کا تکملہ اور تتمہ ہے اور شیخ حر عاملی نے اپنی کتاب ''امل الامل'' میں جو طبع ہو چکی ہے دیگر تراجم کے ساتھ ملا کر جدا کر دیا اور اس میں تمام اجازات سے استفادہ کیا ہے جیسا کہ انہوں نے اپنے مقدمہ میں اس کا ذکر کیا ہے اور شیخ منتجب الدین کا رسالہ مواسعت (کشادگی) کے موضوع پر ہے جس کا نام انہوں نے ''العصرہ'' رکھا ہے جو ابھی غیر مطبوع ہے وہ بہت سے مشائخ سے روایت کرتے ہیں اور صاحب مقدمہ نے ان میں سے تیرہ (۱۳) نام لکھے ہیں جن میں ان کے والد عبید اللہ کا نام بھی ہے اور متاخرین سوانح نگاروں نے ان کے حالات زندگی لکھے ہیں اور بہت تعریفیں کی ہیں ان کی ولادت ۵۰۴ھ میں ہوئی اور وفات ۵۸۵ھ کے بعد ہوئی۔

وفات:

شیخ صدوق الرحمہ کی وفات شہر رے کے اندر ۳۸۱ھ میں ہوئی ان کی قبر شہر رے میں سید عبد العظیم حسنیؒ کی قبر کے قریب ایک قطعہ زمین میں ہے جو آپ کو قبر کی وجہ سے زیارت گاہ بن گئی ہے لوگ یہاں زیارت کے لئے آتے ہیں اور اس سے برکتیں حاصل کرتے ہیں اور اس بقعہ مقدسہ کا نام بستان طغرلیہ ہے اس کا یہ نام اس لئے پڑ گیا کہ یہ طغرل بیگ سلجوقی کی قبر کے برج کے قریب واقع ہے۔آپ کی وفات کے بعد لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ یہاں سے کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں اس لئے سلطان فتح علی شاہ قاچاری نے ۱۲۳۸ھ میں آپ کی روضہ کی جدید تعمیر کرادی ان کرامتوں کا ذکر ''کتاب و روضات الجنات خوانساری'' میں صفحہ ۵۵۹ طبع ایران ۱۳۰۶ھ میں ہے اور سیدنا سید حسن صدر کاظمیؒ نے اپنی کتاب ''نہایۃ الدرایہ'' میں بھی اس کا تذکرہ کیا ہے اور تنکابنی نے ''قصص العلماء'' میں، محمد ہاشم خراسانی نے ''منتخب التواریخ'' میں، شیخ عباسی قمی نے ''فوائد رضویہ'' میں اور ان کے علاوہ بہت سے لوگوں نے وہاں کی کرامتیں لکھی ہیں۔

قبر شریف:

آپ کی قبر شریف کا آج بھی ان چند عظیم روضوں میں شمار ہوتا ہے جہاں شیعہ زائرین حصول برکت کے لئے تمام اقطار و امصار سے پہنچتے ہیں اور اپنی اموات کو وہاں دفن کرتے ہیں۔روضہ کے صحن میں بہت سے علماء اور اہل فضل و ایمان کی قبریں ہیں۔اب ہم یہاں شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے سوانح حیات کو ختم کرتے ہیں اور اس میں سے بہت کچھ ہم نے کتاب ''دلیل القضاء الشرعی'' جلد ۳ صفحہ ۱۴۵ یا صفحہ ۱۷۶ سے لیا ہے اور اس کے ساتھ اضافے کیے ہیں۔

محمد صادق بحر العلوم (نجف اشرف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب

پانی اور اس کی طہارت ونجاست

شیخ سعید فقیہ ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی مصنف کتاب ہذا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وانزلنا من السماء مآءً طھورا" (ہم نے آسمان سے پاک وپاکیزہ پانی نازل کیا) (سورہ الفرقان آیت:۴۸) نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے "وانزلنا من السماء بقدر فاسکنّہ فی الارض وانّا علی ذھاب بہ لقادرون. (اور ہم نے ہی آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ پانی برسایا پھر اسکو زمین میں ٹھہرائے رکھا اور ہم یقیناً اس کو غائب کردینے پر قابو رکھتے ہیں) (سورہ مومنون آیت نمبر ۱۸) نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ینزل علیکم من السماء ماء لیطھر کم بہ (تم پر آسمان سے پانی برساتا رہا تا کہ اس سے تمہیں پاک وپاکیزہ کردے) (سورہ انفال آیت نمبر ۱۱) اس سے معلوم ہوا کہ دراصل سارا پانی آسمان سے نازل ہوتا ہے اور وہ سب پاک وپاکیزہ ہے اور دریا کا پانی پاک ہے اور کنوئیں کا پانی بھی پاک ہے۔

(۱) حضرت امام جعفر صادق بن محمد علیہما السلام نے ارشاد فرمایا: ہر پانی پاک وطاہر ہے جب تک کہ تم یہ نہ جان لو کہ وہ نجس ہو گیا ہے۔

(۲) نیز آپؑ نے ارشاد فرمایا: پانی دوسری چیز کو پاک کرتا ہے اور کسی دوسری چیز سے پاک نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا جب تم پانی پاؤ اور تمہیں اس میں کسی نجاست کا علم نہ ہو تو اس سے وضو کرلو (اور پینا چاہو تو) اسے پیو، اگر تم کو اس میں کوئی ایسی چیز ملے جس نے اس کو نجس کر دیا ہے تو نہ اس سے وضو کرو اور نہ اس کو پیو لیکن حالت اضطرار اور مجبوری میں اسے پی سکتے ہو مگر وضو نہیں کر سکتے بلکہ (وضو کے بدلے) تیمّم کرو گے ہاں اگر وہ پانی ایک کر سے زیادہ ہے تو تم اس سے وضو بھی کر سکتے ہو اور اس میں سے پی بھی سکتے ہو خواہ اس میں کوئی (نجس) چیز پڑی ہو یا نہ ہو۔ جب تک کہ اس چیز کے پڑنے سے پانی کی بو نہ بدل جائے اگر پانی کی بو بدل گئی ہے تو نہ اس میں سے پیو اور نہ اس سے وضو کرو اور ایک کُر پیمائش میں تین بالشت لمبائی تین بالشت چوڑائی اور تین بالشت گہرائی ہے اور وزن میں ایک ہزار دو سو رطل مدنی (۳۷۷ کلوگرام) ہے۔

(۳) اور حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا: جب پانی دو قلہ کی مقدار میں ہو تو اس کو کوئی شئے نجس نہیں کرتی اور دو قلہ یعنی دو بڑے مٹکے (جو دونوں مل کر ایک کُر کے برابر ہو جائیں)۔

اور وہ پانی جس کو آفتاب نے گرم کر دیا ہو اس سے نہ تم وضو کرو نہ غسل جنابت کرو اور نہ آٹا گوندھو اس لئے کہ یہ مرض برص پیدا کرتا ہے۔

اور اگر کوئی شخص آگ سے گرم کیے ہوئے پانی سے وضو کرے تو کوئی حرج نہیں۔ اور پانی کو فاسد ونجس صرف وہی چیز کرتی ہے جو بہتا ہوا خون رکھتی ہو اور ہر وہ شے جس میں خون نہ ہو پانی میں گر جائے وہ مرے یا نہ مرے اس پانی کے استعمال میں اور اس سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اور اگر تمہارے پاس دو برتنوں میں پانی ہو اور ایک میں کوئی ایسی چیز گر جائے جو پانی کو نجس کر دیتی ہے اور تمہیں نہ معلوم کہ وہ ان دونوں میں سے کس برتن میں گری ہے تو ان دونوں کے پانی کو بہا دو اور تیمّم کر لو۔ اور اگر دو پرنالے بہہ رہے ہیں ایک سے پیشاب بہہ رہا ہے اور ایک سے پانی بہہ رہا ہے تو پھر دونوں آپس میں مخلوط ہو کر بہہ رہے ہیں اور اس سے تمہارے کپڑے آلودہ ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں۔

(۴) ہشام بن سالم نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسی چھت کے متعلق سوال کیا جس پر پیشاب کیا جاتا ہے چنانچہ آسمان سے پانی برسا اور چھت ٹپکنے لگی جس سے کپڑے آلودہ ہو گئے؟ آپ نے فرمایا: اگر پانی اس پر زیادہ برس گیا ہے تو کوئی حرج نہیں۔

(۵) نیز آں جنابؑ سے بارش کی اس کیچڑ کے متعلق دریافت کیا گیا جس میں پیشاب، پاخانہ اور خون سب کچھ ہے اور اس سے کپڑا آلودہ ہو گیا؟

آپ نے فرمایا: بارش کی کیچڑ نجس نہیں کرتی۔

(۶) ایک مرتبہ علی بن جعفر نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے اس گھر کے متعلق دریافت کیا جس کی پشت پر پیشاب کیا جاتا ہے اور غسل جنابت کیا جاتا ہے اور اس پر بارش ہوئی تو کیا اس کا پانی لے کر نماز کے لئے وضو کیا جا سکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر بارش کا پانی جاری ہو جائے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

(۷) نیز انہوں نے آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو بارش کے پانی سے گزر رہا ہے اور اس پانی میں شراب بھی ہے ایسے پانی سے اس کے کپڑے آلودہ ہو گئے کیا وہ شخص اپنے کپڑے کو دھونے سے پہلے اس کپڑے میں نماز پڑھے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ شخص نہ اپنے کپڑے دھوئے اور نہ پاؤں دھوئے اس میں نماز پڑھے اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۸) ایک مرتبہ عمار ساباطی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قے کے متعلق سوال کیا کہ جس سے کپڑا آلودہ ہو گیا تو کیا اسے نہ دھوئے؟ آپ نے فرمایا: (اگر نہ دھوئے تو) کوئی حرج نہیں۔

(۹) رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر وہ جانور جو جگالی کرتا ہے اس کا جھوٹا اور اس کا لعاب دہن حلال ہے۔

(۱۰) ایک مرتبہ دیہات سے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پانی کے حوض پر پانی پینے کے لئے درندے، کتے اور دیگر جانور سب ہی آتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو پانی انہوں نے اپنے منہ سے لے لیا ہے وہی اُنکا ہے بقیہ تم سب لوگوں کا ہے اور اگر پانی میں سے کوئی چوپایہ گدھا یا خچر یا بکری یا کوئی گائے پانی پی لے تو اس کے استعمال میں، اس سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر پانی کے برتن میں چھپکلی گر جائے تو اس سارے پانی کو بہا دو اور اگر اس پانی میں کتے کا تھوک پڑ گیا ہے یا اس نے اس میں سے پانی پی لیا ہے تو اس برتن کا سارا پانی بہا دیا جائے اور اس برتن کو تین مرتبہ دھویا جائے ایک مرتبہ مٹی سے مانجھ کر اور دو مرتبہ صرف پانی سے پھر اس برتن کو خشک کر لیا جائے۔ اور وہ پانی کہ جس میں سے بلی نے پیا ہو اس سے نہ وضو کرنے میں کوئی حرج ہے اور نہ اس کے پینے میں کوئی حرج ہے۔

(۱۱) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نہ اس چیز کے کھانے سے منع کرتا ہوں جس میں سے بلی نے کھایا ہو اور نہ اس مشروب کے پینے سے منع کرتا ہوں جس میں سے بلی نے پیا ہو۔

اور یہودی و نصرانی ولد الزنا و مشرک اور ہر مخالف اسلام کے جھوٹے پانی سے وضو کرنا جائز نہیں اور ان سب سے زیادہ شدید ناصبی (دشمن اہل بیتؑ) کا جھوٹا ہے۔ حمام کا پانی آب جاری کے حکم میں ہے جب کہ اس کا کوئی ذخیرہ ہو۔

(۱۲) نیز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس پانی کے متعلق جس میں چوپائے پیشاب کرتے ہیں اور کتے الاغ کرتے اور لوگ اس میں غسل جنابت کرتے ہیں فرمایا: اگر وہ پانی ایک کُر کی مقدار میں ہے تو اس کو کوئی شے نجس نہیں کرے گی۔

(۱۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر بنی اسرائیل میں سے کسی کے جسم پر پیشاب کا ایک قطرہ بھی لگ جاتا تو وہ اس حصے کو قینچی سے کاٹ دیا کرتے تھے اور تم لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کے درمیان کی کشادگی سے بھی زیادہ یہ کشادگی عطا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لئے پانی کو پاک اور طاہر کنندہ قرار دیا ہے لہٰذا دیکھنا ہے کہ تم لوگ اس کی اس عنایت کے بعد بھی کس طرح رہتے ہو اور اگر پانی کے مٹکے میں کوئی سانپ داخل ہو اور نکل جائے تو اس پانی میں سے تین چلو پانی نکال کر پھینک دو اور باقی کو استعمال کر و اور اس میں قلیل و کثیر پانی سب برابر ہے۔

اور اگر خنزیر (سور) کے بالوں کی بٹی رسی سے آبپاشی کے لئے پانی کھینچا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

(۱۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ اگر جلد خنزیر (سور کی کھال) سے بنے ہوئے ڈول سے آبپاشی کے لئے پانی کھینچا

جائے تو؟ آپؑ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۱۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ اگر (ذبح کیے جانور کے) مردہ چمڑے میں دودھ اور پانی اور گھی وغیرہ رکھ دیا جائے تو اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس کے اندر رکھنے میں کوئی حرج نہیں پانی دودھ اور گھی کچھ بھی چاہے رکھو اور اس سے وضو کرو یا وہ پانی پیو لیکن (اس پانی سے وضو کرکے) نماز نہ پڑھو۔

اور غسل جنابت یا غسل حیض کیے ہوئے فاضل پانی سے جب کہ اس کے علاوہ اور دوسرا پانی نہ ملے تو اس سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اور اگر کوئی شخص نجاست سے متغیر پانی سے وضو کرے یا غسل کرے یا اپنے کپڑے دھوئے تو اس پر لازم ہے کہ (پانی مل جائے تو) دوبارہ وضو کرکے غسل کرے، دوبارہ نماز پڑھے، دوبارہ اپنے کپڑے دھوئے اور اس برتن کو بھی جس میں یہ پانی لیا ہے دوبارہ دھوئے۔

اور اگر کوئی شخص حمام میں گیا اور اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس سے وہ پانی نکالے اور اس کے دونوں ہاتھ گندے ہوں تو بسم اللہ کہہ کر اپنے ہاتھ پانی میں ڈال دے اور یہ ان مواقع میں سے ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "ماجعل علیکم فی الدین من حرج" (اور امور دین میں تم لوگوں پر کسی طرح کی سختی نہیں ہے) (سورہ الحج آیت نمبر ۷۸) اور اس طرح ایک وہ شخص جو حالت جنابت میں ہے اور راستہ میں اس کو کہیں آب قلیل مل جائے اور اس کے پاس کوئی ایسا برتن نہ ہو کہ جس سے وہ پانی نکالے اور اس کے دونوں ہاتھ گندے ہوں تو وہ بھی ایسا ہی کرے۔

(۱۶) ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے وضو کیے ہوئے فاضل پانی سے وضو کیا جائے یا آپ کو یہ پسند ہے کہ چھوٹی سی صاف ڈھکی ہوئی چھاگل سے (پانی نکال کر) وضو کیا جائے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں بلکہ مسلمان کی جماعت کے وضو کیے ہوئے فاضل پانی سے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارا وہ دین زیادہ پسند ہے جو سیدھا سادہ معتدل اور آسان ہو۔

اور اگر کوئی مسلمان کسی کافر ذمی کے ساتھ حمام میں جمع ہو جائے تو مسلمانوں کو اس ذمی سے پہلے حوض میں غسل کر لینا چاہیے اور حمام کے غسلہ (غسل میں استعمال شدہ پانی) سے طہارت کرنا جائز نہیں اس لئے کہ اس میں یہودی و مجوسی و نصرانی اور دشمنان آل محمد علیہم السلام کا غسالہ بھی جمع ہوتا ہے جو ان سب سے زیادہ برا ہے۔

(۱۷) ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے سوال کیا گیا کہ حمام میں لوگوں کے غسل میں استعمال کردہ پانی جمع تھا اس کی چھینٹ کپڑے پر آپڑی؟ آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ اور وضو میں استعمال شدہ پانی سے بھی وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب وضو فرمایا کرتے تو لوگ ان کے وضو سے گرا ہوا پانی لے لیا کرتے اور اس سے وضو کیا کرتے تھے۔

اور وہ پانی جس سے ایک شخص نے صاف ستھرے برتن میں وضو کیا ہے اگر اس پانی کو لے کر ایک دوسرا شخص وضو کرے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن وہ پانی جس سے کپڑا دھویا گیا ہے یا جس سے غسل جنابت کیا گیا ہے یا جس سے نجاست دور کی گئی ہے اس سے وضو نہیں کیا جائے گا۔

(۱۸) ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس پانی کے متعلق دریافت کیا گیا جس میں مرغی نے منہ ڈال دیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اس کی چونچ میں گندگی اور نجاست لگی ہوئی تھی تو پھر نہ اس سے وضو کیا جائے گا اور نہ اسے پیا جائے گا اور اگر اس کی چونچ کی نجاست کا علم نہ ہو تو اس سے وضو بھی کر سکتے ہیں اور اسے پی بھی سکتے ہیں۔

اور ہر وہ جانور کہ جس کا گوشت کھانا حلال ہے اگر وہ کسی پانی میں سے پی لے تو اس پانی سے وضو کر سکتے ہیں اور اسے پی سکتے ہیں اور اس پانی سے وضو کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں جس میں سے باز یا شکرے یا عقاب نے پانی پیا ہو جب کہ اس کی چونچ میں خون لگا ہوا نظر نہ آئے اور اگر اس کی چونچ میں خون لگا ہوا نظر آئے تو اس سے ہرگز نہ وضو کرنا چاہیے اور نہ اسے پینا چاہیے اور اگر کسی شخص کی نکسیر پھوٹی اور اس نے اپنی ناک صاف کی اور اس

نکسیر کا کوئی چھوٹا سا قطرہ کسی پانی کے برتن میں پڑ گیا تو اگر وہ قطرہ اس پانی میں صاف نظر نہیں آتا تو اس پانی سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر صاف نظر آئے تو اس سے ہرگز نہ وضو کرنا چاہیے اور نہ پینا چاہیے اور اگر مرغی یا کوئی اور چڑیا کسی ایسی چیز میں چل رہی ہے جس میں گندگی اور نجاست ہے پھر وہ پانی میں داخل ہو جائے تو اس پانی سے وضو جائز نہیں مگر یہ کہ وہ پانی ایک کر سے زیادہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

اور اگر کوئی مردہ چوہیا یا چوہا یا کوئی چھوٹی چڑیا جیسے بیا، کنجشک وغیرہ پانی کے ڈول میں گر جائے اور اس میں پھٹ جائے تو اس پانی کا نہ پینا جائز ہے اور نہ اس سے وضو جائز ہے اور اگر وہ پھٹی نہیں ہے تو اس پانی کے پینے یا اس سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس مردہ چیز کو اگر وہ تازہ ہے پھینک دیا جائے اور یہی حکم مٹکی، بڑے مٹکے اور مشک اور اس طرح کے پانی کے ہر برتن کا ہے۔

اور اگر کوئی چوہا یا اس طرح کا کوئی جانور پانی کے کنوئیں میں گر کر مر جائے اور اس پانی سے آٹا گوندھ لیا جائے تو اس روٹی کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ وہ آگ سے سینکی جا چکی ہو۔

(۱۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: آگ جو کچھ اس میں تھا اسے کھا گئی۔

اور اگر کسی ایسے برتن میں جس کے اندر گھی یا تیل یا شہد ہے کوئی چوہا گر جائے اور وہ منجمد ہو تو اس چوہے کو اور اس کے اطراف کو نکال کر پھینک دیا جائے گا اور باقی کو استعمال کیا جائے گا اور کھایا جائے گا اور یہی حکم آٹے اور اس کے مشابہ چیزوں کے لئے بھی ہے۔ اور اگر چوہا کسی ایسے روغن میں گر جائے جو منجمد نہ ہو تو اس سے چراغ جلانے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر کوئی چوہا کسی تیل کے مٹکے میں گر جائے اور اس کے مرنے سے پہلے اس کو نکال لیا جائے تو اس تیل سے اگر جسم پر مالش کی جائے یا اگر کسی مسلمان کے ہاتھ فروخت کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے کنوئیں کے متعلق سوال کیا گیا کہ جس میں سے پانی کھینچا گیا پھر اس سے وضو کیا گیا یا اس سے کپڑا دھویا گیا اور آٹا گوندھا گیا پھر بعد میں معلوم ہوا کہ اس میں کوئی چیز مری ہوئی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے نہ کپڑے کو دوبارہ دھویا جائے گا اور نہ دوبارہ وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھی جائیگی۔ اور اگر کوئی چوہا یا کوئی کتا روٹی میں سے کچھ کھالے یا اس کو سونگھ لے تو جس قدر اس نے سونگھا ہے اس کو چھوڑ کر بقیہ کو کھایا جا سکتا ہے۔

اس حوض سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں جس میں پیشاب کیا گیا ہے جب کہ پانی کا رنگ پیشاب پر غالب ہو اور اگر پانی کے رنگ پر پیشاب کا رنگ غالب ہو تو اس سے وضو نہیں کیا جا سکتا۔

اور دودھ سے وضو کرنا جائز نہیں اس لئے کہ وضو صرف پانی سے ہو گا یا (تیمّم) صرف مٹی سے اور وہ پانی جس میں کھجور یا انگور ڈال دیئے گئے ہوں اس سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کبھی ایسے پانی سے بھی وضو کیا ہے کہ جس میں کھجوریں ڈال دی گئیں تھیں اور اوپر کا پانی صاف وشفاف تھا ہاں اگر کھجوریں پانی کے رنگ کو متغیر کر دیں تو اس سے وضو جائز نہیں اور اصل میں وہ نبیذ (یعنی کھجور کا جوشاندہ) کہ جس سے وضو کیا جا سکتا ہے یا اسے پیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ جسے دن کو بھگویا جائے اور شام کو پیا جائے یا شام کو بھگویا جائے اور صبح کو پیا جائے اور اگر کوئی شخص ایک نشیب زمین میں یا گڑھے میں غسل کر رہا ہے اور ڈر رہے کہ اس کے جسم کا غسالہ دھوون اس پانی میں مل جائے گا جس سے وہ غسل کر رہا ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ ہاتھ میں پانی لے اور اپنے جسم کے سامنے والے حصہ پر ڈالے پھر ہاتھ میں پانی لے اور اپنے داہنے حصہ کی طرف ڈالے پھر ہاتھ میں پانی لے اور بائیں حصہ کی طرف ڈالے پھر ہاتھ میں پانی لے اور پچھلے حصہ کی طرف ڈالے اور اس طرح غسل کرے۔

اور وہ پانی کہ جس سے استنجا کیا گیا ہے اس کی چھینٹ کپڑے یا جسم کے کسی حصے پر پڑ جائے تو کوئی حرج نہیں (وضو کرنے میں) اگر ہاتھ سے پانی ٹپک کر برتن میں پڑ جائے یا زمین پر گر کر اس کی چھینٹ برتن میں پڑ جائے تو کوئی حرج نہیں اور یہی حکم غسل جنابت میں بھی ہے۔

اور اگر آب جاری میں کوئی مردہ جانور پڑا ہوا ہو تو دوسری جانب سے جدھر کوئی مردہ جانور پڑا ہوا نہ ہو وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۲۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آب ساکن کے متعلق دریافت کیا گیا جس میں کوئی سڑا مردہ جانور پڑا ہوا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: دوسری جانب سے وضو کرو۔ اور جدھر مردہ جانور ہے ادھر سے وضو نہ کرو۔

(۲۲) اور آں جنابؑ سے ایک ایسے تالاب کے متعلق دریافت کیا گیا جس میں کوئی سڑا ہوا مردہ جانور پڑا ہوا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اگر اس پر پانی غالب ہے اور اس میں کوئی بو وغیرہ نہیں آتی تو اس سے وضو اور غسل کرلو۔

اور اگر سفر میں کوئی جنب ہو جائے اور اسے برف کے سوا کہیں پانی نہیں مل رہا ہے تو کوئی حرج نہیں اگر وہ برف سے غسل کرلے یا برف سے وضو کرلے اور اس کو اپنی جلد پر پھرائے۔ اور کوئی حرج نہیں اگر حالت جنابت میں کوئی شخص اپنے چلو سے پانی نکالے۔

اور اگر کوئی شخص غسل جنابت کر رہا ہے اور زمین پر پانی گر کر اس کی چھینٹ برتن میں پڑ رہی ہے یا جسم سے پانی ٹپک کر برتن میں پڑ رہا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ مرد اور عورت دونوں ایک برتن سے غسل کریں لیکن چاہیے کہ عورت مرد کے فاضل پانی سے غسل کرے مرد عورت کے فاضل پانی سے غسل نہ کرے۔

اور کوئی انسان کنوئیں میں گر کر مر جائے تو اس کنوئیں سے ستر (۷۰) ڈول پانی نکال دینا چاہیے اور چھوٹی سے چھوٹی چیز جو کنوئیں میں گر کر مرتی ہے وہ کنجشک چڑیا ہے اس کے لئے ایک ڈول پانی نکالنا چاہیے۔ اور انسان اور کنجشک کے درمیان میں جس مقدار کی چیز اس میں گر کر مرے اس کی حیثیت سے اس میں سے پانی نکالا جائے گا۔ پس اگر کوئی چوہیا گر کر مرے اور ابھی پھٹ کر پاش پاش نہ ہو تو اس کے لئے ایک ڈول نکالا جائے اور اگر پھٹ کر پاش پاش ہوگئی ہے تو سات ڈول اور اگر کوئی گدھا گر جائے تو اس کے لئے ایک کُر پانی نکالا جائے اور اگر اس میں کتا گر جائے تو اس میں سے تیس سے چالیس ڈول تک پانی نکالا جائے۔ اور اگر اس میں بلی گر جائے تو اس میں سے سات ڈول نکالا جائے۔ اور اگر مرغی یا کبوتر گر کر مر جائے تو اس کے لئے سات ڈول پانی نکال دیا جائے اور اگر کوئی اونٹ یا بیل گر کر مر گیا ہے یا اس میں شراب گر گئی ہے تو کنوئیں کا کل پانی نکال دیا جائے گا۔ اور اگر اس میں خون کے چند قطرے گر گئے تو اس میں سے چند ڈول نکال دیا جائے اور اگر کنوئیں میں کسی انسان نے پیشاب کر دیا ہے تو اس میں سے چالیس ڈول پانی نکال دیا جائے گا اور اگر کسی ایسے بچے نے پیشاب کر دیا ہو کہ جو غذا کھانے لگا ہو تو تین ڈول اور اگر شیر خوار ہو تو ایک ڈول۔ اور اگر خشک یا تر غلاظت کی ایک ٹوکری کنوئیں میں گر جائے یا گوبر کی ایک ٹوکری کنوئیں میں گر جائے تو اس کے پانی سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اس میں سے کوئی پانی نہیں نکالا جائے گا مگر یہ اس وقت جب کہ اس ٹوکری میں سے کوئی شے بھی کنوئیں میں نہ گری ہو۔ ہاں اگر اس میں سے کچھ غلاظت کنوئیں میں گری ہے تو دس ڈول اور اگر وہ غلاظت اس میں گھل گئی ہے تو اس کنوئیں سے چالیس سے لے کر پچاس ڈول تک پانی نکال دیں گے اور اگر کنوئیں کے پہلو میں کوئی بیت الخلاء بنانا ہے اور وہاں کی زمین سخت ہے تو ان دونوں کے درمیان پانچ ہاتھ کا فاصلہ ہونا چاہیے اور زمین نرم ہے تو سات ہاتھ کا فاصلہ ہونا چاہیے۔

(۲۳) حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: کنوئیں کے قریب اور دور ہونے میں کوئی کراہت نہیں اگر کنوئیں کا پانی متغیر نہیں ہوتا تو اس سے وضو اور غسل کر سکتے ہیں۔

(۲۴) ابو بصیر سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ ایک ایسے مکان میں اترے جس میں ایک کنواں تھا اور اس کے پہلو میں ایک گندی نالی تھی ان دونوں کے درمیان تقریباً دو ہاتھ کا فاصلہ تھا تو لوگوں نے اس کے پانی سے وضو کرنے سے منع کر دیا یہ ان لوگوں کا شاق گزرا تو ہم لوگ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے سب حال بیان کیا تو آپؑ نے فرمایا: تم لوگ اس کنوئیں کے پانی سے وضو کرو اس لئے کہ اس گندی نالی کا بہاؤ ایک وادی کی طرف ہے اور وہ بہہ کر دریا میں گر جاتی ہے۔

اور جب کنوئیں میں کوئی ایسی شے گر جائے کہ جس سے پانی کی بو متغیر ہو جائے تو واجب ہے کہ اس کا کل پانی کھینچ کر پھینک دیا جائے اور اگر پانی بہت زیادہ ہو اور سب کا کھینچنا مشکل ہو تو واجب ہے کہ اس کے لئے چار مرد رکھے جائیں جو صبح صادق سے شام تک باری باری سے کھینچیں اس طرح کہ دو مرد ڈول کھینچیں جب وہ تھک جائیں تو دو اور کھینچیں (اسی کو تراویح کہتے ہیں)۔

اور کوئی گرم پانی کا چشمہ ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے پانی پینے کو منع فرمایا، اس سے وضو کرنے کو منع نہیں فرمایا ہے اور یہ وہ گرم پانی ہے جو پہاڑوں میں ہوتا ہے۔ جس سے گندھک کی بو آتی ہے۔

(۲۵) امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ جہنم کا ایک ابال ہے۔

اور اگر انگور یا کھجور کی شراب کسی گندھے ہوئے آٹے میں ٹپک پڑے تو سب فاسد اور خراب ہو گیا مگر اس کو کسی یہودی یا نصرانی کے ہاتھ بتا دینے کے بعد فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اس طرح جَو کی شراب بھی۔

(۲۶) ایک مرتبہ عمار بن موسیٰ ساباطی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص کو اپنے پانی کے برتن میں ایک مری ہوئی چوہیا ملی اور وہ اس سے پہلے کئی بار وضو اور غسل کر چکا ہے اور اپنے کپڑے دھو چکا ہے اور اس چوہیا کی کھال تک ادھڑ چکی تھی؟ تو آپ نے فرمایا: اگر وضو یا غسل یا کپڑا دھونے سے پہلے اس نے چوہیا کو برتن میں دیکھ لیا تھا اور اس کے بعد بھی اس نے یہ سب کچھ کیا تو اس پر واجب ہے کہ دوبارہ ان تمام چیزوں کو دھوئے جو اس پانی سے آلودہ ہوئی ہیں اور دوبارہ وضو کرے اور دوبارہ نماز پڑھے اور اگر اس نے ان چیزوں سے فراغت کے بعد برتن میں چوہیا کو دیکھا ہے تو اب اس پانی سے کسی اور چیز کو مس نہ کرے اور اس پر کچھ نہیں اس لئے کہ اسے یہ نہیں معلوم کہ یہ چوہیا پانی میں کب گری پھر فرمایا: اور ہوسکتا ہے کہ جس وقت اس نے اس کو دیکھا ہے اسی وقت گری ہو۔

(۲۷) اور ایک مرتبہ علی ابن جعفر نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص حالت جنابت میں ہے وہ بارش میں کھڑا ہو جائے اور اپنا سر دھوئے اور پورا جسم دھوئے حالانکہ وہ دوسرے پانی سے بھی غسل کر سکتا ہے تو کیا وہ غسل جنابت سے مستغنی ہو جائیگا؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اس نے (اس نیت سے) غسل کیا ہے اور سارا جسم دھویا ہے تو پھر وہ مستغنی ہے۔

(۲۸) روایت کی گئی ہے اسحاق بن عمار سے اور انہوں نے روایت کی ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ حضرت محمد باقر علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ اگر چوہا کسی برتن سے پانی پی لے اور تم اس سے پانی پیو یا وضو کرو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اور اگر کوئی چھپکلی کنوئیں میں گر جائے تو تم اس میں سے تین ڈول پانی کھینچ کر پھینک دو۔

اور اگر کوئی شخص ایک پرندہ جیسے مرغی یا کبوتر ذبح کرے اور وہ مع اپنے خون کے کنوئیں میں گر جائے تو اس میں سے ایک ڈول پانی کھینچ کر پھینک دے۔

(۲۹) اور ایک مرتبہ علی بن جعفر نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے بکری ذبح کی وہ تڑپ کر پانی کے کنوئیں میں گر گئی اس کی گردن کی رگوں سے خون جاری تھا اس کنوئیں کے پانی سے وضو کیا جا سکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس کنوئیں سے تیس (۳۰) سے چالیس (۴۰) ڈول تک پانی نکال کر پھینک دیا جائے اس کے بعد اس میں سے وضو کیا جائے۔

(۳۰) اور ایک مرتبہ یعقوب بن عثیم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک کنواں ہے اس کا پانی مہک رہا ہے اور اس میں

سے چند کھال کے ٹکڑے بھی نکلتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: یہ کوئی بات نہیں چھپکلی کبھی کبھی اپنی کھال چھوڑ دیا کرتی ہے۔ تمہارے لئے اس میں سے ایک ڈول پانی نکال کر پھینک دینا کافی ہے۔

(۳۱) اور جابر بن یزید جعفی نے ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سام ابرص (چھپکلی سے بڑا ایک جانور) کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کنوئیں میں گرگئی؟ آپؑ نے فرمایا: یہ کوئی چیز نہیں ڈول سے پانی کو حرکت دیدو۔

(۳۲) اور ان ہی جناب سے یعقوب بن عثیم نے سام ابرص (بڑی چھپکلی کے مانند ایک جانور) کے متعلق دریافت کیا کہ ہم نے اسے کنوئیں میں ٹکڑے ٹکڑے پایا؟ تو آپؑ نے فرمایا: تمہیں لازم ہے کہ اس میں سے سات ڈول پانی کھینچ کر پھینک دو۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: پھر اس سے دھوئے ہوئے لباس میں تو ہم نے نماز بھی پڑھی ہے تو کیا اس کو دھوئیں اور دوبارہ پھر سے نماز پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔

اور اگر کوئی عظایہ (چھپکلی کے مانند ایک جانور) دودھ میں گر جائے تو سارا دودھ حرام ہو جائے گا اور کہا جاتا ہے کہ اس میں زہر ہوتا ہے۔

اور اگر کوئی بکری یا اس کے مانند کوئی جانور کنوئیں میں گر جائے تو اس میں سے نو، دس ڈول پانی نکال کر پھینک دیا جائے گا۔

(۳۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ شہر مدینہ کے اندر کوڑے خانہ کے درمیان ایک کنواں تھا جب ہوا چلتی تو کوڑا کرکٹ اڑ کر اس کنوئیں میں گر جاتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کنوئیں کے پانی سے وضو فرمالیا کرتے تھے۔

(۳۴) اور ایک مرتبہ محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک ایسے کنوئیں کے متعلق دریافت کیا جس میں کوئی مردار چیز ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اگر اس میں بو پیدا ہوگئی ہے تو بیس ڈول پانی نکال کر پھینک دیا جائے گا۔

(۳۵) کُردُویہ ہمدانی نے ایک مرتبہ حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے ایک ایسے کنوئیں کے متعلق دریافت کیا جس میں راستہ کا پانی اور لوگوں کا پیشاب، پاخانہ نیز جانوروں کا پیشاب اور گوبر اور کتوں کا پاخانہ داخل ہو جاتا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: اس میں سے تیس ڈول پانی نکال کر پھینک دیا جائے خواہ اس میں بدبو بھی آگئی ہو۔ اور کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ آبِ راکد (ٹھہرے ہوئے پانی) میں پیشاب کرے اور آب جاری کے اندر پیشاب کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن ڈر اس کا ہے کہ اس پر شیطان نہ سوار ہو جائے (اور وہ آب راکد میں بھی پیشاب نہ کرنے لگے) اور روایت کی گئی ہے کہ آب راکد میں پیشاب کرنے سے نسیان (ضعفِ حافظہ) پیدا ہو جاتا ہے۔

باب

قضائے حاجت کے لئے جگہ کی تلاش اور اس میں آمد و رفت کے ثواب و سنن

(۳۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیشاب کے لئے سب سے زیادہ احتیاط سے کام لیتے چنانچہ جب آپ پیشاب کرنے کا ارادہ فرماتے تو زمین کے کسی بلند مقام پر یا ایسی جگہ جہاں بہت زیادہ دھول ہو تشریف لے جاتے تاکہ پیشاب کی چھینٹ آپ پر نہ پڑے۔

(۳۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو یہ فرمایا کرتے: اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الرِّجْسِ النَّجِسِ الْخَبِیْثِ الْمُخْبِثِ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. اَللّٰهُمَّ اَمِتْ عَنِّی الْاَذٰی وَاَعِذْنِی مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. (اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں پلیدگی اور نجاست سے اور شیطان سے جو خود بھی خبیث ہے اور دوسروں کو بھی خبیث بنا دیتا ہے۔ پروردگار تو مجھ سے اذیت دینے والی چیزوں کو دور کر اور پناہ دے مجھے شیطان رجیم سے)۔ اور جب قضائے حاجت کے لئے سیدھے ہو کر بیٹھتے تو فرماتے: اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنِّی الْقَذٰی وَالْاَذٰی وَاجْعَلْنِی مِنَ

الْمُتَطَهِّرِیْنَ (پروردگار مجھ سے دور کردے میل کچیل اور تکلیفوں کو اور مجھے پاک و پاکیزہ لوگوں میں قرار دے) اور جب قضائے حاجت کے لئے پیٹ کو سروڑتے تو فرماتے: اَللّٰھُمَّ کَمَا اَطْعَمْتَنِیْهِ طَیِّبًا فِیْ عَافِیَةٍ فَاَخْرِجْهُ مِنِّیْ خَبِیْثًا فِیْ عَافِیَةٍ (اے اللہ جب تو نے مجھے طیب اور پاک کھلایا ہے عافیت کے ساتھ تو نکال دے مجھ سے گندگی کو عافیت کے ساتھ)۔

(۳۸) حضرت علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ ہر بندے کے ساتھ ایک فرشتہ ہے جو اس پر مقرر ہے کہ جب وہ قضائے حاجت کے لئے بیٹھتا ہے تو وہ ملک اس کی گردن کو جھکا دیتا ہے تاکہ وہ اپنے پاخانہ کو دیکھے پھر وہ ملک اس سے کہتا ہے کہ اے آدمؑ کی اولاد یہ تیرا رزق تھا اب سوچ کہ تو نے اس کو کہاں سے حاصل کیا اور اب وہ کیا بن گیا۔ لہٰذا بندے کے لئے مناسب ہے کہ وہ کہے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی الْحَلَالَ وَ جَنِّبْنِی الْحَرَامَ (پروردگار مجھے رزق حلال عطا کر اور حرام سے بچا) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاخانہ کبھی کسی کو نظر ہی نہیں آیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پابند کر دیا تھا کہ جو فضلہ نکلے وہ اسے نگل جائے۔

(۳۹) امیر المومنین علیہ السلام جب قضائے حاجت کا ارادہ کرتے تو بیت الخلاء کے دروازے پر کھڑے ہوتے پھر اپنے دائیں بائیں جانب کے دونوں فرشتوں کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے تم دونوں میرے (کاندھوں) سے اتر و میں اپنے منہ سے کچھ نہ بولوں گا یہاں تک کہ میں قضائے حاجت کے بعد نکل کر تمہارے پاس آجاؤں۔

(۴۰) اور آپؑ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْحَافِظِ الْمُؤَدِّیْ (تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو حفاظت کرنے والا اور پہنچانے والا ہے) اور جب بیت الخلاء سے باہر نکلتے تو اپنے شکم مبارک پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَخْرَجَ عَنِّیْ اَذَاهُ وَاَبْقٰی فِیَّ قُوَّتَهُ فَیَا لَهَا مِنْ نِعْمَةٍ لَا یَقْدِرُ الْقَادِرُوْنَ قَدْرَهَا (ساری حمد اس خدا کے لئے ہے جس نے میرے اندر سے اس اذیت کو نکال دیا اور میرے اندر اس کی توانائی کو باقی رکھا، کیا کہنا اس نعمت کا جس کا اندازہ کرنے والے اندازہ نہیں کر سکتے)۔

(۴۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو اپنا سر کسی کپڑے سے ڈھانپ لیا کرتے اور دل ہی دل میں یہ کہا کرتے:

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبِّ اَخْرِجْ عَنِّی الْاَذٰی سُرُحًا بِغَیْرِ حِسَابٍ وَاجْعَلْنِیْ لَکَ مِنَ الشَّاکِرِیْنَ فِیْمَا تَصْرِفُهُ عَنِّیْ مِنَ الْاَذٰی وَالْغَمِّ الَّذِیْ لَوْ حَبَسْتَهُ عَنِّیْ هَلَکْتُ لَکَ الْحَمْدُ اَعْصِمْنِیْ مِنْ شَرِّ مَا فِیْ هٰذِهِ الْبُقْعَةِ وَاَخْرِجْنِیْ مِنْهَا سَالِمًا وَحُلْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ طَاعَةِ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ (اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ کے ساتھ اور نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے، پروردگار تو نکال دے میرے اندر سے اذیت کو انتہائی آسانی کے ساتھ اور جس تکلیف و اذیت کو تو نے مجھ سے دور کیا اس پر تو مجھے اپنے شکر گزاروں میں شامل فرما اس لئے کہ اگر تو اس کو میرے اندر روک دیتا تو میں ہلاک ہو جاتا۔ تیرا شکر کہ تو نے مجھے اس کے شر سے محفوظ رکھا اور مجھے اس جگہ سے سلامت نکالا اور میرے اور شیطان رجیم کی اطاعت کے درمیان تو حائل ہو گیا) اور انسان کو چاہیے کہ جب بیت الخلاء میں داخل ہو تو اپنے سر کو ڈھانپے رکھے اس امر کا اقرار کرتے ہوئے کہ اس کا نفس عیوب سے پاک نہیں اور دائیں پاؤں سے پہلے اپنا بایاں پاؤں اندر داخل کرے تاکہ بیت الخلاء کے اندر داخل ہونے میں اور مسجد کے اندر داخل ہونے کے درمیان فرق رہے اور شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ چاہے کیونکہ شیطان اکثر انسان کی طرف اس وقت توجہ کرتا ہے جب وہ تنہا ہو۔ پھر جب بیت الخلاء سے نکلے تو بائیں پاؤں سے داہنا پاؤں باہر نکالے۔

(۴۲) اور میں نے سعد بن عبداللہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک حدیث پائی ہے جس کو انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف بلند کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص نماز میں کثرت سے سہو کرنے لگے تو اس کو چاہیے کہ جب وہ بیت الخلا میں داخل ہو تو یہ کہے بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ

مِنَ الرِّجسِ النَّجسِ الْخَبِیْثِ الْمُخْبِثِ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ (اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ کے ساتھ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں پلیدگی اور نجاست سے اور شیطان سے جو خود بھی خبیث ہے اور دوسروں کو بھی خبیث بنادیتا ہے)۔

(۴۳) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص پیشاب وغیرہ کے لئے اپنا آگا پیچھا کھولے تو بسم اللہ کہے اس سے شیطان اس کی شرمگاہ سے اپنی نگاہ بچائے رہے گا یہاں تک وہ فراغت حاصل کرلے۔

(۴۴) ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت امام زین العابدینؑ سے عرض کیا کہ مسافر لوگ قضائے حاجت کہاں کریں؟ آپؑ نے فرمایا: وہ لوگ نہروں کے کنارے سے اور چلتے ہوئے راستوں سے اور پھلدار درختوں کے سایہ سے اور ایسی جگہوں سے پرہیز کریں جہاں پاخانہ یا پیشاب کرنے والے پر لوگ لعنت کرتے ہیں۔ تو عرض کیا گیا کہ لعنت کی جگہیں کون سی ہیں تو فرمایا: گھروں کے دروازے۔

(۴۵) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ مسافروں کے پڑاؤ کی جگہ پاخانہ کرنے والے پر اور اپنے شریک کی باری کے پانی کو روکنے والے پر اور چلتے ہوئے راستہ کو بند کرنے والے پر اللہ کی لعنت۔

(۴۶) ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی راستہ کو بند کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی عمر کو مختصر کردیگا۔

(۴۷) حضرت امام حسن ابن علی علیہما السلام سے دریافت کیا گیا کہ قضائے حاجت کے آداب کیا ہیں؟ تو آپؑ نے فرمایا: نہ قبلہ کی طرف رخ کر کے بیٹھے اور نہ اس کی طرف پشت کر کے بیٹھے اور نہ ہوا کی طرف رخ کر کے بیٹھے اور نہ اس کی طرف پشت کر کے بیٹھے۔

(۴۸) ایک دوسری حدیث ہے کہ نہ چاند کی طرف رخ کر کے بیٹھے اور نہ اس کی طرف پشت کر کے بیٹھے اور جو شخص پیشاب یا پاخانہ کے لئے قبلہ کی طرف رخ کر کے بیٹھ جائے پھر اسے یاد آئے اور وہ احترام قبلہ کا خیال کرتے ہوئے اپنا رخ کسی اور طرف موڑ لے تو وہ اپنی جگہ سے نہیں اُٹھے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کردیگا۔

(۴۹) ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام بیت الخلاء میں داخل ہوئے تو وہاں روٹی کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا پایا آپ نے اس کو اُٹھا کر پاک کیا اور اپنے ایک غلام کو دیا اور کہا: تم اس کو رکھو میں جب بیت الخلاء سے نکلوں گا تو اسے کھاؤں گا۔ جب آپ بیت الخلاء سے برآمد ہوئے تو غلام سے پوچھا: وہ روٹی کا ٹکڑا کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا: فرزند رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں تو اسے کھا گیا۔ آپؑ نے فرمایا: یہ روٹی کا ٹکڑا جس کے پیٹ میں بھی جاتا اس پر جنت واجب تھی اب جاؤ تم آزاد ہو میں پسند نہیں کرتا کہ ایسے شخص سے خدمت لوں جو اہل جنت میں سے ہو۔

(۵۰) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص چھت سے یا کسی بلند مقام سے اپنا پیشاب ہوا میں نہ اُڑائے۔

(۵۱) اور آپ نے فرمایا: بلا سبب کھڑے ہو کر پیشاب کرنا خلاف مروت و خلاف انسانیت ہے اور بلا سبب داہنے ہاتھ سے آب دست لینا بھی خلاف مروت وانسانیت ہے۔

(۵۲) روایت کی گئی ہے کہ اگر بایاں ہاتھ معطل ہو تو داہنے ہاتھ سے آبدست لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۵۳) ایک مرتبہ ہشام بن سالم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں ایک ایسے غسل خانہ میں غسل جنابت وغیرہ کرتا ہوں جس میں پیشاب بھی کیا جاتا ہے مگر میرے پاؤں میں سندھی نعلین ہوتی ہے تو کیا میں اپنے پاؤں کو پھر سے دھوؤں جب کہ میرے پاؤں میں اس طرح کی نعل بھی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر تمہارے جسم سے پانی بہہ کر تمہارے قدموں کے نچلے حصے تک پہنچ رہا ہے تو پھر قدم کے نچلے حصہ کو نہ دھوؤ۔ اور اس طرح اگر کوئی شخص ایک گڑھے میں غسل کررہا ہے اور پانی بہہ کر پاؤں کے نیچے تک آرہا ہے تو پھر اس کو نہیں دھوئے گا اور اگر اس کے دونوں پاؤں پانی میں ڈوبے ہوئے ہیں تو اسے دھوئے گا۔

(۵۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ اگر کوئی شخص استنجا کرنے کا ارادہ کرے تو کس طرح بیٹھے؟ آپؑ نے فرمایا: اس طرح بیٹھے جس طرح پاخانہ کے لئے بیٹھتا ہے۔

(۵۵) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی شخص پیشاب کرے تو وہ اپنے عضو تناسل کو داہنے ہاتھ سے مس نہ کرے۔

(۵۶) اور آنجنابؑ نے فرمایا: بیت الخلاء میں دیر تک بیٹھنے سے بواسیر کا مرض پیدا ہوتا ہے۔

(۵۷) اور عمر بن یزید نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے تسبیح پڑھنے اور قرآن کی قرات کرنے کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: بیت الخلاء میں آیۃ الکرسی وحمدِ الٰہی یا الحمد للہ رب العالمین سے زیادہ پڑھنے کی اجازت نہیں۔ اور اگر بیت الخلاء میں کوئی شخص اذان کی آواز سنے تو اس کو وہ کہنا چاہیے جو موذن کہہ رہا ہے اور بیت الخلاء میں رہنے کی وجہ سے دعا اور حمد سے باز نہ رہنا چاہیے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر حال میں بہتر ہے۔

(۵۸) اور جب حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا تو آپ نے یہ کہا: پروردگار یہ بتا کہ کیا تو مجھ سے دور ہے کہ میں تجھے زور سے آواز دوں یا تجھ سے آہستہ آہستہ باتیں کروں۔ تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی: (اے موسیٰ) جو میرا ذکر کرتا ہے اس کا جلیس و ہمنشین ہوتا ہوں۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے کہا: پروردگار میں کبھی کبھی ایسے حال میں ہوتا ہوں کہ تو اس سے بالاتر ہے کہ اس حال میں تیرا ذکر کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ تم ہر حال میں میرا ذکر کیا کرو۔

اور کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ بیت الخلاء میں داخل ہو اور اس کے ہاتھ میں ایسی انگوٹھی ہو جس پر اسم الٰہی کندہ ہو یا ایسی کتاب ہو جس میں قرآن کی آیت لکھی ہوئی ہو اور اگر وہ بیت الخلاء میں داخل ہو گیا اور اس کے ہاتھ میں ایسی انگوٹھی ہے جس پر اسم الٰہی کندہ ہے تو اسکو چاہیے کہ جب وہ آبدست کا ارادہ کرے تو بائیں ہاتھ سے انگوٹھی کو اتار لے اور اسی طرح اگر اس کے ہاتھ میں کوئی ایسی انگوٹھی ہے جس پر کوئی زمزم (زمرد) کے پتھر کا نگینہ ہے تو اس کو اپنے ہاتھ سے اتار لے اور جب قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے تو یہ کہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَمَاطَ عَنِّىْ الْاَذٰى وَهَنَّانِىْ طَعَامِىْ وَشَرَابِىْ وَعَافَانِىْ مِنَ الْبَلْوٰى (حمد مخصوص اس اللہ کے لئے جس نے مجھ سے تکلیف کو دور کر دیا اور جو کچھ میں نے کھایا اور پیا تھا اس کو میرے لئے خوشگوار بنایا اور مجھے بلا و آزمائش سے بچایا۔)

اور آبدست پہلے تین ڈھیلوں سے پھر پانی سے ہوگا اور اگر پانی ہی پر اکتفا کرے تو بھی جائز ہے اور جانوروں کے گوبر اور ہڈی سے استنجا اور آبدست جائز نہیں اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جنوں کا ایک وفد آیا اور انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں کو بھی کچھ عطا فرمائیں تو آپؐ نے ان لوگوں کو گوبر اور ہڈیاں دیدیں اس لئے مناسب نہیں کہ ان سے استنجا کیا جائے۔

(۵۹) اور (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں) لوگ پتھروں اور ڈھیلوں سے استنجا کیا کرتے تھے پھر انصار میں سے ایک شخص نے کچھ ایسی غذا کھائی کہ اس کو ڈھیلا پاخانہ آیا تو اس نے استنجا کیا اور اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ان اللّٰہ یحب التوابین و یحب المتطھرین. (بیشک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو محبوب رکھتا ہے) (سورۂ بقر آیت نمبر ۲۲۲) تو آنحضرتؐ نے اس کو بلایا وہ ڈرا کہ اس کے لئے کوئی برا حکم نازل ہوا ہے چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا: کیا تو نے کوئی نیا کام کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں یا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے ایسی غذا کھائی تھی جس سے ڈھیلا پاخانہ آ گیا تو میں نے پانی سے استنجا کیا۔ آپؐ نے فرمایا: تمہیں بشارت ہو تمہارے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ ان اللّٰہ یحب التوابین و یحب المتطھرین. لہٰذا تم توابین میں اول اور متطہرین میں اول ہو۔ کہا جاتا ہے کہ اس شخص کا نام براء بن معرور انصاری تھا۔

اور جو شخص استنجا کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ اپنی انگلیوں سے اپنی مقعد کے قریب سے انثیین کی طرف تین مرتبہ مسح کرے پھر اپنے آلہ

تناسل کو تین بار کھینچے اور جب استنجا کے لئے پانی اپنے ہاتھ پر ڈالے تو کہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ الْمَاءَ طَھُوْراً وَلَمْ یَجْعَلْہُ نَجِساً (حمد ہے اس خدا کی جس نے پانی کو پاک کرنے والا قرار دیا اور نجس قرار نہیں دیا) اور پھر آلہ تناسل پر جس قدر پیشاب کا قطرہ ہو اس کے دوگنا پانی اس پر ڈالے اور اتنا ہی دومرتبہ ڈالے یہ مقدار کم سے کم ہے جس کی اجازت ہے۔ اس کے بعد پاخانہ کے لئے آبدست لے اور اتنا دھوئے کہ ساری نجاست دور ہو جائے۔ اور استنجی کرنے والا جب پیشاب آنے کا سلسلہ منقطع ہو جائے تب استنجا کرے۔ اور اگر کسی شخص کو نماز پڑھنے کے بعد یاد آئے کہ اس نے اپنے عضو تناسل کو نہیں دھویا تھا تو اس پر واجب ہے کہ اپنے عضو تناسل کو دھوئے اور پھر سے وضو کرکے نماز پڑھے۔ اور جو شخص پاخانے کے بعد آبدست لینا بھول جائے اور نماز پڑھ لے تو پھر نماز کا اعادہ نہیں کرے گا [مگر احوط (زیادہ احتیاط) یہ ہے کہ آبدست کے بعد وضو اور نماز کا اعادہ کرے گا] اور پاخانہ کے لئے استنجا پتھر، ٹھیکرے اور ڈھیلے سے جائز ہے۔

(۶۰)　حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: پاخانہ کے لئے استنجا میں مقعد کے ظاہری حصہ کو دھویا جائے گا اس میں اندر انگلی نہیں ڈالی جائے گی اور بیت الخلاء میں گفتگو جائز نہیں اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

(۶۱)　اور نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی ازواج میں سے کسی سے فرمایا کہ تم مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیدو کہ وہ (پاخانہ کے بعد) پانی سے استنجا کیا کریں اور اسی میں مبالغہ (زیادہ پانی) سے کام لیں اس لئے کہ یہ مقعد کے کناروں کو پاک کرتا ہے اور مرضِ بواسیر کو دور رکھتا ہے۔

(۶۲)　اور روایت کی گئی ہے کہ جو شخص بیت الخلاء میں بات کرے اس کی حاجت (کبھی) پوری نہیں ہوگی۔

اور مسافر خانوں کے سایہ میں اور پھلدار درختوں کے نیچے پاخانہ کرنا جائز نہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ:

(۶۳)　حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ ملائک ایسے ہیں جنہیں اس نے زمین کے پودوں، درختوں، کھجوروں پر مقرر فرمایا ہے لہٰذا کوئی ایسا درخت نہیں اور کوئی ایسا نخل نہیں کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کوئی مقرر کیا ہوا ملک نہ ہو اور وہ اس درخت پر جو پھل اور پھول آتے ہیں اس کی حفاظت کرتا ہے اگر اس کے ساتھ کوئی حفاظت کرنے والا نہ ہوتا تو جب اس پر پھل آتے تو زمین کے درندے اور جانور اس کو کھا جاتے۔

(۶۴)　اور رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی مسلمان کسی درخت یا کسی کھجور کے نیچے جب کہ اس پر پھل آئے ہوئے ہوں پاخانہ کی جگہ نہ بنائے اس لئے کہ اس درخت پر مقرر ملائکہ وہاں رہتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جب درختوں پر پھل آتے ہیں تو ان پر رونق آجاتی ہے لوگ وہاں انس محسوس کرتے ہیں کیونکہ ملائکہ موجود رہتے ہیں۔

اور جس کے پیشاب کا سلسلہ منقطع نہ ہوتا ہے (سلسل البول کا مرض) تو اللہ کے نزدیک وہ معذور ہے مگر جہاں تک ممکن ہو اس مرض کے دفع کرنے کی کوشش کرے اور اسے چاہیے کہ ایک تھیلی اس جگہ لگالے اور جس شخص نے صرف پیشاب کیا پاخانہ نہیں کیا تو اس پر استنجا (آبدست) واجب نہیں اس پر صرف اپنے عضو تناسل کو دھونا واجب ہے اور جس شخص نے صرف پاخانہ کیا پیشاب نہیں کیا تو اس پر عضو تناسل کا دھونا واجب نہیں صرف استنجا (آبدست) واجب ہے اور اگر کسی شخص نے وضو کیا اور اس کے بعد اس کی ریح صادر ہوگئی تو اس پر استنجا (آبدست) واجب نہیں صرف دوبارہ وضو کرلے۔

(۶۵)　اور روایت کی گئی ہے کہ حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام جب نیند سے بیدار ہوا کرتے تو وضو فرمالیا کرتے استنجا نہیں کیا کرتے۔ اور آپ نے ایک شخص کا نام لے کر اس طرح فرمایا جیسے آپ کو تعجب تھا: مجھے خبر ملی ہے کہ اس شخص کے ریح بھی صادر ہوتی ہے تو وہ استنجا (آبدست) کرتا ہے۔

باب: اقسام نماز

(۶۶)　حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: نماز تین تہائی پر مشتمل ہے جس میں ایک تہائی طہارت ہے ایک تہائی رکوع ہے اور ایک تہائی سجود ہے۔

باب: طہارت کے واجب ہونے کا وقت

(۶۷) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب نماز کا وقت آجائے تو طہارت اور نماز واجب ہے اور بغیر طہارت کے نماز نہیں ہوتی۔

باب: نماز کا افتتاح اس کی تحریم اور اس کی تحلیل

(۶۸) حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: نماز کا افتتاح وضو ہے اس کی تحریم اللہ اکبر کہنے سے ہے اور اس کی تحلیل سلام پھیرنے پر ہے۔

باب: نماز کے فرائض

نماز کے فرائض سات ہیں (۱) وقت (۲) طہارت (۳) توجہ (۴) قبلہ (۵) رکوع (۶) سجود (۷) اور دعا

باب: وضو اور غسل کے لئے پانی کی مقدار

(۶۹) حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے ارشاد فرمایا: غسل کے لئے ایک صاع (تقریباً ۳ کلوگرام) اور وضو کے لئے ایک مد (تقریباً پون کلوگرام) پانی کافی ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صاع پانچ مد کا ہوتا تھا اور ایک مد کا وزن دوسواسی درہم کے برابر اور ایک درہم چھ وانق کا اور ایک وانق چھ حبہ (دانے) کا اور ایک حبہ جو کے دو دانوں کے برابر جو نہ چھوٹا ہو اور نہ بہت بڑا ہو بلکہ اوسط ہو۔

(۷۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وضو ایک مد سے اور غسل ایک صاع سے ہو جاتا ہے اور عنقریب میرے بعد ایک قوم آئے گی جو اس مقدار کو کم سمجھے گی اور وہ لوگ میری سنت کے خلاف عمل پیرا ہونگے اور میری سنت پر قائم رہنے والے میرے ساتھ جنت میں ہونگے۔

(۷۱) حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا کہ جس کو وضو کی ضرورت نماز کے لئے تھی مگر اسے پانی نہیں ملتا اور اگر اسے بقدر وضو ایک مد پانی ملتا ہے تو ایک درہم قیمت پر ایسی صورت میں کیا اس پر واجب ہے کہ وہ پانی خریدے اور اس سے وضو کرے یا تیمم کرلے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں بلکہ وہ پانی خریدے اور ایک مرتبہ مجھے بھی ایسا اتفاق ہوا تھا تو میں نے پانی خریدا اور اس سے وضو کیا اور پانی کی کثیر قیمت ادا کرنا مجھے ہرگز برا محسوس نہیں ہوا۔

(۷۲) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے بیان فرمایا: کوئی شخص تنہا غسل کرے تو اس کے لئے ایک صاع پانی ضروری ہے۔ اور وضو کے لئے تین چلو پانی ضروری ہے ایک چلو چہرے اور دو چلو دونوں ہاتھوں کے لئے اور اگر کسی کو ایک چلو پانی سے زیادہ نہ مل سکے تو اسی ایک چلو سے تین حصہ کرلے۔

(۷۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص اللہ کی عبادت چالیس دن کرتا رہے (لا حاصل ہے) جب کہ وہ وضو میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جس عضو کے مسح کا حکم دیا ہے وہ اسے دھوتا ہے۔

باب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کرنے کا طریقہ

(۷۴) حضرت ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک مرتبہ فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو دکھاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کس طرح فرمایا کرتے تھے؟ عرض کیا گیا: جی ہاں تو آپ نے ایک بڑا پیالہ منگوایا جس میں تھوڑا پانی تھا اس کو اپنے سامنے رکھا پھر آپ نے آستینیں چڑھائیں اور داہنا چلو پانی میں ڈالا پھر فرمایا: یہ اس وقت کرنا ہوگا جب ہاتھ پاک ہوں پھر ایک چلو پانی اُٹھایا اور اپنی پیشانی پر ڈالا اور بسم اللہ کہا پھر اس پانی کو اپنی ریش مبارک کے اطراف بہایا اور اپنے ہاتھ کو ایک مرتبہ اپنے چہرے اور اپنی پیشانی کے کھلے ہوئے حصے پر پھیرا پھر پیالہ کے پانی میں اپنا بایاں ہاتھ ڈالا اور چلو

بھر کر اُٹھایا اور اس کو اپنی دائیں کہنی پر ڈالا اور پھر چلو نکال کر اپنے بائیں ہاتھ کی کہنی پر ڈالا اور اپنے ہاتھ کو کلائی پر پھیرا یہاں تک کہ پانی ساری انگلیوں کی اطراف تک جاری ہوگیا اس کے بعد اپنے گیلے ہاتھ سے سر کے سامنے والے حصے پہ مسح کیا اور اس کی تری سے جو باقی تھی دونوں پاؤں کی پشت پر مسح کر لیا۔

(۷۵) روایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرمایا تو اپنے نعلین مبارک پر مسح فرمایا یہ دیکھ کر مغیرہ نے کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا آپ بھول گئے؟ تو آپؐ نے فرمایا: نہیں بلکہ تو بھول گیا (کہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں) میرے رب نے مجھے اسی طرح حکم دیا ہے۔

(۷۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وضو صرف ایک مرتبہ تھا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی مرتبہ منہ ہاتھ دھویا کرتے تھے۔ پھر فرمایا: یہی وہ وضو ہے کہ بغیر اس کے اللہ تعالیٰ نماز کو قبول نہیں فرماتا۔ لیکن وہ احادیث کہ جن میں روایت کی گئی ہے کہ وضو دو دو مرتبہ (ہاتھ منہ دھونا) ہے:

(۷۷) تو ان میں سے ایک تو وہ روایت ہے کہ جس کے اسناد منقطع ہیں اور اس کی روایت کی ہے ابو جعفر احول نے اور ان سے بیان کیا ہے اس شخص نے جس نے روایت کی ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے وضو میں ایک ایک مرتبہ (دھونا) فرض کیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے لوگوں کے لئے دو مرتبہ رکھدیا تو آپ نے اس سے انکار کے لئے کہا ہے خبر دینے کے لئے نہیں کہا ہے گویا آپ یہ فرما رہے ہیں کہ (کیا ایسا بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک چیز کی حد مقرر کرے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے تجاوز کریں اور اس حد سے آگے بڑھیں جب کہ) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "ومن یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه" (جو شخص اللہ کے مقرر کردہ حدود سے آگے بڑھے گا وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا۔) (سورۃ طلاق آیت نمبر ۱)۔

(۷۸) اور روایت کی گئی ہے کہ وضو بھی اللہ کے مقرر کردہ حدود میں سے ایک حد ہے تا کہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کون اس کی اطاعت کرتا ہے اور کون اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ اور مومن کو کوئی شے نجس نہیں کرتی اس کے لئے تو (وضو میں پانی) مثل تیل کی مقدار میں کافی ہے۔

(۷۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنے وضو میں حد سے تجاوز کیا وہ گویا اپنے وضو کو توڑنے والا بن گیا۔

(۸۰) اور اس کے متعلق ایک دوسری حدیث بھی منقطع اسناد کے ساتھ عمرو بن ابی مقدام کی ہے اس کا بیان ہے کہ مجھ سے ایک ایسے شخص نے بتایا جس نے خود حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا وہ فرماتے تھے کہ مجھے تعجب ہے اس شخص سے جو دو دو کر کے وضو کرنا چاہتا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی دو دو وضو کیے مگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہر فریضہ اور ہر نماز کے لئے جدید وضو کیا کرتے تھے۔ تو اب اس حدیث کا یہ مطلب ہوا کہ مجھے اس شخص سے تعجب ہے کہ جو تجدید وضو سے منہ موڑتا ہے جب کہ خود رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجدید وضو فرمایا کرتے تھے۔

اور وہ حدیث جس میں یہ روایت کی گئی ہے کہ جو شخص دو مرتبہ کے بعد اور زیادہ دھوئے تو اس کو کوئی اجر نہ ملے گا یہ ہمارے کہنے کی تائید کرتی ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ تجدید وضو کے بعد پھر تجدید وضو کا کوئی اجر و ثواب نہیں ہے جیسے اذان کہ جو شخص ظہر و عصر ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ پڑھے تو اس کے لئے جائز ہے اور جو شخص عصر کے لئے پھر سے اذان کہہ لے تو اس کے لئے افضل ہے اور اس کے بعد تیسری اذان تو یہ بدعت ہے اس کا کوئی اجر نہ ملے گا۔ اور اسی طرح یہ روایت کی گئی ہے کہ دو مرتبہ افضل ہے تو اس کا مطلب تجدید وضو ہے۔ اور اسی طرح جو دو مرتبہ کے لئے روایت کی گئی تو اس کا مطلب خوب اچھی طرح اور پورے طور کے ہیں۔

(۸۱) اور روایت کی گئی ہے کہ نماز عشاء کے لئے تجدید وضو محو کر دیتا ہے نہیں خدا کی قسم اور ہاں خدا کی قسم کو۔

(۸۲)　　اور ایک دوسری حدیث روایت کی گئی ہے کہ وضو کے اوپر وضو نور کے اوپر نور ہے۔ اور جو شخص بغیر کسی حدث کے صادر ہونے کے تجدید وضو کرے تو اللہ تعالیٰ بغیر استغفار کے اس کے توبہ کی تجدید کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے دینی امور سپرد کر دیئے ہیں مگر انہیں یہ اختیار نہیں دیا ہے کہ وہ اس کے حدود سے تجاوز کریں۔

(۸۳)　　اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول ہے کہ جو دو مرتبہ وضو کرے گا اس کو کوئی اجر نہ ملے گا۔ آپؑ کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو جس امر کا حکم دیا گیا تھا اور جس پر اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا تھا اس نے یہ کام اس کے علاوہ کیا اس لئے وہ اجر کا مستحق نہیں ہے۔ اور اس طرح ہر وہ مزدور کہ جس کام کے لئے اس کو مزدوری پر رکھا گیا اس کے علاوہ کوئی دوسرا کام کرے تو اس کے لئے کوئی مزدوری نہیں ہے۔

باب: حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے وضو کا طریقہ

(۸۴)　　حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ ایک دن امیر المومنین علیہ السلام (اپنے فرزند) محمد بن حنفیہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ یکا یک آپؑ نے فرمایا: اے محمد ذرا کسی برتن میں پانی لاؤ میں نماز کے لئے وضو کروں گا۔ محمد بن حنفیہ نے پانی لا کر حاضر کیا تو پہلے آپ نے پیشاب کیا پھر آپ نے اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی انڈیلا اور کہا: بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْمَاءَ طَهُوْراً وَلَمْ یَجْعَلْهُ نَجِساً (شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ اور حمد مخصوص اس اللہ کی جس نے پانی کو پاک و پاکیزہ بنا دیا اور نجس نہیں بنایا) پھر آپ نے استنجا کیا اور کہا: اَللّٰهُمَّ حَصِّنْ فَرْجِیْ وَاَعِفَّهُ، وَاسْتُرْ عَوْرَتِیْ وَحَرِّمْنِیْ عَلَی النَّارِ. (پروردگار میری شرمگاہ کی حفاظت کر اور اسے ڈھانک اور میرے آگے پیچھے کی ستر پوشی کر اور مجھے جہنم پر حرام قرار دے) پھر آپ نے کلی کی اور فرمایا: اَللّٰهُمَّ لَقِّنِیْ حُجَّتِیْ یَوْمَ اَلْقَاکَ وَاَطْلِقْ لِسَانِیْ بِذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ. (پروردگار جس دن میں تجھ سے ملاقات کروں اس دن تو مجھے میری حجتوں کی تلقین فرمانا اور اپنے ذکر اور اپنے شکر کے لئے میری زبان کو کھول دینا) پھر آپ نے ناک میں پانی ڈالا اور کہا: اَللّٰهُمَّ لَا تُحَرِّمْ عَلَیَّ رِیْحَ الْجَنَّةِ وَاجْعَلْنِیْ مِمَّنْ یَشُمُّ رِیْحَهَا وَرَوْحَهَا وَطِیْبَهَا. (پروردگار مجھ پر جنت کی خوشبو کو حرام نہ کر اور مجھے ان لوگوں میں قرار دے جو اس کی خوشبو اس کے پھولوں اور اس کے عطریات کو سونگھیں) پھر آپ نے اپنا چہرہ دھویا اور کہا: اَللّٰهُمَّ بَیِّضْ وَجْهِیْ یَوْمَ تَسْوَدُّ فِیْهِ الْوُجُوْهُ وَلَا تُسَوِّدْ وَجْهِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ فِیْهِ الْوُجُوْهُ. (پروردگار جس دن کچھ چہرے سیاہ ہو جائیں گے اس دن میرے چہرے کو سفید رکھنا اور جس دن کچھ چہرے سفید ہونگے میرے چہرہ کو سیاہ نہ بنانا) پھر آپ نے اپنا دایاں ہاتھ دھویا اور کہا: اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَالْخُلْدَ فِی الْجِنَانِ بِیَسَارِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَاباً یَسِیْراً. (پروردگار میرا نامہ اعمال میرے داہنے ہاتھ میں دینا اور جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنا میرے بائیں ہاتھ میں ہو۔ اور مجھ سے بہت تھوڑا سا حساب کتاب کرنا۔) پھر آپ نے اپنا دایاں ہاتھ (کہنی تک) دھویا اور کہا: اَللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَسَارِیْ وَلَا تَجْعَلْهَا مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِیْ وَاَعُوْذُبِکَ (رَبِّیْ) مِنْ مُقَطَّعَاتِ النِّیْرَانِ. (پروردگار میرا نامہ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں نہ دینا اور نہ اس کو پس گردن سے بندھا ہوا قرار دینا اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں جہنم کے قطعات سے) پھر آپ نے سر کا مسح کیا اور کہا: اَللّٰهُمَّ غَشِّنِیْ بِرَحْمَتِکَ وَبَرَکَاتِکَ وَعَفْوِکَ (اے اللہ اپنی رحمت، اپنی برکات اور اپنے عفو میں مجھے چھپا لے۔) پھر آپ نے اپنے دونوں پاؤں کا مسح کیا اور کہا: اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْنِیْ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ فِیْهِ الْاَقْدَامُ وَاجْعَلْ سَعْیِیْ فِیْمَا یُرْضِیْکَ عَنِّیْ [یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ]. (اے اللہ مجھے اس دن صراط پر ثابت قدم رکھنا جس دن لوگوں کے قدم صراط پر پھسل جائیں گے اور اے ذوالجلال والاکرام میری سعی اور کوشش ایسے امور میں لگا دے جس کی وجہ سے تو مجھ سے راضی ہو جائے۔) پھر آپ نے اپنا سر اٹھا کر محمد بن حنفیہ کی طرف دیکھا اور کہا: اے محمد جو میری طرح وضو کرے اور میری طرح جو دعائیں میں نے پڑھیں وہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ (اس کے وضو کے) ہر قطرے سے ایک ملک پیدا کر دے گا جو اس کی تقدیس، تسبیح و تکبیر بجا لاتے رہیں گے اور اللہ اس کا ثواب اس شخص کے نامہ اعمال میں قیامت تک لکھتا رہے گا۔

(۸۵) اور امیر المومنینؑ جب وضو فرمایا کرتے تو کسی دوسرے کو اپنے اوپر پانی نہیں ڈالنے دیتے تھے۔ آپ سے عرض کیا گیا: یا امیر المومنینؑ کسی دوسرے کو آپ اپنے اوپر پانی کیوں نہیں ڈالنے دیتے؟ تو آپؑ نے فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ میری نماز میں کوئی دوسرا شریک ہو اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً و لا یشرک بعبادۃ ربہ احدا. (جو شخص اپنے پروردگار کی ملاقات کی اُمید رکھے تو اسے چاہیے کہ نیک عمل کیے جائے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے)۔ (سورۃ الکھف آیت نمبر ۱۱۰)

(۸۶) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: حضرت امیر المومنینؑ نے نعلین پہنے ہوئے مسح کر لیا اور نعلین کا تسمہ نہیں کھولا۔

(۸۷) امیر المومنینؑ جب وضو کیا کرتے تو کہا کرتے تھے: بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَخَيْرُ الْأَسْمَاءِ لِلّٰهِ وَأَكْبَرُ الْأَسْمَاءِ لِلّٰهِ وَقَاهِرٌ لِمَنْ فِي السَّمَاءِ، وَقَاهِرٌ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ وَأَحْيَا قَلْبِي بِالْإِيمَانِ اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيَّ وَ طَهِّرْنِي وَاقْضِ لِيَ بِالْحُسْنىٰ وَ أَرِنِي كُلَّ الَّذِي أُحِبُّ وَ افْتَحْ لِي بِالْخَيْرَاتِ مِنْ عِنْدِكَ يَاسَمِيعَ الدُّعَاءِ. (اللہ کے ساتھ اور بہترین نام اللہ کے ہیں اور سب سے بڑا نام اللہ کا ہے وہ اہل آسمان پر غالب ہے اور اہل زمین پر غالب ہے۔ ہر طرح کی حمد اس اللہ کے لئے ہے کہ جس نے پانی سے ہر شے کو حیات بخشی اور میرے دل کو ایمان سے زندہ کیا۔ اے اللہ میری توبہ قبول فرما اور مجھے پاک کر دے اور میری نیکیوں کو پورا کر دے اور مجھے ہر اس شے کو دکھا دے جسے میں چاہتا ہوں اور اپنی طرف سے میرے لئے نیکیوں کے دروازے کھول دے۔ اے دعاؤں کے سننے والے)۔

باب: وضو کے حدود اس کی ترتیب اور اس کا ثواب

(۸۸) ایک مرتبہ زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ مجھے چہرے کے وہ حدود بتائیں جن پر وضو کیا جاتا ہے۔ تو آپؑ نے فرمایا: چہرہ جس کو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے دھونے کا حکم دیا ہے اور کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اس میں زیادتی یا کمی کرے اگر وہ زیادتی کرے گا تو اس کو کوئی اجر نہ ملے گا اور اگر اس میں کمی کرے گا تو گناہ گار ہو گا وہ (چہرہ کا وہ حصہ ہے) جس کو بیچ کی انگلی اور انگوٹھا گھیر لے بال کی جڑ سے لے کر ٹھڈی (ذقن) تک اور یہ دونوں انگلیاں اس حصہ کو گھیرے ہوئے چلیں تو اتنے حصے کا چہرے میں شمار ہے اور اس کے علاوہ چہرہ میں شمار نہیں۔ زرارہ نے کہا: اور کیا کنپٹی چہرے کا حصہ ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ زرارہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: کیا آپ کی نظر میں وہ پورا حصہ نہیں ہے جس کو بال گھیرے ہوئے ہے؟ آپ نے فرمایا: بال جتنے حصے کا احاطہ کیے ہوئے ہیں بندوں پر یہ فرض نہیں ان سب کو دھوئیں اور اسے کرید کر اس کی جڑ تک پانی پہنچائیں لیکن اتنا ہے کہ اس پر پانی جاری ہو جائے اور دونوں ہاتھوں کے دھونے کی حد کہنی سے لے کر انگلیوں کے سرے تک ہے اور سر کے مسح کی حد یہ ہے کہ تین انگلیوں سے سر کے اگلے حصے پر مسح کیا جائے اور پاؤں کے مسح کی حد یہ ہے کہ تم اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے پاؤں کی انگلیوں کے سرے پر رکھو اور اسے اوپر پاؤں کے گٹے تک لے جاؤ اور آدمی مسح داہنے پاؤں سے شروع کرے بائیں سے پہلے اور یہ مسح دونوں ہاتھوں میں جو تری باقی رہ گئی ہے اس سے ہو کوئی جدید پانی اس کے لئے نہ لیا جائے اور ہاتھوں کے دھونے میں بالوں کو الٹ پلٹ نہ کرے اور نہ سر کے اور پاؤں کے مسح میں بالوں کو الٹ پلٹ کرے۔

(۸۹) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: وضو اسی ترتیب سے کرو جس ترتیب سے اللہ تعالیٰ نے کہا ہے لہذا پہلے منہ دھوؤ پھر دونوں ہاتھ پھر سر کا مسح کرو پھر دونوں پاؤں کا اور جس ترتیب سے تمہیں حکم دیا گیا ہے اس کے خلاف تم اپنی طرف سے کسی کو مقدم اور موخر ہرگز نہ کرو۔ چنانچہ اگر تم نے منہ سے پہلے ہاتھ دھو لیا ہے تو پھر سے پہلے منہ دھوؤ اور اس کے بعد دوبارہ ہاتھ دھوؤ یا اگر تم نے سر سے پہلے پاؤں کا مسح کر لیا ہے تو پھر سر کا مسح کرو اور اس کے بعد دوبارہ پاؤں کا مسح کرو۔ اللہ نے جس کو پہلے رکھا ہے اس کو تم بھی پہلے رکھو اور اسی طرح اذان و اقامت میں بھی جو اول ہے اس کو اول رکھو پس اگر تم نے شہادتوں سے پہلے حی علی الصلوۃ کہہ دیا ہے تو اب پھر شہادتین کہو اور اس کے بعد حی علی الصلوۃ کہو۔

(۹۰) اور ایک دوسری حدیث میں اس شخص کے لئے ہے جو اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ سے پہلے دھو لے تو وہ از سر نو دایاں ہاتھ دھوئے اس کے بعد دوبارہ بایاں ہاتھ دھوئے۔ اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ وہ (دوبارہ دایاں نہیں بلکہ) بایاں ہاتھ دوبارہ دھوئے گا۔

(۹۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: پیشاب کر کے ایک مرتبہ ہاتھ دھوئے اور پاخانہ کر کے آبدست لے کر دو مرتبہ اور جنابت میں تین مرتبہ۔

(۹۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: نیند سے بیدار ہو کر ایک مرتبہ ہاتھ دھوؤ اور جس نے نیند کی وجہ سے وضو کیا اور ہاتھ دھونا بھول گیا اور ہاتھ دھونے سے پہلے وضو کے پانی میں ہاتھ ڈال دیا تو اس پر واجب ہے اس پانی کو بہادے، استعمال نہ کرے اور اگر وہ پیشاب یا پاخانہ کے صادر ہونے کی وجہ سے وضو کر رہا ہے اور اس نے ہاتھ دھونے سے پہلے بھول کر وضو کے پانی میں ہاتھ ڈال دیا تو کوئی حرج نہیں یہ اس وقت ہے جب کہ اس کا ہاتھ نجس نہ ہو۔ اور وضو ایک ایک مرتبہ ہے اور دو مرتبہ کا کوئی اجر و ثواب نہیں اور جس نے تین مرتبہ کیا وہ بدعت کا مرتکب ہوا۔

(۹۳) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اگر میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پشت پا پر مسح کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں یہی خیال کرتا کہ پشت پا پر مسح کرنے سے بہتر تلووں پر مسح کرنا ہے اور اگر کسی شخص کے ان اعضاء پہ کہیں کٹ گیا ہو یا زخم ہو یا پھوڑا پھنسی ہو اور اس کے کھولنے میں کوئی اذیت نہ ہو تو اس کو کھول لے اور دھولے اور اگر اس کا کھولنا مضر ہے تو اس زخم پر بندھی پٹی ہی پر مسح کرلے اور اسے نہ کھولے اور اپنے زخم کو نہ چھیڑے۔

(۹۴) اور زخم کی پٹی کے لئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی کہ آپؑ نے فرمایا: اس کے اطراف کو دھویا جائے گا اور نہیں جائز ہے مسح عمامہ پر، نہ ٹوپی پر، نہ موزوں پر، نہ جرابوں پر لیکن یہ کہ جب انسان تقیہ میں ہو یا دشمن کا خوف ہو یا برف کی وجہ سے اپنے پاؤں میں مضرت کا ڈر ہو تو یہ موزے، زخم کی پٹی کے قائم مقام سمجھے جائیں گے اور اس پر مسح کیا جائے گا۔

(۹۵) اور عالم علیہ السلام (امام موسیٰ کاظم علیہ السلام) نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن میں سے کسی ایک میں بھی تقیہ جائز نہیں ہے۔ نشہ آور چیز کے پینے میں، موزوں پر مسح کرنے میں اور متعۃ الحج میں۔

(۹۶) حضرت عائشہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ حسرت و افسوس اس کو ہوگا جو اپنے وضو کو کسی غیر کی جلد پر دیکھے گا۔

(۹۷) اور ان ہی معظمہ سے روایت ہے کہ اپنے موزوں پر مسح کرنے سے اچھا تو میرے لئے یہ ہے کہ میں بیابان کے کسی گورخر (نیل گائے) کی پشت پر مسح کرلوں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی چرمی موزہ کا کسی کو علم ہی نہیں سوائے اس کے کہ ایک چرمی موزہ نجاشی نے ہدیہ بھیجا تھا جس کے پشت پا پر شگاف تھے اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چرمی موزہ پہنے ہوئے اپنے پشت پا پر مسح فرمایا اور لوگ سمجھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چرمی موزہ پر مسح فرمایا۔ علاوہ ازیں اس مضمون کی حدیث کی اسناد غیر صحیح ہیں۔

(۹۸) حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ سے ایک مرتبہ ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس کے موزے کا اوپری حصہ پھٹا ہوا ہے کہ اس میں اس کا ہاتھ چلا جاتا ہے اور وہ اس میں اپنا ہاتھ ڈال کر اپنے پاؤں پر مسح کر لیتا ہے کیا یہ اس کے لئے جائز ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔

(۹۹) اور ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ جس کا ہاتھ کہنی سے کٹا ہوا ہے وہ کیسے وضو کرے؟ تو آپ نے فرمایا: اپنے بقیہ بازو کو دھوئے گا اور اس طرح کٹے ہوئے پاؤں کے متعلق بھی روایت ہے اور جب عورت مغرب یا صبح کی نماز کے لئے وضو کرے تو مسح کے لئے اپنے سر سے مقنع کو ہٹالے اور اس کے لئے تمام نمازوں کے لئے جائز ہے کہ وہ بغیر مقنع سر سے ہٹائے ہوئے

اس میں اپنی انگلیاں داخل کرے اور اپنے سر پر مسح کرے۔

(۱۰۰) حضرت امام رضاؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے وضو میں لوگوں پر فرض کیا ہے کہ عورت اپنے ہاتھ کو اندرونی طرف سے دھونا شروع کرے اور مرد اپنے ہاتھ کو بیرونی طرف سے دھونا شروع کرے۔

(۱۰۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص بسم اللہ کہہ کر وضو کرے تو گویا اس نے پورا غسل کر لیا۔

(۱۰۲) اور روایت کی گئی ہے کہ جس شخص نے بسم اللہ کہہ کر وضو کیا اس نے پورا جسم طاہر کر لیا اور ایک وضو سے دوسرے وضو کے درمیان جتنے گناہ اس سے سرزد ہوئے اس کا کفارہ ہو گیا اور جس نے بغیر بسم اللہ کہے وضو کیا تو گویا اس نے وہی حصے جسم کے طاہر کیے جہاں جہاں وضو کا پانی پہنچا ہے۔

(۱۰۳) حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے ارشاد فرمایا: جس نے مغرب کی نماز کے لئے وضو کیا تو اس کا یہ وضو سوائے گناہان کبیرہ کے جتنے بھی گناہ اس نے کیے ہیں ان سب کا کفارہ ہو گیا اور جب اس نے صبح کی نماز کے لئے وضو کیا تو اس کا یہ وضو سوائے گناہان کبیرہ کے جتنے بھی گناہ اس نے رات بھر کیے ہیں ان سب کا کفارہ ہو گیا۔

(۱۰۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ وضو کرتے ہوئے اپنی آنکھ کھلی رکھو ہو سکتا ہے کہ اس طرح تم لوگوں کو جہنم نہ دیکھنا پڑے۔

(۱۰۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص وضو کرے اور رومال سے پانی جذب کرے تو اللہ اس کے لئے ایک نیکی لکھے گا اور جو شخص وضو کرے اور رومال کو اس وقت تک استعمال نہ کرے جب تک کہ اس کا پانی خود خشک نہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے تیس نیکیاں لکھے گا اور کوئی حرج نہیں اگر آدمی ایک وضو سے دن اور رات کی کل نمازیں پڑھے اگر اس سے کوئی حدث صادر نہ ہوا ہو اور اسی طرح ایک تیمّم سے بھی جب تک اس سے کوئی حدث صادر نہ ہوا ہو یا پانی نہ ہاتھ آ گیا ہو۔

(۱۰۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب آدمی وضو کرے تو منہ پر پانی کا چھینٹا مارے یہ اسلئے کہ اگر وہ اونگھ رہا ہے تو چونک اُٹھے اور جاگ پڑے اور اگر سردی سے ڈر رہا ہے تو پھر سردی محسوس نہیں کرے گا اور اگر کسی شخص کی انگلی میں انگوٹھی ہے تو وضو میں اس کو گردش دے لے اور غسل میں اس کو اتار لے۔

(۱۰۷) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اور اگر تم (انگوٹھی کو گردش دینا) بھول گئے یہاں تک کہ تم نے نماز پڑھ لی تو میں تم کو اعادہ (دوبارہ پڑھنے) کا حکم نہیں دیتا اور جب آدمی نیند سے بیدار ہو تو وہ اپنا ہاتھ کسی برتن میں نہ ڈالے جب تک کہ وہ اسے دھو نہ لے اس لئے کہ اسے نہیں معلوم کہ اس کا ہاتھ سوتے میں کہاں کہاں پہنچا ہے اور وضو کی زکوٰۃ یہ ہے کہ وضو کرنے والا (وضو کرتے وقت یہ) کہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّي أَسْئَلُکَ تَمَامَ الْوُضُوْءِ وَتَمَامَ الصَّلَاةِ وَتَمَامَ رِضْوَانِکَ وَالْجَنَّةَ (اے اللہ میں تجھ سے مکمل وضو، مکمل نماز اور تیری مکمل رضا اور جنت کا سوال کرتا ہوں) یہی وضو کی زکوٰۃ اور اس کا خلوص ہے۔

باب: مسواک کرنا

(۱۰۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے ہمیشہ مسواک کرنے کا حکم سناتے رہے یہاں تک کہ مجھے ڈر ہوا کہ (اتنی زیادہ مسواک کرتے کرتے) میرے دانت کی جڑیں کمزور نہ ہو جائیں اور جھڑ نہ جائیں اور مجھے ہمیشہ پڑوسیوں کے متعلق ہدایت دیتے رہے یہاں تک کہ میرا خیال ہوا کہ پڑوسی کو عنقریب حق وراثت بھی عطا ہو جائیگا اور مجھے غلاموں کے متعلق ہمیشہ وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ عنقریب ان کے لئے ایک مدت مقرر کر دی جائے گی کہ اس مدت میں وہ آزاد کر دیئے جائیں۔

ایک دوسری روایت ہے کہ ہمیشہ عورت کے لئے ہدایت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ انہیں طلاق دینا مناسب و جائز نہیں۔

(۱۰۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام مسواک اور حجامت اور خلال کا حکم لے کر نازل ہوئے تھے۔

(۱۱۰) حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے فرمایا: اشنان (ایک تلخ قسم کی گھاس) کھانے سے بدن پگھل جاتا ہے (دبلا ہو جاتا ہے) اور ٹھیکرے (جھانوے) کے رگڑنے سے جسم بوسیدہ ہو جاتا ہے اور بیت الخلاء میں مسواک کرنے سے منہ بدبو کرنے لگتا ہے۔

(۱۱۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: چار چیزیں مرسلین علیہم السلام کی سنت ہیں: عطر لگانا، مسواک کرنا، عورت اور مہندی۔

(۱۱۲) امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگوں کے منہ قرآن کے راستے ہیں لہٰذا انہیں مسواک کر کے پاک رکھو۔

(۱۱۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وصیت میں حضرت علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ تم پر لازم ہے کہ ہر نماز کے لئے وضو کرتے وقت مسواک کرو۔

(۱۱۴) اور امام علیہ السلام نے فرمایا: مسواک کرنا وضو کا ایک جز ہے۔

(۱۱۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا: جب لوگ گروہ در گروہ دین اسلام میں داخل ہونے لگے تو ازد کے لوگ بھی مسلمانوں کے پاس آئے وہ دل کے بہت نرم اور زبان کے بہت شیریں تھے تو لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ لوگ تو بہت نرم دل ہیں یہ ہم جانتے ہیں لیکن یہ شیریں زبان کیسے ہو گئے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ لوگ زمانہ جہالت میں بھی مسواک کیا کرتے تھے۔

(۱۱۶) اور امام علیہ السلام نے فرمایا: ہر شے کی ایک طہارت ہوتی ہے اور منہ کی طہارت مسواک کرنا ہے۔

(۱۱۷) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر مسواک فرمایا کرتے تھے اور یہ واجب نہیں ہے لہٰذا اس کا بعض بعض دن ترک کرنا تمہارے لئے مضرت رساں نہیں ہے اور کوئی حرج نہیں اگر ایک روزہ دار ماہ رمضان میں دن کو کسی وقت بھی مسواک کرے اور کوئی حرج نہیں اگر حالت احرام میں کوئی شخص مسواک کرے اور حمام کے اندر مسواک کرنا مکروہ ہے اس سے دانتوں کا مرض پیدا ہوتا ہے اور مسواک تو سنت حنیفیہ ابراہیمؑ میں ہے اور وہ دس ہیں۔ پانچ سر کے حصے میں اور پانچ جسم کے باقی حصے میں ہیں۔ جو سر کے حصے میں ہیں وہ کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، مسواک کرنا، مونچھیں چھوٹی کرنا اور جس کے سر کے بال لمبے ہیں اس کے لئے مانگ نکالنا اور جو اپنے بالوں میں مانگ نہ نکالے گا تو اللہ تعالیٰ جہنم کی آری سے اس کے سر میں مانگ نکالے گا۔ اور جو جسم کے باقی حصے میں ہیں وہ استنجا و ختنہ، پیڑو کے بال مونڈنا، ناخن تراشنا اور بغلوں کے بال صاف کرنا ہے۔

(۱۱۸) حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام نے فرمایا: مسواک کر کے دو رکعت نماز پڑھنا افضل ہے بغیر مسواک کیے ستر رکعت نماز پڑھنے سے۔

(۱۱۹) نیز حضرت امام محمد باقر و حضرت جعفر صادق علیہما السلام نے مسواک کے متعلق فرمایا کہ تم اس کو مسلسل تین دن تک نہ چھوڑو اور اگر چھوڑنا ہے تو ایک دن کا ناغہ کرو۔

(۱۲۰) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ سرمہ لگاؤ جیسے کمان میں تانت اور مسواک کرو دانت کی چوڑائی میں۔

(۱۲۱) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنی وفات سے دو سال قبل مسواک کرنا چھوڑ دیا تھا وہ اس لئے کہ آپ کے دانت کمزور ہو گئے تھے۔

(۱۲۲) علی بن جعفر نے اپنے بھائی امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص جب نماز کے لئے اُٹھتا ہے تو ایک مرتبہ اپنی انگلی سے مسواک کر لیتا ہے حالانکہ اس میں مسواک کرنے کی قدرت ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اس کو ڈر ہے کہ صبح طلوع نہ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

(۱۲۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے اگر میری امت پر شاق نہ گزرتا تو میں حکم دیتا کہ ہر نماز کے وضو کے وقت مسواک کیا کریں۔

(۱۲۴) اور روایت کی گئی ہے کہ اگر لوگ یہ جانتے کہ مسواک کے کیا فوائد ہیں تو اس کو اپنے لحاف ہی میں رات کو رکھ کر سوتے۔

(۱۲۵) روایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ خانہ کعبہ نے اللہ تعالیٰ سے مشرکین کے بدبودار سانسوں کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی فرمائی کہ اے کعبہ بیقرار نہ ہو ہم ان کو ایسی قوم میں بدل دیں گے جو درخت کی شاخوں سے اپنا منہ صاف کیا کرے گی۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا تو روح الامین جبرئیل علیہ السلام مسواک کا حکم لے کر نازل ہوئے۔

(۱۲۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مسواک کرنے میں بارہ خوبیاں ہیں: اس کا شمار سنت میں ہے، منہ کو پاک رکھتی ہے، آنکھ کی روشنی تیز کرتی ہے، اس سے اللہ راضی ہوتا ہے، دانت سفید رہتے ہیں، ان کا پیلا پن دور ہوتا ہے، مسوڑے مضبوط ہوتے ہیں، غذا کی خواہش پیدا ہوتی ہے، بلغم دور ہوتا ہے، حافظہ زیادہ ہوتا ہے، نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے اور ملائکہ خوش ہوتے ہیں۔

باب: وضو کا سبب

(۱۲۷) ایک مرتبہ یہود کے چند افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور چند مسائل دریافت کیے جن میں ایک یہ بھی تھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا سبب ہے کہ آپ ان چار اعضاء (یعنی ہاتھ، پاؤں، چہرہ، سر) پر وضو کرتے ہیں یہ تو جسم کے تمام اعضاء میں سب سے زیادہ صاف ستھرے رہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب شیطان نے حضرت آدمؑ کو وسوسے میں ڈالا تو وہ درخت کے قریب گئے اور اسے دیکھا تو ان کے چہرے کی آب جاتی رہی پھر اُٹھے اور اس کی طرف چلے تو یہ سب سے پہلا قدم تھا جو معصیت کے لئے اُٹھا تھا پھر اپنے ہاتھ سے اس درخت پر جو پھل تھا اسے لیا اور کھا لیا تو پھر ان کے جسم پر جو حلے اور لباس تھے وہ پرواز کر گئے (یہ دیکھ کر) حضرت آدمؑ نے اپنا ہاتھ سر کے اگلے حصے پر رکھا اور رونے لگے اور پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی تو ان پر اور ان کی ذریت پر یہ فرض کر دیا کہ ان چاروں اعضاء کو پاک کریں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے چہرے کو دھونے کا حکم دیا اس لئے کہ انہوں نے درخت کی طرف دیکھا تھا اور انہیں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونے کا حکم دیا اس لئے کہ انہوں نے ان ہی دونوں ہاتھوں سے توڑا اور کھایا تھا اور انہیں سر کے مسح کا حکم دیا اس لئے کہ انہوں نے اپنا ہاتھ سر کے اگلے حصے پر رکھا تھا اور انہیں دونوں پاؤں پر مسح کا حکم دیا اس لئے کہ ان ہی سے وہ خطا کرنے چلے تھے۔

(۱۲۸) اور حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا علیہما السلام نے محمد بن سنان کو ان کے مسائل کے جواب میں جو خط لکھا اس میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ وضو کا سبب جس کی بنا پر بندے پر واجب ہے کہ اپنا منہ دھوئے اور دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئے سر اور دونوں پاؤں کا مسح کرے اس لئے ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا ہے اور اپنے ظاہری اعضاء کے ساتھ اس کا سامنا کرنا ہے اور کراماً کاتبین سے ملاقات کرنی ہے لہٰذا وہ چہرے کو سجدے اور خضوع کے لئے دھوئے اور دونوں ہاتھوں کو دھوئے کیونکہ ان ہی دونوں کو اسے آگے بڑھانا اور خوف و رغبت کا اظہار کرنا اور دعا مانگنا ہے اور سر کا اور دونوں پاؤں کا مسح کرے اس لئے کہ یہ دونوں ظاہر اور کھلے ہوئے ہیں اور اپنے تمام حالات کا وہ ان دونوں سے استقبال کرتا ہے ان دونوں میں وہ خضوع و خشوع و لجاجت نہیں ہے، جو چہرے اور دونوں ہاتھوں میں ہے۔

باب: وضو تمام ہونے سے پہلے اگر بعض اعضاء سے پانی خشک ہو جائے تو کیا کریں

میرے والدؒ نے اپنے رسالے میں تحریر فرمایا جسے انہوں نے میرے پاس بھیجا تھا کہ اگر تم اپنے وضو کے بعض حصوں سے فارغ ہوئے اور وضو ابھی پورا نہیں ہوا تھا کہ تمہارے پاس پانی ختم ہو گیا اور دوسرا پانی لایا گیا تو اب وہ عضو کہ جس کو تم دھو چکے ہو اگر تری باقی ہے تو اپنے باقی وضو کو تمام کرو اور اگر وہ خشک ہو گیا ہے تو از سر نو وضو کرو اور اگر تم نے ابھی وضو پورا نہیں کیا تھا کہ تمہارے وضو کا بعض حصہ خشک ہو گیا اور تمہارے پاس پانی موجود ہے اور ختم نہیں ہوا ہے تو اب جو باقی حصہ ہے اس کو دھو لو (اور وضو کو پورا کر لو) کچھ حصہ خشک ہوا ہو یا نہ ہوا ہے۔

باب: جو شخص وضو کو یا اس کے بعض حصے کو ترک کر دے یا اس پر شک کرے

(۱۲۹) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: بغیر طہارت کے نماز نہیں۔

(۱۳۰) روایت کی گئی ہے کہ احبار میں سے ایک شخص کو اس کی قبر پر بٹھایا گیا اور کہا گیا کہ ہم لوگ تجھ کو عذاب الٰہی کے سو کوڑے لگائیں گے۔ اس نے کہا اتنا میری برداشت سے باہر ہے۔ آخر گھٹاتے گھٹاتے ان لوگوں نے کہا: اچھا ایک کوڑا۔ اس نے کہا کہ یہ بھی برداشت نہ کر سکوں گا، ان لوگوں نے کہا کہ یہ ایک تو ضروری ہے۔ اس نے کہا: مگر یہ بتاؤ کہ تم لوگ مجھے کیوں کوڑے لگا رہے ہو؟ ان فرشتوں نے کہا: اس لئے کہ تو نے ایک دن بغیر وضو کے نماز پڑھی تھی اور تو ایک دن ایک ضعیف کی طرف سے گزرا تھا اور اس کی مدد نہیں کی تھی چنانچہ انہوں نے اس کو عذاب الٰہی کا ایک کوڑا لگایا جس سے اس کی پوری قبر آگ سے بھر گئی۔

(۱۳۱) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: آٹھ آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نماز قبول نہیں کرے گا۔ بھاگا ہوا غلام جب تک کہ وہ اپنے مالک کے پاس واپس نہ آجائے، اپنے شوہر کی نافرمان عورت جب کہ اس کا شوہر اس سے خفا ہو، مانع زکوۃ، وہ پیش نماز جس کے پیچھے لوگ نماز پڑھتے ہوں مگر لوگ اس سے کراہت کرتے ہوں، وضو ترک کرنے والا، وہ عورت جو بالغہ ہو چکی ہے اور پھر بغیر چادر اوڑھے ہوئے نماز پڑھے اور وہ لوگ جو پاخانہ پیشاب بھینکتے ہیں، وہ شخص جو نشے میں ہو، اور وہ وضو ترک کرنے والا جو بھول گیا ہے اس پر واجب ہے کہ جب اس کو یاد آئے تو وضو کرے اور پھر نماز پڑھے۔

(۱۳۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ہماری اُمت سے نو چیزوں کا مواخذہ نہ ہوگا۔ سہو، خطا، نسیان، وہ گناہ جو اس سے جبر یہ کرایا گیا ہو، وہ بات جس سے وہ ناواقف ہو، وہ چیز جو اس کے بس میں نہ ہو، شگون لینا، حسد، وسوسہ میں مبتلا ہو کر لوگوں کے عیوب دل ہی دل میں سوچنا جب تک کہ زبان سے نہ نکالے۔

(۱۳۳) اور حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس نے وضو کیا مگر اس کے چہرے کا کچھ حصہ باقی رہ گیا وہاں پانی نہیں پہنچا؟ آپ نے فرمایا: اس کے لئے جائز ہے کہ اپنے وضو کے بعض اعضاء سے پانی لے کر اسے تر کرے۔

(۱۳۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اگر تم اپنے سر کا مسح کرنا بھول جاؤ تو اپنے وضو کے پانی کی تری سے (جو اعضائے وضو پر ہو) اپنے سر اور اپنے دونوں پاؤں کا مسح کر لو۔ اور اگر تمہارے ہاتھوں پر وضو کی کوئی تری باقی نہ ہو تو اپنی داڑھی سے تری لے لو اور اپنے سر اور پیروں کا مسح کر لو اور اگر تمہاری داڑھی میں بھی کوئی تری نہ ہو تو اپنے ابرو اور اپنی آنکھوں سے تری حاصل کر کے اپنے سر اور اپنے پاؤں کا مسح کر لو اور اگر کہیں بھی کوئی تری نہ ہو تو دوبارہ وضو کرو۔

(۱۳۵) ابوبصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے بارے میں جو سر کا مسح کرنا بھول گیا تو آپ نے فرمایا: پھر وہ سر کا مسح کرے۔ راوی نے کہا: مگر اس کو یاد نہ آیا یہاں تک کہ وہ نماز میں مشغول ہو گیا؟ آپ نے فرمایا: پھر وہ اپنی داڑھی سے کچھ تری لے کر سر کا مسح کرے۔

(۱۳۶) زید شحام اور مفضل بن صالح کی روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق روایت ہے کہ جس نے وضو کیا مگر سر کا مسح بھول گیا یہاں تک کہ نماز کے لئے کھڑا ہو گیا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ نماز کو چھوڑ دے اور اپنے سر کا مسح کرے اور دوبارہ نماز پڑھے جو شخص اپنے وضو کے اندر کسی بات میں شک کرے تو اگر وہ ابھی وہیں وضو کی جگہ بیٹھا ہے تو دوبارہ وضو کرے اور اگر اپنی جگہ سے اُٹھ گیا ہے پھر اسے وضو کی کسی بات میں شک ہوا تو اس شک کی طرف توجہ نہ دے جب تک کہ اس کو پورا یقین نہ ہو جائے اور اگر کسی شخص کو وضو میں شک ہو (کہ وضو کیا ہے یا نہیں) اور حدث کا

یقین ہو تو اس کو چاہیے کہ وضو کرے اور جس شخص کو حدث میں شک ہو (کہ وہ صادر ہوا یا نہیں) اور وضو کا یقین ہو تو شک یقین کو نہیں توڑتا جب تک کہ اس کو حدث کا یقین نہ ہو جائے۔ اور جس شخص کو وضو کا بھی یقین ہو اور حدث کا بھی یقین ہو مگر یہ یاد نہ ہو کہ پہلے کون تھا تو اسے چاہیے کہ وضو کرے۔

باب: وہ چیز جو وضو کو توڑ دیتی ہے

(۱۳۷) زرارہ بن اعین نے حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے دریافت کیا کہ کن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ تو ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ تمہارے نچلے دونوں راستوں یعنی ذکر و مقعد سے کوئی چیز پاخانہ پیشاب یا منی یا ریاح خارج ہو یا نیند ایسی کہ جس سے عقل جاتی رہے (تو وضو ٹوٹ جاتا ہے) اور اس کے سوا کسی چیز سے مثلاً قے آنے یا ابکائی آنے یا نکسیر پھوٹنے یا پچھنے لگوانے یا کوئی دمبل نکل آئے یا کوئی زخم آجانے یا پھوڑا نکل آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور یہ سب دوبارہ وضو اور طہارت کا سبب نہیں بنتے۔

(۱۳۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر کدو دانہ نکلیں یا چھوٹے چھوٹے باریک کیڑے (چرنا) نکلیں تو اس کے لئے وضو نہیں ہے یہ سب بمنزلہ جوں یا چچڑیوں کے ہیں مگر یہ اس وقت کہ جب اس میں سے کوئی مواد وغیرہ نہ نکلے اور اگر کوئی مواد وغیرہ نہ نکلے تو اس میں استنجا (آبدست) اور وضو دونوں (کو بجالانا) ہے اور اگر ان دونوں اطراف سے خون پیپ مذی یا وذی (رطوبت) وغیرہ نکلے تو اس میں نہ وضو ہے نہ استنجا ہے جب تک کہ پاخانہ پیشاب یا ریاح یا منی نہ نکلے۔

(۱۳۹) ایک مرتبہ عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ میں اپنے پیٹ میں ریاح محسوس کرتا ہوں اور گمان یہ ہے کہ وہ نکلی بھی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جب تک ریح نکلنے کی آواز نہ سن لو یا اس کی بدبو ناک میں نہ آجائے تم پر وضو لازم نہیں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: بات یہ ہے کہ ابلیس انسان کے دونوں سرین کے درمیان بیٹھتا ہے اور وہ حدث صادر کرتا ہے تاکہ انسان کو شک میں مبتلا کردے۔

(۱۴۰) ایک مرتبہ زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص اپنے ناخن کاٹتا ہے، اپنی مونچھیں تراشتا ہے، داڑھی کی اصلاح کرتا ہے اور سر کے کچھ بال کاٹتا ہے تو کیا اس سے اس کا وضو ٹوٹ گیا؟ آپؑ نے فرمایا: اے زرارہ یہ سب سنت ہے اور وضو فرض ہے اور سنت میں سے کوئی ایسی چیز نہیں جو فریضہ کو توڑ دے یہ سب تو اس لئے ہیں تاکہ اور زیادہ طہارت ہو۔

(۱۴۱) ایک مرتبہ اسماعیل بن جابر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے اپنے ناخن کاٹے اور مونچھ تراشی تو اب اس کو پانی سے دھوئے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں وہ پاک ہے۔

(۱۴۲) اور راوی نے آپ سے شعر پڑھنے کے متعلق سوال کیا کہ کیا اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔

(۱۴۳) اور سماعہ بن مہران نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نماز میں تھا یا حالت قیام میں حالت رکوع میں کہ غنودگی کے جھونکے کی وجہ سے اس کا سر جھکی کھا گیا؟ آپؑ نے فرمایا: اس پر وضو نہیں ہے۔

(۱۴۴) اور حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا اونگھ رہا ہے کیا اس پر وضو واجب ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جب تک وہ بیٹھا ہے اس پر کوئی وضو نہیں ہے جب تک کہ اعضاء ڈھیلے نہ پڑ جائیں۔

(۱۴۵) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: بوسہ لینے، ہم بستر ہونے اور شرمگاہ کو مس کرنے میں کوئی وضو نہیں ہے۔

(۱۴۶) حُریزؒ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: اگر کسی شخص کے قطرہ قطرہ پیشاب اور خون آتا ہے تو جب نماز کا وقت آئے تو ایک تھیلی لے اس میں روئی ڈال دے اور اسے لٹکا لے اس میں اپنا عضو تناسل ڈال دے پھر اس سے ظہر و عصر کی نماز پڑھے ظہر میں ذرا تاخیر اور عصر میں عجلت کرے اور ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ دونوں نمازیں ادا کرے پھر مغرب میں ذرا تاخیر اور عشاء میں ذرا عجلت کرے اور ایک اذان

اور دو اقامتوں کے ساتھ دونوں نمازیں پڑھ لے اور نماز صبح میں بھی ایسا ہی کرے۔

(۱۴۷) اور عبداللہ بن ابی یعفور نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے پیشاب کر کے وضو کیا اور نماز کے لئے کھڑا ہوا تو اس نے کچھ تری محسوس کی؟ آپؑ نے فرمایا: یہ کوئی چیز نہیں وہ پھر سے وضو نہیں کرے گا۔

(۱۴۸) اور ایک دوسرے راوی نے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق جو پیشاب کرتا ہے پھر استنجا کرتا ہے مگر اس کے بعد تری دیکھتا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: اگر اس نے پیشاب کیا اور اس کے بعد مقعد اور انثیین کے درمیان تین مرتبہ سوت لیا ہے اور ان دونوں کے درمیان ہاتھ سے دبا لیا ہے اس کے بعد استنجا کیا ہے تو پھر اگر وہ تری بہہ کر پنڈلی تک بھی پہنچ جائے تو پروا نہیں۔

اور اگر کسی شخص نے اپنی مقعد کے اندرونی حصہ کو یا عضو تناسل کے اندرونی حصہ کو مس کیا ہے تو اس پر لازم ہے کہ دوبارہ وضو کرے۔ اور اگر وہ نماز میں ہے تو نماز کو قطع کرے وضو کرے اور پھر سے نماز پڑھے اور اگر اس نے اپنے عضو تناسل کے سوراخ کو کھولا ہے تو دوبارہ وضو کرے اور دوبارہ نماز پڑھے۔

اور اگر کوئی شخص حقنہ یا شیافہ لگوائے اور صرف وہی دوا اس میں سے نکل آئے تو اس پر وضو نہیں ہے اور اگر اس کے ساتھ کچھ مواد بھی نکلے تو اس پر استنجا (آبدست) اور وضو دونوں واجب ہیں۔

باب: وہ چیز جو کپڑے اور بدن کو نجس کر دیتی ہے

(۱۴۹) حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی نگاہ میں مذی (خارج ہونے) پر نہ وضو تھا اور نہ اس کپڑے کو دھونا تھا جس میں وہ (مذی) لگ گئی ہو۔

(۱۵۰) اور روایت کی گئی ہے کہ مذی اور وذی بمنزلہ تھوک یا ناک کی رطوبت کے ہے لہٰذا ان دونوں کے خارج ہونے پر نہ کپڑا دھویا جائے گا اور نہ عضو تناسل۔ اور یہ چار چیزیں ہیں، منی، مذی، وذی اور ودی۔ منی وہ گاڑھی رطوبت ہے جو اچھل کر نکلتی ہے اور اس پر غسل واجب ہے اور مذی وہ رطوبت ہے جو منی سے پہلے نکلتی ہے اور وذی وہ رطوبت ہے جو منی کے بعد نکلتی ہے۔ ودی وہ رطوبت ہے جو پیشاب کے بعد نکلتی ہے ان سب میں منی کے علاوہ کسی کے خارج ہونے پر نہ غسل ہے نہ وضو، نہ اس کپڑے کو دھویا جائے جو ان میں سے کسی سے آلودہ ہوا ہے اور نہ جسم کے اس حصہ کو دھونا ہے جو ان میں سے کسی سے آلودہ ہوا ہے سوائے منی کے۔

(۱۵۱) عبداللہ بن بُکَیر نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے کپڑا پہنا ہے اور اس کپڑے میں جنابت لگی ہوئی ہے اور اسی میں اس کو پسینہ آجاتا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: کپڑا تو آدمی کو جنب نہیں بناتا (کہ اس پر غسل واجب ہو)۔

(۱۵۲) اور ایک دوسری حدیث میں یہ ہے کہ آپؑ نے فرمایا: نہ کپڑا آدمی کو جنب بناتا ہے اور نہ آدمی کپڑے کو جنب بناتا ہے۔

(۱۵۳) اور زید شحام نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس کپڑے کے متعلق پوچھا جس میں جنابت لگی ہوئی تھی پھر آسمان سے بارش ہوئی اور وہ کپڑا میرے جسم پر بھیگ گیا؟ آپؑ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔

اور اگر کوئی شخص ایسے بستر پر سوئے جس میں جنابت لگی ہوئی ہے اور اسے پسینہ آجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر کسی شخص کو اپنے لباس میں پسینہ آجائے اور وہ حالت جنب میں ہے تو جب غسل کرے تو اپنے اس کپڑے سے اپنے جسم کو پونچھ سکتا ہے لیکن اگر وہ فعل حرام سے جنب ہوا ہے تو اس میں نماز حرام ہے اور اگر فعل حلال سے جنب ہوا ہے تو اس میں نماز حلال ہے۔ اگر حائضہ عورت کو اپنے لباس میں پسینہ آجائے تو اس کو اپنے اس کپڑے کے اندر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۱۵۴) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی کسی زوجہ سے کہا: ذرا سجادہ (جانماز) تو اُٹھا لاؤ تو انہوں نے کہا کہ میں حائض ہوں آپ نے فرمایا:

کیا تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں ہے۔

(۱۵۵) اور محمد حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص اپنے لباس میں جب ہو گیا اور اس کے پاس کوئی دوسرا لباس نہیں ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: وہ اسی لباس میں نماز پڑھ لے اور جب پانی ملے تو اسے دھولے۔

(۱۵۶) اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ پھر سے نماز کا اعادہ کرے۔

اور اگر کوئی کپڑا پیشاب سے آلودہ ہو جائے تو اگر آب جاری میں دھورہا ہے تو ایک مرتبہ اور اگر ٹھہرے ہوئے پانی میں دھورہا ہے تو دو مرتبہ دھوئے پھر اس کو نچوڑ لے اور اگر شیر خوار بچے کا پیشاب ہے تو اس پر اچھی طرح پانی ڈالے اور اگر وہ بچہ کچھ غذا بھی کھانے لگا ہے تو پھر اس کو دھوئے اور اس میں لڑکا اور لڑکی دونوں برابر ہیں۔

(۱۵۷) اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: لڑکی کا دودھ اور اس کا پیشاب قبل اس کے کہ اس نے کچھ کھانا شروع کیا ہو اگر کپڑے میں لگ جائے تو اس کو دھولیا جائیگا اس لئے کہ اس کا دودھ اس کی ماں کے مثانہ سے نکلتا ہے اور لڑکے کا دودھ قبل اس کے کہ اس نے کچھ کھانا شروع کیا ہے اگر کپڑے میں لگ جائے تو اس کو نہیں دھویا جائیگا نہ پیشاب لگے تو دھویا جائیگا (صرف پانی ڈال دیا جائیگا) اس لئے کہ اس کا دودھ اس کی ماں کے دونوں کاندھوں اور دونوں شانوں سے پیدا ہوتا ہے۔

(۱۵۸) اور حکم بن حکیم ابن اخی خلّاد نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک مرتبہ عرض کیا کہ میں پیشاب کرتا ہوں مگر مجھے پانی نہیں ملتا اور میرا ہاتھ پیشاب سے آلودہ ہو جاتا ہے تو میں اسے دیوار پر یا مٹی پر رگڑ لیتا ہوں پھر میرے ہاتھ میں پسینہ آتا ہے تو میرے ہاتھ کا وہ حصہ جو پیشاب سے آلودہ نہیں میرے چہرے اور میرے جسم کے کسی حصہ یا میرے کپڑے سے مس ہو جاتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

(۱۵۹) ابراہیم بن ابی محمود نے امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک گدا اور فرش ہے جو پیشاب سے آلودہ ہو گیا ہے اب کیا کیا جائے اس میں روئی وغیرہ بہت بھری ہوئی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس کی اوپری سطح کو دھولیا جائے۔

(۱۶۰) حنان بن سُدَیرُ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: میں کبھی کبھی پیشاب کرتا ہوں تو پانی نہیں ملتا اس سے مجھے سخت اذیت ہوتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: جب تم پیشاب کرو تو اسے اچھی طرح پونچھ لو۔

(۱۶۱) اور امام علیہ السلام سے ایسی عورت کے متعلق دریافت کیا گیا جس کے پاس صرف ایک ہی قمیض ہے۔ اس کا ایک بچہ ہے جو اس پر پیشاب کر دیا کرتا ہے وہ بیچاری کیا کرے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ اپنی قمیض ایک دن میں ایک مرتبہ دھولیا کرے۔

(۱۶۲) محمد بن نعمان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ جب میں بیت الخلاء سے فارغ ہوتا ہوں تو وہاں سے نکل کر پانی سے استنجا کرتا ہوں اور استنجے کے پانی میں میرا کپڑا گر جاتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں تم پر کچھ نہیں ہے۔

(۱۶۳) اور حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے بارش کے کیچڑ کے متعلق فرمایا: بارش کے تین دن بعد تک اگر کسی شخص کا کپڑا اس کیچڑ سے آلودہ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں مگر یہ کہ اسے معلوم ہو جائے کہ یہ کیچڑ بارش کے بعد کسی شے سے نجس ہو گئی ہے اور اگر بارش کے تین دن بعد اس کیچڑ سے لباس آلودہ ہو تو اسے دھوئے اور اگر راستہ بالکل پاک صاف ستھرا ہے تو تین دن بعد بھی دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۱۶۴) ابوالاعز نخاس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں جانوروں کا علاج کرتا ہوں اور اس کے لئے اکثر مجھے رات کو نکلنا ہوتا ہے اور وہ جانور پیشاب اور گوبر کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی اگلے پاؤں کو اور کوئی پچھلے پاؤں کو جھٹکا مارتا ہے اور اس کی چھینٹ میرے کپڑوں پر پڑ جاتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

اور اگر مرغی یا کبوتر کی بیٹ کپڑے پر پڑ جائے تو کوئی حرج نہیں اور کسی بھی پرندہ کی بیٹ یا پیشاب پڑ جائے تو کوئی حرج نہیں اور ہر اس جانور کا پیشاب کپڑے پر پڑ جائے تو کوئی حرج نہیں جس کا گوشت کھایا جاتا ہے اور دودھ پلانے والی عورت کا دودھ اگر اس کی قمیض میں لگ جائے تو کوئی حرج نہیں یہ اکثر ہوتا ہے اور خشک ہو جاتا ہے۔

(۱۶۵) حضرت امام رضا علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو ننگے پاؤں حمام میں چل رہا ہے اس کے دونوں پاؤں میں شقاق (پھٹنے کا مرض ہے) اور چونکہ وہ ننگے پاؤں گندگی پر چلا ہے اس لئے نورے وغیرہ کی سیاہی کا اثر پاؤں کے شگافوں میں آجاتا ہے جب کہ اس نے اس کو دھو بھی لیا ہے اب وہ اپنے پاؤں کا کیا کرے؟ کیا اس کے لئے دھونا کافی ہے یا اپنے ناخنوں سے اس کو اچھی طرح صاف کرے اور اسے پاک کرے مگر ناخنوں سے صاف کرنے سے ناخنوں میں بو آتی ہے اور اس میں سے کچھ نکلتا نہیں ہے۔ آپؑ نے فرمایا: شگافوں کو اچھی طرح صاف کرو اگر اس میں سے کچھ نکلتا نہیں صرف بو آتی ہے تو پھر اس پر کچھ فرض نہیں ہے۔

اور اگر کوئی شخص حمام میں اپنے جسم پر ستو یا بیسن یا بھوسی ملے تو وہ چیز جو جسم کو نفع پہنچائے تو یہ اسراف نہیں ہے اسراف تو وہ ہے کہ جس میں مال تلف ہو اور بدن کو بھی ضرر پہنچائے۔

اور کسی لباس میں خون لگ گیا ہو تو وہ اگر ایک درہم وافی کی مقدار میں نہ ہو تو اس کے اندر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور وافی کا وزن ایک درہم اور تہائی درہم ہوتا ہے اور درہم وافی سے کم ہے تو اس کا دھونا واجب لیکن اس میں نماز ہو جائے گی کوئی حرج نہیں۔

اور اگر خون ایک چنے کے برابر ہے تو نہ بھی دھوئے تو کوئی حرج نہیں لیکن وہ خون حیض نہ ہو اس لئے کہ اس کا دھونا اور پیشاب کا اور منی کا دھونا واجب ہے قلیل ہو یا کثیر اگر اس میں نماز پڑھ لی ہے تو نماز کا اعادہ کرے جانتے ہوئے پڑھی ہو یا نہ جانتے ہوئے۔

(۱۶۶) اور حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جب مجھے علم نہیں تو مجھے پرواہ نہیں کہ پیشاب لگا ہے یا پانی۔

(۱۶۷) اور منی کے متعلق روایت کی گئی ہے اگر کوئی شخص جنب ہو اور فوراً اُٹھا دیکھا اور تلاش کیا اور کچھ نہ پایا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔ اور اگر اس نے نہیں دیکھا اور تلاش نہیں کیا تو اس پر واجب ہے کہ غسل کرے اور نماز کا اعادہ کرے۔

اور اگر مچھلی کا خون لباس میں لگ جائے اور انسان نماز پڑھے تو کوئی حرج نہیں خون قلیل ہو یا کثیر۔

اور جس شخص کی ٹوپی یا عمامہ یا ازار بند یا جراب یا موزے میں منی یا پیشاب یا خون یا پاخانہ لگ جائے تو اس کے اندر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اس لئے کہ ان تمام چیزوں میں کسی ایک شے میں نماز تمام نہیں ہوتی۔

اور اگر کسی شخص کا کپڑا کسی مردہ گدھے پر گر جائے تو اس کا دھونا واجب نہیں ہے اور اس کے اندر نماز میں کوئی حرج نہیں۔

اور کوئی حرج نہیں اگر کوئی شخص کسی مردہ انسان کی ہڈی کو مس کرے جس کو مرے ہوئے ایک سال گزر چکا ہو۔

اور کوئی حرج نہیں اگر مردہ انسان کے دانت کوئی زندہ شخص اپنے دانت کے عوض لگالے۔

اور اگر کسی شخص کے کپڑے کو خشک کتا مس کر دے اور وہ شکاری کتا نہ ہو تو اس پر لازم ہے کہ اپنے کپڑے پر پانی بہالے اور اگر وہ کتا گیلا تھا تو پھر لازم ہے کہ کپڑے کو دھو ڈالے۔ اور وہ شکاری کتا ہے اور خشک ہے تو پھر کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے اور اگر وہ شکاری کتا گیلا ہے تو پھر اس کو اپنے کپڑے پر پانی ڈالنا لازم ہے۔

اور ایسے کپڑے کے اندر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جس میں شراب لگ گئی ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکا پینا حرام کیا ہے اور ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا تو حرام نہیں کیا ہے جس میں شراب لگی ہو۔ لیکن جس مکان میں شراب ہو اس میں نماز جائز نہیں۔

اور اگر کسی شخص نے پیشاب کیا اور اس کی چھینٹ اس کی ران پر پڑ گئی اور اسی میں اس نے نماز پڑھ لی پھر یاد آیا کہ اس حصہ کو دھویا نہیں تو اس پر لازم ہے کہ اس حصہ کو دھوئے اور اپنی نماز پھر سے پڑھے۔

اور اگر پانی میں کوئی چوہا گر جائے اور اس میں سے نکل کر کپڑے پر چلنے لگے تو جہاں تم کو اس کے چلنے کے نشانات نظر آئیں اس کو دھوڈالو اور اگر نشانات نظر نہ آئیں تو اس پر پانی بہاؤ۔

اور اگر کسی شخص کے کوئی زخم آ گیا ہے اور بہہ رہا اور اس کا خون اس کے کپڑوں میں لگ رہا ہے تو اگر وہ اسے نہ دھوئے تو کوئی حرج نہیں ہے جب تک کہ وہ اچھا نہ ہو جائے یا خون بند نہ ہو جائے۔

(۱۶۸) اور حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے ایک شخص خصّی (جس کا عضو تناسل کٹا ہوا ہو) کے متعلق دریافت کیا گیا کہ وہ پیشاب کرتا تو اس کی وجہ سے وہ بڑی مشکل میں پڑ جاتا ہے اس لئے کہ وہ تری کے بعد تری دیکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ (اسی حالت میں) وضو کر لیا کرے اور دن میں ایک مرتبہ اپنا کپڑا دھو لیا کرے۔

(۱۶۹) اور علی بن جعفر نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس کا کپڑا مردہ کتے پر گرا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ اس کپڑے پر پانی ڈال لے اور اس میں نماز پڑھ لے کوئی حرج نہیں ہے۔

باب: وہ سبب جس کی بناپر جنابت کے لئے غسل واجب ہے اور پاخانہ و پیشاب کے لئے واجب نہیں ہے

(۱۷۰) ایک مرتبہ یہود کے چند افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور ان میں سے جو سب سے زیادہ صاحب علم تھا اس نے آپؐ سے چند مسائل پوچھے جن میں سے ایک مسئلہ یہ بھی پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے جنابت کے لئے غسل کا کیوں حکم دیا اور پاخانہ پیشاب کے لئے غسل کا حکم نہیں دیا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (سنو) جب حضرت آدم علیہ السلام نے درخت کا پھل کھایا تو اس کا رس ان کے تمام رگ و پے میں بلکہ بال بال میں دوڑ گیا۔ پس اگر کوئی مرد اپنی زوجہ سے ہمبستری کرتا ہے تو (منی کا) پانی اس کے جسم کی ہر رگ اور ہر بال سے نکل کر آتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے ان کی ذریت پر قیامت تک کے لئے غسل جنابت کو واجب کر دیا۔ اور پیشاب تو انسان جو کچھ پیتا ہے یہ اس کا فضلہ ہے اور پاخانہ انسان جو کچھ بھی کھاتا ہے یہ اس کا فضلہ ہے اسی وجہ سے اس کے لئے صرف وضو ہے۔ یہودی نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ نے سچ فرمایا۔

(۱۷۱) اور حضرت امام رضا علیہ السلام نے محمد بن سنان کے مسائل کے جواب میں جو کچھ بھی لکھا اس میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ غسل جنابت کی علت و غایت صفائی و ستھرائی ہے تاکہ اس جنابت سے انسان کو جو اذیت ہوتی ہے اس سے پاک ہو جائے اور اس سے پورے جسم کی تطہیر مقصود ہے اس لئے کہ جنابت جسم کے ہر حصہ سے نکل کر آتی ہے اس لئے پورے جسم کی تطہیر اس پر واجب ہے اور پیشاب اور پاخانہ میں تخفیف کا سبب یہ ہے کہ یہ بہ نسبت جنابت کے زیادہ کثرت اور تاحیات ہوتے رہتے ہیں اس لئے اس کی کثرت اور مشقت اور بغیر شہوت و خواہش کے آنے کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے صرف وضو کو منظور کر لیا اور جنابت بغیر حصول لذت کی خواہش اور بغیر اپنے نفس کو آمادہ کیے نہیں آتی۔

باب: اغسال

(۱۷۲) حضرت ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: غسل کے سترہ مواقع ہیں: رمضان کی سترہ کی شب اور انیس کی شب، اکیس اور تیئیس کی شب کا غسل اور اسی میں شب قدر کی امید کی جاتی ہے اور دونوں عیدوں کا غسل، جب تم حرمین میں داخل ہو اور جس دن تم احرام باندھو اور زیارت کعبہ کے دن کا غسل، خانہ کعبہ میں داخل ہونے کے دن کا غسل، یوم ترویہ کا غسل، یوم عرفہ کا غسل اور جب تم کسی میت کو اس کے جسم کے ٹھنڈے ہونے کے بعد مس کرو

اسے غسل دو، اسے کفن پہناؤ تو غسل، اور یوم جمعہ کا غسل، اور چاند اور سورج کے گہن کا غسل جب کہ پورا گہن لگے اور تم سوتے سے جاگو اور نماز کسوف نہ پڑھی ہو تو تم پر فرض ہے کہ غسل کرو اور نماز کسوف قضا پڑھو۔ اور غسل جنابت یہ فریضۂ واجب ہے۔

(۱۷۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: غسل جنابت و حیض دونوں ایک طرح کے ہیں۔

(۱۷۴) اور روایت کی گئی ہے کہ جو شخص چھپکلی کو مارے اس کو غسل کرنا ضروری ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے اس کا سبب یہ بتایا ہے کہ وہ اپنے گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اس لئے اسے غسل کرنا چاہیے۔[1]

(۱۷۵) اور روایت کی گئی ہے کہ جو شخص پھانسی پر چڑھے ہوئے آدمی کی طرف سے گزرے اور اس کی طرف دیکھے تو اس پر غسل بر بنائے سزا و عقوبت واجب ہے۔

(۱۷۶) اور سماعہ بن مہران نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے غسل جمعہ کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: یہ سفر و حضر دونوں میں واجب ہے لیکن سفر میں عورتوں کو پانی کی کمی کی وجہ سے اجازت ہے (کہ وہ غسل نہ کریں) اور غسل جنابت واجب ہے، غسل حیض واجب ہے، غسل استحاضہ واجب اور جب وہ روئی رکھے اور خون روئی کے اوپر پھوٹ پڑے تو اس پر ہر دو نمازوں (ظہر و عصر اور مغرب و عشاء) کے لئے غسل واجب ہے اور نماز صبح کے لئے بھی غسل واجب ہے اور اگر خون روئی سے تجاوز نہ کرے تو اسکے لئے ہر نماز کے لئے وضو ہے۔ اور غسل نفاس واجب ہے، غسل مولود واجب ہے، غسل میت واجب ہے اور جس نے میت کو غسل دیا ہے اس پر غسل واجب ہے اور احرام باندھنے والے پر غسل واجب ہے، یوم عرفہ غسل واجب ہے۔ دخول حرم کے لئے غسل واجب ہے اور مستحب ہے کہ کوئی شخص بغیر غسل کے حرم میں داخل نہ ہو اور غسل (روزِ) مباہلہ واجب ہے اور اکیسویں شب کا غسل سنت ہے اور ۲۳ ویں شب کے غسل کو نہ چھوڑو اس لئے کہ ان دونوں شبوں میں سے کسی ایک میں شب قدر کی امید رکھی جاتی ہے۔ میں یوم فطر اور یوم الاضحیٰ کے غسل کو ترک کرنا بھی نہیں پسند کرتا۔ اور غسل استخارہ مستحب ہے۔

(۱۷۷) ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارے پڑوسیوں کی کچھ کنیزیں ہیں جو گاتی بجاتی رہتی ہیں۔ کبھی کبھی جب میں بیت الخلاء میں ہوتا ہوں تو ان کے گانے وغیرہ سننے کے لئے اس میں دیر تک بیٹھا رہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ایسا ہرگز نہ کیا کرو۔ اس نے عرض کیا: بخدا۔ یہ کوئی ایسی شے تو نہیں ہے کہ جسے میں اپنے پاؤں سے چل کر حاصل کرتا ہوں، یہ تو ایک آواز ہے جسے میں اپنے کان سے سنتا ہوں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تجھے خدا کا واسطہ! کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا جو کہتا ہے۔ **ان السمع و البصر والفواد کل اولئک کان عنه مسئولا** (بنی اسرائیل آیت نمبر ۳۶) (بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں سوال کیا جائیگا)۔

اس شخص کا بیان ہے کہ اس وقت ایسا محسوس ہوا جیسے میں نے کتاب خدا کی یہ آیت نہ کبھی کسی عربی سے سنی تھی نہ کسی عجمی سے۔ لہٰذا میں نے کہا کہ میں نے اسے ترک کیا اور اب میں اللہ تعالیٰ سے معافی و مغفرت کا خواستگار ہوں۔ اس پر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اچھا: اُٹھو اور غسل کرو اور جو چاہو وہ نماز پڑھو۔ اس لئے کہ اب تک تم ایک ایسے امر عظیم کے مرتکب ہوتے رہے کہ اگر اسی حالت میں تم مرجاتے تو تمہارا بدترین حال ہوتا اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور توبہ کرو ہر اس مکروہ شے سے جو اللہ کو ناپسند ہے اس لئے کہ وہ صرف قبیح شے کو مکروہ اور ناپسند کرتا ہے اور قبیح شے کو اس کے اہل کے لئے چھوڑ دو اس لئے کہ ہر اچھی اور بری بات کے لئے کچھ اہل لوگ ہوتے ہیں۔

اور سوائے غسل جنابت کے تمام غسل سنت ہیں اور بسا اوقات غسل جنابت وضو سے مستغنی کر دیتا ہے اس لئے کہ یہ دونوں فرض ہیں جو ایک

---

[1] روضۃ الکافی میں ح ۳۰۴ کے تحت عبداللہ بن طلحہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے چھپکلی کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا: گندگی ہے اور مکمل مسخ ہے تو جب اسے مارا جائے تو غسل کیا جائے۔

ساتھ جمع ہوگئے ہیں لہٰذا ان دونوں میں جو بڑا فرض ہے وہ چھوٹے فرض سے مستثنیٰ کر دیتا ہے اور جو شخص غسل جنابت کے علاوہ کوئی دوسرا غسل کرے تو اس کو چاہیے کہ پہلے وضو کرے اس کے بعد غسل کرے یہ غسل اس کو وضو سے مستثنیٰ نہیں کرے گا اس لئے کہ یہ غسل جو وہ کر رہا ہے سنت ہے اور وضو واجب ہے اور سنت کبھی واجب سے مستثنیٰ نہیں کر سکتا۔

باب: غسل جنابت کا طریقہ

میرے والدؒ نے میری طرف ارسال کردہ رسالہ میں تحریر فرمایا کہ جب تم غسل جنابت کا ارادہ کرو تو پہلے پیشاب کرنے کی کوشش کرو تا کہ تمہارے عضو تناسل میں جو منی باقی رہ گئی ہے وہ خارج ہو جائے۔ پھر اپنے ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالنے سے پہلے تین بار دھولو خواہ ان میں کوئی نجاست و گندگی نہ لگی۔ اور اگر ہاتھوں میں نجاست لگی ہوئی ہے اور تم نے اس کو پانی کے برتن میں ڈال دیا تو پھر برتن کا پورا پانی بہا دو (دوسرا پانی لو) اور اگر ہاتھوں میں نجاست نہیں ہے تو پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر تمہارے جسم پر منی لگی ہو تو دھولو پھر اپنے عضو تناسل کو بھی دھولو اور اسے بھی پاک کرلو، پھر اپنے سر پر تین چلو پانی ڈالو اور اپنی انگلیوں سے اپنے سر کے بالوں کو الٹو پلٹو تا کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔ اور اب پانی کا برتن اپنے ہاتھوں سے اُٹھاؤ اور اپنے بدن پر پانی دو مرتبہ گراؤ اور اپنے تمام جسم پر اپنے ہاتھ پھیرو اور اپنے کانوں میں انگلی ڈالو تا کہ وہاں تک پانی پہنچ جائے اور جب پانی ہر جگہ پہنچ جائے تو سمجھ لو کہ طاہر ہو گئے۔ اور اس کا لحاظ رکھو کہ تمہارے سر اور تمہاری داڑھی کا ایک بال بھی ایسا نہ بچے کہ جہاں پانی نہ پہنچا ہو اور اگر نہ پہنچا ہو تو وہاں پانی پہنچاؤ اور اگر غسل جنابت میں ایک بال بھی غسل سے عمداً ترک ہو گیا تو وہ جہنم میں جائیگا۔

اور جنابت کے بعد کوئی شخص پیشاب نہ کرے تو زیادہ امکان اس امر کا ہے کہ منی کا وہ پانی جو اس کے جسم میں باقی رہ گیا ہے وہ کوئی ایسا مرض پیدا کر دے کہ جو لا علاج ہو۔

اور اگر کوئی شخص غسل جنابت میں کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا چاہتا ہے تو ایسا کرے مگر یہ واجب نہیں ہے اس لئے کہ غسل بدن کے ظاہری حصہ کا ہوتا ہے باطنی کا نہیں۔

علاوہ بریں اگر کوئی شخص غسل سے پہلے کچھ کھانا یا پینا چاہتا ہے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ جب تک کہ وہ اپنے دونوں ہاتھ نہ دھو لے اور کلی نہ کرلے اور ناک میں پانی نہ ڈال لے اس لئے کہ اگر اس نے یہ سب کرنے سے پہلے کھا پی لیا تو برص کا مرض پیدا ہونے کا خوف ہے۔

(۱۷۸) اور احادیث میں ہے کہ حالت جنابت میں کچھ کھانا پینا فقر و افلاس پیدا کرتا ہے۔

(۱۷۹) اور عبیداللہ بن حلبی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص حالت جنابت میں ہے کیا اس کے لئے سونا مناسب ہے؟ آپؑ نے فرمایا: مکروہ ہے جب تک کہ وضو نہ کرے۔

(۱۸۰) اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ کہا: میں تو صبح تک اسی حالت میں سوتا ہوں اس لئے کہ میں دوبارہ مباشرت کا ارادہ رکھتا ہوں۔

(۱۸۱) اور آپ کے پدر بزرگوار یعنی امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب کوئی شخص مجنب ہو تو جب تک وضو نہ کرے وہ نہ کچھ کھائے اور نہ پیے۔

(۱۸۲) نیز آپؑ نے ارشاد فرمایا: جس وقت (قبل غروب) آفتاب زرد پڑ جائے اور طلوع کے وقت جب ابھی آفتاب میں زردی ہو میں خود کو جنب کرنے کو مکروہ سمجھتا ہوں۔

(۱۸۳) حلبی کا بیان ہے کہ میں نے آنجناب علیہ السلام سے ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو بغیر ازار پہنے (برہنہ) ایسی جگہ غسل کرتا ہے کہ اسے کوئی نہیں دیکھتا تو آپؑ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۱۸۴) راوی کا بیان ہے کہ آنجنابؑ سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا کہ اس نے عورت سے مباشرت کی مگر اسے انزال نہیں ہوا کیا اس پر غسل واجب ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جب دو (۲) ختنے آپس میں مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

(۱۸۵) نیز حضرت علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ اس پر (بغیر انزال) غسل کیسے واجب نہ ہوگا جب کہ (اگر اس نے زنا کیا ہو اور انزال نہ ہوا ہو تو) اس پر حد واجب ہوگی۔ اور فرمایا: مہر بھی واجب ہے اور غسل بھی۔

(۱۸۶) نیز آپؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو ایک عورت سے مجامعت کرتا ہے شرمگاہ کے علاوہ کسی اور جگہ اور اس کو انزال ہو جائے مگر عورت کو انزال نہیں ہو تو کیا اس عورت پر غسل واجب ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس عورت پر غسل واجب نہیں اور اگر اس مرد کو بھی انزال نہیں ہوا تو اس پر بھی غسل واجب نہیں ہوگا۔

(۱۸۷) نیز آپؑ سے ایک ایسے فرد کے لئے دریافت کیا گیا کہ جس نے غسل کیا اور غسل کے بعد اس نے تری محسوس کی حالانکہ وہ غسل سے پہلے پیشاب بھی کر چکا تھا؟ آپ نے فرمایا: اس کو وضو کرنا چاہیے اور اگر اس نے غسل سے پہلے پیشاب نہیں کیا تھا تو دوبارہ غسل کرنا چاہیے۔

(۱۸۸) اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اگر اس نے تری دیکھی ہے اور غسل سے پہلے پیشاب بھی نہیں کیا تھا تو وہ وضو کرے گا دوبارہ غسل نہیں کرے گا اس کا شمار صرف وہم کے پھندوں میں ہوگا۔

(اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ دوبارہ غسل کرنا اصل ہے اور دوسری حدیث میں جو کہا گیا تو اس کے معنی رخصت و اجازت کے ہیں)

(۱۸۹) نیز آپؑ سے ایک ایسے مرد کے متعلق دریافت کیا گیا جو سو رہا تھا کہ جاگ اُٹھا اور اپنے عضو تناسل کو مس کیا تو تری دیکھی حالانکہ اس نے خواب میں کچھ نہیں دیکھا تھا تو کیا وہ غسل کرے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں غسل تو بڑے پانی یعنی منی کے نکلنے پر ہوتا ہے۔

(۱۹۰) نیز آپؑ سے ایک ایسی عورت کے متعلق سوال کیا گیا جو خواب میں وہ دیکھتی ہے جو ایک مرد دیکھتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اس عورت کو انزال ہو گیا ہے تو اس پر غسل واجب ہے اور اگر انزال نہیں ہوا ہے تو اس پر غسل واجب نہیں ہے۔

(۱۹۱) حلبی کا قول ہے کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جس نے ان جنابؑ سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ اگر کوئی جنب شخص نیت کر کے پانی میں ایک مرتبہ غوطہ لگائے تو یہ اس کو غسل جنابت سے مستثنیٰ کر دیگا۔

اور جو شخص ایک دن یا ایک رات میں کئی مرتبہ جنب ہوا ہو تو اس کے لئے ایک غسل کافی ہے لیکن یہ کہ وہ غسل کے بعد پھر جنب یا محتلم نہ ہوا ہو۔ اگر کوئی شخص محتلم ہوا ہے تو جب تک وہ غسل احتلام نہ کر لے مجامعت نہ کرے۔

اور کوئی حرج نہیں اگر کوئی جنب شخص سارے قران کی تلاوت کرے سوائے سور ہائے عزائم کے جن میں سجدہ کیا جاتا ہے اور وہ سورے سورہ سجدہ، سورہ لقمان، سورہ حم السجدہ، سورہ النجم، سورہ اقرا باسم ربک ہیں۔

اور جو شخص جنب ہو یا بے وضو ہو تو وہ قران کو مس نہ کرے مگر اس کے لئے یہ جائز ہے کہ اس کے لئے کوئی دوسرا شخص ورق کو اُلٹتا رہے اور وہ اسے پڑھتا رہے اور ذکر خدا کرتا رہے۔

اور حائض و جنب کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ دونوں مسجد میں داخل ہوں سوائے اس کے کہ وہ اس میں سے گزر جائیں اور ان کے لئے یہ جائز ہے۔ وہ اس میں سے گزرتے ہوئے کوئی چیز اُٹھا لیں مگر ان کے لئے اس میں کوئی چیز رکھنا جائز نہیں اس لئے کہ جو کچھ اس میں ہے وہ کسی اور جگہ سے نہیں لے سکتے مگر جو کچھ ان کے پاس ہے وہ کسی اور جگہ رکھ سکتے ہیں۔

اور اگر کوئی عورت غسل جنابت کرنے کا ارادہ کرے کہ اتنے میں اس کو حیض آجائے تو وہ اس غسل کو اس وقت تک کے لئے ملتوی کردے جب تک کہ حیض سے پاک نہ ہوجائے اور جب حیض سے پاک ہوجائے تو جنابت اور حیض دونوں کے لئے ایک غسل کرے۔

اور کوئی حرج نہیں اگر انسان حالت جنابت میں خضاب لگائے یا خضاب لگائے ہوئے ہو اور جب یا مُحتلم ہوجائے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔ نورہ یا بال اُڑانے کا پوڈر لگائے، جانور ذبح کرے، انگوٹھی پہنے، مسجد میں سوجائے، مسجد میں سے گزر جائے (مجبوراً یا تقیۃً) اور اول شب میں جب ہو اور آخر شب تک سوتا رہے اور جو شخص ایسی جگہ جب ہو کہ جہاں پانی ملے ہر طرف برف جمی ہوئی ہو اور کہیں مٹی بھی نہ ملتی ہو تو وہ (برف ہی پر) مسح کرے (غسل کرے) اور نماز پڑھ لے اور پھر ایسی جگہ کبھی نہ جائے جہاں اس کا دین برباد ہوتا ہو۔

باب: غسل حیض ونفاس

(۱۹۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلا خون جو زمین پر گرا وہ حضرت حوا کا تھا جس وقت ان کو حیض آیا۔

(۱۹۳) اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: حیض عورتوں کے لئے ایک نجاست ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف پھینکی ہے چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں عورتوں کو سال میں صرف ایک مرتبہ حیض آتا تھا یہاں تک کہ کچھ عورتیں جن کی تعداد سات سو (۷۰۰) تھی اپنے خلوت کدوں سے زرد زرد کپڑے اور زیورات پہنے ہوئے اور عطر لگائے ہوئے نکلیں اور مختلف شہروں میں بکھر گئیں۔ وہاں مردوں کے ساتھ جلسوں اور میلوں ٹھیلوں میں جانے اور ان کے ساتھ ان کی صفوں میں بیٹھنے لگیں اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان سب کو حیض میں مبتلا کردیا اور اب ہر مہینہ انہیں حیض آنے لگا مگر ان ہی عورتوں کو خاص کر جنہوں نے یہ حرکت کی تھی اور جب حیض کا خون بہنے لگا تو مردوں کے درمیان سے نکل کر بھاگیں اور اس کے بعد ان کو ہر ماہ حیض آنے لگا اور وہ اس مصیبت میں مبتلا ہوگئیں اور ان کی شہوتوں کا زور ٹوٹ گیا۔ لیکن ان کے علاوہ اور دوسری عورتیں جنہوں نے یہ حرکت نہیں کی تھی انہیں وہی حسب دستور سال میں ایک مرتبہ حیض آتا رہا۔

آپؑ نے فرمایا کہ پھر وہ عورتیں جن کو ہر ماہ حیض آتا ان کے لڑکوں کی شادی ان عورتوں کی لڑکیوں سے ہوئی جنہیں سال میں صرف ایک مرتبہ حیض آتا اس طرح ساری قوم خلط ملط ہوگئی اور استقامت حیض کی وجہ سے ان عورتوں کی اولاد کی کثرت ہوگئی جنہیں ہر ماہ خون حیض آتا اور ان عورتوں کی اولاد جن کو سال میں ایک بار حیض آتا فساد خون کی وجہ سے ان کی تعداد کم ہوگئی یعنی اُن کی نسل کثیر ہوگئی اور اِن کی نسل قلیل ہوگئی۔

(۱۹۴) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ (سلام اللہ علیہا) تم میں سے کسی ایک بھی عورت کے مانند نہیں ہے اس نے کبھی خون حیض اور خون نفاس دیکھا ہی نہیں وہ حوروں کے مانند ہے۔

(۱۹۵) اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک مرتبہ اس قول خدا "لھم فیھا ازواج مطھرۃ" (بقرہ آیت نمبر ۲۵) (ان کے واسطے ان جنتوں میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی) کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: ازواج مطہرہ وہ ہیں کہ جنہیں نہ کبھی حیض آتا ہے نہ نفاس۔

اور میرے والد رحمہ اللہ نے اپنے اس رسالہ میں جو انہوں نے میرے پاس لکھ کر بھیجا تھا یہ تحریر فرمایا: واضح ہو کہ حیض کی کم سے کم مدت تین دن ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔ پس اگر عورت خون حیض تین (۳) دن تک اور زیادہ سے زیادہ دس (۱۰) دن دیکھے تو خون حیض ہے اس کو چاہیے کہ نماز ترک کردے اور مسجد میں داخل نہ ہو صرف (بحالت مجبوری) اس سے گزر جائے۔ اور اس پر واجب ہے کہ ہر نماز کے وقت کے آنے پر وضو کرے جیسے نماز کے لئے وضو ہوتا ہے اور قبلہ رو ہو کر روزانہ اتنی دیر تک بیٹھے جتنی دیر نماز کے لئے بیٹھتی تھی اور ذکر الٰہی کرے۔

اور اگر عورت صرف ایک دن یا دو دن خون دیکھے تو یہ حیض کا خون نہیں جب تک وہ اسے تین دن متواتر نہ دیکھے اور اس پر واجب ہے کہ ایک دن یا دو دن جو اس نے نماز ترک کی ہے اس کی قضا بجالائے یعنی ایک دن کی یا دو دن کی۔ اور اگر خون حیض دس دن سے زیادہ دیکھے تو دس دن تک نماز نہ پڑھے

اور گیارہویں دن غسل کرے اور روئی کی گدی رکھے اگر خون روئی سے پھوٹ کر نکلے تو وہ اپنی نماز پڑھے گی اور ہر نماز کے لئے وضو کرے گی اور اگر خون روئی سے پھوٹ پڑے لیکن بہے نہیں تو وہ شب کی نماز اور صبح کی نماز ایک غسل سے پڑھے گی اور تمام نمازیں وضو کے ساتھ پڑھے گی اور اگر خون کا اتنا غلبہ ہو کہ وہ روئی کو توڑ کر بہہ جائے تو رات کی نماز اور صبح کی نماز ایک غسل کے ساتھ اور نماز ظہر وعصر ایک غسل کے ساتھ پڑھے گی۔ نماز ظہر کے پڑھنے میں ذرا تاخیر کرے گی اور نماز عصر کے پڑھنے میں ذرا جلدی کرے گی اور نماز مغرب وعشاء ایک غسل سے پڑھے گی۔ نماز مغرب کے پڑھنے میں ذرا تاخیر کرے گی اور نماز عشاء پڑھنے میں ذرا جلدی کرے گی یہ اس وقت تک کرتی رہے گی کہ جب تک اس کے حیض کے ایام آجائیں اور جب اس کے حیض کے ایام آجائیں تو وہ نماز ترک کر دیگی۔

اور جب وہ حیض سے پاک ہو کر غسل کرلے گی تو اس کے شوہر کے لئے اس سے مباشرت کرنا حلال ہے اور طہر کی کم سے کم مدت دس دن اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے۔

اور حائض ۹ رطل مدنی¹ پانی سے غسل کرے گی۔ اور اگر عورت اپنے ایام حیض میں زردی دیکھے تو وہ حیض ہے اور اگر ایام طہر میں دیکھے تو وہ طہر ہے۔

(۱۹۶) اور روایت کی گئی ہے اس عورت کے متعلق جو زردی دیکھے چنانچہ اگر وہ زردی حیض سے دو دن پہلے دیکھے تو اس کا شمار حیض میں ہوگا اور اگر وہ حیض کے دو دن بعد دیکھے تو اس کا شمار حیض میں نہیں ہوگا۔

اور غسل جنابت اور غسل حیض ایک ہے۔ عورت کے لئے جائز نہیں کہ حالت حیض میں خضاب لگائے اس لئے کہ اس پر شیطان کی طرف سے خطرہ ہے کہ اس کا شوہر جماع کی طرف مائل ہو جائے۔

(۱۹۷) حضرت سلمانؓ نے ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے بطن مادر میں بچے کے رزق کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ (حالت حمل میں) حیض کو روک دیتا ہے وہی بطن مادر میں اس کا رزق قرار پاتا ہے۔

اور زن حاملہ جب خون آتا دیکھے تو نماز ترک کر دے اس لئے کہ حاملہ کو بھی کبھی خون آنے لگتا ہے اور خاص کر اس وقت کہ جب خون کثیر مقدار میں آتا ہوا دیکھے اور اگر تھوڑا ہو اور زرد رنگ کا ہو تو اسکو نماز پڑھنا چاہیے اور اس پر صرف وضو لازم ہے۔

اور زن حائض جب حیض سے پاک ہو جائے تو اس پر اپنے روزوں کی قضا لازم ہے نمازوں کی قضا لازم نہیں اور اس کے دو سبب ہیں پہلی وجہ تو یہ کہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ ایک حکم کو دوسرے حکم پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اور دوسرے یہ کہ روزہ سال میں ایک ماہ کا ہے اور نماز ہر دن ورات کی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے روزے کی قضا واجب کر دی اور نماز کی قضا واجب نہیں کی۔ اور مرنے والے کے احتضار اور جانکنی کے وقت جنب اور حائض کا قریب ہونا جائز نہیں اس لئے کہ ملائکہ کو ان دونوں سے اذیت ہوتی ہے اور کوئی حرج نہیں اگر یہ دونوں غسل کے وقت قریب رہیں اور نماز میت پڑھیں۔ مگر یہ دونوں قبر میں نہ اتریں اگر یہ دونوں احتضار کے وقت موجود ہوں اور ان کی موجودگی کے بغیر چارہ نہ ہو تو عین خروج روح کے وقت ہٹ جائیں۔

(۱۹۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: عورت پچاس کے سن پر پہنچ جاتی ہے تو وہ (حیض کی) سرخی نہیں دیکھتی سوائے یہ کہ وہ کوئی قریش کی عورت ہو۔ اور یہی حیض سے یاس ہونے کی حد ہے۔ اور عورت کو جب پہلی مرتبہ حیض آتا ہے یعنی حیض کی ابتداء ہوتی ہے تو وہ تین ماہ تک مسلسل چلتا ہے اور اسے پتہ نہیں چلتا کہ (دو حیضوں کے درمیان کا وقفہ) کیا ہے لہٰذا وہ اپنے مثل کی عورتوں کے ایام قرء کو اپنا قرء قرار دے اور اگر ان کے ایام قرء مختلف ہیں تو یہ زیادہ سے زیادہ دس دن بیٹھے۔ اور قرء کا مطلب دو حیضوں کے درمیان خون کا جمع ہونا ہے اور یہی ایام طہر (پاکی کا زمانہ ہوتا ہے) یعنی ایام طہر میں عورت خون کو جمع کرتی ہے اور اپنے حیض میں اس کو خارج کرتی ہے۔

---

¹ رطل = آدھ سیر

اور اگر کوئی عورت عصر کے (لئے مختص) وقت میں حیض سے پاک ہو تو اس پر ظہر کی نماز پڑھنا لازم نہیں۔ وہ وہی نماز پڑھے گی جس کے وقت میں وہ حیض سے پاک ہوئی ہے۔ اور جب وہ ایک نماز کے وقت میں حیض سے پاکی دیکھے اور غسل میں اتنی تاخیر کرے کہ دوسری نماز کا وقت آجائے تو اگر اس کی طرف سے غسل میں کوتاہی ہوئی ہے تو وہ اس نماز کی قضا کرے گی اور اگر اس کی طرف سے کوتاہی نہیں ہوئی بلکہ غسل کے اہتمام میں تھی کہ دوسری نماز کا وقت آگیا تو اس کی قضا اس پر لازم نہیں وہ وہی نماز پڑھے گی جس کا وقت آگیا ہے۔

اور کسی عورت نے ابھی ظہر کی دو ہی رکعت پڑھی تھی کہ اس نے دیکھا کہ خون حیض آگیا تو وہ نماز چھوڑ کر اپنی جگہ سے اُٹھ جائے اور حیض سے پاک ہونے کے بعد وہ ظہر کی بقیہ دو رکعت کی قضا نہیں پڑھے گی لیکن اگر وہ مغرب کی نماز دو رکعت پڑھ چکی تھی کہ اسے حیض کا خون آتا ہوا دکھائی دیا تو وہ نماز چھوڑ کر اپنے مصلے سے اُٹھ کھڑی ہوگی اور حیض سے طاہر ہونے کے بعد ایک رکعت کی قضا کرے گی۔

اور اگر وہ نماز میں تھی کہ اسے گمان ہوا کہ خون حیض آگیا تو وہ ہاتھ بڑھا کر جائے مخصوص کو مس کرے اگر دیکھے کہ خون واقعی آگیا ہے تو نماز ترک کردے اور اگر دیکھے کہ کچھ نہیں ہے تو نماز کو مکمل کرے۔

(۱۹۹) حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک کنیز خریدی اور وہ کنیز اس کے پاس کئی ماہ رہی مگر اس کو حیض نہیں آیا اور ایسا بھی نہیں کہ یہ اس کی کبر سنی کی وجہ سے ہوا ہو نیز عورتیں کہتی ہیں کہ اس کنیز کو حمل بھی نہیں ہے تو ایسی صورت میں کیا یہ جائز ہے کہ اس کنیز کی فرج میں دخول کیا جائے؟ آپ نے فرمایا: کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بغیر حمل کے ریح حیض کو روک دیتی ہے تو اس کی فرج کو مس کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور اگر کسی عورت کو ایک ماہ حیض رک جائے تو یہ جائز نہیں کہ وہ اسی دن حیض جاری کرنے کی دوا پی لے اس لئے کہ نطفہ جب رحم میں پہنچتا ہے تو علقہ بننے لگتا ہے پھر علقہ سے مضغہ بننے لگتا پھر مضغہ سے وہ بننے لگتا ہے جو اللہ کی مشیت میں ہو اور نطفہ جب رحم کے علاوہ کسی اور طرف پڑ جاتا ہے تو اس سے کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا اگر ایک ماہ حیض نہ آئے اور جس وقت اس کو حیض آیا کرتا ہے اس وقت سے تجاوز کر جائے تو فوراً حیض جاری ہونے کی دوا نہ پیئے۔

اور اگر کوئی شخص ایک ایسی کنیز خریدے جو سن بلوغ کو پہنچ چکی ہے اور اس کے پاس اس کو رہتے ہوئے چھ ماہ گزر گئے مگر اس کو حیض نہیں آیا اور اس کی ہمسن لڑکیوں کو حیض آرہا ہے اور یہ کبر سنی کی وجہ سے بھی نہیں ہے تو یہ عیب ہے۔ جس سے خریدا ہے اسے واپس کردے۔

اور حائض کے لئے یہ لازم نہیں ہے کہ جب وہ حیض سے پاک ہو جائے تو ان کپڑوں کو بھی دھوئے جو وہ حالت حیض میں پہنے ہوئے تھی یا اس میں اس کو پسینہ آگیا تھا لیکن یہ کہ اگر اس میں خون لگ گیا ہے تو وہ اس کو دھوئے گی۔

اور اگر اس کے کپڑے پر خون حیض لگ گیا اور اس نے اسکو دھویا مگر اس کا دھبہ باقی رہ گیا تو اس کو سرخ مٹی (گیرو) سے رنگ دے تاکہ اس سے مخلوط ہو کر اس کا دھبہ جاتا رہے۔

اور اگر عورت کو حیض آنا منقطع ہو گیا ہو تو وہ اپنے سر پر مہندی کا خضاب لگا دے اس کو حیض پھر آنے لگے گا۔

اور اگر کوئی عورت حالت حیض میں کسی وضو کرنے والے کے ہاتھوں پر پانی ڈالے اور سجادہ (جانماز) اُٹھا کر دیدے تو کوئی حرج نہیں۔

اور عورت سے حالت حیض میں مجامعت جائز نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو منع کیا ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے ولا تقربوھن حتی یطھرن (سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۲۲) (ان سے مقاربت نہ کرو جب تک وہ حیض سے پاک نہ ہو جائیں) یعنی غسل نہ کرلیں اور اگر مرد اس کے لئے بہت بیتاب ہے اور عورت بھی حیض سے پاک ہو چکی ہے وہ اس سے قبل غسل ہی مجامعت چاہتا ہے تو عورت کو حکم دے کہ اپنی شرمگاہ کو دھولے اس کے بعد مجامعت کرے۔

اور اگر مرد عورت سے حالت حیض ہی میں مجامعت کرے تو اگر حیض کی ابتداء میں مجامعت کرتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ ایک دینار صدقہ دے

اور اگر وسط حیض میں مجامعت کی ہے تو نصف دینار اور اگر آخر میں مجامعت کی ہے تو ایک چوتھائی دینار صدقہ دے۔

(۲۰۰) اور روایت کی گئی ہے کہ اگر مرد نے عورت سے حالت حیض میں مجامعت کی ہے تو ایک مسکین کو پیٹ بھر صدقہ دے (یعنی پیٹ بھر کھانا)۔

اور اگر کوئی شخص اپنی کنیز سے حالت حیض میں مجامعت کرے تو وہ تین مد کھانا تصدق کرے اور یہ اس وقت کہ جب اسؑ نے اس کی فرج میں دخول کیا ہو اور اگر فرج کے علاوہ کہیں اور کیا ہے تو اس پر کچھ نہیں ہے۔

(۲۰۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنی عورت سے حالت حیض میں مجامعت کرے اور اس کے مجذوم یا مبروص بچہ پیدا ہو تو وہ اپنے نفس کو ملامت کرے۔

(۲۰۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک مرتبہ کچھ لوگوں کے بدشکل و بدصورت پیدا ہونے کی وجہ دریافت کی گئی تو آپؑ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کے باپوں نے ان کی ماؤں سے حالت حیض میں مجامعت کی ہے۔

(۲۰۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہم لوگوں سے بغض وہی رکھے گا جو حرام کا پیدا ہو یا اس کی ماں حالت حیض میں حاملہ ہوئی ہو۔

اور جب کنیز خریدی جائے تو اس کو ایک حیض کے ساتھ استبراء کرالیا جائے اور اگر کسی نے کنیز خریدی اور استبراء سے قبل ہی اس سے مجامعت کر لی تو گویا اس نے اپنے ہی مال کے ساتھ زنا کیا۔

اور جب عورت غسل حیض کا ارادہ کرے تو اس پر لازم ہے وہ استبرا کرے اور اس کا استبرا یہ ہے کہ وہ تھوڑی سی روئی اپنی شرمگاہ کے اندر داخل کرے اگر وہاں خون ہوگا تو نکلے گا خواہ مکھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ نکلے۔ اور جب خون نکلے تو غسل نہ کرے اور اگر خون نہ نکلے تو غسل کرے اور جب زردی دیکھے تو اس پر لازم ہے کہ اپنا پیٹ کسی دیوار سے چپکالے اور اپنا بایاں پاؤں اس طرح اُٹھالے جس طرح کتا پیشاب کرتے وقت اُٹھاتا ہے پھر اندر تھوڑی سی روئی ڈالے اگر اس روئی میں خون نکلے تو سمجھے کہ وہ حائض ہے اور اگر خون نہ نکلے تو وہ حائض نہیں ہے۔

اور اگر خون حیض اور خون زخم میں اشتباہ ہو جائے، اس لئے کہ کبھی کبھی فرج میں زخم بھی ہو جاتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ اپنی پشت کے بل لیٹے اور اپنی انگلی اندر داخل کرے اگر خون دائیں جانب سے نکلے تو وہ زخم کا خون ہے اگر بائیں جانب سے نکلے تو حیض کا خون ہے۔

اور اگر عورت کے شوہر نے اس کی بکارت توڑی اور اس کا خون نہیں رکا اور وہ نہیں جانتی کہ یہ خون حیض ہے یا خون بکارت، تو اس پر لازم ہے کہ اندر تھوڑی روئی داخل کرے۔ اب اگر روئی خون سے بھری ہوئی طوق کی شکل میں نکلتی ہے تو یہ خون بکارت ہے اور اگر پورے روئی خون سے ڈوبی ہوئی نکلتی ہے تو وہ خون حیض ہے۔ اور بکارت کا خون شرمگاہ کی لبوں سے تجاوز نہیں کرتا اور خون حیض گرم ہوتا ہے اور شدید حرارت کے ساتھ نکلتا ہے۔ اور خون استحاضہ ٹھنڈا ہوتا ہے وہ بہتا ہے اور اس کو پتہ نہیں ہوتا۔ میرے والد رحمہ اللہ نے مجھے رسالہ بھیجا تھا اس میں انہوں نے یہی لکھا ہے۔

اور اگر عورت خون پانچ دن دیکھے اور طہر پانچ دن دیکھے یا خون چار دن دیکھے اور طہر چھ دن تو ایسی صورت میں جب خون دیکھے تو نماز نہ پڑھے اور جب طہر دیکھے تو نماز پڑھے اور یہ تیس دن کے درمیان ایسا کرتی رہے پس جب تیس دن گزر جائیں پھر بھی خون بہتا ہوا دیکھے تو اسے دھوئے اور اس پر روئی رکھے اور ہر نماز کے وقت استغفار کرے اور اگر زردی دیکھے تو وضو کرے۔

اور اگر کوئی عورت دوران سفر حیض سے پاک ہو مگر اس کے پاس اتنا پانی نہ ہو جو اس کے غسل کے لئے کافی ہو اور نماز کا وقت آجائے تو اگر اس کے پاس اتنا پانی ہے کہ اس سے اپنی شرمگاہ کو دھولے تو اسے دھوئے اور تیمم کرلے اور نماز پڑھے اور اس کے شوہر کے لئے یہ جائز ہے کہ جب وہ اپنی شرمگاہ کو دھولے اور تیمم کرے تو ایسی حالت میں اس سے مجامعت کرے اور عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ حالت حیض میں اپنا بناؤ سنگھار کرے اس لئے کہ اس سے منع کیا گیا ہے۔

(۲۰۴) اور عبیداللہ بن علی حلبی نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حائض عورت کے متعلق دریافت کیا کہ اس کے شوہر کے لئے اس سے کس حد تک جائز ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: عورت کو چاہیے کہ گھٹنے تک کا ایک ازار پہن لے پھر مرد کے لئے یہ جائز ہے کہ اس ازار کے اوپر ہی جو چاہے کرے۔

(۲۰۵) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ آپ نے بیان فرمایا: حضرت میمونہؓ (ام المومنین) کہا کرتی تھیں کہ جب میں حالت حیض میں ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے حکم دیا کرتے تھے کہ تم ازار پہن کر میرے ساتھ بستر میں لیٹ رہا کرو۔

(۲۰۶) نیز آپؑ نے فرمایا کہ ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حالت حیض میں ہوتیں تو نماز ادا نہیں کرتی تھیں بلکہ جب نماز کا وقت آتا تو اپنی شرمگاہ پر روئی رکھ لیا کرتیں اور وضو کر کے مسجد کے قریب بیٹھ جاتیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتی تھیں۔

(۲۰۷) اور امیر المومنین علیہ السلام نے اس عورت کے متعلق جس نے دعویٰ کیا تھا کہ اس کو ایک مہینہ میں تین مرتبہ حیض آیا یہ حکم دیا کہ اس کی ہمراز عورتوں سے پوچھا جائے کہ اس کا یہ گزشتہ حیض جیسا کہ اس نے دعویٰ کیا ہے کیا واقعی حیض تھا اگر وہ سب گواہی دیں تو وہ سچی ہے ورنہ وہ جھوٹی ہے۔

(۲۰۸) اور عمار بن موسیٰ ساباطی نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسی حائض عورت کے متعلق دریافت کیا کہ جو غسل کر رہی ہے مگر اس کے جسم پر زعفران کی ایسی زردی ہے جو پانی سے دور نہیں ہوتی؟ تو آپ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔

اور پھر ایک ایسی ہی عورت کے متعلق سوال کیا جو غسل کرنا چاہتی ہے مگر وہ اپنے بال موباف سے گوندھے ہوئے ہے اور اپنے بال کھولنا نہیں چاہتی تو اس کے لئے کتنا پانی کافی ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اتنا پانی جس کو بال اچھی طرح پی لیں اور وہ تین لپ پانی اپنے سر پر ڈالے دو لپ اپنی دائیں طرف اور دو لپ پانی اپنی بائیں طرف پھر اپنے ہاتھ سارے جسم پر پھیرے۔

(۲۰۹) اور ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے بعض ازواج حالت حیض میں اپنے بالوں کے اندر کنگھی کرتیں اور اپنے سر دھویا کرتی تھیں۔

باب: نفاس اور اس کے احکام

اور جب عورت کوئی بچہ پیدا کرے تو دس دن تک نماز پڑھنا چھوڑ دے مگر یہ کہ وہ خون نفاس سے اس کے پہلے ہی پاک ہو جائے اور اگر خون آنے کا سلسلہ جاری رہے تو اٹھارہ دنوں کے درمیان تک نماز پڑھنا چھوڑ دے اس لئے کہ اسماء بنت عمیس کے وہاں جب حجۃ الوداع میں محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے اور وہ حالت نفاس میں آگئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ اٹھارہ دن تک نماز چھوڑ دیں۔

(۲۱۰) اور روایت کی گئی ہے کہ حالت نفاس میں عورتوں کے نماز چھوڑنے کی حد اٹھارہ دن ہے اس لئے کہ حیض کی کم سے کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن اور اوسط پانچ دن ہے تو اللہ تعالیٰ نے نفاس والی عورتوں کے لئے اقل مدت حیض واوسط مدت حیض اور اکثر مدت حیض کو قرار دیا ہے۔

(۲۱۱) اور عمار بن موسیٰ ساباطی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے ایک ایسی عورت کے متعلق جو ایک دن یا دو دن یا اس سے زیادہ دنوں سے دردزہ میں مبتلا ہے وہ زردی یا خون دیکھتی ہے وہ اپنی نماز کا کیا کرے؟ آپ نے فرمایا: جب تک ولادت نہیں ہوتی وہ نماز پڑھے اور اگر اسے دردزہ ہے تو جب دردزہ سے افاقہ ہو تو نماز پڑھے۔

باب: تیمم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وان کنتم مرضی اوعلی سفر اوجآء احد منکم من الغائط اولا لمستم النساء فلم تجدوا مآءً فتیمموا صعیداً طیباً

فامسحوا بوجوهكم و ايديكم منهُ ،مايريد الله ليجعل عليكم من حرج ولكن يريد ليطهركم وليتمّ نعمته عليكم لعلكم تشكرون (سورۃ المائدہ آیت نمبر ٦) [اور اگر تم مریض ہو (اور پانی نقصان کرے) یا سفر میں ہو یا تم میں کسی کا پائخانہ نکل جائے یا عورت سے صحبت کی ہو اور تم کو پانی میسر نہ ہو (کہ طہارت کرو) تو پاک مٹی پر تیمّم کرلو (اس کا طریقہ یہ ہے کہ) اپنے منہ اور ہاتھوں پر مٹی بھرا ہاتھ پھیر لو۔ خدا تو یہ چاہتا ہی نہیں کہ تم لوگوں پر کسی طرح تنگی کرے۔ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تم لوگوں کو پاک وپاکیزہ کردے اور تم پر اپنی نعمت پوری کردے تاکہ تم شکرگزار بن جاؤ]

(٢١٢) زرارہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ مجھے یہ نہ بتائیں گے کہ آپ کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ مسح سر کے بعض حصہ کا اور پاؤں کے بعض حصہ کا ہے؟ یہ سن کر آپ مسکرائے اور فرمایا: اے زرارہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا اور یہی قران میں نازل ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "فاغسلوا وجوهكم" (سورۂ مائدہ آیت ٦) تو اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ پورے چہرے کو دھونا چاہیے پھر فرمایا "وايديكم الى المرافق" اور چہرے سے دونوں ہاتھوں کی کہنیوں تک کو ملایا اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا ہے۔ پھر کلام میں فصل دیا اور کہا "وامسحوا بروسكم" اور چونکہ بروسكم کہا اور "ب" کی وجہ سے معلوم ہوا کہ مسح سر کے بعض حصے کا کرنا ہے پھر اسی رؤس کے ساتھ ارجلكم الى الكعبين کو ملا کر کہا اس سے معلوم ہوا کہ سر کی طرح دونوں پاؤں کے ٹخنے تک بعض حصے کا مسح کرنا ہے۔ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تفسیر بھی کردی تھی لیکن لوگوں نے اس کو ضائع کردیا۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ "فلم تجدوا مآء فتيمموا صعيداً طيباً فامسحوا بوجوهكم" یعنی (اگر پانی نہ پاؤ تو پاک صاف مٹی پر تیمّم کرو اور اپنے چہروں پر مسح کرلو) پس جس کو پانی نہ ملے اس کے لئے وضو کو ہٹا کر غسل کے بعض حصے پر مسح رکھ دیا اور بعض حصے کے لئے وجوهكم کے "ب" کو رکھا گیا ہے (جو بعض کے معنی دیتا ہے) پھر اس کے ساتھ "وايديكم منه" کو ملایا یعنی اس تیمّم میں ان کو بھی شریک کردیا۔ اس لئے کہ اس کو علم ہے کہ یہ مٹی ہاتھ کے تھوڑے سے حصے پر لگی ہے اس لئے یہ پورے چہرے پر نہیں چل سکتی۔ پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مايريد الله ليجعل عليكم من حرج (اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ نہیں کہ تم لوگوں پر کوئی حرج واقع ہو) اور حرج کے معنی تنگی کے ہیں۔

(٢١٣) زرارہ کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سفر کے دوران حضرت عمار سے کہا مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم جنب ہوئے پھر تم نے کیا کیا؟ عمار نے کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے مٹی پر لوٹ لگائی۔ آپ نے فرمایا: اس طرح تو گدھے لوٹ لگاتے ہیں، تم نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ یہ کہہ کر آپ نے زمین کی طرف اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے اور انہیں مٹی پر رکھا پھر اپنی انگلیوں اور ہتھیلیوں سے پیشانی کا مسح کیا پھر ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی پشت پر مسح کیا پھر آپ نے اس کا اعادہ نہیں کیا۔

لہٰذا اگر کوئی شخص وضو کے بدلے تیمّم کرے تو ایک مرتبہ زمین پر ہاتھ مارے پھر ان دونوں کو جھاڑے اور ان دونوں سے اپنی پیشانی اور دونوں ابروؤں کا مسح کرے اور اپنے دونوں پشت دست پر مسح کرے اور اگر غسل جنابت کے بدلے تیمّم کرتا ہے تو ایک مرتبہ دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر دونوں کو جھاڑے اور ان دونوں سے اپنی پیشانی اور دونوں ابروؤں پر مسح کرے اس کے بعد پھر زمین پر دوبارہ ہاتھ مارے اور اس سے اپنے دونوں پشت کف دست پر مسح کرے پہلے داہنی پشت کف دست پر پھر بائیں پشت کف دست پر۔

(٢١٤) ایک مرتبہ عبیداللہ بن علی حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جب وہ جنب ہوا تو اسے پانی نہیں ملا۔ آپ نے فرمایا: وہ پاک مٹی سے تیمّم کرلے اور جب پانی ملے تو غسل کرلے اور وہ (تیمّم کے ساتھ پڑھی ہوئی) نماز کا اعادہ نہیں کرے گا۔ نیز ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو پانی کے کنوئیں کی طرف سے گزر رہا ہے مگر اس کے پاس ڈول نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: اس پر یہ فرض نہیں کہ کنوئیں میں اترے اس لئے کہ پانی کا رب بھی وہی ہے جو زمین کا رب ہے۔ اسے چاہیے کہ تیمّم کرلے۔ نیز ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا کہ

وہ جنب ہوتا ہے لیکن اس کے پاس پانی اتنا ہی ہے جو نماز کے لئے وضو کرنے کو کافی ہو اب وہ وضو کرے یا تیمّم کرے۔ آپ نے فرمایا: نہیں وہ تیمّم کرے گا کیا تم نہیں دیکھتے کہ اسے نصف وضو قرار دیا گیا ہے۔ اور جب تیمّم کیے ہوئے شخص کو پانی مل جائے اور اسے امید ہو کہ دوسرا پانی بھی مل سکتا ہے یا اس کا خیال ہو کہ جب چاہیں گے مل جائے گا لیکن اب اس کا ملنا مشکل ہو گیا مگر جوں ہی اس کی نظر پانی پر پڑی اس کا تیمّم ٹوٹ گیا اب اس پر لازم ہے کہ وہ دوبارہ تیمّم کرے۔ اور اگر اس نے تیمّم سے نماز شروع کردی ہے کہ اتنے میں پانی مل گیا تو اگر اس نے ابھی رکوع نہیں کیا ہے تو نماز توڑے وضو کرے اور نماز پڑھے اور اگر اس نے رکوع کر لیا ہے تو پھر اپنی وہی نماز جاری رکھے اس لئے کہ تیمّم بھی تو دو طہارتوں میں سے ایک ہے اور جس نے تیمّم کر لیا پھر پانی مل گیا تو اگر وہ جنب تھا تو غسل کرے اور اگر جنب نہیں تھا تو وضو کرے اور اگر کسی نے تیمّم سے نماز پڑھ لی ہے کہ پانی مل گیا اور ابھی اس نماز کا وقت مزید ہے اور اس کی نماز ہو چکی تو اس کو اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

(۲۱۵) زرارہ اور محمد بن مسلم دونوں کا بیان ہے کہ ہم دونوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جسے پانی نہیں ملا اور نماز کا وقت آ گیا اس نے تیمّم کیا اور ابھی دو رکعت نماز پڑھی تھی کہ پانی مل گیا تو کیا اب وہ ان دونوں رکعتوں کو توڑ دے اور قطع کر دے اور وضو کر کے پھر سے نماز پڑھے؟ آپ نے فرمایا: نہیں وہ اپنی نماز جاری رکھے گا نہ توڑے گا نہ قطع کرے گا صرف پانی آ جانے کی وجہ سے اس لئے کہ جب اس نے نماز پڑھنا شروع کیا تھا تو تیمّم کر کے با طہارت تھا۔ زرارہ کا بیان کہ میں نے آنجنابؑ سے عرض کیا: اچھا وہ با تیمّم تھا اور اس نے ایک رکعت نماز پڑھی تھی کہ اس سے حدث (ریح) صادر ہو گیا اور پانی بھی ہاتھ آ گیا؟ آپ نے فرمایا: وہ نماز چھوڑ کر وضو کرے گا اور وہ نماز پڑھے گا جس کو اس نے تیمّم کے ساتھ شروع کیا تھا۔

(۲۱۶) اور عمار بن موسیٰ ساباطی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا وضو کے بدلے غسل جنابت اور عورتوں کے غسل حیض کے بدلے تیمّم یہ سب برابر ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔

(۲۱۷) اور محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس کو پھوڑے اور زخم ہو جایا کرتے ہیں اور اسی میں وہ جنب ہوتا ہے تو آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں وہ تیمّم کرے اور غسل نہ کرے۔

(۲۱۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: شخص مبطون (پیٹ کی بیماری میں مبتلا) اور کسیر (جس کے اعضاء شکستہ ہوں) تیمّم کریں گے غسل نہیں کریں گے۔

(۲۱۹) ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فلاں شخص کو چیچک نکلی ہوئی تھی اور اسی حالت میں وہ جنب ہو گیا تو لوگوں نے اس کو غسل کرا دیا اور وہ مر گیا۔ آپ نے فرمایا: لوگوں نے اس کی جان لے لی، انہوں نے کسی سے پوچھ کیوں نہ لیا؟ اسے تیمّم کیوں نہیں کرا دیا؟ ناواقفیت کا علاج تو پوچھ لینا ہے۔

(۲۲۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کو چیچک نکلی ہوئی تھی اور اسی میں وہ جنب ہو گیا۔ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ خود سے جنب ہوا ہے تو غسل کرے گا اور اسے احتلام ہوا ہے تو تیمّم کرے گا اور جب شخص اگر ٹھنڈک کی وجہ سے اپنی ذات کو خطرہ محسوس کرے تو تیمّم کر لے۔

(۲۲۱) اور معاویہ بن میسرہ نے آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جو سفر میں ہے اس کو پانی نہیں ملا تو اس نے تیمّم کر کے نماز پڑھ لی پھر چلتے ہوئے ایسے مقام پر پہنچا جہاں پانی ہے اور اس نماز کا ابھی وقت باقی ہے۔ کیا وہ اپنی اسی تیمّم سے پڑھی ہوئی نماز کو کافی سمجھے یا وضو کرے اور دوبارہ نماز پڑھے؟ آپؑ نے فرمایا: اس کی وہی تیمّم سے پڑھی ہوئی نماز ہو گئی (پھر سے نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں) اس لئے کہ پانی کا رب بھی تو وہی ہے جو مٹی کا رب ہے۔

(۲۲۲) اور ایک مرتبہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں تو ہلاکت میں پڑ گیا۔ غسل کے لئے پانی موجود نہ تھا اور میں نے (عورت سے) مجامعت کر لی۔ ان کا بیان ہے کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک محمل کے لئے حکم دیا اور ہم دونوں پانی کے ساتھ اس کے پردے میں ہو گئے اور میں نے بھی غسل کیا اور عورت نے بھی غسل کر لیا اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! تمہارے لئے یہ پاک صاف مٹی (یعنی اس پر تیمم) دس سال کے لئے بھی کافی تھی۔ اور جب کوئی شخص حالت سفر میں جنب ہو جائے اور اس کے پاس اتنا ہی پانی ہو کہ جس سے وضو کرے تو وہ وضو نہیں کرے گا تیمم کرے گا لیکن اگر وہ یہ جانتا ہے کہ وقت نماز فوت ہونے سے پہلے اس کو پانی مل جائے گا (اور وہ غسل کر کے نماز پڑھ لے گا تو تیمم بھی نہیں کرے گا)۔

(۲۲۳) اور عبدالرحمٰن بن ابی نجران نے حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے سوال کیا تین افراد کے متعلق جو سفر میں ہیں۔ ایک ان میں سے جنب ہے، ایک مر گیا ہے اور ایک بے وضو ہے اور نماز کا وقت آ گیا ہے اور ان کے پاس صرف اتنا ہی پانی ہے کہ جو صرف ایک کے لئے کافی ہو تو وہ لوگ کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: جنب والا شخص غسل کرے گا اور میت کو تیمم کے ساتھ دفن کر دیا جائے گا اور جو بے وضو ہے وہ بھی تیمم کرے گا اس لئے کہ غسل جنابت فرض ہے اور غسل میت سنت ہے اور بے وضو شخص کے لئے تیمم جائز ہے۔

(۲۲۴) اور محمد بن حمران نہدی اور جمیل ابن درّاج نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ قوم کا ایک امام جماعت ہے وہ جنابت میں مبتلا ہو گیا اور وہ سفر میں ہے اس کے پاس اتنا پانی نہیں جو اس کے غسل کے لئے کافی ہو کیا جماعت میں کوئی اور شخص وضو کر کے جماعت کو نماز پڑھا دے۔ آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ وہی امام جو جنب ہو گیا ہے وہ تیمم کرے گا اور لوگوں کو نماز پڑھائے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی کو بھی اس طرح طاہر بنایا ہے جس طرح پانی کو طاہر بنایا ہے۔

(۲۲۵) اور عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا کہ جسے جنابت ہو گئی اور ٹھنڈی رات ہے اور اسے خطرہ ہے کہ اگر غسل کیا تو تلف ہو جائے گا؟ تو آپ نے فرمایا: وہ تیمم کر کے نماز پڑھے اور جب ٹھنڈک کا خطرہ نہ ہو تو غسل کرے اور اس نماز کو پھر سے پڑھے (بشرطیکہ اس نے خود سے اپنے کو جنب کیا ہو) اور اگر کوئی شخص اس حال میں ہو کہ گیلی مٹی کے سوا اس کو کچھ نہیں مل سکتا تو اسی پر تیمم کرے گا اس لئے کہ جب اس کے پاس کوئی خشک کپڑا اور کوئی نمدا بھی نہیں جس کی گرد پر وہ تیمم کر سکے تو اللہ تعالیٰ سب سے بڑا عذر کو قبول کرنے والا ہے اور اگر کوئی شخص یوم جمعہ یا یوم عرفہ اژدھام کے بیچ میں ایسا پھنسا ہو کہ لوگوں کی کثرت کی وجہ سے وہ مسجد سے نکل نہ سکتا ہو تو پھر تیمم کر کے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ لے اور جب وہاں سے واپس ہو تو پھر دوبارہ نماز پڑھے۔ اور جس شخص کے پاس پانی موجود تھا مگر وہ بھول گیا تھا اور تیمم سے نماز پڑھ لی پھر اسے نماز کا وقت نکلنے سے پہلے یاد آیا کہ پانی تو موجود ہے تو وہ دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھے گا اور اگر کسی شخص کو مسجدوں میں سے کسی مسجد کے اندر احتلام ہو گیا تو وہ اس مسجد سے نکل کر غسل کرے گا سوائے مسجد الحرام اور مسجد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس لئے کہ اگر ان دونوں مسجدوں میں سے کسی ایک کے اندر کسی شخص کو احتلام ہو گیا ہے تو وہ وہیں تیمم کرے گا اور اس کے بعد نکلے گا اس لئے کہ بغیر تیمم کیے وہ اس میں چلے گا بھی نہیں۔

باب: غسل جمعہ اور آداب حمام اور طہارت و زینت کے احکامات

(۲۲۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہے وہ حمام میں بغیر ازار کے داخل نہ ہوگا۔ نیز آپ نے زیر آسمان بغیر ازار پہنے نہانے کو منع فرمایا۔ نیز بغیر ازار پہنے دریا کے اندر داخل ہونے کو بھی منع فرمایا اور کہا کہ پانی میں بھی اس کے اندر رہنے والے اور اس کے ساکنین ہیں۔ اور روز جمعہ کا غسل مردوں اور عورتوں پر سفر حضر دونوں میں واجب ہے لیکن پانی کی قلت کی وجہ سے عورتوں کو رخصت ہے (کریں یا نہ کریں) جو شخص سفر میں ہے اور اسے پنجشنبہ کو پانی مل گیا اور ڈر ہے کہ روز جمعہ پانی نہیں ملے گا تو کوئی حرج نہیں اگر روز جمعہ کے لئے پنجشنبہ کو غسل کر لے

پھر اگر روز جمعہ پانی ملے تو غسل کرے اور اگر نہ ملے تو پنجشنبہ کا غسل ہی اس کے لئے کافی ہے۔

(۲۲۷) چنانچہ روایت کی گئی ہے۔ حسن بن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے اور انہوں نے روایت کی ہے اپنی والدہ اور احمد بن موسیٰ علیہ السلام سے ان دونوں کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے ساتھ صحرا میں تھے اور بغداد جانے کا ارادہ کر رہے تھے تو پنجشنبہ کے دن ہم سے فرمایا تم دونوں کل جمعہ کے دن کے لئے آج ہی (پنجشنبہ کے دن) غسل کر لو اس لئے کہ پانی کل کم رہ جائے گا۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ پس ہم نے جمعہ کے لئے پنجشنبہ ہی کے دن غسل کر لیا۔ اور روز جمعہ کا غسل سنت واجبہ ہے اور طلوع فجر سے لے کر زوال کے قریب تک یہ غسل جائز ہے مگر قریب بہ زوال افضل ہے اور جو شخص قبل زوال غسل کرنا بھول جائے یا کسی سبب سے چھوڑ دے تو بعد عصر یا ہفتہ کے دن غسل کرے اور جمعہ کی نیت سے غسل اسی طرح جائز ہے، جس طرح نماز جمعہ کے لئے روانگی کی نیت سے جائز ہے اور اس میں غسل سے پہلے وضو ہوگا اور جمعہ کے لئے غسل کرنے والا یہ کہے اَللّٰھُمَّ طَھِّرْنِیْ وَطَھِّرْ قَلْبِیْ وَاَنْقِ غَسْلِیْ وَاَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مُحَبَّةً مِنْکَ [اے اللہ مجھے پاک کر دے اور میرے دل کو پاک کر دے اور میرے غسل کو صاف ستھرا کر دے اور میری زبان پر اپنی محبت (مدح) جاری کر]۔

(۲۲۸) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص غسل جمعہ کرے اور یہ کہے۔ اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ [میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اے اللہ تو درود بھیج محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) و آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اور مجھے توبہ کرنے والوں میں قرار دے اور مجھے پاک و طاہر رہنے والوں میں شامل کر دے] تو وہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک طاہر اور پاک ہوگیا۔

(۲۲۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: یوم جمعہ کا غسل طہارت ہے اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

(۲۳۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے غسل جمعہ کے سبب کے متعلق فرمایا کہ انصار اپنے مال مویشیوں میں کام کیا کرتے تھے اور جب جمعہ کا دن ہوتا تو مسجد میں آتے اور لوگوں کو ان کی بغلوں اور جسموں کی بو سے اذیت ہوتی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسل کا حکم دیا اور اس طرح یہ ایک سنت جاریہ ہوگئی۔

(۲۳۱) اور روایت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز فریضہ کی کمی کو نماز نافلہ سے پورا کیا اور فرض روزوں کی کمی کو مستحب روزوں سے پورا کیا اور وضو کی کمی کو روز جمعہ کے غسل سے پورا کیا۔

(۲۳۲) یحییٰ بن سعید اھوازی نے احمد بن محمد بن ابی نصر سے اور انہوں نے محمد بن حمران سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب تم حمام میں داخل ہو تو اپنے کپڑے اتارتے وقت کہو۔ "اَللّٰھُمَّ انْزِعْ عَنِّیْ رِبْقَةَ النِّفَاقِ وَثَبِّتْنِیْ عَلَی الْاِیْمَانِ" (اے اللہ تو نفاق کا پھندا میرے گلے سے نکال اور مجھے ایمان پر ثابت قدم رکھ) اور جب (حمام کے) پہلے حجرے میں داخل ہو تو کہو۔ "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ، وَاَسْتَعِیْذُبِکَ مِنْ اَذَاہُ" (اے اللہ میں اپنے نفس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس کی اذیتوں سے تیری پناہ کا خواہاں ہوں) اور جب دوسرے حجرے میں داخل ہو تو کہو۔ "اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنِّی الرِّجْسَ النَّجِسَ وَطَھِّرْ جَسَدِیْ وَ قَلْبِیْ" (اے اللہ تو مجھ سے پلیدگی اور نجاست کو دور رکھ اور میرے بدن اور قلب کو پاک رکھ) اور تھوڑا گرم پانی لو اور اسے سر پر ڈالو اس میں سے تھوڑا سا اپنے دونوں پیروں پر ڈالو اور اگر ممکن ہو تو اس میں سے ایک گھونٹ پانی نگل جاؤ اس لئے کہ یہ مثانہ کو صاف کر دیتا ہے پھر ایک ساعت دوسرے حجرے میں ٹھہرو اور جب تیسرے حجرے

میں داخل ہوتو یہ کہو۔ "نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ النَّارِ وَنَسْاَلُہُ الْجَنَّۃَ" (ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں آگ سے اور جنت طلب کرتے ہیں) اور گرم حجرے سے نکلتے وقت تک اس کا ورد کرتے رہو اور حمام میں ٹھنڈا پانی یا شراب ہرگز نہ پینا اس لئے کہ یہ معدہ کو فاسد کر دیتا ہے اور اپنے اوپر ٹھنڈا پانی ہرگز نہ ڈالو یہ بدن کو ضعیف کر دیتا ہے اور جب نکلو تو اپنے قدموں پر ٹھنڈا پانی ڈالو اس لئے کہ یہ تمہارے جسم سے مرض کو کھینچ لیگا اور تم اپنا لباس پہنو تو یہ کہو۔ "اَللّٰھُمَّ اَلْبِسْنِی التَّقْوٰی وَ جَنِّبْنِیْ الرَّدٰی" (اے اللہ تو مجھے تقویٰ کا لباس پہنا اور مجھے ہلاکت سے بچالے) جب تم ایسا کرو گے تو تمام بیماریوں سے محفوظ رہو گے اور اگر تم ازار پہنے ہوئے ہو تو حمام کے اندر قرآن کی تلاوت میں کوئی حرج نہیں اس طرح کہ آواز نہ نکلے۔

(۲۳۳) ایک مرتبہ محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ امیر المومنین علیہ السلام حمام میں قرات قرآن سے منع فرمایا کرتے تھے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں انہوں نے اس سے منع فرمایا کہ انسان برہنہ ہو اور قرات قرآن کرے اور اگر وہ ازار پہنے ہوئے ہے تو کوئی حرج نہیں۔

(۲۳۴) ایک مرتبہ علی بن یقطین نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے عرض کیا کہ کیا میں حمام کے اندر قرات (قرآن) اور نکاح کرسکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

(۲۳۵) ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول خدا "قل للمومنین یغضوا من ابصار ھم ویحفطوا فرو جھم ذٰلِکَ از کی لھم" (سورہ نور آیت نمبر ۳۰) (مومنوں سے کہہ دو کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ ہے) کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: کتاب خدا میں جہاں شرمگاہ کی حفاظت کا ذکر ہے ان سے مراد زنا سے حفاظت ہے سوائے اس آیت کے یہاں مراد یہ ہے کہ شرمگاہ کی حفاظت کرو تا کہ اسے کوئی نہ دیکھے۔

(۲۳۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: کسی مردِ مسلم کی شرمگاہ پر نظر کرنا مکروہ ہے لیکن کسی غیر مسلم کی شرمگاہ پر نظر کرنا ایسا ہے جیسے گدھے کی شرمگاہ پر نظر کرنا۔

(۲۳۷) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: حمام بھی کیا اچھا گھر ہے جو جہنم کو یاد دلاتا ہے اور میل کچیل کو دور کرتا ہے۔

(۲۳۸) نیز امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: حمام خانہ بھی کتنی بری جگہ ہے جو پردہ کو چاک کرتا (انسان کو برہنہ کرتا) اور حیا کو دور کرتا ہے۔

(۲۳۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حمام خانہ کتنی بری جگہ ہے کہ جو انسان کو برہنہ کرتا اور شرمگاہ کو کھول دیتا ہے اور حمام خانہ کتنی اچھی ہے کہ جو جہنم کی گرمی کو یاد دلاتا ہے اور یہ آداب میں داخل ہے کہ کوئی شخص اپنے لڑکے کو ساتھ لے کر حمام نہ جائے کہ وہ اس کی شرمگاہ کو دیکھے۔

(۲۴۰) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنی زوجہ کو حمام نہیں بھیجتا۔

(۲۴۱) اور امام علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص اپنی عورت کی اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیگا تو آپ سے پوچھا گیا کہ وہ اطاعت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: عورت اس سے غم و شادی کے مجمع میں اور حمام میں جانے کی اور باریک لباس پہننے کی استدعا کرے اور مرد اسے منظور کرے۔

(۲۴۲) ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا ایک ایسے شخص کے متعلق جس نے غسل یوم جمعہ کو بھول کر یا عمداً چھوڑ دیا؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اس نے بھول کر چھوڑا ہے تو اس کی نماز پوری ہے اور اگر اس نے عمداً چھوڑا ہے تو اسے چاہیے کہ اللہ سے طلب مغفرت کرے اور اس کا اعادہ نہ کرے۔

(۲۴۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تم حمام میں مسواک نہ کرو اس سے گردوں کی چربی پگھل جاتی ہے۔ حمام میں کنگھی نہ کرو اس سے بال باریک اور کمزور ہو جاتے ہیں اپنے سر کو مٹی سے نہ دھوؤ اس سے چہرہ بدشکل ہو جاتا ہے (اور ایک حدیث میں ہے کہ اس سے غیرت چلی جاتی

ہے) بدن کو ٹھیکرے یا جھانوے سے نہ رگڑو اس سے برص کا مرض پیدا ہوتا ہے۔ ازار سے چہرہ نہ پونچھو اس سے چہرے کی رونق چلی جاتی ہے۔

اور روایت کی گئی ہے کہ مٹی سے مراد مصر کی مٹی اور ٹھیکرے اور جھانوے سے مراد شام کا ٹھیکرا اور جھانوہ ہے اور حمام میں مسواک کرنے سے دانتوں کا مرض پیدا ہوتا ہے اور حمام کے استعمال شدہ پانی (غسالہ) سے طہارت کرنا جائز نہیں ہے۔

(۲۴۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: بروز جمعہ تم میں سے ہر ایک اپنی زینت کرے، غسل کرے، خوشبو لگائے، کنگھی کرے، بہت صاف ستھرے لباس پہنے اور جمعہ کے لئے آمادہ ہو اور اس دن سکون و وقار کے ساتھ رہے اور اپنے رب کی اچھی طرح عبادت کرے اور حسب استطاعت خیر و خیرات کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ (بروز جمعہ) زمین کی طرف ملتفت ہوتا ہے تا کہ نیکیوں میں اضافہ کرے۔

(۲۴۵) حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے فرمایا: تم لوگ حمام میں نہار منہ نہ جاؤ، جب تک کچھ کھا نہ لو حمام میں داخل نہ ہو۔

(۲۴۶) بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام حمام سے نکلے، اپنا لباس پہنا اور عمامہ سر پر رکھا۔ اس کا بیان ہے کہ پھر میں نے گرمی ہو یا جاڑا حمام سے نکلتے وقت عمامہ نہیں چھوڑا۔

(۲۴۷) حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے فرمایا: حمام کسی کسی دن جانا چاہیے اس سے گوشت بڑھتا ہے اور روزانہ حمام گردے کی چربی کو پگھلا دیتا ہے۔

(۲۴۸) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام حمام کے اندر جسم پر طلا (مالش یا لیپ) کرایا کرتے تھے جب شرمگاہ کی حد آتی تو طلاء کرنے والے سے فرماتے تم ہٹ جاؤ پھر خود وہاں طلاء لگایا کرتے۔ اور جو شخص خود طلاء کرتا ہے اس کے لئے کوئی حرج نہیں جو پوشش کو ہٹالے اسی لئے کہ نورہ خود پوشش ہے۔

(۲۴۹) ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام حمام تشریف لائے تو حمام والے نے کہا: میں آپ کے لئے الگ انتظام کر دوں؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں مومن ہلکے پھلکے سامان والا ہوتا ہے۔

(۲۵۰) عبید اللہ مرافقی سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں شہر مدینہ میں ایک حمام کے اندر گیا تو حمام کا مہتمم ایک بوڑھا شخص تھا۔ میں نے پوچھا: اے شیخ یہ حمام کس کا ہے؟ اس نے کہا: یہ امام محمد باقر علیہ السلام کا حمام ہے۔ میں نے کہا: کیا وہ اس میں آیا کرتے تھے؟ اس نے کہا: ہاں۔ میں نے پوچھا: پھر وہ کیا کرتے تھے؟ اس نے کہا: جب وہ حمام میں داخل ہوتے تو پہلے اپنے پیڑو اور اس کے آس پاس طلاء کرتے پھر اس پر ازار لپیٹ لیتے پھر مجھے آواز دیتے اور میں آپ کے سارے جسم پر طلاء کیا کرتا ایک دن میں نے ان سے کہا وہ چیز جس کو آپ ناپسند کریں گے کہ میں اسے دیکھوں آپ نے اسے دیکھا ہے انہوں نے کہا: ہرگز نہیں نورہ خود پردہ ہوتا ہے۔

(۲۵۱) عبد الرحمٰن بن مسلم المعروف بہ سعدان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حمام کے وسطی حجرہ میں تھا کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نورہ لگائے اور اس پر ازار پہنے ہوئے داخل ہوئے اور بولے: السلام علیکم۔ تو میں نے جواب سلام دیا اور اس حجرے میں داخل ہو گیا جس میں حوض تھا وہاں غسل کیا اور نکل آیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص حمام میں ازار پہنے ہوئے ہو سلام کر سکتا ہے اور جن احادیث میں حمام کے اندر سلام کرنے کو منع کیا گیا ہے وہ اس شخص کے لئے ہے جو ازار پہنے ہوئے نہ ہو۔

(۲۵۲) حنان بن سُدیرؒ نے اپنے والد سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں، میرے والد، میرے دادا اور میرے چچا مدینہ کے اندر ایک حمام میں گئے تو وہاں کپڑے اتارنے کے حجرے میں ایک صاحب ملے انہوں نے ہم لوگوں سے پوچھا: تم لوگ کہاں کے ہو؟ ہم لوگوں نے جواب دیا:

ہم لوگ اہل عراق سے ہیں۔ انہوں نے پوچھا: عراق میں کہاں کے؟ ہم لوگوں نے کہا: ہم لوگ کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے کہا: اے کوفہ کے رہنے والو! مرحبا خوش آمدید تم لوگ تو یگانے ہو بیگانے نہیں ہو پھر کہا: مگر تم لوگوں کو ازار پہننے سے کیا امر مانع ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: مومن پر دوسرے مومن کی شرمگاہ پر نظر کرنا حرام ہے۔ اس پر میرے چچا نے سوتی کپڑے کا ایک تھان بھیجدیا جس کے چار ٹکڑے کیے گئے اور ہر ایک نے ایک ایک ٹکڑا لے لیا اس کے بعد ہم لوگ حمام میں داخل ہوئے اور ابھی ہم لوگ گرم حجرے میں تھے کہ انہوں نے میرے دادا کی طرف رخ کیا اور کہا: اے پیر مرد تمہیں خضاب سے کس امر نے روک دیا ہے؟ میرے دادا نے جواب دیا: میں نے ان کی صحبت کو درک کیا (سمجھا) ہے جو مجھ سے اور آپ سے بہتر تھے۔ انہوں نے پوچھا: وہ کون جو مجھ سے بہتر تھے؟ میرے دادا نے کہا: میں علی ابن ابی طالبؑ کی صحبت میں رہا وہ خضاب نہیں لگاتے تھے یہ سن کر انہوں نے سر جھکا لیا اور پسینہ ٹپکنے لگا اور فرمایا: تم نے سچ کہا اور اچھا کیا۔ پھر فرمایا: اے پیر مرد اگر تم خضاب لگاؤ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی خضاب لگایا ہے اور وہ علی علیہ السلام سے بہتر تھے اور اگر اسے ترک کرو تو تمہارے لئے علی علیہ السلام نمونہ عمل ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ حمام سے نکلے اور کپڑے اتارنے کے حجرے میں آئے تو ان صاحب کے متعلق دریافت کیا معلوم ہوا کہ وہ علی ابن ابی الحسین علیہما السلام اور ان کے ساتھ ان کے فرزند محمدؑ بن علیؑ تھے۔

اس حدیث میں ہے کہ امام کے لئے یہ روا ہے کہ وہ اپنے فرزند کے ساتھ حمام میں جائیں جو امام ہو غیر امام نہ ہو اس لئے کہ امام صغر سنی اور کبر سنی دونوں میں معصوم ہوتا ہے، اس کی نظر کسی کی شرمگاہ پر نہیں پڑے گی خواہ حمام ہو یا غیر حمام۔

(۲۵۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ران کا شمار شرمگاہ میں نہیں ہے۔

(۲۵۴) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: نورہ پاک وصاف کرنے والی چیز ہے۔

(۲۵۵) حضرت ابوالحسن بن جعفر علیہما السلام نے فرمایا: تم لوگ اپنے اپنے جسم کو بالوں سے صاف کرلیا کرو یہ امر حسن ہے۔

(۲۵۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص نورہ لگانا چاہے تو اسے تھوڑا سا لے اور اپنی ناک کے کنارے پر رکھے اور کہے۔ "اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ سُلَيْمَانَ بْنَ دَاوُدَ عَلَيْهِمَا السَّلَام كَمَا اَمَرْنَا بِالنُّوْرَهِ" (اے اللہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام پر اپنی رحمت نازل کر جیسا کہ انہوں نے ہم لوگوں کو نورہ کا حکم دیا) تو ان شاء اللہ تعالیٰ نورہ اسے نہیں جلائے گا۔

(۲۵۷) روایت کی گئی ہے کہ جو شخص نورہ لگا کر بیٹھے ڈرے کہ فتق کا مرض نہ ہو جائے۔

(۲۵۸) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: میں مومن کے لئے یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ ہر پندرہ دن پر نورہ لگائے۔

(۲۵۹) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہر پندرہ دن پر نورہ لگانا سنت ہے اور اگر بیس دن گزر جائیں تو قرض لے لو، اللہ تعالیٰ اس کا ذمہ دار ہے (یعنی اگر تنگدستی کی وجہ سے نورہ خریدنے کی سکت نہ ہو)۔

(۲۶۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مرد اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ چالیس دن سے زیادہ اپنے پیڑو کا بال صاف کرنا نہیں چھوڑے گا اور جو عورت اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے وہ بیس دن سے زیادہ اسے نہیں چھوڑے گی۔

(۲۶۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے مرد اور عورت اپنے پیٹ (پیڑو) کے بال مونڈے۔

(۲۶۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام حمام کے اندر اپنے دونوں بغل میں نورہ کا طلاء کرتے اور فرماتے کہ بغلوں کے بال اکھیڑنے سے کاندھے کمزور اور ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور نگاہ کمزور ہو جاتی ہے۔

(۲۶۳) اور امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کا مونڈنا بال اکھاڑنے سے بہتر ہے اور اس پر نورہ لگانا بال مونڈنے سے بہتر ہے۔

(۲۶۴) حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ بغل کے بال اکھاڑنے سے بدبو دور ہو جاتی ہے اور یہ پاکی وصفائی ہے اور سنت ہے طیب علیہ وآلہ السلام نے اس کا حکم دیا ہے۔

(۲۶۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے بغلوں کے بال نہ بڑھائے اس لئے کہ شیطان اس میں اپنی کمین گاہ (رہنے کی جگہ بناتا) اور اس میں چھپا رہتا ہے۔

جو شخص حالت جنب میں ہے اس کا نورہ لگانے میں کوئی حرج نہیں یہ تو اور زیادہ صفائی کرتا ہے۔

(۲۶۶) امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان کیا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: آدمی کو چاہیے کہ وہ چہار شنبہ (بدھ) کو نورہ لگانے سے پرہیز کرے اس لئے کہ یہ دن پورا کا پورا نحس ہے باقی تمام دنوں میں نورہ لگانا جائز ہے۔

(۲۶۷) اور روایت کی گئی ہے کہ روز جمعہ (نورہ لگانا) برص کا مرض پیدا کرتا ہے۔

(۲۶۸) ریان بن صلت نے ایک شخص سے روایت کی ہے جس نے ان سے بیان کیا اور اس نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جو شخص بروز جمعہ نورہ لگائے اور مرض برص میں مبتلا ہو تو اپنے سوا کسی کی ملامت نہ کرے۔

اور کوئی حرج نہیں اگر آدمی حمام کے اندر ستو، آٹے اور بھوسی چوکر سے اپنے جسم کو ملے اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ اگر آٹے میں تیل ملا ہوا ہو اسے ملے۔ اور جو چیز بدن کو نفع پہنچاتی ہے اس کا شمار اسراف میں نہیں ہے۔ اسراف میں اس چیز کا شمار ہے جس کے اندر مال تلف ہو اور بدن کے لئے مضر ہو۔

(۲۶۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص طلاء کرے اور مہندی کا خضاب لگائے اللہ تعالیٰ اس کو دوسری مرتبہ طلاء کرنے تک تین چیزوں سے محفوظ رکھے گا۔ جذام سے، برص سے اور بالخورہ کی بیماری سے۔

(۲۷۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: نورہ کے بعد مہندی لگانا جذام اور برص سے محفوظ رکھتا ہے۔

(۲۷۱) اور روایت کی گئی ہے کہ جو شخص طلاء کرے، مہندی سے اپنے جسم کو (بطور ابٹن) سر سے لے کر پاؤں تک ملے تو اللہ تعالیٰ اس سے فقر کو دور کر دیتا ہے۔

(۲۷۲) رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ مہندی کا خضاب لگاؤ اس سے آنکھیں روشن ہوتی ہیں، بال اگتے ہیں اور اچھی خوشبو پیدا ہوتی ہے اور زوجہ سکون پاتی ہے۔

(۲۷۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: مہندی بدبو دور کر دیتی ہے، چہرے کی آب بڑھاتی ہے، خوشبو اچھی ہو جاتی ہے، بچہ حسین پیدا ہوتا ہے۔

اور کوئی حرج نہیں اگر آدمی حمام میں زعفران سے بنی ہوئی خوشبو کو ملے اور ہاتھ کے پھٹنے کے علاج کے لئے اس کو ہاتھ پر ملے اور اس کی مداومت (ہمیشہ) مستحب نہیں ہے۔ اور نہ یہ کہ اس کا نشان دیکھا جائے۔

(۲۷۴) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: مہندی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہدیہ ہے اور یہ سنت ہے۔

(۲۷۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کسی رنگ کا خضاب ہو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲۷۶) ایک مرتبہ حسن بن جہم حضرت ابی الحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ سیاہ رنگ کا خضاب لگائے ہوئے تھا۔ تو آپ نے فرمایا: خضاب لگانے میں بھی ثواب ہے اور خضاب لگانے اور خود کو زیب و زینت کے ساتھ رکھنا یہ ان چیزوں میں سے ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ

عورتوں کی عفت میں اضافہ کرتا ہے اور شوہروں کے زیب وزینت کے چھوڑ دینے سے عورتوں نے اپنی عفت بھی چھوڑ دی ہے۔ راوی نے عرض کیا کہ ہمیں خبر ہوئی ہے کہ مہندی سے بڑھاپے میں اضافہ ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: بڑھاپے کو کون سی چیز زیادہ کرے گی بڑھاپا تو خود ہر روز بڑھا کرتا ہے۔

(۲۷۷) ایک مرتبہ محمد بن مسلم نے امام محمد باقر علیہ السلام سے خضاب کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خضاب لگایا کرتے تھے اور ہم لوگوں کے پاس یہ ان کے بال ہیں۔

(۲۷۸) روایت کی گئی ہے آنجناب علیہ السلام کے سر اور داڑھی میں سترہ (۱۷) سفید بال تھے۔

(۲۷۹) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امام حسین ابن علی اور امام محمد باقر علیہم السلام وسمہ (برگ تیل) سے خضاب لگایا کرتے تھے۔

(۲۸۰) اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام مہندی اور وسمہ سے خضاب لگایا کرتے تھے۔

(۲۸۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: سیاہ رنگ کا خضاب عورتوں کے لئے انس کا سبب اور دشمنوں کے لئے خوف کا سبب ہوتا ہے۔

(۲۸۲) اور امام علیہ السلام نے قول خدا **"واعدّوا لھم ما استطعتم من قوۃ"** (سورہ انفال آیت نمبر ۶۰) (اے مسلمانو! کفار کے مقابلہ کے لئے جہاں تک تم سے ہوسکے سامان فراہم کرو) کی تفسیر میں ارشاد فرمایا: اور ان سامانوں میں سیاہ رنگ کا خضاب بھی ہے۔ اور ایک مرتبہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی داڑھی زرد رنگ کی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: یہ کتنا اچھا رنگ ہے اور اس کے کچھ دنوں بعد حاضر ہوا تو اس کی داڑھی منہدی سے رنگی ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متبسم ہوئے اور فرمایا: یہ رنگ اس سے بھی اچھا ہے۔ اس کے کچھ دنوں بعد پھر حاضر ہوا تو اس کی داڑھی پر سیاہ رنگ کا خضاب تھا۔ یہ دیکھ کر آپ ہنسے اور فرمایا: یہ رنگ تو اس سے بھی اچھا ہے۔

(۲۸۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: عورت کے لئے یہ مناسب نہیں کہ خود کو بالکل معطل کردے (اور زینت چھوڑ دے) خواہ ایک طوق ہی کیوں نہ ہو وہ گلے میں پڑا رہے اور اس کے لئے یہ بھی مناسب نہیں کہ وہ خضاب سے بالکل ہاتھ اُٹھالے خواہ ذرا مہندی کیوں نہ لگالیا کرے اگرچہ عورت سن رسیدہ ہی کیوں نہ ہو۔

(۲۸۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب ناخونوں پر نورہ لگ جاتا ہے تو اس کا رنگ بدل جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی مردہ کے ناخن ہیں لہٰذا اس کے رنگنے میں کوئی حرج نہیں۔ ائمہ علیہم السلام نے بھی وسمہ سے خضاب لگایا ہے۔ زرد رنگ کا خضاب "خضاب ایمان" ہے اور سرخ رنگ کا خضاب "خضاب اسلام" ہے اور سیاہ رنگ کا خضاب "خضاب اسلام وایمان اور نور" ہے۔

(۲۸۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علیؑ خضاب کے لئے ایک درہم صرف کرنا افضل ہے اس کے ماسوا دیگر چیزوں پر راہ خدا میں ایک ہزار درہم صرف کرنے سے۔ اس میں چودہ خوبیاں ہیں۔ دونوں کانوں کی بو دور کرتا ہے، نظر کو روشن کرتا ہے، ناک کو نرم رکھتا ہے، خوشبو کو اچھی کرتا ہے، مسوڑوں کو مضبوط کرتا ہے، ضعف کو دور کرتا ہے، وسوسہ شیطانی کو کم کرتا ہے، اس سے ملائکہ خوش ہوتے ہیں اور مومن اس سے خوشخبری پاتا ہے۔ کافر اس سے رنجیدہ ہوتا ہے اور زینت طیب ہے، منکر نکیر اس سے (کچھ پوچھنے میں) حیا کرتے ہیں اور وہ اس کے لئے قبر میں برأت کا ذریعہ ہے۔

(۲۸۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک نورہ لگانے کے بعد دوسری مرتبہ نورہ لگانے کے درمیان جو جمعہ آتا ہے اس میں استرا پھیرتا ہوں۔

(۲۸۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم استرا پھیرو اس سے تمہارے حسن وجمال میں اضافہ ہوگا۔

(۲۸۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حج اور عمرے کے علاوہ ایام میں سر پر استرا پھیرنا تمہارے دشمنوں کے لئے مثلہ ہے اور تمہارے لئے

حسن و جمال کا سبب ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کا مفہوم اس وقت واضح ہوا جب آپ نے خوارج کی نشانیاں بتائیں اور فرمایا یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے اور ان کی علامت یہ ہے کہ وہ لوگ سر منڈاتے ہونگے اور تیل لگانا چھوڑ دینگے۔

(۲۸۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ناک میں سے بالوں کا صاف کرنا چہرے کو حسین کر دیتا ہے۔

(۲۹۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے: ہر جمعہ کو خطمی سے سر کا دھونا برص اور جنون سے محفوظ رکھتا ہے۔

(۲۹۱) نیز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خطمی سے سر کا دھونا فقر دور کرتا اور رزق میں اضافہ کرتا ہے۔

(۲۹۲) اور دوسری حدیث میں ہے کہ خطمی سے سر کا دھونا ایک طرح کا افسوں اور منتر ہے (جنون اور بیماریوں کے لئے)۔

(۲۹۳) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: خطمی سے سر کا دھونا میل کو دور کرتا اور تنکے وغیرہ صاف کر دیتا ہے۔

(۲۹۴) ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ غمگین ہوئے تو حضرت جبرئیلؑ نے ان سے کہا کہ آپ بیری کی پتی سے اپنا سر دھوئیں اور وہ بیری کی پتی سدرۃ المنتہیٰ کی تھی۔

(۲۹۵) حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے فرمایا: بیری کی پتی سے سر دھونے سے روزی بہت حاصل ہوتی ہے۔

(۲۹۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ اپنے سروں کو بیری کی پتی سے دھویا کرو اس لئے کہ اس کو ہر ملک مقرب اور ہر نبی مرسل نے مقدس و پاکیزہ سمجھا ہے۔ اور جو شخص اپنے سر کو بیری کی پتی سے دھوئے گا اللہ تعالیٰ ستر دنوں تک وسوسہ شیطانی سے اسے دور رکھے گا۔ اور اللہ جس سے وسوسہ شیطان کو ستر دن دور رکھے گا پھر وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرے گا اور جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جو شخص حمام سے نکل کر اپنے پاؤں دھوئے تو کوئی حرج نہیں اور اگر نہ دھوئے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

(۲۹۷) ایک مرتبہ حضرت حسن بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام حمام سے نکلے تو ایک شخص نے ان سے کہا: آپ کا حمام کرنا پاک و پاکیزہ ہے۔ آنجنابؑ نے فرمایا: اے بیوقوف تو یہاں بیٹھا ہوا کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا: اچھا آپ کا حمام پاک و پاکیزہ ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اگر حمام پاک و پاکیزہ ہے تو اس سے بدن کو کیا راحت ملے گی؟ اس نے کہا: اچھا آپؑ کا حمیم پاک و پاکیزہ ہے۔ آپؑ نے فرمایا: وائے ہو تجھ پر کیا تجھے نہیں معلوم کہ حمیم پسینہ کو کہتے ہیں۔ اس نے کہا: پھر کیا کہوں؟ آپؑ نے فرمایا: یہ کہو کہ آپ کا جو طاہر ہے پاک و پاکیزہ رہے اور آپ کا جو پاک و پاکیزہ ہے وہ طاہر رہے۔

(۲۹۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب تم حمام سے نکلو اور تمہارا بھائی تم سے کہے کہ تمہارا حمام پاک و پاکیزہ رہے تو تم اس سے کہو اللہ تمہارے دل کو خوش رکھے۔

(۲۹۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیماریاں تین ہیں اور دوائیں بھی تین ہیں۔ بیماریاں جو ہیں وہ خون ہے سودا یا صفرا ہے اور بلغم ہے۔ خون کا علاج حجامت (پچھنی لگانا) ہے، بلغم کا علاج حمام ہے اور سودا کا علاج چہل قدمی ہے۔

(۳۰۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تین چیزیں جسمانی عمارت کو منہدم کر دیتی ہے بلکہ کبھی کبھی انسان کی جان لے لیتی ہیں۔ خشک گوشت کا کھانا، شکم سیری پر حمام جانا اور بوڑھی عورت سے نکاح کرنا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ شکم سیری پر جماع کرنا۔

ناخن کا کاٹنا، مونچھیں تراشنا اور کنگھی کرنا

(۳۰۱) ہشام بن سالم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جمعہ کے دن ناخن کاٹنا جذام و جنون و برص اور اندھے پن سے محفوظ رکھتا ہے اور اگر اس کے کاٹنے کی ضرورت بھی نہ ہو تو ذرا سا اس کو گھس لے۔

(۳۰۲) اور دوسری حدیث میں ہے کہ اگر اسے کاٹنے کی ضرورت بھی نہ ہو تو اس پر چھری یا قینچی پھیرے۔

(۳۰۳) اور عبدالرحیم قصیر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جو شخص اپنے ناخن اور اپنی مونچھ جمعہ کو تراشے گا اور تراشتے وقت یہ کہے گا کہ: بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَعَلٰی سُنَّةِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِ محمدٍ صَلَواتُ اللّٰهِ عَلَیهِم تو اس میں سے جو تراشہ بھی گرے گا اللہ اس کے نام ایک بندہ آزاد کرنے کا ثواب لکھے گا اور وہ سوائے مرض الموت کے اور کسی مرض میں مبتلا نہ ہوگا۔

(۳۰۴) اور ایک دوسری حدیث ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن اپنے ناخن تراشے تو اپنے بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے شروع اور داہنے ہاتھ کی چھنگلیا پر ختم کرے۔

(۳۰۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: مونچھوں کا تراشنا ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے لئے جذام سے امان وحفاظت ہے۔

(۳۰۶) ایک مرتبہ حسین بن ابی العلاء نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ جو شخص ہر جمعہ کو اپنی مونچھ تراشے اور ناخن کاٹے تو اُسے کیا ثواب ملے گا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک مسلسل پاک وطاہر رہے گا۔

(۳۰۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی بھی اپنی مونچھیں طویل نہ کرے اس لئے کہ شیطان اس میں اپنی کمین گاہ بنالیتا ہے اور اس میں چھپا رہتا ہے۔

(۳۰۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص جمعہ کو اپنے ناخن تراشے گا اس کی انگلیاں پراگندہ نہیں ہونگی۔

(۳۰۹) نیز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو بروز پنجشنبہ (جمعرات) اپنے سارے ناخن تراشے اور ایک جمعہ کے لئے چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس سے فقر دور کردیگا۔

(۳۱۰) ایک مرتبہ عبداللہ بن ابی یعفور نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں آپ پر قربان کہا جاتا ہے کہ طلوع فجر سے لے کر طلوع آفتاب کے درمیان تعقیبات کے مانند طلب رزق کے لئے اور کوئی شئے نہیں ہے۔ آپؑ نے فرمایا: یہ درست ہے مگر میں تم کو اس سے بہتر ایک چیز بتاؤں وہ جمعہ کے دن مونچھ تراشنا اور ناخن کاٹنا ہے۔ اور پنجشنبہ کے دن ناخن کاٹنے سے آشوب چشم دور ہوتا ہے۔

(۳۱۱) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص ہر پنجشنبہ کو اپنے ناخن تراشے گا اس کے بچے کبھی آشوب چشم میں مبتلا نہ ہونگے۔

(۳۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص شنبہ (ہفتہ) اور پنجشنبہ کو اپنی مونچھ تراشے گا وہ دانت اور آنکھ کے درد سے محفوظ رہے گا۔

(۳۱۳) ایک مرتبہ موسیٰ بن بکر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ مونچھ اور ناخن جمعہ کے دن تراشے جانے چاہئیں تو آپ نے فرمایا: سبحان اللہ تم اگر چاہو تو انہیں جمعہ کو تراشو اور چاہو تو تمام دنوں میں کسی دن بھی۔

(۳۱۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب یہ بڑھ جائیں تو تراش لو۔

(۳۱۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں کے لئے فرمایا: تم لوگ اپنے ناخن تراش لیا کرو اور عورتوں کے لئے فرمایا: تم سب اپنے ناخنوں کا کچھ حصہ چھوڑ دیا کرو یہ تمہارے لئے باعث زینت ہیں۔

(۳۱۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: آدمی جب اپنے ناخن اور بال تراشے تو اسے دفن کردے یہ سنت ہے۔

(۳۱۷) اور ایک روایت میں ہے کہ بال اور ناخن اور خون کو دفن کرنا سنت میں شامل ہے۔

(۳۱۸) حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام سے قول خدا "خذوا زینتکم عند کل مسجد" (ہر نماز کے وقت اپنی زینت کیا کرو) (سورہ اعراف

آیت نمبر ۳۱) کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اس سے ہر نماز کے وقت کنگھی کرنا مراد ہے۔

(۳۱۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: سر میں کنگھی کرنے سے وباء دور ہوتی ہے اور داڑھی میں کنگھی کرنے سے ڈاڑھیں (دانتوں کی جڑیں) مضبوط ہوتی ہیں۔

(۳۲۰) حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے فرمایا: جب تم اپنی داڑھی اور سر کو کنگھی کرو تو کنگھی کو اپنے سینے پر پھیر لیا کرو یہ دل کے بوجھ اور سستی کو دور کر دیتا ہے۔

(۳۲۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص اپنی داڑھی پر ستر مرتبہ کنگھی کرکے اسے ایک مرتبہ شمار کرے تو چالیس دن تک شیطان اس کے قریب نہ آئے گا۔ اور ہاتھی کی ہڈیوں کی کنگھی و سرمہ دانی اور تیل رکھنے کی بوتل میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۳۲۲) اور حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے ارشاد فرمایا: ہاتھی کی ہڈی کی کنگھی استعمال کرو اس سے وباء دور ہوتی ہے۔

(۳۲۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کنگھی کے استعمال سے جو وباء دور ہوتی ہے وہ بخار ہے۔ اور احمد بن ابی عبداللہ برقی کی روایت میں ہے کہ یہ (کنگھی) وناء دور کر دیتی ہے یعنی سستی اور کمزوری چنانچہ (وناء کے لفظ کا استعمال بھی) اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے "ولا تنیافی ذکری" (سورۂ طٰہٰ آیت نمبر ۴۲) یعنی تم دونوں میرے ذکر میں سستی اور کمزوری نہ کرنا۔

(۳۲۴) حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ جوان سے واقف ہوگا اسے ہرگز نہ چھوڑے گا بالوں کا تراشنا، کپڑے کو سمیٹے رہنا، اور کنیزوں سے نکاح کرنا۔

(۳۲۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کسی صحابی سے کہا: اپنے بالوں کو بالکل جڑ سے کاٹو اس سے میل کچیل، تعب و تکلیف اور گندگی دور ہو جائیگی، گردن موٹی ہوگی، آنکھوں میں روشنی تیز ہوگی، بدن کو راحت پہنچے گی۔

(۳۲۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بال رکھے تو وہ اس کی اچھی طرح پرداخت کرے ورنہ اسے کاٹ دے۔

(۳۲۷) اور امام علیہ السلام نے فرمایا: بہترین بال اللہ کی طرف سے ایک خلعت ہے اس کا احترام (عزت) کرو۔

(۳۲۸) حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: جو شخص بال رکھے اور اس میں مانگ نہ نکالے تو اللہ تعالیٰ جہنم کی آری سے اس میں مانگ نکال دے گا۔
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال پٹے (کانوں کی لو تک) ہوتے تھے اتنے نہ تھے کہ مانگ نکالی جائے۔

(۳۲۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مونچھیں تراشو اور داڑھی چھوڑ دو اور یہودیوں کے مشابہ نہ بنو۔

(۳۳۰) ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کی داڑھی طویل تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کو کیا ہو گیا ہے کاش اپنی داڑھی کی تو اصلاح کر لیتا۔ جب یہ خبر اس شخص کو پہنچی تو اس نے اپنی داڑھی درمیانہ انداز کر لی پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا اور فرمایا: تم لوگ ایسا ہی کیا کرو۔

(۳۳۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجوسی لوگ داڑھی منڈاتے اور مونچھیں بڑھاتے ہیں اور ہم لوگ مونچھیں تراشتے اور داڑھی بڑھاتے ہیں اور یہی فطرت ہے۔

(۳۳۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: داڑھی اگر ایک مشت سے زائد ہے تو وہ جہنم میں جائے گی۔

(۳۳۳) محمد بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا کہ نائی آپ کی داڑھی درست کر رہا تھا تو آپؑ نے فرمایا: اس کو گولائی میں کرو۔

(۳۳۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اپنی داڑھی مٹھی میں پکڑو اور جتنی فاضل ہو اسے تراش دو۔

(۳۳۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بڑھاپا سر کے سامنے سے شروع ہونا خوش بختی کی علامت ہے اور دونوں رخساروں سے شروع ہونا سخاوت کی علامت ہے اور چوٹی کے بالوں سے شجاعت کی علامت ہے اور سر کے پیچھے سے نحوست ہے۔

(۳۳۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بڑھاپے کے آثار نمایاں ہوئے تو انہوں نے اپنی ریش مبارک کو دوہرا کیا تو اس میں سفید بالوں کی ایک لٹ نظر آئی۔ آپ نے فرمایا: اے جبریل یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ وقار ہے۔ حضرت ابراہیم نے کہا: (یہ وقار ہے تو) پروردگار میرے وقار کو اور زیادہ کر۔

(۳۳۷) نیز امام علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص کے دین اسلام میں رہتے ہوئے بال سفید ہو گئے اس کے لئے قیامت کے دن ایک نور ہوگا۔

(۳۳۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سفید بال ایک نور ہے اور اس کو دور نہ کرو۔

(۳۳۹) اور حضرت علی علیہ السلام سفید بالوں کے کاٹنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کے اکھاڑنے کو مکروہ جانتے تھے۔ چنانچہ سفید بالوں کو اکھاڑنے کی ممانعت کراہت کے لئے ہے، حرام کے لئے نہیں ہے۔

(۳۴۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: سر کے سفید بالوں کو کاٹنے یا اس کو اکھاڑنے میں کوئی حرج نہیں مگر میرے نزدیک اس کا کاٹنا اس کے اکھاڑنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

ائمہ طاہرین کی احادیث کسی ایک حالت کے متعلق مختلف نہیں ہوتیں اس لئے کہ یہ سب کی سب من عنداللہ ہیں بلکہ یہ مختلف احوال کے لئے مختلف ہو جاتی ہیں۔

(۳۴۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: چار باتیں انبیاء کی سنت ہیں: خوشبو لگانا، استرے سے بال صاف کرنا، جسم کو نورے سے مونڈنا، اکثر گردن جھکائے رکھنا۔

(۳۴۲) اور امام علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ سہ شنبہ (منگل) کو اپنے ناخن کاٹو، چہار شنبہ (بدھ) کو حمام کرو، پنجشنبہ (جمعرات) کو حسب حاجت حجامت کرو اور جمعہ کو بہترین قسم کی خوشبو لگاؤ۔

باب: غسل میت

(۳۴۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی ہاشم کے کسی مرد کے پاس گئے وہ نزع کے عالم میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کہو: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْاَرَضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا فِيْهِنَّ وَمَا بَيْنَهُنَّ وَمَا تَحْتَهُنَّ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (نہیں ہے کوئی سوائے اس اللہ کے جو حلم والا اور کرم والا ہے، نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے جو بلندی والا اور عظمت والا ہے، پاک و منزہ ہے وہ اللہ جو سات آسمانوں اور سات زمینوں اور جو کچھ ان میں اور جو کچھ ان کے درمیان اور جو کچھ ان کے نیچے ہے ان سب کا پروردگار اور عرش عظیم کا رب ہے۔ رسولوں پر سلام ہو اور ساری حمد اس اللہ کے لئے جو تمام عالمین کا پالنے والا ہے) تو اس نے یہ کہا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس اللہ کا شکر جس نے اس کو جہنم سے بچا لیا۔

(۳۴۴) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ اپنے مرنے والوں کو موت کے وقت لا الـہ الا اللّٰـہ کی تلقین کرتے ہو اور ہم لوگ اپنے مرنے والوں کو موت کے وقت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی تلقین کرتے ہیں۔

(۳۴۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اپنے مرنے والوں کو لا الہ الا اللّٰہ کی تلقین کیا کرو اس لئے کہ جس شخص کا آخری کلام لا الہ الا اللّٰہ ہو گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(۳۴۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: موت کے وقت مومن کی زبان بند ہو جاتی ہے (بارگاہ الٰہی میں حاضری کے خوف سے)۔

(۳۴۷) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اہل مدینہ میں سے ایک شخص کی زبان مرض الموت میں بند ہو گئی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: لا الہ الا اللّٰہ کہو مگر وہ نہ کہہ سکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ کہا مگر وہ پھر بھی نہ کہہ سکا اور اس کے سرہانے ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی آپ نے اس عورت سے پوچھا: کیا تو اس مرد کی ماں ہے؟ اس عورت نے کہا: ہاں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں ہی اس کی ماں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تو اس سے راضی ہے یا نہیں۔ اس نے کہا: میں اس سے ناراض ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہا: میں چاہتا ہوں کہ تو اس سے راضی ہو جا۔ اس نے کہا: اچھا میں آپ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اس سے راضی ہوتی ہوں۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مرد سے کہا: کہو لا الـہ الا اللّٰـہ تو اس نے لا الہ الا اللّٰہ کہا۔ اس کے بعد فرمایا کہو: یَامَنْ یَقْبَلُ الْیَسِیْرَ وَ یَعْفُوْعَنِ الْکَثِیْرِ اَقْبَلْ مِنِّی الْیَسِیْرَ وَاعْفُ عَنِّی الْکَثِیْرَ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَفُوُّ الْـغَـفُـوْرُ [اے وہ جو تھوڑے (اچھے عمل) کو قبول کرتا ہے اور زیادہ (بڑے گناہ) کو معاف کر دیتا ہے۔ مجھ سے قبول کر میرا تھوڑا (عمل) اور میرے زیادہ (بڑے گناہ) کو معاف کر، بے شک تو معاف کرنے والا اور مغفرت کرنے والا ہے] اس نے یہ بھی کہہ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تم کیا دیکھتے ہو؟ اس نے کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ دو کالے شخص میرے پاس آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ان کلمات کو دوبارہ کہو۔ اس نے دوبارہ کہا تو پوچھا: اب کیا دیکھتے ہو؟ اس نے کہا: اب دیکھتا ہوں کہ وہ دونوں کالے مجھ سے دور ہٹ گئے اور دو گورے اشخاص میرے پاس آ گئے اور دونوں کالے یہاں سے نکل گئے اب میں ان دونوں کو نہیں دیکھتا اور اب دونوں گورے اشخاص میرے قریب آئے ہیں اور اب میری روح قبض کر رہے ہیں۔ پس اس وقت وہ شخص مر گیا۔

(۳۴۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قبلہ رو کرنے کا طریقہ دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اس کے پاؤں کے دونوں تلووں کو قبلہ کی طرف کر دو۔

(۳۴۹) حضرت امیر المومنینؑ نے بیان فرمایا: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اولاد عبد المطلبؑ میں سے ایک شخص کے پاس گئے وہ جانکنی کے عالم میں تھا اور قبلہ رو نہیں تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے قبلہ رو کرو اور جب ایسا کرو گے تو ملائکہ اس کے پاس آئیں گے اور اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہو گا چنانچہ وہ قبلہ رو رہا یہاں تک کہ اس کی روح قبض ہو گئی۔

(۳۵۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب بھی کسی کی موت کا وقت آتا ہے تو ابلیس اپنے شیاطین میں سے کسی ایک کو وہاں مقرر کر دیتا ہے اور وہ آ کر اسے کفر کا حکم دیتا ہے اور اس کے دین کی طرف سے اس کے دل میں شک ڈال دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں اس کی روح نکل جاتی ہے لہٰذا جب تم اپنے مرنے والوں کے پاس موجود ہو تو انہیں لا الہ الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ کی شہادت کی تلقین کرتے رہو یہاں تک کہ انہیں موت آ جائے۔

(۳۵۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آخری خطبہ میں ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مرنے سے ایک سال پہلے توبہ کر لے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لے گا۔ پھر فرمایا: مگر ایک سال تو بہت ہوتا ہے اگر کوئی اپنے مرنے سے ایک مہینہ پہلے توبہ کر لے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لے گا۔ اور ایک مہینہ بھی بہت

ہے اگر کوئی شخص اپنے مرنے سے ایک جمعہ پہلے توبہ کر لے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا۔ پھر فرمایا: اور جمعہ بھی بہت زیادہ ہے اگر کوئی شخص اپنے مرنے سے ایک دن پہلے توبہ کر لے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا اور ایک دن بھی بہت ہے اگر کوئی شخص اپنے مرنے سے ایک ساعت پہلے توبہ کر لے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا اور ایک ساعت بھی بہت ہے اگر کوئی شخص اس وقت توبہ کر لے کہ جب اس کی روح کھنچ کر یہاں تک پہنچ جائے یہ کہہ کر آپ نے اپنی حلق کی طرف اشارہ کیا تو اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا۔

(۳۵۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول خدا "و لیست التوبة للذین یعملون السیات حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الآن" (سورۃ النساء آیت نمبر ۱۸) (اور توبہ ان لوگوں کے لئے مفید نہیں جو عمر بھر تو برے کام کرتے رہے یہاں تک کہ جب ان کے سر پر موت آن کھڑی ہو تو کہنے لگے اب میں نے توبہ کی) کے متعلق فرمایا: یہ اس وقت کے لئے جب وہ امور آخرت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے۔

(۳۵۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دیہات سے ایک شخص آیا جو صاحب حشمت و جمال تھا اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے قول خدا "الذین امنوا و کانوا یتقون. لھم البُشریٰ فی الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ" (سورہ یونس آیت نمبر ۶۳-۶۴) کے متعلق بتائیں (وہ لوگ جو ایمان لائے اور خدا سے ڈرتے رہے ان ہی کے لئے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ دنیاوی زندگی میں خوشخبری ہے تو وہ اچھے اچھے خواب ہیں جسے مومن دیکھتا ہے۔ اور اپنی دنیا میں اس کو خوشخبری ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ اور آخرت میں تو یہ وہ بشارت ہے جو مومن کو موت کے وقت ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اور جو لوگ تجھے قبر تک اُٹھا کر لائے ہیں ان سب کو بخش دیا۔

(۳۵۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا: ایک مرتبہ ملک الموت سے پوچھا گیا کہ کچھ لوگ مغرب میں ہوتے ہیں اور کچھ مشرق میں تو تم ان سب کی ارواح وقت واحد میں کیسے قبض کرتے ہو؟ انہوں نے جواب میں کہا: میں ان سب کو پکارتا ہوں وہ میرے پاس آجاتی ہیں۔ اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا: پھر ملک الموت نے بتایا کہ یہ ساری دنیا میرے سامنے ایسی ہے جیسے تم لوگوں میں سے کسی کے سامنے ایک پیالہ ہو جس سے وہ جو چاہتا ہے تناول کرتا ہے اور یہ دنیا میرے نزدیک ایسی ہے جیسے تم لوگوں میں سے کسی کے ہاتھ میں ایک درہم ہو کہ جیسے چاہے اس کو الٹے پلٹے۔

(۳۵۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: مومن اس دنیا سے اپنی مرضی کے بغیر کوچ ہی نہیں کرتا۔ اور یہ اسطرح کہ اللہ تعالیٰ اس کے سامنے سے پردے اُٹھا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ جنت میں اپنی جگہ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے وہاں فراہم کر رکھا ہے اسے دیکھ لیتا ہے پھر دنیا کو بھی اس کے لئے بہترین طور پر آراستہ کر کے پیش کرتا ہے اور اسے اختیار ہے کہ ان دونوں میں سے جسے چاہے اپنے لئے منتخب کرے۔ تو وہ اپنے لئے وہ منتخب کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے فراہم کیا ہوا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس دنیا اور اس کی بلاؤں اور مصیبتوں میں رہ کر کیا کروں گا لہٰذا تم لوگ اپنے مرنے والوں کو کلمات الفرج کی تلقین کیا کرو۔

(۳۵۶) حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اگر میں عکرمہ (ابن عباس کے غلام) کی موت کے وقت پہنچتا تو میں اس کو نفع پہنچاتا تو عرض کیا گیا آپ اس کو کس چیز سے نفع پہنچاتے، فرمایا: جس اعتقاد پر تم لوگ ہو میں اس کی تلقین اسے کرتا۔

(۳۵۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ناگہانی موت مومن کے لئے تخفیف اور راحت ہے اور کافر کے لئے شدت اور تکلیف ہے۔

(۳۵۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: موت ہر مومن کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔

(۳۵۹) نیز آپ علیہ السلام نے فرمایا: دنیا و آخرت کے درمیان ایک ہزار گھاٹیاں ہیں اور اس میں سب سے زیادہ ہلکی اور آسان گھاٹی موت ہے۔

(۳۶۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: شیطان ہمارے دوستوں کے پاس ان کی موت کے وقت کبھی دائیں جانب سے اور کبھی بائیں

جانب سے آتا ہے تاکہ ان کو ان کے معتقدات سے ہٹادے مگر اللہ تعالیٰ کو یہ قبول نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔"یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ" (جو لوگ پکی بات پر صدق دل سے ایمان لاچکے ان کو اللہ دنیا کی زندگی میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھے گا)(سورۂ ابراہیم آیت نمبر ۲۷)۔

(۳۶۱) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مرنے والے کی آنکھوں میں مرتے وقت آنسو آجاتے ہیں اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا اور وہ کچھ دیکھتا ہے جس سے وہ خوش ہوجاتا ہے۔ پھر فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب انسان کوئی بہت خوشحال بات دیکھتا ہے اور جس سے وہ محبت کرتا ہے اسے دیکھتا ہے تو اس کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اور وہ ہنسنے لگتا ہے۔

(۳۶۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب تم دیکھو کہ مومن ایک طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہا ہے اس کی بائیں آنکھ سے آنسو بہہ رہے ہیں، پیشانی سے پسینہ بہہ رہا ہے، اس کے لب سمٹ رہے ہیں ناک پھیل رہی ہے تو جو کچھ تم نے دیکھا یہی تمہارے سمجھنے کے لئے کافی ہے۔

(۳۶۳) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: مومن کی نشانی یہ ہے کہ جب اس کی موت کا وقت آتا ہے اس کے چہرے کا رنگ جتنا سفید تھا اس سے زیادہ سفید اور روشن ہوجاتا ہے، پیشانی پر پسینہ آنے لگتا ہے، اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی طرح رطوبت بہنے لگتی ہے۔ تو یہی اس کی روح نکلنے کی نشانی ہے۔ اور کافر کی روح اس کے منہ کے گوشوں سے اس طرح کھنچ کر نکلتی ہے جیسے اونٹ کے منہ سے جھاگ یا جیسے گدھے کی جان نکلتی ہے۔

(۳۶۴) اور روایت کی گئی ہے کہ انسان اپنے موت کے وقت آخری مزا جو محسوس کرتا ہے وہ انگور کا مزا ہوتا ہے۔

(۳۶۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ملک الموت مومن کو کیسے وفات دیتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: مومن کی موت کے وقت ملک الموت اس کے پاس اس طرح آکر کھڑا ہوتا ہے جیسے عبد ذلیل اپنے مالک کے سامنے اور اس کے اصحاب اس کے قریب نہیں ہوتے پس ملک الموت ابتداء بہ سلام کرتا ہے اور اسے جنت کی بشارت دیتا ہے۔

(۳۶۶) حضرت امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا: مرد مومن کا جب وقتِ موت قریب ہوتا ہے تو ملک الموت اس کو بھروسہ اور اطمینان دلاتا ہے اگر ایسا نہ ہو تو وہ بے قرار اور مضطرب ہوجائے۔

اور کوئی بھی شخص جب اس کی موت کا وقت قریب ہوتا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و حجج طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین کی شبیہیں اس کے سامنے آتی ہیں تاکہ وہ انہیں دیکھے پس اگر وہ مومن ہے تو انہیں محبت کی نگاہ سے دیکھے گا اور اگر غیر مومن ہے تو کراہت کی نظر سے دیکھے گا چنانچہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "فلو لا اذا بلغت الحلقوم و انتم حینئذٍ تنظرون ونحن اقرب الیه منکم ولکن لا تبصرون" (سورہ واقعہ آیت نمبر ۸۳ تا ۸۵)(جب جان گلے تک پہنچتی ہے تو اس وقت تم لوگ دیکھا کرتے ہو اور ہم اس مرنے والے سے تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تمہیں دکھائی نہیں دیتا)

(۳۶۷) حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا: جب مومن کی جان اس کے گلے میں اٹک جاتی ہے تو وہ جنت میں اپنا مقام دیکھ لیتا ہے تو کہتا ہے: ذرا مجھے چھوڑو کہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ اپنے گھر والوں کو بتادوں۔ تو اس سے کہا جاتا ہے: اب اس کی کوئی سبیل نہیں۔

(۳۶۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول خدا "اللہ یتوفی الانفس حین موتها" (سورۂ الزمر آیت نمبر ۴۲)(خدا ہی لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی روحیں اپنی طرف کھینچ بلاتا ہے) اور قول خدا "قل یتوفاکم ملک الموت الذی و کل بکم" (سورہ السجدہ آیت نمبر ۱۱) [اے رسول کہہ دو کہ ملک الموت جو تم لوگوں پر تعینات ہے وہی تمہاری روحیں قبض کرے گا] اور قول خدا: الذین تتوفاهم الملائکة طیبین (سورۂ نحل آیت نمبر ۳۲) [یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کی روحیں فرشتے اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ (نجاست کفر سے) پاک و پاکیزہ ہوتے ہیں] اور قول خدا "الذین تتوفاهم

الملائکة ظالمی انفسھم" (سورۂ نحل آیت نمبر ۲۸) [یہ وہ لوگ ہیں کہ فرشتے ان کی روح قبض کرتے اور وہ (کفر کر کرکے) آپ اپنے اوپر ستم ڈھاتے رہتے ہیں] اور قول خدا "توفتہ رسلنا" (سورہ انعام آیت نمبر ۶۱) (ہمارے فرستادہ فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں) اور قول خدا "ولو تری اذیتوفی الذین کفروا الملائکة" (سورۂ انفال آیت نمبر ۵۰) [کاش (اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم دیکھتے جب فرشتے کافروں کی جان نکالتے ہیں] کے متعلق پوچھا اور کہا کہ وقت واحد میں لوگ اتنے مرتے ہیں کہ ان کا شمار اللہ کے سوا کوئی نہیں کرسکتا تو یہ کیسے ہوتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کے لئے فرشتوں میں سے کچھ مددگار مقرر کردیئے ہیں جو روحیں قبض کرتے ہیں وہ بمنزلہ سپاہی کے ہیں۔ کچھ انسانوں میں سے بھی اس کے اعوان ہیں جنہیں وہ اپنے حوائج کے لئے بھیجتا ہے اور ملائکہ ان کی روحیں قبض کرلیتے ہیں اور جو کچھ یہ ملائک قبض کرتے ہیں اس پر ملک الموت قابض ہوتا ہے اور جس پر ملک الموت قابض ہوتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ قابض ہوتا ہے۔

(۳۶۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت علیؑ کا دوستدار حضرت علیؑ کی تین مقامات پر زیارت کرے گا اور خوش ہوگا، موت کے وقت، صراط پر، اور حوض کوثر پر۔

اور جو لوگ نماز کے پابند ہیں ملک الموت ان سے شیطان کو خود دفع کرتا ہے اور اس عظیم وقت پر وہ انہیں لا الہ الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ کی شہادت کی تلقین کرتا ہے۔

(۳۷۰) حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا: جب کسی بندے کے لئے دنیا کا آخری دن اور آخرت کا پہلا دن ہوتا ہے تو اس کے سامنے اس کا مال، اس کی اولاد اور اس کا عمل ممثل، اور شبیہ بن کر آتے ہیں، پس وہ اپنے مال کی طرف ملتفت ہوتا ہے اور کہتا ہے: خدا کی قسم میں تجھ پر بے حد حریص تھا اب میرے لئے تیرے پاس کیا ہے۔ تو وہ جواب دیتا ہے کہ تم مجھ سے صرف اپنا کفن لے لو۔ پھر وہ اپنی اولاد کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور کہتا ہے: خدا کی قسم میں تم لوگوں سے بہت محبت کرتا تھا تمہارا حامی و مددگار تھا اب میرے لئے تمہارے پاس کیا ہے؟ وہ سب جواب دینگے ہم صرف آپ کو قبر تک پہنچا دینگے اور اس میں دفن کردینگے۔ پھر وہ اپنے عمل کی طرف رخ کرتا ہے اور کہتا ہے: خدا کی قسم تو مجھ پر بہت گراں تھا میں تجھ سے پرہیز کرتا تھا اب میرے لئے تیرے پاس کیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے: میں تمہارے ساتھ تمہاری قبر میں بھی رہوں گا اور روز حشر میں بھی ہونگا یہاں تک کہ ہم اور تم دونوں تمہارے رب کی بارگاہ میں پیش کیے جائیں گے۔

(۳۷۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص روز جمعہ یا شب جمعہ میں مرے گا اللہ تعالیٰ اس سے عذاب قبر اُٹھالے گا۔

(۳۷۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص پنجشنبہ کے زوال آفتاب سے لے کر روز جمعہ کے زوال آفتاب کے درمیان مرے گا وہ فشارِ قبر سے محفوظ رہے گا۔

(۳۷۳) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: شب جمعہ شب روشن ہے اور روز جمعہ روز روشن ہے اور روئے زمین پر کوئی دن جس میں آفتاب غروب ہوتا ہے ایسا نہیں آتا جس میں روز جمعہ سے زیادہ بندے جہنم سے آزاد ہوتے ہوں اور جو شخص جمعہ کے دن مرتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ لکھ دیتا ہے کہ یہ عذاب قبر سے بری ہے اور جو شخص جمعہ کے دن مرتا ہے وہ جہنم سے آزاد ہوتا ہے۔

(۳۷۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہر مرنے والے کا جب وقت وفات قریب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی بصارت اس کی سماعت اور اس کی سمجھ اس کو واپس دے دیتا ہے تاکہ وہ وصیت کرسکے یا تر کہ کے لئے کچھ کہہ سکے اور یہی وہ راحت ہے جس کو موت کی راحت اور سنبھالا کہتے ہیں۔

اور جب انسان حالت نزع میں اپنے ہاتھ یا پاؤں یا سر ہلائے تو اس سے اس کو نہ روکو جیسا کہ جاہل لوگ روکتے ہیں اور جب اس کی جان نکلنے میں سختی ہو تو اس کو اس کے اس مصلے پر لے جاؤ جہاں وہ نماز پڑھتا تھا اور اس حالت میں اس کو مس نہ کرو اور جب وہ مرجائے تو واجب ہے کہ یہ کہا

جائے: "انا للہ وانا الیہ راجعون"۔

(۳۷۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ میت کو غسل دینے کا سبب کیا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: اس سے وہ نطفہ نکلتا ہے جس سے وہ پیدا ہوا ہے، وہ یا آنکھ سے نکلتا ہے یا منہ سے اور دنیا سے کوئی شخص اس وقت تک نہیں نکلتا جب تک وہ اپنی جگہ جنت یا جہنم میں نہ دیکھ لے۔

(۳۷۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص حالت احرام میں مرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس حالت میں اُٹھائے گا کہ وہ لبیک کہتا ہوگا۔

(۳۷۷) نیز آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص حرمین (مکہ ومدینہ) میں سے کسی ایک میں مرا وہ قیامت کے دن کی ہولناکی سے محفوظ رہے گا۔

(۳۷۸) نیز آپؑ نے فرمایا: اگر کوئی عورت نفاس کی حالت میں مرجائے تو قیامت کے دن اس کا اعمال نامہ تک نہیں کھولا جائے گا۔

(۳۷۹) نیز فرمایا: مسافر کی موت شہادت ہے۔

(۳۸۰) نیز آپؑ سے اس قول خدا کے متعلق "وماتدری نفس ماذاتکسب غدا وماتدری بای ارض تموت" (سورۃ لقمان آیت نمبر ۳۴) [اور کوئی شخص اتنا بھی نہیں جانتا کہ وہ خود کل کیا کرے گا۔ اور کوئی شخص یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین پر مرے (گڑے) گا] دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ نہیں جانتا کہ پہلے قدم پر مرے گا یا دوسرے قدم پر۔

(۳۸۱) نیز آپؑ نے فرمایا: جب کوئی مومن مرتا ہے تو زمین کا وہ حصہ روتا ہے جس پر وہ اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا اور وہ دروازہ روتا ہے جس سے اس کا عمل آسمان کی طرف بلند ہو کر جاتا تھا اور وہ جگہ روتی ہے جہاں وہ سجدہ کرتا تھا۔

(۳۸۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے آئندہ آنے والے کل کو اپنی عمر میں شمار کیا اس نے گویا موت سے ملاقات کو برا سمجھا۔

(۳۸۳) اور حضرت خدیجہؑ عالم نزع میں تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس گئے اور فرمایا: اے خدیجہؑ جو تمہاری حالت میں دیکھ رہا ہوں اس سے مجھے بڑا دکھ ہے مگر جب تم اپنی سہلیوں کے پاس پہنچو تو میری طرف سے ان کو سلام کہنا۔ حضرت خدیجہؑ نے عرض کیا: یا رسول (اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ (سہیلیاں) کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مریم بنت عمران وکلثوم خواہر موسیٰؑ وآسیہ زوجہ فرعون۔ حضرت خدیجہؑ نے عرض کیا: بڑی خوشی کے ساتھ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔

(۳۸۴) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: چھ اشخاص کے لئے جنت کا میں ضامن ہوں۔ جو شخص صدقہ دینے کے لئے نکلے اور مرجائے تو اس کے لئے جنت ہے، جو شخص کسی مریض کی عیادت کے لئے نکلے اور مرجائے تو اس کے لئے جنت ہے، جو شخص راہ خدا میں جہاد کرنے کے لئے نکلے اور مرجائے تو اس کے لئے جنت ہے، جو شخص حج کے لئے نکلے اور مرجائے اس کے لئے جنت ہے، جو شخص نماز جمعہ کے لئے نکلے اور مرجائے تو اس کے لئے جنت ہے، جو شخص کسی مرد مسلم کے جنازے میں شریک ہونے کے لئے نکلے اور مرجائے تو اس کے لئے جنت ہے۔

(۳۸۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میت کا اکرام واحترام یہ ہے کہ اس کے کفن ودفن میں جلدی کی جائے۔

(۳۸۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تم میں سے ایک کو بھی ایسا نہ پاؤں کہ اگر اس کا کوئی رات کو مرجائے تو وہ اس (کے دفن و کفن) کے لئے صبح کا انتظار کرے اور نہ کسی ایک کو تم میں سے پاؤں کہ اگر اس کا کوئی دن کو مرجائے تو وہ اس (کے دفن وکفن) کے لئے رات کا انتظار کرے تم لوگ اپنے مردوں کے لئے آفتاب کے طلوع اور غروب ہونے کا انتظار نہ کرو بلکہ جلد سے جلد ان کی خوابگاہ تک پہنچادو۔ اللہ تم لوگوں پر رحم کرے۔ لوگوں نے کہا: اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر بھی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل کرے۔

(۳۸ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اپنے رب سے جو مناجاتیں کیں ان میں یہ بھی کہا کہ

پروردگار کسی مریض کی عیادت کا اجر وثواب کس حد تک ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں ایک فرشتے کو اس کے لئے مقرر کر دونگا جو محشر تک اس کی قبر میں اس کی عیادت کرتا رہے گا۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا: پروردگار اور جو شخص میت کو غسل دے اس کے لئے کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اس کو غسل دے کر اس کے گناہوں سے اس طرح پاک کر دونگا کہ جس طرح وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن پاک تھا۔

(۳۸۸) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو مومن کسی مرد مومن کو غسل دے اس سلسلہ میں امانت کو ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر دے گا۔ تو آپ علیہ السلام سے عرض کیا گیا کہ اس سلسلہ میں امانت کو کیسے ادا کرے؟ آپ نے فرمایا: جو کچھ اس نے تنہائی میں دیکھا ہے وہ کسی سے نہ کہے جب تک کہ میت کو دفن نہ کر لیا جائے۔

(۳۸۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو مومن کسی مومن کو غسل دے اور اسے کروٹ دے تو یہ کہے: "اَللّٰھُمَّ ھٰذا بَدَنُ عَبْدِکَ الْمُؤمِنِ وَ قد اَخْرَجْتَ رُوْحَهُ مِنْهُ وَفَرَّقْتَ بَیْنَهُمَا فَعَفْوَکَ عَفْوَکَ عَفْوَکَ (اے اللہ یہ تیرے بندہ مومن کا بدن ہے جس میں سے روح نکل چکی ہے اور ان دونوں میں جدائی ہوئی ہے پس تو معاف کر، معاف کر، معاف کر) تو اللہ گناہان کبیرہ کو چھوڑ اس کے ایک سال کے گناہ معاف کر دے گا۔

(۳۹۰) امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: جو مومن کسی مومن کو غسل دے اور غسل دیتے وقت کہے: رَبِّ عَفْوَکَ عَفْوَکَ. تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ عفو کر دے گا۔

(۳۹۱) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میت کو وہ شخص غسل دے جو لوگوں میں سے میت پر سب سے زیادہ حق رکھتا ہو یا وہ جس کو یہ حقدار اجازت دے۔

(۳۹۲) امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: جو شخص کسی میت کو غسل دے اور اس کی پردہ پوشی کرے، اس کی حالت کو چھپائے تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جیسے اس دن پاک تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو پیدا کیا تھا۔

(۳۹۳) اور محمد بن حسن صفار نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا اور دریافت کیا کہ میت کو غسل دینے کے لئے کتنی مقدار میں پانی ہونا چاہیے؟ جیسا کہ لوگوں نے روایت کی ہے کہ جنب والا شخص چھ رطل پانی سے غسل کرے گا اور حائض نو رطل پانی سے غسل کرے گی تو کیا میت کے لئے بھی پانی کی کوئی حد مقرر ہے جس سے اس کو غسل دیا جائے؟ تو آپؑ کی طرف سے تحریر آئی کہ غسل میت کے لئے پانی کی حد یہ ہے کہ اتنے پانی سے غسل دیا جائے جتنے سے وہ پاک ہو جائے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اور حضرت امام حسن عسکریؑ کی یہ تحریر بھی آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی آپ کی اور تحریروں کے ساتھ میرے پاس ایک صحیفہ میں موجود ہے۔

(۳۹۴) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: غسل میت کے لئے پانی گرم نہیں کیا جائے گا۔

(۳۹۵) اور ایک دوسری حدیث میں ہے: لیکن یہ کہ جب بہت زیادہ سردی ہو تو جس سے آدمی خود بچتا ہے میت کو بھی بچائے۔

(۳۹۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میت کو کبھی تنہا نہ چھوڑو شیطان اس کے اندر گھس کر طرح طرح کی حرکتیں کرتا ہے۔

(۳۹۷) علی بن جعفر نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے دریافت کیا کہ کیا میت کو کھلی فضا میں غسل دینا چاہیے؟ آپؑ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر پردہ کر لیا جائے تو یہ میرے نزدیک بہتر ہے۔

(۳۹۸) عبداللہ بن سنان نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا مرد کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنی عورت پر نگاہ کرے جب کہ وہ مر رہی ہو یا اس کو غسل دے جب کہ اس کو غسل دینے والی نہ ہو؟ اور اس طرح عورت کیا اپنے شوہر پر اس کی جانکنی کے وقت نگاہ کر سکتی ہے؟

آنجنابؑ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ تو عورت کے گھر والے ایسا نہیں کرنے دیتے اس امر کو ناپسند کرتے ہوئے کہ شوہر اپنی عورت کی کسی ایسی شے کو دیکھے جوان لوگوں کو برا محسوس ہو۔

(۳۹۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو کس نے غسل دیا؟ تو آپؑ نے فرمایا: ان معظمہ کو حضرت امیر المومنینؑ نے خود غسل دیا اس لئے کہ وہ صدیقہ تھیں اور انہیں غسل دینا صدیق کے سوا کسی کو جائز نہ تھا۔

باب: مسِ میت

جو شخص ایسے انسان کے جسم کے کسی ٹکڑے کو مس کرے جس کو درندوں نے کھالیا ہو تو اگر اس میں ہڈی ہے تو اس پر غسل مس میت واجب ہے اور اگر اس میں ہڈی نہیں ہے تو پھر اس پر غسل مس میت واجب نہیں ہے اور جو شخص کسی غیر انسان کے مردار کو مس کرے تو اس پر لازم ہے کہ اپنے ہاتھ دھولے، اس پر غسل واجب نہیں ہے۔ یہ غسل مس میت صرف انسان کے مردہ کو مس کرنے سے واجب ہوتا ہے۔

اور اگر مردہ کو غسل دینے سے پہلے کوئی مس کرے اور تو اگر مس کرتے وقت مردہ میں ابھی حرارت تھی تو اس پر غسل مس میت واجب نہیں ہے اور اگر مردہ کا جسم ٹھنڈا ہو چکا ہے اور پھر مس کیا ہے تو اس پر غسل مس میت واجب ہے۔ اور اگر میت کو غسل دینے کے بعد اس کا جسم کوئی مس کرے تو اس پر غسل واجب نہیں ہے۔

(۴۰۰) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: میت کو اس کی موت کے وقت اور اس کے غسل کے بعد مس کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اور اگر کسی کا کپڑا میت کے جسم سے مس ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ جتنا کپڑا مس ہوا ہے اس کو دھولے اور میت کو غسل دینے والا پہلے کفن سے شروع کرے اس کو قطع کرے۔ ایک غالیچہ بچھائے پھر اس پر چادر پھیلائے اور اس پر کوئی خوشبودار سفوف چھڑک دے پھر چادر پر ازار (لنگ) پھیلائے اور اس پر کچھ خوشبودار سفوف چھڑک دے پھر ازار پر پیراہن پھیلائے اور اس پر کچھ خوشبودار سفوف چھڑک دے اور درخت خرما کی ہری اور تروتازہ شاخیں (جریدتین) لے جس میں ہر ایک کا طول ہاتھ کی ہڈی کے برابر ہو اور اگر پورے ہاتھ یا ایک بالشت کے برابر بھی ہو تو کوئی حرج نہیں اور ازار و قمیض و چادر اور شاخوں پر تحریر کرے کہ "فلان یشھدان الا الہ الا اللہ" اور ان سب کو لپیٹ دے۔

شاخوں کا رکھنا

(۴۰۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جریدتین (شاخیں) رکھنے کا سبب دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: یہ جب تک تر رہے گا میت کو عذاب سے دور رکھے گا۔

(۴۰۲) ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قبر کی طرف سے گزرے۔ صاحب قبر پر عذاب ہو رہا تھا تو آپ نے ایک شاخ (جریدہ) منگوائی اور اس کو دو حصوں میں پھاڑا ایک حصہ کو اس کے سر کی جانب رکھدیا اور ایک حصہ اس کے پاؤں کی جانب۔

اور روایت کی گئی ہے کہ وہ صاحب قبر قیس بن فہد انصاری تھا اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ وہ قیس بن قمیر تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یہ دونوں شاخیں آپ نے کیوں رکھیں؟ تو فرمایا: جب تک یہ ہری اور تر رہیں گی اس کے عذاب میں تخفیف کریں گی۔

(۴۰۳) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ کیا شاخوں کو قبر میں رکھدیا جائے؟ آپ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ یعنی اگر شاخیں میت کو قبر تک پہنچانے کے بعد ملیں یا وہاں کوئی ایسا شخص موجود ہے جس سے تقیہ ضروری ہے اور ممکن نہیں کہ کفن کے اندر رکھی جائیں تو پھر جس طرح ممکن ہو رکھی جائیں۔

(۴۰۴) اور علی بن بلال نے حضرت ابوالحسن ثالث (امام علی نقی) علیہ السلام کو عریضہ لکھا کہ ایک شخص ایسے خطہ میں مر رہا ہے کہ جہاں کوئی درخت خرما نہیں تو کیا خرما کے علاوہ کسی اور درخت کی شاخ استعمال کرنا جائز ہے اس لئے کہ آپ کے آبائے کرام علیہم السلام سے روایت ہے کہ شاخیں تر رہیں گی تو وہ میت سے عذاب کو دور رکھیں گی اور یہ مومن و کافر دونوں کے لئے نفع بخش ہے؟ تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا: کسی دوسرے درخت کی تر شاخیں (بھی) جائز ہیں۔ اور جب غسل میت کے وقت مخالف قوم کے لوگ موجود ہوں تو کوشش کرے کہ مومن کو خود غسل دے اور شاخوں کو مخالف سے پوشیدہ رکھے۔

(۴۰۵) یحییٰ بن عبادمکی سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سفیان ثوری کو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے تخضیر (ہری شاخ سے جریدہ بنانا) کے متعلق دریافت کرتے ہوئے سنا کہ آپؑ نے فرمایا: انصار میں سے ایک شخص مر گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع دی گئی تو اس کے قرابت داروں میں سے ایک شخص آپ کے پاس تھا آپ نے اس سے کہا: قیامت کے دن مخضرین کی تعداد بہت کم ہوگی تم لوگ اپنے مرنے والے کو مخضر کرو۔ اس نے پوچھا: مخضر کرنے کا کیا مطلب؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہری شاخ جو ہاتھ کی جڑ سے گردن کی ہنسلی کے برابر رکھی جاتی ہے۔

(۴۰۶) حسن بن زیاد نے امام جعفر صادقؑ سے شاخ کے متعلق دریافت کیا جو میت کے ساتھ رکھی جاتی ہے تو فرمایا: اس سے مومن و کافر دونوں کو نفع پہنچتا ہے۔

(۴۰۷) زرارہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا: آپ کا کیا خیال ہے کہ جب کوئی مر جاتا ہے تو اس کے ساتھ شاخیں کیوں رکھتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: جب تک لکڑی تر و تازہ رہتی ہے وہ مرنے والے سے عذاب و حساب کو دور رکھتی ہے اور حساب و عذاب سب ایک دن اور ایک وقت قبر میں اتارنے اور قوم کے واپس ہونے کے درمیان ہوتا ہے اور یہ جریدتین (شاخیں) اسی لئے رکھے جاتے ہیں کہ ان کے خشک ہونے کے بعد نہ عذاب ہوگا اور نہ حساب ہوگا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ۔

تکفین اور اس کے آداب

(۴۰۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ بہتر سے بہتر کفن دینے کی کوشش کرو اس لئے کہ مرنے والے اسی کے اندر قبر سے اُٹھائے جائیں گے۔

(۴۰۹) نیز آنجنابؑ نے فرمایا: تم لوگ اپنے مرنے والوں کو اچھے سے اچھا کفن دو یہی ان کی زینت ہے۔

(۴۱۰) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی میت کو کفن دینے لگو تو اگر ممکن ہو تو وہ پاک کپڑا جس میں نماز پڑھا کرتا تھا وہ بھی اس کے کفن میں رکھ دو اس لئے کہ جس میں وہ نماز پڑھتا تھا اس میں اس کو کفن دینا مستحب ہے۔ اور یہ جائز نہیں کہ میت کو کتان وابریشم کے کپڑوں میں کفن دیا جائے لیکن روئی کے کپڑے میں جائز ہے۔

(۴۱۱) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: کتان بنی اسرائیل کے لئے ہے وہ اس سے کفن دیا کرتے ہیں اور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے روئی کا کپڑا ہے۔

(۴۱۲) حضرت ابوالحسن ثالث امام علی النقی علیہ السلام سے اس کپڑے کے متعلق دریافت کیا گیا جو بصرہ میں یمنی چادر کے انداز پر ریشم اور روئی ملا کر بنایا جاتا ہے کیا اس میں میت کو کفن دینا درست ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اس میں روئی زیادہ ہے ریشم سے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۴۱۳) اور حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس نے پوشش خانہ کعبہ کا تھوڑا سا حصہ خریدا اور اس

میں سے کچھ سے اپنی ضرورت پوری کی اور کچھ ابھی اس کے پاس ہے۔ کیا اس کا فروخت کرنا اس شخص کے لئے درست ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس میں سے جتنا چاہے فروخت کرے اور اگر فروخت کرنے کا ارادہ نہ ہو تو کسی کو ہبہ کر دے اور اس سے نفع حاصل کرے اور اس سے برکت طلب کرے تو عرض کیا گیا کہ کیا اس میں میت کو کفن بھی دیا جا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔

(۴۱۴) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: میت کی قمیض (پیراہن) کا دامن نہ گول تراشا ہوا ہو نہ اس میں گوٹ لگی ہوئی نہ اس میں گھنڈی اور بٹن لگے ہوئے ہوں۔

(۴۱۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کے پاس قمیض (پیراہن) موجود ہے کیا اس میں اس کو کفن دیا جا سکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس کے بٹن یا گھنڈی کاٹ دو۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا اور آستین؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب اس کے لئے کوئی نیا پیراہن قطع کیا جائے تو اس میں آستین نہیں رکھتے اگر پہنا ہوا لباس ہے تو اس میں سے سوائے گھنڈی اور بٹن کے کچھ نہیں کاٹا جائے گا۔

پس جب میت کو غسل دینے والا کفن کے معاملے سے فارغ ہو جائے تو میت کو تختۂ غسل پر قبلہ رو لٹائے اور اس کی قمیض اوپر سے نیچے کی طرف اتار کر شرمگاہ پر لا کر چھوڑ دے اور جب تک غسل سے فارغ نہ ہو نہ ہٹائے تا کہ اس کی شرمگاہ ڈھکی رہے۔ اور اگر اس کے جسم پر کوئی قمیض نہیں ہے تو اس کی شرمگاہ پر کوئی چیز ایسی ڈال دے جو اس کی شرمگاہ کو ڈھانکے رہے اور اس کی انگلیوں کو آہستگی کے ساتھ نرم کرے اگر وہ بہت سخت ہوگئی ہیں تو ان کو ویسے ہی چھوڑ دے اور اپنا ہاتھ میت کے پیٹ پر نرمی کے ساتھ پھیرے پھر غسل کی ابتداء ہاتھوں سے کرے اور آب سدر (بیری) کے تین مٹکے سے ان دونوں کو دھوئے پھر اپنے بائیں ہاتھ میں ایک کپڑا لپیٹے اور اس پر از قسم اشنان (صابن وغیرہ) لے اور اس کی شرمگاہ پر رکھے ہوئے کپڑے کے نیچے اپنا ہاتھ داخل کرے اور دوسرا شخص اوپر کی طرف سے اس کی شرمگاہ پر پانی ڈالے اور یہ اس کے آگے اور پیچھے کو دھوئے اور دھوتے وقت پانی کی دھار کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔ اس کے بعد اس کا سر اور اس کی داڑھی کو اول سدر کے جھاگ سے دھوئے پھر تین مٹکے آب سدر سے دھوئے اور میت کو بٹھائے نہیں پھر میت کو بائیں کروٹ کر دے تا کہ دائیں جانب غسل دے اور اس کا دایاں ہاتھ اس کے داہنے پہلو پر پھیلا دے جہاں تک پہنچ سکے پھر تین مٹکے آب سدر سے اس کو سر سے لے کر پاؤں تک غسل دے درمیان میں پانی کی دھار کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔ پھر اسے دائیں جانب پلٹ دے تا کہ بائیں جانب غسل دے اور اس کا بایاں ہاتھ بائیں پہلو میں پھیلا دے جہاں تک پہنچ سکے پھر تین مٹکے سے اس کو سر سے پاؤں تک اس طرح غسل دے کہ پانی کی دھار نہ ٹوٹنے پائے اس کے بعد اس کو پشت کے بل لٹا دے اور اس کے پیٹ پر آہستہ آہستہ ہاتھ پھیرے اس کے بعد دوسرا غسل پانی اور تھوڑے کافور کے ساتھ پہلے غسل کی طرح دے۔ پھر ان برتنوں کو کھنگال دے جن میں یہ پانی تھا اور اب تیسرا غسل آب خالص سے دے اور تیسرے غسل میں اس کے پیٹ پر ہاتھ نہ پھیرے اور غسل دیتے وقت یہ کہے "اَللّٰهُمَّ عَفْوَكَ عَفْوَكَ" جو شخص ایسا کرے گا اللہ اس کی عفو کرے گا اور میت کے لئے کافور ۱/۳-۱۳ درہم (تقریباً ۴۳ گرام) وزن میں ہونا چاہیے اور اس کا سبب یہ ہے کہ:

(۴۱۶) حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک اوقیہ جنت کا کافور لائے اور ایک اوقیہ چالیس درہم وزن میں ہوتا ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ اپنے لئے، ایک حصہ علی علیہ السلام کے لئے اور ایک حصہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے لئے۔

اور جو شخص میت کے لئے ۱/۳-۱۳ درہم کافور فراہم نہیں کر سکتا وہ میت کو چار مثقال ۱۳،۸۲۸ گرام (تقریباً ۱۴ گرام) کافور سے حنوط کرے اور اس پر بھی قادر نہ ہو تو ایک مثقال ۳،۴۵۵ گرام (تقریباً ساڑھے تین گرام) اس سے کم نہیں یہ اس کے لئے ہے جو کافور پا سکے۔

اور مرد و عورت دونوں کا حنوط برابر ہے اس کے علاوہ میت کو دھونی دینا یا اس کے پیچھے خوشبو سلگا کر لے چلنا مکروہ ہے لیکن کفن کو خوشبو کی دھونی

دینا (اس میں حرج نہیں) اور کافور میت کی آنکھ، ناک، کان، منہ دونوں ہاتھوں دونوں گھٹنوں اور تمام جوڑوں پر اور اس کے سجدے کے اعضاء پر رکھا جائے گا اور اگر کافور میں سے کچھ بچ رہا ہے تو اس کو سینے پر رکھ دیا جائے گا۔

اور جب غسل دینے والا تیسرے غسل سے فارغ ہو تو کہنی سے انگلیوں تک اپنے ہاتھ دھولے اور میت پر ایک کپڑا ڈالدے تا کہ وہ اس کا پانی جذب کرلے۔

اور یہ جائز نہیں کہ وہ پانی جو میت کے غسل کا بہہ رہا ہے وہ پاخانہ کے کنوئیں میں (سنڈاس) میں ڈالا جائے چاہئے کہ اسے کسی گھر کے استعمال شدہ پانی کے جمع ہونے کی جگہ یا کسی گڑھے میں ڈالا جائے۔

اور یہ بھی جائز نہیں کہ میت کے ناخن کاٹے جائیں اس کی مونچھیں اور اس کے بال تراشے جائیں اور ان میں سے اگر خود کچھ گر جائے تو اس کو اس کے ساتھ کفن میں رکھ دینا چاہیے۔

پھر غسل دینے والا غسل کرے۔ پہلے وضو کرے پھر غسل کرے اس کے بعد میت کو اس کے کفنوں میں رکھے اور شاخیں اس کے ساتھ رکھ دے۔

ایک شاخ دائیں جانب ہنسلی کے پاس اس کی جلد سے ملا کر رکھے پھر اس کی قمیض دائیں جانب سے اس پر ڈال دے اور دوسرا جریدہ بائیں جانب اس کے سرین کے پاس قمیض اور ازار کے درمیان رکھ دے اور اس کو اس کے ازار اور اس کی چادر میں لپیٹ دے پہلے بائیں حصہ کو کھینچ کر دائیں جانب لے جائے پھر دائیں جانب کو بائیں جانب لے جائے اور اگر چاہے تو ابھی چادر اس کو نہ ڈالے بلکہ جب قبر میں اتارے تو اس پر ڈال دے۔ اس کے سر پر عمامہ باندھ کر تحت الحنک نکالے مگر اس کو اعرابیوں کی طرح کا عمامہ نہ باندھے بلکہ اس کے عمامے کے دونوں سرے اس کے سینے پر ڈال دے۔

اور قمیض پہنانے سے پہلے تھوڑی سی روئی لے اور اس پر تھوڑا خوشبو کا پوڈر (سفوف) چھڑکے اور کچھ روئی اس کے پیچھے پر رکھے اور کچھ روئی اس کے آگے پر رکھے پھر اس کے دونوں پاؤں ملا دے اور خوب اچھی طرح اس کی دونوں رانوں کو اس کی سرین سے باندھے تا کہ اس میں سے کوئی چیز نہ نکل سکے اور جب تکفین سے فارغ ہو تو کافور سے اس کا حنوط کرے جیسا کہ میں نے پہلے اس کا ذکر کیا اس کے بعد اس میت کو تابوت میں رکھے اور اسے قبر تک لے جائے۔

اور یہ جائز نہیں کہ لوگوں سے کہے کہ اس کے ساتھ نرمی کرو اس پر ترس کھاؤ اپنا ہاتھ مصیبت کے وقت اپنی ران پر مارے ورنہ اس کے صبر کا ثواب حبط ہو جائیگا۔

اور اگر غسل کے بعد میت میں سے کوئی چیز نکلے تو اس کو دوبارہ غسل نہ دینے لگے بلکہ کفن کا جو حصہ آلودہ ہو گیا ہے اس کو دھو دینگے اور اسے لحد تک پہنچا ئیں گے۔ اور اگر لحد میں پہنچے کے بعد کوئی شے نکلی ہے تو اس کے کفن کو نہیں دھوئیں گے بلکہ کفن کا وہ حصہ جو آلودہ ہو گیا ہے اس کو قینچی سے کاٹ دینگے اور ایک کپڑے کو دوسرے پر پھیلا دینگے۔

(۴۱۷) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص کسی مرد مومن کو کفن پہنائے وہ گویا اس کے لباس کا تا قیامت ضامن ہو گیا۔ اور جس نے کسی مومن کے لئے قبر کھودی اس نے گویا اس مومن کے لئے ایک مناسب گھر قیامت تک کے لئے تعمیر کر دیا۔

اور اگر کوئی شخص حالت جنابت میں مرجائے تو اس کو غسل جنابت اور غسل میت دونوں کے لئے ایک ہی غسل دیا جائے گا اس لئے کہ یہ دونوں محترم اور واجب ہیں اور یہ دونوں ایک غسل واجب میں جمع کر دیئے جائیں گے۔

(۴۱۸) اور ابوالجارود نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا جو مر گیا کہ کیا اس کے ناخن کاٹے جائیں گے، اس کے

بغل کے بال نورے سے اُڑائے جائیں گے اور کیا اس کے زیر ناف پر استرا پھیرا جائے گا اگر وہ مرض کی وجہ سے بڑھ گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔

اور اگر کسی عورت کا حمل ساقط ہو جائے اور بچہ کامل الخلقت تھا تو اس کو غسل دیں گے، حنوط کریں گے، کفن دیں گے اور دفن کریں گے۔ اور اگر کامل الخلقت نہیں تھا تو اس کے لئے کوئی غسل نہیں ہے بلکہ اسی کے خون میں اس کو دفن کر دینگے اور کامل الخلقت کی حد یہ ہے کہ جب اس کے حمل کو چار ماہ ہو گئے ہوں۔

اور تین کفن فرض ہے۔ قمیض و ازار و چادر، عمامہ اور خرقہ کا شمار کفن میں نہیں اور اگر کوئی کفن زیادہ دینا چاہے تو دو چادریں اور دیدے تا کہ کپڑوں کی تعداد پانچ ہو جائے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۴۱۹) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین کپڑوں سے کفن دیا گیا تھا، مقام ظفر کی بنی ہوئی دو یمنی چادریں اور کرسف کا ایک کپڑا جو روئی کا ہوتا ہے۔

(۴۲۰) اور روایت کی گئی ہے کہ آنجناب کو کافور کے علاوہ ایک مثقال مشک سے حنوط کیا گیا تھا۔

(۴۲۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میرے والد بزرگوار علیہ السلام نے اپنے وصیت نامہ میں مجھے لکھا کہ میں انہیں تین پارچوں میں کفن دوں ایک خود ان کی یمنی چادر جسے وہ یوم جمعہ پہن کر نماز پڑھاتے تھے اور ایک کوئی دوسرا پارچہ اور ایک قمیض۔

(۴۲۲) حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص مرجاتا ہے کیا اس کو قمیض کے بغیر تین کپڑوں کا کفن دیا جاسکتا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں مگر قمیض میری نظر میں سب سے پسندیدہ ہے۔

(۴۲۳) عمار بن موسیٰ ساباطی نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک عورت حالت نفاس میں مرگئی اس کو کیسے غسل دیا جائے؟ آپؑ نے فرمایا: اس کو بھی اسی طرح غسل دیا جائے جیسے حالت طہر میں مرنے والی عورت کو غسل دیا جاتا ہے اور اس طرح حائضہ کو بھی اسی طرح حالت جنابت میں مرنے والی کو صرف ایک غسل دیا جائے گا۔

(۴۲۴) ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن ثالث (امام علی النقی علیہ السلام) سے دریافت کیا گیا کہ کیا میت کے قریب مشک و بخور سلگایا جاسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔

(۴۲۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی عورت حالت نفاس میں مرجائے اور خون زیادہ آرہا ہو تو اس کو ناف تک چمڑے میں یا چمڑے کے مانند کسی چیز میں ڈال دیا جائے گا تا کہ آلودگی دور ہو جائے پھر اس کے آگے اور پیچھے روئی رکھدی جائے گی اس کے بعد اس کو کفن پہنایا جائے گا۔

(۴۲۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسی عورت کے متعلق پوچھا گیا جو مردوں کے ہمراہ تھی اور مرگئی اور ان لوگوں کے ساتھ اس عورت کا کوئی محرم نہیں تھا۔ کیا یہ لوگ اس عورت کو اس کے کپڑوں میں ہی غسل دے سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: پھر تو ان لوگوں پر بات آجائے گی لیکن ہاں وہ لوگ صرف اس کے دونوں ہاتھ دھو سکتے ہیں۔

(۴۲۷) اور عبداللہ بن ابی یعفور نے امام علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک مرد ہے جو عورتوں کے ساتھ سفر میں تھا وہ مرگیا اب ان عورتوں کے ساتھ کوئی دوسرا مرد بھی نہیں ہے تو یہ عورتیں اس مرد کی میت کا کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: وہ عورتیں اس کی میت کو اسی کے کپڑوں میں لپیٹ کر دفن کر دینگی اسے غسل نہیں دیں گی۔

(۴۲۸) اور حلبی نے آنجناب علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک عورت سفر میں مرگئی اس کے ساتھ اس کا محرم نہیں ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی دوسری عورت ہے۔ آپؑ نے فرمایا: وہ جس طرح بھی اپنے کپڑوں میں ہے اسی طرح دفن کر دی جائے گی۔ اور ایک مرد مرتا ہے اور سوائے عورتوں کے اس

کے ساتھ کوئی مرد نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ عورتیں اس کو اسی طرح جن کپڑوں میں ہے دفن کر دیں گی۔

(۴۲۹) حارث بن مغیرہ کے غلام ابوالنمیر نے آنجناب علیہ السلام سے عرض کیا: یہ بتائیں کہ لڑکے کو کس عمر تک عورتیں غسل دے سکتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: تین سال کی عمر تک۔

اور ہمارے شیخ محمد بن حسن نے اپنی کتاب جامعہ میں ایک ایسی لڑکی کے متعلق تحریر کیا ہے جو مردوں کے ساتھ سفر میں مرگئی۔ تو آپ نے اسکے متعلق کہا کہ اگر وہ لڑکی پانچ چھ سال سے زیادہ کی تھی تو اس کو دفن کر دیا جائے گا اس کو غسل نہیں دیا جائے گا۔ اور اگر وہ پانچ سال سے کم کی ہے تو اسے غسل دیا جائے گا پھر آپ نے حلبی سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث اسی مضمون کی تحریر کی ہے۔

(۴۳۰) اور منصور بن حازم نے آنجناب علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک مرد اپنی عورت کے ساتھ سفر میں تھا کیا وہ اس کو غسل دے سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں بلکہ اپنی ماں، اپنی بہن اور ان جیسی کو بھی وہ اس کی شرمگاہ پر کپڑا ڈال کر غسل دے دیگا۔

(۴۳۱) اور سماعہ بن مہران نے آپ سے سوال کیا ایک ایسے مرد کے متعلق جو مر گیا اور اس کے ساتھ سوائے عورتوں کے کوئی مرد نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کی محرم عورت اس کو غسل دے گی اور دیگر عورتیں اس پر پانی ڈالیں گی۔ اس کے کپڑے نہیں اُتارے جائیں گے اور اگر کوئی عورت مردوں کے ساتھ تھی اور مرگئی اور ان لوگوں کے ساتھ کوئی دوسری عورت نہیں ہے اور نہ اس کے ساتھ اس کا کوئی محرم ہے تو پھر وہ جیسے اپنے کپڑوں میں ہے ویسے ہی دفن کر دی جائے گی اور اگر مردوں میں سے اس کا کوئی محرم ہے تو اس کے کپڑوں پر ہی سے اس کو غسل دے گا۔

(۴۳۲) نیز اس نے آنجناب علیہ السلام سے ایک مرد مسلمان کے متعلق دریافت کیا جو سفر کی حالت میں مر گیا اور اس کے ساتھ کوئی مسلمان مرد نہیں ہے بس اس کے ساتھ چھ نصرانی مرد ہیں اور اس کی پھوپھی اور اس کی خالہ ہیں جو مسلمان ہیں اب اس کو غسل کیسے دیا جائے؟ آپؑ نے فرمایا: اس کی پھوپھی اور خالہ اس کو اسی لباس میں غسل دیں گی نصرانی اس کے غسل کے قریب نہیں جائیں گے۔

(۴۳۳) اور ایک ایسی عورت کے متعلق سوال کیا جو سفر میں مرگئی اور اس کے ساتھ کوئی اور مسلمان عورت نہیں چند نصرانی عورتیں ہیں اور مسلمان چچا اور ماموں ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: وہی مسلمان چچا اور ماموں اس عورت کو غسل دیں گے اور نصرانی عورتیں اس کے قریب نہیں جائیں گی اگر وہ قمیض یا کرتا پہنے ہوئے ہے تو وہ قمیض اور کرتے کو اوپر سے پکڑ کر پانی ڈالیں گے۔

(۴۳۴) نیز انہوں نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ ایک نصرانی مسلمانوں کے ساتھ سفر میں مر گیا تو آپ نے فرمایا: اس کو نہ کوئی مسلمان غسل دے گا اور نہ دفن کرے گا۔ اس میں کوئی خوبی نہیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو کر اس کے لئے دعا کرے گا خواہ اس کے ماں باپ ہی ہوں۔

(۴۳۵) ایک مرتبہ مفضّل بن عمر نے آنجنابؑ سے دریافت کیا میں آپ پر قربان آپ اس عورت کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو مردوں کے ساتھ سفر میں ہوتی ہے اور ان مردوں میں سے کوئی بھی اس کا محرم نہیں ہے اور نہ ان لوگوں کے ساتھ کوئی عورت ہے اور وہ مر جاتی ہے اب اس کے ساتھ کیا کیا جائے؟ آپؑ نے فرمایا: اس کے دونوں ہاتھ کی ہتھیلی کو غسل دیا جائیگا پھر اس کے چہرے کو غسل دیا جائے گا پھر اس کے دونوں پشت دست کو غسل دیا جائیگا۔

(۴۳۶) اور عمار بن موسیٰ ساباطی نے آپ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو مر گیا اور اس کے ساتھ نہ کوئی مسلمان مرد ہے نہ کوئی مسلمان عورت اس کے قرابتداروں میں سے ہے۔ اس کے ساتھ نصرانی مرد ہیں اور کچھ مسلمان عورتیں لیکن ان مسلمان عورتوں اور اس مرنے والے کے درمیان کوئی قرابتداری نہیں؟ آپ نے فرمایا: نصرانی خود غسل کرے گا اس کے بعد اس میت کو غسل دے گا۔ اس لئے کہ اضطرار اور مجبوری آپڑی ہے۔

(۴۳۷) اور انہوں نے آپ سے دریافت کیا: ایک مسلمان عورت مرگئی اس کے ساتھ کوئی مسلمان عورت ہے نہ اس کے قرابتداروں میں سے کوئی مرد ہے بس اس کے ساتھ ایک نصرانی عورت اور کئی مسلمان مرد ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ نصرانی عورت پہلے خود غسل کرے گی پھر میت کو غسل دے گی۔

پانچ آدمیوں کی میت کے دفن کے لئے تین دن تک انتظار کریں گے بشرطیکہ لاش میں تغیر نہ آنے لگے۔ پانی میں ڈوب کر مرا ہوا، آسمانی بجلی سے مرا ہوا، پیٹ کے درد سے مرا ہوا، کسی بلند مقام سے گر کر مرا ہوا، اور دھوئیں سے گھٹ کر مرا ہوا اور جس شخص کو چیچک نکلی ہو اگر مر جائے تو اگر اس امر کا خوف ہے کہ اس کو مس کرنے سے اس کی جلد چھوٹ کر گر جائیگی تو اس پر خوب اچھی طرح پانی ڈالیں گے اور اسی طرح جس کے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں اور جو آگ سے جل کر مرا ہوا اور وہ کہ جس کے جسم پر زخم ہوں۔

(۴۳۸) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی شخص سمندری سفر کے درمیان مر جائے تو اس کو غسل دینگے، حنوط کریں گے، کفن پہنائیں گے پھر اس کے پاؤں میں ایک پتھر باندھ کر سمندر کے پانی میں ڈال دینگے۔

(۴۳۹) اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ اس کو ایک بڑے مٹکے (پیپا یا ڈرم) میں رکھ کر اس کے سرے کو مضبوطی کے ساتھ بند کر دینگے اور پھر اسے پانی میں ڈال دینگے مگر یہ سب اس وقت کیا جائیگا جب (فوری طور پر) ساحل تک پہنچنا ممکن نہ ہو۔

(۴۴۰) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: رجم کیے جانے والے مرد اور رجم کی جانے والی عورت کو پہلے غسل دیا جائے گا، حنوط کیا جائیگا، کفن پہنایا جائیگا اس کے بعد دونوں کو رجم کیا جائیگا۔ اور جس کو قصاص میں قتل کیا جا رہا ہے وہ بھی اسی ذیل میں آتا ہے کہ اسے غسل دیا جائیگا، حنوط کیا جائیگا، کفن پہنایا جائیگا پھر اسے قصاص کے لئے لے جایا جائے گا اور اس پر نماز پڑھی جائے گی۔

سولی پر چڑھائے گئے شخص کی لاش کو تین دن بعد سولی سے اتارا جائیگا، اس کو غسل دیا جائے گا، کفن پہنایا جائے گا اور دفن کر دیا جائے گا۔ اور تین دن سے زیادہ سولی پر لٹکانا جائز نہیں۔

(۴۴۱) علی بن جعفر نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس کو درندوں یا پرندوں نے کھا لیا ہے اور اب بغیر گوشت کے اس کی ہڈیاں باقی ہیں، اس کے ساتھ کیا کیا جائے؟ آپؑ نے فرمایا: اس کو غسل دیا جائیگا، کفن پہنایا جائیگا، اس کی نمازِ میت پڑھی جائے گی اور اس کو دفن کیا جائیگا۔

(۴۴۲) اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے عمار بن یاسر کو غسل دیا نہ ہاشم بن عتبہ کو اور انہی کا نام مرقال بھی ہے۔ اور ان دونوں کو انہی کے خون آلود کپڑوں میں دفن کیا اور ان دونوں پر نماز نہیں پڑھی۔

اسی طرح روایت کی گئی ہے لیکن اصل یہ ہے کہ امت میں سے کوئی شخص بغیر نماز کے نہیں چھوڑا جائے گا۔

(۴۴۳) اور ابو مریم انصاری نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر شہید میں رمق باقی تھی پھر (کچھ وقت بعد) مر گیا تو اس کو غسل دیں گے کفن پہنائیں گے حنوط کریں گے اور اس پر نماز پڑھیں گے اور اگر رمق جان باقی نہ تھی تو پھر اسی کے کپڑوں کا کفن اس کو دیں گے۔

(۴۴۴) اور ابان بن تغلب نے آپؑ سے دریافت کیا کہ ایک شخص راہِ خدا میں قتل کر دیا جاتا ہے کیا اس کو غسل دیا جائیگا، کفن پہنایا جائیگا اور حنوط کیا جائیگا؟ آپؑ نے فرمایا: جیسے وہ اپنے لباس میں ہے ویسے ہی دفن کر دیا جائیگا مگر یہ کہ اگر اس میں رمق جان باقی تھی اس کے بعد وہ مرا ہے تو اس کو غسل دیا جائیگا، کفن پہنایا جائیگا، حنوط کیا جائے گا، اس پر نماز پڑھی جائے گی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہؑ پر نماز پڑھی، ان کو کفن پہنایا اور انہیں حنوط کیا اس لئے کہ ان کی میت برہنہ تھی۔

(۴۴۵) اور حنظلہ بن ابی عامر راہب احد میں شہید ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں غسل کا حکم نہیں دیا اور فرمایا: میں نے دیکھا کہ فرشتے آسمان و زمین کے درمیان ان کو چاندنی کے طبق میں آبِ مزن سے غسل دے رہے ہیں۔ اس لئے ان کا نام غسیل الملائکہ پڑ گیا۔

(۴۴۶)　حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: شہید سے پوستین، موزہ، ٹوپی، عمامہ، پٹکا اور شلوار اتار لی جائے گی مگر یہ کہ اس میں خون لگا ہوا ہو۔ اگر ان میں خون لگا ہوا ہے تو ویسے ہی چھوڑ دی جائے۔ اور اس کے لباس میں کوئی ایسی گرہ نہیں چھوڑی جائے گی جو کھول نہ دی جائے۔

اور جب کوئی شخص حالت احرام میں مرجائے تو اس کو غسل دیا جائیگا، کفن پہنایا جائیگا اور دفن کیا جائیگا یعنی اس کے ساتھ ہر وہ عمل کیا جائیگا جو مُحِل (بغیر احرام والے شخص) کی میت کے ساتھ کیا جاتا ہے سوائے یہ کہ اس کے قریب کافور نہ لائی جائیگی۔

اور وہ معرکہ کہ جو غیر اطاعت خدا میں ہو اس کے اندر قتل ہونے والے کو بالکل اس طرح غسل دیں گے جس طرح عام طور پر میت کو دیا جاتا ہے اس کے سر کو گردن سے ملا دینگے اور بدن کے ساتھ اس کو غسل دیں گے۔

اور اگر کوئی عورت حاملہ تھی وہ مرگئی اور بچہ اس کے پیٹ میں حرکت کر رہا ہے تو عورت کا پیٹ بائیں جانب سے چاک کر کے بچے کو نکال لیا جائیگا۔ اور اگر عورت زندہ ہے اور پیٹ کے اندر بچہ مرگیا تو کوئی انسان اس عورت کے فرج میں ہاتھ ڈالے گا اور اپنے ہاتھ سے کاٹ کر مردہ بچے کو نکال لے گا۔

(۴۴۷)　روایت کی گئی ہے کہ جب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی وفات ہوئی تو جس حجرے میں آپ رہتے تھے اس میں چراغ روشن کرنے کے لئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہمیشہ ہدایت کیا کرتے تھے پھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات ہوئی تو حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام بھی اپنے پدر بزرگوار امام جعفر صادق علیہ السلام کے حجرے میں اسی طرح چراغ روشن کرنے کیلئے ہمیشہ ہدایت کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کو عراق کی طرف لے جایا گیا پھر نہیں معلوم اس کے بعد کیا ہوا۔

اور جو شخص حالت جُنب میں ہو اور اس کا ارادہ ہو کہ کسی میت کو غسل دے تو اس کو چاہیئے کہ وہ وضو کرے، جس طرح نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے اس کے بعد میت کو غسل دے اور جو شخص میت کو غسل دینے کے بعد جماع کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو چاہیے کہ وضو کر لے اس کے بعد مجامعت کرے۔

اور اگر میت کو غسل دیدیا گیا پھر اس کے بعد اس میں سے خون نکلنے لگا اور اتنا زیادہ کہ اس کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا تو اس پر خالص مٹی (جس میں ریت وغیرہ نہ ملی ہو) ڈال دے اس سے خون بند ہو جائے گا۔

(۴۴۸)　ایک مرتبہ سلیمان بن خالد نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ جس نے میت کو غسل دیا ہے وہ خود غسل کرے؟ آنجنابؑ نے فرمایا: ہاں۔ پوچھا: اور وہ جس نے اس کو قبر میں اتارا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں اس لئے کہ اس نے اس کے لباس کو مس کیا ہے۔

(۴۴۹)　حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا: جب (میرے فرزند) اسماعیل کا انتقال ہوا تو اس پر ایک چادر ڈالدی گئی تھی۔ میں نے لوگوں سے کہا کہ ذرا اس کے چہرے سے چادر ہٹاؤ لوگوں نے ہٹایا تو میں نے اس کی پیشانی، اس کی ٹھوڑی اور اس کے گلے کا بوسہ لیا اور کہا: اب چہرہ ڈھانک دو۔ پھر (تھوڑی دیر بعد) میں نے کہا کہ اس کے چہرے سے چادر ہٹاؤ (لوگوں نے ہٹایا) تو میں نے اس کی پیشانی اس کی ٹھوڑی اور اسکے گلے کا بوسہ لیا پھر کہا: اب چہرہ ڈھانک دو۔ لوگوں نے چہرہ ڈھانک دیا اس کے بعد میں نے کہا: اسے غسل دو۔ اس کے بعد میں اس کے پاس اس وقت آیا جب اس کو کفن پہنایا جا چکا تھا۔ میں نے کہا: اس کے چہرے سے کفن ہٹاؤ (لوگوں نے ہٹایا) تو میں نے اس کی پیشانی اس کی ٹھوڑی اور اس کے گلے کا بوسہ لیا اور اسے ایک تعویذ دیا اور لوگوں سے کہا: اب اس کو کفن میں لپیٹ دو۔ آپؑ سے پوچھا گیا کہ آپؑ نے کس چیز سے اس کو تعویذ دیا تو آپؑ نے فرمایا: قرآن سے۔

(۴۵۰)　حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کے بعد ان کو بوسہ دیا۔

باب: نمازِ میت

(۴۵۱) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی جنازے کے پیچھے چلے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے چار قیراط لکھ دیگا۔ ایک قیراط جنازے میں شریک ہونے پر، ایک قیراط جنازے کی نماز پڑھنے پر، ایک قیراط اس کے دفن سے فارغ ہونے کے انتظار پر ایک قیراط تعزیت کی ادائیگی پر۔

(۴۵۲) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی جنازے کے ساتھ چلے یہاں تک کہ نماز جنازہ پڑھ لے پھر واپس ہو جائے تو اس کے لئے ایک قیراط ہے اور جو شخص کسی جنازے کے ساتھ چلے یہاں تک کہ وہ دفن ہو جائے تو اس کے لئے دو قیراط ہے اور ایک قیراط کوہِ اُحد کے برابر ہوگا۔

(۴۵۳) اور آپؑ نے فرمایا: جو شخص کسی مرد مسلم کے جنازے کے پیچھے پیچھے چلے تو قیامت کے دن اس کو چار شفاعتیں عطا کی جائیں گی اور کچھ نہ بولے تو فرشتہ آواز دے گا کہ تیرے لئے اتنی ہی (شفاعتیں) اور ہیں۔

(۴۵۴) اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص جنازے کو چاروں جانب سے پکڑے (کاندھا دے) تو اللہ تعالیٰ اس کے چالیس گناہان کبیرہ معاف کردے گا۔

(۴۵۵) نیز آپؑ نے فرمایا: جو شخص کسی مرد مومن کے جنازے کی مشایعت کرے (ساتھ رہے) یہاں تک کہ وہ قبر میں دفن کردیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی مشایعت کے لئے ستر (۷۰) فرشتے مقرر کرے گا جو اس کے ساتھ ساتھ اس کے لئے طلب مغفرت کرتے رہیں گے اس وقت تک کہ جب وہ اپنی قبر سے نکل کر موقف (حساب) تک جائیگا۔

(۴۵۶) نیز آپؑ نے فرمایا: مومن کو اس کی قبر میں سب سے پہلا تحفہ یہ دیا جائیگا کہ جو لوگ اس کے جنازے میں شریک ہوئے ان سب کی مغفرت کردی گئی۔

(۴۵۷) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی مومن قبر میں پہنچتا ہے تو اس کو آواز دی جاتی ہے کہ آگاہ ہو تیرے لئے سب سے پہلی عطا جنت ہے۔ آگاہ ہو جس نے تیرے جنازے کی مشایعت (شرکت) کی اس کے لئے پہلی عطا مغفرت ہے۔

(۴۵۸) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جو اپنے برادر مومن کے جنازے کو چاروں طرف سے اُٹھائے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہان کبیرہ میں سے چالیس گناہوں کو معاف کردے گا۔ اور سنت یہ ہے کہ جنازے کو چاروں طرف سے اُٹھایا جائے اور اس کے بعد جو کرے وہ مستحب ہے۔

(۴۵۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص جنازے کے پایوں کو پکڑے گا اللہ تعالیٰ اس کے پچیس گناہان کبیرہ بخش دے گا اور اگر چاروں پایوں کو پکڑے گا تو اپنے تمام گناہوں سے نکل جائے گا۔

(۴۶۰) اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جنازے کے پیچھے چلنا اس کے آگے آگے چلنے سے افضل ہے اور اگر تم اس کے آگے بھی چلو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۴۶۱) اور حسین بن سعید نے حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام کو خط لکھا اور ان سے میت کے تابوت کے متعلق دریافت کیا کہ کیا اس کے چاروں جانب میں سے کوئی جانب ایسی ہے جس سے اس کو اُٹھانا شروع کرے یا یہ اُٹھانے والے پر ہے کہ جس جانب آسان سمجھے اس جانب سے اُٹھانا شروع کرے؟ تو آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ جس جانب سے چاہے اُٹھالے۔

(۴۶۲) اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا جنازے کے متعلق کہ کیا اس کے ساتھ آگ لے جائی جاسکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کا جنازہ رات کو نکالا گیا اور اس کے ساتھ بہت سے چراغ تھے۔

(۴۶۳) محمد بن مسلم نے ان دونوں حضرات (حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق) علیہما السلام میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے کہ اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجناب سے جنازے کے ساتھ چلنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: اس کے آگے، اس کے دائیں جانب، اس کے بائیں جانب اور اس کے پیچھے (چلنا چاہیے)۔

(۴۶۴) اور عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی وفات ہوئی اور ان پر نماز پڑھنے کا وقت آیا تو ہبۃ اللہ علیہ السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ اے قاصد خدا آپ آگے بڑھیں اور نبی خدا کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو آپ کے پدر بزرگوار کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا لہٰذا ہم لوگ ان کی نیکوکار اولاد کے آگے کھڑے نہیں ہو سکتے اور آپ ان کی نیکوکار اولاد میں سے ہیں۔ چنانچہ ہبۃ اللہ علیہ السلام آگے بڑھے اور انہوں نے اُمت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو پانچ نمازیں فرض ہیں ان کی تعداد کے مطابق پانچ تکبیریں کہیں پھر یہی اولاد آدمؑ کے لئے تا یوم قیامت سنت جاری ہو گئی۔

(۴۶۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کی میت پر نماز پڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور تشہد پڑھتے (یعنی اشھدان لا الہ الا اللہ کہتے) پھر تکبیر کہتے اور نبی اور ان کی آل پر درود بھیجتے اور ان کے لئے دعا کرتے پھر تکبیر کہتے اور مومنین و مومنات کے لئے دعا کرتے پھر چوتھی مرتبہ تکبیر کہتے اور میت کے لئے دعا کرتے پھر تکبیر کہتے اور وہاں سے پلٹ جاتے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے منافقین کی میت پر نماز پڑھنے کے لئے منع فرمایا تو اس کے بعد آپ تکبیر کہتے اور تشہد پڑھتے پھر تکبیر کہتے اور نبی اور ان کی آل پر درود بھیجتے پھر تکبیر کہتے اور مومنین و مومنات کے لئے دعا کرتے چوتھی تکبیر کہتے اور واپس ہو جاتے اور میت کے لئے دعا نہیں کرتے تھے۔

(۴۶۶) اور جو شخص کسی میت پر نماز پڑھے تو وہ اس کے سر کے اتنا قریب کھڑا ہو کہ اگر ہوا چلے اور اس کا دامن اٹھے تو جنازے کو لگے۔ اور تکبیر کہے اور یہ کہے "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْراً وَّ نَذِيْراً بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ (میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی سوائے اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اس نے ان کو حق کے ساتھ بشیر و نذیر بنا کر آج کے دور میں بھی بھیجا) پھر دوسری تکبیر کہے اور یہ کہے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَارْحَمْ مُحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ كَاَفْضَلِ مَاصَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (اے اللہ تو رحمت نازل کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل پر برکت دے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل کو اس سے بھی بہتر جو تو نے رحمت نازل کی ہے، برکت دی ہے اور رحم فرمایا ہے ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر بے شک تو لائق حمد اور صاحب بزرگی ہے) پھر تیسری تکبیر کہے اور یہ کہے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اَلْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ (اے اللہ تو مغفرت کر مومنین اور مومنات اور مسلمین اور مسلمات کی خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ) پھر چوتھی تکبیر کہے اور یہ کہے: اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَزَلَ بِكَ وَاَنْتَ خَيْرُ مَنْزُوْلٍ بِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْهُ اِلَّا خَيْرًا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنَّا، اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ مُحْسِناً فَزِدْ فِيْ اِحْسَانِهٖ وَاِنْ كَانَ مُسِيْئاً فَتَجَاوَزْ عَنْهُ وَاغْفِرْلَهٗ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ عِنْدَكَ فِيْ اَعْلٰى عِلِّيِّيْنَ وَاخْلُفْ عَلٰى اَهْلِهٖ فِي الْغَابِرِيْنَ وَارْحَمْهُ بِرَحْمَتِكَ يَااَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ (اے اللہ تیرا بندہ تیرے بندے کا فرزند اور تیری کنیز کا فرزند تیری بارگاہ میں حاضر ہے اور تو اس کے لئے بہترین پہنچنے کی جگہ ہے اے اللہ ہم لوگ اس کی طرف سے سوائے خیر کے کچھ نہیں جانتے اور تو ہم سے بھی زیادہ اس کو جانتا ہے، اے اللہ اگر یہ نیکوکار ہے تو اس کی نیکیوں میں اضافہ فرما اور اگر یہ گنہگار ہے تو اس سے درگزر فرما اور اس کو بخش دے، اے اللہ! اس کو اپنے پاس اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور اس کے پسماندگان کو صبر دے اور رحم کر اپنی رحمت سے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے)

پھر پانچویں تکبیر کہے۔ اور اپنی جگہ سے اس وقت تک نہ ہٹے جب تک جنازے کو لوگوں کے کاندھے پر نہ دیکھ لے اور نماز میت میں پانچ تکبیریں کہنے کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر پانچ فرائض عائد کیے ہیں۔ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور ولایت اس لئے میت کے لئے ہر فریضہ کے بدلے ایک تکبیر ہے۔

(۴۶۷) اور روایت کی گئی ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور ہر نماز فریضہ کے بدلے میت کے لئے ایک تکبیر ہے۔

اور جو شخص عورت کی میت کی نماز پڑھے تو وہ اس کے سینے کے قریب کھڑا ہو اور نماز میت میں سلام نہیں ہے مگر یہ کہ تقیہ کی حالت میں ہو۔

(۴۶۸) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کی نماز میت میں ستر تکبیریں کہیں۔

(۴۶۹) اور حضرت علی علیہ السلام نے سہل بن حنیف کی نماز میت میں پچیس تکبیریں کہیں۔

(۴۷۰) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے پانچ تکبیریں کہیں اس طرح کہ جب لوگ آتے اور کہتے کہ یا امیر المومنین ہمیں تو سہل بن حنیف کی نماز میت میں شرکت کا موقع نہیں ملا تو آپ ان کے جنازے کو رکھ دیتے اور پانچ تکبیریں کہتے یہاں تک کہ قبر تک پہنچتے پہنچتے پانچ مرتبہ ایسا کیا۔

اور جس شخص نے جنازے پر ابھی ایک تکبیر یا دو تکبیریں کہی ہیں کہ دوسرا جنازہ اس کے ساتھ اور رکھ دیا گیا تو اگر وہ چاہے تو اب ان دونوں پر پانچ تکبیریں ملا کر کہے اور اگر چاہے تو پہلی نماز جنازہ سے فارغ ہو کر دوسرے جنازے پر نماز پڑھے۔

اور جو شخص جنازے کی نماز پڑھے اور جنازہ الٹا رکھا ہوا (یعنی جدھر پاؤں ہونا چاہیے ادھر سر اور جدھر سر ہونا چاہیے ادھر پاؤں) تو یہ میت کو برا محسوس ہوگا لہٰذا اس پر دوبارہ نماز پڑھنا چاہیے۔

(۴۷۱) اور حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر کوئی شخص نماز میت کی ایک تکبیر یا دو تکبیریں پا جائے تو پھر بقیہ کو پیش نماز کی متابعت میں پورا کرنا چاہیے۔

(۴۷۲) اور عمر بن یزید نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جب کوئی مومن مرجائے اور اس کی نماز جنازے میں چالیس مومنین شریک ہوں اور سب یہ کہیں کہ **اَللّٰھُمَّ اِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْهُ اِلَّا خَیْراً وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنَّا** تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تم لوگوں کی گواہیاں قبول کیں اور اس کو بخش دیا (ایسا سمجھ لو کہ) میں نے بھی نہیں جانا جس کو تم لوگ نہیں جانتے۔

(۴۷۳) اور فضل بن عبدالملک نے آپؑ سے دریافت کیا کہ کیا نماز میت مسجد کے اندر پڑھی جا سکتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ہاں۔

(۴۷۴) اور ابو بصیر نے آپؑ سے دریافت کیا کہ ایک عورت مرگئی اس پر نماز پڑھنے کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کا شوہر۔ انہوں نے کہا کہ کیا اس کا شوہر اس کے باپ اس کے بیٹے اور اس کے بھائی سے بھی زیادہ حقدار ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں اور وہی اس کو غسل بھی دے گا۔

اور میرے والد رحمہ اللہ نے مجھے اپنے ایک رسالہ میں تحریر فرمایا: اے فرزند تم پر واضح ہو کہ میت پر نماز پڑھنے کا سب سے زیادہ حقدار وہ ہے جس کو میت کا ولی نماز کے لئے آگے بڑھائے اور جس کو ولی نے میت کیلئے آگے بڑھایا اس کے سوا کوئی دوسرا آگے بڑھ کر نماز پڑھانے لگا تو وہ غاصب ہوگا۔

(۴۷۵) اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم سے کسی کی نماز جنازہ چھوٹ جائے یہاں تک کہ وہ دفن ہو جائے تو کوئی حرج نہیں اگر تم اس کے دفن ہونے کے بعد اس کی نماز جنازہ پڑھ لو۔

(۴۷۶) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی اگر کسی کی نماز جنازہ فوت ہوجاتی تو اس کی قبر پر پڑھ لیا کرتے تھے۔

(۴۷۷) الیسع بن عبداللہ قمی نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص اکیلا نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ پوچھا کہ اور دو شخص اس پر نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں؟ فرمایا: ہاں مگر ایک دوسرے کے پیچھے کھڑا ہوگا اس کے پہلو میں کھڑا نہیں ہوگا۔

(۴۷۸) جابر کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اگر کسی شخص کی نماز میت میں کوئی مرد موجود نہ ہو (سب عورتیں ہوں) تو ایک اس کے لئے بڑھے گی اور سب عورتوں کے وسط میں کھڑی ہو جائیگی اور سب عورتیں اس کے دائیں بائیں کھڑی ہوجائیں اور وہ تکبیر کہے گی اور نماز میت پڑھا دیگی۔

(۴۷۹) اور حسن بن زیاد صیقل نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ عورتوں کے ساتھ جب کوئی مرد نہ ہو تو عورتیں نماز جنازہ کس طرح پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: وہ سب کی سب ایک صف میں کھڑی ہوجائیں گی، کوئی عورت آگے نہیں کھڑی ہوگی۔ تو کہا گیا کہ نماز واجب میں کیا یہ سب ایک دوسرے کی امامت کریں گی؟ فرمایا: ہاں۔

(۴۸۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سے جس پر رجم کیا گیا ہو اس پر بھی نماز پڑھو اور جس نے میری امت میں سے خودکشی کرلی ہے اس پر بھی نماز پڑھو۔ میری امت میں سے کسی کو بغیر نماز کے نہ چھوڑو۔

(۴۸۱) ہشام بن سالم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ جب کوئی شراب خور اور کوئی زانی اور کوئی چور مر جائے تو کیا اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

(۴۸۲) اور عمار بن موسیٰ ساباطی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ کیا فرماتے ہیں ان لوگوں کے متعلق جو سمندر کے کنارے کنارے سفر کررہے تھے کہ ناگاہ سمندر کی لہروں نے ایک آدمی کی برہنہ لاش ساحل پر پھینک دی اور یہ لوگ بھی برہنہ جسم تھے صرف ازار پہنے ہوئے تھے تو اب وہ لوگ اس میت پر نماز کیسے پڑھیں جب کہ وہ میت برہنہ ہے اور ان لوگوں کے پاس بھی کوئی فاضل کپڑا نہیں جس سے وہ اس میت کو کفن دیں؟ آپ نے فرمایا: پھر اس میت کے لئے ایک گڑھا کھودا جائے اور اس کو اس کی قبر میں رکھدیا جائے اور اس کی شرمگاہ پر اینٹ اور پتھر رکھدیا جائے تاکہ اینٹوں اور پتھروں سے اس کی شرمگاہ چھپ جائے پھر اس پر نماز پڑھ کر اسے دفن کردیں۔

(۴۸۳) اور اسحاق بن عمار نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے بیان فرمایا: ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام کو میت کے چند ٹکڑے ملے تو ان کو جمع کیا گیا پھر آپ نے اس پر نماز پڑھی اور انہیں دفن کردیا گیا۔

(۴۸۴) اور فضل بن عثمان اعور نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے ایک شخص کے بارے میں کہ وہ قتل ہوگیا اس کا سر ایک قبیلہ میں پایا گیا، اس کا درمیانی حصہ سینہ اور اس کے دونوں ہاتھ دوسرے قبیلہ میں اور بقیہ اعضاء تیسرے قبیلے میں پائے گئے تو آپ نے فرمایا: جس قبیلہ میں اس کا سینہ اور اس کے دونوں ہاتھ پائے گئے ہیں اس پر اس کا خون بہا ہے اور اس پر اس کی نماز ہے۔

(۴۸۵) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی مقتول پایا جائے تو اگر اس کے اعضاء میں سے کوئی عضو مکمل پایا جائے تو اس پر نماز پڑھ کر دفن کیا جائیگا اور اگر کوئی عضو مکمل نہیں پایا گیا تو اس پر نماز نہیں پڑھی جائیگی اسے دفن کردیا جائیگا۔ اور کسی شخص کے بیچ سے دو ٹکڑے کردیئے گئے ہیں تو اس ٹکڑے پر نماز ہوگی جس میں قلب ہے اور اگر مقتول کا سوائے سر کے اور کچھ نہ ملے تو اس پر نماز نہیں پڑھیں گے۔

(۴۸۶) زرارہ اور عبیداللہ بن علی حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ سے کمسن بچے کے لئے دریافت کیا گیا کہ اس پر نماز کس سن میں پڑھی جائیگی تو آپ نے فرمایا: جب وہ نماز کی عقل رکھتا ہو۔ تو میں نے دریافت کیا کہ اس پر نماز کب واجب ہوتی ہے؟ فرمایا: جب وہ چھ

سال کا ہو جائے اور روزہ اس وقت کہ جب اس میں اس کے برداشت کرنے کی طاقت آجائے۔ اور جب کوئی شخص ایسے لوگوں کے ساتھ ہے جو کسی طفل پر نماز پڑھ رہے ہوں تو یہ کہے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لِاَبَوَیْہِ وَلَنَا فَرَطاً (اے اللہ قرار دے اس کو اس کے والدین کے لئے اور ہم لوگوں کے لئے باعث شفاعت)۔

(۴۸۷) اور آپ سے دریافت کیا گیا کہ بچے پر نماز پڑھنا کب واجب ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جب اس کو نماز کا شعور ہو اور وہ چھ سال کا ہو جائے۔

(۴۸۹) زرارہ اور محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا: کسی مستضعف (کفار کے دباؤ میں رہ کے بے کس و مجبور) اور اس شخص پر جو اپنے مذہب ہی کو نہیں جانتا نماز پڑھی جائیگی، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا جائیگا اور مومنین و مومنات کے لئے دعا کی جائیگی اس کے بعد کہا جائیگا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِیْلَکَ وَقِھِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ (اے اللہ بخش دے ان لوگوں کو جنہوں نے توبہ کر لی اور تیرے راستے پر چلے اور بچا ان کو جہنم کے عذاب سے) اور وہ شخص جو اپنے مذہب ہی کو نہیں جانتا اس کی نماز میں کہا جائے گا۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذِہِ النَّفْسَ اَنْتَ اَحْیَیْتَھَا وَاَنْتَ اَمَتَّھَا، اَللّٰھُمَّ وَلِّھَا مَاتَوَلَّتْ وَاحْشُرْھَا مَعَ مَنْ اَحَبَّتْ (اے اللہ اس شخص کو تو ہی نے حیات دی اور تو ہی نے موت۔ پروردگار تو ان کے ساتھ اس کو کر دے جن سے یہ الفت رکھتا ہے اور اس کا حشر کر اس کے ساتھ جس سے اس کو محبت تھی)

(۴۹۰) صفوان بن مہران جمال نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے بیان فرمایا: ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرد منافق مر گیا تو حضرت حسین ابن علی علیہما السلام اس کے لئے پا پیادہ نکلے۔ راستہ میں آپؑ کا ایک غلام مل گیا آپؑ نے پوچھا: تم کہاں جا رہے ہو: اس نے کہا: میں اس منافق پر نماز پڑھنے سے بھاگ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تم میرے پہلو میں کھڑے ہو جانا اور جو تم مجھے کہتے ہوئے سنو وہی تم بھی کہنا۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھ بلند کیے اور کہا: اَللّٰھُمَّ اَخْزِ عَبْدَکَ فِیْ عِبَادِکَ وَبِلَادِکَ، اَللّٰھُمَّ اَصْلِہٖ اَشَدَّ نَارِکَ، اَللّٰھُمَّ اَذِقْہُ حَرَّ عَذَابِکَ فَاِنَّہٗ کَانَ یُوَالِیْ اَعْدَائَکَ وَیُعَادِیْ اَوْلِیَائَکَ وَیُبْغِضُ اَھْلَ بَیْتِ نَبِیِّکَ۔ (اے اللہ اس تیرے بندے نے خرابی ڈالی تیرے بندوں میں اور تیرے شہروں میں اے اللہ اپنی شدید آگ میں اس کو تپا دے۔ اے اللہ تو اس کو اپنے عذاب کی گرمی کا مزا چکھا اس لئے کہ یہ تیرے دشمنوں سے دوستی رکھتا تھا اور تیرے دوستوں سے دشمنی رکھتا تھا اور تیرے نبیؐ کے اہل بیتؑ سے بغض رکھتا تھا۔)

(۴۹۱) عبیداللہ بن حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جب تم کسی دشمن خدا پر نماز پڑھو تو یہ کہو: اَللّٰھُمَّ اِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْہُ اِلَّا اَنَّہٗ عَدُوٌّ لَکَ وَلِرَسُوْلِکَ، اَللّٰھُمَّ فَاحْشُ قَبْرَہٗ نَاراً وَاحْشُ جَوْفَہٗ نَاراً وَعَجِّلْہُ اِلَی النَّارِ فَاِنَّہٗ کَانَ یُوَالِیْ اَعْدَائَکَ وَیُعَادِیْ اَوْلِیَائَکَ وَیُبْغِضُ اَھْلَ بَیْتِ نَبِیِّکَ اَللّٰھُمَّ ضَیِّقْ عَلَیْہِ قَبْرَہٗ. (اے اللہ ہم نہیں جانتے سوائے اس کے کہ یہ تیرا اور تیرے رسول کا دشمن تھا اے اللہ تو اس کی قبر کو آگ سے بھر دے اور اس کے پیٹ میں آگ بھر دے اور اسے جہنم کی طرف بھیجنے میں جلدی کر اس لئے کہ یہ تیرے دشمنوں سے دوستی رکھتا تھا اور تیرے دوستوں سے دشمنی رکھتا تھا اور تیرے نبی کے اہل بیت سے بغض رکھتا تھا۔ اے اللہ تو اس کی قبر کو تنگ کر) اور جب میت اٹھائی جائے تو یہ کہو اَللّٰھُمَّ لَا تَرْفَعْہُ وَلَا تُزَکِّہٖ (اے اللہ اس کو بلند نہ کر اور پاک نہ کر) اور اگر وہ مستضعف ہے (دشمنوں میں گھرا ہوا بے بس ہے) تو یہ کہو اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِیْلَکَ وَقِھِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ (اے اللہ تو مغفرت کر ان لوگوں کی جنہوں نے توبہ کر لی اور تیرے راستے پر چلے اور انہیں جہنم کے عذاب سے بچا) اور اگر تم نہیں جانتے کہ اس کا کیا حال ہے (دشمن ہے یا دوست) تو کہو اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ یُحِبُّ الْخَیْرَ وَاَھْلَہٗ فَاغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَتَجَاوَزْ عَنْہُ (اے اللہ اگر یہ خیر اور اہل خیر سے محبت کرتا ہے تو اسے بخش دے اس پر رحم فرما اور اس سے درگزر کر)۔ اور اگر اس مستضعف سے تمہاری کچھ رسم و راہ ہو تو بطور شفاعت اس کے لئے استغفار کر دوستی کی بناء پر نہیں۔

(۴۹۲) اور حضرت علی علیہ السلام جب کسی مرد اور عورت دونوں کی نماز جنازہ پڑھتے تو عورت کو مقدم کرتے اور مرد کو موخر اور جب کسی غلام اور آزاد کی

نماز پڑھتے تو غلام کو مقدم کرتے اور آزاد کو موخر اور جب کسی صغیر و کبیر کی نماز جنازہ پڑھتے تو صغیر کو مقدم کرتے اور کبیر کو موخر۔

(۴۹۳) ہشام بن سالم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں اگر مرد کو مقدم کیا جائے اور عورت کو موخر یا عورت کو مقدم کیا جائے اور مرد کو موخر یعنی نماز میت کے سلسلہ میں۔

اور نمازِ میت کے لئے تمام جگہوں میں سب سے افضل و بہتر جگہ آخری صف ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ نماز جنازہ میں عورتیں مردوں کے ساتھ مخلوط ہو جایا کرتی تھیں۔

(۴۹۴) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نماز میت میں سب سے افضل و بہتر جگہ آخری صف ہے۔ عورتیں خود آخری صف سے پیچھے ہو جائیں گی اور امام علیہ السلام کے ارشاد کے بموجب آخری صف کی فضیلت باقی رہ جائے گی۔

اور اگر کسی شخص کو ایک طرف سے ولیمہ میں شرکت کی دعوت دی جائے اور دوسری طرف جنازے میں شرکت کی دعوت دی جائے تو اسے جنازے میں شرکت کی دعوت قبول کرنا چاہیے اس لئے کہ اس سے آخرت یاد آتی ہے اور ولیمہ کی دعوت کو چھوڑ دینا چاہیے اس لئے کہ اس میں دنیا یاد آتی ہے۔

(۴۹۵) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تمہیں کسی جنازے میں شرکت کی دعوت دی جائے تو جانے میں جلدی کرو اور جب شادی بیاہ میں شرکت کی دعوت دی جائے تو دیر سے جاؤ۔

اور میرے والد رحمہ اللہ نے میرے پاس جو رسالہ بھیجا اس میں تحریر کیا کہ جوتا پہن کر نماز جنازہ نہ پڑھو، اور دو میتوں کو ایک تابوت میں نہ رکھو۔ اور جب دو شخص نماز جنازہ پڑھ رہے ہوں تو ایک آگے کھڑا ہو اور ایک پیچھے۔ پہلو میں نہ کھڑا ہو۔

اور جب مرد و عورت اور غلام و مملوک کے جنازے ایک جگہ جمع ہو جائیں تو قبلہ کی طرف سب سے آگے عورت کے جنازے کو رکھے اس کے بعد مملوک کے جنازے کو اس کے بعد غلام کے جنازے کو اور غلام کے بعد مرد کے جنازے کو اور امام (نماز پڑھانے والا) مرد کے جنازے کے بعد کھڑا ہو اور ان سب کے لئے ایک ہی نماز پڑھائے۔

(۴۹۶) یونس بن یعقوب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا جنازے کی نماز بغیر وضو کے پڑھی جا سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ یہ تو صرف ایک طرح کی تکبیر و تسبیح و تحمید و تہلیل ہے جس طرح تم اپنے گھر میں تکبیر و تسبیح کرتے ہو۔ اور دوسری حدیث میں یہ ہے کہ اگر چاہے تو تیمم کر لے۔

(۴۹۷) اور محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حائض نماز جنازہ پڑھے گی مگر مردوں کے ساتھ صف میں نہیں کھڑی ہوگی۔

(۴۹۸) اور سماعہ بن مہران کی روایت میں ہے جسے اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب کوئی حائضہ عورت جنازے کی نماز پڑھے تو تیمم کرے اور جنازے کی نماز پڑھے مگر صف سے بالکل الگ اور تنہا کھڑی ہو یعنی وہ ایک طرف کھڑی ہو اور مردوں سے مخلوط نہ ہو۔ اور شخصِ مجنب جب نماز جنازے کے لئے چلے تو تیمم کرے اور نماز پڑھے۔

اور جب میت کو قبر کی طرف اُٹھا کر لے جایا جائے تو یکبارگی نہیں اس لئے کہ قبر کی منزل بڑی ہولناک ہے۔ اور میت کے اُٹھانے والوں کو چاہیے کہ وہ ھولِ مُطَّلَع (بعد موت اور قیامت کی ہولناکی) سے اللہ کی پناہ چاہتے رہیں اور قبر کے کنارے پہنچنے سے پہلے اس کو رکھ دیں اور ذرا ٹھہریں پھر ذرا آگے بڑھائیں اور وہاں ٹھہریں تاکہ وہ قبر میں جانے کے لئے تہیہ کرے پھر اس کو قبر کے کنارے لے جائیں اور اس کو قبر میں وہ اتارے جس کو اس کا ولی اجازت دے خواہ ایک شخص اتارے خواہ دو شخص اور قبر پر نظر ڈالتے وقت یہ کہا جاتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ رَوْضَۃً مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ وَلَا تَجْعَلْہُ حُفْرَۃً مِنْ

حُفَرِ النِّیْرَانِ (اے اللہ اس کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ قرار دے اور جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا قرار نہ دے)۔

(۴۹۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قبر کی گہرائی ہنسلی کی ہڈی تک ہونی چاہیے اور بعض نے کہا ہے کہ چھاتی تک اور بعض نے کہا ہے کہ پورے مرد کے قد کے برابر اتنا کہ جو شخص قبر میں اترا ہے اس کے سر پر کپڑا تانا جا سکے۔ لحد اتنی وسیع و کشادہ ہو کہ اس میں باسانی بیٹھنا ممکن ہو۔

اور حضرت ابوالحسن ثالث (حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام) سے روایت کی گئی ہے کہ اس کی اجازت ہے کہ قبر میں درخت ساج (ساگھو) کے تختوں کا فرش کر دیا جائے اور میت کے اوپر کو ساگھو کے تختوں سے ڈھانک دیا جائے اور ہر شے کا ایک دروازہ ہے اور قبر کا دروازہ میت کے پاؤں کے قریب ہے۔

اور عورت کو (پائین قبر سے نہیں بلکہ) قبر کے پہلو سے لیا جائے اور اس کا شوہر ایسی جگہ کھڑا ہو کہ اس کے سرین کو سنبھال لے اور دوسرا شخص میت کے پاؤں کی طرف اور فوراً اتار دے۔

اور میرے والد رحمہ اللہ نے اپنے اس رسالہ میں جو مجھے ارسال کیا تھا لکھا ہے کہ جب قبر میں اترو تو ام الکتاب (سورہ الحمد) اور معوذتین اور آیۃ الکرسی کی تلاوت کرو اور جب میت کو لو تو کہو: بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ پھر اس کو اس کی لحد میں رکھ دو دائیں جانب روبقبلہ کرو اور بند کفن کھول دو اور اس کا رخسار مٹی پر رکھ دو اور کہو۔ اَللّٰهُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبَيْهِ وَصَعِّدْ اِلَيْكَ رُوْحَهٗ مِنْكَ وَلَقِّهٖ مِنْكَ رِضْوَانًا (اے اللہ اس کے دونوں پہلوؤں سے زمین کو کشادہ کر دے اور اس کی روح کو اپنی طرف اُٹھا لے اور تیری طرف سے تیری رضا اس کو حاصل ہو جائے)۔

(۵۰۰) اور سالم بن مکرم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اس میت کو مٹی کا ایک تکیہ لگا دیا جائے اور اس کی پشت کے پیچھے مٹی کا ایک ڈھیلا رکھ دیں تا کہ وہ بالکل چت نہ ہو جائے۔ اور اس کے سارے بند کفن کھول دیں اور چہرے سے کفن ہٹا دیں پھر اس کے لئے دعا کریں اور کہیں۔ اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَزَلَ بِكَ وَاَنْتَ خَيْرُ مَنْزُوْلٍ بِهٖ اَللّٰهُمَّ افْسِحْ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ، وَلَقِّنْهُ حُجَّتَهٗ، وَاَلْحِقْهُ بِنَبِيِّهٖ وَقِهٖ شَرَّ مُنْكَرٍ وَ نَكِيْرٍ (پروردگار تیرا بندہ تیرے بندے کا فرزند اور تیری کنیز کا فرزند تیری بارگاہ میں حاضر ہے اور تو اس کے بہترین پہنچنے کی جگہ ہے۔ پروردگار اس کے لئے اس کی قبر میں کشادگی دے اور اس کی حجتیں اس کو تلقین کر دے اور اس کو اس کے نبی سے ملحق کر دے اور اسے منکر و نکیر کے شر سے محفوظ رکھ) پھر اپنا داہنا ہاتھ اس کے داہنے کاندھے کے نیچے داخل کرو اور اپنا بایاں ہاتھ اس کے بائیں کاندھے پر رکھو اور اسے ذرا زور سے حرکت دو اور کہو یا فلاں ابن فلاں اَللّٰهُ رَبُّكَ وَ مُحَمَّدٌ نَبِيُّكَ وَالْاِسْلَامُ دِيْنُكَ وَعَلِيٌّ وَلِيُّكَ وَاِمَامُكَ [اے فلاں ابن فلاں (یاد رکھ) کہ اللہ تیرا رب ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے نبی ہیں اسلام تیرا دین ہے علیؑ ابن ابی طالبؑ تیرے ولی ہیں اور تیرے امام ہیں]۔ پھر ائمہ طاہرین کا ایک ایک کر کے آخر تک نام لے اور کہے: اَئِمَّتُكَ اَئِمَّةُ هُدًى اَبْرَارٌ (یہ سب تیرے ائمہ ہیں جو ہدایت کرنے والے ہیں اور نیکوکار ہیں) اس کے بعد اس کو دوبارہ تلقین پڑھاؤ اور جب اس پر اینٹ رکھو تو کہو اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ غُرْبَتَهٗ وَصِلْ وَحْدَتَهٗ وَآنِسْ وَحْشَتَهٗ وَآمِنْ رَوْعَتَهٗ وَاَسْكِنْ اِلَيْهِ مِنْ رَحْمَتِكَ رَحْمَةً يَسْتَغْنِيْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ وَاحْشُرْهُ مَعَ مَنْ كَانَ يَتَوَلَّاهُ (اے اللہ تو اس کی مسافرت پر رحم کر اور اس کی تنہائی کا ساتھی بن جا اور اس کی وحشت میں دل بہلا اور اس کے خوف کو امن سے بدل دے اور تو اپنی رحمت سے اس کو ایسی جگہ ساکن کر کہ تیرے علاوہ اور کسی کی رحمت کی اس کو احتیاج نہ رہے اور اسے محشور کر اس کے ساتھ جس سے یہ دوستی رکھتا ہے)۔

اور جب تم اس کی قبر کی زیارت کو آؤ تو قبلہ رو ہو کر اور اپنے دونوں ہاتھ قبر پر رکھ کر یہی دعا پڑھو اور جب قبر سے ہٹو تو اپنے دونوں ہاتھوں سے مٹی جھاڑتے ہوئے کہو کہ انا للہ وانا الیہ راجعون پھر اس کی قبر پر اپنی پشت دست سے تین مرتبہ مٹی ڈالو اور کہو اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ وَتَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ

هٰذَا مَاوَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (اے اللہ تجھ پر ایمان رکھتے ہوئے اور تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے یہ وہ چیز ہے جس کا وعدہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے کیا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا) تو جو شخص یہ کرے گا اور کلمات زبان پر جاری کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر ذرہ پر ایک حسنہ لکھے گا۔

اور جب قبر برابر کردی جائے تو اس کی قبر پر پانی ڈالو اور تم قبلہ رو ہو کر اس کی قبر کو اپنے سامنے رکھو اور سر کی طرف سے پانی ڈالنا شروع کرو اور قبر کے چاروں جانب ڈالتے ہوئے پھر سر کی طرف واپس آجاؤ اور پانی کی دھار منقطع نہ ہو۔ اور جو فاضل پانی بچ رہے اس کو قبر کے وسط میں ڈال دو پھر قبر پر ہاتھ رکھو اور میت کے لئے دعا اور استغفار کرو۔

(۵۰۱) یحییٰ بن عبداللہ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں میں سے جو اہل میت ہیں ان کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اپنی میتوں کو منکر و نکیر کی ملاقات سے نہیں بچاتے۔ میں نے عرض کیا: ہم لوگ اس کے لئے کیا کریں؟ تو آپ نے فرمایا: جب (سب لوگ ہٹ جائیں اور) میت تنہا رہ جائے تو ان میں جو میت کا سب سے زیادہ حقدار ہے وہاں ٹھہر جائے اور اپنا منہ اس کے سر کے پاس رکھے اور بلند آواز سے پکارے۔ یَافُلَانَ ابْنِ فُلَانٍ یَا فُلَانَةَ بِنْتِ فُلَانٍ، هَلْ أَنْتَ[۱] عَلَی الْعَهْدِ الَّذِیْ فَارَقْنٰکَ[۲] عَلَیْهِ مِنْ شَهَادَةِ أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّداً وَّرَسُوْلُهٗ سَیِّدُالنَّبِیِّیْنَ وَاَنَّ عَلِیًّا اَمِیْرُالْمُؤْمِنِیْنَ وَسَیِّدُالْوَصِیِّیْنَ وَاَنَّ مَاجَاءَ بِهٖ مُحَمَّدٌ حَقٌّ، وَاَنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ، وَالْبَعْثَ حَقٌّ وَاَنَّ السَّاعَةَ آتِیَةٌ لَارَیْبَ فِیْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ. (اے فلاں ابن فلاں یا اے عورت فلاں کی بیٹی کیا تو اپنے اس عہد پر قائم ہے کہ جس پر ہم لوگوں نے تجھے چھوڑا۔ اس بات کی گواہی پر کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور نبیوں کے سردار ہیں اور علی ابن ابی طالب امیر المومنینؑ اور اوصیاء کے سردار ہیں۔ اور جو کچھ بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھ پیغام لائے حق ہے اور موت حق ہے اور دوبارہ زندہ ہونا حق ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے اور اللہ دوبارہ اُٹھائے گا ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں) جب وہ کہے گا تو منکر و نکیر کہیں گے کہ اب ہم لوگوں کو اس سے واپس جانا چاہیے اس لئے کہ اس کو اس کی حجت کی تلقین کردی گئی ہے۔

بابِ تعزیت

مصیبت کے وقت جزع و زیارت قبور اور نوحہ و ماتم

(۵۰۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی محزون کو تعزیت ادا کرے گا موقف حساب میں اس کو ایک حلّہ پہنایا جائیگا جس سے وہ مسرور ہو جائیگا۔

(۵۰۳) ہشام بن حکم سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت موسیٰ بن جعفر صادق علیہما السلام کو دیکھا کہ وہ قبل از دفن بھی تعزیت ادا کررہے ہیں اور بعد دفن بھی۔

(۵۰۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: بعد دفن تعزیت واجب ہے۔

(۵۰۵) نیز آنجنابؑ نے فرمایا: تعزیت کے لئے یہی کافی ہے کہ صاحب مصیبت تم کو دیکھ لے۔

(۵۰۶) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ایک قوم کے پاس تشریف لائے جو (اپنے کسی مرنے والے کی) مصیبت میں مبتلا تھے تو آپ نے ان

[۱] عورت کے لئے کہیں: اَنْتِ
[۲] عورت کے لئے کہیں: فَارَقْنٰکِ

سے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے اس خلاء کو پورا کرے، تمہیں بہترین صبر عطا کرے اور تمہارے مرنے والے پر رحم فرمائے۔ پھر آپ واپس چلے گئے۔

(۵۰۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تعزیت جنت کا وارث بنا دیتی ہے۔

(۵۰۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص کو اس کے لڑکے کی تعزیت ادا کی اور فرمایا: تمہارے لڑکے کے لئے تم سے بہتر اللہ کی ذات ہے اور تمہارے لڑکے سے بہتر اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ثواب ہے۔ پھر آپ کو خبر ملی کہ اس کے بعد بھی وہ گریہ وزاری کر رہا ہے تو آپ دوبارہ اس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی تو انتقال فرمایا، کیا تیرے لئے ان کی مثال کافی نہیں ہے؟ اس نے کہا: یہ نوجوان تھا۔ آپ نے فرمایا: (پرواہ نہ کر) اس کے آگے تین چیزیں ہیں لا الہ الا اللہ کی شہادت پھر اللہ کی رحمت پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت اور ان تینوں میں سے ایک بھی اس کو ان شاء اللہ تعالیٰ فوت نہ ہونے دیگی۔

(۵۰۹) اور ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: صاحب مصیبت کے لئے مناسب ہے کہ ردا اپنے دوش پر نہ ڈالے اور صرف قمیض پہنے رہے تاکہ پہچانا جاسکے اور اس کے پڑوسیوں کو چاہیے کہ اس کی طرف سے یہ لوگ تین دن کھانا کھلائیں۔

(۵۱۰) نیز آپ نے فرمایا: ملعون ہے وہ شخص جو دوسرے کی مصیبت میں اپنے دوش سے ردا اتار دے۔

(۵۱۱) اور جب حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے وفات فرمائی تو دیکھا گیا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے گھر سے برآمد ہوئے، ان کی قمیض آگے سے بھی چاک تھی اور پیچھے سے بھی۔

(۵۱۲) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن معاذ رحمہ اللہ کے جنازے میں اپنی ردا دوش سے اتار دی تھی تو آپؐ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ ملائکہ نے بھی اپنی ردائیں اتار دی ہیں تو میں نے بھی اپنی ردا اتار دی۔

(۵۱۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اگر بلا و مصیبت سے قبل صبر نہ پیدا کر دیا جاتا تو مومن اس طرح پاش پاش ہوتا جس طرح انڈا پتھر پہ گر کر پاش پاش ہوتا ہے۔

(۵۱۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چار چیزیں جس کے اندر ہونگی وہ نور خدا کے احاطہ میں ہوگا اور ان میں بھی سب سے عظیم وہ ہے کہ جس کے پاس سب سے ٹھوس اور مستحکم شے اس امر کی شہادت ہو کہ اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ دوسرے یہ کہ جب کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو کہے انا للہ وانا الیہ راجعون تیسرے، یہ کہ جب اسے کوئی بھلی (اچھی) چیز ملے تو کہے الحمد للہ رب العالمین اور چوتھے یہ کہ جب اس سے کوئی خطا سرزد ہو تو کہے استغفر اللہ واتوب الیہ۔

(۵۱۵) اور امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ہر وہ مومن کہ جب اس پر دنیا میں کوئی مصیبت پڑے اور وہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہے اور وقت مصیبت صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہ سوائے گناہان کبیرہ کے سب معاف کر دے گا کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے جہنم کو لازم قرار دیدیا ہے۔

اور جب بھی وہ اپنی اس مصیبت کو اپنی آئندہ زندگی میں یاد کرے اور اس وقت انا للہ وانا الیہ راجعون (کلمہ استرجاع) کہے اور اللہ کی حمد کرے تو اللہ تعالیٰ ہر وہ گناہ جو پہلے استرجاع سے لے کر اس استرجاع تک اس سے سرزد ہوئے ہیں سوائے گناہان کبیرہ کے معاف کر دے گا۔

(۵۱۶) ابو بصیر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جب اہل میت اپنے جنازے کو دفن کر کے واپس ہوتے ہیں تو ایک فرشتہ جو قبرستانوں پر مقرر ہے ایک مٹھی خاک اُٹھاتا ہے اور اسے اس کے آثار پر پھینک دیتا ہے اور کہتا ہے کہ جو کچھ تم لوگوں نے دیکھا ہے اب اسے بھول جاؤ اور اگر ایسا نہ ہو تو کوئی شخص اپنی زندگی سے لطف نہیں حاصل کر سکتا۔

(۵۱۷) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس پر کوئی مصیبت نازل ہو وہ جزع وفزع کرے یا نہ کرے وہ صبر کرے یا نہ کرے اللہ تعالیٰ کی

طرف سے اس کی جزا جنت ہے۔

(۵۱۸) نیز آپ نے فرمایا: اگر کسی مومن کا کوئی بچہ مرجائے تو وہ خواہ وہ صبر کرے یا نہ کرے اس مومن کا ثواب جنت ہے۔

(۵۱۹) اور آپ نے فرمایا: جس شخص کا ایک لڑکا مرجائے وہ اس کے ان ستر لڑکوں سے اس کے لئے بہتر ہے جنہیں وہ چھوڑ کر دنیا سے جائے گا اور جو سب کے سب ایسے ہوں کہ سواری پر سوار ہو کر راہ خدا میں جہاد کریں۔

(۵۲۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کی اولاد میں سے کوئی نہ مرا ہو اور اس کے لئے فرط (لائق اجر وثواب) نہ بنے تو ایک شخص نے آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور جس کے کوئی لڑکا پیدا ہی نہ ہوا ہو اور جس کا کوئی لڑکا ہی نہ مرا ہو تو کیا ہم میں سے ہر ایک کے لئے فرط ہونا ضروری ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ مرد مومن کے فرط میں اس کا دینی بھائی شمار ہوگا۔

(۵۲۱) اور جس وقت حضرت جعفر بن ابی طالب قتل ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے فرمایا: کہ دیکھو ہائے رسوائی، ہائے ہلاکت اور ہائے غضب کچھ نہ کہنا حالانکہ اس میں سے جو کچھ تم کہو گی وہ سچ ہوگا۔

(۵۲۲) مہران بن محمد نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جب کوئی مرنے والا مرجاتا ہے تو اس کے گھر والوں میں سے جو سب سے زیادہ بے قرار و بے چین ہے اس کے پاس اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے اور وہ آکر اس کے دل پر ہاتھ پھیر دیتا ہے اور پھر اس کی آتش حزن وملال فرو ہو جاتی ہے اور اگر ایسا نہ ہو دنیا تو آباد بھی نہ رہ سکے۔

(۵۲۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسی بندۂ مومن کا بچہ فوت ہو جاتا ہے تو اگرچہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ وہ بندہ مومن کیا کہتا ہے مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ملائکہ سے پوچھتا ہے کہ تم لوگوں نے فلاں بندۂ مومن کے بچے کی روح قبض کی؟ تو ملائکہ کہتے ہیں: ہاں اے ہمارے پروردگار۔ تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے: پھر ہمارے اس بندے نے کیا کہا؟ ملائکہ کہتے ہیں: پروردگار اس نے تیری حمد کی اور انا للّٰہ و انا الیہ راجعون کہا: تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے: اچھا اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دو اور اس کا نام بیت الحمد رکھ دو۔

(۵۲۴) اور جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند اسماعیل کا انتقال ہوا تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام جنازے کے آگے پابرہنہ بغیر ردا اوڑھے ہوئے چلے۔

(۵۲۵) حضرت امام زین العابدین علی ابن الحسین علیہ السلام جب کسی جنازے کو دیکھتے تو فرماتے: اس اللہ کی حمد و شکر کہ جس نے مجھے ان عام مرنے والوں میں قرار نہیں دیا۔

(۵۲۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم کی وفات ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابراہیم ہمیں تمہارے مرنے کا بڑا رنج ہے مگر میں صابرین میں سے ہوں، قلب محزون ہے اور آنکھیں گریاں ہیں مگر میں زبان سے ایسی بات نہیں کہونگا جو اللہ کی ناراضگی کا سبب ہو۔

(۵۲۷) نیز امامؑ نے ارشاد فرمایا: جب حضرت جعفر بن ابی طالب اور زید بن حارث کی شہادت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی تو جب بھی گھر کے اندر داخل ہوتے بہت روتے اور کہتے کہ یہ دونوں مجھ سے باتیں کرتے اور مجھ سے موانست (انس) رکھتے تھے مگر اب سب چلے گئے۔

(۵۲۸) نیز امام علیہ السلام نے فرمایا: مصیبت اور صبر دونوں مومن کی طرف بڑھتے ہیں جب مصیبت آتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور جزع وفزع وبلائیں کافر کی طرف بڑھتے ہیں جب بلاء نازل ہوتی ہے تو وہ جزع وآہ وزاری شروع کر دیتا ہے۔

(۵۲۹) اور کاہلی سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے عرض کیا کہ میری زوجہ اور میری بہن جو محمد بن

مار دی زوجیت میں ہے صف ماتم میں جاتی ہیں اور میں ان دونوں کو منع کرتا ہوں تو وہ کہتی ہیں کہ اگر یہ حرام ہے تو اس سے آپ ہمیں منع کریں اور اگر حرام نہیں ہے تو پھر آپ ہمیں اس سے کیوں منع کرتے ہیں اس طرح لوگ ہمارے حقوق کی ادائیگی کو ترک کر دینگے۔ تو آپ نے فرمایا: تم ہم سے حقوق کے متعلق سوال کرتے ہو تو سنو۔ میرے والد میری والدہ اور امِ فروہ کو اہل مدینہ کے حقوق (یعنی تعزیت) کی ادائیگی کیلئے بھیجا کرتے تھے۔

(۵۳۰) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قبر میں صرف ان ہی لوگوں سے سوال ہوگا جو خالص مومن ہیں یا خالص کافر ہیں اور باقی لوگوں سے قیامت کے دن تک کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔

(۵۳۱) اور سماعہ بن مہران نے آنجناب علیہ السلام سے قبروں کی زیارت اور ان میں مسجد تعمیر کرنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: قبروں کی زیارت میں کوئی حرج نہیں مگر اس کے پاس مسجد نہیں بنانی چاہیے۔

(۵۳۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری قبر کو نہ قبلہ بنانا نہ مسجد بنانا اس لئے کہ جس وقت یہود نے اپنے انبیاء کی قبور کو مسجد بنایا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی۔

(۵۳۳) جرّاح مدائنی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اہل قبور کو سلام کیونکر کیا جائے تو آپ نے فرمایا: وہاں کھڑے ہو کر کہو اَلسَّلَامُ عَلٰی اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ رَحِمَ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ (اس دیار کے رہنے والے مومنین و مسلمین پر سلام۔ اللہ رحم کرے ان لوگوں پر جو ہم سے پہلے گزر گئے اور جو آخر میں آئیں گے اور ان شاء اللہ میں تم لوگوں کے ساتھ آ کر ملحق ہونگا)۔

(۵۳۴) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قبرستان سے ہو کر گزرتے تو فرماتے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ مِنْ دِيَارِ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ۔

(۵۳۵) اور امیر المومنین علیہ السلام جب قبرستان میں گئے تو یہ فرمایا: اے قبر کے ساکنو! اے مسافرو! تمہارے گھروں میں دوسرے لوگوں نے سکونت اختیار کر لی، تمہاری ازواج نے دوسروں سے نکاح کر لیا، تمہارا مال اور تمہاری دولت سب بٹ بٹا چکی۔ یہ خبر تو میرے پاس ہے جو میں تمہیں بتاتا ہوں اور کاش ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ تمہارے پاس کیا خبر ہے۔ پھر آپ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اگر ان لوگوں کو بولنے کی اجازت ہوتی تو کہتے کہ بہترین توشۂ آخرت تقویٰ ہے۔

(۵۳۶) اور مقتولین بدر جو ایک قلیب (کنوئیں) میں ڈال دیئے گئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قلیب کے پاس کھڑے ہوئے اور آواز دی: اے اہل قلیب اللہ تعالیٰ نے جو ہم لوگوں سے وعدہ کیا تھا اسے ہم لوگوں نے حق پایا یہ بتاؤ تم لوگوں سے تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا تم نے اسے حق پایا؟ یہ سن کر منافقین نے کہا: (او یہ دیکھو) رسول اللہ مُردوں سے باتیں کر رہے ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: اگر ان لوگوں کو کلام کرنے کی اجازت ہوتی تو یقیناً کہہ دیتے: ہاں اور بہترین توشۂ آخرت تقویٰ ہی ہے۔

(۵۳۷) اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہر سنیچر کی صبح کو قبور شہدا پر جاتی تھیں اور حضرت حمزہؑ کی قبر پر خصوصیت سے جاتیں۔ ان کے لئے اللہ سے رحمت کی دعا کرتیں اور ان کے لئے طلب مغفرت کرتی تھیں۔

(۵۳۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب تم قبرستان میں جاؤ تو کہو "اَلسَّلَامُ عَلٰی اَهْلِ الْجَنَّةِ"۔

(۵۳۹) اور حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے فرمایا: جب تم قبرستان میں سے گزرو گے تو اس سے جو مومن ہوگا اس کو راحت محسوس ہوگی اور

جو منافق ہو گا اس کو تکلیف محسوس ہو گی۔[1]

(۵۴۰) محمد بن مسلم سے روایت کی گئی ہے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: کیا ہم لوگ مردوں کی زیارت کریں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کیا: جب ہم لوگ ان کے پاس جاتے ہیں تو کیا انہیں علم ہو جاتا ہے؟ فرمایا: ہاں خدا کی قسم ان لوگوں کو تمہارے جانے کا علم ہو جاتا ہے اور وہ تم لوگوں سے انس محسوس کرتے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: جب ہم لوگ وہاں جائیں تو کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ کہو اَللّٰھُمَّ جَافِ الْاَرضَ عَنْ جُنُوْبِھِمْ وَ صَاعِدْ اِلَیْکَ اَرْوَاحَھُمْ وَلَقِّھِمْ مِنْکَ رِضْوَاناً وَّاَسْکِنْ اِلَیْھِمْ مِنْ رَحْمَتِکَ مَاتَصِلُ بِہٖ وَحْدَتَھُمْ وَتُؤْنِسُ بِہٖ وَحْشَتَھُمْ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (اے اللہ تو ان لوگوں کے پہلوؤں سے زمین کشادہ کردے اور ان کی روحوں کی اپنی طرف بلند کرلے اور ان لوگوں سے اپنی رضا کو متصل کردے اور ان کے پاس اپنی رحمت کو ساکن کر جو ان کی تنہائیوں میں ان کی دل جوئی کرے اور ان کی وحشتوں میں ان کی مونس بن جائے بیشک تو ہر شے پر قادر ہے)۔

(۵۴۱) حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: جو مرد مومن کسی مرد مومن کی قبر کی زیارت کو جائے اور وہاں سورہ القدر سات مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا اور صاحب قبر کو بھی بخش دے گا۔

(۵۴۲) اور اسحاق بن عمار نے حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے دریافت کیا کہ کیا مومن (مرحوم) اپنے اہل و عیال کو دیکھنے آتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے عرض کیا: کتنے دن میں؟ آپ نے فرمایا: یہ اس کے فضائل پر منحصر ہے۔ کوئی ان میں سے روزانہ دیکھنے آتا ہے۔ کوئی ہر دو دن میں، کوئی ہر تیسرے دن میں۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ کے سلسلہ کلام سے یہ سمجھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ کم از کم ہر جمعہ کو۔ راوی نے پوچھا کہ کس وقت؟ آپ نے فرمایا: زوال آفتاب کے وقت یا اس سے ذرا پہلے اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ایک ملک کو بھیج دیتا ہے جو اس کو وہی چیز دکھاتا ہے جسے دیکھ کر وہ خوش ہو اور وہ چیز چھپا دیتا ہے جسے دیکھ کر اسے رنج ہو تو وہ سب کو مسرور ہو کر دیکھتا ہے اور اپنی آنکھوں کو خنک کر کے واپس ہوتا ہے۔

(۵۴۳) اور حفص بن بختری نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ کافر اپنے اہل و عیال کو دیکھنے کے لئے آتا ہے تو وہی دیکھ پاتا ہے جو اس کو ناپسند ہو اور اس سے وہ چھپا رہتا ہے جو اسے پسند آئے۔

(۵۴۴) اور صفوان بن یحییٰ نے حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے عرض کیا کہ مجھے کسی سے معلوم ہوا ہے کہ مومن کی قبر کے پاس جب کوئی زیارت کرنے والا آتا ہے تو وہ اس سے مانوس ہو جاتا ہے اور جب وہ واپس ہوتا ہے تو اس کو وحشت ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو وحشت نہیں ہوتی۔

(۵۴۵) اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: میت کے لئے جس دن سے وہ مرا ہے تین دن تک ماتم کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

(۵۴۶) اور حضرت ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنی موت پر صف ماتم کے اہتمام کے لئے آٹھ سو درہم کی وصیت فرمائی اور آنجناب کی نظر میں یہ سنت تھی اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جعفر بن ابی طالب کی آل کے لئے تم لوگ طعام تیار کرو اور لوگوں نے طعام تیار کر کے بھیجا۔

(۵۴۷) نیز حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے یہ بھی وصیت کی کہ دس سال تک حج کے موقع پر (میرے لئے) صف ماتم کا انعقاد کیا جائے۔

(۵۴۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اہل مصیبت کے وہاں کھانا اہل جاہلیت کا دستور ہے۔ اور سنت یہ ہے کہ ان کے وہاں طعام بھیجا

---

[1] شہید رحمہ اللہ نے احادیث کا ذکر کرتے ہوئے دلیل قائم کی ہے کہ قبور پر چلنے کو منع کیا گیا ہے اور اسے کراہت پر محمول کیا ہے۔ پھر کہا: قبر پر عمارت بنانا اور اس کو مسجد قرار دینے کی کراہت مشہور ہے اسی طرح قبر پر بیٹھنا مکروہ ہے اور شیخ (طوسی) نے اس پر ٹیک لگانا اور اس پر چلنے کو مکروہ قرار دیا ہے اور اسے 'معتبر' میں نقل کیا ہے۔ اور جو کچھ مولف رحمہ اللہ نے امام موسیٰ کاظمؑ سے نقل کیا ہے کہ وہ ممکن ہے محمول ہو اس شخص پر جو کسی خاص قبر کی زیارت کرنا چاہ رہا ہو اور اسے دوسری قبروں پر سے گزرے بغیر چارہ نہ ہو اور قبر پر بیٹھنے کی کراہت یوں مخصوص ہے کہ اس طرح ٹھہرنا تعظیم کے منافی ہے۔ (علی اکبر غفاری)

جائے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت جعفر بن ابی طالب کی خبر شہادت آئی تو آپ نے حکم دیا کہ آل جعفر بن ابی طالب کے وہاں طعام بھیجا جائے۔

(۵۴۹) نیز آپ نے بیان فرمایا: جب حضرت جعفر بن ابی طالب شہید ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے فرمایا: تم اسماء بنت عمیس اوران کی عورتوں کے پاس تعزیت کے لئے جاؤ اوران کے لئے تین دن تک کھانا تیار کر کے بھیجو چنانچہ یہ سنت جاری ہوگئی۔

(۵۵۰) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کسی کے لئے یہ درست نہیں کہ وہ کسی کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے یا زینت ترک کرے سوائے اس عورت کے جس کا شوہر مر گیا ہو تو وہ عدت وفات پورا ہونے تک سوگ منائے گی اور ترکِ زینت کرے گی۔

(۵۵۱) اور ایک مرتبہ آنجناب سے نوحہ کرنے والیوں کی اجرت کے لئے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی نوحہ کیا گیا ہے۔

(۵۵۲) اور روایت کی گئی ہے کہ آنجناب نے فرمایا: نوحہ خوانی کے پیشہ سے کمانے میں کوئی حرج نہیں اگر نوحہ کرنے میں میت کے لئے سچائی سے کام لے اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: نوحہ خوانی کرنے میں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارنا اس کے لئے حلال ہے۔

(۵۵۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جنگ احد سے مدینہ واپس آئے تو آپ نے ہر گھر سے جس کے گھر والوں میں سے کوئی قتل ہوا تھا آہ و بکا کی آوازیں سنیں مگر آپ کے چچا حمزہؑ کے گھر سے کوئی آہ و بکا کی آواز نہیں سنی تو آپ نے فرمایا: افسوس میرے چچا حمزہؑ پر رونے اور آہ و بکا کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ تو اہل مدینہ نے یہ عہد کرلیا کہ جب بھی وہ اپنے مرنے والوں پر روئیں گے تو پہلے حضرت حمزہؑ پر آہ و بکا کرینگے اور وہ لوگ آج تک اس عہد پر قائم ہیں۔

(۵۵۴) اور عمر بن یزید کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا میت کی طرف سے نماز پڑھی جائے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ تاکہ اگر وہ ضیق اور تنگی میں ہے تو اللہ تعالیٰ وسعت پیدا کرے، وہ میت بلائی جائے گی اور اس سے کہا جائیگا کہ تمہارے فلاں بھائی نے جو تمہاری طرف سے نماز پڑھی ہے اس کی بناء پر تیری اس تنگی میں تخفیف کردی گئی۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر میں نے عرض کیا: کیا دو رکعتوں میں دو آدمیوں کو شامل کرلوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح کسی زندہ شخص کو کوئی ہدیہ دیا جائے اور وہ خوش ہوتا ہے اسی طرح مرنے والے کے لئے جب رحمت کی دعا کی جاتی ہے اور اس کے لئے طلب مغفرت کی جاتی ہے تو وہ اس سے خوش ہوتا ہے۔

اور یہ جائز ہے کہ کوئی شخص اپنے حج اور اپنے عمرے یا اپنی بعض نمازیں یا اپنے بعض طواف کو اپنے بعض عزیزوں کے لئے جو مر چکے ہیں قرار دیدے اور وہ اس سے فائدہ اُٹھائے تاکہ اگر کسی پر عتاب ہے تو اس کو معاف کردیا جائے۔ اور اگر وہ ضیق اور تنگی میں ہے تو اسے وسعت اور کشادگی دیدی جائے اور میت کو اس کا علم ہوجاتا ہے اور اگر کوئی شخص یہ اعمال کسی ناصبی کی طرف سے بھی کرے تو اس کے عذاب میں تخفیف ممکن ہے نیز داد و دہش اور صلہ رحم اور حج تو انسان زندہ اور مردہ دونوں کے لئے قرار دے سکتا ہے مگر نماز زندہ کی طرف سے پڑھنا جائز نہیں ہے۔

(۵۵۵) امام علیہ السلام نے فرمایا: چھ چیزوں کا فائدہ مومن کو اس کی وفات کے بعد بھی ملتا ہے۔ وہ فرزند جو اس کے لئے استغفار کرتا ہے، وہ مصحف جسے وہ چھوڑ کر مرا ہے، وہ درخت جو اس نے لگایا ہے، وہ کار خیر جو اس سے جاری ہوا ہے، وہ کنواں جو اس نے کھودا ہے، وہ سنت جو اس کے بعد بھی اختیار کیا جاتی ہے۔

(۵۵۶) اور فرمایا: مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر کسی میت کی طرف سے عمل صالح کرے گا تو اس کو دوگنا ثواب ملے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے میت کو بھی نفع پہنچائے گا۔

(۵۵۷) نیز آپ نے فرمایا: نماز، روزہ، حج، صدقہ، نیکی اور دعا جو کچھ میت کے لئے کیا جاتا ہے وہ سیدھا میت کی قبر میں پہنچتا ہے۔ اور اس کا ثواب

جس نے یہ کیا ہے اس کے لئے اور میت کے لئے لکھا جاتا ہے۔

(۵۵۸) اور جب ذر بن ابی ذر رحمہ اللہ کا انتقال ہوا تو حضرت ابوذرؓ ان کی قبر پر آئے، ان کی قبر پر اپنے ہاتھوں کو رکھا اور کہا: اے ذر تم پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے، تم خدا کی قسم ہمارے لئے بہت اچھے تھے اب تمہاری روح قبض کر لی گئی مگر میں تم سے راضی اور خوش ہوں۔ خدا کی قسم مجھے تمہاری موت کا کوئی حزن و ملال نہیں ہے اور مجھے سوائے خدا کے اور کسی کی ضرورت نہیں۔ اور اگر مجھے مرنے کے بعد کی ہولنا کیوں کا خیال نہ ہوتا تو مجھے خوشی ہوتی اگر تمہاری جگہ میں ہوتا۔ اور مجھے تمہاری جدائی کے غم کے بدلے اب تمہارا غم ہے (کہ تم کس حال میں ہو گئے) اور میں تمہاری جدائی پر نہیں رویا بلکہ اس پر رویا کہ تمہارے سامنے کیا ہولنا کیاں ہونگی۔ کاش میں نے جو کچھ کہا اور تمہارے لئے جو کچھ کیا گیا اس کے متعلق مجھے علم ہوتا۔ پروردگار تو نے میرا جو کچھ حق اس پر فرض کیا تھا میں نے اسے اس کو بخش دیا اب تیرا حق بھی جو کچھ اس پر فرض تھا تو اسے بھی بخش دے اس لئے کہ تو مجھ سے بھی زیادہ جود و کرم کا حق رکھتا ہے۔

باب النوادر (متفرقات)

(۵۵۹) امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ایک مرد فقیہ سے زیادہ اور کسی کی موت ابلیس کو پسند نہیں۔

(۵۶۰) نیز آپؑ سے قول خدا "اولم یروا انا ناتی الارض ننقصها من اطرافها" (سورہ رعد آیت نمبر ۴۱) (کیا ان لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم زمین کو اس کے تمام اطراف سے گھٹاتے چلے آئے ہیں) کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد علماء کا مفقود ہونا ہے۔

(۵۶۱) نیز آپؑ سے قول خدا "اولم نعمر کم مایتذکر فیه من تذکر" (کیا ہم نے اتنی عمریں نہ دی تھیں کہ جو نصیحت لینا چاہتا تھا وہ نصیحت حاصل کر لیتا) (سورۃ فاطر آیت نمبر ۳۷) کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: یہ اٹھارہ (۱۸) سال والوں کے لئے سرزنش ہے۔

(۵۶۲) نیز آپؑ سے قول خدا "وان من قرية الانحن مهلكوها قبل يوم القيامة او معذبوها" (اور کوئی بھی بستی ہو اس کو قیامت سے پہلے تباہ و ہلاک کر کے چھوڑ دیں گے یا اس پر عذاب نازل کریں گے) (سورۃ الاسراء آیت نمبر ۵۸) کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد موت سے فنا ہونا ہے۔

(۵۶۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگوں کو مناسب نہیں کہ (ہماری مصیبت میں) ہم لوگوں کو تعزیت ادا کرو مگر ہم لوگوں کے لئے یہ مناسب ہے کہ تمہاری مصیبت میں ہم تم لوگوں کو تعزیت ادا کریں۔ تم لوگوں کے لئے مناسب ہے کہ ہم لوگوں کے خوشی کے موقع پر ہم لوگوں کو تہنیت ادا کرو اس لئے کہ تم لوگ ہماری مصیبت میں ہمارے شریک ہو (اور شرکائے مصیبت ایک دوسرے کو تعزیت ادا نہیں کرتے)۔

(۵۶۴) حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص ہے جو اپنے فرزند سے یا اپنی دختر سے کہتا ہے کہ میرے باپ اور میری ماں تجھ پر قربان یا میرے والدین تجھ پر قربان آپ سمجھتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر والدین زندہ ہیں تو میری نظر میں یہ کہہ کر وہ عاق ہو جائے گا۔ اور اگر والدین زندہ نہیں ہیں تو اس کے کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۵۶۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: صبر دو قسم کے ہیں ایک صبر ہوتا ہے مصیبت کے وقت، یہ صبر اچھا اور جمیل ہے اور اس صبر سے افضل وہ صبر ہے جب اللہ تعالیٰ نے ایک چیز تجھ پر حرام کر دی ہے تو اس سے رک جا اور اس پر صبر کر۔

(۵۶۶) نیز امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر تین نوازشیں کی ہیں ایک یہ کہ روح نکلنے کے بعد اس میں بدبو پیدا کر دیتا ہے اگر ایسا نہ ہوتو کوئی دوست اپنے دوست کو دفن نہ کرے۔ دوسرے مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ صبر دیدیتا ہے اگر ایسا نہ ہوتو نسل منقطع ہو جائے۔ تیسرے اللہ تعالیٰ دانوں میں گھن اور کیڑے پیدا کر دیتا ہے اور اگر ایسا نہ ہوتو تمام سلاطین جس طرح سونے، چاندی کا ذخیرہ کرتے ہیں اسی طرح اس کا بھی ذخیرہ کر لیتے۔

(۵۶۷) نیز امام علیہ السلام نے فرمایا: ہم اہل بیتؑ مصیبت نازل ہونے سے پہلے بے چین ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہو جاتا ہے تو پھر فرمائے

الٰہی پر راضی رہتے ہیں اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر لیتے ہیں۔ ہم لوگ یہ نہیں کرتے کہ جس بات کو اللہ نے پسند کیا ہے ہم لوگ اس کو ناپسند کریں۔

(۵۶۸) نیز آپ نے فرمایا: جو شخص مصیبت آنے پر اپنے نفس پر قابو نہیں رکھ سکتا تو اس کو چاہیے آنسو بہالے اس سے اس کو سکون مل جائیگا۔

(۵۶۹) ایک مرتبہ ابن ابی لیلیٰ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی چیزیں پیدا کی ہیں ان میں سب سے زیادہ شیریں کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جوان فرزند۔ پھر پوچھا: اور اللہ تعالیٰ نے جتنی چیزیں پیدا کی ہیں ان میں سب سے تلخ کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس کا مفقود ہو جانا۔ تو ابن ابی لیلیٰ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ ہی لوگ اللہ کی مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں۔

(۵۷۰) نیز آپؑ نے فرمایا: جو شخص کسی یتیم کے سر پر اپنے ہاتھ شفقت سے پھیرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یتیم کے ہر بال پر جس سے اس کا ہاتھ مس ہوا ہے اسے ایک نور عطا کرے گا۔

(۵۷۱) اور روایت کی گئی ہے کہ ہر بال کے عوض جس پر اس کا ہاتھ مس ہوا ہے اللہ تعالیٰ اس کے نام ایک حسنہ (نیکی) لکھ دے گا۔

(۵۷۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص قسی القلب نہیں رہنا چاہتا تو اس کو چاہیے کہ وہ کسی یتیم کو قریب بلائے، اس کے ساتھ ملاطفت کرے، اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرے تو اللہ کے حکم سے اس کا دل نرم ہو جائیگا اس لئے کہ یتیم کا بھی ایک حق ہوتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اس کو اپنے دسترخوان پر بٹھائے، اس کے سر پر شفقت کے ساتھ ہاتھ پھیرے تو اس کا دل نرم ہو جائیگا۔

(۵۷۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی یتیم روتا ہے تو اس کے رونے سے عرش ہلنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ کون ہے جس نے میرے اس بندے کو رُلایا ہے جس سے میں نے اس کے ماں باپ کو بچپن میں چھین لیا ہے؟ مجھے اپنے عزت وجلال و علوِ مکان کی قسم جو شخص اس یتیم کو چپ کرائے گا میں اس کے لئے جنت واجب کر دونگا۔

(۵۷۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص کی اولاد مر گئی ہے بحکم خدا اس کی وہی اولاد اس کو جہنم سے بچائے گی۔

(۵۷۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے لئے چھ چیزوں کو ناپسند کیا ہے اور میں اپنی اولاد میں سے جو اوصیاء ہیں اور میرے بعد جو ان اوصیاء کی اتباع کرنے والے ہیں ان کے لئے ان چیزوں کو ناپسند کرتا ہوں: حالت نماز میں فعل عبث کرنا، حالت صوم میں فحش گوئی کرنا، صدقہ دینے کے بعد احسان جتانا، جُنب کی حالت میں مسجد کے اندر آنا، لوگوں کے گھروں میں جھانکنا اور قبرستان میں ہنسنا۔

(۵۷۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب کبھی بھی قبر کی مٹی کے علاوہ کوئی دوسری مٹی قبر پر ڈالی جائیگی تو وہ میت پر گراں ہوگی۔

(۵۷۷) روایت کی گئی ہے کہ سندی بن شاہک نے حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے ایک مرتبہ کہا کہ آپؑ مجھے اجازت دیں کہ میں خود اپنے پاس سے آپؑ کو کفن دوں۔ آپؑ نے فرمایا: ہم اہل بیت فریضہ حج، اپنی عورتوں کا مہر، اپنے کفن کی قیمت کی ادائیگی اپنے پاک وطاہر مال سے کرتے ہیں۔

(۵۷۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے دشمن طاعون سے مرتے ہیں اور اے گروہ شیعہ تم لوگ پیٹ کے مرض سے مرتے ہو یہی تم لوگوں کی علامت ہے۔

(۵۷۹) اور امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص نے کسی قبر کی تجدید کی یا کوئی بدعت قائم کی تو وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔

ہمارے مشائخ نے اس حدیث کے معنی میں اختلاف کیا ہے۔ محمد بن حسن صفار رحمۃ اللہ نے فرمایا: اس حدیث میں لفظ جدد "ج" ہی سے ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا لفظ نہیں ہے۔ اور ہمارے شیخ محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حکایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا کہ کچھ دن گزرنے کے بعد قبر کی تجدید اور اس کا لیپنا پوتنا جائز نہیں پہلی مرتبہ لیپنے پوتنے کے بعد لیکن اگر مرنے والا مر جائے اور اس کی قبر کی لیپا پوتی کر دی جائے تو یہ جائز ہے کہ تمام قبروں کی مرمت کی جائے بغیر اس کے کہ اس کی تجدید کی جائے۔

اور سعد بن عبداللہ رحمہ اللہ کے متعلق ذکر کیا گیا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ یہ من حدد قبراً ہے اس کو (جیم نہیں) حاء سے پڑھا جائے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص قبر کو اونٹ کے کوہان کی طرح قبہ دار بنائے۔

اور احمد بن ابی عبداللہ برقی کے متعلق ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ یہ لفظ (جدد یا حدد نہیں بلکہ) جدث ہے اور جدث کے معنی قبر کے ہیں مگر میں نہیں سمجھ سکا کہ انہوں نے اس سے کیا مفہوم لیا ہے اور جس طرف میرا خیال گیا ہے وہ یہ ہے کہ لفظ جدد "ج" ہی سے ہے۔ اور اس کے معنی کسی قبر کو کھودنے کے ہیں اس لئے کہ جو قبر کو کھودے گا اس کو جدید بنانے ہی کے لئے کھودے گا اور گڑھا کر کے نئی قبر بنائے گا اور میں کہتا ہوں تجدید جس کی طرف محمد بن حسن صفار کا خیال گیا اور تحدید "حاء" بغیر نقطہ کے جس کی طرف سعد بن عبداللہ کا خیال گیا ہے اور جو برقی نے کہا کہ یہ لفظ جدث ہے یہ تمام کے تمام مفہوم حدیث میں داخل ہیں اور جو شخص امام کی مخالفت کرے (قبر کی) تجدید کرے یا اس کو کوہان شتر کی طرح قبہ دار بنائے یا اس کو از سر نو کھود کر بنائے اور اس میں سے کسی شے کو حلال سمجھے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

اور امامؑ کے قول (کا دوسرا ٹکڑا) "من مثل مثالا" اس کے متعلق میں یہ کہتا ہوں کہ اس سے امامؑ کی مراد یہ ہے جو شخص کوئی بدعت ایجاد کرے اور لوگوں کو اس کی طرف دعوت دے یا کوئی دین ایجاد کرے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور میرا اس سلسلہ میں یہ کہنا ہمارے ائمہ طاہرین علیہم السلام کا کہنا ہے اگر میں نے درست کہا ہے تو اللہ کی طرف سے یہ ان لوگوں کی زبان پر جاری ہوا اگر میں نے غلط کہا ہے تو یہ خطا تو میری اپنی ذات سے ہوئی ہے۔

(۵۸۰) اور عمار ساباطی سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے میت کے متعلق دریافت کیا گیا کہ کیا میت کا جسد بوسیدہ ہو جاتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں یہاں تک کہ اس طینت کے سوا جس سے وہ پیدا ہوا ہے نہ کوئی گوشت باقی رہتا ہے اور نہ ہڈی باقی رہتی ہے مگر وہ طینت گول شکل میں قبر کے اندر باقی رہتی ہے تاکہ جس طرح وہ پہلے پیدا کیا گیا تھا اسی طرح اب بھی پیدا کیا جائے۔

(۵۸۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کی ہڈیوں کا کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے۔ اور ہم لوگوں کے گوشت کا کھانا کیڑوں پر حرام کر دیا ہے وہ اس میں سے ذرا بھی نہیں کھا سکتے۔

(۵۸۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری حیات تم لوگوں کے لئے بہتر ہے اور میری ممات بھی تم لوگوں کے لئے بہتر ہے۔ تو لوگوں نے کہا: یا رسول اللہؐ یہ کیسے؟ تو آپؐ نے فرمایا: میری حیات کے متعلق اللہ تعالیٰ کہتا ہے: وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم (سورہ انفال آیت نمبر ۳۳) (اے رسول جب تک تم ان کے درمیان موجود ہو خدا ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا) اور تم لوگوں سے میری مفارقت کے بعد تو تم لوگوں کے اعمال میرے سامنے ہر روز پیش کیے جائینگے اگر اچھے ہوئے تو میں ان میں زیادتی کے لئے اللہ سے دعا کرونگا اور برے اعمال ہوئے تو میں اللہ سے ان کی مغفرت کی دعا کرونگا۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مگر آپؐ تو بوسیدہ ہو جائینگے یعنی گل سڑ جائیں گے! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہرگز ایسا نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کے گوشت کو زمین پر حرام کر دیا ہے (کہ وہ اس میں سے ذرا بھی کھائے)۔

(۵۸۳) اور روایت کی گئی ہے کہ بندوں کے اعمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وقل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ والمومنون" (سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۰۵) (اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کہہ دو کہ تم لوگ اپنے اپنے کام کیے جاؤ خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین تمہارے کاموں کو دیکھیں گے)

(۵۸۴) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مصلوب (تختہ دار پر چڑھے ہوئے) کے متعلق دریافت کیا گیا کہ کیا اسے بھی عذاب قبر ہوگا؟ تو آپؑ نے فرمایا: جو زمین کا رب ہے وہی تو ہوا کا بھی رب ہے، اللہ تعالیٰ ہوا کو وحی کرے گا اور وہ قبر سے بھی زیادہ اس کو فشار دیدیگی۔

(۵۸۵) عمار ساباطی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر تم میت کے سر اور اس کی داڑھی کو خطمی سے دھوؤ تو

کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ آپ نے ایک طویل حدیث میں ارشاد فرمایا جس کے اندر آپ نے غسل میت کا طریقہ بتایا ہے۔

(۵۸۶) حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: غسل میت غسل جنابت کے مانند ہے اگر بال بہت زیادہ ہیں تو ان پر تین مرتبہ پانی ڈالا جائے گا۔

(۵۸۷) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اگر میت کو دونوں قدموں کے درمیان رکھا جائے اور اس کے اوپر کھڑے ہو کر اس کو غسل دیا جائے تاکہ دائیں اور بائیں کروٹ دینے میں پاؤں سے روکا جاسکے کہ کہیں میت منہ کے بل نہ گر پڑے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۵۸۸) ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار میں سے کسی شخص کے جنازے کے ساتھ پاپیادہ چل رہے تھے تو ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ سواری پر کیوں نہیں بیٹھ لیتے؟ آپؐ نے فرمایا: مجھے پسند نہیں کہ میں سواری پر چل رہا ہوں اور فرشتے پاپیادہ چل رہے ہوں۔

(۵۸۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنی جس حدیث کے اندر غسل میت کا طریقہ بتایا ہے اس کے آخر میں آپؑ نے ارشاد فرمایا: میت کے کان میں ہرگز کوئی چیز نہ بھرو اور اگر اس کی ناک سے کچھ بہنے کا خطرہ ہے تو اس پر روئی رکھ دو اور اگر خطرہ نہ ہو تو اس پر بھی کوئی چیز نہ رکھو۔

(۵۹۰) اور آپؑ نے ایک دوسری طویل حدیث میں غسل میت کا طریقہ بتاتے ہوئے کہا کہ اس کے ناخنوں کو نہ کریدو (خلال نہ کرو)۔

(۵۹۱) نیز آپؑ نے فرمایا: اگر تم لوگوں کے یہاں کوئی مر جائے تو اس کو قبلہ رو کر دو اور اسی طرح جب غسل دو تو غسل کے پانی کے جانے کے لئے قبلہ کی طرف گڑھا کھود دو۔

(۵۹۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب روح قبض کر لی جاتی ہے تو وہ اپنے جسد کے اوپر سایہ فگن اور منڈلاتی رہتی ہے۔ مومن اور غیر مومن دونوں کی روح ہر بات کو دیکھتی ہے کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور جب اس کو کفن پہنا کر تابوت میں رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ اسکو اپنے کاندھوں پر اٹھاتے ہیں تو وہ پلٹ کر اپنے جسد میں آجاتی ہے اور اس کی نگاہ کی قوت بڑھا دی جاتی ہے تو وہ جنت یا جہنم میں اپنی جگہ کو دیکھتی ہے اگر وہ جنتی ہے تو باآواز بلند کہتی ہے کہ مجھے جلدی پہنچاؤ مجھے جلدی پہنچاؤ۔ اور اگر جہنمی ہے تو چیخ کر کہتی ہے کہ مجھے واپس لے چلو مجھے واپس لے چلو۔ اور جو کچھ اس کے ساتھ کیا جاتا ہے اس کو جانتی ہے اور لوگوں کی باتیں سنتی ہے۔

(۵۹۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ارواح جنت کے ایک درخت پر اجساد کی شکل میں رہتی ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے سے سوال و جواب کرتی ہیں اور ایک دوسرے سے متعارف ہوتی ہیں اور جب (دنیا سے نکل کر) کوئی روح ان روحوں کے پاس پہنچتی ہے تو کہتی ہیں اسے ذرا چھوڑ دو، دم لینے دو بیچارہ ہول عظیم سے چھوٹ کر آیا ہے۔ اس کے بعد اس سے پوچھتی ہیں کہ فلاں کا کیا ہوا فلاں کا کیا ہوا۔ اگر اس نے کہا کہ ابھی وہ زندہ ہے تو اس کی آمد کا انتظار کرتی ہیں اور اگر اس نے کہا کہ وہ مر گیا تو کہتی ہیں کہ پھر وہ جہنم میں گرا، وہ جہنم میں گرا (یعنی یہاں تو نہیں آیا)۔

(۵۹۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی ہڈیاں نکالو تب وعدہ ہے کہ چاند طلوع ہوگا اور چاند ایک عرصے سے ان لوگوں کے پاس طلوع نہیں ہوتا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے پوچھا کہ اس جگہ کو کون جانتا ہے؟ تو ان سے کہا گیا کہ یہاں ایک بڑھیا رہتی ہے وہ اسے جانتی ہے مگر بالکل کمزور ہو چکی ہے اور اندھی ہو گئی ہے۔ آپؑ نے اسے بلا بھیجا اور وہ آئی تو اس سے پوچھا: کیا حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر جانتی ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپؑ نے کہا: پھر مجھے بتا دو کونسی جگہ ہے۔ اس نے کہا: میں آپ کو اس وقت تک نہ بتاؤنگی جب تک آپؑ مجھے چند چیزیں نہ دیدیں۔ میرے پاؤں کو کھول دیں، میری آنکھوں کی بصارت واپس کر دیں اور میری جوانی پلٹا دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ کام مشکل نظر آیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی عطا کرنا میرے ذمہ ہے پس تم اسے دیدو۔ حضرت موسیٰؑ نے اس کو وہ سب کچھ دیدیا جو اس نے مانگا تھا۔ اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کی نشاندہی کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو دریائے نیل کے ایک کنارے سے ایک

سنگ مرمر کے صندوق سے نکالا اور جب اسے نکالا تو چاند طلوع ہوا اور آپ اس کو لے کر شام گئے اور اسی بناء پر اہل کتاب اپنی میتوں کو شام لے جاتے ہیں اور یہی وہ یوسف بن یعقوب علیہما السلام ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کے علاوہ کسی اور (یوسف) کا ذکر نہیں کیا ہے۔

(۵۹۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: انسان جس دن پیدا ہوتا ہے (پیار میں) سب سے بڑا ہوتا ہے اور انسان جس دن مرتا ہے (پیار میں) سب سے چھوٹا ہوتا ہے۔

(۵۹۶) نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایسی یقینی چیز کہ جس میں کوئی شک نہیں اور شک سے اتنی زیادہ مشابہہ کہ جس میں کسی یقین کا شائبہ نہ ہو موت کے سوا کسی اور چیز کو پیدا نہیں کیا۔

(۵۹۷) نیز آپؐ نے فرمایا: اسلام میں سب سے پہلے جس کی میت کے لئے تابوت بنایا گیا وہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

ابواب صلوٰۃ اور اس کے حدود

(۵۹۸) حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: نماز کے چار ہزار ابواب ہیں۔

(۵۹۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: نماز کے چار ہزار حدود ہیں۔

(۶۰۰) زرارہ بن اعین کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ابو جعفر علیہ السلام سے عرض کیا: یہ ارشاد فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے نمازیں کتنی فرض کی ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: رات و دن دونوں میں پانچ نمازیں ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی نشاندہی کی ہے اور اپنی کتاب میں اس کو بیان کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ "اقم الصلاۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل" (سورۃ الاسرا آیت نمبر ۷۸) [اے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سورج ڈھلنے سے لے کر رات کے اندھیرے تک نماز (ظہر و عصر و مغرب و عشاء) پڑھا کرو] دلوک ہی آفتاب کا زوال ہے تو زوال آفتاب سے رات کے اندھیرے تک چار نمازیں ہیں جس کی اللہ تعالیٰ نے نشاندہی کی ہے اور ان کے اوقات کو بیان کر دیا۔ اور غسق اللیل کے معنی آدھی رات کے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشھودا (سورۃ الاسرا آیت نمبر ۷۸) [اور نماز فجر بھی کیونکہ صبح کی نماز پر (دن رات دونوں کے فرشتوں کی) گواہی ہوتی ہے] تو یہ پانچویں نماز ہے) نیز اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا؟ اقم الصلاۃ طرفی النھار (سورہ ہود آیت نمبر ۱۱۴) (اور اے رسولؐ دن کے دونوں کنارے نماز پڑھا کرو) تو دن کے کنارے مغرب اور صبح ہیں اور وزلفاً من اللیل (سورہ ہود آیت نمبر ۱۱۴) اور کچھ رات گئے (نماز پڑھا کرو) یہ نماز عشاء ہے پھر فرمایا: حافظوا علی الصلوات و الصلوۃ الوسطیٰ (سورہ بقرہ ۲۳۸) (اور تم لوگ تمام نمازوں کی اور خصوصاً بیچ والی نماز کی پابندی کرو) اور یہ ظہر کی نماز ہے اور یہی وہ پہلی نماز ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھا اور یہ دن کی دو نماز یعنی نمازوں صبح اور نماز عصر کے درمیان کی ہے۔ نیز فرمایا کہ بعض قرأت میں اس طرح ہے کہ: حافظوا علی الصلوات و الصلوۃ الوسطی وصلوۃ العصر "وقوموا للہ قانتین" اور خاص خدا کے لئے نماز میں قنوت پڑھنے والے ہو کر کھڑے ہو یعنی صلاۃ وسطیٰ میں۔

نیز کہا گیا ہے کہ یہ آیت بروز جمعہ نازل ہوئی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں تھے، آپؐ نے اس میں قنوت پڑھا اور پھر اس کو سفر و حضر دونوں میں رکھ دیا اور جو (اپنے گھر پر) مقیم ہے اس کے لئے دو رکعتوں کا اور اضافہ کر دیا۔ اور یہ دو رکعتیں کہ جس کا اضافہ آپؐ نے فرمایا یہ یوم جمعہ مقیم کے لئے رکھ دیا ان دو خطبوں کے بدلے جو امام کے ساتھ نماز پڑھنے میں وہ سنتا ہے پس جو شخص بروز جمعہ بغیر جماعت کے نماز پڑھے تو چار رکعت پڑھے جس طرح عام دنوں میں ظہر کی چار رکعت پڑھتا ہے۔

(۶۰۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے قول خدا: ان الصلاۃ کانت علی المومنین کتاباً موقوتاً (بے شک نماز اہل ایمان پر وقت معین کر کے فرض کی گئی ہے) (سورہ النساء آیت نمبر ۱۰۳) کے متعلق فرمایا: جو موقوت سے مراد مفروض ہے (یعنی فرض کی ہوئی)۔

(۶۰۲) نیز آنجناب نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو آپؐ کے پروردگار نے آپ کو پچاس نمازوں کا حکم دیا تو آپؐ فرداً فرداً انبیاء کی طرف سے ہو کر گزرے مگر کسی نے ان سے کچھ نہ پوچھا مگر جب حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپؐ سے پوچھا: رب نے آپؐ کو کس چیز کا حکم دیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: پچاس (۵۰) نمازوں کا۔ انہوں نے کہا آپؐ اپنے رب سے کہیں کہ اس میں تخفیف کرے اس لئے کہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب سے التجا کی اور اس میں سے دس نمازیں کم ہو گئیں اور آپ پھر ایک ایک نبی کی طرف سے ہو کر گزرے مگر کسی نے کچھ نہ پوچھا جب آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے رب نے آپ کو کیا حکم دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چالیس (۴۰) نمازوں کا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا (یہ بہت ہے) آپؐ اپنے رب سے اس میں تخفیف کے لئے کہیں، آپؐ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی چنانچہ آپؐ نے اپنے رب سے درخواست کی اس میں سے دس کم کر دی گئیں اور آپ پھر ایک ایک نبی کی طرف سے ہو کر گزرے مگر کسی نے کچھ نہ پوچھا اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے پوچھا کہ آپؐ کے رب نے آپ کو کتنی نمازوں کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تیس (۳۰) نمازوں کا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ اپنے رب سے اس میں تخفیف کی التجا کیجئے آپؐ کی امت تو اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب سے پھر التجا کی تو اس میں سے دس اور کم ہو گئیں۔ اور پھر آپؐ ایک ایک نبی کی طرف سے ہو کر گزرے مگر کسی نے کچھ نہ پوچھا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے پوچھا کہ اب آپؐ کے رب نے آپؐ کو کیا حکم دیا؟ فرمایا: بیس (۲۰) نمازوں کا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپؐ اپنے رب سے اس میں تخفیف کی التجا کریں آپؐ کی امت اتنے کی بھی طاقت نہیں رکھتی چنانچہ آپؐ نے اپنے رب سے پھر التجا کی تو اس میں سے دس اور کم ہو گئیں پھر آپؐ ایک ایک نبی کی طرف سے ہو کر گزرے مگر کسی نے کچھ نہ پوچھا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے پوچھا: اب آپؐ کے رب نے کیا حکم دیا؟ آپؐ نے کہا: دس (۱۰) نمازوں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپؐ اپنے رب سے اس میں تخفیف کی التجا کریں آپؐ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی اس لئے کہ میں بنی اسرائیل کے پاس وہ لے کر آیا جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کیا تھا مگر انہوں نے اس کو اختیار نہیں کیا اور اس کے مقر نہیں ہوئے تو آپؐ نے اپنے رب سے پھر التجا کی تو اُس نے اس میں سے پھر گھٹا دیا اور اس کو پانچ (۵) کر دیا اور آپ پھر ایک ایک نبی کے پاس سے ہو کر گزرے مگر کسی نے آپؐ سے کچھ نہ پوچھا اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے تو پوچھا کہ آپؐ کے رب نے اب کیا حکم دیا؟ فرمایا: کہ پانچ (۵) نمازوں کا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپؐ اپنے رب سے التجا کریں کہ آپؐ کی امت کے لئے اس میں بھی تخفیف کرے، آپؐ کی امت اتنے کی بھی طاقت نہیں رکھتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اب تو مجھے شرم آتی ہے کہ اس میں بھی تخفیف کے لئے اپنے رب کے پاس پلٹ کر جاؤں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانچ نمازوں کا حکم لے کر تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو میری امت کی طرف سے جزائے خیر دے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو ہم لوگوں کی طرف سے بھی جزائے خیر دے۔

(۶۰۳) اور زید بن علی بن الحسین علیہما السلام سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے پدر بزرگوار سید العابدین علیہ السلام سے دریافت کیا اور یہ کہا کہ بابا جان مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ بتائیں کہ جب ان کو آسمان کی بلندیوں پر لیجایا گیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو پچاس نمازوں کا حکم دیا تو آپؐ نے خود اپنی امت کے لئے اللہ تعالیٰ سے کیوں نہیں التجا کی یہاں تک کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بن عمران

نے آپؑ سے کہا کہ آپ واپس جائیں اوراس سے تخفیف کی درخواست کریں اس لئے کہ آپؐ کی امت اتنی نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی؟ تو آپؑ نے فرمایا: اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب سے کوئی مطالبہ نہیں کرتے تھے اوراس نے جو حکم دیا اس پراس سے نظرثانی کی درخواست نہیں کرتے تھے مگر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپؐ سے گزارش کی اور وہ آپ کی امت کے لئے آپؐ سے سفارشی بنے تو آپؐ کے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کی سفارش کورد فرماتے اس لئے آپؐ نے اپنے رب کی طرف رجوع کیا اور تخفیف کی درخواست کی یہاں تک کہ نماز کی تعداد اللہ تعالیٰ نے گھٹا کر پانچ کردی۔

زید بن علی کا بیان ہے کہ پھر میں نے عرض کیا: باباجان حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان پانچ نمازوں کی تعداد میں تخفیف کے لئے کہا تھا پھر آپؐ نے اللہ کی طرف کیوں نہیں رجوع کیا اوراس میں تخفیف کی درخواست کیوں نہیں کی؟ آپؑ نے فرمایا: اے فرزند نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ تخفیف کے ساتھ پچاس (۵۰) نمازوں کا ثواب بھی آپؐ کی امت کو مل جائے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "من جاء بالحسنة فله عشرا مثالها". (سورۃ انعام۔ آیت ۱۶۰) (جو ایک نیکی کرے گا اس کو اس کا دس گنا ثواب ملے گا)۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج سے زمین پر تشریف لائے تو جبرئیل امینؑ نازل ہوئے اور عرض کیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ آپؐ کو سلام کہتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ پانچ (۵) نمازیں پچاس نمازوں کے برابر ہیں اور "مایبدّل القول لدیّ وماانا بظلّام للعبید (ہمارا قول بدلا نہیں کرتا اور میں بندوں پر ظلم نہیں کیا کرتا) (سورہ ق آیت نمبر ۲۹) (یعنی جو میں نے کہا ہے تو پچاس نمازوں کا ثواب دونگا تو وہ سب ان پانچ نمازوں پر دیدونگا)۔

زید بن علی کا بیان ہے کہ پھر میں نے عرض کیا: باباجان کیا ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مکان نہیں قرار دیا جاسکتا؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے بہت بلند ہے۔ میں نے عرض کیا: پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ ارجع الی ربک اپنے رب کے پاس واپس جایئے اس کے کیا معنی؟ آپؑ نے فرمایا: اس کے وہی معنی ہیں جو حضرت ابراہیمؑ کے اس قول کے معنی ہے "انی ذاهب الی ربی سیهدین" (میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں وہ عنقریب مجھے روبراہ کردیگا) (سورۃ الصافات آیت نمبر ۹۹)

اور حضرت موسیٰ کے اس قول کے معنی ہیں کہ "وعجلت الیک رب لترضی" (پروردگار میں نے تیرے پاس آنے میں اس لئے جلدی کی کہ تو مجھ سے راضی ہوجائے) (سورہ طہٰ آیت نمبر ۸۴) اور جو اللہ تعالیٰ کے اس قول کے معنی ہیں "ففروا الی الله" (تو خدا ہی کی طرف بھاگو) (سورۃ الذاریات نمبر ۵۰) یعنی بیت اللہ کے حج کے لئے جاؤ۔

اے فرزند کعبہ اللہ کا گھر ہے جس نے بیت اللہ کا حج کیا وہ اللہ کے پاس گیا۔ اور مسجدیں بھی اللہ کا گھر ہیں جو ان کی طرف گیا وہ اللہ کی طرف گیا اور مصلیٰ جب تک بندہ اس پر پڑھ رہا ہے وہ اللہ کے سامنے کھڑا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے لئے اس کے آسمانوں پر بھی کچھ بقعات ہیں اور جس کو ان بقعات میں سے کسی ایک پر لے جایا گیا وہ اللہ کی طرف گیا اور اس کو معراج ہوئی۔ کیا تم قران کی یہ آیت نہیں سنتے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تعرج الملائکة والروح الیه" (سورہ المعارج آیت نمبر ۴) (جس کی طرف ملائکہ اور روح الامین چڑھ کر جاتے ہیں)

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے قصہ میں فرمایا ہے: "بل رفعه الله الیه" (بلکہ خدا نے ان کو اپنی طرف اُٹھالیا) (سورہ النساء آیت نمبر ۱۵۸) نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "الیه یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعه" (سورہ فاطر آیت نمبر ۱۰) (اس کی طرف پاک کلمات بلند ہو کر پہنچتے ہیں اور عمل صالح کو وہ خود بلند کرلیتا ہے)

نیز میں نے مندرجہ بالا حدیث کو اپنی کتاب "المعارج" میں بھی نقل کیا ہے۔

اور نماز دن اور رات کے اندر اکیاون (۵۱) رکعتیں ہیں ان میں سے سترہ رکعتیں فریضہ ہیں۔ یعنی ظہر کی چار رکعت اور یہ پہلی نماز ہے جسے اللہ

تعالیٰ نے فرض کیا۔ اور عصر کی چار رکعت اور مغرب کی تین رکعت اور عشاء کی چار رکعت اور صبح کی دو رکعت یہ کل مل کر سترہ (۱۷) رکعتیں ہیں جو فرض ہیں اور اس کے علاوہ سب سنت و نافلہ ہیں جن کے بغیر فرض نمازیں پوری اور مکمل نہیں ہوتیں۔ ظہرین (یعنی ظہر و عصر) کا نافلہ سولہ رکعت ہے اور مغرب کا نافلہ چار رکعت ہے جو نماز مغرب کے بعد دو سلام کے ساتھ ہے اور دو رکعت نماز عشاء کے بعد جسے بیٹھ کر پڑھتے ہیں جس کو ایک رکعت شمار کیا جاتا ہے پس اگر کسی کو کوئی وجہ پیش آجائے کہ شب کا آخر حصہ نہ پا سکے اور صرف نماز وتر پڑھ لے تو گویا اس نے وتر میں شب بسر کی۔ اور اگر رات کا آخری حصہ پا جائے تو نماز شب کے بعد وتر پڑھے۔

(۶۰۴) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہے وہ بغیر نماز وتر پڑھے شب بسر نہیں کرے گا۔ اور نماز شب آٹھ رکعت ہے اور نماز شفع دو رکعت اور وتر کی ایک رکعت اور نافلہ صبح دو رکعت تو یہ کل اکیاون (۵۱) رکعتیں ہیں اور جو شخص آخرِ شب کو اُٹھے اور نماز وتر پڑھے تو اس کی دو رکعتیں نماز عشاء کے بعد بیٹھ کر شمار نہیں کی جائیں گی اور اس کے لئے پچاس ہی رکعت رہے گی اور پچاس رکعتیں اس لئے کہ رات بارہ ساعتوں پر مشتمل ہے اور دن بارہ ساعتوں پر مشتمل ہے اور طلوع فجر سے لے کر طلوع آفتاب تک ایک ساعت ہے تو اللہ تعالیٰ نے ہر ساعت کے لئے دو رکعتیں قرار دیدیں۔

(۶۰۵) زرارہ بن اعین کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے جو بندوں پر فرض کیا وہ دس رکعتیں ہیں جن میں سوروں کی قرات ہوتی ہے ان میں کوئی شک اور کوئی سہو نہ ہونا چاہیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات رکعت اور زیادہ کر دیں کہ جس میں سہو ہو سکتا ہے ان میں سوروں کی قرات نہیں ہے۔ پس جو شخص نماز کی دو ابتدائی رکعتوں میں شک کرے تو پھر سے نماز پڑھے تاکہ محفوظ ہو جائے اور ادائیگی کا یقین ہو جائے اور جو آخری دو رکعتوں میں شک کرے تو وہ شک کے مسائل پر عمل کرے۔

(۶۰۶) زرارہ اور فضیل دونوں کا بیان ہے کہ ہم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپؑ کی نظر میں قول خدا "ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتاباً موقوتا" سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا: اس سے مراد کتابِ مفروض (فرض کی ہوئی) اس سے مراد وقت مقررہ نہیں کہ اگر اس وقت سے تجاوز ہو گیا اور نماز پڑھی تو وہ نماز ادا نہیں ہوگی۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر حضرت سلمانؓ ہلاک ہو جائیں اس لئے کہ انہوں نے نماز بغیر وقت کے پڑھی اور یہ کہ جب انہیں یاد آیا اس وقت پڑھی۔

(قول مصنف) اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ اہل خلاف کے جاہل لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک دن گھوڑوں کے معائنہ میں مصروف تھے کہ اتنے میں آفتاب پردے میں چھپ گیا تو آپ نے حکم دیا کہ وہ گھوڑے پھر سے پیش کیے جائیں جب وہ پیش ہوئے تو انہوں نے ان کے پاؤں اور اُن کی گردنیں کاٹنے کا حکم دیا اور کہا: ان ہی نے ہمیں ہمارے پروردگار کے ذکر سے روکا۔

لیکن جیسا یہ لوگ کہتے ہیں ایسا نہیں ہے اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام اس سے کہیں بالاتر ہیں کہ ایسا کام کریں اس لئے کہ ان گھوڑوں کا کوئی قصور نہ تھا کہ ان کے پاؤں اور ان کی گردنیں کاٹی جائیں ان بیچاروں نے خود تو اپنے کو پیش نہیں کیا تھا کہ انہوں نے ان کو اپنے میں مشغول کر لیا۔ وہ تو پیش کیے گئے تھے اور یہ تو بہائم ہیں جو غیر مکلف ہوتے ہیں اور اسی سلسلہ میں صحیح یہ ہے کہ جو

(۶۰۷) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: حضرت سلیمانؑ بن داؤد علیہ السلام کے سامنے ایک دن شام کے وقت چند گھوڑے پیش کیے گئے اور آپ ان کو دیکھنے میں مشغول تھے کہ آفتاب پردے میں چھپ گیا تو آپ نے ملائکہ سے کہا کہ ہمارے لئے آفتاب کو پلٹا دو تاکہ میں وقت کے اندر نماز پڑھ لوں اور ملائکہ نے آفتاب پلٹا دیا تو آپ نے اپنی پنڈلیوں اور اپنی گردن پر مسح کیا اور جن لوگوں کی نماز ان کے ساتھ فوت ہوئی تھی انہیں بھی حکم دیا کہ تم لوگ بھی مسح کر لو۔ اور اس عہد میں نماز کے لئے ان لوگوں کے واسطے یہی وضو تھا۔ پھر آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی

جب نماز سے فارغ ہوئے آفتاب غروب ہو گیا اور ستارے طلوع ہو گئے چنانچہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ووھبنا لداود سلیمان نعم العبدانه اواب. اذعرض علیه بالعشی الصافنات الجیاد. فقال انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی حتی توارت بالحجاب. ردوھا علیّ فطفق مسحاً بالسوق والاعناق. (سورہ ص آیت نمبر ۳۰ تا ۳۳) میں نے اسی حدیث کو اپنے اسناد کے ساتھ 'کتاب الفوائد' میں نقل کر دیا ہے۔

(۶۰۸) روایت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی حضرت یوشع بن نون کے لئے بھی آفتاب پلٹایا تھا تا کہ وہ اپنی وہ نماز پڑھ لیں جو وقت کے اندر نہیں پڑھ سکتے تھے اور نماز فوت ہو گئی تھی۔

(۶۰۹) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس امت میں بھی وہی کچھ ہوگا جو بنی اسرائیل میں ہو چکا ہے قدم بہ قدم، گوش بہ گوش۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سنة الله التی قد خلت من قبل ولن تجدلسنة اللّٰه تبدیلا (جو لوگ گزر گئے ہیں ان کے بارے میں بھی خدا کا یہی دستور تھا اور تم آئندہ بھی خدا کے دستور میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے (سورۂ فتح آیت نمبر ۲۳) نیز اللہ تعالیٰ کا یہ بھی اشارہ ہے کہ ولاتجدلسنتنا تحویلا (سورۃ الاسرا آیت نمبر ۷۷) (اور جو دستور ہم نے قرار دے لیا ہے اس میں تم کوئی تغیر و بدل نہ پاؤ گے۔)

چنانچہ اس امت کے اندر اللہ تعالیٰ کا دستور ردِ شمس کا حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے لئے جاری رہا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دو مرتبہ آفتاب کو پلٹایا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اور دوسری مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد خود امیر المومنین علیہ السلام کے عہد خلافت میں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کے سلسلہ میں:

(۶۱۰) اسماء بنت عمیس سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو رہے تھے اور آپؐ کا سر مبارک حضرت علیؑ کی آغوش میں تھا کہ عصر کا وقت ختم ہو گیا اور آفتاب غروب ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: پروردگار یہ علیؑ تیری اطاعت اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں تھے تو ان کے لئے آفتاب کو پلٹا دے۔ اسماء کا بیان ہے کہ پس خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ آفتاب غروب ہونے کے بعد طلوع ہو گیا اور ایسا کہ کوئی زمین اور کوئی پہاڑ ایسا نہ باقی رہا کہ شعاعیں ان پر نہ پڑ رہی ہوں یہاں تک کہ علی علیہ السلام اُٹھے وضو کیا اور نماز پڑھی اس کے بعد آفتاب غروب ہو گیا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد تو

(۶۱۱) جویریہ بن مسہر سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ہم لوگ خوارج سے قتال کے بعد حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ واپس آ رہے تھے اور سرزمین بابل سے گزر رہے تھے کہ نماز عصر کا وقت آ گیا۔ امیر المومنین سواری سے اتر پڑے اور آپ کے ساتھ سب لوگ اترے تو حضرت علی علیہ السلام نے کہا: اے لوگو! یہ سرزمین ملعونہ ہے اور تین مرتبہ اس پر عذاب نازل ہو چکا ہے۔ ایک روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: دو مرتبہ عذاب نازل ہو چکا ہے اور تیسری مرتبہ متوقع ہے کہ عذاب نازل ہو یہ، مدائن کے علاقوں میں سے ایک علاقہ ہے (جس میں قوم لوط پر عذاب آیا) اور یہی وہ سرزمین ہے جس میں سب سے پہلے بت پوجے گئے۔ کسی نبی یا کسی وصی نبی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اس میں نماز پڑھے لہٰذا تم لوگوں میں جس کا جی چاہے وہ یہاں نماز پڑھ لے۔ چنانچہ لوگ راستے کے دونوں طرف مڑے اور نماز پڑھنے لگے اور حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ کے بغلہ (خچر) پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ جویریہ کا بیان ہے کہ مگر میں نے کہا: خدا کی قسم میں امیر المومنینؑ کے پیچھے جاؤں گا اور آج نماز وہ جہاں پڑھیں گے وہیں پڑھوں گا۔ چنانچہ میں آپؑ کے پیچھے چلا اور ابھی ہم لوگوں نے جسر سوراء بھی پار نہ کیا تھا کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ اور میرے دل میں شک آیا تو آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے جویریہ کیا تم شک میں مبتلا ہو گئے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں یا امیر المومنینؑ۔ چنانچہ آپؑ ایک طرف سواری سے اتر پڑے پھر وضو فرمایا اور کھڑے ہو کر کچھ کہا اور ایسا معلوم ہوا کہ جیسے آپ عبرانی میں کچھ کہہ رہے ہیں۔ پھر آپؑ نے نماز کے لئے اذان دی تو خدا کی قسم میں نے دیکھا دو

پہاڑوں کے درمیان سے آفتاب نکل آیا جس میں گھڑ گھڑاہٹ کی آواز تھی اور آپ نے عصر کی نماز پڑھی اور میں نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھی جب ہم دونوں نماز سے فارغ ہوئے تو رات جیسے تھی ویسے ہی پھر واپس آ گئی۔ اور آپ نے میری طرف رخ کر کے کہا: اے جویریہ بن مسہر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فسبح باسم ربک العظیم تم اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح پڑھو۔ چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ کو اس کے اسم عظیم کا واسطہ دے کر اس سے دعا کی اور اس نے آفتاب کو میرے لئے واپس پلٹا دیا۔

اور جویریہ سے یہ بھی روایت ہے اس نے کہا کہ جب میں نے دیکھا تو کہا: رب کعبہ کی قسم آپ ہی وصی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

(۶۱۲) ایک مرتبہ سلیمان بن خالد نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: میں آپ پر قربان اللہ تعالیٰ نے بندوں پر جتنے فرائض عائد کیے ہیں وہ ہمیں بتائیں کہ وہ کیا ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ کی شہادت، اور پانچ وقت کی نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا اور ماہ صیام کے روزے اور ولایت تو جو شخص یہ سب کچھ بجالایا اور اس پر مستحکم رہا وہ مقرب ہوا اور ہر انکار کرنے والے سے اس نے اجتناب کیا تو وہ (سمجھ لے کہ) جنت میں داخل ہو گیا۔

(۶۱۳) اور امیر المومنین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ توسل چاہنے والے جن چیزوں سے توسل چاہتے ہیں ان میں سب سے افضل و بہتر چیز اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنا ہے، راہ خدا میں جہاد کرنا ہے، کلمہ اخلاص ہے کہ یہی فطرت کا تقاضا ہے، نماز پڑھنا ہے اس لئے کہ اس کا نام ملت ہے، زکوٰۃ دینا اس لئے کہ یہ اللہ کی طرف سے فریضہ ہے، روزہ ہے اس لئے کہ یہ عذاب الٰہی سے بچنے کے لئے سپر ہے، حج بیت اللہ ہے اس لئے کہ یہ فقر و تنگدستی سے دور کرنے والا اور گناہوں سے پاک کرنے والا ہے، عزیز و اقارب سے حسن سلوک ہے اس لئے کہ اس سے مال و دولت میں اضافہ ہوتا ہے اور موت کو موخر کر دیتا ہے، پوشیدہ طور پر صدقہ دینا اس لئے کہ یہ گناہوں کو مٹاتا اور اللہ کے غضب کو بجھاتا ہے، لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا ہے اس لئے کہ یہ بری موت کو دفع کرتا ہے اور بلاؤں سے بچاتا ہے، اور آگاہ رہو کہ صدق و سچائی اختیار کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سچے لوگوں کے ساتھ ہے، جھوٹ سے پرہیز کرو اس لئے کہ اس سے ایمان چلا جاتا ہے، آگاہ ہو کہ سچا انسان نجات اور کرامت کے کنارے پر ہے اور جھوٹا ناکامی اور ہلاکت کے کنارے پر لگا ہوا ہے، آگاہ ہو کہ اچھی بات کہو جس سے تم پہچانے جاؤ اور اس پر عمل کرو تم اس کے اہل بن جاؤ گے اور امانت رکھنے والوں کی امانت کو ادا کرو اور جس نے تم سے بدسلوکی کی ہے تم اس کے ساتھ حسن سلوک کرو، جس نے تم کو محروم کیا تم اس پر فضل و بخشش کرو۔

(۶۱۴) معمر بن یحییٰ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ آپؑ فرما رہے تھے: اگر تم پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہو تو پھر تم سے کسی اور نماز کے لئے سوال نہیں کیا جائیگا اور اگر تم ماہ رمضان کے روزے رکھتے ہو تو تم سے کسی اور روزے کے متعلق نہیں پوچھا جائیگا۔

(۶۱۵) عائذ الاحمسی سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرا ارادہ تھا کہ میں آنجنابؑ سے نماز کے متعلق دریافت کرونگا مگر آپؑ نے (میرے پوچھنے سے پہلے) خود ہی فرمایا: جب تم پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہوئے اللہ سے ملاقات کرو گے تو تم سے ان کے علاوہ کسی اور نماز کا سوال نہیں کیا جائیگا۔

(۶۱۶) مسعدہ بن صدقہ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا: ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ کیا سبب ہے کہ زانی شخص کو کافر نہیں کہا جاتا اور تارک الصلوٰۃ شخص کو کافر کہا جاتا ہے آخر اس کی کوئی دلیل ہے؟ آپؑ نے فرمایا: زانی اور اس کے مانند جو لوگ ہیں وہ یہ فعل بد اپنی شہوت سے مغلوب ہو کر کرتے ہیں۔ اور نماز کا ترک کرنے والا نماز کو حقیر اور سبک سمجھتے ہوئے اس کو ترک کرتا ہے۔ اس لئے کہ ہر زانی تم کو ایسا ہی ملے گا کہ جب وہ کسی عورت کے پاس جاتا ہے تو وہ اس میں لذت محسوس کرتا ہے اس لئے اس کے پاس جاتا ہے۔ اور کوئی تارک الصلوٰۃ اس لئے نماز

ترک نہیں کرتا کہ اس کے ترک کرنے سے اس کو لذت حاصل ہوتی ہے۔ جب لذت نہیں ملتی تو وہ صرف اس کو سبک اور حقیر سمجھ کر ترک کرتا ہے اور اس کو سبک اور حقیر سمجھنا ہی کفر ہے۔

(۶۱۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اپنی نماز کو سبک اور حقیر سمجھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ خدا کی قسم وہ حوض کوثر پر ہمارے پاس نہیں پہنچے گا اور وہ بھی ہم میں سے نہیں جو شراب پیتا ہو خدا کی قسم وہ بھی ہمارے پاس حوض کوثر پر نہیں پہنچے گا۔

(۶۱۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اپنی نماز کو حقیر و سبک سمجھنے والے کو ہم لوگوں کی شفاعت نصیب نہ ہوگی۔

(۶۱۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نماز پڑھتے وقت اپنے کپڑوں کو بچائے (کہ اس میں کہیں مٹی وغیرہ نہ لگ جائے) تو گویا اس نے اللہ کے لئے یہ کپڑے نہیں پہنے (بلکہ تکبر اور لوگوں کو دکھانے کے لئے پہنے ہیں)۔

(۶۲۰) زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے نماز فرض کی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی دس (۱۰) قسمیں قرار دیں۔ نماز سفر، نماز حضر، نماز خوف تین قسم کی، نماز کسوف شمس وقمر، نماز عیدین، نماز استغفار، نماز میت۔

(۶۲۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: زمین پر سجدہ فرض ہے اور غیر زمین پر جائز ہے۔

باب فضیلت نماز

(۶۲۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز ترازو ہے جس نے اس کو پورا رکھا اس نے پورا اجر پایا اس ارشاد سے آپؐ کا مطلب یہ ہے کہ ترازو کے دونوں طرف کے پلڑوں کی طرح اس کا رکوع و سجدہ ہو اور پہلی رکعت اور دوسری رکعت میں ٹھہراؤ برابر ہو جس شخص نے اس کو پورا رکھا اس نے پورا اجر پایا۔

(۶۲۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی اطاعت دراصل زمین پر اس کی خدمت ہے اور اس کی کوئی خدمت نماز کے برابر نہیں ہو سکتی۔ اسی بناء پر ملائکہ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو اس وقت آواز دی جب وہ محراب عبادت میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

(۶۲۴) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بھی کسی نماز کا وقت آتا ہے ایک ملک لوگوں کے درمیان آواز دیتا ہے: ایہا الناس وہ آگ جو تم نے اپنی پشت پر روشن کر رکھی ہے اٹھو اور اپنی نماز سے اس کو بجھا لو۔

(۶۲۵) ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور اس وقت وہاں آپ کے کچھ اصحاب بھی موجود تھے آپ نے فرمایا: تم لوگ جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا ارشاد کیا ہے؟ ان لوگوں نے کہا: اس کو تو اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تمہارا رب کہتا ہے کہ یہ پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں، جو شخص ان نمازوں کو ان کے اوقات پر ادا کرے گا اور اس کی پابندی کرے گا تو وہ جب قیامت کے دن مجھ سے ملاقات کرے گا تو میرے پاس اس کے لئے ایک عہد ہوگا اور اس عہد کے بناء پر میں اس کو جنت میں داخل کروں گا۔ اور جس نے ان نمازوں کو ان کے اوقات پر ادا نہیں کیا اور اس کی پابندی نہیں کی تو اب یہ میرے اوپر ہے کہ میں اگر چاہوں تو اس پر عذاب کروں اور چاہوں تو اسے بخش دوں۔

(۶۲۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: بندے سے سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ اگر یہ قبول کر لی گئی تو اس کے سارے اعمال قبول کر لیے جائیں گے اور اگر یہ رد کر دی گئی تو اس کے سارے اعمال رد کر دیئے جائیں گے۔

(۶۲۷) نیز حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی بندہ اپنی نماز کو اس کے وقت میں پڑھتا ہے اور اس کے حدود کی حفاظت کرتا ہے تو وہ نماز بالکل صاف شفاف آسمان کی طرف بلند ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ تو نے میری حفاظت کی اللہ تیری حفاظت کرے۔ اور جب وہ نماز کو اس کے وقت میں نہیں پڑھتا تو وہ سیاہ اور دھندلی ہو کر آسمان کی طرف بلند ہوتی اور کہتی ہے کہ تو نے مجھے برباد کیا اللہ تجھے برباد کرے۔

(۶۲۸) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: بندے کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ قربت اس وقت ہوتی ہے جب وہ سجدہ میں ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واسجد و اقترب (سورہ علق آیت نمبر ۱۹) (سجدہ کر اور قربت حاصل کر لے)۔

(۶۲۹) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے شیعوں میں سب جب کوئی بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے مخالفین کی تعداد کے برابر ملائکہ اس کو اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں اور اسکے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہو لیتا ہے۔

(۶۳۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ ایک نماز فریضہ بیس (۲۰) حج سے بہتر ہے اور ایک حج ایک ایسے گھر سے بہتر جو سونے سے بھرا ہوا ہو اور اس میں سے خیرات دیدے کر سب ختم کر دیا جائے۔

(۶۳۱) نیز آپؑ نے فرمایا: تم لوگ سستی سے گریز کرو اس لئے کہ تمہارا رب رحیم ہے وہ عمل قلیل کو بھی قبول کر لیتا ہے چنانچہ اگر ایک بندہ دو رکعت نماز محض خوشنودی خدا کے لئے پڑھے تو ان دونوں رکعتوں پر اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔ اور اگر بندہ ایک درہم خوشنودی خدا کی نیت سے تصدق کرتا ہے تو اس کی جزا میں اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا اور اگر وہ ایک مستحب روزہ محض خوشنودی خدا کی نیت سے رکھے گا تو اللہ اس کے عوض اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔

(۶۳۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جس دل میں بھی ثواب کی طرف رغبت اور عذاب کا خوف جمع ہو جائے گا اس پر جنت واجب ہے۔ پس تم جب نماز پڑھو تو دل سے اللہ کی طرف رجوع کرو۔ اس لئے کہ کوئی بندہ مومن جب اپنی نماز اور اپنی دعاؤں میں اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف مومنین کے دلوں کو موڑ دیتا ہے اور ان مومنین کی مودت کی وجہ سے اس کو جنت عطا کر دیتا ہے۔

(۶۳۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زوال آفتاب کے وقت آسمانوں کے دروازے اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دعائیں قبول کی جاتی ہیں اور خوش قسمت ہے وہ شخص جس کا کوئی عمل صالح اس وقت آسمان کی طرف بلند ہو۔

(۶۳۴) اور معاویہ بن وھب نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ سب سے افضل چیز جو بندوں کو ان کے رب کا تقرب دیدے اور اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ چیز کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: معرفت الٰہی کے بعد اس نماز سے افضل میں کسی اور چیز کو نہیں سمجھتا کیا تم نہیں دیکھتے کہ عبد صالح حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے کہا کہ مجھے نماز کی ہدایت کی گئی ہے۔

(۶۳۵) اور ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپؐ دعا کریں کہ میں جنت میں داخل ہوں تو آپؐ نے فرمایا: پھر تم زیادہ سے زیادہ سجدہ کر کے میری مدد بھی کرو۔

(۶۳۶) محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: مُصَلّی (نماز پڑھنے والے) کے لئے تین شرف ہیں: جب وہ نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو ملائکہ اس کے دونوں قدموں سے لے کر آسمان تک اس کو گھیر لیتے ہیں اور آسمان سے لے کر اس کے سر تک اس پر خیر و برکت بکھیر دی جاتی ہے۔ اور اگر وہ مصلی جان لے کہ وہ کس سے محو گفتگو ہے تو وہ اس گفتگو کو کبھی ختم نہ کرے۔

(۶۳۷) امام ابوالحسن رضا علیہ السلام نے فرمایا: نماز ہر متقی کے لئے تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔

(۶۳۸) امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل نماز ہے اور یہ تو انبیاء علیہم السلام کی وصیتوں کے آخر میں ہے۔ پس ایک انسان کے لئے یہ کتنی اچھی بات ہے کہ وہ غسل کرے یا وضو کرے اور خوب اچھی طرح پورا وضو کرے اور ایک ایسے گوشے میں چلا جائے جہاں اس کو کوئی نہ دیکھے صرف اللہ تعالیٰ اس کو دیکھے کہ وہ رکوع کر رہا ہے یا سجدہ کر رہا ہے۔ اور جب کوئی بندہ سجدہ کرتا ہے اور اس کا سجدہ طولانی

ہو جاتا ہے تو ابلیس چلا اٹھتا ہے اور کہتا ہے ہائے افسوس یہ (آدم کی اولاد) لوگ تو اللہ کی اطاعت کر رہے اور میں نے اللہ کی نافرمانی کرلی یہ لوگ سجدے کر رہے ہیں اور میں نے سجدے سے انکار کردیا۔

(۶۳۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نماز کی مثال ایسی ہے جیسے خیمے کے لئے عمود (چوبہ)۔ اگر عمود ثابت ہے تو طنابیں، میخیں اور پردے سب ثابت ہیں اور اگر عمود ہی ٹوٹ گیا تو نہ میخ سے کوئی فائدہ ہوگا نہ طناب سے اور نہ پردے سے۔

(۶۴۰) نیز حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگوں کے اندر نماز کی مثال ایسی ہے جیسے تم لوگوں کے دروازے پر کوئی چھوٹی نہر جاری ہو وہ اپنے گھر میں سے دن رات میں پانچ مرتبہ نکلے اور اس میں سے غسل کرے تو اس پانچ مرتبہ غسل کرنے سے کوئی میل کچیل باقی نہیں رہ جائے گا اسی طرح دن رات میں پانچ مرتبہ نماز پڑھنے سے کوئی گناہ باقی نہیں رہے گا۔

(۶۴۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جس شخص کی ایک نماز بھی اللہ قبول فرمائیگا اس پر وہ عذاب نہیں کرے گا اور جس شخص کی ایک نیکی بھی اللہ تعالیٰ قبول کرلے گا اس پر وہ عذاب نہیں کرے گا۔

(۶۴۲) نیز حضرت امام علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اپنے نفس کو نماز فریضہ کے لئے روکے رہے اور اس امر کا انتظار کرے کہ اس کا وقت آجائے تو اول وقت میں پورے خضوع وخشوع کے ساتھ رکوع وسجود کو تمام کرے اس کے بعد اللہ کی عظمت وبزرگی وحمد کی تسبیح پڑھتا رہے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آجائے اور اس درمیان میں کوئی لغو فعل نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک حج کرنے والے (اور) ایک عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھ دے گا اور وہ اہل علیین میں سے ہو جائیگا۔

اور میں نے سند یافتہ احادیث کا تذکرہ راویوں اور معنوں کے ساتھ کتاب ''فضائل الصلاۃ'' میں کیا ہے۔

باب: پانچ نمازوں کا پانچ اوقات میں واجب ہونے کا سبب

(۶۴۳) حضرت امام حسن ابن علی ابن ابی طالب علیہم السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپؑ نے بیان فرمایا: ایک مرتبہ چند یہودی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور ان میں جو سب سے زیادہ صاحب علم تھا اس نے آپؐ سے چند مسائل دریافت کیے اور جو کچھ دریافت کیا ان میں یہ بھی دریافت کیا کہ یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر دن رات میں پانچ نمازیں پانچ اوقات میں کیوں فرض کیں؟ آپ نے فرمایا: زوال کے وقت آفتاب کا ایک حلقہ ہے جس میں وہ داخل ہوتا ہے اور جب وہ اس میں داخل ہوتا ہے تو آفتاب کو زوال ہوتا اور اس وقت زیر عرش جتنی چیزیں ہیں وہ سب ہمارے رب کی حمد کی تسبیح پڑھنے لگتی ہیں اور یہی وہ وقت ہے کہ جب میرا رب مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ اور اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے میری امت پر نماز فرض کی۔ اور فرمایا "اقم الصلوۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل" (سورہ الاسرۃ آیت نمبر ۷۸) اور یہی وہ وقت ہے کہ جب قیامت کے دن جہنم کو لایا جائے گا۔ پس جو مومن اس وقت سجدہ در کوع وقیام میں رہتا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے جسد کو جہنم پر حرام کردیگا۔

اور نماز عصر تو یہ وہ ساعت ہے کہ جس میں حضرت آدم علیہ السلام نے شجر ممنوعہ کے پھل کھائے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت سے خارج کردیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی ذریت کو اس وقت نماز پڑھنے کا قیامت کے دن تک کے لئے حکم دیا اور اسی نماز کو اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لئے بھی پسند فرمایا اور یہ نماز اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمام نمازوں میں اس کی زیادہ محافظت کروں۔

اور نماز مغرب تو یہ وہ ساعت ہے جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی توبہ قبول فرمائی اور شجر ممنوعہ کا پھل کھانے اور ان کی توبہ قبول ہونے کے درمیان دنیا کے ایام کے اعتبار سے تین سو سال کا فاصلہ ہے اور آخرت کے ایام کے اعتبار سے ایک دن ایک ہزار سال کا ہوتا ہے۔ وقت عصر سے لے کر وقت عشاء (نماز مغرب) حضرت آدم علیہ السلام نے اس دوران تین رکعت نماز پڑھی۔ ایک رکعت اپنی خطا کی بنا پر، ایک رکعت حضرت حوا کی خطا کی بنا پر اور ایک

رکعت اپنی توبہ کے لئے پس یہی تین رکعتیں اللہ تعالیٰ نے میری امت پر بھی فرض کردیں۔ اور یہی وقت ہے کہ جس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں اور میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ جو شخص اس میں دعا کرے گا میں قبول کرونگا اور یہی وہ نماز ہے کہ جس کا میرے رب نے مجھے اس قول میں حکم دیا ہے "فسبحان الله حين تمسون وحين تصبحون" (سورہ روم آیت نمبر ۱۷)۔

اور نماز عشاء (کیوں فرض کی گئی ہے) تو بات یہ ہے کہ قبر میں تاریکی ہوگی اور یوم قیامت میں بھی تاریکی ہوگی۔ اس لئے میرے رب نے مجھے اور میری امت کو اس نماز کا حکم دیا تاکہ قبر میں روشنی رہے اور اللہ تعالیٰ مجھے اور میری امت کو صراط پر روشنی عطا کرے اور جو شخص بھی اپنا قدم نماز عشاء پڑھنے کے لئے اُٹھائے گا اللہ تعالیٰ اس کے جسد کو جہنم کے لئے حرام کردے گا اور یہی وہ نماز ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے رسولوں کے لئے پسند فرمایا ہے۔

اور نماز فجر تو (یہ اسلئے فرض ہے کہ) آفتاب جب طلوع ہوتا ہے تو شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے اس لئے میرے رب عزوجل نے مجھے حکم دیا کہ میں آفتاب طلوع ہونے سے پہلے ہی نماز فجر پڑھ لوں اور قبل اس کے کہ کافر آفتاب کو سجدہ کرے میری امت اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرلے اور اس میں سرعت و تیزی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور یہی وہ نماز ہے جس کے لئے رات کے ملائکہ اور دن کے ملائکہ دونوں شاہد بنتے ہیں۔

اور اس کا ایک دوسرا سبب بھی بیان کیا گیا ہے اور

(۶۴۴) وہ روایت کی ہے حسین بن ابی العلاء نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ انہوں نے فرمایا: جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے اتارے گئے تو ان کے چہرے سے لے کر قدم تک سیاہ تل نمودار ہوگئے اور اس کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کا حزن اور بڑھ گیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کے پاس آئے اور بولے: اے آدم آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا: میرے جسم پر یہ تل نمودار ہوگئے۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا: اچھا اے آدمؑ اٹھو اور نماز پڑھو اور یہی پہلی نماز (یعنی ظہر) کا وقت تھا آپ نے نماز پڑھی تو وہ تل چہرے سے اتر کر گردن تک آگئے۔ پھر حضرت جبرئیلؑ ان کے پاس دوسری نماز کے وقت آئے اور کہا: اُٹھو اے آدمؑ اور نماز پڑھو۔ یہ دوسری نماز کا وقت ہے۔ حضرت آدمؑ نے اُٹھ کر نماز پڑھی تو اب وہ تل گردن سے اتر کر ناف تک آگئے۔ پھر حضرت جبرئیلؑ تیسری نماز کے وقت آئے اور کہا: اُٹھو آدمؑ نماز پڑھو یہ تیسری نماز کا وقت ہے۔ حضرت آدمؑ نے اُٹھ کر نماز پڑھی تو اب وہ تل ناف سے اتر کر گھٹنوں تک آگئے۔ پھر حضرت جبرئیلؑ چوتھی نماز کے وقت آئے اور کہا: اے آدمؑ اُٹھو اور نماز پڑھو یہ چوتھی نماز کا وقت ہے۔ حضرت آدمؑ نے اُٹھ کر نماز پڑھی تو اب یہ تل گھٹنوں سے اتر کر قدموں تک آگئے۔ پھر حضرت جبرئیلؑ پانچویں نماز کے وقت آئے اور کہا: اے آدمؑ اُٹھو اور نماز پڑھو یہ پانچویں نماز کا وقت ہے۔ حضرت آدمؑ نے اُٹھ کر نماز پڑھی تو اب انہوں نے تلوں سے بالکل نجات پالی اور اس پر اللہ کی حمد و ثناء کی۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا: اے آدمؑ آپ کو ان نمازوں کی وجہ سے ان تلوں سے نجات ملی اسی طرح آپ کی اولاد میں سے بھی جو شخص ہر دن و رات میں یہ پانچ نمازیں پڑھے گا تو گناہوں سے نجات پائے گا جس طرح آپ نے ان تلوں سے نجات پائی ہے نیز نماز کے فرض ہونے کا ایک اور سبب یہ بھی ہے کہ:

(۶۴۵) حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہما السلام نے محمد بن سنان کے مسائل کے جواب میں جو خط لکھا اس میں یہ بھی لکھا کہ نماز کا حکم اس لئے ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار ہے اور اس کے امثال کی نفی ہے۔ اور ذلت و مسکنت اور خضوع و خشوع کے ساتھ خداوند جبار کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی کوتاہیوں کا اعتراف اور اپنے پچھلے گناہوں کو درگزر کرنے کی التجا ہے اور اللہ جل جلالہ کی عظمت و کبریائی کے سامنے اپنا چہرہ زمین پر ہر روز رکھنا ہے تاکہ بندہ اس کو یاد رکھے، بھولے نہیں اور نعمتیں پا کر آپے سے باہر اور سرکش نہ ہوجائے بلکہ خاشع اور متذلل رہ کر دین و دنیا کی نعمتوں میں زیادتی کے لئے رغبت رکھتے ہوئے طالب رہے علاوہ بریں اس نماز میں دن اور رات تواتر کے ساتھ اللہ کی یاد ہوتی رہے تاکہ بندہ اپنے مالک، اپنے پالنے والے اور اپنے خالق کو نہ بھول جائے ورنہ وہ ناشکرا اور سرکش ہوجائے گا اور اپنے رب کو یاد کرنا اور اس کے سامنے کھڑا ہونا اس کو گناہوں سے روکتا اور مختلف قسم کے فسادات

سے باز رکھتا ہے۔ میں نے ان اسباب مندرجہ بالا کو اپنی کتاب "علل الشرائع" میں بھی تحریر کر دیا ہے۔

باب: نماز کے اوقات

(۶۴۶) ایک مرتبہ مالک جہنی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نماز ظہر کے وقت کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: جب زوالِ آفتاب ہو جائے تو سمجھ لو کہ دونوں نمازوں کا وقت آ گیا اور جب تم اپنے نوافل سے فارغ ہو جاؤ تو جب چاہو ظہر کی نماز پڑھو۔

(۶۴۷) اور عبید بن زرارہ نے آپؑ سے ظہر و عصر کے وقت کے متعلق معلوم کیا تو آپؑ نے فرمایا: جب زوال آفتاب ہو گیا تو سمجھ لو کہ دونوں (ظہر و عصر) کا وقت ہو گیا بس اتنا ہے کہ یہ (ظہر) اس (عصر) سے پہلے ہو گی پھر تم غروب آفتاب تک دونوں نمازوں کے وقت میں ہو۔

(۶۴۸) اور زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے (اوقات نماز کے متعلق) دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: جب آفتاب ڈھل جائے تو (سمجھ لو) کہ ظہر و عصر دونوں نمازوں کا وقت ہو گیا اور جب آفتاب غروب ہو گیا تو (سمجھ لو) کہ مغرب و عشاء دونوں کا وقت ہو گیا۔

(۶۴۹) فضیل بن یسار اور زرارہ بن اعین اور بکیر بن اعین و محمد بن مسلم و برید بن معاویہ عجلی نے حضرت امام محمد باقر و حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ آپ دونوں حضرات نے فرمایا: ظہر کا وقت زوال کے بعد دو (۲) قدم (سایہ ڈھلنے) تک ہے اور عصر کا وقت اس کے دو قدم اور آگے کے بعد ہے۔

(۶۵۰) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اول وقت زوال شمس ہے یہ اللہ کا (معین کردہ) وقت ہے اور یہ وقتِ اول وقتِ دوم سے افضل ہے۔

(۶۵۱) نیز آپ نے فرمایا: اول وقت (نماز پڑھنے میں) اللہ تعالیٰ کی خوشی ہے اور اس کے بعد (نماز پڑھنے میں) اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی ہے اور معافی تو گناہ کی ہوا کرتی ہے۔

(۶۵۲) نیز آپ نے فرمایا: اول وقت کی فضیلت آخیر کے وقت پر ایک مومن کے لئے اس کے مال اور اس کی اولاد سے بہتر ہے۔

(۶۵۳) اور زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ظہر کے وقت کے لئے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: زوال شمس سے ایک ہاتھ اور عصر کا وقت ظہر کے وقت کے بعد دو ہاتھ۔ تو یہ زوال شمس سے چار قدم ہوئے۔ پھر فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد کی چہار دیواری قد آدم تھی جب اس کا ایک ہاتھ سایہ بڑھ جاتا تو آپ ظہر کی نماز پڑھتے۔ اور جب سایہ دو ہاتھ ہو جاتا تو عصر کی نماز پڑھتے۔

پھر فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ یہ ایک ہاتھ اور دو ہاتھ کیوں رکھا گیا؟ میں نے عرض کیا: بتائیں کیوں رکھا گیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تاکہ تم زوال سے لے کر ایک ہاتھ تک نافلے ادا کرو اور جب تمہارا سایہ ایک ہاتھ پہنچ جائے تو تم نماز فریضہ ادا کرو نافلے کو چھوڑ دو۔

(۶۵۴) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ابو بصیر سے ارشاد فرمایا: اگر وقت ظہر میں تمہیں لوگ کچھ دھوکا دیدیں (تو یہ ممکن ہے) لیکن وقت عصر تو لوگ تمہیں دھوکا نہیں دے سکتے تو اس وقت نماز عصر پڑھو جب آفتاب بالکل صاف اور روشن ہو (اس میں دھندلا پن نہ آئے) اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جو نماز عصر کو ضائع کر دے وہ اپنے اہل و مال کا موتور ہے۔ تو عرض کیا گیا کہ اپنے اہل و مال کا موتور ہے اس کا کیا مطلب؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یعنی جنت میں اس کا کوئی اہل و مال نہ ہوگا۔ عرض کیا گیا: اور نماز عصر کے ضائع کرنے سے کیا مراد؟ فرمایا: خدا کی قسم وہ اس میں اس قدر تاخیر کرے کہ آفتاب زرد ہو جائے یا غائب ہو جائے۔

(۶۵۵) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب قرص آفتاب غائب ہو جائے تو مغرب کا وقت ہو گیا۔

(۶۵۶) سماعہ بن مہران کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا ہم لوگ مغرب کی نماز کبھی کبھی ایسے وقت پڑھتے ہیں کہ ڈرتے ہیں کہ کہیں آفتاب پہاڑ کے پیچھے نہ ہو اور پہاڑ نے اس کو ہم لوگوں سے نہ چھپا لیا ہو؟ آپؑ نے فرمایا: تم پر پہاڑ پر چڑھ کر

دیکھنا تو فرض نہیں ہے۔

اور جو شخص سفر کے اندر منزل کی تلاش میں ہو تو اس کے لئے مغرب کا وقت ایک چوتھائی رات تک ہے اور جو عرفات سے مشعر الحرام جا رہا ہے اس کے لئے بھی ایسا ہی ہے۔

(۶۵۷) بکر بن محمد نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آپؑ سے مغرب کے وقت کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا ہے: "فلما جن علیه اللیل رای کوکبا قال هذا ربی" (سورہ الانعام آیت نمبر ۷۶) (پس جب ان پر رات کی تاریکی چھا گئی تو ایک ستارہ کو دیکھا تو دفعتاً بول اُٹھے کہ کیا یہی میرا خدا ہے) تو یہی اول وقت نماز مغرب ہے اور آخر وقت شفق کا غائب ہونا ہے پس نماز عشاء کا اول وقت سرخی کا غائب ہونا اور آخر وقت غسق اللیل یعنی نصف شب ہے۔

(۶۵۸) اور معاویہ بن عمار کی روایت میں ہے کہ وقت نماز عشاء ایک تہائی رات تک ہے اور ایک تہائی رات عشاء کا درمیانی وقت ہے اور نصف شب اس کا آخری وقت ہے۔

(۶۵۹) اور اس شخص کے لئے روایت کی گئی ہے جو نماز عشاء کو چھوڑ کر نصف شب تک سوتا رہا تو وہ قضا اور صبح کو بطور عقوبت روزہ رکھے گا۔ یہ اس پر اسی لئے واجب ہے کہ وہ نماز عشاء کو چھوڑ کر نصف شب تک سوتا کیوں رہا۔

(۶۶۰) اور محمد بن یحییٰ الخثعمی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب کی نماز پڑھتے تھے تو انصار کا قبیلہ بھی آپؐ کے ساتھ نماز پڑھتا تھا کہ جس کو بنی سلمہ کہا جاتا تھا اور ان کے گھر نصف میل پر واقع تھے یہ لوگ آپؐ کے ساتھ نماز پڑھ کر واپس ہوتے تو (اتنی روشنی رہتی کہ اگر وہ تیر پھینکیں تو) اپنے تیروں کے گرنے کی جگہ دیکھ لیں۔

(۶۶۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو طلب دنیا کے لئے نماز مغرب کو موخر کر دے۔ تو آپؑ سے عرض کیا گیا: اہل عراق تو نماز مغرب کو اتنا موخر کرتے ہیں کہ آسمان پر ستاروں کا جال بچھ جاتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: یہ کام دشمن خدا ابو الخطاب (محمد بن مقلاص اسدی کوفی ملعون) کا ہے۔

(۶۶۲) ابو اسامہ زید شحام کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں جبل ابو قبیس پر چڑھا اور نیچے تمام لوگ نماز مغرب پڑھ رہے تھے تو دیکھا کہ آفتاب ابھی غروب نہیں ہوا ہے بلکہ پہاڑ کے پیچھے ہے البتہ لوگوں کی نگاہوں سے چھپ گیا ہے۔ میں فوراً امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس پہنچا اور انہیں بتایا۔ تو آپ نے فرمایا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ جو کچھ کیا برا کیا۔ تم تو اسی وقت نماز پڑھتے کہ جب اس کو پہاڑ کے پیچھے نہ دیکھتے اور جب وہ غروب ہو گیا ہوتا کسی بادل کی اوٹ میں نہ چھپا ہوتا بلکہ واقعی ڈوب گیا ہوتا تمہیں تو اپنے مشرق اور اپنے مغرب پر عمل کرنا ہے لوگوں کا یہ فرض تو نہیں کہ وہ اس کی کھوج لگائیں۔

(۶۶۳) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب آفتاب غائب ہو گیا تو افطار کا وقت آ گیا اور نماز واجب ہو گئی اور جب تم نے مغرب کی نماز پڑھ لی تو اب نماز عشاء کا وقت نصف شب تک کے لئے آ گیا۔

(۶۶۴) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ایک فرشتہ اس کے لئے مقرر ہے جو یہ پکار کر کہتا ہے کہ جو شخص بغیر نماز پڑھے ہوئے نصف شب تک سوئے تو اللہ اس کو سونا نصیب نہ کرے۔

(۶۶۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس نے مغرب کی نماز پڑھی اور تعقیبات میں مصروف ہو گیا اور کسی سے کوئی بات نہیں کی یہاں تک کہ اس نے دو رکعت بھی پڑھ لی تو ہم اس کا نام علیین کی فہرست میں لکھ دینگے۔ اور اگر چار رکعتیں پڑھ لیں تو اس کے نام ہم ایک حج کا ثواب لکھ دینگے۔

اور فجر کی نماز جب فجر ہوجائے اور اچھی طرح روشن ہوجائے اور آسمان پر صبح ایک قبطی چادر یا نہر سوراء کی طرح نمودار ہو تو پڑھے۔اور جو شخص نمازِ فجر اول وقت پڑھے گا تو یہ اس کی نماز دو مرتبہ لکھی جائے گی رات کے ملائکہ بھی لکھیں گے اور دن کے ملائکہ بھی۔اور جو نمازِ فجر آخر وقت میں پڑھے گا اس کی نماز صرف ایک مرتبہ لکھی جائے گی چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "وقران الفجران قران الفجر کان مشھودا" (سورہ اسرا آیت نمبر ۷۸) (یعنی رات کے ملائکہ بھی گواہی دینگے اور دن کے ملائکہ بھی)

(۶۶۶) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جمعہ کے دن نماز جمعہ کا وقت زوال آفتاب کے وقت ہے اور اس کا وقت سفر و حضر دونوں میں ایک ہی ہے اور یہ بہت تنگ وقت ہے اور جمعہ کے دن تمام دنوں میں نماز عصر کا وقت اس کا ابتدائی وقت ہے۔

(۶۶۷) اسماعیل بن رباح نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجنابؑ نے فرمایا: جب تم نے نماز پڑھی اور تمہارا خیال تھا کہ وقت ہوگیا تھا مگر ابھی وقت نہیں ہوا تھا مگر تم نماز میں مشغول ہی تھے کہ وقت ہوگیا تو تمہاری نماز ہوگئی۔

(۶۶۸) اور سماعہ بن مہران نے آپؑ سے دریافت کیا کہ جب چاند، سورج، ستارے کچھ نظر نہ آئیں تو پھر دن اور رات کی نمازوں کا کیا ہوگا؟ تو آپؑ نے فرمایا: اپنی رائے قائم کرنے کی کوشش کرو اور اس امر کی کوشش کرو کہ قبلہ پر اعتماد پیدا ہوجائے۔

(۶۶۹) ابو عبداللہ الفراءؔ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ سے ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا: کبھی کبھی جب بادل گھرے ہوئے ہوتے ہیں تو نماز کا وقت ہم لوگوں پر مشتبہ ہوجاتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: تم ان چڑیوں کو پہچانتے ہو جو عراق میں بھی تمہارے وہاں ہوتی ہیں کہ جن کو دیوک (مرغ) کہتے ہیں۔میں نے عرض کیا: جی ہاں آپؑ نے فرمایا: جب ان کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور ایک دوسرے کے جواب میں بانگ دینے لگیں تو نماز پڑھ لو۔

(۶۷۰) اور حسین بن مختار نے آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ میں نے آپؑ سے کہا: میں موذن ہوں جب کسی دن بادل گھرے ہوئے ہوتے ہیں تو وقت کا پتہ نہیں چلتا؟ آپ نے فرمایا: جب مرغ تین مرتبہ مسلسل بانگ دے تو سمجھ لو کہ زوال آفتاب ہوگیا ہے اور نماز کا وقت آگیا۔

اور اگر کسی شخص نے بادل کے دن غیر قبلہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھ لی بعد میں معلوم ہوا کہ یہ قبلہ کا رخ نہ تھا تو اگر ابھی وقت ہے تو دوبارہ نماز پڑھے اور اگر اس نماز کا وقت گزر گیا تو اعادہ کی ضرورت نہیں اس کے لئے قبلہ معلوم کرنے کی کوشش کافی ہے۔

(۶۷۱) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اگر میں نماز پڑھوں بعد اس کے کہ وقت جارہا ہو تو یہ مجھے زیادہ پسندیدہ ہے اس سے کہ میں اس شک میں نماز پڑھوں کہ نماز کا وقت آگیا یا ابھی قبل از وقت ہے۔

(۶۷۲) اور معاویہ بن وھب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: گرمی کے دنوں میں ظہر کی نماز کے وقت موذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا کرتا تو آپؐ فرماتے: ابرد، ابرد یعنی جلدی کرو، جلدی کرو۔اور یہ تبرید سے ماخوذ ہے۔

باب: زوال آفتاب کی معرفت

(۶۷۳) عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ماہ حَزِیرانَ (رومی یا سریانی زبان میں شمسی سال کے چھٹے مہینے یعنی جون) کے نصف میں زوال آفتاب نصف قدم پر ہوتا ہے اور ماہ تموز (جولائی) کے نصف میں ڈیڑھ قدم پر اور ماہ آب (اگست) میں ڈھائی قدم پر اور ماہ ایلول (ستمبر) کے نصف میں ساڑھے تین قدم پر اور ماہ تشرین اول (اکتوبر) کے نصف میں ساڑھے پانچ قدم پر اور ماہ تشرین آخر (نومبر) کے نصف میں ساڑھے سات قدم پر اور ماہ کانون اول (دسمبر) کے نصف میں ساڑھے نو قدم پر اور ماہ کانونِ آخر (جنوری) کے نصف میں ساڑھے سات قدم پر اور ماہِ شُباط (فروری) کے نصف میں ساڑھے پانچ قدم پر اور ماہ آذار (مارچ) کے نصف میں ساڑھے تین قدم پر اور نیسانَ

(اپریل) کے نصف میں ڈھائی قدم پر اور ماہ اَیار (مئی) کے نصف میں ڈیڑھ قدم پر اور پھر حزِیران (جون) کے نصف میں نصف قدم پر زوال آفتاب ہوتا ہے (بظاہر یہ تحدیدات مدینہ منورہ اور اس کے اطراف کے لئے ہیں)

(۶۷۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: زوال آفتاب اس طرح واضح ہوگا کہ تم ایک ہاتھ چار انگل طویل لکڑی لو چار انگل تو زمین میں گاڑ دو جب اس کا سایہ گھٹتے گھٹتے اپنی حد کو پہنچ جائے اور اس کے بعد بڑھنے لگے تو یہی زوال آفتاب کا وقت ہے اسی وقت آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ہوائیں چلنے لگتی ہیں اور بڑی بڑی حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔

باب: آفتاب کا ساکن ہونا

(۶۷۵) ایک مرتبہ محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے آفتاب کے ساکن ہونے کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اے محمد تم کتنے چھوٹا مگر کتنا مشکل مسئلہ لے کر آئے مگر چونکہ تم اس کے جواب کے اہل ہو (اس لئے سنو) آفتاب جب طلوع ہوتا ہے تو اس کو ستر ہزار ملک کھینچتے ہیں اور اس کے علاوہ اس کی ہر شعاع کو پانچ ہزار ملک پکڑے رہتے ہیں اور اسی جذب و دفع کے درمیان جب وہ اپنے دریچہ سے نکل کر فضا میں پہنچتا ہے تو نور پر مقرر ایک فرشتہ اس کو الٹ دیتا ہے اس کی پشت نیچے اور پیٹ اوپر ہو جاتا ہے اور اس کی شعاع عرش کی سرحد تک پہنچتی ہے تو اس وقت ملائکہ پکار کر کہتے ہیں سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَمۡ یَتَّخِذۡ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَداً وَّلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ شَرِیۡکٌ فِی الۡمُلۡکِ وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ وَلِیٌّ" مِنَ الذُّلِّ وَکَبِّرۡہُ تَکۡبِیۡراً تو راوی نے کہا کہ میں آپؑ پر قربان کیا میں اس دعا کو یاد کرلوں اور اسے زوال آفتاب کے وقت پڑھا کروں؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اس کو یاد کرلو۔ اور جب آفتاب کو زوال ہو جاتا ہے تو ملائکہ اس کے پیچھے ہو جاتے اور فضا میں اللہ کی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو جاتا ہے۔

(۶۷۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ کیا بات ہے کہ آفتاب روزانہ (زوال کے وقت) ذرا ٹھہرتا اور دم لیتا ہے مگر جمعہ کے روز ذرا نہیں ٹھہرتا؟ آپؑ نے فرمایا: اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن کو تمام دنوں سے زیادہ تنگ بنایا ہے۔ تو دریافت کیا گیا کہ اس کو تنگ کیوں بنایا گیا؟ تو آپؑ نے فرمایا: چونکہ جمعہ کا دن اس کے نزدیک خود محترم ہے اس لئے وہ اس دن مشرکین پر عذاب نہیں کرتا۔

(۶۷۷) اور حریز بن عبداللہ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک دن میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آپؑ سے دریافت کیا اور کہا: میں آپؑ پر قربان، آفتاب حرکت کرتا رہتا ہے پھر زوال کے وقت ذرا ایک ساعت کے لئے ٹھہر جاتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: وہ اجازت لیتا ہے کہ ڈھل جاؤں یا نہ ڈھلوں۔

باب: رات کے ڈھلنے کی پہچان

(۶۷۸) عمر بن حنظلہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ دن کے وقت زوال آفتاب کو تو ہم لوگ پہچان لیتے ہیں مگر رات کو کیسے پہچانیں؟ آپؑ نے فرمایا: رات بھی اسی طرح ڈھلتی ہے جیسے آفتاب ڈھلتا ہے۔ اس نے عرض کیا: پھر اس کو کیسے پہچانیں؟ آپؑ نے فرمایا: ستاروں کے اتارسے۔

باب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ نماز جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں وفات دی

(۶۷۹) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے بیان فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن کو زوال آفتاب تک ذرا بھی نہیں سوتے تھے جب زوال آفتاب ہو جاتا تو آٹھ رکعت نماز پڑھتے تھے اور یہ توبہ کرنے والوں کی نماز ہے اس وقت آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، دعا قبول کی جاتی

ہے، ہوا چلنے لگتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات پر نظر ڈالتا ہے۔ پھر جب سایہ ایک ہاتھ ہوجاتا ہے تو ظہر کی چار رکعت پڑھتے اور بعد ظہر دو رکعت اس کے بعد دو رکعت اور اس کے بعد جب سایہ دو ہاتھ پہنچ جاتا تو عصر کی چار رکعت پڑھتے اور پھر عصر کے بعد کچھ نہ پڑھتے یہاں تک کہ آفتاب قریب غروب ہوجاتا اور جب غروب ہوجاتا تو مغرب کی نماز تین رکعت پڑھتے اور اس کے بعد چار رکعت پھر کچھ نہ پڑھتے یہاں تک کہ شفق گرجاتی اور جب شفق گرجاتی تو عشاء کی نماز پڑھتے اور اس کے بعد آپ اپنے بستر پر تشریف لے جاتے اور کوئی نماز نہ پڑھتے یہاں تک آدھی رات ہوجاتی جب آدھی رات ہوجاتی تو آٹھ رکعت پڑھتے اور رات کے آخری چوتھائی حصہ میں تین رکعت وتر پڑھتے اور اس میں سورہ الحمد اور قل ہو اللہ احد پڑھتے اور ان تین رکعتوں میں ایک سلام سے فصل دیتے پھر باتیں کرتے اور کوئی ضرورت ہوتی تو اسے کہتے۔ اور اپنے مصلے سے اس وقت تک نہ اٹھتے جب تک کہ وہ تین رکعتیں نہ پڑھ لیتے جن میں وتر پڑھتے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے۔ پھر سلام پڑھتے اور نماز فجر سے پہلے دو رکعت نماز پڑھتے پھر جب فجر کا وقت ہوجاتا اور اجالا صاف اور روشن ہوجاتا تو فجر کی نماز پڑھتے۔ یہ تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ نمازیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انہیں وفات دی۔

باب: مسجدوں کی فضیلت وحرمت اور جو شخص اُن میں نماز پڑھے اس کا ثواب

(۶۸۰) خالد بن مادٍ قلانسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: مکہ اللہ کا حرم اور اس کے رسول کا حرم اور علی ابن ابی طالب علیہما السلام کا حرم ہے اس میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور اس میں ایک درہم (کی خیرات) ایک لاکھ درہم کے برابر ہے۔

اور مدینہ اللہ تعالیٰ کا حرم اور اس کے رسول کا حرم اور حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کا حرم ہے اس میں نماز پڑھنا دس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور اس میں ایک درہم دس ہزار درہموں کے برابر ہے اور کوفہ اللہ کا حرم اور اس کے رسول کا حرم اور حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کا حرم ہے اس میں نماز پڑھنا ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے مگر درہم کے متعلق آپؑ خاموش رہے۔

(۶۸۱) اور ابوحمزہ ثمالی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص مسجد حرام میں اپنی ایک فرض نماز پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی وہ تمام نمازیں جس وقت سے اس پر واجب ہوئی تھیں سب قبول کرلے گا نیز وہ تمام نمازیں بھی جو بندہ مرتے دم تک پڑھے گا وہ بھی قبول کرے گا۔

(۶۸۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری مسجد میں نماز دوسری مسجدوں میں ایک ہزار نماز کے مانند ہے سوائے مسجد حرام کے اس لئے کہ مسجد حرام میں ایک نماز میری مسجد میں ایک ہزار نماز کے برابر ہے۔

(۶۸۳) اور عبدالاعلیٰ آل سام کے غلام نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لمبائی کتنی تھی؟ تو آپؑ نے فرمایا: تین ہزار چھ سو ہاتھ مکسّرہ (ایک ہاتھ مکسرہ چھ مٹھی کے برابر ہوتا ہے)۔

(۶۸۴) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ابوحمزہ ثمالی سے ارشاد فرمایا: مسجدیں چار ہیں مسجد حرام: مسجد رسول، مسجد بیت المقدس اور مسجد کوفہ۔ اور اے ابوحمزہ ان میں نماز فریضہ پڑھنا ایک حج کے برابر اور نماز نافلہ پڑھنا ایک عمرہ کے برابر ہے۔

(۶۸۵) حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام سے حضرت فاطمہ زہراؑ کی قبر کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: وہ معظمہ اپنے گھر میں دفن ہوئیں مگر جب بنی امیہ نے مسجد کی حدود بڑھائے تو آپ کی قبر مسجد میں شامل ہوگئی۔

(۶۸۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ نے فرمایا: جو شخص میری مسجد قبا میں آکر دو رکعت نماز پڑھے گا تو وہ عمرہ کے لئے پھر واپس آئے گا۔

نیز آنجناب علیہ السلام اس میں تشریف لاتے اور اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور مدینہ منورہ کی مسجدوں میں جانا مستحب ہے، مسجد قبا میں اس لئے کہ یہ وہ مسجد ہے کہ پہلے ہی دن سے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ اور مشربہ ام ابراہیم و مسجد فضیخ وقبور شہدائے احد و مسجد احزاب اور وہی مسجد فتح ہے۔

اور مسجد غدیر میں بھی نماز پڑھنا مستحب ہے اس لئے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک کی جگہ ہے جس وقت آپؑ نے فرمایا تھا: من کنت مولا فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ.

(۶۸۷) اور اسی مسجد کی دوسری جانب منافقین کے خیمے نصب تھے جب ان سبھوں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہاتھ بلند کیے ہوئے ہیں تو آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ذرا دیکھو ان کی دونوں آنکھیں کیسی گردش کر رہی ہیں جیسے کسی مجنون کی آنکھیں گردش کرتی ہیں۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام مندرجہ ذیل آیت لے کر نازل ہوئے وان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارھم لما سمعوا الذکر و یقولون انه لمجنون ○ وما ھو الا ذکر للعالمین (سورہ القلم آیت نمبر ۵۱۔۵۲) (اور کفار جب ذکر کو سنتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے یہ اپنی نگاہوں کے ذریعہ تمہیں ضرور پھسلا دیں گے اور کہتے ہیں کہ یہ تو مجنون ہیں مگر یہ تو سارے جہان کے لئے نصیحت ہے)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ بات حسّان جمّال سے بیان فرمائی جب وہ انہیں سوار کر کے مدینے سے مکے لے جا رہا تھا تو آپؑ نے اس سے کہا: اے حسّان اگر تم میرے جمّال نہ ہوتے تو میں تم سے یہ حدیث ہرگز نہ بیان کرتا۔

(۶۸۸) اور منیٰ کے اندر مسجد خیف تو اس کے متعلق جابرؓ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: مسجد خیف میں سات سو انبیاء نے نماز پڑھی ہے۔

(۶۸۹) اور ابو حمزہ ثمالی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص منیٰ سے نکلنے سے پہلے منیٰ کی مسجد خیف میں سو رکعت نماز پڑھے تو وہ ستر سال کی عبادت کے برابر ہوگی اور جو شخص اس میں سو تسبیح پڑھے (سبحان اللہ کہے) تو اس کا ثواب ایک آدمی کی زندگی بچانے کا ہوگا اور جو شخص اس میں سو مرتبہ الحمد للہ کہے تو اس کا ثواب دونوں عراق کے خراج کو راہ خدا میں تصدق کرنے کے برابر ہوگا۔

(۶۹۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں مسجد رسول اس منارہ کے پاس تھی جو وسط مسجد میں ہے اور اس کے اوپر قبلہ کی جانب تقریباً تیس ہاتھ اس کے داہنے جانب اور بائیں اور اس کے پیچھے تقریباً اتنی ہی تھی وہ برابر کر دی گئی۔ اور اگر ممکن ہو سکے کہ تمہاری نماز کی جگہ اس کے اندر ہو تو ایسا ہی کرو اس لئے کہ اس میں ایک ہزار انبیاء نے نماز پڑھی ہے۔

اور خیف کو خیف اس لئے کہتے ہیں کہ وہ وادی سے بلند ہے اور جو وادی سے بلند ہو اس کو خیف کہتے ہیں۔

(۶۹۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مسجد کوفہ کی حد آخری دو (۲) چراغوں تک ہے یہ خط حضرت آدم علیہ السلام نے کھینچا تھا۔ میں اس حد کے اندر کسی سواری پر سوار ہو کر جانا مکروہ سمجھتا ہوں۔ تو عرض کیا گیا کہ پھر اس میں تبدیلی کس نے کی؟ آپؑ نے فرمایا: پہلی تبدیلی تو حضرت نوحؑ کے زمانے میں طوفان سے آئی پھر اس میں اصحاب کسریٰ ونعمان نے تبدیلی کی پھر اس میں زیاد بن ابی سفیان نے تبدیلی کی۔

(۶۹۲) نیز آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: گویا میں مسجد کوفہ سے ایک دَیرانی کو دیکھ رہا ہوں جو اپنے دَیر کے اندر زاویہ اور منبر کے درمیان ہے جس میں سات عدد کھجور کے درخت ہیں اور وہ اپنے دَیر سے حضرت نوح علیہ السلام کو دیکھ رہا ہے اور ان سے باتیں کر رہا ہے۔

(۶۹۳) ابو بصیر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپؑ فرما رہے تھے: مسجد کوفہ بھی کتنی اچھی مسجد ہے۔ جس میں ایک ہزار انبیاء اور ایک ہزار اوصیاء نے نماز پڑھی۔ اسی میں سے تنور ابلا، اس میں سفینہ بنایا گیا، اس کے دائیں جانب اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، اس کے وسط میں جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور اس کے بائیں جانب مکر و فریب ہے یعنی شیاطین کے مکانات ہیں۔

(۶۹۴) امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد کے لئے سواری نہ کسو۔ مسجد حرام اور مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسجد کوفہ۔

(۶۹۵) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مجھے معراج پر لے جایا گیا تو میں مسجد کوفہ کی جگہ سے ہو کر گزرا میں بُراق پر سوار تھا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا: اے محمدؐ یہاں سواری سے اترو اور اس جگہ نماز پڑھو چنانچہ میں اترا اور میں نے نماز پڑھی پھر پوچھا: اے جبرئیل یہ کونسی جگہ ہے؟ انہوں نے کہا: یہ کوفہ ہے اور یہ اس کی مسجد ہے۔ میں اس کی آبادی کو بیس مرتبہ برباد اور بیس مرتبہ آباد ہوتے ہوئے دیکھ چکا ہوں اور ہر دو مرتبہ کے درمیان پانچ سو برس کا فاصلہ گزرا ہے۔

(۶۹۶) اصبغ بن نباتہ سے روایت کی گئی ہے انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن ہم لوگ مسجد کوفہ میں امیر المومنینؑ کے گرد حاضر تھے کہ آپؑ نے فرمایا: اے اہل کوفہ تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے وہ فضل و شرف عطا کیا ہے کہ ایسا فضل و شرف کسی کو عطا نہیں کیا۔ تمہارے مصلا (جائے نماز) بیت آدمؑ و بیت نوحؑ و بیت ادریسؑ و مصلائے ابراہیمؑ و مصلائے برادر خضرؑ اور میرا مصلا ہے اور تمہاری یہ مسجد ان چار مسجدوں میں ہے جسے اللہ تعالیٰ نے یہاں کے رہنے والوں کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ اور یہ یہاں کے لوگوں کی اور جس نے اس میں نماز پڑھی ہے اس کی شفاعت کرے گی اور اس کی شفاعت رد نہ کی جائے گی اور کوئی زیادہ دن اور رات نہ گزریں گے کہ اس میں حجر اسود نصب کیا جائے گا اور ایک زمانہ آئے گا کہ یہ میری اولاد میں سے (امام) مہدیؑ کا مصلا اور ہر مومن کا مصلا ہوگا اور روئے زمین پر کوئی مومن ایسا نہ ہوگا جس کا دل اس کی طرف مائل نہ ہو لہٰذا اس کو نہ چھوڑو اور اس میں نماز پڑھو تا کہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرو اور اپنی دلی مرادیں پوری کرنے کے لئے ادھر آؤ۔ اگر لوگ یہ جان لیں کہ اس مسجد میں کیا برکتیں ہیں تو اگر انہیں برف پر گھٹنوں چل کر آنا پڑے تو زمین کے سارے اطراف سے یہاں آئیں گے۔

(۶۹۷) اور مسجد سہلہ کے متعلق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اگر میرے چچا زید اس مسجد میں پناہ لیتے تو اللہ تعالیٰ انہیں ایک سال تک پناہ دیتا۔ یہ حضرت ادریسؑ کے مکان کی جگہ ہے کہ جس میں وہ خیاطی کیا کرتے تھے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں سے حضرت ابراہیمؑ عمالقہ (سے جنگ کرنے) کیلئے نکلے تھے، یہ وہ مقام ہے کہ جہاں سے حضرت داؤد علیہ السلام جالوت سے جنگ کرنے کے لئے نکلے تھے۔ اس کے نیچے سبز پتھر کی ایک چٹان ہے کہ جس کے اندر ہر نبی کی صورت و شکل بنی ہوئی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ اور ہر نبی کی طینت اسی کے نیچے سے لی گئی ہے اور یہ ایک راکب (سوار) کی جگہ ہے۔ تو آپؑ سے پوچھا گیا کہ راکب کون؟ فرمایا: وہ خضر علیہ السلام ہیں۔ اور مسجد براثا جو بغداد کے اندر ہے تو اس کے اندر امیر المومنین علیہ السلام نے اس وقت نماز پڑھی جب آپؑ اہل نہروان سے جنگ کے بعد واپس آرہے تھے۔

(۶۹۸) جابر ابن عبداللہ انصاریؓ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی علیہ السلام نے خوارج سے قتال کرنے کے بعد واپسی میں (مسجد) براثا کے اندر ہم لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور ہم لوگوں کی تعداد اس وقت ایک لاکھ تھی تو ایک نصرانی اپنے صومعہ سے نیچے اترا اور پوچھا کہ اس فوج کا سردار کون ہے؟ ہم لوگوں نے کہا کہ یہ ہمارے سردار ہیں تو وہ حضرت علی علیہ السلام کے پاس گیا اور سلام کر کے بولا: اے میرے سید و آقا کیا آپ نبی ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں بلکہ نبی میرا سید و آقا تھا جو وفات پاچکا۔ نصرانی نے کہا پھر آپ وصی نبی ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔ پھر فرمایا: اچھا بیٹھو تم نے یہ سوال کیوں کیا؟ اس نے کہا کہ میں نے یہ صومعہ بنایا ہی اس مقام براثا کے لئے ہے اس لئے کہ میں نے اللہ کی طرف سے نازل کی ہوئی کتابوں میں پڑھا تھا کہ اس جگہ اتنی بڑی تعداد کے ساتھ وہی نماز پڑھے گا جو نبی ہوگا یا وصی نبی ہوگا اور میں اسلام قبول کرنے کے لئے آیا ہوں۔ پھر وہ ہم لوگوں کے ساتھ کوفہ آیا اور حضرت علی علیہ السلام نے اس سے پوچھا یہاں کس نے نماز پڑھی؟ اس نے جواب دیا یہاں حضرت عیسیٰؑ بن مریم اور ان کی مادر گرامی نے نماز پڑھی۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس سے کہا: مگر میں بھی تمہیں بتاؤں کہ یہاں کس نے نماز پڑھی؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے۔

(۶۹۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص مسجد میں کھنکھارے اور بلغم کو (تھوکے نہیں بلکہ) اپنے پیٹ میں گھونٹ جائے تو وہ

بلغم جس مرض سے گزرے گا اسے اچھا کر دے گا۔

(۷۰۰) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص پنجشنبہ اور شب جمعہ مسجد میں جھاڑو لگائے تو اس سے جو مٹی نکلے وہ جس آنکھ میں پڑے گی اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔

(۷۰۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص مسجد جانے کے قصد سے نکلے تو اس کے دونوں قدم جس جس خشک وتر پر پڑیں گے اس کے نیچے زمین کے ساتوں طبق اللہ کی تسبیح پڑھیں گے۔

میں نے ان احادیث کو اسناد کے ساتھ اور اس کے ہم مضمون احادیث کو اپنی کتاب ''فضل المساجد'' میں نقل کر دیا ہے۔

(۷۰۲) حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: بیت المقدس میں ایک نماز ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد اعظم (مسجد الحرام) میں ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور قبیلہ کی مسجد میں ایک نماز پچیس نمازوں کے برابر ہے اور بازار کی مسجد میں ایک نماز بارہ نمازوں کے برابر ہے اور کسی شخص کا اپنے گھر میں ایک نماز پڑھنا ایک ہی نماز کے برابر ہے۔

(۷۰۳) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جتنا بڑا گڑھا بھٹ تیتر اپنے پاؤں سے کھود کر بناتا ہے اگر کوئی شخص اتنی بھی بڑی مسجد بنائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دے گا۔

(۷۰۴) ابوعبیدہ حذاء کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام میری طرف سے ہو کر گزرے اور میں مکہ اور مدینہ کے درمیان (مسجد بنانے کے لئے) پتھر پر پتھر رکھ رہا تھا میں نے عرض کیا: اس کا شمار اس میں ہوگا۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

(۷۰۵) عبیداللہ بن علی حلبی نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا چھت والی مسجدوں میں قیام مکروہ ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں مگر اس میں نماز پڑھنا تمہیں ضرر نہیں پہنچائے گا۔

(۷۰۶) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے قائم آل محمدؑ مسجدوں کی چھتوں سے ابتداء کریں گے انہیں توڑ ڈالیں گے اور انہیں خس پوش کرنے کا حکم دینگے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سائبان کی طرح۔

(۷۰۷) حضرت علی علیہ السلام جب مسجدوں میں محراب دیکھتے تو اسے توڑنے کا حکم دیتے اور فرمایا کرتے: یہ تو یہودیوں کے مذبح خانوں کے مانند ہے۔

(۷۰۸) نیز حضرت علی علیہ السلام نے کوفہ میں ایک مسجد دیکھی کہ وہ کنگرے دار تھی آپؑ نے فرمایا: یہ تو یہودیوں کے بیعہ (عبادت خانے) کے مانند معلوم ہوتی ہے مسجدیں کنگرے دار نہیں ہوتیں۔ کشادہ بنائی جاتی ہیں۔

(۷۰۹) حضرت ابوالحسن اول (امام موسیٰ بن جعفر) علیہما السلام سے مٹی کے گارے کے متعلق پوچھا گیا جس میں بھوسا ملا ہوا ہو کہ کیا اس سے مسجد یا بیت الصلاۃ کو لیپا جا سکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۷۱۰) نیز آپ سے ایک ایسے مکان کے متعلق دریافت کیا گیا جس میں گوبر سے چونا پکایا جاتا تھا کیا یہ جائز ہوگا کہ اس سے کسی مسجد کی چونا کلی کی جائے؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

(۷۱۱) نیز آپ سے دریافت کیا گیا ایک ایسے مکان کے متعلق کہ جو ایک عرصہ تک بیت الخلاء بنا ہوا تھا کیا یہ جائز ہے کہ اس کو مسجد بنا دیا جائے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر پاک صاف کر کے اس کو درست کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۷۱۲) اور عبیداللہ بن علی حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسی مسجد کے متعلق دریافت کیا جو کسی کے گھر کے اندر بنی ہوئی ہے

اب گھر والے چاہتے ہیں کہ اس کو وسعت دیں اور اس مسجد کی جگہ بدل دیں؟ آپؑ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر میں نے عرض کیا کہ ایک مکان ہے جو ایک عرصہ تک بیت الخلاء رہ چکا ہے کیا یہ جائز ہے کہ اس کو صاف ستھرا کر کے مسجد بنا دیا جائے۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں جب اس پر اتنی مٹی ڈال دی جائے جو اس کی سطح کو بالکل چھپا دے تو پھر یہ اس کو صاف ستھرا اور پاک کر دے گی۔

(۷۱۳) اور حضرت امیر المومنینؑ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص مسجدوں میں جاتا رہے گا تو اس کو آٹھ چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ضرور حاصل ہوگی۔ (۱) ایک ایسا شخص جو خلصاً لوجہ اللہ اس کا برادر بن جائے۔ (۲) یا کوئی حیرت انگیز جدید اطلاع۔ (۳) یا کوئی محکم آیت ونشان۔ (۴) یا کوئی ایسی رحمت و مہربانی کہ جس کا انتظار کر رہا تھا۔ (۵) یا کوئی ایسا کلمہ جو اس کی اذیت و تکلیف کو دور کر دے۔ (۶) یا کوئی ایسا جملہ سنے جو اس کو ہدایت کے راستہ پر لگا دے۔ (۷) یا وہ ڈر (۸) یا شرم جس سے وہ کوئی گناہ ترک کر دے۔

(۷۱۴) ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کانوں میں آواز آئی کہ کوئی شخص اپنی کسی گمشدہ چیز کا مسجد میں اعلان کر رہا ہے تو آپؐ نے لوگوں سے کہا: اس سے کہہ دو کہ مسجد کسی اور کام کے لئے بنائی گئی ہے۔

(۷۱۵) نیز آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اپنی مسجدوں کو بچایا کرو اپنے لڑکوں سے، اپنے پاگلوں اور دیوانوں سے، اپنی بلند آوازوں سے، اپنی خرید و فروخت سے، گمشدہ چیزوں کے اعلان سے اور سزا و احکام سے، اور بہتر ہے کہ مسجد میں شعر پڑھنے اور استاد کا بیٹھ کر بچوں کو تعلیم دینے یا کسی درزی کے وہاں بیٹھ کر کپڑا سینے سے اجتناب کیا جائے۔

(۷۱۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں سے کسی مسجد میں ایک چراغ جلائے گا تو جب تک اس چراغ کی روشنی اس مسجد میں ہے ملائکہ اور حاملین عرش اس شخص کے لئے طلب مغفرت کرتے رہیں گے۔

(۷۱۷) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص مسجد میں ایک کنکری بھی نکال لے تو اس پر لازم ہے کہ وہ کنکری اس کی جگہ پر واپس رکھ دے یا کسی دوسری مسجد میں رکھ دے اس لئے کہ وہ کنکری اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے۔

اور حائض و جنب کے لئے یہ جائز نہیں کہ مسجد میں داخل ہوں سوائے اس کے کہ وہ مسجد سے گزرنے کے لئے داخل ہو سکتے ہیں۔

(۷۱۸) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تمہاری عورتوں کے لئے سب سے بہتر مسجد (ان کا) گھر ہے۔

(۷۱۹) اور آپؑ سے مساجد کے لئے کوئی جائداد وقف کرنے کے لئے دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: یہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ مجوسی آتشکدوں پر جائدادیں وقف کرتے تھے۔

(۷۲۰) اور روایت کی گئی ہے کہ توریت میں تحریر ہے کہ زمین پر میرا گھر مسجدیں ہیں اس شخص کا کیا کہنا جو اپنے گھر میں پاک و طاہر ہو لے اور اس کے بعد میرے گھر میں میری ملاقات کو آئے۔ آگاہ ہو میزبان پر مہمان کا اکرام فرض ہے۔ آگاہ ہو اور رات کی تاریکیوں میں مسجد کی طرف پا پیادہ جانے والوں کو خوشخبری سنا دو کہ قیامت کے دن ان کے لئے ایک نور ساطع ہوگا۔

(۷۲۱) روایت کی گئی ہے کہ وہ مکانات کہ جن میں رات میں نمازیں پڑھی جاتی ہیں وہ اہل آسمان کے لئے اس طرح چمکتے ہیں جیسے اہل زمین کے لئے ستارے چمکتے ہیں۔

(۷۲۲) روایت کی گئی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ ایک مرتبہ ایک طویل مینار کے پاس سے گزرے تو حکم دیا کہ اس کو گرا دیا جائے پھر فرمایا: مینار کو مسجد کی سطح سے بلند نہ کیا کرو۔

(۷۲۳) اور اللہ (کبھی کبھی) یہ چاہتا ہے کہ سارے اہل زمین پر عذاب نازل کر دے اور ان میں سے کوئی نہ بچے مگر جب بوڑھوں کو دیکھتا ہے کہ وہ اپنے

پاؤں سے نماز کے لئے جارہے ہیں اور بچوں کو دیکھتا ہے کہ وہ قرآن کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں تو ان سے عذاب کو موخر کر دیتا ہے۔

اور جو شخص مسجد میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو اسے نہایت سکون و وقار سے داخل ہونا چاہیے اس لئے کہ مسجدیں اللہ کا گھر ہیں اور اللہ کی نظر میں وہ پسندیدہ ترین بقعے ہیں اور وہ شخص اللہ کی نظر میں زیادہ پسندیدہ ہے جو سب سے پہلے مسجد میں داخل ہو اور سب سے آخر میں نکلے۔

اور جو شخص مسجد میں داخل ہو تو اس کو چاہیے کہ بائیں پاؤں سے پہلے دائیں پاؤں کو مسجد میں داخل کرے اور یہ کہے بِسْمِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَافْتَحْ لَنَا أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاجْعَلْنَا مِنْ عُمَّارِ مَسَاجِدِكَ جَلَّ ثَنَاءُ وَجْهِكَ (اللہ کے نام سے اور اللہ کے ساتھ اے نبی آپ پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔ اے اللہ تو درود بھیج محمدؐ و آلِ محمدؐ پر اور مجھ پر اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دے اور مجھے ان لوگوں میں قرار دیدے جو تیری مسجدوں کو آباد رکھتے ہیں۔ تیرے چہرے کی ثناء اور تعریف بہت عظیم ہے) اور جب مسجد سے برآمد ہو تو دائیں سے پہلے بایاں پاؤں مسجد سے نکالے اور یہ کہے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَافْتَحْ لَنَا أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔

باب: وہ مقامات کہ جہاں نماز جائز ہے اور وہ مقامات کہ جہاں نماز جائز نہیں ہے

(۷۲۴) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں: میرے لئے ساری زمین طاہر اور مسجد (جائے سجدہ) بنائی گئی۔ رعب و دبدبہ دے کر میری مدد کی گئی۔ میرے لئے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا گیا۔ مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے۔ مجھے شفاعت کا اختیار دیا گیا۔

اور ساری روئے زمین پر نماز پڑھنا جائز ہے سوائے ان مقامات کے جہاں نماز پڑھنے کے لئے خصوصیت کے ساتھ منع کر دیا گیا ہے۔

(۷۲۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: دس مقامات ایسے ہیں کہ جہاں نماز نہیں پڑھی جائے گی (۱) گارا (۲) پانی (۳) حمام (۴) قبریں (۵) شاہراہ (۶) چیونٹیوں کے گھروندے (۷) اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ (۸) پانی کے بہاؤ کی جگہ (۹) زمین شورہ زار (۱۰) برف۔

(۷۲۶) اور روایت کی گئی ہے کہ آپؑ مقام بیداء (مدینہ سے سات میل دور بجانب مکہ) و ذات الصلاصل اور وادی شقرہ اور وادی ضجنان میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔

اور اگر انسان گارے یا پانی میں ہو اور وقت نماز آجائے اور اس میں سے نکلنا ممکن نہ ہو تو اشاروں سے نماز پڑھے اور اس کا سجود اس کے رکوع سے زیادہ جھک کر ہوگا۔ اور حمام کا وہ حجرہ جہاں کپڑے اتارتے ہیں وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ حمام میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اس لئے کہ وہ شیاطین کی پناہ گاہ ہے۔

(۷۲۷) اور علی بن جعفر نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے حمام میں نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اگر صاف ستھری جگہ ہے تو کوئی حرج نہیں یعنی مسلخ میں (جہاں کپڑے تبدیل کرتے ہیں)۔

اور قبروں کو قبلہ یا جائے سجدہ بنانا جائز نہیں اور قبروں کے درمیان ہر جانب دس ہاتھ کی دوری ہو اور چلتی ہوئی شاہراہ ہو تو اس میں نماز جائز نہیں ہے اور نہ پگڈنڈیوں پر لیکن دو پگڈنڈیوں کے درمیان جو کھلی ہوئی جگہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۷۲۸) حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: ہر وہ راستہ کہ جس پر چلا جاتا ہے خواہ اس میں راستہ کی لکیریں بنی ہوں یا نہ بنی ہوں اس میں نماز مناسب نہیں ہے تو آپؑ سے دریافت کیا گیا کہ پھر کہاں نماز پڑھی جائے؟ آپؑ نے فرمایا: اس کے دائیں بائیں ہو کر۔

(۷۲۹) نیز حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھیڑ بکریوں کے باڑے میں نماز کے لئے دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس میں پڑھ لو مگر

اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ نماز نہ پڑھو۔ ہاں اگر تمہیں اپنے مال کے ضائع ہونے کا ڈر ہے تو پہلے وہاں جھاڑو دو پانی چھڑکو اور پھر نماز پڑھو۔ اور شورہ زار زمین میں نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن یہ کہ وہ جگہ ایسی نرم ہو کہ جہاں پیشانی برابر رکھی جاسکے۔

(۷۳۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مجوسیوں کے گھر کے اندر جس میں پانی کا چھڑکاؤ ہے نماز پڑھنے کے لئے دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے اتفاقیہ مکہ کے راستے میں دیکھا کہ آپؑ پیشانی رکھنے کے جگہ پر پانی چھڑک کر تر زمین پر سجدہ فرماتے اور کبھی ایسا بھی دیکھا کہ آپؑ جب دیکھتے کہ زمین صاف ستھری ہے تو پانی نہیں چھڑکتے تھے۔

(۷۳۱) صالح بن حکم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہودیوں کے عبادت خانے اور کنیسہ میں نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اس میں نماز پڑھ لو۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: چاہے وہ لوگ بھی اس میں اپنی نماز کیوں نہ پڑھ رہے ہوں پھر بھی میں اس میں نماز پڑھوں؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں کیا تم قران نہیں پڑھتے: **قل کل یعمل علی شاکلته فربکم اعلم بمن هو اهدی سبیلا** (اے رسول تم کہدو کہ ہر ایک اپنے اپنے طریقہ پر عمل کرتا ہے پھر تم میں سے جو ٹھیک سیدھی راہ پر ہے تمہارا پروردگار اس سے خوب واقف ہے) (سورۃ الاسرا آیت نمبر ۸۴) لہٰذا تم قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو اور ان لوگوں کی پرواہ نہ کرو۔

(۷۳۲) زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس پیشاب کے متعلق سوال کیا جو چھت پر یا اس جگہ ہوتا ہے جہاں نماز پڑھنی ہے تو آپؑ نے فرمایا: اگر اس کو آفتاب نے خشک کر دیا ہے تو وہاں نماز پڑھ لو جائز ہے۔

(۷۳۳) عامر بن نعیم قمی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ان مقامات کے متعلق دریافت کیا جہاں لوگ پڑاؤ ڈالتے ہیں، وہاں جانوروں کے پیشاب اور گوبر بھی ہوتے ہیں اور وہاں یہود و نصاریٰ بھی آتے ہیں تو وہاں نماز کس طرح پڑھیں؟ آپؑ نے فرمایا: تم اپنے کپڑے پر نماز پڑھو۔

(۷۳۴) علی بن مہزیار نے ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن ثالث امام علی النقی علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو مقام بیداء سے گزر رہا ہو کہ اتنے میں نماز فریضہ کا وقت آجائے اور وہ مقام بیداء کو پار نہیں کر پائے گا کہ نماز کا وقت ہی گزر جائے گا اب وہ نماز کیسے پڑھے اس لئے کہ بیداء میں نماز پڑھنے کو منع کیا گیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: پھر اس میں نماز پڑھ لے گا لیکن راستہ کے بلند اور بڑے حصہ کو چھوڑ کر پڑھے گا۔

(۷۳۵) اور ایوب بن نوح نے انہی جناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: وہ راستہ سے دائیں بائیں ہٹ کر نماز پڑھے گا۔

(۷۳۶) علی بن جعفر نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے اس حجرہ اور گھر کے متعلق دریافت کیا جس میں سورج کی کرنیں نہیں پہنچتیں۔ اس میں پیشاب بھی کیا جاتا ہے اور اس میں لوگ غسل جنابت بھی کرتے ہیں کہ کیا اس میں اگر وہ خشک ہے تو نماز پڑھی جائے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔ علی بن جعفر کا بیان ہے کہ میں نے پھر آنجنابؑ سے قبروں کے درمیان نماز کے متعلق دریافت کیا کہ کیا یہ درست ہے؟ آپؑ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۷۳۷) عمار بن موسیٰ ساباطی نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس چٹائی کے متعلق دریافت کیا جس کی لکڑیاں نجس پانی سے بھگوئی گئی ہیں کیا اس پر نماز جائز ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جب وہ خشک ہوجائے تو اس پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۷۳۸) زرارہ نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے شاذکونہ کی بنی ہوئی چھوٹی چٹائی کے متعلق دریافت کیا کہ جس میں جنابت لگی ہوئی ہے کیا محمل کے اندر اس پر نماز پڑھ سکتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: اس پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۷۳۹) محمد بن مسلم نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تصویروں کو جب اپنے قدموں کے نیچے رکھو تو اس پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۷۴۰) ایک مرتبہ لیث مرادی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے گھروں میں تکیہ کے متعلق دریافت کیا جس کے دائیں بائیں تصویر بنی ہوئی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ قبلہ کی طرف نہیں ہے تو کوئی حرج نہیں اور اگر اس کا کوئی حصہ تمہارے سامنے قبلہ سے ملا ہوا ہے تو اس کو کسی چیز سے ڈھانپ دو اور نماز پڑھ لو۔

(۷۴۱) اور آپؑ سے ان تصویروں کے متعلق دریافت کیا گیا جو فرش پر بنی ہوئی ہیں اور ان تصویروں کی دو آنکھیں بھی ہیں تو کیا اس پر نماز پڑھ سکتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اس تصویر میں ایک آنکھ بنی ہوئی ہے تو اس پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر تصویر کی دو آنکھیں بنی ہوئی ہیں اور تم اس پر نماز پڑھنا چاہو تو نہیں پڑھ سکتے۔

(۷۴۲) اور فرمایا آنجناب علیہ السلام نے کہ جب تصویر کی ایک آنکھ ہو اور نماز پڑھتے ہوئے اس پر نگاہ پڑ جائے تو کوئی حرج نہیں۔

(۷۴۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اس گھر میں نماز نہ پڑھو جس میں کتا ہو مگر یہ کہ وہ شکاری ہو اور تم اس کے لئے دروازہ بند کر دو تو کوئی حرج نہیں۔ اور ملائکہ اس گھر میں نہیں آتے جس میں کتا ہو اور نہ اس گھر میں آتے ہیں جس میں تصویریں ہوں اور نہ اس گھر میں آتے ہیں جس کے اندر کسی برتن میں پیشاب جمع کیا ہوا ہو۔ اور اس گھر میں نماز جائز نہیں جہاں کسی برتن میں شراب رکھی ہوئی ہو۔

(۷۴۴) اور ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص ایسی جگہ ہو جہاں اس کو (سجدہ کرنے کیلئے) زمین پر دسترس نہ ہو تو وہ اشاروں سے نماز پڑھے خواہ وہ ایسی سرزمین ہی ہو جو بلادِ اسلام سے کٹی ہوئی ہو (جہاں شعائرِ اسلام کا اظہار ممکن نہ ہو) تو اس میں بھی اشاروں سے نماز پڑھے۔

(۷۴۵) اور سماعہ بن مہران نے آپؑ سے ایک ایسے قیدی کے متعلق سوال کیا کہ جس کو مشرکین نے قید کر لیا ہے اور اس کی نماز کا وقت آ گیا اور وہ مشرکین اس کو نماز پڑھنے سے مانع ہیں تو آپؑ نے فرمایا: وہ اشاروں ہی سے نماز پڑھے۔

(۷۴۶) معاویہ بن وہب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک مرد اور ایک عورت ایک ہی جگہ میں نماز پڑھ رہے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: اگر ان دونوں کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ ہے تو فرداً فرداً یکے بعد دیگرے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۷۴۷) اور زرارہ کی روایت میں ہے جس کو اس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر اس مرد اور اس عورت کے درمیان ایک قدم یا ایک ہاتھ کی ہڈی کے برابر کا یا اس سے زائد کا فاصلہ ہے تو کوئی حرج نہیں اگر وہ بالمقابل نماز پڑھیں۔

(۷۴۸) اور جمیل نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں اگر عورت آگے نماز پڑھ رہی ہو اور مرد اس کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھا کرتے اور حضرت عائشہ آپؐ کے سامنے پاؤں پھیلائے حیض کی حالت میں لیٹی رہتی تھیں اور جب آپ سجدے کا ارادہ کرتے تو ان کے دونوں پاؤں کو اشارہ کرتے وہ اپنے دونوں پاؤں اٹھالیتی تھیں تا کہ آپ سجدہ کر لیں۔ اور کوئی حرج نہیں اگر مرد اور عورت دونوں نماز پڑھیں اور ان دونوں کے درمیان ایک چھوٹا سا تکیہ یا کوئی چیز رکھی ہوئی ہو۔

باب: کس لباس میں نماز پڑھی جائے اور کس میں نہیں اور ان کی تمام اقسام

(۷۴۹) محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اس نے آپؑ سے دریافت کیا کہ مردار کا چمڑا اگر اس کی دباغت کر لی جائے تو نماز میں پہنا جا سکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر ستر مرتبہ دباغت کر لی جائے تو بھی نہیں۔

(۷۵۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ کے اس قول **فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طــوی** (سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۱۲) (تم اپنی جوتیاں اتار لو کیونکہ تم اس وقت طویٰ نامی پاکیزہ چٹیل میدان میں ہو) کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؑ نے

فرمایا: وہ جوتیاں گدھے کے مردار چمڑے کی تھیں۔

(۷۵۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور امام محمد باقر علیہ السلام (کی طرف منسوب یہ مجہول وضعیف و نا قابل فہم روایت ہے کہ) ان دونوں سے کہا گیا کہ ہم ایک ایسا کپڑا خریدتے ہیں جس کے متعلق خیال ہے کہ اس کے بننے والے کے پاس ہی اس میں شراب اور خنزیر کی چربی لگی ہوگی تو اس کو دھونے سے پہلے ہم اس میں نماز پڑھیں؟ دونوں نے فرمایا: ہاں کوئی حرج نہیں اللہ تعالیٰ نے ان کا کھانا اور پینا حرام کیا ہے اس کا پہننا اور اس کو مس کرنا اور ایسے مشتبہ لباس میں نماز پڑھنا تو حرام نہیں کیا ہے۔

(۷۵۲) اور محمد بن علی حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک ایسے شخص کے متعلق کہ جس کے پاس صرف ایک ہی لباس ہے جس میں پیشاب لگا ہوا ہے اور وہ اس کے دھونے پر بھی قادر نہیں ہے۔ آپؑ نے فرمایا: وہ اسی میں نماز پڑھے (نماز نہ چھوڑے)۔

(۷۵۳) نیز عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ نے آپؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا جو اپنے لباس میں جنب ہو گیا اور اس کے پاس اس کے سوا کوئی دوسرا لباس بھی نہیں اور وہ اس کے دھونے پر قادر بھی نہیں؟ آپؑ نے فرمایا: وہ اسی میں نماز پڑھے (نماز نہ چھوڑے)۔

(۷۵۴) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا: وہ اسی میں نماز پڑھے اور جب پانی مل جائے تو اس کپڑے کو دھوئے اور پھر سے دوبارہ نماز پڑھے۔

(۷۵۵) اور علی بن جعفر نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو بالکل برہنہ ہے اور نماز کا وقت آیا تو اس کو ایسا لباس ملا جس کے نصف میں یا پورے میں خون لگا ہوا ہے۔ کیا وہ اس لباس میں نماز پڑھے یا برہنہ نماز پڑھے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اسے پانی مل جائے تو دھولے اور اگر پانی نہ ملے تو اسی میں نماز پڑھے برہنہ نماز نہ پڑھے۔

(۷۵۶) صفوان بن یحییٰ نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کو ایک خط لکھا جس میں اس نے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جس کے پاس دو کپڑے ہیں ان دونوں میں سے کسی ایک میں پیشاب لگا ہوا ہے مگر اس کو یہ نہیں معلوم کہ پیشاب کس میں لگا ہوا ہے اور نماز کا وقت آگیا ہے اور ڈر ہے نماز فوت نہ ہو جائے اس کے پاس پانی بھی نہیں ہے تو اب کیا کرے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ ان دونوں میں نماز پڑھے گا۔

اس کتاب کے مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ ان دونوں کو یکے بعد دیگرے پہن کر نماز پڑھے گا۔

(۷۵۷) محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ میں نماز میں ہوں اور میرے کپڑے میں خون لگا ہوا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر تم نے دیکھ لیا ہے اور تم دوسرا کپڑا بھی پہنے ہوئے ہو تو اس کو اتار دو اور دوسرے کپڑے میں نماز پڑھو۔ اور اگر تمہارے اوپر صرف وہی کپڑا ہے اور کوئی دوسرا نہیں ہے اور اس پر ایک درہم کے برابر خون لگا ہوا ہے تو اس میں نماز پڑھ لو نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر ایک درہم سے کم خون لگا ہوا ہے تو وہ کچھ نہیں تم نے خون دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔ اور اگر تم نے دیکھا کہ وہ ایک درہم سے زیادہ ہے اور تم نے اسے نہیں دھویا اور اسی کپڑے میں بہت سے نمازیں پڑھ لیں تو جتنی نمازیں تم نے اس میں پڑھی ہیں ان سب کا اعادہ کرو اور یہ منی اور پیشاب کے برابر نہیں ہے، پھر آپ نے اس کے بعد منی کا ذکر کیا اور اس میں شدت کی اور اسے پیشاب سے زیادہ شدید قرار دیا اس کے بعد فرمایا کہ اگر تم منی کو نماز پڑھنے سے پہلے یا بعد میں دیکھو تو تم پر نماز کا اعادہ کرنا واجب ہے اور اگر تم نے دیکھا اور اپنے کپڑے میں منی نہیں پائی اور نماز پڑھ لی تو پھر تم پر نماز کا اعادہ لازم نہیں ہے اور اسی طرح سے پیشاب۔

(۷۵۸) اور امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: تلوار بمنزلہ رداء کے ہے تم اس کو لٹکائے ہوئے نماز پڑھ سکتے ہو بشرطیکہ اس میں خون لگا ہوا نہ دیکھو اور کمان بھی بمنزلہ رداء کے ہے لیکن

(۷۵۹) مرد کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ نماز پڑھے اور اس کے سامنے تلوار رکھی ہوئی ہو کیونکہ قبلہ جائے امن ہے اور یہ روایت بھی امیر المومنین علیہ

السلام ہی سے ہے۔

(۷۶۰) اور علی بن جعفر نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص کے سامنے کپڑے کا مشجب (اسٹینڈ) رکھا ہوا ہے کیا اس طرح نماز پڑھنا درست ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۷۶۱) اور انہوں نے آپ سے سوال کیا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اس کے سامنے لہسن اور پیاز رکھی ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

(۷۶۲) نیز انہوں نے آپؑ سے دریافت کیا کہ کیا آدمی کے لئے یہ جائز ہے کہ ہری سبزیوں پر نماز پڑھے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اس کی پیشانی زمین سے چپک جاتی ہے تو کوئی حرج نہیں۔

(۷۶۳) نیز انہوں نے آپؑ سے اگی ہوئی گھاس اور ثیل (ایک گرہ دار گھاس جو سخت زمین پر پھیلتی ہے) پر نماز پڑھنے کے لئے دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

(۷۶۴) نیز انہوں نے آپؑ سے دریافت کیا کہ کیا کسی شخص کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ نماز پڑھے اور چراغ قبلہ کی طرف اس کے سامنے رکھا ہوا ہو؟ آپؑ نے فرمایا: اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ آگ کو سامنے رکھے۔ یہ وہ اصل ہے کہ جس پر عمل کرنا واجب ہے۔

(۷۶۵) لیکن وہ حدیث جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے جس میں آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں اگر ایک شخص نماز پڑھے اور آگ و چراغ اور تصویر اس کے سامنے ہو اس لئے کہ جس ذات کے لئے وہ نماز پڑھ رہا ہے وہ ان چیزوں سے زیادہ قریب ہے جو اس کے سامنے ہیں۔

یہ حدیث تین راویوں سے مروی ہے ان میں تین مجہول ہیں اور اسنادِ منقطع کے ساتھ اس کی روایت کی ہے حسن بن علی کوفی نے جو معروف راوی ہے۔ اس نے روایت کی ہے حسین بن عمرو سے، اس نے روایت کی اپنے والد سے انہوں نے روایت کی عمرو بن ابراہیم ہمدانی سے اور یہ سب مجہول ہیں جو مرفوع حدیث کرتے ہیں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ یہ فرمایا۔ لیکن اس سے رخصت کا پتہ چلتا ہے اس لئے کہ اس میں سبب بھی بتا دیا ہے۔ حدیث ثقہ راویوں سے نکلی ہے اور مجہول راویوں سے جا کر متصل ہوگئی اور پھر سلسلہ اسناد منقطع ہوگیا پس جو شخص اس حدیث سے کوئی حکم اخذ کرے تو اس کے اجتہاد میں خطا نہیں ہوگی جب کہ یہ معلوم ہے کہ اصل نہیں ہے۔ اور اس کا اطلاق رخصت پر ہوگا اور رخصت رحمت ہے۔

(۷۶۶) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سیاہ ٹوپی میں نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اس میں نماز نہ پڑھو یہ اہل جہنم کا لباس ہے۔

(۷۶۷) اور امیر المومنینؑ جن باتوں کی اپنے اصحاب کو ہدایت کرتے تھے ان ہی میں بھی فرمایا کہ سیاہ لباس نہ پہنا کرو یہ فرعون کا لباس ہے۔

(۷۶۸) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمامہ و موزہ اور چادران تین کے علاوہ اور دیگر تمام سیاہ لباس کو مکروہ اور ناپسند سمجھتے تھے۔

(۷۶۹) روایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سیاہ قبا پہنے ہوئے اور پٹکے میں خنجر لگائے ہوئے نازل ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: اے جبریل یہ کیا لباس ہے؟ انہوں نے کہا: کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپؑ کے چچا عباس کی اولاد کا یہی لباس ہوگا آپ کی اولاد پر آپؐ کے چچا کی اولاد بڑا ستم کرے گی۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اپنے چچا) عباس کے پاس گئے اور فرمایا: اے چچا میری اولاد پر آپ کی اولاد بڑا ستم کرے گی۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو پھر آپ اجازت دیں میں اپنا آلہ تناسل کاٹ کر پھینک دوں۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں اب تو قلم قدرت نے یہی لکھدیا ہے (یہ ہو کر رہے گا)۔

(۷۷۰) اسماعیل بن مسلم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء میں سے کسی نبی کے

پاس وحی کی کہ مومنین سے کہدو کہ میرے دشمنوں کا لباس نہ پہنیں اور میرے دشمنوں والی غذا نہ کھائیں اور میرے دشمنوں کی راہ پر نہ چلیں ورنہ جس طرح وہ ہمارے دشمن ہیں یہ لوگ بھی ہمارے دشمن ہو جائیں گے۔ مگر تقیتاً سیاہ لباس پہننا گناہ نہیں ہے۔

(۷۷۱) حذیفہ بن منصور سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس مقام حیرہ (پشت کوفہ پر ایک قدیمی شہر) میں تھا کہ ابو العباس خلیفہ کا قاصد آپؑ کو بلانے کے لئے آیا تو آپؑ نے ایک برساتی لباس منگوایا جس کا ایک رخ سیاہ اور دوسرا رخ سفید تھا آپؑ نے پہنا اور فرمایا: میں اسے پہن رہا ہوں مگر مجھے معلوم ہے کہ یہ اہل جہنم کا لباس ہے۔

(۷۷۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص لوہے کی انگوٹھی پہن کر نماز نہ پڑھے۔

(۷۷۳) اور آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس ہاتھ کو پاک نہ کرے جس میں لوہے کا چھلا ہو۔

(۷۷۴) اور عمار ساباطی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق روایت کی ہے جو نماز پڑھ رہا ہے اور اس کے ہاتھ میں لوہے کی انگوٹھی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں وہ ہرگز یہ نہ پہنے یہ اہل جہنم کا لباس ہے۔

(۷۷۵) ابوالجارود نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: میں تمہارے لئے بھی وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں اور میں تمہارے لئے بھی وہی ناپسند کرتا ہوں جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہوں۔ لہٰذا تم سونے کی انگوٹھی نہ پہنو یہ تمہارے لئے آخرت میں زینت ہے۔ اور قرمزی (سرخ) چادر نہ اوڑھو یہ ابلیس کی چادر ہے۔ سرخ گدیلا رکھ کر اونٹ پر سوار نہ ہو یہ ابلیس کی سواری ہے، ریشمی لباس نہ پہنو ورنہ قیامت کے دن اللہ تمہاری جلد کو جلائے گا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں میں سے کسی کو ریشم پہننے کی اجازت نہیں دی سوائے عبدالرحمٰن بن عوف کے اور یہ اس لئے کہ ان کے جوں پڑتے تھے۔

(۷۷۶) اور علی بن جعفر نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اس کے سامنے کوئی پرندہ ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ پوچھا کہ ایک شخص انگور کی بیلوں میں نماز پڑھ رہا ہے اور اس میں پھل لگے ہوئے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ پوچھا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اس کے سامنے گدھا کھڑا ہوا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اپنے اور اس کے درمیان کوئی ڈنڈا کوئی لکڑی یا کوئی اور چیز کھڑی کر لے۔ اس کے بعد نماز پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔ پھر پوچھا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اس کے ساتھ گدھے یا خچر کے چمڑے کا ایک پیپا (بوتل) ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جائز نہیں کہ وہ نماز پڑھے اور یہ اس کے ساتھ ہو مگر یہ کہ کوئی ایسی چیز ہو جس کے جانے کے خطرہ ہو تو اپنے ساتھ رکھے اور نماز پڑھے۔ پھر پوچھا کہ ایک شخص ہے جو نماز میں ہے اور اس کا کوئی دانت ہل رہا ہے کیا وہ اس کو اکھاڑ لے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اس کو اندازہ ہے کہ اس سے خون نہیں نکلے گا تو اس کو اکھاڑ لے اور اگر اندازہ ہے کہ خون نکل آئے گا تو باز رہے۔ پھر پوچھا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اس کی آستین میں کوئی پرندہ ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اس کے بھاگ جانے کا خوف ہے تو کوئی حرج نہیں۔ اور پوچھا کہ ایک شخص نماز میں ہے اور اس کے جسم پر مستا یا زخم ہے کیا وہ اس مسے کو توڑ سکتا ہے یا اپنے زخم کے کھرنڈ کو نکال کر پھینک سکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اس کا خطرہ نہیں ہے کہ اس سے خون بہے گا تو کوئی حرج نہیں اور اگر اس کا خطرہ ہے کہ خون بہے گا تو ایسا نہ کرے۔ اور پوچھا کہ ایک شخص نماز میں ہے کہ کسی دوسرے شخص نے اس کو پتھر مارا اور وہ زخمی ہو گیا اور خون بہنے لگا وہ وہاں سے پلٹا اور زخم کو دھویا مگر کسی سے کوئی بات نہیں کی واپس مسجد میں آیا، کیا وہ جتنی نماز پڑھ چکا ہے دوبارہ پڑھے یا اس کے آگے پڑھے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ آگے نماز پڑھے اور جو پڑھ چکا ہے اس میں سے کسی کا اعادہ نہ کرے۔ اور پوچھا کہ ایک شخص نماز میں ہے اس نے اپنے کپڑے پر کسی چڑیا وغیرہ کی بیٹ دیکھی کیا وہ اس کو مل کر صاف کرے؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے نیز فرمایا: اگر کوئی شخص نماز میں ہے اور آسمان کی طرف دیکھ لے تو کوئی حرج نہیں۔

(۷۷۷) اورانہوں نے آپؑ سے خلخال کے متعلق دریافت کیا کہ کیا اس کا پہننا عورتوں اور بچوں کے لئے درست ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر یہ بے آواز ہیں تو کوئی حرج نہیں اور اگر ان سے آواز پیدا ہوتی ہے تو درست نہیں ہے۔

(۷۷۸) نیز انہوں نے آپؑ سے مُشک کے نافہ کے متعلق پوچھا جو نماز پڑھنے والے کی جیب یا لباس میں ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

(۷۷۹) نیز دریافت کیا کہ جس شخص کے منہ میں جواہرات اور موتی ہیں وہ نماز پڑھے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر قرأت میں مانع ہے تو نہیں اور اگر قرأت میں مانع نہیں ہے تو کوئی حرج نہیں۔

(۷۸۰) اور عمار بن موسیٰ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا کسی شخص کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ نماز پڑھے اور اس کے بجانب قبلہ کھلا ہوا قرآن ہو؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ پوچھا: اور اگر وہ غلاف میں ہے؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے پوچھا: ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اس کے سامنے ایک گلاس ہے جس میں ایک قسم کی خوشبو ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کیا: وہ نماز پڑھ رہا ہے اور اس کے سامنے ایک پتیل کی انگیٹھی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کیا: اور اگر اس میں آگ ہو؟ آپؑ نے فرمایا: وہ نماز نہ پڑھے جب تک اس کو قبلہ سے ہٹا نہ لے۔ اور میں نے ایسے کپڑے میں نماز کے لئے پوچھا جس پر چڑیوں وغیرہ کی تصویریں بنی ہیں؟ فرمایا: نہیں اور ایک شخص کے متعلق پوچھا جس کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی ہے جس پر چڑیوں وغیرہ کی تصویریں ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: اس میں نماز جائز نہیں ہے۔

(۷۸۱) حبیب بن معلّیٰ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا اور کہا کہ میں ایک کثیر السہو شخص ہوں بغیر اپنی انگوٹھی کے میں اپنی نماز یاد نہیں رکھ سکتا اس کی جگہ تبدیل کرتا رہتا ہوں (ایک انگلی سے دوسری انگلی میں)۔ آپؑ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۷۸۲) محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا اور کہا: ایک شخص منہ پر نقاب ڈالے یا ڈھاٹا باندھے ہوئے ہے کیا اس حالت میں وہ نماز پڑھے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ سواری پر ہے تو ہاں اور اگر زمین پر ہے تو نہیں۔

(۷۸۳) عبدالرحمٰن بن حجاج نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوڈانی درہموں کے متعلق دریافت کیا جو ایک شخص کے پاس ہیں اور وہ ان کو باندھے ہوئے یا بغیر باندھے ہوئے ہے اور نماز پڑھ رہا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کے پاس یہ درہم ہوں جن میں تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ پھر فرمایا: مگر لوگوں کو اپنے مال کی حفاظت کے بغیر کوئی چارہ نہیں لہٰذا اگر کوئی نماز پڑھے اور اس کے پاس یہ درہم ہوں تو ان کو پیچھے کر لے اور اپنے اور قبلہ کے درمیان میں کوئی شے نہ رکھے۔

(۷۸۴) موسیٰ بن عمر بن بزیع نے حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا اور کہا کہ میں نماز میں اپنے ازار اور رومال کو اپنی قمیض کے اوپر باندھتا ہوں؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

(۷۸۵) عیص بن قاسم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جو عورت کے لباس و ازار پہن کر اور اس کے دوپٹہ کا عمامہ باندھ کر نماز پڑھتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں (جائز ہے) بشرطیکہ وہ عورتوں کا مخصوص لباس نہ ہو۔

(۷۸۶) عبداللہ بن سنان سے روایت کی گئی اس نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس کے پاس ایک ہی سراویل (زیر جامہ) ہے اور کوئی لباس نہیں ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ سراویل کا ازار بند کھولے اور اس کو ردا کی جگہ اپنے کندھے پر ڈال لے اور سراویل کو (بغیر ازار بند کے باندھے) اور نماز پڑھ لے اور اگر اس کے پاس کوئی تلوار ہے اور کوئی کپڑا نہیں ہے تو تلوار کو لٹکائے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔

(۷۸۷) زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: نماز پڑھنے کے لئے تمہارے کندھوں پر کم از کم اتنا کپڑا ہونا

چاہیے جتنے خطاف (ابابیل) کے دونوں بازو ہوتے ہیں۔

(۷۸۸) ابوبصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک مرد کے لئے کتنا کپڑا کافی ہے جس میں وہ نماز پڑھ سکے؟ آپؑ نے فرمایا: حضرت امام حسین ابن علی علیہ السلام نے اتنی پتلی اور چھوٹی ردا میں نماز پڑھی کہ جو نصف پنڈلیوں تک گھٹنوں کے قریب پہنچتی تھی اور وہ ردا آپؑ کے کاندھوں پر اتنی رہتی تھی جتنے خطاف کے بازو۔ جب رکوع کرتے تو وہ ردا آپؑ کے کاندھوں سے گر جاتی اور جب سجدہ میں جاتے تو وہ سرک کر گردن سے متصل ہو جاتی اور آپؑ اسے اپنے کاندھوں پر اپنے ہاتھ سے واپس لاتے پس اس طرح وہ ردا سرکتی رہی اور اسی طرح آپؑ اس کو کاندھوں پر واپس لاتے رہے یہاں تک کہ نماز پڑھ کر آپ فارغ ہو گئے۔

(۷۸۹) اور فضیل نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے ایک کرتے میں نماز پڑھی ہے اور آپؑ کی اوڑھنی آپ کے سر پر ہوتی جس سے صرف آپؑ کے بال اور کان چھپے ہوئے ہوتے اس سے زیادہ نہیں۔

(۷۹۰) اور زرارہ نے ان ہی جناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اس نے آپؑ سے پوچھا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اس دوران اس نے بچھو یا سانپ کو دیکھا تو کیا اس کو مار ڈالے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ چاہے تو ایسا کرے۔

(۷۹۱) اور سلیمان بن جعفر جعفری نے عبد صالح حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے بازار میں آکر ایک جُبّہ خریدا مگر اسے معلوم نہیں کہ وہ ذبیحہ کا ہے یا غیر ذبیحہ کا کیا وہ اس میں نماز پڑھے؟ آپؑ نے فرمایا: تم لوگوں پر یہ معلوم کرنا فرض نہیں ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ خوارج نے اپنی جہالت کی وجہ سے اپنے نفس پر تنگیاں عائد کر رکھی ہیں ورنہ دین میں تو اس سے کہیں زیادہ وسعت ہے۔

(۷۹۲) اور اسماعیل بن عیسیٰ نے حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے پہاڑی بازاروں میں سے کسی بازار سے کچھ چمڑے اور پوستینیں خریدیں کیا وہ ان کے متعلق پوچھے کہ یہ ذبیحہ کا ہے یا نہیں جب کہ فروخت کرنے والا مسلمان ہے جس سے جان پہچان نہیں ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جب تم یہ دیکھو کہ فروخت کرنے والا مشرک ہے تو تم پر یہ فرض ہے کہ یہ پوچھو اور جب تم دیکھ رہے ہو یہ فروخت کرنے والے نماز پڑھتے ہیں تو ان سے یہ نہ پوچھو۔

(۷۹۳) جعفر بن محمد بن یونس سے روایت ہے کہ ان کے والد نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کو خط لکھا اور اس میں پوستین اور موزوں کے متعلق پوچھا کہ میں اسے پہنتا ہوں اور اس میں نماز پڑھتا ہوں مگر مجھے یہ نہیں معلوم کہ یہ ذبیحہ کا ہے؟ تو آپؑ نے جواب میں لکھا: کوئی حرج نہیں ہے۔

(۷۹۴) ہاشم حناط سے روایت ہے اس نے بیان کیا کہ میں نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو فرماتے ہوئے سنا: جو جانور پتے اور درخت کھاتا ہے تو اس کے چمڑے میں (اگر ذبیحہ ہو) تم نماز پڑھو تو کوئی حرج نہیں اور وہ جانور جو مردار کھاتے ہیں (خواہ وہ ذبیحہ ہوں یا نہ ہوں) ان کے چمڑے میں نماز نہ پڑھو۔

(۷۹۵) زرارہ کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ایک مرتبہ امیر المومنین علیہ السلام کچھ لوگوں کے پاس گئے جو مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے اور اپنی ردائیں سر پر اوڑھے ہوئے تھے تو آپؑ نے فرمایا: تم لوگوں کو کیا ہو گیا کہ اپنی ردائیں لحاف کی طرح اوڑھے ہوئے ہو؟ ایسا معلوم ہوتا کہ تم لوگ وہ یہودی ہو جو اپنے عبادت خانوں اور کلیساؤں سے نکلے ہوئے آرہے ہو۔ تم لوگ ہرگز اپنی ردائیں لحاف کی طرح نہ اوڑھو۔

(۷۹۶) زرارہ کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ اپنے کپڑے صماء کی طرح اوڑھنے سے پرہیز کرو۔ میں نے عرض کیا: صماء کیا ہے؟ فرمایا: یہ کہ تم اپنا کپڑا اپنی بغل کے نیچے سے نکالو اور ایک کاندھے پر ڈال دو۔

(۷۹۷) ایک ایسے شخص کے متعلق روایت کی گئی ہے کہ وہ برہنہ نکلتا ہے اور نماز کا وقت آجاتا ہے تو اگر کوئی اس کو نہیں دیکھتا تو وہ برہنہ کھڑا ہو کر نماز پڑھ

لے گا اور اگر کوئی اس کو دیکھتا ہے تو بیٹھ کر نماز پڑھے گا۔

(۷۹۸) ابو جمیلہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اس نے آپؑ سے مجوسیوں کے کپڑوں کے متعلق دریافت کیا کہ کیا اس کو پہن کر اس میں نماز پڑھوں؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کیا: مگر وہ لوگ تو شراب پیتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا ہاں۔ ہم لوگ سابور (ایران کا ایک موضع) کا بنا ہوا لباس خریدتے ہیں اسے پہنتے ہیں اور اس میں نماز پڑھتے ہیں۔

(۷۹۹) زیاد بن منذر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے، اس کا بیان ہے کہ ایک شخص نے آنجنابؑ سے میری موجودگی میں ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا کہ وہ حمام سے نکلتا ہے یا غسل کرتا ہے تو توشح کرتا ہے (اپنی چادر دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کاندھے پر ڈال لیتا ہے) پھر اپنی ازار پر اپنی قمیض پہنتا ہے اور اسی لباس میں نماز پڑھتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: یہ قوم لوط کا عمل ہے۔ میں نے عرض کیا کہ وہ اپنی قمیض کے اوپر توشح کرتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: تکبر اور گھمنڈ کی نشانی ہے۔ میں نے عرض کیا قمیض بہت باریک کپڑے کی ہے وہ اسے لحاف کی طرح اوڑھ لیتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: یہ اور نماز میں بٹن کھولنا، انگشت شہادت یا انگوٹھے کے ناخنوں سے سنگریزے مارنا (گوٹیاں کھیلنا) راستے پر یا مجمع میں کندر چبانا۔ یہ سب قوم لوط کا عمل ہے۔

اور میں نے حضرت عبدالصالح علیہ السلام سے اور ابوالحسن ثالث (امام علی النقی علیہ السلام) سے ازار کے ساتھ قمیض کے اوپر توشح کی رخصت کی روایت کی ہے۔ نیز امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی۔ اور اسی کو لے کر میں فتویٰ دیتا ہوں۔

(۸۰۰) اور عبداللہ بن بکیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو اپنی رداء اپنے دونوں طرف چھوڑے ہوئے نماز پڑھتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۸۰۱) ابو بصیر نے آنجنابؑ سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا جو انتہائی شدید گرمی اور دھوپ میں نماز پڑھ رہا ہے اور زمین پر اپنی پیشانی رکھتے ہوئے ڈرتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ اپنی پیشانی کے نیچے کپڑا رکھ لے۔

(۸۰۲) داؤد صرمی نے حضرت ابوالحسن علی بن محمد (امام علی نقی) علیہما السلام سے دریافت کیا اور کہا کہ میں اس طرف جاتا ہوں جہاں یہ ممکن نہیں ہوتا کہ برف کی وجہ سے ایسی جگہ ملے کہ اس میں نماز پڑھوں تو پھر کیا کروں؟ آپؑ نے فرمایا: اگر تمہارے امکان میں ہو کہ برف پر نہ سجدہ کرنا پڑے تو اس پر مت سجدہ کرو اور اگر امکان میں نہ ہو تو برف کو برابر کرو اور اس پر سجدہ کرو۔

(۸۰۳) ابراہیم بن ابی محمود نے امام رضا علیہ السلام سے کہا کہ ایک شخص ساج کے تخت پر نماز پڑھ رہا ہے اور ساج (ساکھو) پر سجدہ کر رہا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں (ٹھیک ہے)۔

(۸۰۴) محمد بن مسلم نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: چٹائی کھجوروں کے پتوں کی ٹوکری اور تمام نباتات پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سوائے پھلوں کے۔

(۸۰۵) سماعہ بن مہران نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے شکاری پرندوں اور جانوروں کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: ان کا گوشت کھانا ہم جائز نہیں سمجھتے لیکن ان کے چمڑے تو ان پر بیٹھ لو، سوار ہو لو، مگر ان سے بنے ہوئے وہ لباس نہ پہنو جن میں تم نماز پڑھتے ہو۔

میرے والد رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے ایک رسالہ میں تحریر فرمایا کہ ہر وہ جانور کہ جس کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کے بالوں اور روئیں کے اندر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر تم اس کے علاوہ کوئی سنجاب یا سمور یا لومڑی کی کھال پہنے ہوئے ہو اور نماز کا ارادہ ہے تو اسے اتار دو۔ اور بعض روایتوں میں اس کی اجازت بھی ہے (مگر کراہت کے ساتھ اور اضطراراً) اور لومڑی کی کھال میں ہرگز نماز نہ پڑھو اور نہ اس لباس میں جو اس سے اوپر یا اس کے نیچے

لگایا ہوا ہو (یعنی استر)۔

(۸۰۶) سلیمان بن جعفر جعفری سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام خز (اون و ریشم سے بنا ہوا کپڑا) کے جبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔

(۸۰۷) اور علی بن مہز یار سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوجعفر ثانی (امام علی نقی علیہ السلام) کو دیکھا کہ وہ اپنی نماز فریضہ و غیر فریضہ (ہر ایک) طارونی خز کے جبہ میں پڑھتے تھے اور آپؑ نے مجھے ایک خز کا جبہ بھی عطا فرمایا اور کہا: یہ جبہ میرا پہنا ہوا ہے اور مجھے حکم دیا کہ تم اس میں نماز پڑھا کرو۔

(۸۰۸) یحییٰ بن ابی عمران سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابوجعفر ثانی (امام علی النقی) علیہ السلام کو سنجاب اور فنک (لومڑی کی قسم) کے متعلق خط لکھا اور اس میں عرض کیا کہ میں آپؑ پر قربان، میں چاہتا ہوں کہ آپؑ اس کا جواب بر بنائے تقیہ نہ دیں تو آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا: اس میں نماز پڑھ لو۔

(۸۰۹) داؤد صرمی سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت ابوالحسن ثالث امام علی النقی علیہ السلام سے اس خز کے متعلق دریافت کیا جس میں خرگوش کے بال ملے ہوئے ہیں؟ تو آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ یہ جائز ہے۔

اور یہ ایک طرح کی رخصت و اجازت ہے اس سے حکم اخذ کرنے والا ثواب کا مستحق ہوگا اور اس کو رد کرنے والا گنہگار ہوگا۔ مگر اصل وہی ہے جس کو میرے والد رحمہ اللہ نے مجھے اپنے رسالہ میں تحریر فرمایا کہ خز میں نماز پڑھو جب کہ اس میں خرگوش کے بال مخلوط نہ ہوں۔ نیز اس میں تحریر فرمایا کہ حریر و دیباج اور جس (لباس) پر نقش و نگار بنے ہوئے ہوں اور ابریشم خالص میں نماز نہ پڑھو۔ مگر یہ کہ تانا ابریشم کا ہو اور بانا روئی یا کتان کا ہو۔

(۸۱۰) اور ابراہیم بن مہز یار نے حضرت ابو محمد حسن علیہ السلام کو خط لکھا اور اس میں لباس قرمز کے اندر نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا اس لئے کہ ہمارے اصحاب اس میں نماز پڑھنے سے پرہیز کرتے ہیں؟ تو آپؑ نے لکھا: الحمد للہ اس میں مطلق کوئی حرج نہیں ہے۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا: اس وقت کوئی حرج نہیں جب کہ وہ قرمز ابریشم خالص کا نہ ہو اور جس لباس سے منع کیا گیا ہے وہ، وہ ہے جو ابریشم خالص کا ہو۔

(۸۱۱) اور ایک شخص نے آنجناب علیہ السلام کو خط لکھا اور ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس کا جبہ روئی کے بجائے قز (ریشم) کا ہے کیا وہ اس میں نماز پڑھے؟ تو آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا: ہاں اس میں کوئی حرج نہیں۔ یعنی بکری کے بالوں کے قز میں، ابریشم کے قز میں نہیں۔

اور دیباج و حریر ابریشم خالص کا لباس پہننے اور اس میں مردوں کے نماز پڑھنے کے متعلق بہت سی احادیث منع وارد ہوئی ہیں اور عورت کے متعلق یہ سب پہننے کے لئے رخصت کی حدیثیں بھی وارد ہوئی مگر عورتوں کے لئے ان میں نماز پڑھنے کے جواز کی کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی ہے لہٰذا ابریشم خالص میں نماز پڑھنا مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے منع ہے جب تک کہ حدیث میں خصوصیت سے اس میں نماز پڑھنے کی اجازت وارد نہ ہو جیسا کہ ان (عورتوں) کے لئے خصوصیت کے ساتھ اس کے پہننے کی اجازت وارد ہے۔

اور مرد کے لئے حریر و دیباج کا لباس پہننے کی رخصت (اجازت) صرف جنگ میں ہے اور اگر ان میں تصویریں نہ ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے یہ روایت سماعہ بن مہران نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے۔

(۸۱۲) اور یوسف بن محمد بن ابراہیم نے ان ہی جنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اس لباس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں جس میں حریر سے صرف بخیہ یا رفو کیا گیا ہو یا اس کے بٹن یا گھنڈی ہو یا اس کی دھاریاں ہوں۔ مرد کے لئے خالص حریر مکروہ ہے۔

(۸۱۳) مسمع بن عبدالملک بصری نے ان ہی جنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر کعبہ کے دیباج (غلاف) میں سے کچھ لے کر قرآن کا غلاف بنایا جائے یا اس کا مصلّیٰ بنا کر اس پر نماز پڑھی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۸۱۴) محمد بن اسماعیل بن بزیع نے حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام سے ایسے کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا جس میں نقش ونگار بنے ہوئے ہیں تو آپؑ نے اس کو مکروہ بتایا اس لئے کہ اس میں تصویریں بنی ہوئی ہیں۔

وہ ازار بند جس کا سرا ابریشم کا بنا ہوا ہو اس کو پہن کر نماز جائز نہیں ہے۔ اور خوارزم کی پوستین میں اور وہ کہ جس کی دباغت حجاز میں ہوتی ہے، اس کے اندر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور مردار کے صوف (اون) سے بنے ہوئے کپڑے کے اندر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ صوف میں روح نہیں ہوتی۔

(۸۱۵) سماعہ بن مہران نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نماز میں اس تلوار کے لٹکانے کے متعلق دریافت کیا جس کے ساتھ کیمخت (چمڑے کی نیام) اور چمڑے کے جوڑنے کے لئے چمڑے ہی سے بنی ہو غراء (سریش) ہوتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ یہ چمڑے مردار کے ہیں کوئی حرج نہیں۔

(۸۱۶) اور علی بن ریان بن صلت نے حضرت ابوالحسن ثالث امام علی النقی علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے خود اپنے بال اور ناخن تراشے اور اسے بغیر اپنے کپڑوں سے دور کیے ہوئے نماز کے لئے کھڑا ہو گیا؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

(۸۱۷) یونس بن یعقوب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو نماز پڑھ رہا ہے اور اس کے سر پر ٹوپی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس سے کوئی نقصان نہیں۔

اور میں نے اپنے مشائخ (اساتذہ) رضی اللہ عنہم سے سنا ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ عمامہ جس میں حنک نہ ہو اس میں نماز جائز نہیں ہے۔ اور عمامہ باندھنے والا جب تک اس میں تحت الحنک نہ نکالے اس کے لئے نماز جائز نہیں ہے۔

(۸۱۸) عمار ساباطی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص کسی سفر کے لئے نکلے اور اس کے عمامہ میں تحت الحنک نہ ہو اور اسے کوئی ایسا دکھ پیش آئے جس کا کوئی علاج نہ ہو تو وہ اپنے سوا کسی اور کو ملزم نہ ٹھہرائے۔

(۸۱۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو اپنے گھر سے تحت الحنک کے ساتھ عمامہ باندھے ہوئے نکلے تو میں ضامن ہوں کہ وہ اپنے گھر والوں کے پاس صحیح سلامت واپس ہو گا۔

(۸۲۰) نیز آپ علیہ السلام نے فرمایا: مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو اپنی کسی حاجت کے لئے جائے اور باوضو ہو اس کی حاجت کیسے پوری نہیں ہوتی۔ اور مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو تحت الحنک کے ساتھ عمامہ باندھ کر کسی حاجت کے لئے جائے اس کی حاجت کیسے پوری نہیں ہوتی۔

(۸۲۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں اور مشرکوں میں امتیاز وفرق صرف تحت الحنک کے ساتھ عمامہ کا ہے مگر یہ فرق ابتدائے اسلام میں تھا۔

(۸۲۲) اور اہل خلاف نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے عمامہ میں تحت الحنک کا حکم دیا اور بغیر تحت الحنک عمامہ سے منع فرمایا تھا۔

(۸۲۳) حلبی اور عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص کے منہ پر کپڑا پڑا ہے کیا وہ نماز میں (سوروں کی) قرأت کرے؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

اور حلبی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب وہ ہمہمہ (آہستہ آواز) سنے۔

(۸۲۴) رفاعہ بن موسیٰ نے حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے ایک خضاب لگائے ہوئے شخص کے لئے دریافت کیا کہ اگر وہ سجدہ اور قرأت پر قادر ہو تو کیا وہ اسی خضاب کی حالت میں نماز پڑھے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اگر اس کے خضاب باندھنے کا کپڑا پاک ہے اور وہ خود باوضو ہے۔

اور کوئی حرج نہیں اگر عورت خضاب لگائے ہوئے ہو اور اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں اور وہ نماز پڑھے۔ یہ حدیث روایت کی ہے عمار ساباطی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے۔

(۸۲۵) علی بن جعفر اور علی بن یقطین نے حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے روایت کی ہے۔ ان دونوں نے ان جنابؑ سے ایک ایسے مرد اور عورت کے متعلق دریافت کیا جو دونوں خضاب لگائے ہوئے ہیں کیا یہ دونوں مہندی اور وسمہ کا خضاب لگائے ہوئے نماز پڑھیں؟ آپؑ نے فرمایا: اگر منہ اور ناک کھلی ہوئی ہے تو کوئی حرج نہیں۔

(۸۲۶) محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے مگر اپنے ہاتھ اپنے لباس سے باہر نہیں نکالتا؟ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ اپنے ہاتھ باہر نکالے تو بہتر ہے اور اگر نہ نکالے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

(۸۲۷) زیاد بن سوقہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر کوئی شخص تم میں سے صرف ایک لباس میں نماز پڑھے اور اس کے بٹن کھلے ہوئے ہوں تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین حنیف (سیدھا سادہ) ہے۔

باب: سجدہ کس چیز پر کرنا چاہیے اور کس پر نہیں کرنا چاہیے

(۸۲۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: زمین پر سجدہ فرض اور دوسری چیز پر سنت ہے۔

(۸۲۹) نیز آپؑ نے ارشاد فرمایا: امام حسینؑ کی قبر کی مٹی پر سجدہ کرنے سے زمین کے ساتوں طبق روشن اور نورانی بن جاتے ہیں۔

اور جس شخص کے پاس قبر حسین علیہ السلام کی مٹی کی تسبیح ہو تو اگر وہ تسبیح نہ بھی پڑھ رہا ہو تو بھی اس کا نام تسبیح پڑھنے والوں میں لکھ دیا جائے گا۔

اور انگلیوں پر تسبیح سے افضل کسی دوسری چیز پر تسبیح پڑھنا ہے اس لئے کہ قیامت کے دن ان چیزوں سے سوال کیا جائے گا (تمہارے اعمال کا)۔

(۸۳۰) حماد بن عثمان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: ہر وہ چیز جو زمین سے اگے اور روئیدہ ہو اس پر سجدہ جائز ہے سوائے ان چیزوں کے جو کھائی یا پہنی جاتی ہیں۔

(۸۳۱) یاسر خادم سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ ایک مرتبہ میں طبری چٹائی پر سجدہ کے لئے کچھ رکھ کر نماز پڑھ رہا تھا کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام کا میری طرف سے گزر ہوا آپؑ نے فرمایا: کیا بات ہے تم اس طبری چٹائی پر سجدہ کیوں نہیں کرتے کیا یہ زمین کے نباتات میں سے نہیں ہے؟

میرے والد رحمہ اللہ نے جو مجھے رسالہ بھیجا تھا اس میں تحریر فرمایا ہے کہ زمین پر سجدہ کرو یا اس چیز پر جو زمین سے اگی ہے اور مدینہ کی چٹائیوں پر سجدہ نہ کرو کیونکہ وہ چمڑے کی بنی ہوتی ہیں۔ اور نہ سجدہ کرو بال پر نہ اون پر نہ چمڑے پر نہ ریشم پر نہ شیشے پر نہ لوہے پر نہ سونے پر نہ پیتل پر نہ سیسہ پر نہ تانبے پر نہ پرندوں کے پروں پر اور نہ راکھ پر اور اگر زمین بہت گرم ہے اور ڈر ہے کہ پیشانی جل جائے گی یا بہت اندھیری رات ہے اور تمہیں بچھو اور کانٹے کا ڈر ہے کہ وہ تمہیں اذیت پہنچائے گا تو کوئی حرج نہیں کہ تمہاری آستین اگر وہ روئی یا کتان کی ہے تو اس پر سجدہ کرلو۔ اور اگر تمہاری پیشانی پر دمبل یا بڑا مستا ہے تو ایک گڑھا سا بنالو اور جب سجدہ کرو تو دمبل اس میں رکھو اور اگر تمہاری پیشانی پر کوئی ایسا مرض ہے کہ جس کی وجہ سے تم سجدہ نہیں کرسکتے تو اپنی پیشانی کے داھنے جانب سے سجدہ کرو اگر اس طرف سے سجدہ نہیں کرسکتے تو پیشانی کی بائیں طرف سجدہ کرو۔ اور اگر اس پر بھی سجدہ نہیں کرسکتے تو اپنے پشت دست پر سجدہ کرلو اور اگر اس پر بھی سجدہ نہیں کرسکتے تو پھر اپنی ٹھوڑی سے سجدہ کرلو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (سورۃ الاسرار آیت نمبر ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹) ترجمہ:

جن لوگوں کو اس کے قبل ہی آسمانی کتابوں کا علم بخشا گیا ہے ان کے سامنے جب یہ پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے بیشک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔ اور ان کو زیادہ عاجزی پیدا ہوتی ہے۔ (یہ آیات سجدہ ہیں اس لئے عربی متن نہیں دیا گیا) اور زمین کے علاوہ کسی چیز پر کھڑے ہونے اپنے ہاتھ اور گھٹنے اور دونوں انگوٹھے رکھنے اور ناک رگڑنے میں کوئی حرج نہیں اور (سجدے کے لئے) پیشانی رکھنے کے لئے تمہارے لئے یہ جائز ہے کہ ایک درہم کے برابر بالوں کی جڑ سے لے کر ابروؤں تک جہاں چاہو رکھو۔ اور تمہارا سجدہ ایسا ہونا چاہیے جیسے کوئی دبلا پتلا اونٹ بیٹھتے وقت اپنے پیٹ کو اونچا رکھتا ہے۔ تم ایسے رہو جیسے معلق ہو تمہارے جسد کا کوئی حصہ بھی کسی چیز کے سہارے نہ ہو۔

(۸۳۲) معلّٰی بن خنیس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قفر (پٹرول اور تارکول سے مشابہ ایک چیز) اور قیر (تارکول) پر نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: (مجبوری ہے تو) کوئی حرج نہیں۔

(۸۳۳) حسن بن محبوب نے ایک مرتبہ حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے چونے کے متعلق سوال کیا کہ وہ گوہ غلیظ اور مردار کی ہڈیوں سے پھونکا جاتا ہے پھر اسی چونے سے مسجد میں پختہ فرش کیا جاتا ہے کیا اس پر سجدہ کیا جائے؟ تو آپؑ نے اپنے خط میں جواب تحریر کیا کہ آگ اور پانی نے اسے پاک کر دیا ہے۔

(۸۳۴) داؤد بن ابی زید نے حضرت ابوالحسن ثالث امام علی النقی علیہ السلام سے ان کاغذوں کے متعلق دریافت کیا جن پر کچھ لکھا ہوا ہے کیا اس پر سجدہ جائز ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جائز ہے۔

(۸۳۵) علی بن یقطین نے حضرت ابوالحسن اول حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو اونی کمبل اور قالین پر سجدہ کرتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ حالت تقیہ میں ہے تو کوئی حرج نہیں۔ اور حالت تقیہ میں کپڑے پر سجدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۸۳۶) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے تارکول پر نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۸۳۷) زرارہ نے ان دونوں ائمہ میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے عرض کیا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اس کے سر پر ٹوپی یا عمامہ ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اگر اس کی پیشانی سر کے بال کی جڑ سے ابروؤں تک زمین سے ذرا بھی مس ہو جائے تو وہ کافی ہے۔

(۸۳۸) یونس بن یعقوب کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ دونوں سجدوں کے درمیان اپنے سجدہ کی جگہ پر کنکریاں برابر کر رہے ہیں۔

(۸۳۹) علی بن بجیل سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر بن محمد علیہما السلام کو دیکھا کہ جب وہ سجدہ سے سر اٹھاتے تو اپنی پیشانی سے کنکریاں جھاڑ کر زمین پر ڈال دیتے تھے۔

(۸۴۰) عمار ساباطی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: سر کے بالوں کی جڑوں سے ناک کے آخری سرے تک سجدہ کی جگہ ہے اس میں سے جو بھی زمین سے مس ہو جائے وہ تمہارے لئے کافی ہے اور زرارہ نے بھی آپؑ سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

(۸۴۱) ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک جگہ گرد و غبار ہے جب سجدہ کا ارادہ کرتا ہوں تو اسے پھونک لیتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

اور میرے والد رحمہ اللہ نے مجھے اپنے رسالہ میں تحریر فرمایا کہ سجدہ کی جگہ کو نہ پھونکو اور اگر پھونکنا ہی ہے تو نماز شروع کرنے سے پہلے پھونک لو۔

(۸۴۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: (جائے سجدہ کا پھونکنا) اس لئے مکروہ ہے کہ ڈر ہے کہ جو اس کے

میں نماز پڑھ رہا ہے اس کو اذیت ہو۔

اور حالت نماز میں کسی شخص کا اپنی پیشانی کی لگی ہوئی مٹی کا چھڑانا مکروہ ہے اور نماز کے بعد اس کو ویسے ہی چھوڑے رکھنا بھی مکروہ ہے۔ اور حالت نماز میں اپنی پیشانی سے مٹی چھڑانا کوئی گناہ نہیں اس لیئے کہ اس کی رخصت احادیث میں وارد ہوئی ہے۔

باب: کھانے اور پہننے کی چیزوں پر سجدہ کے منع ہونے کے سبب

(۸۴۳) ہشام بن حکم نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ یہ ارشاد فرمائیں کہ سجدہ کن چیزوں پر جائز ہے اور کن چیزوں پر جائز نہیں ہے؟ آپؑ نے فرمایا: سجدہ سوائے زمین کے یا اس سے جو چیزیں اگتی ہیں ان کے علاوہ کسی چیز پر جائز نہیں ہے۔ سوائے ان اگی ہوئی چیزوں کے جو کھائی اور پہنی جاتی ہیں۔ اس نے کہا: میں آپؑ پر قربان اس کا سبب کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس لئے کہ سجدہ اللہ کے سامنے جھکنا ہے اس لئے جائز نہیں کہ جو چیزیں کھائی یا پہنی جاتی ہیں اُن کی طرف آدمی جھکے کیونکہ دنیا والے کھانے اور پہننے والی چیزوں کے بندے بنے ہوئے ہیں۔ اور سجدہ کرنے والا اپنے سجدہ میں صرف اللہ کی عبادت میں مشغول ہے اس لئے یہ جائز نہیں کہ وہ سجدہ میں اپنی پیشانی دنیا والوں کے معبود پر رکھے جو اس کے دھوکے میں آگئے ہیں اور زمین پر سجدہ کرنا سب سے افضل ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تواضع اور خضوع کا زیادہ اظہار ہوتا ہے۔

باب: قبلہ

(۸۴۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو اہل مسجد کے لئے قبلہ بنایا ہے اور مسجد کو اہل حرم کے لئے قبلہ بنایا اور حرم کو تمام اہل دنیا کے لئے قبلہ بنایا ہے۔

(۸۴۵) مفضّل بن عمر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک مرتبہ ہمارے اصحاب کے نماز میں ذرا بائیں جانب مڑنے کا سبب دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: جب حجر اسود جنت سے نازل ہوا اور اپنی جگہ پر رکھا گیا تو حجر کے نور سے حرم کے تمام گوشے پرنور ہو گئے اور اس کی روشنی کعبہ کے دائیں جانب چار میل اور بائیں جانب آٹھ میل تک پہنچی پس اگر کوئی شخص داھنی جانب مڑے گا تو وہ حدود قبلہ سے نکل جائے گا اور اگر بائیں جانب مڑے گا تو حدود قبلہ سے خارج نہیں ہوگا۔ اور جو شخص مسجد حرام میں ہے تو وہ کعبہ کی طرف رخ کر کے جس جانب سے چاہے نماز پڑھے اور جو شخص کعبہ کے اندر نماز پڑھے تو وہ جس جانب چاہے نماز پڑھے مگر اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ دونوں ستونوں کے درمیان جو سرخ پتھروں کا فرش ہے اس پر کھڑا ہو اور اس رکن کی طرف رخ کرے جس میں حجر اسود ہے۔ اور جو شخص کعبہ کی چھت پر ہو اور نماز کا وقت آجائے تو وہ لیٹ جائے اور اپنے سر سے بیت معمور کی طرف اشارہ کرے اور جو شخص کوہ ابو قبیس پر ہو تو وہ کعبہ کو سامنے رکھے اور نماز پڑھے اس لئے کہ کعبہ اپنے اوپر کی جانب آسمان تک قبلہ ہے۔

اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرہ (۱۳) سال تک مکہ میں اور انیس (۱۹) مہینے تک مدینہ میں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی اس پر یہودی طعنہ زن ہوئے اور بولے کہ آپ بھی تو ہمارے ہی قبلہ کے تابع ہیں جس کا آپؐ کو شدید غم ہوا چنانچہ ایک شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے برآمد ہوئے اور اپنا چہرہ آسمان کے چاروں طرف پھرانے لگے اور جب صبح ہوئی تو نماز صبح پڑھی اس کے بعد جب ظہر کا وقت آیا اور آپؐ ظہر کی دو رکعت پڑھ چکے تو حضرت جبریلؑ یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔ **قد نری تقلب وجھک فی السّماء فلنولینک قبلة ترضاھا فول وجھک شطر المسجد الحرام** (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۴۴) [اے رسول تمہارا قبلہ بدلنے کے واسطے بار بار آسمان کی طرف منہ کرنا ہم دیکھ رہے ہیں تو ہم ضرور تم کو ایسے قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس سے تم خوش ہو جاؤ گے اچھا تو نماز ہی میں تم مسجد حرام (کعبہ) کی طرف منہ کر لو] پھر حضرت جبریلؑ نے آپؐ کا ہاتھ پکڑا اور آپؐ کا رخ کعبہ کی طرف پھیر دیا اور آپ کے پیچھے جو لوگ نماز پڑھ رہے تھے ان سب نے اپنا رخ کعبہ کی طرف موڑ لیا نتیجہ میں مرد جو آگے

کھڑے تھے وہ پیچھے ہو گئے اور عورتیں جو پیچھے کھڑی تھیں وہ آگے ہو گئیں اور یہ آپؐ کی وہ نماز ہے کہ جس کی پہلی دو رکعت نماز آپؐ نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھی اور آخر دو رکعت نماز آپؐ نے کعبہ کی طرف رخ کر کے پڑھی۔ اور اس کی خبر جب مدینہ کی مسجد میں پہنچی تو وہاں والے عصر کی دو رکعت بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھ چکے تھے اب باقی آخر کی دو رکعت انہوں نے کعبہ کی طرف رخ کر کے پڑھیں چنانچہ ان لوگوں کی یہ عصر کی نماز ابتدائی دو رکعت بیت المقدس کی طرف ہوئی اور آخر کی دو رکعت کعبہ کی طرف رخ کر کے ہوئی اسی بناء پر اس مسجد کا نام مسجد ذوالقبلتین ہو گیا۔

مسلمانوں نے پوچھا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ جتنی نمازیں لوگوں نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھیں کیا وہ سب ضائع ہو گئیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وما کان لیضیع ایمانکم (سورۃ بقرہ۔ آیت نمبر ۱۴۳) [ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے ایمان (نمازیں جو بیت المقدس کے رخ پر پڑھ چکے ہیں) کو ضائع کر دے]

میں نے اس حدیث کو بعینیہ کتاب "النبوت" میں بھی تحریر کر دیا ہے۔

(۸۴۶) عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ سے روایت کی گئی کہ انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک نابینا شخص کے متعلق پوچھا کہ اس نے غیر قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ لی تو آپؑ نے فرمایا: اگر اس نماز کا وقت ہے تو اعادہ کرے اور اگر وقت گذر گیا تو اعادہ نہیں کرے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر میں نے آپؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق پوچھا جس نے بادل گھرا ہوا تھا اور نماز پڑھ لی اور جب بادل چھٹا تو اس کو معلوم ہوا کہ اس نے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اگر اس نماز کا وقت ہے تو اعادہ کرے اور اگر وقت گذر گیا تو اعادہ نہیں کرے گا۔

(۸۴۷) زرارہ اور محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: شخص متحیر کے لئے تا ابد جائز ہے وہ جدھر چاہے رخ کر کے نماز پڑھے جب کہ اس کو معلوم نہیں کہ قبلہ کا رخ کدھر ہے۔

(۸۴۸) اور معاویہ بن عمار نے آنجناب علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد دیکھتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قبلہ سے ذرا دائیں یا بائیں منحرف تھا۔ آپؑ نے فرمایا: اس کی نماز ہو گئی۔ مشرق سے مغرب کے درمیان سب قبلہ ہے۔

اور قبلہ متحیر کے لئے یہ آیت نازل ہوئی ہے ولللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ (سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۱۵) (مشرق و مغرب سب اللہ ہی کے لئے ہے جدھر رخ کرو ادھر اللہ ہے)۔

(۸۴۹) محمد بن ابی حمزہ نے حضرت ابوالحسن اول امام موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر پائخانہ کی پشت سے زمین توڑ کر پانی ابلنے لگے اور وہ قبلہ کی جانب ہو تو اس کو کسی شے سے ڈھانک دو۔ اور مسلمان کی نماز نہیں ٹوٹتی اگر اس کے سامنے سے کوئی کتا یا کوئی عورت یا کوئی گدھا وغیرہ گزر جائے۔

(۸۵۰) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبلہ کی طرف تھوکنے سے منع فرمایا ہے۔

(۸۵۱) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ (نماز پڑھتے میں) مسجد میں کسی کا کھنکھار دیکھ لیا تو ابن طاب کھجور کے گچھے کو لے گئے اور کر اس کو صاف کیا اور پیچھے کی طرف الٹے پاؤں واپس ہوئے اور وہی نماز پڑھنے لگے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل نے نماز کے مسائل کے بہت سے دروازے کھول دیئے۔

(۸۵۲) نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رو بقبلہ ہو کر جماع کرنے کو منع فرمایا ہے اور قبلہ رو پیشاب پائخانہ کرنے کو بھی منع فرمایا ہے۔

(۸۵۳) اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص نماز میں (اگر تھوکنا چاہے تو) نہ اپنے سامنے تھوکے اور نہ اپنے داہنے

جانب تھوکے۔ اگر تھوکنا ہے تو بائیں جانب یا اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوک لے۔

(۸۵۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص نماز میں اجلال خداوندی کے پیش نظر اپنے تھوک کو روکے رہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مرتے دم تک صحت عطا فرمائے گا۔ اور روایت کی گئی ہے جس شخص کو غار میں قبلہ کا پتہ نہیں چلتا تو وہ چار جانب رخ کر کے نماز پڑھے۔

(۸۵۵) زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: قبلہ کی طرف رخ کیے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ راوی کا بیان ہے میں نے عرض کیا کہ قبلہ کے حدود کیا ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: مشرق و مغرب کے درمیان سب قبلہ ہے۔ میں نے عرض کیا: اور اگر کوئی شخص غیر قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ لے یا ابر کے دن میں غیر وقت میں نماز پڑھ لے؟ تو آپؑ نے فرمایا: وہ پھر سے نماز کا اعادہ کرے۔

(۸۵۶) اور ایک دوسری حدیث میں زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تم اپنا چہرہ قبلہ کے سمت رکھو اور قبلہ کی طرف سے اپنا منہ نہ پھیرو ورنہ تمہاری نماز فاسد ہو جائے گی چنانچہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نماز فریضہ کے متعلق کہ فول وجھک شطر المسجد الحرام و حیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ (سورہ بقرہ۔ آیت ۱۴۴) [(اے رسول) پس تم اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور (اے مسلمانوں) تم جہاں بھی ہو اسی کی طرف اپنا منہ کیا کرو] پس اٹھو اور سیدھے کھڑے ہو اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص چپ چاپ سیدھا کھڑا نہ ہوگا اس کی نماز نہ ہوگی اور اپنی نگاہیں اللہ کے سامنے خشوع کے ساتھ نیچے جھکائے رکھو، آسمان کی طرف نظر نہ کرو اور تمہارا چہرہ جائے سجدہ کے بالکل بالمقابل رہے۔

(۸۵۷) اور امام علیہ السلام نے زرارہ سے فرمایا: نماز کا اعادہ صرف پانچ وجہ سے کیا جائے گا۔ طہارت، وقت، قبلہ، رکوع، سجود (یعنی ان سب میں اگر کوئی کوتاہی ہوگئی ہو)۔

اور میرے والد رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک رسالہ میں تحریر فرمایا: اگر تمہارا نوافل پڑھنے کا ارادہ ہو اور تم کسی سواری پر ہو تو اپنی سواری کے سر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ لو جدھر وہ تمہیں لے جائے خواہ قبلہ کی طرف لے جائے یا دائیں یا بائیں۔ اور اگر تم اپنی سواری کی پشت پر نماز فریضہ پڑھو تو قبلہ رو ہو کر تکبیر افتتاح کہو پھر جانے دو جدھر تمہاری سواری لے جائے۔ تم سورۃ کی قرات کرو اور جب رکوع اور سجود کا ارادہ ہو تو رکوع اور سجود ایسی چیز پر کرو جس پر سجدہ جائز ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہو مگر یہ نماز فریضہ تم اس طرح سواری پر اسی حال میں پڑھو جب شدید اضطرار اور مجبوری ہو۔ اور اگر تم پاپیادہ چلتے ہوئے نماز پڑھ رہے ہو تو بھی ایسا ہی کرو لیکن جب سجدہ کرنا ہو تو زمین پر سجدہ کرو۔ اور آپؒ نے اپنے رسالہ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ اگر تم کو کسی درندے کا سامنا ہو اور ڈر ہو کہ نماز فوت ہو جائے گی تو قبلہ کی طرف رخ کرو اور نماز اشاروں سے پڑھ لو اور اگر ڈر ہو کہ اس طرح درندے سے تمہاری مڈبھیڑ ہو جائے گی تو جس طرح وہ چکر لگا رہا ہے اس طرح تم بھی چکر لگاؤ اور نماز اشاروں سے پڑھتے رہو۔

(۸۵۸) اور روایت کی گئی کہ اگر ہوا کا طوفان چل رہا ہو اور سفینہ والوں کا قبلہ رو ہونا ممکن نہ ہو تو صدر سفینہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ لو۔

(۸۵۹) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (بعض موقع پر) ہر واعظ قبلہ ہوتا ہے وعظ سننے والوں کے لئے اور وعظ سننے والے قبلہ بن جاتے ہیں واعظ کے لئے یعنی نماز جمعہ و عیدین و نماز استسقاء میں خطبہ کے وقت امام خطبہ سننے والوں کا قبلہ بنتا ہے اور خطبہ سننے والے امام کے لئے قبلہ بنتے ہیں یہاں تک کہ وہ خطبہ سے فارغ ہو جاتا ہے۔

(۸۶۰) ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں سفر میں ہوتا ہوں تو رات کے وقت قبلہ کا پتہ نہیں چلتا۔ آپؑ نے فرمایا: تم اس ستارے کو پہچانتے ہو جس کو جدی کہا جاتا ہے؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: تو اس کو اپنی دائیں جانب رکھو اور اگر حج کے راستہ پر ہو تو اس کو اپنے دونوں کاندھوں کے درمیان رکھو۔

باب: عمر کی وہ حد جس میں بچوں سے نماز کے لئے مواخذہ کیا جائے

(۸۶۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہم لوگ اپنے بچوں کو جب وہ پانچ سال کے ہوتے ہیں تو انہیں نماز کا حکم دیتے ہیں۔ تم لوگ اپنے بچوں کو جب سات سال کے ہو جائیں تو نماز کا حکم دو۔ ہم لوگ اپنے بچوں کو جب وہ سات سال کے ہو جاتے ہیں تو روزے کا حکم دیتے ہیں اور جتنی ان میں برداشت کی طاقت ہوتی ہے وہ ایک دن میں رکھتے ہیں۔ آدھے دن یا اس سے زیادہ یا آدھے دن سے کم جب ان پر بھوک پیاس کا غلبہ ہوتا ہے تو افطار کر لیتے ہیں تاکہ وہ روزہ رکھنے کے عادی ہو جائیں اور ان میں اس کی برداشت آجائے۔ تم لوگ اپنے بچوں کو جب وہ نو (۹) سال کے ہو جائیں تو روزہ رکھنے کا حکم دو اور جب ان پر پیاس کا زیادہ غلبہ ہو تو افطار کر لیں۔

(۸۶۲) حسن بن قارن سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام سے سوال کیا یا کسی نے آپؑ سے سوال کیا اور میں نے سنا ایسے شخص کے متعلق کہ جس کے لڑکے کی ختنہ ہوئی تھی اور اس نے ایک دن یا دو دن نماز نہیں پڑھی۔ آپؑ نے اس سے پوچھا: لڑکا کتنے سال کا ہے؟ اس نے عرض کیا: آٹھ سال کا آپؑ نے فرمایا: سبحان اللہ (وہ آٹھ سال کا ہو گیا) اور اس نے نماز چھوڑ دی۔ اس نے عرض کیا: اسے درد ہو رہا تھا آپؑ نے فرمایا: وہ جتنی پڑھ سکتا ہو پڑھے۔

(۸۶۳) عبداللہ بن فضالہ نے روایت کی ہے حضرت امام جعفر صادق اور حضرت امام محمد باقر علیہما السلام سے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ کو فرماتے ہوئے سنا: جب لڑکا تین سال کا ہو جائے تو اس سے کہو کہ وہ سات مرتبہ لا الہ الا اللّٰہ کہے۔ پھر اسے چھوڑ دو اور اب جب کہ وہ تین سال سات ماہ اور بیس دن کا ہو جائے تو اس سے کہا جائے کہ سات مرتبہ محمد الرسول اللّٰہ کہو اور پھر چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ وہ چار سال کا ہو جائے تو اس سے کہا جائے کہ سات مرتبہ صلی اللّٰہ علی محمد و آلہ کہو اور پھر چھوڑ دیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ پانچ سال کا ہو جائے تو اس سے پوچھا جائے کہ تمہارا داہنا ہاتھ کون سا ہے اور بایاں ہاتھ کون سا ہے اگر وہ اپنا دایاں اور بایاں پہچاننے لگا ہے تو اس کا منہ قبلہ کی طرف کر کے کہا جائے کہ سجدہ کرو اور پھر چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ وہ پورا سات سال کا ہو جائے اور جب پورا سات سال کا ہو جائے تو اس سے کہا جائے تم اپنا منہ اور اپنے ہاتھ دھوؤ جب وہ اپنے دونوں ہاتھ اور منہ دھوئے تو اس سے کہا جائے کہ نماز پڑھو۔ پھر اسے چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ اس کے نو سال پورے ہو جائیں اور جب وہ نو سال کا پورا ہو جائے تو اس کو وضو کی تعلیم دی جائے اور مار کے سکھایا جائے اور اسے نماز کا حکم دیا جائے اور اسے مار مار کر پڑھایا جائے اور جب وہ وضو اور نماز سیکھ لے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے والدین کو اللہ بخش دے گا۔

باب: اذان و اقامت اور موذنین کا ثواب

(۸۶۴) حفص بن بختری نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے اور نماز کا وقت آگیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اذان کہی اور جب انہوں نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو ملائکہ نے بھی اللہ اکبر اللہ اکبر کہا۔ جب انہوں نے اشھد ان لا الہ الا اللہ کہا تو ملائکہ نے کہا: انہوں نے اللہ کی ہمیشگی کا اقرار کیا۔ جب انہوں نے کہا: اشھد ان محمد رسول اللہ تو ملائکہ نے کہا کہ کوئی نبی معبوث ہوا جب انہوں نے حی علی الصلوٰۃ کہا تو ملائکہ نے کہا: یہ اپنے رب کی عبادت کے لئے لوگوں کو آمادہ کر رہے ہیں جب انہوں نے حی علی الفلاح کہا تو ملائکہ نے کہا: جس نے ان کی اتباع کی اس نے فلاح پائی۔

(۸۶۵) منصور بن حازم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام (**کلمات**) **اذان** لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نازل ہوئے اور اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر اقدس حضرت علیؑ کی آغوش **میں تھا۔ حضرت**

جبرئیلؑ نے اذان کہی اور اقامت کہی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب سے بیدار ہوئے تو آپؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ تم نے سنا؟ انہوں نے کہا: ہاں یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پوچھا: تم کو یاد ہے؟ عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا پھر بلال کو بلاؤ اور انہیں سکھا دو۔ حضرت علیؑ نے بلالؓ کو بلوایا اور ان کو اذان دینا سکھادیا۔

(۸۶۶) زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اذان تو تم چاہے بغیر وضو کے کہہ لو، ایک لباس میں کہہ لو، کھڑے ہوکر کہہ لو، بیٹھ کر کہہ لو، جس طرف تمہارا رخ ہو کہہ لو، مگر جب تم اقامت کہو تو باوضو ہوکر اور نماز کے لئے آمادہ ہوکر۔

(۸۶۷) احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ایک شخص بیٹھا ہوا ہو تو اذان کہہ لے، سواری پر ہو تو اذان کہہ لے۔

(۸۶۸) ابوبصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر تم سواری پر ہو یا پیدل چل رہے ہو یا بغیر وضو کے ہو اور اذان کہہ لو تو کوئی حرج نہیں مگر تم سوار ہو یا بیٹھے ہوئے ہو تو اقامت نہ کہو مگر یہ کہ کوئی عذر ہو یا چوروں کی سرزمین ہو۔

(۸۶۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: موذن کو اذان و اقامت کے درمیان اتنا ثواب مل جاتا ہے جتنا خدا کی راہ میں شہید ہونے والے اور اپنے خون میں لوٹنے والے کو۔ حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: پھر تو لوگ اذان دینے کے لئے آپس میں لڑیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہرگز ایسا نہیں بلکہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ اذان دینے کا کام ضعیفوں پر چھوڑ دیں گے تو یہی وہ گوشت و پوست ہیں جن پر اللہ نے جہنم کو حرام کردیا ہے۔

(۸۷۰) حضرت علی (علیہ السلام) نے فرمایا: آخری گفتگو جو مجھ سے میرے ولی حبیب (رسول اللہ) نے کی وہ یہ کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: اے علیؑ جب تم نماز پڑھو تو تمہارے پیچھے جو سب سے زیادہ ضعیف شخص ہو اس کی جیسی نماز پڑھو اور اذان پر کسی ایسے شخص کو مقرر نہ کرو جو اذان کی اجرت لیتا ہو۔

(۸۷۱) خالد بن نجیح نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اذان میں اللہ اکبر کے حا اور الف کو پوری فصاحت کے ساتھ کہنا حتمی اور لازمی ہے۔

(۸۷۲) اور ابوبصیر نے ان دونوں ائمہ میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ بلال ایک غلام صالح تھے انہوں نے کہہ دیا کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی ایک کے لئے بھی اذان نہیں کہوں گا پس اسی دن سے حی علی خیر العمل کہنا ترک کردیا گیا۔

(۸۷۳) حسن بن سرّی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: یہ سنت ہے کہ اگر کوئی شخص اذان کہے تو اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لے۔

(۸۷۴) اور خالد بن نجیح نے ان ہی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اذان اور اقامت دونوں حتمی اور لازمی ہیں اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ دونوں موقوف اور طے شدہ ہیں۔

(۸۷۵) زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اذان میں تمہارے لئے اتنی بھی آواز جائز ہے کہ جیسے تم خود کو سنا رہے ہو یا خود کو سمجھا رہے ہو۔ اور (اللہ اکبر میں) ھا اور الف فصاحت اور وضاحت سے کہو۔ اور جب تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لو یا تمہارے سامنے کوئی نام لے تو تم درود بھیجو نبی اور ان کی آل پر خواہ اذان میں نام ہو یا غیر اذان میں۔

اور بغیر اپنے نفس پر زور دیئے تمہاری جتنی بھی آواز تیز ہوگی جسے اکثر لوگ سنیں اتنا ہی تمہارا ثواب زیادہ ہوگا۔

(۸۷۶) معاویہ بن وہب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اذان کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اسکو تم کھل کر بلند آواز سے کہو اور

جب اقامت کہو تو اس سے کم اور دھیمی آواز سے اور اذان و اقامت میں تم صرف دخول وقت کا انتظار کرو اور اقامت میں جلدی کرو۔

(۸۷۷) نیز عمار ساباطی نے ان ہی جناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب تم نماز فریضہ کے لئے کھڑے ہو تو اذان کہو اور اقامت کہو اور اذان و اقامت کے درمیان فاصلہ دو خواہ بیٹھ کر یا کوئی اور بات کر کے یا تسبیح پڑھ کر۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ اذان و اقامت کے درمیان فاصلہ کے لئے کتنی بات کافی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: الحمد للہ (کافی ہے)۔

(۸۷۸) محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو پاپیادہ چل رہا ہے اور طاہر نہیں یا وہ سواری کی پشت پر ہے اور اذان کہہ رہا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اگر کلمہ شہادت کہنے والا روبقبلہ ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۸۷۹) اور زرارہ نے ان جناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب نماز کے لئے اقامت کہہ لی جائے تو پھر امام اور تمام اہل مسجد کے لئے کلام کرنا حرام ہے سوائے اس کے کہ امام کے آگے بڑھانے کے لئے کچھ کہا جائے۔

(۸۸۰) حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو تم میں سے سب سے اچھا قاری ہو وہ تمہاری نماز میں امامت کرے اور جو تم میں سے اچھے لوگ ہوں وہ اذان کہیں اور ایک حدیث میں ہے کہ جو تم میں سب سے زیادہ فصیح ہوں۔

(۸۸۱) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص مسلمانوں کے شہروں میں سے کسی شہر میں ایک سال اذان کہے تو اسکے لئے جنت واجب ہے۔

(۸۸۲) اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ موذن کی اللہ تعالیٰ مغفرت کرے گا۔ اس کی نگاہ آسمان تک جاتی ہے اور اس کی آواز آسمان پر گونجتی ہے اور ہر خشک و تر جو بھی اس کی آواز کو سنتا ہے اس کی تصدیق کرتا ہے اور مسجد میں جو بھی اس کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اس میں اس کا حصہ ہے اور جو بھی اس کی آواز سن کر نماز پڑھتا ہے اس کے لئے ایک نیکی ہے۔

(۸۸۳) اور امام علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص سات سال تک صرف بنظر ثواب اذان کہے گا تو وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے ذمہ کوئی گناہ نہ ہوگا۔

(۸۸۴) روایت کی گئی ہے کہ جب ملائکہ اہل زمین کی اذان کی آواز سنتے ہیں تو کہتے ہیں یہ امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز ہے جو اللہ کی وحدانیت کی گواہی دے رہے ہیں پھر وہ اللہ تعالیٰ سے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے طلب مغفرت کرتے رہتے ہیں جب تک کہ یہ لوگ نماز سے فارغ نہیں ہو جاتے۔

(۸۸۵) زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اذان کے لئے کم سے کم اتنی اجازت دی گئی ہے کہ ایک اذان اور ایک اقامت سے رات کا افتتاح ہو اور ایک اذان اور ایک اقامت سے دن کا افتتاح ہو اور اس کے علاوہ تمام نمازوں میں صرف اقامت جائز ہے بغیر اذان کے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام عرفات میں نماز ظہر و عصر ملا کر ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھیں اور مزدلفہ میں مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کر کے ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھی ہیں۔

(۸۸۶) اور عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ نے نماز ظہر و عصر کو ایک ساتھ جمع کر کے اذان اور اقامتوں کے ساتھ اور نماز مغرب و عشاء کو ایک ساتھ جمع کر کے ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ (سفر نہیں بلکہ) حضر میں بلا کسی عذر و سبب کے پڑھا۔

(۸۸۷) اور روایت کی گئی ہے کہ جو شخص اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اس کے پیچھے ملائکہ کی دو صفیں نماز پڑھتی ہیں اور جو شخص بغیر اذان کے صرف اقامت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اس کے پیچھے ملائکہ کی صرف ایک صف نماز پڑھتی ہے اور صف کی حد مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔

(۸۸۸) اور عباس بن ہلال کی روایت میں حضرت امام رضا علیہ السلام کا فرمان ہے: جس شخص نے اذان اور اقامت کہی اس کے پیچھے ملائکہ کی دو صفیں نماز پڑھتی ہیں اور اگر اس نے بغیر اذان کے صرف اقامت کہی تو اس کی داہنے جانب ایک ملک اور بائیں جانب ایک ملک نماز پڑھتا ہے پھر فرمایا: دو صفوں کو غنیمت سمجھو۔

(۸۸۹) اور ابن ابی لیلیٰ کی روایت میں حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اس کے پیچھے ملائکہ کی دو صفیں نماز پڑھتی ہیں۔ وہ صفیں اتنی طویل ہوتی ہیں کہ ان کے دونوں کنارے نظر نہیں آتے اور جو شخص صرف اقامت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اس کے پیچھے صرف ایک ملک نماز پڑھتا ہے۔

(۸۹۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص اذان صبح سنتے وقت یہ کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ بِاِقْبَالِ نَھَارِکَ وَاِدْبَارِ لَیْلِکَ وَ حُضُوْرِ صَلَوٰاتِکَ، وَاَصْوَاتِ دُعَاتِکَ اَنْ تَتُوْبَ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں دن کے آنے کا واسطہ دے کر، رات کے جانے کا واسطہ دے کر اور نماز کے وقت حاضر ہونے کا واسطہ دے کر اور تجھ سے دعا مانگنے کی آوازوں کا واسطہ دے کر کہ تو میری دعا کو قبول کر لے۔ بے شک تو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے)۔

اور اس طرح جب اذان مغرب سنے تو کہے اور اسی دن مرجائے یا اسی شب میں مرجائے تو وہ تائب مرے گا اور حضرت علی علیہ السلام کے موذن عامر کے والد ابن نباحؒ اپنی اذان میں حی علی خیر العمل، حی علی خیر العمل کہا کرتے جب حضرت علیؑ نے ان کو یہ کہتے دیکھا تو فرمایا: عدل کے ساتھ کہنے والوں کو مرحبا اور اس کے ساتھ ساتھ نماز پڑھنے والوں کو مرحبا اور اھلاً۔

(۸۹۱) حارث بن مغیرہ نضری نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جو شخص موذن کو یہ کہتے ہوئے سنے کہ اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا رسول اللّٰہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود اللہ سوائے اس اللہ کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں) تو یہ بھی اس کی تصدیق کرتے ہوئے بنظر ثواب کہے کہ وانا اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ واشھدان محمدا رسول اللّٰہ (میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں) تو یہ دونوں شہادتیں ہر کافر و ہر منکر سے برأت کے اظہار کے لئے اس کے واسطے کافی ہیں اور وہ ان دونوں شہادتوں کے ذریعہ ہر اس شخص کا معین و مددگار ہوگا جو اللہ کی وحدانیت کا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرتے اور اس کی شہادت دیتے ہیں اور اس کو تمام کافروں اور منکروں کی تعداد کے مطابق اور تمام اقرار کرنے والوں اور اس کی شہادت دینے والوں کی تعداد کے مطابق ثواب و اجر ملے گا۔

(۸۹۲) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے محمد بن مسلم سے فرمایا: اے محمد بن مسلم تم کسی حال میں بھی ہو ذکر خدا ہرگز نہ چھوڑو۔ اگر تم بیت الخلاء میں بھی ہو اور موذن کی اذان سنو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور وہ کہو جو موذن کہتا ہے۔

(۸۹۳) زید شحام نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے اذان و اقامت بھول کر نماز شروع کر دی؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اس کو سورہ الحمد پڑھنے سے پہلے یاد آ گیا تو وہ محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجے اور اقامت کہے اور اگر اس نے سورہ کی قرات شروع کر دی ہے تو پھر اپنی نماز مکمل کر لے۔

(۸۹۴) عمار ساباطی سے روایت کی گئی انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق

دریافت کیا جو اذان میں ایک لفظ کہنا بھول گیا اور اذان و اقامت سے فارغ ہونے کے بعد اس کو یاد آیا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ جو لفظ بھولا ہے اسے کہے اور اس کے بعد آخر اذان تک کہے۔ پوری اذان اور پوری اقامت کا پھر سے اعادہ نہ کرے۔

(۸۹۵) معاویہ بن وھب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے تثویب (نماز صبح میں الصلوہ خیر من النوم کہنا) کے متعلق دریافت کیا جو اذان و اقامت کے درمیان کہا جاتا ہے تو آپؑ نے فرمایا: ہم اس کو نہیں جانتے کہ آخر یہ ہے کیا۔

(۸۹۶) اور حضرت علی علیہ السلام فرمایا کرتے کہ اگر کوئی لڑکا محتلم ہونے (بالغ ہونے) سے پہلے اذان کہے تو کوئی حرج نہیں اور اگر کوئی حالت جنابت میں ہو اور اذان کہے تو کوئی حرج نہیں مگر غسل کرنے سے پہلے اقامت نہیں کہے گا۔

(۸۹۷) ابوبکر حضرمی اور کلیب اسدی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے ان دونوں کو اذان بتائی۔ پس فرمایا: اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ، اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ، اشھد ان محمداًالرسول اللّٰہ، اشھد ان محمداًالرسول اللّٰہ، حی علی الصلاۃ، حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، حی علی خیر العمل، حی علی خیر العمل، اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، لا الٰہ الا اللّٰہ، لا الٰہ الا اللّٰہ۔

(۸۹۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے موذن حضرات کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ امین ہوتے ہیں۔

(۸۹۹) نیز آپؑ نے فرمایا: تم لوگ جمعہ کی نماز عامہ کی اذان پر پڑھ لو اس لئے کہ یہ لوگ شدت کے ساتھ وقت کی پابندی کرتے ہیں۔

(۹۰۰) عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: سفر میں اذان کے بغیر اقامت کہہ لینے کی اجازت ہے۔

(۹۰۱) ابوبصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر تم راستے میں یا اپنے گھر میں اذان کہو پھر مسجد میں پہنچ کر اقامت کہو تو یہ تمہارے لئے جائز ہے۔

(۹۰۲) اور کبھی کبھی حضرت علی علیہ السلام اذان کہتے اور اقامت کوئی دوسرا شخص کہتا اور کبھی اذان کوئی دوسرا کہتا اور اقامت آپؑ کہتے تھے۔

(۹۰۳) ہشام بن ابراہیم نے ایک مرتبہ امام ابوالحسن رضا علیہ السلام سے اپنے مرض کی شکایت کی اور یہ کہ اس کے کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا تو آپؑ نے حکم دیا کہ وہ اپنے گھر میں باآواز بلند اذان دیا کرے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے میرا دکھ درد دور کردیا اور میری بہت سی اولاد ہوئی۔

محمد بن راشد کا بیان ہے کہ میں دائم المریض تھا میں اور میرے خادموں اور میرے اہل و عیال میں سے کچھ لوگوں کو مرض سے چھٹکارا نہیں تھا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ میں تنہا باقی رہ گیا تھا اور میری کوئی خدمت کرنے والا نہ تھا مگر جب میں نے ہشام سے یہ سنا تو میں نے بھی اس پر عمل کیا اور اللہ تعالیٰ نے بحمد للہ میرے اور میرے اہل و عیال کے سارے امراض دور کردیئے۔

(۹۰۴) روایت کی گئی ہے کہ جو شخص اذان سنے اور وہ کہتا رہے جو موذن کہتا ہے تو اس کے رزق میں زیادتی ہوگی۔

(۹۰۵) عبداللہ بن علی سے روایت کی گئی ہے کہ اس نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں نے اپنا مال تجارت بصرے سے لادا اور مصر کی طرف چلا ابھی میں راستے میں ہی تھا کہ ایک بزرگ کو دیکھا جو طویل القامت تھے، رنگ بہت سیاہ تھا، سر اور داڑھی بالکل سفید تھی۔ ان کا لباس دو پھٹی پرانی چادریں تھیں ایک سیاہ تھی اور ایک سفید۔ میں نے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام بلالؓ ہیں۔ یہ سن کر میں نے چند تختیاں اٹھائیں اور ان کے پاس پہنچا اور کہا: السلام علیک ایھا الشیخ۔ انہوں نے وعلیک السلام کہا۔ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپؓ پر رحم فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو حدیث آپؓ نے سنی ہو وہ بیان فرمائیں۔ انہوں نے کہا: تمہیں کیا معلوم کہ میں کون ہوں؟ میں نے عرض کیا: آپ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے موذن بلالؓ ہیں۔ یہ سن کر وہ رونے لگے اور میں بھی رونے لگا اور بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور ہم لوگ روتے رہے پھر انہوں نے پوچھا: بچے تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے عرض کیا: میں اہل عراق میں سے ہوں۔ انہوں نے کہا بہت خوب مبارک ہو مبارک ہو پھر تھوڑی دیر خاموش رہے اس کے بعد کہا: اے بھائی عراقی اچھا لکھو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپؐ فرما رہے تھے: موذن لوگ مومنین کی نماز، روزہ، ان کے گوشت اور خون کے امین ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے جو مانگیں گے اللہ ان کو دے گا اور جس کی بھی شفاعت کریں گے اللہ ان کی شفاعت کو قبول کرے گا۔

میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے کوئی اور حدیث ارشاد ہو۔ آپؓ نے کہا لکھو:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص چالیس سال تک محض اللہ کی خوشنودی کے لئے اذان کہے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اس طرح مبعوث کرے گا کہ اس کے نامہ عمل میں چالیس صدیقوں کا عمل نیک و مقبول لکھا ہوگا۔

میں نے عرض کیا: اللہ آپؓ رحم فرمائے کوئی اور حدیث ارشاد ہو۔ آپؓ نے کہا: لکھو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص بیس سال تک برابر اذان کہتا رہے گا اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس طرح مبعوث کرے گا کہ اس کے پاس آسمان کے برابر نور ہوگا۔

میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپؓ پر رحم فرمائے۔ کوئی اور حدیث ارشاد فرمایئے آپؓ نے کہا: لکھو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص ایک سال تک اذان دیتا رہے گا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اس طرح مبعوث کرے گا کہ اس کے سارے گناہ جتنے بھی ہوں گے خواہ کوہ احد کے وزن کے برابر کیوں نہ ہوں صاف کر دے گا۔

میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ کوئی اور حدیث ارشاد ہو آپؓ نے کہا: اچھا اس کو یاد رکھنا اور اس پر لوجہ اللہ عمل کرنا۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص فی سبیل اللہ ایمان واحتساب کے ساتھ تقرب الٰہی کے حصول کے لئے ایک نماز کے لئے بھی اذان کہے گا اللہ اس کے سارے پچھلے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ تعالیٰ اس پر یہ کرم کرے گا کہ بقیہ عمر اس کو گناہوں سے بچائے گا اور جنت میں اس کو شہداء کے ساتھ رکھے گا۔

میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپؓ پر رحم فرمائے سب سے اچھی حدیث جو آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہو اسے بیان فرمائیں۔ انہوں نے کہا: اے لڑکے تجھ پر وائے ہو تو نے میرے دل کی رگوں کو کاٹ دیا۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگے اور میں بھی رونے لگا اور خدا کی قسم مجھے ان پر بڑا ترس آیا۔ پھر انہوں نے فرمایا: اچھا لکھو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو ایک مٹی کے تودہ کی شکل میں جمع کر دے گا پھر موذنوں کے پاس نور کے فرشتے بھیجے گا جن کے ہاتھوں میں علم ہوں گے اور وہ ایسے گھوڑوں کو کھینچتے ہوئے لائیں گے جن کی لجامیں زبرجد سبز کی ہونگی اور ان کی پاکھر مشک اذفر کی ہونگی اس پر وہ موذن لوگ سوار ہو جائیں گے بلکہ ان گھوڑوں پر کھڑے ہونگے اور یہ ملائکہ ان گھوڑوں کو کھینچے اور یہ موذن با آواز بلند اذان دیتے ہوئے چلیں گے۔

یہ کہہ کر بلالؓ پر سخت گریہ طاری ہوا اور میں بھی رونے لگا۔ جب وہ روتے روتے خاموش ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ آپؓ کیوں روئے تھے؟ انہوں نے کہا: تم پر وائے ہو تم نے مجھے ایسی ایسی باتیں یاد دلا دیں جو میں نے اپنے حبیبؐ اور اپنے مشفق سے سنی تھیں وہ فرما رہے تھے: اس ذات کی قسم کہ

جس نے مجھ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا یہ موذن لوگ اپنے اپنے گھوڑوں پر کھڑے ہو کر تمام مخلوق کے سامنے سے گزریں گے اور کہیں گے اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر جب یہ لوگ کہیں گے تو میری امت کی چیخ و پکار سنی جائے گی تو اسامہ بن زید نے پوچھا کہ یہ چیخ و پکار کیسی ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا: یہ تسبیح و تحمید و تہلیل کی آواز ہوگی۔ اور جب موذن لوگ کہیں گے: "اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ" تو میری امت کہے گی: ہاں ہاں ہم لوگ دنیا میں اسی کی تو عبادت کرتے تھے تو کہا جائے گا کہ تم لوگوں نے سچ کہا۔ اور جب موذن صاحبان کہیں گے: "اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ" تو میری امت کہے گی کہ انہی نے تو ہمارے رب ذوالجلال کا پیغام ہم لوگوں تک پہنچایا اور ہم لوگ ان پر ایمان لائے حالانکہ ہم لوگوں نے ان کو دیکھا نہیں، تو ان سے کہا جائے گا: تم لوگوں نے سچ کہا یہی وہ ہیں کہ جنہوں نے تمہارے رب کا پیغام تم لوگوں تک پہنچایا تو اللہ نے بھی یہ طے کر لیا ہے کہ تم لوگوں کو اور تمہارے نبی کو ایک جگہ جمع کردے پھر ان کو ان کی منزلوں تک پہنچا دیا جائے گا اور اس میں وہ کچھ ہوگا جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا، نہ کسی کان نے سنا ہوگا، نہ کسی دل میں اس کا خیال آیا ہوگا۔ پھر میری طرف نظر اُٹھائی اور فرمایا: اگر تم سے ہو سکے اور استطاعت تو اللہ ہی دیتا ہے تو ایسا کرنا کہ بغیر موذن بنے ہوئے نہ مرنا۔ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپؒ پر رحم فرمائے میں ایک فقیر محتاج ہوں مجھے کچھ عطا کیجئے اور وہ چیز عنایت کیجئے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے اس لئے کہ آپ ان کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں اور مجھے ان کی زیارت نصیب نہ ہو سکی۔ اور یہ بتائیں کہ آپؒ سے آنحضرتؐ نے جنت کی کیا صفت بیان کی انہوں نے کہا: اچھا لکھو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جنت کی چار دیواری میں ایک اینٹ سونے کی ہوگی اور ایک اینٹ چاندی کی اور ایک اینٹ یاقوت کی اور اس کا گارا مشک اذفر کا ہوگا اس کے کنگرے یاقوت سرخ و سبز و زرد کے ہونگے۔ میں نے عرض کیا: اور اس کے دروازے کون کون سے ہونگے؟ انہوں نے کہا: اس کے دروازے مختلف ہونگے ایک باب رحمت ہوگا جو یاقوت سرخ کا ہوگا۔ میں نے عرض کیا: اور اس کا حلقہ کس چیز کا ہوگا؟ انہوں نے کہا: اب مجھے چھوڑو تم نے ایک پیچیدہ سوال کر دیا۔ میں نے عرض کیا: آپ جب تک نہ بتائیں گے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق کیا سنا ہے میں اس وقت تک آپ کو نہ چھوڑوں گا۔ انہوں نے فرمایا: اچھا تو پھر لکھو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک باب صبر ہوگا وہ ایک چھوٹا سا دروازہ ہوگا اور ایک پٹ کا ہوگا اور یاقوت سرخ کا ہوگا ایک باب شُکر ہوگا جو یاقوت سفید کا ہوگا وہ دو (۲) پٹ کا ہوگا اور ان دونوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہوگی۔ اور وہ شور کرے گا کہ پروردگار میرے اہل کو جلد میرے پاس بھیج۔ تو میں نے عرض کیا: کیا دروازہ کلام کرے گا؟ انہوں نے کہا: ہاں خدائے ذوالجلال اس کو قوتِ گویائی عطا کردے گا۔ اور ایک باب بلاء و آزمائش ہوگا۔ میں نے عرض کیا: کیا وہی تو باب صبر نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ میں نے کہا: پھر باب بلاء آزمائش کیا ہے؟ انہوں نے کہا: وہ باب مصیبت و امراض و اسقام وجذام ہوگا وہ یاقوت زرد کا ہوگا جس کا صرف ایک پٹ ہوگا اور بہت کم لوگ اس میں داخل ہونگے۔

میں نے عرض کیا: میں ایک مرد فقیر ہوں کچھ اور عنایت کیجئے اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ انہوں نے کہا: لڑکے تو نے مجھے بہت پریشان کیا اچھا سنو۔ ایک باب اعظم ہوگا اور اس میں صالح بندے داخل ہونگے اور وہ صاحبان زہد و تقویٰ ہونگے جو اللہ سے محبت وانس رکھتے ہونگے۔ میں نے عرض کیا: اچھا جب یہ سب لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے تو وہاں کیا کریں گے؟ انہوں نے کہا: یہ لوگ دو نہروں کے پانی میں یاقوت کی کشتیوں کے اندر بیٹھ کر سیر کریں گے جنکے پتوار موتی کے ہونگے اور اس میں نور کے فرشتے ہونگے جن کے لباس نہایت گہرے سبز رنگ کے ہونگے۔

میں نے عرض کیا: اللہ آپ پر رحم فرمائے کیا نور بھی سبز رنگ کا ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا: لباس تو سبز رنگ کا ہوگا لیکن اسکے اندر اللہ کا پیدا کیا ہوا نور ہوگا تا کہ یہ لوگ اس نہر کے دونوں کناروں کی سیر کریں۔ میں نے پوچھا: اس نہر کا نام کیا ہے؟ کہا: جنت الماویٰ۔ میں نے عرض کیا: کیا جنت میں اس کے علاوہ کوئی نہر اور بھی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں جنت عدن ہے جو جنت کے بالکل وسط میں ہے اور اسکی چہار دیواری یاقوت سرخ کی ہوگی۔ اس کے سنگریزے

موتی ہونگے۔ میں نے عرض کیا: اسکے اندران کے علاوہ کوئی اور نہر بھی ہوگی؟ انہوں نے کہا: ہاں جنت الفردوس۔ میں نے عرض کیا: اس کی چہار دیواری کیسی ہوگی؟ انہوں نے کہا: وائے ہو تجھ پر اے لڑکے چھوڑ مجھے تو نے تو سوال کرتے کرتے میرے دل کو زخمی کر دیا۔ میں نے عرض کیا: تو آپ نے بھی تو جواب دیتے دیتے میرے ساتھ ایسا ہی کیا ہے۔ میں نے عرض کیا: اس میں غرفے (کمرے) کس چیز کے ہونگے؟ انہوں نے کہا: اس میں غرفے اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے نور کے ہونگے۔

میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے کچھ اور بیان کیجیے۔ انہوں نے کہا: تم پر وائے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق مجھے اتنا ہی بتایا تھا۔ خوش بخت ہے وہ جو اس پر ایمان رکھے۔ میں نے عرض کیا: اللہ آپ پر رحم فرمائے میں خدا کی قسم اس پر ایمان رکھنے والوں میں سے ہوں۔ انہوں نے کہا: تم پر وائے ہو جو شخص اس پر ایمان رکھتا ہوگا یا اس حق اور اس منہاج کی تصدیق کرتا ہوگا وہ کبھی دنیا اور زینت دنیا کی طرف رغبت نہیں کرے گا اور خود اپنے نفس کا حساب کرتا رہے گا۔ میں نے عرض کیا: میں تو اس پر ایمان رکھتا ہوں۔ انہوں نے کہا: ہاں تم سچ کہتے ہو مگر اب اور تقرب حاصل کرو، اس پر پختہ ہو جاؤ، مایوس نہ ہو، عمل کرو، اس میں کوتاہی نہ کرو، امید رکھو، ڈرو اور اپنے آپ کو برائیوں سے بچاتے رہو۔

پھر حضرت بلالؓ نے گریہ کیا اور تین مرتبہ ایسی چیخ ماری کہ میں سمجھا کہ وہ اب مرے۔ اس کے بعد بولے: نجات نجات، جلدی جلدی، کوچ کوچ، عمل عمل، خبردار تم لوگ اس میں کوتاہی نہ کرنا خبردار اس میں کوتاہی نہ کرنا۔ پھر کہا: اچھا اگر مجھ سے بیان میں کوئی کوتاہی ہوئی تو اسے معاف کرنا۔ میں نے عرض کیا: آپ سے اگر کوئی کمی اور کوتاہی ہو تو وہ معاف ہے اللہ آپ کو جزائے خیر دے اور آپ نے وہ کیا جو آپ کا فرض تھا۔ پھر انہوں نے مجھے رخصت کیا اور کہا: اللہ سے ڈرنا اور جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے وہ امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتا دینا۔ میں نے عرض کیا: میں ان شاء اللہ ایسا ہی کرونگا۔ پھر کہا: اچھا اب میں تمہارے دین اور تمہاری امانت کو خدا کے سپرد کرتا ہوں، وہ تمہیں تقویٰ کا توشہ عنایت کرے گا اور اپنی مشیت سے اپنی اطاعت میں تمہاری مدد کرے گا۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی اذان دے لیتے تھے اور آپؐ کہتے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور کبھی فرماتے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اس لئے کہ احادیث میں دونوں طرح وارد ہوا ہے۔

ویسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو موذن تھے ایک حضرت بلالؓ اور دوسرے ابن ام مکتومؓ۔ ابن ام مکتوم نابینا تھے وہ صبح سے پہلے اذان دے دیا کرتے تھے۔

(۹۰۶) حضرت بلالؓ طلوع صبح کے بعد اذان دیتے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابن مکتومؓ رات میں اذان دے دیتے ہیں لہٰذا جب تم لوگ ان کی اذان سنو تو کھاؤ پیو جب تک کہ بلالؓ کی اذان نہ سن لو مگر عامہ نے اس حدیث کو الٹ دیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جب بلالؓ اذان دیں تو کھاؤ پیو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم اذان دیں (تو سحر کا کھانا ترک کر دو)۔

(۹۰۷) روایت کی گئی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا تو بلالؓ نے اذان کہنا چھوڑ دیا اور عہد کیا کہ اب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کے لئے اذان نہیں کہوں گا لیکن ایک دن حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے کہا: میں چاہتی ہوں کہ اپنے پدر بزرگوار کے موذن کی آواز سنوں۔ یہ خبر بلالؓ کو ملی تو اذان دی جب انہوں نے کہا: اللہ اکبر اللہ اکبر تو حضرت فاطمہؑ کو اپنے والد گرامی کا زمانہ یاد آیا۔ آپؑ نے رونا شروع کر دیا اور جب بلالؓ اشہد ان محمداً رسول اللہ تک پہنچے تو حضرت فاطمہؑ نے ایک چیخ ماری اور منہ کے بل گر گئیں اور غش کھا گئیں۔ لوگوں نے کہا اے بلالؓ اذان روک دو دختر رسولؐ دنیا سے رخصت ہو گئیں اور لوگوں نے سمجھا کہ وہ واقعاً مر گئیں چنانچہ بلالؓ نے اذان کو قطع کر دیا اور پوری اذان نہیں کہی۔ حضرت فاطمہؑ کو جب غش سے افاقہ ہوا تو کہلا بھیجا کہ اذان پوری کرو مگر بلالؓ نے اذان پوری نہیں کی اور کہلا دیا کہ اے سیدۃ النساء مجھے ڈر ہے کہ

جب آپؑ میری اذان سنیں گی تو آپؑ کے دل پر چوٹ لگے گی۔ لہٰذا آپؐ مجھے اذان سے معاف کریں۔

(۹۰۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: عورت پر نہ اذان ہے، اور نہ اقامت نہ نماز جمعہ ہے، نہ حجر اسود کو بوسہ دینا، نہ خانہ کعبہ میں داخل ہونا ہے اور نہ صفا و مروہ کے درمیان ہرولہ (تیز قدم چلنا) نہ سر منڈوانا، ان کے لئے ذرا سا بال تراش لینا (کافی) ہے۔

اور روایت میں ہے کہ ان کے لئے بال تراشنے میں انگلی کی ایک گرہ کے برابر کاٹنا کافی ہے۔ (کافی ج ۴ صفحہ ۵۰۳ باسناد صحیح)

(۹۰۹) اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: عورت جب قبیلہ کی اذان سن لیتی ہے تو پھر اس پر اذان اور اقامت کہنا لازم نہیں ہے اس کے لئے صرف کلمہ شہادتین کہہ لینا کافی ہے لیکن اگر وہ اذان و اقامت کہہ لے تو یہ افضل و بہتر ہے۔

اور نماز عیدین میں اذان و اقامت نہیں ہے بس آفتاب کا طلوع ہونا ہی ان دونوں کی اذان ہے۔

(۹۱۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر غول بیابانی (جنات) تمہیں راستہ بہکا دیں تو تم لوگ اذان کہا کرو۔

(۹۱۱) نیز فرمایا: جب کسی بچے کی ولادت ہو تو اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہو۔

(۹۱۲) نیز فرمایا: جس شخص نے چالیس دن تک گوشت نہیں کھایا وہ بد خلق ہو گیا ہے اور جو بد خلق ہو جائے اس کے کان میں اذان کہو۔

(۹۱۳) نیز فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی اذان میں مکرر لیا جاتا تھا سب سے پہلے جس نے اس کو حذف کر دیا وہ ابن اروی تھا (معارف ابن قتیبہ میں ہے کہ حضرت عثمان کی ماں کا نام اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبدالشمس ہے)۔

اور روایت کی گئی ہے کہ جب مدینہ میں موذن جمعہ کی اذان دے لیا کرتا تھا تو پھر ایک منادی ندا دیا کرتا تھا کہ اب خرید و فروخت حرام ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی بنا پر کہ یاایھاالذین امنوا اذانودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ و ذرو البیع (اے ایمان والو جب جمعہ کے دن نماز کے لئے آواز دی جائے تو اللہ کے ذکر کے لئے دوڑو اور لین دین چھوڑ دو) (سورہ جمعہ آیت نمبر ۹)۔

(۹۱۴) اور فضل بن شاذان نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے علل و اسباب کے سلسلے میں جن احادیث کا ذکر کیا ہے ان میں یہ بھی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: لوگوں کو جو اذان کا حکم دیا گیا ہے اس کی بہت سے مصلحتیں اور علل و اسباب ہیں۔ اس میں سے یہ سبب بھی ہے کہ جو نماز بھولا ہوا ہے اس کو یاد آجائے۔ جو غافل ہے وہ متنبہ ہو جائے۔ جس کو نماز کا وقت نہ معلوم ہو اس کو وقت کا پتہ چل جائے۔ اس اذان کے ذریعے موذن لوگوں کو خالق کی عبادت کے لئے دعوت دیتا ہے اس کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ توحید کا اقرار کرتا ہے ایمان کا اظہار اور اسلام کا اعلان کرتا ہے، جو شخص بھولا ہوا ہے اس کو یاد دلاتا ہے۔ اس کو موذن اس لئے کہتے ہیں کہ وہ نماز کے لئے اعلان کرتا ہے وہ اذان اللہ اکبر سے شروع کرتا ہے اور لا الہ الا اللہ پر ختم کرتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ابتداء اس کے نام سے ہو اور انتہا بھی اسی کے نام پر ہو چنانچہ اللہ اکبر میں پہلا نام اللہ کا ہے اور لا الہ الا اللہ میں آخر نام اللہ کا ہے۔ اور دو دو مرتبہ اس لئے رکھا گیا تاکہ سننے والوں کے کانوں میں یہ دو مرتبہ پہنچے اور ان کے لئے تاکید ہو۔ اگر کوئی ایک مرتبہ سن کر بھول جائے تو دوسری مرتبہ سن کر نہ بھولے اور چونکہ نماز دو دو رکعت ہے اس لئے اذان کا ہر فقرہ بھی دو دو مرتبہ ہے۔ اور ابتدائے اذان میں تکبیر چار مرتبہ اس لئے ہے کہ ابتدائے اذان پر انسان غافل رہتا ہے اس سے پہلے کوئی کلام نہیں ہوتا اس لئے ابتداء کی دو تکبیریں سننے والوں کے لئے انتباہ کے طور پر ہیں کہ اب اس کے بعد اذان ہو رہی ہے۔ اور تکبیر کے بعد دونوں شہادتیں اس لئے ہیں کہ اول ایمان اللہ کی وحدانیت کا اقرار ہے اور دوسرا ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار ہے اور ان دونوں کی اطاعت اور معرفت ساتھ ساتھ ہے اور اس ثبوت میں دو گواہیاں ضروری ہیں۔ پس جب بندے نے اللہ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار کر لیا تو گویا اس نے مکمل ایمان کا اقرار کر لیا اس لئے کہ اصل ایمان اللہ پر ایمان اور اس کے رسول پر ایمان ہے اور ان دونوں شہادتوں کے بعد نماز کی طرف دعوت ہے اس لئے کہ اذان نماز کی طرف دعوت ہی دینے کے لئے وضع کی گئی ہے اور اذان کے

درمیان میں نماز کی طرف بلانا اور فلاح وخیر العمل کی طرف دعوت دینا ہے اور اذان کا اختتام اللہ تعالیٰ کے نام پر جس طرح اس کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے نام سے ہوئی ہے۔

باب: نماز کی کیفیت ابتداء سے لے کر خاتمہ تک

(۹۱۵) حماد بن عیسیٰ سے روایت کی گئی ہے انہوں نے کہا کہ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اے حماد کیا تم احسن طریقہ سے نماز پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: مولا و آقا میں نماز میں حریز کی کتاب کو پیش نظر رکھتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں تم (میرے سامنے) کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ چنانچہ میں ان جنابؑ کے سامنے قبلہ رو کھڑا ہوا اور نماز شروع کر دی اور رکوع اور سجدہ کیا۔ آپؑ نے فرمایا: اے حماد تم نے احسن طور سے نماز نہیں پڑھی۔ ایک مرد کے لئے یہ کتنی بری بات ہے کہ ساٹھ ستر سال کا ہو جائے اور ایک نماز بھی پورے حدود کے ساتھ نہ پڑھ سکے۔ حماد کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں نے اپنے دل میں بہت ذلت محسوس کی اور عرض کیا: میں آپؑ پر قربان آپ مجھے نماز سکھا دیجئے۔ تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام میری اس گزارش پر قبلہ رو اپنے پاؤں پر سیدھے کھڑے ہو گئے اور اپنے دونوں ہاتھ پورے طور پر اپنی رانوں پر لٹکا دیئے اور انگلیاں ایک دوسرے سے ملا دیں اور دونوں پاؤں اتنے قریب کر لیے کہ ان کے درمیان تین انگل کا فاصلہ کھلا ہوا رہ گیا اور اپنے پاؤں کی تمام انگلیوں کو بھی قبلہ رو کر لیا اور ایسا کہ وہ قبلہ سے بالکل منحرف نہ تھیں پھر بالکل خضوع وخشوع اور اطمینان کے ساتھ آپؑ نے کہا: "اللہ اکبر" اور پھر سورۃ الحمد اور قل هو الله احد ترتیل اور خوش الحانی کے ساتھ پڑھیں پھر ذرا ٹھہرے اتنا کہ جتنا سانس لینے کے لئے رکا جاتا ہے اور کھڑے ہی کھڑے اللہ اکبر کہا پھر رکوع میں گئے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دونوں جدا جدا گھٹنوں پر رکھ دیا اور اتنا جھکے کہ اگر پیٹھ پر پانی یا تیل کا ایک قطرہ پڑ جائے تو پشت کے بالکل سیدھی ہونے کی وجہ سے نہ گرے اور دونوں گھٹنوں کو اپنے پیچھے کی طرف موڑا اور گردن کو بالکل سیدھا رکھا اور نگاہیں نیچی کر لیں پھر تین مرتبہ ترتیل کے ساتھ تسبیح پڑھی یعنی سبحان ربی العظیم وبحمده کہا پھر پورے طور سے سیدھے کھڑے ہو گئے تو کہا "سمع الله لمن حمده" پھر کھڑے ہی کھڑے اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے چہرے کے برابر اٹھائے اور سجدے میں گئے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں سے پہلے زمین پر رکھے اور تین مرتبہ سبحان ربی الاعلی وبحمده کہا اور اپنے بدن کا کوئی حصہ کسی شے پر نہیں رکھا اور آٹھ اعضا سے سجدہ کیا۔ پیشانی، دونوں ہاتھ کی ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے، دونوں پاؤں کے انگوٹھے اور ناک۔ ان میں سے سات تو فرض ہیں اور ناک کو بھی زمین پر رکھنا سنت ہے اور یہ ناک رگڑنا ہے۔ پھر سجدے سے سر اٹھایا اور جب سیدھے بیٹھ گئے تو اللہ اکبر کہا اور بائیں پاؤں پر بیٹھ گئے اور دائیں پاؤں کی پشت کو بائیں پاؤں کے تلوے میں رکھ دیا اور کہا "استغفر الله ربی واتوب اليه" پھر بیٹھے بیٹھے اللہ اکبر کہا اور دوسرا سجدہ کیا اور اس میں وہی کہا جو پہلے سجدے میں کہا تھا اور اپنے بدن کے کسی حصہ کو کسی شے پر نہیں رکھا نہ رکوع میں نہ سجدے میں۔ اپنی کلائیوں کو اٹھائے رہے اور پہلوؤں کو کھولے رکھا۔ اپنی کہنیوں کو زمین پر نہیں رکھا اور اس طرح دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا: اے حماد اس طرح نماز پڑھا کرو۔ اور کسی طرف ملتفت نہ ہو اپنے ہاتھ اور اپنی انگلیوں سے عبث کام نہ کرو۔ اور اپنے داہنے جانب تھوکو نہ بائیں جانب اور نہ اپنے سامنے۔

(۹۱۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہونے لگو تو یہ کہو: "اَللّٰهُمَّ اِنِّي اُقَدِّمُ اِلَيْكَ مُحَمَّداً بَيْنَ يَدَيْ حَاجَتِي وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِهٖ فَاجْعَلْنِي بِهٖ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ وَاجْعَلْ صَلَاتِي بِهٖ مَقْبُوْلَةً وَذَنْبِي بِهٖ مَغْفُوْراً وَدُعَائِي بِهٖ مُسْتَجَاباً اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ" (اے اللہ میں اپنی حاجتوں کی سفارش کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں اور انہی کے وسیلے سے تیرے روبرو آیا ہوں۔ لہٰذا ان ہی کا واسطہ تو دنیا اور آخرت دونوں میں مجھے آبرومند بنا دے، اور مجھے مقربین میں شمار کر، میری نماز کو قبول فرما، میرے گناہوں کو بخش دے، میری دعا کو مستجاب کر، بیشک تو غفور ورحیم ہے)۔

اور جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو پورے سکون اور وقار کے ساتھ کھڑے ہو۔ جلد بازی نہ کرو۔ تمہارے اندر شکم سیری، کسل وسستی نہ ہو،

اونگھ نہ آتی ہو۔ اور جب تم نماز شروع کرو تو تم پر خضوع وخشوع اور نماز پر پوری توجہ لازم ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: الذین ھم فی صلاتھم خاشعون (سورۂ مومنون آیت نمبر ۲) (وہ لوگ جو اپنی نماز میں خدا کے سامنے گڑگڑاتے ہیں) نیز ارشاد ہوتا ہے۔ وانھا لکبیرۃ الاعلی الخاشعین (سورۃ بقرہ آیت نمبر ۴۵) (البتہ نماز دوبھر تو ہے مگر خشوع کرنے والوں پر نہیں)۔

اور اپنا چہرہ قبلہ کی طرف رکھو۔ قبلہ سے نہ پھیرو ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور بالکل سیدھے کھڑے ہو اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو نماز میں بالکل سیدھا کھڑا نہ ہوگا اس کی نماز ہی نہ ہوگی اور نگاہ نیچی رکھو آسمان کی طرف نہ اُٹھاؤ۔ تمہاری نگاہ سجدہ گاہ پر ہونی چاہیے اپنے دل کو نماز میں مشغول رکھو۔ اس لئے کہ تمہاری نماز میں سے صرف اتنا ہی حصہ قبول ہوگا جو تم نے رجوع قلب کے ساتھ پڑھا یہاں تک کہ بندے کی نماز میں سے کبھی ایک چوتھائی کبھی ایک تہائی اور کبھی نصف نماز قبول ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ مومنین کے لئے اس کو نوافل سے پورا کر دیتا ہے۔ اور تم نماز میں اس طرح کھڑے ہو جیسے کوئی عبدِ ذلیل کسی صاحبِ جلال بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور یہ سمجھو کہ تم اس کے سامنے کھڑے ہو جو تمہیں دیکھ رہا ہے اور تم اس کو نہیں دیکھتے۔ اور اس طرح نماز پڑھو کہ جیسے یہ تمہاری بالکل آخری اور دنیا سے وداعی نماز ہے اس کے بعد تم کبھی نماز نہ پڑھ سکو گے۔ اور اپنی داڑھی اور اپنے سر اپنے ہاتھ سے عبث شغل نہ کرو، اپنی انگلیوں کو نہ چٹخاؤ۔ اپنے پاؤں کو آگے پیچھے نہ کرو ان کو برابر رکھو اور ان کے درمیان تین انگلی سے لے کر ایک بالشت تک کا فاصلہ رکھو۔ نہ انگڑائی لو نہ جماہی اور نہ ہنسو اس لئے کہ قہقہے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ سرین کے بل نہ بیٹھو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے سرین کے بل بیٹھنے والی ایک قوم پر عذاب نازل کیا تھا کہ جن میں سے ایک نے نماز کی تھکن کی وجہ سے اپنے دونوں سرینوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ لیے تھے اور حالت قیام میں اپنے سینے پر ہاتھ نہ باندھو ایسا مجوسی کیا کرتے ہیں۔ اپنے دونوں ہاتھ چھوڑ کر انہیں اپنی رانوں پر اپنے گھٹنوں کے سامنے رکھو۔ بہتر یہی ہے۔ (چنانچہ) اپنی نماز میں یہ اہتمام کرو۔ اس سے غافل نہ رہو اس لئے کہ اگر تم نے ہاتھ کو حرکت دی تو وہ تم کو کھیل میں مصروف کر دے گا۔ اور تم نماز میں کسی دیوار سے سہارا نہ لو سوائے یہ کہ تم بیمار ہو۔ اور اپنے دائیں بائیں نہ مڑو اس لئے کہ اگر تم اس قدر مُڑ گئے کہ اپنے پس پشت والے کو دیکھ لیا تو تم پر نماز کا اعادہ واجب ہے۔ اور جب بندہ کسی اور چیز کی طرف ملتفت ہوتا ہے تو اللہ اسے آواز دیتا ہے کہ میرے بندے تو کس کی طرف ملتفت ہے؟ تُو جس کی طرف ملتفت ہے کیا وہ مجھ سے بہتر ہے اور اگر یہ بندہ نماز میں کسی اور چیز کی طرف تین مرتبہ ملتفت ہوا تو پھر اللہ تعالیٰ اس سے نگاہ پھیر لیتا ہے۔ اور پھر تا ابد اس کی طرف نگاہ نہیں کرتا۔ اور سجدہ کی جگہ کو منہ سے نہ پھونکو اگر پھونکنے کا ارادہ ہے تو نماز شروع کرنے سے پہلے پھونک لو۔ اس لئے کہ تین قسم کی پھونک مکروہ ہے۔ سجدہ کی جگہ کا پھونکنا۔ گنڈے اور تعویز پر پھونکنا اور گرم کھانے پر پھونکنا۔ اور نماز کی حالت میں نہ تھوکو اور نہ ناک صاف کرو۔ اس لئے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے اجلال کے پیش نظر اپنے تھوک کو روکے گا اللہ اس کو تا دمِ مرگ صحت عطا کرے گا۔ اور اپنے دونوں ہاتھ تکبیر کے لئے گردن تک بلند کرو۔ یہ دونوں کان سے اوپر تجاوز نہ کریں رخسار کے سامنے رہیں اور انہیں اچھی طرح پھیلاؤ اور تین تکبیریں کہو اور یہ کہو:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ عَمِلْتُ سُوْءً اَوْ ظَلَمْتُ نَفْسِی فَاغْفِرْلِی ذُنُوْبِی اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ (اے اللہ تو ہی حقیقی بادشاہ ہے جو بالکل واضح ہے، نہیں ہے کوئی اللہ سوائے تیرے، تو پاک ہے اور لائق حمد ہے، میں نے گناہ کیا اور خود اپنے اوپر ظلم کیا پس میرے گناہوں کو بخش دے اس لئے کہ گناہ کوئی نہیں معاف کر سکتا سوائے تیرے) پھر دونوں ہاتھ اٹھانے اور چھوڑنے کے ساتھ اور تکبیریں کہو اور پھر یہ کہو۔

لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ فِی یَدَیْکَ، وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْکَ، وَالْمَھْدِیُّ مَنْ ھَدَیْتَ، عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ بَیْنَ یَدَیْکَ، مِنْکَ وَبِکَ وَلَکَ وَاِلَیْکَ، لَا مَلْجَا وَلَا مَنْجَا وَلَا مَفَرَّ مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ، تَبَارَکْتَ وَتَعَالَیْتَ، سُبْحَانَکَ وَحَنَانَیْکَ، سُبْحَانَکَ رَبَّ الْبَیْتِ الْحَرَامِ۔ (اے اللہ میں تیری بارگاہ میں بار بار حاضر ہوتا ہوں۔ خیر تیرے ہاتھ میں ہے۔ اور شر کی نسبت تیری طرف نہیں ہے؛

ہدایت یافتہ وہی ہے جس کی تو نے ہدایت کی۔ تیرا بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا تیرے سامنے ہے یہ تجھ سے ہے، تیرے لئے ہے اور تیری ہی طرف رجوع کرنا ہے اس لئے کہ کوئی جائے پناہ نہیں، کوئی نجات کی جگہ نہیں اور تجھ سے بھاگ کر جانے کی کوئی جگہ نہیں سوائے اس کے تیری طرف جایا جائے۔ اے بیت الحرام کے رب تو پاک و منزہ ہے تو تبارک و تعالیٰ ہے اور میں تجھے ہر برائی سے پاک، اور منزہ سمجھتا ہوں)۔ اس کے بعد دو تکبیریں کہو اور پھر یہ کہو۔

وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰى مِلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ وَدِيْنِ مُحَمَّدٍ وَمِنْهَاجِ عَلِيٍّ حَنِيْفًا مُسْلِمًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ (میں نے اپنا رخ موڑا اس ذات کی طرف جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے۔ ملت ابراہیمؑ دین محمدؐ اور مسلک علیؑ پر قائم رہتے ہوئے سیدھا مسلمان ہوں اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ میری نماز، میری عبادت، میرا جینا، میرا مرنا تمام عالمین کے رب کے لئے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمین میں سے ہوں، میں خدائے سمیع وعلیم کی پناہ چاہتا ہوں شیطان رجیم سے)

پھر اگر چاہو تو سات تکبیریں اقرار ربوبیت کے لئے بھی کہہ لو اور افتتاح نماز میں سات تکبیریں سنت جاریہ ہیں جیسا کہ زرارہ کی روایت ہے۔

(۹۱۷) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لئے برآمد ہوئے اور امام حسین علیہ السلام (بچپن کے اندر) ذرا دیر میں بولے تھے، اتنی دیر میں کہ لوگوں کو خطرہ ہوا کہ یہ بات ہی نہ کریں گے اور گونگے ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اپنے کاندھے پر اٹھائے ہوئے آئے۔ لوگوں نے آپؐ کے پیچھے صف باندھ لی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے دائیں پہلو میں کھڑا کر کے افتتاح نماز کے لئے اللہ اکبر کہا۔ تو امام حسین علیہ السلام نے بھی اللہ اکبر کہا، جب رسول اللہ صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم نے ان کو تکبیر کہتے سنا تو پھر تکبیر کہی اور امام حسین علیہ السلام نے بھی تکبیر کہی اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات تکبیریں کہیں اور امام حسین علیہ السلام نے بھی سات مرتبہ تکبیریں کہیں اور اسی بناء پر یہ سنت جاری ہوگئی۔

(۹۱۸) اور ہشام بن حکم نے حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ (سات تکبیریں کہنے کی) ایک دوسری وجہ بھی ہے اور وہ یہ کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کے لئے آسمان کی طرف گئے تو آپؐ نے سات حجاب طے کیے اور ہر حجاب کو طے کرتے وقت ایک تکبیر کہی اور اسی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو منتہائے درجہ کرامت تک پہنچا دیا۔

(۹۱۹) اور فضل بن شاذان نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے اور اس میں ایک اور سبب کا ذکر کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ اول نماز میں سات تکبیریں اس لئے ہیں کہ اصل نماز دو رکعت ہے اور ان دونوں رکعتوں کا افتتاح سات تکبیروں۔ سے ہے۔ تکبیر افتتاح نماز، تکبیر رکوع، دو سجدوں کے لئے دو تکبیریں پھر دوسری رکعت کے رکوع کے لیے ایک تکبیر پھر اس کے دونوں سجدوں کے لئے دو تکبیریں۔ پس اگر انسان نماز کے اول ہی میں سات تکبیریں کہہ لے اور درمیان کی کوئی تکبیر کہنا بھول جائے تو اس کی نماز میں کوئی نقص نہیں واقع ہوگا۔

اور یہ تمام وجوہ و اسباب درست ہیں اور کثرت وجوہ و اسباب سے مزید تاکید ہوئی ہے اس سے کوئی تضاد یا تناقض پیدا نہیں ہوتا۔ افتتاح نماز کے لئے ایک تکبیر بھی جائز ہے۔

(۹۲۰) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ مکمل اور سب سے زیادہ مختصر نماز پڑھتے وہ کہتے: اللہ اکبر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

(۹۲۱) ایک شخص نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا اور کہا: اے بہترین خدا کے ابن عم آپ پہلی تکبیر میں جو اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتے ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ واحد ہے، احد ہے، اس کے مثل کوئی شئے نہیں، نہ وہ

پانچ انگلیوں سے چھوا جاسکتا ہے اور نہ حواس خمسہ ظاہرہ و باطنہ سے اس کا ادراک کیا جاسکتا ہے۔

پس جب تم افتتاح نماز کے لیے تکبیر کہہ چکو تو سورۂ حمد پڑھو اور ایک سورۂ کوئی اور۔ اس کا تمہیں اختیار ہے کہ اپنی نماز فریضہ میں سوائے چار (مخصوص) سوروں کے کوئی سورہ بھی چاہو پڑھو۔ اور وہ چار سورے سورۂ الضحیٰ اور الم نشرح ہے اس لئے یہ دونوں مل کر ایک سورہ ہے اور لا یلاف قریش اور الم ترکیف ہے اس لئے کہ یہ دونوں بھی مل کر ایک ایک سورہ ہے۔ اگر تم ان دونوں کو پڑھ رہے ہو تو سورۂ الضحیٰ اور الم نشرح دونوں کو ایک رکعت میں پڑھو اور لایلاف اور الم ترکیف دنوں کو ایک رکعت میں پڑھو ان چاروں میں سے صرف کسی ایک کو نماز فریضہ کی ایک رکعت میں نہ پڑھو اور نہ نماز فریضہ میں دو سوروں کے درمیان پڑھو۔ اور نماز نافلہ میں تو جو چاہو پڑھو۔ اور نماز فریضہ میں سورۂ ہائے عزائم میں سے کوئی نہ پڑھو اور وہ سورۂ سجدہ لقمان۔ سورۂ حمٓ سجدہ۔ سورۂ النجم، سورۂ اقرا باسم ربک ہیں اور ان چار سورہ ہائے عزائم سے کوئی بھی پڑھے تو سجدہ کرے اور کہے اِلٰهِي آمَنَّا بِمَا كَفَرُوا، وَعَرَفْنَا مِنْكَ مَا أَنْكَرُوا، وَأَجَبْنَا کَ اِلٰی مَادَعُوا، اِلٰهِي فَالْعَفْوُ الْعَفْوُ (اے اللہ میں ایمان لایا اس پر جس سے لوگ انکار کرتے ہیں اور ہم نے پہچان لیا تیری طرف سے اس کو جس کو لوگ نہیں پہچانتے اور ہم نے جس طرف دعوت دی گئی قبول کیا اے اللہ عفو کا طالب ہوں عفو کا) اس کے بعد سجدہ سے سر اٹھائے اور تکبیر کہے۔

(۹۲۲) اور روایت کی گئی ہے کہ حضرت امام امیر المومنین علیہ السلام سورہ ہائے عزائم کے سجدوں میں فرمایا کرتے تھے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حَقّاً حَقّاً لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِيْمَاناً وَتَصْدِيقاً، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عُبُودِيَّةً وَرِقّاً، سَجَدْتُ لَکَ يَارَبِّ تَعَبُّداً وَرِقّاً لَا مُسْتَنْكِفًا وَلَا مُسْتَكْبِراً، بَلْ اَنَا عَبْدٌ ذَلِيْلٌ خَائِفٌ مُسْتَجِيْرٌ (نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے جو حق اور واقعی حق ہے۔ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں، اور اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے میں اس کی عبدیت اور غلامی کا دم بھرتا ہوں۔ میرے پروردگار میں نے تجھ کو سجدہ کیا ہے خود کو بندہ اور غلام سمجھتے ہوئے۔ مجھے کوئی غرور گھمنڈ نہیں ہے میں تو ایک بندہ ذلیل و خائف ہوں اور تجھ سے پناہ چاہتا ہوں) اس کے بعد اپنا سر اٹھاتے اور تکبیر کہا کرتے تھے۔

اور جو شخص کسی کو عزائم کی قرأت کرتے ہوئے سنے تو اس پر لازم ہے کہ سجدہ کرے خواہ وہ بے وضو کیوں نہ ہو۔ اور مستحب ہے کہ انسان ہر سورے کے اندر جس میں سجدہ ہے (سنے یا پڑھے) تو سجدہ کرے لیکن ان چاروں سورہ ہائے عزائم میں سجدہ واجب ہے۔

اور دن اور رات کی نمازوں میں افضل اور بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ الحمد اور سورہ انا انزلنا پڑھی جائے اور دوسری رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ قل ہو اللہ احد پڑھی جائے سوائے شب جمعہ کی نماز عشاء میں اس میں افضل یہ ہے کہ رکعت اول میں الحمد اور سورۂ جمعہ پڑھے اور رکعت دوم میں سورۂ الحمد اور سورۂ سبح اسم پڑھے اور روز جمعہ کی صبح ظہر و عصر کے اندر پہلی رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ منافقون پڑھے اور یہ بھی جائز ہے کہ شب جمعہ نماز عشاء اور نماز صبح اور نماز عصر بغیر سورۂ جمعہ سورۂ منافقون کے پڑھے اور یہ جائز نہیں کہ روز جمعہ نماز ظہر بغیر سورۂ جمعہ اور منافقون کے پڑھے۔ پس اگر تم ان دونوں کا پڑھنا یا ان دونوں میں سے کسی ایک کا پڑھنا نماز ظہر میں بھول گئے اور ان دونوں کے علاوہ کوئی دوسرا سورۂ پڑھنے لگے اور تمہیں یاد آیا تو اگر ابھی آدھا سورۂ نہیں پڑھا ہے تو اس کو چھوڑ کر سورۂ جمعہ اور منافقین پڑھو۔ اور اگر نصف سورہ پڑھ چکے ہو تو اس کو تمام کر و اور ان دونوں سوروں کو نماز نافلہ کی دونوں رکعتوں میں رکھ دو اور ان دونوں میں سلام پڑھو اور اپنی نماز کو سورہ ء جمعہ سورۂ منافقین کے ساتھ شمار کرلو۔

اور نماز ظہر کو بغیر سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقین کے پڑھنے کی رخصت بھی روایت کی گئی ہے۔ مگر اس رخصت کو استعمال کرتا ہوں یا یہ فتوی دیتا ہوں تو صرف حالت سفر اور مرض اور کسی ضرورت کے فوت ہو جانے کے موقع پر (کہ جہاں اس رخصت سے فائدہ اٹھا جا سکتا ہے)۔

اور دوشنبہ (پیر) اور پنجشنبہ (جمعرات) کو نماز صبح کی پہلی رکعت میں الحمد اور سورۂ ھل اتی علی الانسان اور دوسری رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ ھل

اتیک حدیث الغاشیہ جو شخص ان دونوں سوروں کو دوشنبہ اور پنجشنبہ صبح نماز میں پڑھے اللہ تعالیٰ اس کو ان دونوں دنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

اور ایک شخص جو حضرت امام رضا علیہ السلام کے خراسان کی طرف جانے میں آپؑ کے ساتھ تھا اس نے بیان کیا کہ جب آپؑ خراسان کی طرف چلے تو آپؑ اپنی نماز میں ان سوروں کی قرأت فرمایا کرتے تھے جن کا میں نے اوپر ذکر کیا اس لئے میں نے اس کتاب میں ان سوروں کے درمیان ان کا ذکر کر دیا ہے۔

اور ہر نماز (کی پہلی دو رکعتوں) میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھا کرو اور مغرب وعشاء اور صبح کی نماز (کی پہلی دو رکعتوں) میں تمام سوروں کی قرأت بلند آواز سے کیا کرو۔ مگر اپنے نفس پر زور دے کر بہت بلند آواز سے نہیں بلکہ اوسط آواز سے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها و ابتغ بين ذلك سبيلا (سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۱۰) (اور تم اپنی نماز نہ بہت چلا کر پڑھو اور نہ بہت چپکے سے بلکہ اس کے درمیان ایک اوسط طریقہ اختیار کرو) اور نماز ظہر وعصر میں سوروں کی قرأت با آواز بلند نہ کرو اس لئے کہ جو شخص ان دونوں نمازوں میں قرأت با آواز بلند کرے گا یا نماز مغرب وعشاء وصبح میں قرأت بالکل چپکے چپکے عمداً کرے گا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی نماز کا پھر سے اعادہ کرے اور اگر بھول کر ایسا کیا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے سوائے جمعہ کے دن ظہر کی نماز میں اس لئے کہ اس میں اس کو قرأت با آواز بلند کرنی ہے۔ اور آخر کی دو رکعتوں میں تسبیح اربعہ پڑھی جائے۔

(۹۲۳) اور امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ابتداء کی دو رکعتوں میں سوروں کی قرأت اور آخر کی دو رکعتوں میں تسبیح اربعہ اس لئے قرار دی گئی تا کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنی طرف سے فرض کیا ہے اس میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرض کیا اس کے اندر فرق رہے۔

(۹۲۴) محمد بن عمران نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا اور کہا کہ کیا سبب ہے کہ نماز جمعہ ونماز مغرب ونماز عشاء اور نماز صبح با آواز بلند پڑھی جاتی ہے اور ظہر وعصر کی نماز با آواز بلند نہیں پڑھی جاتی؟ اور کیا سبب ہے کہ آخر کی دو رکعتوں میں تسبیح اربعہ پڑھنا سوروں کی قرأت سے افضل ہے؟۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا: اس لئے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج میں آسمان پر تشریف لے گئے تو سب سے پہلی نماز جو اللہ تعالیٰ نے فرض کی وہ روز جمعہ ظہر کی نماز تھی اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ آپؐ کے پیچھے نماز پڑھیں اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ قرأت با آواز بلند کریں تا کہ ملائکہ پر ان کا فضل وشرف ظاہر ہو جائے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ پر نماز عصر فرض کی اور ملائکہ میں سے کسی ایک کو بھی حکم نہیں تھا کہ وہ آپؐ کے پیچھے نماز پڑھیں اور آپ کو حکم دیا کہ قرأت آہستہ آہستہ کریں اس لئے کہ آپؐ کے پیچھے نماز پڑھنے والا کوئی نہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر نماز مغرب کو فرض کیا اور ملائکہ کو بھیجدیا کہ وہ آپؐ کے پیچھے نماز پڑھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ قرأت با آواز بلند کریں اور اسی طرح نماز عشاء بھی۔ پھر جب فجر قریب ہوئی تو آپؐ آسمان سے نیچے تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر نماز فجر فرض کی اور حکم دیا کہ اس میں با آواز بلند قرأت کریں تا کہ جس طرح ملائکہ پر آپؐ کا فضل وشرف ظاہر ہوا تھا اس طرح انسانوں پر بھی آپؐ کا فضل وشرف ظاہر ہو جائے اس لئے نماز فجر میں قرأت با آواز بلند کی جاتی ہے۔

اور آخر کی دو رکعتوں میں تسبیح پڑھنا سوروں کی قرأت سے افضل اس لئے ہوا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر کی دو رکعتوں میں مشغول تھے کہ اسی اثناء میں آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی وہ عظمت یاد آئی جو وہ معراج پر دیکھ آئے تھے پس آپؐ حیرت میں آئے اور کہا: سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر اس لئے تسبیح سوروں کی قرأت سے افضل ٹھہری۔

(۹۲۵) اور یحییٰ بن اکثم قاضی نے حضرت ابوالحسن اول (امام موسیٰ بن جعفر) علیہما السلام سے نماز فجر کے متعلق دریافت کیا کہ یہ تو دن کی نماز ہے اس میں قرأت با آواز بلند کیوں کی جاتی ہے، بلند آواز سے تو رات کی نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو

آخری وقت رات کی تاریکی میں پڑھا کرتے تھے اور اس کو رات سے ملا دیتے تھے۔

(۹۲۶) فضل نے امام رضا علیہ السلام سے علل واسباب کے لئے جو کچھ نقل کیا ہے ان میں یہ ہے کہ آپؑ نے فرمایا: لوگوں کو نماز میں سوروں کی قرأت کو حکم دیا گیا تا کہ قرآن بالکل متروک اور ضائع نہ ہو جائے بلکہ محفوظ رہے اس کا درس لیا جائے، وہ مضمحل اور کمزور نہ پڑ جائے اور لوگ اس سے جاہل نہ رہیں۔

اور کسی سورے سے نہیں بلکہ صرف سورہ الحمد سے نماز میں قرأت کی ابتداء کی گئی اس لئے کہ جتنے جوامع خیر وحکمت سورۂ حمد میں جمع ہیں وہ قرآن کے کسی سورہ اور کلام میں نہیں ہیں چنانچہ الحمد للہ کہنے سے وہ شکر ادا ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر واجب کیا ہے، نیز اس نے اپنے بندے کو جو توفیق خیر عنایت کی اس کا شکر بھی ادا ہوتا ہے۔ رب العالمین اس میں اس کی وحدانیت کی گواہی اور اس کی حمد اور اس امر کا اقرار ہے کہ وہی خالق و مالک ہے۔ کوئی دوسرا نہیں الرحمن الرحیم اس میں تمام مخلوق پر اس کی عطاؤں اور نعمتوں کو یاد کرنا اور اس کی توجہ چاہنا ہے مالک یوم الدین اس میں دوبارہ اُٹھائے جانے اور حساب و کتاب وسزا و جزا کا اقرار ہے اور اس امر کو تسلیم کرنا ہے کہ جس طرح وہ دنیا کا مالک ہے اسی طرح آخرت کا بھی مالک ہے ایاک نعبد اس میں اللہ تعالیٰ سے تقرب کی رغبت کا اظہار ہے اور یہ عمل خالص اسی کیلئے ہے کسی دوسرے کے لئے نہیں و ایاک نستعین اس سے اس کی توفیق اور اس کی عبادت میں زیادتی کی درخواست اور جو کچھ اللہ نے اس کو عطا کیا اور اس کی مدد کی اور اس کو برقرار رکھنے کی التجا ہے اھدنا الصراط المستقیم اس کے دین کی طرف ہدایت اور اس کی رسی کو مضبوط پکڑے رہنے اور اپنے رب کی معرفت میں اضافہ کی درخواست ہے صراط الذین انعمت علیھم۔ اسی درخواست اور رغبت کے اظہار کی تاکید ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو جو نعمتیں عطا کی ہیں ان کا ذکر اور اس کے مثل نعمتوں کی خواہش ہے۔ غیر المغضوب علیھم اس میں بھی اللہ سے مدد چاہی ہے کہ دشمنوں، کافروں اور اس کے امر و نہی کو خفیف سمجھنے والوں میں سے نہ ہو جائے۔ ولا الضالین اور اللہ اس کو بچائے کہ وہ ان میں سے نہ ہو جائے جو اللہ کی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں اور بغیر معرفت کے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے اچھے کام کر رہے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس سورے میں کُلی طور پر دین و دنیا کی خیر و حکمت کو جمع کر دیا ہے جسے اور کسی چیز میں جمع نہیں کیا ہے۔ اور پھر بیان کیا ہے اس سبب کو جس کی بنا پر بعض نمازیں با آواز بلند پڑھی جاتی ہیں اور بعض بلند آواز سے نہیں پڑھی جاتیں۔ وہ نمازیں جو با آواز بلند پڑھی جاتی ہیں وہ اندھیرے کے اوقات میں ہوتی ہیں اس لئے واجب ہے کہ وہ با آواز پڑھی جائیں تا کہ ادھر سے گزرنے والا یہ جان لے کہ یہاں نماز جماعت ہو رہی ہے۔ اگر وہ پڑھنا چاہے تو پڑھ لے اس لئے کہ اگر اندھیرے میں اس کو جماعت نظر نہیں آتی تو آواز سن کر اس کو اس کا علم ہو جائے۔ اور وہ دو (۲) نمازیں جو با آواز بلند نہیں پڑھی جاتیں وہ روز روشن میں ہوتی ہیں اس کا علم اس کو دیکھ کر ہو جائے گا اسے سننے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

اور جب تم سورۂ الحمد اور کوئی سورہ پڑھ لو تو کھڑے ہی کھڑے ایک مرتبہ تکبیر کہو پھر رکوع کرو اور اپنا داہنا ہاتھ اپنے داہنے گھٹنے پر رکھو بائیں ہاتھ کو بائیں گھٹنے پر رکھنے سے پہلے اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھو اور کھلی ہوئی انگلیوں سے گھٹنے کو پکڑو اور اپنی گردن کو آگے بڑھاؤ اور تمہاری نگاہ اپنے دونوں قدموں کے درمیان سے لے کر سجدہ گاہ تک ہونی چاہیے۔

(۹۲۷) اور ایک شخص نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے سوال کیا اور کہا: اے خیر خلق کے ابن عم رکوع میں گردن کو آگے بڑھانے کا کیا مطلب ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اللہ پر ایمان رکھا خواہ میری گردن کیوں نہ ماردی جائے۔

اور جب تم رکوع کرو تو کہو: اَللّٰهُمَّ لَکَ رَکَعْتُ وَلَکَ خَشَعْتُ وَلَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ آمَنْتُ وَعَلَيْکَ تَوَکَّلْتُ وَاَنْتَ رَبِّی، خَشَعَ لَکَ وَجْهِی وَسَمْعِی وَ بَصَرِی وَشَعْرِیْ وَبَشَرِیْ وَلَحْمِیْ وَدَمِی وَمُخِّیْ وَعَصَبِیْ وَعِظَامِیْ، وَمَا اَقَلَّتْ الْاَرْضُ مِنِّیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

(اے اللہ میں نے تیرے لئے رکوع کیا، تیرے لئے جھکا، تیرے سامنے سرتسلیم خم کیا، تجھ پر ایمان لایا، تجھ پر بھروسہ کیا اور تو میرا رب ہے تیرے لئے میرا چہرہ، میرے کان، میری آنکھیں، میرے بال، میرا بشرہ، میرا گوشت، میرا خون، میری نلی کا گودہ، میرے اعصاب، میری ہڈیاں ہیں۔ بلکہ میری ہر وہ چیز جس کو زمین اُٹھائے ہوئے ہے سب اس اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے) پھر تین مرتبہ کہو سبحان ربی العظیم وبحمدہ اور اگر پانچ مرتبہ کہو تو بہت اچھا ہے اور اگر سات مرتبہ کہو تو وہ افضل ہے۔ مگر تمہیں تین مرتبہ بھی کہنے کی اجازت ہے یعنی سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ، اور مکمل تسبیح پڑھنے کی مریض اور عجلت میں ہونے والے کے لئے اجازت ہے۔ پھر رکوع سے سر اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاؤ اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور کہو سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہُ وَ الحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الرَّحمٰنِ الرَّحِیْمِ اَھْلَ الْجَبَرُوْتِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْعَظَمَۃِ (اللہ کی جو حمد کرتا ہے اس کو اللہ سنتا ہے۔ حمد اس اللہ کی جو عالمین کا رب ہے، رحمٰن رحیم ہے، صاحب جبروت و کبریائی و عظمت ہے) اور تمہیں صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کی بھی اجازت ہے پھر سجدہ میں گر جاؤ اور گھٹنے رکھنے سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ ایک ساتھ زمین پر رکھ دو۔

(۹۲۸) طلحہ اسلمی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ سجدہ میں جاتے وقت گھٹنوں سے پہلے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھنے کی وجہ کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: یہ دونوں ہاتھ ہی تو نماز کی کنجی ہیں۔

اور اگر سجدہ میں جاتے وقت تمہارے دونوں ہاتھوں کے اور زمین کے درمیان کوئی کپڑا ہے تو کوئی حرج نہیں مگر ان دونوں کو زمین پر رکھو تو یہ افضل ہے۔

(۹۲۹) اسماعیل بن مسلم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور انہوں اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص سجدہ کرے تو وہ اپنی ہتھیلیاں زمین سے متصل کر دے شاید اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے قیامت کے دن اس کی ہتھکڑیوں کو دور کر دے۔

اور تمہارا سجدہ اس طرح ہونا چاہیے جس طرح اونٹ بیٹھتے وقت اپنے پیٹ کو اونچا رکھتا ہے اور اس طرح رہو جیسے تم معلق ہو تمہارا جسد کسی چیز پر رکھا ہوا نہیں ہے۔

اور سجدے میں تمہاری نگاہ ناک کی طرف رہے۔ اور اپنی کلائیوں کو اس طرح نہ بچھا دو جیسے درندے اپنی کلائیاں زمین پر بچھاتے ہیں بلکہ ہتھیلیاں زمین پر ٹیکے رہو اور ناک زمین پر مس کرو۔ اور پیشانی میں بالوں کی جڑ سے ابروؤں تک کسی جگہ بھی ایک درہم کے برابر تمہارے لئے سجدہ کی اجازت ہے اور جس کی ناک زمین سے مس نہ ہوگی اس کی نماز نہ ہوگی۔ اور تم اپنے سجدے میں یہ کہو: اَللّٰھُمَّ لَکَ سَجَدْتُ، وَبِکَ آمَنْتُ وَلَکَ اَسْلَمْتُ، وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ، سَجَدَلَکَ وَجْھِیْ وَسَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَشَعْرِیْ وَبَشَرِیْ وَمُخِّیْ وَعَصَبِیْ وَعِظَامِیْ، سَجَدَ وَجْھِیْ لِلَّذِیْ خَلَقَہٗ وَ صَوَّرَہٗ وَشَقَّ سَمْعَہٗ وَبَصَرَہٗ تَبَارَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ۔ (اے اللہ میں نے تیرے لئے سجدہ کیا، تجھ پر ایمان لایا، تیرے سامنے سرتسلیم خم کیا، تجھ پر توکل کیا، میرا چہرہ، میرے کان، میری آنکھیں، میرے بال، میرا بشرہ، میرا مغز، میرے اعصاب اور میری ہڈیاں سب تیرے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ سجدہ کیا میرے چہرے نے اس ذات کو جس نے اسے پیدا کیا، اس کی صورت بنائی، اس کے کان اور اس کی آنکھیں بنائیں۔ رب العالمین تیری ذات بابرکت ہے) اس کے بعد "سبحان ربی الاعلی و بحمدہ" تین مرتبہ کہو۔ اور اگر پانچ مرتبہ کہو تو اچھا ہے اور اگر سات مرتبہ کہو تو افضل ہے اور تمہیں تین تسبیحات پڑھنے کی اجازت بھی ہے کہو سبحان اللہ، سبحان اللہ سبحان اللہ اور تسبیح تام کی مریض اور عجلت میں رہنے والے شخص کو اجازت ہے۔

پھر اس کے بعد سجدے سے سر اُٹھاؤ اور اپنے ہاتھوں کو اپنی طرف سمیٹ لو اور اچھی طرح بیٹھ جاؤ تو تکبیر کے لئے ہاتھوں کو بلند کرو اور دونوں سجدوں کے درمیان کہو: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاَجِرْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَاعْفُ عَنِّیْ اور تمہارے لئے یہ بھی اجازت ہے کہ صرف یہ کہو: اَللّٰھُمَّ

اغْفِرْلِی وَارْحَمْنِی اور پھر تکبیر کے لئے دونوں ہاتھ اٹھاؤ اور تکبیر کہو اور دوسرا سجدہ کرو اور اس میں وہ کہو جو پہلے سجدے میں کہہ چکے ہو اور دو سجدوں کے درمیان اقعاء (ہتھیلیوں کو زمین پر ٹیک کر گھٹنوں کے بل ہونا) کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور پہلی اور دوسری رکعت کے درمیان اور تیسری اور چوتھی رکعت کے درمیان اقعاء میں کوئی حرج نہیں مگر دونوں تشہدوں میں اقعاء جائز نہیں اس لئے کہ اقعاء کرنے والا بیٹھا ہوا نہیں ہوتا بلکہ کچھ بیٹھا ہوا ہوتا ہے اور کچھ نہیں اور یہ دعا تشہد کے لئے مناسب نہیں ہے۔ اور ایسے موقع پر جہاں امام کو بیٹھنا ہے اور اس پر کھڑا ہونا واجب ہے تو اس کو نیم نشستہ ہو کر زمین سے اٹھا ہونا چاہیے۔ (یعنی اقعاء کر لینا چاہیے) اور سجدہ نبی آدم کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی انتہائی عبادت ہے اور بندہ اس میں اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (واسجد واقترب) سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ۔

(۹۳۰) ایک شخص نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا اور کہا: اے بہترین خدا کے ابن عم (نماز میں) پہلے سجدہ کے کیا معنی ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: اس کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ تو نے ہم لوگوں کو اسی سے پیدا کیا ہے۔ یعنی زمین سے اور سجدے سے سر اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ اسی سے تو نے ہم لوگوں کو نکالا۔ دوسرے سجدے کا مطلب یہ کہ ہم لوگوں کو اسی کی طرف پلٹائے گا اور سجدے سے سر اُٹھانے کا مطلب یہ کہ اسی سے تو ہم لوگوں کو دوبارہ نکالے گا۔

(۹۳۱) ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نماز کی علت دریافت کی کہ اس میں دو (۲) رکعتیں یعنی دو رکوع اور چار سجدے کیوں ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: اس لئے کہ ایک رکعت کھڑے ہو کر پڑھنا دو (۲) رکعت بیٹھ کر پڑھنے کے برابر ہے اور رکوع میں **سبحان ربی العظیم وبحمدہ** اور سجدہ میں **سبحان ربی الاعلی وبحمدہ** اس لئے کہا جاتا ہے کہ

(۹۳۲) جب اللہ تعالیٰ نے آیت **فسبح باسم ربک العظیم** نازل فرمائی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے تم لوگ اپنے رکوع میں قرار دے لو۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے آیہ **سبح اسم ربک الاعلی** نازل فرمائی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے تم لوگ اپنے سجدوں میں رکھ لو۔

(الغرض) پھر دوسرے سجدے سے سر اُٹھاؤ اور جب کھڑے ہونے کے لئے ہاتھ پر ٹیک لگاؤ تو کہو: **بِحَوْلِ اللّٰهِ وَقُوَّتِهِ اَقُوْمُ وَاَقْعُدُ** اور دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو گئے تو سورۃ الحمد اور کوئی ایک سورہ پڑھو اور پڑھنے کے بعد رکوع سے پہلے قنوت پڑھو۔ اور پہلی رکعت میں سورہ الحمد اور سورہ انا انزلنا۔ اور دوسری رکعت میں سورۂ الحمد اور سورہ قل ھو اللہ احد پڑھنا مستحب ہے اس لئے کہ انا انزلنا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت صلوات اللہ علیہم کا سورہ ہے۔ پس ان لوگوں کو نماز گزار اللہ کی طرف اپنا وسیلہ بنائے اس لئے کہ انہی حضرات کے ذریعہ اس کو اللہ کی معرفت حاصل ہوئی ہے۔

اور دوسری رکعت میں سورہ توحید (قل ھو اللہ احد) پڑھے اس لئے کہ اسکے پڑھنے کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔ اس کے بعد قنوت پڑھے گا تو قنوت (کی دعا) قبول ہوگی۔

اور قنوت ایک سنت واجب ہے جو شخص ہر نماز میں اس کو عمداً ترک کرے گا اس کی نماز نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "**وقوموا للّٰہ قانتین**" یعنی اس کی اطاعت کرتے ہوئے اسے پکارتے ہوئے کھڑے ہو اور کم سے کم وہ قنوت جو کافی ہو جائے اس کی بہت سی قسمیں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ تم کہو رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ (میرے پروردگار میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما اور میری ان خطاؤں کو درگزر کر جو تو جانتا ہے۔ بے شک تو بڑا صاحب عزت اور بڑا صاحب کرم ہے) اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ تم کہو سُبْحَانَ مَنْ دَانَتْ لَهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بِالْعُبُوْدِيَّةِ۔ (پاک اور منزہ ہے اے وہ ذات کہ تمام آسمان اور زمین اس کے سامنے پست اور اطاعت گزار ہیں) اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ تم تین مرتبہ سبحان اللہ کہو۔ اور اپنے قنوت و رکوع و سجود و قیام و قعود میں دنیا و آخرت کے لئے دعا کرو اور اگر چاہو تو اپنی حاجت بیان کرو۔

(۹۳۳) حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قنوت کے متعلق دریافت کیا کہ کیا اس میں کوئی معینہ قول ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اپنے رب کی

ثناء کرو۔ اپنے نبی پر درود بھیجو اپنے گناہوں کی مغفرت چاہو۔

(۹۳۴) محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: قنوت نماز نافلہ اور نماز فریضہ کی ہر دو رکعت میں ہے۔

(۹۳۵) اور زرارہ نے ان ہی جنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: قنوت ہر نماز میں ہے۔

اور ہمارے شیخ محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ نے سعد بن عبداللہ کے متعلق بیان کیا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ قنوت کے اندر دعا فارسی میں جائز نہیں ہے اور محمد بن حسن صفار کہا کرتے تھے کہ جائز ہے اور میں بھی کہتا ہوں کہ جائز ہے۔

(۹۳۶) حضرت ابو جعفر ثانی (امام التقی علیہ السلام) کے قول کی بنا پر کہ کوئی حرج نہیں اگر انسان نماز فریضہ میں جس زبان میں چاہے اللہ سے مناجات کرے۔

اور اگر یہ حدیث نہ بھی ہوتی تو میں اس کو جائز کہتا اس حدیث کی بنا پر جو روایت کی گئی ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے۔

(۹۳۷) آپؑ نے فرمایا: ہر شے آزاد ہے جب تک کہ اس کے لئے کوئی منع نہ وارد ہوئی ہو۔ اور نماز کے اندر فارسی میں دعا تو اس کے لئے کوئی نہی نہیں وارد ہوئی ہے۔ **الحمد للہ رب العالمین۔**

(۹۳۸) اور حلبی نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا ہم نماز میں ائمہ علیہم السلام کا نام لے سکتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ان کا اجمالی طور پر ذکر کرو (جیسے آلِ محمدؑ)۔

(۹۳۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تم نماز میں اپنے رب سے جو مناجات بھی کرو یہ کوئی کلام نہیں (جو نماز میں مخل ہو)۔

(۹۴۰) اور منصور بن یونس بزرج نے آپؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو نماز فریضہ میں رونے والے کی صورت بناتا ہے یہاں تک کہ رونے لگتا ہے تو آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ پھر فرمایا: جب ایسا ہو تو تم دعا میں مجھے بھی یاد کر لیا کرو۔

(۹۴۱) اور روایت کی گئی ہے کہ نماز میں میت پر رونے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور نماز میں جنت و جہنم کے ذکر پر رونا بہترین عمل ہے۔

نیز روایت کی گئی ہے کہ ہر شے کا ایک ناپ اور ایک تول ہوتا ہے سوائے خوف خدا میں رونے کے اس لئے کہ اس کا ایک قطرہ جہنم کے سمندروں کو بجھا دیتا ہے اور اگر کسی قوم کا ایک شخص بھی خوف خدا میں روتا ہے تو پوری قوم پر رحم کیا جاتا ہے۔[۱]

(۹۴۲) اور ہر آنکھ قیامت کے دن روتی ہوگی سوائے تین آنکھوں کے: ایک وہ آنکھ جو خوف خدا سے روئی ہوگی، دوسری وہ آنکھ جس نے اس کے دیکھنے سے خود کو بچایا ہو جسے دیکھنا اللہ نے حرام کیا ہے، تیسری وہ آنکھ جس نے راہ خدا میں جاگتے ہوئے شب بسر کی ہے۔[۲]

(۹۴۳) صفوان جمال سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پیچھے بہت دنوں تک نماز پڑھی وہ ہر نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے خواہ وہ نماز با آواز بلند پڑھی جاتی ہو یا بلند آواز سے نہ پڑھی جاتی ہو۔

(۹۴۴) زرارہ سے روایت کی گئی ہے انہوں نے کہا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ہر قنوت با آواز بلند ہے۔ اور سوائے روزِ جمعہ کے

۱؎ یہ مضمون اس روایت سے ماخوذ کیا گیا ہے جو ثواب الاعمال (اردو ترجمہ صفحہ ۲۷۶ طبع دوم) میں محمد بن مروان کی سند سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرمایا: کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے کہ جس کے لئے پیمانہ اور وزن نہ ہو سوائے آنسوؤں کے۔ بیشک آنسو کا ایک قطرہ (جہنم کی) آگ کے سمندروں کو بجھا دیتا ہے اور جب آنکھ اپنے پانی کے ساتھ خشک ہو جائے تو تنگ دستی اور ذلت اس کے چہرے کے قریب نہیں آئے گی۔ پس جب آنسو جاری ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ (جہنم کی) آگ اس پر حرام کر دیگا اور اگر امت میں گریہ کی حالت باقی رہی تو ان پر رحم کیا جائے گا۔

۲؎ خصال (اردو ترجمہ ص ۱۶۷ طبع دوم) میں اس روایت کو سکونی کی اسناد سے حضرت جعفرؑ ابن محمدؑ نے اپنے والد گرامیؑ سے بیان کیا ہے اور انہوں نے بلند کیا حضرت نبیؐ تک۔

تمام دنوں کی نماز فریضہ میں قنوت ان الفاظ میں ہونا چاہیے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّي اَسْئَلُکَ لِيْ وَالِوَالِدَيَّ وَلِوَلَدِيْ وَ لِاَھْلِ بَيْتِيْ وَ اِخْوَانِي الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْکَ الْيَقِيْنَ وَ الْعَفْوَ وَالْمُعَافَاةَ وَالرَّحْمَةَ وَالْمَغْفِرَةَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ (بارالٰہا میں اپنے لئے، والدین کے لئے، اپنے گھر والوں کے لئے اور اپنے برادران مومنین کے لئے التجا کرتا ہوں کہ ان سب کو تجھ پر یقین ہو اور انہیں تیری طرف سے دنیا و آخرت میں عفو و معافی و رحمت و مغفرت اور عافیت عطا ہو) اور جب تم قنوت سے فارغ ہو جاؤ تو رکوع کرو اور سجدہ کرو اور جب دوسرے سجدے سے سر اٹھاؤ تو تشہد پڑھو اور کہو: بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى كُلُّهَا لِلّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْکَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، اَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيْراً وَنَذِيْراً بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ (اللہ کے نام سے اللہ کے ساتھ اور ہر طرح کی حمد اللہ کے لئے ہے اور اللہ کے سارے نام اچھے اچھے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اسی اللہ کے وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس نے ان کو حق کے ساتھ بشیر و نذیر بنا کر ہم لوگوں کے سامنے بھیجا ہے)۔

پھر تیسری رکعت کی تیاری کرو اور جب تم کھڑے ہونے کے لئے اپنے ہاتھ سے ٹیک لگاؤ تو یہ کہو: بِحَوْلِ اللّٰهِ وَقُوَّتِهِ اَقُوْمُ وَاَقْعُدُ اور آخر کی دو رکعتوں میں خواہ تم پیش نماز ہو یا غیر پیش نماز تین مرتبہ یہ کہو: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔

اور اگر چاہو تو ان میں سے ہر رکعت میں سورۃ الحمد پڑھو لیکن تسبیح پڑھنا افضل ہے اور جب چوتھی رکعت پڑھ چکو تو آخر میں تشہد پڑھو اور اپنے تشہد میں یہ کہو: بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى كُلُّهَا لِلّٰهِ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْکَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، اَرْسَلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ. اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ الطَّاهِرَاتُ الزَّاكِيَاتُ النَّامِيَاتُ الْغَادِيَاتُ الرَّائِحَاتُ الْمُبَارَكَاتُ الْحَسَنَاتُ لِلّٰهِ. مَاطَابَ وَطَهُرَ وَزَكٰى وَخَلَصَ وَنَمٰى فَلِلّٰهِ وَمَا خَبُثَ فَلِغَيْرِهِ. اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْکَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ اَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيْراً وَ نَذِيْراً بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ وَاَشْهَدُ اَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَ اَنَّ النَّارَ حَقٌّ وَاَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَارَيْبَ فِيْهَا وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ. وَاَشْهَدُ اَنَّ رَبِّيْ نِعْمَ الرَّبُّ وَاَنَّ مُحَمَّداً نِعْمَ الرَّسُوْلُ اُرْسِلَ وَاَشْهَدُ اَنْ مَاعَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ. اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلٰى مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ. اَلسَّلَامُ عَلَى الْاَئِمَّةِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ. اَلسَّلَامُ عَلٰى جَمِيْعِ اَنْبِيَاءِ اللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَ مَلَائِكَتِهِ. اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ. (اللہ کے نام سے اور اللہ ہی کے ساتھ شروع کرتا ہوں، ہر طرح کی حمد اللہ کے لئے ہے اور اللہ کے ہی سب اچھے اچھے نام ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں محمدؐ اس کے بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں اس نے ان کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ سارے ادیان پر غالب آ جائے خواہ مشرکین اس کو ناپسند کیوں نہ کریں۔ تحیہ و سلام اللہ کے لئے ہے نیز طیب و طاہر پاک و خالص، نامی و پُر رائحہ (خوشبو) و مبارک و صلوات بھی اللہ ہی کے لئے ہے اور جو طیب و طاہر و پاک و خالص ہے وہ اللہ کے لئے ہے اور جو ردی اور خراب ہے وہ غیر خدا کے لئے ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندہ اور اس کے رسول ہیں۔ اس نے ان کو حق کے ساتھ بشیر و نذیر بنا کر ہمارے سامنے اس وقت کے لئے بھی بھیجا ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ جنت حق ہے، جہنم حق ہے اور قیامت آنے والی ہے ان میں کوئی شک نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ جو لوگ قبروں میں ہیں انہیں دوبارہ اٹھائے گا اور گواہی دیتا ہوں کہ میرا رب بہترین رب ہے اور محمدؐ بہترین رسول ہیں جو رسول بنائے گئے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول کی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ وہ اللہ کا واضح پیغام پہنچائے۔ اے نبی آپ پر ہمارا اسلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکت ہو۔ محمدؐ بن عبداللہ خاتم النبیین

پر سلام۔ اور رشد و ہدایت کرنے والے ائمہ طاہرین پر سلام۔ اللہ کے تمام انبیاء اور اس کے رسولوں اور اس کے ملائکہ پر سلام۔ ہم لوگوں پر اور اللہ کے صالح بندوں پر سلام۔)

اور تمہارے تشہد میں صرف شہادتین پڑھ لینا بھی کافی ہے اور اس کا پڑھنا افضل ہے اس لئے کہ یہ عبادت ہے۔ پھر تم قبلہ رُو رہتے ہوئے سلام پڑھو اور اگر تم امامت کر رہے ہو تو اپنی نگاہ دائیں بائیں جانب موڑ لو (اور السلام علیکم کہو) اور اگر تم تنہا نماز پڑھ رہے ہو تو قبلہ رُو رہتے ہوئے ایک مرتبہ السلام علیکم کہو اور اپنی ناک بائیں پھراؤ۔ اور اگر تم کسی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہو تو قبلہ کی طرف رخ کر کے ایک مرتبہ کہو السلام علیکم لیکن اگر تمہارے بائیں جانب کوئی انسان نہیں ہے تو اپنے بائیں جانب سلام نہ کہو اور اگر تمہارے بائیں جانب کوئی دیوار حائل ہے تو اپنے بائیں جانب بھی السلام علیکم کہو۔ مگر دائیں جانب سلام کو نہ چھوڑ دخواہ کوئی ادھر ہو یا نہ ہو۔

(۹۴۵) اور ایک شخص نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے عرض کیا: اے خلق خدا میں سب سے بہترین کے ابن عم تشہد میں جو آپ اپنا داہنا پاؤں کھڑا رکھتے ہیں اور بایاں پاؤں پٹ رکھتے ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ تو باطل کو موت دے اور حق کو کھڑا کر دے۔ اس نے کہا: اچھا پیش نماز کے السلام علیکم کہنے کا کیا مطلب؟ آپؑ نے فرمایا: امام اللہ تعالیٰ کی ترجمانی کرتا ہے اہل جماعت کے لئے کہ تم لوگوں کو قیامت کے دن عذاب الٰہی سے امان ہے۔

پس جب تم نے سلام کہہ لیا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ تکبیر کہہ لی تو پھر یہ کہا کرو:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ اَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَ اَعَزَّ جُنْدَهُ وَغَلَبَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ، فَلَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. (نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنے وعدہ کو پورا کیا، اپنے بندے کی نصرت کی، اس کے گروہ کو قوت دی دوسرے گروہوں پر اکیلا غالب رہا پس اسی کے لئے مُلک ہے، اسی کے لئے حمد ہے، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور وہی ہر شے پر قادر ہے)۔

پھر تسبیح فاطمہ زہراؑ پڑھو اور وہ چونتیس (۳۴) مرتبہ اللہ اکبر اور تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمد للہ ہے۔

(۹۴۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جو شخص تسبیح فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہر نماز فریضہ کے بعد پڑھے گا قبل اس کے کہ وہ اپنے دونوں پاؤں کو موڑے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر دیگا۔

(۹۴۷) روایت کی گئی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے قبیلہ بنی سعد کے ایک شخص سے فرمایا: سنو میں تم سے اپنے اور فاطمہ زہراؑ کے متعلق بتاتا ہوں کہ وہ میرے پاس تھیں تو پانی کی مشکیں اتنی اٹھائیں کہ ان کے سینے پر نیل پڑ گیا، اتنی چکی پیسی کہ ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے۔ اور گھر میں اتنی جھاڑو دی کہ ان کے کپڑے غبار آلود ہو گئے۔ اور دیگچی کے نیچے اتنی آگ روشن کی کہ ان کے کپڑے دھوئیں سے بھر گئے۔ اور اس کی وجہ سے وہ شدید تکلیف میں تھیں تو میں نے ان سے کہا کہ اگر تم اپنے پدر بزرگوارؐ کے پاس جاتیں اور ان سے ایک خادمہ کی درخواست کرتیں تو جس تکلیف میں تم ہو وہ دور ہو جاتی۔ چنانچہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئیں اور جب وہ پہنچیں تو وہاں چند لوگوں کو آپؐ سے محو گفتگو پایا تو انہیں لوگوں کے سامنے کچھ کہتے شرم آئی چنانچہ واپس آگئیں اور آنحضرتؐ نے سمجھ لیا کہ یہ کسی کام سے آئی تھیں۔ تو دوسرے دن آنحضرتؐ ہم لوگوں کے پاس آئے اور ہم لوگ اپنے اپنے لحاف میں لیٹے ہوئے تھے آنحضرتؐ نے آکر کہا: السلام علیکم مگر ہم لوگ خاموش رہے۔ آنحضرتؐ نے پھر کہا: السلام علیکم۔ اب ہم لوگ ڈرے کہ اگر ہم لوگ جواب سلام نہیں دیتے تو آپؐ واپس چلے جائیں گے اور کبھی کبھی آپؐ ایسا کرتے بھی تھے کہ تین مرتبہ سلام کرتے اگر جواب ملا تو ٹھیک ورنہ واپس چلے جاتے تھے تو ہم لوگوں نے کہا: علیک السلام یا رسول اللہ تشریف لائیں تو آپ اندر تشریف لائے اور ہم لوگوں کے سرہانے بیٹھ گئے پھر پوچھا: اے فاطمہؑ کل تم کو مجھ سے

کیا کام تھا؟ اب میں ڈرا کہ اگر جواب نہ دیا تو آپ اُٹھ کر نہ چلے جائیں۔ اس لئے میں نے لحاف سے سر نکال اور عرض کیا: خدا کی قسم میں آپ کو بتاتا ہوں یارسول اللہ انہوں نے پانی کی اتنی مشکیں اٹھائیں ہیں کہ ان کے سینہ پر نیل پڑ گیا۔ اتنی چکی پیسی ہے کہ ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے۔ اور گھر میں اتنی جھاڑو دی ہے کہ سارے کپڑے غبار آلود ہو گئے اور دیگچی کے نیچے اتنی آگ روشن کی کہ سارا لباس دھوئیں سے بھر گیا۔ تو میں نے ہی ان سے کہا کہ اگر تم اپنے والد کے پاس جا کر ایک خادمہ کیلئے کہتیں تو ان کاموں کی تکلیف سے تمہیں نجات مل جاتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم دونوں کو ایسی چیز کیوں نہ بتاؤں جو خادم سے تم دونوں کے لئے بہتر ہو! سنو جب تم دونوں اپنے بستر پر جاؤ تو چونتیس (۳۴) مرتبہ اللہ اکبر اور تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمد للہ کہہ لیا کرو۔ یہ سن کر بی بی فاطمہؑ نے اپنے لحاف سے سر نکالا اور کہا: میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے فیصلے پر راضی ہوں، میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے فیصلے پر راضی ہوں۔

اور جب تم تسبیح فاطمہ علیہا السلام پڑھ کر فارغ ہو تو یہ کہو:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَلَکَ السَّلَامُ وَاِلَیْکَ یَعُوْدُ السَّلَامُ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ. اَلسَّلَامُ عَلَی الْاَئِمَّۃِ الْھَادِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ اَلسَّلَامُ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَ نْبِیَاءِ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَ مَلَائِکَتِہٖ. اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ.

(اے اللہ تو سلام ہے۔ تیری طرف سے سلام ہے اور تیرے لئے سلام ہے اور تیری طرف سلام پلٹتا ہے۔ تمہارا رب رب العزت ہے۔ وہ پاک اور منزہ ہے ان تمام اوصاف سے جس کو لوگ بیان کرتے ہیں اور رسولوں پر سلام اور تمام جہانوں کے پروردگار اللہ تعالیٰ کے لئے حمد۔ ہمارا سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت ہو ائمہ طاہرین پر جو ہادی اور مہدی ہیں اور ان پر سلام۔ اللہ کے تمام انبیاء، رسولوں اور اس کے ملائکہ پر سلام۔ ہم لوگوں پر اور اللہ کے صالح بندوں پر سلام)۔

پھر ائمہ طاہرین پر ایک ایک کر کے سلام کر و اس کے بعد جو چاہو دعا مانگو۔

باب: تعقیبات نماز

(۹۴۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ نماز واجب کے بعد تمہیں کم از کم اتنا چاہیے کہ یہ کہو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ، اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْأَلُکَ مِنْ کُلِّ خَیْرٍ اَحَاطَ بِہٖ عِلْمُکَ وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرٍّ اَحَاطَ بِہٖ عِلْمُکَ، اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْأَلُکَ عَافِیَتَکَ فِیْ جَمِیْعِ اُمُوْرِنَا کُلِّھَا، وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ خِزْیِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْآخِرَۃِ (اے اللہ تو اپنی رحمتیں نازل فرما محمدؐ وآل محمدؐ پر اے اللہ ہم لوگ تجھ سے سوال کرتے ہیں ہر اس خیر کا جو تیرے احاطہ علم میں ہے۔ اور تیری پناہ چاہتے ہیں ہر اس شر سے جو تیرے علم کے احاطہ میں ہے اے اللہ ہم لوگ اپنے تمام امور میں تجھ سے خیر و عافیت کے طلبگار ہیں اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

(۹۴۹) اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ جب وہ دنیا سے جائے تو گناہوں سے اس طرح پاک ہو جیسے خالص سونا جس میں کوئی میل نہ ہو اور کسی کی حق تلفی کرنے کا جرم اس کی گردن پر نہ ہو کہ جس کا کوئی مطالبہ کرے تو اس کو چاہیے کہ پانچوں وقت کی نماز کے بعد بارہ مرتبہ سورہ قل ہو اللہ احد پڑھے پھر دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے اور کہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِاسْمِکَ الْمَکْنُوْنِ الْمَخْزُوْنِ الطَّاھِرِ الطُّھْرِ الْمُبَارَکِ وَ اَسْأَلُکَ بِاسْمِکَ الْعَظِیْمِ، وَسُلْطَانِکَ الْقَدِیْمِ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَ اَنْ تُعْتِقَ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ وَاَنْ تُخْرِجَنِیْ مِنَ الدُّنْیَا آمِنًا وَاَنْ تُدْخِلَنِی الْجَنَّۃَ سَالِمًا، وَاَنْ

تَجۡعَلَ دُعَائِی اَوَّلاً فَلاَحاً وَاَوۡسَطَهُ نَجَاحاً، وَاٰخِرَهُ صَلاَحاً اِنَّکَ اَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ.

[اے اللہ میں تیرے پوشیدہ ومخزون وپاک ومبارک نام کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے اسم عظیم اور تیری سلطنت قدیم کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو رحمتیں نازل فرما محمدؐ اور ان کی آل پر۔ اے عطیات کے بخشنے والے۔ اے اسیروں کو آزاد کرنے والے، اے لوگوں کی گردنوں کو جہنم سے چھڑانے والے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو محمدؐ وآل محمدؐ پر اپنی رحمتیں نازل فرما اور میری گردن کو جہنم سے چھڑا دے اور مجھے دنیا سے امن کے ساتھ نکال اور جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل کر۔ اور میری دعا کو اوّل میں فلاح درمیان میں نجاح (کامیابی) اور آخر میں صلاح (درست ہونا) قرار دے۔ بیشک تو غیب کا جاننے والا ہے]۔

اس کے بعد امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ دعا ان اسرار میں سے ہے جن کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دی اور مجھے حکم دیا کہ میں حسن وحسین (علیہما السلام) کو بھی یہ دعا تعلیم کروں۔

(۹۵۰) اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام قید خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا کہ اے یوسفؑ تم ہر نماز فریضہ کے بعد یہ کہا کرو:

اَللّٰهُمَّ اجۡعَلۡ لِیۡ مِنۡ اَمۡرِیۡ فَرَجاً وَ مَخۡرَجاً وَارۡزُقۡنِیۡ مِنۡ حَیۡثُ اَحۡتَسِبُ وَمِنۡ حَیۡثُ لَا اَحۡتَسِبُ.

(اے اللہ میرے امر میں کشادگی اور اس سے عہدہ برآ ہونے کا راستہ پیدا کر اور مجھے وہاں سے رزق عطا کر جہاں سے گمان ہے اور وہاں سے جہاں سے مجھے گمان تک نہیں ہے۔)

(۹۵۱) اور امام باقر علیہ السلام ہر نماز کے بعد کہا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اهۡدِنِیۡ مِنۡ عِنۡدِکَ وَ اَفِضۡ عَلَیَّ مِنۡ فَضۡلِکَ وَ انۡشُرۡ عَلَیَّ مِنۡ رَحۡمَتِکَ وَ اَنۡزِلۡ عَلَیَّ مِنۡ بَرَکَاتِکَ.

(اے اللہ مجھے اپنے پاس سے ہدایت کر۔ اور اپنے فضل سے مجھ کو نواز اور اپنی رحمت مجھ پر پھیلا اور اپنی برکتیں مجھ پر نازل فرما)۔

(۹۵۲) صفوان بن مہران جمّال کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ جب نماز پڑھ کر فارغ ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے سر کے اوپر بلند کرتے تھے۔[1]

(۹۵۳) اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب بھی کوئی بندہ اپنے دونوں ہاتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے پھیلاتا ہے تو اللہ کو شرم آتی ہے کہ اس کو خالی ہاتھ واپس کرے چنانچہ اس ہاتھ میں اپنے فضل اور رحمت سے کچھ نہ کچھ ضرور رکھ دیتا ہے۔ پس تم میں سے جو کوئی دعا مانگے وہ اپنے ہاتھوں کو نہ ہٹائے جب تک کہ ان سے اپنے سر اور اپنے چہرے پر مسح نہ کرے اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب تک وہ اپنے چہرے اور سینے پر مسح نہ کرے۔

(۹۵۴) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اگر اس کی ناپ تول کی جائے تو وہ پورا ہی اترے تو اس کا آخر قول یہ ہونا چاہیے۔ سُبۡحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ وَسَلَامٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ. وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ (سورہ صافات آیت نمبر ۱۸۰ تا ۱۸۲)

(یہ لوگ جو باتیں خدا کے بارے میں بنایا کرتے ہیں ان سے تمہارا پروردگار عزت کا مالک پاک وصاف ہے۔ اور پیغمبروں پر سلام ہو اور کل تعریفیں خدا ہی کے لئے سزاوار ہیں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔)

---

[1] ہاتھوں کے اٹھانے کا مطلب اگلی حدیث میں واضح ہوتا ہے۔

تو اس کے لئے ہر مسلم کے حسنہ میں ایک حصہ ہوگا۔

(۹۵۵) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ایک مرتبہ فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز سے فارغ ہو تو اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور دعا مانگے تو ابن سبا نے کہا: یا امیر المومنین کیا اللہ تعالیٰ ہر جگہ نہیں ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: پھر اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف کیوں اُٹھائے؟ آپؑ نے فرمایا: کیا تم نے قران کی یہ آیت نہیں پڑھی وفی السماء رزقکم وما توعدون (الذاریات نمبر ۲۲) (اور تم لوگوں کا رزق آسمان میں ہے جس کا تم لوگوں سے وعدہ کیا گیا ہے) اور جہاں رزق ہوتا ہے وہیں سے طلب کیا جاتا ہے اور رزق کی جگہ جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے وہ آسمان ہے۔

(۹۵۶) اور امیر المومنین علیہ السلام جب نماز زوال (ظہر) سے فارغ ہوتے تھے تو یہ کہا کرتے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَتَقَرَّبُ اِلَیْکَ بِجُوْدِکَ وَکَرَمِکَ وَاَتَقَرَّبُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ وَاَتَقَرَّبُ اِلَیْکَ بِمَلٰٓئِکَتِکَ الْمُقَرَّبِیْنَ وَ اَنْبِیَآئِکَ الْمُرْسَلِیْنَ وَبِکَ. اَللّٰھُمَّ لَکَ الْغِنٰی عَنِّیْ وَ بِیَ الْفَاقَۃَ اِلَیْکَ. اَنْتَ الْغَنِیُّ وَاَنَا الْفَقِیْرُ اِلَیْکَ، اَقِلْنِیْ عَثْرَتِیْ، وَاسْتُرْ عَلَیَّ ذُنُوْبِیْ وَاقْضِ الْیَوْمَ حَاجَتِیْ وَلَا تُعَذِّبْنِیْ بِقَبِیْحِ مَاتَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ بَلْ عَفْوُکَ یَسَعُنِیْ وَجُوْدُکَ (اے اللہ میں تیرے جود و کرم کے واسطہ سے تیرا تقرب چاہتا ہوں میں تیرے بندے اور تیرے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ سے تیرا تقرب چاہتا ہوں۔ میں تیرے ملائکہ مقربین اور تیرے مرسل انبیا کے واسطہ سے اور خود تیرے واسطہ سے تیرا تقرب چاہتا ہوں۔ اے اللہ تو مجھ سے مستغنی ہے مگر میں تیرا احتاج ہوں تو غنی ہے میں تیرا محتاج ہوں۔ میری لغزشوں کو درگزر کر، میرے گناہوں کی پردہ پوشی فرما اور آج میری حاجت روائی کر اور میری برائیوں پر جنہیں تو جانتا ہے مجھے سزا نہ دے بلکہ اپنی عفو اور اپنی بخشش کو میرے لئے وسیع کر۔)

اس کے بعد سجدہ میں گر جاؤ اور کہو: یَا اَھْلَ التَّقْوٰی وَیَا اَھْلَ الْمَغْفِرَۃِ یَا بَرُّ، یَارَحِیْمُ، اَنْتَ اَبَرُّبِیْ مِنْ اَبِیْ وَ اُمِّیْ وَ مِنْ جَمِیْعِ الْخَلَآئِقِ اَقْلِبْنِیْ بِقَضَاءِ حَاجَتِیْ مُجَابًا دُعَائِیْ مَرْحُوْماً صَوْتِیْ قَدْ کَشَفْتَ اَنْوَاعَ الْبَلَاءِ عَنِّیْ (اے تقویٰ کے اہل اور اے مغفرت کرنے والے اے نیک سلوک کرنے والے اے رحم کرنے والے تو میرے باپ اور میری ماں بلکہ ساری مخلوق سے زیادہ میرے ساتھ حسن سلوک کرنے والا ہے۔ تو میری حاجت پوری کر کے میری دعا کو قبول کر کے اور میری آواز پر ترس کھا کر مجھے اپنی بارگاہ سے لوٹا۔ تو مختلف قسم کی بلائیں مجھ سے ٹال بھی چکا ہے)۔

(۹۵۷) اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد تین مرتبہ کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ یَفْعَلُ مَایَشَاءُ وَلَایَفْعَلُ مَایَشَاءُ غَیْرُہٗ، اَعْطِیَ خَیْرًا کَثِیْراً۔ (اس اللہ کی حمد کہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے وہ نہیں کرتا جو اس کے غیر چاہیں مجھے خیر کثیر عطا ہو)۔

(۹۵۸) نیز آنجناب علیہ السلام دونوں نماز مغرب وعشاء کے درمیان کہا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ بِیَدِکَ مَقَادِیْرُ اللَّیْلِ وَ النَّھَارِ وَمَقَادِیْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ، وَمَقَادِیْرُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَمَقَادِیْرُ النَّصْرِ وَ الْخِذْلَانِ وَمَقَادِیْرُ الْغِنٰی وَالْفَقْرِ، اَللّٰھُمَّ اَدْرَاْعَنِّیْ شَرَّ فَسَقَۃِ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَاجْعَلْ مُنْقَلَبِیْ اِلٰی خَیْرٍ، دَائِمٍ وَنَعِیْمٍ لَایَزُوْلُ۔ (اے اللہ تیرے ہی دست قدرت میں رات و دن کی مقدار اور دنیا و آخرت اور موت و حیات کی مقدار اور شمس و قمر کی مقدار اور فتح و شکست کی مقدار اور دولتمندی اور فقر کی مقدار ہے اے اللہ مجھ سے فاسق جنوں اور انسانوں کے شر کو دور کر اور میری بازگشت دائمی خیر اور لازوال نعیم قرار دے)۔

(۹۵۹) اور محمد بن فرج سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابوجعفر محمد بن علی الرضا علیہما السلام نے میرے پاس یہ دعا لکھ کر بھیجی اور انہوں نے مجھ کو اس کی تعلیم دی اور کہا جو شخص نماز صبح کے بعد یہ دعا پڑھے گا وہ جو بھی حاجت طلب کرے اس کے لئے آسان ہوگی اور جو ارادہ رکھتا ہوگا اللہ اس میں اس کی مدد کرے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِهٖ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ فَوَقَاهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَامَكَرُوا، لَااِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ، فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَ كَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ. حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ. فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ فَضْلٍ لَمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَاحَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ. مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا مَاشَآءَ النَّاسُ، مَاشَآءَ اللّٰهُ وَاِنْ كَرِهَ النَّاسُ، حَسْبِیَ الرَّبُّ مِنَ الْمَرْبُوْبِیْنَ حَسْبِیَ الْخَالِقُ مِنَ الْمَخْلُوْقِیْنَ حَسْبِیَ الرَّازِقُ مِنَ الْمَرْزُوْقِیْنَ حَسْبِیَ الَّذِیْ لَمْ یَزَلْ حَسْبِیْ. حَسْبِیْ مَنْ كَانَ مُنْذُ كُنْتُ حَسْبِیْ لَمْ یَزَلْ حَسْبِیْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَااِلٰهَ اِلَّاهُوَ، عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ. (اللہ کے نام سے اور اللہ کے ساتھ شروع کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرمائے۔ میں اپنا کام اللہ ہی کے سپرد کرتا ہوں بے شک اللہ بندوں کے امور کا بہت اچھا دیکھ بھال کرنے والا ہے۔ پس خدا نے محفوظ رکھا اس کو لوگوں کے مکر کی برائیوں سے۔ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے تیرے تو پاک اور منزہ ہے یقیناً میں قصوروار ہوں۔ پس ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو رنج وغم سے نجات دی اور اس طرح ہم ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔ اور اللہ ہمارے واسطے کافی ہے۔ اور وہ بہترین کارساز ہے پس وہ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ پلٹ کر آئے کہ ان کو کسی برائی نے مس نہیں کیا۔ سب کچھ اللہ کی مرضی سے ہے کسی میں کوئی قوت نہیں بغیر اللہ کی مدد کے۔ سب کچھ اللہ کی مرضی سے ہے نہ کہ لوگوں کو چاہنے سے۔ سب کچھ خدا ہی کے چاہنے سے ہے اگر چہ لوگ اس سے کراہت کریں۔ میرے لئے میرا رب کافی ہے تمام مربوبین کے مقابلہ میں، میرے لئے اللہ رب العالمین کافی ہے۔ میرے لئے وہی ذات کافی ہے جو ہمیشہ ہمارے لئے کافی رہا۔ میرے لئے وہی کافی ہے کہ جو میرے لئے اس وقت سے کافی ہے جب سے پیدا ہوا اور وہ ہمارے لئے ہمیشہ کافی رہا۔ میرے لئے اللہ کافی ہے نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس کے میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور وہی عرش عظیم کا بھی رب ہے۔)

(۹۶۰) نیز آپ علیہ السلام نے فرمایا: جب تم نماز فریضہ ادا کر چکو تو کہو:

رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا. وَبِالْقُرْاٰنِ كِتَابًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا، وَبِعَلِیٍّ وَلِیًّا، وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ وَعَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ، وَمُحَمَّدِبْنِ عَلِیٍّ، وَجَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَمُوْسَى بْنِ جَعْفَرٍ، وَعَلِیِّ بْنِ مُوْسٰى وَمُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ، وَعَلِیِّ بْنِ مُحَمَّدٍ وَالْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ، وَالْحُجَّةِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ اَئِمَّةً. اَللّٰهُمَّ وَلِیُّكَ الْحُجَّةُ فَاحْفَظْهُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ وَعَنْ یَمِیْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَمِنْ فَوْقِهٖ وَمِنْ تَحْتِهٖ، وَامْدُدْ لَهٗ فِیْ عُمْرِهٖ. وَاجْعَلْهُ الْقَائِمَ بِاَمْرِكَ، الْمُنْتَصِرَ لِدِیْنِكَ وَاَرِهٖ مَایُحِبُّ وَتَقَرُّبِهٖ عَیْنُهٗ فِیْ نَفْسِهٖ وَ فِیْ ذُرِّیَّتِهٖ وَاَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَفِیْ شِیْعَتِهٖ وَفِیْ عَدُوِّهٖ، وَاَرِهِمْ مِنْهُ مَایَحْذَرُوْنَ وَاَرِهٖ فِیْهِمْ مَایُحِبُّ وَتَقَرُّبِهٖ عَیْنُهٗ، وَاشْفِ بِهٖ صُدُوْرَنَا وَصُدُوْرَقَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ. (میں اس بات پر راضی اور خوش ہوں کہ اللہ میرا رب ہے اور اسلام میرا دین ہے اور قرآن میری کتاب ہے اور محمدؐ میرے نبی ہیں اور علیؑ میرے ولی ہیں۔ اور حسنؑ و حسینؑ و علیؑ ابن حسینؑ، و محمدؑ بن علیؑ و جعفرؑ بن محمدؑ و موسیٰؑ بن جعفرؑ و علیؑ بن موسیٰؑ و محمدؑ بن علیؑ و علیؑ بن محمدؑ و حسنؑ بن علیؑ اور حجت ابن الحسنؑ بن علیؑ ہمارے ائمہ ہیں۔ پروردگارا اپنے ولی الحجۃ کی حفاظت فرما۔ ان کے آگے سے، انکے پیچھے سے، ان کے دائیں سے، ان کے بائیں سے، ان کے اوپر سے، ان کے نیچے سے، نیز ان کی عمر میں اضافہ فرما اور ان کو حکم دے کہ وہ اٹھیں اور تیرے دین کی نصرت کریں اور ان کو وہ کچھ دکھا جو وہ چاہتے ہیں اور ان کی اپنی ذات ان کی ذریت ان کے اہل وعیال اور ان کے مال ومنال اور ان کے دوست اور انکے دشمنوں کے سلسلہ میں ان کی آنکھیں ٹھنڈی کر اور انکے دشمنوں کو ان کے ہاتھوں وہ دکھادے جس سے وہ ڈرتے ہیں اور ان جناب کو وہ دکھا جو وہ اپنے دشمنوں کے لئے چاہتے ہیں اور ان سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی کر۔ اور ان جنابؑ کے ذریعہ ان لوگوں کے دلوں کو اور مومن قوم کے دلوں کو تشفی عطا فرما)۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تھے تو یہ کہا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَاقَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَاِسْرَافِیْ عَلٰى نَفْسِیْ وَمَااَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ. اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَ اَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ بِعِلْمِكَ، الْغَیْبِ،

وَبِقُدْرَتِکَ عَلَی الْخَلْقِ اَجْمَعِیْنَ مَاعَلِمْتَ الْحَیَاۃَ خَیْراً لِیْ فَاَحْیِنِیْ، وَتَوَفَّنِیْ اِذَاعَلِمْتَ الْوَفَاۃَ خَیْراً لِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ خَشْیَتَکَ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ، وَ کَلِمَۃَ الْحَقِّ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضَا وَالْقَصْدَ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنٰی اَسْاَلُکَ نَعِیْماً لَا یَنْفَدُ وَقُرَّۃَ عَیْنٍ لَاتَنْقَطِعُ وَاَسْاَلُکَ الرِّضَا بِالْقَضَا وَبَرْدَ الْعَیْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَلَذَّۃَ النَّظَرِ اِلٰی وَجْھِکَ وَشَوْقاً اِلٰی لِقَائِکَ مِنْ غَیْرِ ضَرَّاءِ مُضِرَّۃٍ وَلَافِتْنَۃٍ مُظْلِمَۃٍ، اَللّٰھُمَّ زَیِّنَّا بِزِیْنَۃِ الْاِیْمَانِ وَاجْعَلْنَا ھُدَاۃً مَھْدِیِّیْنَ اَللّٰھُمَّ اِھْدِ نَا فِیْمَنْ ھَدَیْتَ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ عَزِیْمَۃَ الرَّشَادِ وَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَالرُّشْدِ وَ اَسْاَلُکَ شُکْرَ نِعْمَتِکَ وَحُسْنَ عَافِیَتِکَ وَ اَدَاءَ حَقِّکَ وَاَسْاَلُکَ، یَارَبِّ قَلْباً سَلِیْمًا وَلِسَانًا صَادِقاً وَ اَسْتَغْفِرُکَ لِمَا تَعْلَمُ وَاَسْاَلُکَ خَیْرَ مَاتَعْلَمُ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَاتَعْلَمُ وَمَالَا تَعْلَمُ فَاِنَّکَ تَعْلَمُ وَلَانَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ (پروردگار معاف کر میرے اس گناہ کو جو میں نے آگے کیا ہے اور جو پیچھے کیا ہے جو میں نے چھپا کر کیا ہے اور جو بالا علان کیا ہے۔ میں نے خود اپنے نفس پر زیادتی کی ہے۔ اور اس گناہ کو جسے تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ پروردگار تو ہی مقدم ہے، تو ہی موخر ہے نہیں ہے۔ کوئی اللہ سوائے تیرے تجھے اپنے علم غیب اور تمام مخلوقات پر قدرت کا واسطہ جب تک تو یہ جانے کہ میری حیات میرے حق میں بہتر ہے تو مجھے زندہ رکھ اور جب تو یہ جانے کہ وفات میرے حق میں بہتر ہے تو مجھے وفات دیدے۔ اے اللہ میں تجھ سے ظاہر و باطن میں تیرے خوف کا اور ناراضگی اور رضا میں کلمہ حق کہنے کا اور فقیری اور امیری میں کفایت شعاری کا طالب ہوں۔ اور تجھ سے ایسی نعمت کا سوال کرتا ہوں جو کبھی ختم نہ ہو اور آنکھ کی ٹھنڈک کا جو کبھی منقطع نہ ہو اور میں سوال کرتا ہوں تجھ سے کہ میں تیری قضا پر راضی رہوں۔ موت کے بعد مجھے خنکی عیش نصیب ہو اور تیرے چہرے کی زیارت سے لطف اندوز ہوں اور میرے دل میں تیری ملاقات کا شوق بغیر کسی مضرت اور تاریک فتنوں کے خوف کے ہو۔ پروردگار مجھے زیور ایمان سے آراستہ کر اور مجھے ہدایت یافتہ لوگوں میں قرار دے۔ اے اللہ مجھے ان لوگوں میں پہنچا دے جن کی تو نے ہدایت کی ہے اے اللہ مجھے راہ راست پر چلنے اور اس پر ثابت قدم رہنے اور راہ راست پر قائم رہنے کا عزم و حوصلہ عنایت فرما۔ اور مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری نعمت اور تیری حسن عافیت کا شکر ادا کروں اور تیرا حق ادا کروں اور اے پروردگار میں تجھ سے قلب سلیم اور راست گو زبان کا طالب ہوں اور یہ کہ میں تجھ سے مغفرت طلب کروں ان گناہوں کی جسے تو جانتا ہے اور میں تجھ سے طلبگار ہوں اس خیر کا جس کا تجھ کو علم ہے اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس شر سے جو تیرے علم میں ہے۔ اور میرے علم میں نہیں ہے اور تو غیب کا جاننے والا ہے)۔

(۹۶۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس شخص نے نماز فریضہ کے وقت یہ کلمات کہے اس نے اپنی جان اپنا گھر اور اپنا مال اور اپنی اولاد کو محفوظ کر لیا: اَجِیْرُ نَفْسِیْ وَمَالِیْ وَوُلْدِیْ وَاَھْلِیْ وَدَارِیْ وَکُلَّ مَاھُوَمِنِّیْ بِاللّٰہِ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ الصَّمَدِ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ کُفُوًا اَحَدٌ. وَاَجِیْرُ نَفْسِیْ وَمَالِیْ وَوُلْدِیْ وَاَھْلِیْ وَ دَارِیْ وَکُلَّ مَاھُوَ مِنْ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ. تا آخر سورہ اور اعوذ برب الناس تا آخر سورہ اور آیۃ الکرسی آخر تک (میں اپنی جان اپنا مال اپنی اولاد اپنے اہل وعیال اور اپنے گھر بلکہ جو بھی میری ملکیت میں ہے ان سب کو اس اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں جو واحد ہے، احد ہے، صمد ہے۔ جو نہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور اس کا کوئی کفو اور ہمسر نہیں۔ اور میں اپنی جان واپنا مال اور، اپنی اولاد، اور اپنے اہل وعیال، اور اپنا گھر اور جو کچھ بھی میرا ہے ان سب کو اس پروردگار کی پناہ میں دیتا ہوں جس نے صبح کو پیدا کیا اس کی پیدا کی ہوئی مخلوق کے شر سے بچانے کے لئے۔)

(۹۶۲) ھلقام بن ابی ھلقام سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے میں ایک مرتبہ حضرت ابوابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں آپؑ پر قربان مجھے کوئی ایسی دعا تعلیم کر دیجئے جو دنیا اور آخرت کی جامع ہو اور مختصر ہو۔ تو آپؑ نے فرمایا: طلوع فجر کے بعد سے طلوع آفتاب کے درمیان یہ پڑھو۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَ اَسْئَلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ (اللہ پاک ہے اور عظمت والا ہے میں استغفار کرتا ہوں اللہ سے اور اس سے اس کے فضل کا سوال کرتا ہوں)۔

ھلقام کا بیان ہے کہ اس وقت میں اور میرے گھر والے بدترین حالات میں بسر کر رہے تھے اور مجھے میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یک بیک میرے پاس ایسے شخص کی میراث آئی کہ میں نہیں جانتا تھا کہ اس کے اور میرے درمیان قرابت ہے اور اب میں اپنے خاندان کے اندر سب سے زیادہ مالدار ہوں یہ اسی دعا کا نتیجہ ہے۔ جس کی میرے مولا نے مجھے تعلیم دی ہے۔

(۹۶۳) زرارہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ فرمارہے تھے کہ نماز فریضہ کے بعد دعا نماز نافلہ پڑھنے سے افضل ہے۔ اور اسی بنا پر یہ سنت جاری ہوئی۔

(۹۶۴) ایک مرتبہ ھشام بن سالم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا میں اپنی ضرورت کی بنا پر گھر سے نکلتا ہوں لیکن میرا جی چاہتا ہے کہ نماز کے بعد تعقیبات میں مشغول رہوں۔ آپؑ نے فرمایا: اگر تم باوضو ہو تو تعقیبات میں مشغول رہو۔

(۹۶۵) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے آدمؑ کی اولاد تم لوگ مجھے نماز صبح کے بعد ایک ساعت اور بعد نماز عصر ایک ساعت یاد کرو تو جو تمہارے ارادے ہیں ان میں تمہاری مدد کروں گا۔

(۹۶۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ نماز صبح کے بعد طلوع آفتاب تک تعقیبات اور دعا میں مشغول رہنا طلب رزق کے لئے زمین میں مارے مارے پھرنے سے زیادہ بہتر ہے۔

باب: سجدہ شکر اور اس میں کیا کہنا چاہیے

(۹۶۷) عبداللہ بن جندب نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ وہ جناب سجدہ شکر میں یہ کہا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّي اُشْھِدُکَ وَاُشْھِدُ مَلَائِکَتَکَ وَاَنْبِیَاءَکَ وَرُسُلَکَ وَجَمِیعَ خَلْقِکَ اِنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ رَبِّی وَالْاِسْلَامُ دِیْنِي وَمُحَمَّدٌ نَبِیِّی وَعَلِیًّا وَالْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ وَعَلِیَّ بْنَ الْحُسَیْنِ وَمُحَمَّدَ بْنَ عَلِیٍّ وَجَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ وَمُوسَی بْنَ جَعْفَرٍ وَعَلِیَّ بْنَ مُوسَی وَمُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ وَعَلِيَّ بْنَ مُحَمَّدٍ وَالْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَالْحُجَّةَ بْنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ اَئِمَّتِي بِھِمْ اَتَوَلّٰی وَمِنْ اَعْدَائِھِمْ اَتَبَرَّاُ.

(اے اللہ میں تجھے گواہ کر کے کہتا ہوں اور تیرے ملائکہ اور تیرے انبیاء اور تیرے رسولوں کو اور تیری تمام مخلوق کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ بیشک تو ہی میرا رب ہے اور اسلام میرا دین ہے محمدؐ میرے نبی ہیں اور حضرت علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ و علیؑ بن حسینؑ و محمدؑ بن علیؑ و جعفرؑ بن محمدؑ و موسیٰؑ بن جعفرؑ و علیؑ بن موسیٰؑ و محمدؑ بن علی بن محمدؑ و حسنؑ بن علیؑ والحجہؑ بن حسنؑ بن علیؑ میرے ائمہ ہیں میں ان ہی سے محبت کرتا ہوں اور ان کے دشمنوں سے برائت کا اظہار کرتا ہوں) پھر تین بار اَللّٰھُمَّ اِنِّي اَنْشُدُکَ دَمَ الْمَظْلُومِ (اے اللہ میں تجھے خون مظلوم کی قسم دیتا ہوں)

پھر تین بار اَللّٰھُمَّ اِنِّي اَنْشُدُکَ بِاِیْوَائِکَ عَلٰی نَفْسِکَ لِاَعْدَائِکَ لَتُھْلِکَنَّھُمْ بِاَیْدِیْنَا وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ اَللّٰھُمَّ اِنِّي اَنْشُدُکَ بِاِیْوَائِکَ عَلٰی نَفْسِکَ لِاَوْلِیَائِکَ لَتُظْفِرَنَّھُمْ بِعَدُوِّکَ وَعَدُوِّھِمْ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلَی الْمُسْتَحْفَظِیْنَ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ.

(اے اللہ میں تجھے خود تیری ذات کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ تو اُن کے دشمنوں کو ہمارے ہاتھوں اور مومنین کے ہاتھوں سے ضرور ہلاک کرادے اور میں تجھے خود تیری ذات کی قسم دے کر کہتا ہوں تو اُن کے اولیاء اور دوستداروں کو اپنے دشمنوں پر اور ان کے دشمنوں پر ضرور فتحیاب فرما اور رحمت نازل فرما محمدؐ پر اور آل محمدؐ میں سے ان پر جو لوگ محفوظ و معصوم ہیں۔

پھر تین بار اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْاَلُکَ الْیُسْرَ بَعْدَ الْعُسْرِ (اے اللہ مشکل کے بعد آسانی عطا فرما)۔

پھر اپنا دایاں گال زمین پر رکھ کر تین بار کہو:

یَا کَھْفِی حِیْنَ تُعْیِیْنِی الْمَذَاھِبُ وَتَضِیْقُ عَلَی الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَیَا بَارِیءَ خَلْقِی رَحْمَةً بِی وَکُنْتَ عَنْ خَلْقِی غَنِیًّا صَلِّ

عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَعَلَی الْمُسْتَحْفَظِیْنَ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ. (اے مجھے اس وقت پناہ دینے والے جب مختلف راستے مجھے عاجز کر دیتے ہیں اور زمین باوجود اپنی وسعت کے مجھ پر تنگ ہو جاتی ہے۔ اے مجھ پر رحم کرم کر کے مجھے پیدا کرنے والے تجھ کو میرے پیدا کرنے کی کوئی ضرورت لاحق نہیں تھی تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آل محمد مخصوصاً آل محمد میں جو معصوم و محفوظ ہیں ان پر اپنی رحمتیں نازل فرما)۔

پھر اپنا بایاں رخسار زمین پر رکھ کر تین بار کہو:

یَا مُذِلَّ کُلِّ جَبَّارٍ، وَیَامُعِزَّ کُلِّ ذَلِیْلٍ، قَدْ وَعِزَّتِکَ بَلَغَ [بِیْ] مَجْهُوْدِیْ (اے ہر ظالم و جابر کو ذلیل کرنے والے اور اے ہر ذلیل کو عزت دینے والے تجھے اپنی عزت و جلال کی قسم مجھے میرے مقصد تک پہنچادے)۔

پھر سجدہ کرو اور سو مرتبہ کہو شکراً شکراً پھر اپنی حاجت کے لئے سوال کرو ان شاء اللہ تعالیٰ اور مخالفین کے سامنے سجدہ شکر نہ کرو۔ بلکہ تقیہ اختیار کرو اور اسے ترک کرو۔

(۹۶۸) جہم بن ابی جہم سے روایت کی گئی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو دیکھا کہ آپؑ نے نماز مغرب کی تین رکعت کے بعد سجدہ کیا تو میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان میں نے دیکھا کہ آپؑ نے تین رکعتوں کے بعد سجدہ کیا تو آپؑ نے فرمایا: کیا واقعی تم نے مجھے سجدہ کرتے ہوئے دیکھ لیا؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ تو آپؑ نے فرمایا: پھر تم بھی اس کو نہ چھوڑنا اس میں دعا قبول ہوتی ہے۔

(۹۶۹) ابراہیم بن عبدالحمید کی روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص سے فرمایا: جب تمہیں کوئی غم و حزن لاحق ہو تو اپنے ہاتھ کو سجدہ گاہ سے مسح کرو پھر اس ہاتھ کو اپنے بائیں رخسار پر ملو پھر اسے اپنی پیشانی سے لے کر اپنے داھنے رخسار پر ملو۔ (ابن عمیر کا بیان ہے کہ ابراہیم بن عبدالحمید نے مجھے اس طرح بتایا)۔ اور ایسا تین مرتبہ کرو اور ہر مرتبہ یہ کہو:

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَللّٰهُمَّ اذْهَبْ عَنِّی الْغَمَّ وَالْحُزْنَ. (اس اللہ کے نام سے کہ جس کے سوا کوئی اللہ نہیں وہ باطن و ظاہر کا جاننے والا ہے اور رحمٰن و رحیم ہے اے اللہ تو میرے غم و حزن کو دور کردے)۔

(۹۷۰) اور سلیمان بن حفص مروزی سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام نے مجھے خط میں تحریر فرمایا: تم سجدہ شکر میں سو مرتبہ شکراً شکراً کہو اور اگر چاہو تو عفواً عفواً کہو۔

(۹۷۱) اور حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نماز کے بعد سجدے میں جاتے تو سر نہ اُٹھاتے جب تک کہ دن نہ چڑھ جائے۔ [1]

(۹۷۲) اور عبدالرحمٰن بن حجاج نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص حالتِ وضو میں سجدہ شکر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نمازوں کا ثواب لکھے گا اور اس کے دس گناہوں کو محو کردے گا۔

(۹۷۳) اور سعد بن سعد نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے سجدہ شکر کے متعلق دریافت کیا اور کہا کہ ہم اپنے اصحاب کو دیکھتے ہیں کہ وہ نماز فریضہ کے بعد ایک سجدہ کرتے ہیں اور اس کو کہتے ہیں کہ یہ سجدہ شکر ہے۔ تو آپؑ نے فرمایا: شکر یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بندے کو کسی نعمت سے نوازے تو وہ یہ کہے: سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّالَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (سورۃ زخرف۔ آیت نمبر ۱۳) (پاک و منزہ ہے وہ ذات کہ جس نے مجھے اس چیز پر قابو دیا جبکہ مجھ میں اس پر قابو پانے کی طاقت نہ تھی اور ہم سب اپنے رب کی طرف واپس پلٹنے والے ہیں اور حمد اس اللہ کی ہے جو تمام عالمین کا پروردگار ہے)۔

(۹۷۴) اور اسحاق بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے بیان فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب نماز

---

[1] بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے، یہ اس وقت تھا جب آنجناب علیہ السلام ہارون کی قید میں تھے۔

پڑھتے تو جب تک اپنا دایاں رخسار زمین سے ملا نہ لیتے اور بایاں رخسار زمین سے چسپاں نہ کر لیتے ہٹتے نہ تھے۔

(۹۷۵) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ بن عمرانؑ کی طرف وحی فرمائی کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے ساری مخلوق کو چھوڑ کر تمہیں اپنے کلام کے لئے کیوں منتخب کیا؟ موسیٰؑ نے کہا: نہیں اے میرے رب۔ اللہ تعالیٰ نے کہا: اے موسیٰ میں نے اپنے تمام بندوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا مگر میں نے کسی ایک کو بھی ایسا نہ پایا جو تمہاری طرح میرے سامنے خود کو ذلیل کرتا ہو، اے موسیٰ جب تم نماز پڑھتے ہو تو اپنے دونوں رخسار زمین پر رکھ دیتے ہو۔

(۹۷۶) اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: بندہ سجدہ کرے اور پوری ایک سانس تک یاربّ یاربّ کہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں موجود ہوں بتا تجھے کیا حاجت ہے۔

(۹۷۷) اور حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام اپنے سجدہ میں عرض کیا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتُ قَدْ عَصَیْتُکَ فَاِنِّی قَدْ اَطَعْتُکَ فِی اَحَبِّ الْاَشْیَاءِ اِلَیْکَ وَھُوَ الْاِیْمَانُ بِکَ مَنًّامِنْکَ عَلَیَّ لَامَنًّا مِنِّی عَلَیْکَ، وَتَرَکْتُ مَعْصِیَتَکَ فِی اَبْغَضِ الْاَشْیَاءِ اِلَیْکَ وَھُوَ اَنْ اَدْعُوْ لَکَ وَلَدًا اَوْ اَدْعُوْ لَکَ شَرِیْکًا مَنًّا مِنْکَ عَلَیَّ لَامَنًّا مِنِّی عَلَیْکَ وَعَصَیْتُکَ فِی اَشْیَاءَ عَلٰی غَیْرِ وَجْہِ مُکَابَرَۃٍ وَلَا مُعَانَدَۃٍ وَلَا اِسْتِکْبَارٍ عَنْ عِبَادَتِکَ وَلَا جُحُوْدٍ لِرُبُوْبِیَّتِکَ، وَلٰکِنِ اتَّبَعْتُ ھَوَایَ وَاسْتَزَلَّنِیَ الشَّیْطَانُ بَعْدَ الْحُجَّۃِ عَلَیَّ وَالْبَیَانِ فَاِنْ تُعَذِّبْنِی فَبِذُنُوْبِی غَیْرَ ظَالِمٍ لِیْ، وَاِنْ تَغْفِرْلِیْ وَتَرْحَمْنِی فَبِجُوْدِکَ وَبِکَرَمِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ (اے اللہ اگر میں نے گناہ کیا ہے تو تیری ایک اطاعت بھی تو کی ہے اس چیز میں جو تجھے سب سے زیادہ پسند ہے اور وہ تجھ پر ایمان رکھنا ہے اور یہ تیرا مجھ پر احسان ہے میرا تجھ پر کوئی احسان نہیں ہے۔ اور میں نے وہ گناہ چھوڑ دیا جو تجھ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے اور وہ یہ کہ میں یہ مان لوں کہ تیرا کوئی بیٹا ہے یا یہ مان لوں کہ تیرا کوئی شریک ہے، یہ تیرا مجھ پر احسان ہے، میرا تجھ پر کوئی احسان نہیں اور میں نے چند باتوں میں اگر نافرمانی کی ہے تو نہ کبر کی بنا پر نہ عناد کی بنا پر نہ تیری عبادت سے انکار کی بنا پر نہ تیری ربوبیت سے انکار کی بنا پر بلکہ میں نے اپنی خواہش نفس کی پیروی کی اور حجت وبیان کی موجودگی کے بعد بھی شیطان نے مجھے بہکا دیا اب اگر تو میرے گناہوں پر مجھے عذاب میں مبتلا کرے تو یہ مجھ پر تیرا ظلم نہیں ہوگا اور اگر تو بخش دے تو یہ تیرا جود و کرم ہوگا تو ارحم الراحمین ہے۔

اور جو شخص سجدہ شکر کر رہا ہے اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ اپنی دونوں کہنیاں زمین پر رکھے اور اپنے سینے کو زمین سے ملا دے۔

(۹۷۸) ابی الحسین اسدی رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب نماز گزار نماز فریضہ کے بعد سجدہ کرتا ہے تو وہ اس لئے کہ وہ اس امر پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے کہ اس نے احسان کیا کہ ادائے فرض کی توفیق عطا فرمائی۔ اور سجدہ شکر میں کم از کم یہ کہنا کافی ہے کہ تین مرتبہ کہے شکراً للّٰہ۔

(۹۷۹) اور احمد بن ابی عبداللہ نے اپنے والد سے، انہوں نے محمد ابی عمیر سے، انہوں نے حریز سے، انہوں نے مرازم سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: سجدہ شکر ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اس سے تیری نماز پوری ہوگی اور تیرا رب تجھ سے راضی وخوش ہوگا۔ اور ملائکہ تجھ پر تعجب کریں گے کہ اس بندے کو دیکھو کہ یہ جب نماز پڑھتا ہے تو سجدہ شکر ادا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس بندے کے اور ملائکہ کے درمیان حجاب اٹھا دیتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے ملائکہ میرے بندے کو دیکھو کہ اس نے میرے فرض کو ادا کیا اور میرے عہد کو پورا کیا پھر اس نے شکر کرتے ہوئے مجھے سجدہ بھی کیا اس بنا پر کہ میں نے اس کو نعمتیں دیں۔ میرے فرشتو یہ بتاؤ کہ اس کو دینے کے لئے میرے پاس کیا ہے؟ ملائکہ کہیں گے ہمارے پروردگار تیری رحمت۔ اللہ تعالیٰ کہے گا: (درست ہے) مگر اس کے علاوہ اور کیا ہے؟ ملائکہ کہیں گے: پروردگار اس کو دینے کے لئے تیری جنت ہے۔ اللہ تعالیٰ کہے گا: (درست ہے) لیکن اس کے علاوہ اور کیا ہے؟ ملائکہ عرض کریں گے: پروردگار پھر اس کے علاوہ کچھ معلوم نہیں تو اللہ تعالیٰ کہے گا: اے

میرے ملائکہ یہ بتاؤ اور کیا؟ تو ملائکہ کہیں گے پروردگار ہمیں ان کے علاوہ کچھ معلوم نہیں تو اللہ کہے گا: میں اس کا شکریہ ادا کروں گا جس طرح اس نے میرا شکر ادا کیا ہے اور میں اپنے فضل وکرم کو لے کر خود اس کی طرف بڑھوں گا اور اپنا چہرہ اس کو دکھاؤں گا۔

مصنف کتاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اور چہروں کی طرح اللہ تعالیٰ کا چہرہ بتایا اس نے کفر وشرک کیا۔ اس کا چہرہ تو انبیاء اور حجتہائے خدا صلوات اللہ علیہم ہیں یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے وسیلہ سے بندے اللہ کی طرف اس کی معرفت اور اس کے دین کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور قیامت کے دن ان لوگوں کو دیکھنا سب سے بڑا ثواب واجر ہے اور یہ ہر ثواب سے بڑھا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

کل من علیها فانٍ ویبقی وجه ربک ذو الجلال والاکرام (سورہ رحمٰن آیت نمبر ۲۶۔۲۷) (ہر مخلوق فنا ہونے والی ہے بس خدائے ذوالجلال والاکرام کا چہرہ باقی رہے گا) نیز ارشاد فرمایا ہے: فاینما تولوا فثم وجه اللّٰه (سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۱۰) [تم جدھر بھی رخ کرو اللہ کا چہرہ ہے (یعنی ادھر اللہ کی طرف توجہ ہوگی)] اور قرآن کے ظاہری الفاظ کی بنا پر احادیث سے انکار نہیں کیا جائے گا۔

باب: ہر صبح وشام کی مستحب دعائیں۔

(۹۸۰) عبدالکریم بن عتبہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کہ جو شخص سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے دس مرتبہ یہ کہے: لَاإِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَايَـمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَ هُوَعَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ۔ (نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے ملک اور اسی کے لئے حمد ہے وہی جلاتا اور مارتا ہے وہ زندہ ہے جو کبھی نہ مرے گا اسی کے ہاتھ خیر ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے) تو یہ اس کے اس دن کے گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا۔

(۹۸۱) حفص بن بختری نے آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے بیان فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام جب صبح ہوتی اور شام ہوتی تو یہ کہا کرتے تھے: اَللّٰـهُمَّ إِنِّي اُشْهِدُكَ أَنَّهُ مَاأَصْبَحَ وَاَمْسٰى بِيْ مِنْ نِعْمَةٍ وَعَافِيَةٍ فِيْ دِيْنٍ اَوْدُنْيَا فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ. لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ بِهَاعَلَيَّ حَتّٰى تَرْضٰى وَبَعْدَ الرِّضَا (اے پروردگار میں تجھے گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ دین ودنیا میں جو نعمتیں اور عافیتیں صبح وشام مجھے میسر آرہی ہیں وہ سب صرف تیری طرف سے اور اکیلے تیری طرف سے ہیں تیرا کوئی شریک نہیں تیرے لئے حمد اور تیرے لئے شکر تاکہ تو مجھ سے خوش ہو اور آئندہ بھی خوش رہے)۔

ایسا جب صبح ہوتی تو دس مرتبہ کہتے اور جب شام ہوتی تو دس مرتبہ کہتے اور اس بنا پر اللہ نے ان کا نام عبداً شکوراً رکھ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز فجر کے بعد کہا کرتے تھے: اَللّٰـهُمَّ إِنِّي اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعِجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدِّيْنِ، وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ، وَبَوَارِ الْاَيِّمِ وَالْغَفْلَةِ وَ الذِّلَّةِ وَالْقَسْوَةِ وَالْعَيْلَةِ وَالْمَسْكَنَةِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ نَفْسٍ لَاتَشْبَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ عَيْنٍ لَاتَدْمَعُ، وَمِنْ دُعَاءٍ لَايُسْمَعُ، وَمِنْ صَلَاةٍ لَاتَنْفَعُ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنِ امْرَاَةٍ تُشَيِّبُنِي قَبْلَ اَوَانِ مَشِيْبِي وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَلَدٍ يَكُوْنُ عَلَيَّ رَبَاءً وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ مَالٍ يَكُوْنُ عَلَيَّ عَذَابًا، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ صَاحِبٍ خَدِيْعَةٍ اِنْ رَاٰى حَسَنَةً دَفَنَهَا، وَاِنْ رَاٰى سَيِّئَةً اَفْشَاهَا اَللّٰهُمَّ لَاتَجْعَلْ لِفَاجِرٍ عِنْدِيْ يَدًا وَلَامِنَّةً۔ (اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں ہم وحزن سے، عجز وکسل سے، بخل وبزدلی سے، دین میں کجی سے، لوگوں کے مقابلہ میں مغلوب ہوجانے سے، بے شوہر والی عورت سے، غفلت وذلت وقساوت قلبی وتنگدستی ومسکنت سے، اور تیری پناہ چاہتا ہوں ایسے نفس سے جو کبھی سیر نہ ہو۔ ایسے قلب سے جس میں خوف خدا نہ ہو، ایسی آنکھ سے جس میں کبھی آنسو نہ آئیں ایسی دعا سے جو سنی نہ جاسکے۔ ایسی نماز سے جو نفع نہ دے سکے۔ اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسی عورت سے جو بڑھاپے سے قبل ہی مجھے بوڑھا کردے۔ ایسی اولاد سے جو مجھ پر حاوی اور غالب رہنے کی کوشش

کرے۔ اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسے مال سے جو میرے لئے عذاب بن جائے اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسے دھوکہ باز سے جو اگر میری اچھائی دیکھے تو اسے چھپادے اور اگر برائی دیکھے تو اسے مشہور کردے۔ اے اللہ تو کسی فاجر شخص کا مجھے ممنون واحسان مند نہ ہونے دے)۔

(۹۸۲) اور ہمارے متعدد اصحاب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میرے پدر بزرگوارؑ جب نماز صبح پڑھتے تو یہ کہتے تھے: یَامَنْ هُوَ اَقْرَبُ اِلَیَّ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ، یَامَنْ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ، یَامَنْ هُوَ بِالْمَنْظَرِ الْاَعْلٰی یَامَنْ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ، یَا اَجْوَدَ مَنْ سُئِلَ وَیَا اَوْسَعَ مَنْ اَعْطٰی وَ یَا خَیْرَ مَدْعُوٍّ، وَ یَا اَفْضَلَ مَرْجُوٍّ، وَیَا اَسْمَعَ السَّامِعِیْنَ، وَیَا اَبْصَرَ النَّاظِرِیْنَ، وَیَا خَیْرَ النَّاصِرِیْنَ، وَیَا اَسْرَعَ الْحَاسِبِیْنَ وَیَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَیَا اَحْکَمَ الْحَاکِمِیْنَ، صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَ اَوْسِعْ عَلَیَّ فِیْ رِزْقِیْ، وَامْدُدْلِیْ فِیْ عُمْرِیْ، وَانْشُرْ عَلَیَّ مِنْ رَحْمَتِکَ وَاجْعَلْنِیْ مِمَّنْ تَنْتَصِرُ بِهٖ لِدِیْنِکَ وَلَا تَسْتَبْدِلْ بِیْ غَیْرِیْ، اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ تَکَفَّلْتَ بِرِزْقِیْ وَرِزْقِ کُلِّ دَابَّةٍ فَاَوْسِعْ عَلَیَّ وَعَلٰی عِیَالِیْ مِنْ رِزْقِکَ الْوَاسِعِ الْحَلَالِ، وَاکْفِنَا مِنَ الْفَقْرِ پھر کہا کرتے تھے: مَرْحَبًا بِالْحَافِظِیْنَ، وَحَیَّاکُمَا اللّٰهُ مِنْ کَاتِبَیْنِ اُکْتُبَا رَحِمَکُمَا اللّٰهُ اَنِّیْ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ الدِّیْنَ کَمَا شَرَعَ، وَاَنَّ الْاِسْلَامَ کَمَا وَصَفَ وَ اَنَّ الْکِتَابَ کَمَا اَنْزَلَ، وَاَنَّ الْقَوْلَ کَمَا حَدَّثَ، وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ، اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ مُحَمَّدًا وَآلَ مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ التَّحِیَّةِ، وَاَفْضَلَ السَّلَامِ، اَصْبَحْتُ وَرَبِّیْ مَحْمُوْدٌ، اَصْبَحْتُ لَا اُشْرِکُ بِاللّٰهِ شَیْئًا، وَلَا اَدْعُوْ مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا، وَلَا اَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖ وَلِیًّا، اَصْبَحْتُ عَبْدًا مَمْلُوْکًا لَا اَمْلِکُ اِلَّا مَا مَلَّکَنِیْ رَبِّیْ، اَصْبَحْتُ لَا اَسْتَطِیْعُ اَنْ اَسُوْقَ اِلٰی نَفْسِیْ خَیْرَ مَا اَرْجُوْ وَلَا اَصْرِفُ عَنْهَا شَرَّ مَا اَحْذَرُ، اَصْبَحْتُ مُرْتَهِنًا بِعَمَلِیْ، وَاَصْبَحْتُ فَقِیْرًا لَا اَجِدُ اَفْقَرَ مِنِّیْ، بِاللّٰهِ اُصْبِحُ وَ بِاللّٰهِ اُمْسِیْ وَ بِاللّٰهِ اَحْیَا وَبِاللّٰهِ اَمُوْتُ وَاِلَی اللّٰهِ النُّشُوْرُ (اے وہ ذات کہ جو مجھ سے میری شہ رگ گردن سے بھی قریب ہے، اے وہ کہ جو انسان اور اس کے قلب کے درمیان حائل رہتا ہے۔ اے وہ ذات کو جو منظر اعلیٰ پر ہے، اے وہ کہ جس کے مثل کوئی شئے نہیں اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اے وہ کہ جو اُن تمام لوگوں سے زیادہ سخی ہے جن سے سوال کیا جاتا ہے، اے تمام عطا کرنے والوں سے زیادہ عطا کرنے والے۔ اے تمام پکارے جانے والوں میں سب سے بہتر، اے اُن تمام میں سب سے افضل جن سے امید رکھی جاتی ہے، اے ہر سننے والے سے زیادہ سننے والے، اے تمام دیکھنے والوں میں سب سے زیادہ دیکھنے والے، اے تمام مددگاروں میں سب سے بہتر مددگار، اے حساب کرنے والوں میں سب سے جلد حساب کرنے والے، اے تمام رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے، اے حاکموں میں سب سے بڑے حاکم، اپنی رحمتیں نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آل محمدؐ پر اور میرے رزق میں میرے لئے وسعت دے، میری عمر کو دراز کر اور اپنی رحمت کو مجھ پر پھیلا دے اور مجھے ان لوگوں میں قرار دے جن کے ذریعہ تو اپنے دین کی مدد کرتا ہے اور میرے بدلے کسی غیر کو یہ شرف نہ دے۔ اے اللہ تو نے میرے رزق کا اور تمام جان داروں کے رزق کا ذمہ لیا ہے پس میرے اور میرے عیال پر اپنے وسیع اور حلال رزق میں وسعت عطا فرما اور فقر و تنگدستی سے مجھے محفوظ رکھ۔

پھر فرمایا کرتے:

اے دونوں محافظ فرشتو! مرحبا اے کراماً کاتبین اللہ تم دونوں کو زندہ وسلامت رکھے اللہ تم دونوں پر رحم کرے (میرے نامہ اعمال میں) تم دونوں یہ لکھ دو کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اسی اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ دین وہی ہے جس کے قواعد واصول اللہ نے بنائے اور اسلام وہی ہے جس کی توصیف اللہ نے کی، کتاب وہی ہے جسے اللہ نے نازل فرمایا۔ حدیث وہی ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا۔ اور بے شک اللہ کی ذات ایک واضح حق ہے پروردگار تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آل محمد علیہم السلام تک میرا بہترین سلام پہنچادے۔ میں نے اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے صبح کی میں نے اس طرح صبح کی کہ اللہ کا شریک کسی شئے

کو نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہیں پکارا اور اس کے سوا کسی دوسرے کو اپنا ولی نہیں بنایا۔ میں اللہ تعالیٰ کا عبد مملوک ہوں ۔ جس چیز کا اللہ نے مجھے مالک بنایا ہے اس کے سوا میں کسی شے کا مالک نہیں ہوں۔ مجھ میں تو اتنی بھی استطاعت نہیں کہ اپنی تمنا کے مطابق کوئی خیر حاصل کرلوں اور نہ اتنی استطاعت ہے کہ جس شر سے میں ڈرتا ہوں اسکو دور کرسکوں، میں اپنے عمل کے ہاتھوں رہن ہوں، میں ایسا فقیر ہوں کہ اپنے سے زیادہ کسی کو فقیر نہیں پاتا، میں صبح کرتا ہوں تو اللہ کی مرضی سے، زندہ ہوں تو اللہ کی مرضی سے، مروں گا تو اللہ کی مرضی سے اور اللہ ہی کی طرف میرا حشر ونشر ہوگا۔)

(۹۸۳) عمار بن موسیٰ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم صبح کرو اور شام کرو تو یہ کہو:

اَصْبَحْنَا وَالْمُلْکُ وَالْحَمْدُ وَالْعَظَمَةُ وَالْكِبْرِيَاءُ وَالْجَبَرُوتُ، وَالْحِلْمُ وَالْعِلْمُ وَالْجَلَالُ وَالْجَمَالُ وَالْكَمَالُ وَالْبَهَاءُ وَالْقُدْرَةُ وَالتَّقْدِيسُ وَالتَّعْظِيمُ وَالتَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَالتَّهْلِيلُ وَالتَّحْمِيدُ. وَالسَّمَاحُ وَالْجُودُ وَالْكَرَمُ، وَالْمَجْدُ وَالْمَنُّ، وَالْخَيْرُ وَالْفَضْلُ وَالسَّعَةُ، وَالْحَوْلُ وَالسُّلْطَانُ وَ الْقُوَّةُ وَالْعِزَّةُ وَالْقُدْرَةُ، وَالْفَتْقُ وَالرَّتْقُ، وَاللَّيْلُ وَالنَّهَارُ، وَالظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ، وَالدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ وَ الْخَلْقُ جَمِيعاً وَالْاَمْرُ كُلُّهُ وَمَاسَمَّيْتُ وَمَالَمْ اَسَمِّ، وَمَاعَلِمْتُ مِنْهُ وَمَالَمْ اَعْلَمْ، وَمَاكَانَ وَمَاهُوَ كَائِنٌ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ بِاللَّيْلِ وَجَاءَ بِالنَّهَارِ وَاَنَا فِي نِعْمَةٍ مِنْهُ وَ عَافِيَةٍ وَفَضْلٍ عَظِيمٍ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَهُ مَاسَكَنَ فِي اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (وَ) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ، وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ، وَيُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ، وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ، اَللّٰهُمَّ بِكَ نُمْسِي وَبِكَ نُصْبِحُ وَبِكَ نَحْيَا وَبِكَ نَمُوتُ وَاِلَيْكَ نَصِيرُ، وَاَعُوذُ بِكَ مِنْ اَنْ اَذِلَّ اَوْاُذَلَّ، اَوْ اَضِلَّ اَوْاُضَلَّ، اَوْ اَظْلِمَ اَوْاُظْلَمَ، اَوْاَجْهَلَ اَوْيُجْهَلَ عَلَيَّ، يَامُصَرِّفَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلَى طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُولِكَ، اَللّٰهُمَّ لَا تُزِغْ قَلْبِي بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنِي وَهَبْ لِيْ مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ پھر کہو: اَللّٰهُمَّ اِنَّ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خَلْقَانِ مِنْ خَلْقِكَ. فَلَا تَبْتَلِيَنِّي فِيهِمَا بِجُرْاَةٍ عَلَى مَعَاصِيكَ وَلَارُكُوبٍ لِمَحَارِمِكَ، وَارْزُقْنِي فِيهِمَا عَمَلاً مُتَقَبَّلاً وَسَعْيًا مَشْكُوراً، وَتِجَارَةً لَنْ تَبُورَ (میں نے اس امر کا اقرار کرتے ہوئے صبح کی کہ ملک وحمد وعظمت وکبریائی وجبروت وحلم وعلم وجلال وجمال وکمال وحسن وقدرت وتقدیس وتعظیم وتسبیح وتکبیر وتہلیل وتحمید وبخشش وجود وکرم ومجد واحسان، خیر وفضل ووسعت وحول وقوت وسلطنت وعزت وقدرت۔ پھاڑنا جوڑنا اور رات ودن وظلمت ونور، دنیا وآخرت اور تمام مخلوق اور ہر طرح کا فرمان جن چیزوں کا میں نے نام لیا ہے وہ اور جن چیزوں کا نام نہیں لے سکا ان میں سے جن کا ہمیں علم ہے وہ اور جن کا علم نہیں ہے جو کچھ ہو چکا وہ اور جو آئندہ ہوگا وہ سب کا سب سارے جہاں کے رب کے لئے ہے۔ حمد اس اللہ کی جو رات کو لے گیا اور ان کو لایا اور میں اس کی طرف سے ملی ہوئی نعمت اور عافیت اور اس کے عظیم فضل وکرم میں ہوں۔ حمد اس اللہ کی کہ جس کی ہر وہ چیز ہے جو رات اور دن میں ساکن ہے اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔ حمد اس اللہ کی جو رات کو دن میں داخل کرتا ہے۔ اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ اور زندہ کو مردہ سے اور وہ دلوں کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ ہم تیری منشاء سے شام کرتے ہیں اور تیری ہی منشا سے صبح۔ تیری ہی منشاء سے زندہ رہیں گے اور تیری ہی منشاء سے مریں گے اور تیری ہی طرف ہماری بازگشت ہوگی۔ اور میں پناہ چاہتا ہوں تیری اس بات سے کہ میں کسی کو ذلیل کروں یا کوئی مجھ کو ذلیل کرے یا میں کسی کو گمراہ کروں یا کوئی مجھے گمراہ کرے یا کوئی مجھ پر ظلم کرے یا میں کسی پر ظلم کروں یا میں کسی کو جاہل بناؤں یا کوئی مجھے جاہل بنائے۔ اے دلوں کے پھیرنے والے میرے قلب کو اپنی اطاعت اور اپنے رسول کی اطاعت پر ثابت وبرقرار رکھ۔ اے اللہ میرے قلب کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ نہ ہونے دے اور اپنے پاس سے مجھے رحمت عطا فرما بیشک تو بہت عطا کرنے والا ہے۔)

پھر کہو: (اے اللہ رات ودن یہ دو مخلوق ہیں تیری مخلوقات میں سے ان دونوں کے اندر مجھے نہ اپنی معصیت کی جرأت میں مبتلا کرنا اور نہ فعل حرام کے ارتکاب میں۔ ان دونوں کے اندر مجھے اس عمل کی توفیق دے جو مقبول ہو اور وہ سعی وکوشش جو لائق شکر ہو اور وہ تجارت جس میں کبھی گھاٹا نہ ہو۔)

(۹۸۴) اور مسمع کردین سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ چالیس دن تک نماز صبح پڑھی وہ جنابؑ جب نافلہ پڑھتے تو دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے کہا کرتے:

اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ لِلّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنَّا عَبِیْدُکَ وَاَبْنَاءِ عَبِیْدِکَ، اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ حَیْثُ نَحْتَفِظُ وَمِنْ حَیْثُ لَانَحْتَفِظُ، اَللّٰھُمَّ احْرُسْنَا مِنْ حَیْثُ نَحْتَرِسُ وَمِنْ حَیْثُ لَا نَحْتَرِسُ، اَللّٰھُمَّ اسْتُرْنَا مِنْ حَیْثُ نَسْتَتِرُ وَمِنْ حَیْثُ لَانَسْتَتِرُ اَللّٰھُمَّ اسْتُرْنَا بِالْغِنٰی وَالْعَافِیَۃِ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا الْعَافِیَۃِ وَدَوَامَ الْعَافِیَۃِ وَارْزُقْنَا الشُّکْرَ عَلَی الْعَافِیَۃِ. (ہم لوگوں نے اور ملک نے اللہ کے لئے صبح کی۔ اے اللہ ہم لوگ تیرے بندے کی اولاد ہیں اے اللہ ہم لوگوں کی حفاظت کر خواہ ہم لوگ اپنی حفاظت کر رہے ہوں خواہ نہ کر رہے ہوں۔ اے اللہ ہم لوگوں کی رکھوالی کر خواہ ہم لوگ اپنی رکھوالی کر رہے ہوں خواہ نہ کر رہے ہوں۔ اے اللہ تو ہم لوگوں کی پردہ پوشی کر خواہ ہم لوگ اپنی پردہ پوشی کر رہے ہوں خواہ نہ کر رہے ہوں۔ اے اللہ ہم لوگوں کو غنی اور عافیت کے پردے میں چھپا لے اے اللہ تو ہم لوگوں کو عافیت کی روزی عطا کر اور دائمی عافیت سے نواز اور عافیت پر ہم لوگوں کو شکر کی توفیق دے)۔

باب: نماز میں سہو کے احکام

(۹۸۵) اسماعیل بن مسلم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنی نماز میں شک اور وسوسہ پڑ جانے کی شکایت ہے حد یہ ہے کہ مجھے یاد نہیں رہتا کہ میں زیادہ پڑھ گیا یا کم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا: جب نماز شروع کرے تو اپنی بائیں ران میں اپنے داھنے ہاتھ کی تسبیح والی انگلی کو گڑا کر یہ کہہ بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ (اللہ کے نام سے اللہ کے ساتھ میں توکل کرتا ہوں اللہ پر اور پناہ چاہتا ہوں سننے والے اور جاننے والے اللہ کی شیطان رجیم سے) تو اس طرح اس کا گلا دبا دے گا، اس کو جھڑک دے گا، اس کو اپنے سے بھگا دے گا۔

(۹۸۶) روایت کی گئی ہے عمر بن یزید سے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نماز مغرب میں سہو کی شکایت کی تو فرمایا: تم مغرب کی نماز سورۂ قل ھو اللہ اور قل یا ایھا الکافرون کے ساتھ پڑھو۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا اور سہو و نسیان جاتا رہا۔

(۹۸۷) ابوحمزہ ثمالی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے دل کے وسوسہ سے سخت مشکل میں مبتلا ہوں۔ میں ایک عیال دار آدمی ہوں مقروض ہوں اور محتاج ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: تم ان کلمات کو بار بار کہا کرو: تَوَکَّلْتُ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَایَمُوْتُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَلَا وَلَدًا وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ وَلِیٌّ مِنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا (میں نے توکل کیا اس ذات پر جو حیّ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ حمد اس اللہ کی جس کے نہ کوئی بیوی ہے نہ کوئی بیٹا اور نہ اس کے ملک میں اس کا شریک ہے نہ وہ کمزور ہے کہ کوئی اس کی سرپرستی کرے اور اس کی بڑائی کا اظہار اچھی طرح کرتے رہا کرو)۔

آنجنابؑ کا بیان ہے کہ چند دنوں بعد وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دوبارہ آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے سارے وسوسے نکال دیئے میرے قرض ادا ہو گئے میرے رزق میں وسعت ہو گئی۔

(۹۸۸) اور عبداللہ بن مغیرہ کی روایت میں ہے کہ آنجنابؑ نے فرمایا: کوئی ہرج نہیں اگر ایک شخص اپنی نماز کی رکعتوں کا شمار اپنی انگوٹھی سے کرے یا ہاتھ میں کنکریاں لیے رہے اور اس سے شمار کرے۔

(۹۸۹) امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب تم نماز میں بہت بھولنے لگو تو اپنی نماز پر چلتے رہو شمار نہ کرو۔

(۹۹۰) اور محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب تم کہ سہو بہت ہونے لگے تو اس کو چھوڑ و ہو سکتا ہے کہ یہ سہو تم کو خود چھوڑ دے اس لئے کہ یہ سہو شیطان کی طرف سے ہے۔

(۹۹۱) اور ابن ابی عمیر کی روایت میں محمد بن ابی حمزہ سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص ان لوگوں میں ہے جو ہر تین (رکعت) میں سہو کرتے ہیں تو اس کا شمار کثیر السہو میں ہوگا۔

(۹۹۲) زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ نماز کا اعادہ صرف پانچ مواقع پر کیا جائے گا۔ طہارت اور وقت اور قبلہ اور رکوع اور سجود (میں سہو) پھر فرمایا: سوروں کی قرأت و تشہد سنت ہے اور سنت (کا سہو) فریضہ کو نہیں توڑتا۔

اور سہو میں اصل یہ ہے کہ جو شخص اپنی کسی نماز کے اندر اول کی دو رکعتوں میں سہو کرے تو اس پر اعادہ لازم ہے اور جب کوئی شخص نماز مغرب میں شک کرے تو اس پر اعادلازم ہے اور جو شخص نماز صبح میں شک کرے تو اس پر اعادلازم ہے جو شخص نماز جمعہ میں شک کرے تو اس پر اعادہ لازم ہے اور جو شخص دوسری اور تیسری رکعت میں یا تیسری اور چوتھی رکعت میں شک کرے تو وہ اکثر کو مان لے اور جب سلام پڑھ چکے تو اس کو پورا کرے جو اس کے گمان میں نقص اور کمی رہ گئی ہے۔

(۹۹۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے عمار بن موسیٰ سے ارشاد فرمایا: اے عمار میں تمہارے لئے مسئلہ سہو کو دو حکموں میں جمع کیے دیتا ہوں۔ جب تمہیں شک ہو تو اکثر کو اختیار کر لو پھر جب سلام پڑھ لو تو تمہارے گمان میں جو کمی رہ گئی ہے اسے پورا کر لو۔

(۹۹۴) اور اس حدیث کا مطلب جس میں یہ روایت کی گئی ہے کہ فقیہ کبھی نماز کا اعادہ نہیں کرتا تو اس سے مراد تیسری اور چوتھی میں شک کے ہیں ابتداء کی دو رکعتوں میں نہیں ہے[1]

اور وہ دو سجدہ سہو اس وقت واجب ہیں جب انسان کھڑے ہونے کی جگہ بیٹھ جائے یا بیٹھ جانے کی جگہ کھڑا ہو جائے یا تشہد ترک ہو جائے یا نہیں جانتا کہ زیادتی ہوئی یا کمی اور یہ دونوں سجدے سلام کے بعد زیادتی یا کمی کے لئے ہوں گے۔

(۹۹۵) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: دو سجدہ سہو سلام کے بعد کوئی بات کرنے سے پہلے ہوں گے۔

(۹۹۶) لیکن صفوان بن مہران جمال کی حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام سے تو اس کا بیان ہے کہ میں نے ان جنابؑ سے دو سجدوں کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اگر کمی کی ہے تو سلام پڑھنے سے پہلے اور اگر زیادتی کی ہے تو سلام کے بعد اور میں اسی حدیث کے پیش نظر حالت تقیہ میں فتویٰ دیتا ہوں[2]

(۹۹۷) اور عمار ساباطی نے ان جنابؑ سے دونوں سجدہ سہو کے متعلق دریافت کیا کہ کیا ان میں تکبیر اور تسبیح ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: نہیں اس لئے کہ دونوں فقط دو سجدے ہیں۔ پس اگر سہو کرنے والا امام ہے تو جب سجدہ کرے اور سر اُٹھائے تو تکبیر کہے تاکہ وہ لوگ جو اس کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں وہ آگاہ ہو جائیں کہ امام سے سہو ہوا تھا اور اس پر لازم نہیں ہے کہ ان دونوں سجدوں میں سبحان اللہ کہے اور نہ یہ لازم ہے کہ ان دو سجدوں کے بعد تشہد پڑھے۔

(۹۹۸) اور حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: تم دونوں سجدہ سہو میں کہو گے "بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ" اور دوسری مرتبہ میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ".

---

[1] تہذیب، ج ا ص ۲۳۶ پر حمزہ حمران کی سند سے امام جعفر صادقؑ روایت ہے کہ فرمایا: فقیہ نماز کا اعادہ نہیں کرتا جب تک گمان نہ ہو، یہاں تک کہ اس کو نہیں دہراتا۔

[2] شیخ نے تہذیب، ج ا ص ۱۹۱ پر اس طرح کی دو روایتیں نقل کی ہیں۔ ایک سعد بن سعد نے امام رضاؑ سے روایت کی ہے اور دوسری ابو جارود نے امام باقرؑ سے اور کہا: یہ دونوں روایتیں تقیہ پر محمول ہیں کیونکہ یہ عامہ کے مذہب کے موافق ہیں۔

اور جو شخص اذان میں شک کرے جبکہ وہ نماز کی امامت کر رہا ہے تو جانے دے۔ اور جو شخص تکبیر کہنے کے بعد اقامت میں شک کرے تو اسے جانے دے۔ اور جو شخص سوروں کے بعد تکبیر میں شک کرے تو اسے جانے دے۔ جو شخص اس کے بعد سورہ کی قرأت میں شک کرے تو اسے جانے دے۔ اور جو شخص سجدہ میں جانے کے بعد رکوع میں شک کرے تو اسے جانے دے۔ ہر وہ چیز کہ جس میں شک دوسری حالت میں پہنچے کے بعد ہو تو اسے جانے دے اور شک پر کوئی توجہ نہ کرے سوائے یہ کہ اس کو یقین ہو جائے اور جس شخص کو یقین ہو جائے کہ اسے اذن و اقامت ترک ہو گئی ہے اور پھر ابھی سورہ نہیں پڑھا ہے کہ اسے یاد آیا تو ترک اذان میں کوئی مضائقہ نہیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجے اور کہے "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ" اور جس شخص کو یقین ہو کہ تکبیر افتتاح نہیں کہی تو وہ پھر نماز پڑھے مگر اس کو یہ یقین کیسے آئے گا؟

(۹۹۹) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کوئی شخص تکبیر افتتاح کو نہیں بھولتا۔

(۱۰۰۰) اور حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا ایک ایسے شخص کے متعلق کہ وہ تکبیر کہنا بھول گیا اور نماز شروع کر دی۔ آپؑ نے فرمایا: اس کی بھول یہی تو ہے کہ تکبیر کہی ہے یا نہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: پھر وہ نماز پڑھتا رہے گا۔

(۱۰۰۱) اور احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جسے شک ہے کہ وہ تکبیر افتتاح کہنا بھول گیا یہاں تک کہ اس نے رکوع کے لئے بھی تکبیر کہہ لی آپؑ نے فرمایا: یہ اس کے بدلے میں کافی ہے۔

(۱۰۰۲) اور زرارہ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے عرض کیا کہ ایک شخص ہے جو پہلی تکبیر افتتاح بھول گیا۔ آپؑ نے فرمایا: اگر اس کو رکوع سے پہلے یاد آ گیا تو تکبیر کہے پھر قرأت سورہ کرے اور اگر اس کو نماز میں کسی وقت یاد آئے تو وہ تکبیر کی جگہ تکبیر کہہ قرأت سورہ سے پہلے ہو یا قرأت سورہ کے بعد ہو۔ میں نے عرض کیا: اور اگر اس کو بعد نماز یاد آئے؟ تو آپؑ نے فرمایا: وہ نماز کی قضا کرے گا اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

(۱۰۰۳) اور زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب تم نے افتتاح کے بعد نماز کی اکیس تکبیروں میں پہلی تکبیر کہہ لی پھر تم تکبیر کہنا بھول گئے یا تم نے تکبیر نہیں کہی تو نماز کی تمام تکبیریوں کے بدلے میں یہ پہلی تکبیر ہی کافی ہے۔

(۱۰۰۴) حریز نے زرارہ سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق جس نے بلند آواز سے نماز پڑھی جہاں بلند آواز سے نہیں پڑھنا چاہیے یا جہاں بلند آواز سے پڑھنا چاہیے وہاں اس نے خفی آواز سے نماز پڑھی؟ تو آپؑ نے فرمایا: دونوں صورتوں میں اگر اس نے عمداً ایسا کیا ہے تو اس کی نماز باطل ہو گئی اور اس پر نماز کا اعادہ لازم ہے اور اگر وہ بھول گیا اور ایسا کیا یا اس سے سہو ہو گیا اور ایسا کیا یا اس کو معلوم نہ تھا اور ایسا کیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں اس کی نماز پوری ہو گئی۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: ایک شخص پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرنا بھول گیا اور اب اسے آخری دو رکعتوں میں یاد آیا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ پہلی دو رکعتوں میں جو قرأت و تکبیر و تسبیح چھوڑ گیا ہے وہ آخری دو رکعتوں میں پورا کرے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

(۱۰۰۵) حسین بن حماد نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے، راوی کا بیان ہے کہ میں نے ان جنابؑ سے عرض کیا: میں پہلی رکعت میں قرأت کرنا بھول جاتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: تو دوسری رکعت میں قرأت کر لیا کرو۔ میں نے عرض کیا: میں دوسری رکعت میں قرأت بھولتا ہوں، فرمایا: تیسری میں قرأت کر لو۔ میں نے عرض کیا: میں اپنی پوری نماز میں قرأت بھولتا ہوں؟ آپؑ نے فرمایا: اگر تم نے رکوع اور سجود صحیح کر لیا ہے تو تمہاری نماز ہو گئی۔

(۱۰۰۶) زرارہ نے ان دونوں حضرات میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ نے رکوع و سجود فرض کیا ہے اور قرأت تو سنت ہے مگر

جس نے قرأت عمداً ترک کردی وہ نماز کا اعادہ کرے گا اور جس نے بھول کر ایسا کیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

(۱۰۰۷) علاء نے محمد بن مسلم سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق روایت کی ہے کہ جس کو سجدہ کے بعد شک ہوا کہ اس نے رکوع نہیں کیا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ اپنی نماز پڑھتا رہے جب تک کہ اس کو یقین نہ ہو جائے کہ اس نے رکوع نہیں کیا ہے اور جب اس کو اس امر کا یقین ہو جائے کہ اس نے رکوع نہیں کیا ہے تو ایسے دو سجدے بجالائے جن دونوں میں رکوع نہ ہو اور اس کی بناء پر رکھے جو تمام پر ہے۔ اور اگر اس کو اس وقت یقین آیا کہ جب نماز سے فارغ ہو کر وہاں سے پلٹ چکا تھا تو پھر کھڑا ہو اور ایک رکعت دو سجدوں کے ساتھ بجالائے اور پھر اس پر کچھ نہیں ہے۔

(۱۰۰۸) عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے، آپؑ نے فرمایا کہ اگر تم نماز میں سے کوئی چیز رکوع یا سجدہ یا تکبیر بھول گئے اور بعد میں یاد آیا تو جس کو تم سہواً بھولے ہو اس کی قضا کرو۔

(۱۰۰۹) ابن مسکان نے ابی بصیر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو ایک سجدہ کرنا بھول گیا اور اسے اس وقت یاد آیا جب وہ کھڑا ہو گیا؟ آپؑ نے فرمایا: جب اسے اس وقت یاد آیا کہ وہ ابھی رکوع میں نہیں گیا ہے تو سجدہ کرے اور اگر رکوع میں چلا گیا ہے۔ تو اپنی نماز پر چلتا رہے اور جب نماز سے سلام پھیرے تو صرف ایک سجدہ کی قضا کرے۔ اس پر دو سجدہ سہو نہیں ہیں۔

(۱۰۱۰) اور منصور بن حازم نے آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے نماز پڑھی اور اسے یاد آیا کہ اس نے ایک سجدہ زیادہ کرلیا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: وہ ایک سجدہ کی وجہ سے نماز کا اعادہ نہیں کرے گا۔ اور اگر رکوع کا معاملہ ہوتا تو نماز کا اعادہ کرتا۔

(۱۰۱۱) اور عامر بن جذاعہ نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: جب تم نے ابتداء کی دو رکعتیں درست پڑھ لی ہیں تو نماز درست پڑھ لی۔

(۱۰۱۲) اور علی بن نعمان رازی سے روایت ہے کہ اس نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ اپنے چند اصحاب کے ساتھ سفر سے تھا اور میں ان کا امام تھا اور ان کے ساتھ نماز مغرب پڑھی تو اول کی دو رکعتوں پر ہی سلام پھیر لیا تو میرے اصحاب نے کہا آپ نے ہمارے ساتھ دو ہی رکعت پڑھی پس ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان گفتگو ہونے لگی۔ ان لوگوں نے کہا: ہم لوگ پھر سے نماز پڑھیں گے۔ اور میں نے کہا: لیکن ہم تو نماز کا اعادہ نہیں کریں گے بلکہ صرف ایک رکعت پڑھ کر اسے پورا کریں گے چنانچہ میں نے ایک رکعت پڑھ کر اسے پورا کیا پھر ہم لوگ چلے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اپنا معاملہ ان کے سامنے رکھا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: تم نے بالکل صحیح کیا نماز کا اعادہ وہ کرے گا جس کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے کیا پڑھا۔

(۱۰۱۳) اور عمار نے آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص ظہر یا عصر یا مغرب یا عشاء کی دو رکعتوں پر سلام پھیر لے اور بعد میں اسے یاد آئے تو وہ اپنی نماز پر بناء کرلے گا خواہ چین تک چل کر کیوں پہنچ گیا ہو اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔

(۱۰۱۴) عبید بن زرارہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جس نے صبح کی نماز ایک رکعت پڑھی اور اسی پر تشہد اور سلام پڑھ لیا اور اٹھ کر ادھر اُدھر آیا گیا پھر اسے یاد آیا کہ میں نے صرف ایک رکعت پڑھی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ ایک رکعت پڑھ کر اس میں شامل کردیگا۔

(۱۰۱۵) اور ابو کہمس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ابتداء کی دو رکعتوں کے متعلق کہا کہ جب تشہد کے لئے بیٹھا تو (تشہد کے بعد) کہہ دیا ''السلام علیک ایها النبی ورحمة الله و بر کاته'' تو کیا اس پر نماز ختم ہوگئی؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں بلکہ تم ''السلام علینا و علی عباد

اللّٰہ الصالحین'' کہو گے تو نماز ختم ہو گی۔

(۱۰۱۶) حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجنابؑ نے فرمایا: جب تک تمہیں یہ پتہ نہ ہو کہ تم نے دو رکعت پڑھی یا چار رکعت اور تمہارا گمان بھی کسی ایک طرف غالب نہ ہو تو تشہد پڑھ کر سلام پڑھو پھر تم دو رکعت چار سجدوں کے ساتھ پڑھو اور ان دو رکعتوں میں سورۂ اُم الکتاب (سورہ حمد) پڑھو پھر تشہد پڑھ کر سلام پڑھو۔ اسی طرح اگر تم نے دو رکعت پڑھی تھی تو یہ دو رکعتیں تمہاری نماز پوری کر دیں گی اور اگر تم نے چار رکعت پڑھی تھی تو یہ دو رکعت نافلہ قرار پائے گی۔

(۱۰۱۷) جمیل بن درّاج نے آنجنابؑ سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق کہ جس نے پانچ رکعت نماز پڑھی لی۔ فرمایا: اگر وہ چوتھی میں تشہد کی مقدار میں بیٹھ گیا تھا تو اس کی عبادت جائز ہے۔

(۱۰۱۸) علاء نے محمد بن مسلم سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ان بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص متعلق دریافت کیا کہ جس نے ظہر کی نماز میں پانچ رکعت پڑھ لی، آپؑ نے فرمایا: اگر اس کو نہیں یاد کہ چوتھی رکعت میں بیٹھا تھا یا نہیں بیٹھا تھا تو اس کو چاہیے اس میں سے چار رکعت ظہر کی قرار دے کر بیٹھے اور تشہد پڑھے پھر بیٹھے ہی بیٹھے دو رکعت چار سجدوں کے ساتھ پڑھے اور اس میں پانچویں رکعت شامل کر دے یہ اس کا نافلہ ہو جائے گا۔

(۱۰۱۹) اور فضیل بن یسار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سہو کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اگر اس کو یاد ہے کہ فلاں چیز چھوٹ گئی ہے تو وہ اس کو پورا کرے اس کے لئے دو سجدہ سہو نہیں ہے بلکہ سہو اس کے لئے ہے جو یہ جانتا ہو کہ نماز زیادہ پڑھ گیا ہے یا نماز میں اس نے کچھ کم پڑھا ہے۔

(۱۰۲۰) اور حلبی نے ان جنابؑ سے روایت کی کہ آپؑ نے فرمایا: اگر تمہیں یہ معلوم نہ ہو کہ تم نے چار رکعت پڑھی ہے یا پانچ رکعت یا زیادہ پڑھ گئے ہو تو کم پڑھی ہے تو تشہد پڑھو اور سلام پڑھو اور بغیر رکوع اور بغیر قرأت (سورۂ) کے دو سجدے سہو کرو اور ان دونوں میں خفیف تشہد پڑھ لو۔

(۱۰۲۱) اور محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اس نے آنجنابؑ سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا جو امام کے ساتھ نماز میں شامل ہوا اور امام اس سے پہلے ایک رکعت پڑھ چکا تھا اب جبکہ امام نماز سے فارغ ہوا تو یہ شخص بھی لوگوں کے ساتھ نکل گیا اور اس کے بعد اس کو یاد آیا کہ اس سے ایک رکعت فوت ہو گئی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: وہ شخص صرف اس ایک رکعت کا اعادہ کرے گا۔

(۱۰۲۲) عبدالرحمٰن بن حجاج نے حضرت ابی ابراہیم علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص ہے جس کو یاد نہیں کہ اس نے دو رکعت پڑھی یا تین رکعت یا چار رکعت۔ آپؑ نے فرمایا: وہ دو رکعت کھڑے ہو کر نماز پڑھے پھر سلام پڑھے اس کے بعد دو رکعت بیٹھ کر نماز پڑھے۔

(۱۰۲۳) علی بن ابی حمزہ نے حضرت عبد الصالح علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو بہت شک میں مبتلا رہتا ہے اسے یاد نہیں رہتا کہ اس نے ایک رکعت پڑھی یا دو رکعت پڑھی یا تین رکعت پڑھی یا چار رکعت، اس کو نماز میں شبہ ہو جاتا ہے؟ آپؑ فرمایا: کیا ہمیشہ ایسا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: پھر وہ اپنی نماز پڑھتا رہے اور شیطان رجیم سے پناہ چاہتا رہے ہو سکتا ہے کہ اس طرح وہ اس سے دور ہو جائے۔

(۱۰۲۴) اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ ایسا شخص ایک رکعت کھڑے ہو کر پڑھے اور دو رکعت بیٹھ کر پڑھے۔

اور ان احادیث میں کوئی اختلاف نہیں ہے صاحب سہو کو اختیار ہے کہ وہ ان میں سے جس پر چاہے عمل کرے درست ہو گا۔

(۱۰۲۵) اسحاق بن عمار سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت ابوالحسن اول علیہ السلام نے فرمایا: جب تمہیں شک ہو تو جہاں تک یقین ہو اس پر عمل کرو۔ میں نے عرض کیا: یہ اصل ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

(۱۰۲۶) اور عبداللہ بن ابی یعفور نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جو نماز فریضہ میں دو رکعت پڑھتا ہے اور (تشہد کے لئے) بیٹھتا نہیں۔ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ صرف تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا ہے تو بیٹھ جائے اور اگر رکوع کے بعد اس کو یاد آیا ہے تو وہ اپنی نماز کو تمام کرے اسکے بعد بیٹھے بیٹھے ہی بیٹھے بغیر کوئی بات کیے ہوئے دو سجدے کرے۔

(۱۰۲۷) اور محمد بن مسلم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ کسی شخص کو نماز پڑھنے کے بعد شک ہوا اور اسے یاد نہ آئے کہ تین رکعت پڑھی ہے یا چار رکعت اور جس وقت وہ سلام پڑھ رہا تھا اسے یقین تھا کہ اس نے پوری نماز پڑھی ہے۔ تو وہ نماز کا اعادہ نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ جس وقت سلام پھیرا ہے وہ حق سے زیادہ قریب ہے بہ نسبت اس کے بعد کے وقت کے۔

(۱۰۲۸) اور ابراہیم بن ہاشم کی نوادر (احادیث) میں یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا ایک ایسے پیشنماز کے متعلق کہ جو چار یا پانچ آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے۔ ان میں دو آدمی سبحان اللہ کہہ رہے ہیں اس خیال پر کہ انہوں نے تیسری رکعت پڑھی اور تین آدمی سبحان اللہ کہہ رہے ہیں اس خیال سے کہ انہوں نے چوتھی رکعت پڑھی ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ کھڑے ہو جاؤ (چوتھی رکعت کے لئے) اور یہ کہہ رہے ہیں کہ بیٹھو (چوتھی رکعت ہو چکی) اور پوچھا امام ان میں سے ایک کے خیال کی طرف مائل ہے یا متعدل الوہم ہے تو اب ان لوگوں کو کیا کرنا واجب ہے؟ آپؑ نے فرمایا: امام کے لئے اب سہو نہیں رہے گا جبکہ اس کے پیچھے دونوں نے اس کے سہو کو یاد دلایا اور جب امام کے لئے سہو نہیں رہے گا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کے لئے بھی سہو نہیں رہے گا۔ اور سہو میں سہو نہیں ہوتا۔ اور مغرب کی نماز میں سہو نہیں ہوتا اور نہ فجر کی نماز میں سہو ہوتا ہے اور نہ کسی بھی نماز کی ابتدائی دو رکعتوں میں سہو ہے۔ لہٰذا جب امام کے پیچھے جو لوگ نماز پڑھ رہے ہیں ان میں اختلاف ہے تو امام پر اور وہ لوگ جو اس کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں ان سب پر واجب ہے کہ (سہو کے مسئلہ پر عمل نہ کریں بلکہ) احتیاط پر عمل کریں اور نماز کا اعادہ کریں اور حزم و احتیاط سے کام لیں۔

(۱۰۲۹) اور جب تم نماز ہی بھول گئے اور تمہیں یاد نہیں کہ کونسی نماز ہے تو پہلے تم دو رکعت پڑھو پھر تین رکعت پڑھو پھر چار رکعت پڑھو اگر وہ ظہر یا عصر یا عشاء کی تھی تو تم نے چار رکعت پڑھ لی۔ اگر مغرب کی تھی تو تین رکعت پڑھ لی اور اگر فجر کی تھی تو دو رکعت پڑھ لی۔

اور اگر تم نے بھولے سے نماز میں بات کر لی اور کہا کہ اپنی صف درست کر لو تو (گو) تمہاری نماز پوری ہو گئی لیکن (بھولے سے بات کرنے پر) تم دو سجدہ سہو کر لو۔[۱]

(۱۰۳۰) اور روایت کی گئی ہے کہ جو شخص اپنی نماز میں بھولے سے بات کرے تو چند تکبیریں کہہ لے[۲] اور جو شخص اپنی نماز میں عمداً بات کرے تو اس پر نماز کا اعادہ لازم ہے اور جو شخص اپنی نماز میں کراہا تو سمجھ لو کہ اس نے بات کی۔[۳]

---

۱ شیخ نے 'تہذیب' ج ۱ص ۱۹۱ اور کلینی نے 'کافی' ج ۳ص ۳۵۶ صحیح اسناد سے ابن حجاج سے روایت کی ہے کہ کہا: میں نے صادق علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو نماز کے دوران بھولے سے بول پڑا: اپنی صفیں درست کر لو۔ فرمایا: وہ نماز پوری کرے گا پھر دو سجدے کرے گا۔ میں نے کہا: دو سجدہ سہو سلام سے پہلے یا بعد؟ فرمایا: بعد میں۔

۲ شیخ نے 'تہذیب' ج ۱ص ۲۴۰ پر اپنی اسناد سے عقبہ بن خالد سے اور انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں روایت کی ہے جو نماز پڑھ رہا تھا اور اسے ایک شخص نے بلایا اور اس نے اسے بھولے سے جواب دیدیا کہ وہ اپنی حاجت کے سلسلے میں کیا کرے۔ فرمایا: وہ اپنی نماز پر چلتا رہے اور کئی تکبیریں کہہ لے۔

۳ 'تہذیب' میں اپنی اسناد کے ساتھ طلحہ بن زید نے حضرت امام جعفرؑ سے، انہوں نے اپنے والد گرامیؑ سے اور انہوں نے علیؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا: جو اپنی نماز میں کراہا پس اس نے کلام کیا۔

اگر تم نماز ظہر پڑھنا بھول گئے۔ اور سورج غروب ہو گیا مگر تم عصر کی نماز پڑھ چکے ہو تو اگر نماز مغرب کا وقت فوت ہونے سے پہلے ممکن ہو تو پہلے ظہر کی نماز پڑھ لو اور اگر ممکن نہ ہو تو پہلے مغرب کی پڑھ لو پھر ظہر کی پڑھ لو۔ اور اگر تم ظہر کی نماز پڑھنا بھول گئے اور تمہیں اس وقت یاد آیا جب عصر کی نماز شروع کر دی تھی تو جو نماز تم پڑھ رہے ہو اس کو ظہر کی قرار دیدو بشرطیکہ تمہیں اس کا ڈر نہ ہو کہ عصر کی نماز کا وقت فوت ہو جائے گا۔ پھر اس بعد تم عصر کی نماز پڑھو۔ اور اگر تمہیں اس کا ڈر ہے کہ اس طرح عصر کا وقت فوت ہو جائے گا تو پہلے عصر کی نماز پڑھ لو اور اگر تم ظہر و عصر دونوں بھول گئے اور تمہیں غروب آفتاب کے قریب یاد آیا تو اگر تم کو ان دونوں کے وقت کے فوت ہونے کا خوف نہیں ہے تو پہلے ظہر کی پڑھو پھر عصر کی پڑھو اور اگر (اتنا وقت کم ہے) ایک کے فوت ہونے کا ڈر ہے تو پہلے عصر کی پڑھو۔ اس کو مؤخر نہ کرو۔ ورنہ دونوں فوت ہو جائیں گی اور اس کے فوراً بعد پہلی (یعنی ظہر کی) پڑھو۔ اور جب کوئی نماز تم سے فوت ہو جائے تو جب یاد آئے اسے پڑھو۔ اور اگر تمہیں اس وقت یاد آئے جب دوسری نماز فریضہ کا وقت ہے تو پہلے جس نماز کا وقت ہے اسے پڑھ لو۔ اس کے بعد وہ فوت شدہ نماز پڑھو۔ اور اگر ظہر و عصر دونوں فوت ہو گئی ہیں اور تمہیں اس وقت یاد آیا جب ان میں اتنا وقت باقی ہے کہ تم دونوں نمازیں پڑھ سکتے ہو تو پہلے ظہر اور عصر پڑھو اور اگر صرف اتنا وقت ہے کہ ان دونوں میں سے صرف ایک نماز پڑھ سکتے ہو تو پہلے عصر پڑھ لو اور اگر اتنا وقت ہے کہ تم چھ رکعت پڑھ سکتے ہو تو پہلے ظہر پڑھو پھر عصر پڑھو۔

(۱۰۳۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اس شخص کی نماز فوت نہیں ہوتی جو نماز کا ارادہ کر لے۔ اور دن (ظہر و عصر) کی نماز فوت نہیں ہوتی جب تک کہ آفتاب غروب نہ ہو جائے اور رات (مغرب وعشاء) کی نماز فوت نہیں ہوتی جب تک کہ فجر طلوع نہ ہو جائے [۱] اور یہ مسئلہ صرف شخص مضطر و علیل اور بھول جانے والے کے لئے ہے۔

اور اگر تم نماز مغرب وعشاء پڑھنا بھول گئے اور تمہیں فجر سے پہلے یاد آیا تو اگر اتنا وقت باقی ہے کہ دونوں نمازیں پڑھ سکو تو دونوں کو پڑھو اور اگر خوف ہے کہ ایک کا وقت فوت ہو جائے گا تو پہلے عشاء کی پڑھ لو۔ (پھر مغرب کی پڑھو) اور اگر تمہیں بعد طلوع صبح یاد آیا تو پہلے صبح کی نماز پڑھو پھر طلوع آفتاب سے پہلے مغرب کی پڑھو پھر عشاء کی نماز پڑھو۔ [۲] اور اگر تم صبح کی نماز کے وقت سوئے رہے یہاں تک کہ سورج نکل آیا تو پھر دو رکعت ادا کرو پھر فجر کی نماز پڑھو [۳]۔ اور اگر تم دوسری رکعت میں تشہد پڑھنا بھول گئے اور تمہیں اس وقت یاد آیا جب تم نے تیسری رکعت شروع کر دی تھی تو اگر تم نے ابھی رکوع نہیں کیا ہے تو بیٹھ جاؤ اور تشہد پڑھ لو اور اگر تم کو رکوع کے بعد یاد آیا تو اپنی نماز میں چلتے رہو اور جب سلام پھیرو تو اس کے بعد دو سجدہ سہو کرو اور ان دونوں میں تشہد پڑھو جو تم سے فوت ہو گیا ہے۔ اور اگر تم نے چوتھی رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھایا اور تم سے حدث صادر ہو گیا تو اگر تم شہادتین پڑھ لی ہیں تو تمہاری نماز ہو گئی۔

---

[۱] یہاں تک کی حدیث اسی طرح ہے جیسی تہذیب ج ا ص ۲۰۸ پر اور استبصار ج ا ص ۲۶۰ پر ہے اور اس کے بعد صدوق علیہ الرحمہ کا کلام ہے۔

[۲] شیخ رحمہ اللہ نے 'تہذیب' ج ا ص ۲۱۳ پر اور استبصار ج ا ص ۲۸۸ پر اپنی اسناد سے ابن مسکان سے اور انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: اگر آدمی سو جائے یا بھول جائے کہ اس نے مغرب وعشاء پڑھی تھی اور فجر سے پہلے اٹھ جائے اور اتنا وقت ہو کہ دونوں نمازیں پڑھ سکے تو انہیں پڑھ لے۔ اور اگر خوف ہو کہ ان میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے گی تو پہلے عشاء پڑھ لے اور اگر فجر کے بعد بیدار ہوا ہے تو پہلے صبح کی نماز پڑھے پھر مغرب پھر عشاء سورج نکلنے سے پہلے

[۳] شیخ نے 'تہذیب' میں اپنی اسناد سے ابوبصیر سے، انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجناب سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو فجر کی نماز کے وقت سو تا رہ گیا یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا۔ پس فرمایا: دو رکعتیں ادا کرے پھر صبح کی نماز ادا کرے۔

فاضل تفریشی کا کہنا ہے: آنجنابؑ کا قول 'دو رکعتیں ادا کرے' تو یہ نافلہ صبح ہیں کہ ان کی قضا پہلے بجالائے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جس طرح نافلہ (صبح) واجب سے پہلے ادا کی جاتی ہے اسی طرح اس کی قضا بھی واجب سے پہلے ادا کی جائے گی۔

اور اگر ابھی شہادتین نہیں پڑھیں کہ حدث صادر ہو گیا تو بھی تمہاری نماز ہو گئی۔ اب تم وضو کر کے دوبارہ مصلیٰ پر آؤ اور تشہد پڑھ لو۔

اور اگر تم تشہد اور سلام دونوں پڑھنا بھول گئے اور جب تم نے اپنا مصلیٰ چھوڑ دیا اس وقت یاد آیا تو تم خواہ کھڑے ہو یا بیٹھے قبلہ رخ ہو کر تشہد اور سلام پڑھ لو۔[۱]

اور جس شخص کو یقین ہو جائے کہ اس نے نماز میں چھ رکعت پڑھی ہے تو وہ نماز کا اعادہ کرے [۲] اور جس شخص کو یاد نہ آئے کہ اس نے کتنی رکعتیں نماز میں پڑھی ہیں اور اس کا خیال کسی بات پر قائم نہ ہو تو دوبارہ نماز پڑھے۔[۳]

اور جب کوئی شخص کسی کے پہلو میں کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا ہے جو بائیں پہلو میں ہے اور اسے معلوم نہ ہو کہ وہ بھی نماز پڑھ رہا ہے تو جب اس کو معلوم ہو جائے کہ وہ بھی نماز پڑھ رہا ہے تو اسے داہنے پہلو میں کرلے۔[۴]

اور جس شخص پر دو سجدے واجب ہیں اور وہ یہ دونوں سجدے کرنا بھول گیا تو اسے جب بھی یاد آئے دو سجدے کرلے۔

اور اگر ایک شخص نماز جماعت میں شامل ہوا اور اس کا خیال ہے کہ یہ لوگ ظہر کی نماز پڑھ رہے ہیں مگر وہ عصر کی نماز پڑھ رہے تھے تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنی نماز ظہر کو قرار دے اور عصر کی نماز بعد میں پڑھ لے۔ اور ایک شخص نماز فریضہ پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا اور بھول گیا اسے خیال آیا کہ میں نماز نافلہ پڑھ رہا ہوں یا ایک شخص نماز نافلہ پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا اور اس کو خیال آیا کہ وہ نماز فریضہ پڑھ رہا ہے تو وہ جس نیت سے نماز شروع کی تھی اسی پر قائم رہے اور کوئی حرج نہیں اگر ایک شخص ظہر کی نماز اس شخص کے پیچھے پڑھے جو عصر کی پڑھ رہا ہے۔ مگر جو شخص ظہر کی نماز پڑھ رہا ہے اس کے پیچھے یہ عصر کی نماز نہیں پڑھ سکتا مگر یہ کہ اس کو خیال ہو کہ یہ بھی عصر کی پڑھ رہا ہے اور اس نے اس کے ساتھ عصر کی نماز پڑھ لی پھر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ ظہر کی پڑھ رہا تھا تو یہ اس کے لئے کافی ہو جائے گا۔

(۱۰۳۲) اور حسن بن محبوب نے رباطی سے انہوں نے سعید اعرج سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو بیان کرتے

---

۱ احتمال یہ ہے کہ اسے کیفیت ضرورت پر محمول کیا گیا ہے ورنہ تو تشہد میں بیٹھنا واجب ہے اور ظاہر یہ ہے کہ قضاء ہونے پر اس کو چھوڑا نہیں جا سکتا (سلطان العلماء حسین بن محمد بن محمود حسینیؒ) اور ممکن ہے کہ آنجنابؑ کا قول "کھڑے ہو یا بیٹھے" اس پر محمول ہو کہ دونوں یاد آنے سے منسلک ہیں تب معنی یوں ہوں گے: یاد آیا جب تم کھڑے ہوئے تھے یا بیٹھے ہوئے تھے پس بیٹھ جاؤ اور تشہد اور سلام پڑھو۔ اور شیخ نے 'تہذیب' (ج ۱ص ۲۶۶) میں بسند صحیح زرارہ سے اور انہوں نے ابوجعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اس شخص کے بارے میں جس کا آخری سجدے سے سر اُٹھانے کے بعد اس سے پہلے کہ تشہد پڑھے حدث خارج ہو جاتا ہے، فرمایا: وہاں سے اٹھے، وضو کرے پھر چاہے تو مسجد جائے، چاہے تو اپنے گھر ہی میں یا کہیں بھی چاہے بیٹھے اور تشہد اور سلام پڑھے۔ اور حدث شہادتین کے بعد واقع ہوا ہے تو اس کی نماز پوری ہو گئی۔ یہ بظاہر دلالت کرتا ہے سلام کے واجب نہ ہونے پر اور نماز کے باطل نہ ہونے پر حدث کے (اس صورت میں) خارج ہونے پر (محمد تقی مجلسی)۔

۲ شیخ رحمہ اللہ۔ نے تہذیب ج ۱ص ۲۳۶ پر اپنی اسناد سے ابواسامہ سے روایت کی ہے کہ کہا: آنجنابؑ سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے عصر کی چھ یا پانچ رکعتیں پڑھیں۔ فرمایا: اگر اسے یقین ہے کہ پانچ یا چھ رکعتیں پڑھی ہیں تو اعادہ کرے۔

۳ 'کافی' ج ۳ص ۳۵۸ پر اور 'تہذیب' ج ۱ص ۱۸۹ پر صفوان نے ابوالحسن علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: اگر تم کو یاد نہ آسکے کہ کتنی نماز پڑھی اور تمہارا وہم کسی بات پر نہ ٹھہر سکے تو تم نماز کا اعادہ کرو۔

۴ جملہ کوئی شخص، یعنی مقتدی۔ اور ارشاد داہنے پہلو میں کرلے یعنی امام ماموم کو بائیں پہلو سے دائیں پہلو میں کرلے۔

میں کہتا ہوں: میں صحیح بخاری میں ابن عباسؓ کی روایت پر پہنچا انہوں نے کہا: ایک رات میں نے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور میں آنحضرتؐ کے بائیں طرف کھڑا ہوا تھا تو رسول اللہ نے پیچھے سے میرا سر پکڑا اور مجھے دائیں طرف کر دیا پھر نماز پڑھی۔

ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر ایسی نیند غالب کی کہ آپ نماز صبح نہیں پڑھ سکے۔ یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو گیا پھر آپ اٹھے تو آپؐ نے نماز فجر سے پہلے دو رکعت پڑھی اس کے بعد نماز فجر پڑھی نیز آپ پر اللہ نے ایک مرتبہ ایسا سہو طاری کر دیا کہ آپؐ نے دو ہی رکعت پر سلام پڑھ لیا پھر آپؐ نے ذوالشمالین[1] کا قول نقل فرمایا کہ اللہ نے آپؐ کے ساتھ ایسا امت پر مہربانی کے لئے کیا تا کہ اگر کوئی مرد مسلمان سو جائے اور نماز نہ پڑھ سکے یا نماز میں سہو کر جائے تو اس پر عیب نہ لگایا جا سکے اور یہ کہا جا سکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ایسا کیا ہے۔

(۱۰۳۳) عمار بن عثمان نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس سے نماز میں کوئی شئے فوت ہو گئی، اب طلوع آفتاب یا غروب آفتاب کے وقت اسے یاد آیا؟ آپؐ نے فرمایا: جب اسے یاد آئے تو پڑھ لے۔

باب: شیخ کبیر السن ومبطون (پیٹ کا مریض) وضعیف، ومدہوش ومریض کی نماز

(۱۰۳۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: مریض کھڑے ہو کر نماز پڑھے اور اگر اس میں کھڑے ہونے کی طاقت نہیں تو بیٹھ کر پڑھے اور اگر بیٹھ کر پڑھنے کی بھی طاقت نہیں تو چت لیٹ کر تکبیر کہے پھر سوروں کی قرأت کرے اور جب رکوع کا ارادہ ہو تو اپنی دونوں آنکھیں بند کر لے اور تسبیح پڑھنے کے بعد آنکھ کھول دے۔ آنکھ کھولنے کا مطلب رکوع سے سر اٹھانے کا ہو گا اور جب سجدہ کرنے کا ارادہ ہو تو پھر اپنی آنکھیں بند کر لے اور تسبیح پڑھے اور جب تسبیح پڑھ چکے تو آنکھ کھول دے۔ اس آنکھ کھولنے کا مطلب سجدے سے سر اٹھانا ہو گا پھر تشہد اور سلام پڑھے۔

(۱۰۳۵) نیز آپؐ نے سے ایک ایسے مریض کے متعلق دریافت کیا گیا جو بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا کیا وہ لیٹے ہی لیٹے نماز پڑھے اور سجدے کے لئے اپنی پیشانی پر کوئی چیز رکھے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اسے اتنے ہی کی تکلیف دی ہے جتنی اس میں طاقت ہے۔

(۱۰۳۶) اور سماعہ بن مہران نے ان جنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جسکی آنکھوں میں پانی اتر آیا تھا چنانچہ پانی نکال دیا گیا تو اُسے بہت دنوں یعنی کم وبیش چالیس دن تک پشت کے بل لیٹا رہنا ہے اور صرف اشاروں میں سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۱۰۳۷) اور ایک مرتبہ بزیع مؤذن کا بیان ہے کہ میں نے آپؐ سے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی آنکھوں کا آپریشن کرالوں؟ آپؐ نے فرمایا: کرالو۔ میں نے عرض کیا: مگر لوگوں کا خیال ہے کہ چند دنوں پشت کے بل اس طرح لیٹا رہنا پڑے گا کہ بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکا۔ آپؐ نے فرمایا: ایسا کرلو۔

(۱۰۳۸) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مریض کھڑے ہو کر نماز پڑھے اور اگر اس کی سکت نہیں تو بیٹھ کر پڑھے اور اگر اس کی بھی سکت نہیں تو داہنی کروٹ ہو کر اور اگر اس کی بھی سکت نہیں تو بائیں کروٹ ہو کر اور اگر اس کی بھی سکت نہیں تو چت لیٹے ہوئے اپنا چہرہ قبلہ کی طرف کر کے اشارے سے اور اس کے رکوع سے اس کا سجود زیادہ جھکا ہوگا۔ اور مریض کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ نماز فریضہ سواری پر قبلہ رُو ہو کر پڑھے اور اس کے لئے سورۃ الحمد کافی ہے اور نماز فریضہ میں اس کے لئے جائز ہے کہ سجدہ کے لئے جس چیز پر ممکن ہو پیشانی رکھے اور نماز نافلہ اشارے سے پڑھے۔

(۱۰۳۹) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے بیان فرمایا: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار میں سے کسی کے پاس تشریف لے گئے اس پر ہوا کا اثر (فالج) ہو گیا تھا۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ میں نماز کیسے پڑھوں؟ آپؐ نے گھر والوں سے کہا: اگر تم لوگ اس کو بٹھا سکتے ہو تو بٹھا دو ورنہ اس کا رخ قبلہ کی طرف کر دو اور اس سے کہو کہ یہ سر سے اشارہ کر کے نماز پڑھے اور اشارے میں اس کا سجود اس کے رکوع سے زیادہ جھکا ہوا اور اگر یہ قرأت نہیں کر سکتا تو تم لوگ اس کے سامنے قرأت کرو اور اس کو سناؤ۔

(۱۰۴۰) عمران بن اذینہ نے زرارہ سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے ان جنابؑ سے

---

[1] عامہ کے نزدیک حدیث ذی الیدین مشہور ہے۔ اسے بخاری وغیرہ نے ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے حالانکہ وہ ذی الیدین کو نہ پا سکا تھا اس لئے کہ وہ بالاتفاق بدر کے دن شہید ہو گئے تھے اور ابو ہریرہ نے ہجرت کے سات سال بعد اسلام قبول کیا۔ اور ذوالیدین اور ذوالشمالین ایک ہی شخصیت ہیں اور وہ عمیر بن عبد بن عمرو بن نضلة ہیں۔

دریافت کیا کہ مریض کیسے سجدہ کرے؟ تو آپؑ نے فرمایا: کسی چٹائی کے ٹکڑے پر یا پنکھے پر یا مسواک پر جو اس کے لئے اُٹھایا جائے اور یہ اشارے کے ساتھ سجدہ کرنے سے افضل ہے اور جو لوگ پنکھے وغیرہ پر سجدہ مکروہ سمجھتے ہیں وہ ان بتوں کی وجہ سے جن کی پوجا کی جاتی تھی۔ مگر ہم لوگ تو غیر خدا کو ہرگز سجدہ نہیں کرتے لہٰذا پنکھے، مسواک اور لکڑی پر سجدہ کرو۔

(۱۰۴۱) اور حلبی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو ایک دن یا اس سے زیادہ غشی کی حالت میں تھا کیا وہ اس عرصہ کی نمازوں کی قضا کرے گا؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں بس وہ صرف ان ہی نمازوں کی قضا کرے گا جن کے وقت میں اس کو غشی سے افاقہ ہوا تھا۔

(۱۰۴۲) اور ایوب بن نوح نے حضرت امام ابوالحسن ثالث امام علی النقی علیہ السلام کو عریضہ لکھا اور اس میں دریافت کیا کہ وہ شخص جو ایک دن یا اس سے زیادہ غشی میں رہا ہو کیا اس درمیان کی نمازیں جو اس سے چھوٹ گئی ہیں وہ ان کی قضا کرے گا یا نہیں؟ تو آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا: نہ وہ روزے کی قضا کرے گا نہ نماز کی۔

(۱۰۴۳) اور آپؑ سے یہی مسئلہ علی ابن مہزیار نے پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: وہ روزے کی قضا کرے گا نہ نماز کی اور یہ چیز تو اللہ تعالیٰ نے اس پر طاری کردی ہے اور اللہ سب سے زیادہ عذر قبول کرنے والا ہے۔

لیکن وہ احادیث جو میں نے ایک بے ہوش شخص کے لئے روایت کی ہیں کہ جو اس سے فوت ہوئی ہے ان سب کی قضا کرے گا اور جو روایت کی گئی کہ وہ ایک مہینہ کی نماز کی قضا کرے گا یا جو روایت کی گئی ہے کہ وہ صرف تین دن کی قضا پڑھے [1] تو یہ صحیح ہیں۔ ان سب کا مطلب یہ ہے کہ مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ اور اصل یہ ہے کہ اس پر کوئی قضا نہیں ہے۔

(۱۰۴۴) اور محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جس شخص کو ہر وقت پاخانہ آ رہا ہو وہ وضو کرے گا اور اپنی نماز پر بنا رکھے گا۔

(۱۰۴۵) اور مرازم بن حکیم ازدی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں چار ماہ تک مسلسل بیمار رہا اور اس اثنا میں کوئی نافلہ نہیں پڑھ سکا۔ یہ بات میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو بتائی تو آپؑ نے فرمایا: تم پر اس کی قضا نہیں ہے ایک مریض ایک صحت مند شخص کے مانند نہیں ہوتا۔ ایک چیز اللہ نے اس پر غالب کی ہے تو وہی اس کے عذر کا قبول کرنے والا بھی ہے۔

(۱۰۴۶) اور علی بن جعفر نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے دریافت کیا کہ کیا یہ کسی شخص کے لئے درست ہے کہ وہ نماز پڑھتے میں مسجد کی دیوار پر ٹیک لگائے یا مسجد کی کسی شئے پر ہاتھ رکھے، اس کا سہارا لے کر کھڑا ہو جب کہ اس کو نہ کوئی مرض ہے اور نہ کوئی اور سبب؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔ اور انہوں نے دریافت کیا کہ جو نماز فریضہ پڑھ رہا تھا اور دو رکعتوں میں کھڑا رہا اب کیا اس کے لئے مناسب ہے کہ مسجد کے کسی جانب کو پکڑے اور قیام میں اس کا سہارا لے حالانکہ نہ وہ ضعیف ہے اور نہ کوئی اور سبب ہے۔ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

(۱۰۴۷) حماد بن عثمان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ نماز میں کھڑا ہونا میرے لئے بہت دشوار ہے تو آپؑ نے فرمایا: اگر تم بیٹھے ہوئے یہ چاہتے ہو کہ تم کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کا ثواب حاصل کرو تو بیٹھے ہوئے سورے کی قرأت کرو اور جب سورے کی دو آیتیں باقی رہ جائیں تو کھڑے ہو جاؤ اور باقی سورہ کو پورا کرو اور رکوع کرو اور سجدہ کرو تو یہ ہوگئی کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی نماز۔

(۱۰۴۸) سہل بن یسع نے ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن اول موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو سفر و حضر میں نماز نافلہ بیٹھ کر پڑھتا ہے حالانکہ اس کو کوئی مرض نہیں ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

[1] تہذیب ج ۱ ص ۳۳۸ اور استبصار ج ۱ ص ۴۵۸ سے رجوع کیا جائے۔

(۱۰۴۹) ابوبصیر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم لوگ آپس میں باتیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شخص بغیر کسی مرض اور سبب کے بیٹھا ہوا نماز پڑھے تو اس کی دو رکعت نماز ایک رکعت ہوگی اور اس کے دو سجدوں کو بھی ایک ہی سجدہ سمجھا جائے گا۔ آپ نے فرمایا: یہ ایسا نہیں ہے یہ تم لوگوں کے لئے پوری شمار ہوگی۔

(۱۰۵۰) عمران بن اعین سے روایت کی گئی ہے اور انہوں نے ان دونوں ائمہ میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ میرے والد علیہ السلام چار زانو بیٹھ کر نماز پڑھا کرتے اور جب رکوع کرتے تو پاؤں کو دوہرا کرلیا کرتے تھے۔

(۱۰۵۱) معاویہ بن میسرہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا کوئی شخص چار زانو بیٹھ کر اور دونوں پاؤں پھیلا کر نماز پڑھ سکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۱۰۵۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے محمل کے اندر نماز پڑھنے کے متعلق فرمایا: اس میں تم چار زانو ہو کر اور دونوں پاؤں پھیلا کر جس طرح ممکن ہو سکے نماز پڑھ لو۔

(۱۰۵۳) ابراہیم بن ابن زیاد کرخی سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص بہت بوڑھا ہے اپنے ضعف کی وجہ سے کھڑا نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے رکوع و سجود ممکن ہے۔ آپؑ نے فرمایا: وہ اپنے سر سے اشارہ کرے اور اگر کوئی شخص ہو تو سجدے کے لئے سجدہ گاہ بڑھا دے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو وہ اپنے سر سے قبلہ کی طرف اشارہ کرے۔ میں نے عرض کیا: اور روزہ؟ تو آپؑ نے فرمایا: اگر وہ اس حد پر پہنچ گیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ فریضہ اس سے اُٹھالیا اور اگر وہ صاحب مقدرت ہے تو ہر دن کے عوض ایک مد طعام صدقہ دے یہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے اور اگر اس میں یہ مقدرت نہیں ہے تو اس پر کچھ نہیں ہے۔

(۱۰۵۴) اور عبداللہ بن سلیمان نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے متعلق دریافت کیا جس کی نماز میں نکسیر پھوٹی مگر اتنی زیادہ نہیں کہ وہ کسی چیز سے پونچھے تو کیا ایسی حالت میں اس کی نماز جائز ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

(۱۰۵۵) اور بکیر بن اعین نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کی نکسیر پھوٹی ہوئی ہے اور وہ نماز پڑھ رہا ہے اور اپنی انگلی ناک میں ڈالتا ہے اور خون نکالتا ہے تو آپؑ نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ اپنے ہاتھ سے اس کو رگڑ دے اور نماز پڑھ لے۔

(۱۰۵۶) اور لیث مرادی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص کو زوال آفتاب کے وقت سے ناک سے خون آنا شروع ہوا اور رات تک چلتا رہا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ اس دوران ہر نماز سر کے اشارے سے پڑھے۔

(۱۰۵۷) اور عمر بن اذینہ نے ان ہی جنابؑ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آپؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ وہ نماز میں تھا کہ اس کی ناک سے خون آنے لگا اور وہ تھوڑی نماز پڑھ چکا تھا؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اس کے داہنے یا بائیں یا پیچھے پانی ہے تو بغیر اس کی طرف مڑے ہوئے اس کو دھولے اور اپنی نماز پڑھے اور اگر بغیر رخ موڑے ہوئے پانی نہیں ملتا تو وہ نماز کا اعادہ کرے اور اس کی مانند قے بھی ہے۔

(۱۰۵۸) اور ابوبصیر کی روایت میں آپؑ ہی سے ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر اثنائے نماز میں تم نے کلام کیا یا اپنا رخ موڑا تو پھر سے نماز پڑھو۔

(۱۰۵۹) اور ایک مرتبہ ابوبصیر نے ان جنابؑ سے عرض کیا کہ اگر میں نماز کی حالت میں کسی کے چھینک کی آواز سنوں تو الحمدللہ کہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجوں؟ آپؑ نے فرمایا: خواہ تمہارے اور اس چھینکنے والے کے درمیان سمندر ہی کیوں نہ حائل ہو۔

(۱۰۶۰) نیز آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی نابینا شخص غیر قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ لے تو اگر وقت ہے تو نماز کا اعادہ کرے اور اگر وقت گزر گیا تو اعادہ نہیں کرے گا۔

(۱۰۶۱) فضیل بن یسار سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ کبھی کبھی میں نماز میں ہوتا ہوں تو اپنے پیٹ میں گڑگڑاہٹ اور مروڑ اور سخت درد محسوس کرتا ہوں؟ آپؑ نے فرمایا: نماز چھوڑ کر قضائے حاجت کے لئے جاؤ وضو کرو اور اپنی باقی نماز جو تم پڑھ رہے تھے پڑھو، اگر تم نے اس درمیان عمداً کلام کر کے اپنی نماز نہ توڑ دی ہو اور اگر تم نے بھولے سے کلام کر لیا تو تم پر کوئی گناہ نہیں وہ ایسے ہی ہے جیسے نماز میں بھولے سے کسی نے کلام کر لیا ہو۔ میں نے عرض کیا: خواہ اس کا چہرہ قبلہ سے مڑ گیا ہو؟ فرمایا: ہاں اگر اس کا رخ قبلہ سے مڑ بھی گیا ہو۔

(۱۰۶۲) اور عبدالرحمٰن بن حجاج نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص کو اپنے پیٹ میں پاخانہ کا اشارہ محسوس ہوا مگر وہ اس کو برداشت کر سکتا ہے تو کیا ایسی حالت میں وہ نماز پڑھے یا نہ پڑھے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ برداشت کر سکتا ہے اور نماز کا وقت جلدی نکلنے کا خوف نہیں ہے تو نماز پڑھے اور برداشت کرے۔

(۱۰۶۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: مسکرانے سے نماز نہیں ٹوٹتی، قہقہہ سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور وضو نہیں ٹوٹتا۔

باب: نماز پڑھتے ہوئے شخص پر سلام

(۱۰۶۴) ایک مرتبہ محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کچھ لوگ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے ان کو سلام کیا؟ آپؑ نے فرمایا: اگر تم نماز میں ہو اور کوئی مرد مسلمان تم کو سلام کرے تو تم اس کے سلام کا جواب دو السلام علیک کہو اور اپنی انگلی سے اشارہ کرو۔

(۱۰۶۵) عمار ساباطی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نماز پڑھتے ہوئے شخص کے سلام کے جواب کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: جب تم نماز پڑھ رہے ہو اور مسلمانوں میں سے کوئی شخص تم کو سلام کرے تو تم اس کے سلام کا جواب اتنی آہستہ آواز سے دو کہ صرف تم ہی سنو اپنی آواز بلند نہ کرو۔

(۱۰۶۶) اور منصور بن حازم نے آپؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب کوئی شخص کسی نماز پڑھتے ہوئے شخص کو سلام کرے تو وہ جوابِ سلام خفی آواز سے دے جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے۔

(۱۰۶۷) اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے بیان فرمایا: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں مشغول تھے کہ عمار نے آپ کو سلام کیا اور آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے کہا: السلام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

باب: نماز پڑھتے ہوئے شخص کو اگر کسی درندے یا موذی جانور کا سامنا ہو تو اسے مار ڈالے

(۱۰۶۸) حسین بن ابی العلاء نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے کہ اس نے سانپ یا بچھو کو دیکھا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ اس کو مار ڈالے۔

(۱۰۶۹) محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور کوئی کیڑا مکوڑا اس کو اذیت دے رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ اس کو اپنے پر سے اٹھا کر پھینک دے یا ریت میں دبا دے۔

(۱۰۷۰) اور حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص نماز میں مشغول ہے اور تیز قدم چلتا جاتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

(۱۰۷۱) نیز حلبی نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نماز کے دوران کھٹمل، پسو، جوں یا مکھی مارتا ہے کیا اس سے اس کی نماز اور اس کا وضو ٹوٹ جائے گا؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔

(۱۰۷۲) اور سماعہ بن مہران نے آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جو نماز فریضہ میں کھڑا ہو جاتا ہے اور اپنا کیسہ یا اپنا مال و متاع بھول جاتا ہے کہ جس کے ضائع یا ہلاک ہو جانے کا خطرہ ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ نماز کو قطع کرے گا اور اپنے مال و متاع کی حفاظت کرے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: اگر اس کی سواری کھل جائے اور ڈر ہو کہ کہیں بھاگ نہ جائے یا اسے کوئی گزند نہ پہنچ جائے۔ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں اگر وہ اپنی نماز قطع کرے اور اس کو محفوظ کرے پھر نماز پڑھے۔

(۱۰۷۳) اور عمار ساباطی نے آپؑ سے دریافت کیا کہ ایک شخص ہے جو نماز پڑھ رہا ہے اس نے اپنے اردگرد ایک سانپ دیکھا کیا یہ اس کے لئے جائز ہے کہ وہ بڑھ کر اس کو مار ڈالے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اس کے اور سانپ کے درمیان ایک قدم کا فاصلہ ہو تو یہ قدم بڑھائے اور اس کو مار ڈالے ورنہ نہیں۔

(۱۰۷۴) حریز نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب تم نماز فریضہ میں مشغول ہو اور تم نے دیکھا کہ تمہارا غلام بھاگ رہا ہے۔ یا تمہارا مقروض جس پر تمہارا مال قرض ہے یا کوئی سانپ ہے جس سے تم کو اپنی جان کا خطرہ ہے تو نماز کو قطع کرو۔ غلام یا مقروض کا پیچھا کرو اور سانپ کو مار ڈالو۔

باب: اگر نماز پڑھنے والے کو کوئی ضرورت پیش آجائے

(۱۰۷۵) عبداللہ بن ابی یعفور نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق روایت کی ہے کہ جس کو حالت نماز میں کوئی حاجت پیش آجائے تو آپؑ نے فرمایا: وہ شخص سر سے اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کرے گا اور اگر عورت ہے تو تالی بجادے گی۔

(۱۰۷۶) حلبی سے روایت ہے کہ اس نے ایک مرتبہ ان جنابؑ سے ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو نماز میں مشغول ہے اسے کوئی ضرورت پیش آگئی؟ تو آپؑ نے فرمایا: وہ سر سے اور ہاتھ سے اشارہ کرے گا اور تسبیح پڑھے گا (سبحان اللہ کہے گا) اور اگر عورت کو کوئی ضرورت پیش آجائے تو وہ دونوں ہاتھ سے تالی بجادے گی۔

(۱۰۷۷) حنان بن سدیر نے آپؑ سے دریافت کیا کہ کیا کوئی شخص نماز میں اشارہ کرسکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کی مساجد میں سے کسی مسجد میں اپنے ٹیڑھے سر والے عصا سے اشارہ کیا تھا۔ حنان کا بیان ہے کہ سوائے نبی عبدالاشہل کی مسجد کے مجھے کسی مسجد کا علم نہیں۔

(۱۰۷۸) اور عمار بن موسیٰ نے آپؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جو نماز پڑھ رہا ہے کہ دروازہ پر کسی کی آواز سنی اور اس نے کھنکھارا تاکہ اس کی کنیز اور اس کے گھر والے سن لیں اگر اس میں تاخیر ہوئی تو اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اس کو یہ بتانے کے لئے کہ وہ دیکھے کہ دروازے پر کوئی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر ایک مرد ایک عورت کے متعلق دریافت کیا کہ وہ دونوں نماز میں ہیں اور ان دونوں کو کسی چیز کی ضرورت ہے کیا ان دونوں کے لئے جائز ہے کہ وہ سبحان اللہ کہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں وہ دونوں جو چاہتے ہیں اس کی طرف اشارہ کرسکتے ہیں۔ اور اگر عورت کو کسی چیز کی ضرورت ہے تو وہ اپنے زانو پر ہاتھ مار سکتی ہے حالت نماز میں۔

(۱۰۷۹) اور محمد بن بجیل برادر علی بن بجیل سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نماز میں مشغول تھے اور آپؑ ابھی دونوں سجدوں کے درمیان تھے کہ ایک شخص ادھر سے گزرا تو آپؑ نے اس کی طرف ایک کنکری پھینکی چنانچہ وہ شخص آپؑ کے پاس آیا۔

(۱۰۸۰) ابوزکریا اعور سے روایت ہے کہ اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور ایک بوڑھا شخص آپؑ کے پہلو میں تھا اور وہ کھڑا ہونا چاہتا تھا اس کے ساتھ اس کا عصا تھا اور چاہتا تھا کہ اپنا عصا اٹھائے تو حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام جھکے اور اس کا عصا اس کو تھما دیا اور پھر اپنی نماز پڑھنے لگے۔

(۱۰۸۱) ابو حبیب ناجیہ نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بیان کیا میرے پاس ایک کولہو ہے جس میں تل پیلا کرتا ہوں چنانچہ میں کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہوں اور جب محسوس کرتا ہوں کہ غلام سو گیا ہے تو دیوار پر تھپتھپا دیتا ہوں تا کہ وہ جاگ جائے۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں تم اللہ کی عبادت میں بھی مشغول رہتے ہو اور اپنا رزق بھی حاصل کرتے ہو، کوئی حرج نہیں ہے۔

باب: نماز میں عورت کے آداب

عورت پر نہ اذان ہے اور نہ اقامت نہ جمعہ ہے نہ جماعت ہے[1]

جب عورت نماز کے لئے کھڑی ہو تو دونوں قدموں کو ملا کر رکھے درمیان میں فاصلہ نہ دے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینے پر پستانوں کی جگہ رکھے اور جب رکوع کرے تو اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں سے اوپر یعنی زانو پر رکھے تا کہ زیادہ نہ جھکے اور اس کی سرین اوپر کو بلند نہ ہو جائے۔ اور جب سجدہ کا ارادہ کرے تو پہلے بیٹھ جائے اس کے بعد سجدہ کرے اور زمین سے چپک جائے اور اپنی دونوں کلائیاں زمین پر رکھے اور جب کھڑے ہونے کا ارادہ کرے تو سجدے سے سر اُٹھائے اور اپنے سرین کے بل بیٹھ جائے اس طرح نہیں جس طرح مرد بیٹھتے ہیں پھر کھڑے ہونے کا ارادہ کرے تو بغیر اپنی سرین اُٹھائے اور زمین پر ہاتھ ٹیکے اُٹھے۔ اور جب تشہد کے لئے بیٹھے تو اپنے دونوں پاؤں اٹھائے اور اپنے زانوں ملائے۔ اور آزاد عورت بغیر مقنع کے نماز نہیں پڑھے گی اور کنیز بغیر مقنع کے نماز پڑھے گی۔

(۱۰۸۲) اور محمد بن مسلم نے حضرت محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: عورت اس قمیض اور مقنع میں نماز پڑھے جو اتنا دبیز ہو کہ بدن کو چھپالے۔

(۱۰۸۳) اور یونس بن یعقوب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ مرد ایک کپڑے میں نماز پڑھتا ہے؟ آپؑ فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: اور عورت؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں، آزاد عورت جبکہ اس کو حیض آنے لگے بغیر سر پر دوپٹہ ڈالے درست نہیں سوائے یہ کہ وہ دوپٹہ نہ پائے۔

(۱۰۸۴) اور علی بن جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے دریافت کیا کہ ایک عورت ہے جس کے پاس صرف ایک ہی چادر ہے وہ نماز کیسے پڑھے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ چادر سے خود کو لپیٹ لے اور اس سے اپنے سر کو بھی ڈھانپے اور نماز پڑھ لے اگر اس کے پاؤں کھلے رہ جاتے ہیں اور کوئی دوسرا کپڑا میسر نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

(۱۰۸۵) اور معلّٰی بن خنیس کی روایت میں جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ ایک عورت ہے جو ایک صدری اور ایک چادر میں نماز پڑھتی ہے، اس کے پاس نہ ازار ہے اور نہ مقنع ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے اگر وہ چادر سے خود کو لپیٹ لے اگر عرض میں ممکن نہ ہو تو طول میں لپیٹ لے۔

(۱۰۸۶) محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: نماز میں کنیز کے لئے مقنع نہیں ہے اور نہ مدبرہ کے لئے نماز میں مقنع ہے اور نہ مکاتبہ کے لئے نماز میں مقنع ہے جب کہ اس کا مالک نے شرط رکھ دی ہو اور وہ مملوکہ ہی ہے جب تک کہ وہ تمام تحریر شدہ رقم کو ادا نہ کر دے اور تمام حدود (سزا) میں اس پر وہی حکم جاری ہوگا جو مملوکہ پر جاری ہوتا ہے۔

---

[1] 'کافی' ج ۳ ص ۳۰۵ پر بسند صحیح جمیل بن دراج سے منقول ہے کہ میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے عورتوں کی اذان و اقامت کے بارے میں سوال کیا۔ فرمایا: نہیں۔ اور مولف نے 'خصال' (اردو ترجمہ ص ۳۱۱) پر نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی علی علیہ السلام کو وصیت نقل کی ہے جس میں ہے: اے علی! عورتوں پر نہ جمعہ ہے، نہ جماعت، نہ اذان، نہ اقامت۔ اور مولف نے امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے فرمایا: عورتوں پر نہ اذان ہے، نہ اقامت، نہ جمعہ، نہ جماعت، نہ حجر کو چومنا، نہ کعبہ میں داخل ہونا، نہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا، نہ سر منڈوانا۔ البتہ اپنے بال [illegible] شے گی۔ اور اسی طرح کی روایت 'خصال' (اردو ترجمہ ص ۳۷۶) پر امام باقر علیہ السلام سے ہے۔

(۱۰۸۷) راوی کا بیان ہے کہ اور میں نے آپؑ سے اس کنیز کے لئے دریافت کیا کہ جس کے لڑکا پیدا ہوا کہ کیا اس کے لئے نماز میں اوڑھنی واجب ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: اس پر اس وقت مقنع واجب ہو جو تو اس وقت بھی مقنع واجب ہونا چاہیے تھا جب اسے حیض آنا شروع ہوا۔ غرض اس کے لئے نماز میں مقنع نہیں ہے۔

(۱۰۸۸) عیص بن قاسم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک شخص کے متعلق روایت کی ہے کہ وہ عورت کے ازار اور اس کے کپڑوں میں نماز پڑھتا ہے اور اس کی اوڑھنی کو بطور عمامہ باندھتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر نجاست سے پاک ہے تو کوئی حرج نہیں۔

(۱۰۸۹) اور روایت کی گئی ہے کہ عورتوں کے لئے بہترین مسجد ان کا گھر ہے۔ اور عورت کا اپنے حجرے میں نماز پڑھنا اس کے اپنے برآمدے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور اس کا اپنے اوسارے میں نماز پڑھنا اس کے اپنے صحن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ اس کا اپنے صحن میں نماز پڑھنا اپنے گھر کی چھت پر نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور عورت کے لئے اس چھت پر نماز پڑھنا جس میں حجرہ نہ بنا ہو مکروہ ہے۔

(۱۰۹۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: عورتوں کو بالا خانوں کی کوٹھریوں میں نہ رکھو، انہیں کتابت نہ سکھاؤ، انہیں سورہ یوسفؑ نہ پڑھاؤ، انہیں اون کاتنے کے تکلے کی تعلیم دو اور سورہ نور پڑھاؤ۔

باب: نماز ختم کرکے اٹھنے کے آداب

(۱۰۹۱) محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب تم نماز ختم کرکے اٹھو اور وہاں سے پھرنے لگو تو اپنے داہنی جانب پھرو۔

باب: نماز جماعت اور اس کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وارکعوا مع الراکعین (نماز قائم کرو زکوۃ اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو) (سورہ بقرہ آیت نمبر ۴۳) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کا اسی طرح حکم دیا ہے جس طرح نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک پینتیس (۳۵) نمازیں واجب کی ہیں ان میں ایک نماز جماعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے فرض رکھی ہے۔ اور وہ جمعہ کی نماز ہے بقیہ تمام نمازوں میں جماعت فرض نہیں ہے بلکہ سنت ہے جو شخص اس کو ناپسند کرتے ہوئے ترک کرے اور مسلمانوں کی جماعت کو بغیر کسی سبب کے ترک کرے تو اس کی نماز ہی نہیں ہوگی [1]۔ اور جو شخص تین جمعہ متواتر ترک کرے بلا کسی سبب کے تو منافق ہے۔ اور آدمی کے لئے جماعت میں نماز پڑھنا اکیلے جنت میں نماز پڑھنے سے پچیس درجہ افضل ہے۔ اور جماعت میں نماز پڑھنا فرادی نماز پڑھنے سے چوبیس درجہ افضل ہے کہ (اس طرح با جماعت نماز) پچیس نمازوں کے برابر ہو جاتی ہے [2]۔

(۱۰۹۲) محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو اپنے پڑوس کی مسجد میں نماز پڑھنے نہ جائے اس کی نماز ہی نہیں ہے سوائے یہ کہ وہ مریض ہو یا کوئی اور مشغولیت ہو۔

---

[1] کلینی نے 'کافی' ج ۳ ص ۳۷۲ پر اپنی اسناد سے زرارہ اور فضیل سے روایت کی ہے کہ دونوں نے کہا: ہم نے آنجنابؑ سے عرض کی: کیا نماز جماعت کے ساتھ فرض ہے؟ فرمایا: نماز فرض ہے لیکن جماعت تمام نمازوں میں فرض نہیں ہے۔ لیکن یہ سنت ہے اور جس نے اسے اور مومنین کی جماعت کو بغیر کسی سبب کے چھوڑ دیا اس کی نماز نہیں۔ یعنی کامل یا صحیح۔ جبکہ وہ اس کی فضیلت کا منکر ہو۔

[2] 'تہذیب' ج ۱ ص ۲۵۲ پر ان کی اسناد سے جابر سے اور انہوں نے ابو جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے: اکیلے شخص کی نماز سے نماز جماعت کی فضیلت جنت میں پچیس درجہ ہے۔

(۱۰۹۳) اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک قوم سے فرمایا: تم لوگ مسجد میں ضرور حاضر ہوا کرو ورنہ میں مع تمہارے تمہارے گھروں میں آگ لگا دوں گا۔

(۱۰۹۴) نیز آپؐ نے فرمایا: جو شخص پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے تو اس سے ہر خیر کی توقع رکھو۔

(۱۰۹۵) اور آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر دو (۲) شخص ہیں تو جماعت ہے۔

(۱۰۹۶) حسن صیقل نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کم سے کم جماعت کی تعداد کیا ہوتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ایک مرد اور ایک عورت۔ اور جب مسجد میں کوئی ایک بھی نہ آئے تو پھر ایک مومن ہی جماعت ہوتا ہے اس لئے کہ جب وہ اذان و اقامت کہہ کر نماز شروع کرتا ہے تو ملائکہ کی دو صفیں اس کے پیچھے نماز پڑھتی ہیں اور جب صرف اقامت کہتا ہے اور اذان نہیں کہتا تو اس کے پیچھے ایک صف ہوتی ہے۔[1]

(۱۰۹۷) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومن ایک اکیلا بھی جماعت ہے۔

(۱۰۹۸) اور ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کی نماز پڑھ کر اُٹھے تو اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے چند لوگوں کا نام لے کر پوچھا کہ کیا فلاں فلاں نماز میں آئے تھے؟ اصحاب نے کہا: نہیں یا رسول اللہ! آپؐ نے پوچھا: کیا وہ لوگ مدینہ میں نہیں تھے اور غائب تھے؟ اصحاب نے کہا: نہیں یا رسول اللہ۔ آپؐ نے فرمایا: بات یہ ہے کہ اس نماز سے اور نمازِ عشاء سے زیادہ کوئی نماز بھی منافقین پر گراں نہیں ہے اگر یہ لوگ ان دونوں کی فضیلت کو جانتے تو ضرور آتے خواہ انہیں گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑتا۔

(۱۰۹۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو نماز صبح اور نماز عشاء جماعت کے ساتھ پڑھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ضمانت میں رہتا ہے۔

(۱۱۰۰) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب جوتا بھیگے تو نماز اپنی قیام گاہ میں۔

اور میرے والد رحمہ اللہ نے جو رسالہ میرے پاس بھیجا اس میں تحریر کیا کہ اے فرزند تم کو معلوم ہو کہ جماعت میں امامت کا وہی زیادہ حقدار ہے جو قرآن کی سب سے اچھی قرأت کرتا ہو۔ اور اگر قرأت میں سب لوگ برابر ہوں تو ان میں وہ جو سب سے زیادہ فقیہ ہو اور اگر فقہ میں بھی سب برابر ہیں تو پھر وہ جس نے سب سے پہلے ہجرت کی ہے اور اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہیں تو پھر وہ جوان سب سے زیادہ سن رسیدہ ہے اور اگر سن میں بھی برابر ہیں تو پھر وہ جوان میں سب سے زیادہ خوبرو ہے۔ اور مسجد بنانے والا مسجد کا زیادہ حقدار ہے اور تم میں سے امام کے قریب وہ ہوں جو اس کے رشتہ دار ہوں اور متقی ہوں تاکہ اگر امام بھول جائے یا قرأت سے عاجز رہے تو لوگ اس کو امام کی جگہ کھڑا کر لیں اور سب سے افضل صف پہلی صف ہے اور پہلی صف میں بھی وہ جو امام کے قریب ہے۔

(۱۱۰۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قوم کا امام قوم کا نمائندہ ہوتا ہے لہٰذا تم لوگ اپنے میں سب سے افضل شخص کو امام بناؤ۔

(۱۱۰۲) نیز آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: اگر تمہاری خوشی یہ ہے کہ تم اپنی نمازوں کو پاک صاف رکھو تو تم میں جو سب سے بہتر ہے اس کو امام بناؤ۔

(۱۱۰۳) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص کسی قوم کو نماز پڑھائے اور ان میں کوئی اس سے زیادہ عالم ہو تو اس قوم کے امور قیامت تک پستی کی طرف جائیں گے۔

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہارا امام اللہ کی بارگاہ میں تمہارا شفیع ہوتا ہے لہٰذا کسی بیوقوف شخص کو اور کسی فاسق کو اپنا شفیع نہ بناؤ۔

(۱۱۰۴) اور حسین بن کثیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آپؑ سے امام کے پیچھے قرأت کرنے کے متعلق

---

[1] کافی، ج ۳ ص ۳۰۳ پر اپنی اسناد سے حلبی نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے: جب تم اذان و اقامت کہتے ہو تو تمہارے پیچھے ملائکہ کی دو صفیں نماز پڑھتی ہیں اور جب تم صرف اقامت کہتے ہو تو تمہارے پیچھے ملائکہ کی ایک صف نماز پڑھتی ہے۔

دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: نہیں امام قرأت کا ذمہ دار ہے اور وہ لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں وہ ان سب کی نمازوں کا ذمہ دار نہیں صرف قرأت کا ذمہ دار ہے۔

(۱۱۰۵) محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: پانچ اشخاص کو لوگ امام نہ بنائیں اور نماز فریضہ ان کے پیچھے جماعت کے ساتھ نہ پڑھیں: مبروص و مجذوم و ولد الزنا اور جاہل و دیہاتی عرب جب تک وہ ترک وطن کر کے آبادی میں نہ آجائے۔ اور مہاجر کسی اعرابی (دیہاتی) کے پیچھے نماز نہیں پڑھے گا۔

(۱۱۰۶) امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کسی مجذوم و مبروص و مجنون و سزا یافتہ اور ولد الزنا کے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھے۔ اور مہاجر کسی اعرابی (دیہاتی) کے پیچھے نماز نہیں پڑھے گا۔

(۱۱۰۷) اور آپؑ نے فرمایا: جس کی ختنہ نہ ہوئی ہو وہ قوم کی امامت نہیں کرے گا خواہ وہ قران کا سب سے اچھا قاری کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ اس نے سب سے بڑی سنت کو ترک کیا ہوا ہے۔ اور اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور اگر وہ مرجائے تو اس پر نماز نہیں پڑھی جائیگی سوائے یہ کہ اس نے (اس سنت کو) اپنی جان کے خطرے سے ترک کیا ہوا ہو۔

(۱۱۰۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: قیدی آزاد لوگوں کی امامت نہ کرے اور مفلوج شخص تندرست لوگوں کی امامت نہ کرے۔

(۱۱۰۹) حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام نے فرمایا: اگر ایک نابینا شخص قران کا سب سے اچھا قاری ہو سب سے زیادہ عالم فقہ ہو اور لوگ اس پر راضی ہوں تو اس کے نماز کی امامت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۱۱۱۰) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اندھا وہ ہے جو دل کا اندھا ہو وہ اندھا نہیں جو آنکھ کا اندھا ہو بلکہ اندھا وہ ہے جو اس دل کا اندھا ہو جو سینے میں ہے۔

(۱۱۱۱) حضرت امام جعفر صاسق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تین اشخاص کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے: وہ شخص جس کا دین و اعتقاد نہ معلوم ہو، وہ شخص جو غالی ہو اگر چہ وہ بھی اس کا قائل ہو جس کے تم قائل ہو، وہ شخص جو چھپا کر نہیں بلکہ لوگوں کے سامنے فسق و فجور کرتا ہو خواہ اپنے اعتقادات میں معتدل ہی کیوں نہ ہو۔

(۱۱۱۲) اور حضرت علی بن محمد اور محمد بن علی علیہما السلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی جسمیت کا قائل ہو اس کو زکوٰۃ میں سے کچھ نہ دو اور نہ اس کے پیچھے نماز پڑھو۔

(۱۱۱۳) اور ابو عبداللہ برقی نے حضرت ابو جعفر ثانی (امام علی النقی) علیہ السلام کو خط لکھ کر دریافت کیا کہ میں آپؑ پر قربان وہ شخص جو آپ کے پدر بزرگوار اور آپؑ کے جد نامدار پر ٹھہرا ہوا ہو (اور آپ کو امام نہ مانتا ہو) اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔

(۱۱۱۴) عمر بن یزید نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک امام جماعت ہے کہ جو اپنے تمام امور میں ٹھیک ہے عارف و عالم بھی ہے مگر وہ اپنے والدین کو ایسی درشت باتیں سناتا ہے کہ جس سے ان لوگوں کو غیظ آجاتا ہے کیا ایسے پیش نماز کے پیچھے نماز پڑھوں؟ آپؑ نے فرمایا: اس کے پیچھے نماز پڑھو جب تک کہ وہ قطعی طور پر عاق نہ ہو جائے (اس لئے کہ ممکن ہے وہ انہیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر یا کوئی نصیحت کر رہا ہو)۔

(۱۱۱۵) محمد بن علی حلبی نے آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اس شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھو جو تمہارے لئے کفر کی گواہی دیتا ہو (تمہیں کافر کہتا ہو) اور اس شخص کے پیچھے بھی نماز نہ پڑھو جس کے متعلق تم کفر کی گواہی دیتے ہو (اسے کافر کہتے ہو)۔

(۱۱۱۶) سعد بن اسماعیل نے اپنے والد سے اور انہوں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے

دریافت کیا کہ ایک شخص گناہوں سے آلودہ ہے اس کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔
(۱۱۱۷) اسماعیل بن مسلم سے روایت ہے کہ اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق کہ جو قضاوقدر الٰہی کی تکذیب کرتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ تمام نمازیں جو اسکے پیچھے پڑھی گئی ہیں ان کا اعادہ کیا جائے۔
(۱۱۱۸) اسماعیل جعفی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص ہے جو حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے مگر ان کے دشمن سے برأت کا اظہار نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ وہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے ان لوگوں سے جو اس کے مخالف ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: وہ (حق وباطل) خلط ملط کرتا ہے، وہ دشمن ہے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ اس میں کوئی کرامت نہیں ہے سوائے یہ کہ وہ تقیہ کررہا ہو۔

اور میرے والد علیہ الرحمہ نے جو رسالہ مجھے بھیجا اس میں تحریر کیا کہ تم دو شخصوں کے علاوہ اور کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ ایک وہ شخص جس کے دین اور پرہیزگاری پر تم کو وثوق اور بھروسہ ہو۔ اور دوسرا وہ کہ جس کی تلوار وطاقت اور دین پر طعن وتشنیع سے تم ڈرتے ہو تو بربنائے تقیہ اور دلجوئی اس کے پیچھے نماز پڑھو اور اپنی اذان اور اپنی اقامت کہو اور سورہ کی قرأت مگر اس نیت سے نہیں کہ اس کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہو۔ اگر تم اس سے پہلے سورہ کی قرأت ختم کررہے ہو تو ایک آیت کو باقی رکھو اور اللہ تعالیٰ کی تمجید کرتے رہو اور جب وہ امام رکوع میں جانے لگے تو فوراً اس باقی آیت کو پڑھ کر تم بھی رکوع میں چلے جاؤ اور اگر قرأت کو تم ملحق نہیں کرسکتے اور تمہیں ڈر ہے کہ وہ رکوع میں چلا جائے گا تو پھر جس فقرہ کو اس نے اذان واقامت سے حذف کردیا ہے (یعنی حی علی خیر العمل) وہ کہو اور رکوع میں چلے جاؤ۔

اور اگر تم نماز نافلہ پڑھ رہے ہو اور نماز شروع ہوگئی ہے تو اس کو قطع کرو اور نماز فریضہ پڑھو۔

اور اگر تم نماز فریضہ پڑھ رہے ہو تو اس کو قطع مت کرو بلکہ نافلہ قرار دے کر دو رکعتوں میں سلام پھیر لو پھر امام کے ساتھ نماز پڑھو لیکن اگر امام ان لوگوں میں سے ہے جن سے پرہیز کیا جائے تو اپنی نماز قطع نہ کرو اور نہ اس کو نافلہ قرار دو اور صف میں ہو جاؤ اور اس کے ساتھ نماز پڑھو اور جب امام چوتھی رکعت کے لئے کھڑا ہو تو تم بھی اس کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور کھڑے کھڑے تشہد پڑھو اور کھڑے کھڑے سلام پڑھ لو۔
(۱۱۱۹) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھی جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: میرے بعد تم میں سے کوئی بھی بیٹھ کر نماز نہ پڑھائے۔
(۱۱۲۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ اپنے گھوڑے سے گر گئے تو آپ کے دائیں پہلو میں چوٹ آئی اس لئے آپؐ نے حجرۂ ام ابراہیم میں لوگوں کو بیٹھ کر نماز پڑھائی۔
(۱۱۲۱) اور جمیل بن صالح نے ایک مرتبہ سوال کیا کہ پیشنماز کیلئے دونوں میں سے کیا افضل ہے؟ وہ اول وقت اکیلا نماز پڑھ لے یا تھوڑی تاخیر کرلے اور اہل مسجد کے ساتھ نماز پڑھے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ امام ہے تو تاخیر کرلے اور اہل مسجد کے ساتھ نماز پڑھے۔
(۱۱۲۲) اور ایک شخص نے آنجنابؑ سے دریافت کیا اور کہا کہ میرے گھر کے دروازے ہی پر ایک مسجد ہے اب میرے لئے افضل کیا ہے؟ میں اپنے گھر میں دیر تک طویل نماز پڑھوں یا اہل مسجد کے ساتھ خفیف نماز پڑھوں؟ تو آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا: تم ان لوگوں کے ساتھ نماز پڑھو۔
(۱۱۲۳) اور ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام نے دو شخصوں کے متعلق فرمایا جن میں ایک کہتا ہے کہ میں امام تھا اور تم ماموم تھے دوسرا کہتا ہے کہ نہیں میں امام تھا تم میرے ماموم آپؑ نے فرمایا: دونوں کی نماز پوری ہوگئی۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: اگر ایک کہے کہ میں نے تمہاری اقتداء میں نماز پڑھی اور دوسرا کہے کہ میں نے تمہاری اقتداء میں نماز پڑھی؟ آپؑ نے فرمایا: دونوں کی نمازیں فاسد ہوگئیں ان دونوں کو چاہیے کہ وہ از سر نو نماز پڑھیں۔

(۱۱۲۴) اور جمیل بن درّاج نے حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک قوم کا امام جماعت جنب ہو گیا اس کے پاس اتنا پانی نہیں جو غسل کے لئے کافی ہو ویسے اور لوگوں کے پاس اتنا پانی ہے کہ وہ لوگ وضو کریں تو اب ان ہی لوگوں میں کوئی شخص وضو کر کے ان لوگوں کی نماز کی امامت کرے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں بلکہ امام تیمم کر کے ان لوگوں کی نماز کی امامت کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح پانی کو طہور قرار دیا ہے اسی طرح زمین کو بھی طہور قرار دیا ہے۔

(۱۱۲۵) عمر بن یزید نے ان جنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی نماز کے وقت میں نماز پڑھے اور وضو ہو کر تقیتاً ان لوگوں کے ساتھ نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں پچیس درجہ لکھدیگا۔ پس رغبت کے ساتھ یہ کرو۔

(۱۱۲۶) اور حماد بن عثمان نے آپؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص ان لوگوں کے ساتھ صف اول میں کھڑے ہو کر نماز پڑھے اس نے تو گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صف اول میں نماز پڑھی۔

(۱۱۲۷) اور حفص بن بختری نے آپؑ سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: تمہارے لئے یہی کافی ہوگا کہ تم ان کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے اور اگر تم نے ان لوگوں کی اقتداء نہیں کی تو یہ اتنا ہی کافی ہے جتنا کہ اگر تم ان کی اقتداء کرتے اور کافی ہوتا۔

(۱۱۲۸) مسعدہ بن صدقہ نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا: میں آپؑ پر قربان چند ناصبیوں کے ساتھ ہمارا گزر ہوتا ہے اور نماز قائم کی جاتی ہے اور میں وضو کے ساتھ نہیں ہوتا اب اگر میں ان لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک نہ ہوں تو وہ لوگ جو ان کے جی میں آئے گا کہیں گے اس لئے میں ان کے ساتھ نماز پڑھ لیتا ہوں۔ پھر جب پلٹتا ہوں تو وضو کر کے نماز پڑھتا ہوں۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: سبحان اللہ! کیا تم اس سے نہیں ڈرتے کہ جو شخص بغیر وضو کے نماز پڑھے تو خطرہ ہے کہ زمین شق ہو جائے اور وہ اس میں سما جائے۔

(۱۱۲۹) زید شحام نے آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اے زید تم ان لوگوں کی وضع پر چلو، ان کی مسجدوں میں نماز پڑھو اور ان کے مریضوں کی عیادت کرو اور ان کے جنازوں میں شریک ہو بلکہ اگر تم ان کے امام جماعت یا مؤذن بن سکتے ہو تو ایسا بھی کرو پس اگر تم لوگ ایسا کرو گے تو وہ لوگ کہیں گے کہ دیکھو یہ ہیں جعفری لوگ، اللہ تعالیٰ جعفر صادق پر رحم کرے انہوں نے اپنے ماننے والوں کو کتنا اچھا ادب سکھایا ہے اور اگر تم لوگ یہ سب نہ کرو گے تو وہ لوگ یہ کہیں گے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ماننے والوں کو کتنا برا ادب سکھایا ہے۔

(۱۱۳۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جس کے پیچھے تم نماز پڑھ رہے ہو اسی کے مطابق اذان کہو۔

(۱۱۳۱) ایک شخص نے آپؑ سے عرض کیا کہ میں اپنے گھر والوں میں نماز پڑھ کر جب مسجد میں جاتا ہوں تو لوگ مجھے نماز پڑھانے کے لئے آگے کھڑا کر دیتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: تم آگے کھڑے ہو جاؤ تو ان کو نماز پڑھاؤ تم پر کوئی گناہ نہیں۔

(۱۱۳۲) ہشام بن سالم نے آپؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے ایک ایسے شخص کے متعلق ارشاد فرمایا جو اکیلے نماز پڑھ لیتا ہے پھر اس کو جماعت کی نماز ملتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ ان لوگوں کے ساتھ نماز پڑھے اور اگر چاہے تو وہ اسی کو نماز فریضہ قرار دیدے۔

(۱۱۳۳) نیز روایت کی گئی ہے کہ ان دونوں میں جو افضل واتم ہوگی وہی اس کے حق میں محسوب ہوگی۔

(۱۱۳۴) اور علی بن جعفر نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص صرف شلوار اور ازار پہنے ہوئے جماعت کو نماز پڑھا سکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

(۱۱۳۵) اور زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: سب سے آخری نماز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت کے ساتھ پڑھائی وہ ایک کپڑے میں پڑھائی تھی جس کے دونوں کنارے مختلف تھے۔ کیا میں تم کو وہ کپڑا دکھاؤں؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔

تو آپؑ ایک چادر نکال لائے۔ میں نے اسے ناپا تو وہ سات ہاتھ طول میں اور آٹھ بالشت عرض میں تھا۔

(۱۱۳۶) اور عمر بن یزید نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس حدیث کے مطابق دریافت کیا جسے لوگ روایت کرتے ہیں کہ کسی نماز فریضہ کے وقت کوئی مستحب نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ تو اس وقت کی حد کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جب اقامت کہنے والا اقامت شروع کر دے۔ راوی نے کہا: کہ لوگ مختلف اوقات میں اقامت بھی تو کہتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد وہ اقامت کہنے والا ہے جو اس کے ساتھ نماز پڑھے۔

(۱۱۳۷) اور حفص بن سالم نے آپؑ سے دریافت کیا کہ جب موذن "قد قامت الصلوۃ" کہے تو کیا لوگوں کو کھڑا ہو جانا چاہیے یا بیٹھے رہنا چاہیے جب تک ان کا امام جماعت نہ آجائے۔ آپؑ نے فرمایا: نہیں ان لوگوں کو کھڑا ہو جانا چاہیے اگر ان کا امام جماعت آتا ہے تو ٹھیک ورنہ اپنی جماعت میں سے کسی ایک شخص کا ہاتھ پکڑ کر آگے کھڑا کر لیں۔

(۱۱۳۸) زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کہ جب نماز کے لئے اقامت ہو جائے تو امام اور تمام اہل مسجد کے لئے کلام کرنا حرام ہے بس صرف امام سے آگے کھڑے ہونے کے لئے کہا جا سکتا ہے۔

(۱۱۳۹) محمد بن مسلم سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو دو شخصوں کی نماز میں امامت کر رہا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: وہ دونوں کے پہلو میں نہیں کھڑا ہو گا بلکہ ان دونوں کے آگے کھڑا ہو گا۔ اور دو شخصوں کے متعلق دریافت کیا جو باجماعت نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں امام دوسرے کو اپنے دائیں پہلو میں کھڑا کرے گا۔

(۱۱۴۰) اور آپؑ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اپنی صفیں درست اور سیدھی رکھا کرو اس لئے کہ میں تم لوگوں کو اپنی پشت کی طرف سے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جیسے اپنے آگے اور اپنے سامنے سے اور اس میں ایک دوسرے سے اختلاف نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں بھی اختلاف پیدا کر دیگا۔

(۱۱۴۱) اور حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے ارشاد فرمایا: پہلی صف میں نماز پڑھنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی راہ خدا میں جہاد کرے۔

(۱۱۴۲) اور حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کہ ستونوں کے درمیان صفوں کے کھڑے ہونے میں میرے نزدیک کوئی ہرج نہیں۔

(۱۱۴۳) اور آنجنابؑ نے فرمایا: اگر تم لوگ دیکھو کہ صفوں کے درمیان جگہ خالی ہے تو اس کو پُر کر لو۔ اور اگر تم لوگ دیکھو کہ پہلی صف بہت تنگ ہے تو قبلہ سے منحرف ہوئے بغیر اپنے پیچھے کی صف کے اندر آجانے میں تمہارے لئے کوئی حرج نہیں۔

(۱۱۴۴) اور زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: مناسب یہ ہے کہ صفیں پوری اور ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہوں اور دو صفوں کے درمیان اتنا کم فاصلہ نہ ہو کہ آدمی ان کے درمیان چل نہ سکے بلکہ اتنا فاصلہ ہو کہ آدمی جب سجدہ کرے تو اس کے پورے جسد کے گرنے کی جگہ ہو۔

(۱۱۴۵) اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اگر لوگ نماز جماعت پڑھ رہے ہیں اور ان کے اور امام کے درمیان اتنا بھی فاصلہ نہ ہو کہ ایک آدمی درمیان سے چل سکے تو وہ امام ان لوگوں کا امام نہیں رہے گا۔ اور ہر وہ صف کہ جو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہی ہے اس کے اور اس کی اگلی صف کے درمیان اگر اتنا فاصلہ نہ ہو کہ ایک شخص درمیان سے گزر سکے تو ان کی نماز نہ ہوگی۔ اور اگر درمیان میں کوئی پردہ یا کوئی دیوار حائل ہو تو بھی ان کی نماز نہ ہوگی۔ سوائے ان لوگوں کے جو دروازے کے سامنے ہیں۔ نیز فرمایا: (مسجدوں میں) یہ مقصورے (یعنی پیش نماز کے لئے کٹہرے) جابر سلاطین کی ایجاد ہیں۔ جو شخص اس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہا ہے اس کی اقتداء میں باہر جو لوگ نماز پڑھ رہے ہیں ان کی نماز نہیں ہوتی۔

نیز فرمایا: اگر کوئی عورت کسی امام کے پیچھے نماز پڑھے اور امام اور اس عورت کے درمیان اتنا فاصلہ نہیں کہ درمیان سے گزرا جا سکے تو اس عورت کی نماز نہیں ہوگی۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ ایسے میں کوئی مرد آجائے اور وہ بھی اس امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا چاہے تو وہ کیا کرے اس لئے کہ عورت تو امام کے دائیں پہلو میں کھڑی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ مرد امام اور اس عورت کے درمیان کھڑا ہو جائے اور عورت ذرا ہٹ کر کھڑی ہو جائے۔

(۱۱۴۶) اور عبداللہ بن سنان نے جو روایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے اس میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تمہارے اور اس شخص کے درمیان جو تمہارے آگے (قبلہ کی طرف) کھڑا ہوا ہے کم سے کم ایک بکری کے بیٹھنے کی جگہ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھوڑا باندھنے کی جگہ ہو۔

(۱۱۴۷) اور عمار بن موسیٰ نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس امام کے متعلق دریافت کیا گیا جو نماز جماعت پڑھا رہا ہے اور اس کے پیچھے جماعت اس جگہ سے بہت نیچے کھڑی ہے جہاں پہ امام کھڑا ہوا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ امام اگر بالا خانہ پر یا اسی طرح ان لوگوں سے بہت بلندی پر کھڑا ہوا ہے تو ان لوگوں کی نماز جائز نہیں ہے۔ اور اگر امام ان لوگوں سے ایک انگل یا اس سے زیادہ یا اس سے کم بلندی پر ہے اور بلندی بھی سیل اور بہاؤ کی طرح ہے تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر زمین مضبوط اور ہموار ہے ایک جگہ ذرا سی بلندی ہے اور امام اس بلند جگہ پر کھڑا ہے اور جو لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں وہ اس سے نشیب میں کھڑے ہیں۔ اور زمین مضبوط اور ہموار ہے اور ایک جگہ کہیں نشیب اور ڈھلوان ہے تو کوئی حرج نہیں۔ اور دریافت کیا گیا کہ اگر امام اس سے پست اور نیچے مقام پر کھڑا ہو جہاں وہ لوگ کھڑے ہوں جو اس کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں؟ تو آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں خواہ لوگ کسی مکان کی چھت پر یا دکان وغیرہ پر ہوں اور امام نیچے زمین پر کھڑا ہوا نماز پڑھا رہا ہو تو لوگوں کو چاہیے کہ اس کے پیچھے نماز پڑھیں اور اس کی اقتداء کریں خواہ وہ لوگ امام سے بہت زیادہ بلندی پر کھڑے ہوں۔

(۱۱۴۸) اور موسیٰ بن بکر[۱] نے حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو صف میں اکیلا کھڑا ہو گیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: وہ صف شروع کر رہا ہے پھر ایک کے بعد ایک آتے رہیں گے۔

(۱۱۴۹) اور عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپؑ نے فرمایا: جب تم مسجد میں داخل ہو اور دیکھو کہ امام رکوع میں ہے اور تمہارا خیال ہے کہ جب تک پہنچوں گا وہ رکوع سے سر اُٹھالے گا تو تکبیر کہو اور رکوع میں چلے جاؤ اور جب امام رکوع سے سر اُٹھائے تو تم بھی اپنی جگہ سجدہ میں چلے جاؤ اور جب وہ کھڑا ہو تو جا کر صف سے ملحق ہو جاؤ۔

(۱۱۵۰) اور روایت کی گئی ہے کہ جب وہ نماز میں شامل ہونے کے لئے جائے گا تو پاؤں کو زمین سے اُٹھاتے ہوئے نہیں جائے گا بلکہ پاؤں کو گھسیٹتے ہوئے جائے گا۔

(۱۱۵۱) اور حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب تم نے امام کو رکوع میں پالیا اور قبل اس کے کہ وہ رکوع سے سر اُٹھائے تم نے تکبیر کہہ لی تو وہ رکعت تم نے پالی۔ اور اگر تمہارے رکوع کرنے سے پہلے اس نے رکوع سے سر اُٹھالیا تو تمہاری وہ رکعت فوت ہو گئی۔

(۱۱۵۲) اور ابو اسامہ نے روایت کی ہے کہ اس نے آپؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو امام تک پہنچ گیا جبکہ امام رکوع میں تھا؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اس شخص نے تکبیر کہہ کر اپنی پشت سیدھی کی اور رکوع میں چلا گیا تو اس نے اس رکعت کو پالیا۔

(۱۱۵۳) ایک شخص نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں قبیلہ کی مسجد کا امام ہوں (کبھی ایسا ہوتا ہے کہ) میں ان لوگوں کے ساتھ رکوع

۱۔ موسیٰ بن بکر کا نام مشائخ میں نہیں ملتا۔ البتہ شیخ نے تہذیب ج ۱ ص ۳۲۳ پر اسی حدیث کا اپنی اسناد سے تذکرہ کیا ہے کہ روایت کیا ایوب بن نوح نے محمد بن فضیل سے، انہوں نے ابو صباح سے اور انہوں نے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے۔

میں ہوتا ہوں اور کچھ لوگوں کے جوتوں کی چاپ سنتا ہوں تو رکوع میں ٹھہرا رہتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: تم رکوع میں ٹھہرے رہو اور رکوع کیے رہو جب ان لوگوں کے آنے کا سلسلہ منقطع ہو جائے تو سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔

(۱۱۵۴) اسحاق بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: امام کو چاہیے کہ اس کی نماز جو لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں ان میں سب سے زیادہ ضعیف شخص کے مطابق ہو۔

(۱۱۵۵) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں معاذ ایک مسجد کے اندر اقامت کیا کرتے تھے اور بہت طویل سوروں کی قرأت کیا کرتے چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص ادھر سے گزرا اور انہوں نے ایک طویل سورہ شروع کر دیا تو اس نے اپنی قرأت خود کر کے نماز پڑھ لی اور اپنی سواری پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔ یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپؐ نے معاذ کے پاس آدمی بھیجا اور کہلایا کہ اے معاذ! خبردار فتنہ پرور نہ بنو تم کو لازم ہے کہ والشمس وضحاھا یا اس کے مثل سورے پڑھا کرو۔

(۱۱۵۶) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن اپنے اصحاب کے نماز کی امامت فرما رہے تھے کہ ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو آپؐ نے نماز کو خفیف کر لیا۔ اور امام جماعت کے لئے لازم ہے کہ وہ وسط آواز سے قرأت کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ولا تجهر بصلاتک ولا تخافت بها" (اور اپنی نماز نہ بہت چلا کر پڑھو اور نہ بہت چپکے سے) (سورۃ الاسرا آیت نمبر ۱۱۰) اور جب امام سورہ فاتحہ کی قرأت سے فارغ ہو تو جو اس کے پیچھے کھڑا ہے وہ کہے الحمدللہ رب العالمین اور سورہ فاتحہ کی قرأت کے بعد آمین کہنا جائز نہیں اس لئے کہ یہ نصاریٰ کہا کرتے تھے۔

(۱۱۵۷) اور زرارہ اور محمد ابن مسلم نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آنجنابؑ نے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: جو شخص امام کے پیچھے کھڑا ہو اور نماز میں اس کی اقتداء کر رہا ہو اور خود سورہ کی قراءت کرنے لگے تو وہ جب قبر سے اٹھایا جائے گا تو فطرت اسلام کے برخلاف اٹھایا جائے گا۔

(۱۱۵۸) اور حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب تم امام کے پیچھے کھڑے ہو اور نماز میں اس کو امام بنائے ہوئے ہو تو اس کے پیچھے کھڑے رہ کر قرأت نہ کرو خواہ تم امام کی آواز سن رہے ہو یا نہیں سن رہے ہو مگر یہ کہ وہ ایسی نماز ہو کہ جس میں قرأت بالجہر کی جاتی ہے اور تم قرأت نہ سنو تو پھر قرأت کرو۔

(۱۱۵۹) اور عبید بن زرارہ کی روایت ہے جو اس نے ان ہی جنابؑ سے کی ہے کہ جب ہمہمہ اور گونج کی آواز سنی جائے تو قرأت نہ کرو۔

(۱۱۶۰) اور زرارہ نے جو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے اس میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تم امام جماعت ہو یا غیر امام چہار رکعتی نماز فریضہ کے اندر آخر کی دو رکعتوں میں دونوں سورے (سورہ حمد اور کوئی دوسرا) بالکل نہ پڑھو۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: پھر ان دونوں میں کیا کہوں؟ آپؑ نے فرمایا: خواہ تم جماعت کی امامت کر رہے ہو یا اکیلے نماز پڑھ رہے ہو "سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ" تین مرتبہ کہو یعنی نو تسبیحات مکمل کرنے کے بعد تکبیر کہو اور رکوع میں چلے جاؤ۔

(۱۱۶۱) وھیب بن حفص نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: آخر کی دو رکعتوں میں تین تسبیحوں کے بدلے کم از کم اتنا کافی ہے کہ تم سبحان اللہ سبحان اللہ کہہ لو۔

(۱۱۶۲) اور زرارہ نے جو حدیث حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے اس میں یہ ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر تم کسی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہو تو ابتداء کی دو رکعتوں میں کوئی قرأت نہ کرو (بلکہ امام کی) قرأت سنو۔ اور آخر کی دو رکعتوں میں بھی کوئی قرأت نہ کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مومنین سے فرماتا ہے کہ و اذا قرء القران فاستمعوا وانصتوا لعلکم ترحمون (جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور چپ چاپ رہو تا کہ اس

بہانے تم پر رحم کیا جائے)۔(سورۂ اعراف آیت نمبر ۲۰۴) یعنی نماز فریضہ میں امام کے پیچھے اور آخر کی دو رکعتوں میں ابتدائی دو رکعتوں کی اتباع میں خاموش رہا جائے۔

(۱۱۶۳) بکر بن محمد ازدی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میں ایسے شخص کو ناپسند کرتا ہوں جو کسی امام کے پیچھے نماز پڑھے جس میں قرأت بالجہر نہیں ہوتی اور وہ گدھے کی طرح کھڑا رہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان پھر وہ شخص کیا کرے؟ آپؑ نے فرمایا: تسبیح پڑھتا رہے۔

(۱۱۶۴) عمر بن اذینہ نے زرارہ سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کوئی شخص امام کے پیچھے نماز کی کوئی بھی رکعت پا جائے تو اس کی یہ نماز امام کے پیچھے ہی (با جماعت) محسوب ہوگی وہ اس رکعت کو جسے اس نے پالیا ہے اپنی پہلی رکعت قرار دے گا اگر اس نے ظہر یا عصر یا عشاء کی آخر کی دو رکعت کو پالیا ہے اور ابتداء کی دو رکعتیں فوت ہوگئی ہیں تو جو رکعتیں اس نے امام کی اقتداء میں پالی ہیں اس کے اندر وہ اپنے دل میں سورہ حمد پڑھے گا اور جب امام سلام پڑھ لے گا تو یہ اٹھ کھڑا ہوگا اور آخر کی دو رکعتیں پڑھے گا اور سورہ حمد کی قرأت نہیں کرے گا اس لئے کہ اس میں تسبیح و تہلیل اور دعا ہے ان میں سوروں کی قرأت نہیں اور اگر وہ امام کے پیچھے صرف ایک رکعت پائے تو اس میں سورہ کی قرأت کرے گا اور جب امام سلام پڑھ لے تو اٹھے گا اور سورہ حمد پڑھے گا اور تشہد پڑھے گا پھر اٹھے گا اور وہ دو رکعتیں پڑھے گا جن میں سوروں کی قرأت نہیں ہے۔

(۱۱۶۵) عبید اللہ بن علی حلبی نے زرارہ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے اور امام نے تشہد بہت طویل کر دیا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ سلام پڑھ لے اور اگر کسی ضرورت کے لئے جانا چاہتا ہے تو چلا جائے۔

(۱۱۶۶) اور اسحاق بن عمار نے آپؑ سے دریافت کیا اور عرض کیا کہ میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ امام رکوع میں ہے میں بھی اس کے ساتھ رکوع میں جاتا ہوں اور تنہا ہوں اور سجدہ بھی کر لیتا ہوں اب جب میں سجدے سے سر اٹھالوں تو کیا کروں؟ آپؑ نے فرمایا: تم بھی جماعت کے ساتھ چلو اگر وہ کھڑے ہوتے ہیں تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر وہ لوگ بیٹھے ہیں تو تم بھی ان کے ساتھ بیٹھو۔

(۱۱۶۷) اور سماعہ نے آپؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ وہ مسجد میں آتا ہے اور اہل مسجد نماز میں مشغول ہیں اب یہ کیا کرے نماز فریضہ پڑھنا شروع کرے یا نافلہ؟ آپؑ نے فرمایا: وہ دیکھے کہ وقت کافی ہے تو نماز فریضہ سے پہلے نماز نافلہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر اس کو وقت نکل جانے کا خطرہ ہے تو نافلہ موخر کر دے اور نماز فریضہ شروع کرے یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے پھر جتنا چاہے نافلہ پڑھے۔

(۱۱۶۸) اور محمد بن مسلم نے ان دونوں امامین علیہما السلام میں سے کسی ایک سے پوچھا کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوتا ہے (نماز ہو رہی ہے) اور اس کو خطرہ ہے کہ اس کی ایک رکعت فوت ہو جائے گی؟ آپؑ نے فرمایا: وہ جماعت تک پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کرے اور اسی رکوع کی حالت میں چلے اور جماعت میں شامل ہو جائے۔

(۱۱۶۹) ابراہیم بن میمون نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ اس نے دریافت کیا کیا کوئی ایک شخص نماز فریضہ میں ان عورتوں کی امامت کرے جن کے ساتھ کوئی مرد نہ ہو۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں اور اگر اس کے ساتھ کوئی لڑکا ہو تو اس کو اپنے پہلو میں کھڑا کرلے۔

(۱۱۷۰) عمار ساباطی نے آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ اس نے آپؑ سے دریافت کیا کہ ایک شخص ہے جو اذان دیتا ہے اور اقامت کہتا ہے تاکہ تنہا نماز پڑھے اتنے میں ایک دوسرا شخص آتا ہے اور وہ اس سے کہتا ہے کہ کیا تم با جماعت نماز پڑھو گے؟ تو کیا ان دونوں کے لئے جائز ہے کہ اسی اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھیں؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں بلکہ وہ پھر سے جماعت کے لئے اذان و اقامت کہے گا۔

(۱۱۷۱) اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ نابالغ لڑکے کے اذان دینے میں کوئی حرج نہیں لیکن جب تک وہ بالغ اور محتلم نہ ہو لے نماز کی امامت نہیں کرے گا۔ اور اگر اس نے امام بن کر نماز پڑھائی تو اس کی نماز تو صحیح ہو جائے گی لیکن جو لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں ان کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔

(۱۱۷۲) اور عمار ساباطی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک شخص کے متعلق دریافت کیا جو اس وقت پہنچا جب امام سلام پڑھ رہا تھا؟ آپؑ نے رمایا: وہ اذان واقامت کہے اور اپنی نماز پڑھے۔

(۱۱۷۳) نیز انہوں نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ ایک شخص مسجد میں آتا ہے اور لوگ نماز میں مشغول ہیں اور امام ایک رکعت پہلے پڑھ چکا ہے یہ تکبیر کہہ کر نماز میں شریک ہوتا ہے کہ امام دفعتاً بیمار ہو جاتا ہے اور چونکہ یہ امام کے بہت قریب ہوتا ہے اس لئے امام اس کا ہاتھ پکڑ کر امامت کے لئے آگے کر دیتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: تو وہ شخص لوگوں کی نماز کو تمام کرائے گا اور لوگوں کے تشہد پڑھنے تک بیٹھا رہے گا اور تشہد کے بعد ہاتھ سے دائیں بائیں اشارہ کردے گا جس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم لوگ سلام پڑھو اور تمہاری نماز ہوگئی۔ اور اب وہ اپنی وہ رکعت جو فوت ہوگئی تھی اسے پوری کرے گا۔

(۱۱۷۴) محمد بن سہل نے اپنے والد سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص کسی امام جماعت کے پیچھے اس کی اقتداء کرتے ہوئے اس کے ساتھ رکوع میں گیا اور امام سے پہلے ہی اس نے رکوع سے سر اٹھا لیا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ پلٹ کر امام کے ساتھ رکوع میں جائے۔

(۱۱۷۵) اور فضیل بن یسار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص ہے جس نے امام کے ساتھ اس کی اقتداء میں نماز پڑھی پھر امام کے سجدے سے سر اُٹھانے سے پہلے اس نے اپنا سر سجدہ سے اٹھا لیا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ پھر سے سجدہ میں چلا جائے۔

(۱۱۷۶) حسین بن یسار سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک ایسے شخص سے سنا جس نے خود حضرت امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کے بائیں پہلو میں کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا مسئلہ اس کو معلوم نہ تھا اور اب اس کو معلوم ہوا جبکہ وہ نماز میں ہے اب وہ کیا کرے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ بائیں سے دائیں طرف منتقل ہو جائے۔

(۱۱۷۷) امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: عورتیں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتی تھیں اور انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ مردوں سے پہلے اپنے سر نہ اٹھائیں تنگی ازار کے سبب سے۔

(۱۱۷۸) اور ہشام بن سالم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا ایک عورت نماز میں عورتوں کی امامت کر سکتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نافلہ میں امامت کر سکتی ہے نماز فریضہ میں نہیں اور وہ عورتوں کے آگے نہیں کھڑی ہوگی بلکہ صف کے درمیان میں کھڑی ہوگی۔

(۱۱۷۹) اور زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپؑ سے دریافت کیا کہ کیا ایک عورت دیگر عورتوں کی امامت کر سکتی ہے؟ فرمایا: نہیں سوائے نماز میت کے اور وہ بھی اس وقت جب اس سے اول و بہتر کوئی نہ ہو۔ وہ صف کے اندر ان کے وسط میں کھڑی ہوگی۔ وہ تکبیر کہے گی اور تمام عورتیں تکبیر کہیں گی۔

(۱۱۸۰) ہشام بن سالم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: عورت کا اپنی خلوت میں نماز پڑھنا افضل ہے اس کے اپنے حجرے میں نماز پڑھنے سے اور اس کا اپنے حجرے میں نماز پڑھنا افضل ہے اس کے اپنے گھر میں نماز پڑھنے سے۔

اور کوئی مرد جب کسی عورت کی امامت کرے تو وہ عورت اس مرد کے دائیں جانب پیچھے ہوگی اور اس کا سجدہ اس کے دونوں گھٹنوں کے ساتھ ہوگا۔

(۱۱۸۱) اور حلبی نے آپؑ سے ایک شخص کے متعلق سوال کیا جو عورتوں کی امامت کرے آپؑ نے فرمایا: صحیح ہے اور اگر ان کے ساتھ لڑکے ہیں تو وہ ان عورتوں کے آگے کھڑے ہوں گے خواہ وہ لڑکے غلام ہی کیوں نہ ہوں۔

(۱۱۸۲) داؤد بن حصین نے ان جنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کوئی مقیم کسی مسافر کی امامت نہیں کرے گا اور نہ کوئی مسافر کسی مقیم کی امامت کرے گا اور اگر کوئی شخص ان حالات میں پھنس جائے اور مسافر قوم حاضر کی امامت کر رہا ہو تو جب دو رکعتیں تمام کرے گا تو حاضرین میں سے کسی کا ہاتھ پکڑ کر آگے کر دیگا اور پھر وہ امامت کرے گا۔ اور جب مسافر حاضر قوم کے پیچھے نماز پڑھے گا تو اپنی دو رکعت پوری کر کے سلام پڑھ لے گا۔

(۱۱۸۳) اور روایت کی گئی ہے کہ اگر کسی شخص کو کسی ایسے شخص سے جان کا خطرہ جو اس کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے تو آخر کی دو رکعتیں پڑھ کر تمام کرے گا اور اسے نافلہ قرار دے لے گا۔

(۱۱۸۴) اور روایت کی گئی کہ اگر وہ ظہر کی نماز پڑھ رہا ہے تو اول کی دو رکعتوں کو نماز فریضہ اور آخر کی دو رکعتوں کو نماز نافلہ قرار دے لے گا۔ اور اگر وہ عصر کی نماز پڑھ رہا ہے تو اول کی دو رکعتوں کو نافلہ اور آخر کی دو رکعتوں کو نماز فریضہ قرار دے لیگا۔

(۱۱۸۵) اور روایت کی گئی ہے کہ اگر وہ ظہر کی نماز پڑھ رہا ہے تو اول کی دو رکعتیں ظہر کی قرار دے گا اور آخر کی دو رکعتیں عصر کی قرار دے گا۔

اور ان تمام احادیث کے اندر باہم کوئی اختلاف نہیں نماز پڑھنے والے کو اختیار ہے۔ جس پر چاہے عمل کرے۔

(۱۱۸۶) عبداللہ بن مغیرہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا منصور بن حازم (صحابی امام جعفر صادق علیہ السلام) کہا کرتے تھے کہ جب تم امام کے پاس آؤ اور وہ دو رکعت پڑھ کر بیٹھا ہوا ہو تو تم بھی تکبیر کہو اور بیٹھ جاؤ جب تم کھڑے ہو تو تکبیر کہو۔

(۱۱۸۷) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب تم ان لوگوں کے ساتھ ہو تو تمہارے لئے اتنی ہی قرأت کافی ہے جیسے تم دل ہی دل میں کچھ کہہ رہے ہو۔

اور جو شخص کسی مخالف فرقے کے پیچھے نماز پڑھے اور وہ آیت سجدہ پڑھے اور سجدہ نہ کرے تو یہ اپنے سر کے اشارے سے سجدہ کرے؟ اور جب امام کہے "سمع اللہ لمن حمدہ" تو جو لوگ اس کے پیچھے ہیں وہ کہیں: "الحمد للہ رب العالمین" اور اپنی آوازیں دھیمی رکھیں اور اگر وہ ان لوگوں (غیر فرقہ کے لوگوں) کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے تو کہے: "ربنا لک الحمد"۔

(۱۱۸۸) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ایک مجمع کے ساتھ نماز پڑھے اور صرف اپنی ذات کے لئے دعا کرے ان کے لئے نہ کرے تو اس نے ان لوگوں کے ساتھ خیانت کی۔

(۱۱۸۹) ابو بصیر نے امامین علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: امام کی اقتداء کرتے ہوئے تمہاری دعا کی آواز اتنی بلند نہ ہو کہ وہ سن لے۔

(۱۱۹۰) ابی بکر بن سمال سے روایت کی گئی ہے، اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پیچھے نماز فجر پڑھی جب وہ اپنی قرأت سے دوسری رکعت میں فارغ ہوئے تو جس طرح وہ بالجہر قرأت کر رہے تھے۔ اسی طرح آپؑ نے باآوازِ بلند کہا: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاعْفُ عَنَّا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" (اے اللہ ہم لوگوں کی مغفرت کر ہم لوگوں پر رحم فرما ہم لوگوں کو عافیت دے اور ہم لوگوں کو عفو فرما دنیا و آخرت میں، بے شک تو ہر شے پر قادر ہے)۔

(۱۱۹۱) اور حفص بن بختری نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: امام کے لئے مناسب ہے کہ وہ بیٹھا رہے جب تک کہ اس کے پیچھے والے اپنی نمازیں تمام نہ کرلیں۔ اور امام کے لئے مناسب ہے کہ جو لوگ اس کے پیچھے ہیں انہیں تشہد سنائے اور اس کے پیچھے والے اس کو کچھ نہ سنائیں یعنی شہادتین۔

اور امام ان لوگوں کو یہ بھی سنائے: اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادُاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ۔ (سلام ہو ہم پر اور اللہ کے مخلص عبادت گزاروں پر)۔

(۱۱۹۲) امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ابن مسعود نے دو چیزوں سے لوگوں کی نمازیں خراب اور فاسد کردیں ایک یہ کہہ کر کہ تبارک اسمک و تعالیٰ جدک اور یہ وہ چیز ہے جسے جنوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے کہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی حکایت کی ہے اور دوسرے تشہد اول میں یہ کہہ کر السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین اور تشہد ثانی میں شہادتین کے بعد اس طرح کہنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نماز پڑھنے والا جب آخری تشہد میں شہادتین کہہ لیتا ہے تو پھر نماز سے فارغ ہو جاتا ہے۔

(۱۱۹۳) اور علی بن جعفر نے اپنے بھائی حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے دریافت کیا ایک ایسے شخص کے متعلق جو کسی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے اور امام نے تشہد میں طول دے دیا اور اس کو پیشاب لگا یا اس کو ڈر ہے کہ اس کی کوئی شے فوت نہ ہو جائے یا اس کو کہیں درد کی تکلیف محسوس ہوئی تو وہ کیا کرے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ امام کو چھوڑ کر سلام پڑھے اور واپس چلا جائے۔

اور امام کے لئے لازم ہے وہ اپنے مُصلّے سے نہ اٹھے جب تک کہ وہ شخص اپنی نماز تمام نہ کرلے اور جو اس کے پیچھے ہے اور اگر وہ اٹھ جائے تو اس پر کوئی گناہ بھی نہیں ہے۔

اور میرے والد رحمتہ اللہ نے اپنے اس رسالہ میں جو مجھے بھیجا تھا لکھا ہے کہ تمہارے ریح یا کوئی ایسی چیز خارج ہو جائے جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا تمہیں یاد آئے کہ میں بے وضو ہوں تو نماز میں تم جہاں اور جس حالت میں بھی ہو سلام پڑھ لو اور کسی شخص کو آگے بڑھا دو کہ وہ لوگوں کو بقیہ نماز پڑھا دے اور تم وضو کرو اور اپنی نماز کا اعادہ کرو۔

(۱۱۹۴) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: جو امام نماز امامت کر رہا ہے اگر وہ یہ بھول گیا کہ وہ جنب ہے یا اس کو کوئی حادثہ پیش آ گیا یا اس کے نکسیر پھوٹ پڑی یا اس کے پیٹ میں مروڑ پیدا ہو گیا تو وہ کپڑا اپنی ناک پر رکھ لے اور کسی کو اپنی جگہ کھڑا کردے کہ وہ اس کی جگہ نماز پڑھائے اور خود اٹھے وضو کرے اور اپنی نماز کو پورا کرے اور اگر وہ جنب ہے تو غسل کرے اور اپنی مکمل نماز پڑھے۔

(۱۱۹۵) معاویہ بن میسرہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: اگر امام کو کوئی حادثہ پیش آ گیا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی جگہ کسی ایسے شخص کو امامت کے لئے آگے لائے جو اقامت سے نماز میں شریک رہا ہو اگر وہ کسی ایسے شخص کو آگے کرے گا جو ایک رکعت بعد میں شریک ہوا ہے تو اس کے متعلق عبداللہ بن سنان نے ان جنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب وہ ان لوگوں کے ساتھ نماز تمام کرلے تو دائیں بائیں ان لوگوں کو اشارہ کرے تاکہ وہ سلام پھیر لیں پھر یہ اپنی باقی نماز مکمل کرلے۔

(۱۱۹۶) جمیل بن درّاج نے اُن ہی جناب علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق کہ جس نے بھول کر بغیر وضو کیے ہوئے جماعت کی امامت شروع کی پھر پلٹا اور اس نے اپنی جگہ ایک ایسے شخص کو آگے کردیا جو نہیں جانتا کہ اس امام نے جو پہلے تھا کتنی رکعت نماز پڑھائی؟ آپؑ نے فرمایا: جو اس کے پیچھے ہیں وہ اس کو بتائیں گے۔

(۱۱۹۷) زرارہ نے ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص ہے جو نماز جماعت میں شریک ہوا اور اس نے کسی نماز کی ابھی نیت نہیں کی اور اتفاق سے امام کو کوئی حادثہ ہو گیا اور اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے آگے کردیا اور اس نے لوگوں کو نماز پڑھا دی۔ کیا اس کی نماز کے ساتھ ان لوگوں کی نماز درست ہے جبکہ اس نے کوئی نیت بھی نہیں کی تھی؟ آپؑ نے فرمایا: کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ کسی نماز کی جماعت میں شریک ہو اور وہ کسی نماز کی نیت نہ کرے اس کو لازم ہے کہ نیت کرے اور اگر وہ یہ نماز وہ پڑھ چکا ہے تو کسی اور نماز کی نیت کرے ورنہ ہرگز جماعت میں شریک نہ ہو اور گو کہ اس نے نماز کی نیت نہیں کی لیکن وہ لوگ جو اس کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے ان کے لئے یہ نماز کافی ہے۔

(۱۱۹۸) اور علی بن جعفر نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے ایک ایسے امام جماعت کے متعلق دریافت کیا جس سے (عین حالت نماز میں) حدث صادر ہوگیا اور اپنی جگہ پہ بغیر کسی شخص کو آگے بڑھائے چلا گیا اب قوم کیا کرے؟ آنجناب نے فرمایا: جماعت کی نماز بغیر امام کے نہیں ہوسکتی لہٰذا جماعت پر لازم ہے کہ اپنے میں سے کسی کو آگے بڑھائے تاکہ وہ ان کی باقی نماز کو پورا کرائے اور ان کی نماز پوری ہو۔

(۱۱۹۹) اور حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ ایک شخص نے نماز جماعت کی امامت کی اور ابھی ایک ہی رکعت پڑھائی تھی کہ وہ فوت ہوگیا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ لوگ اپنے اندر سے کسی کو آگے بڑھائیں وہ اس رکعت کو شمار میں رکھے گا اور فوت شدہ امام کو لوگ جماعت کے پیچھے اٹھا کر رکھیں گے اور اٹھانے میں جس جس کے ہاتھ مس ہوئے ہیں وہ غسل مس میت کریں گے۔

اور اگر کوئی شخص حالتِ جنب میں یا بغیر وضو کے کسی جماعت کو نماز پڑھا دے تو اس پر اپنی نماز کا اعادہ لازم ہے مگر جماعت کے لوگوں پر نماز کا اعادہ لازم نہیں۔ اور اس پیشنماز پر یہ لازم نہیں کہ وہ ان سب کو اس سے باخبر کرے اگر اس پر باخبر کرنا لازم ہو تو وہ تو ہلاکت میں پڑ جائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: واقعاً وہ کر ہی کیا سکتا ہے اس لئے کہ وہ شخص جو جماعت میں شریک تھا وہ مثلاً خراسان روانہ ہوگیا وہ اس کو کیسے باخبر کرسکتا جس کو وہ جانتا بھی نہیں۔ آپؑ نے فرمایا: یہی تو موضوع بحث ہے۔

(۱۲۰۰) اور حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں اگر کوئی رکعت فوت ہوگئی ہے تو اب تم جس رکعت میں شریک ہوا اس کو اپنی پہلی رکعت قرار دو۔ یہ نہ کرو کہ اس رکعت کو تم آخر میں پڑھو۔

اور اگر ایسا موقع ہو کہ امام کو (تشہد کے لئے) بیٹھنا ہے اور تم کو کھڑا ہونا واجب ہے تو تم نیم نشستہ رہو پوری طرح نہ بیٹھو۔[۱]

(۱۲۰۱) عبید بن زرارہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص نماز جماعت میں اس وقت شریک ہوا جب امام ایک رکعت پڑھا چکا تھا مگر جب امام نماز سے فارغ ہوا تو یہ بھی لوگوں کے ساتھ نکل گیا پھر اسے یاد آیا کہ اس کی ایک رکعت فوت ہوگئی؟ آپؑ نے فرمایا: وہ صرف ایک رکعت کا اعادہ کرے گا۔

(۱۲۰۲) اور زیاد بن مروان قندی کی کتاب میں مرقوم ہے کہ محمد بن ابی عمیر کی نادر روایات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایسے شخص کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جو ایک جماعت کو جب وہ لوگ خراسان سے نکل کر مکہ پہنچے نماز پڑھاتا رہا۔ ناگاہ (معلوم ہوا کہ) وہ یہودی یا نصرانی تھا۔ آپؑ نے فرمایا: ان لوگوں پر نماز کا اعادہ لازم نہیں۔

اور میں نے اپنے مشائخ سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ ان لوگوں پر ان نمازوں کا اعادہ لازم نہیں ہے جو اس نے بلند آواز سے (بالجہر) پڑھائی ہیں ہاں ان نمازوں کا اعادہ لازم ہے جو اس نے بالجہر یعنی بلند آواز سے نہیں پڑھائیں اور مفصل حدیث مجمل کی تفسیر کرتی ہے۔

(۱۲۰۳) اور علی بن جعفر نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے ایک عورت کے متعلق دریافت کیا جو عورتوں کی امامت کرتی ہے کہ اس کی آواز تکبیر اور سورہ کی قراءت میں کتنی بلند ہونی چاہیے؟ آنجنابؑ نے فرمایا: اتنی بلند کہ ان عورتوں تک اس کی آواز جاسکے۔

(۱۲۰۴) اور عمار ساباطی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے ان جنابؑ سے ایک مرتبہ ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اور سجدے میں یا رکوع میں سبحان اللہ کہنا بھول جاتا ہے یا دونوں سجدوں کے درمیان کچھ کہنا بھول جاتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

---

[۱] جیسا کہ کافی ج ۳ ص ۳۸۱ پر بتایا گیا ہے کہ جب امام کے ساتھ دوسری رکعت میں شامل ہو تو جب امام تشہد کے لئے بیٹھے تو یہ بھی اس کا اتباع کرے گو کہ یہ ماموم کے کھڑے ہونے کا موقع ہے۔

(۱۲۰۵) اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک شخص سے پوچھا کہ وہ لوگ اس شخص کے متعلق کیا کہتے ہیں جس کی دو رکعتیں نماز جماعت میں فوت ہوگئیں ہیں؟ اس نے جواب دیا: وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ دونوں رکعتوں میں سورہ حمد اور کوئی سورہ پڑھے گا۔ آپؑ نے فرمایا: اس طرح تو وہ اول کو آخر اور آخر کو اول سے پلٹ دے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: پھر وہ کیا کرے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ ہر رکعت میں سورہ الحمد پڑھے گا۔[1]

(۱۲۰۶) اور عمار ساباطی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص جو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا وہ افتتاح نماز کر کے بھول گیا نہ اس نے تکبیر کہی نہ اس نے تشہد پڑھا یہاں تک کہ سلام بھی پڑھ لیا گیا؟ آپؑ نے فرمایا: اس کی نماز پوری ہوگئی اس پر کچھ نہیں جبکہ وہ امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے بھولا ہے اور نہ اس پر دو سہو کے سجدے ہیں اس لئے کہ امام ان سب کی نماز کا ضامن ہے جو اس کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔

(۱۲۰۷) محمد بن سہل نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: امام ان تمام لوگوں کے شک و وہم کو اٹھا لیتا ہے جو اس کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں سوائے تکبیر افتتاح کے۔

(۱۲۰۸) اور وہ حدیث، جس کی روایت ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے کہ جب ابو بصیر نے آپؑ سے پوچھا کہ امام نماز کا ضامن ہوتا ہے تو آپؑ نے فرمایا: نہیں امام ضامن نہیں ہے۔

اور عمار کی روایت اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی روایت میں کوئی اختلاف نہیں اس لئے کہ وہ لوگ جو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں اگر وہ تکبیر افتتاح کے سوا کوئی اور چیز بھول جائیں تو وہ ان کی نماز کا ضامن ہے لیکن اگر ماموم عمداً کسی چیز کو ترک کردے تو وہ اس کا ضامن نہیں ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر امام کسی جماعت کو نماز پڑھا رہا ہے تو وہ ان کی نماز کے تمام کرنے کا ضامن نہیں ہوسکتا اس لئے کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نماز تمام کرنے سے پہلے اسے کوئی حدث صادر ہوجاتا ہے یا اسے یاد آجاتا ہے کہ وہ طہارت سے نہیں ہے اور اس کی تصدیق

(۱۲۰۹) اس روایت سے جو جمیل بن دراج سے اور انہوں نے زرارہ سے اور انہوں نے ان دونوں ائمہ علیہما السلام میں کسی ایک سے کی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے دریافت کیا ایک ایسے شخص کے متعلق جو جماعت کو دو رکعت نماز پڑھا چکا تھا کہ اتنے میں اسے یاد آیا کہ وہ وضو سے نہیں ہے۔ تو آنجنابؑ نے فرمایا: جماعت خود اپنی نماز پوری کرے گی اس لئے کہ امام پر نماز پوری کرنے کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ اور جحتہائے خداوندی (ائمہ طاہرین) اس سے کہیں بالاتر ہیں کہ ان کی احادیث میں اختلاف ہو سوائے اس کے کہ جب صورت مسئلہ مختلف ہوجائے۔

(۱۲۱۰) ابوالمغرا حمید بن مثنیٰ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ حفص کلبی نے آپؑ سے کہا کہ میں امام کے پیچھے نماز پڑھا کرتا ہوں اور وہ بلند آواز سے قرأت کرتا ہے (جب وہ آیہ رحمت پڑھتا ہے تو) میں دعا کرتا ہوں اور (جب وہ آیہ عذاب پڑھتا ہے تو) اللہ کی پناہ چاہتا ہوں؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں دعا کیا کرو۔

(۱۲۱۱) اور حسین بن عبداللہ ارجانی نے آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص اپنی مسجد میں نماز پڑھے پھر ان لوگوں کی مسجدوں میں کسی مسجد میں پہنچے اور ان لوگوں کے ساتھ بھی نماز پڑھے تو ان لوگوں کی ساری نیکیوں کو لے جائے گا۔

(۱۲۱۲) اور عبداللہ بن سنان نے آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ہر وہ بندہ جو وقت پر نماز پڑھے اور اس سے فارغ ہو کر ان لوگوں کے پاس جائے اور ان کے ساتھ نماز پڑھے اور باوضو ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے پچیس (۲۵) درجے لکھ دیتا ہے۔

(۱۲۱۳) نیز عبداللہ بن سنان نے آنجنابؑ سے عرض کیا کہ میرے دروازے پر ایک مسجد ہے اس میں مخالفین ومعاندین ہوتے ہیں وہ لوگ قبل غروب

---

[1] یعنی جو رکعتیں فوت ہوگئی ہیں ان رکعتوں میں نہیں جو اس نے جماعت کے ساتھ پالی ہیں۔ یہ اس کے منافی نہیں ہے جو پہلے آچکا ہے۔ اور کلینی نے ج ۳ ص ۳۸۳ پر مرسل حدیث میں اور شیخ نے 'استبصار' اور 'تہذیب' میں اپنی اسناد کے ساتھ احمد بن نضر سے انہوں نے ایک شخص سے اور اس نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

نماز پڑھتے ہیں اور میں عصر کی نماز پڑھتا ہوں پھر جا کر ان لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: کیا تم اس پر خوش نہیں کہ تمہارے حساب میں چوبیس (۲۴) نمازیں لکھ دی جائیں۔

(۱۲۱۴) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہو تو تمہارے اتنے گناہ معاف ہوتے ہیں جتنی تمہارے مخالفین کی تعداد ہے۔

(۱۲۱۵) حلبی نے ان جنابؑ سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: جب تم نے نماز پڑھ لی اور ابھی مسجد میں ہو اور نماز جماعت قائم ہوگئی تو اگر چاہو تو مسجد سے نکل جاؤ اور چاہو تو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھو اور اس کو نافلہ قرار دے لو۔

(۱۲۱۶) اور اسحاق بن عمار نے ان جنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: نماز پڑھو اور اسے اپنی قضا نماز قرار دیدو۔

(۱۲۱۷) اور معاویہ بن شریح نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب کوئی شخص جلدی میں (مسجد) پہنچے اور امام رکوع میں ہو تو اس کو نماز اور رکوع میں شریک ہونے کے لئے صرف ایک تکبیر کہہ لینا کافی ہے۔

اور نو وارد اس وقت جب امام سجدے میں ہو تو تکبیر کہے اور اس کے ساتھ سجدہ میں چلا جائے مگر اس رکعت کا شمار نہ ہوگا۔ اور جو شخص امام کو اس وقت جب وہ آخری رکعت میں ہے پالے تو اس نے جماعت کی فضیلت کو پالیا۔

اور جو شخص امام کو اس وقت پائے جب کہ اس نے آخری سجدے سے سر اٹھالیا ہے اور تشہد پڑھ رہا ہے۔ تو اس نے جماعت کو پالیا مگر اس کے لئے صرف اذان واقامت نہیں ہیں (البتہ اپنی پوری نماز پڑھے گا)۔

اور جس نے امام کی اس وقت پایا جب وہ سلام پڑھ چکا ہو تو اس کو اذان واقامت دونوں کہنا ہیں۔

اور ایک مسجد میں ایک نماز کے لئے دو جماعتیں جائز نہیں ہیں۔

(۱۲۱۸) چنانچہ محمد بن ابی عمیر نے ابی علی حرانی سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے بیان کیا کہ ہم لوگوں نے مسجد میں فجر کی (باجماعت) نماز پڑھی پھر ہم میں سے کچھ لوگ تو چلے گئے اور کچھ لوگ تسبیح وغیرہ پڑھنے بیٹھ گئے اتنے میں ایک شخص آیا اس نے اذان کہنی چاہی تو ہم لوگوں نے اسے منع کیا اور اس کو اذان سے روکا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگوں نے بہت اچھا کیا، تم لوگ اس کو اس سے روکو اور سختی سے منع کرو۔ میں نے عرض کیا اور اگر ایک جماعت آجائے تو؟ آنجنابؑ نے فرمایا: پھر وہ لوگ مسجد کے ایک کونے میں کھڑے ہوں گے لیکن ان کا کوئی امام نہیں ہوگا۔ اور جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو اور سلام پڑھنا بھول جائے تو اس کے لئے امام کا سلام پڑھنا کافی ہے۔[1] اور جس نے امام سے پہلے ہی بھول کر سلام پڑھ لیا تو اس کے لئے کوئی حرج نہیں۔

(۱۲۱۹) حسن بن محبوب نے جمیل بن صالح سے انہوں نے سماعہ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق کہ جس سے امام ایک رکعت پہلے تھا پھر امام کو وہم ہوا اور اس نے پانچ رکعت پڑھادی؟ آپؑ نے فرمایا: وہ ایک رکعت کی قضا کرے گا اور امام کے وہم والی رکعت نماز شمار نہیں کی جائے گی۔

باب: نماز جمعہ کا واجب ہونا اس کی فضیلت اور کن لوگوں سے جمعہ ساقط ہے اور کیفیت نماز وخطبہ

(۱۲۲۰) حضرت ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے زرارہ بن اعین سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک پینتیس (۳۵) نمازیں فرض کی ہیں ان سے ایک نماز اللہ تعالیٰ نے جماعت کے ساتھ فرض کی ہے اور وہ نماز جمعہ ہے اور اسے نو (۹) طرح کے لوگوں سے ساقط کردیا ہے۔

---

[1] الشیخ نے 'تہذیب' میں اسے حلبی سے اور انہوں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کیا ہے۔

بچہ، بوڑھا، مجنون، مسافر، غلام، عورت، مریض، اندھا اور جو شخص (جہاں نماز ہو رہی ہے اس سے) دو فرسخ پر ہو۔[1] اور اس میں قرأت بالجہر (بلند آواز سے) ہے اور اس میں غسل واجب ہے اور اس میں امام کو دو قنوت پڑھنا ہے۔ ایک قنوت پہلی رکعت میں رکوع سے پہلے اور دوسرا قنوت دوسری رکعت میں بعد رکوع۔

اور جو اکیلے یہ نماز پڑھے اس کے لئے ایک قنوت پہلی رکعت میں رکوع سے پہلے ہے۔ اور زرارہ سے یہ روایت کرنے میں حریز تنہا ہیں۔

اور یہ بات کہ جس کو میں استعمال کرتا ہوں اور اس پر فتویٰ دیتا ہوں اور اسی پر ہمارے مشائخ تھے یہ ہے کہ قنوت تمام نمازوں کے اندر جمعہ اور غیر جمعہ میں دوسری رکعت کے اندر قرأت کے بعد قبل رکوع ہے۔

(۱۲۲۱) اور زرارہ کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ جمعہ کتنے لوگوں پر واجب ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: جمعہ مسلمانوں میں سے سات افراد ہوں تو واجب ہے اور مسلمانوں میں پانچ سے کم پر جمعہ واجب نہیں ہے ان میں سے ایک امام ہے پس جب سات افراد جمع ہو جائیں تو ان میں سے ایک امامت کرے گا اور خطبہ دے گا بشرطیکہ انہیں کوئی خوف نہ ہو۔

(۱۲۲۲) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: وہ دو رکعت جس کا اضافہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کے دن کے لئے فرمایا ہے وہ مقیم (غیر مسافر) کے لئے ان دو خطبوں کی جگہ ہے جبکہ وہ امام کے ساتھ نماز جمعہ پڑھتا، پس جو شخص جمعہ کے دن بغیر جماعت کے نماز پڑھے تو وہ ظہر کی طرح چار رکعت پڑھے جس طرح تمام دنوں میں پڑھتا ہے۔

(۱۲۲۳) نیز آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: جمعہ کے دن نماز جمعہ کا وقت زوال آفتاب سے ایک ساعت ہے اور اس کا وقت سفر و حضر دونوں میں ایک ہے اور یہ بہت تنگ وقت ہے اور نماز عصر کا وقت جمعہ کے دن عصر کا ابتدائی وقت ہے جو تمام دنوں میں ہوتا ہے۔[2]

(۱۲۲۴) عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر بارش میں کوئی شخص نماز جمعہ چھوڑ دے تو کوئی حرج نہیں۔

(۱۲۲۵) محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر سات نفر مومنین کی تعداد ہے تو نماز جمعہ واجب ہے اور اس سے کم تعداد پر واجب نہیں ہے۔ امام اور قاضی اور دو مدعا علیہ اور دو گواہ اور ایک وہ جو امام کے سامنے حد جاری کرے۔[3]

(۱۲۲۶) اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: نماز جمعہ کا اول وقت زوال آفتاب سے لیکر ایک ساعت تک ہے لہٰذا اس کی پابندی کرو اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس وقت کے اندر بندہ اللہ تعالیٰ سے جس خیر کا بھی سوال کرے گا اللہ اس کو عطا کر دیگا۔

اور میرے والد علیہ الرحمہ نے جو رسالہ میرے پاس بھیجا اس میں تحریر فرمایا کہ اگر تم سے ممکن ہو تو جمعہ کے دن جب آفتاب طلوع ہو تو چھ رکعت

---

[1] ظاہر ہے کہ یہ حدیث نماز جمعہ کے وجوب عینی ہونے پر دال ہے پس جو لوگ اختیار یا امامؑ یا ان کے نائب کی شرط ٹھہراتے ہیں ان کے لئے یہ (واضح) ثبوت ہے اور علامہ نے تحریر الوسیلہ میں اس کے یقینی فائدے کے لئے اجماع کا ادّعا کیا ہے۔

[2] احتمال یہ ہے کہ یہ عبارت اس حدیث سے ماخوذ ہے جو زرارہ نے حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے کی ہے اور 'تہذیب' ج ا ص ۲۴۹ پر تحریر ہے کہ کہا: میں نے ابو جعفر علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا: امور میں تنگ امور بھی ہیں اور کشادہ امور بھی اور بیشک وقت دو ہیں۔ نماز میں وسعت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کبھی جلدی کی اور کبھی تاخیر سوائے جمعہ کی نماز کے۔ جمعہ کی نماز تنگ امور میں ہے اور اس کا وقت زوال کے ایک گھنٹہ بعد تک ہے اور عصر کا وقت جمعہ کے روز وہی ہے جو تمام دنوں میں ظہر کا وقت ہوتا ہے۔

[3] 'دعائم الاسلام' ج ا ص ۱۸۴ پر امام علی ابن حسین علیہما السلام سے مروی ہے کہ آنجنابؑ امام جور کے ساتھ جمعہ میں موجود رہتے تھے لیکن اس کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے بلکہ ظہر کی نماز خود پڑھتے تھے۔

نماز پڑھو۔اور جب روشنی ہر طرف پھیل جائے تو چھ رکعت اور نماز واجب سے پہلے دو رکعت اور بعد نماز واجب چھ رکعت پڑھو۔اور احمد بن محمد بن عیسیٰ کے نوادر میں ہے کہ اور عصر کے بعد دو رکعت۔

اور اگر تم اپنے تمام نوافل کو جمعہ کے دن قبل زوال یا نماز واجب کے بعد موخر کرلو تو وہ سولہ (۱۶ رکعتیں) ہیں مقدم کرنے سے موخر کرنا افضل ہے اور جب جمعہ کے دن زوال آفتاب ہو جائے تو نماز واجب کے علاوہ کوئی اور نماز نہ پڑھو۔اور شب جمعہ نماز عشاء میں سورۂ جمعہ اور سورۂ سبح اسم ربک الاعلی پڑھو اور صبح کی اور ظہر و عصر کی نماز میں سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقین پڑھو اور اگر تم نماز ظہر کے اندر ان دونوں کو پڑھنا بھول گئے یا ان میں سے ایک پڑھنا بھول گئے اور تم نے ان دونوں کے علاوہ دوسرا سورۂ پڑھنا شروع کر دیا پھر تمہیں یاد آ گیا تو اگر تم نے ابھی وہ دوسرا سورۂ آدھا نہیں پڑھا ہے تو سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقین کی طرف واپس آجاؤ۔اور اگر آدھا پڑھ لیا ہے تو اسکو تمام کرو اور دو رکعت پڑھ کر سلام پڑھو اور اسے نافلہ قرار دیدو۔اور سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقین کے ساتھ پھر سے نماز پڑھ لو۔

اور کوئی حرج نہیں اگر تم عشاء، صبح اور عصر کی نماز بغیر سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقین کے پڑھو لیکن افضل یہ ہے کہ ان کو سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقین کے ساتھ پڑھو۔

اور اگر کسی کا ارادہ ہو کہ نماز میں فلاں سورۂ پڑھے گا مگر وہ کوئی اور سورۂ پڑھنے لگا تو وہ اسے چھوڑ کر اسی سورۂ کی طرف پلٹ جائے۔سوائے سورۂ قل ھو اللہ احد کے اس لئے کہ اس سورۂ کو جب شروع کر دیا تو پھر اس کو چھوڑ کر دوسرا نہیں پڑھا جائیگا سوائے جمعہ کے دن نماز ظہر میں اس لئے کہ اس دن نماز ظہر میں اسے چھوڑ کر سورۂ **جمعہ** اور **منافقین** کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔اور یوم جمعہ سورۂ **جمعہ** اور **منافقین** کو چھوڑ کر کوئی دوسرا سورۂ پڑھنے کی جو رخصت کی روایت کی گئی ہے تو وہ مریض، مسافر یا جو شخص عجلت میں ہو اس کیلئے ہے۔

(۱۲۲۷) صفوان بن یحییٰ نے علی بن یقطین سے روایت کی ہے۔ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے دریافت کیا کہ سفر کے اندر جمعہ کے دونوں رکعتوں میں کیا پڑھا جائے؟ آپؑ نے فرمایا: ان دونوں میں **قل ھو اللہ احد** پڑھو۔

(۱۲۲۸) جعفر بن بشیر اور عبداللہ بن جبلہ نے عبداللہ بن سنان سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔راوی کا بیان ہے کہ میں نے ان جنابؑ کو فرماتے ہوئے نماز جمعہ کے متعلق سنا کہ آپؑ نے فرمایا: اگر تم عجلت میں ہو تو کوئی حرج نہیں اگر تم سورۂ **جمعہ و منافقین** کے علاوہ کوئی دوسرا سورۂ پڑھ لو۔

اور روز جمعہ کا غسل طلوع فجر سے لیکر زوال آفتاب تک ہے اور یہ سنت واجبہ ہے اس کو وضو سے شروع کرنا چاہیے۔

(۱۲۲۹) اور حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام پنجشنبہ ہی سے جمعہ کا اہتمام شروع کر دیا کرتے تھے۔

(۱۲۳۰) اور حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: نماز جمعہ کا وقت زوال آفتاب ہے اور سفر میں بھی نماز ظہر کا وقت زوال آفتاب ہے اور جمعہ کے دن عصر کا وقت حالتِ حضر میں وہ ہے جو نماز ظہر کا وقت جمعہ کے علاوہ دوسرے ایام میں ہوتا ہے۔

(۱۲۳۱) اور حضرت امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا: جب امام جمعہ کا خطبہ دے تو اس وقت کوئی بات نہیں کرنی چاہیے اور خطبہ کی طرف التفات ہونی چاہیے جیسے نماز میں۔اور نماز جمعہ جو دو رکعت قرار دیدی گئی ہے وہ دو خطبوں کی وجہ سے اور ان دونوں کو آخر کی دو رکعتوں کے عوض قرار دیدیا گیا ہے چنانچہ یہ دونوں خطبے بھی نماز ہی ہیں جب تک کہ امام منبر سے نہ اترے۔

(۱۲۳۲) اور علاء نے محمد بن مسلم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب امام جمعہ کے خطبہ سے فارغ ہو جائے تو اگر کوئی شخص کلام کرے تو کوئی حرج نہیں ان دونوں خطبوں اور نماز جمعہ کے درمیان خواہ وہ قرأت سن رہا ہو یا نہ سن رہا ہو یہ اس کیلئے کافی ہے۔

(۱۲۳۳) سماعہ نے ان ہی جناب سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: امام کے ساتھ جمعہ کی نماز دو رکعت ہے اور جو اکیلے پڑھے تو چار رکعت ہے۔[1]

(۱۲۳۴) حماد بن عثمان نے عمران حلبی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو جمعہ کی نماز چار رکعت پڑھ رہا ہے کیا وہ اس میں قرأت باآواز بلند کرے؟ آپ نے فرمایا: ہاں اور دوسری رکعت میں قنوت بھی۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی رخصت ہے اور اجازت ہے مگر اصل یہ ہے کہ اس کو باآواز بلند اس وقت پڑھا جائے گا جب خطبہ ہو اور جب انسان اکیلے پڑھ رہا ہے تو وہ بالکل ایسی ہی ہے جیسی تمام دنوں میں نماز ظہر ہوتی اور اس میں خفی آواز سے قرات ہوگی اور اسی طرح سفر میں جو شخص نماز جمعہ جماعت کے ساتھ بغیر خطبہ کے پڑھے تو وہ قرات بلند آواز سے کرے گا اگر چہ اس کیلئے یہ نئی بات ہوگی۔[2]

اور اس طرح اگر کوئی شخص سفر میں خطبہ کے ساتھ دو رکعت پڑھے تو اس میں قرات بلند آواز سے کرے گا۔

(۱۲۳۵) فضل بن عبدالملک نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر کسی نے نماز جمعہ کی ایک رکعت کو بھی پالیا تو اس نے نماز جمعہ کو پالیا۔ اور اگر اس سے وہ بھی فوت ہوگئی تو وہ چار رکعت پڑھے۔

(۱۲۳۶) حلبی نے ان جناب سے روایت کی ہے کہ اگر کسی نے امام کو آخری رکعت کے رکوع سے پہلے پالیا تو اس نے نماز کو پالیا۔ اور اگر اس نے امام کو رکوع کے بعد پایا تو پھر وہ چار رکعت ہے، بمنزلہ ظہر کے (جو تمام ایام میں ہوتی ہے)۔

(۱۲۳۷) عبدالرحمٰن بن حجاج نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے بروز جمعہ جماعت میں نماز پڑھی اور جب امام نے رکوع کیا تو لوگوں کے اژدھام نے اسکو دیوار یا ستون تک پہنچادیا، نتیجہ میں نہ وہ رکوع کر سکا اور نہ سجدہ کر سکا یہاں تک کہ لوگوں نے سجدہ سے اپنے سر اُٹھائے اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ رکوع کر کے اُٹھے اور صف سے ملحق ہوجائے جب کہ ابھی لوگ حالت قیام میں ہیں یا وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا: وہ رکوع کرے اور سجدہ کرے پھر صف میں کھڑا ہوجائے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۱۲۳۸) سلیمان بن داؤد منقری نے حفص بن غیاث سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ایک ایسے شخص کے متعلق جو نماز جمعہ میں شریک ہوا اور لوگوں کا بہت اژدھام تھا نتیجہ میں وہ امام کے ساتھ صرف تکبیر کہہ سکا اور رکوع کر سکا مگر سجدہ نہیں کر سکا کہ اتنے میں امام اٹھ کھڑا ہوا اور اب لوگ دوسری رکعت میں ہیں اور یہ ان لوگوں کے ساتھ کھڑا ہے کہ اتنے میں امام رکوع میں آگیا اور اب وہ اژدھام مردم کی وجہ سے دوسری رکعت میں رکوع تو نہیں کر سکا مگر سجدہ کرنے پر قادر ہوگیا تو اب وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا: پہلی رکعت میں اس کی رکوع تک نماز درست ہوگئی صرف سجدہ رہ گیا۔ اب جب کہ اس نے دوسری رکعت میں سجدہ کیا تو اگر اس نے ان دونوں سجدوں کو اول کی نیت سے کیا ہے تو پہلی رکعت اس کی مکمل ہوگئی اور جب امام سلام پڑھ لے تو یہ اُٹھے اور ایک رکعت پڑھے اور اس میں سجدہ کرے پھر تشہد پڑھے اور سلام پڑھے۔ اور اگر اس نے ان دو سجدوں کو پہلی رکعت کی نیت سے نہیں کیا ہے تو یہ نہ پہلی رکعت کے لئے کافی ہے اور نہ دوسری رکعت کیلئے کافی ہے اس کو چاہیے کہ وہ دو سجدے پہلی رکعت کی نیت سے کرے اور اس کے بعد ایک رکعت پوری پڑھے اور اس میں سجدہ کرے۔

(۱۲۳۹) ربعی بن عبداللہ اور فضیل بن یسار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: سفر میں نہ نماز جمعہ ہے نہ نماز

---

[1] حسن سلسلے سے ابراہیم بن ہاشم سے اور قوی سلسلے سے عثمان بن عیسیٰ سے ارشاد۔ جمعہ کی نماز۔ سے مراد جمعہ کے دن ظہر کی نماز ہے۔ اس میں اگر امام خطبہ دے تو دو رکعت ہے ورنہ چار رکعت۔ خواہ نماز جماعت سے ہو۔ جیسا کہ کلینی نے 'کافی' ج ۳ ص ۴۲۱ پر تفسیر کی ہے۔

[2] 'تہذیبین' میں اپنی اسناد سے محمد بن مسلم سے اور انہوں نے صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ کہا: ہم سے فرمایا: سفر میں جمعہ کی نماز جماعت سے بغیر خطبہ کے پڑھو اور قرأت باآواز ہو۔ میں نے کہا: ہمیں سفر میں باآواز قرأت سے منع کیا گیا ہے۔ فرمایا: اسے باآواز پڑھو۔

عید الفطر ہے اور نہ نماز عید الاضحیٰ ہے۔

(۱۲۳۰) ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر شب جمعہ کو شام سے لے کر صبح تک عرش کے اوپر منادی کراتا رہتا ہے کہ آگاہ رہو جو مومن اس شب طلوع فجر سے پہلے تک میری بارگاہ میں اپنے گناہوں سے توبہ کرے گا میں اس کی توبہ قبول کرونگا۔ آگاہ رہو کہ جو مومن تنگی رزق میں مبتلا ہے اگر وہ طلوع فجر سے پہلے تک مجھ سے زیادتی رزق کیلئے دعا کرے گا تو میں اس کا رزق وسیع کردونگا۔ آگاہ رہو جو مومن بیمار ہے اگر وہ قبلِ طلوع فجر مجھ سے شفا کی درخواست کرے گا تو میں اسے شفا دیدونگا۔ آگاہ رہو کہ جو مومن محبوس و مغموم ہے اگر وہ مجھ سے قید سے رہائی کی التجا کرے گا تو میں اس کی رہائی کی راہ کھول دونگا۔ آگاہ رہو جس مومن پر ظلم ہوا ہے اگر وہ طلوع فجر سے پہلے اس ظلم کا بدلہ لینے کیلئے مجھ سے درخواست کرے تو میں اس کی مدد کرونگا اور اس کے ظلم کا بدلہ لوں گا۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مسلسل طلوع فجر تک یہ منادی کراتا رہتا ہے۔

(۱۲۳۱) عبد العظیم بن عبد اللہ الحسنی رضی اللہ عنہ نے ابراہیم بن ابی محمد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا: فرزند رسولؐ آپؑ اس حدیث کے متعلق کیا فرماتے ہیں جسے لوگوں نے رسول اللہؐ سے روایت کیا ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر شب جمعہ کو دنیاوی آسمان پر اترتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اللہ لعنت کرے ان تحریف کرنے والوں پر جو کلام کو اس کے موقع ومحل سے ہٹا دیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ہرگز ارشاد نہیں فرمایا بلکہ آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر رات کے آخری تہائی حصہ میں اور شب جمعہ کے ابتدائی حصہ میں ایک ملک کو دنیاوی آسمان پر نازل کرتا ہے اور اسے حکم دیتا ہے اور وہ اعلان کرتا ہے: کیا کوئی سوال کرنے والا ہے جسے میں عطا کروں، کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے جس کی توبہ میں قبول کروں، کیا کوئی طلب مغفرت کرنے والا ہے جس کی میں مغفرت کروں اور اے خیر کے طلب کرنے والے آگے آ اور اے شر کے طلب کرنے والے پیچھے ہٹ۔ اور وہ طلوع فجر تک مسلسل یہ ندا دیتا رہتا ہے اور جب فجر طلوع ہو جاتی ہے تو وہ اپنی جگہ ملکوت سماء میں واپس چلا جاتا ہے۔ مجھ سے یہ حدیث بیان کی میرے پدر بزرگوار نے اور انہوں نے اس کی روایت میرے جد نامدار سے کی اور انہوں نے اپنے آبائے کرام سے کی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔

(۱۲۳۲) اور یہ بھی روایت ہے کہ آفتاب روز جمعہ سے افضل کسی دن بھی طلوع نہیں ہوا۔[۱]

اور وہ دن کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علیہ السلام کو غدیر خم میں اپنا جانشین مقرر کیا وہ جمعہ کا دن تھا۔ اور امام قائم علیہ السلام کا ظہور بھی جمعہ ہی کے دن ہوگا۔ اور قیامت بھی جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی جس میں اللہ تعالیٰ تمام اولین و آخرین کو ایک جگہ جمع فرمائے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **ذلک یوم مجموع له الناس و ذلک یوم مشهود** (سورۂ ہود آیت نمبر ۱۰۳) (یہ وہ دن ہوگا جس دن سارے جہان کے لوگ جمع کیے جائیں گے اور یہی وہ دن ہوگا کہ ہماری بارگاہ میں سب حاضر کیے جائیں گے)۔

(۱۲۳۳) محمد بن مسلم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حضرت یعقوب علیہ السلام کے اس قول کے متعلق دریافت کیا جو انہوں نے اپنے فرزندوں سے کہا کہ "سوف استغفر لکم ربی" میں اپنے رب سے تم لوگوں کے لئے مغفرت کے لئے دعا کروں گا۔ فرمایا: اس دعا کو انہوں نے شب جمعہ کی سحر تک کیلئے موخر کیا تھا۔

(۱۲۳۴) اور ابو بصیر نے ان دونوں ائمہ علیہما السلام میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کوئی بندہ مومن اپنی حاجت کیلئے اللہ سے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس دعا کو جو اس نے مانگی ہے اس کی حاجت پوری کرنے کیلئے روز جمعہ تک کیلئے موخر کر دیتا ہے تا کہ یوم جمعہ کی فضیلتِ خصوصی ظاہر

---

[۱] کلینی نے ج ۳ ص ۴۱۳ پر مسند حدیث میں ابو بصیر سے اور انہوں نے ابو جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

ہو جائے۔

(۱۲۴۵) داؤد بن سرحان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول خدا : **و شـاهـد و مشهـود** (اور گواہ کی اور جس کی گواہی دی جائے گی) (سورۂ البروج آیت نمبر ۳) کے متعلق روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: شاہد سے مراد یوم جمعہ ہے۔

(۱۲۴۶) اور معلیٰ بن خنیس نے ان ہی جنابؑ سے یہ بھی روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تم میں جس شخص کو روز جمعہ کی توفیق اللہ دے اس کو چاہیے کہ سوائے عبادت کے اور کسی شے میں مشغول نہ ہو اس لئے کہ اس میں بندوں کی مغفرت کی جاتی ہے اور ان پر رحمت نازل کی جاتی ہے۔

(۱۲۴۷) اور اصبغ بن نباتہ نے حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: شب جمعہ ایک روشن شب اور اس کا دن ایک روشن دن ہے۔ جو شخص شب جمعہ میں مرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے فشار قبر سے برأت لکھ دیتا ہے اور جو شخص جمعہ کے دن مرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے جہنم سے برأت لکھ دیتا ہے۔

(۱۲۴۸) ہشام بن حکم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک شخص کے متعلق کہ وہ کچھ کار خیر مثلاً صدقہ وصوم وغیرہ کی طرح کی کوئی چیز کرنا چاہتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: مستحب ہے کہ اس طرح کا کار خیر جمعہ کے روز کرے اس لئے کہ یوم جمعہ میں عمل دوگنا ہو جاتا ہے۔

(۱۲۴۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اپنے اہل وعیال کیلئے جمعہ کے دن کچھ پھل اور کچھ گوشت وغیرہ خرید کر لے جایا کرو کہ وہ جمعہ کے آنے سے خوش ہو جائیں۔

(۱۲۵۰) اور ابراہیم بن ابی البلاد کی روایت میں ہے جو انہوں نے زرارہ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے آپؑ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن شعر پڑھے گا اس کا مزاوہ اسی دن چکھے گا (اور اس کو سزا مل جائیگی)۔

(۱۲۵۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم لوگ کسی بوڑھے شخص کو دیکھو کہ وہ جمعہ کے دن ایام جاہلیت کی باتیں کر رہا ہے تو اس کا سر توڑ دو خواہ پتھر سے کیوں نہ ہو۔

(۱۲۵۲) عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: جو شخص شب جمعہ بعد مغرب کے نافلہ کے آخری سجدے میں یہ کہے اور اگر ہر شب کو یہ کہے تو افضل ہے۔ **اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْئَلُکَ بِوَجْهِکَ الْكَرِيْمِ وَاِسْمِکَ الْعَظِيْمِ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَ اَنْ تَغْفِرَلِيْ ذَنْبِيَ الْعَظِيْمِ** (اے اللہ میں تجھے تیرے وجہ کریم اور تیرے اسم عظیم کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تو محمدؐ اور ان کی آل پر اپنی رحمتیں نازل فرما اور میرے عظیم گناہوں کو بخش دے) یہ سات مرتبہ کہے۔ تو جوں ہی وہ سلام پھیرے گا اللہ اس کی مغفرت کر دیگا۔

نیز فرمایا کہ پنجشنبہ کی شام اور جمعہ کی شب کو ملائکہ آسمان سے اپنے ساتھ سونے کے قلم اور چاندی کی تختیاں لیے ہوئے نازل ہوتے ہیں اور وہ پنجشنبہ کی شام جمعہ کی شب اور جمعہ کے دن غروب آفتاب تک سوائے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود کے اور کچھ لکھتے ہی نہیں۔

(۱۲۵۳) اور جمعہ کے دن صبح کو اپنی ضروریات کیلئے دوڑ دھوپ مکروہ ہے اور یہ نماز جمعہ کی وجہ سے مکروہ ہے اور نماز کے بعد جائز ہے اس میں برکت ہوتی ہے۔ یہ حدیث حضرت ابوالحسن علی ابن محمد علیہما السلام سے سری کے جواب میں وارد ہوئی ہے۔

(۱۲۵۴) ابوایوب خزاز نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق دریافت کیا: **فـاذا قـضـيـت الـصـلـوة فانتشروا فى الارض وابتغوا من فضل الله** (سورۂ جمعہ) تو آپؑ نے فرمایا: نماز جمعہ کے دن کیلئے ہے اور زمین پر پھیلنا، سنیچر کے دن کیلئے ہے۔

(۱۲۵۵) نیز آپ علیہ السلام نے فرمایا: سنیچر بنی ہاشم اور اتوار بنی امیہ کیلئے ہے لہٰذا اتوار کو کسی کام کے اختیار کرنے سے پرہیز کرو۔[1]

(۱۲۵۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ پروردگار میری اُمت کیلئے سنیچر کی اور پنجشنبہ کی صبح کو مبارک قرار دے۔

(۱۲۵۷) حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو چاہیے کہ وہ خوشبو لگانا کسی دن بھی نہ چھوڑیں اگر یہ ممکن نہ ہو تو ایک دن بعد ایک دن اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو جمعہ کو تو چھوڑنا ہی نہیں چاہیے۔

(۱۲۵۸) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب کسی جمعہ کے دن خوشبو نہ ملتی تھی تو آپ وہ کپڑا منگواتے جو زعفران سے رنگا ہوا ہوتا اس پر پانی چھڑکتے پھر اس کو اپنے ہاتھ سے مس کرتے اور اپنے چہرے پر ملتے۔

اور مستحب ہے کہ آدمی جمعہ کے دن عمامہ باندھے اور اگر اچھا اور صاف ستھرا لباس پہنے اور خوشبو لگائے تو بہترین خوشبو لگائے۔

(۱۲۵۹) اور محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب دو قریوں (گاؤں) کے درمیان تین میل کا فاصلہ ہو تو کوئی حرج نہیں اگر یہاں بھی جمعہ کی نماز ہو اور وہاں بھی جمعہ کی نماز ہو اور دو جماعتوں کے درمیان تین میل سے کم فاصلہ نہ ہونا چاہیے۔

(۱۲۶۰) نیز آنجنابؑ نے فرمایا: ملائکہ مقربین ہر جمعہ کے دن اپنے ساتھ چاندی کے صفحات اور سونے کے قلم لیکر آتے ہیں اور تمام مساجد کے دروازوں پر نور کی کرسی لگا کر بیٹھ جاتے ہیں اور لکھتے رہتے ہیں کہ جمعہ کی نماز میں پہلا کون آیا دوسرا کون آیا یہاں تک کہ امام نماز پڑھا کر نکل جائے اور جب امام نکل جاتا ہے تو یہ بھی صحیفہ کو لپیٹ لیتے ہیں۔

(۱۲۶۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نماز جمعہ میں ایمان کے ساتھ اور اپنے عمل کا احتساب کرتا ہوا آئے (تو اس کے سارے گناہ محو کر دیئے جاتے ہیں اور) اس کا عمل از سر نو شروع ہوتا ہے۔

(۱۲۶۲) حضرت امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص پنجشنبہ کو دوا نہ پیئے۔ تو عرض کیا گیا: یا امیر المومنینؑ یہ کیوں؟ آپؑ نے فرمایا: تا کہ نماز جمعہ میں آنے کے لئے وہ کمزور نہ ہو جائے۔

(۱۲۶۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر واعظ سننے والوں کیلئے قبلہ بنتا ہے اور وعظ سننے والے واعظ کیلئے قبلہ بنتے ہیں۔ یعنی نماز جمعہ و نماز عیدین اور نماز استسقاء میں۔

(۱۲۶۴) امیر المومنین علیہ السلام نماز جمعہ کیلئے خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْوَلِیِّ الْحَمِیْدِ الْحَکِیْمِ الْمَجِیْد، اَلْفَعَّالِ لِمَایُرِیْدُ عَلَّامُ الغُیُوبِ، وَخَالِقَ الْخلْقِ، و مُنْزِلِ الْقَطْرِ و مُدَبِّرِ أمرِ الدُّنْیا وَالآخِرَةِ، وَوَارِثِ السَّماوَاتِ وَالاَرْضِ، اَلَّذِی عَظُمَ شَانُهُ فَلاشَیءَ مِثْلُهُ،تَوَاضَعَ کُلُّ شَیْءٍ لِعَظَمَتِهِ، وَذَلَّ کلُّ شَیءٍ لِعِزَّتِه، وَاسْتَسْلَمَ کُلُّ شَیءٍ لِقُدْرَتِه، و قَرَّ کُلُّ شَیءٍ قَرَارَهُ لِهَیْبَتِهِ وَ خَضَعَ کَلُّ شَیْءٍ لِمَلَکَتِهِ وَرُبُوبِیَّتِهِ اَلَّذِی یُمْسِکُ السَّمَاءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی

[1] میں کہتا ہوں یہ حدیث اس حدیث کے منافی ہے جو مولف نے خصال (اردو ترجمہ ص ۲۰۸) پر اپنی اسناد سے امام جعفرؑ سے نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: جمعہ کا دن عبادت کا دن ہے لہذا تم لوگ اس میں اللہ عزوجل کی عبادت کیا کرو۔ ہفتہ آل محمدؐ کے لئے مخصوص ہے، اتوار ان کے شیعوں کے لئے، پیر بنی امیہ کا دن ہے............تا آخر حدیث۔

اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۱۴ (اردو ترجمہ) پر صحیح اسناد کے ساتھ ابن ابی عمیر سے، انہوں نے ایک سے زائد راویوں سے اور انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: ہفتہ کا دن ہمارے لئے مخصوص ہے، اتوار کا دن ہمارے شیعوں کے لئے، پیر ہمارے دشمنوں کے لئے اور منگل کا دن بنی امیہ کے لئے مخصوص ہے۔

بحار الانوار میں علامہ مجلسی فرماتے ہیں: ہمارے دشمنوں میں تمام مخالفین شامل ہیں کہ بنی امیہ بھی ان ہی میں ہیں اور منگل خصوصیت سے ان کے اور ان کے پیروکاروں کے لئے ہے۔ (علی اکبر غفاری)۔

الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ، و اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ اِلَّا بِاَمْرِهٖ، وَاَنْ يَحْدُثَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ شَيْءٌ اِلَّا بِعِلْمِهٖ، نَحْمَدُهٗ عَلٰى مَاكَانَ، وَنَسْتَعِيْنُهٗ مِنْ اَمْرِنَا عَلٰى مَايَكُوْنُ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَسْتَهْدِيْهِ، وَنَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ، مَلِكُ الْمُلُوْكِ وَسَيِّدُالسَّادَاتِ، و جَبَّارُ الْاَرْضِ وَالسَّمَاوَاتِ الْقَهَّارُ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالُ، ذُوالْجَلَالِ وَالْاِ كْرَامِ، دَيَّانُ يَوْمِ الدِّيْنِ، رَبُّ آبَائِنَا الْاَوَّلِيْنَ.

وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ دَاعِياً اِلَى الْحَقِّ، و شَاهِداً عَلَى الْخَلْقِ، فَبَلَّغَ رِسَالَاتِ رَبِّهٖ كَمَا اَمَرَهٗ، لَا مُتَعَدِّياً وَلَا مُقَصِّراً، وَجَاهَدَفِي اللّٰهِ اَعْدَائَهٗ، لَاوَانِياً وَلَانَاكِلًا و نَصَحَ لَهٗ فِي عِبَادَةٍ صَابِراً مُحْتَسِباً، فَقَبَضَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَ قَدْرَضِيَ عَمَلَهٗ وَتَقَبَّلَ سَعْيَهٗ، وَغَفَرَذَنْبَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ.

اُوْصِيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ، وَاغْتِنَامِ مَا اسْتَطَعْتُمْ عَمَلًا بِهٖ مِنْ طَاعَتِهٖ فِي هٰذِهِ الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ وَبِالرَّ فْضِ لِهٰذِهِ الدُّنْيَا التَّارِكَةِ لَكُمْ وَاِنْ لَمْ تَكُوْنُوا تُحِبُّوْنَ تَرْكَهَا وَالْمُبْلِيَةِ لَكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ تَجْدِيْدَهَا، فَاِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُهَا كَرَكْبٍ سَلَكُوْاسَبِيْلًا فَكَاَنْ قَدْ قَطَعُوْهُ، وَاَفْضَوْا اِلٰى عَلَمٍ فَكَاَنْ قَدْ بَلَغُوْهُ وَ كَمْ عَسَى الْمُجْرِيْ اِلَى الْغَايَةِ اَنْ يُجْرِيَ اِلَيْهَا حَتّٰى يَبْلُغَهَا وَكَمْ عَسٰى اَنْ يَكُوْنَ بَقَاءُ مَنْ لَهٗ يَوْمٌ لَايَعْدُوْهُ، وَطَالِبٌ حَثِيْثٌ فِي الدُّنْيَا يَحْدُوْهُ حَتّٰى يُفَارِقَهَا فَلَا تَتَنَافَسُوْا فِيْ عِزِّالدُّنْيَا وَفَخْرِهَاوَلَا تَعْجَبُوْا بِزِيْنَتِهَا وَنَعِيْمِهَا، وَلَا تَجْزَعُوا مِنْ ضَرَّائِهَا وَ بُؤْسِهَا فَاِنَّ عِزَّ الدُّنْيَا و فَخْرِهَا وَلَاجَبُوْا بِزِيْنَتِهَا و نَعِيْمِهَا، وَلَا تَجْزَعُوْا مِنْ ضَرَّائِهَا وَبُؤْسِهَا فَاِنَّ عِزَّ الدُّنْيَا و فَخْرَهَا اِلَى انْقِطَاعٍ، وَاَنَّ زِيْنَتَهَا وَ نَعِيْمَهَا اِلٰى زَوَالٍ، وَاِنْ ضَرَّ هَا وَبُؤْ سَهَا اِلٰى نَفَادٍ، وَكُلُّ مُدَّةٍ مِنْهَا اِلٰى مُنْتَهٰى، وَكُلُّ حَيٍّ مِنْهَا اِلٰى فَنَاءٍ وَبَلَاءٍ، اَوَلَيْسَ لَكُمْ فِيْ آثَارِ اَوَّلِيْنَ وَفِيْ آبَائِكُمُ الْمَاضِيْنَ مُعْتَبَرٌ وَ تَبْصِرَةٌ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ، اَلَمْ تَرَوا اِلَى الْمَاضِيْنَ مِنْكُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ، وَاِلَى الْخَلَفِ الْبَاقِيْنَ مِنْكُمْ لَا يَقِفُوْنَ، قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى: وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنَاهَا، اَنَّهُمْ لَايَرْجِعُوْنَ، وَقَالَ: كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَوَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ، اَوَلَسْتُمْ تَرَوْنَ اِلٰى اَهْلِ الدُّنْيَا وَهُمْ يُصْبِحُوْنَ وَ يُمْسُوْنَ عَلٰى اَحْوَالٍ شَتّٰى، فَمَيِّتٌ يُبْكٰى وَآخَرُ يُعَزّٰى، وَ صَرِيْعٌ يَتَلَوّٰى عَائِدٌ وَ مَعُوْدٌ وَ آخَرُ بِنَفْسِهٖ يَجُوْدُ، و طَالِبُ الدُّنْيَا وَالْمَوْتُ يَطْلُبُهٗ، وَغَافِلٌ وَلَيْسَ بِمَغْفُوْلٍ عَنْهُ وَعَلٰى اَثَرِالْمَاضِيْنَ يَمْضِي الْبَاقِيْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، رَبِّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْاَرْضِيْنَ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، اَلَّذِيْ يَبْقٰى وَيَفْنٰى مَاسِوَاهُ، وَاِلَيْهِ يَؤُوْلُ الْخَلْقُ وَيَرْجِعُ الْاَمْرُ.

اَلَا اِنَّ هٰذَا الْيَوْمَ يَوْمٌ جَعَلَهُ اللّٰهُ لَكُمْ عِيْداً وَهُوَ سَيِّدُ اَيَّامِكُمْ وَاَفْضَلُ اَعْيَادِكُمْ وَقَدْ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ بِالسَّعْيِ فِيْهِ اِلٰى ذِكْرِهٖ، فَلْتَعْظُمْ رَغْبَتُكُمْ فِيْهِ، وَلْتَخْلُصْ نِيَّتُكُمْ فِيْهِ، وَاَكْثِرُوْا فِيْهِ التَّضَرُّعَ وَالدُّعَاءَ وَ مَسْاَلَةَ الرَّحْمَةِ وَالْغُفْرَانِ، فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَسْتَجِيْبُ لِكُلِّ مَنْ دَعَاهُ، وَيُوْرِدُالنَّارَ مَنْ عَصَاهُ وَكُلَّ مُسْتَكْبِرٍ عَنْ عِبَادَتِهٖ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: " اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ" وَفِيْهِ سَاعَةٌ مُبَارَكَةٌ لَايَسْاَلُ اللّٰهَ عَبْدٌ مُؤْمِنٌ فِيْهَا شَيْئاً اِلَّا اَعْطَاهُ، وَ الْجُمْعَةُ وَاجِبَةٌ عَلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ اِلَّا عَلَى الصَّبِيِّ وَالْمَرِيْضِ وَالْمَجْنُوْنِ وَالشَّيْخِ الْكَبِيْرِ وَالْاَعْمٰى وَالْمُسَافِرِ وَالْمَرْاَةِ وَالْعَبْدِ الْمَمْلُوْكِ، وَمَنْ كَانَ عَلٰى رَاْسِ فَرْسَخَيْنِ، غَفَرَاللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ سَالِفَ ذُنُوْبِنَا فِيْمَا خَلَا مِنْ اَعْمَارِنَا، وَعَصَمَنَا وَ اَيَّاكُمْ مِنِ اقْتِرَافِ الْآثَامِ بَقِيَّةَ اَيَّامِ دَهْرِنَا، اِنَّ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ وَاَبْلَغَ الْمَوْعِظَةِ كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خطبہ جمعہ کا ترجمہ:

حمد اس اللہ کی جو حاکم و سرپرست و لائق حمد، صاحب حکمت و صاحب بزرگی ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ غیب کا جاننے والا ہے، مخلوق کو خلق کرنے والا ہے۔ پانی کے قطرات برسانے والا ہے۔ دنیا و آخرت کے تمام امور کو درست کرنے والا ہے۔ آسمان اور زمینوں کا مالک و وارث ہے۔ اس کی شان ایسی عظیم ہے کہ جس کے مثل کوئی شے نہیں۔ اس کی عظمت کے سامنے ہر شے پست اور اس کی عزت کے سامنے ہر شے ذلیل ہے اس کی قدرت کے سامنے ہر شے سر تسلیم خم کیے ہوئے۔ اس کی ہیبت کے سامنے ہر شے دم بخود، اور ربوبیت کے سامنے ہر شے سرنگوں ہے۔ یہ وہ ذات ہے جو آسمان کو سنبھالے ہوئے ہے کہ وہ بغیر اس کے اذن کے زمین پر نہ گرے گا اور بغیر اس کے حکم کے قیامت قائم نہ ہوگی بغیر اس کے علم کے آسمانوں اور زمینوں میں کوئی شے پیدا نہ ہوگی۔ جو کچھ ہو چکا ہم اس پر اس کا شکر کرتے ہیں اور جو کچھ آئیندہ ہوگا ہم اس میں اس کی مدد چاہتے ہیں ہم اس سے طلب مغفرت کرتے اور اس سے ہدایت کے طلبگار ہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اکیلے اللہ کے اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ سرداروں کا سردار ہے وہ تمام آسمانوں اور زمینوں پر تسلط رکھتا ہے سب پر غالب ہے سب سے بڑا اور سب سے بلند ہے وہ صاحب شکوہ اور بزرگی ہے۔ قیامت کے دن کا حاکم ہے اور ہمارے اگلے آباؤ اجداد کا رب ہے۔

اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس نے ان کو حق کے ساتھ حق کی طرف دعوت دینے والا اور مخلوق پر شاہد بنا کر بھیجا چنانچہ انہوں نے اپنے رب کے پیغامات کو جیسا اس نے حکم دیا تھا پہنچا دیا۔ نہ زیادتی کی نہ کمی اور اللہ کی راہ میں اس کے دشمنوں سے جہاد کیا جس میں نہ کوئی کمزوری دکھائی نہ سستی اور صبر و احتساب کے ساتھ اللہ کے بندوں میں اللہ کیلئے نصیحتیں فرماتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض فرمائی اس حال میں کہ اللہ ان کے عمل سے راضی رہا، ان کی کوشش کو قبول کیا اور ان کی مغفرت فرمائی۔

اے اللہ کے بندوں میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور ان گزرتے ہوئے ایام کے اندر اللہ کی اطاعت میں جو بھی عمل حسب استطاعت تم سے ہو سکے اس کو غنیمت سمجھو۔ اور اس دنیا کو ترک کرو اس لئے کہ اگر تم اس کو ترک نہ کرنا چاہو گے تو وہ خود تم کو ترک کردیگی۔ اور اگر تم اس کو جدید اور نئی بنانا چاہو گے تو وہ تمہیں پرانا اور بوڑھا بنا دے گی۔ تم لوگوں کی اور اس کی مثال ان سواروں جیسی ہے کہ وہ راستے پر چلے اور تقریباً انہوں نے راستہ طے کر لیا اور ایک نشان کی طرف بڑھے اور تقریباً وہ وہاں تک پہنچ گئے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شے منزل کی طرف روانہ کردی جاتی ہے اور وہ چلتے چلتے اپنی منزل تک پہنچ جاتی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی کا ایک دن باقی ہے اور وہ اس سے آگے نہیں بڑھتا اور سب سے حریص طالب دنیا جدوجہد میں مصروف رہتے ہیں بالآخر دنیا کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ لہٰذا تم لوگ دنیاوی عزت و وقار کے حصول میں ایک دوسرے کا مقابلہ نہ کرو اور دنیا کی زینتوں اور نعمتوں کو دیکھ کر مبہوت نہ ہو جاؤ۔ اور اس کی شدت اور سختیوں کو دیکھ کر واویلا نہ کرو۔ اس لئے کہ یہ دنیاوی عزت و وقار ختم ہونے پر ہے اور اس کی زینتیں اور نعمتیں مائل بہ زوال ہیں اور اس کی شدت اور سختیاں ختم ہو جائینگی۔ ان میں سے ہر ایک کی مدت اپنی انتہاء کو پہنچے گی۔ اس میں ہر زندہ فنا اور بلاء کی طرف مائل ہے۔ اگر تم عقل رکھتے ہو تو کیا تم لوگوں کے لئے اپنے اسلاف کے آثار اور اپنے گذشتہ آباء و اجداد کی زندگیاں تمہاری عبرت اور نگاہ رکھنے کے قابل نہیں ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے جو لوگ گزر گئے وہ واپس نہیں آئے اور جو تم میں سے باقی بچے ہیں وہ ٹھہرنے والے نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وحرام علی قریة اهلکنا انهم لایرجعون** [اور جس بستی کو ہم نے ہلاک کر چکے ہیں اس کے لئے ممانعت ہے کہ وہ (رجعت کے زمانے میں) واپس نہ آئیں گے۔] (سورہ انبیاء آیت نمبر ۹۵)

نیز ارشاد باری تعالیٰ **کل نفس ذائقة الموت و انما توفون اجورکم یوم القیامة فمن زحزح عن النار و ادخل الجنة فقد فاز و ما الحیوة الدنیا الامتاع الغرور** (ہر ذی نفس کیلئے موت کا مزہ ہے اور تم لوگ بھرپور اپنا اجر و ثواب پاؤ گے پس جو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا وہی کامیاب ہوگا اور دنیاوی زندگی تو ایک دھوکے کی چیز ہے) (آل عمران آیت ۱۸۵)

کیا تم لوگ اہل دنیا کو نہیں دیکھتے کہ وہ صبح و شام مختلف احوال میں بسر کرتے ہیں۔ کسی میت پر رویا جا رہا ہے، کسی کو تعزیت ادا کی جا رہی ہے، کوئی زمین پر گر کر تڑپ رہا ہے، کوئی بیمار پرسی کر رہا ہے، کسی کی بیمار پرسی کی جا رہی ہے، کوئی جانکنی کے عالم میں ہے، کوئی دنیا کی طلب میں ہے اور موت اس کی طلب میں ہے، کوئی غفلت میں مبتلا ہے مگر اس سے غفلت نہیں برتی جا رہی ہے۔ اور یہ باقی رہنے والے لوگ بھی گزرے ہوئے لوگوں کے نقش قدم پر جا رہے ہیں۔ اور حمد ہے اس کی جو تمام عالمین کا پروردگار ہے جو سات آسمانوں، سات زمینوں کا رب ہے اور عرش عظیم کا رب ہے وہ ذات وہ ہے جو اپنے سوا سب کو باقی رکھتا اور فنا کرتا ہے اور اسی کی طرف ساری مخلوق پلٹتی ہے اس کی طرف تمام کی بازگشت ہے۔

واضح ہو کہ یہ دن وہ دن ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کیلئے عید قرار دیا ہے۔ یہ تمہارے دنوں کا سردار ہے۔ تمہاری تمام عیدوں سے افضل ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تم لوگوں کو حکم دیا ہے کہ اس دن اُس کے ذکر کیلئے سعی کرو لہٰذا اس دن بڑی رغبت اور خلوص نیت سے کام لو، اللہ کی بارگاہ میں خوب گڑگڑاؤ، دعائیں مانگو، رحمت و مغفرت کیلئے درخواست کرو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی دعا کو قبول فرمائے گا اور جو اس کی نافرمانی کرے گا اور اس کی عبادت سے انکار کرے گا اس کو جہنم میں داخل کر دیگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ادعونی استجب لکم ان الذین یتکبرون عن عبادتی سیدخلون جهنم داخرین (تم مجھ سے دعا مانگو میں قبول کرونگا اور جو لوگ ہماری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلیل و خوار جہنم میں داخل ہونگے) (سورۂ مومن آیت نمبر ۶۰) اور اس دن میں ایک ایسی ساعت مبارک ہے کہ بندہ مومن اس میں اللہ سے جو مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کو عطا کر دیگا۔ اور نماز جمعہ ہر مومن پر واجب ہے سوائے بچے، مریض، مجنوں، بہت بوڑھے، نابینا، مسافر، عورت، عبد مملوک کے اور اس شخص کے جو دو (۲) فرسخ دوری پر ہو۔ اور اللہ تعالیٰ ہمارے اور تم لوگوں کے پچھلے گناہوں کو جو ہماری گزری عمر میں سرزد ہوئے ہیں معاف کرے اور ہمیں اور تم لوگوں کو اپنی آئندہ زندگی میں گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ رکھے۔ اور بہترین کلام اور بلیغ ترین وعظ اللہ کی کتاب ہے۔ میں پناہ چاہتا ہوں اللہ کی شیطان رجیم سے بیشک اللہ تعالیٰ ہی فتاح و علیم ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم پھر بعد سورۂ الحمد کے قل هو الله احد یا قل یاایها الکافرون یا اذا زلزلت الارض زلزالها یا الهکم التکاثر یا سورۂ العصر پڑھا جائے اور وہ سورہ جو ہمیشہ پڑھا جاتا ہے وہ سورۂ قل هو الله احد ہے۔ اس (خطبے) کے بعد بیٹھ جائے اور پھر کھڑا ہو کر کہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ، وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَنَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَوٰاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَمَغْفِرَتُهٗ وَ رِضْوَانُهٗ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَنَبِيِّكَ صَلَاةً نَامِيَةً زَاكِيَةً، تَرْفَعُ بِهَا دَرَجَتَهٗ، وَتُبَيِّنُ بِهَا فَضْلَهٗ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَآلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ عَذِّبْ كَفَرَةَ اَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ وَيَجْحَدُوْنَ آيَاتِكَ، وَيُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ، اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ، وَاَلْقِ الرُّعْبَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ، وَاَنْزِلْ عَلَيْهِمْ رِجْزَكَ وَ نِقْمَتَكَ وَبَاْسَكَ الَّذِيْ لَا تَرُدُّهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ انْصُرْ جُيُوْشَ الْمُسْلِمِيْنَ وَسَرَايَاهُمْ وَمُرَابِطِيْهِمْ فِيْ مَشَارِقِ الْاَرْضِ وَمَغَارِبِهَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ التَّقْوٰى زَادَهُمْ، وَالْاِيْمَانَ وَ الْحِكْمَةَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ، وَاَوْزِعْهُمْ اَنْ يَشْكُرُوْا نِعْمَتَكَ الَّتِيْ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ، وَاَنْ يُوْفُوْا بِعَهْدِكَ الَّذِيْ عَاهَدْتَهُمْ عَلَيْهِ اِلٰهَ الْحَقِّ وَخَالِقَ الْخَلْقِ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِمَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَلِمَنْ هُوَ لَاحِقٌ بِهِمْ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْهُمْ، اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ، اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ، اُذْكُرُوا اللّٰهَ يَذْكُرْكُمْ فَاِنَّهٗ ذَاكِرٌ لِمَنْ ذَكَرَهٗ وَاسْاَلُوا اللّٰهَ مِنْ رَحْمَتِهٖ وَفَضْلِهٖ فَاِنَّهٗ لَا يَخِيْبُ عَلَيْهِ دَاعٍ دَعَاهُ. رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

ترجمہ: ہر طرح کی حمد اللہ کیلئے ہے ہم لوگ اس کی حمد کرتے ہیں اور اس سے مدد چاہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اس پر توکل کرتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اسی اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور ان پر اور ان کی آل پر اللہ تعالیٰ کا درود و سلام ہو اور اس کی مغفرت اور اس کی رضا ہو۔ پروردگار اپنی رحمتیں نازل کر اپنے بندے اور اپنے رسول اور اپنے نبی پر ایسی رحمتیں جو روز افزوں اور پاک و صاف ہوں جس سے تو ان کے درجہ کو بلند کرے اور ان کے فضل و شرف کو ظاہر کرے۔ اور رحمت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآل محمدؐ پر اور برکت عطا فرما محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآل محمدؐ کو جیسا کو تو نے رحمت نازل کی، برکت عطا فرمائی اور رحم فرمایا ابراہیم اور آل ابراہیمؑ پر بیشک تو لائق حمد اور صاحب بزرگی ہے۔

پروردگار تو ان اہل کتاب کافروں کو عذاب میں مبتلا کر جو تیری راہ پر چلنے سے لوگوں کو روکے ہوئے ہیں اور تیری آیتوں سے انکار کرتے ہیں تیرے رسولوں کی تکذیب کرتے ہیں پروردگار ان میں آپس میں پھوٹ ڈال دے ان کے دلوں میں رعب بٹھادے اور ان پر اپنا عذاب اپنی سزا اور اپنی طرف سے وہ جنگ مسلط کر جس کو یہ مجرم قوم ردنہ کر سکے۔

پروردگار تمام مومنین و مومنات و مسلمین و مسلمات کے گناہوں کو عفو فرما۔ پروردگار تقویٰ کو ان کی زادراہ بنادے۔ ایمان و حکمت ان کے دلوں میں ڈال دے اور انہیں اس کی توفیق دے کہ وہ شکر ادا کریں تیری ان نعمتوں کا جو تو نے ان پر نازل کی ہیں اور وہ اس عہد کو پورا کریں جو تو نے ان سے لیا ہے اے الہ الحق اور خالق الخلق۔

پروردگار وہ مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات جو وفات پاچکے ہیں ان کی مغفرت فرما، نیز ان لوگوں کی بھی جو ان کے بعد ان سے ملحق ہو نگے، تو صاحب عزت و حکمت ہے۔

ان اللّٰہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینھٰی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون (اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ انصاف اور لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے اور قرابتداروں کو کچھ نہ کچھ دینے کا حکم دیتا ہے اور بدکاری و ناشائستہ حرکتوں اور سرکشی کرنے سے منع کرتا ہے اور تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو) (سورۂ النحل آیت نمبر ۹۰)۔

تم لوگ اللہ کو یاد کرو اللہ تم لوگوں کو یاد کرے گا اس لئے کہ وہ اپنے یاد کرنے والوں کو یاد رکھتا ہے اور اللہ سے اس کی رحمت اور فضل و کرم کا سوال کرو اس لئے کہ جو بھی دعا کرنے والا اس سے دعا کرتا ہے اس کو مایوس نہیں کرتا **ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار** (اے ہمارے پالنے والے ہمیں دنیا میں نصیحت دے اور آخرت میں ثواب دے اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا) (سورۂ البقرہ آیت ۲۰۱)۔

(۱۲۶۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے جس نے جمعہ کے دن خطبہ کی نماز پر مقدم کردیا وہ عثمان تھے اس لئے کہ جب وہ نماز پڑھا لیتے تھے تو لوگ ان کا خطبہ سننے کیلئے ٹھہرتے نہ تھے، منتشر ہو جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم ان کا وعظ سن کر کیا کریں گے وہ خود تو اس پر عمل کرتے نہیں اور انہوں نے دین میں کیا کیا بدعتیں ایجاد کردیں۔ چنانچہ جب انہوں نے دیکھا تو دونوں خطبوں کو نماز پر مقدم کردیا۔

اور میں نے اپنے شیخ (استاد) محمد بن حسن بن ولید سے دریافت کیا کہ علمۃ المسلمین نماز جمعہ کے بعد جو تہلیل و تکبیر کیا کرتے تھے وہ کیا تھا؟ تو آپ نے کہا کہ روایت کی گئی ہے کہ بنی اُمیہ نماز جمعہ کے بعد تیس مرتبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام پر لعنت کیا کرتے تھے۔ مگر جب عمر بن عبدالعزیز والی ہوا تو اس نے لوگوں کو اس امر سے منع کردیا اور کہا کہ نماز کے بعد تہلیل و تکبیر (لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر) کہنا افضل ہے۔

باب: وہ نماز جو ہر وقت پڑھی جاسکتی ہے

(۱۲۶۶) زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: چار نمازیں ہیں جن کو انسان ہر وقت پڑھ سکتا ہے۔ وہ نماز جو تم

سے فوت ہوگئی ہے وہ جب بھی تمہیں یاد آئے اُس وقت ادا کرو، دو رکعت نماز فریضہ طواف، نماز کسوف، نماز میت، یہ نمازیں انسان ہر وقت جب بھی موقع ملے پڑھ سکتا ہے۔

باب: سفر میں نماز

(۱۲۶۷) زرارہ سے اور محمد بن مسلم سے روایت کی گئی ان دونوں نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ ہم دونوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ سفر کے اندر نماز کے متعلق آپؑ کا کیا ارشاد ہے وہ کیسے ہوگی اور کتنی ہوگی؟ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ (اور جب تم سفر پر جاؤ تو تمہارے لئے کوئی حرج نہیں اگر نماز میں قصر کرو) (سورۂ نساء آیت نمبر ۱۰۱) اس لئے سفر میں قصر اسی طرح واجب ہے جیسے حضر میں پوری نماز پڑھنا واجب ہے۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ ہم لوگوں نے عرض کیا مگر اللہ تعالیٰ نے تو یہ کہا ہے کہ کوئی حرج نہیں یہ تو نہیں کہا ایسا کرو۔ پس یہ قصر واجب کیسے ہوگیا جس طرح حضر میں پوری واجب ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے صفا اور مروہ کے متعلق یہ نہیں کہا ہے فمن حج البیت واعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما (جو شخص خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے تو کوئی حرج نہیں اگر ان دونوں کے درمیان چکر لگائے) (سورۂ البقرہ آیت نمبر ۱۵۸) کیا تم نہیں دیکھتے کہ ان دونوں کے درمیان چکر لگانا واجب اور مفروض ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر عمل کیا ہے۔ اسی طرح سفر میں تقصیر ہے یہ ایسی چیز ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر عمل کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔

ان دونوں کا بیان ہے کہ پھر ہم نے عرض کیا: اچھا اگر کوئی شخص سفر میں چار رکعت پڑھ لے تو پھر سے اس نماز کا اعادہ کرے گا یا نہیں؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اس کے سامنے تقصیر کی آیت پڑھ دی گئی ہے اور اس کی تفسیر کر دی گئی ہے اور پھر بھی اس نے چار رکعت پڑھی تو اعادہ کرے گا۔ اور اگر اس کے سامنے تقصیر کی آیت نہیں پڑھی گئی ہے اور اس کا اس کو علم نہیں تو پھر وہ اعادہ نہیں کرے گا۔ اور تمام فرض نمازیں سفر میں دو رکعت ہی ہونگی سوائے مغرب کے کہ یہ تین رکعت کی ہوگی اس میں قصر نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو تین ہی رکعت رہنے دیا ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام ذی خشب کا سفر فرمایا جو مدینہ سے ایک دن کی مسافت پر ہے یعنی دو (۲) برید (قاصد) کی راہ ہے اور چوبیس (۲۴) میل ہے تو اس سفر میں آپؑ نے نماز قصر پڑھی اور (روزہ نہیں رکھا) افطار کیا اور اس طرح یہ بھی سنت قرار پائی۔

اور ایک مرتبہ آپ نے سفر میں افطار کیا مگر ایک گروہ نے روزہ رکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو عاصیوں (نافرمانوں) کا گروہ کہا۔ چنانچہ وہ گروہ تا قیامت عاصی اور نافرمان رہے گا۔ اور ہم لوگ ان نافرمانوں اور عاصیوں کی اولاد اور اولاد در اولاد کو آج تک پہچانتے ہیں۔

(۱۲۶۸) اور محمد بن مسلم نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا اور کہا کہ ایک شخص سفر کا ارادہ رکھتا ہے وہ کب سے قصر شروع کرے؟ آپؑ نے فرمایا: جب اس کی آبادی کے مکانات نگاہ سے چھپ جائیں۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ ایک شخص سفر کا ارادہ کرتا ہے اور زوال آفتاب کے وقت نکلتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جب نکل جائے تو دو رکعت نماز پڑھے۔

(۱۲۶۹) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب تم سفر کیلئے اپنی منزل سے نکل جاؤ اس وقت سے اپنی واپسی تک قصر کرو۔

(۱۲۷۰) اور عبداللہ بن یحییٰ کاہلی نے آپؑ کو نماز میں قصر کے متعلق فرماتے ہوئے سنا کہ برید بر برید (قاصد بر قاصد) یعنی چوبیس (۲۴) میل (کا سفر ہونا چاہیے) پھر فرمایا کہ میرے والد فرمایا کرتے تھے کہ نماز قصر سست رفتار خچر یا تیز رفتار گھوڑے پر سفر کے اعتبار سے نہیں رکھی گئی ہے بلکہ اونٹ پر

سفر کے اعتبار سے رکھی گئی ہے۔ اور جب کسی شخص کا سفر آٹھ فرسخ کا ہو تو اس پر قصر کرنا واجب ہے اور اگر کسی کا سفر چار فرسخ کا ہو اور اسی دن واپسی کا ارادہ ہو تو اس پر بھی قصر کرنا واجب ہے اور اگر کسی کا سفر چار فرسخ کا ہو اور اسی دن واپسی کا ارادہ نہ ہو تو اس کو اختیار ہے چاہے قصر کرلے چاہے اتمام کرے۔

(۱۲۷۱) اور معاویہ بن وھب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب تم کسی شہر میں جاؤ اور تمہارا ارادہ وہاں دس دن قیام کا ہو تو جس وقت پہنچو اس وقت سے پوری نماز پڑھو اور اگر دس دن سے کم کا ارادہ ہو تو نماز قصر پڑھو۔ اور اگر تم قیام کررہے ہو مگر یہ کہتے ہوئے کہ کل یہاں سے چلا جاؤں یا پرسوں چلا جاؤں گا یعنی یہ طے نہیں کیا کہ دس دن قیام کروں گا تو نماز قصر پڑھو اور اسی گومگو میں ایک مہینہ پورا ہو جائے تو قصر نماز پڑھتے رہو مگر ایک ماہ کے بعد اگر چہ گومگو ہی ہے لیکن پوری نماز پڑھو۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ اگر میں کسی شہر میں یکم رمضان کو پہنچوں اور وہاں دس دن کا قیام کا ارادہ نہ ہو؟ آپؑ نے فرمایا: تو قصر کرو اور افطار کرو۔ میں نے عرض کیا: اگر میں اس گومگو میں کہ یہاں سے کل چلا جاؤنگا اور پرسوں چلا جاؤں گا اس میں ایک ماہ وہاں ٹھہر جاؤں تو کیا پورا مہینہ قصر اور افطار کرسکتا ہوں؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں یہ ایک ہی بات ہے نماز قصر کروگے تو افطار کروگے اور افطار کروگے تو نماز قصر کروگے۔

(۱۲۷۲) ابو ولاد حناط کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے نیت کی تھی کہ فلاں جگہ پہنچونگا تو وہاں دس دن قیام کروں گا اور پوری نماز پڑھوں گا۔ مگر پھر وہاں پہنچ کر میرا ارادہ یہ ہوا کہ نہیں میں وہاں دس دن نہیں ٹھہروں گا ایسی صورت میں آپؑ کا کیا حکم ہے وہاں پوری نماز پڑھوں یا قصر پڑھوں؟ آپؑ نے فرمایا: اگر تم نے اس شہر میں داخل ہونے کے بعد ایک نماز فریضہ پوری پڑھ لی تو اب تم وہاں سے جب تک نہ نکلو قصر نماز نہیں پڑھ سکتے۔ اور اگر جب تم شہر میں داخل ہوئے اور اس نیت سے داخل ہوئے کہ وہاں (دس دن قیام کرونگا اور) پوری نماز پڑھوں گا اور وہاں ایک نماز فریضہ بھی ابھی پوری نہیں پڑھی تھی کہ تمہارا ارادہ ہوا کہ یہاں دس دن قیام نہیں کرونگا تو ایسی صورت میں تم کو اختیار ہے خواہ نیت کرلو کہ دس دن قیام کروں گا اور پوری نماز پڑھو خواہ دس دن قیام کی نیت نہ کرو اور نماز قصر پڑھو مگر یہ صرف ایک ماہ تک اور جب ایک ماہ پورا ہو جائے اور وہی گومگو کی صورت رہے تو (بھی) پوری نماز پڑھو۔

(۱۲۷۳) اور زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو چند لوگوں کے ساتھ سفر کے ارادے سے نکلا اور ابھی وہ اپنے قریہ سے دو ہی فرسخ پر پہنچے تھے کہ نماز کا وقت آ گیا اور سب نے نماز (قصر) پڑھ لی مگر اس کے بعد کچھ لوگوں کو ایسی ضرورت پیش آ گئی کہ وہ وہیں سے اپنے قریہ کو واپس آ گئے اور پھر سفر کیلئے نہ نکل سکے۔ تو اب وہ اس دو رکعت نماز کا کیا کریں جو انہوں نے (قصر) پڑھی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ان کی نماز پوری ہو گئی اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

(۱۲۷۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص سفر میں چار رکعت نماز پڑھے (قصر نہ کرے) تو میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس شخص سے برأت اور لاتعلقی کا اظہار کروں گا۔ یعنی اگر وہ قصداً و عمداً ایسا کرے۔

(۱۲۷۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: سفر میں پوری (چار رکعت) نماز پڑھنے والا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص حضر میں قصر نماز پڑھے۔

(۱۲۷۶) اور ابو بصیر نے آنجناب علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے سفر میں بھول کر چار رکعت نماز پڑھ لی؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اس کو اسی دن یاد آ جائے تو دوبارہ (قصر) نماز پڑھ لے اور اس دن کے گزر جانے کے بعد اس کو یاد آئے تو اس کو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۱۲۷۷) زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: چار طرح کے لوگوں پر پوری نماز پڑھنا واجب ہے: گماشتہ، جانور کرایہ پر چلانے والا، چرواہا، قاصد اس لئے کہ یہ ان کا پیشہ ہے اور روایت کی گئی ہے ملاح، قاصد اور کھلیان کی حفاظت کرنے والا (کہ ان کو بھی قصر نہیں کرنا)۔

(۱۲۷۸) محمد بن مسلم نے ان دونوں ائمہ علیہما السلام میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ملاح جو اپنی کشتیوں میں رہتے ہیں اور گماشتہ (سفارت کار) اور کرایہ پر اونٹ وغیرہ چلانے والے (جمال) پر تقصیر نہیں (یعنی نماز قصر کرنا نہیں ہے)۔

(۱۲۷۹) عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: گماشتہ (سفیر) جب اپنی منزل پر پانچ دن یا اس سے کم قیام کرے تو وہ دن کی نمازوں میں قصر کرے گا اور رات کی نمازوں کو پورا پڑھے گا اور اس پر رمضان کا روزہ رکھنا بھی واجب ہے اور جس شہر میں وہ بھیجا گیا ہے وہاں اس کا قیام دس دن یا اس سے زیادہ ہے اور اپنی منزل کی طرف پلٹ رہا ہے یا ایسی جگہ جارہا ہے جہاں اس کا قیام دس دن یا اس سے زیادہ رہے گا تو وہ اپنے سفر میں جو دونوں منزلوں کے درمیان کرے گا قصر بھی کرے گا اور افطار بھی۔

(۱۲۸۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جمال اور اجرت پر روانہ کیا ہوا گماشتہ جب سیر میں مشغول ہوں تو دو منزلوں کے درمیان جب چلیں گے تو قصر کریں گے اور جب دونوں منزلوں پہ رہیں گے تو پوری نماز پڑھیں گے۔

(۱۲۸۱) عبداللہ بن جعفر نے محمد بن جزک سے (جو اصحاب امام ہادی علیہ السلام میں تھے اور از روئے پیشہ جمال تھے) روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام ابوالحسن ثالث علیہ السلام کو خط لکھا کہ میرے پاس چند اونٹ ہیں جن پر ایک نگراں مقرر رہے میں ان کو کسی سفر کیلئے کبھی نہیں نکالتا مگر جب حج کو جی چاہتا ہے تو مکہ کے سفر کے لئے یا ندرہ[1] کے بعض مقامات پر جانے کے لئے ان کو نکالتا ہوں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جب میں ان اونٹوں کے ساتھ نکلوں تو کیا عمل کروں؟ اس سفر میں مجھ پر نماز اور روزہ میں قصر واجب ہے یا پوری نمازیں پڑھوں؟ آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا: جب تم سوائے سفر مکہ کے اور کسی سفر میں ان کو اپنے ساتھ لیکر نہیں نکلتے تو تم پر نماز کا قصر اور روزہ کا افطار واجب ہے۔

(۱۲۸۲) اور عبدالرحمٰن بن حجاج نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس کی چند زراعتیں ہیں جو ایک دوسرے کے قریب اور آس پاس ہیں اور وہ ان ہی میں چکر لگاتا رہتا ہے تو کیا وہ نماز پوری پڑھے یا قصر کرے؟ آپؑ نے فرمایا: نماز پوری پڑھے۔

(۱۲۸۳) اسماعیل بن ابی زیاد نے حضرت جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: سات طرح کے لوگ نماز قصر نہیں کریں گے۔ (۱) خراج اور زکوٰۃ کا تحصیلدار جو وصولی کیلئے دورہ پر رہتا ہے۔ (۲) وہ امیر جو اپنی قلمرو کے اندر دورہ کر رہا ہے (۳) وہ تاجر جو اپنی تجارت کے سلسلے میں ایک بازار سے دوسرے بازار جایا کرتا ہے۔ (۴) چرواہا (۵) خانہ بدوش۔ جو چراگاہوں کی تلاش میں پھرتا رہتا ہے۔ (۶) وہ شکاری جو محض لہولعب دنیا کیلئے شکار کی تلاش میں نکلتا ہے۔ (۷) اور وہ قذاق جو رہزنی کیا کرتا ہے۔

(۱۲۸۴) اور موسیٰ بن بکر نے زرارہ سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر کوئی شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا بے طہارت کے نماز پڑھ لے تو وہ خواہ مقیم ہو یا مسافر جب اس کو یاد آئے تو اس کی قضا اس پر واجب ہے وہ نہ اس میں زیادتی کرے نہ کمی یعنی جو شخص چار رکعت بھولا ہے وہ چار رکعت قضا پڑھے گا مسافر ہو خواہ مقیم اور اگر وہ دو رکعت بھولا ہے تو جب یاد آئے گا وہ دو رکعت قضا پڑھے گا خواہ مسافر ہو یا مقیم۔

(۱۲۸۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: پسندیدہ امر یہ ہے کہ انسان چار مقامات پر اپنی پوری نماز پڑھے (قصر نہ کرے) مکہ و مدینہ و مسجد کوفہ اور حائر امام حسین علیہ السلام میں۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان ان مقامات پر دس دن قیام کا ارادہ کرے گا کہ پوری نماز پڑھ سکے اور اس امر کی تصدیق

---

[1] ندرہ: مکہ کے راستے میں ایک مقام

(۱۲۸۶) اس روایت سے ہوتی ہے جو محمد بن اسماعیل بن بزیع نے حضرت امام ابوالحسن رضا علیہ السلام سے کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ آنجنابؑ سے مکہ اور مدینہ میں نماز کے متعلق پوچھا گیا وہاں پوری نماز پڑھی جائے یا قصر پڑھی جائے؟ تو آپؑ نے فرمایا: اگر دس دن کا قیام کا ارادہ نہیں تو قصر کرو۔

(۱۲۸۷) اور حدیث جسکی روایت کی ہے محمد بن خالد برقی نے اور انہوں نے حمزہ بن عبداللہ جعفری سے ان کا بیان ہے کہ جب میں منیٰ سے نکلا تو نیت یہ تھی کہ مکہ میں قیام کرونگا اس لئے پوری نماز پڑھی پھر گھر سے ایک خبر آ گئی جس کی بناء پر مجھے گھر جانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا اب سمجھ میں نہیں آیا میں پوری نماز پڑھوں یا قصر کروں اتفاق سے حضرت ابوالحسن علیہ السلام اس دن مکہ میں تھے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور قصہ بیان کیا تو آپؑ نے فرمایا: تم قصر کی طرف رجوع کرلو۔

(۱۲۸۸) فضیل بن یسار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: سفر میں نماز جمعہ، نماز عید الضحیٰ و نماز عید الفطر نہیں ہے۔[1]

(۱۲۸۹) اسماعیل بن جابر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں سفر میں تھا اس میں نماز کا وقت آتا رہا مگر میں نے نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ اپنے گھر پہنچ گیا؟ آپؑ نے فرمایا: پھر تم پوری نماز پڑھو (قصر نہ پڑھو)۔

میں نے عرض کیا: اچھا میں گھر پر اپنے اہل و عیال میں ہوں اور نماز کا وقت آ گیا، سفر کا ارادہ کر رہا ہوں اور نماز اس وقت پڑھتا ہوں جب سفر کیلئے نکل جاتا ہوں؟ آپؑ نے فرمایا: نماز قصر پڑھو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرو گے۔

(۱۲۹۰) لیکن حریز کی روایت جو انہوں نے محمد بن مسلم سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو سفر پر روانہ ہوا جبکہ نماز کا وقت آ چکا تھا اور ابھی راستے میں ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ دو رکعت پڑھے گا اور اگر اس کا سفر ختم ہو گیا اور نماز کا وقت آ گیا ہے تو چار رکعت پڑھے گا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس کو وقت نماز نکل جانے کا خوف نہیں ہے تو پوری نماز پڑھے گا اور اگر اس کو وقت نکل جانے کا خوف ہے تو راستے میں قصر نماز پڑھے۔ اور اس کی تصدیق ذیل کی اس حدیث سے ہوتی ہے۔

(۱۲۹۱) حکم بن مسکین کی کتاب میں تحریر ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک ایسے شخص کے متعلق فرمایا جو نماز کے وقت کے اندر سفر سے واپس آیا؟ تو آپؑ نے فرمایا: اسے اگر وقت نماز نکل جانے کا خوف نہیں ہے تو پوری نماز پڑھے اور اگر وقت نکل جانے کا خوف ہے تو قصر پڑھے۔

اور یہ اسماعیل بن جابر کی حدیث کے موافق ہے۔

(۱۲۹۲) اور اسحاق بن عمار نے حضرت ابوابراہیم امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جو مسافر تھا اور آگے بڑھ کر کوفہ کی آبادی میں پہنچ گیا اب وہ پوری نماز پڑھے یا جب تک اپنے گھر نہ پہنچ جائے نماز قصر پڑھے؟ آپؑ نے فرمایا: جب تک وہ اپنے گھر نہ پہنچ جائے نماز قصر پڑھے۔

(۱۲۹۳) سیف تمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ ہمارے بعض اصحاب نے آنجنابؑ سے عرض کیا کہ ہم لوگ سفر میں جب کہیں منزل کرتے ہیں تو مغرب و عشاء کے درمیان دن کے نافلہ کی نماز قضا پڑھتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں جب اس نے رخصت دی ہے تو وہ بندوں کے حال سے بھی خوب واقف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسافر پر صرف دو رکعت واجب کی اور اس کے پہلے یا اس کے بعد کچھ نہیں سوائے نماز شب کے کہ تم یہ نماز اپنے اونٹ کی پشت پر بھی بجالاؤ جس طرف وہ تمہیں لے جائے اسی طرف رخ کر کے۔

---

[1] حدیث نمبر ۱۲۳۹ کے تحت اس کا بیان ہو چکا ہے۔

(۱۲۹۴) ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سفر میں دن کے وقت کی نماز نافلہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اگر سفر میں تم نے نافلہ صحیح طور پر پڑھ لیا تو نماز فریضہ پوری ہوگئی۔[۱]

اور کوئی حرج نہیں اگر دن کے وقت سفر میں نماز شب کی قضا پڑھ لی جائے۔[۲]

(۱۲۹۵) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارش کے دن فریضہ اپنی سواری ہی پر پڑھ لیا کرتے تھے۔[۳]

(۱۲۹۶) ابراہیم کرخی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں محمل میں بھی قبلہ کی طرف رُخ کر سکتا ہوں؟ آپؑ نے فرمایا: یہ بہت تنگ جگہ ہے، کیا تم لوگوں کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت موجود نہیں ہے؟

(۱۲۹۷) سعد بن سعد نے حضرت امام ابوالحسن رضا علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جس کے ساتھ محمل میں ایک حائض عورت ہے، کیا ایسی عورت کی موجودگی میں وہ محمل کے اندر نماز پڑھے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

(۱۲۹۸) سعید بن یسار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو نماز شب اپنی سواری ہی پر پڑھتا ہے تو کیا وہ نماز پڑھتے وقت اپنے چہرے کو ڈھانکے رہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ سوروں کی قرأت کر رہا ہے تو ہاں اور اگر وہ اپنے چہرے سے سجدہ کا اشارہ کر رہا ہے تو چہرہ کھول دے چاہے جس سمت سواری اس کو لیجا رہی ہو۔

(۱۲۹۹) اور عبدالرحمٰن بن حجاج نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو تمام امصار و دیار میں اپنی سواری پر بیٹھا ہوا نوافل پڑھتا رہتا ہے، جس رخ پر بھی سواری چل رہی ہو؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

(۱۳۰۰) اور علی بن یقطین نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو سفر کیلئے نکلا تھا اور نماز پڑھ رہا تھا کہ نماز ہی میں اس نے رائے بدلی کہ (دس دن) قیام کروں گا؟ آپؑ نے فرمایا: جب اس کی قیام کی نیت ہوگئی تو پوری نماز پڑھے۔ نیز ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو اپنے بھائی کو رخصت کرنے کیلئے اس جگہ تک آ گیا جہاں اس پر قصر نماز اور افطار صوم واجب ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

اور کوئی حرج نہیں اگر وہ نمازیں جمع کر کے پڑھے سفر ہو یا حضر، کسی سبب سے ہو یا بلا سبب۔

اور سفر میں اگر نماز مغرب میں اتنی تاخیر کرے کہ شفق غائب ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

اور وہ مسافر جو منزل کی تلاش میں ہے ایک چوتھائی رات تک اگر مغرب کی نماز تاخیر سے پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔

(۱۳۰۱) اور ابی بصیر کی روایت میں ہے، جو انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے کہ سفر کے عالم میں تم اگر غروب آفتاب کے بعد پانچ میل کی راہ طے کر لو تو نماز مغرب کے وقت میں ہی رہو گے۔

---

[۱] پوچھنے والے ابو یحییٰ حناط تھے جیسا کہ 'تہذیب' ج ا س ۱۱۸ میں مذکور ہے۔

[۲] 'تہذیب' میں شیخ طوسی نے صفوان بن یحییٰ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس سے امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: تم حالتِ سفر میں دن کے اندر نماز شب کی قضا پڑھ لیا کرو۔ اور اسی طرح ابن عمار نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے اگر کوئی شخص سفر میں نماز شب پڑھے اور وہ چل رہا ہو۔

[۳] 'تہذیب' کی صحیح روایت میں حمیری سے ہے: میں نے ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں تحریر کیا: اللہ مجھے آپ کا فدیہ قرار دے، آپؑ کے موالیوں نے آپؑ کے آباؤ اجداد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارش کے دن، اپنے اونٹ پر محمل کے اندر ہی نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ اور ہم کو بھی ہماری محملوں میں بارش پیش آجاتی ہے کہ زمین گیلی ہو جاتی ہے اور بارش ہمیں اذیت دے رہی ہوتی ہے، تو اے میرے سید و سردار کیا ہمارے لئے جائز ہے کہ ہم اس صورت میں اپنی محملوں میں یا اپنے جانوروں پر نماز فریضہ ادا کر لیا کریں ان شاء اللہ۔ تو آنجنابؑ نے جواباً تحریر فرمایا: شدید ضرورت کے وقت یہ جائز ہے۔

اور سفر کے اندر غروب شفق سے پہلے اگر نماز عشاء تعجیل سے پڑھ لی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔[1]

(۱۳۰۲) عمار ساباطی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اس گارے کی حد کیا ہے، جس میں سجدہ نہیں کیا جائے گا؟ آپؑ نے فرمایا: اس میں ساری پیشانی ڈوب جائے اور زمین پر نہ ٹکے (تو اس پر سجدہ نہیں ہوگا)۔

(۱۳۰۳) اور معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اہل مکہ عرفات میں پوری نماز پڑھتے ہیں (قصر نہیں کرتے)۔ آپؑ نے فرمایا: ان پر ویل ہو کونسا سفر اس سے زیادہ شدید ہے۔ نہیں اس میں پوری نماز نہیں پڑھیں گے۔

(۱۳۰۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب حضرت جبرئیلؑ قصر کا حکم لے کر نازل ہوئے تو آپؐ نے ان سے کہا: یہ قصر کتنی مسافت پر ہوگا؟ حضرت جبرئیلؑ نے کہا: ایک برید کی مسافت میں۔ آپؐ نے فرمایا: ایک برید (قاصد) کی مسافت کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: کوہ عیر کے سایہ سے لے کر کوہ وعیر کے سایہ تک (عیر اور وعیر اطراف مدینہ میں دو پہاڑوں کے نام ہیں) تو نبی امیہ نے اس کی پیمائش کی تو ان دونوں پہاڑوں کے درمیان کی مسافت بارہ میل ہوئی اور ہر میل ایک ہزار پانچ سو ہاتھ کا ہے[2] اور یہ چار فرسخ ہوا یعنی اگر سفر چار فرسخ کا ہے اور اسی روز واپس آنا ہے تو اس پر قصر واجب ہے اور اگر اسی روز واپسی کا ارادہ نہ ہو تو اس کو اختیار ہے کہ خواہ پوری نماز پڑھے خواہ قصر پڑھے اور اس کی تصدیق اس سے ہوئی جس کی تفسیر

(۱۳۰۵) جمیل بن درّاج کی روایت سے کی گئی ہے جو انہوں نے زرارہ بن اعین سے کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے قصر کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ایک قاصد کے جانے کی مسافت اور ایک قاصد کے آنے کی مسافت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوہ ذباب جایا کرتے تو نماز قصر فرمایا کرتے اور ذباب تک ایک قاصد کی مسافت ہے اور آنحضرتؐ نے یہ اس لئے کیا کہ جب واپس ہونگے تو وہ قاصد کی مسافت یعنی آٹھ فرسخ ہو جائے گی۔

(۱۳۰۶) زکریا بن آدم نے حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام سے قصر کے متعلق دریافت کیا کہ کتنی مسافت پر آدمی نماز قصر کرے جب کہ وہ اپنے گھر والوں کی جائداد اور زمینوں پر دو دن دو رات یا تین دن تین رات کیلئے جا رہا ہے اور وہاں اس کا حکم چلتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ایک دن اور ایک رات کی مسافت پر قصر ہوگا۔

(۱۳۰۷) محمد بن ابی عمیر نے محمد بن اسحاق بن عمار سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک عورت نے مکہ معظمہ کے راستے میں جاتے ہوئے بھی مغرب کی دو رکعت نماز پڑھی اور آتے میں بھی مغرب کی دو رکعت نماز پڑھی؟ آپؑ نے فرمایا: اس پر نماز کا اعادہ لازم نہیں ہے۔

اور حسین بن سعید کی روایت میں ہے جو انہوں نے ابن ابی عمیر سے اور انہوں نے محمد بن اسحاق بن عمار سے اور انہوں نے حضرت ابی الحسن علیہ السلام سے کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اس عورت پر نماز کی قضا نہیں ہے۔

(۱۳۰۸) اور علاء کی روایت میں ہے جو انہوں نے محمد بن مسلم سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب کوئی

---

[1] شیخ علیہ الرحمہ نے تہذیب میں اور کلینی نے کافی ج ۳ ص ۴۳۱ پر حلبی کی حدیث میں بیان کیا ہے کہ ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: کوئی حرج نہیں اگر سفر میں عشاء کی نماز شفق غائب ہونے سے پہلے پڑھ لی جائے۔

[2] یہ راوی کی طرف سے وہم ہے اور کلینی نے کافی ج ۳ ص ۴۳۲ پر اس طرح نقل کیا ہے: تین ہزار پانچ سو ہاتھ۔ اور فاضل تفریشی نے کہا ہے: مشہور یہ ہے کہ میل چار ہزار ہاتھ کا، چنانچہ فرسخ بارہ ہزار ہاتھ کا ہوتا ہے۔

مرد مسافر ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھے جو حضر میں ہیں (سفر میں نہیں ہیں) تو اپنی نماز دو رکعتوں پر تمام کر کے سلام پڑھ لے اور جب ان لوگوں کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھے تو اول کی دو رکعتوں کو ظہر قرار دے اور آخر کی دو رکعتوں کو عصر کی نماز قرار دے لے۔

(۱۳۰۹) اور اسماعیل بن فضل نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف سفر کرتا رہتا ہے اور اپنے قریہ اور اپنی جائداد میں قیام کرتا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: جب تم اپنے قریہ اور جائداد میں قیام کرو تو پوری نماز پڑھو اور جب تم اپنے سوا کسی غیر کی جائداد میں ہو تو قصر کرو۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس سے آپؑ کی مراد یہ ہے کہ جو اپنے قریہ اور اپنی جائداد میں دس دن کے قیام کی نیت سے قیام کرے اور اگر اس کا ارادہ وہاں دس دن قیام کا نہ ہو تو قصر کرے لیکن اس کا وہاں کوئی گھر ہے کہ جس میں وہ سال میں چھ ماہ رہتا ہے تو جب وہاں پہنچے تو پوری نماز پڑھے اور اس کی تصدیق اس حدیث سے ہے:

(۱۳۱۰) جس کی محمد بن اسماعیل بن بزیع نے حضرت امام ابوالحسن رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو اپنی جائداد اور زمینوں پر جاتا ہے تو قصر کرتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اس کی نیت وہاں دس دن قیام کی نہیں ہے تو (قصر میں) کوئی حرج نہیں مگر یہ کہ وہاں اس کا کوئی مکان ہو اور اسکو اس نے وطن بنا لیا ہو۔ میں نے عرض کیا: وطن بنانے کا کیا مطلب؟ آپؑ نے فرمایا: مطلب یہ کہ وہاں اس کا کوئی گھر ہو اور وہ وہاں چھ ماہ تک وطن بنا کر رہ چکا ہو اگر ایسا ہو گا تو جب وہ وہاں جائیگا تو پوری نماز پڑھے گا۔

(۱۳۱۱) نیز اس امر کی تصدیق اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو علی ابن یقطین نے حضرت ابوالحسن اولؑ سے کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تمہارے تمام گھروں سے ہر وہ گھر جس میں تم اپنا وطن بنا کر نہیں رہے ہو وہاں جاؤ تو تم پر قصر نماز پڑھنی واجب ہے۔

(۱۳۱۲) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس شخص کے متعلق ارشاد فرمایا جو شکار کیلئے ایک دن یا دو دن یا تین دن کی مسافت پر نکل گیا اب وہ قصر نماز پڑھے یا پوری نماز پڑھے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کی روزی کے حصول کیلئے نکلا ہے تو قصر نماز پڑھے اور روزہ افطار کرے اور اگر وہ محض تفریح کیلئے فضول و بے مقصد نکلا ہے تو نہیں (کیونکہ) اس میں کوئی خوبی نہیں ہے۔[1]

(۱۳۱۳) ابو بصیر نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: شکاری کیلئے تین دن تک تقصیر نہیں ہے اگر اسکا شکار تین دن سے تجاوز کر جائے تو قصر کرنا لازم ہے یعنی فضول شکار کی وجہ سے۔

(۱۳۱۴) اور عیص بن قاسم نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص شکار میں مشغول ہے تو آپؑ نے فرمایا: اگر وہ اپنی منزل کے اطراف چکر لگا رہا ہے تو قصر نہیں کرے گا اور اگر اس سے تجاوز کر گیا تو قصر کرے گا۔

اور ایک ایسا مسافر کہ جس پر قصر واجب ہے اگر وہ اپنے راستے سے ہٹ کر شکار کی طرف مائل ہو گیا تو شکار کی تلاش کی وجہ سے وہ نماز پوری پڑھے گا۔ اور جب شکار سے اپنے راستے کی طرف واپس ہو گا تو واپسی میں اس پر قصر لازم ہے۔

اور وہ شخص جس کا سفر اللہ کی نافرمانی اور معصیت کیلئے ہے تو وہ پوری نماز پڑھے گا اور روزہ رکھے گا۔[2]

---

[1] یہ خبر کافی اور تہذیب میں مرسل سند سے مروی ہے۔

[2] مولف نے کتاب صوم (ج ۲ ح ۱۹۸۱) میں اور کلینی نے کافی ج ۴ ص ۱۲۹ پر اپنی اسناد کے ساتھ عمار (یا محمد) بن عمران سے اور انہوں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں نے آنجنابؑ کو فرماتے ہوئے سنا: جو سفر کرے وہ قصر اور افطار کرے۔ مگر جو شخص شکار کے لئے سفر کرے یا اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کے لئے یا دشمنی یا بہتان (یا) مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے (تو اس کو پوری نماز پڑھنی ہوگی اور روزہ بھی رکھنا ہوگا)۔

اور مسافر کیلئے یہ لازم ہے کہ جو نماز وہ قصر پڑھے اس کے بعد تیس مرتبہ یہ کہے تاکہ اس کی نماز پوری محسوب ہو: سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الااللہ واللہ اکبر [1]

(۱۳۶۵) اور حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر تمہیں یہ ڈر ہو کہ تم آخر شب میں نہ اُٹھ سکو گے یا تم بیمار ہو یا تمہیں ٹھنڈ لگ گئی ہے تو سفر میں اول شب میں نماز نافلہ اور وتر پڑھ لو۔

(۱۳۶۶) اور علی بن سعید نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سفر میں نماز نافلہ شب اور نماز وتر کو اول شب میں پڑھ لینے کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: ہاں (پڑھ لی جائے)۔

(۱۳۶۷) اور سماعہ بن مہران نے حضرت ابوالحسن اول علیہ السلام سے سفر میں نمازِ شب کے وقت کے متعلق دریافت کیا تو آنجنابؑ نے فرمایا: تمہارے نمازِ عشاء پڑھنے سے صبح نمودار ہونے تک۔

(۱۳۶۸) حریز نے ایک بیان کرنے والے سے روایت کی ہے اور اس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپؑ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ ایک آدمی پاپیادہ چلتا ہوا نماز نافلہ پڑھتا رہے لیکن وہ اونٹ نہ ہنکا رہا ہو۔

باب: وہ سبب جسکی بناء پر نماز پڑھنے والا نماز مغرب میں اور اس کے نوافل میں قصر نہیں کرے گا خواہ سفر میں ہو خواہ حضر میں۔

(۱۳۶۹) ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ مغرب کی نماز تین رکعت اور اس کے بعد (نافلہ) چار رکعت کیوں ہے خواہ حضر ہو یا سفر اس میں قصر نہیں ہے؟ تو آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہر نماز دو رکعت پڑھنے کا حکم نازل فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر نماز میں دو رکعت کا حضر میں اضافہ فرمادیا اور سفر میں اس کو قصر (کم) کردیا سوائے نماز مغرب اور نماز صبح کے، پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز مغرب پڑھ رہے تھے تو آپؐ کو حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ولادت کی اطلاع ملی چنانچہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے شکر کیلئے اس میں ایک رکعت کا اضافہ فرمالیا۔ اور جب امام حسن علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے شکر کیلئے اس میں دو رکعت کا اضافہ فرمایا اور جب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپؐ نے اللہ کے شکر کیلئے اس میں دو رکعت کا اور اضافہ فرمادیا پھر آپؐ نے فرمایا: اس لئے کہ "للذکر مثل حظ الانثیین (سورۃ النساء آیت نمبر ۱۱) مرد کا عورت سے دوگنا حصہ ہے اور آپؐ نے اس کو اسی طرح رہنے دیا خواہ حضر ہو خواہ سفر ہو۔

باب: سفر میں قصر کا سبب

(۱۳۷۰) فضل بن شاذان نیشاپوری رحمہ اللہ نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے اس کے سبب کے متعلق جو کچھ سنا تھا وہ بیان کیا کہ نمازیں سفر میں کم کردی گئیں کیونکہ مفروضہ نماز اول میں دس رکعت تھی اور سات رکعتیں اس میں بعد میں زیادہ کردی گئیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے اس زیادتی کی تخفیف کردی اس لئے کہ یہ اس کے سفر، اسکے تعب و تکلیف اور اس کے اپنے امور میں مشغولیت اور کوچ و اقامت کا موقع ہے تاکہ اسکی معیشت کے وہ

[1] شیخ۔ رحمہ اللہ۔ نے تہذیب ج ا ص ۳۱۹ پر اپنی اسناد کے ساتھ سلیمان بن حفص مروزی سے روایت کی ہے کہ الفقیہ عسکری علیہ السلام نے فرمایا: مسافر پر واجب ہے کہ ہر قصر نماز کے بعد تیس مرتبہ کہے: سبحان اللہ و الحمدللہ ولا الہ الا اللہ و اللہ اکبر۔

اور مولف نے 'عیون' کی مسند حدیث میں رجاء بن ابی ضحاک سے اور انہوں نے امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے: میں سفر میں آنجنابؑ کے ساتھ تھا تو آپؑ ہر قصر نماز کے بعد تسبیحات پڑھتے تھے اور فرماتے تھے: یہ مکمل نماز ہے۔

امور جولابدی اور ضروری ہیں اس سے رہ نہ جائیں۔ درحقیقت یہ اس پر اللہ کی رحمت و مہربانی ہے۔ سوائے مغرب کی نماز کے کہ اس میں قصر نہ ہوگا اسلئے کہ یہ اصل میں خود ہی قصر کی ہوئی ہے۔ اور قصر آٹھ فرسخ پر واجب ہے اس سے کم پر نہیں اس لئے کہ آٹھ فرسخ عامۃ الناس اور قافلوں اور بار برداری کرنے والوں کے ایک دن کی راہ ہے اور ایک دن کی راہ پر قصر واجب کیا گیا۔ اور اگر ایک دن کی راہ پر قصر واجب نہ ہوتا تو پھر ہزار سال کی راہ تک بھی قصر واجب نہ ہوتا اس لئے کہ ہر روز اس روز کے بعد جو آتا وہ اس روز کے مثل ہوتا ہے۔ اگر اس روز پر قصر واجب نہ ہوتو اس کے مثل جو دن آئندہ آئیگا اس پر قصر واجب نہ ہوگا دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اور دن کے نوافل ترک کر دیئے جائیں گے اور رات کے نوافل ترک نہ ہوں کہ اس لئے کہ وہ نماز کہ جس میں قصر نہیں ہوگا اس کے نوافل میں بھی قصر نہیں ہوگا۔ چنانچہ مغرب کی نماز میں قصر نہیں تو اس کے بعد جو نافلہ ہے اس میں بھی قصر نہیں اور اس طرح صبح کی نماز میں قصر نہیں تو اس کے پہلے نافلہ میں بھی قصر نہیں اب رہ گئی عشاء کی نماز جس میں قصر ہے مگر اس کی دو رکعت نافلہ ترک کی جائے گی۔ اس لئے کہ یہ دو رکعتیں پچاس کے اندر نہیں بلکہ پچاس سے زیادہ ہیں تاکہ فریضہ کی ہر ایک رکعت کے بدلے نافلہ کی دو رکعت پوری ہو جائے اور مسافر اور مریض کیلئے یہ جائز ہے کہ مشغولیت اور تکان سفر کی وجہ سے نماز شب رات کی ابتداء میں پڑھ لے تاکہ اس کی یہ نماز نہ چھوٹے۔ اور مریض اپنی راحت کے وقت آرام کرے اور مسافر اپنے کوچ اور اپنے سفر کے اہتمام میں مشغول ہو۔

(۱۳۲۱) سعید بن مسیب نے حضرت علی بن الحسین علیہ السلام سے دریافت کیا اور عرض کیا کہ مسلمانوں پر یہ نمازیں کب فرض کی گئیں جن پر وہ آج بھی عمل کر رہے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: یہ مدینہ میں جس وقت لوگوں کو کھل کر توحید کی دعوت دی جانے لگی اسلام میں قوت آئی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جہاد واجب کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں سات رکعتیں زیادہ کردیں۔ ظہر میں دو رکعت، عصر میں دو رکعت، مغرب میں ایک رکعت، عشاء میں دو رکعت اور فجر کو اسی پر برقرار رکھا جو مکہ میں فرض ہوئی تھی تاکہ شب والے ملائکہ جلد آسمان کی طرف پرواز کر جائیں اور دن والے ملائکہ جلد زمین پر نازل ہو جائیں۔ اور دن کے ملائکہ اور رات کے ملائکہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز فجر کے شاہد بنتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وقران الفجر ان قران الفجر کان مشھودا (سورۃ الاسراء آیت نمبر ۷۸) (اور صبح کی نماز پڑھا کرو کیونکہ صبح کی نماز پر دونوں دن رات کے فرشتوں کی گواہی ہوتی ہے) اس کے شاہد مسلمان اور دن کے ملائکہ اور رات کے ملائکہ بنیں گے۔

باب: سفینہ میں نماز

(۱۳۲۲) عبیداللہ بن علی حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کشتی میں نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: قبلہ کی طرف رخ کر کے اپنے دونوں پاؤں پھیلا دے اور اگر کشتی گھومے اور یہ قبلہ کی طرف رخ رکھ سکتا ہے تو ایسا کرے ورنہ کشتی جس طرف رخ کرے اسی رخ پر نماز پڑھتا رہے۔ کھڑا ہونا ممکن ہو تو کھڑا ہو کر نماز پڑھے ورنہ بیٹھ کر نماز پڑھے۔

(۱۳۲۳) اور جمیل بن دراج نے آنجنابؑ سے عرض کیا کہ کشتی دریا کے ساحل کے قریب ہے کیا میں اس سے نکل کر نماز پڑھوں؟ آپؑ نے فرمایا: اسی میں نماز پڑھو کیا تم حضرت نوح علیہ السلام جیسی نماز پر راضی اور خوش نہیں ہو۔

(۱۳۲۴) اور ابراہیم بن میمون نے آپؑ سے عرض کیا کہ ہم لوگ کشتی میں اہواز جاتے ہیں اور اسی میں نماز جماعت پڑھتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس نے پھر عرض کیا: اور کشتی میں جو کچھ ہے اس پر اور تارکول پر سجدہ کر لیتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

(۱۳۲۵) اور منصور بن حازم نے آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تارکول بھی زمین کے نباتات میں سے ہے۔

(۱۳۲۶) اور زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو کشتی میں نوافل پڑھتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: وہ کشتی

کے سر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ لے۔

(۱۳۲۷) اور یونس بن یعقوب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نہر فرات یا اس سے بھی کوئی چھوٹی نہر میں کشتی کے اندر نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اگر تم اس میں نماز پڑھو تو بھی ٹھیک اور اس میں سے نکل کر پڑھو تو بھی ٹھیک۔ نیز اس نے آپؑ سے ایک ایسی کشتی میں نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا جو شرقاً و غرباً چل رہی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: تم قبلہ کی طرف رخ کر کے تکبیر کہو پھر تم کشتی کے ساتھ اس طرف پھرتے رہو جس طرف وہ تم کو پھیر رہی ہے۔

(۱۳۲۸) ہارون بن حمزہ غنوی نے آنجنابؑ سے کشتی میں نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اگر اس پر سامان لدا ہوا ہے اور اتنی بھاری ہے کہ تم کھڑے ہو جاؤ تو ڈگمگ نہ کرے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور اگر وہ ہلکی ہے تو اس پر بیٹھ کر نماز پڑھ لینا کافی ہے۔

(۱۳۲۹) اور علی بن جعفر نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص کشتی میں ہے کیا اس کے لئے یہ جائز ہے کہ کشتی پر جو سامان یا گھاس بھوسا، گیہوں جو وغیرہ ہے اس پر چٹائی رکھ کر نماز پڑھ لے؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

(۱۳۳۰) حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اگر تم کشتی پر سوار ہو اور وہ چل رہی ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو اور اگر کھڑی ہو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

(۱۳۳۱) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی سے ارشاد فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل میں یہ ارادہ پیدا کیا کہ بحری سفر کرو تو وہ کہو جو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے بسم اللہ مجریھا و مرسیھا ان ربی لغفور رحیم (سورۂ ھود آیت نمبر ۴۱) (خدا ہی کے نام سے اس کا بہاؤ اور ٹھہراؤ ہے بیشک میرا رب بخشنے والا اور مہربان ہے)۔

اور جب سمندر میں طوفان آئے تو تم اپنے داہنے جانب رہو اور یہ کہو: بِسْمِ اللّٰهِ اسْكُنْ بِسَكِينَةِ اللّٰهِ وَقِرَّ بِقَرَارِ اللّٰهِ، وَاهْدَأْ بِإِذْنِ اللّٰهِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ (بسم اللہ تو ساکن ہو جا اللہ کے دیئے ہوئے سکون کے ساتھ اور ٹھہر جا اللہ کے دیئے ہوئے ٹھہراؤ کے ساتھ اور دھیما ہو جا حکم خدا سے اور نہیں ہے کوئی قوت اور کوئی طاقت لیکن اللہ کی دی ہوئی)۔

(۱۳۳۲) محمد بن مسلم نے ان دونوں ائمہ علیہما السلام میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے۔ انہوں نے ارشاد کیا کہ میرے پدر بزرگوار تجارت کے لئے سمندری سفر کو مکروہ فرمایا کرتے تھے۔

(۱۳۳۳) اور محمد بن مسلم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سمندر کے سفر کے بارے میں جو ہیجان اور طوفان میں ہو دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: آدمی کو دین سے فریب نہ کرنا چاہیے (جبکہ اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا کہ تم لوگ خود اپنے ہاتھوں اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو)۔

(۱۳۳۴) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمندر میں جبکہ طوفان و ہیجان ہو تو سفر کرنے کو منع کیا ہے۔

(۱۳۳۵) نیز آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: کسب معاش کیلئے سمندری سفر اچھا نہیں ہے۔[۱]

---

[۱] کافی ج ۵ ص ۲۵۶ میں ابن اسباط نے امام رضا علیہ السلام سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: کسب معاش کے لئے سمندری سفر اچھا نہیں ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں علی بن ابراہیم نے روایت کو بلند کیا ہے علی علیہ السلام تک کہ آنجنابؑ نے فرمایا: تجارت کے لئے سمندری سفر اچھا نہیں۔ اور آنجنابؑ کے قول۔ اچھا نہیں۔ میں نہیں۔ نفی کے قرینہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا: ممکن ہے کہ۔ اچھا نہیں۔ تعجب کے معنی میں ہو۔ تب مطلب ہوگا کہ کچھ حاصل کرنے کے لئے سمندری سفر اچھا ہے۔

باب: خوف کے موقع پر اور میدان جنگ میں ایک دوسرے پر حملہ کرنے، مدمقابل ہونے اور شمشیر زنی کے موقع پر نماز کا طریقہ

(۱۳۳۶) عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ ذات الرقاع [1] میں اپنے اصحاب کے ساتھ اس طرح نماز پڑھی کہ ان کو دو (۲) حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ کو دشمن کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا اور دوسرا حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہوا آپ نے تکبیر کہی تو ان لوگوں نے بھی تکبیر کہی آپؑ نے سوروں کی قرات کی تو وہ لوگ خاموشی سے سنتے رہے آپؑ نے رکوع کیا تو ان لوگوں نے بھی رکوع کیا آپؑ نے سجدہ کیا تو ان لوگوں نے بھی سجدہ کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے رہے اور ان لوگوں نے اپنی اپنی ایک اور رکعت پڑھی اور ایک دوسرے کی طرف سلام پھیرا اور اپنے ساتھیوں کے پاس نکل کر چلے گئے اور وہاں پہنچ کر دشمنوں کے مقابل کھڑے ہوگئے اور اب دوسرا حصہ آیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے آکر کھڑا ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کہی تو ان لوگوں نے بھی تکبیر کہی، آپؑ نے قرات فرمائی تو وہ لوگ خاموش سنتے رہے، آپؑ نے رکوع کیا تو ان لوگوں نے بھی رکوع کیا، آپؑ نے سجدہ کیا تو ان لوگوں نے بھی سجدہ کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے اور تشہد پڑھا پھر سلام پڑھا اور وہ لوگ اُٹھ گئے اپنی ایک ایک رکعت پوری کی اس کے بعد سب نے ایک دوسرے پر سلام کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا ہے: "واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوۃ فلتقم طائفۃ منھم معک ولیا خذوا اسلحتھم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتات طائفۃ اخری لم یصلوا فلیصلوا معک ولیاخذوا حذرھم و اسلحتھم ودّالذین کفروا لو تغفلون عن اسلحتکم وامتعتکم فیملیون علیکم میلۃ واحدۃ ولا جناح علیکم ان کان بکم اذی من مطرا و کنتم مرضی ان تضعوا اسلحتکم وخذوا حذر کم ان اللہ اعد للکافرین عذاباً مھیناۃ فاذا قضیتم الصلوۃ فاذاکروا اللہ قیاماً وقعوداً علی جنوبکم فاذا اطما ننتم فاقیموا الصلوۃ ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتاباً موقوتاً (اور اے رسول جب تم مسلمانوں میں موجود ہو اور لڑائی ہو رہی ہو اور تم ان کو نماز پڑھانے لگو تو دو گروہ کر کے ایک کو لڑائی کے واسطے چھوڑ دو اور ان میں سے ایک جماعت تمہارے ساتھ نماز پڑھے اور اپنے حربے، ہتھیار اپنے ساتھ لیے رہے پھر جب پہلی رکعت کے سجدے کر کے وہ لوگ دوسری رکعت فرادیٰ پڑھ لیں تو پیچھے پشت پناہ بنیں اور دوسری جماعت جو لڑ رہی تھی جس نے اب تک نماز نہیں پڑھی وہ آئے اور تمہاری دوسری رکعت میں تمہارے ساتھ نماز پڑھے اور اپنی حفاظت کی چیزیں اور ہتھیار نماز میں میں اپنے ساتھ لیے رہیں۔ کفار تو یہ چاہتے ہی ہیں کہ کاش اپنے ہتھیاروں اور اپنے ساز و سامان سے تم لوگ ذرا سی غفلت کرو تو وہ یکبارگی سب کے سب تم پر ٹوٹ پڑیں ہاں البتہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اتفاقاً تم کو بارش کے سبب سے کچھ تکلیف پہنچے یا تم بیمار ہو تو اپنے ہتھیار نماز میں اتار کر رکھ دو اور اپنی حفاظت کرتے رہو اور خدا نے تو کافروں کیلئے ذلت کا عذاب تیار کر ہی رکھا ہے۔ پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو اُٹھتے بیٹھتے لیٹتے ہر حال میں خدا کو یاد کرو پھر جب تم دشمنوں کی طرف سے مطمئن ہو جاؤ تو اپنے معمول کے مطابق نماز پڑھا کرو کیونکہ نماز تو اہل ایمان پر وقت معین کر کے فرض کی گئی ہے) (سورۂ نساء آیت نمبر ۱۰۲، ۱۰۳)

تو یہ ہے نماز خوف جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا ہے۔

---

[1] یہ مشہور غزوہ ہے جو چوتھی یا پانچویں سنِ ہجری میں نجد کے مقام غطفان میں واقع ہوا تھا۔ ابن ہشام کا کہنا ہے کہ اس کو اس لئے ذات الرقاع کہا جاتا ہے کہ اس میں لوگوں نے اپنے جھنڈوں میں پیوند لگائے ہوئے تھے۔ اور حضرت ابوذرؓ سے نقل کیا گیا کہ اسے اس لئے ذات الرقاع کہا گیا کیونکہ وہ لوگ اس نام کے پہاڑ سے اترے تھے۔

(۱۳۳۷) نیز فرمایا: جو شخص خوف کی حالت میں قوم کو مغرب کی نماز پڑھائے تو پہلے گروہ کے ساتھ ایک رکعت اور دوسرے گروہ کے ساتھ دو (۲) رکعت پڑھائے گا۔[1]

اور جس شخص کو کسی درندے کا خوف ہو اور اس کا بھی ڈر ہو کہ نماز فوت ہو جائیگی تو قبلہ کی طرف منہ کر کے اپنی نماز اشاروں سے پڑھے۔ اور اگر درندے کا خوف ہو تو جدھر وہ گھوم رہا ہے اسی طرف یہ بھی گھومے اور اشاروں میں نماز پڑھے۔

(۱۳۳۸) اور علی بن جعفر نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جس کو کسی درندے کا سامنا ہے اور نماز کا وقت آگیا ہے اور درندے کے خوف سے وہاں سے حرکت ممکن نہیں؟ آپؑ نے فرمایا: وہ شیر کی طرف رخ کیے ہوئے اور کھڑے کھڑے اپنے سر کے اشاروں سے نماز پڑھے گا خواہ شیر غیر قبلہ کی طرف کیوں نہ ہو۔

(۱۳۳۹) اور سماعہ بن مہران نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا: ایک شخص کی شیر سے مڈبھیڑ ہوگئی ہے اور نماز کا وقت آگیا ہے مگر وہ شیر کے خوف کے مارے وہاں سے بھاگ نہیں سکتا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ اپنا رخ شیر کی طرف رکھے اور کھڑے کھڑے اپنے سر کے اشاروں سے نماز پڑھے خواہ شیر غیر قبلہ (کی سمت) کیوں نہ ہو۔

(۱۳۴۰) سماعہ بن مہران نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس کو مشرکین نے گرفتار کرلیا ہے اور نماز کا وقت آگیا ہے اور اسے ڈر ہے کہ وہ لوگ اس کو نماز پڑھنے نہ دینگے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ اشارے سے نماز پڑھے گا۔

(۱۳۴۱) زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے عرض کیا کہ کیا نماز خوف اور نماز سفر دونوں میں قصر ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اور نماز خوف تو قصر کی زیادہ حقدار ہے نماز سفر سے اس لئے کہ اس میں خوف ہے۔

(۱۳۴۲) اور میں نے اپنے شیخ محمد بن حسن رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ روایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مندرجہ ذیل قول خدا کے متعلق دریافت کیا گیا:

واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا (اور جب تم زمین میں سفر کرو اور تم کو اس امر کا خوف ہو کہ کفار تم سے اثنائے نماز میں فساد برپا کریں گے تو اس میں تمہارے لئے کوئی مضائقہ نہیں کہ نماز میں سے کچھ کم کرلیا کرو) (سورۂ نساء آیت ۱۰۱) آپؑ نے فرمایا: یہ دوہرا قصر ہے اور وہ یہ کہ آدمی دو رکعت کو ایک رکعت کرلے۔ اور اس کی روایت حریز نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے۔

(۱۳۴۳) عبد الرحمٰن بن ابی عبد اللہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے محاذ جنگ پر نماز کے متعلق روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تکبیر اور تہلیل کرو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فان خفتم فرجالاً اور کبانا [اگر تم خوف کی حالت میں ہو، پیدل ہو یا سواری پر (صرف تکبیر کہہ لو)] (سورۂ بقرہ آیت ۲۳۹)۔

(۱۳۴۴) ابو بصیر سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ اگر تم کسی خوفناک سرزمین پر ہو اور تمہیں چور یا درندے کا خوف ہو تو اپنی سواری ہی پر نماز فریضہ ادا کرلو۔[2]

(۱۳۴۵) اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے زرارہ کی روایت میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا: وہ شخص جسے چوروں کا خوف ہو تو وہ اپنی سواری پر اشاروں سے نماز پڑھ لے۔

---

[1] یہ خبر مروی ہے صادق علیہ السلام سے، جیسا کہ ظاہر ہے 'استبصار' ج ۱ ص ۴۵۷ اور 'تہذیب' ج ۱ ص ۳۳۸ سے جسے زرارہ نے روایت کیا ہے۔

[2] اس حدیث کا سلسلہ روایت ضعیف ہے لیکن شیخ نے 'تہذیب' ج ۱ ص ۳۰۴ پر اسے صحیح کی مانند موثق حدیث میں بیان کیا ہے۔

(۱۳۴۶) اور درندے کے خوف سے نماز میں اس امر کی رخصت ہے کہ اگر کسی شخص کو درندے سے اپنی جان کا خوف ہو تو صرف تکبیر کہے اشارہ بھی نہ کرے۔ یہ روایت محمد بن مسلم نے ان دونوں ائمہ علیہما السلام میں سے کسی ایک سے کی ہے۔

(۱۳۴۷) اور زرارہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: وہ شخص جو چوروں اور درندے سے خوف کھا رہا ہے تو وہ نماز مواقفہ (دشمن کے مدمقابل کھڑا ہونا) اپنی سواری پر اشارے سے پڑھے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: اگر دشمن کے مدمقابل کھڑا رہنے والا شخص باوضو نہ ہو تو وہ کیا کرے وہ تو سواری سے اتر بھی نہیں سکتا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ اپنی سواری کے نمدہ یا زین پر یا گھوڑے کی ایال پر تیمم کرے اس لئے کہ اس پر بھی غبار ہوتا ہے اور نماز پڑھے اور سجدہ کیلئے رکوع سے ذرا زیادہ نیچے جھکے، قبلہ رو ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ جس طرف اس کی سواری گھوم رہی ہو ادھر گھومے بس پہلی تکبیرۃ الاحرام میں قبلہ رو ہو لے۔

(۱۳۴۸) عبیداللہ بن علی حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: لشکر کی پیش قدمی کی حالت میں نماز سواری کی پشت پر اپنے سر کے اشارے اور تکبیر کے ساتھ ہوگی اور تلوار چلاتے وقت صرف تکبیر ہوگی بغیر اشارے کے اور ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے وقت جو شخص جس حال میں اور جس رخ پر ہے اسی حال میں اشارے سے نماز پڑھے گا۔

(۱۳۴۹) امام علیہ السلام نے بیان کیا کہ یوم صفین حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ لوگوں کی ظہر و عصر و مغرب و عشاء کی نمازیں فوت ہو گئیں آپؑ نے ان لوگوں کو حکم دیا کہ ہر پیدل اور ہر سوار اللہ اکبر و لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ کہہ لے۔[۱]

(۱۳۵۰) اور عبداللہ بن مغیرہ کی کتاب میں ہے[۲] کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: آپس میں تلوار چلتے وقت ہر نماز کے بدلے کم سے کم ایک تکبیر یا دو تکبیریں کہہ لینے کی اجازت ہے۔ سوائے نماز مغرب کے اس لئے کہ اس کیلئے تین تکبیریں ہیں۔

(۱۳۵۱) سماعہ بن مہران نے آنجناب علیہ السلام سے ہنگام قتال کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: جب دو لشکر آپس میں ٹکرائیں اور ایک دوسرے کو قتل کرنے لگیں تو اس وقت کی نماز تکبیر ہے اور جب ایک دوسرے کے مدمقابل کھڑے ہوئے ہوں اور جماعت کی نماز نہیں ہو سکتی تو نماز اشاروں سے ہوگی۔

اور برہنہ شخص بیٹھ کر نماز پڑھے گا اور اپنا ہاتھ اپنی شرمگاہ پر رکھ لے گا اور اگر عورت ہے تو وہ اپنا ہاتھ اپنی شرمگاہ پر رکھے گی اور دونوں اشارے سے نماز پڑھیں گے۔ اور ان کا سجدہ ان کے رکوع سے زیادہ جھکا ہو گا وہ دونوں نہ رکوع کریں گے اور نہ سجدہ تا کہ ان کا پیچھا ظاہر نہ ہو تو پس وہ اپنے سر سے

---

[۱] یہ حلبی کی روایت کا تتمہ نہیں ہے جیسا کہ بعض نے گمان کیا ہے بلکہ یہ مضمون صحیحہ فضلاء سے ماخوذ ہے جو کافی ج ۳ ص ۴۵۸ پر اور تہذیب ج ۱ ص ۳۰۴ پر ابو جعفر علیہ السلام سے روایت کیا گیا ہے یا یہ کہ یہ حدیث مرسل ذریعے سے ابو عبداللہ علیہ السلام سے مولف تک پہنچی اور اس سے منجملہ مخالف معانی کی تائید ہوتی ہے۔ جب کہ صحیحہ فضلاء میں ہے: پس یقیناً امیر المومنین علیہ السلام نے صفین کی رات نماز پڑھی اور ان لوگوں کی ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازوں میں ہر وقت میں صرف تکبیر تہلیل، تسبیح تحمید اور دعا تھی۔ الحدیث۔ اس کے ظاہر سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ ان لوگوں نے آنجناب علیہ السلام کے ساتھ نماز جماعت ادا کی برخلاف اس کے جو مذکورہ روایت میں ہے جیسا کہ قول امام جعفر علیہ السلام بتایا گیا ہے: لوگوں کی نماز علی علیہ السلام کے ساتھ فوت ہو گئی۔ یعنی جماعت۔ اور ممکن ہے اس سے مراد یہ ہو کہ تمام امکانات ان سے فوت ہو گئے تو پھر اختلاف کی صورت نہیں ہے۔

[۲] اسے کلینی نے علی بن ابراہیم سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے، انہوں نے ہمارے کسی راوی سے روایت کی ہے اور وہ ضعیف۔ ہے مرسل کی مانند سوائے یہ کہ وہ مطابق عمل اور صحیح روایات کی مانند ہو۔

اشارہ کریں گے۔[1]

اور اگر سب باجماعت پڑھنا چاہتے ہیں تو سب ایک صف میں رہیں گے۔ اور پانی یا کیچڑ میں نماز اشاروں سے ہوگی [2] اور رکوع سے زیادہ سجدہ جھکا ہوا ہوگا۔

باب: بستر خواب پر جاتے وقت کیا کہے

(۱۳۵۲) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص طہارت وغیرہ کر کے شب کو اپنے بستر پر جائے تو اپنے بستر کو اپنی مسجد کی مانند سمجھے اور اگر اسے یاد آئے کہ وہ وضو سے نہیں ہے تو اپنے کمبل پر تیمم کر لے تو جب تک وہ ذکر خدا کرتا رہے گا گویا نماز میں رہے گا۔

(۱۳۵۳) اور علاء نے محمد بن مسلم سے روایت کی ہے اسکا بیان ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا: جب انسان اپنے داہنے ہاتھ کو تکیہ بنا کر لیٹے تو کہے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ وَ وَجَّهْتُ وَجْهِیْ اِلَیْکَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِیْ اِلَیْکَ، وَتَوَکَّلْتُ عَلَیْکَ رَهْبَةً مِنْکَ وَرَغْبَةً اِلَیْکَ، لَامَلْجَاَ وَلَا مَنْجٰی مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ، آمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَبِرَسُوْلِکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ (اللہ کے نام سے اے اللہ میں اپنی جان تیرے سپرد کرتا ہوں اپنا چہرہ تیری طرف پھیرتا ہوں اور اپنا معاملہ تیرے حوالے کرتا ہوں اور اپنا پشت پناہ تجھے بناتا ہوں اور تجھ پر بھروسہ کرتا ہوں۔ تجھ سے ڈرتے ہوئے اور تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور تجھ سے نجات پانے اور بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں سوائے اس کے کہ تیری ہی طرف بھاگا جائے۔ میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے اپنے اس رسولؐ پر نازل کی ہے جس کو تو نے خود رسول بنا کر بھیجا)۔

اس کے بعد تسبیح فاطمہؑ پڑھے اور اگر کسی شخص کو سوتے وقت کسی چیز کا خوف ہو تو جب اپنے بستر پر جائے تو معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) اور آیۃ الکرسی پڑھ لے۔

(۱۳۵۴) علاء نے محمد بن مسلم سے اور انہوں نے ان دونوں ائمہ علیہما السلام میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے کہ آنجنابؑ نے فرمایا: کوئی شخص سوتے وقت یہ کہنا کبھی نہ چھوڑے اُعِیْذُ نَفْسِیْ وَ ذُرِّیَّتِیْ وَاَهْلَ بَیْتِیْ وَمَالِیْ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّةٍ (میں اپنے نفس، اپنی ذریت، اپنے اہل بیت اور اپنے مال کو اللہ کے کلمات تامہ کی پناہ میں دیتا ہوں بچانے کیلئے ہر شیطان سے، ہر زہریلے جانور سے، ہر بدبین کی نگاہ سے)۔

یہ وہ ہے کہ جس کو جبرئیل علیہ السلام نے امام حسنؑ و امام حسین علیہ السلام کیلئے تعویذ بنایا تھا۔

---

[1] 'کافی' ج ۳ ص ۳۹۶ میں صحیح کی مانند حسن سند سے زرارہ سے منقول ہے: میں نے ابوجعفر علیہ السلام سے عرض کیا: ایک شخص سفینہ سے برہنہ نکلا یا اس کا لباس مفقود ہو گیا اور اس کے پاس کچھ نہیں ہے جس میں وہ نماز پڑھے۔ فرمایا: اگر وہ عورت ہے تو اپنی فرج پر ہاتھ رکھ لے اور اگر مرد ہو تو اپنے عضو مخصوص پر ہاتھ رکھ لے پھر (ان دونوں کے لئے ہے کہ) بیٹھیں اور دونوں اشاروں سے نماز پڑھیں اور دونوں سجدہ نہ کریں اور نہ رکوع کریں کہ اس سے ان کا پیچھا ظاہر ہو جائے گا۔ ان کی نماز سر کے اشاروں سے ہوگی۔۔۔۔ تا آخر حدیث

[2] شیخ رحمہ اللہ نے تہذیب میں موثق حدیث میں عمار ساباطی سے انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں روایت کی ہے جو بارش میں گھر گیا اور ایسی جگہ ہے جہاں مٹی پر سجدہ نہیں کر سکتا، نہ ہی کوئی خشک جگہ پاتا ہے۔ فرمایا: اپنی نماز شروع کرے، اسی طرح رکوع کرے جیسے نماز میں رکوع کیا جاتا ہے، جب رکوع سے سر اٹھائے تو اشارے سے سجدہ کرے اور وہ کھڑا رہے، اسی طرح کرتا رہے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جائے۔ کھڑے کھڑے تشہد پڑھے پھر سلام پڑھے۔

اسے ابن ادریس نے کتاب مستطرفات السرائر ص ۴۸۲ میں تحریر کیا ہے جس کا ماخذ کتاب 'نوادر المصنفین' تصنیف محمد بن علی بن محبوب الاشعری ہے جسے روایت کیا ہے ابن ابی عمیر نے ہشام بن الحکم سے اور انہوں نے صادق علیہ السلام سے۔

(۱۳۵۵) عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجنابؑ نے اس سے کہا: تم سوتے وقت سورۂ قل ھو اللہ احد اور قل یاایھاالکافرون پڑھ لیا کرو اس لئے کہ یہ شرک سے برأت کا اظہار ہے اور قل ھو اللہ احد کی نسبت تو اللہ رب العزت ہی کی طرف ہے۔

(۱۳۵۶) اور بکر بن محمد نے ان ہی جناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص اپنے بستر خواب پر جاتے وقت تین مرتبہ یہ کہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَلَا فَقَھَرَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی بَطَنَ فَخَبَرَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی مَلَکَ فَقَدَرَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی یُحْیِ الْمَوْتٰی وَیُمِیْتُ الْاَحْیَاءَ وَھُوَعَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیْرٌ (حمد اس اللہ کی جو بلند ہے اور غالب ہے اور حمد اس اللہ کی جو پوشیدہ ہے اور باخبر ہے، حمد اس اللہ کی جو مالک ہے اور قادر ہے، حمد اس اللہ کی جو مردہ کو زندہ کرتا ہے اور زندہ کو موت دیتا ہے اور ہر شے پر قادر ہے)۔

تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح نکل جائیگا جیسے آج ہی اس کی ماں نے اس کو پیدا کیا ہے۔

(۱۳۵۷) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص سوتے وقت یہ آیت پڑھے گا: قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَاحِدٌ فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْ لِقَاءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖ اَحَداً (اے رسول کہہ دو کہ میں بھی تمہارا ہی جیسا شکل وشباہت میں ایک آدمی ہوں فرق صرف اتنا ہے کہ میری نوع جدا ہے میرے پاس وحی آئی ہے کہ تمہارا معبود یکتا معبود ہے تو جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے حاضر ہونے کا امیدوار ہے تو اس کو اچھے کام کرنے چاہئیں اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ کرنا چاہیے) (سورۂ کہف آیت نمبر ۱۱۰)۔

تو اس کے لئے ایک نور بلند ہو کر مسجد حرام تک جائے گا اور اس نور کو ملائکہ ملاحظہ کریں گے تو صبح تک اس کے لئے استغفار کریں گے۔

(۱۳۵۸) اور عامر بن عبداللہ بن جذاعہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو بندہ خدا بھی سوتے وقت سورۂ کہف کی آخری آیت قل انما انا بشر مثلکم کی تلاوت کرے گا تو وہ خواب سے اسی وقت بیدار ہو جائیگا جس وقت بیدار ہونا چاہتا ہے۔

(۱۳۵۹) اور سعد اسکاف نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: جو شخص سوتے وقت یہ کلمات کہے گا اس کے لئے میں ضامن ہوں کہ اس کو صبح تک کوئی بچھو یا کوئی زہریلا جانور گزند نہ پہنچائے گا: اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ الَّتِی لَا یُجَاوِزُھُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا ذَرَاَ، وَمِنْ شَرِّ مَا بَرَاَ، وَمِنْ شَرِّ کُلِّ دَابَّۃٍ ھُوَ آخِذٌ بِنَا صِیَتِھَا، اِنَّ رَبِّی عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (میں اللہ کے ان کلمات تامات کی پناہ چاہتا ہوں کہ جن سے کوئی نیک و بد شے تجاوز نہیں کر سکتی ہر اس چیز کے شر سے کہ جسے اللہ نے خلق کیا اور ہر اسکے شر سے جسے اللہ نے پیدا کیا ہے اور ہر اس زمین پر چلنے والے کے شر سے جس کی پیشانی اللہ تعالیٰ کی گرفت میں ہے بیشک تیرا رب عدل وانصاف کی سیدھی راہ پر ہے)۔

(۱۳۶۰) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر تم کو بستر خواب پر جنات کا خوف ہو تو (سوتے وقت) یہ کہو اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْاِحْتِلَامِ، وَمِنْ سُوْءِ الْاَحْلَامِ، وَمِنْ اَنْ یَتَلَاعَبَ بِیَ الشَّیْطَانُ فِی الْیَقْظَۃِ وَالْمَنَامِ (اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں احتلام سے اور بدخوابی سے اور اس امر سے کہ خواب و بیداری میں شیطان مجھ سے کوئی کھیل کھیلے)۔

(۱۳۶۱) عباس بن ھلال نے حضرت امام ابوالحسن رضا علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جو سوتے وقت یہ آیت پڑھے اور اس پر گھر کی چھت گر جائے اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَکَھُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِہٖ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیْماً غَفُوْراً (بیشک اللہ ہی سارے آسمانوں اور زمین کو اپنی جگہ سے ہٹ جانے سے روکے ہوئے ہے اور اگر بالفرض یہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں تو پھر اس کے سوا کوئی اور اس کو روک نہیں سکتا بیشک وہ بڑا بردبار اور بخشنے والا ہے) (سورۂ فاطر آیت نمبر ۴۱)۔

باب: نمازِ شب پڑھنے کا ثواب

(۱۳۶۲) ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے جبرئیل مجھے کوئی وعظ سناؤ۔ تو انہوں نے کہا: اے محمدؐ جس قدر چاہو زندہ رہو مگر آخر آپ کو مرنا ہے۔ اور جس سے چاہو محبت کرو آخر تمہیں اس سے جدا ہونا ہے اور جو چاہو عمل کرو آخر تمہیں اللہ سے ملاقات کرنی ہے۔ اور مومن کا شرف اس کی نمازِ شب ہے اور اس کی عزت یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اذیت دینے سے باز رہے۔[۱]

(۱۳۶۳) بحر سقاء نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ کی رحمتوں میں سے یہ تین چیزیں بھی ہیں: شب کو نمازِ تہجد پڑھنا۔ روزہ دار کو افطار کرانا اور اپنے بھائیوں سے ملاقات کرنا۔

(۱۳۶۴) حضرت امام ابوالحسن اول نے قول خدا: ورھبانیۃ ابتدعوھا ماکتبنا ھا علیھم الاابتغاء رضوان اللہ (اور لذت سے کنارہ کشی کا ان لوگوں نے ایک نیا طریقہ اختیار کیا جس طرح ہم نے ان کو حکم نہیں دیا تھا مگر ان لوگوں نے اللہ کی خوشنودی کیلئے ایسا کیا) (سورۂ حدید آیت نمبر ۲۷) کے متعلق فرمایا کہ اس سے مراد نمازِ شب ہے۔

(۱۳۶۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تم لوگ نمازِ شب ضرور پڑھو یہ تمہارے نبی کی سنت اور تم سے پہلے گزرے ہوئے صالح بندوں کا طریقہ ہے اور تمہارے جسموں سے مرض کو نکال دینے والا ہے۔[۲]

(۱۳۶۶) اور ہشام بن سالم نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے قول خدا: ان ناشئۃ اللیل ھی اشد وطا و اقوم قیلا (اس میں شک نہیں کہ رات کو اٹھنا نفس کو پامال کرنے اور ذکر سے تھکا دینے کا وقت ہے) (سورۂ المزمل آیت نمبر ۶) کے متعلق فرمایا کہ اس سے مراد انسان کا اپنے بسترِ خواب سے اٹھنا ہے جو اللہ کے لئے ہو کسی غیر کیلئے نہ ہو۔[۳]

(۱۳۶۷) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: لوگ اپنے بسترِ خواب سے اُٹھتے ہیں تو تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ کہ جن کیلئے کچھ ثواب ہے ان پر کوئی عتاب نہیں، دوسرے وہ کہ جن پر عتاب ہی عتاب ہے ان کیلئے کوئی ثواب نہیں، تیسرے وہ کہ جن کے لئے نہ کوئی ثواب ہے اور نہ کوئی عتاب۔ اب وہ کہ جن کیلئے ثواب ہے کوئی عتاب نہیں وہ لوگ وہ ہیں کہ جو اپنے بسترِ خواب سے اُٹھتے ہیں تو وضو کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو یہی وہ ہیں کہ جن کو ثواب ملتا ہے ان کے لئے کوئی عتاب نہیں ہے۔ اب دوسری قسم کے لوگ تو وہ لوگ ہیں جو مسلسل اللہ کی نافرمانی اور معصیت میں مشغول رہتے ہیں ان پر عتاب ہی عتاب ہے، ان کیلئے کوئی ثواب نہیں ہے اور تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں کہ جو مسلسل سوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ صبح نمودار ہو جاتی ہے تو ان کیلئے نہ کوئی ثواب ہے اور نہ ان پر کوئی عتاب ہے۔

(۱۳۶۸) اور عبداللہ بن سنان نے آنجناب علیہ السلام سے قول خدا: سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود (ان کی پیشانیوں پر گھٹے پڑے ہوئے ہیں) (سورۂ فتح آیت: ۲۹) کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد رات کو جاگ کر نماز پڑھنا ہے۔

(۱۳۶۹) فضیل بن یسار نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: وہ تمام گھر کہ جن میں راتوں کے اندر تلاوت قرآن کے ساتھ ساتھ نمازیں پڑھی جاتی ہیں وہ اہل آسمان کیلئے اسی طرح ہیں جس طرح ستارے اہل زمین کیلئے۔

۱۔ کلینی نے ج ۳ص ۴۸۸ پر اسی کے مطابق مسند روایت میں صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

۲۔ شیخ نے تہذیب ج ۱ص ۱۶۹ پر مرسل سند سے اس کی روایت کی ہے۔

۳۔ کلینی نے کافی ج ۳ص ۴۴۶ پر سند صحیح اس کی روایت کی ہے۔

(۱۳۷۰) اور آنجناب علیہ السلام نے قول خدا ان الحسنات یذھبن السیات (نیکیاں یقیناً گناہوں کو دور کر دیتی ہیں) (سورۂ ہود آیت نمبر ۱۱۴) کے متعلق فرمایا: یہ مومن کی شب کے وقت کی نماز ہے کہ دن میں اس نے جو گناہ کیے ہیں یہ اسکو دور کر دیتی ہے۔ [1]

نیز اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں امیر المومنین علیہ السلام کی راتوں کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی مدح فرمائی [2] چنانچہ ارشاد ربانی ہے: امن ھو قانت اناء اللیل ساجداً وقائماً یحذر الآخرۃ ویرجوا رحمۃ ربہ۔ (کیا جو شخص رات کے اوقات میں سجدہ کرے اور کھڑے کھڑے خدا کی عبادت کرتا ہو اور آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کا امیدوار ہو وہ ناشکرے کافروں کے برابر ہو سکتا ہے) (سورۂ الزمر آیت نمبر ۹) یہاں اناء اللیل سے مراد رات کی ساعتیں ہیں۔

(۱۳۷۱) اور امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جب اہل زمین پر عذاب نازل کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو (رک جاتا ہے اور) کہتا ہے: اگر زمین پر میرے جلال کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے اور میری مسجدوں کو آباد کرنے والے اور اوقات سحر میں استغفار کرنے والے نہ ہوتے تو میں عذاب نازل کر دیتا۔

(۱۳۷۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص شب کے وقت کثرت سے نمازیں پڑھتا ہے اس کا چہرہ دن کے وقت بارونق و بشاش رہتا ہے۔

(۱۳۷۳) ایک شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی حاجتمندی و افلاس کا اظہار کرنے لگا اور اس میں اتنا مبالغہ کرنے لگا کہ قریب تھا کہ وہ ان سے بھوک کی بھی شکایت کرنے لگے۔ آپؑ نے اس سے پوچھا: کیوں جی تم نماز شب پڑھتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ یہ سن کر آپؑ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: وہ شخص جھوٹا ہے جو یہ کہے کہ میں نماز شب پڑھتا ہوں اور دن کو بھوکا رہ جاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے نماز شب کو دن کی خوراک کا ضامن بنا دیا ہے۔ [3]

(۱۳۷۴) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ مزاح کو پسند کرتا ہے بشرطیکہ وہ فحش نہ ہو۔ اور تنہائی میں غور و فکر کرنے والے کو اور تخلیہ میں وعظ و نصیحت کو اور شب کو جاگ کر نماز پڑھنے والے کو پسند کرتا ہے۔

(۱۳۷۵) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی موت کے وقت حضرت ابوذرؓ سے ارشاد فرمایا: اے ابوذر تم اپنے نبی کی وصیت کو یاد رکھو تمہیں نفع پہنچائے گی۔ جس کی راتیں کھڑے ہو کر عبادت میں بسر ہوتی ہوں اور وہ مرجائے تو اس کے لئے جنت ہے۔ (یہ حدیث طویل ہے میں نے اس میں سے یہاں بقدر ضرورت لیا ہے)۔

(۱۳۷۶) جابر بن اسماعیل نے حضرت جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے راتوں کو جاگ کر قرأت و عبادت کرنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے اس سے ارشاد فرمایا: میں تمہیں خوشخبری سناتا ہوں کہ جو شخص شب کے دسویں حصہ میں نماز پڑھتا رہے، پورے خلوص اور اللہ سے ثواب حاصل کرنے کی خواہش میں تو اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ سے کہتا ہے کہ میرے اس بندے کے نامہ اعمال میں آج کی شب جتنے دانے روئیدہ ہوئے ہیں اور جتنے پتے نکلے ہیں اور جتنے درخت ہیں اور ان کی تمام شاخوں پر

---

[1] مولف نے یہ اکثر روایات 'ثواب الاعمال' میں سند کے ساتھ بیان کی ہیں۔

[2] جیسا کہ عمار ساباطی کی روایت میں صادق علیہ السلام سے 'روضۃ الکافی' میں نمبر شمار ۲۴۶ کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ جس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی۔

[3] مصنف نے 'ثواب الاعمال' باب ۱۰۹ ح ۵ میں اپنی اسناد کے ساتھ اور شیخ نے 'تہذیب' ج ۱ ص ۱۶۹ پر مرسل سند سے اسے بیان کیا ہے۔

کو نپلیں ہیں ان سب کی تعداد کے برابر نیکیاں تحریر کردو۔ اور جو شخص شب کا نواں حصہ نماز میں گزارے اللہ تعالیٰ اس کی دس دعائیں قبول کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال کو اس کے داہنے ہاتھ میں دیگا۔

اور جو شخص رات کا آٹھواں حصہ نماز میں بسر کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ایک شہید صابر اور صادق النیت کا ثواب عطا کرے گا اور وہ اپنے خاندان کی شفاعت کریگا۔

اور جو شخص شب کا ساتواں حصہ نماز میں بسر کرے گا وہ یوم محشر اپنی قبر سے اس طرح اٹھے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا ہوگا اور وہ صراط پر بڑے امن وامان کے ساتھ گزر جائے گا۔

اور جو شخص شب کا چھٹا حصہ نماز میں بسر کرے گا تو اس کا نام اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں میں لکھ دیا جائے گا اور اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

اور جو شخص رات کا پانچواں حصہ نماز میں بسر کرے گا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کی قبر میں اس کی ملاقات کو آئیں گے۔

اور جو شخص ایک چوتھائی رات نماز میں بسر کرے گا تو اس کا شمار سب سے پہلے کامیابی اور نجات پانے والوں میں ہوگا یہاں تک کہ وہ صراط پر سے تیز آندھی کی طرح گزر جائے گا اور بغیر حساب وکتاب جنت میں داخل میں ہو جائے گا۔

اور جو شخص ایک تہائی رات نماز میں بسر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ منزلت عطا کرے گا کہ کوئی ملک ایسا نہ ہوگا جو اس پر رشک وغبطہ نہ کرے اور اس سے کہا جائے گا کہ جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس میں سے چاہو داخل ہو جاؤ۔

اور جو شخص رات کا آدھا حصہ نماز میں بسر کرے گا تو اس کو اتنا اجر ملے گا کہ اگر اس کو زمین کے ستر (۷۰) گنا وزن کے برابر بھی سونا عطا کردیا جائے تو وہ اس کے اس اجر کے برابر نہ ہوگا۔ اور اللہ کے نزدیک وہ اس شخص سے افضل ہوگا جو اولاد اسماعیل میں سے ستر غلام آزاد کردے۔

اور جو شخص دو تہائی رات نماز میں بسر کرے گا تو عالج کی ریت کی تعداد کے برابر حسنات اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیئے جائیں گے اور اس میں سے اسکا چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی کوہ احد سے دس گنا وزنی ہوگا۔

اور جو شخص پوری رات نماز میں بسر کرے گا کتاب خدا کی تلاوت کرتے ہوئے، رکوع کرتے ہوئے، سجدہ کرتے ہوئے تو اس کو اللہ تعالیٰ کثیر ثواب عطا کرے گا جس میں سب سے چھوٹا ثواب یہ ہوگا کہ وہ گناہوں سے اس طرح نکل جائے گا جیسے وہ ابھی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور اس کے نامہ اعمال میں وہ تمام حسنات لکھ دیئے جائیں گے جو اللہ نے پیدا کیے ہیں اور اسی کے مثل درجات اور اس کی قبر میں مستقل طور پر نور رہے گا۔ اور اسکے قلب سے گناہ اور حسد کا خیال نکال دے گا۔ اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے گا اور جہنم سے برائت کا پروانہ دے دیگا۔ اور اسے امن پانے والوں میں محشور کرے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ سے ارشاد فرمائے گا کہ اے میرے ملائکہ میرے اس بندے کو دیکھو اس نے میری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے رات بھر جاگ کر عبادت کی ہے۔ لے جاؤ اس کو جنت الفردوس میں ساکن کردو اور وہاں اس کے لئے ایک ہزار شہر ہونگے اور ہر شہر میں وہ تمام چیزیں مہیا ہونگی جس کا لوگوں کا جی چاہے گا اور اسے دیکھ کر آنکھوں کو لذت محسوس ہوگی اور اس کو وہ کرامت وشرف وتقرب حاصل ہوگا جو کسی کے وہم وخیال میں بھی نہ ہوگا۔

باب: نماز شب کا وقت

(۱۳۷۷) عبید بن زرارہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز عشاء پڑھ لیا کرتے تو اپنے بستر خواب پر چلے جایا کرتے اور پھر نصف شب تک کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے۔

(۱۳۷۸) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: نماز شب کا وقت نصف شب سے آخر شب تک ہے۔

(۱۳۷۹) عمر بن حنظلہ نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: میں نے اٹھارہ راتوں تک اس امر کی نیت کی کہ نماز شب کیلئے اٹھوں گا مگر نہ اُٹھ سکا تو اب کیا میں اول شب ہی میں نماز شب پڑھ لیا کروں؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں بلکہ دن میں اسکی قضا پڑھ لیا کرو مجھے یہ پسند نہیں کہ اول شب میں نماز شب پڑھنے کی عادت پڑ جائے۔

(۱۳۸۰) اور معاویہ بن وھب سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں نے آنجناب علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپؑ کے صالح دوستداروں میں سے ایک دوستدار نے مجھ سے شکایت کی کہ میں تو نیند سے تنگ ہوں اور کہا کہ میں نماز شب کیلئے اُٹھنے کا ارادہ کرتا ہوں مگر نیند ایسی غالب ہوتی ہے کہ صبح ہوجاتی ہے چنانچہ اکثر مسلسل ایک ماہ یا دو ماہ تک نماز شب قضا ہوجاتی ہے اور مجھے یہ بات بہت گراں محسوس ہوتی ہے؟ آپؑ نے یہ سن کر فرمایا: واللہ یہ تو خوشی کی بات ہے، واللہ یہ تو خوشی ہے (کہ یہ تم کو گراں محسوس ہوتی ہے) مگر آپؑ نے اول شب میں نماز شب پڑھنے کی اجازت نہیں دی اور فرمایا: دن میں اس کی قضا افضل ہے۔

(۱۳۸۱) عبداللہ بن مسکان نے لیث مرادی سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ گرمیوں کے زمانے میں جب رات چھوٹی ہوتی ہے کیا نماز شب اول شب پڑھ لی جائے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں تم نے کیا اچھی بات سوچی اور تم نے اچھا کیا (یعنی سفر میں)۔

(۱۳۸۲) راوی کا بیان ہے کہ پھر میں نے ان جنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جس کو سفر میں جنابت کا خوف ہوتا ہے یا جاڑے میں تو کیا وہ نماز وتر پڑھنے میں تعجیل کرے اور اول شب میں پڑھ لے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

(۱۳۸۳) ابو جریر بن ادریس نے حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: سفر میں نماز شب رات کے ابتدائی حصہ میں محمل کے اندر پڑھ لو اور وتر اور دو رکعت فجر بھی۔

بہر حال جہاں کہیں بھی روایت کی گئی ہے کہ نماز شب اول شب میں پڑھ لی جائے تو یہ سفر کیلئے ہے کیونکہ تشریح کرنے والی احادیث مجمل احادیث کا مفہوم بتاتی ہیں۔

(۱۳۸۴) علاء نے محمد بن مسلم سے روایت کی ہے اور انہوں نے دونوں ائمہ علیہما السلام میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کوئی ایسا بندہ نہیں ہے جس کی آنکھ شب میں ایک یا دو مرتبہ نہ کھلتی ہو پس اگر وہ اس میں اُٹھ کھڑا ہو تو یہ اس کو اختیار ہے ورنہ شیطان آکر اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ نہیں دیکھتا کہ جب کوئی ایسا شخص صبح کو اُٹھتا ہے جو نماز تہجد کیلئے نہیں اُٹھا تو وہ سست، بوجھل اور کسل مند اٹھتا ہے۔

(۱۳۸۵) اور حسن صیقل نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میں اس شخص سے نفرت کرتا ہوں جو میرے پاس آکر عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق دریافت کرتا ہے پھر کہتا ہے کہ کیا یہ زیادہ کیا گیا ہے؟ گویا اس کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی شے میں کوئی کمی کر دی تھی۔ اور میں ناپسند کرتا ہوں اس شخص کو جو قرآن کی تلاوت کرے اور رات کے کچھ حصہ تک بیدار رہے اور نماز شب کیلئے کھڑا نہ ہو یہاں تک کہ جب صبح ہو جائے تو جلدی سے اُٹھ کر نماز صبح کیلئے کھڑا ہو جائے۔

(۱۳۸۶) اور ابو حمزہ ثمالی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو کوئی بھی بندہ یہ نیت کرتا ہے کہ فلاں وقت اس خواب سے بیدار ہو جاؤں گا تو اللہ اس کی نیت کو جانتا ہے اور اس پر دو فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو اسی ساعت معین پر اس بندے کو ہلا دیتے ہیں۔

(۱۳۸۷) عیص بن قاسم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب کسی بندے پر حالت نماز میں نیند غالب ہو جائے تو اس کو

چاہیے کہ اپنا سر رکھ کر سو رہے اس لئے کہ مجھے ڈر ہے کہ اگر اس کا ارادہ یہ کہنے کا ہو کہ پروردگار مجھے جنت میں داخل کر اور وہ نیند کے جھونکے میں کہیں یہ نہ کہہ دے کہ پروردگار تو مجھے جہنم میں داخل کر دے۔

(۱۳۸۸) زکریا نقاض نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے قولِ خدا: لاتقربوا الصلاۃ وانتم سکاری حتیٰ تعلموا ما تقولون (سورۃ النساء آیت نمبر ۴۳) (نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ تا کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس کو سمجھو بھی کہ کیا کہہ رہے ہو) کے متعلق روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: نیند کا نشہ بھی اسی کے ذیل میں ہے۔

باب: انسان جب نیند سے بیدار ہو تو کیا کہے

(۱۳۸۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے بستر پر جاتے تھے تو فرمایا کرتے: بِاسْمِکَ اَللّٰھُمَّ اُحْیَا وَبِاسْمِکَ اَمُوْتُ (تیرے نام کے ساتھ اے اللہ میں زندہ ہوں اور تیرے ہی نام کے ساتھ مروں گا) اور جب نیند سے بیدار ہوتے تو فرماتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانِیْ بَعْدَ مَا اَمَاتَنِیْ وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ (حمد اس اللہ کی جس نے مجھے مارنے کے بعد پھر زندہ کر دیا اور اسی کی طرف حشر و نشر ہوگا)۔

(۱۳۹۰) اور جراح مدائنی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نیند سے اُٹھے تو یہ کہے سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ النَّبِیِّیْنَ وَاِلٰہِ الْمُرْسَلِیْنَ، وَرَبِّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ یُحْیِی الْمَوْتٰی وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (پاک ہے وہ اللہ جو تمام انبیاء کا رب اور تمام رسولوں کا اللہ اور مستضعفین کا پروردگار ہے اور حمد اس اللہ کی جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور جو ہر شے پر قادر ہے) جب وہ یہ کہے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا اور شکر ادا کیا۔

(۱۳۹۱) اور عبدالرحمٰن بن حجاج نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ جب رات کے آخر حصے میں اُٹھتے تو اتنی بلند آواز سے یہ کہتے ہیں کہ تمام گھر والے سنتے: اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ھَوْلِ الْمُطَّلَعِ وَوَسِّعْ عَلَیَّ الْمَضْجَعَ وَارْزُقْنِیْ خَیْرَ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ (اے اللہ ہول قیامت پر میری مدد فرمانا میری خوابگاہ کو وسیع کر دینا اور موت سے پہلے مجھے خیر کی روزی اور موت کے بعد بھی مجھے خیر کی روزی عطا فرمانا)۔

(۱۳۹۲) اور ایک دوسری حدیث میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے آپؑ نے فرمایا: جب تم اپنے بستر خواب سے اُٹھو تو افق آسمان کو دیکھو اور یہ کہو: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَدَّ عَلَیَّ رُوْحِیْ اَعْبُدُہٗ وَاَحْمَدُہٗ، اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ لَا یُوَارِیْ مِنْکَ لَیْلٌ سَاجٍ وَلَا سَمَاءٌ ذَاتُ اَبْرَاجٍ، وَلَا اَرْضٌ ذَاتُ مِھَادٍ، وَلَا ظُلُمَاتٌ بَعْضُھَا فَوْقَ بَعْضٍ، وَلَا بَحْرٌ لُجِّیٌّ یُدْلِجُ بَیْنَ یَدَیِ الْمُدْلِجِ مِنْ خَلْقِکَ، تَعْلَمُ خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ، غَارَتِ النُّجُوْمُ وَنَامَتِ الْعُیُوْنُ وَاَنْتَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ، لَا تَاْخُذُکَ سِنَۃٌ وَلَا نَوْمٌ، سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَاِلٰہِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَالِقِ النَّبِیِّیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَتُبْ عَلَیَّ، اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (حمد اس اللہ کی جس نے میری روح مجھے واپس کر دی میں اس کی عبادت کر دوں گا اور اس کی حمد کروں گا۔ اے اللہ نہ تجھ سے پُرسکون رات پوشیدہ ہے نہ برجوں والا آسمان نہ گہوارے والی زمین نہ یہ تاریکیاں جو تہہ بہ تہہ ہیں اور نہ گہرا سمندر جو رات کو سفر کرنے والی تیری مخلوق کے سامنے موجیں مارتا ہے تو آنکھوں کے اشاروں اور دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ ستارے ڈوب گئے آنکھیں پرخواب ہوگئیں مگر تو زندہ قائم ہے نہ تجھے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ پاک ہے اللہ جو تمام عالمین کا رب ہے اور تمام رسولوں کا اللہ اور تمام انبیاء کا خالق ہے اور حمد ہے اس اللہ کی جو تمام عالمین کا رب ہے۔ اے اللہ میری مغفرت فرما مجھ پر رحم فرما میری توبہ کو قبول فرما۔ بیشک تو توبہ کو قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے)۔

اس کے بعد سورۂ آل عمران کی آخری پانچ آیتیں ان فی خلق السموات والارض سے لے کر انک لا تخلف المیعاد تک پڑھو۔[1]

اورتم پر لازم ہے کہ مسواک کرو اس لئے کہ وقت سحر قبل وضو مسواک کرنا سنت ہے اس کے بعد وضو کرو۔[2]

(۱۳۹۳) ابو عبیدہ حذاء نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے قول خدا: تتجافی جنوبهم عن المضاجع (رات کے وقت ان کے پہلو بستروں سے آشنا نہیں ہوتے) (سورۂ سجدہ آیت ۱۶) کے متعلق روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: شاید یہ تمہارا خیال ہو کہ وہ لوگ کبھی سوتے ہی نہیں؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اس بدن کیلئے یہ ضروری کہ تھوڑا آرام کرے تاکہ اس کا نفس نکل جائے اور جب وہ نکل جاتا ہے تو بدن آرام کرتا ہے اور روح اس میں پلٹتی ہے اور اسی میں عمل کی قوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ ان لوگوں کے پہلو اپنے بستروں کو چھوڑ دیتے ہیں اور وہ لوگ اپنے رب سے خوف وطمع کی ملی جلی حالت میں دعا کرتے ہیں۔ یہ آیت حضرت امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور ہمارے شیعوں میں سے جو ان کی اتباع کرتے ہیں وہ اول شب میں سویا کرتے ہیں اور جب دو تہائی رات یا جس قدر اللہ چاہے گزر جاتی ہے تو وہ اپنے رب سے گڑگڑا کر دعا کرتے ہیں رغبت کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس کی خواہش کرتے ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہاں ان لوگوں کا ذکر اپنی کتاب میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا ہے اور جو کچھ ان لوگوں کو عطا کرے گا اسے بتایا ہے۔ اور انہیں اپنے جوار رحمت میں ساکن کرے گا اور انہیں اپنی جنت میں داخل کرے گا اور انہیں خوف سے اور ڈر سے امن میں رکھے گا۔

میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جب میں رات کے آخری حصہ میں اُٹھوں تو کیا کہوں؟ آپؑ نے فرمایا: یہ کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَاِلٰهِ الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يُحْيِي الْمَوْتٰى وَيَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ (یعنی ہر طرح کی حمد سزاوار ہے تمام عالمین کے پروردگار اور تمام رسولوں کے اللہ کے لئے اور حمد اس اللہ کی جو مردوں کو زندہ کرے گا اور جو لوگ قبروں میں ہیں انہیں اُٹھائے گا) جب تم یہ کہو گے تو تم سے شیطان کی گندگی اور اس کا وسوسہ دور ہو جائے گا۔

باب: مرغ کے بانگ دیتے وقت کا قول

(۱۳۹۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب تم مرغ کے بانگ سنو تو یہ کہو: سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ سَبَقَتْ رَحْمَتُكَ غَضَبَكَ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ عَمِلْتُ سُوْءً ا وَظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ، اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ (اے ملائکہ اور روح کے پروردگار تو ہر طرح پاک اور ہر طرح منزہ ہے تیری رحمت تیرے غضب سے پہلے ہے نہیں ہے کوئی اللہ سوائے تیرے، تو پاک ہے اور تیری حمد کے ساتھ اقرار ہے کہ میں نے برے عمل کیے اور اپنے نفس پر ظلم کیا مجھے بخش دے اس لئے کہ سوائے تیرے اور کوئی گناہوں کو نہیں بخشے گا)۔

---

[1] یہاں تک تہذیب ج ۱ ص ۱۷۵ میں روایت کی گئی ہے نیز کافی میں صحیح کی مانند حسن حدیث میں اور ان دونوں میں اس کے بعد ہے: پھر تم مسواک کرو اور وضو کرو پس جب تم وضو کیلئے اپنے ہاتھ میں پانی لو تو کہو: بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَ اجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (اللہ کے نام سے اور اللہ کیلئے۔ اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں میں شامل کر لے اور مجھے پاک ہونے والوں میں شامل کر لے)۔ جب وضو سے فارغ ہو جاؤ تو کہو: بِسْمِ اللّٰهِ وَ مِنَ اللّٰهِ وَ مَاشَاءَ اللّٰهُ وَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنْ زُوَّارِ بَيْتِكَ وَ عُمَّارِ مَسَاجِدِكَ، وَ افْتَحْ لِيْ بَابَ تَوْبَتِكَ، وَ اغْلِقْ بَابَ مَعْصِيَتِكَ وَ كُلِّ مَعْصِيَةٍ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَنِيْ مِمَّنْ يُنَاجِيْهِ، اَللّٰهُمَّ اَقْبِلْ عَلَيَّ بِوَجْهِكَ، جَلَّ ثَنَاءُ وَجْهِكَ۔ (اللہ کے نام سے اور اللہ کے لئے اور اللہ کی طرف سے اور اللہ جو چاہے اور نہیں کوئی طاقت اور نہیں کوئی قوت مگر اللہ کی دی ہوئی۔ اے اللہ مجھے اپنے گھر کے زائروں میں شامل کر لے اور تیری مساجد کی تعمیر کرنے والوں میں اور مجھ پر اپنی توبہ کا دروازہ کھول دے اور اپنی نافرمانی اور اس کی تمام معصیت کا دروازہ بند کر دے۔ اس اللہ کا شکر جس نے مجھے نجوی کرنے والوں میں شامل کیا۔ اے اللہ اپنی عنایت سے میرے اعمال کو قبول فرما۔ تیری ثناء عظیم ہے۔) پھر تکبیر سے نماز شروع کرو۔

[2] یہ مولف رحمہ اللہ کا کلام ہے جو زرارہ کی حدیث سے اخذ کیا گیا ہے۔

(۱۳۹۵) امام علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ مرغ سے پانچ باتیں سیکھو نماز کے وقت کو یاد رکھنا، غیرت، سخاوت، شجاعت اور کثرت جماع۔

(۱۳۹۶) آپؑ نے فرمایا: تم لوگ کوے سے تین باتیں سیکھو اپنی جفتی کو چھپانا، بہت تڑکے طلب رزق کیلئے نکل جانا، چوکنا رہنا۔

(۱۳۹۷) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کا ایک فرشتہ سفید مرغ کی شکل کا ہے اس کا سر عرش کے نیچے اور اس کے پاؤں ساتویں طبقۂ زمین کی جڑ میں ہیں اس کا ایک بازو مشرق میں اور ایک مغرب میں ہے جب تک وہ بانگ نہیں دیتا دنیا کا کوئی مرغ بانگ نہیں دیتا اور جب وہ بانگ دیتا ہے اپنے دونوں بازو پھڑپھڑاتا ہے اور کہتا ہے: سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ العظیم الذی لیس کمثلہ شیء یعنی اللہ پاک و منزہ ہے اللہ پاک و منزہ ہے وہ عظیم اللہ پاک و منزہ ہے کہ جس کے مثل کوئی شے نہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ جواب دیتا ہے اور کہتا ہے کہ جو شخص اس بات کو جانتا ہے جو تو کہہ رہا ہے تو وہ جھوٹا حلف نہ اُٹھائے گا۔

(۱۳۹۸) روایت کی گئی ہے کہ اسی مرغ کیلئے یہ آیت نازل ہوئی ہے: **والطیر صافات کل قد علم صلاتہ و تسبیحہ** (سورۂ نور آیت نمبر ۴۱) (پرندے اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں ہر ایک اپنی تسبیح اور اپنی نماز کو جانتا ہے)۔

(۱۳۹۹) اور روایت کی گئی ہے کہ حاملین عرش صرف چار ہیں ان میں سے ایک مرغ کی شکل کا ہے جو اللہ تعالیٰ سے پرندوں کیلئے رزق مانگتا ہے، ایک شیر کی شکل کا ہے جو اللہ تعالیٰ سے درندوں کیلئے رزق طلب کرتا ہے، ایک بیل کی شکل کا ہے جو اللہ سے سارے جانوروں کے لئے رزق طلب کرتا ہے ایک نبی آدم کی شکل کا ہے جو اللہ تعالیٰ سے نبی آدم کیلئے رزق مانگتا ہے اور جب قیامت کا دن ہوگا تو پھر حاملین عرش آٹھ ہو جائیں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **ویحمل عرش ربک فوقھم یومئذ ثمانیۃ** (سورۂ الحاقہ آیت نمبر ۱۷) (تمہارے رب کا عرش اس دن آٹھ اُٹھائے ہونگے)۔

باب: نمازِ شب کیلئے اٹھتے وقت کی دعا

(۱۴۰۰) امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب تم نماز کیلئے اٹھنے کا ارادہ کرو تو یہ کہو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ وَآلِهِ وَاُقَدِّمُهُمْ بَیْنَ یَدَیْ حَوَائِجِی، فَاجْعَلْنِی بِهِمْ وَجِیهاً فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِینَ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِی وَلَا تُعَذِّبْنِی بِهِمْ وَلَا تُضِلَّنِی بِهِمْ، وَارْزُقْنِی بِهِمْ وَلَا تَحْرِمْنِی بِهِمْ، وَاقْضِ لِی حَوَائِجِی لِلدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، وَبِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (اے اللہ میں تیرے نبی، رحمت والے نبی اور ان کی آل کے واسطہ سے تیری طرف متوجہ ہوں اور اپنی حاجات کی سفارش کیلئے ان حضرات کو پیش کرتا ہوں تجھے ان سب حضرات کا واسطہ مجھے دنیا و آخرت میں صاحب وجاہت بنادے اور اپنے مقرب بندوں میں شامل کرلے اے اللہ تجھے ان سب کا واسطہ مجھ پر رحم فرما۔ تجھے ان سب کا واسطہ مجھے عذاب میں مبتلا نہ کر، تجھے ان سب کا واسطہ مجھے ہدایت عطا کر تجھے ان سب کا واسطہ مجھے گمراہ نہ ہونے دے تجھے ان سب کا واسطہ مجھے روزی عطا فرما۔ تجھے ان سب کا واسطہ مجھے محروم نہ کر۔ اور میری دنیا و دین کی حاجتوں کو روا کردے بیشک تو ہر چیز پر قادر اور ہر شے کا جاننے والا ہے)۔

باب: وہ تکبیریں جو سنت جاریہ ہیں لازم ہے کہ ان کی طرف توجہ دی جائے

سنتی تکبیرات چھ (۶) ہیں یعنی نماز شب کی پہلی رکعت میں اور نماز وتر کی ایک رکعت میں اور نماز زوال کی دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں اور نماز احرام کی دو رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں اور نوافل مغرب کے اندر پہلی رکعت میں اور ہر نماز فریضہ کی پہلی رکعت میں۔ میرے والد رضی اللہ عنہ نے اپنے رسالے میں اسی طرح تحریر فرمایا ہے جو انہوں نے میرے پاس بھیجا ہے۔

باب نمازشب

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرمایا ہے: ومن اللیل فتھجد بہ نافلۃ لک عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا (سورۃ الاسرا آیت نمبر ۷۹) (اور رات کے خاص حصہ میں نماز تہجد پڑھا کرو یہ سنت تمہاری خاص فضلیت ہے، قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں مقام محمود تک پہنچائے) تو نماز شب پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض ہے اللہ تعالیٰ کے اسی قول کے بموجب کہ فتھجد یعنی نماز تہجد پڑھو اور دوسروں کیلئے سنت اور نافلہ ہے۔

(۱۴۰۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وصیت میں حضرت علی علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: اے علیؑ تم پر لازم ہے نماز شب پڑھو پہلی رکعت میں سورۃ الحمد اور قل ھو اللہ احد اور دوسری رکعت میں سورۃ الحمد اور سورۃ قل یایھا الکافرون اور پھر اور چھ (۶) رکعتوں میں جو سورۃ چاہے پڑھو خواہ کوئی طویل سورۃ پڑھو خواہ قصیر۔[1]

(۱۴۰۲) اور روایت میں ہے کہ جو شخص نماز شب کی ابتدائی دو رکعتوں میں سے ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۃ الحمد اور تیس (۳۰) مرتبہ سورۃ قل ھو اللہ احد پڑھے تو جوں ہی نماز کو تمام کرے گا اللہ اور اس کے درمیان کوئی ایسا گناہ نہ ہوگا جسے اللہ نہ بخش دے۔[2]

اور نماز شفع کی دو رکعتوں میں اور وتر کی ایک رکعت میں سورۃ قل ھو اللہ احد پڑھو اور نماز شفع اور نماز وتر کے درمیان سلام پڑھ کر فاصلہ دیدو۔[3]

(۱۴۰۳) اور روایت کی گئی ہے[4] کہ جو شخص نماز وتر میں معوذتین (اعوذ برب الفلق اور اعوذ برب الناس) اور قل ھو اللہ احد پڑھے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ اللہ کے بندے خوشخبری سن اللہ نے تیری نماز قبول فرمالی۔

اور قنوت ہر دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے اور سوروں کی قرأت کے بعد ہے اور ان میں سوروں کی قرأت بالجہر (بلند آواز سے) ہوگی اور نماز وتر میں قنوت رکوع سے پہلے ہوگی۔

اور اگر تم نماز شب کیلئے اُٹھے مگر اتنا وقت نہیں ہے کہ جیسی تم چاہتے ہو کہ نماز شب ویسی پڑھو[5] تو پھر اس کو سمیٹنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر رکعت میں صرف سورۃ حمد پڑھو۔ اور تمہیں فجر کے طلوع ہو جانے کا ڈر ہے تو دو رکعت پڑھو اور تیسری رکعت وتر کی پڑھ لو اور اگر فجر طلوع ہوگئی ہے تو پھر دو رکعت نماز فجر پڑھو نماز شب کا وقت چلا گیا۔

اور اگر تم نماز شب کی چار رکعتیں قبل طلوع فجر پڑھ چکے ہو تو اب نماز شب پوری پڑھ لو۔[6]

---

[1] کلینی نے 'کافی' ج ۸ ص ۷۹ میں اسے تحریر کیا ہے اور صدوق نے 'وصایا' میں۔

[2] 'تہذیب' ج ا ص ۱۷۰ میں اسے مرسل حدیث کے تحت تحریر کیا گیا ہے۔

[3] 'تہذیب' ج ا ص ۱۷۱ پر سلیمان بن خالد نے حضرت ابوعبداللہؑ سے اسی طرح کی حدیث بیان کی ہے۔

[4] اس حدیث کو 'ثواب الاعمال' میں حضرت امام باقرؑ کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔

[5] کلینی نے کافی ج ۳ ص ۹۴۴ پر اسماعیل بن جابر سے روایت کی ہے کہ میں نے ابوعبداللہؑ سے عرض کی: میں رات میں اُٹھتا ہوں اور مجھے خوف ہوتا ہے کہ صبح (طلوع) نہ ہو جائے فرمایا: (ہر رکعت کے آخری حصہ) میں (صرف) الحمد پڑھو اور جلدی کرو، جلدی کرو۔

[6] 'تہذیب الاحکام' ج ا ص ۱۷۰ میں ابوجعفر الاحول محمد بن نعمان نے اپنی اسناد سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوعبداللہؑ نے فرمایا: جب تم نماز فجر کی چار رکعت طلوع فجر سے پہلے ادا کر چکے ہو تو اس نماز کو مکمل کرو۔ فجر طلوع ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

اور اس امر کی رخصت کی بھی کہیں کہیں روایت کی گئی ہے کہ آدمی نماز شب بعد طلوع سحر بھی پڑھ لے لیکن کبھی کبھی، اس کو عادت نہ بنائے [1] اور اگر تم پر نماز شب کی قضا ہے [2] اور تم نماز شب پڑھنے کھڑے ہوئے اور تمہارے پاس اتنا وقت ہے کہ نماز شب کی قضا بھی پڑھو اور اس شب کی بھی نماز شب پڑھ لو [3] تو قضا نماز شب پہلے پڑھو پھر اس شب کی نماز شب پڑھو اور اگر وقت صرف اتنا ہی ہے کہ اس میں ایک ہی نماز شب پڑھ سکتے ہو تو پھر پہلے اپنی اس شب کی نماز شب پڑھ لو کہ دونوں قضا نہ ہو جائیں۔ اس کے بعد فوت شدہ نماز شب پڑھو۔ وہ کل کی ہو یا پرسوں کی۔

باب دعائے قنوت نماز وتر

(۱۴۰۴) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز وتر کے قنوت میں یہ کہا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ، وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ، وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَآ اَعْطَیْتَ، وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ، فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ، سُبْحَانَکَ رَبَّ الْبَیْتِ، اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ، وَاُؤْمِنُ بِکَ، وَاَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ، لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِکَ یَارَحِیْمُ (اے اللہ تو مجھے ہدایت بخش اور ہدایت یافتہ لوگوں میں شمار کر اور عافیت پانے والے لوگوں میں شامل کر اور میری کارسازی بھی فرما اور مجھے ان لوگوں کے زمرہ میں شامل کر جن کی تو نے کارسازی کی ہے۔ اور جو کچھ تو نے مجھے عطا کیا ہے اس میں میرے لئے برکت دے اور اس شر سے بچا جو تو جاری کر چکا ہے بیشک تو ہی حکم جاری کرتا ہے اور تجھ پر کسی کا حکم جاری نہیں ہوتا۔ اے کعبہ کے رب تیری ذات پاک و منزہ ہے میں تجھ سے مغفرت کا طالب ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور تجھ پر ایمان لایا ہوں تجھ پر توکل کیے ہوئے ہوں اے رحم کرنے والے تیری مدد کے بغیر کوئی قوت و طاقت نہیں ہے)

(۱۴۰۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں میں جو دار دنیا میں سب سے طویل قنوت پڑھے گا وہ قیامت کے دن موقف میں سب سے طویل راحت میں رہے گا [4]

(۱۴۰۶) اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن قنوت اللہ کی مجد و بزرگی کا اظہار اور اللہ کے نبی پر درود اور کلمات فرج و کشادگی کا ہے اور پھر یہ دعا ہے (جو اوپر گزری ہے)۔

اور نماز وتر میں قنوت روز جمعہ کے قنوت کے مانند ہے پھر تم اپنی ذات کیلئے دعا کرنے سے پہلے کہو: اَللّٰھُمَّ تَمَّ نُوْرُکَ فَھَدَیْتَ فَلَکَ الْحَمْدُ رَبَّنَا وَبَسَطْتَ یَدَکَ فَاَعْطَیْتَ فَلَکَ الْحَمْدُ رَبَّنَا وَعَظُمَ حِلْمُکَ فَعَفَوْتَ فَلَکَ الْحَمْدُ رَبَّنَا، وَجْھُکَ اَکْرَمُ الْوُجُوْہِ وَجِھَتُکَ خَیْرُ الْجِھَاتِ وَعَطِیَّتُکَ اَفْضَلُ الْعَطِیَّاتِ وَاَھْنَؤُھَا، تُطَاعُ رَبَّنَا فَتَشْکُرُ، وَتُعْصٰی رَبَّنَا فَتَغْفِرُ لِمَنْ شِئْتَ، تُجِیْبُ الْمُضْطَرَّ وَتَکْشِفُ الضُّرَّ وَتَشْفِی السَّقِیْمَ وَتُنَجِّیْ مِنَ الْکَرْبِ الْعَظِیْمِ، لَا یَجْزِیْ بِآلَائِکَ اَحَدٌ وَلَا یُحْصِیْ نِعَمَائَکَ قَوْلُ قَائِلٍ، اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ رُفِعَتِ الْاَبْصَارُ وَنُقِلَتِ الْاَقْدَامُ، وَمُدَّتِ الْاَعْنَاقُ، وَرُفِعَتِ الْاَیْدِیْ وَدُعِیْتَ بِالْاَلْسُنِ وَاِلَیْکَ سِرُّھُمْ وَنَجْوَاھُمْ فِی الْاَعْمَالِ رَبَّنَا

---

[1] شیخ نے 'تہذیب' ج ۱ ص ۱۷۰ میں موثق حدیث میں عمر بن یزید سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے عرض کی: میں اٹھتا ہوں اور فجر طلوع ہو جاتی ہے اگر میں نماز فجر سے ابتدا کروں تو اسے اس کے اول وقت میں ادا کرتا ہوں اور اگر شب کی نماز سے شروع کروں تو فجر اس کے بعد پڑھنی پڑھتی ہے۔ فرمایا: نماز شب سے شروع کرو لیکن اس کی عادت نہ بناؤ۔ اور ج ۱ ص ۲۳۲ میں سلیمان بن خالد کی صحیح حدیث میں ہے کہ مجھ سے ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا: جب تم اٹھو اور فجر طلوع ہو چکی ہو تو نماز شب اور وتر اور فجر سے پہلے کی دو رکعتیں پڑھ لو پھر نماز فجر پڑھو۔ میں نے عرض کیا: کیا میں ایسا کروں؟ فرمایا: ہاں لیکن اسے اپنی عادت نہ بناؤ۔

[2] یعنی جو تم سے پچھلی رات کی نماز شب فوت ہوئی ہے۔

[3] 'کافی' کی ج ۳ ص ۴۵۳ پر زرارہ کی روایت کی طرف رجوع کیا جائے جو انہوں نے ابو جعفر علیہ السلام سے نقل کی ہے۔

[4] 'ثواب الاعمال' (اردو ترجمہ اشاعت دوم) ص ۹۷ پر یہ حدیث حضرت ابوذرؓ کی سند سے بیان کی گئی ہے۔

اغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَافْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ، اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَشْكُوْا إِلَيْكَ غَيْبَةَ نَبِيِّنَا عَنَّا، وَشِدَّةَ الزَّمَانِ عَلَيْنَا وَوُقُوْعَ الْفِتَنِ بِنَا، وَتَظَاهُرَ الْأَعْدَاءِ عَلَيْنَا وَكَثْرَةَ عَدُوِّنَا وَقِلَّةَ عَدَدِنَا فَرِّجْ ذٰلِكَ يَارَبِّ بِفَتْحٍ مِنْكَ تُعَجِّلُهُ، وَنَصْرٍ مِنْكَ تُعِزُّهُ، وَإِمَامَ عَدْلٍ تُظْهِرُهُ إِلٰهَ الْحَقِّ رَبَّ الْعَالَمِيْنَ. (اے اللہ تیرا نور تمام ہوا اور تو نے ہدایت کی پس تیرے ہی لئے حمد ہے۔ اے ہمارے رب تو نے اپنا ہاتھ کھولا اور عطا کیا پس تیرے ہی لئے حمد ہے۔ اے ہمارے رب اور تیرا حلم بڑا عظیم ہے کہ تو نے (گناہوں کو) معاف کیا پس تیرے ہی لئے حمد ہے اے ہمارے رب۔ تیرا چہرہ تمام چہروں میں سب سے زیادہ مکرم ہے اور تیری حجت تمام حجتوں میں سب سے بہتر ہے۔ تیرا عطیہ تمام عطیات سے افضل و برتر ہے۔ اے ہمارے رب تیری اطاعت کی جاتی ہے تو تو مشکور ہوتا ہے۔ تیری نافرمانی کی جاتی ہے تو تو جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے تو مضطر اور پریشان کی دعا کو قبول کرتا ہے اور اسکی تکلیف کو دور کر دیتا ہے۔ تو بیمار کو شفاء دیتا ہے اسے کرب عظیم سے نجات دیتا ہے۔ تیری نعمتوں کا کوئی بدل نہیں۔ تیری نعمتوں کو کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ پروردگار سب کی نگاہیں تیری طرف اُٹھتی ہیں اور ہر قدم تیری طرف بڑھتا ہے سب کی گردنیں تیری طرف اُٹھتی ہیں اور تمام ہاتھ تیری طرف بلند ہیں اور سب زبان سے (تجھ ہی سے) دعا کرتے ہیں اور اپنی راز کی باتوں میں اور اپنے کاموں میں تجھ سے سرگوشیاں کرتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم لوگوں کو بخش دے ہم لوگوں پر رحم فرما اور ہم لوگوں کے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کا فیصلہ کر دے بے شک تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

اے اللہ ہم تجھ سے شکایت کرتے ہیں کہ ہمارا نبی ہم لوگوں سے غائب ہے۔ ہم لوگوں پر زمانے کی سختیاں ہیں، ہمارے درمیان فتنے سر اُٹھائے ہوئے ہیں، ہمارے دشمن ہم لوگوں پر غالب آ رہے ہیں، ہمارے دشمنوں کی کثرت ہے، ہماری تعداد کم ہے۔ لہٰذا اے ہمارے پروردگار اپنی طرف سے جلد فتح دے کر اور اپنی مدد سے قوت دے کر اور امام عادل کو ظہور کا حکم دے کر اے حقیقی اللہ اور تمام عالمین کے پروردگار اس مشکل کو حل کر دے)۔

پھر ستر مرتبہ **استغفر اللّٰه ربی واتوب الیه** کہو اور جہنم سے اللہ کی بہت زیادہ مرتبہ پناہ چاہو۔

(۱۴۰۷) عمر بن یزید نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص اپنی نماز وتر میں ستر مرتبہ **استغفر ا للّٰه ربی و اتوب الیه** کہے اور ایک سال تک مسلسل اس کی پابندی کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کا نام ان لوگوں میں لکھ دیگا جو سحر کے وقت استغفار کرتے ہیں اور اللہ کی طرف سے اس کے لئے جنت و مغفرت لازم ہوگی۔

(۱۴۰۸) اور عبداللہ بن ابی یعفور نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: نماز وتر کے قنوت میں ستر مرتبہ **استغفر اللّٰه** کہو بائیں ہاتھ کو چہرے کے سامنے رکھو اور داہنے ہاتھ سے گنتے رہو۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز وتر کے قنوت میں اللہ سے ستر مرتبہ استغفار پڑھتے اور سات مرتبہ یہ کہتے: **هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ النَّارِ** (یہ جہنم سے تیری پناہ چاہنے والے کا مقام ہے)۔

(۱۴۰۹) اور عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تم نماز وتر میں اپنے دشمنوں کیلئے بددعا کرو اور اگر چاہو تو ان کے نام لو اور اپنے لئے طلب مغفرت کرو اور قنوت میں دونوں ہاتھ اُٹھاؤ اور چہرے کے سامنے رکھو اور اگر چاہو تو اپنی ردا کھول لو۔

(۱۴۱۰) اور حضرت امام علی بن الحسین سید العابدینؑ سحر کے وقت نماز وتر میں تین سو مرتبہ **العفو العفو** کہا کرتے تھے۔

(۱۴۱۱) اور معروف بن خربوذ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام دونوں میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ تم نماز وتر کے قنوت میں یہ کہا کرو: **لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ**

السَّمَاوَاتِ السَّبعِ، وَمَا فِيهِنَّ وَمَا بَيْنَهُنَّ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ اللّٰهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ، وَاَنْتَ اللّٰهُ زَيْنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ، وَ اَنْتَ اللّٰهُ جَمَالُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ، وَاَنْتَ اللّٰهُ عِمَادُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ، وَاَنْتَ اللّٰهُ قَوَّامُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، وَاَنْتَ اللّٰهُ صَرِيخُ الْمُسْتَصْرِخِينَ، وَ اَنْتَ اللّٰهُ غِيَاثُ الْمُسْتَغِيثِينَ، وَ اَنْتَ اللّٰهُ الْمُفَرِّجُ عَنِ الْمَكْرُوبِينَ، وَاَنْتَ اللّٰهُ الْمُرَوِّحُ عَنِ الْمَغْمُومِينَ، وَ اَنْتَ اللّٰهُ مُجِيبُ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّينَ، وَ اَنْتَ اللّٰهُ اِلٰهُ الْعٰلَمِينَ، وَ اَنْتَ اللّٰهُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ وَاَنْتَ اللّٰهُ كَاشِفُ السُّوءِ، وَاَنْتَ اللّٰهُ بِكَ مُنْزَلُ كُلِّ حَاجَةٍ، يَااللّٰهُ لَيْسَ يَرُدُّ غَضَبَكَ اِلَّا حِلْمُكَ، وَلَا يُنْجِي مِنْ عَذَابِكَ اِلَّا رَحْمَتُكَ، وَلَا يُنْجِي مِنْكَ اِلَّا التَّضَرُّعُ اِلَيْكَ فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ يَااِلٰهِي رَحْمَةً تُغْنِينِي بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ، بِالْقُدْرَةِ الَّتِي بِهَا أَحْيَيْتَ جَمِيعَ مَافِي الْبِلَادِ، وَبِهَا تَنْشُرُ مَيِّتَ الْعِبَادِ، وَلَاتُهْلِكْنِي غَمّاً حَتّٰى تَغْفِرَلِي وَتَرْحَمَنِي وَتُعَرِّفَنِي الْاِسْتِجَابَةَ فِي دُعَائِي، وَاَرْزُقْنِي الْعَافِيَةَ اِلٰى مُنْتَهٰى أَجَلِي، وَأَقِلْنِي عَثْرَتِي، وَلَاتُشْمِتْ بِي عَدُوِّي، وَلَا تُمَكِّنْهُ مِنْ رَقَبَتِي، اَللّٰهُمَّ اِنْ رَفَعْتَنِي فَمَنْ ذَالَّذِي يَضَعُنِي، وَاِنْ وَضَعْتَنِي فَمَنْ ذَالَّذِي يَرْفَعُنِي، وَاِنْ أَهْلَكْتَنِي فَمَنْ ذَالَّذِي يَحُولُ بَيْنَكَ وَبَيْنِي أَوْيَتَعَرَّضُ لَكَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَمْرِي، وَقَدْ عَلِمْتُ أَنْ لَيْسَ فِي حُكْمِكَ ظُلْمٌ، وَلَا فِي نَقِمَتِكَ عَجَلَةٌ، اِنَّمَايَعْجَلُ مَنْ يَخَافُ الْفَوْتَ، وَاِنَّمَا يَحْتَاجُ اِلَى الظُّلْمِ الضَّعِيفُ، وَقَدْ تَعَالَيْتَ عَنْ ذٰلِكَ يَا اِلٰهِي فَلَا تَجْعَلْنِي لِلْبَلَاءِ غَرَضاً، وَلَا لِنَقِمَتِكَ نَصَباً، وَمَهِّلْنِي وَنَفِّسْنِي وَأَقِلْنِي عَثْرَتِي وَلَاتَبْتَغِنِي بِبَلَاءٍ عَلٰى أَثَرِ بَلَاءٍ، فَقَدْ تَرٰى ضُعْفِي وَقِلَّةَ حِيلَتِي، أَسْتَعِيذُ بِكَ اللَّيْلَةَ فَاعِذْنِي، وَأَسْتَجِيرُ بِكَ مِنَ النَّارِ فَاَجِرْنِي، وَأَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ فَلَا تَحْرِمْنِي [نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے جو حلیم اور کریم ہے نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے جو بلند اور عظیم ہے، پاک ومنزہ ہے وہ اللہ جو سات آسمانوں کا رب ہے اور سات زمینوں کا رب ہے اور جو کچھ ان کے اندر اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے۔ اور عرش عظیم کا بھی رب ہے۔ اے اللہ تو ہی وہ اللہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے اور تو ہی وہ اللہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کی زینت ہے اور تو ہی وہ اللہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا حسن و جمال ہے۔ تو ہی وہ اللہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا ستون ہے اور تو ہی وہ اللہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کو قائم رکھنے والا ہے۔ تو ہی وہ اللہ ہے جو فریاد کرنے والوں کی فریاد کو پہنچتا ہے۔ تو ہی وہ اللہ ہے جو مدد چاہنے والوں کی مدد کو پہنچتا ہے تو ہی وہ اللہ ہے جو کرب و تکلیف میں مبتلا لوگوں کی تکلیف کو دور کرتا ہے تو ہی وہ اللہ ہے جو غمزدہ لوگوں کو غم سے نجات دیتا ہے تو ہی وہ اللہ ہے جو مضطر اور بیقرار لوگوں کی دعاؤں قبول کرتا ہے تو ہی وہ اللہ ہے جو تمام عالمین کا اللہ ہے اور تو ہی وہ اللہ ہے جو ہر خاص و عام پر رحم فرماتا ہے۔ تو ہی وہ اللہ ہے جو مصیبتوں کو دور کرنے والا ہے اور تو ہی وہ اللہ ہے جس کے سامنے تمام حاجتیں پیش ہوتی ہیں۔ اے اللہ تیرے غضب کو سوائے تیرے حلم کے کوئی اور رد نہیں کرسکتا۔ اور تیرے عذاب سے سوائے تیری رحمت کے کوئی اور نجات نہیں دلاسکتا اور تجھ سے بچنے کی اور کوئی صورت نہیں سوائے اس کے کہ تجھ سے ہی عاجزی کے ساتھ دعا کی جائے۔ پس اے اللہ مجھ پر اپنی طرف سے اتنی مہربانیاں کر کہ مجھے تیرے سوا کسی اور کی مہربانی کی ضرورت ہی نہ رہے اپنی اس قدرت کے ساتھ جس سے تو نے سارے ممالک (ساری دنیا) کے بسنے والوں کو زندگی دی ہے جس قدرت سے تو تمام بندوں کو محشور کرے گا، مجھے غموں میں مبتلا کر کے ہلاک نہ کر مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما مجھے میری دعا کی قبولیت کی شناخت کرادے اور آخر دم تک عافیت کی روزی عطا فرما میری لغزشوں سے مجھ کو بچا مجھ پر دشمنوں کو طعنہ زنی کا موقع نہ دے انہیں میری گردن پر سوار نہ کر۔ اے اللہ اگر تو مجھے بلند کردے تو کس میں دم ہے جو مجھے پست کرے اور اگر تو مجھے پست کردے تو کسی میں طاقت نہیں جو مجھے بلند کرسکے اور اگر تو مجھے ہلاک کرنا چاہے تو تیرے اور میرے درمیان کوئی حائل نہیں ہوسکتا۔ یا میرے معاملہ میں کون ہے جو تجھے ٹوک سکے۔ اور میں جانتا ہوں کہ تیرے حکم میں ظلم و ناانصافی نہیں ہوتی۔ اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تجھے سزا دینے میں کوئی عجلت نہیں اس لئے کہ عجلت وہ کرتا ہے جس کو موقع کے فوت ہوجانے کا ڈر ہو نیز جو کمزور ہوتا ہے اس کو ظلم کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور اے میرے اللہ تو اس سے بالاتر ہے پس مجھے بلاؤں کا مقصد اور اپنی سزا کا نشانہ نہ بنا۔ مجھے مہلت دے

میرے غم کو دور کر، میری لغزشوں کو نظر انداز کر اور ایک بلا کے بعد دوسری بلا میرے پیچھے نہ لگا تو میری ناتوانی اور ضعف اور قلت تدبیر کو دیکھ رہا ہے۔ میں آج کی شب تیری پناہ چاہتا ہوں مجھے پناہ دیدے۔ میں جہنم سے تیری پناہ چاہتا ہوں مجھے پناہ دے میں جنت کا طالب ہوں مجھے محروم نہ کر] اس کے بعد جو چاہے دعا مانگو اور ستر مرتبہ استغفر اللہ کہو۔

(۱۴۱۲) ابوحمزہ ثمالی سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنی نماز وتر کے آخر میں بحالت قیام کہا کرتے تھے: رَبِّ اَسَاْتُ وَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَبِئْسَ مَاصَنَعْتُ، وَهٰذِهٖ يَدَایَ جَزَاءً بِمَا صَنَعَتَا (پروردگار میں برائی کا مرتکب ہوا میں نے خود اپنے نفس پر ظلم کیا اور جو بھی کیا وہ برا کیا اور میرے یہ دونوں ہاتھ جو کچھ انہوں نے کیا اس کی سزا کیلئے حاضر ہیں)۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے چہرے کے سامنے پھیلائے اور یہ فرمایا: هٰذِهٖ رَقَبَتِیْ خَاضِعَةٌ لَکَ لِمَا اَتَتْ (اور جو کچھ کیا ہے اس پر میری گردن تیرے سامنے جھکی ہوئی ہے)۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد آپ اپنا سر نیچے کرتے اور گردن کے ساتھ جھکا دیتے اور کہتے: وَهَا اَنَا ذَابَیْنَ يَدَیْکَ فَخُذْ لِنَفْسِکَ الرِّضَا مِنْ نَفْسِیْ حَتّٰی تَرْضٰی لَکَ، الْعُتْبٰی لَا اَعُوْدُ لَا اَعُوْدُ لَا اَعُوْدُ [اور لے یہ میں تیرے سامنے حاضر ہوں تو جو چاہے مجھے سزا دے لے تاکہ میری سزا سے تو راضی ہو جائے (میں عہد کرتا ہوں کہ اب) ایسا نہ کروں گا، ایسا نہ کروں گا، ایسا نہ کروں گا]۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ جب یہ کہہ دیا کرتے یہ کام نہ کروں گا تو خدا کی قسم وہ نہیں کرتے تھے۔

(۱۴۱۳) عبدالرحمٰن بن ابوعبداللہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ فرمایا: نماز وتر میں قنوت استغفار ہے اور نماز فریضہ میں دعا ہے۔

(۱۴۱۴) امیرالمومنین علیہ السلام نماز وتر کے اندر قنوت میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ خَلَقْتَنِیْ بِتَقْدِيْرٍ وَتَدْبِيْرٍ وَتَبْصِيْرٍ بِغَيْرِ تَقْصِيْرٍ وَاَخْرَجْتَنِیْ مِنْ ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ بِحَوْلِکَ وَقُوَّتِکَ اُحَاوِلُ الدُّنْيَا ثُمَّ اُزَاوِلُهَا، ثُمَّ اُزَايِلُهَا، وَآتَيْتَنِیْ فِيْهَا الْکَلَاءَ وَالْمَرْعٰی، وَبَصَّرْتَنِیْ فِيْهَا الْهُدٰی، فَنِعْمَ الرَّبُّ اَنْتَ وَنِعْمَ الْمَوْلٰی، فَيَامَنْ کَرَّمَنِیْ وَشَرَّفَنِیْ وَنَعَّمَنِیْ، اَعُوْذُبِکَ مِنَ الزَّقُّوْمِ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْحَمِيْمِ. وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ مَقِيْلٍ فِی النَّارِ بَيْنَ اَطْبَاقِ النَّارِ فِیْ ظَلَالِ النَّارِ يَارَبِّ يَوْمَ النَّارِ يَا رَبَّ النَّارِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ مَقِيْلاً فِی الْجَنَّةِ بَيْنَ اَنْهَارِهَا وَ اَشْجَارِهَا وَ ثِمَارِهَا وَرَيْحَانِهَا وَخَدَمِهَا وَاَزْوَاجِهَا، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ خَيْرَ الْخَيْرِ: رِضْوَانَکَ وَالْجَنَّةَ، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ الشَّرِّ: سَخَطِکَ وَالنَّارِ، هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِبِکَ مِنَ النَّارِ. (تین مرتبہ) اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَوْفَکَ فِیْ جَسَدِیْ کُلِّهٖ، وَاجْعَلْ قَلْبِیْ اَشَدَّ مَخَافَةً لَکَ مِمَّا هُوَ، وَاجْعَلْ لِیْ فِیْ کُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ حَظًّا وَنَصِيْبًا مِنْ عَمَلٍ بِطَاعَتِکَ وَاتِّبَاعِ مَرْضَاتِکَ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ مُنْتَهٰی غَايَتِیْ وَرَجَائِیْ وَمَسْئَلَتِیْ وَطَلِبَتِیْ اَسْاَلُکَ يَا اِلٰهِیْ کَمَالَ الْاِيْمَانِ، وَتَمَامَ الْيَقِيْنِ، وَصِدْقَ التَّوَکُّلِ عَلَيْکَ، وَحُسْنَ الظَّنِّ بِکَ، يَاسَيِّدِیْ اِجْعَلْ اِحْسَانِیْ مُضَاعَفًا، وَصَلَاتِیْ تَضَرُّعًا، وَدُعَائِیْ مُسْتَجَابًا، وَعَمَلِیْ مَقْبُوْلاً، وَسَعْيِیْ مَشْکُوْرًا، وَذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا، وَلَقِّنِیْ مِنْکَ نَضْرَةً وَسُرُوْرًا وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِهٖ. [اے اللہ تو نے مجھے اپنی قدرت و تدبیر اور اپنے علم کے ساتھ بغیر کسی کمی اور کوتاہی کے پیدا کیا۔ اور اپنی قوت وطاقت سے مجھے تین اندھیروں کے درمیان سے نکالا تاکہ میں دنیا کے حصول کی تدبیر کروں اسے حاصل کروں اور پھر اس کو زائل کر دوں، اور تو نے مجھے اس میں سبزے اور چراگاہیں عطا کیں اور اس میں مجھے راستہ دکھایا۔ پس تو کتنا اچھا رب اور کتنا اچھا مالک ہے اور اے وہ ذات کہ جس نے مجھے مکرم کیا مجھے شرف دیا اور مجھے نعمتیں دیں میں تیری پناہ چاہتا ہوں زقوم (کی خوراک) سے اور تیری پناہ چاہتا حمیم (کے پینے) سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں جہنم میں قیلولہ سے جہنم کے طبقوں میں آگ کے سایہ میں جہنم کے دن اے جہنم کے رب۔ اے اللہ میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ میں جنت میں اس کی نہروں اس

کے درختوں اس کے پھلوں اس کے پھولوں وہاں کے خادموں اور وہاں کی ازواج کے درمیان رہوں اور قیلولہ کروں اے اللہ میں تجھ سے طالب ہوں تیرے رضوان اور جنت کا جو اچھی سے اچھی چیز ہے اور تیری پناہ کا طالب ہوں تیری ناراضگی اور جہنم سے جو بدترین چیز ۔ ہے یہ وہ مقام ہے کہ جہاں تک جہنم سے تیری پناہ چاہنے والا کھڑا ہے۔ (تین مرتبہ کہے)

اے اللہ تو اپنا خوف میرے جسم کے سارے رگ و پے میں سمو دے اور میرے دل میں جتنا خوف ہے اور اس کو اور زیادہ اور شدید کر دے اور ہر روز اور ہر رات میرے نصیب و قسمت میں وہ عمل دے جو تیرے احکام کی پیروی کیلئے ہو اور تیری وحی کے مطابق ہو اور مجھے اس کے کرنے میں لذت محسوس ہو۔ اے اللہ تو میرے مقصد، میری امید، میری عافیت وطلب کی انتہا ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کمال ایمان کا، پورے یقین کا اور تجھ پر سچے توکل کا اور تیری طرف سے حسن ظن کا۔ میرے مالک تو میرے اوپر احسان کو کئی گنا بڑھا دے۔ میری نماز میں تضرع و خشوع پیدا کر میری دعا کو قبولیت بخش میرے عمل کو مقبول اور میری سعی کو مشکور قرار دے، میرے گناہوں کی مغفرت فرما اور تیری طرف سے مجھے فرحت و سرور عطا ہو اور رحمت ہو محمد اور ان کی آلؑ پر]

(۱۴۱۵) محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: قنوت ہر دوسری رکعت میں ہے خواہ وہ نماز نافلہ ہو خواہ نماز فریضہ۔

(۱۴۱۶) نیز ان ہی جناب علیہ السلام سے زرارہ نے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: قنوت ہر نماز میں ہے۔

(۱۴۱۷) ابان بن عثمان نے حلبی سے روایت کی ہے کہ اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا میں نماز میں ائمہ کا نام لوں؟ آپؑ نے فرمایا: ان سب کا اجمالی طور پر ذکر کرو (یعنی آل محمدؑ کہا کرو)۔

(۱۴۱۸) نیز آپؑ نے فرمایا: جو کچھ تم نماز میں اپنے رب سے مناجات کرو گے اس کا شمار کلام میں نہیں ہے۔

(۱۴۱۹) ابی ولاد حفص بن سالم حناط سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپؑ نے فرمایا: کوئی مضائقہ نہیں اگر آدمی وتر (شفع) کی دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر لے پھر اپنی کسی ضرورت کو پورا کرے اور واپس آکر ایک رکعت (وتر) پڑھ لے۔

اور کوئی مضائقہ نہیں اگر کوئی شخص وتر (شفع) کی دو رکعت پڑھے پھر پانی پیئے، بات چیت کرے، حجامت کرے اور اپنی کوئی ضرورت پوری کرے اور پھر سے وضو کرے اور صبح کی نماز سے پہلے بقیہ ایک رکعت نماز وتر والی پڑھ لے۔

(۱۴۲۰) اور معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نماز وتر میں قنوت کے متعلق دریافت کیا تو آنجنابؑ نے فرمایا: قنوت قبل رکوع ہے۔ راوی نے کہا: اور اگر میں بھول جاؤں اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد قنوت پڑھوں؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جو شخص قنوت پڑھنا بھول جائے اور رکوع میں چلا جائے تو اس کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ رکوع سے سر اٹھانے کے بعد قنوت پڑھے۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس کو نماز وتر اور نماز صبح میں منع فرمایا ہے عامہ کے برخلاف اس لئے کہ وہ ان دونوں نمازوں میں رکوع کے بعد قنوت پڑھتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ تمام نمازوں میں اس کی کوئی قید نہیں اس لئے کہ جمہور عامہ ان میں قنوت نہیں پڑھتے۔ پھر جب انسان نماز وتر سے فارغ ہو تو دو رکعت فجر کی نماز پڑھے۔

(۱۴۲۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: نماز فجر کی دو رکعتیں فجر سے قبل، اس سے ذرا قریب یا اس سے ذرا دور پڑھو اور پہلی رکعت میں سورۂ الحمد اور قل یا ایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ الحمد اور قل ھو اللہ احد پڑھو اور انسان کیلئے یہ جائز ہے کہ نماز شب کے ساتھ ان دونوں رکعتوں

کو بطور حاشیہ ملادے [۱] اور یہ جتنی بھی نماز فجر سے قریب ہو افضل ہے اور جب فجر طلوع ہو جائے تو صبح کی نماز (نافلہ) پڑھو اور نماز فجر اور نماز صبح کے درمیان ذرا آرام کر لینا افضل ہے اور تمہارے لئے یہ بھی جائز ہے کہ صرف سلام پڑھ لو۔

(۱۴۲۲) چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ سلام سے زیادہ اور کون سی چیز نماز کو زیادہ قطع کرنے والی ہے۔

(۱۴۲۳) اور سعید اعرج سے روایت کی گئی ہے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مولا میں آپ پر قربان میں نماز وتر پڑھنے میں مشغول ہوتا ہوں اور روزہ رکھنے کا بھی ارادہ ہوتا ہے اور دعا میں لگا رہتا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ کہیں فجر طلوع نہ ہو جائے اور مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ اپنی دعا کا سلسلہ منقطع کر کے پانی پی لوں جبکہ پانی کا برتن میرے آگے ہی رکھا ہوتا ہے؟ تو آپ نے مجھ سے فرمایا: ایک یا دو قدم آگے بڑھ کر پانی پی لو اور اپنی جگہ واپس آجاؤ اور اپنی دعا کا سلسلہ منقطع نہ کرو۔

(۱۴۲۴) زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب تم نماز وتر کا سلام پڑھ چکو تو یہ تین مرتبہ کہو: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ (پاک اور منزہ ہے میرا رب جو مالک ہے ہر عیب سے بری ہے صاحب قوت و صاحب حکمت ہے) اس کے بعد یہ کہو: يَا حَيُّ يَاقَيُّومُ يَابَرُّ يَا رَحِيمُ يَا غَنِيُّ يَاكَرِيمُ ارْزُقْنِي مِنَ التِّجَارَةِ أَعْظَمَهَا فَضْلًا وَ أَوْسَعَهَا رِزْقاً، وَخَيْرَ هَالِيْ عَاقِبَةً، فَإِنَّهُ لَاخَيْرَ فِيمَا لَاعَاقِبَةَ لَهُ (اے زندہ اے ہمیشہ قائم رہنے والے غنی اے کریم مجھے ایسی تجارت کی روزی عطا کر جو سب سے افضل ہو، رزق میں سب سے زیادہ وسیع ہو اور اس کا انجام میرے لئے بہتر ہو اس لئے کہ اس چیز میں کوئی بھلائی نہیں جس کا انجام بھلا نہ ہو)۔

باب دو رکعت نماز فجر اور دو رکعت نماز صبح کے درمیان ذرا آرام کرتے وقت میں دعا

دو رکعت نماز فجر اور دو رکعت نماز صبح کے درمیان دائیں کروٹ قبلہ رو ہو کر ذرا لیٹ رہو اور لیٹے ہی لیٹے یہ کہو: اسْتَمْسَكْتُ بِعُرْوَةِ اللّٰهِ الْوُثْقَى الَّتِي لَا انْفِصَامَ لَهَا، وَاعْتَصَمْتُ بِحَبْلِ اللّٰهِ الْمَتِينِ، وَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ فَسَقَةِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ، وَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ فَسَقَةِ الْجِنِّ وَالْانْسِ، سُبْحَانَ رَبِّ الصَّبَاحِ، فَالِقِ الْاَصْبَاحِ، سُبْحَانَ رَبِّ الصَّبَاحِ، فَالِقِ الْاَصْبَاحِ، سُبْحَانَ رَبِّ الصَّبَاحِ فَالِقِ الْاَصْبَاحِ (میں ایسی مضبوط رسی سے متمسک ہوں جو کبھی نہ ٹوٹے گی۔ میں نے اللہ کی مضبوط رسی کو پکڑا ہوا ہے۔ میں عرب و عجم کے فاسقوں کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اور فاسق جنوں اور انسانوں کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ پاک اور منزہ ہے صبح کا پروردگار اور ہر صبح کا شگافتہ کرنے والا۔ پاک منزہ ہے صبح کا پروردگار اور ہر صبح کا شگافتہ کرنے والا پاک و منزہ ہے صبح کا پروردگار اور ہر صبح کا شگافتہ کرنے والا۔ پاک و منزہ ہے صبح کا پروردگار اور ہر صبح کا شگافتہ کرنے والا) اس کے بعد یہ کہو: بِسْمِ اللّٰهِ وَضَعْتُ جَنْبِيْ لِلّٰهِ، فَوَّضْتُ أَمْرِيْ إِلَى اللّٰهِ أَطْلُبُ حَاجَتِيْ مِنَ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْراً، اَللّٰهُمَّ وَمَنْ أَصْبَحَ وَحَاجَتُهُ إِلَى مَخْلُوقٍ فَإِنَّ حَاجَتِيْ وَرَغْبَتِيْ إِلَيْكَ [اللہ کے نام سے میں نے اپنا پہلو اللہ کیلئے ڈال دیا ہے اور اپنا کام اللہ کے سپرد کر دیا ہے میں اپنی حاجت اس سے طلب کرتا ہوں اور اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں میرے لئے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین مددگار ہے۔ جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے گا اللہ اس کے لئے کافی ہوگا۔ بیشک اللہ تعالیٰ اس کے کام کو پورا کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کی ایک مقدار مقرر کر دی ہے۔ اے اللہ اگر کوئی شخص صبح کرے اور اس کی حاجت کسی مخلوق کی طرف ہو تو (ہوا کرے) مگر میری حاجت اور میری رغبت تو تیری طرف] اس کے بعد سورۂ آل عمران کی آخری پانچ آیتیں۔ ان فی خلق السموات

---

[۱] شیخ نے تہذیب ج ۲ ص ۱۳۳ پر صحیح حدیث میں بزنطی سے روایت کی ہے کہ کہا: میں نے رضا علیہ السلام سے صبح سے پہلے نماز فجر کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا: ان دونوں (رکعتوں) کو نماز شب کے ساتھ ملا دو۔

والارض سے لے کر انک لاتخلف المیعاد تک پڑھو۔[1]

پھر محمد اور ان کی آل پر سو مرتبہ درود بھیجو اس لئے کہ

(۱۴۲۵) روایت کی گئی ہے کہ جو شخص فجر کی دو رکعتوں اور صبح کی دو رکعتوں کے درمیان سو مرتبہ محمد اور ان کی آل پر درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو جہنم کی تپش سے بچائے گا اور جو شخص سو مرتبہ کہے گا سبحان ربی العظیم وبحمدہ استغفر اللہ ربی و اتوب الیہ تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دیگا اور جو شخص اکیس مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے گا اللہ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دیگا۔ اور اگر چالیس (۴۰) مرتبہ پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیگا۔

باب وہ مواقع کہ جہاں سورۂ قل ھو اللہ احد اور سورۂ قل یا ایھا الکافرون پڑھنا مستحب ہے

(۱۴۲۶) سورۂ قل ھو اللہ احد اور سورۂ قل یا ایھا الکافرون کا پڑھنا سات مقامات پر نہ چھوڑو:

۱۔ نماز شب کی ابتدائی دو رکعتوں میں،

۲۔ ان دو رکعتوں میں جو فجر کے پہلے پڑھی جاتی ہیں،

۳۔ وقت زوال کی دو رکعتیں،

۴۔ بعد مغرب کی دو رکعتیں،

۵۔ طواف کعبہ کی دو رکعتیں،

۶۔ احرام کی دو رکعتیں،

۷۔ صبح کی دو رکعت جب تم صبح کو اُٹھو۔[2]

باب نوافل میں سے افضل کی ترتیب

میرے والد رضی اللہ عنہ نے جو رسالہ مجھے بھیجا تھا اس میں تحریر فرمایا کہ اے فرزند تم پر واضح ہو کہ نوافل میں سب سے افضل فجر کی دو رکعتیں ہیں اور ان دونوں کے بعد وتر کی ایک رکعت اور اس کے بعد زوال کے وقت کے دو رکعت اور ان دونوں کے بعد مغرب کے نوافل اس کے بعد تمام شب کے نوافل اور اس کے بعد سارے دن کے نوافل۔

باب نماز شب کی قضا

(۱۴۲۷) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب کبھی تمہاری نماز شب فوت ہو جائے تو اس کی قضا دن کو پڑھ لیا کرو چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وھو الذی جعل اللیل والنھار خلفۃ لمن اراد ان یذکر او اراد شکورا۔[3]

(سورۂ الفرقان آیت نمبر ۶۲) (اور وہی خدا ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا جانشین بنایا یہ اس کیلئے ہے جو ذکر کرنا چاہے یا شکر گزاری کا ارادہ کرے) یعنی اگر رات میں کسی کی کوئی نماز فوت ہو جائے تو وہ دن میں اس کی قضا پڑھے اور اگر دن میں کوئی نماز فوت ہو جائے تو رات میں اس کی قضا

۱۔ شیخ نے اسے 'تہذیب' ج ۱ ص ۱۴۷ پر تقدیم وتاخیر اور زیادتی اور کمی کے ساتھ سلیمان ابن خالد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے روایت کی ہے ابوعبداللہ علیہ السلام سے۔

۲۔ کلینی نے 'کافی' ج ۳ ص ۳۱۶ پر اور شیخ نے 'تہذیب' ج ۱ ص ۱۵۵ پر اس مضمون کو معاذ بن مسلم سے نقل کیا ہے اور انہوں نے حضرت صادق علیہ السلام سے۔

۳۔ شیخ نے 'تہذیب' ج ۱ ص ۲۱۴ میں عنبسہ العابد کی موثق حدیث میں اسے بیان کیا ہے۔

پڑھے اور اگر تمہاری شب کی نماز فوت ہو جائے تو اس کی قضا دن یا رات جس وقت چاہو پڑھو بشرطیکہ نماز فریضہ کا وقت نہ ہو۔ اور اگر تمہاری کوئی نماز فریضہ فوت ہوئی ہے تو جب تمہیں یاد آئے اس وقت پڑھ لو اور اگر تمہیں کسی دوسری نماز فریضہ کے وقت یاد آئے تو پہلے اس نماز فریضہ کو پڑھ لو جس کا وقت ہے پھر فوت شدہ نماز پڑھو۔

(۱۴۲۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: نماز شب کی قضا بعد نماز صبح اور بعد نماز عصر آل محمدؐ کے اسرار مخزونہ میں سے ہے۔

اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنا منع ہے اس لئے کہ آفتاب شیطان کے دونوں سینگھوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے اور شیطان کے دونوں سینگھوں کے درمیان غروب ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے مشائخ کی ایک جماعت نے یہ روایت کی ہے:

(۱۴۲۹) ابی الحسین محمد بن جعفر اسدی نے روایت کی کہ سائل کے جواب میں جو خطوط محمد بن عثمان عمری قدس اللہ روحہ کے پاس آئے ان میں یہ بھی تھا کہ تم نے طلوع آفتاب و غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنے کے متعلق جو دریافت کیا ہے۔ تو اگر جیسا یہ لوگ کہتے ہیں ایسا ہی ہے کہ آفتاب شیطان کے سینگھوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے اور شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے تو پھر شیطان کی ناک رگڑنے کیلئے نماز سے افضل اور بہتر اور کیا چیز ہے لہٰذا نماز پڑھو اور اس کی ناک رگڑ دو۔

(۱۴۳۰) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو بندہ نماز شب کی قضا دن کو پڑھ لیتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ کے سامنے فخر کرتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے ملائکہ میرے اس بندے کو دیکھو کہ یہ اس نماز کی قضا پڑھ رہا ہے جو میں نے اس پر فرض نہیں کی تم لوگ گواہ رہنا کہ میں نے اس کی مغفرت کر دی۔

(۱۴۳۱) اور برید بن معاویہ عجلی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: نماز شب کی قضا پڑھنے کا افضل ترین وقت وہ ہے کہ جس وہ فوت ہوئی ہے یعنی شب کے آخری حصہ میں اور اگر تم اس کی قضا دن میں بھی پڑھو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور زوال آفتاب سے پہلے پڑھو۔

(۱۴۳۲) مرازم بن حکیم ازدی سے روایت کی گئی ہے، اس کا بیان ہے کہ میں چار مہینہ تک ایسا بیمار رہا کہ نماز نافلہ نہ پڑھ سکا تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: مولا میں چار ماہ تک بیمار رہا اور کوئی نماز نافلہ نہ پڑھ سکا۔ آپؑ نے فرمایا: تم پر اس کی قضا نہیں مریض ہرگز صحتمند کے مانند نہیں ہے جس اللہ نے تجھ پر مرض غالب کر دیا ہے تو وہی عذر قبول کرنے کا زیادہ سزاوار ہے۔

(۱۴۳۳) محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے، اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے عرض کیا کہ ایک شخص بیمار رہا اور اس نے نماز نافلہ ترک کر دی؟ آپؑ نے فرمایا: اے محمد اس پر اس کی قضا فرض نہیں ہے۔ اور اگر وہ قضا پڑھ لے اچھا کرے گا اور اگر نہیں پڑھتا تو اس پر کچھ نہیں ہے۔

(۱۴۳۴) اور سلیمان بن خالد نے آنجنابؑ سے نماز وتر کی قضا کی متعلق دریافت کیا کہ بعد ظہر پڑھی جائے تو آپؑ نے فرمایا: وتر کے وقت اس کی قضا بھی پڑھو جس وقت وہ فوت ہوئی ہے ہمیشہ۔

(۱۴۳۵) اور حماد بن عثمان نے آپؑ سے دریافت کیا کہ میں نے نماز وتر نہیں پڑھی اور صبح ہوگئی حتی کہ رات تک نہیں پڑھ سکا اب اس کی قضا کیسے پڑھوں؟ آپؑ نے فرمایا: مثل کے ساتھ مثل پڑھو۔

(۱۴۳۶) حریز نے آپؑ سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: میرے والد علیہ السلام کبھی کبھی ایک رات میں بیس (۲۰) وتر پڑھا کرتے تھے۔

(۱۴۳۷) عبداللہ بن مغیرہ نے حضرت ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے ایک ایسے شخص کے لئے دریافت کیا کہ جس سے نماز وتر فوت ہوگئی آپ

نے فرمایا: وہ اس کی وتر ہی کے وقت قضا پڑھے ہمیشہ۔

باب صبح کی شناخت اور اس کو دیکھنے کے وقت کی دعا

(۱۴۳۸) علی بن عطیہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: فجر وہ ہے جسے تم (مشرق میں) دیکھتے ہو کہ اچانک نمودار ہو جاتی جیسے نہر سوری کی سفیدی ہو۔

(۱۴۳۹) اور روایت کی گئی ہے کہ نماز صبح کا وقت جب فجر نمودار ہو جائے اور اس کی روشنی اچھی طرح ہو جائے۔[۱]

اور فجر وہ ہے جو یک بیک نمودار ہوتی ہے جیسے شیر یا بھیڑیے کی دم ہو اور یہ فجر کاذب ہے اور فجر صادق سو وہ اس طرح ظاہر ہوتی ہے جیسے ایک قبطی چادر۔

(۱۴۴۰) عمار بن موسیٰ ساباطی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب فجر طلوع ہو تو تم کہو: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَالِقِ الْاِصْبَاحِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْمَسَاءِ وَالصَّبَاحِ اَللّٰهُمَّ صَبِّحْ آلَ مُحَمَّدٍ بِبَرَكَةٍ وَعَافِيَةٍ وَسُرُوْرٍ وَقُرَّةِ عَيْنٍ، اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تُنْزِلُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَاتَشَاءُ فَاَنْزِلْ عَلَيَّ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِيْ مِنْ بَرَكَةِ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ رِزْقًا حَلَالًا طَيِّبًا وَاسِعًا تُغْنِيْنِيْ بِهٖ عَنْ جَمِيْعِ خَلْقِكَ (حمد اس اللہ کی جو صبح کی پو پھاڑنے والا ہے۔ پاک اور منزہ ہے شام و صبح کا پروردگار۔ اے اللہ تو آل محمدؐ کی صبح برکت دعافیت و سرور و خنکی چشم کے ساتھ کر۔ اے اللہ تو ہر صبح و شام جو چاہتا ہے نازل فرماتا ہے پس مجھ پر اور میرے اہل خانہ پر آسمانوں اور زمینوں کی برکتوں میں سے حلال وطیب اور وسیع رزق نازل فرما جس کی وجہ سے میں تیری تمام مخلوق سے بے نیاز ہو جاؤں)۔

باب نماز صبح کے بعد سونا مکروہ ہے

(۱۴۴۱) علاء نے محمد بن مسلم سے اور انہوں نے دونوں ائمہ علیہما السلام میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے کہ اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے صبح کے بعد سونے کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس وقت رزق تقسیم کیا جاتا ہے میں اس وقت کسی شخص کے سونے کو مکروہ سمجھتا ہوں۔

(۱۴۴۲) جابر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: ابلیس اپنے رات کے لشکر کو غروب آفتاب سے لے کر غروب شفق تک ہر طرف پھیلا دیتا ہے اور اپنے دن کا لشکر طلوع فجر سے لے کر طلوع آفتاب تک پھیلا دیتا ہے اور آپ نے بیان کیا کہ نبیؐ، علیؑ سے فرمایا کرتے تھے کہ ان دونوں ساعتوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ کیا کرو۔ اور ابلیس اور اس کے لشکر کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہا کرو ان دونوں ساعتوں میں اپنے بچوں کی حفاظت کیا کرو اس لئے کہ یہ دونوں ساعتیں غفلت کی ہوتی ہے۔

(۱۴۴۳) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: صبح کا سونا منحوس ہے یہ رزق کو دور کرتا ہے، انسان کے چہرے کا رنگ زرد، بدنما اور متغیر کر دیتا ہے، اور یہ سونا تو بالکل منحوس ہے اللہ تعالیٰ طلوع فجر او طلوع آفتاب کے درمیان رزق تقسیم فرماتا ہے لہٰذا اس وقت کے سونے سے پرہیز کرو۔

(۱۴۴۴) امام محمد باقرؑ نے فرمایا: دن کے ابتدائی حصہ میں سونا جہل وفقر ہے، دوپہر کا سونا اور قیلولہ کرنا نعمت ہے، بعدِ عصر سونا حماقت ہے اور مغرب اور عشاء کے درمیان سونا رزق سے محروم کر دیتا ہے۔

---

[۱] شیخ نے اپنی اسناد سے حریز سے، انہوں نے زرارہ سے اور انہوں نے ابو جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: رسول اللہ صبح کی دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ فجر وہ۔ کہ جب نمودار ہو جائے تو روشنی اچھی طرح سے پھیل جائے۔

اور سونا چار قسم کا ہے [1] انبیاء اپنی پشت کے بل سوتے ہیں وحی اور مناجات کے لئے۔
مومنین اپنی دائیں کروٹ سوتے ہیں، کفار کا سونا ان کے بائیں کروٹ کا ہے اور شیاطین کا سونا منہ کے بل ہوتا ہے۔

(۱۴۴۵) حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: اگر تم لوگ کسی کو منہ کے بل سوتا دیکھو تو اسے جگا دو۔

(۱۴۴۶) نیز آپؑ نے فرمایا: اللہ کو تین چیزیں ناپسند ہیں: بغیر کسی بیداری کے نیند، بغیر کسی حیرت و تعجب کے ہنسی اور پیٹ بھرے پر کھانا [2]

(۱۴۴۷) ایک اعرابی رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہؐ میری یادداشت پہلے اچھی تھی مگر اب بھول جاتا ہوں۔ آپؐ نے پوچھا: کیا پہلے قیلولہ کرتے تھے؟ اس نے کہا: جی ہاں! فرمایا: کیا اب تم نے چھوڑ دیا؟۔ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپؐ نے کہا: دوبارہ کرنے لگو۔ اس نے دوبارہ قیلولہ شروع کیا تو اس کا حافظہ پلٹ آیا۔ [3]

(۱۴۴۸) اور ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: پانچ اشخاص کو نیند نہیں آتی۔ وہ شخص جس نے کسی کا خون بہایا ہو، وہ شخص جس کے پاس مال بہت ہو مگر اس کے پاس کوئی امین نہ ہو، وہ شخص جس نے مال دنیا کیلئے لوگوں سے جھوٹ اور فریب کی باتیں کی ہوں، وہ شخص جس پر لوگوں کا قرض بہت زیادہ ہو مگر اس کے پاس کچھ مال نہ ہو، وہ شخص جو کسی سے محبت کرے اور اس کی جدائی متوقع ہو۔ [4]

(۱۴۴۹) روایت کی گئی ہے کہ دوپہر کے وقت قیلولہ کرو اللہ تعالیٰ روزہ دار کو خواب ہی میں کھلا پلا دیتا ہے۔

(۱۴۵۰) اور روایت کی گئی ہے کہ قیلولہ کرو اس لئے کہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا۔

(۱۴۵۱) امام علیہ السلام نے فرمایا: صبح کے وقت کا سونا منحوس ہے وہ انسان کو رزق سے محروم اور اس کے چہرے کے رنگ کو زرد کر دیتا ہے۔ اور طلوع فجر و طلوع آفتاب کے درمیان بنی اسرائیل پر من وسلویٰ نازل ہوا کرتا تھا چنانچہ جو شخص اس وقت سوتا رہتا اس کا حصہ نازل نہیں ہوتا تھا اور جب بیدار ہوتا اور دیکھتا کہ اس کا حصہ نازل نہیں ہوا تو اسے کسی دوسرے سے مانگنا پڑتا تھا۔ [5]

(۱۴۵۲) امام رضا علیہ السلام نے قول خدا: فالمقسمت امرا (پھر ایک ضروری شے کو تقسیم کرتی ہیں) (سورۃ الذاریات آیت نمبر ۴) کے متعلق فرمایا: اس سے مراد ملائکہ ہیں جو نبی آدم پر رزق تقسیم کرتے ہیں فجر اور طلوع آفتاب کے درمیان چنانچہ جو اس وقت سویا سمجھ لو کہ وہ رزق ہی سے سو گیا۔

(۱۴۵۳) اور معمر بن خلاد نے حضرت امام ابوالحسن رضا علیہ السلام سے روایت کی اس وقت کہ جب آپ خراسان میں تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب آپؑ صبح کی نماز پڑھتے تو طلوع آفتاب تک اپنے مصلیٰ پر بیٹھے رہتے اس کے بعد آپؑ کے پاس ایک تھیلا لایا جاتا جس میں بہت سی مسواکیں ہوتی تھیں

---

[1] یہ کہنا کہ اور سونا چار قسم کا ہوتا ہے۔ قوی احتمال ہے کہ مولف کا کلام ہو جسے انہوں نے دو حدیثوں سے اخذ کیا ہو۔ ان میں سے ایک 'عیون' اور 'خصال' ص ۱۳۸ (اردو ترجمہ) پر امام رضاؑ اپنے آباء سے اور وہ امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا: سونا چار قسم کا ہے۔۔۔۔ تا آخر۔ اور یہ ایک شامی شخص کے سوال کے جواب میں تھا۔ اور دوسری حدیث وہ ہے جسے کلینی نے 'کافی' ج ۱ ص ۵۱۳ پر احمد بن اسحاق سے اور انہوں نے ابو محمد امام عسکری علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ کہا: میں نے عرض کیا اے میرے سردار ہم سے آپ کے آباؤ اجداد کے حوالے سے روایت کی گئی ہے کہ انبیاء کا سونا ان کی پشت کے بل ہوتا تھا، مومن کا سونا دائیں کروٹ ہوتا ہے اور منافقین کا سونا بائیں کروٹ ہوتا ہے اور شیاطین منہ کے بل اوندھے سوتے ہیں۔ فرمایا: ایسا ہی ہے۔

[2] مولف نے اسے 'خصال' میں (اردو ترجمہ ص ۶۴ پر) مجہول اور مرسل سند سے روایت کیا ہے۔

[3] حمیری نے 'قرب الاسناد' ص ۳۴ پر مسند حدیث میں امام جعفرؑ سے اور آنجنابؑ نے اپنے والد گرامی سے دوسرے الفاظ میں اسے بیان کیا ہے۔

[4] مؤلف نے سند حسن سے اسے 'خصال' (اردو ترجمہ ص ۱۵۴) میں نقل کیا ہے۔

[5] شیخ رحمہ اللہ نے 'تہذیب' ج ۱ ص ۲۷۱ پر مسند حدیث میں اضافہ اور کچھ اختلاف کے ساتھ اسے بیان کیا ہے۔

اور آپؑ ایک مسواک کے بعد دوسری مسواک کرنا شروع کرتے اس کے بعد آپؑ کے پاس کندر حاضر کیا جاتا اور آپؑ اس کو چباتے پھر اسے چھوڑ دیتے تو مصحف (قرآن مجید) حاضر کیا جاتا اور آپؑ اس کی تلاوت کرتے۔

(۱۴۵۴) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص نماز فجر سے لے کر طلوع آفتاب تک اپنے مصلے پر بیٹھے گا اس کو اللہ تعالیٰ جہنم سے بچا لے گا۔

باب نماز عیدین

(۱۴۵۵) جمیل بن دراج نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: نماز عیدین فریضہ ہے اور نماز کسوف بھی فریضہ ہے۔ یعنی یہ دونوں چھوٹے فریضہ ہیں اور چھوٹے فریضے حریز کی روایت کی بنا پر سنت ہیں۔

(۱۴۵۶) زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: عیدین کی نماز بغیر امام کی معیت میں سنت ہے اور اس روز زوال تک نہ ان دونوں سے پہلے نہ ان دونوں کے بعد کوئی نماز ہے۔ اور عید کا وجوب صرف امام عادل کے ساتھ ہے۔

(۱۴۵۷) سماعہ بن مہران نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: عیدین کی نماز بغیر امام کے نہیں ہے اور اگر تم تنہا پڑھو تو کوئی حرج نہیں۔

(۱۴۵۸) زرارہ بن اعین نے امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا: یوم فطر و اضحیٰ کی نماز بغیر امام (عادل) کے نہیں ہے۔

(۱۴۵۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نماز اضحیٰ اور نماز فطر کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: ان دونوں میں دو رکعتیں پڑھو خواہ جماعت کے ساتھ ہو خواہ بغیر جماعت کے اور سات اور پانچ تکبیریں کہو۔

(۱۴۶۰) منصور بن حازم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے بیان کیا کہ میرے پدر بزرگوار ایک مرتبہ یوم اضحیٰ پر بیمار تھے تو آپؑ نے اپنے گھر ہی دو رکعت نماز پڑھی اور قربانی کی۔

(۱۴۶۱) اور جعفر بن بشیر نے عبداللہ بن سنان سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص عیدین میں لوگوں کے ساتھ جماعت میں حاضر نہیں ہو سکتا تو اس کو چاہیے کہ غسل کرے اور جو خوشبو ہو وہ لگائے اور اپنے گھر میں نماز پڑھے جیسا کہ وہ جماعت کے ساتھ پڑھتا۔

(۱۴۶۲) ہارون بن حمزہ غنوی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: یوم فطر اور یوم اضحیٰ کو (نماز پڑھنے) صحرا کی طرف جانا اچھا ہے اگر کوئی شخص جا سکے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: آپؑ کی رائے کیا ہے اگر کوئی شخص بیمار ہو اور صحرا کی طرف نہ جا سکے تو کیا وہ اپنے گھر میں نماز پڑھ لے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں (یہ واجب نہیں ہے)۔

(۱۴۶۳) ابن مغیرہ نے قاسم بن ولید سے روایت کی اس نے کہا کہ میں نے آنجناب علیہ السلام سے غسل یوم اضحیٰ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: سوائے منیٰ کے اور کہیں واجب نہیں ہے۔

(۱۴۶۴) اور روایت کی گئی ہے کہ غسل عیدین سنت ہے۔

(۱۴۶۵) حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ کیا عورت کے لئے یوم جمعہ، عید الفطر اور عید الضحیٰ اور عرفہ کا غسل ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اس کے لئے بھی ہر غسل ہے۔

اور یہ ایک سنت رائج ہے کہ یوم فطر انسان نماز کیلئے عیدگاہ جانے سے پہلے کچھ کھائے اور یوم اضحیٰ نماز کیلئے عیدگاہ جانے سے پہلے کچھ نہ

کھائے۔

(۱۴۶۶) اور حضرت علی علیہ السلام یوم فطر نماز کیلئے جانے سے پہلے کچھ کھالیا کرتے تھے اور یوم اضحیٰ نماز کیلئے جانے سے پہلے کچھ نہ کھاتے تھے جب تک کہ جانور ذبح نہ کرلیں۔

(۱۴۶۷) حریز نے زرارہ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تم (نماز کیلئے) یوم فطر نہ نکلو جب تک کہ کچھ کھانہ لو۔ اور یوم اضحیٰ کچھ نہ کھاؤ جب تک کہ اپنی کی ہوئی قربانی کا گوشت نہ کھالو۔ اور قربانی کا جانور تمہاری استطاعت پر ہے اگر استطاعت نہیں ہے تو معذور ہو۔

راوی کا بیان ہے کہ آپؑ نے فرمایا: حضرت امیر المومنین یوم الضحیٰ اس وقت تک نہیں کھاتے جب تک کہ اپنی کی ہوئی قربانی کا گوشت نہ کھالیتے۔ اور یوم الفطر اس وقت تک نماز کیلئے نہ جاتے جب تک کچھ کھانہ لیں اور نہ فطرہ نہ ادا کرلیں پھر آپؑ نے فرمایا: اسی طرح ہم لوگ بھی کرتے ہیں۔

(۱۴۶۸) حفص بن غیاث نے حضرت امام جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تمام اہل دیار و امصار پر یہ سنت ہے کہ وہ عیدین کی نماز کیلئے اپنی آبادی سے باہر کہیں نکلیں سوائے اہل مکہ کے اس لئے کہ وہ مسجد الحرام میں نماز پڑھیں گے۔

(۱۴۶۹) اور علی بن رئاب نے ابو بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: نامناسب ہے کہ عیدین کی نماز کسی چھت والی مسجد میں یا کسی مکان میں پڑھی جائے بلکہ مناسب یہ ہے کہ صحرا میں یا کسی کھلی جگہ پڑھی جائے۔

(۱۴۷۰) حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب آپؑ نماز فطر یا نماز اضحیٰ کیلئے نکلتے تو نماز پڑھنے کیلئے کوئی فرش یا چٹائی لانے کو منع کردیتے اور فرمایا کرتے کہ یہ وہ دن ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکلتے تو اوپر آسمان ہوتا اور آپؑ اپنی پیشانی زمین پر رکھدیا کرتے۔

(۱۴۷۱) اسماعیل بن جابر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا آپؑ کی رائے میں نماز عیدین کیلئے اذان واقامت ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ان دونوں میں اذان واقامت نہیں ہے بلکہ تین مرتبہ الصلوٰۃ الصلاۃ کی منادی کی جائے گی اور ان دونوں میں منبر بھی نہیں اور منبر اپنی جگہ سے نہیں ہٹایا جاتا بلکہ امام کیلئے مٹی سے منبر کے مشابہہ ایک بلند جگہ بنادی جاتی ہے وہ اس پر کھڑا ہوتا ہے اور لوگوں کو خطبہ دیتا ہے پھر اُتر آتا ہے۔

(۱۴۷۲) حریز نے زرارہ سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر تمہاری نماز وتر فوت ہوگئی ہے تو عیدین کی شب میں اس کی قضا نہ پڑھو جب تک کہ اس دن ظہر کی نماز نہ پڑھ لو۔

(۱۴۷۳) محمد بن فضل ہاشمی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: عیدین کے دن نماز کیلئے نکلنے سے پہلے دو رکعت نماز سنت سوائے مدینہ کے اور کسی جگہ نہیں پڑھی جائے گی اور اس کو مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پڑھیں گے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کیا تھا۔

(۱۴۷۴) اسماعیل بن مسلم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک بڑا سا ڈنڈا تھا جس کے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا تھا جس پر آپؑ ٹیک لگایا کرتے، عیدین میں اس کو نکالتے اور اس کو قبلہ کے رخ سامنے کھڑا کرکے نماز پڑھتے۔

(۱۴۷۵) حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اگر عید الفطر یا عید الاضحیٰ جمعہ کے دن پڑ جائے؟ آپؑ نے فرمایا: یہ ایک مرتبہ

حضرت علی علیہ السلام کے دور خلافت میں پڑ گیا تو آپؑ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے لئے آنا چاہتا ہے وہ آئے اور جو بیٹھ رہے تو اس کے لئے کوئی مضرت نہیں وہ ظہر کی نماز پڑھ لے اور حضرت علی علیہ السلام نے ان دونوں خطبوں میں خطبہ عید اور خطبہ جمعہ کو جمع فرمالیا تھا۔

(۱۴۷۶) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک مرتبہ قول خدا : قد افلح من تزکی (وہ فلاح پا گیا جس نے زکوٰۃ ادا کردی (سورۃ الاعلیٰ آیت ۱۴) کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: (یہ اس کیلئے ہے) جس نے فطرہ نکال دیا۔ پھر عرض کیا گیا: و ذکر اسم ربہ فصلی (جس نے اپنے رب کا ذکر کیا اور نماز پڑھی) اس سے کیا مراد؟ آپؑ نے فرمایا: جو عید گاہ کیلئے نکلے اور نماز پڑھے۔

(۱۴۷۷) اور سکونی کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عید کی نماز کیلئے نکلتے تو جس راستے سے جاتے پھر اس راستے سے واپس نہیں آتے بلکہ دوسرے راستے سے واپس آتے تھے۔

(۱۴۷۸) ابوبصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ عید کے دن جب تمہارا کوچ کا ارادہ ہو اور فجر نمودار ہو جائے تو تم جس شہر میں ہو وہاں سے نہ نکلو جب تک وہاں کی عید کی نماز میں شریک نہ ہو لو۔

(۱۴۷۹) سعد بن سعد نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے مکہ وغیرہ کے مسافر کے متعلق روایت کی ہے کہ پوچھا گیا کہ کیا اس پر نماز عیدین یعنی نماز فطر اور نماز اضحیٰ ہے تو آپؑ نے فرمایا: ہاں سوائے منیٰ میں قربانی کے دن کے۔

(۱۴۸۰) جابر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب ماہ شوال کی پہلی تاریخ ہوتی ہے تو ایک منادی ندا کرتا ہے کہ اے اہل ایمان اپنے اپنے انعام اور جائزہ کیلئے چلو۔ پھر فرمایا: اے جابر اللہ کا انعام ان بادشاہوں کے انعام جیسا نہیں ہے۔ پھر فرمایا: یہ دن انعام اور جائزہ کا ہے۔

(۱۴۸۱) امام حسن علیہ السلام نے دیکھا کہ کچھ لوگ عید الفطر کے دن کھیل کود رہے ہیں اور ہنس رہے ہیں تو اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان کو اپنی مخلوق کیلئے گھوڑ دوڑ کا ایک میدان بنایا ہے کہ جس میں لوگ اللہ کی اطاعت اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس میں ایک گروہ آگے بڑھ جاتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے اور ایک گروہ پیچھے رہ جاتا ہے اور ناکام ہوتا ہے مگر تعجب اور بڑا ہی تعجب ہے ان لوگوں پر کہ اس دن جس میں نیکیاں کرنے والے ثواب پائیں گے اور کوتاہیاں کرنے والے حصول ثواب میں ناکام ہو نگے۔ یہ لوگ لہو لعب و ہنسی و مزاح میں مصروف ہیں۔ خدا کی قسم اگر ان کی نگاہوں سے پردے ہٹا دیئے جائیں تو وہ دیکھیں گے کہ نیکیاں کرنے والا اپنی نیکی کا کیا بدلہ پا رہا ہے اور برے کام کرنے والا کس طرح سزا پا رہا ہے۔

(۱۴۸۲) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو عید بھی آتی ہے خواہ وہ عید الفطر ہو یا عید الاضحیٰ اس میں آل محمد علیہم السلام کا غم تازہ ہو جاتا ہے۔ عرض کیا گیا: یہ کیوں؟ تو آپؑ نے فرمایا: وہ دیکھتے ہیں کہ ان کا حق دوسرے کے قبضے میں ہے۔

اور نماز عیدین دو رکعت ہے عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں۔ نہ ان دونوں رکعتوں کے پہلے کوئی شے ہے اور نہ ان کے بعد اور یہ دو رکعتیں صرف امام کے ساتھ با جماعت پڑھی جائیں گی اور جو امام کو کسی جماعت میں نہ پا سکے تو نہ اس کیلئے نماز ہے اور نہ اس کی قضا ہے اور ان دونوں کے لئے نہ اذان ہے اور نہ اقامت ہے ان دونوں کی اذان تو بس طلوع آفتاب ہے۔ امام نماز شروع کریگا تو ایک تکبیر کہے گا پھر سورۂ الحمد اور سورۂ سبح اسم ربک الاعلی کی قرأت کرے گا پھر پانچ تکبیریں کہے گا اور ہر دو تکبیروں کے درمیان قنوت پڑھے گا ساتویں تکبیر پر رکوع میں جائے گا اس کے بعد دو سجدے کرے گا اور اب اُٹھے گا دوسری رکعت کے لئے تو تکبیر کہے گا اور سورۂ الحمد اور سورۂ والشمس وضحها کی قرأت کرے گا اور چار تکبیریں قیام کے ساتھ کہے گا پھر پانچویں تکبیر پر رکوع کرے گا۔

(۱۴۸۳) محمد بن فضیل نے ابوالصباح کنانی سے روایت کی ہے۔اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نماز عیدین میں تکبیر کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: بارہ (۱۲) تکبیریں ہیں۔سات تکبیریں پہلی رکعت میں اور پانچ تکبیریں دوسری رکعت میں اور جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو ایک تکبیر کہنے کے بعد یہ کہو: اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اَهْلُ الْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ، وَاَهْلُ الْجُوْدِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْقُدْرَةِ وَالسُّلْطَانِ وَالْعِزَّةِ، اَسْاَلُکَ فِیْ هٰذَا الْيَوْمِ الَّذِیْ جَعَلْتَهٗ لِلْمُسْلِمِيْنَ عِيْداً وَّلِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ذُخْراً وَمَزِيْداً، اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَاَنْ تُصَلِّیَ عَلٰى مَلَائِكَتِکَ الْمُقَرَّبِيْنَ وَ اَنْبِيَائِکَ الْمُرْسَلِيْنَ وَاَنْ تَغْفِرَ لَنَا وَ لِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ مِنْ خَيْرِ مَاسَاَلَکَ عِبَادُکَ الصَّالِحُوْنَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّمَا عَاذَمِنْهُ عِبَادُکَ الْمُخْلَصُوْنَ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَوَّلُ كُلِّ شَیْءٍ وَآخِرُهٗ، وَبَدِيْعُ كُلِّ شَیْءٍ وَمُنْتَهَاهُ، وَعَالِمُ كُلِّ شَیْءٍ وَمَعَادُهٗ وَمَصِيْرُ كُلِّ شَیْءٍ اِلَيْهِ وَمَرَدُّهٗ، وَمُدَبِّرُ الْاُمُوْرِ وَبَاعِثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ، قَابِلُ الْاَعْمَالِ وَمُبْدِیءُ الْخَفِيَّاتِ، وَمُعْلِنُ السَّرَائِرِ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ عَظِيْمُ الْمَلَكُوْتِ شَدِيْدُ الْجَبَرُوْتِ حَیٌّ لَايَمُوْتُ دَائِمٌ لَا يَزُوْلُ، اِذَاقَضٰى اَمْراً فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ خَشَعَتْ لَکَ الْاَصْوَاتُ وَعَنَتْ لَکَ الْوُجُوْهُ وَحَارَتْ دُوْنَکَ الْاَبْصَارُ وَكَلَّتِ الْاَلْسُنُ عَنْ عَظَمَتِکَ وَالنَّوَاصِیْ كُلُّهَا بِيَدِکَ وَمَقَادِيْرُ الْاُمُوْرِ كُلُّهَا اِلَيْکَ لَايَقْضِیْ فِيْهَا غَيْرُکَ، وَلَايَتِمُّ مِنْهَاشَیْءٌ دُوْنَکَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ حِفْظُکَ وَقَهَرَ كُلَّ شَیْءٍ عِزُّکَ، وَنَفَذَ كُلَّ شَیْءٍ اَمْرُکَ، وَقَامَ كُلُّ شَیْءٍ بِکَ، وَتَوَاضَعَ كُلُّ شَیْءٍ لِعَظَمَتِکَ، وَذَلَّ كُلُّ شَیْءٍ لِعِزَّتِکَ، وَاسْتَسْلَمَ كُلُّ شَیْءٍ لِقُدْرَتِکَ، ، وَخَضَعَ كُلُّ شَیْءٍ لِمَلَكَتِکَ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ (میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے جو اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔اے اللہ تو بڑائی اور عظمت والا ہے اور صاحب جود و قوت و سلطنت و عزت ہے۔میں تجھ سے آج ایسے دن میں سوال کرتا ہوں جس کو تو نے مسلمانوں کے لئے عید اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے مزید ذخیرہ قرار دیا ہے کہ تو محمدؐ اور آل محمدؐ پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔اے اللہ میں تجھ سے اس خیر کا طالب ہوں جس کے تیرے صالح بندے طالب ہیں اور اس شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس سے تیرے مخلص بندے تیری پناہ چاہتے ہیں۔اللہ اکبر اول شے سے بھی اور آخر شے سے بھی۔ہر شے کا موجد ہے اس کی انتہا تک۔ہر شے کا عالم ہے اس کے انجام تک اس کی طرف ہر شے کی بازگشت ہے اور ہر شے اس کی طرف پلٹے گی۔وہ تمام امور کو درست کرنے والا اور جو لوگ قبروں میں ہیں انہیں اُٹھانے والا ہے۔اعمال کو قبول کرنے والا ہے۔پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کرنے والا ہے اور بھیدوں کو آشکار کرنے والا ہے۔عظیم سلطنت والا اور شدید قوت والا ہے ایسا زندہ ہے جو کبھی نہ مرے گا۔ایسا ہمیشہ رہنے والا ہے جس کو کبھی زوال نہیں جب وہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا وہ ہو جاتا ہے اللہ اکبر (اے اللہ) تیری بارگاہ میں ساری آوازیں خوف زدہ ہیں تیرے سامنے سارے چہرے جھکے ہوئے ہیں تیرے آگے ساری نگاہیں محو حرت اور تیری عظمت کے بیان سے ساری زبانیں گنگ ہیں۔ہر ایک کی پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے اور تمام امور کے مقدرات تیرے پاس ہیں جن کا فیصلہ تیرے سوا کوئی نہیں کر سکتا اور انہیں تمام و کمال تک تیرے سوا کوئی نہیں پہنچا سکتا۔

اللہ اکبر تیری حفاظت ہر شے کو اپنے احاطہ میں لیے ہوئے ہے اور تیری قوت ہر شے کو مغلوب کیے ہوئے ہے تیرا حکم ہر شے پر نافذ ہے۔ہر شے تیری وجہ سے قائم ہے، تیری عظمت کے سامنے ہر شے جھکی ہوئی ہے، تیری طاقت کے سامنے ہر شے پست ہے، تیری قدرت کے سامنے ہر شے اپنا سر تسلیم خم کیے ہوئے ہے اور تیری سلطنت کے آگے ہر شے سر جھکائے ہوئے) اللہ اکبر پھر سورۃ الحمد اور سورۂ سبح اسم ربک الاعلی پڑھو اور ساتویں تکبیر کہہ کر رکوع میں جاؤ پھر سجدے کرو اور کھڑے ہو جاؤ۔سورۂ حمد اور سورۃ الشمس وضحھا پڑھو اور کہو: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اَهْلُ الْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ (اللہ اکبر میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں

ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے جو اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں پروردگار تو بڑائی اور عظمت والا ہے) اس کو مکمل اور پورا پڑھو جیسا کہ تم نے پہلی تکبیر میں پڑھا تھا اور ہر تکبیر میں یہی پڑھو یہاں تک کہ پانچ تکبیریں پوری ہو جائیں۔

(۱۴۸۴) حضرت امیر المومنین نے عید الفطر کے دن خطبہ دیا تو یہ کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ، لَانُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَیْئاً، وَلَانَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖ وَلِیّاً، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَافِی السَّمٰوٰاتِ وَمَافِی الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی [الدُّنْیَا وَ] الْاٰخِرَةِ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ، یَعْلَمُ مَایَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَایَخْرُجُ مِنْهَا، وَمَایَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَاوَهُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ، كَذٰلِكَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا بِرَحْمَتِكَ وَاَعْمِمْنَا بِمَغْفِرَتِكَ، اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَامَقْنُوْطٌ مِنْ رَحْمَتِهٖ وَلَا مَخْلُوٌّ مِنْ نِعْمَتِهٖ، وَلَامُؤْیَسٌ مِنْ رَوْحِهٖ، وَلَامُسْتَنْكِفٌ عَنْ عِبَادَتِهٖ، [اَلَّذِیْ] بِكَلِمَتِهٖ قَامَتِ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَاسْتَقَرَّتِ الْاَرْضُ الْمِهَادُ، وَثَبَتَتِ الْجِبَالُ الرَّوَاسِیُ وَجَرَتِ الرِّیَاحُ اللَّوَاقِحُ وَسَارَفِیْ جَوِّ السَّمَاءِ السَّحَابُ، وَقَامَتْ عَلٰى حُدُوْدِهَاالْبِحَارُ وَهُوَ اِلٰهٌ لَهَاوَقَاهِرٌ، یُذِلُّ لَهُ الْمُتَعَزِّزُوْنَ، وَیَتَضَائَلُ لَهُ الْمُتَكَبِّرُوْنَ، وَیَدِیْنُ لَهٗ طَوْعًا وَكَرْهاً الْعَالَمُوْنَ، نَحْمَدُهٗ كَمَا حَمِدَ نَفْسَهٗ وَكَمَا هُوَ اَهْلُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ، وَنَسْتَهْدِیْهٖ وَنَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ، یَعْلَمُ مَاتُخْفِی النُّفُوْسُ، وَمَاتَجِنُّ الْبِحَارُ وَمَاتُوَارِیْ مِنْهُ ظُلْمَةٌ، وَلَاتَغِیْبُ عَنْهُ غَائِبَةٌ، وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ مِنْ شَجَرَةٍ وَلَاحَبَّةٍ فِیْ ظُلُمَاتٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا، لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَلَارَطْبٍ وَلَا یَابِسٍ اِلَّافِیْ كِتَابٍ مُبِیْنٍ، وَیَعْلَمُ مَا یَعْمَلُ الْعَامِلُوْنَ وَاَیَّ مَجْرًى یَجْرُوْنَ، وَاِلٰى اَیِّ مُنْقَلَبٍ یَنْقَلِبُوْنَ، وَنَسْتَهْدِی اللّٰهَ بِالْهُدٰى، وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَنَبِیُّهٗ وَرَسُوْلُهٗ اِلٰى خَلْقِهٖ، وَاَمِیْنُهٗ، عَلٰى وَحْیِهٖ، وَاَنَّهٗ قَدْ بَلَّغَ رِسَالَاتِ رَبِّهٖ، وَجَاهَدَ فِی اللّٰهِ الْحَائِدِیْنَ عَنْهُ الْعَادِلِیْنَ بِهٖ وَعَبَدَ اللّٰهَ حَتّٰى اَتَاهُ الْیَقِیْنُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ.

اُوْصِیْكُمْ [عِبَادَ اللّٰهِ] بِتَقْوَى اللّٰهِ الَّذِیْ لَاتَبْرَحُ مِنْهُ نِعْمَةٌ وَلَا تَنْفَدُ مِنْهُ رَحْمَةٌ وَلَا یَسْتَغْنِی الْعِبَادُعَنْهُ، وَلَا یَجْزِیْ اَنْعُمَهُ الْاَعْمَالُ، اَلَّذِیْ رَغَّبَ فِی التَّقْوٰى، وَزَهَّدَ فِی الدُّنْیَا، وَحَذَّرَالْمَعَاصِیَ، وَتَعَزَّزَ بِالْبَقَاءِ، وَذَلَّلَ خَلْقَهٗ بِالْمَوْتِ وَالْفَنَاءِ، وَالْمَوْتُ غَایَةُ الْمَخْلُوْقِیْنَ، وَسَبِیْلُ الْعَالَمِیْنَ، وَمَعْقُوْدٌ اَلْبَاقِیْنَ، لَایُعْجِزُهٗ اِبَاقُ الْهَارِبِیْنَ، وَعِنْدَ حُلُوْلِهٖ، یَاسِرُ اَهْلُ الْهَوٰى، یَهْدِمُ كُلَّ لَذَّةٍ، وَیُزِیْلُ كُلَّ نِعْمَةٍ وَیَقْطَعُ كُلَّ بَهْجَةٍ، وَالدُّنْیَا دَارٌ كَتَبَ اللّٰهُ لَهَا الْفَنَاءَ، وَلِاَهْلِهَا مِنْهَا الْجَلَاءَ، فَاَكْثَرُ هُمْ یَنْوِیْ بَقَاءَ هَا وَیُعَظِّمُ بَنَاءَ هَا، وَهِیَ حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، وَقَدْ عَجِلَتْ لِلطَّالِبِ، وَالْتَبَسَتْ بِقَلْبِ النَّاظِرِ وَیَضَنُّ ذُوالثَّرْوَةِ، اَلضَّعِیْفُ، وَیَجْتَوِیْهَا الْخَائِفُ الْوَجِلُ فَارْتَحِلُوْا مِنْهَا یَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ بِاَحْسَنِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ، وَلَا تَطْلُبُوْا مِنْهَا اَكْثَرَ مِنَ الْقَلِیْلِ، وَلَا تَسْاَلُوْا مِنْهَا فَوْقَ الْكِفَافِ وَارْضَوْا مِنْهَا بِالْیَسِیْرِ، وَلَا تَمُدُّنَّ اَعْیُنَكُمْ مِنْهَا اِلٰى مَامُتِّعَ الْمُتْرَفُوْنَ بِهٖ، وَاسْتَهِیْنُوْا بِهَا، وَلَا تُوَطِّنُوْهَا، وَاَضِرُّوْا بِاَنْفُسِكُمْ فِیْهَا وَاِیَّاكُمْ وَالتَّنَعُّمَ وَالتَّلَهِّیَ وَالْفَاكِهَاتِ فَاِنَّ فِیْ ذٰلِكَ غَفْلَةً وَاغْتِرَارًا، اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا قَدْ تَنَكَّرَتْ وَاَدْبَرَتْ وَاحْلَوْلَتْ وَآذَنَتْ بِوَدَاعٍ، اَلَاوَاِنَّ الْآخِرَةَ قَدْ رَحَلَتْ فَاَقْبَلَتْ وَاَشْرَفَتْ وَآذَنَتْ بِاطِّلَاعٍ اَلَاوَاِنَّ الْمِضْمَارَ الْیَوْمَ وَالسِّبَاقُ غَداً، اَلَا وَ اِنَّ السُّبْقَةَ الْجَنَّةُ وَالْغَایَةَ النَّارُ، اَلَا فَلَا تَائِبٌ مِنْ خَطِیْئَتِهٖ قَبْلَ یَوْمِ مَنِیَّتِهٖ، اَلَا عَامِلٌ لِنَفْسِهٖ قَبْلَ یَوْمِ بُؤْسِهٖ وَفَقْرِهٖ جَعَلَنَا اللّٰهُ وَاِیَّاكُمْ مِمَّنْ یَخَافُهٗ وَیَرْجُوْ ثَوَابَهٗ.

اَلَا وَاِنَّ هٰذَا الْیَوْمَ یَوْمٌ جَعَلَهُ اللّٰهُ لَكُمْ عِیْداً، وَجَعَلَكُمْ لَهٗ اَهْلًا، فَاذْكُرُوا اللّٰهَ یَذْكُرْكُمْ، وَادْعُوْهُ یَسْتَجِبْ لَكُمْ، وَاَدُّوْا فِطْرَتَكُمْ، فَاِنَّهَا سُنَّةُ نَبِیِّكُمْ وَفَرِیْضَةٌ وَاجِبَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ، فَلْیُؤَدِّهَا كُلُّ امْرِیءٍ مِنْكُمْ عَنْهُ وَعَنْ عِیَالِهٖ كُلِّهِمْ ذَكَرِهِمْ وَاُنْثَاهُمْ، صَغِیْرِهِمْ وَكَبِیْرِهِمْ وَمَمْلُوْكِهِمْ، عَنْ كُلِّ اِنْسَانٍ مِنْهُمْ صَاعاً مِنْ بُرٍّ اَوْ صَاعاً مِنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعاً مِنْ شَعِیْرٍ، وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ فِیْمَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ

وَاَمَرَكُمْ بِهٖ مِنْ اِقَامِ الصَّلَاةِ، وَاِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ شَهْرِ رَمَضَانَ، وَالْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ، وَالنَّهْىِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْاِحْسَانِ اِلٰى نِسَائِكُمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ، وَاَطِيعُوا اللّٰهَ فِيمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ مِنْ قَذْفِ الْمُحْصَنَةِ، وَاِتْيَانِ الْفَاحِشَةِ، وَشُرْبِ الْخَمْرِ، وَبَخْسِ الْمِكْيَالِ وَنَقْصِ الْمِيْزَانِ وَشَهَادَةِ الزُّوْرِ وَالْفِرَارِ مِنَ الزَّحْفِ عَصَمَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ بِالتَّقْوٰى، وَجَعَلَ الْاٰخِرَةَ خَيْرًا لَنَا وَلَكُمْ مِنَ الْاُوْلٰى، اِنَّ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ وَاَبْلَغَ مَوْعِظَةِ الْمُتَّقِيْنَ كِتَابُ اللّٰهِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ.

(حمد اس اللہ کی جس نے آسمانوں اور زمینوں کو خلق کیا اور اندھیرے اور اجالے بنائے پھر وہ لوگ جو کافر ہیں انہوں نے اپنے رب سے منہ موڑا اگر ہم لوگ اللہ کا کسی کو شریک نہیں سمجھتے اور نہ اس کے سوا کسی کو اپنا سرپرست جانتے ہیں۔ حمد اس اللہ کی کہ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے یہ سب اسی کا ہے اور اسی کیلئے حمد ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور وہی حکمت والا اور خبر رکھنے والا ہے وہ جانتا ہے کہ زمین کے اندر کیا داخل ہوتا اور اس میں سے کیا نکلتا ہے۔ اور آسمان سے کیا چیز نازل ہوتی ہے اور کیا چیز اس کی طرف بلند ہوتی ہے اور وہی رحم کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ ایسا ہی ہے اللہ اور نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس کے۔ اسی کی طرف سب کی بازگشت ہے۔ حمد اس اللہ کی جو آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے وہ بغیر اس کے حکم کے نہیں گرے گا بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر مہربانی کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اے اللہ ہم لوگوں پر رحم فرما اور اپنی بخشش ہم لوگوں پر عام کر بیشک تو برتر و بزرگ ہے۔ حمد اس اللہ کی جس کی رحمت سے کوئی مایوس نہیں، جس کی نعمت سے کوئی خالی نہیں، جس کی مہربانی سے کوئی ناامید نہیں، جس کی عبادت سے کسی کو روگردانی کی تاب نہیں، جس کے ایک حکم پر ساتوں آسمان قائم ہوگئے اور زمین گہوارہ بن کر ٹھہر گئی۔ پہاڑ ثابت قدم ہوگئے۔ بہار آور ہوائیں چلنے لگیں۔ فضا میں بادل تیرنے لگے۔ سمندر اپنی حدود میں رہنے لگا۔ وہ ان سب کا اللہ اور ان سب پر غالب ہے۔ بڑے بڑے عزت دار اس کے سامنے ذلیل اور بڑے بڑے متکبر اس کے سامنے حقیر۔ تمام عمل کرنے والے اپنے عمل کا حساب دینے کے لئے خوشی سے یا ناخوشی سے اس کے سامنے حاضر۔ ہم لوگ اس کی حمد اس طرح کرتے ہیں جس طرح کی حمد اس نے اپنی ذات کیلئے کی ہے اور جس کا وہ اہل ہے، ہم لوگ اسی سے مدد چاہتے ہیں، اسی سے طلب مغفرت کرتے ہیں اور اسی سے ہدایت کے طلبگار ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ دلوں میں چھپی باتوں کو سمندر کی تہہ میں پوشیدہ چیزوں کو اور اندھیروں کی پس پردہ اشیاء کو جانتا ہے۔ اس سے کوئی گمشدہ چیز غائب نہیں ہے درخت کا پتہ جو گرتا ہے اور دانہ جو تاریکیوں میں پڑا ہوا ہے وہ اس کو جانتا ہے۔ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس کے۔ ہر خشک و تر کا علم کتاب مبین میں ہے۔ وہ جانتا ہے کہ عمل کرنے والے کیا عمل کر رہے ہیں، جانے والے کس راستے پر جا رہے ہیں اور کس جگہ کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ اور ہم لوگ اللہ کی ہدایت سے ہدایت چاہتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کی مخلوق کی طرف اس کے نبی اور اس کے رسول اور اس کی وحی کے امین ہیں۔ انہوں نے اپنے رب کے پیغامات کو پہنچایا اور اس کو نہ ماننے والوں اور اس سے منہ پھیرنے والوں سے راہ خدا میں جہاد کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے یہاں تک کہ انہیں موت آگئی۔

اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کہ جس کی نعمت سوار ہے گی جس کی رحمت کبھی ختم نہ ہوگی اور بندے اس سے کبھی مستغنی و بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ اس کی نعمتوں کا بدل اعمال نہیں ہو سکتے۔ جس نے تقویٰ کی طرف رغبت دلائی اور دنیا سے اجتناب کی ہدایت کی۔ گناہوں سے بچنے کیلئے کہا۔ وہ اپنی بقاء کی وجہ سے صاحب عزت ہے اس نے موت و فنا کے ذریعے اپنی مخلوق کو تابعدار بنایا اور موت تمام مخلوقات کی انتہا اور تمام عالمین کا راستہ ہے اور جو لوگ باقی ہیں اس کی پیشانیاں اس سے بندھی ہوئی ہیں۔ جب وہ آتی ہے تو اہل حرص و ہوا کو گرفتار کر لیتی ہے، ہر لذت کو منہدم کر دیتی ہے، ہر نعمت کو زائل کر دیتی ہے اور ہر خوشی کو ختم کر دیتی ہے۔ اور دنیا وہ چیز ہے کہ جس کے مقدر میں اللہ تعالیٰ نے فنا اور یہاں کے رہنے والوں

کی قسمت میں جلاوطنی لکھ دی ہے۔ مگر اکثر لوگ اس کی بقا چاہتے ہیں اور بنیاد کو بڑی مستحکم سمجھتے ہیں۔ یہ (بظاہر) شیریں اور سرسبز و شاداب ہے دیکھنے والوں کے دل کو لبھا لیتی ہے۔ ثروت مند لوگ محتاجوں کو عطا کرنے میں بخل کرتے ہیں، مگر جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ یہاں رہنا ناپسند کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔ جو کچھ اعمال صالحہ تمہارے پاس موجود ہیں ان کو لے کر یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرو اور اس متاع قلیل سے بہت زیادہ حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو۔ ضرورت سے زیادہ اس میں سے لینے کی سعی نہ کرو۔ اس میں سے کم سے کم پر راضی رہو۔ اور دولتمندوں کے پاس جو دولت ہے اس کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھو اسے حقیر سمجھو۔ اس (دنیا) کو اپنا وطن نہ بناؤ اس کے اندر رہنے کو اپنے لئے باعث مضرت سمجھو عیش و عشرت لہو لعب سے گریز کرو اس لئے کہ اس میں غفلت اور دھوکا ہے۔ آگاہ ہو کہ دنیا رنگ بدلنے والی اور پیٹھ پھیرنے والی اور تمام ہونے والی اور کوچ کا اعلان کرنے والی ہے اور آخرت نے کوچ کی تیاری کر لی ہے وہ آئے گی اور نمودار ہوگی وہ اپنی آمد کا اعلان کر رہی ہے۔ آگاہ ہو آج گھوڑ دوڑ کا میدان اس میں جنت کی طرف کس نے سبقت کی اور جہنم کس کا انجام ہوا اس کا فیصلہ کل ہوگا۔ آگاہ رہو اپنی موت کے دن سے پہلے اپنی گناہوں سے وہی شخص توبہ کرے گا جو اپنے افلاس اور اپنے فقر کے دن سے پہلے اپنے لئے کام کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو اور تم لوگوں کو اس گروہ میں قرار دے جو اس سے ڈرتے اور اس سے ثواب کی امید رکھتے ہیں۔

آگاہ ہو آج کا دن اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کیلئے عید کا دن قرار دیا ہے اور تم لوگوں کا اس کا اہل بنایا ہے لہٰذا تم لوگ اللہ کو یاد کرو وہ تمہیں یاد کرے گا۔ اس سے دعا مانگو وہ قبول کرے گا۔ اپنا فطرہ ادا کرو اس لئے کہ یہ تمہارے نبی کی سنت ہے اور تمہارے رب کی طرف سے فریضہ واجبہ ہے لہٰذا تم میں سے ہر شخص اپنی طرف سے اپنے سارے اہل وعیال کی طرف سے خواہ مرد ہوں یا عورتیں، چھوٹے ہوں یا بڑے، آزاد ہوں یا غلام ہر ایک کی طرف سے (فطرہ) ایک صاع گیہوں یا ایک صاع کھجوریں یا ایک صاع جو ادا کرے۔

اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں پر جو فرض کیا ہے اور تمہیں جو حکم دیا ہے کہ نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو خانہ کعبہ کا حج کرو، ماہ رمضان کے روزے رکھو، لوگوں کو نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو، اپنی عورتوں اور اپنے غلاموں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، اور اللہ کی اطاعت ان کاموں میں بھی کرو جس کے کرنے سے اللہ نے تم لوگوں کو منع کیا ہے۔ جیسے شوہر دار عورت پر زنا کا الزام، فواحش کا ارتکاب، شراب نوشی، ناپ طول میں کمی، ترازو میں نقص، جھوٹی گواہی، جنگ سے فرار۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو اور تم لوگوں کو ان سب سے محفوظ رکھے اور تقویٰ کے ساتھ ہمارے اور تمہارے لئے آخرت کو بہتر بنائے۔ بہترین حدیث اور متقین کیلئے بلیغ ترین وعظ خدائے عزیز و حکیم کی کتاب ہے۔ **اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن** **قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُواً أَحَدٌ.**

اس کے بعد ذرا دیر کیلئے بیٹھ جائے پھر اُٹھے اور وہی خطبہ پڑھے جس کو میں نے آخر خطبہ یوم جمعہ میں بیٹھنے کے بعد کھڑے ہو کر پڑھنے کیلئے تحریر کیا ہے۔

(۱۴۸۵) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے عید الاضحیٰ میں خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ عَلٰى مَا هَدَانَا وَلَهُ الشُّكْرُ فِيمَا أَوْلَانَا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَنَا مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ (اور اللہ ہی کیلئے ہے حمد ہے اللہ اکبر اس بات پر کہ اس نے ہم لوگوں کی ہدایت فرمائی اور اسکا شکر ہے کہ اس نے ہم لوگوں کو اس کے لائق سمجھا۔ اور اللہ کی حمد اس بات پر کہ جس نے چوپایوں کو ہم لوگوں کی خوراک بنایا)۔

(۱۴۸۶) اور حضرت علی علیہ السلام قربانی کے دن جب ظہر کی نماز پڑھتے تو تکبیر کہنا شروع کرتے اور آخر ایام تشریق (پندرہ ذالحجہ) میں صبح کی نماز کے وقت تکبیر کہنا ختم کرتے۔ چنانچہ آپ ہر نماز کے بعد تکبیر کہتے اور یہ فرماتے: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ زِنَةَ عَرْشِهِ وَرِضَى نَفْسِهِ وَعَدَدَ قَطْرِ

سَمائِهِ وَبِحارِهِ، لَهُ الْاَسْماءُ الْحُسْنیٰ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ حَتّٰی یَرْضیٰ. وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ، اَللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِیْراً مُتَکَبِّراً، وَاِلٰهاً مُتَعَزِّزاً، وَرَحِیْماً مُتَحَنِّناً یَعْفُو بَعْدَ الْقُدْرَةِ، وَلَا یَقْنَطُ مِنْ رَحْمَتِهِ اِلَّا الضَّالُّوْنَ، اَللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِیْراً، وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کَثِیْراً، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ حَنَّاناً قَدِیْراً، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ، وَنَسْتَعِیْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَسْتَهْدِیْهِ، وَنَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، مَنْ یُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدِ اهْتَدٰی، وَفَازَ فَوْزاً عَظِیْماً، وَمَنْ یَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالاً بَعِیْداً، وَخَسِرَ خُسْرَاناً مُبِیْناً.

اُوْصِیْکُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَی اللّٰهِ وَکَثْرَةِ ذِکْرِ الْمَوْتِ وَالزُّهْدِ فِی الدُّنْیَا الَّتِیْ لَمْ یَتَمَتَّعْ بِهَا مَنْ کَانَ فِیْهَا قَبْلَکُمْ، وَلَنْ تَبْقٰی لِاَحَدٍ مِنْ بَعْدِکُمْ، وَسَبِیْلُکُمْ فِیْهَا سَبِیْلُ الْمَاضِیْنَ اَلَا تَرَوْنَ اَنَّهَا قَدْ تَصَرَّمَتْ وَآذَنَتْ بِانْقِضَاءٍ، وَتَنَکَّرَ مَعْرُوْفُهَا، وَاَدْبَرَتْ حَذَّاءَ فَهِیَ تَخْبُرُ بِالْفَنَاءِ، وَسَاکِنُهَا یُحْدٰی بِالْمَوْتِ فَقَدْ اَمَرَّ مِنْهَا مَا کَانَ حُلْواً، وَکَدِرَ مِنْهَا مَا کَانَ صَفْواً، فَلَمْ یَبْقَ مِنْهَا اِلَّا سَمَلَةٌ کَسَمَلَةِ الْاِدَاوَةِ، وَجُرْعَةٌ کَجُرْعَةِ الْاِنَاءِ، یَتَمَزَّزُهَا الصَّدْیَانُ لَمْ تَنْفَعْ غُلَّتَهُ، فَازْمَعُوْا عِبَادَ اللّٰهِ بِالرَّحِیْلِ مِنْ هٰذِهِ الدَّارِ الْمَقْدُوْرِ عَلٰی اَهْلِهَا الزَّوَالُ، اَلْمَمْنُوْعُ اَهْلُهَا مِنَ الْحَیَاةِ الْمُذَلَّلَةِ اَنْفُسُهُمْ بِالْمَوْتِ فَلَا حَیٌّ یَطْمَعُ فِی الْبَقَاءِ وَلَا نَفْسٌ اِلَّا مُذْعِنَةٌ بِالْمَنُوْنِ، فَلَا یَغْلِبَنَّکُمُ الْاَمَلُ وَلَا یَطُلْ عَلَیْکُمُ الْاَمَدُ، وَلَا تَغْتَرُّوْا فِیْهَا بِالْآمَالِ وَتَعَبُّدِ اللّٰهِ اَیَّامَ الْحَیَاةِ، فَوَاللّٰهِ لَوْ حَنَنْتُمْ حَنِیْنَ الْوَالِهِ الْعَجْلَانِ وَدَعَوْتُمْ بِمِثْلِ دُعَاءِ الْاَنَامِ وَجَاَرْتُمْ جُؤَارَ مُتَبَتِّلِ الرُّهْبَانِ وَخَرَجْتُمْ اِلَی اللّٰهِ مِنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ الْتِمَاسَ الْقُرْبَةِ اِلَیْهِ فِی ارْتِفَاعِ دَرَجَةٍ عِنْدَهُ اَوْ غُفْرَانِ سَیِّئَةٍ اَحْصَتْهَا کَتَبَتُهُ وَحَفِظَتْهَا رُسُلُهُ لَکَانَ قَلِیْلاً فِیْمَا اَرْجُوْ لَکُمْ مِنْ ثَوَابِهِ وَاَتَخَوَّفُ عَلَیْکُمْ مِنْ اَلِیْمِ عِقَابِهِ، وَبِاللّٰهِ لَوِ انْمَاثَتْ قُلُوْبُکُمْ انْمِیَاثاً وَسَالَتْ عُیُوْنُکُمْ مِنْ رَغْبَةٍ اِلَیْهِ وَرَهْبَةٍ مِنْهُ دَماً، ثُمَّ عُمِّرْتُمْ فِی الدُّنْیَا مَا کَانَتِ الدُّنْیَا بَاقِیَةً مَا جَزَتْ اَعْمَالُکُمْ وَلَوْ لَمْ تُبْقُوْا شَیْئاً مِنْ جُهْدِکُمْ لِنِعَمِهِ الْعِظَامِ عَلَیْکُمْ وَهُدَاهُ اِیَّاکُمْ اِلَی الْاِیْمَانِ لِتَسْتَحِقُّوْا اَبَدَ الدَّهْرِ مَا الدَّهْرُ قَائِمٌ بِاَعْمَالِکُمْ جَنَّتَهُ وَلَا رَحْمَتَهُ وَلٰکِنْ بِرَحْمَتِهِ تُرْحَمُوْنَ وَبِهُدَاهُ تَهْتَدُوْنَ، وَبِهِمَا اِلٰی جَنَّتِهِ تَصِیْرُوْنَ، جَعَلَنَا اللّٰهُ وَاِیَّاکُمْ مِنَ التَّائِبِیْنَ الْعَابِدِیْنَ.

وَاِنَّ هٰذَا یَوْمٌ حُرْمَتُهُ عَظِیْمَةٌ وَبَرَکَتُهُ مَأْمُوْلَةٌ، وَالْمَغْفِرَةُ فِیْهِ مَرْجُوَّةٌ، فَاَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاسْتَغْفِرُوْهُ وَتُوْبُوْا اِلَیْهِ اِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ، وَمَنْ ضَحّٰی مِنْکُمْ بِجَذَعٍ مِنَ الْمَعْزِ فَاِنَّهُ لَا یُجْزِئُ عَنْهُ، وَالْجَذَعُ مِنَ الضَّاْنِ یُجْزِئُ.

وَمِنْ تَمَامِ الْاُضْحِیَّةِ اسْتِشْرَافُ عَیْنِهَا وَاُذُنِهَا وَاِذَا سَلِمَتِ الْعَیْنُ وَالْاُذُنُ تَمَّتِ الْاُضْحِیَّةُ، وَاِنْ کَانَتْ عَضْبَاءَ الْقَرْنِ اَوْ تَجُرُّ بِرِجْلِهَا اِلَی الْمَنْسَکِ فَلَا تُجْزِئُ.

وَاِذَا ضَحَّیْتُمْ فَکُلُوْا وَاَطْعِمُوْا وَاَهْدُوْا وَاحْمَدُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا رَزَقَکُمْ مِنْ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ وَاَقِیْمُوا الصَّلَاةَ، وَآتُوا الزَّکَاةَ وَاَحْسِنُوا الْعِبَادَةَ، وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ وَارْغَبُوْا فِیْمَا کُتِبَ عَلَیْکُمْ وَفُرِضَ مِنَ الْجِهَادِ وَالْحَجِّ وَالصِّیَامِ، فَاِنَّ ثَوَابَ ذٰلِکَ عَظِیْمٌ لَا یَنْفَدُ، وَتَرْکَهُ وَبَالٌ لَا یَبِیْدُ، وَاْمُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ، وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ، وَاَخِیْفُوا الظَّالِمَ، وَانْصُرُوا الْمَظْلُوْمَ، وَخُذُوْا عَلٰی یَدِ الْمُرِیْبِ وَاَحْسِنُوْا اِلَی النِّسَاءِ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ، وَاصْدُقُوا الْحَدِیْثَ، وَاَدُّوا الْاَمَانَةَ، وَکُوْنُوْا قَوَّامِیْنَ بِالْحَقِّ، وَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الْحَیَاةُ الدُّنْیَا وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ، اِنَّ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ ذِکْرُ اللّٰهِ، وَاَبْلَغَ مَوْعِظَةِ الْمُتَّقِیْنَ کِتَابُ اللّٰهِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ، وَلَمْ یَکُنْ لَهُ کُفُواً اَحَدٌ.

اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اس کے عرش کے وزن کے برابر اور اس کی منشاء کے مطابق اس کے آسمانوں اور اس کے سمندروں کے قطرات کی تعداد کے برابر، اس کیلئے اچھے اچھے نام ہیں، اور اللہ کی حمد یہاں تک کہ وہ راضی ہوجائے، اور وہی صاحب عزت اور بخشنے والا ہے، اللہ اکبر ہے، کبیر ہے، بڑائی والا ہے، اور اللہ عزت والا ہے، رحیم ہے، مہربانی کرنے والا ہے۔ باوجود قدرت، سزا معاف کردیتا ہے اور سوائے گمراہوں کے اس کی

رحمت سے کوئی مایوس نہیں ہوتا، اللہ اکبر کبیر ہے اور لا الہ اللہ بہت زیادہ پاک و منزہ ہے۔ اللہ جو مہربان اور صاحب قدرت ہے، اللہ کیلئے حمد ہے۔ ہم اس کی حمد کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں، اسی سے مغفرت کے طالب ہیں، اسی سے ہدایت چاہتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس کے اور یہ کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس نے ہدایت پائی اور بہت بڑی کامیابی پر فائز ہوا اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ بڑی گمراہی میں پڑ گیا اور سراسر گھاٹے میں رہا۔

اللہ کے بندو! تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرنا، موت کو یاد رکھنا، دنیا سے اجتناب کرنا۔ یہ وہ ہے کہ تم سے پہلے اس کے اندر رہنے والے اس سے کوئی فائدہ نہ اُٹھا سکے اور تمہارے بعد آنے والوں میں سے کسی ایک کیلئے باقی نہیں رہے گی۔ اس دنیا میں تمہاری راہ بھی وہی ہے جو گزشتہ لوگوں کی راہ تھی۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ ان لوگوں سے بالکل کٹ گئی۔ قضا کا اعلان کر دیا، جان پہچان سے انجان بن گئی اور الٹے پاؤں پھر گئی۔ یہ فنا کی خبر دے رہی ہے اور اپنے ساکنین کیلئے موت کی حدی خوانی کر رہی ہے۔ اس میں جو چیزیں شیریں تھیں وہ تلخ ہو گئیں۔ جو صاف شفاف تھیں وہ گدلا گئیں۔ اس میں سے اب اتنی ہی باقی ہے جیسے کسی برتن کی تہہ میں ذرا سا پانی یا برتن میں ایک گھونٹ جسے پیاس کے شدت میں پیاسا چوس کر پئے اور پیاس نہ بجھے۔ پس اے اللہ کے بندو! تم لوگ اس گھر سے کوچ کیلئے سب کے سب متفق ہو جاؤ جس کے رہنے والوں کے مقدر میں زوال ہے۔ اس کے ساکنین کیلئے زندگی ممنوع ہو جائیگی۔ ان کے نفوس موت سے مفلوج ہو جائینگے۔ کوئی ایسا نہیں جو بقا کی طمع کرے اور کوئی نفس ایسا نہیں جس کو موت کا یقین نہ ہو۔ لہٰذا تم لوگوں پر آرزوؤں کا غلبہ نہ ہونا چاہیے۔ تم لوگوں کی لمبی لمبی امیدیں نہ ہونی چاہئیں اور اس دنیا میں تمناؤں کے دھوکے میں نہ رہنا چاہیے۔ اللہ کی عبادت زندگی بھر کرتے رہو۔ خدا کی قسم اگر تم لوگ زن پسر مردہ کی طرح دھاڑیں مار کر بھی روتے رہے اور لوگوں کی طرح دعائیں مانگتے رہے اور تارک دنیا راہب کی طرح تضرع وزاری کرتے رہے اور پھر اپنے اموال و اولاد کو چھوڑ کر اللہ کی طرف گئے اور اس سے تقرب و بلندی درجات کی اور ان گناہوں کی مغفرت کی درخواست کی جو اس کے کراماً کاتبین تمہارے نامہ اعمال میں لکھے ہوئے ہیں تو ہمیں کم ہی امید ہے کہ تم لوگوں کو ثواب ملے بلکہ ہمیں تو ڈر ہے کہ تم لوگ اللہ کے دردناک عذاب میں نہ مبتلا ہو جاؤ۔

اور خدا کی قسم اگر تم لوگ دنیا میں اس وقت تک باقی رہو جب تک دنیا باقی ہے اور اللہ کی محبت اور اس کے خوف میں تمہارے قلوب نمک کی طرح پگھل جائیں اور تمہاری آنکھیں آنسو کے بدلے خون بہائیں پھر بھی تمہارے یہ اعمال پورے نہیں ہونگے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو عظیم نعمتیں تمہیں دی ہیں اور ایمان کی طرف جو تمہاری ہدایت کی ہے اس کیلئے تم اپنی کوئی کوشش باقی نہ چھوڑو اور جب تک زمانہ قائم ہے اس وقت تک اعمال بجالاتے رہو پھر بھی تم اپنے اعمال سے اس کی جنت اور اس کی رحمت کے حقدار نہیں بن سکتے۔ مگر یہ اس کی مہربانی ہے جو تم پر رحم کیا جا رہا ہے۔ یہ اس کی رہنمائی ہے جو تم ہدایت پا رہے ہو اور انہی دونوں کی وجہ سے تم لوگ اس کی جنت میں پہنچو گے اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو اور تم لوگوں کو توبہ کرنے والوں اور عبادت کرنے والوں میں قرار دے۔

آج کا دن وہ ہے کہ جس کی حرمت عظیم ہے اور اس کی برکت کی امید کی جاتی ہے اور جس میں مغفرت کی بھی امید کی جاتی ہے۔ لہٰذا اس میں اللہ کا ذکر بہت کرو۔ اس سے طلب مغفرت کرو۔ اس کی بارگاہ میں توبہ کرو۔ بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

جو شخص تم میں سے بکری کے بچے کی قربانی کرے تو وہ اس کی طرف سے کافی نہیں ہے ہاں بھیڑ کے بچے کی قربانی کافی ہے اور قربانی کے جانور کا درست اور ٹھیک ہونا یہ ہے کہ اس کی آنکھ، کان کو دیکھ لیا جائے اگر آنکھ، کان سلامت ہیں تو قربانی کا جانور درست اور ٹھیک ہے اور اگر اس کا سینگ ٹوٹا ہوا یا وہ لنگڑا کر چلتا ہو تو وہ قربانی کیلئے درست اور کافی نہیں ہے۔

اور جب تم لوگ قربانی کے جانور کو ذبح کر لو تو (اس کا گوشت) کھاؤ کھلاؤ اور ایک دوسرے کو ہدیہ کرو اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو جانوروں کی

روزی دی ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، اچھی طرح سے عبادت کرو۔ شہادت قائم کرو۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تم پر فرض کی ہیں ان کو رغبت سے انجام دو جیسے جہاد وحج اور روزہ اس لئے کہ اس کا ثواب اتنا بڑا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا اور ان کا ترک کرنا ایسا وبال ہے جو کبھی نہ مٹے گا، اور نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو، ظالم کو ڈراؤ اور مظلوم کی مدد کرو، جو لوگ ریب اور شک میں گرفتار ہیں ان کی دستگیری کرو، عورتوں اور غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور سچ بولو، لوگوں کی امانتیں ادا کرو اور حق پر قائم رہنے والوں میں شامل ہو جاؤ اور تمہیں یہ دنیاوی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ کوئی فریب دینے والا تمہیں فریب میں مبتلا کرے، بیشک بہترین بات ذکر خدا ہے اور متقیوں کیلئے سب سے فصیح و بلیغ موعظہ کتاب الٰہی ہے۔ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں شیطان رجیم سے۔ اے رسول کہہ دو کہ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا نہ اس کو کسی نے جنا اور اس کا ہمسر کوئی بھی نہیں ہے) ۔ اور اس کے بعد سورہَ قل یا ایہا الکافرون آخر تک یا الھیکم التکاثر آخر تک یا سورۃ العصر پڑھتے لیکن جو سورہ ہمیشہ پڑھا کرتے تھے وہ سورۃ قل ھو اللہ احد ہے اور جب ان سوروں میں سے کسی ایک سورہ کو پڑھ چکتے تو پھر ذرا دیر کیلئے بیٹھ جاتے اور آپؐ پہلے وہ شخص ہیں کہ جس نے دو خطبوں کے درمیان اس نشست کو محفوظ رکھا۔ پھر آپؐ وہی خطبہ پڑھتے تھے جس کو میں نے جمعہ کے بعد تحریر کیا ہے۔

(۱۴۸۷) اور وہ علل واسباب کہ جس کی روایت مفضل بن شاذان نیشاپوریؒ سے کی گئی ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپؑ نے فرمایا: یوم فطر کو یوم عید اس لئے قرار دیا گیا کہ اس میں مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے وہ مجتمع ہوتے ہیں اور خدا کی خوشنودی کیلئے نکلتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو ان پر احسان کیا ہے اس پر اس کا شکر ادا کرتے ہیں اس لئے یہ یوم عید، یوم اجتماع، یوم فطر، یوم زکوٰۃ، یوم رغبت اور یوم تضرع ہے نیز اس لئے کہ یہ سال کا پہلا دن ہے (رمضان کے بعد) جس میں کھانا پینا حلال ہے کیونکہ اہل حق کے نزدیک ایک سال کے مہینوں میں پہلا مہینہ ماہ رمضان ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ لوگوں کا مجمع ہو جس میں لوگ اس کی حمد کریں اور اس کی تقدیس کریں، اور اس کے علاوہ اس میں دوسری نمازوں سے زیادہ تکبیریں قرار دیں اس لئے کہ تکبیر اصل میں اللہ کی بڑائی کا اقرار ہے اور اس نے جو ہدایت کی اس کا شکر ادا کرنا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ولتکبر وا اللہ علی ماھد اکم ولعلکم تشکرون (تاکہ خدا نے جو تم کو راہ پر لگا دیا ہے اس نعمت پر اس کی بڑائی بیان کرو تاکہ تم شکر گزار رہو) (سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۸۵)۔

اور اس میں بارہ تکبیریں رکھ دیں اس لئے کہ پوری دو رکعتوں میں بارہ تکبیریں ہیں۔ پہلی رکعت میں سات دوسری رکعت میں پانچ۔ دونوں میں برابر برابر نہیں رکھا اس لئے کہ نماز فریضہ میں سنت ہے کہ اس کا افتتاح سات تکبیروں سے کیا جائے اس لئے یہاں بھی سات تکبیروں سے شروع کیا اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں اس لئے کہ تکبیرۃ الاحرام دن اور رات میں پانچ ہوتی ہیں تاکہ دونوں رکعتوں میں تکبیر متواتر ہو جائے۔

(۱۴۸۸) حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ نماز عیدین میں جب لوگ پانچ یا سات ہوں تو نماز با جماعت ادا کریں جیسا کہ جمعہ کے دن کرتے ہیں نیز فرمایا کہ دوسری رکعت میں قنوت پڑھا جائے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: کیا بغیر عمامہ کے (یہ نماز) جائز ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں مگر عمامہ مجھے بہت پسند ہے۔

(۱۴۸۹) ابو الصباح کنانی[۱] نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے نماز عیدین میں تکبیر کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: بارہ تکبیریں ہیں سات پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں اور جب تم نماز کیلئے کھڑے ہو تو ایک مرتبہ اللہ اکبر کہو اس کے بعد کہو: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ أَهْلُ الْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ، وَأَهْلُ الْجُودِ وَالْجَبَرُوتِ، وَالْقُدْرَةِ وَالسُّلْطَانِ وَالْعِزَّةِ أَسْأَلُكَ فِي هٰذَا الْيَوْمِ الَّذِي جَعَلْتَهُ لِلْمُسْلِمِينَ عِيداً وَلِمُحَمَّدٍ

[۱] یہ حدیث پہلے نمبر شمار ۱۴۸۲ پر محمد بن فضیل سے ابو الصباح کی روایت کے تحت آچکی ہے۔

صَلَواتُکَ عَلَیْہِ وَآلِہِ ذُخراً وَمَزِیداً أنْ تُصَلِّی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَانْ تُصَلِّی عَلٰی مَلائِکَتِکَ الْمُقَرَّبِیْنَ وَأنْبِیائِکَ الْمُرْسَلِیْنَ، وَأنْ تَغْفِرَلَنا وَلِجَمِیعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اَلاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسألُکَ مِنْ خَیْرِ ما سَألَکَ بِہٖ عِبَادُکَ الْمُرْسَلُوْنَ، وَأعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّمَا عَاذَ مِنْہُ عِبَادُکَ الْمُخْلَصُوْنَ. اَللّٰہُ أکْبَرُ اَوَّلُ کُلِّ شَيٍ وَآخِرُہٖ وَبَدِیْعُ کُلِّ شَیْءٍ وَمُنْتَھَاہُ، وَعَالِمُ بِکُلِّ شَیٌ وَمَعَادَہُ وَمَصِیْرُ کِلِّ شَیٌ اِلَیْہِ وَمَرَدُّہُ، وَمُدَبِّرُ الْاُمُوْرِ وَبَاعِثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ، قَابِلُ الْاَعْمَالِ مُبْدِیُ الْخَفِیَّاتِ، مُعْلِنُ السَّرَائِرِ، اَللّٰہُ أکْبَرُ عَظِیْمُ الْمَلَکُوْتِ، شَدِیْدُ الْجَبَرُوتِ، حَیٌّ لَا یَمُوْتُ دَائِمُ لَا یَزُوْلُ اِذَا قَضٰی أمْراً فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہُ کُنْ فَیَکُوْنَ، أللّٰہُ أکْبَرُ خَشِعَتُ لَکَ الْاَصْوَاتُ وَعَنَتْ لَکَ الْوُجُوْہُ، وَحَارَتْ دُوْنَکَ الاَبْصَارُ، وَکَلَّتِ الْاَلْسُنُ عَنْ عَظْمَتِکَ، وَالنَّوَاصِیُ کُلَّھَابِیَدِکَ، وَمَقَادِیْرُ الاُمُوْرِ کُلَّھَا اِلَیْکَ. لَایَقْضِیُ فِیْھَا غَیْرُکَ، وَلَایَتِمُّ مِنْھَاشَیٌ دُوْنَکَ، اَللّٰہُ أکْبَرُ أحَاطَ بِکُلِّ شَیٌ حِفْظُکَ وَقَھَرَ کُلَّ شَیٌ عِزُّکَ. وَنَفَذَ کُلَّ شَیٌ أمْرُکَ وَقَامَ کُلُّ شَیٌ بِکَ، وَتَوَاضَعَ کُلُّ شَیٌ لِعَظْمَتِکَ، وَذَلَّ کُلُّ شَیٌ لِعِزَّتِکَ وَاسْتَسْلَمَ کُلُّ شَیٌ لِقُدْرَتِکَ، وَخَضَعَ کُلُّ شَیٌ لِمَلِکَتِکَ اَللّٰہُ أکْبَرُ (میں گواہی دیتاہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتاہوں کہ محمدؐ اُس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اے اللہ تو ہی بڑائی اور عظمت والا ہے صاحب بخشش و وقوت وقدرت وسلطنت وعزت ہے میں تجھ سے آج کے دن سوال کرتا ہوں جسے تو نے مسلمانوں کے لئے عید اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مزید ذخیرہ قرار دیا ہے اور تمام مومنین ومومنات ومسلمین ومسلمات زندہ ومردہ کو بخش دے۔ اے اللہ میں تجھ سے اس خیر کا سوال کرتا ہوں جس کا سوال تیرے مرسل بندوں نے کیا تھا۔ اور اس شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس سے تیرے مخلص بندوں نے پناہ چاہی تھی۔

اللہ اکبر ہر شے کے اول وآخر ہے۔ وہ ہر شے کا موجد اور تنہا ہے۔ ہر شے کا عالم اور اس کے پلٹنے کی جگہ ہے۔ ہر شے اسی کی طرف جارہی ہے اور اسی کی طرف واپس ہورہی ہے۔ وہ تمام امور کو درست کرنے والا ہے۔ جو لوگ قبروں میں ہیں ان کو دوبارہ زندہ کرنے والا ہے۔ بندوں کے اعمال کو قبول کرنے والا اور مخفی چیزوں کو ظاہر کرنے والا ہے بھیدوں کو افشاء کرنے والا ہے۔ اللہ اکبر وہ عظیم قوت والا، شدید طاقت والا ہے وہ ایسا زندہ جسے کبھی موت نہیں آئے گی وہ ہمیشہ رہنے والا ہے اس کو کبھی زوال نہیں۔ جب وہ کسی امر کا ارادہ کرلیتا ہے تو بس وہ کہہ دیتا ہے کہ ہو جا اور وہ شے ہو جاتی ہے۔ اللہ اکبر (پروردگار) تیرے سامنے آوازیں سہمی ہوئی ہیں۔ تیرے حضور رخسار جھکے ہوئے ہیں۔ آنکھیں حیرت زدہ ہیں۔ تیری عظمت کے بیان میں زبانیں گنگ ہیں۔ ہر ایک کی پیشانیاں تیرے دست قدرت میں ہیں اور تمام امور کے مقدرات تیری طرف سے ہیں۔ تیرے سوا ان کو کوئی پورا نہیں کرسکتا۔ اور وہ بغیر تیرے ان میں سے کوئی بھی اتمام کو نہیں پہنچ سکتی۔

پروردگار! ہر شے تیرے احاطہ حفاظت میں ہے ہر شے تیری قوت سے مغلوب ہے۔ ہر شے پر تیرا حکم نافذ ہے تیری وجہ سے ہر شے قائم ہے تیری عظمت کے سامنے ہر شے سرنگوں ہے۔ تیری طاقت کے سامنے ہر شے پست وذلیل ہے تیری قدرت کے آگے ہر ایک کا سر تسلیم خم ہے۔ تیری طاقت کے آگے ہر شے زیر ہے۔ اللہ اکبر)۔

پھر سورۃ الحمد اور سورۃ الشمس وضحیھا پڑھو اور ساتویں تکبیر پر رکوع کرو اور دوسری رکعت میں کہو: اللہ اکبر أشْھَدُ أنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہُ لَا شَرِیْکَ لَہُ، وَأشْھَدُ أنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہُ وَرَسُوْلُہُ، اَللّٰھُمَّ أنْتَ أھْلُ الْکِبْرِیَاءِ وَالْعَظَمَۃِ، (میں گواہی دیتاہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتاہوں کہ محمدؐ اُس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اے اللہ تو بڑائی اور عظمت والا ہے)۔۔۔۔ اور وہ سب مکمل کہو جو پہلی تکبیر کے بعد کہہ چکے ہو اور یہ ہر تکبیر میں کہنا ہے یہاں تک کہ پانچ تکبیریں پوری ہوں اور عیدین کا خطبہ بعد نماز ہے۔

باب استسقاء

(۱۴۹۰) عبدالرحمٰن بن کثیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب چار باتیں کھل کر ہونے لگیں تو چار چیزیں ظاہر ہونگی۔ جب زنا کھل کر ہوگا تو زلزلے آئیں گے، جب زکات روک لی جائیگی تو مویشی ہلاک ہونگے، جب حکام فیصلہ دینے میں ناانصافی کریں گے تو آسمان سے بارشیں ہونی بند ہو جائینگی، جب عہد شکنی ہوگی، اپنی ذمہ داری کو پورا نہ کیا جائے گا تو مشرکین مسلمانوں پر فتحیاب ہونگے۔

(۱۴۹۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر غضبناک ہوتا ہے مگر پھر بھی عذاب نازل نہیں کرتا تو چیزوں کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں، عمریں کم ہو جاتی ہیں، تاجروں کو نفع نہیں ہوتا، درختوں کے پھل اچھے نہیں اترتے، دریاؤں میں پانی کم ہو جاتے ہیں، بارش ہونی بند ہو جاتی ہے اور شریر لوگ ان پر مسلط ہو جاتے ہیں۔

(۱۴۹۲) حفص بن غیاث نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: حضرت سلیمان ابن داؤد علیہ السلام ایک دن اپنے اصحاب کے ساتھ نکلے تاکہ بارش کیلئے دعا کریں کہ راستہ میں ایک چیونٹی کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے یہ دعا کر رہی ہے کہ اے اللہ تیری مخلوق میں سے میں بھی تیری ایک مخلوق ہوں ہم لوگ تیرے رزق سے مستغنی نہیں ہمیں تیرے رزق کی ضرورت ہے۔ بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے ہم لوگوں کو تو ہلاک نہ کر۔ (چیونٹی کی یہ دعا سن کر) حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے کہا: واپس چلو اب بغیر تمہاری دعا کے پانی برسے گا۔

(۱۴۹۳) حفص بن بختری نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب ارادہ کرتا ہے کہ بارش سے مخلوق کو سیراب کرے تو وہ بادل کو حکم دیتا ہے اور وہ زیرِ عرش سے پانی اُٹھالیتا ہے اور جب نباتات اُگانے کا ارادہ نہیں کرتا تو وہ بادلوں کو حکم دیتا ہے اور وہ سمندر سے پانی اُٹھاتے ہیں۔ تو عرض کیا گیا کہ مگر سمندر کا پانی تو کھاری اور نمکین ہوتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: بادل شیریں کر لیتا ہے۔

(۱۴۹۴) اور سعدان نے ان ہی علیہ السلام سے روایت کی تو آپؑ نے فرمایا: جو قطرہ بھی آسمان سے نازل ہوتا ہے اس کے ساتھ ایک فرشتہ بھی نازل ہوتا ہے اور وہ اس قطرے کو وہاں رکھ دیتا ہے جہاں اس کے لئے جگہ مقرر ہے۔

(۱۴۹۵) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب اہل دنیا کو خلق کیا اس وقت سے اب تک کوئی دن ناغہ نہیں جاتا ہر روز پانی برستا ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے برساتا ہے۔

(۱۴۹۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہوا صرف اسی مقدار سے نکلتی ہے جتنی اہل زمین کیلئے مناسب ہو سوائے زمانہ عاد کے اس لئے کہ وہ اس وقت اپنے موکلین کے قابو سے باہر ہو گئی تھی، چنانچہ وہ ایک سوئی کے ناکے کے برابر نکلی اور اس سے قوم عاد ہلاک ہو گئی اور پانی بھی صرف اسی مقدار سے برستا ہے جتنا اہل زمین کیلئے مناسب ہو سوائے زمانہ نوحؑ کے اس لئے کہ وہ اس وقت اپنے موکلین کے قابو سے باہر ہو گیا اور وہ بھی ایک سوئی کے ناکے کے برابر نکلا اور اسی سے اللہ تعالیٰ نے قوم نوحؑ کو غرق کر دیا۔

(۱۴۹۷) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: بادل بارش کی چھلنی ہے اگر یہ نہ ہو تو ہر وہ شے جس پر یہ گرے فاسد اور خراب ہو جائے۔[۱]

(۱۴۹۸) اور ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے رعد کے متعلق دریافت کیا کہ یہ رعد کیا کہتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: یہ ایک ایسے مرد کے مانند ہے جو اونٹ پر سوار ہے اس کو ہنکاتا ہے اور اس طرح گونجتا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان یہ بجلی کیا ہے؟ فرمایا: یہ ملائکہ

---

[۱] حمیری نے قرب الاسناد ص ۸۴ پر مسند حدیث میں اسے بیان کیا ہے۔

کے کوڑے ہیں جس سے وہ بادل کو مارتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جہاں بارش کا فیصلہ کیا ہوتا ہے وہاں ان کو ہنکا کر لے جاتے ہیں۔

(۱۴۹۹) نیز آپؑ نے فرمایا: رعد ایک ملک کی آواز ہے اور برق اس کا کوڑا ہے۔

(۱۵۰۰) اور روایت کی گئی ہے کہ رعد مچھر سے بڑا اور شہد کی مکھی سے چھوٹا ملک ہے تو جو کوئی رعد کی آواز سنے اسے چاہئے کہ کہے: سبحان الرعد بحمده و الملائكة من خيفته. (پاک ہے وہ ذات، رعد جس کی حمد کی تسبیح کرتا ہے اور ملائکہ جس سے خوف کھاتے ہیں)۔

(۱۵۰۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا: ایک مرتبہ فرعون کے اصحاب فرعون کے پاس آئے اور بولے: دریائے نیل خشک ہو گیا ہے ایسی حالت میں تو ہم لوگوں کی ہلاکت ہے۔ فرعون نے کہا: اچھا آج تم لوگ واپس جاؤ۔ پھر جب رات ہو گئی تو دریائے نیل کے وسط میں گیا اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور کہا۔ اے اللہ تجھے علم ہے کہ میں اس بات کو جانتا ہوں کہ اس دریا میں سوائے تیرے کوئی پانی نہیں لا سکتا لہٰذا ہم لوگوں کے لئے اس میں پانی لا دے۔ چنانچہ صبح ہوتے ہوتے دریائے نیل میں پانی ٹھاٹھیں مارنے لگا۔

اور نماز استسقاء صرف صحرا میں پڑھی جائے تا کہ آسمان نظر آئے اور نماز استسقاء سوائے مکہ کی مسجد کے اور کسی میں نہیں پڑھی جائے گی[1]

اور جب تم نماز استسقاء پڑھنے کا ارادہ کرو تو جس دن تم یہ نماز پڑھو وہ دن شنبہ کا ہونا چاہیے۔[2] اس روز تم اس طرح نکلو جس طرح نماز عید کے لئے نکلتے ہیں۔ اعلان کرنے والے تمہارے آگے آگے اعلان کرتے ہوئے چلیں یہاں تک کہ تم نماز کی جگہ پہنچو اور لوگوں کے ساتھ دو رکعت نماز بغیر اذان اور بغیر اقامت کے پڑھو پھر منبر پر جاؤ اور خطبہ پڑھو۔ اور تمہاری ردا کا جو (حصہ) تمہارے دائیں جانب ہے اس بائیں جانب کر لو اور جو (حصہ) بائیں جانب ہے اسے داہنے جانب کر لو۔ پھر قبلہ کی طرف رخ کرو اور سو مرتبہ اللّٰہ اکبر بلند آواز سے کہو۔ پھر اپنے دائیں جانب ملتفت ہو اور سو مرتبہ سبحان اللہ بلند آواز سے کہو پھر اپنے بائیں جانب ملتفت ہو اور سو مرتبہ لا الہ الا اللہ بلند آواز سے کہو پھر مجمع کی طرف رخ کرو اور سو مرتبہ بلند آواز سے الحمد للہ کہو پھر تم اور سارے لوگ بلند آواز سے بارش کے لئے دعا کریں۔ ان شاء اللہ وہ تمہیں مایوس واپس نہ کرے گا۔[3]

(۱۵۰۲) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بارش کیلئے دعا کرتے تو یہ کہتے: اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَکَ وَبَهَائِمَکَ وَانْشُرْ رَحْمَتَکَ وَاَحْيِ بِلَادَکَ الْمَيِّتَةَ (اے اللہ تو اپنے بندوں اور اپنے جانوروں کو سیراب کر دے اپنی رحمت پھیلا دے اور اپنے مردہ شہروں کو زندہ کر دے) آپ اس دعا کی تکرار تین دفعہ کرتے تھے۔

(۱۵۰۳) اور امیر المومنین علیہ السلام نے نماز استسقاء کے موقع پر خطبہ دیا اور کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سَابِغِ النِّعَمِ وَمُفَرِّجِ الْهَمِّ وَبَارِءِ النَّسَمِ، اَلَّذِي جَعَلَ السَّمَاوَاتِ لِكُرْسِيِّهِ عِمَاداً وَالْجِبَالَ لِلْاَرْضِ اَوْتَاداً، وَالْاَرْضَ لِلْعِبَادِ مِهَاداً وَمَلَائِكَتَهُ عَلٰى اَرْجَائِهَا، وَحَمَلَةَ الْعَرْشِ عَلٰى اَمْطَائِهَا وَاَقَامَ بِعِزَّتِهِ اَرْكَانَ الْعَرْشِ، وَاَشْرَقَ بِضَوْئِهِ شُعَاعَ الشَّمْسِ، وَاَجْبَا بِشُعَاعِهِ ظُلْمَةَ الْغَطْشِ وَفَجَّرَ الْاَرْضَ عُيُوناً، وَالْقَمَرَ نُوراً، وَالنُّجُومَ بُهُوراً، ثُمَّ عَلَا فَتَمَكَّنَ، وَخَلَقَ فَاَتْقَنَ، وَاَقَامَ فَتَهَيْمَنَ فَخَضَعَتْ لَهُ نَخْوَةُ الْمُتَكَبِّرِ وَطُلِبَتْ اِلَيْهِ خَلَّةُ الْمُتَمَسْكِنِ، اَللّٰهُمَّ فَبِدَرَجَتِكَ الرَّفِيعَةِ، وَمَحَلَّتِكَ الْمَنِيعَةِ، وَفَضْلِكَ السَّابِغِ، وَسَبِيلِكَ الْوَاسِعِ اَسْاَلُكَ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ كَمَا دَانَ لَكَ وَدَعَا اِلٰى عِبَادَتِكَ وَوَفٰى بِعَهْدِكَ وَاَنْفَذَ اَحْكَامَكَ، وَاتَّبَعَ اَعْلَامَكَ، عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَاَمِينِكَ عَلٰى عَهْدِكَ اِلٰى عِبَادِكَ، اَلْقَائِمِ بِاَحْكَامِكَ، وَمُؤَيِّدِ مَنْ اَطَاعَكَ، وَقَاطِعِ عُذْرِ مَنْ عَصَاكَ، اَللّٰهُمَّ فَاجْعَلْ مُحَمَّداً اَجْزَلَ مَنْ جَعَلْتَ لَهُ نَصِيباً مِنْ

---

[1] یہ روایت 'تہذیب' ج ۱ ص ۲۹۷ پر قرب الاسناد ص ۶۲ پر وہب بن وہب ابوالبختری نے امام جعفر صادق سے کی ہے اور وہ ایک ضعیف راوی ہے۔

[2] جس طرح خالد بن عبداللہ قسری کے غلام نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ 'کافی' ج ۳ ص ۴۶۲۔

[3] یہ پوری روایت 'تہذیب' ج ۱ ص ۲۹۷ پر عبداللہ بن بکیر سے مروی ہے اور انہوں نے روایت کی ہے حضرت صادق علیہ السلام سے۔

رَحْمَتِکَ، وَأَنْضَرَ مَنْ أَشْرَقَ وَجْهُهُ بِسِجَالِ عَطِیَّتِکَ وَ أَقْرَبَ الْأَنْبِیَاءِ زُلْفَةً یَوْمَ الْقِیَامَةِ عِنْدَکَ، وَأَوْفَرَهُمْ حَظًّا مِنْ رِضْوَانِکَ وَأَکْثَرَهُمْ صُفُوفَ أُمَّةٍ فِی جِنَانِکَ کَمَا لَمْ یَسْجُدْ لِلْأَحْجَارِ، وَلَمْ یَعْتَکِفْ لِلْأَشْجَارِ، وَلَمْ یَسْتَحِلَّ السِّبَاءَ وَلَمْ یَشْرَبِ الدِّمَاءَ، اَللّٰهُمَّ خَرَجْنَا إِلَیْکَ حِینَ أَجَاءَتْنَا الْمَضَایِقُ الْوَعِرَةُ، وَأَلْجَأَتْنَا الْمَحَابِسُ الْعَسِرَةُ وَعَضَّتْنَا [الصَّعْبَةُ] عَلَائِقُ الشَّیْنِ، وَتَأَثَّلَتْ عَلَیْنَا لَوَاحِقُ الْمَیْنِ وَاعْتَکَرَتْ عَلَیْنَا حَدَابِیرُ السِّنِینَ وَأَخْلَفَتْنَا مَخَایِلُ الْجَوْدِ وَاسْتَظْمَأْنَا لِصَوَارِخِ الْعَوْدِ، فَکُنْتَ رَجَاءَ الْمُبْتَئِسِ وَالثِّقَةَ لِلْمُلْتَمِسِ نَدْعُوکَ حِینَ قَنَطَ الْأَنَامُ، وَ مُنِعَ الْغَمَامُ، وَهَلَکَ السَّوَامُ، یَاحَیُّ یَاقَیُّومُ عَدَدَ الشَّجَرِ وَالنُّجُومِ، وَالْمَلَائِکَةِ الصُّفُوفِ، وَالْعَنَانِ الْمَکْفُوفِ، أَنْ لَا تَرُدَّنَا خَائِبِینَ وَلَا تُؤَاخِذَنَا بِأَعْمَالِنَا وَلَا تُحَاصَّنَا بِذُنُوبِنَا، وَانْشُرْ عَلَیْنَا رَحْمَتَکَ بِالسَّحَابِ الْمُتْئِقِ، وَالنَّبَاتِ الْمُونِقِ وَامْنُنْ عَلَی عِبَادِکَ بِتَنْوِیعِ الثَّمَرَةِ وَأَحْیِ بِلَادَکَ بِبُلُوغِ الزَّهَرَةِ وَأَشْهِدْ مَلَائِکَتَکَ الْکِرَامَ السَّفَرَةَ، سُقْیاً مِنْکَ نَافِعَةً، دَائِمَةً غُزْرُهَا، وَاسِعاً دَرُّهَا، سَحَاباً وَابِلاً سَرِیعاً عَاجِلاً تُحْیِی بِهِ مَا قَدْمَاتَ، وَتَرُدُّ بِهِ مَا قَدْفَاتَ، وَتُخْرِجُ بِهِ مَا هُوَ آتٍ، اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَیْثاً مُغِیثاً مُمْرِعاً طَبَقاً مُجَلْجِلاً مُتَتَابِعاً خُفُوقُهُ مُنْبَجِسَةً بُرُوقُهُ، مُرْتَجِسَةً هُمُوعُهُ، وَسَیْبُهُ مُسْتَدِرٌّ، وَصَوْبُهُ مُسْبَطِرٌّ لَا تَجْعَلْ ظِلَّهُ عَلَیْنَا سَمُوماً، وَبَرْدَهُ عَلَیْنَا حُسُوماً وَضَوْءَهُ عَلَیْنَا رُجُوماً، وَمَاءَهُ أُجَاجاً، وَنَبَاتَهُ رَمَاداً رِمْدِداً، اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِکَ مِنَ الشِّرْکِ وَهَوَادِیهِ، وَالظُّلْمِ وَدَوَاهِیهِ، وَالْفَقْرِ وَدَوَاعِیهِ یَا مُعْطِیَ الْخَیْرَاتِ مِنْ أَمَاکِنِهَا، وَمُرْسِلَ الْبَرَکَاتِ مِنْ مَعَادِنِهَا، مِنْکَ الْغَیْثُ الْمُغِیثُ، وَأَنْتَ الْغِیَاثُ الْمُسْتَغَاثُ وَنَحْنُ الْخَاطِئُونَ وَأَهْلُ الذُّنُوبِ وَأَنْتَ الْمُسْتَغْفَرُ الْغَفَّارُ، نَسْتَغْفِرُکَ لِلْجَمَّاتِ مِنْ ذُنُوبِنَا، إِلَیْکَ مِنْ عَوَامِّ خَطَایَانَا، اَللّٰهُمَّ فَأَرْسِلْ عَلَیْنَا دِیمَةً مِدْرَاراً، وَاسْقِنَا الْغَیْثَ وَاکِفاً مِغْزَاراً، غَیْثاً وَاسِعاً، وَبَرَکَةً مِنَ الْوَابِلِ نَافِعَةً یُدَافِعُ الْوَدْقُ بِالْوَدْقِ، وَیَتْلُو الْقَطْرُ مِنْهُ الْقَطْرَ، غَیْرَ خُلَّبٍ بَرْقُهُ وَلَا مُکَذِّبٍ رَعْدُهُ، وَلَا عَاصِفَةٍ جَنَائِبُهُ بَلْ رَیّاً یَغُصُّ بِالرِّیِّ رَبَابُهُ، وَفَاضَ فَانْصَاعَ بِهِ سَحَابُهُ وَجَرَی آثَارُ هَیْدَبِهِ جَنَابُهُ، سُقْیاً مِنْکَ مُحْیِیَةً مُرْوِیَةً، مُحْفِلَةً، مُفْضِلَةً زَاکِیاً نَبْتُهَا نَامِیاً زَرْعُهَا، نَاضِراً عُودُهَا، مُمْرِعَةً آثَارُهَا، جَارِیَةً بِالْخَیْرِ وَالْخِصْبِ عَلَی أَهْلِهَا، تُنْعِشُ بِهَا الضَّعِیفَ مِنْ عِبَادِکَ وَتُحْیِی بِهَا الْمَیِّتَ مِنْ بِلَادِکَ، وَتُنْعِمُ بِهَا الْمَبْسُوطَ مِنْ رِزْقِکَ وَتُخْرِجُ بِهَا الْمَخْزُونَ مِنْ رَحْمَتِکَ، وَتَعُمُّ بِهَا مَنْ نَأَی مِنْ خَلْقِکَ، حَتَّی یُخْصِبَ لِإِمْرَاعِهَا الْمُجْدِبُونَ، وَیَحْیَا بِبَرَکَتِهَا الْمُسْنِتُونَ، وَتَتْرَعَ بِالْقِیعَانِ غُدْرَانُهَا، وَتُورِقَ ذُرَی الْآکَامِ زَهَرَاتُهَا، وَیَدْهَامَّ بِذُرَی الْآکَامِ شَجَرُهَا وَتَسْتَحِقَّ عَلَیْنَا بَعْدَ الْیَأْسِ شُکْراً، مِنَّةً مِنْ مِنَنِکَ مُجَلِّلَةً، وَ نِعْمَةً مِنْ نِعَمِکَ مُفْضِلَةً، عَلَی بَرِیَّتِکَ الْمُرْمِلَةِ، وَ بِلَادِکَ الْمُغْرِبَةِ وَ بَهَائِمِکَ الْمُعْمَلَةِ وَ وَحْشِکَ الْمُهْمَلَةِ، اَللّٰهُمَّ مِنْکَ ارْتِجَاؤُنَا، وَإِلَیْکَ مَآبُنَا، فَلَا تَحْبِسْهُ عَنَّا لِتَبَطُّنِکَ سَرَائِرَنَا وَلَا تُؤَاخِذْنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا، فَإِنَّکَ تُنْزِلُ الْغَیْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَتَنْشُرُ رَحْمَتَکَ، وَأَنْتَ الْوَلِیُّ الْحَمِیدُ.

(اس اللہ کی حمد جو وسیع نعمتیں دینے والا ہے۔ غم و ہم کو دور کرنے والا اور انسانوں کا پالنے والا ہے۔ وہ اللہ وہ ہے جس نے تمام آسمانوں کو اپنی کرسی کا پایہ بنایا اور پہاڑوں کو زمین کیلئے میخ بنایا۔ زمین کو بندوں کیلئے گہوارہ بنایا اور اس کے ملائکہ ان سب کے اردگرد ہیں اور حاملین عرش ان کی پشت پر ہیں اس نے اپنی قوت سے ارکان عرش کو قائم کیا اور اپنے نور سے آفتاب کی شعاعوں کو چمکایا۔ اور پھر آفتاب کی شعاعوں نے ظلمت کو ڈھانپ لیا۔ اس نے زمین میں جگہ جگہ چشمے جاری کیے، چاند کو منور کیا ستاروں کو جگمگایا، پھر بلندی کی طرف متوجہ ہوا اس پر اپنا اقتدار دکھایا، اسے پیدا اور مستحکم کیا، اسے کھڑا کیا، اس کی حفاظت کی۔ تو ہر متکبر کی نخوت اس کے سامنے سرنگوں ہوگئی اور ہر مسکین کا افلاس اس کے سامنے دست طلب بڑھانے لگا۔

اے اللہ میں تجھے تیرے درجہ رفیع و علوئے مرتبت اور تیرے کمال فضل اور تیرے وسیع راستہ کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو محمدؐ اور آل محمدؐ پر اپنی رحمتیں نازل فرما اس لئے کہ انہوں نے تیری اطاعت کی اور لوگوں کو تیری عبادت کی طرف دعوت دی، تیرے عہد کو پورا کیا، تیرے احکام نافذ

کیے، تیری ہدایات کا اتباع کیا۔ یہ تیرے بندے ہیں، تیرے نبی ہیں اور تیرے ان پیغامات کے امین ہیں جو تو نے اپنے بندوں کے پاس بھیجے ہیں۔ تیرے احکامات پر قائم ہیں۔ تیرے اطاعت گزار بندوں کی مدد کرنے والے اور تیرے نافرمان بندوں کے عذر کو قطع کرنے والے ہیں۔

اے اللہ تو نے اپنی رحمت کے جن جن لوگوں کو حصے دیئے ہیں ان میں سب سے بڑا حصہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا اور تیرے ڈھیروں عطیات دینے کی وجہ سے جن لوگوں کے چہرے بشاش ہیں ان سے زیادہ بشاش آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کو بنا۔ اور ان لوگوں سے زیادہ اپنی رحمت کا حصہ انہیں عطا فرما اور ان لوگوں سے زیادہ ان کی امت کی صفوں کو اپنی جنت میں داخل فرما۔ اس لئے کہ انہوں نے کبھی پتھروں کو سجدہ نہیں کیا، کبھی درختوں کی پرستش نہیں کی، کبھی شراب کو حلال نہیں سمجھا اور کبھی خون نہیں پیا۔

اے اللہ جب کہ ہم لوگوں کو بے حد تنگیوں نے گھیرا ہے ، جب کہ ہم لوگوں پر حد درجہ مشکلات آن پڑی ہیں، جب کہ عیوب نے ہمیں دانتوں سے پکڑ لیا ہے، جب کہ کذب وافتراء نے ہم پر پورا قبضہ جما لیا ہے، جب کہ ہم لوگوں پر قحط سالیوں نے یلغار کر دی ہے، جب کہ یہ برسنے والے بادل ہم لوگوں کو چھوڑ جاتے ہیں، جب کہ ہمارے بوڑھے اونٹ پیاس سے بلبلا رہے ہیں تو ہم لوگ تیری بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں۔ تو ہر بدحال و پریشان کی امید اور ہر طلبگار کا بھروسہ ہے۔ ہم لوگ تجھے اس وقت آواز دے رہے ہیں جب لوگوں پر مایوسی چھائی ہوئی ہے۔ بادل پانی نہیں برسا رہا ہے۔ چرنے والے جانور ہلاک ہو رہے ہیں۔

اے حی وقیوم ہم لوگ تجھ سے اتنی مرتبہ دعا کرتے ہیں جتنی درختوں اور پھولوں اور ملائکہ کی صفوں اور ان نہ برسنے والے بادلوں کی تعداد ہے کہ تو ہم لوگوں کو مایوس نہ پلٹا۔ ہم لوگوں سے ہمارے اعمال کا مواخذہ نہ فرما ہمیں ہمارے گناہوں کی سزا نہ دے بلکہ ہم لوگوں پر اپنی رحمتوں کا سایہ کر ایسے برسنے والے بادلوں کے ذریعے جن سے ندی نالے گڑھے تالاب سب بھر جائیں گھاس اور پودے روئیدہ ہو جائیں اور درختوں پر پھل لٹکنے لگیں تو پھولوں کو شگفتہ کر کے اپنے شہروں میں جان ڈال دے۔ اور اپنی طرف سے جلد از جلد بہت برسنے والا ایسے منفعت بخش بادل بھیج جو اس وسیع علاقہ کو سیراب کر دیں اور اپنے بھیجے ہوئے ملائکہ کو دکھا دے کہ مردہ میں تو اس طرح جان ڈالتا ہے اور جو آئندہ پیدا ہونے والے ہیں ان کو اس طرح نکالتا ہے۔ اے اللہ تو ہم لوگوں کو گرج اور چمک کے ساتھ برسنے والے اور چراگاہوں کو سیر کرنے والے بادلوں سے سیراب کر جس سے ندی نالے زور شور سے بہنے لگیں۔ اور ان بادلوں کے زیر سایہ ہم لوگوں پر باد سموم نہ چلے اور نہ منحوس سردی ہو نہ اس کی چمک ہم پر بجلی گرائے نہ اس کی بارش کا پانی تلخ و نمکین ہو کہ پودے جل کر راکھ ہوں اور ہلاک ہو جائیں۔ اے اللہ ہم شرک اور اس کے مقدمات سے اور ظلم اور اس کے پر از مصائب انجام سے اور فقر اور اس کے اسباب سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔ اے خیر کے مراکز سے خیر عطا کرنے والے۔ برکتوں کے معدن سے برکتیں بھیجنے والے یہ برسنے والے بادل تیری طرف سے آتے ہیں تو ہی فریاد کرنے والوں کی فریاد کو پہنچنے والا ہے۔ ہم لوگ خطا کار اور گنہگار ہیں۔ تو مغفرت چاہنے والوں کی مغفرت کرنے والا ہے۔ اور ہم لوگ تجھ سے اپنے گناہوں کی کثرت کی مغفرت چاہتے ہیں اور اپنی خطاؤں سے تیرے سامنے توبہ کرتے ہیں۔ اے اللہ اب ہم لوگوں پر ایسے بادل بھیج جن میں گرج و چمک نہ ہو اور مسلسل موسلا دھار برسے۔ ہم لوگوں کو ایسی بارش سے سیراب کر جو بہت وسیع علاقہ میں ہو اس کی بڑی بڑی بوندیں برکت اور نفع بخش ہوں جو ایک پر ایک گریں۔ ایک قطرہ کے پیچھے دوسرا قطرہ آئے۔ ایسے بادل نہ ہوں کہ جن میں بجلی کی چمک اور رعد کی جھوٹی کڑک ہو اور پانی نہ برسے اور نہ بادشمالی جو تیز چلے (بادلوں کو اڑا لے جائے)۔ تیری طرف سے سقایت کا یہ اہتمام ہو کہ بادلوں کے دل اور تہہ بہ تہہ گھٹائیں زمین سے زیادہ اوپر نہ ہوں اور بارش ہو تو قطروں کے تار بندھ جائیں اور یہ سب کیلئے حیات بخش ہوں۔ تالاب اور وادیاں پانی سے بھر جائیں جس سے سبزے اگیں، کھیتیاں لہلہائیں، شاخیں سرسبز ہوں، چراگاہیں آباد ہوں، گھاس کثرت سے آگ آئے اور یہاں کے بسنے والوں کیلئے یہ خیر جاری ہو اور تیرے بندوں میں جو مالی حیثیت سے کمزور ہوں وہ بھی خوش حال ہو جائیں۔ تیری آبادیوں میں جان پڑ جائے، وہ تیرے پھیلے ہوئے رزق سے فیض یاب ہوں۔ تیری رحمت کے چھپے

ہوئے خزانے ابھر کر سامنے آجائیں اور یہ رحمت عام ان لوگوں پر بھی ہو جو تجھ سے پھرے ہوئے ہیں اور جو لوگ قحط زدہ ہیں ان کی چراگاہیں سرسبز ہوجائیں، جو لوگ خشک سالی کے شکار ہیں اس کی برکت سے وہ بھی جی اُٹھیں۔ میدانوں کے تالاب پانی سے لبریز ہوجائیں درختوں میں پتے اور پھولوں کے شگوفے پھوٹنے لگیں، جنگلی جھاڑیوں پر گہری سبزی آجائے اور ہم لوگوں پر مایوسی کے بعد یہ احسان عام اور بخشش عمومی جو تو اپنے وحشی اور پالتو جانوروں پر اور پریشان حال مخلوقات پر کرے گا اس کیلئے تو ہمارے شکر کا مستحق ہوگا۔

اے اللہ ہم لوگوں کو صرف تجھ سے ہی امید ہے اور صرف تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تو ہم لوگوں کے باطن سے واقف ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔ تو اس بارش کو اب مزید نہ روک اور ہم میں جو بیوقوف و نا سمجھ ہیں ان کے اعمال کا ہم لوگوں سے مواخذہ نہ کر۔ ان لوگوں کی مایوسی کے بعد ان کیلئے پانی برسا دے اپنی رحمت کو پھیلا دے بیشک تو مالک اور لائق حمد ہے) یہاں تک کہہ کر امیر المومنین علیہ السلام رونے لگے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے لگے: سَيِّدِیْ سَاخَتْ جِبَالُنَا، وَاغْبَرَّتْ أَرْضُنَا، وَهَامَتْ دَوَابُّنَا وَقَنَطَ النَّاسُ مِنَّا اَوْمَنْ قَنَطَ مِنْهُمْ، وَتَاهَتِ الْبَهَائِمُ وَتَحَيَّرَتْ فِيْ مَرَاتِعِهَا، وَعَجَّتْ عَجِيْجَ الثَّكَالٰى عَلٰى أَوْلَادِهَا وَمَلَّتِ الدَّوَرَانَ فِيْ مَرَاتِعِهَا، حِيْنَ حُبِسَتْ عَنْهَا قَطْرُ السَّمَاءِ ،فَدَقَّ لِذٰلِكَ عَظْمُهَا وَذَهَبَ لَحْمُهَا، وَذَابَ شَحْمُهَا، وَانْقَطَعَ دَرُّهَا، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ أَنِيْنَ الْآنَّةِ، وَحَنِيْنَ الْحَانَّةِ ارْحَمْ تَحَيُّرَ هَافِيْ مَرَاتِعِهَاوَأَنِيْنَهَا فِيْ مَرَابِضِهَا.

(میرے مالک ہمارے پہاڑ پھٹے جارہے ہیں۔ ہماری زمینیں خاک اڑا رہی ہیں۔ ہمارے چوپائے پیاسے ہیں اور ہم لوگ اور یہ سب جانور پریشان ہیں اور اپنی چراگاہوں میں مارے مارے حیران پھر رہے ہیں اور اس طرح چیخ رہے ہیں جیسے کوئی زن پسر مردہ چیخ چیخ کر رو رہی ہو۔ یہ اس لئے کہ آسمان سے پانی برسنا رک گیا ان کی ہڈیاں پسلیاں نکل آئیں۔ ان کے جسموں پر گوشت نہیں رہ گئے۔ ان کی چربیاں پگھل گئیں۔ تھنوں سے دودھ ختم ہوگیا۔ پروردگار تو ان بکریوں اور ان اونٹنیوں پر ترس کھا۔ اور ان کے چراگاہوں میں حیران پھرنے اور اپنے باڑوں کے اندر رونے پر رحم فرما)۔

(۱۵۰۴) اور ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استسقاء کی دو رکعتیں پڑھتے تھے اور وہ کھڑے ہی ہوتے تھے کہ بارش ہوجاتی تھی۔ نیز فرمایا: نماز سے پہلے خطبہ فرمایا کرتے تھے اور قرائت بلند آواز سے کیا کرتے تھے۔

(۱۵۰۵) اور ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز استسقاء میں اپنی ردا کو الٹ کر کیوں اوڑھتے تھے؟ آپؑ نے فرمایا: یہ اپنے اور اپنے اصحاب کے درمیان ایک علامت کے طور پر پیش کرتے تھے کہ آپؑ نے خشک سالی کو ہریالی سے بدل دیا ہے۔[1]

(۱۵۰۶) ایک مرتبہ اہل کوفہ کا ایک گروہ حضرت علی ابن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا امیر المومنینؑ ہمیں آپ استسقاء کی دعا پڑھا دیں۔ تو حضرت علی علیہ السلام نے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کو بلایا اور امام حسن علیہ السلام سے کہا: اے حسن تم ذرا دعائے استسقاء پڑھ دو۔ تو حضرت امام حسن علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی:

اَللّٰهُمَّ هَيِّجْ لَنَا السَّحَابَ بِفَتْحِ الْاَبْوَابِ بِمَاءٍ عُبَابٍ وَرُبَابٍ بِانْصِبَابٍ وَانْسِكَابٍ يَاوَهَّابُ، وَاسْقِنَا مُطْبِقَةً مُغْدِقَةً مُوْنِقَةً، فَتِّحْ أَغْلَاقَهَا وَسَهِّلْ اِطْلَاقَهَا، وَعَجِّلْ سِيَاقَهَا بِالْاَنْدِيَةِ فِيْ الْاَوْدِيَةِ يَاوَهَّابُ، بِصَوْبِ الْمَاءِ يَافَعَّالُ اِسْقِنَا مَطَراً قَطْراً ،طَلًّا مُطَلًّا ،طَبَقاً مُطْبِقاً، عَامّاً مُعِمّاً، رَهِماً بُهِماً رَحِماً رَشّاًمُرِشّاً وَاسِعاً كَافِياً، عَاجِلاً طَيِّباً مُبَارَكاً سَلَاطِحَ بَلَاطِحَ، يُنَاطِحُ الْاَبَاطِحَ، مُغْدَوْدِقاً مُطْبَوْبِقاً مُغْرَوْرِقاً وَاسْقِ سَهْلَنَا وَجَبَلَنَا، وَبَدْوِنَا وَحَضَرِنَا حَتّٰى تُرْخِصَ بِهِ اَسْعَارَنَا وَتُبَارِكَ بِهِ فِيْ ضِيَاعِنَا وَمُدُنِنَا. أَرِنَا الرِّزْقَ مَوْجُوْداً وَالْغَلَاءَ مَفْقُوْداً آمِيْنَ يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ.

---

[1] مصنف نے علل الشرائع میں (اردو ترجمہ ص ۳۷۳) امام جعفر صادق سے یہ روایت کی ہے۔

(اے پروردگار آسمان کے دروازے کھول اور موج در موج پانی سے بھرے ہوئے تہہ بہ تہہ بادلوں کو اٹھا جس سے لگا تار بارش ہو اے وہاب ہم لوگوں کو سیراب کرا پنی بھر پور بارش سے کہ جل تھل ہو جائے اور بارش کی رکاوٹوں کو دور کر کے کھل کر بارش ہو۔ اور پانی کو ندی نالوں کے اندر بہانے میں جلدی کرا ے وہاب۔ اے کارساز تو ہم لوگوں کو سیراب کر کبھی تیز بارش سے کبھی ہلکی بارش سے کبھی شبنم سے کبھی بہت وسیع اور کافی پھوار سے جو پاک و مبارک ہو اور چکنے پہاڑوں اور چوڑے میدانوں اور پتھریلی زمینوں پر برسے اور وہ سب پانی میں چھپ جائیں اور ڈوب جائیں اور ہمارے میدانوں اور پہاڑوں اور دیہاتوں اور شہروں کو سیراب کر تا کہ چیزوں کے نرخ کم ہو جائیں اور ہماری کھیتی باڑی میں اور آبادیوں میں برکت دے۔ ہم لوگوں کو دکھا دے کہ رزق موجود ہے مہنگائی ختم ہوئی آمین یارب العالمین) پھر آپ نے امام حسین علیہ السلام سے فرمایا کہ تم بھی دعائے استسقاء پڑھو تو امام حسین علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی:

اَللّٰهُمَّ مُعْطِیُ الْخَيراتِ مِنْ مَظانِّها. وَمُنزِلُ الرَّحَماتِ مِنْ مَعادِنِها، وَمُجْرِیُ الْبَرَكاتِ عَلىٰ أَهْلِها، مِنْكَ الْغَيْثُ الْمُغِيثُ، وَأَنْتَ الْغِياثُ الْمُسْتَغاثُ، وَنَحْنُ الْخاطِئُونَ وَاَهْلُ الذُّنُوبِ، وَأَنْتَ الْمُسْتَغْفَرُ الْغَفّارُ، لا اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ، اَللّٰهُمَّ اَرْسِلِ السَّماءَ عَلَيْنا دِيمَةً مِدْراراً، وَاسْقِنَا الْغَيْثَ وَاكِفاً مِغْزاراً، غَيْثاً مُغِيثاً، وَاسِعاً مُسْبِغاً مُهْطِلاً مَرِيئاً مَرِيعاً غَدَقاً مُغْدِقاً عُباباً مُجَلْجِلاً سَحّاً سَحْساحاً، مُسْبِلاً عاماً، وَدْقاً مِطْفاحاً يَدْفَعُ الْوَدْقَ بِالْوَدْقِ دِفاعاً وَيَطْلُعُ الْقَطْرُ مِنْهُ غَيْرَ خُلَّبِ الْبَرْقِ، وَلا مُكَذِّبِ الرَّعْدِ، تَنْعَشُ بِهِ الضَّعِيفَ مِنْ عِبادِكَ، وَتُحْيِىْ بِهِ الْمَيِّتَ مِنْ بِلادِكَ، مَنّاً عَلَيْنا مِنْكَ آمِينَ (يَا) رَبَّ الْعالَمِينَ.

(اے اللہ اے جہاں جہاں سے خیر کا امکان ہے وہاں وہاں سے خیر عطا کرنے والے اور رحمتوں کی کانوں سے رحمتیں نازل کرنے والے اور جو لوگ برکتوں کے اہل ہیں ان پر برکتیں جاری کرنے والے برسنے والے بادل تیری ہی طرف سے آتے ہیں۔ تو ہی فریادرس ہے اور تجھ ہی سے فریاد کی جاتی ہے۔ ہم لوگ خطا کار اور گنہگار ہیں اور تو مغفرت کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ اے اللہ ہم لوگوں پر ایسے بادل بھیج جو جم کر برسیں اور ان میں گرج و چمک نہ ہو۔ ہم لوگوں کو ایسے بادل سے سیراب کر جو بہت برسنے والا ہو، جو پودے اگانے والا ہو، وسعت اور کشادگی پیدا کرنے والا ہو، مسلسل اور موسلا دھار ہو جسے زمین ہضم کر سکے، جس سے پودے نشوونما پائیں اور انہیں سرسبز و شاداب بنائیں۔ پانی بہے تو پہاڑوں میں سرسراہٹ کی آواز ہو، اوپر سے گرے تو کھنکھناہٹ پیدا ہو۔ ہر طرف بوندیں ٹپکائے اور وہ بوندیں ایک دوسرے پر گریں اور ٹکرائیں۔ ان میں برق و رعد کی جھوٹی گرج و چمک نہ ہو۔ تا کہ تیرے ضعیف (و کمزور) بندے بھی زندگی بسر کر سکیں اور تیری مردہ آبادیوں میں جان پڑ جائے۔ یہ ہم لوگوں پر بڑا احسان ہوگا۔ آمین یارب العالمین)

اور امام حسین علیہ السلام کی یہ دعا ابھی ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ اللہ نے زوردار پانی برسا دیا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا اور کہا گیا کہ اے ابا عبداللہ کیا ان دعاؤں کی ان دونوں شہزادوں کی تعلیم دی گئی تھی؟ انہوں نے کہا: تم لوگوں پر افسوس۔ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول نہیں سنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے اہل بیت کی زبان سے حکمت کی باتیں جاری ہوتی ہیں۔

(۱۵۰۷) ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عمر ابن خطاب نماز استسقاء کیلئے نکلے تو (میرے والد) عباس سے کہا: آپ اٹھیں اور اپنے رب سے طلب باران کی دعا کریں۔ اور خود کہا: اے اللہ میں تیرے نبی کے چچا کو تیری بارگاہ میں اپنا وسیلہ اور ذریعہ بنا رہا ہوں۔ چنانچہ عباس اُٹھے اور حمد و ثنائے الٰہی بجالانے کے بعد یہ دعا کی:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ عِنْدَكَ سَحاباً وَاِنَّ عِنْدَكَ مَطَراً فَانْشُرِ السَّحابَ وَاَنْزِلْ فِيهِ الْماءَ، ثُمَّ اَنْزِلْهُ عَلَيْنا، وَاشْدُدْ بِهِ الْاَصْلَ، وَاَطْلِعْ بِهِ الْفَرْعَ وَاَحْيِ بِهِ الزَّرْعَ، اَللّٰهُمَّ اِنّا شُفَعاءُ اِلَيْكَ عَمَّنْ لا مَنْطِقَ لَهُ مِنْ بَهائِمِنا وَاَنْعامِنا شَفِّعْنا فِىْ اَنْفُسِنا وَاَهالِينا، اَللّٰهُمَّ اِنّا لا نَدْعُو اِلَّا

اِیَّاکَ، وَلَا نَرْغَبُ اِلَّا اِلَیْکَ، اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا سَقْیاً وَادِعاً نَافِعاً طَبَقاً مُجَلْجِلاً، اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَشْکُو اِلَیْکَ جُوْعَ کُلِّ جَائِعٍ وَعُرِیَ کُلِّ عَارٍ، وَخَوْفَ کُلِّ خَائِفٍ، وَسَغَبَ کُلِّ سَاغِبٍ.

(اے اللہ تیرے پاس بادل بھی ہیں اور پانی بھی ہے لہٰذا بادل کو پھیلا کر ان میں پانی انڈیل دے پھر وہ پانی ہم لوگوں پر برسا دے۔ درختوں کی جڑوں کو مضبوط کر اور شاخوں کو ثمر دار کر۔ اے اللہ ہم لوگ اپنے جانوروں اور چوپایوں کی ترجمانی کرنے تیری بارگاہ میں آئے ہیں جن میں قوت گویائی نہیں ہے لہٰذا ہمارے اپنے نفوس اور اپنے اہالیان شہر کی شفاعت کو قبول فرما۔ اے اللہ ہم لوگ تیرے سوا اور کسی کو نہیں پکارتے اور تیرے سوا کسی اور کی طرف رغبت نہیں رکھتے۔ اے اللہ تو ہم لوگوں کو وسیع ترسقایت کر جو نفع بخش ہو ایسی بارش سے جو زمین کو ڈھانپ لے اور ہمہ گیر ہو۔ اے اللہ ہم لوگ تجھ سے ہر بھوکے کی بھوک کی اور ہر عریاں کی عریانی کی اور ہر خوف زدہ کے خوف اور ہر فاقہ کش کی فاقہ کشی کی شکایت کرتے ہیں) اس طرح انہوں نے اللہ سے دعا کی۔

باب کسوف وزلزلہ وسیاہ آندھی کی نماز اور اس کا سبب

(۱۵۰۸) حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: منجملہ ان نشانیوں کے جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کیلئے مقرر کی ہیں اور جس کے یہ لوگ محتاج ہیں ایک سمندر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کے درمیان خلق فرمایا ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں سورج و چاند اور ستاروں کے تیرنے کے راستے معین فرمائے اور یہ سب کے سب فلک پر ہیں پھر اس فلک پر ایک ملک مقرر کیا کہ جس کے ساتھ ستر ہزار ملائکہ ہیں جو فلک کی دیکھ بھال اور انتظام کرتے ہیں اور جب وہ لوگ فلک کو گردش دیتے ہیں تو اس کے ساتھ سورج چاند اور ستارے گردش کرتے ہیں اور اپنی اپنی منزلوں میں اترتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے دن و رات کیلئے معین کر دیا ہے۔ پس جب بندوں کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں اور اللہ چاہتا ہے کہ اپنی نشانیوں میں سے کسی نشانی کے ذریعہ ان کی تنبیہ کرے تو وہ اس ملک کو حکم دیتا ہے جو فلک پر موکل و مقرر ہے کہ فلک کو اس کے راستے سے ہٹا دے پس وہ ملک ان ستر ہزار ملائکہ کو حکم دیتا ہے اور فلک کو اس کے مدار سے ہٹا دو چنانچہ فرشتے اسے ہٹا دیتے ہیں پس آفتاب اس سمندر میں چلا جاتا ہے جس میں یہ فلک تھا تو اس کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے اور اس کا رنگ بدل جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ کوئی بڑی نشانی دکھائے اور اس سے بندوں کو خوف زدہ کرے تو سورج اس سمندر میں ڈوب جاتا ہے اور اس طرح اس کو گہن لگ جاتا ہے اور اسی طرح وہ چاند کے ساتھ بھی کرتا ہے اور جب اللہ چاہتا ہے کہ اس کو جلا اور روشنی دے اور اس کو مدار پر واپس کر دے تو اس ملک کو حکم دیتا ہے جو فلک پر موکل اور مقرر ہے کہ فلک کو اس کے مدار پر واپس کر دیتا ہے اور سورج بھی اپنے مدار پر واپس آجاتا ہے اور اب وہ پانی میں سے صاف شفاف موتی کی طرح نکلتا ہے اور اس طرح چاند بھی۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام نے فرمایا: لیکن ان دونوں نشانیوں سے وہی خوف زدہ ہوگا اور وہی ڈرے گا جو ہمارے شیعوں میں سے ہوگا لہٰذا ان دونوں میں سے کوئی نشانی ظاہر ہو تو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف رجوع کرو۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ لیکن وہ بات جو منجمین کسوف (گہن) کے متعلق بتاتے ہیں اس کی اگر چہ اس کسوف سے کوئی مطابقت نہیں لیکن پھر بھی اس کے دیکھنے کے بعد مسجدوں میں جا کر نماز پڑھنی چاہیے اس لئے کہ یہ کسوف بھی اسی کسوف کے مثل ہے اور دیکھنے میں اس کسوف کے مشابہہ ہے جس کا ذکر امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے اور اس میں مسجد کی طرف جانا اور نماز کسوف پڑھنا واجب ہے کیونکہ یہ نشانی قیامت کی نشانیوں کے مشابہہ ہے اور اسی طرح زلزلہ اور سیاہ آندھی کہ یہ نشانیاں بھی قیامت کی نشانیوں کے مشابہہ ہے۔ اس لئے ہم لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ جب ان کو دیکھو تو قیامت کو یاد کرو، توبہ و انابت کرو، اللہ کی طرف رجوع کرو اور مسجدوں کی طرف جاؤ اس لئے کہ یہ زمین پر اللہ کا گھر ہیں۔ ان میں پناہ چاہنے والا اللہ کی پناہ میں ہوگا۔

(۱۵۰۹) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا[1]: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جو اللہ کے مقرر کردہ راستوں پر حرکت کرتے ہیں اور اس کے حکم پر اپنی حرکت پوری کرتے ہیں۔ اور یہ کسی کے مرنے یا کسی کے جینے پر منکسف نہیں ہوتے اور جب ان دونوں میں سے کوئی منکسف ہو (ان میں گہن لگے) تو فوراً اپنی مسجدوں کی طرف بھاگو۔

(۱۵۱۰) اور ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے عہد حکومت میں سورج کو گہن لگا تو آپؑ نے لوگوں کے ساتھ کسوف کی نماز با جماعت پڑھی اور اتنی دیر تک پڑھائی کہ ہر ایک شخص دوسرے کو دیکھ رہا تھا کہ اس کے پسینے سے اس کے پاؤں تر ہو رہے ہیں۔

(۱۵۱۱) ایک مرتبہ عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا سیاہ آندھی اور ظلمت آسمان میں ہوتی ہے اور کسوف (گہن) بھی؟ آپؑ نے فرمایا: مگر ان دونوں کی نمازیں یکساں ہیں۔

(۱۵۱۲) اور وہ اسباب وعلل کہ جن کا ذکر فضل بن شاذان رحمہ اللہ نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہوئے بیان کیے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: کسوف (گہن) کیلئے نماز اس لئے قرار دی گئی کہ یہ اللہ کی آیات (نشانیوں) میں سے ہے اس لئے کہ یہ کوئی نہیں جانتا کہ یہ نشانی عذاب کیلئے ظاہر ہوئی ہے یا رحمت کیلئے۔ اس بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ چاہا کہ ان کی امت اس موقع پر اپنے خالق اور اپنے اوپر رحم کرنے کی طرف رجوع کرے تاکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے اس کے شر کو دور کر دے اور اس کے مکروہات سے محفوظ رکھے۔ جس طرح اس نے قوم یونس سے عذاب کو پھیر دیا جب ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگی اور اس کی نماز دس رکعت اس لئے قرار دی گئی کہ اصل نماز ہی جس کے فرض ہونے کا آسمان کی طرف سے حکم نازل ہوا ہے وہ دن اور رات میں صرف دس رکعت ہے۔ اور وہ دس رکعتیں یہاں جمع کردی گئی ہیں اور اس میں سجدہ اس لئے قرار دیا گیا کہ وہ نماز ہی نہیں جس میں رکوع ہو اور سجدہ نہ ہو۔ اور یہ سجدہ اس لئے بھی ہے کہ لوگ اپنی نماز سجدہ و خضوع و خشوع پر ختم کریں۔

اور اس میں چار سجدے اس لئے ہیں کہ ہر وہ نماز جس میں چار سجدے نہ ہوں وہ نماز نہیں۔ اور اس لئے کہ ہر نماز میں کم از کم چار سجدے لازمی فرض ہیں اور رکوع کے بدلے سجدہ اس لئے نہیں رکھا گیا ہے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا بیٹھ کر نماز پڑھنے سے افضل ہے اور اس لئے کہ کھڑا شخص گہن لگنے اور گہن چھوٹنے کو دیکھ سکے گا بیٹھا ہوا نہیں اور در اصل نماز جس کو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا اس سے اس نماز کی شکل اس لئے بدلی ہوتی ہے کہ یہ ایک خاص سبب سے پڑھی جارہی ہے اور وہ کسوف (گہن) ہے اور جب سبب بدل جاتا ہے تو مسبب بھی بدل جاتا ہے۔

(۱۵۱۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ حضرت ذوالقرنین جب سد تک پہنچے اور اس سے آگے بڑھے اور ظلمات میں داخل ہوئے تو ناگاہ ایک ملک ملا جو ایک پہاڑ پر کھڑا تھا اور اس کا قد پانچ سو ہاتھ کا تھا۔ اس نے ان سے کہا: اے ذوالقرنین کیا تمہارے پیچھے کوئی مسلک نہیں؟ ذوالقرنین نے کہا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کے ملائکہ میں سے ایک ملک ہوں اور اس پہاڑ پر مقرر ہوں اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی پہاڑ خلق فرمائے ہیں ان سب کی رگیں اس پہاڑ سے آکر ملتی ہیں جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ کسی شہر میں زلزلے آئے تو میری طرف وحی فرماتا ہے اور میں اس کی رگ کو ہلا دیتا ہوں اور کبھی کبھی زلزلہ اس کے بغیر بھی آجاتا ہے۔

(۱۵۱۴) نیز امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا اور مچھلی کو حکم دیا اس نے اس زمین کو اُٹھایا اور بولی کہ میں نے اس زمین کو اپنی قوت سے اُٹھایا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس ایک چھوٹی سے مچھلی فتر (جس کے چھونے سے کپکپی پڑ جائے) کے برابر بھیجی اور وہ اس کی ناک میں گھس گئی اس کی وجہ سے وہ چالیس دن تک تڑپتی رہی اب جس وقت اللہ تعالیٰ کسی زمین پر زلزلہ لانا چاہتا ہے تو اس کو یہ چھوٹی مچھلی دکھا دیتا ہے اور وہ ڈر کے مارے کانپنے لگتی ہے مگر کبھی کبھی زلزلہ اس وجہ کے علاوہ کسی دوسری وجہ سے بھی آتا ہے۔

---

[1] کلینی نے کافی ج ۳ ص ۴۶۳ پر الفاظ کے معمولی فرق سے اس حدیث کو ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔

(۱۵۱۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ وہ زمین کو اُٹھا لے۔ اور تمام شہروں میں سے ہر شہر اس مچھلی کے چھلکوں (فلس) میں سے کسی ایک چھلکے پر واقع ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ فلاں مقام پر زلزلہ آئے تو اس مچھلی کو حکم دیتا ہے کہ اپنا فلاں چھلکا ہلا دے وہ اس کو ہلا دیتی ہے اور اگر وہ چھلکے کو اُٹھا دے تو حکم خدا سے زمین کا طبقہ ہی الٹ جائے۔

اور کبھی کبھی زلزلہ ان تینوں وجود کے علاوہ کسی اور وجہ سے بھی آتا ہے اور یہ حدیثیں باہم مختلف نہیں ہیں۔

(۱۵۱۶) سلیمان دیلمی نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے زلزلہ کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: یہ ایک آیت (نشانی) ہے۔ راوی نے پوچھا: اس کا سبب کیا ہوتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین کی لوگوں پر ایک ملک مقرر کر دیا ہے پس جب اللہ تعالیٰ کسی زمین کو زلزلہ دینا چاہتا ہے تو اس ملک کو وحی کر دیتا ہے کہ فلاں فلاں رگ کو ہلا دے پس وہ ملک اس زمین کی اس رگ کو ہلا دیتا ہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ پس وہ زمین مع اپنے بسنے والوں کے ہل جاتی ہے۔

راوی نے عرض کیا کہ جب ایسا ہو تو میں کیا کروں؟ آپؑ نے فرمایا نماز کسوف پڑھو اور جب نماز سے فارغ ہو تو اللہ تعالیٰ کے حضور میں سجدہ کرو اور سجدے کی حالت میں یہ کہو: يَا مَنْ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ بَعْدِهٖ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْماً غَفُوراً. يَامَنْ يُمْسِكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ أَمْسِكْ عَنَّا السُّوْءَ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اے وہ ذات کہ جو آسمان اور زمینوں کو زوال سے روکے اور بچائے ہوئے ہے اور واقعاً اگر ان دونوں پر زوال آئے تو اس کے سوا کون ہے جو اسے بچا سکے بیشک وہ حلیم اور غفور ہے۔ اے وہ ذات جو آسمان کو بغیر اپنے اذن کے زمین پر گرنے سے بچائے ہوئے ہے ہم لوگوں کو ہر گزند سے بچا لے بیشک تو ہر شے پر قادر ہے)۔

(۱۵۱۷) علی بن مہزیار سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا اور اس میں اھواز کے اندر زلزلوں کی شکایت کی اور لکھا کہ آپ کی رائے ہو تو میں یہاں سے نقل مکانی کر لوں۔ تو آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا: تم لوگ وہاں سے نقل مکانی نہ کرو اور چہارشنبہ و پنجشنبہ اور جمعہ کو روزہ رکھو پھر غسل کرو پاک لباس پہنو اور آبادی سے باہر نکل جاؤ اور وہاں اللہ تعالیٰ سے دعا کرو وہ اس سے تم لوگوں کو نجات دے گا۔ تو ہم لوگوں نے ایسا ہی کیا اور زلزلہ کا آنا بند ہو گیا۔

(۱۵۱۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: صاعقہ (بجلی) مومن و کافر پر گر سکتی ہے مگر ذکر خدا کرنے والے پر نہیں گر سکتی۔

(۱۵۱۹) حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ہوا کے بھی ایک سر اور دو بازو ہوتے ہیں۔

(۱۵۲۰) کامل بن علاء سے روایت کی گئی ہے کہ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں مقام عریض میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ تھا کہ تیز آندھی آئی تو آپؑ تکبیر کہنے لگے پھر فرمایا کہ تکبیر آندھی کو رد کر دیتی ہے۔

(۱۵۲۱) نیز آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب آندھی کو بھیجتا ہے تو یا بر بنائے رحمت بھیجتا ہے یا بر بنائے عذاب لہٰذا جب تم لوگ آندھی کو آتے دیکھو تو یہ کہو: اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ خَيْرَ مَا اَرْسَلْتَ لَهٗ، وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَاوَ شَرِّ مَا اَرْسَلْتَ لَهٗ (اے اللہ ہم لوگ تجھ سے اس آندھی میں جو خیر ہے وہ چاہتے اور جس خیر کیلئے یہ بھیجی گئی ہے وہ چاہتے ہیں اور ہم لوگ اس کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں اور جس شر کیلئے یہ بھیجی گئی ہے اس سے تیری پناہ چاہتے ہیں) اور اس کے بعد تم لوگ تکبیر کہو اور تکبیر میں اپنی آوازیں بلند رکھو یہ آندھی کے زور کو توڑ دے گی۔

(۱۵۲۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہوا کو گالی نہ دو اس لئے کہ یہ اس پر مامور ہے اور نہ پہاڑ کو، نہ ساعتوں کو، نہ دنوں کو اور نہ راتوں کو گالی دو ورنہ تم لوگ گنہگار ہو گے اور یہ گالی تمہاری طرف پلٹ کر آئے گی۔

(۱۵۲۳) نیز آپؑ نے فرمایا: ہوا جب بھی نکلتی ہے تو معینہ مقدار میں نکلتی ہے سوائے زمانہ عاد کے اس لئے کہ وہ اپنے خزینہ داروں کے قابو سے باہر ہو گئی

تھی اور سوئی کے ناکے کے برابر نکل آئی تھی اور اس نے قوم عاد کو ہلاک کر دیا۔

(۱۵۲۴) علی بن رباب نے ابوبصیر سے روایت کی ہے۔ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے چاروں سمت کی ہواؤں کے متعلق دریافت کیا یعنی شمال و جنوب اور مغرب و مشرق کی ہواؤں کے متعلق اور عرض کیا کہ لوگ تو اس کے متعلق کہتے ہیں کہ باد شمالی جنت سے آتی ہے اور باد جنوبی جہنم سے آتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے پاس ہواؤں کے بہت سے لشکر ہیں تو جو قوم اللہ سے سرتابی کرتی ہے وہ اس کے ذریعہ اس کو عذاب میں مبتلا کرتا ہے اور ان میں سے ہر نوع کی ہوا پر ایک ملک مقرر ہے اور اس نوع کی ہوا اس ملک کی اطاعت کرتی ہے پس جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ کسی قوم کو عذاب دے تو اس نوع کی ہوا کے ملک کو جس کے ذریعہ وہ عذاب دینا چاہتا ہے وحی کرتا ہے اور وہ ملک اس ہوا کو حکم دیتا ہے اور ہوا بھپر جاتی ہے جیسے غصہ میں آیا ہوا کوئی شیر بپھرتا۔ اور ان میں سے ہر ہوا کا الگ الگ نام ہے، کیا تم نے اللہ کا یہ قول نہیں سنا ہے کہ انا ارسلنا علیھم ریحا صرصرافی یوم نحس مستمر (ہم نے ان پر ایک تند ہوا بھیجی ایک دوامی نحوست کے دن میں) (سورۂ قمر آیت نمبر ۱۹) اور ایک جگہ فرماتا ہے الریح العقیم (سورۂ الزاریات ۴۱) نیز فرماتا ہے: فاصابھا اعصار فیہ نار فاحترقت (سو اس باغ پر ایک بگولا آئے جس میں آگ ہو پھر وہ باغ جل جائے) (سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۶۶)۔

یہ وہ ہوائیں ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ نافرمانی کرنے والوں کو عذاب دیتا ہے اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے پاس اور ہوائیں بھی ہیں جو رحمت کی ہیں کچھ بار آور ہیں کچھ ہوائیں ہیں جو بادل اُٹھاتی ہیں اور اسے ہنکا کر لے جاتی ہیں اور وہ باذنِ خدا قطرہ قطرہ برستا ہے۔ کچھ ہوائیں ہیں جو بادل کو متفرق اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے بکھیرتی ہیں اور یہ وہ ہوائیں ہیں کہ جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔

لیکن وہ چار ہوائیں تو یہ ان ملائکہ کے نام ہیں شمال و جنوب و صبا و دبور۔ اور ان میں سے ہر ہوا پر ایک ملک مقرر ہے پس جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ شمال سے ہوا چلے تو اس ملک کو حکم دیتا ہے اس کا نام شمال ہے اور وہ خانہ کعبہ پر اترتا ہے اور رکن یمانی پر کھڑا ہوتا ہے اور اپنے بازو پھڑ پھڑاتا ہے اس سے شمالی ہوا نکل کر بر و بحر میں جہاں بھی اللہ کا ارادہ ہو پھیل جاتی ہے اور جب اللہ کا ارادہ ہوتا ہے کہ وہ صبا کو بھیجے تو اللہ تعالیٰ اس ملک کو حکم دیتا ہے جس کا نام صبا ہے اور وہ خانہ کعبہ پر اترتا ہے اور رکن یمانی پر کھڑا ہو جاتا ہے اور اپنے بازو پھڑ پھڑاتا ہے اور ہوائے صبا خشکی و تری میں جہاں بھی اللہ کا ارادہ ہو پھیل جاتی ہے اور جب اللہ کا ارادہ ہوتا ہے کہ جنوب کی ہوا بھیجے تو اللہ تعالیٰ اس ملک کو حکم دیتا ہے جس کا نام جنوب ہے اور وہ بیت الحرام خانہ کعبہ پر اترتا ہے اور رکن یمانی پر کھڑا ہو کر اپنے بازو پھڑ پھڑاتا ہے تو خشکی ہو یا تری جہاں جہاں بھی اللہ کا ارادہ ہوتا ہے جنوب کی ہوا پھیل جاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ دبور ہوا چلے تو اس ملک کو حکم دیتا ہے جس کا نام دبور ہے وہ بیت الحرام پر اتر کر رکن یمانی پر کھڑا ہو کر اپنے دونوں بازو پھڑ پھڑاتا ہے تو خشکی یا تری جہاں بھی اللہ چاہتا ہے وہاں دبور (پچھوا) ہوا پھیل جاتی ہے۔

(۱۵۲۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جنوب کی ہوا بہت اچھی ہے کہ مسکنوں پر سے برف پگھلا دیتی ہے، درختوں میں پھل آنے لگتے ہیں اور وادیوں میں پانی بہنے لگتا ہے۔

(۱۵۲۶) حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ہوا پانچ قسم کی ہوتی ہے، ان میں سے ایک عقیم بھی ہے اللہ تعالیٰ اس کے شر سے محفوظ رکھے۔

(۱۵۲۷) اور (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں) جب کبھی زرد یا سرخ یا سیاہ آندھی چلتی تھی تو آپؐ کا چہرہ مبارک کا رنگ زرد ہو جاتا تھا اور ایسا معلوم ہوتا کہ آپ بہت ڈر رہے ہیں یہاں تک کہ جب بارش کا ایک قطرہ گرتا تو آپؐ کا رنگ پہلی حالت پر لوٹ آتا تھا اور فرمایا کرتے کہ لو یہ رحمت لے کر آیا۔

(۱۵۲۸) زرارہ اور محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ہم نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ یہ سیاہ آندھی جو آتی ہے تو کیا

آپؑ کی رائے میں اس میں بھی نماز پڑھی جائے؟ آپؑ نے فرمایا: فضاؤں کی ہر خوفناک چیز خواہ وہ آندھی ہو یا اندھیری یا کوئی اور ڈراؤنی چیز جب آئے تو نماز کسوف پڑھو تا کہ وہ ساکن ہو جائے۔

(۱۵۲۹) محمد بن مسلم اور برید بن معاویہ نے حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے۔ آپؑ دونوں نے فرمایا: جب گہن لگے یا آیات میں سے کوئی آیت ظاہر ہو (جیسے زلزلہ یا سیاہ آندھی وغیرہ) تو اس کی نماز پڑھو۔ اگر تم کو یہ خوف نہ ہو کہ نماز فریضہ کا وقت چلا جائیگا۔ چنانچہ اگر تم کو اس کا خوف ہو تو پہلے نماز فریضہ پڑھو۔ اور اگر نماز کسوف پڑھ رہے ہو تو اس کو قطع کر دو، جب نماز فریضہ پڑھ چکو تو جہاں سے تم نے نماز کسوف کو قطع کیا ہے وہاں سے آگے بڑھو اور بقیہ نماز کو اس میں شامل کر لو۔

(۱۵۳۰) علی بن فضل واسطی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا ہے کہ جب سورج یا چاند گہن لگے اور میں اپنی سواری پر ہوں اترنا ممکن نہ ہو تو میں کیا کروں؟ تو آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا: تم جس سواری پر سوار ہو اسی پر نماز کسوف پڑھ لو۔

(۱۵۳۱) محمد بن مسلم اور فضیل بن یسار سے روایت کی گئی ہے دونوں نے کہا کہ ایک مرتبہ ہم لوگوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا وہ شخص جس کو صبح کو پتہ چلا کہ رات چاند گہن تھا یا شام کو معلوم ہوا کہ دن کو سورج گہن تھا تو کیا وہ کسوف کی قضا نماز پڑھے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر پورا گہن لگا تھا تو قضا پڑھے گا اور اگر گہن جزوی طور پر لگا تھا تو تم پر اس کی قضا نہیں ہے۔

(۱۵۳۲) حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نماز کسوف کے متعلق دریافت کیا یعنی کسوف شمس وقمر کے متعلق تو آپؑ نے فرمایا: اس نماز میں دس (۱۰) رکعتیں ہیں اور چار سجدے ہیں (وہ یوں کہ) پانچ رکوع کرو اور پانچویں کے بعد سجدہ کرو۔ پھر پانچ رکوع کرو اور دسویں رکوع کے بعد سجدہ کرو۔ اور اگر چاہو تو کوئی پورا سورہ ہر رکعت میں پڑھو اگر ہر رکعت میں قرأت کر رہے ہو تو سورۂ فاتحہ پڑھو اور اگر نصف سورۂ پڑھ رہے ہو تو وہ بھی تمہارے لئے کافی ہے اور سورۂ فاتحہ نہ پڑھو سوائے پہلی رکعت کے حتی کہ دوسری رکعت شروع کر دو اور رکوع سے سر اُٹھانے میں **سمع اللہ لمن حمدہ** نہ کہو لیکن اس رکعت میں جس کے اندر تمہارا سجدہ کرنے کا ارادہ ہو۔

(۱۵۳۳) عمر بن اذینہ نے روایت کی ہے [1] کہ قنوت دوسری رکعت میں ہوگا رکوع سے پہلے پھر چوتھی میں پھر چھٹی میں پھر آٹھویں رکعت میں پھر دسویں رکعت میں اور اگر صرف پانچویں اور دسویں رکعت میں قنوت پڑھے تو یہ بھی جائز ہے۔

اور جب آدھی نماز کسوف سے فارغ ہو جائے مگر ابھی گہن کھلا نہ ہو تو پھر نماز کسوف پڑھے اور اگر چاہے تو بیٹھے اور گہن کھلنے تک اللہ تعالیٰ کی تمجید اور بزرگی کا اظہار کرتا ہے۔

اور یہ جائز نہیں کہ نماز فریضہ کے وقت میں جب تک نماز فریضہ نہ پڑھ لے نماز کسوف پڑھے [2]۔

اور اگر انسان نماز کسوف پڑھ رہا ہے اور نماز فریضہ کا وقت آجائے تو نماز کسوف کو قطع کر کے نماز فریضہ پڑھے اس کے بعد نماز کسوف کو جہاں سے قطع کیا تھا وہیں سے نماز کسوف پڑھ لے۔

(۱۵۳۴) اور حماد بن عثمان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ آپؑ کے سامنے کسوف قمر اور اس میں لوگوں کو جو پریشانی ہوتی ہے اس کا ذکر کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اگر گہن ذرا بھی کھل جائے تو سمجھ لو کہ گہن کھل گیا۔

---

[1] ایک گروہ جس میں فضیل، زرارہ، برید، محمد بن مسلم شامل ہیں نے امام باقر و امام صادق علیہما السلام سے ایک طویل حدیث میں تہذیب ج ا کے ص ۲۹۹ پر روایت کی ہے۔

[2] محمد بن مسلم کی صحیح حدیث اس پر دلالت کرتی ہے اور اسے کراہت پر محمول کرنا اظہر ہے (محمد تقی مجلسی) کافی ج ۳ ص ۴۶۴ سے رجوع کیا جائے۔

باب نماز حبوہ (عطیہ رسول) و تسبیح اور یہ نماز حضرت جعفر ابن ابی طالب علیہما السلام ہے

(۱۵۳۵) ابوحمزہ ثمالی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے بیان فرمایا: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابی طالب علیہما السلام سے فرمایا: اے جعفر کیا میں تم کو بخشش دوں، کیا میں تم کو عطیہ دوں: کیا میں تم کو کوئی تحفہ دوں: کیا میں تم کو ایک ایسی نماز کی تعلیم دوں کہ جب تم اس کو پڑھو تو اگر تم میدان جنگ سے فرار (جیسا گناہ بھی) کیے ہوئے ہو اور تمہارے اوپر جبل عالج کے سنگریزوں اور سمندر کے جھاگ کے برابر بھی گناہ ہوں تو وہ بخش دیئے جائیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپؐ نے فرمایا: تم چار رکعت نماز پڑھو۔ چاہو تو ہر شب میں پڑھو چاہو ہر دن میں پڑھو، چاہو صرف جمعہ جمعہ پڑھو، چاہو تو سال کے سال پڑھو۔ جب نماز شروع کرو تو پندرہ مرتبہ تکبیر اس طرح کہو: اللّٰــه اکبر و سبحان الله و الحمد لله و لا اله الا الله پھر سورۂ الحمد پڑھو اور کوئی اور سورۂ اور رکوع میں جاؤ اور رکوع میں دس مرتبہ وہی کہو (جو اوپر مذکور ہوا) پھر رکوع سے سر اُٹھاؤ اور دس مرتبہ وہی کہو پھر سجدہ میں جاؤ اور سجدہ میں دس مرتبہ وہی کہو پھر سجدہ سے سر اُٹھالو اور دس مرتبہ وہی کہو پھر کھڑے ہو جاؤ اور پندرہ مرتبہ وہی کہو اس کے بعد سورۂ الحمد اور کوئی اور سورۂ پڑھو رکوع میں جاؤ اور رکوع میں دس مرتبہ وہی کہو پھر رکوع سے سر اُٹھاؤ اور دس مرتبہ وہی کہو پھر سجدہ میں جاؤ اور سجدہ میں دس مرتبہ وہی کہو پھر سجدہ سے سر اُٹھاؤ اور دس مرتبہ یہی کہو پھر تشہد پڑھو اور سلام پڑھو پھر کھڑے ہو جاؤ اور آخر کی دو رکعتیں بالکل اس طرح پڑھو جس طرح یہ ابتداء کی دو رکعتیں پڑھی ہیں اس کے بعد سلام پڑھو۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: پس تسبیح پچھتر (۷۵) مرتبہ ہوئی اور ہر رکعت میں تین سو (۳۰۰) تسبیح ہوئی یعنی اس طرح چار رکعت میں بارہ سو تسبیح ہوگئی اور اس کو اللہ تعالیٰ دس گنا کر کے تمہارے نامہ اعمال میں بارہ ہزار حسنات لکھے گا اور اس میں سے ایک حسنہ کوہ احد سے بھی بڑا ہوگا۔

(۱۵۳۶) اور بعض جگہ روایت کی گئی ہے کہ نماز جعفر طیار میں سوروں کی قرأت کے بعد تسبیح ہے اور تسبیح کی ترتیب اس طرح ہے: سبحان الله والحمد لله و لا اله الله و الله اکبر.

ان حدیثوں میں سے جس پر بھی نمازی عمل کرے اس کے لئے صائب اور جائز ہے۔

اور قنوت ہر دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے ہے اور پہلی رکعت میں سورۂ حمد اور سورۂ اذا زلــزلت الارض کی قرأت ہے اور دوسری رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ والعادیات کی قرأت ہے اور تیسری رکعت میں سورۂ حمد اور سورۂ اذا جاء نصر الله کی قرأت ہے اور چوتھی رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ قل هو الله احد کی قرأت ہے [۱] اور اگر تم چاہو تو ہر رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ قل هو الله احد کی قرأت کرو۔

(۱۵۳۷) اور عبداللہ بن مغیرہ کی روایت میں جو اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے یہ ہے کہ نماز جعفر طیار میں سورۂ قل هو الله احد اور قل یا ایها الکافرون پڑھو۔

(۱۵۳۸) ابراہیم بن ابی بلاد سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن یعنی امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے عرض کیا کہ جو شخص نماز جعفر طیار پڑھے اس کو کیا ثواب ملے گا؟ تو آپ نے فرمایا: گر اس کے گناہ جبل عالج کے سنگ ریزوں اور سمندر کے جھاگ کی تعداد کے برابر بھی ہوں تو اللہ اس کو بخش دے گا۔ میں نے عرض کیا: کیا یہ بخشش ہم لوگوں کے لئے ہوگی؟ فرمایا: اور یہ کس کے لئے ہوگی؟ یہ تو تم ہی لوگوں کیلئے خاص کر کے ہے۔ میں نے عرض کیا: پھر اس نماز میں میں کیا پڑھوں؟ فرمایا: قران میں سے جو چاہو پڑھو۔ کیا اس میں اذا زلزلت الارض اور اذا جاء نصر الله اور انا انزلناه فی لیلة القدر اور قل هو الله احد نہیں پڑھو گے؟

(۱۵۳۹) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا اس شخص کے متعلق جس نے نماز جعفر طیار پڑھی کہ کیا اس کو بھی وہی ثواب ملے گا جو

[۱] جیسا کہ کافی ج ۳ ص ۴۶۶ پر ابراہیم بن عبدالحمید کی ابوالحسن علیہ السلام سے روایت میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر طیار کے لئے فرمایا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں خدا کی قسم۔

(۱۵۴۰) علی بن ریان سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں نے آخری گزرے ہوئے امام علیہ السلام کو خط لکھا اور اس میں دریافت کیا کہ ایک شخص نے نماز جعفر طیار ابھی دو رکعت ہی پڑھی تھی کہ اسے ضروری کام پڑ گیا یا کوئی حادثہ پیش آ گیا اس لئے اس نے آخر کی دو رکعت چھوڑ دی، کیا اس کے لئے یہ جائز ہے کہ جب وہ ضرورت سے فارغ ہو تو دو رکعت پوری کرے خواہ وہ اپنے مصلیٰ سے اُٹھ چکا ہو۔ یا یہ اس میں محسوب نہ ہو گی اور اس کو از سر نو چار رکعت پڑھنی چاہیے کل کی کل مقام واحد پر؟ تو آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا: ہاں اگر اس نے انتہائی ضروری امر کی وجہ سے نماز قطع کی ہے تو پھر اس سے واپس آ کر باقی رکعتیں پڑھ کر نماز پوری کرے۔ ان شاء اللہ۔

(۱۵۴۱) ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تم نماز جعفر طیار جس وقت چاہو پڑھو۔ خواہ دن میں پڑھو خواہ رات میں اگر چاہو تو اس کو نماز شب میں محسوب کرلو اور چاہو تو دن کے نوافل میں محسوب کرلو وہ تمہارے لئے دن کے نوافل میں بھی شمار ہو جائے گی اور نماز جعفر طیار میں بھی محسوب ہو جائے گی۔

(۱۵۴۲) نیز ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت بھی کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر تم بہت جلدی میں ہو تو صرف نماز جعفر طیار (چار رکعت) پڑھ لو بعد میں تسبیحات پڑھ لینا۔

(۱۵۴۳) اور حسن بن محبوب کی روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ نماز جعفر طیار کے آخری سجدہ میں تم یہ کہو: یَامَنْ لَبِسَ الْعِزَّ وَالْوَقَارَ، یَامَنْ تَعَطَّفَ بِالْمَجْدِ وَتَكَرَّمَ بِهٖ، یَامَنْ لَایَنْبَغِی التَّسْبِیْحُ اِلَّا لَهٗ، یَامَنْ اَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عِلْمُهٗ، یَاذَا النِّعْمَةِ وَالطَّوْلِ یَاذَا الْمَنِّ وَالْفَضْلِ، یَاذَا الْقُدْرَةِ وَالْكَرَمِ، اَسْاَلُكَ بِمَعَاقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِكَ وَمُنْتَهَی الرَّحْمَةِ مِنْ كِتَابِكَ وَبِاسْمِكَ الْاَعْظَمِ الْاَعْلٰی. وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّاتِ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَنْ تَفْعَلَ بِیْ. كذا كذا (اے وہ ذات جو عزت و وقار کا لباس پہنے ہوئے ہے۔ اے وہ ذات کے اس کے سوا اور کسی کیلئے تسبیح روا نہیں اے وہ ذات جو بزرگی و کرامت کی ردا اوڑھے ہوئے ہے۔ اے وہ ذات کہ جس کا علم ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اے صاحب نعمت و بخشش، اے صاحب فضل و احسان، اے صاحب قدرت و کرم میں تجھ سے تیرے عرش کی عظمت و عزت کا واسطہ دے کر اور تیری کتاب کی انتہائی رحمت کا واسطہ دے کر اور تیرے اسم اعظم و اعلیٰ کا واسطہ دے کر اور تیرے کلمات تامہ (پورے) کا واسطہ دے کر تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو محمدؐ و آل محمدؐ پر اپنی رحمتیں نازل فرما اور میرے یہ کام پورے کردے۔ (یہاں اپنی حاجات کا تذکرہ کرے)۔

باب نماز حاجت

(۱۵۴۴) مرازم نے حضرت عبد صالح امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب تمہیں کوئی بہت مشکل اور امر عظیم آ پڑے تو دن کے وقت ساٹھ مسکینوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاع کے حساب سے نصف صاع ہر مسکین کو کھجور یا گیہوں یا جو صدقہ دو اور جب رات ہو تو رات کے آخری تہائی حصہ میں غسل کرو۔ اور وہ لباس پہنو جو سب سے موٹا جھوٹا ہو لیکن یہ کہ اس لباس میں ازار ضرور ہونا چاہیے پھر دو رکعت نماز پڑھو اور دونوں رکعتوں میں سورہ توحید اور سورۂ قل یا ایھا الکافرون کی قرأت کرو اور جب تم آخری رکعت میں سجدے کیلئے اپنی پیشانی رکھو تو کہو: لا الہ الا اللہ، سبحان اللہ، اللہ اکبر لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ پھر اسی سجدے میں اپنے گناہوں کا ذکر کرو اور ان کا اقرار کرو اور جو جانتے ہو اس کا نام اور جو نہیں جانتے ان کا مجملاً اقرار کرو پھر اپنا سجدے سے اُٹھاؤ اور جب دوسرے سجدے کیلئے اپنی پیشانی رکھو تو اللہ تعالیٰ سے طلب خیر کرو اور سو (۱۰۰) مرتبہ یہ کہو اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ (اے اللہ میں تجھ سے طلب خیر کرتا تیرے علم کے واسطہ سے) پھر اللہ تعالیٰ کو اس کے ناموں میں سے جن ناموں کے ساتھ چاہو پکارو اور کہو: یَا كَائِنًا قَبْلَ كُلِّ شَیْءٍ وَیَامُكَوِّنَ كُلِّ شَیْءٍ وَیَا كَائِنًا بَعْدَ كُلِّ شَیْءٍ اِفْعَلْ بِیْ [اے ہر شے سے قبل ہونے

والے اے ہر شے کو پیدا کرنے والے اے ہر شے کے بعد رہنے والے میرے لئے یہ کام کردے] (یہاں حاجات کا تذکرہ کرو) اور جب تم سجدہ کرو تو اپنا گھٹنے زمین پر رکھو اور ازار کو اُٹھالو تا کہ وہ کھل جائے اور اسے اپنے پیچھے سے اپنے دونوں کولہوں پر پنڈلیوں کے باطنی حصہ میں رکھ لو۔ مجھے امید ہے کہ تمہاری حاجت ان شاء اللہ تعالیٰ پوری ہو جائیگی اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیتؑ پر درود سے شروع کرو۔

دیگر نماز حاجت

(۱۵۴۵) موسیٰ بن قاسم بجلی نے صفوان بن یحییٰ اور محمد بن سہل سے اور ان دونوں نے اپنے شیوخ سے اور ان لوگوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب تم کو اللہ تعالیٰ سے اپنی کوئی اہم حاجت طلب کرنی ہو تو تین روزے متواتر اور بلا ناغہ رکھو۔ چہارشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ کو اور جب ان شاء اللہ جمعہ کا دن آئے تو غسل کرو، نیا لباس پہنو اور اپنے گھر کی سب سے اوپری چھت پر چلے جاؤ اور وہاں دو رکعت نماز پڑھو پھر اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرو اور کہو: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ حَلَلْتُ بِسَاحَتِكَ لِمَعْرِفَتِيْ بِوَحْدَانِيَّتِكَ وَصَمَدَانِيَّتِكَ وَاَنَّهُ لَا قَادِرَ عَلٰى حَاجَتِيْ غَيْرُكَ، وَقَدْ عَلِمْتُ يَارَبِّ اَنَّهُ، كُلَّمَا تَظَاهَرَتْ نِعْمَتُكَ عَلَيَّ اِشْتَدَّتْ فَاقَتِيْ اِلَيْكَ، وَقَدْ طَرَقَنِيْ هَمُّ كَذَا وَكَذَا وَاَنْتَ بِكَشْفِهِ عَالِمٌ غَيْرُ مُعَلَّمٍ، وَاسِعٌ غَيْرُ مُتَكَلِّفٍ، فَاَسْاَلُكَ بِاِسْمِكَ الَّذِيْ وَضَعْتَهُ عَلَى الْجِبَالِ فَنُسِفَتْ، وَوَضَعْتَهُ عَلَى السَّمَاءِ فَانْشَقَّتْ، وَعَلَى النُّجُوْمِ فَانْتَثَرَتْ، وَعَلَى الْاَرْضِ فَسُطِحَتْ، وَاَسْاَلُكَ بِالْحَقِّ الَّذِيْ جَعَلْتَهُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ وَالْاَئِمَّةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ یہاں ہر امام کا نام لو، اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاَهْلِ بَيْتِهِ وَاَنْ تَقْضِيَ حَاجَتِيْ وَاَنْ تُيَسِّرَ عَسِيْرَهَا، وَتَكْفِيَنِيْ مُهِمَّهَا، فَاِنْ فَعَلْتَ فَلَكَ الْحَمْدُ، وَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَلَكَ الْحَمْدُ، غَيْرَ جَائِرٍ فِيْ حُكْمِكَ وَلَا مُتَّهَمٍ فِيْ قَضَائِكَ وَلَا حَائِفٍ فِيْ عَدْلِكَ (اے اللہ میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں یہ جانتے ہوئے کہ تو واحد اور صمد ہے اور میری حاجت برآوری پر تیرے سوا اور کوئی قادر نہیں ہے اور اے پروردگار تو خود جانتا ہے کہ جب تیری نعمت مجھ سے پیٹھ پھیرتی ہے تو مجھے شدید طور پر تیری احتیاج ہوتی ہے۔ اور اب مجھ پر یہ مصیبت آپڑی اور تجھے بتانے کی ضرورت نہیں تو خود جانتا ہے کہ یہ مصیبت کیسے دور ہو۔ تیری قدرت بہت وسیع ہے اس مصیبت کا دور کرنا تیرے لئے کوئی دشوار نہیں لہٰذا میں تجھے تیرے اس اسم کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ جس کو تو نے پہاڑوں پر رکھ دیا تو پاش پاش ہو گئے، تو نے اس کو آسمان پر رکھ دیا تو وہ پھٹ گیا، تو نے اسے ستاروں پر رکھ دیا تو وہ بکھر گئے اور زمین پر رکھ دیا تو وہ پھیل گئی اور میں تجھ سے اس حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جسے تو نے محمدؐ اور (ائمہ طاہرین۔۔۔۔ ایک ایک کا نام آخر تک) کے پاس ودیعت کیا ہے کہ تو محمدؐ اور ان کے اہل بیتؑ پر رحمت نازل فرما اور میری حاجت پوری کردے میری مشکل کو آسان کردے اور اس مہم میں میری مدد فرما اگر تو نے یہ کر دیا تو تیری حمد اور تیرا شکر اور تو نے یہ نہ کیا تو بھی تیری حمد اور تیرا شکر۔ تو اپنے حکم میں جور سے کام نہیں لیتا۔ تیرے فیصلہ پر کوئی اتہام نہیں رکھ سکتا تو اپنے عدل میں کبھی ظلم و ناانصافی نہیں کرتا)۔

اس کے بعد اپنا چہرہ زمین پر رکھ دو اور یہ کہو: اَللّٰهُمَّ اِنَّ يُوْنُسَ بْنَ مَتّٰى عَبْدُكَ دَعَاكَ فِيْ بَطْنِ الْحُوْتِ وَهُوَ عَبْدُكَ فَاسْتَجَبْتَ لَهُ وَاَنَا عَبْدُكَ فَاسْتَجِبْ لِيْ (اے اللہ تیرے بندے یونسؑ بن متی نے شکم ماہی میں تجھ سے دعا کی وہ تیرے بندے تھے تو نے ان کی دعا قبول کی میں بھی تو تیرا ہی بندہ ہوں تو میری دعا کو قبول فرما)۔

اس کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب کبھی مجھے کوئی حاجت لاحق ہوتی ہے تو میں یہ دعا پڑھتا ہوں اور اس کو پڑھ کر پلٹتا ہوں تو وہ حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

(۱۵۴۶) سماعہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ آپؑ نے فرمایا: جب تم لوگوں میں سے کوئی بیمار ہوتا ہے تو وہ طبیب کو بلاتا ہے اور اس کو نذرانہ دیتا اور جب کسی کو بادشاہ و حاکم سے کوئی حاجت ہوتی ہے تو اس کے دربان کو رشوت دیتا ہے۔ لہٰذا جب تم میں سے کسی کو کوئی امر درپیش ہو اور

اللہ کی طرف رجوع کرے تو غسل یا وضو کرے اور تھوڑا یا بہت جو ہو سکے صدقہ دے اور مسجد جائے دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ کی حمد و ثناء کرے۔ اور نبی اور اس کے اہل بیت پر درود بھیجے اور یہ کہے: اَللّٰھُمَّ اِنْ عَافَیْتَنِیْ مِنْ مَرَضِیْ [اے اللہ (تجھے قسم ہے) مجھے میرے مرض سے شفا دے]۔ اَوْ رَدَدْتَنِیْ مِنْ سَفَرِیْ (مجھے میرے سفر سے سلامت گھر واپس کردے) اَوْ عَافَیْتَنِیْ مِمَّا اَخَافُ مِنْ کذا و کذا (فلاں فلاں بات سے میں ڈرتا ہوں اس سے مجھے بچالے) تو اللہ تعالیٰ ضرور ایسا کرے گا۔ اور اس قسم کا پورا کرنا اللہ پر واجب ہوگا اس کے شکر کے سلسلہ میں۔

دیگر نماز حاجت

(۱۵۴۷) اور حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام جب کسی امر میں محزون و متفکر ہوتے تو دو موٹے موٹے اور سخت لباس پہنتے پھر آخر شب میں دو رکعت نماز پڑھتے اور اس کے آخری سجدہ میں سو (۱۰۰) مرتبہ سبحان اللہ کہتے، سو (۱۰۰) مرتبہ الحمد للہ کہتے، سو (۱۰۰) مرتبہ لا الہ الا اللہ کہتے اور سو مرتبہ اللہ اکبر پھر اپنی تمام کوتاہیوں کا اعتراف کرتے، جو یاد آتیں ان کا اقرار کرتے اور جو یاد نہ آتیں ان کا مجملاً اقرار کرتے پھر اپنے گھٹنے زمین پر ٹیک کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے تھے۔

دیگر نماز حاجت

(۱۵۴۸) یونس بن عمار سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص مجھے بہت اذیت پہنچاتا ہے آپ نے فرمایا: اس کے لئے بددعا کرو۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے بددعا تو کی ہے۔ آپ نے فرمایا: اس طرح نہیں بلکہ پہلے اپنے گناہوں کو ترک کرو، روزہ رکھو، نماز پڑھو اور صدقہ دو اور جب شب کے آخری حصہ ہو تو پورا وضو کرو پھر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھو سجدہ کی حالت میں یہ کہو: اَللّٰھُمَّ اِنَّ فَلَانَ بْنَ فَلَانٍ قَدْ اٰذَانِیْ اَللّٰھُمَّ اَسْقِمْ بَدَنَہٗ، وَاقْطَعْ اَثَرَہٗ وَانْقُصْ اَجَلَہٗ وَعَجِّلْ لَہٗ ذٰلِکَ فِیْ عَامِہٖ ھٰذَا (اے اللہ فلاں فلاں نے مجھے بہت ستایا ہے۔ اے اللہ تو اس کے بدن کو بیمار کردے۔ اس کے نشان کو مٹا دے۔ اس کی عمر کو کم کردے۔ اس میں جلدی کر اور اسی سال یہ کر دے)۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا اور تھوڑے ہی دن بعد وہ مر گیا۔

دیگر نماز حاجت

(۱۵۴۹) عمر بن اذینہ نے آل سعد کے ایک بزرگ سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میرے اور اہل مدینہ میں سے ایک شخص کے درمیان خصومت اور جھگڑا چل رہا تھا جس سے عظیم خطرہ محسوس ہو رہا تھا تو میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں گیا اور ان سے بیان کیا اور عرض کیا کہ اس سلسلہ میں کوئی دعا ہمیں تعلیم کردیں شاید اللہ تعالیٰ میرا حق مجھ کو اس سے واپس دلا دے۔ آپ نے فرمایا: جب تم نے دشمن کا ارادہ کرلیا ہے تو جاؤ (مسجد رسول میں) قبر اور منبر کے درمیان دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھو اور اگر چاہو تو اپنے گھر میں پڑھو۔ اور اللہ سے دعا کرو کہ وہ تمہاری مدد کرے اور کوئی چیز جو تم کو میسر ہو لو اور اس فقیر و مسکین کو صدقہ دیدو جو سب سے پہلے تمہیں ملے۔

راوی کا بیان ہے کہ آنجناب نے جیسا کہ حکم دیا تھا میں نے ویسا ہی کیا تو میری حاجت پوری ہو گئی اور میری زمین اللہ نے مجھے واپس کردی۔

دیگر نماز حاجت

(۱۵۵۰) زیاد قندی نے عبدالرحیم قصیر سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں آپ پر قربان میں نے ایک دعا اختراع کی ہے۔ آنجناب نے فرمایا: اپنی اختراع کو چھوڑو، جب تمہیں کوئی امر اہم پیش آجائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فریاد کرو اور دو رکعت نماز پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ کرو۔ میں نے عرض کیا: میں یہ کیسے کروں؟

آپؑ نے فرمایا: پہلے غسل اور وضو کرو پھر دو رکعت نماز پڑھو جیسے نماز فریضہ پڑھتے ہو اس میں تشہد پڑھو جو تشہد تم نماز فریضہ میں پڑھتے ہو۔ جب تشہد سے فارغ ہو تو سلام پڑھو اور یہ کہو:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلَامُ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَبَلِّغْ رُوْحَ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ عَنِّی السَّلَامَ، وَالسَّلَامُ عَلَیْھِمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ، اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھَاتَیْنِ الرَّکْعَتَیْنِ ھَدِیَّۃٌ مِنِّیْ اِلٰی رَسُوْلِکَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ فَاَثِبْنِیْ عَلَیْھِمَا، مَااَمَّلْتُ وَرَجَوْتُ مِنْکَ وَفِیْ رَسُوْلِکَ، یَاوَلِیَّ الْمُؤْمِنِیْنَ.

(اے اللہ تو سلام ہے اور تیری طرف سے سلام ہے اور تیری ہی طرف سلام واپس ہوتا ہے اے اللہ تو رحمت نازل فرما محمدؐ و آل محمدؐ پر۔ محمدؐ و آل محمدؐ کو میری جانب سے سلام پہنچادے اور ان سب پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکت ہو۔ پروردگار یہ دونوں رکعتیں میری جانب سے تیرے رسول کیلئے ہدیہ ہیں۔ ان دونوں کا ثواب مجھے عطا کر جس کی امید میں نے تجھ سے کی ہے اور تیرے رسول کے بارے میں کی ہے۔ اے مومنین کے ولی)

پھر سجدے میں جا کر چالیس (۴۰) بار کہو: یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ، یَاحَیًّا لَایَمُوْتُ، یَاحَیُّ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ، یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ (اے سدا زندہ رہنے والے اے سدا قائم رہنے والے۔ اے وہ زندہ جس کو کبھی موت نہ آئے گی اے زندہ رہنے والے نہیں ہے کوئی اللہ سوائے تیرے۔ اے صاحب جلال اور صاحب بزرگی۔ اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے) پھر اپنا داہنا رخسار زمین پر رکھو اور یہی چالیس (۴۰) مرتبہ کہو پھر اپنا بایاں رخسار زمین پر رکھو اور یہی چالیس (۴۰) مرتبہ کہو پھر اپنے دونوں ہاتھ اپنی گردن کی طرف لے جاؤ اور اپنی شہادت کی انگلی کو چالیس مرتبہ ہلاؤ اور فریاد کرو پھر اپنی داڑھی اپنے بائیں ہاتھ سے پکڑو اور گریہ کرو یا اگر رونا نہ آئے تو رونے والے کی صورت بناؤ اور کہو: یَامُحَمَّدُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَشْکُوْ اِلَی اللّٰہِ وَاِلَیْکَ حَاجَتِیْ وَاَشْکُوْ اِلٰی اَھْلِ بَیْتِکَ الرَّاشِدِیْنَ حَاجَتِیْ وَبِکُمْ اَتَوَجَّہُ اِلَی اللّٰہِ فِیْ حَاجَتِیْ (اے محمدؐ اے رسول اللہ میں شکایت کرتا ہوں اللہ کی طرف اور آپ کی طرف اپنی حاجت کے متعلق اور میں شکایت کرتا ہوں آپ کے اہل بیت راشدینؑ سے اپنی حاجت کے متعلق اور آپ لوگوں کے واسطہ سے اپنی حاجت کیلئے اللہ کی طرف رجوع کرتا ہوں) پھر سجدہ میں جاؤ اور یا اللہ یا اللہ اس وقت تک کہو جب تک سانس نہ ٹوٹے پھر کہو: صل علی محمدؐ و آل محمدؐ (تو رحمت نازل کر محمدؐ اور آل محمدؐ پر) اور میرے لئے یہ کردے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کی بارگاہ میں ضامن ہوتا ہوں کہ یہ دعا ختم بھی نہ ہوگی کہ حاجت پوری ہو جائے گی۔

دیگر نماز حاجت

میرے والد رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے خط میں تحریر کیا کہ فرزند جب تمہیں کوئی حاجت اللہ کی بارگاہ میں درپیش ہو تو تین دن روزہ رکھو چہارشنبہ، پنجشنبہ اور جمعہ۔ جمعہ کا دن آئے تو غسل کر کے قبل زوال اللہ کی بارگاہ میں دعا کیلئے نکلو اور دو رکعت نماز پڑھو ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۃ الحمد اور پندرہ مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھو اور جب رکوع میں جاؤ تو اس میں دس مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھو اور رکوع سے سر اُٹھاؤ تو اس کو دس (۱۰) مرتبہ پڑھو جب سجدہ میں جاؤ تو اس سورۃ کو دس مرتبہ اور سجدے سے سر اُٹھاؤ تو اسی سورۃ کو دس مرتبہ پڑھو پھر جب دوسرے سجدہ میں جاؤ اسی سورۃ کو دس مرتبہ پڑھو پھر بغیر اللہ اکبر کہے دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور اسے بھی اسی طرح پڑھو جس طرح میں نے تم سے پہلی رکعت کیلئے بیان کیا اور دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے اور سوروں کی قرأت کے بعد قنوت پڑھو۔

اور جب اللہ کے فضل سے تمہاری حاجت پوری ہو جائے تو دو رکعت نماز شکر پڑھو پہلی رکعت میں الحمد اور قل ھو اللہ احد اور دوسری رکعت میں سورۃ الحمد اور قل یا ایھا الکافرون پڑھو۔ اور پہلی رکعت کے اندر رکوع میں الحمد للہ شکراً، سجدہ میں شکراللہ و حمداً اور دوسری رکعت کے رکوع میں اور سجدے میں کہو۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ قَضٰی حَاجَتِیْ وَاَعْطَانِیْ مَسْئَالَتِیْ (حمد اس اللہ کی جس نے میری حاجت پوری

کردی اور جو میں نے مانگا تھا وہ مجھے عطا کر دیا)۔[1]

دیگر نماز حاجت

(۱۵۵۱)　اور محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری کی کتاب میں ابراہیم بن ہاشم سے روایت ہے کہ انہوں نے روایت کی محمد بن سنان سے اور انہوں نے اس روایت کو مرفوع کیا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف ایک شخص کے متعلق کہ وہ اپنے کسی کام کیلئے پریشان اور متفکر تھا تو آپؑ نے فرمایا: وہ دو رکعت نماز پڑھے اور ان دونوں رکعتوں میں سے کسی ایک میں ایک ہزار مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے اور دوسری میں صرف ایک مرتبہ پھر اپنی حاجت طلب کرے۔

اور نماز حاجت کے متعلق میں نے جتنی روایتیں پیش کی ہیں ان سب کو میں نے کتاب ذکر الصلوات میں بھی درج کر دیا ہے جو پچاس کے اوپر ہیں۔

باب: استخارہ

(۱۵۵۲)　ہارون بن خارجہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب تم لوگوں میں کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو لوگوں میں سے کسی ایک سے مشورہ نہ کرے بلکہ اپنے اللہ تعالیٰ سے مشورہ کرے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان اللہ سے مشاورت کیسے؟ فرمایا: یوں کہ پہلے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرے پھر لوگوں سے مشورہ کرے اس لئے کہ جب اللہ سے پہلے مشورہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کی زبان سے چاہے گا بہتر مشورہ جاری کرا دے گا۔

(۱۵۵۳)　مرازم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجے اور یہ کہے: اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا الْاَمْرُ خَيْرًا لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ فَيَسِّرْهُ لِيْ وَقَدِّرْهُ لِيْ وَاِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ (اے اللہ اگر یہ کام میرے لئے میرے دین اور میری دنیا میں بہتر ہے تو اس کو میرے لئے آسان کر دے اور اس کو میرے لئے مقدر کر دے اور اگر اس کے علاوہ ہے تو اس کو مجھ سے پھیر دے)۔

مرازم کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ ان دونوں رکعتوں میں کیا پڑھا جائے؟ آپؑ نے فرمایا: ان دونوں میں قرآن کی جو سورہ چاہو پڑھو۔ اگر چاہو تو ان دونوں میں قل ھو اللہ احد پڑھو اور چاہو تو قل یا ایھا الکافرون پڑھو۔ اور قل ھو اللہ احد ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

(۱۵۵۴)　محمد بن خالد قسری نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے استخارہ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: نماز شب کی آخری رکعت میں اللہ سے استخارہ کرو سجدہ کی حالت میں ایک سو ایک (۱۰۱) مرتبہ۔ میں نے عرض کیا: اس میں کیسے کہوں؟ آپؑ نے فرمایا: یوں کہو: أَسْتَخِيْرُ اللّٰهَ بِرَحْمَتِهٖ أَسْتَخِيْرُ اللّٰهَ بِرَحْمَتِهٖ۔

(۱۵۵۵)　حماد بن عثمان ناب نے انہی جنابؑ سے روایت کی ہے استخارہ کے متعلق کہ آدمی نماز فجر کی دو رکعتوں کے آخری سجدہ میں ایک سو ایک (۱۰۱) مرتبہ اللہ سے استخارہ کرے پھر الحمد للہ کہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجے اس کے بعد پچاس مرتبہ استخارہ کرے (استخیر اللہ کہے) پھر الحمد للہ کہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجے اور اس کو ایک سو ایک مرتبہ پورا کرے۔

(۱۵۵۶) حماد بن عیسیٰ نے ناجیہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپؑ جب کوئی غلام یا کوئی سواری یا کوئی ہلکی پھلکی اور تھوڑی شے خریدنے کا ارادہ کرتے تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ سے سات مرتبہ استخارہ کیا کرتے اور جب کوئی بہت بڑے کام کیلئے ارادہ کرتے تو اس کیلئے

---

[1] جیسا کہ کافی ج ۳ ص ۴۸۱ پر باب صلاۃ الشکر میں ہے۔

سو مرتبہ استخارہ کرتے تھے۔

(۱۵۵۷) اور معاویہ بن میسرہ نے ان ہی جناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو کوئی بندہ اس طرح استخارہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس خیر و بہتر مشورہ بھیج دے گا۔ وہ یہ کہے: یَا اَبۡصَرَ النَّاظِرِیۡنَ وَیَا اَسۡمَعَ السَّامِعِیۡنَ وَیَا اَسۡرَعَ الۡحَاسِبِیۡنَ وَیَا اَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡنَ وَیَا اَحۡکَمَ الۡحَاکِمِیۡنَ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَهۡلِ بَیۡتِهٖ وَخِرۡلِیۡ فِیۡ کَذَا وَ کَذَا (اے سب سے زیادہ دیکھنے والے، اے سب سے زیادہ سننے والے، اے سب سے زیادہ حساب رکھنے والے، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے، اے سب سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے رحمت نازل فرما محمد اور ان کے اہل بیت پر اور اس کام میں میرے لئے جو بھلائی ہے وہ بتادے)۔

میرے والد رضی اللہ عنہ نے مجھے خط میں لکھا کہ اے فرزند! جب کسی کام کا ارادہ کرو تو دو رکعت نماز پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے ایک سو ایک مرتبہ استخارہ (طلب خیر) کرو اور جو ارادہ کیا ہے اس پر عمل کرو اور اپنی دعا میں یہ کہو: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الۡحَلِیۡمُ الۡکَرِیۡمُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ، رَبِّ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَخِرۡلِیۡ فِیۡ کَذَا وَ کَذَا لِلدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَةِ خِیَرَةً فِیۡ عَافِیَةٍ (نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ حلیم و کریم کے، نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ علی و عظیم کے۔ اے پروردگار تجھے محمدؐ و آل محمدؐ کے حق کا واسطہ محمدؐ اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور میرے لئے اس کام میں وہ پسند فرما جو دنیا اور آخرت میں میرے لئے بہتر ہو اور عافیت کے ساتھ ہو)۔

باب اس نماز کا ثواب جسے لوگ نماز فاطمہ سلام اللہ علیہا کے نام سے یاد کرتے ہیں اور جسے لوگ توبہ کرنے والوں کی نماز بھی کہتے ہیں

(۱۵۵۸) عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص وضو کرے وہ پورا وضو کرے اور نماز شروع کرے تو چار رکعت نماز پڑھے اور دو رکعت کے بعد سلام سے درمیان میں فاصلہ دے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ (ایک مرتبہ) اور سورۂ قل ھو اللہ احد پچاس مرتبہ پڑھے۔ اور یہ نماز جس وقت چاہے پڑھے تو اللہ اور اس شخص کے درمیان کوئی ایسا گناہ نہ رہ جائیگا جس کو اللہ تعالیٰ بخش نہ دے۔

(۱۵۵۹) لیکن محمد بن مسعود عیاشی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں عبداللہ بن محمد سے انہوں نے محمد بن اسماعیل بن سماک سے اور انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص چار رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں پچاس مرتبہ سورۂ قل ھو اللہ احد پڑھے تو یہ نماز حضرت فاطمہ علیہا السلام ہوگی اور یہی توبہ کرنے والوں کی نماز بھی ہے۔

اور ہمارے شیخ محمد بن ولید رضی اللہ عنہ اس نماز کی اور اس کے ثواب کی روایت کیا کرتے تھے لیکن وہ یہ کہا کرتے تھے کہ میں نہیں جانتا کہ اس نماز کا نام نماز فاطمہ سلام اللہ علیہا ہے لیکن اہل کوفہ اس کو نماز فاطمہ سلام اللہ علیہا کے نام سے جانتے ہیں۔

اور ابو بصیر نے بھی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس نماز کی اور اس کے ثواب کی روایت کی ہے۔

باب ثواب اس دو رکعت نماز کا جس میں ایک سو بیس (۱۲۰) مرتبہ سورہ قل ھو اللہ احد پڑھتے ہیں

(۱۵۶۰) اور ابن ابی عمیر کی روایت میں ہے کہ جسے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص دو رکعت خفیف نماز پڑھے اور ہر رکعت میں ساٹھ مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے تو سمجھ لو کہ اس کی رسی مضبوط بٹ گئی اور اب اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی گناہ نہیں رہ گیا۔

باب: ساعت غفلت میں نافلہ پڑھنے کا ثواب

(۱۵۶۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ ساعت غفلت میں نافلہ پڑھا کرو خواہ ہلکی پھلکی دو رکعتیں کیوں نہ پڑھو اس لئے کہ یہ دو رکعتیں دار الکرامت (جنت) کا وارث بنا دیتی ہیں۔

(۱۵۶۲) اور دوسری حدیث میں ہے کہ یہ دارالسلام کا وارث بنا دیتی ہیں اور وہ جنت ہے ساعت غفلت نماز مغرب اور نماز عشاء کے درمیان کا عرصہ ہے۔[1]

باب: نماز کے سلسلہ میں چند نادر احادیث

(۱۵۶۳) بکیر بن اعین نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز چاشت کبھی نہیں پڑھی۔

(۱۵۶۴) عبدالواحد بن مختار انصاری نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آنجنابؑ سے نماز چاشت۔ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: یہ سب سے پہلے تمہاری قوم نے پڑھنی شروع کی جن کا شمار غافل اور جاہل لوگوں میں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نماز کبھی نہیں پڑھی۔

نیز آپؑ نے فرمایا: ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام ایک شخص کی طرف سے ہو کر گزرے تو دیکھا کہ وہ نماز چاشت پڑھ رہا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے کہا: تو یہ کون سی نماز پڑھ رہا ہے؟ اس نے کہا: امیر المومنین میں اس کو چھوڑ دوں؟ تو آپؑ نے فرمایا: کیا ایک بندہ نماز پڑھ رہا ہو تو میں اس کو منع کر دوں؟[2]

---

[1] جیسا کہ مصنف۔ رحمہ اللہ۔ نے مسند حدیث میں ثواب الاعمال، معانی الاخبار، مجالس اور علل الشرائع میں تحریر کیا ہے۔ اور شیخ۔ رحمہ اللہ۔ نے مصباح ص ۷۶ پر ہشام بن سالم سے اور انہوں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: جو مغرب اور عشاء کے درمیان دو رکعتیں ادا کرے تو پہلی رکعت میں الحمد کے بعد پڑھے: و ذالنون اذ ذھب مغاذبا۔ تا ارشاد باری۔ و کذلک ننجی المومنین۔ اور دوسری رکعت میں سورہ الحمد کے بعد ارشاد باری تعالیٰ۔ و عندہ مفاتیح الغیب لا یعلمھا الاھو۔ تا آخر آیت۔ جب قرائت سے فارغ ہو جائے تو اپنے ہاتھ بلند کرے اور کہے: اللھم انی اسئلک بمفاتیح الغیب التی لا یعلمھا الا انت ان تصلی علی محمد و آل محمدؑ و ان تفعل بی۔ اپنی حاجات بیان کرے۔ پھر کہے: اللھم ولی نعمتی، و القاد علی طلبتی، تعلم حاجتی فاسئالک بحق محمد و آلہ علیہ و علیھم السلام لما قضیتھا لی۔ اور اللہ سے اپنی حاجت کا سوال کرے۔ جو سوال کرے گا اللہ اسے عطا کرے گا۔

[2] یعنی اگر تیری نماز مشروع ہوتی تو کیسے منع کرتا جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ارائت الذی ینھی عبدا اذا صلی (سورہ علق آیت ۹) (کیا تو نے اسے نہیں دیکھا جو بندے کو روکتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے)۔ اور کافی ج ۳ ص ۴۵۲ پر مرفوع حدیث میں ہے کہ بیان کیا گیا: ایک مرتبہ امیر المومنینؑ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو مسجد کوفہ میں دو پہر سے پہلے نماز پڑھ رہا تھا تو آپؑ نے درے سے اس کے پہلو میں ٹہوکا دیا اور فرمایا: تو نے توبہ کرنے والوں کی نماز کو ذبح کر دیا۔ خدا تجھے ذبح کرے۔ اس نے کہا: کیا میں اسے چھوڑ دوں؟ فرمایا: ارائت الذی ینھی عبدا اذا صلی. ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: پس علی علیہ السلام کا انکار ممانعت کے لئے کافی ہے۔ یعنی امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: تیری نماز نماز ہی نہیں ہے جب تک اس کی ممانعت جائز نہ ہو جیسا کہ آیت سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ یہ بدعت ہے اور اس کی تائید امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول سے ہوتی ہے کہ علی علیہ السلام کا انکار اس کی ممانعت کے لئے کافی ہے۔ اور مخالفین نے اس روایت کو تحریف کی صورت میں نقل کیا ہے اور ان کی تحریف سے جو برائی پیدا ہوئی ہے وہ اس سے خوش ہیں۔

(۱۵۶۵) زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی نماز چاشت نہیں پڑھی۔ میں نے عرض کیا: کیا آپ نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن کے ابتدائی حصہ میں چار رکعت نماز پڑھتے تھے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں مگر وہ ان چار رکعتوں کو ان آٹھ رکعتوں میں شمار کر لیتے تھے جو بعد ظہر پڑھی جاتی ہیں۔

(۱۵۶۶) عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ماہ رمضان میں نماز کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: تیرہ (۱۳) رکعتیں ہیں جن میں نماز وتر بھی شامل ہے۔ اور دو رکعتیں نماز فجر سے پہلے کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور اگر اس سے زیادہ ہوتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر عمل کرنے کے زیادہ حقدار تھے۔

(۱۵۶۷) اور عقبہ بن خالد نے آنجناب علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اس کو دوسرے شخص نے پکارا تو اس نے بھول کر اس کا جواب دیدیا تو اب وہ کیا کرے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ اپنی نماز پڑھتا رہے۔

(۱۵۶۸) عمران حلبی نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: سہو اور بھول کی وجہ سے نماز میں تخفیف مناسب ہے۔

(۱۵۶۹) اور سماعہ بن مہران نے ان ہی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ صدقہ میں غلام کو دینا اور اس کو آزاد کرنا جائز ہے اور جب وہ دس سال کا ہو جائے تو وہ لوگوں کی امامت بھی کرے گا۔

(۱۵۷۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم ان (مخالفین) کے ساتھ نماز پڑھو تو تمہارے مخالفین کی تعداد کے برابر تمہارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(۱۵۷۱) اور عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر تم نماز پڑھو تو اپنی نعلین میں نماز پڑھو بشرطیکہ وہ طاہر اور پاک ہو اس لئے کہ یہ بھی سنت میں داخل ہے۔

(۱۵۷۲) اور حلبی نے ان ہی جناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر تم سفر کے اندر غیر وقت نماز میں کوئی نماز پڑھ لو تو اس میں تمہارے لئے کوئی حرج نہیں (یعنی غیر وقت فضیلت میں)۔

(۱۵۷۳) اور عائذ احمسی سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرا ارادہ تھا کہ میں آپ سے نماز کے متعلق سوال کروں گا مگر آپؑ نے میرے سوال سے پہلے ہی یہ فرمایا: اگر تم اپنی پانچوں وقت کی فرض نماز کے ساتھ اللہ سے ملاقات کرو گے تو اللہ تعالیٰ ان کے سوا اور کسی نماز کیلئے باز پرس نہیں کرے گا۔[۱]

(۱۵۷۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مومن جب تک حالت وضو میں ہے، اس کا شمار تعقیبات پڑھنے والوں میں ہوگا۔[۳]

[۳] شیخ نے صحیح حدیث میں اسے بیان کیا ہے۔ اور احتمال یہ ہے کہ مجرداً وضو سے رہنا ثواب تعقیبات کے لئے کافی ہے۔ یا نماز پڑھنے کے لئے کافی ہے۔ البتہ بہتر ہے کہ جہاں تک ہو سکے ذکر کرتا رہے (محمد تقی مجلسی)۔

(۱۵۷۵) عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے عرض کیا: بتائیں کہ ایک شخص کی نمازہائے نافلہ بہت سی قضا ہیں اور اتنی کثرت سے ہیں کہ اس کو معلوم نہیں کہ کتنی ہیں اب وہ کیا کرے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ نماز پڑھے اور اتنی کثرت سے کہ اس کو یہ معلوم نہ رہے کہ کتنی پڑھی ہے تو اس میں سے جتنے کا اسے علم ہے اس کی قضا ہو جائیگی۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: مگر اب اس کی قضا پڑھنے پر تو وہ قادر نہیں ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ ایسے حصول معاش میں مشغول تھا کہ

---

[۱] حدیث نمبر ۶۱۵ کے تحت اسے بیان کیا جا چکا ہے۔

بغیر اس کے چارہ نہ تھا یا اپنے کسی برادر مومن کے کام میں لگا ہوا تھا تو پھر اس پر کچھ نہیں ہے۔ اور اگر وہ دنیا جمع کرنے میں مصروف تھا اور اس مشغولیت نے اس کو اس نماز (نافلہ) سے باز رکھا تو وہ اس کی قضا پڑھے ورنہ جب وہ اللہ سے ملاقات کرے گا تو اس کا شمار نماز کو خفیف اور بے وقعت سمجھنے والوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام نہ کرنے والوں میں ہوگا۔ میں نے عرض کیا: مگر وہ قضا پڑھنے پر قادر نہیں تو کیا اس کیلئے جائز ہے کہ وہ اس کے عوض کچھ تصدق کردے؟ یہ سن کر آپؑ ذرا دیر خاموش ہوئے پھر فرمایا: ہاں پھر وہ کوئی صدقہ نکال دے۔ میں نے عرض کیا وہ کتنا صدقہ نکالے؟ آپؑ نے فرمایا: اپنی وسعت دولت کے مطابق اور کم از کم ہر نماز کے بدلے ہر مسکین کو ایک مد دے (جو اہل حجاز کے نزدیک ۳/۱اور اہل عراق کے نزدیک ۲ رطل کا ہوتا ہے اور ایک رطل شام میں پانچ پونڈ کا اور مصر میں پونے سولہ اونس کا ہوتا ہے)۔ میں نے عرض کیا: کتنی نماز کہ جس پر ہر مسکین کو ایک مد دینا پڑے گا؟ آپؑ نے فرمایا: شب کی نمازوں میں ہر دو رکعت پر ایک مد اور دن کی نمازوں میں ہر دو رکعت پر ایک مد۔ میں نے عرض کیا: مگر اتنا دینے پر تو وہ قادر نہیں۔ تو آپؑ نے فرمایا: پھر ایک رات کی نمازوں پر ایک مد اور ایک دن کی نمازوں پر ایک مد مگر نماز پڑھنا افضل ہے، نماز پڑھنا افضل ہے، نماز پڑھنا افضل ہے۔

الحمدللہ کہ کتاب **من لا یحضرہ الفقیہ** تصنیف شیخ سعید ابی جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی قدس اللہ روحہ ونور ضریحہ کے جز اول کا اردو ترجمہ آج تمام ہوا۔

سید حسن امداد ممتاز الافاضل (غازی پوری)

۱۷ دسمبر ۱۹۹۲ روز پنجشنبہ

مطابق ۲۱ جمادی الثانیہ ۱۴۱۳ھ

جلد دوئم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست (جلد دوم)

پیش لفظ

الحمدللہ پروردگار عالم نے ہمیں وہ سعادت نصیب کی جو بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ ادارہ الکساء ایک بے بضاعت ادارہ ہے اس کے باوجود خداوند عالم نے اس سے اتنا عظیم کام لیا ہے کہ اس کا شکر جتنا ادا کریں کم ہے چنانچہ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

الحمدللہ۔ من لا یحضرہ الفقیہ (اردو) جلد اول کی تشنگان علم اور صاحبان ذوق افراد نے انتہائی سرعت سے پذیرائی کی اور اسی بنا پر صرف چند ماہ کی قلیل مدت میں جلد دوم کی اشاعت ممکن ہو سکی۔ یہ سب کچھ ائمہ طاہرین علیہم السلام کی تائید اور پشت پناہی کے بغیر ناممکن تھا۔ ان شاء اللہ اگر یہ تائید اسی طرح شامل حال رہی تو کتب احادیث معصومین علیہم السلام کے اردو تراجم حسب استطاعت پیش کیے جاتے رہیں گے۔ موجودہ جلد میں احکام زکوۃ، خمس، خراج، جزیہ، قرض، صدقہ، روزہ، فطرہ، اعتکاف، حج، سفر اور حقوق شامل ہیں۔ صرف حج سے متعلق ایک ہزار کے لگ بھگ احادیث اس جلد میں شامل ہیں شاید اتنا بڑا ذخیرہ کسی ایک کتاب میں نہ مل سکے۔ ان کے علاوہ ماہ رمضان کی دعائیں اور زیارت قبرِ مطہرِ رسولؐ اور زیارات قبورِ ائمہ خود دائمہ صلوۃ اللہ علیہم کی زبانی تعلیم کی گئی ہیں۔ اور پھر عمل نیک کا جذبہ بیدار کرنے کا وہی دل نشین پیرایہ جو معصومین علیہم السلام کے کلام کا ایک لازمی اور انتہائی خوشگوار پہلو ہے کہ ایک سچے پیروکار کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ اسے زبردستی پابندی میں جکڑا جا رہا ہے بلکہ شکر و احسان کے جذبے کے ساتھ خود اس کے دل میں یہ یقین پیدا ہوتا ہے کہ یہی عمل خیر اس کے لئے دنیا و آخرت کی بہتری کا سبب ہے، گو ایک تاسف کے ساتھ کہ اب تک اسے اس بات کا علم کیوں نہ ہو سکا اور وہ کیوں اب تک اس سعادت سے محروم رہا۔

ہمارے بہت سے کرم فرماؤں نے من لا یحضرۃ الفقیہ جلد اول کا ترجمہ پڑھ کر جس خوشگوار حیرت کا اظہار کیا ہے اور جناب شیخ الصدوق علیہ الرحمہ، مترجم اور اراکین ادارہ الکساء کے لئے دعائیہ کلمات ادا کیے ہیں اس پر ایک طرف ہم ان کے صمیم قلب سے ممنون اور متشکر ہیں اور دوسری طرف ہمارے اس یقین میں اضافہ ہوا ہے کہ فرامین معصومین علیہم السلام سے اپنے علم و عمل میں اضافہ کرنے کے خواہش مندوں کی ایک بہت بڑی تعداد کتب اربعہ کے تراجم نہ ہونے کی وجہ سے ایک طویل مدت سے جس تشنگی میں مبتلا تھی اس کا تقاضا تھا کہ ان کتب کے تراجم بہت پہلے سامنے آ جانا چاہیے تھے۔

ان کتب کے اردو تراجم نہ ہونے کی وجوہات پر ہم نے جلد اول کے پیش لفظ میں کچھ روشنی ڈالی تھی۔ اب ایک سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ کیا احادیث معصومین علیہم السلام کی قوم کو ضرورت ہے یا نہیں؟ اس کا جواب ہم سے بہتر متدین افراد دے سکیں گے۔ اس ضمن میں ہم آپ کی خدمت میں چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ جن سے احادیث معصومین علیہم السلام کے اردو تراجم کی ضرورت اور اہمیت واضح ہو جائے گی۔

مولوی محمد حسین صاحب پرنسپل دار العلوم محمدیہ سرگودھا فرماتے ہیں: یہ افسوسناک حقیقت ہے کہ جہاں برادرانِ اسلامی نے اپنی صحاح ستہ کے متعدد تراجم بلکہ شروح اردو زبان میں شائع کر دیئے ہیں وہاں ہماری قوم کے خمود کا یہ عالم ہے کہ آج تک ہماری کتب اربعہ میں سے کسی ایک کا بھی مکمل ترجمہ شائع نہ ہو سکا۔ (الشافی، جلد اول صفحہ ۳۴ طبع ۱۹۸۲)

الشافی کے ناشر نے "کتب اربعہ احادیث اور ہم" کے عنوان کے تحت ابتدائیہ میں لکھا ہے:

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کے ساتھ اہلبیت کو کیا ہے تو ہر شیعہ کا یہ فرض ہے کہ قرآن کے ساتھ احادیث ائمہؑ کو بھی اپنے گھر میں رکھے۔ کیا ہمارے اس عمل سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ طاہرین خوش ہونگے کہ ہم ان کی احادیث کو طاق نسیاں پر رکھ دیں؟ اور کبھی یہ معلوم کرنے کی کوشش نہ کریں کہ ان حضرات نے ہدایت و ارشاد کے کتنے دروازے ہم پر کھولے ہیں۔ کاش ان کو یہ پتہ ہوتا کہ قرآن کی طرح کتب

احادیث کا گھر میں رکھنا بھی باعث رحمت و برکت ہے۔ مومن کی علامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کم سے کم چالیس حدیثیں تو اسے یاد ہوں۔ لیکن یہاں تو یہ حال ہے کہ یاد ہونا تو ایک طرف چالیس حدیثوں کو کسی کتاب میں پڑھا بھی نہیں۔ صرف واعظین وذاکرین سے سر منبر جو دو چار حدیثیں سن لی جاتی ہیں حصول سعادت کے لئے انہی کو کافی سمجھا جاتا ہے حالانکہ مجلس سے باہر آنے کے بعد شاید ان میں سے کوئی ایک آدھ یاد بھی رہتی ہو۔

جو حضرات عربی زبان سے ناواقف ہیں وہ یہ عذر کر سکتے ہیں کہ احادیث رسول وائمہ طاہرین پر ہمارا ایمان ہے لیکن یہ سب ذخیرہ عربی میں ہے لہٰذا ایسی صورت میں ہم ان سے کیونکر فائدہ حاصل کریں۔ یہ عذر بالکل درست ہے جو بات سمجھ ہی نہ آئے اس سے دلچسپی کیسے پیدا ہو؟ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ کتب احادیث کے اردو ترجمہ کی طرف ہمارے علماء نے بہت کم توجہ دی ہے۔ جس طرح قران کے متعدد ترجمے ہوئے ہیں احادیث کے بھی ہونے چاہئیں۔ (الشافی، جلد اول صفحہ ۸)

صدر الافاضل مولوی سید مرتضیٰ حسین صاحب لکھنویؒ نے مذکورہ کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''شیعوں کو دینی مسائل میں ہمیشہ بڑی آسانیاں رہیں۔ رسالتمابؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی علیہ السلام، ان کے بعد حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام موجود تھے۔ یہ سلسلۃ الذہب اور معصوم کے بعد معصوم سلسلہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت ۲۶۰ھ/۸۷۳ء (تک) سب کے سامنے ہے۔ حقیقت پسند مسلمان ان حضرات کی موجودگی میں دینی معاملات واحکام میں کسی غیر کی طرف متوجہ نہ ہوسکے۔ ان کا عقلی اور منطقی مشاہداتی اور واقعاتی تاثر یہ تھا کہ احکام خدا اور رسول کے شارح یہی ہیں۔ اس بناء پر جو کچھ پوچھنا ہوتا تھا وہ انہی سے پوچھتے تھے۔ انہی کو امام الکل مانتے رہے۔ ان کے اقوال وافعال مبارک لکھتے اور جمع کرتے، نقل کرتے اور شیعوں تک پہنچاتے تھے۔ ہر امام کے اصحاب میں متعدد علماء ایسے ہیں جنہوں نے اپنے امام کے ارشادات جمع کیے اور باقاعدہ تالیفات یادگار چھوڑیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کے عہد مبارک میں ایسے شیعہ علماء کی بہت بڑی تعداد یکجا ہوگئی اور فقط اس زمانے میں چار سو (۴۰۰) ایسی کتابیں لکھی گئیں جو فن حدیث میں قابل فخر اضافہ تھیں۔ محدثین ان کتابوں کو اصول اربعۃ ماۃ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ (الشافی جلد اول صفحہ ۲۵)۔

ائمہ طاہرین علیہم السلام کی طرف رجوع کرنے کے لئے خود ائمہ طاہرین علیہم السلام نے کس طرح تلقین کی ہے۔ ان کے ارشادات ملاحظہ فرمایئے:

قال امر الناس بمعرفتنا و التسليم لنا والرد الينا ثم قال وان صلوا و اصاموا و اشهدوا ان لا اله الا الله وجعلوا فى انفسهم ان لا يردوا الينا كانوا بذالك مشركين (امام جعفر صادق علیہ السلام نے) فرمایا کہ لوگوں کو حکم دیا گیا تھا کہ ہماری معرفت حاصل کریں۔ ہمیں اپنا آقا تسلیم کریں اور تمام معاملات میں ہماری ہی طرف رجوع کریں۔ پھر فرمایا: اگر یہ (کثرت سے) نمازیں پڑھیں (خوب) روزے رکھیں اور کلمہ **لا الہ الا اللہ** کا بے شمار مرتبہ ورد کرتے رہیں اور دل میں یہ ٹھان لیں کہ ہماری طرف رجوع نہیں کریں گے تو پھر یہ سب لوگ مشرک ہیں۔ (اصول کافی کتاب ایمان والکفر باب الشرک)

روضۃ الکافی سے معصوم کا ارشاد ملاحظہ کیجئے:

ہماری (آل محمدؐ کی) حکومت اختیار کرو اور ہم سے منسوب جو کچھ بھی تمہیں پہنچے اسے ایسی حالت میں بھی باطل نہ کہو جب کہ تمہیں ہماری ہی طرف سے اس کے خلاف کچھ معلوم ہو حقیقت یہ ہے کہ تم نہیں جانتے کہ ہم نے کس بنا پر کیا کہا؟ اور کس حیثیت سے اس کی صفت بیان کی۔ اور جو چیز ہم تم سے پوشیدہ رکھیں اس کی تفتیش نہ کرو۔ بس جو کچھ ہم تم کو خبر دیں اس پر ایمان لاتے جاؤ۔ (روضۃ الکافی جلد ۸ صفحہ ۱۲۵۔۱۲۶)

چنانچہ اس ضمن میں من لا یحضرہ الفقیہ میں بھی بعض مقامات پر ایسی احادیث نظر آئیں گی جو بظاہر متضاد ہیں۔ فاضل مولف نے ان کی تشریح

کردی ہے۔اس کے ساتھ ہی ایسی احادیث بھی ہیں جن میں خود تشریح موجود ہے جیسے حدیث نمبر ۱۶۷۱ ملاحظہ ہو۔

''خالد کلاء فروش کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جسے ابھی طواف نساء کرنا باقی تھا کہ اس نے اپنی عورت سے مجامعت کرلی۔ آپؑ نے فرمایا: اس پر ایک اونٹ کی قربانی لازم ہے۔ پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے بھی یہی مسئلہ پوچھا۔ آپؑ نے فرمایا: اس پر ایک گائے کی قربانی لازم ہے۔ پھر ایک تیسرا شخص آیا اس نے بھی یہی مسئلہ دریافت کیا۔ آپؑ نے فرمایا: اس پر ایک بکری کی قربانی لازم ہے۔ راوی کا بیان ہے جب سب چلے گئے تو میں نے عرض کیا: ''اللہ آپ کا بھلا کرے آپؑ نے مجھ سے کیوں فرمایا کہ ایک اونٹ کی قربانی لازم ہے؟ فرمایا: تم دولتمند ہو تم پر ایک اونٹ کی اور جو متوسط الحال ہے اس پر ایک گائے کی اور جو فقیر ہے اس پر ایک بکری کی قربانی لازم ہے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ خدا، اس کے رسول اور ائمہ طاہرین علیہم السلام نے ہمیں اندھیرے میں نہیں رہنے دیا بلکہ ہماری راہنمائی کے لئے واضح احکامات چھوڑے ہیں چنانچہ زمانہ غیبت کے لئے بھی احادیث معصومین ہی کو ہر مسئلہ کا حل بتایا ہے۔ آنجناب علیہ السلام کا ارشاد سنیئے:

فاما الحوادث الواقعة فارجعوا فيها الیٰ رواة احاديثنا فانهم حجتى عليكم وانا حجت الله [جب تم لوگ ہم تک رسائی نہ حاصل کرسکو تو ایسے زمانے میں ہماری احادیث بیان کرنے والوں (رواة احاديثنا) کی طرف رجوع کرو (جو ہماری حدیثوں سے تمہارے مسائل حل کرینگے) یہی لوگ ہماری طرف سے تم پر حجت ہیں اور میں حجت خدا ہوں] (احتجاج طبرسی صفحہ ۴۷۰)

اسی سلسلے میں اصول کافی سے ایک حدیث ملاحظہ ہو:

ترجمہ: تمام لوگ اطاعت کے معاملے میں ہمارے غلام ہیں اور دین کے معاملے میں ہمارے موالی ہیں۔ پس جو لوگ ہمارا یہ حکم ہماری خدمت میں سن رہے ہیں ان پر لازم ہے کہ اسے ان لوگوں تک پہنچادیں جو یہاں موجود نہیں۔ (اصول کافی کتاب الحجت باب فرض اطاعت ائمہ)

مندرجہ بالا احادیث کی رو سے ہم سب کا فرض بنتا ہے کہ ہم علوم محمدؐ و آل محمدؑ کو پھیلانے میں بھرپور کوشش کریں تاکہ دین و دنیا کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں اور ان تمام پریشانیوں اور مصائب سے نجات حاصل کرلیں جن میں ہم مبتلا ہیں یا جو دوسرے جہاں میں پیش آنے والی ہیں۔

آخر میں قارئین کرام سے ایک التماس کہ اس جلد میں لفظاً یا معناً کوئی سقم یا غلطی نظر آئے تو اس کی نشاندہی کر کے نہ صرف ترویج علوم معصومین میں شریک ہو کر مثاب ہوں بلکہ ادارہ کو بھی شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

دعا کا طالب

سید برکت حسین رضوی

M.A. (Sociology), L.L.B.

M.A. (International Relations)

M.A. (Islamic Culture)

D.P.H. (Beirut)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابواب زکوٰۃ

باب: وجوب زکوٰۃ کا سبب

(حضرت شیخ سعید فقیہ) ابوجعفر محمد بن علی بن موسیٰ بن بابویہ قمی مصنف کتاب ہذا رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ:

(۱۵۷۶) عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو بھی اسی طرح فرض کیا ہے جس طرح نماز کو فرض کیا ہے پس اگر کوئی شخص مال زکوٰۃ اٹھا کر علانیہ لوگوں کو دے تو اس میں اس کے لئے کوئی عیب نہیں ہے۔ اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے دولتمندوں کے مال میں فقراء کیلئے اتنا حصہ فرض کر دیا ہے جو ان فقراء کیلئے کافی ہو اور اگر وہ جانتا کہ اتنا حصہ ان فقراء کیلئے کافی نہیں ہوگا تو اس سے زیادہ حصہ ان کے لئے فرض کر دیتا۔ اور فقراء کی یہ جو بدحالی ہے وہ صرف اس لئے ہے کہ لوگ ان کو زکوٰۃ نہیں دیتے اس لئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کم حصہ فرض کیا ہے۔

(۱۵۷۷) مبارک عقرقوفی نے حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: زکوٰۃ فقراء کے رزق و روزی اور دولت مندوں کے اموال میں برکت اور اضافہ کے لئے رکھی گئی ہے۔

(۱۵۷۸) موسیٰ بن بکر نے حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تم لوگ زکوٰۃ ادا کر کے اپنے اموال کی حفاظت کرو۔

(۱۵۷۹) حُریز نے زرارہ اور محمد بن مسلم سے روایت کی ہے کہ ان دونوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ قول خدا: انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمولفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل فریضة من الله [خیرات تو بس خاص فقیروں کا حق ہے اور محتاجوں کا اور اس زکوٰۃ وغیرہ کے کارندوں کا اور جن کی تالیف قلب کی گئی ہے اور جن کی گردنوں میں غلامی کا پھندا پڑا ہوا ہے اور قرضداروں کا جو خود (قرض) ادا نہیں کر سکتے اور اسے خدا کی راہ (جہاد) میں اور پردیسیوں کی کفالت میں خرچ کرنا چاہیے یہ حقوق خدا کی طرف سے مقرر کیے ہوئے ہیں اور خدا بڑا واقف کار اور حکمت والا ہے] (سورۂ توبہ آیت نمبر ۶۰) کیلئے آپ کی نظر میں کیا ہے کیا ان سب کو دیا جانا چاہیے جو امام کی معرفت تک نہ رکھتے ہوں؟ آپؑ نے فرمایا: امام ان سب کو عطا کرے گا اس لئے کہ یہ سب اس کی اطاعت کا اقرار کرتے ہیں۔ زرارہ نے عرض کیا: خواہ وہ سب ان کی معرفت بھی نہ رکھتے ہوں؟ آپؑ نے فرمایا: اے زرارہ اگر امام صرف انہیں کو دے جو اس کی معرفت رکھتے تو پھر کوئی (گمراہ) ہدایت کرنے کا موقع نہیں پائے گا اس لئے وہ ان لوگوں کو بھی عطا کرتا ہے تاکہ وہ دین کی طرف راغب ہوں اور اس پر ثابت قدم ہو جائیں۔ لیکن آج کل تم اور تمہارے اصحاب صرف اسی کو تم زکوٰۃ دیں جو معرفت رکھتا ہو۔ لہٰذا تم ان مسلمانوں میں جس کو بامعرفت پاؤ اسی کو دو دوسروں کو نہ دو۔ پھر فرمایا کہ مولفۃ القلوب کا حصہ اور غلاموں کا حصہ عام اور باقی حصے خاص ہیں۔

راوی کا بیان ہے میں نے عرض کیا: اور اگر زکوٰۃ ان لوگوں کی ضرورت کے لئے کافی نہ ہو؟ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہی تو اغنیاء کے مال میں ایک حصہ فرض کر دیا ہے اگر اس کے علم میں ہوتا کہ یہ ان کی ضرورت کے لئے کافی نہیں تو اور زیادہ رکھ دیتا۔ بات یہ ہے کہ ان لوگوں کی پریشان حالی اللہ

تعالیٰ کی طرف سے فریضۂ زکوٰۃ کی مقدار کی وجہ سے نہیں بلکہ ان لوگوں کی پریشان حالی کی اصل وجہ یہ ہے کہ لوگ ان کے حقوق ادا نہیں کرتے اگر سب لوگ مل کر ان کے حق کو صحیح صحیح ادا کریں پھر یہ فقراء بھی آرام و خیر سے زندگی بسر کریں۔

اور فقراء وہ ہیں جو اپاہج ہوں اور جن کے اعضا معطل ہو گئے ہوں اور حاجتمند ہوں اور مسکین وہ ہے کہ اپاہج اور معطل الاعضاء تو نہ ہو مگر حاجتمند ہو۔ اور عامل کارندے تو وہ زکوٰۃ کی وصولی (تحصیل) کرنے والے ہیں اور مؤلفۃ القلوب کا سہم اور حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ساقط ہو گیا اور غلاموں کا سہم تو اس سے رعائت کی جائیگی اس غلامِ مکاتب سے جو اپنی آزادی کی قیمت بر بنائے تحریر ادا کرنے سے قاصر نظر آ رہا ہو۔ اور قرضدار جس پر کسی کا کوئی حق باقی ہو، سبیل اللہ یعنی جہاد اور ابن سبیل یعنی جس کا کوئی ماویٰ و مسکن نہ ہو جیسے مسافر، ضعیف وراہ گیر اور اگر یہ ساری اصناف کے لوگ نہ ملیں تو صاحب زکوٰۃ کو حق ہے کہ بعض صنف کو دے اور بعض کو چھوڑ دے۔

(۱۵۸۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے عمار بن موسی ساباطی سے ارشاد فرمایا: اے عمار تم بہت مالدار ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں میں آپؑ پر قربان۔ فرمایا: پھر اللہ نے تم پر جو زکوٰۃ فرض کی ہے اس کو ادا کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: تم اپنے مال سے حق معلوم نکالتے ہو؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: کیا تم اپنے قرابتداروں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: اور اپنے برادران مومن کے ساتھ بھی؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: اے عمار مال فنا ہو جائیگا، بدن بوسیدہ ہو جائیگا اور عمل باقی رہ جائیگا۔ مگر حساب لینے والا زندہ رہے گا وہ کبھی نہ مرے گا اور اے عمار لیکن وہ مال جو (کار خیر میں صرف کر کے) آگے بھیج چکے ہو وہ تم کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے پاس نہیں جا سکتا اور جو مال تم دنیا میں چھوڑ کر جاؤ گے وہ تمہیں نہیں مل سکتا۔

(۱۵۸۱) ابی الحسین محمد بن جعفر اسدی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے جو انہوں نے محمد بن اسماعیل برمکی سے، انہوں نے عبداللہ بن احمد سے، انہوں نے فضل بن اسماعیل سے اور انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے غلام معتّب سے کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: زکوٰۃ اس لئے رکھی گئی ہے کہ اس سے دولتمندوں کا امتحان ہو جائے اور فقراء کی روزی چلے۔ اگر تمام لوگ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کریں تو دنیا میں کوئی مسلمان فقیر محتاج نہیں رہ جائیگا۔ اور اللہ نے جو اس پر فرض عائد کیا وہ اسی سے غنی ہو جائیگا۔ لوگ جو فقیر محتاج بھوکے اور ننگے ہیں یہ صرف دولتمندوں کے گناہوں کی وجہ سے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یہ حق ہے کہ جو لوگ اپنے اموال میں سے اللہ کے حق کو روکتے ہیں ان کو اپنی رحمت سے محروم کر دے۔ اور میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس نے مخلوقات کو خلق کیا اور ہر طرف روزی پھیلا دی کہ دنیا کے کسی بھی خشک و تر حصے میں جب بھی کوئی مال ضائع ہوتا ہے تو وہ زکوٰۃ کے ترک کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور خشکی و تری کے جتنے جانور شکار ہوتے ہیں اس دن تسبیح ترک کرنے کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ اور اللہ کے نزدیک سب سے محبوب و پسندیدہ بندہ وہ ہے جو سب سے زیادہ سخی ہو اور سب سے سخی وہ ہے جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے اور اس کے مال میں اللہ تعالیٰ نے جو مومنین کا حق فرض کیا ہے اس کے دینے میں کبھی بخل نہ کرے۔

(۱۵۸۲) حضرت امام علی ابن موسی الرضا علیہما السلام نے محمد بن سنان کو اس کے مسائل کے جواب میں جو خط لکھا اس میں یہ بھی تحریر کیا کہ زکوٰۃ کے عائد کرنے کا سبب یہ ہے کہ فقراء کے رزق و روزی کا اہتمام ہو اور دولتمندوں کے اموال کی حفاظت ہو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے صحتمندوں کو اپاہجوں اور معذوروں کی دیکھ بھال کی ذمہ داری سونپی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لتبلونّ فی اموالکم و انفسکم (تمہارے مالوں اور تمہاری جانوں کا تم سے ضرور امتحان لیا جائیگا) (آل عمران آیت نمبر ۱۸۶) تو مالوں کا امتحان زکوٰۃ نکالنے سے اور جانوں کا امتحان نفوس کو صبر پر قائم رکھنے سے ہے اور اسی کے ساتھ اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہے اور اس میں زیادتی کی خواہش ہے اور کمزوروں اور ضعیفوں پر زیادہ رحم اور مہربانی اور مسکینوں پر زیادہ توجہ اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب اور فقراء کی تقویت اور امور دین میں ان کی مدد ہے۔ اور یہ دولتمندوں کیلئے نصیحت و عبرت ہے کہ اس سے وہ

آخرت کے فقراء کا اندازہ کرلیں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دیا ہے وہ اس پر اس کا شکر ادا کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں اور اس بات سے ڈریں کہ کہیں یہ بھی ان فقراء و مساکین کے مانند زکوٰۃ لینے، صدقہ کھانے اور صلہ رحم و حسن سلوک کے لائق نہ بن جائیں۔

(۱۵۸۳) حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے فرمایا: جو شخص اپنے پورے مال کی زکوٰۃ نکالے اور اسے مستحقین تک پہنچا دے تو پھر اس سے یہ نہیں پوچھا جائیگا یہ مال تو نے کہاں سے حاصل کیا۔ ۱؎

(۱۵۸۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر ایک ہزار درہم میں پچیس درہم زکوٰۃ مقرر فرمائی ہے اس لئے کہ اللہ نے تمام مخلوق کو پیدا کیا وہ جانتا ہے کہ ان میں غنی کتنے ہیں، فقراء کتنے ہیں، قوی کتنے ہیں اور ضعیف کتنے ہیں۔ چنانچہ اس نے ہر ایک ہزار انسانوں میں پچیس عدد مسکین پیدا کیے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کا حصہ اور زیادہ مقرر کرتا اس لئے کہ وہ ان سب کا خالق ہے اس کو ان کے متعلق زیادہ علم ہے۔

باب: مانعین زکوٰۃ کے متعلق جو کچھ احادیث میں وارد ہوا ہے

(۱۵۸۵) حریز نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جو بھی سونے اور چاندی کا مالک ہے اگر اپنے مال میں سے زکوٰۃ دینے کو منع کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ایک بے آب و گیاہ میدان میں قید کر دے گا اور اس پر ایک انتہائی پرانا اور زہریلا سانپ مسلط کر دے گا جو اس کو کاٹنے کیلئے دوڑائے گا اور وہ بھاگے گا مگر وہ دیکھے گا کہ اس سے فرار ممکن نہیں تو اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا دے گا اور وہ سانپ اس کو مولی کی طرح چبا جائیگا پھر طوق بن کر اس کی گردن میں پڑ جائیگا۔ چنانچہ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **سیطوّقون مابخلوا به یوم القیامة** (یہ لوگ جس مال کا بخل کرتے ہیں عنقریب قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کے گلے میں پہنا دیا جائیگا) (آل عمران آیت ۱۸۰) اور جو اونٹ یا گائے، بیل یا بھیڑ، بکری کا مالک ہے اپنے مال میں سے زکوٰۃ دینے کو منع کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک بے آب و گیاہ میدان میں قید کر دے گا اور ہر کھر والا جانور اس کو اپنے کھر سے روندے گا اور ہر درندہ اس کو اپنے دانتوں سے نوچے گا۔ اور جو شخص کھجوروں کے درختوں یا انگور کی بیلوں یا کھیتی کا مالک ہے اور اس میں سے زکوٰۃ دینے کو منع کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے کھیت کی زمین کے سات طبقے طوق بنا کر اس کے گلے میں قیامت کے دن ڈال دیگا۔

(۱۵۸۶) معروف بن خربوذ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا تذکرہ نماز کے ساتھ کیا ہے: **اقیموا الصلوة واتوا الزكوة** تو جس نے نماز پڑھی اور زکوٰۃ نہیں دی تو گویا اس نے نماز بھی نہیں پڑھی۔

(۱۵۸۷) ایوب بن راشد نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: زکوٰۃ دینے سے منع کرنے والے کے گلے میں ایک انتہائی زہریلے اور انتہائی پرانے سانپ کو جس کے سر سے بال تک جھڑ گئے ہونگے طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائیگا جو اس کے دماغ کو کھاتا رہے گا۔ اور اسی کیلئے اللہ تعالیٰ کا قول ہے: **سیطوقون مابخلوا به یوم القیامة**.

(۱۵۸۸) مسعدہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے۔ ۲؎

(۱۵۸۹) محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جو بندہ اپنے مال میں سے زکوٰۃ دینے کو ذرا بھی منع کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس مال کو آگ کے اژدھے کی شکل میں قیامت کے دن بنا دیگا اور وہ اژدھا اس کی گردن میں بطور طوق لپٹا دیا جائیگا اور جب تک وہ حساب

۱؎ یعنی اس مال کا حساب نہیں لیا جائے گا کہ کہاں سے حاصل کیا، یہ نہیں کہ اگر حرام سے حاصل کیا ہو تو اس کا گناہ ختم ہو جائے گا۔ یہ روایت کافی ج ۳ ص ۵۰۴ کی صحیح کی مانند حسن حدیث میں بیان کی گئی ہے۔

۲؎ یہاں لعن سے مراد اللہ کی طرف سے رحمت اور برکت کا معدوم ہونا ہے۔ یا یہ کہ برکت نہیں ہوگی بلکہ یہ عمل اسے آگ کی طرف لے جائے گا جیسا کہ روایت میں ہے۔

سے فارغ نہ ہو اس کا گوشت نوچ نوچ کر کھاتا رہے گا اور اسی کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : سیطوقون مابخلوا به یوم القیامة یعنی جو بخل کرے گا زکوٰۃ دینے میں۔

(۱۵۹۰) عبید بن زرارہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص ایک درہم حق پر خرچ کرنے کو منع کرے گا اس کو باطل پر دو درہم خرچ کرنے پڑ جائیں گے۔ اور جو شخص اپنے مال میں سے حق (زکوٰۃ) نکالنے کو منع کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی گردن میں جہنم کا ایک سانپ بطور طوق پہنا دے گا۔

(۱۵۹۱) ابان بن تغلب نے ان ہی جناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسلام میں دو (۲) خون حلال ہیں مگر اس پر عمل کوئی نہیں کرے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے قائم اہلبیتؑ کو بھیجے گا اور جب اللہ تعالیٰ ہمارے قائمِ اہلبیتؑ کو بھیجے گا تو وہ ان دونوں پر حکم خدا جاری کرینگے۔ یعنی وہ مرد جس کی زوجہ موجود ہو اگر وہ زنا کرے گا تو اس کو سنگسار کردینگے اور جو زکوٰۃ دینے سے انکار کرے گا اس کی گردن ماردینگے۔

(۱۵۹۲) اور عمرو بن جمیع نے ان ہی جنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کوئی ایسا شخص نہیں جو زکوٰۃ ادا کرے اور اس کے مال میں کمی آجائے اور کوئی ایسا نہیں جو زکوٰۃ دینے سے انکار کرے اور اس میں زیادتی آجائے۔

(۱۵۹۳) ابوبصیر کی روایت میں ہے جو انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص زکوٰۃ میں ایک قیراط دینے سے انکار کرے وہ نہ مومن ہے اور نہ مسلم ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **حتی اذاجاء احدهم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فيما تركت** (یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئی تو کہنے لگے پروردگار تو مجھے پھر دنیا میں واپس کردے تاکہ اب میں وہ عمل صالح کروں جو میں نے چھوڑ دیا تھا) (المومنون آیت نمبر ۹۹) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کی نماز بھی قبول نہ کی جائے گی۔

(۱۵۹۴) اور ابن مسکان نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے بیان فرمایا: ایک وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے تو آپؐ نے پکار کر کہا: اے فلاں تم یہاں سے اُٹھ جاؤ اے فلاں تم یہاں سے اُٹھ جاؤ اور اس طرح آپ نے پانچ آدمیوں کو پکار کر کہا کہ تم لوگ ہماری مسجد سے نکل جاؤ، اس میں نماز نہ پڑھو جب کہ تم لوگ زکوٰۃ نہیں ادا کرتے۔

(۱۵۹۵) اور ابوبصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص زکوٰۃ کی ایک قیراط دینے سے انکار کرے وہ نہ مومن ہے اور نہ مسلم وہ مرتے وقت اس بات کی تمنا کرے گا کہ وہ دوبارہ دنیا میں پلٹا دیا جائے اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول ہے : **حتی اذاجاء احدهم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فيما تركت** (المومنون آیت نمبر ۹۹)۔

(۱۵۹۶) نیز امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک وقت کی فرض نماز بیس مرتبہ حج کرنے سے بہتر ہے اور ایک حج اس گھر سے بہتر ہے جو سونے چاندی سے بھرا ہوا ہو اور اس میں سے کار خیر میں اس قدر تصدق کیا جائے کہ وہ ختم ہو جائے اس کے بعد ارشاد فرمایا: وہ شخص فلاح نہیں پائے گا جو بیس عدد سونے کے گھر صرف پچیس عدد درہم کی وجہ سے ضائع کردے، تو آپ سے عرض کیا گیا کہ پچیس درہم کا کیا مطلب؟ آپؑ نے فرمایا: جو شخص زکوٰۃ نہ دے گا اس کی نماز بھی اس وقت تک موقوف رہے گی جب تک وہ زکوٰۃ ادا نہ کردے۔

(۱۵۹۷) نیز آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: دنیا کے خشک و تر میں جو مال بھی ضائع ہوتا ہے وہ صرف زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے اور جو طائر بھی شکار ہوتا ہے وہ صرف اپنی تسبیح نہ پڑھنے کی وجہ سے[1]

---

[1] یہ حدیث پہلے بھی آچکی ہے نیز کافی ج ۳ ص ۵۰۵ سے رجوع کیا جائے۔

باب: زکوٰۃ لینے سے انکار کرنے والا

(۱۵۹۸) مروان بن مسلم نے عبداللہ بن ہلال سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپؑ فرمارہے تھے: جس شخص پر زکوٰۃ لینا واجب ہے اور وہ زکوٰۃ لینے سے انکار کرے تو وہ بھی اسی کے مانند ہے جس پر زکوٰۃ دینا واجب ہے اور وہ زکوٰۃ دینے سے انکار کرتا ہے۔

باب: زکوٰۃ دیتے وقت مستحق کو یہ بتانا ضروری نہیں کہ اسے زکوٰۃ دی جارہی ہے

(۱۵۹۹) عاصم بن حمید نے ابی بصیر سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص ہمارے اصحاب میں سے جس کو رقم زکوٰۃ لینے سے حیا اور شرم دامن گیر ہے تو کیا اس کو رقم ویسے ہی دیدی جائے اور اس کو یہ نہ بتایا جائے کہ یہ رقم زکوٰۃ ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ایسا ہی کرو، زکوٰۃ کا نام لے کر اس مرد مومن کو ذلیل نہ کرو۔

باب: نصاب زکوٰۃ

(۱۶۰۰) حسن بن محبوب نے عبداللہ بن سنان سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت زکوٰۃ : خذمن اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا (تم ان کے اموال میں سے زکوٰۃ لو اور اس کی بدولت ان کو گناہوں سے پاک کرو اور انہیں صاف ستھرا کرو) (سورہ توبہ آیت نمبر ۱۰۳) ماہ رمضان میں نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے اپنے منادی کو حکم دیا کہ لوگوں میں اس امر کی منادی کردو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم لوگوں پر زکوٰۃ بھی اسی طرح واجب کردی ہے۔ جس طرح نماز واجب کی ہے۔ سونے، چاندی، اونٹ، بیل گائے، بھیڑ، بکری، جو، گیہوں، کھجور اور منقیٰ پر اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ فرض کی ہے۔ اور ان لوگوں میں یہ منادی ماہ رمضان میں کی گئی اور مذکورہ چیزوں کے علاوہ تمام چیزوں میں ان کو زکوٰۃ کی معافی دی گئی۔

آنجنابؑ نے فرمایا: پھر ان لوگوں کے اموال میں سے کسی چیز میں تعرض نہیں کیا گیا یہاں تک کہ ایک سال گزر گیا تو ان لوگوں نے روزہ رکھا، افطار کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر اپنے منادی کو حکم دیا کہ مسلمانوں میں ندا کردو کہ اے مسلمانوں تم لوگ اپنے اموال میں سے زکوٰۃ ادا کرو تاکہ تمہاری نمازیں قبول کرلی جائیں۔

آنجنابؑ نے فرمایا: پھر زکوٰۃ اور خراج وصول کرنے والے کارندے ان کی طرف بھیجے گئے۔

پس سونے پر کوئی زکوٰۃ اس وقت تک نہیں جب تک اس کی مقدار بیس (۲۰) مثقال نہ پہنچ جائے اور جب اس کی مقدار بیس مثقال پہنچ جائے تو اس پر نصف دینار ہے اور جب چوبیس مثقال ہوجائے تو اس پر نصف دینار اور عشر (1/10) دینار ہے پھر اس حساب سے بیس سے جس قدر چار چار بڑھتا جائیگا ہر چار مثقال پر ایک عشر (1/10) زکوٰۃ ہوگی یہاں تک کہ چالیس مثقال پہنچ جائے اور جب چالیس مثقال ہو تو اس پر ایک مثقال (۳٫۵ گرام) زکوٰۃ ہے۔

اور چاندی پر بھی اس وقت تک زکوٰۃ نہیں جب تک اس کی مقدار دوسو درہم نہ پہنچ جائے۔ جب اس کی تعداد دوسو (۲۰۰) درہم پہنچ جائے تو اس پر پانچ درہم زکوٰۃ ہوگی جب تک چالیس پورے نہ ہوجائیں۔

اور روئی اور زعفران اور سبزیوں اور ترکاریوں اور پھلوں کے دانوں پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے جب تک کہ اس کو فروخت کرکے اس کی قیمت پر ایک سال نہ گزر جائے۔

اور اگر کسی شخص کے پاس پورے دوسو درہم جمع ہوگئے اور اس پر سال پورا ہوگیا اور اس میں سے اس نے پانچ درہم زکوٰۃ نکال دی اور اس کو کسی

مستحق کو دیدیا مگر اس مستحق نے اس میں سے ایک درہم واپس کر دیا۔ یہ کہکر کہ یہ کھوٹا سکہ ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس سے باقی چار درہم بھی واپس لے لے اس لئے کہ اب اس پر زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ اس کے پاس ایک کم دوسو درہم ہیں اور دوسو درہم سے کم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

اور (سونے چاندی کے) ڈلوں پر زکوٰۃ نہیں ہے بشرطیکہ زکوٰۃ سے فرار کیلئے سکوں کو پگھلا کر اس کا ڈلا نہ بنوالیا گیا ہو اگر زکوٰۃ سے بچنے کیلئے تم نے ایسا کیا ہے تو تم پر زکوٰۃ واجب ہے۔

اور زیورات پر زکوٰۃ نہیں ہے خواہ وہ ایک لاکھ دینار کے برابر ہوں لیکن اگر کوئی مومن اس کو عاریتاً مانگے تو اس کو عاریتاً دے دو یہی اس کی زکوٰۃ ہے۔

اور سونے چاندی کے ڈلے پر زکوٰۃ نہیں ہے بلکہ درہم و دینار پر زکوٰۃ ہے۔

(۱۶۰۱) اور زرارہ اور بکیر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جواہرات اور اس کے مشابہہ دیگر اشیاء پر کوئی زکوٰۃ نہیں خواہ بہت زیادہ کیوں نہ ہوں۔

اور چاندی کے ڈلے پر زکوٰۃ نہیں اور نہ مال یتیم پر زکوٰۃ ہے مگر یہ کہ اس سے تجارت کی جائے۔ اگر اس سے تجارت کی جارہی ہے تو اس پر زکوٰۃ ہے اور نفع یتیم کیلئے ہوگا اور تاجر اس مال کا ضامن ہوگا۔ اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ نفع ان دونوں کے درمیان تقسیم ہوگا۔

اور میرے والد رضی اللہ عنہ نے اپنے رسالے میں تحریر کیا ہے کہ کسی شخص مستحق کو رقم زکوٰۃ نصف دینار سے کم دینا جائز نہیں ہے۔

(۱۶۰۲) اور محمد بن عبدالجبار نے روایت کی ہے کہ ہمارے بعض اصحاب نے احمد بن اسحاق کے ہاتھوں ایک خط حضرت امام علی النقی علیہ السلام کو تحریر کیا کہ میں زکوٰۃ کی رقم میں سے اپنے کسی نیک برادر مومن کو دو یا تین درہم دیدیا کروں؟ آپؑ نے جواب میں تحریر کیا: ایسا کرو ان شاء اللہ۔ اور زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے چار چھ مہینہ کی بھی تقدیم و تاخیر (قبل از وقت اور بعد از وقت) کی بھی روایت کی گئی ہے مگر اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ جب زکوٰۃ تم پر واجب ہو اس وقت زکوٰۃ دو قبل از وقت زکوٰۃ دینا یا بعد از وقت زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اس لئے کہ زکوٰۃ کا ذکر نماز کے ساتھ آیا ہے۔ اور نماز کا قبل از وقت ادا کرنا یا بعد از وقت ادا کرنا جائز نہیں سوائے اس کے کہ اس کی قضا پڑھی جائے۔ اسی طرح زکوٰۃ ہے اگر تم چاہتے ہو کہ اپنے مال کی زکوٰۃ قبل از وقت ادا کرو تا کہ کسی بندہ مومن کا کام چل جائے تو ایسا کرو کہ اس کو قرض دیدو اور جب زکوٰۃ کا وقت آئے تو اس قرض کو اپنی زکوٰۃ میں محسوب کرلو۔ تا کہ تمہاری زکوٰۃ بھی محسوب ہو جائے اور تمہیں ایک مومن کو قرض دینے کا ثواب بھی مل جائے۔

(۱۶۰۳) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: قرض دینا بڑی اچھی بات ہے اگر وہ آسانی کے ساتھ واپس مل جائے تو ٹھیک اور اگر واپسی مشکل ہو تو تم اس کو اپنی زکوٰۃ میں محسوب کرلو۔

(۱۶۰۴) اور روایت کی گئی کہ قرض زکوٰۃ کا حامی اور مددگار ہے۔[1]

اور اگر تمہارا کسی شخص پر قرض ہو اور وہ اس کی ادائیگی کیلئے آمادہ نہ ہو تو اگر تم چاہو تو اپنی زکوٰۃ میں محسوب کرلو۔ اور کوئی حرج نہیں اگر کوئی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ سے کوئی مومن غلام خرید ے اور اسے آزاد کردے اور اگر وہ آزاد کردہ کچھ مال کمانے کے بعد مر گیا تو اس کا مال مستحقین زکوٰۃ کا ہوگا اس لئے کہ وہ ان ہی کے مال سے خریدا گیا ہے۔

اور اگر کوئی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ سے اپنے باپ کو خرید کر آزاد کردے تو یہ اس کے لئے جائز ہے۔ اور اگر کسی مرد مومن کا انتقال ہو جائے اور تم

---

[1] کیونکہ اس کو فوت ہونے اور ضائع ہونے سے بچاتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے اور اس کی ادائیگی کی توفیق دیتا ہے۔ یہ حدیث کافی ج ۳ ص ۵۵۸ پر امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے اور ج ۴ ص ۳۴ پر ایک دوسری حدیث میں ہے: مومن کا قرض غنیمت ہے اس کا جلدی ملنا خیر ہے اگر آسانی سے ادائیگی ہو سکے اور اگر اس سے پہلے مر جائے تو اس کو زکاۃ میں محسوب کرلیا جائے۔

چاہتے ہو کہ اس کی تجہیز و تکفین اپنے مال کی زکوٰۃ سے کرو تو وہ رقم زکوٰۃ اس کے وارثوں کو دیدو کہ وہ اس کی تجہیز و تکفین کریں اور اگر اس کا کوئی وارث نہ ہو تو تم اس کی تجہیز و تکفین کرو اور وہ رقم اپنی زکوٰۃ میں محسوب کرلو اور اگر اس کے ورثاء کو دوسرے لوگوں نے کفن وغیرہ کی قیمت دیدی ہے تو اگر تم چاہو تو تم اس کی تجہیز و تکفین اپنے پیسے سے کردو اور اس کو اپنی زکوٰۃ میں محسوب کرلو۔ اور وہ رقم جو دوسروں نے اس کے ورثاء کو دیدی ہے اسے چھوڑ دو کہ وہ اپنے اخراجات میں لائیں، اور اگر میت پر کچھ قرض ہے تو وارثوں پر اس قرض کی ادائیگی اس رقم سے لازم نہیں ہے جو تم نے یا دوسروں نے اس کے وارثوں کو دی ہے اس لئے کہ یہ میراث نہیں بلکہ یہ رقم تو اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کو ملی ہے۔

اور اگر تمہاری رقم تجارت میں لگی ہوئی ہے اور تمہارے مال کی مانگ آگئی مگر تم نے اس کو فروخت نہیں کیا کہ تم اس سے زیادہ نفع کے خواہشمند ہو اور اب وہ مال تمہارے پاس ایک سال رکا رہا تو تم پر اس کی زکوٰۃ واجب ہے اگر اس مال کی مانگ نہیں آئی تو پھر تم پر اس کی زکوٰۃ لازم نہیں ہے۔

اور اگر تمہارا مال تم سے غائب ہے تو تم پر اس کی زکوٰۃ بھی نہیں ہے جب تک کہ تمہارا مال تمہارے پاس واپس نہ آجائے اور آئے پر ایک سال نہ گزر جائے اور تمہارے قبضہ میں نہ رہے۔ لیکن اگر تمہارا مال کسی ایسے شخص کے پاس ہے کہ جب تم مانگو وہ تمہیں دیدے تو اس کی زکوٰۃ تم پر لازم ہے اور اگر وہ اس کا نفع بھی تم کو پلٹائے تو اس نفع کی بھی تم پر زکوٰۃ لازم ہے اور اگر تم نے ایک چیز فروخت کی اور خریدار سے یہ شرط کرلی کہ وہ ایک سال یا دو سال یا اس سے زیادہ کی زکوٰۃ ادا کرے گا تو یہ تمہارے لئے جائز ہے اور تمہارے بدلے اُس پر زکوٰۃ لازم ہوگی۔

اور اگر تم نے کسی شخص سے کوئی مال قرض لیا اور وہ تمہارے پاس پورے ایک سال رہ گیا تو تم پر اس کی زکوٰۃ لازم ہے اور تم اپنے مال کی زکوٰۃ اہلِ ولایت کے سوا کسی غیر کو نہ دو اور اہلِ ولایت میں سے اپنے ماں باپ، اپنی اولاد، اپنے شوہر، اپنی زوجہ، اپنے غلام، اپنے دادا، اپنی دادی اور ہر اس شخص کو نہ دو جس کا نان ونفقہ تمہارے ذمہ واجب ہے۔ اور کوئی حرج نہیں اگر اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے بھائی، اپنی بہن، اپنے چچا، اپنی پھوپھی، اپنے ماموں اور اپنی خالہ کو دیدو۔

(۱۶۰۵) زرارہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص کے پاس ایک سو ننانوے (۱۹۹) درہم اور انیس (۱۹) دینار ہیں کیا وہ اس کی زکوٰۃ نکالے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں اس پر نہ ان درہموں کی زکوٰۃ ہے اور نہ ان دیناروں کی جب تک کہ ان کا نصاب پورا نہ ہوجائے۔

زرارہ نے کہا کہ اور اسی طرح تمام اشیاء میں (نصاب پورا ہونے کی شرط ہے)۔

نیز زرارہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص کے پاس چار (۴) اونٹ اور انتالیس (۳۹) بکریاں اور انتیس (۲۹) گائیں ہیں کیا وہ ان سب کی زکوٰۃ ادا کرے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں وہ ان میں سے کسی کی بھی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا اس لئے کہ ان میں سے کسی کا بھی نصاب پورا نہیں ہے لہٰذا ان میں سے کسی کی بھی زکوٰۃ اس پر واجب نہیں۔

(۱۶۰۶) عمر بن اذینہ نے زرارہ سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اونٹوں کی پانچ سے کم تعداد پر کوئی زکوٰۃ نہیں اور جب پانچ ہوں تو نو کی تعداد تک ایک بکری زکوٰۃ ہے۔ اور جب دس اونٹ پورے ہوجائیں تو دو بکریاں اور جب ان کی تعداد پندرہ ہوجائے تو تین بکریاں اور جب بیس ہوجائے تو چار بکریاں اور جب پچیس اونٹ ہوں تو ان کی زکوٰۃ پانچ بکریاں ہیں لیکن اگر پچیس سے ایک بھی زائد ہو تو پینتیس (۳۵) تک ان کی زکوٰۃ ایک بنتِ مخاض (اونٹ کا وہ بچہ جو دوسرے سال میں لگا ہو) اور اگر اس کے پاس کوئی بنتِ مخاض نہ ہو تو اس کے عوض ایک ابنِ لبون (اونٹ کا ایک نر بچہ جو تیسرے سال میں لگا ہو) دیدے۔ اور اگر اونٹ پینتیس (۳۵) کی تعداد سے ایک بھی زائد ہو تو پینتالیس (۴۵) تک ایک بنتِ لبون (اونٹ کا وہ مادہ بچہ جو تیسرے سال میں لگا ہو) دیدے اور اگر پینتالیس (۴۵) سے ایک بھی زائد ہو تو ساٹھ کی تعداد تک ایک حقہ (اونٹ کا مادہ بچہ جو چوتھے سال میں لگا ہو) دیدے اور اس کو حقہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اس قابل ہوگیا کہ اس پر سواری کی جائے۔ اور اگر ساٹھ سے ایک بھی زائد ہے تو

پچھتر تک ایک جذعہ (وہ اونٹ جو پانچویں سال میں داخل ہو) دیدے اور اگر پچھتر سے ایک عدد بھی زائد ہے تو نوے (۹۰) کی تعداد تک دو بنتِ لبون (اونٹ کے دو مادہ بچے جو تیسرے سال میں لگ گئے ہوں) دیدے اور اگر نوے (۹۰) کی تعداد سے ایک بھی زائد ہو تو ایک سو بیس (۱۲۰) تک دو حقہ (وہ اونٹ جو چار سال میں داخل ہوں) اور اب اگر ایک سو بیس (۱۲۰) سے ایک بھی زائد ہو تو ہر پچاس پر ایک حقہ اور ہر چالیس پر ایک بنتِ لبون دیدے اور وہ شخص کہ جس پر زکوٰۃ میں ایک جذعہ (وہ اونٹ جو پانچ سال میں داخل ہو) دینا ہے جو اس کے پاس نہیں ہے لیکن اس کے پاس حقہ ہے تو وہ حقہ کے ساتھ دو بکریاں یا بیس درہم دیدے اور جس پر حقہ واجب ہے مگر اس کے پاس نہیں ہے بلکہ جذعہ ہے تو وہ جذعہ دیدے اور زکوٰۃ وصول کرنے والے سے دو بکریاں یا بیس (۲۰) درہم لے۔

اور جس پر بنتِ لبون دینا واجب ہے مگر اس کے پاس نہیں ہے بلکہ اس کے پاس حقہ ہے تو وہ اسے دے اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اس کو دو بکریاں یا بیس درہم دے گا۔ اور جس پر بنتِ لبون دینا واجب ہے مگر اس کے پاس نہیں ہے بلکہ اس کے پاس بنتِ مخاض ہے تو وہ اسے دے اور اس کے ساتھ دو بکریاں یا بیس درہم بھی دے اور جس پر بنتِ مخاض دینا واجب ہے مگر اس کے پاس نہیں ہے بلکہ اس کے پاس بنتِ لبون ہے تو وہ اسے دیدے اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اس کو دو بکریاں یا بیس درہم دے گا۔ اور جس پر بنتِ مخاض دینا واجب ہے مگر اس کے پاس نہیں ہے بلکہ اس کے پاس نر ابنِ لبون ہے تو اس سے ابنِ لبون ہی قبول کرلیا جائے گا اور وہ اس کے ساتھ کچھ اور نہ دیگا۔

(۱۶۰۷) ایک مرد ثقیف [۱] سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے مجھ کو بانقیا (قادسیہ) اور کوفہ کے قریب وجوار کی آبادیوں پر عامل بنایا۔ اور حاضرین کے مجمع سے خطاب کر کے کہا کہ اپنے خراج و مالگزاری کو دیکھنا اور اس کی وصولیابی میں پوری کوشش کرنا، ایک درہم بھی نہ چھوڑنا۔ اور اپنے علاقہ پر جانے لگنا تو مجھ سے مل کر جانا۔

غرض جب میں علاقہ پر جانے لگا تو آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا: وہ جو میں نے تم سے کہا تھا وہ مصلحتاً کہا تھا (تاکہ مجوس وغیرہ ڈریں اور خراج کی وصولی میں تم کو کوئی دقت نہ ہو) دیکھنا کسی مسلمان کو یا یہودی کو یا نصرانی کو خراج کی ایک ایک درہم کی وصولی کے لئے نہ مارنا پیٹنا۔ یا ان کے وہ جانور جن سے وہ کام لیتے انہیں ایک ایک درہم کی وصولی کے لئے نہ بکوا دینا۔ اس لئے کہ ہم لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کے اخراجات سے جو فاضل ہے اس میں سے لو۔

(۱۶۰۸) حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: زکوٰۃ کا مال جب تک کہ قبضہ میں نہ آجائے اس کو فروخت نہ کیا جائے [۲]۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اونٹ کو جب سے وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے ایک سال تک حُوار کہتے ہیں۔ اور جب دوسرے سال میں داخل ہو جائے تو ابن مخاض کہتے ہیں اس لئے کہ اس کی ماں پھر حاملہ ہو جاتی ہے اور جب تیسرے سال میں داخل ہو جائے تو اس کو ابنِ لبون کہتے ہیں اس لئے کہ اس کی ماں نے پھر بچہ جنا اور اب وہ دودھ والی ہے اور جب چوتھے سال میں داخل ہو جائے تو اس کو حِقّ اور مونث کو حِقّہ کہتے ہیں اس لئے کہ وہ اب اس قابل ہے کہ اس پر سوار ہوا جائے اور جب پانچویں سال میں داخل ہو جائے تو اس کو جذعہ کہتے ہیں اور جب چھٹے سال میں داخل ہو تو اس کو ثنیہ کہتے ہیں اس لئے کہ اس نے اپنے دو دانت گرادیئے ہیں اور جب ساتویں سال میں داخل ہو تو اس کو رَباع کہتے ہیں اس لئے کہ اس نے اپنے رَباعیہ (سامنے کے چار دانت) گرادیئے ہیں اور جب آٹھویں سال میں داخل ہو جائے تو اپنے رباعیہ کے بعد والے دانت بھی گرادیتا ہے اور اس کو سَدیس کہتے ہیں اور جب وہ نویں سال میں داخل ہو تو اس کے نئے دانت پیدا ہوتے ہیں اور اس کو بازل کہتے ہیں اور جب وہ دسویں سال میں داخل

[۱] کلینی نے 'کافی' ج ۳ ص ۵۴۰ پر ضعیف سند سے اسے بیان کیا ہے۔

[۲] کلینی۔ رحمہ اللہ۔ نے اسے موثق حدیث میں بیان کیا ہے۔

ہوتو اس کو مُخلِف کہتے ہیں اور اس کے بعد اس کا کوئی نام نہیں ہے۔

اور زکوٰۃ میں ابن مخاض سے جذعہ تک کی عمر کے اونٹ لیے جاتے ہیں اور کام کرنے والے اونٹوں پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے بلکہ صرف ان اونٹوں پر ہے جو چراگاہوں میں ہوں یا چرتے ہوں، نیز ان خراسانی (ترکی) اونٹوں پر ہے جو عربی اونٹوں کے مانند ہوں۔

اور گائے کی تعداد جب تک کہ تیس (۳۰) نہ ہو جائے ان پر زکوٰۃ نہیں ہے جب ان کی تعداد تیس (۳۰) تک پہنچ جائے تو زکوٰۃ میں گائے کا یکسالہ بچہ ہے۔اور تیس سے زیادہ پر مزید کوئی زکوٰۃ نہیں اور جب گائے کی تعداد چالیس (۴۰) ہو جائے تو زکوٰۃ میں ایک تین سالہ بچہ دینا ہوگا پھر چالیس (۴۰) کے آگے ساٹھ (۶۰) تک مزید کچھ نہیں مگر جب تعداد ساٹھ (۶۰) ہو جائے تو ستر سے پہلے تک دو عدد یکسالہ بچے اور جب تعداد ستر ہو جائے تو اسی (۸۰) سے پہلے تک ایک عدد ایک سالہ اور ایک عدد تین سالہ بچہ اور جب اسی (۸۰) کی تعداد ہو جائے تو نوے سے پہلے تک دو (۲) عدد تین سالہ بچے اور جب تعداد پوری نوے (۹۰) ہو جائے تو اس پر تین یکسالہ گائے کے بچے ہیں۔اور جب گایوں کی تعداد بہت زیادہ ہو جائے تو پھر یہ حساب سب ختم اور اب گایوں کا مالک ہر تیس پر ایک عدد یکسالہ گائے دے گا اور ہر چالیس پر ایک عدد تین سالہ گائے دے گا۔

اور کام کرنے والے بیلوں پر کوئی زکوٰۃ نہیں لیکن چراگاہوں میں چرنے والے بیلوں اور گایوں پر زکوٰۃ ہے۔اور ہر وہ گائے کا بچہ جو اپنے مالک کے پاس ایک سال کا پورا نہیں ہوا ہے اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے اور جب ایک سال کا پورا ہو جائے تو زکوٰۃ (کے لئے اس کو شمار کرنا) واجب ہے۔

(۱۶۰۹) حریز نے زرارہ سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ کیا بھینسوں پر بھی زکوٰۃ ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: (ہاں) اسی طرح جس طرح گایوں پر زکوٰۃ ہے۔

اور بکریوں پر چالیس کی تعداد تک کوئی زکوٰۃ نہیں مگر جب اس پر ایک بھی زیادہ ہو جائے تو ایک سو بیس (۱۲۰) کی تعداد تک ایک بکری ہے اور جب ایک سو بیس (۱۲۰) سے ایک بکری بھی زیادہ ہو جائے تو دو سو (۲۰۰) تک دو بکریاں اور جب دو سو (۲۰۰) سے ایک بکری زائد ہو جائے تو تین سو (۳۰۰) تک تین بکریوں اور جب بکریاں بہت زیادہ ہوں تو پھر یہ سب کچھ نہیں اب ہر ایک سو (۱۰۰) پر ایک بکری۔

اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اس مقام پر جائے گا جہاں بکریاں ہیں اور بآواز بلند ندا دیگا کہ اے گروہ مسلمین کیا تمہارے مال میں اللہ تعالیٰ کا کوئی حق ہے؟ اگر وہ لوگ کہیں کہ ہاں تو وہ حکم دے گا کہ ساری بکریوں کو نکالا جائے اور ساری بکریوں کے دو حصے کیے جائیں۔پھر بکریوں کے مالک کو اختیار دے گا کہ وہ ان دونوں حصوں میں سے ایک حصہ وہ اپنے لئے چن لے اور زکوٰۃ وصول کرنے والا دوسرے حصہ میں سے زکوٰۃ لے گا اور اگر بکریوں کا مالک یہ چاہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا اس کے لئے مخصوص بکری چھوڑ دے تو وہ یہ کرسکتا ہے اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اسے چھوڑ کر کوئی دوسری بکری لے لے اور اگر بکریوں کا مالک یہ بھی چاہے کہ وہ خود اس کو چھوڑے اور اس کو لے تو اس کو اس کا حق نہیں ہے۔اور زکوٰۃ وصول کرنے والا نہ مجتمع بکریوں کو متفرق کرے گا اور نہ متفرق کو مجتمع کرے گا۔

(۱۶۱۰) اور عبدالرحمٰن بن حجاج نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: گوشت کھانے کے لئے رکھی ہوئی بکری یا ویسی ہی دو عدد پالی ہوئی بکریاں یا دودھ کے لئے پلی ہوئی بکری یا سانڈ چھوڑے ہوئے بکرے پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔

(۱۶۱۱) اور سماعہ کی روایت میں ہے کہ گوشت کھانے کے لئے بکری اور گوشت کھانے کے لئے بڑی بکری جو عموماً بکریوں میں پالی جاتی ہے اور بچہ دیئے ہوئے بکری اور سانڈ بکرے کو زکوٰۃ میں نہیں لیا جائے گا۔

(۱۶۱۲) اور اسحاق بن عمار نے آنجنابؑ سے بکری کے بچے کے متعلق سوال کیا کہ اس پر زکوٰۃ کب واجب ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جب وہ سات ماہ کا ہو جائے۔

(۱۶۱۳) امام رضا علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ بنی تغلب نے (جو نصرانی تھے) جزیہ دینے سے انکار کیا اور حضرت عمر سے درخواست کی کہ انہیں معاف کیا جائے تو وہ ڈرے کہ یہ سب کہیں روم سے الحاق نہ کرلیں تو حضرت عمر نے ان سے اس بات پر صلح کرلی کہ جزیہ ان سے اُٹھالیا جائیگا اور ان پر دوگنی زکوٰۃ کر دی جائے گی۔ وہ لوگ اس پر راضی ہوگئے وہ لوگ اس صلح پر قائم رہے یہاں تک کہ دین حق میں طاقت آگئی۔

(۱۶۱۴) اور یعقوب بن شعیب نے آنجنابؑ سے روایت کی کہ عشرہ جو ایک شخص سے وصول کیا جاتا ہے کیا وہ اس کو اپنی زکوٰۃ میں محسوب کرے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ چاہے تو ایسا کرے۔

(۱۶۱۵) اور سکونی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اور انہوں نے اپنے آبائے کرام سے اور انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: عشر وصول کرنے والے نے عشر وصول کر کے جو کچھ اپنے ڈھیر میں ڈال لیا ہے تو وہ تمہاری زکوٰۃ میں شمار ہوگا اور جو نہیں ڈالا ہے تو وہ تمہاری زکوٰۃ میں شمار نہیں ہوگا۔

(۱۶۱۶) سماعہ نے ابوبصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے عرض کیا کہ ایک شخص جو اپنے اہل وعیال کے دوسال کے اخراجات کے لئے تین ہزار درہم چھوڑ رکھتا ہے کیا اس پر زکوٰۃ ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ وہاں موجود رہتا ہے تو اس پر زکوٰۃ ہے اور اگر غائب ہے تو اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔

(۱۶۱۷) محمد بن نعمان الاحول نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے اپنے مال سے زکوٰۃ نکالنے میں عجلت کی مگر مال کے ختم ہونے سے قبل زکوٰۃ دینے والا مالدار ہوگیا؟ آپؑ نے فرمایا: زکوٰۃ دینے والا پھر سے زکوٰۃ نکالے گا۔

(۱۶۱۸) اور آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا کہ اس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ایک ایسے آدمی کو یہ دیکھتے ہوئے دی کہ وہ مفلس تنگدست ہے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مالدار وخوشحال ہے؟ آپؑ نے فرمایا: یہ ادائیگی زکوٰۃ اس کے لئے کافی نہیں ہے۔

(۱۶۱۹) اور محمد بن مسلم نے ان ہی جناب علیہ السلام سے روایت کی ہے اس نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے اپنے مال کی زکوٰۃ کہیں بھیج دی کہ اسے تقسیم کردیا جائے لیکن وہ درمیان میں ضائع ہوگئی تو وہ اس کی تقسیم تک اس کا ضامن ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اس کو مستحقین مل گئے تھے اور اس نے انہیں نہیں دیا (اور دوسری جگہ بھیج دیا) تو وہ اس کا ضامن اور ذمہ دار ہے جب تک مستحقین کو نہ پہنچادے۔ اور اگر اس کو زکوٰۃ کا مستحق کوئی نہیں ملا تھا جس کو یہ دیتے اس لئے اس نے دوسری جگہ بھیجا کہ مستحقین کو پہنچ جائے تو اب اس پر کوئی ذمہ داری اور ضمانت نہیں ہے اس لئے کہ رقم زکوٰۃ اس کے ہاتھ سے نکل چکی ہے۔

اور اسی طرح وہ وصی کہ جس کو وصیت کی گئی ہے وہ اس وقت تک ذمہ دار ہے کہ جس کو دینے کے لئے وصیت کی گئی وہ اس کو مل جائے اگر وہ نہ ملے تو پھر وصی پر کوئی ذمہ داری اور ضمانت نہیں ہے۔[1]

(۱۶۲۰) اور ابوبصیر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: ایک شخص جب اپنے مال سے زکوٰۃ نکال دے اور جس قوم کو دینا ہے اس کا نام بتادے مگر وہ رقم ضائع ہوجائے یا ان لوگوں کو بھیجے اور وہ درمیان میں ضائع ہوجائے تو اس پر کوئی ذمہ داری نہیں۔

(۱۶۲۱) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیہات والوں کی نکالی ہوئی زکوٰۃ دیہات والوں میں تقسیم کیا کرتے تھے اور شہر والوں کی نکالی ہوئی زکوٰۃ شہر والوں میں تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ اور ان کے درمیان مساویانہ تقسیم نہیں کرتے تھے بلکہ ان میں سے جو آپ کے پاس حاضر ہوتا اسے دیتے اور جیسا دیکھتے دیتے اور اس کے لئے کوئی معینہ وقت نہ تھا۔

(۱۶۲۲) درست بن ابی منصور کی روایت میں ہے کہ ابوعبداللہ علیہ السلام نے اس شخص کے متعلق جو اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے شہر کو چھوڑ کر دوسرے شہر کو

[1] کلینی۔ رحمہ اللہ۔ نے اسے سندِ حسن سے بیان کیا ہے۔

بھیجتا ہے فرمایا: کوئی حرج نہیں اگر وہ اس میں سے ایک تہائی یا ایک چوتھائی بھیجے۔

(۱۶۲۳) اور ہشام بن حکم نے آپؑ سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق کہ جس کو تقسیم کرنے کے لئے زکوٰۃ کی رقم دی جاتی ہے کیا اس کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اس رقم میں سے کچھ اپنے شہر کے علاوہ کسی دوسرے شہر کو بھی بھیج دے؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

(۱۶۲۴) علی بن جعفر نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو اپنے درہموں کو زکوٰۃ دینار کی شکل میں دیتا ہے اور دینار کی زکوٰۃ درہموں کی شکل میں دیتا ہے ان کی قیمت (کا اندازہ) لگا کر کیا یہ اس کے لئے جائز ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

(۱۶۲۵) محمد بن خالد برقی نے حضرت ابوجعفر ثانی امام علی النقی علیہ السلام کو خط لکھ کر دریافت کیا کہ گیہوں اور جو کی پیداوار میں سے جو زکوٰۃ نکالنا واجب ہے اور سونے اور درہموں پر جو زکوٰۃ واجب ہے کیا انسان کے لئے یہ جائز ہے کہ اس کے مساوی اس کی قیمت نکال دے یا یہ جائز نہیں بلکہ ہر شے کی زکوٰۃ اسی میں سے نکالنا چاہیے؟ آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا: ان دونوں میں سے جو اس کے لئے آسان ہو وہ کرے۔

(۱۶۲۶) عمر بن یزید نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے زکوٰۃ سے بچنے کے لئے کوئی زمین یا کوئی گھر خرید لیا کیا ایسا کرنا اس کے لئے موجب گناہ ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں بلکہ اس کی جگہ وہ زیورات یا چاندی خریدے تو بھی اس پر کوئی گناہ نہیں اس لئے کہ اس نے حق اللہ ادا نہ کر کے جو رقم بچائی ہے اس سے زیادہ اس نے اپنی رقم کو منجمد کر کے خود کو اس کے نفع سے محروم کر لیا۔

(۱۶۲۷) زرارہ اور محمد بن مسلم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جس کسی کے پاس مال ہو اور اسے رکھے ہوئے ایک سال ہو جائے تو وہ اس میں سے زکوٰۃ دے۔ تو عرض کیا گیا کہ اور اگر وہ سال پورا ہونے سے ایک ماہ یا ایک دن پہلے وہ مال کسی اور کو ہبہ کر دے؟ آپؑ نے فرمایا: پھر تو اس پر کوئی زکوٰۃ لازم نہیں ہے۔

زرارہ نے آنجنابؑ سے یہ روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: یہ اس شخص کے مانند ہوگا جو ماہ رمضان میں ایک دن افطار کرے (روزہ نہ رکھے کچھ کھالے) پھر دن کی آخری ساعت میں سفر پر روانہ ہو جائے اور اس کی اس سفر سے یہ نیت ہو کہ وہ کفارہ باطل ہو جائے جو اس پر واجب ہو گیا ہے۔

(۱۶۲۸) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: نو قسم کے اجناس کو (جن پر زکوٰۃ واجب ہے) اگر تم سال کے اندر ہی تبدیل کر لو تو پھر ان میں تم پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔

(۱۶۲۹) حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کے پاس اپنا گھر، ملازم اور غلام ہے کیا وہ زکوٰۃ قبول کرے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اس لئے کہ گھر اور غلام مال نہیں ہے۔

(۱۶۳۰) اور کبھی کبھی اس شخص کے لئے بھی زکوٰۃ لینی حلال ہے جس کے پاس سات سو درہم ہیں اور اس شخص کے لئے حرام ہے جس کے پاس پانچ سو درہم ہیں اور یہ اس وقت ہوگا جب سات سو درہم والا ایسا کثیر العیال ہو کہ اگر وہ اس سات سو کو ان پر تقسیم کر دے تو وہ ان کے لئے کافی نہ ہو لہٰذا وہ اپنی ذات کے لئے تو زکوٰۃ نہیں لے گا اپنے اہل و عیال کے لئے لے گا۔ اور پانچ سو درہم والے پر اس وقت زکوٰۃ لینی حرام ہے جب وہ اکیلا ہو اور کوئی ہنر جانتا ہو اور کام کرتا ہو جس سے اتنا کما لیتا ہو کہ وہ اس کے لئے کافی ہو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اور شراب خور کو مال زکوٰۃ میں سے کچھ بھی دینا جائز نہیں ہے۔[۱]

(۱۶۳۱) اور سماعہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے عرض کیا کہ کیا ایسا شخص کہ جس کے پاس مکان ہو اور خادم ہو اس کو زکوٰۃ لینی جائز ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں مگر اس وقت نہیں کہ جب اس کا گھر غلہ کا گھر ہو اور وہ اس میں اتنا غلہ رکھتا ہو جو

---

[۱] کلینی نے ج ۳ ص ۵۶۳ پر اپنی اسناد سے داؤد صرمی سے روایت کی ہے کہ کہا: آنجنابؑ سے پوچھا گیا کہ شراب پینے والے کو زکوٰۃ میں سے کوئی چیز دی جا سکتی ہے؟ فرمایا: نہیں۔

اس کے اوراس کے اہل وعیال کے لئے کافی ہو۔ اور اگر اتنا غلہ نہ ہو جو خود اس کے اور اس کے عیال کے کھانے، پہننے اور دیگر ضروریات کے لئے بغیر اسراف کافی نہ ہو تو اس کے لئے زکوٰۃ لینی حلال ہے۔ اور اگر غلہ کافی ہے تو حلال نہیں ہے۔

(۱۶۳۲) اور ابوبصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس کے پاس آٹھ سو درہم ہیں اور وہ چمڑے کے موزے بناتا اور بیچتا ہے مگر وہ کثیر العیال ہے کیا وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اے ابو محمد بتاؤ کہ کیا وہ اپنے درہموں سے اتنا نفع کما لیتا ہے کہ جس سے اس کے اہل وعیال کا خرچ چلے اور کچھ بچ بھی رہے۔ ابوبصیر نے کہا: جی ہاں۔ آپؑ نے پوچھا: کتنا بچ جاتا ہے۔ ابوبصیر نے کہا: یہ تو مجھے نہیں معلوم۔ آپؑ نے فرمایا: جتنا اس کے عیال کا خرچ ہے اس سے نصف بچ جاتا ہے تو پھر وہ زکوٰۃ نہیں لے گا۔ اور اگر خرچ کے نصف سے کم بچتا ہے تو وہ زکوٰۃ لے گا۔ ابوبصیر کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: اور خود اس پر اس کے اپنے مال پر زکوٰۃ لازم ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کیا: پھر وہ کیا کرے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ اپنے اہل وعیال کو کھانے، کپڑے اور اخراجات میں وسعت دے اور اس میں سے کچھ تھوڑا دوسروں کو دینے کے لئے بچا رکھے اور اس نے جو زکوٰۃ لی ہے وہ اپنے عیال پر تقسیم کردے تاکہ یہ بھی اور لوگوں کے برابر ہو جائیں۔

اور آدمی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے مال کی زکوٰۃ ایک ایسے شخص کو دیدے تاکہ وہ اب محتاج نہ رہے اور غنی ہو جائے۔

اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک (ہی) شخص کو ایک لاکھ دیدے[1] اور جو شخص سوال نہیں کرتا اس کو زیادہ دے بہ نسبت اس شخص کے جو سوال کرتا ہے۔

(۱۶۳۳) عبداللہ بن عجلان سکونی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں کبھی کبھی کوئی چیز اپنے اصحاب میں حسن سلوک کے طور پر تقسیم کرتا رہتا ہوں تو تقسیم کرنے کا معیار کیا رکھوں؟ آپؑ نے فرمایا: ان لوگوں کو دینی رجحان وفقہ وعقل (وسمجھ) کے معیار پر دو۔

غلات کی زکوٰۃ

اور گیہوں اور جَو جب تک کہ پانچ وسق (۱۹۳۸ء۸۴۹ کلوگرام) تک نہ پہنچ جائے اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔ ایک وسق ساٹھ صاع کا اور ایک صاع چار مد کا اور ایک مد کا وزن دو سو بانوے اور نصف درہم (۱/۲ ۲۹۲) کا ہوتا ہے۔ اور جب ان کا وزن اس حد پر پہنچ جائے تو پھر حکومت کی مالگزاری اور گاؤں کے خرچ کے بعد اگر اس کی آب پاشی بارش کے پانی سے یا آب جاری (دریا) سے ہوئی ہے تو اس میں سے دسواں حصہ زکوٰۃ نکالے گا اور اگر اس نے اس کو کنویں سے پانی نکال کر ڈول یا نالیوں سے سینچا ہے تو بیسواں (۲۰) حصہ زکوٰۃ نکالے گا۔ اور چھوارے اور کشمش میں بھی اسی حساب سے زکوٰۃ ہے جیسے گیہوں اور جَو میں ہے اور اس کے بعد اگر گیہوں اور جَو میں کچھ باقی رہ گیا ہے تو اس پر کچھ نہیں ہے جب تک کہ اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت پر ایک سال نہ ہو جائے۔

مال زکوٰۃ سے حج

(۱۶۳۴) محمد بن مسلم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق پوچھا جس نے ابھی تک حج نہیں کیا ہے کہ کیا وہ رقم زکوٰۃ سے حج کر سکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

(۱۶۳۵) علی بن یقطین نے ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن اول (امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام) سے دریافت کیا کہ میرے پاس مال زکوٰۃ ہوتا ہے کیا میں اس سے اپنے غلاموں اور عزیز واقارب کو حج کرا سکتا ہوں؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں کوئی حرج نہیں۔

[1] جیسا کہ 'کافی' ج ۳ ص ۵۴۸ پر امام صادق علیہ السلام سے سعید بن غزوان کی حسن حدیث اور 'علل الشرائع' ص ۱۳۰ میں بشر بن بشار کی مرسل حدیث میں اور 'تہذیب' ج ۴ ص ۶۷ ۳ کی اسحاق بن عمار کی روایت میں آیا ہے۔

مملوک (غلام) اور مکاتب کی زکوٰۃ

(۱۶۳۶) عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں آپؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آپؑ سے دریافت کیا کہ کیا مال مملوک (غلام) پر زکوٰۃ ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں خواہ اس کے پاس دس لاکھ درہم کیوں نہ ہوں۔ اور وہ محتاج ہو جائے تو اس کے لئے مال زکوٰۃ میں سے کچھ نہیں ہوگا۔

(۱۶۳۷) اور عبداللہ بن سنان سے ایک دوسری روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ایک غلام ہے اس کے قبضہ میں مال ہے کیا اس پر زکوٰۃ ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: اور اس کے مالک پر؟ آپؑ نے فرمایا: اس کے مالک پر بھی نہیں اس لئے کہ مملوک نے ابھی یہ مال اپنے مالک کو نہیں پہنچایا۔ اور یہ مملوک کا مال بھی نہیں ہے (کہ وہ اس کی زکوٰۃ ادا کرے)۔

(۱۶۳۸) اور وہب بن وہب کی روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے آبائے کرام سے اور انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: غلام مکاتب کے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

بنی ہاشم کے لئے زکوٰۃ میں حصہ

(۱۶۳۹) ابو خدیجہ سالم بن مکرم جمال نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: بنی ہاشم میں سے جو زکوٰۃ لینا چاہے اسے دو وہ اس کے لئے حلال ہے یہ تو صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے بعد ائمہ علیہم السلام پر حرام ہے۔

(۱۶۴۰) قاسم بن سلیمان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقات اور حضرت علی علیہ السلام کے صدقات بنی ہاشم کیلئے حلال ہیں۔

(۱۶۴۱) حلبی نے ان ہی جنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اپنے صدقات بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے لئے جائز قرار دیئے تھے۔

(۱۶۴۲) محمد بن اسماعیل بن بزیع نے روایت کی ہے اس نے کہا میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں اپنے خاندان کے بعض افراد کی طرف سے کچھ دینار بھیجے اور اس کے ساتھ آپؑ کو خط لکھ کر یہ بتایا کہ اس میں پچھتر (۷۵) دینار زکوٰۃ کے ہیں اور بقیہ صلہ و نذر کے ہیں تو آپؑ نے خود اپنے قلم سے جواب تحریر فرمایا کہ میں نے وصول پائے۔ پھر چند دینار میں نے اپنی طرف سے اور ایک دوسرے شخص کی طرف سے بھیجے اور خط لکھا کہ یہ میرے عیال کی طرف سے فطرہ ہے تو آنجنابؑ نے جواب میں خود اپنے قلم سے تحریر فرمایا کہ میں نے وصول پائے۔

اور صدقہ بنی ہاشم کے لئے حلال نہیں ہے مگر دو صورتوں میں ایک تو اس وقت جب وہ بہت پیاسے ہوں اور پانی مل جائے تو وہ پی لیں۔ اور دوسرے ایک بنی ہاشم کا صدقہ دوسرے بنی ہاشم کے لئے (حلال ہے)۔[1]

اور امام کا ان دیناروں کو وصول کرنا تو یہ اپنی ذات کے لئے نہ تھا۔ آپؑ نے اسے دوسرے حاجتمندوں اور مساکین کے لئے وصول فرمایا تھا۔ وہ خود لوگوں کے اموال سے مستغنی تھے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے خود کافی ہے۔ جب وہ اللہ کو پکارتے تھے تو اللہ تعالیٰ لبیک کہتا تھا جب وہ اللہ سے کوئی چیز طلب کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان کو عطا فرماتا تھا اور جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے اللہ ان کی دعا کو قبول فرماتا تھا۔

---

[1] تہذیب ج ا ص ۳۶۶ اور کافی ج ۴ ص ۵۹ کی طرف رجوع کیا جائے۔

زکوٰۃ کے متعلق چند نادر احادیث

(۱۶۴۳) علی بن یقطین سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام ابوالحسن اول (امام موسیٰ بن جعفر) علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص مرگیا اس پر زکوٰۃ واجب الادا تھی اور اس نے وصیت کی تھی کہ میری طرف سے زکوٰۃ ادا کردی جائے۔ اب اس کی اولاد محتاج ہے اگر زکوٰۃ ادا کردی جائے تو یہ ان کے لئے بہت زیادہ مضرت کا سبب ہوگا۔ آپؑ نے فرمایا: اولاد کو چاہیے کہ زکوٰۃ نکال دیں اور پھر وہ زکوٰۃ اپنے لئے واپس لے لیں پھر اس میں سے کچھ نکالیں اور اسے دوسروں کو دیدیں۔

(۱۶۴۴) اور اسماعیل بن جابر نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا ایک شخص کے لئے یہ جائز ہے کہ اگر وہ محتاج نہ بھی ہو تو زکوٰۃ لیلے اور اس کو تصدق کردے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اور فطرہ میں بھی ایسا کرسکتا ہے۔

(۱۶۴۵) اور ابوبصیر سے روایت کی گئی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ امام پر زکوٰۃ کے متعلق کیا فریضہ ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: اے ابومحمد کیا تمہیں نہیں معلوم کہ یہ ساری دنیا امام ہی کے لئے ہے وہ اسے جیسے چاہے رکھے اور جس کو چاہے دیدے۔ اللہ تعالیٰ نے امام کے لئے یہ جائز کردیا ہے۔ اور امام کبھی بھی اس حالت میں شب بسر نہیں کرتا کہ اس کی گردن پر کسی کا کوئی حق ہو جس کی اس سے بازپرس کی جاسکے۔

باب: خمس

(۱۶۴۶) حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام [1] سے ان چیزوں کے متعلق دریافت کیا گیا جو سمندر سے نکلتی ہیں جیسے موتی اور یاقوت اور زبرجد اور جو کان سے نکلتی ہیں جیسے سونا اور چاندی تو کیا ان سب پر زکوٰۃ ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جب اس کی قیمت ایک دینار تک پہنچ جائے تو اس پر خمس ہے۔

(۱۶۴۷) اور عبیداللہ بن علی حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خزانے کے متعلق دریافت کیا کہ اس میں کتنا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: اس میں خمس (پانچواں حصہ) ہے اور پوچھا معادن میں کتنا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: خمس (پانچواں حصہ) اور سیسہ، پیتل ولوہا جو کچھ معادن سے نکلتا ہے اس میں سے کتنا؟ فرمایا: ان میں سے بھی اتنا ہی لیا جائے گا جتنا سونے اور چاندی کی کان سے لیا جاتا ہے۔

(۱۶۴۸) حسن بن محبوب نے عبداللہ بن سنان سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپؑ فرمارہے تھے کہ خمس نہیں ہے لیکن خاص کرکے صرف اموال غنیمت میں۔

(۱۶۴۹) احمد بن محمد بن ابونصر نے حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے ان جناب سے دریافت کیا کہ خزانے میں سے کتنی رقم پر خمس واجب ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جتنی پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اتنی ہی رقم پر خمس بھی واجب ہے۔

(۱۶۵۰) محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ملاحت کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ ملاحت سے تمہاری کیا مراد ہے؟ میں نے عرض کیا: نمکین زمین میں پانی جمع ہوجاتا ہے اور پھر وہاں خشک ہوکر نمک بن جاتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: یہ بھی معدن کے مانند ہے اور اس میں خمس ہے۔ میں نے عرض کیا: اور گندھک اور تیل جو زمین سے نکلتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: یہ اور اس کے مثل تمام چیزوں میں خمس ہے۔

(۱۶۵۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: بیشک اس اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں جس نے ہم لوگوں پر صدقہ حرام کردیا تو ہم لوگوں کے

---

[1] کلینی۔ رحمہ اللہ۔ نے اسے 'کافی' ج ۱ ص ۵۴۷ پر صحیح سند سے بزنطی سے انہوں نے محمد بن علی سے اور انہوں نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کیا ہے۔

لئے خمس کا حکم نازل فرمادیا اور لوگوں کو خمس دینا فرض ہے اور یہ ہم لوگوں کے لئے اللہ کا کرم اور تحفہ ہے اور حلال ہے۔

(۱۶۵۲) ابوبصیر سے روایت کی گئی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ کم سے کم وہ کیا چیز ہے جس سے بندہ جہنم میں داخل کردیا جائے گا؟ آپؑ نے فرمایا: جو شخص یتیم کا مال ایک درہم بھی کھائے گا (وہ جہنم میں داخل ہوگا) اور ہم لوگ بھی یتیم ہیں۔

(۱۶۵۳) اور زکریا بن مالک جعفی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق کہ اعلموا انما غنمتم من شیء فان للّٰہ وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل (اور جان لو کہ جو نفع تم کسی چیز سے حاصل کرو تو اس میں پانچواں حصہ اللہ اور رسولؐ، اور رسولؐ کے قرابتدوں اور یتیموں اور مسکینوں اور پردیسیوں کا ہے) (سورۂ انفال آیت نمبر ۴۱) آپؑ نے فرمایا: اللہ کا پانچواں حصہ تو یہ رسولؐ کے لئے ہے وہ اسے راہ خدا میں صرف کریں گے اور رسولؐ کا پانچواں حصہ تو وہ رسولؐ کے اقربا کے لئے ہے اور ذی القربیٰ کا پانچواں حصہ تو وہ رسولؐ کے اقربا کے لئے ہے اور یتامیٰ سے اہل بیت رسولؐ کے یتامیٰ مراد ہیں تو یہ چاروں حصے رسولؐ کے قرابتداروں کے لئے ہیں اب رہ گئے مساکین اور ابن سبیل تو تم کو معلوم ہے کہ ہم لوگ صدقہ نہیں کھاتے اور یہ ہم لوگوں کے لئے حلال نہیں ہے پس یہ بھی لازماً ہمارے مساکین اور ابن سبیل کے لئے ہے۔

(۱۶۵۴) اور امام رضا علیہ السلام کی توقیعات (تحریروں) میں جو آپؑ نے ابراہیم بن محمد ہمدانی کو تحریر فرمایا کہ تمام اخراجات (واجبات و مستحبات) کے بعد جو بچے گا اس میں سے خمس نکالا جائے گا۔

(۱۶۵۵) اور ابوعبیدہ حذاء نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو بھی کافر ذمی کسی مسلمان سے زمین خرید کرے تو اس پر خمس ہے۔

(۱۶۵۶) محمد بن مسلم نے ان دونوں ائمہ علیہما السلام میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ سب سے زیادہ شدید مصیبت میں اس وقت گرفتار ہونگے جب خمس کے حقدار لوگ کھڑے ہو کر کہیں گے کہ پروردگار ہمارا حق خمس۔ ویسے ہم لوگوں نے اپنے شیعوں کے لئے یہ حلال و مباح کردیا ہے تاکہ ان کی ولادت طیب اور پاک ہو۔[۱]

(۱۶۵۷) اور امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص نے آکر عرض کیا: یا امیر المومنینؑ میں نے خوب مال کمایا اور اس بات کو نہیں دیکھا کہ حلال کیا ہے حرام کیا ہے۔ کیا میرے لئے توبہ کی کوئی شکل ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس مال کا خمس میرے پاس لاؤ۔ اور وہ سارے مال کا پانچواں حصہ لایا تو آپ نے فرمایا: اب وہ مال تمہارا ہے جب ایک شخص نے توبہ کرلی تو اس کے مال نے بھی اس کے ساتھ توبہ کرلی۔

(۱۶۵۸) حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس سے وہ لوگ (اغیار) اس کے مال کی زکوٰۃ وصول کرتے ہیں یا اس کے مال غنیمت میں سے خمس وصول کرتے ہیں یا معادن میں سے جو کچھ نکلتا ہے اس میں سے پانچواں حصہ لے لیتے ہیں تو کیا یہ اس کی زکوٰۃ اور اس کے خمس میں محسوب ہوجائیگا؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

(۱۶۵۹) ابوعلی بن راشد سے روایت کی گئی ہے (یہ امام علی النقی ہادی کے وکلاء میں سے تھے) کہ میں نے حضرت ابوالحسن ثالث علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارے سامنے جو چیز لائی جاتی ہے تو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ ہم لوگوں کے پاس حضرت ابوجعفر علیہ السلام کی تھی۔ تو اب میں اس کے لئے کیا کروں؟ آپؑ نے فرمایا: جو چیز میرے والد بزرگوار کی امامت کے حوالے سے ہے وہ میری ہے اور جو چیز اس کے علاوہ ہے تو وہ ازروئے کتاب خدا و سنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میراث ہے۔

(۱۶۶۰) عبداللہ بن بکیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: خدا کے فضل سے میں اہل مدینہ میں سب سے

---

[۱] کلینی نے ج ۱ ص ۵۴۶، شیخ نے تہذیب ج ۱ ص ۳۸۸ اور فقہ کی کچھ کتابوں میں 'ان کی ولادت' کی جگہ 'ان کی اولاد' ہے۔

زیادہ دولتمند ہوں مگر میں تم لوگوں میں سے کسی سے درہم قبول کرتا ہوں تو صرف اس لئے کہ تم لوگوں کی طہارت ہو جائے۔

(۱۶۶۱) یونس بن یعقوب سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک قماط (بچوں کے پوتڑے بنانے والا) آپؑ کے پاس آیا اور عرض کیا: میں آپؑ پر قربان ہم لوگوں کے ہاتھ بہت نفع تجارت اور بہت مال آتا ہے اور ہم یہ جانتے ہیں کہ اس میں آپؑ کا حق ثابت ہے مگر ہم لوگ اس کے ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: آج کل (تقیہ) کے دور میں اگر ہم تم لوگوں سے اس کا مطالبہ کریں تو انصاف کی بات نہ ہوگی۔

(۱۶۶۲) علی بن مہزیار سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی وہ تحریر پڑھی جو آپؑ نے ایک شخص کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔ اس میں اس نے درخواست کی تھی کہ مال خمس میں سے جو ہم نے کھایا پیا ہے اسے معاف فرما دیں۔ تو آپؑ نے خود اپنے قلم سے تحریر فرمایا: جس شخص کو ہمارے حق میں سے کسی شے کی شدید ضرورت ہے تو وہ اس کے لئے حلال ہے۔

(۱۶۶۳) اور ابان بن تغلب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق جو مر جاتا ہے نہ اس کا کوئی وارث ہے اور نہ غلام؟ آپؑ نے فرمایا: وہ اس آیت کے ذیل میں آئے گا: **یسئلونک عن الانفال** (سورۂ انفال آیت نمبر ۱) (تم سے لوگ مال غنیمت کے لئے پوچھتے ہیں) یعنی اس کا وارث امام ہوگا۔

(۱۶۶۴) داؤد بن کثیر رقّی نے آپؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: تمام انسان ہمارے غصب کردہ حقوق سے زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن ہم نے اپنے شیعوں کے لئے اسے حلال کر دیا ہے۔

(۱۶۶۵) حفص بن بختری نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: جبرئیل علیہ السلام نے اپنے پاؤں سے پانچ نہریں کھود دیں اور ان کے پیچھے پیچھے پانی چلا۔ فرات، دجلہ، مصر کا دریائے نیل، دریائے مہران اور دریائے بلخ۔ پس جس نے بھی اسے پیا یا اس سے آب پاشی کی گئی وہ سب امام کا ہے۔ اور دنیا کا طواف کرنے والا سمندر۔ اور وہ افسیکون ہے۔[1]

باب: کھیتی کاٹنے اور پھل توڑنے کا حق

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **واتوا حقہ یوم حصادہ** (پھلوں کے توڑنے کے دن جو اللہ کا حق ہے اسے دیدو) (سورۂ انعام آیت نمبر ۱۴۲) اور وہ اس طرح کہ ایک ایک مٹھی اٹھاؤ اور ایک ایک مسکین کو (جو بھی آئے) دیتے جاؤ۔ اور یہاں تک کہ اس سے فارغ ہو جاؤ اور درخت سے پھل اتارنے کے دن ایک مٹھی کے بعد دوسری مٹھی یا لپ اُٹھاؤ اور مسکینوں کو دیتے جاؤ یہاں تک کہ اس سے فارغ ہو جاؤ۔ اور زراعت کا گاہنے کے دن ایک ایک مٹھی یا لپ اُٹھاؤ اور مسکینوں کو دیتے جاؤ یہاں تک کہ اس سے فارغ ہو جاؤ اور باغ یا کھیت کی نگرانی کرنے والے کو اس کی معینہ اجرت دیدی جائے اور کھجور کے ناقص اور ردی پھل چھوڑ دیئے جائیں اور نگرانی کرنے کی وجہ سے اس نگران کو ایک یا دو یا تین گچھے دیدیئے جائیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ **ولا تسرفوا انہ لایحب المسرفین** (سورۂ انعام آیت نمبر ۱۴۲) (اسراف نہ کرو اللہ اسراف کرنے والے کو پسند نہیں کرتا) تو اسراف یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے مسکینوں کو سب بانٹ دے۔

---

[1] اس حدیث کو کلینی نے 'کافی' ج ا ص ۴۰۹ پر بیان کیا ہے اور اس میں 'اور وہ افسیکون ہے' نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ صدوق علیہ الرحمہ کا کلام ہے۔ پس سمندر کی دنیا کا طواف کرنے والے سے تفسیر کی گئی ہے۔ اور بعض شرحوں میں دنیا کا طواف کرنے والے سے مراد دنیا کو گھیر لینے کے ہیں اور یہ مولف کی تفسیر کے زیادہ قریب ہے اور یہ دنیا کے جغرافیہ سے بھی متصادم نہیں ہے کیونکہ افسیکون۔ آبسکون کا معرب ہے اور وہ بحر خزر ہے۔ اور مراصد اور معجم میں کہا گیا ہے۔ البلدان آبسکون۔ یہ دریائے طبرستان کے ساحل پہ ایک شہر ہے اور اس کے اور جرجان کے درمیان تین میل کا فاصلہ ہے۔ پس دریا کو شہر کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے: مشہور یہ ہے کہ یہ بحر محیط کی ایک شاخ ہے۔ واللہ اعلم۔

(۱۶۶۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کھیتی رات کو نہ کاٹو، درختوں کے پھل رات کو نہ اتارو، بالیوں میں سے اناج نکالنا ہو تو اس کو رات کے وقت نہ نکالو۔ کھیتوں میں تخم ریزی رات کو نہ کرو اس لئے کہ جس طرح تم زراعت کاٹتے وقت مساکین کو دیتے ہو اس طرح تخم ریزی کے وقت بھی دیتے رہو اور جب تم رات کے وقت ایسا کرو گے تو اس وقت کوئی مسکین، کوئی سائل، کوئی فقیر، کوئی گداگر موجود نہ ہوگا۔

(۱۶۶۷) مصادف سے روایت کی گئی ہے اس نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ آپؑ کی زمینوں پر تھا اور لوگ کھیتی کاٹ رہے تھے کہ اتنے میں ایک سائل سوال کرتا ہوا آیا تو میں نے اس سے کہا: جاؤ تمہیں اللہ روزی دیگا۔ یہ سن کر آنجنابؑ نے فرمایا: ایسا مت کہو یہ کہنا تم لوگوں کو مناسب نہیں جب تک کہ کم از کم تین کو نہ دے لو اور اس کے بعد دیگر سائلوں کو دو تو تمہیں اختیار ہے اور نہ دو تو اختیار ہے۔

باب: حق معلوم اور عاریتاً کوئی شے لینے والے کا حق

(۱۶۶۸) سماعہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: حق معلوم سے مراد زکوٰۃ نہیں یہ وہ چیز ہے جو تم اپنے مال میں سے چاہتے ہو تو ہر جمعہ کو اور چاہتے ہو تو ہر مہینہ نکالتے ہو اور صاحب بزرگی کو اس کی بزرگی کی داد ملے گی۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وان تخفوھا وتوتوھا الفقراء فھو خیر لکم** (اور چھپا کر فقیروں کو دو تو یہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے) (سورۂ البقرہ آیت ۲۷۱) تو اس سے مراد بھی زکوٰۃ نہیں اور کسی کو کوئی چیز عاریتاً دینا یہ بھی زکوٰۃ نہیں یہ وہ نیکی ہے جو تم خود کرتے ہو یہ قرض تم خود دیتے ہو اور اپنے گھر کا سامان کسی کو عاریتاً دینا یہ بھی زکوٰۃ نہیں اور اپنے قرابتداروں کے ساتھ کچھ حسن سلوک تو یہ بھی زکوٰۃ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **والذین فی اموالھم حق معلوم** (اور جن کے مال میں حصہ مقرر ہے) (سورۂ المعارج آیت ۲۴) تو یہ حق معلوم زکوٰۃ کے علاوہ ہے۔ یہ وہ چیز ہے جسے انسان نے خود اپنے نفس کے لئے لازم کر لیا ہے کہ اس کے مال میں اتنا حق فقیروں کے لئے ہے۔ اور اس پر یہ واجب ہے کہ اپنے اوپر جو بھی لازم کرے وہ اپنی طاقت اور وسعت کے مطابق کرے۔

باب: خراج اور جزیہ

(۱۶۶۹) مصعب بن یزید انصاری سے روایت کی گئی ہے انہوں نے بیان کیا امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے مجھے مدائن کے چار قریوں یعنی بھقباذات (اعلیٰ و اوسط و اسفل) اور بہر سیر اور نہر جوبر اور نہر الملک پر عامل مقرر فرمایا اور مجھے حکم دیا کہ کافران ذمی پر جزیہ اور خراج مقرر کرنا، گھنی کھیتی پر فی جریب ڈیڑھ درہم اور اوسط کھیتی پر فی جریب ایک درہم اور ہلکی کھیتی پر فی جریب دو ثلث (۲/۳) درہم اور انگور کی کاشت پر فی جریب دس (۱۰) درہم اور کھجور کی کاشت پر فی جریب دس (۱۰) درہم اور وہ باغات کہ جن میں کھجور اور دوسرے درخت بھی ہیں فی جریب دس (۱۰) درہم اور مجھے حکم دیا کہ کھجور کے ان درختوں کو جو شاذ و نادر قریہ سے باہر ہیں راہگیروں اور مسافروں کے لئے چھوڑ دوں ان پر کوئی مالگزاری نہ لوں۔

اور مجھے حکم دیا کہ میں ان کسانوں اور کاشتکاروں پر جو براذین (عراقی گھوڑوں) پر سواری کرتے اور سونے کی انگوٹھیاں پہنتے ہیں جزیہ فی کس اڑتالیس (۴۸) درہم اور اوسط درجے کے تاجروں پر فی کس چوبیس (۲۴) درہم اور نچلے طبقے کے لوگوں اور فقیروں سے فی کس بارہ (۱۲) درہم وصول کروں۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا تو ایک سال میں اٹھارہ لاکھ درہم وصول ہوئے۔

(۱۶۷۰) فضیل بن عثمان اعور نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ہر پیدا ہونے والا بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو فطرت (توحید اسلام) پر ہی ہوتا ہے مگر اس کے ماں باپ اس کو یہودی و نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوان کی ذمہ داری لی اور ان سے جزیہ وصول کرنا قبول فرمایا تو ان کے رؤسا اور سربرآوردہ لوگوں سے یہ اقرار لے لیا کہ وہ آئندہ اپنی اولاد کو یہودی اور نصرانی نہیں بنائیں گے مگر آج کل کافران ذمی کی اولاد ذمی نہیں ہے۔

(۱۶۷۱) اورعلی بن رئاب کی روایت میں ہے کہ انہوں نے زرارہ سے اورانہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل ذمہ کا جزیہ اس عہدو پیمان پر قبول فرمایا کہ آئندہ وہ لوگ نہ سود کھائیں گے اور نہ سور کا گوشت کھائیں گے اور نہ اپنی بہنوں اور بھتیجوں اور بھانجیوں سے نکاح کریں گے اور جو ایسا کرے گا اسے سے اللہ اور اس کا رسول بری الذمہ ہوگا نیز فرمایا: مگر آج کل ان کے لئے کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

(۱۶۷۲) حریز نے زرارہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اہل کتاب پر جزیہ کی حد کیا ہے اور کیا ان کے لئے کوئی ایسی طے شدہ بات ہے کہ اس کو چھوڑ کر کچھ اور نہیں کیا جاسکتا؟ آپؑ نے فرمایا: یہ امام کی صوابدید پر ہے کہ ان کے اموال اور ان کی طاقت کو دیکھتے ہوئے ان میں سے ہر ایک سے جو چاہے وصول کرے۔ یہ لوگ وہ قوم ہیں جنہوں نے اپنے نفوس کا فدیہ دیا ہے کہ اب نہ وہ غلام بنائے جائیں گے اور نہ قتل کیے جائیں گے۔ پس جزیہ ان لوگوں سے بقدر استطاعت اس وقت تک ہے کہ جب تک وہ اسلام نہ لائیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حتی یعطوا الجزیة عن یّدوّ هم صاغرون (یہاں تک کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں) (سورۂ توبہ آیت ۲۹) اور یہ جزیہ جو ان سے لیا جائے اس کی پرواہ نہ کریں بالآخر وہ اس میں ذلت محسوس کریں اور دیتے دیتے تھک جائیں اور اسلام قبول کرلیں۔

(۱۶۷۳) اور محمد بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا آپؑ نے دیکھا کہ یہ لوگ کفار سے جزیہ کی زمینوں پر جزیہ کو ہٹا کر (دوگنی زکوٰۃ) یعنی خمس وصول کررہے ہیں اور پھر وہ قانون سے ان کے افراد کا جزیہ بھی لے رہے ہیں کیا ان لوگوں سے وصول کے لئے کوئی چیز مقرر نہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ان لوگوں مجھے خود اپنی ذات کے لئے یہ منظور کرلیا ہے لیکن امام کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ ان سے جزیہ سے زائد کچھ لے۔ اگر امام چاہے تو ان پر فی نفر کچھ رکھ لے مگر پھر ان کے اموال پر کچھ مقرر کردے پھر ان کے نفوس پر فی کس کچھ نہ لے گا۔ میں نے عرض کیا: یہ خمس؟ آپؑ نے فرمایا: یہ وہ چیز ہے کہ اسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں سے صلح کرلی تھی۔

(۱۶۷۴) محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ آپؑ سے دریافت کیا گیا کہ اہل جزیہ سے جزیہ کے علاوہ ان کے اموال اور مویشیوں پر کچھ اور بھی لیا جائے گا؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔

(۱۶۷۵) نیز محمد بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اہل ذمہ کے صدقات کے متعلق اور ان کی شراب اور سور کے گوشت اور مردار کی قیمتوں میں سے جو جزیہ لیا جائیگا اس کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: ان کے اموال میں ان سے جزیہ لیا جائیگا اور سور کے گوشت کی اور شراب کی قیمتوں ہی میں سے لیا جائے گا۔ اور جب ان سے لیا جائیگا تو اس کا عذاب ان ہی لوگوں کی گردن پر ہوگا اور مسلمانوں کے لئے اس کی قیمت حلال ہوگی جو ان سے بطور جزیہ وصول کی جائے گی۔

(۱۶۷۶) طلحہ بن زید نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: یہ ایک سنت جاریہ ہے کہ جو شخص اپنے ہوش وحواس میں نہ ہو اور جس کی عقل میں فتور ہو اس سے جزیہ وصول نہیں کیا جائیگا۔

(۱۶۷۷) اور حفص بن غیاث کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ عورتوں سے جزیہ کیسے ساقط ہوگیا؟ اور کیسے ان سے یہ جزیہ اُٹھالیا گیا؟ آپؑ نے فرمایا: اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دارالحراب میں بھی عورتوں اور بچوں کے قتل کو منع فرمایا ہے سوائے اس موقع کے کہ جب وہ خود قتال کررہی ہوں اور اگر وہ قتال کررہی ہوں تو ان کے قتل سے اگر تمہیں خلل کا خوف نہ ہو تو حتی الامکان ہاتھ روکو۔ تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دارالحراب میں ان کے قتل کو منع کیا ہے تو دارالسلام میں تو بدرجہ اولیٰ منع ہے۔ پھر اگر وہ جزیہ دینے سے انکار کریں تو انکا قتل ممکن نہیں ہے اور جب ان کا قتل ممکن نہیں تو ان پر سے جزیہ بھی اُٹھالیا گیا اور اگر مرد منع کریں اور جزیہ دینے سے انکار کریں تو وہ عہد شکنی کے مرتکب ہونگے اور

ان کا خون اور ان کا قتل مباح ہوگا اس لئے کہ دارِ شرک اور دارِ ذمہ میں مردوں کا قتل مباح ہے۔ اور اسی طرح دار الحرب میں اہل شرک اور اہل ذمہ میں سے جو لوگ اپاہج ہیں، نابینا ہیں اور بہت بوڑھے ہیں ان کا بھی قتل منع ہے اس بناء پر ان سے جزیہ اُٹھا لیا گیا ہے۔

(۱۶۷۸) ابن مسکان نے حلبی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا اعراب (بدوؤں) پر جہاد ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ان پر جہاد نہیں مگر یہ کہ جب اسلام پر کوئی خطرہ آئے تو ان سے مدد لی جائے۔ راوی نے دریافت کیا کہ کیا جزیہ میں بھی ان کا کوئی حصہ ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔

(۱۶۷۹) اور محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ وہ سرزمین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد فتح ہوئی ہے اس کے ساتھ امام کا سلوک کیا ہوگا؟ تو آپؑ نے فرمایا: امیر المومنین علیہ السلام نے اہل عراق کے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہی سلوک ہوگا اس لئے کہ وہ تمام روئے زمین کے امام ہیں۔ نیز فرمایا: جزیہ کی سرزمین پر سے جزیہ نہیں اُٹھایا جائے گا اس لئے کہ جزیہ مجاہدین کے لئے ایک عطیہ الٰہی ہے اور صدقات ان لوگوں کے لئے ہیں جو اس کے اہل اور مستحق ہیں جن کے اللہ تعالیٰ نے نام بتائے ہیں اور ان کے لئے جزیہ میں سے کچھ نہیں ہے۔ نیز فرمایا: اگر لوگوں کے ساتھ عدل کیا جائے تو عدل میں بڑی وسعت ہے اللہ کے حکم سے آسمان سے رزق نازل ہوگا اور زمین اپنی برکتیں اگل دیگی۔

(۱۶۸۰) اور مجوسیوں سے جزیہ لیا جائے گا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ وہی سلوک کرو جو اہل کتاب کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

اور ان لوگوں کے بھی ایک نبی تھے جن کا نام دامسب تھا جن کو ان لوگوں نے قتل کر دیا اور ان کی ایک کتاب تھی جس کا نام جاماسب تھا جو بارہ ہزار بیلوں کے چمڑوں پر لکھی ہوئی تھی مگر ان لوگوں نے اس کو نذر آتش کر دیا۔

(۱۶۸۱) اور ابوالورد نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک مرد مسلمان کا ایک نصرانی غلام ہے کیا اس پر جزیہ ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے عرض کیا: اس طرح تو ایک مسلمان اپنے غلام نصرانی کی طرف سے جزیہ ادا کرے گا؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اس لئے کہ وہ غلام اس کی ملکیت ہے اگر وہ کسی جرم میں ماخوذ ہوگا تو مالک ہی اس کی طرف سے تاوان اور جرمانہ ادا کرے گا۔

باب: داد و دہش اور نیکی کرنے کی فضیلت

(۱۶۸۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے جنت میں نیکی اور اس کا کرنے والا داخل ہوگا اور وہی سب سے پہلے میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوگا۔[۱]

(۱۶۸۳) نیز آنجناب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: دنیا میں نیکی کرنے والا آخرت میں بھی نیکی کرنے والا ہوگا۔[۲] اور اس کی تفسیر یہ ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو نیکی کرنے والوں سے کہا جائے گا کہ تم اپنی نیکیاں جس شخص کو چاہو ہبہ کر دو اور جنت میں چلے جاؤ۔[۳]

(۱۶۸۴) نیز آپؑ نے فرمایا کہ ہر نیکی ایک صدقہ ہے اور نیک کام کا راستہ بتانے والا ویسا ہی ہے جیسا وہ نیک کام کرنے والا ہے اور کسی فریاد کرنے والے کی فریاد کو پہنچنے والے کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔

(۱۶۸۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ہر شخص کے ساتھ نیکی کرو اگر وہ اس کا اہل ہے تو ٹھیک ورنہ تم تو نیکی کرنے کے اہل ہو۔

۱؎ کلینی نے 'کافی' ج۴ص۲۸ پر اسے روایت کیا ہے۔

۲؎ کلینی نے ج۴ص۲۹ پر یہ عبارت نقل کرنے کے بعد اضافہ کیا ہے: ان سے کہا جائے گا۔ کیونکہ تمہارے گناہ معاف کر دئے گئے ہیں تو اپنی نیکیاں جس کو چاہو دیدو۔

۳؎ ظاہر ہے کہ مولف رحمہ اللہ نے یہ تفسیر اس حدیث سے کی ہے جو ہم نے 'کافی' سے نقل کی ہے۔

(۱۶۸۶) نیز آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: اگر کسی مومن نے اپنے کسی برادر کے ساتھ حسن سلوک کیا تو گویا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حسن سلوک کیا۔

(۱۶۸۷) نیز آپ علیہ السلام نے فرمایا: حسن سلوک ایسی شے ہے جو زکوۃ کے علاوہ ہے لہذا نیکی کر کے اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کر کے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرو۔

(۱۶۸۸) نیز آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں نے معروف (یعنی نیکی) کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے نام کے طرح نیک اور اچھی ہے اور نیکی کرنے سے افضل کوئی اور چیز نہیں سوائے اس نیکی کے ثواب کے اس لئے کہ اسی ثواب کے مقصد سے نیکی کی جاتی ہے۔ اور ایسا نہیں کہ جو شخص لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا چاہتا ہے وہ اسے کر بھی ڈالے اور ایسا نہیں کہ جو شخص نیکی کرنے کی طرف راغب ہے وہ اس پر قدرت بھی رکھتا ہو۔ اور ایسا نہیں کہ ہر وہ شخص جو نیکی کرنے کی قدرت رکھتا ہو اس کو اس کا اذن بھی ملے۔ مگر جب رغبت اور قدرت اور اذن سب جمع ہو جائیں تو طالب و مطلوب دونوں کے لئے خوش بختی مکمل ہو جاتی ہے۔

(۱۶۸۹) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا انسان کو برائیوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہونے سے بچاتا ہے۔

(۱۶۹۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہترین صدقہ وہ ہے جو انسان خود مستغنی ہونے کے بعد کرے اور اس کو اپنے عیال سے شروع کرے۔ اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اور اپنے اور اپنے اہل و عیال کے گزارے بھر اگر کوئی شخص روک لے تو اللہ کے نزدیک وہ قابل ملامت نہیں ٹھہرے گا۔

(۱۶۹۱) نیز آنجناب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: برکتیں اس گھر کی طرف جس سے کار خیر ہوتا ہے اس سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ پہنچتی ہیں جتنی تیزی سے چھری اونٹ کے کوہان پر پہنچتی ہے یا پانی کا دھارا اپنی ڈھلان تک پہنچتا ہے۔[1]

(۱۶۹۲) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ہر چیز کا ایک پھل ہوتا ہے اور نیکی میں پھل اس وقت آتا ہے جب اس میں جلدی کی جائے۔

(۱۶۹۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: نیکی اس وقت تک درست نہ ہوگی جب تک اس میں تین خوبیاں نہ ہوں۔ اپنی اس نیکی کو حقیر سمجھنا، اپنی نیکی کو پوشیدہ رکھنا اور نیکی کرنے میں عجلت کرنا، اس لئے کہ جب تم اس کو حقیر سمجھو گے تو جس کے ساتھ تم نے نیکی کی ہے اس کی نظر میں اس نیکی کو تم بڑا کر لو گے۔ اور جب تم اس کو پوشیدہ رکھو گے تو یہ تمہارے طرف سے مکمل نیکی ہوگی۔ اور جب تم نیکی کرنے میں تعجیل کرو گے تو یہ نیکی لائق تہنیت اور مبارکباد ہوگی اور اگر اس میں یہ تینوں خوبیاں نہیں ہیں تو اس کا ثواب باطل ہو جائیگا اور وہ ضائع ہو جائیگی۔

(۱۶۹۴) اور آنجناب علیہ السلام نے مفضل بن عمر سے ارشاد فرمایا: اے مفضل اگر تم یہ جاننا چاہتے ہو کہ ایک شخص خوش بخت ہے یا بد بخت تو یہ دیکھو کہ وہ کس کے ساتھ نیکی کر رہا ہے۔ اگر وہ ایسے کے ساتھ نیکی کر رہا ہے جو نیکی کا اہل ہے تو سمجھ لو کہ وہ خیر کی طرف ہے اور اگر ایسے کے ساتھ نیکی کر رہا ہے جو اس کا اہل نہیں ہے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے لئے کوئی خیر و بہتری نہیں ہے۔

(۱۶۹۵) نیز فرمایا آنجناب علیہ السلام نے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اخراجات سے زیادہ جو تمہیں دیا ہے وہ اس لئے دیا ہے کہ تم اس کو وہاں صرف کرو جہاں اللہ تعالیٰ نے صرف کرنے کو بتایا ہے۔ یہ اس لئے نہیں دیا کہ تم اس کو ذخیرہ کرو۔

(۱۶۹۶) اور آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر لوگ اس طریقہ سے مال حاصل کریں جس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے حاصل کرنے کا حکم دیا ہے اور پھر وہ مال ان چیزوں میں صرف کریں جس میں صرف کرنے کو اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے تو یہ عمل اللہ تعالیٰ قبول نہ کرے گا اور اگر لوگ اس طریقے سے مال حاصل کریں

[1] یہ حدیث 'کافی' ج ۴ص ۲۹ پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے۔

جس طرح سے حاصل کرنے کو اللہ نے منع کیا ہے اور پھر اس مال کو ایسی چیزوں میں صرف کریں جن میں صرف کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے تو اللہ تعالیٰ کو وہ بھی قبول نہیں سوائے اس کے کہ لوگ حق پر کمائیں اور حق پر خرچ کریں۔

(۱۶۹۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی کو کسی سے کوئی نعمت ملے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کا بدلہ دے اور اگر بدلہ دینے سے عاجز رہے تو اس کی تعریف وثناء کرے اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس نے کفرانِ نعمت کیا۔

(۱۶۹۸) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: نیکی کی راہ کاٹنے والے پر اللہ لعنت کرے۔ تو دریافت کیا گیا کہ نیکی کی راہ کاٹنے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ شخص ہے کہ جس کے ساتھ کوئی آدمی احسان کرے اور وہ اس کے احسان کو فراموش کردے تو (گویا) اس طرح اس نے اس آدمی کو روکا کہ آئندہ وہ کسی اور کے ساتھ احسان نہ کرے۔

باب: قرض دینے کا ثواب

(۱۶۹۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جنت کے دروازے پر یہ تحریر کندہ ہے کہ صدقہ کا ثواب دس گنا ہے اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا ہے۔

(۱۷۰۰) نیز آپؑ نے اللہ تعالیٰ کے قول: **لاخیر فی کثیر من نجواھم الامن امر بصدقة او معروف او اصلاح بین الناس** [ان کی اکثر راز کی باتوں میں تو کوئی بھلائی نہیں مگر ہاں جو شخص کسی کو صدقہ دینے یا معروف (اچھے کام) کرنے یا لوگوں کے درمیان ملاپ کرانے کا حکم دے] (سورۂ نساء آیت نمبر ۱۱۴) کے متعلق فرمایا: اس آیت میں معروف سے مراد قرض ہے۔

(۱۷۰۱) نیز آپؑ نے فرمایا: جو مرد مومن کسی مرد مومن کو محض خوشنودیِ خدا حاصل کرنے کی نیت سے قرض دے تو جب تک وہ قرض اسے واپس نہ ملے اس وقت تک اس کا ثواب صدقہ کے حساب میں محسوب ہوگا۔

(۱۷۰۲) نیز آپؑ نے فرمایا: کسی مومن کو قرض دینا اگر وہ آسانی سے ادا کردے تو غنیمت ہے (کہ مفت ثواب ہاتھ آیا) اس میں تعجیل بہتر ہے اور اگر وہ ادا نہ کرے اور مرجائے تو (حرج نہیں) یہ قرض دینے والے کی زکوٰۃ میں محسوب ہوگا۔

باب: قرضداروں کو مہلت دینے کا ثواب

(۱۷۰۳) ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے[۱] حمد وثناء الٰہی بجالائے، انبیائے کرام پر درود بھیجا اس کے بعد فرمایا: ایھا الناس تم میں سے جو لوگ یہاں موجود اور حاضر ہیں وہ ان لوگوں کو جو یہاں موجود نہیں اور غائب ہیں یہ پیغام پہنچادیں کہ جو شخص اپنے قرضدار کو مہلت دے گا تو اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ اس کو روزانہ اتنا ثواب دے جیسے اس نے اپنا مال صدقہ میں دیا ہے جب تک وہ قرض ادا نہ ہوجائے۔

اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وان کان ذوعسرة فنظرة الی میسرة وان تصدقو اخیر لکم ان کنتم تعلمون** (اور کوئی تنگدست تمہارا قرضدار ہو تو اس کو خوشحالی تک کی مہلت دو اور اگر تم سمجھو کہ تمہارے حق میں یہ زیادہ بہتر ہے کہ اس کو اصل بھی بخش دو) (سورۂ البقرہ آیت نمبر ۲۸۰) لہٰذا اس قرضدار کو اپنا قرض معاف کردو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

(۱۷۰۴) نیز آپؑ نے فرمایا: تنگدست کو تم بھی چھوڑ دو جس طرح اللہ نے اس کو چھوڑا ہوا ہے۔

(۱۷۰۵) نیز آپؑ نے یہ فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر اس دن سایہ رکھے جس دن اللہ کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ رہے گا۔ تو اس کو چاہیے

[۱] کلینی نے ج ۴ ص ۳۵ پر اسے اپنی اسناد سے یحییٰ بن عبداللہ بن حسن المثنیٰ سے اور انہوں نے صادقؑ سے روایت کیا ہے۔

کہ وہ اپنے تنگدست قرضدار کو مہلت دے یا اپنا حق اس کو چھوڑ دے۔

باب: میت کی گلوخلاصی کرانے کا ثواب

(۱۷۰۶) ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا گیا کہ عبدالرحمٰن بن سیابہ کا کسی شخص پر قرض تھا وہ شخص مرگیا تو ہم لوگوں نے اس سے کہا کہ اپنا قرض اس کو معاف کردے مگر اس نے انکار کردیا۔ آپؑ نے فرمایا: افسوس کیا اس کو یہ نہیں معلوم کہ اگر وہ معاف کردیتا تو اس کے لئے ایک درہم کے بدلے دس (۱۰) درہم ہوتے اور جب اس نے معاف نہ کیا تو اس کے لئے ایک درہم کے بدلے ایک ہی درہم کا حق ہے۔

باب: غریبوں کی مالی اعانت کا بوجھ اٹھانا نعمت الٰہی کے ہمیشہ باقی رہنے کا سبب ہوتا ہے

(۱۷۰۷) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص پر اللہ کی نعمتیں عظیم ہوتی ہیں اس پر لوگوں کی مالی اعانت کی ذمہ داری بھی سخت ہوتی ہے۔ لہٰذا اپنے پاس اللہ کی نعمتوں کو ہمیشہ باقی رکھنے کے لئے لوگوں کی مالی اعانت کا بوجھ اُٹھاؤ۔ اور اس کو معرض زوال میں نہ ڈالو اور کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ جس سے نعمت زائل ہوجائے اس کے پاس پھر دوبارہ آجائے۔

(۱۷۰۸) نیز آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تمہارے پاس پڑوس (کی طرح) ہیں تو تم (ان کو تنگ نہ کرو) ان کو اچھی طرح رہنے دو اور اس بات سے ڈرو کہ وہ تمہارے پاس سے اُٹھ کر دوسرے کے پاس نہ چلی جائیں۔ اس لئے کہ جس شخص کے پاس سے بھی نعمت منتقل ہوئی پھر شاید ہی اس کے پاس واپس آئی ہو۔ اور حضرت علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ جو چیز چلی گئی ہو وہ پھر واپس آئے۔

باب: سخاوت اور بخشش کی فضیلت

(۱۷۰۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں میں بہتر وہ لوگ ہیں جو سخی ہیں اور تم میں برے وہ لوگ ہیں جو بخیل ہیں اور برادران مومن کے ساتھ نیکی کرنا اس کی حاجت براری میں کوشش کرنا بھی خالص ایمان کی نشانی ہے اور برادران مومن کے ساتھ نیکی کرنے کو خدائے رحمٰن لازماً دوست رکھتا ہے۔ اور اس میں شیطان کو نیچا دکھانا اور جہنم سے دور رہنا اور جنت میں داخل ہونا ہے۔ پھر آپؑ نے جمیل سے فرمایا: اے جمیل تم یہ بات اپنے غرر اصحاب تک پہنچا دو میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان میرے غرر اصحاب کون لوگ ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو تنگی اور خوشحالی دونوں حالتوں میں اپنے برادران مومن کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں۔ پھر فرمایا: اے جمیل جن لوگوں کے پاس زیادہ مال و دولت ہے ان کے لئے لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا آسان ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں تنگ دست لوگوں کی مدح فرمائی ہے اور اپنی کتاب میں یہ ارشاد کیا ہے: **ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون** (اور وہ لوگ اگرچہ ان کے اوپر تنگی ہی کیوں نہ ہو دوسروں کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے ہیں اور جو شخص اپنے نفس کو حرص سے بچالے گیا تو ایسے ہی لوگ فلاح یافتہ ہیں) (سورۂ حشر آیت نمبر ۹)

(۱۷۱۰) ایک سخی اور گناہوں میں آلودہ جوان اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے بوڑھے بخیل عابد سے۔

(۱۷۱۱) اور روایت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ سامری کو قتل نہ کرو اس لئے کہ یہ مرد سخی ہے۔

(۱۷۱۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ شخص کہ جو اپنے ان تمام فرائض کو ادا کردے جو اللہ نے اس پر عائد کیے ہیں تو وہ سب سے زیادہ سخی ہے۔

(۱۷۱۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو کوئی ضمانت چاہتا ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چار باتوں کے ساتھ جنت میں چار گھروں کی تو اسے چاہیے کہ فقر سے نہ ڈرے اور خرچ کرے۔ اپنے نفس کے مقابلے میں لوگوں کے ساتھ انصاف کرے دنیا میں ہر ایک کو کھلے دل سے سلام

کرے۔ بحث، جنگ وجدال کو چھوڑے خواہ حق پر ہی کیوں نہ ہو۔

(۱۷۱۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو یقین ہے کہ اس کا عوض ملے گا وہ راہ خدا میں دل سے سخاوت کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وما انفقتم من شی فھو یخلفه وھو خیر الرازقین (سورۂ سبا آیت نمبر ۳۹) (لوگ جو کچھ بھی اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اللہ اس کا عوض دیگا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے)

(۱۷۱۵) اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس قول خدا کذلک یریھم اللہ اعمالھم حسرات علیھم (اسی طرح اللہ ان کے اعمال کو دکھائے گا جو انہیں سرتاپا یاس ہی دکھائی دینگے) (سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۶۷) کے متعلق ارشاد فرمایا: یہ وہ شخص ہے جو اپنے بخل کی بنا پر اطاعت الٰہی کرتے ہوئے اپنا مال خرچ نہیں کرتا اس کو بچائے رکھتا ہے پھر وہ مرجاتا ہے اور یہ مال کسی ایسے کے لئے چھوڑ جاتا ہے جو اس مال کو اطاعت الٰہی میں یا اللہ کی معصیت میں صرف کرتا ہے اب اگر اس نے اس کو اطاعت الٰہی میں صرف کیا تو وہ شخص اپنے چھوڑے ہوئے مال کو دوسرے کے ترازو میں حسرت دیاس سے دیکھتا ہے اور اگر اس نے اس مال کو معصیت الٰہی میں صرف کیا تو جب تک اس کا مال معصیت الٰہی میں صرف ہوتا رہے گا اس شخص کو اذیت ہوتی رہے گی۔

(۱۷۱۶) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے مال میں سے زکوٰۃ مفروضہ ادا کرتا ہے اور اپنی قوم میں عطیہ دیتا ہے وہ بخیل نہیں ہے بلکہ بخیل وہ ہے جو اپنے مال میں سے زکوٰۃ مفروضہ نہیں ادا کرتا اور اپنی قوم کے لوگوں کو عطیہ نہیں دیتا اور اس کے علاوہ دوسرے کاموں میں فضول خرچ کرتا ہے۔

(۱۷۱۷) اور فضل بن ابی قرہ سمندی سے روایت ہے کہ اس نے کہا: مجھ سے حضرات امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تم جانتے ہو شح وحریص کون ہوتا ہے؟ میں نے عرض کیا: وہ بخیل ہوتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: شح وحریص تو بخیل سے بھی زیادہ شدید ہوتا ہے۔ بخیل تو اپنے قبضہ میں جو مال ہے اس میں بخالت کرتا ہے اور حریص تو غیر لوگوں کے پاس جو مال ہے اور خود اس کے پاس جو مال ہے دونوں میں حرص کرتا ہے یہاں تک کہ جو کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں دیکھتا ہے چاہتا ہے کہ وہ سب اس کا ہو جائے خواہ حلال طریقہ سے ہو یا حرام طریقہ سے اور جو کچھ اللہ نے اسے روزی دی ہے وہ اس پر قناعت نہیں کرتا۔

(۱۷۱۸) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسلام کو اتنا تباہ اور کسی چیز نے نہیں کیا جتنا حرص ولالچ نے کیا۔ پھر فرمایا: اس حرص ولالچ کی چال چیونٹیوں کی چال کے مانند ہے اور اس کے پھندے بھی جال کے پھندوں کے مانند ہیں۔

(۱۷۱۹) اور امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کو کسی بندے کی ضرورت نہیں رہتی تو وہ اس کو بخل میں مبتلا کردیتا ہے۔

(۱۷۲۰) اور امیر المومنین علیہ السلام نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حرص ولالچ کرنے والا ظلم کرنے والے سے زیادہ عذر رکھتا ہے تو آپؑ نے فرمایا: تم نے غلط کہا ظالم تو کبھی توبہ بھی کرلیتا ہے اور معافی چاہتا ہے اور ظلم سے حاصل کی ہوئی چیز اس کے مالک کو واپس کردیتا ہے مگر حریص اور لالچی جب لالچ کرتا ہے تو زکوٰۃ وصدقہ وصلہ رحم اور مہمان کو کھانا کھلانے اور راہ خدا میں مال صرف کرنے اور نیکی کرنے کے تمام راستوں سے انکار کردیتا ہے اور جنت پر حرام ہے کہ وہ کسی لالچی کو اپنے اندر داخل کرے۔[1]

(۱۷۲۱) اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: نجات دلانے والی چیز لوگوں کو کھانا کھلانا، لوگوں کو سلام کرنا اور نماز شب ہے جب کہ سب لوگ سو رہے ہوں۔

باب: کفایت شعاری اور میانہ روی کی فضیلت

(۱۷۲۲) اور حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے فرمایا: کفایت شعاری اور خرچ میں میانہ روی میں انسان کبھی فقیر محتاج نہیں ہوتا۔[2]

---

[1] یہ تمام احادیث 'کافی' کی مسند احادیث میں ج ۴ ص ۴۴ اور ۴۵ پر بیان کی گئی ہیں۔

[2] کلینی نے اسے ج ۴ ص ۵۳ پر مسند حدیث میں بیان کیا ہے۔ اور اسی طرح جو اس سے پہلے ہے۔

(۱۷۲۳) اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص خرچ میں میانہ روی اختیار کرے گا اس کے لئے میں ضامن ہوں کہ وہ کبھی محتاج نہ ہوگا[1] اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو** (البقرہ آیت ۲۱۹) (لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ راہ خدا میں کیا صرف کریں تو کہدو کہ جو تمہارے خرچ سے بچ رہے) تو یہاں العفو سے مراد وسط (درمیانی خرچ) ہے[2]۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواماً** (سورۃ الفرقان آیت ۶۷) (اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ اس کے درمیان اوسط درجہ کا رہتا ہے) اس آیت میں قواماً سے مراد اوسط درجہ ہے۔

باب: پانی پلانے کی فضیلت

(۱۷۲۴) امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: آخرت میں سب سے پہلے پانی کی سخاوت شروع ہوگی یعنی پانی کی سخاوت پر ثواب سب سے پہلے دیا جائے گا۔

(۱۷۲۵) اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی کے جگر کی آگ بجھانے (پیاسے کو پانی پلانے) کو بہت پسند کرتا ہے اور جو شخص کسی جانور کے جگر کی آگ کو بجھائے گا (پانی پلائے گا) اللہ تعالیٰ اپنے عرش میں اس کو اس دن رکھے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا۔

(۱۷۲۶) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے جو شخص کسی کو اس جگہ پانی پلائے جہاں پانی موجود اور میسر ہے تو وہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے ایک غلام کو آزاد کر دیا۔ اور جو شخص کسی کو ایسی جگہ پانی پلائے جہاں پانی موجود نہ ہو تو وہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے ایک آدمی کو زندہ کر دیا اور جس نے ایک آدمی کو زندہ کر دیا اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ کر دیا[3]۔

باب: اولادِ علیؑ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا ثواب

(۱۷۲۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ہمارے اہل بیت میں سے ایک کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا میں قیامت کے دن اس کو اس کا بدلہ دیدونگا۔

(۱۷۲۸) نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن چار قسم کے لوگوں کی شفاعت کروں گا خواہ وہ دنیا بھر کے گناہ سمیٹ کر اپنے ساتھ کیوں نہ لائیں۔ وہ شخص جس نے میری ذریت (اولاد) کی نصرت کی۔ وہ شخص جس نے میری ذریت کی تنگدستی میں اس کے لئے اپنا مال خرچ کیا۔ وہ شخص جس نے اپنی زبان اور دل سے میری ذریت کے ساتھ محبت کی، وہ شخص جس نے میری ذریت کی حاجت روائی کی کوشش کی جب کہ لوگ اس کو چھوڑ دیں اور بھگا دیں۔

(۱۷۲۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا دے گا کہ اے گروہ خلائق خاموشی کے ساتھ سنو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم لوگوں سے کچھ کلام کرنا چاہتے ہیں چنانچہ سب لوگ خاموش ہو جائیں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر فرمائیں

---

[1] 'کافی' میں اسے مسند حدیث سے مدرک بن ابی ہزباز، رانہوں نے امام علیہ السلام سے روایت کیا ہے۔

[2] جس طرح ابن ابی عمیر کے خط کے جواب میں ابو عبداللہ علیہ السلام نے ارشاد باری تعالیٰ: **یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو** کے بارے میں فرمایا: العفو یعنی اوسط (الکافی ج ۴ ص ۵۲)

[3] یہ تینوں احادیث 'کافی' ج ۴ ص ۵۷ پر مسند حوالے سے مروی ہیں۔

گے اے گروہ خلائق اگر تم لوگوں میں سے کسی نے مجھ پر کوئی بخشش کی ہو، کوئی احسان کیا ہو یا کوئی نیک سلوک کیا ہو تو وہ کھڑا ہو جائے میں اس کا بدلہ اس کو دیدوں۔ تو ہر طرف سے لوگ پکار کر کہیں گے کہ ہم لوگوں کے ماں باپ آپؐ پر قربان ہم لوگوں کی آپؐ پر کون سی بخشش، کونسا احسان اور کون سا نیک سلوک ہوگا۔ بلکہ تمام خدائی پر تو ساری بخشش، سارا احسان اور سارا نیک سلوک تو اللہ اور اس کے رسولؐ ہی کا ہے۔ تو آپؐ فرمائیں گے: اچھا تو جس شخص نے میرے اہلبیت میں سے کسی کو پناہ دی ہو یا اس کے ساتھ نیکی کی ہو یا جس کے پاس کپڑے نہ ہوں تو اس نے اس کو کپڑا پہنچایا ہو یا پھر بھوکا ہو تو اس نے اس کو کھانا کھلایا ہو تو وہ اُٹھے میں اس کو اس کا بدلہ دونگا۔ تو کچھ لوگ کھڑے ہونگے جنھوں نے ایسا کیا ہوگا پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئے گی اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اے میرے حبیب میں نے اُن لوگوں کے (احسان کے) بدلے کا اختیار تمہیں دیدیا تم ان لوگوں کو جنت میں جہاں چاہو ساکن کردو۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کو مقام وسیلہ میں ساکن کریں گے جہاں ان میں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اہلبیتؑ کے درمیان کوئی حجاب نہیں رہے گا۔[1]

[1] معانی الاخبار اردو ترجمہ صفحہ ۱۵۷ پر ایک طویل حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وسیلہ جنت میں میرا درجہ ہے جو ہزار درجہ بلند ہے۔

باب: صدقہ کی فضیلت

(۱۷۳۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کی زمین آگ کی طرح تپ رہی ہوگی اور سوائے مومن کے اور کوئی سایہ میں نہ ہوگا اس لئے کہ اس کا صدقہ اس پر سایہ کیے ہوگا۔

(۱۷۳۱) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: نیکی اور صدقہ یہ دونوں فقر دور کرتے ہیں، عمر بڑھاتے ہیں اور نیکی کرنے اور صدقہ دینے والے کو ستر قسم کی بری موت سے بچاتے ہیں۔

(۱۷۳۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اپنے مریضوں کا علاج صدقہ سے کرو اور بلاؤں کو دعا سے رد کرو اور صدقہ سات سو شیاطین کے جبڑوں سے چھڑا لیتا ہے اور کوئی چیز شیطان پر مومن کے صدقہ دینے سے زیادہ گراں نہیں ہے اور یہ کسی بندے کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے اللہ کے ہاتھ میں پہنچ جاتا ہے۔

(۱۷۳۳) نیز امام علیہ السلام نے فرمایا: صدقہ بری قسم کی موت سے بچاتا ہے اور ستر قسم کی بلاؤں کو دور کرتا ہے اور ستر شیطانوں کے جبڑوں سے چھڑا لیتا ہے اور وہ سب کے سب اس سے کہتے ہیں کہ یہ نہ کرو (یعنی صدقہ نہ دو)۔

(۱۷۳۴) نیز امام علیہ السلام نے فرمایا: مریض کے لئے مستحب ہے کہ وہ سائل کو اپنے ہاتھ سے دے اور سائل سے التجا کرے کہ وہ اس کے لئے دعا کرے۔

(۱۷۳۵) نیز امام علیہ السلام نے فرمایا: بہت صبح سویرے صدقہ نکالو تا کہ بلائیں اس صدقہ کو پار نہ کریں اور یہ ان کے سدراہ ہو جائیں اور جو دن کے اول وقت صدقہ دے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ان تمام بلاؤں کو دور رکھے گا جو اس دن آسمان سے نازل ہونے والی ہیں اور اگر وہ شب کو اول وقت صدقہ دے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ان تمام بلاؤں کو دور رکھے گا جو اس شب میں نازل ہونے والی ہیں۔

(۱۷۳۶) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ جس کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے صدقہ کی وجہ سے بیماری سے، طاعون سے، جلنے سے، غرق ہونے سے، گر پڑنے سے اور جنوں سے ضرور بچائے گا اور اس کے بعد آپ نے ستر بلاؤں کو گنوایا۔[1]

(۱۷۳۷) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چھپا کر صدقہ دینا اللہ تعالیٰ کے غضب کی آگ بجھا دیتا ہے۔[2]

[1] کافی، ض ۴ ص ۵ پر ہے ستر قسم کی برائیاں۔

[2] اللہ کا غضب کنایہ ہے اس کے عذاب کا ورنہ تو اللہ سبحانہ کی ذات تبدیلیوں سے منزہ ہے۔

(۱۷۳۸) عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ آپؑ نے فرمایا: اے عمار خدا کی قسم پوشیدہ طور پر صدقہ دینا بالاعلان صدقہ دینے سے افضل اور بہتر ہے اور اسی طرح خدا کی قسم عبادت بھی چھپا کر کرنا بالاعلان عبادت کرنے سے افضل و بہتر ہے۔

(۱۷۳۹) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم لوگوں کے پاس رات کے وقت کوئی سائل آئے تو اس کا سوال رد نہ کرو۔

(۱۷۴۰) نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدقہ کا ثواب دس گنا ہے اور قرض کا اٹھارہ گنا اور برادران مومن کے ساتھ سلوک کا ثواب بیس گنا اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کا ثواب چوبیس گنا ہے۔

(۱۷۴۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک مرتبہ دریافت کیا گیا کہ کون سی داد و دہش افضل ہے؟ فرمایا: اس رشتہ دار کو عطا کرنا جو تم سے دشمنی رکھتا ہے۔

(۱۷۴۲) نیز آپؑ نے فرمایا: جب کہ تمہارا کوئی رشتہ دار محتاج ہے تو پھر صدقہ نہیں ہوگا (اس کے ساتھ سلوک کرو)۔

(۱۷۴۳) نیز آپؑ نے فرمایا: ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو اپنا بوجھ لوگوں پر ڈالے اور ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو اپنے بال بچوں کو بغیر خرچہ کے چھوڑ رکھے۔

(۱۷۴۴) اور حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: آدمی کے لئے مناسب ہے کہ اپنے اہل و عیال کو خرچ و اخراجات میں کشادگی دے تا کہ وہ سب اس کی موت کی تمنا نہ کریں۔ ا

(۱۷۴۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک سائل نے آکر سوال کیا مگر یہ نہیں معلوم وہ کتنا چاہتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: تمہارے دل میں اس کے لئے جتنا ترس آئے اتنا دیدو۔ اور فرمایا: اس کو ایک درہم سے کم دو۔ میں نے عرض کیا: مگر زیادہ سے زیادہ کتنا دیا جائے؟ فرمایا چار دانق (ایک دانق ایک درہم کا چھٹا حصہ)۔

(۱۷۴۶) وصافی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر جو بھی وحی کی اس میں یہ بھی کہا کہ اے موسیٰ سائل کو کچھ تھوڑا دے کر اسکا اکرام کرو ورنہ اچھے انداز سے اس کو واپس کرو اس لئے وہ سائل جو تمہارے پاس آتا ہے وہ نہ انسان ہوتا ہے اور نہ جن بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ملائکہ میں سے ایک ملک ہوتا جو تمہیں اللہ کے دیئے ہوئے عطیہ میں آزماتا ہے اور اللہ نے تمہیں جس مال کا والی و مالک بنایا اس میں تمہارا امتحان لیتا ہے۔ لہٰذا عمران کے فرزند تم نظر میں رکھو کہ تم اس کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہو۔

(۱۷۴۷) نیز امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر گھوڑے کی پشت پر بھی ہو تو سائل کو کچھ نہ کچھ دیدو۔ ۲

(۱۷۴۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ سائل کے سوال کو رد نہ کرو اور اگر مساکین جھوٹ نہ بولیں تو کوئی ان کو بھیک دے کر فلاح نہ پاتا۔

---

۱ 'کافی' میں اپنی اسناد کے ساتھ معمر بن خلاد نے روایت کی ہے حضرت امام جعفرؑ سے اور اس میں ہے: تا کہ وہ تمہاری موت کی تمنا نہ کریں اور اس آیت کی تلاوت کی: ویطعمون الطعام علی حبه..... تا آخر آیت۔ اور فرمایا: آدمی کے عیال اس کے قیدی ہوتے ہیں۔ آدمی کو چاہیئے کہ جب اس کی نعمت میں اضافہ ہو تو وہ اپنے خاندان کو ان کی صلاحیتوں کے مطابق زیادہ دے۔ پھر فرمایا: بیشک اللہ نے فلاں کو نعمت سے نوازا تو اس نے اپنے خاندان کو اس سے روک دیا اور اس کو فلاں کے پاس رکھوا دیا تو اللہ نے اس سے واپس لے لیا۔ معمر نے کہا: فلاں اس وقت موجود تھا۔

۲ یعنی اگر سائل گھوڑے پر سوار ہو یعنی غنی ہو یا فقیر۔ یا تم گھوڑے پر سوار ہو اور ٹھہرے ہوئے نہ ہو جب تم سے ایک دوسرے گھوڑے کا سوار کچھ دینے کا سوال کرے۔ (سید محمد باقر حسینی المعروف میر داماد)

(۱۷۴۹) ولید بن صبیح سے روایت ہے، اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک سائل آیا آپ نے اس کو دیا۔ پھر دوسرا آیا آپؑ نے اس کو دیا پھر تیسرا آیا آپؑ نے اس کو بھی دیا پھر چوتھا آیا تو آپؑ نے فرمایا: جاؤ اللہ تم کو بہت دے گا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اگر کسی شخص کے پاس تیس چالیس ہزار درہم ہوں اور وہ چاہے ان میں سے کچھ بھی نہ رکھے اور سب مستحقین کو دیدے تو وہ یہ کرسکتا ہے۔ مگر سنو تین قسم کے لوگوں کی دعا رد کی جاتی ہے۔ میں نے عرض کیا: وہ کون لوگ ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ان میں سے ایک تو وہ ہے کہ جس کے پاس مال تھا مگر اس نے اس کو بلاوجہ صرف کردیا پھر اللہ سے دعا مانگنے لگا کہ پروردگار تو مجھے رزق عطا فرما تو اللہ تعالیٰ جواب دے گا کہ کیا میں نے تجھے رزق نہیں دیا تھا۔ دوسرا وہ شخص جو اپنے گھر میں بیٹھا ہوا ہے اور طلب رزق کے لئے کوشش نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے کہ پروردگار تو مجھے رزق دے تو اللہ تعالیٰ جواب دے گا کہ کیا میں نے تیرے لئے حصول رزق کی راہیں نہیں کھولیں اور تیسرے وہ شخص جس کی ایک عورت ہے اور وہ اس کو اذیت پہنچاتی ہے اور وہ دعا کرتا ہے کہ پروردگار تو مجھے اس سے نجات دے تو اللہ تعالیٰ کہے گا کہ کیا میں نے اس کا اختیار تجھے نہیں دیا ہے۔

(۱۷۵۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے سوال کرنے والوں کے متعلق ارشاد فرمایا: تم سائلین کو کھانا کھلاؤ اور اگر تین سے زائد کو کھلانا چاہو تو کھلاؤ ورنہ تین کو کھلانے کے بعد تم نے اس دن کا حق ادا کردیا۔

(۱۷۵۱) نیز آپؑ نے ارشاد فرمایا: تم سائلین کو دو، ان سے دعا کی درخواست کرو اس لئے کہ ان کی دعا تمہارے حق میں قبول ہوگی اور خود ان کی دعا ان کے اپنے حق میں قبول نہ ہوگی۔

(۱۷۵۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک ایسے شخص کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جس نے کچھ درہم کسی دوسرے کو دیئے کہ وہ اس کو مستحقین میں تقسیم کردے تو آپؑ نے فرمایا: اس تقسیم کرنے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کہ عطا کرنے والے کو ملے گا۔ اس سے ذرا بھی کم نہ ہوگا اور اگر یہ عطیہ ۷۰ ہاتھوں سے ہوتا ہوا بھی مستحقین کو پہنچے تو ان سب کو وہی ثواب ملے گا جو عطیہ دینے والے کو ملے گا اس سے ذرا بھی کم نہ ہوگا۔[1]

(۱۷۵۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ کون سا صدقہ سب سے افضل ہے؟ آپؑ نے فرمایا: مفلس و تنگدست کا صدقہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا ہے: **ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ** (سورۂ حشر آیت نمبر ۹) (اور اگرچہ اپنے اوپر تنگی ہی کیوں نہ ہو وہ دوسروں کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے ہیں) کیا تم اس آیت میں ان کے فضل و شرف کو دیکھتے ہو۔

(۱۷۵۴) حضرت امام علی ابن الحسین علیہما السلام نے ارشاد فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کو ضامن بنا کر یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی ضرورت مند اور محتاج نہ ہوتے ہوئے بھی لوگوں سے مانگتا پھرے گا تو ایک دن ایسا ضرور آئے گا کہ وہ محتاج ہو جائے گا اور بر بنائے حاجت مجبور اُس کو سوال کرنا پڑے گا۔

(۱۷۵۵) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان میں کاربند رہو کہ جو شخص اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھولے گا اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دے گا۔

(۱۷۵۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص بغیر حاجت کسی سے سوال کرے گا تو مرتے دم تک کبھی نہ کبھی اللہ تعالیٰ اس کو محتاج بنادے گا اور اس کے لئے جہنم کا پروانہ لکھدیا جائے گا۔[2]

(۱۷۵۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ایک بات اپنے لئے پسند کرتا ہے اور مخلوق کے لئے ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ کوئی شخص مخلوق سے سوال کرے اور یہ بات پسند کرتا ہے اس سے سوال کیا جائے۔ اور اللہ کو سب سے زیادہ پسند یہ بات ہے کہ اس سے کوئی

---

[1] کلینی نے اسے دو مسند حدیثوں میں کچھ فرق کے ساتھ ابی نھشل اور ابن ابی عمیر سے اور انہوں نے جمیل سے روایت کیا ہے۔

[2] کلینی نے ج ۴ ص ۱۹ پر روایت کی ہے اور اس میں ہے: اللہ اس کے لئے آگ ثبت کردے گا۔

شخص سوال کرے لہٰذا تم میں سے کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے میں شرم نہ کرے خواہ جوتے کے ایک تسمہ کے لئے ہی سوال کیوں نہ ہو۔

(۱۷۵۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لوگوں سے سوال کرنے سے پرہیز کرو اس لئے کہ یہ دنیا میں ذلت ہے اور فقر کو جلد بلانا ہے اور قیامت کے دن طویل حساب ہے۔

(۱۷۵۹) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اگر سوال کرنے والے کو یہ معلوم ہو جائے کہ سوال کرنے میں کیا برائی ہے تو کبھی کوئی ایک دوسرے سے کچھ نہ مانگے۔ اور اگر دینے والا یہ جان لے کہ دینے میں کیا اچھائی ہے تو کبھی کسی مانگنے والے کو بغیر دیئے واپس نہ کرے۔

(۱۷۶۰) اور انصار کے ایک گروہ نے ۱؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر سلام کیا اور آپ نے جواب سلام دیا تو ان لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم لوگوں کی آپ سے ایک حاجت ہے. آپ نے فرمایا: بتاؤ کیا حاجت ہے؟ ان لوگوں نے کہا: بہت بڑی حاجت ہے۔ آپ نے فرمایا: آخر کچھ کہو تو کیا حاجت ہے؟ ان لوگوں نے عرض کیا: آپ اپنے رب کے سامنے ہم لوگوں کے لئے جنت کے ضامن بن جائیں۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر جھکا لیا اور زمین کریدنے لگے پھر سر اٹھایا اور فرمایا: اچھا میں تم لوگوں کے لئے یہ کروں گا مگر اس شرط پر کہ تم لوگ کسی سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے۔ چنانچہ اس کے بعد ان لوگوں میں سے کسی کا کوڑا بھی سفر میں گر جاتا تو سوال سے بچنے کے لئے کسی سے یہ نہ کہتا کہ ذرا میرا کوڑا اٹھا دو بلکہ اپنی سواری سے اتر کر خود کوڑا اٹھاتا اور لوگ دستر خوان پر بیٹھے ہوتے اور کسی ہمنشیں کے قریب پانی رکھا ہوتا تو وہ اس سے یہ نہیں کہتا کہ ذرا پانی مجھے دینا بلکہ خود اٹھ کر پانی لیا کرتا۔

(۱۷۶۱) امام علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ کسی سے کوئی سوال ہرگز نہ کرو خواہ ایک مسواک ہی کے دھونے کا سوال کیوں نہ ہو۔

(۱۷۶۲) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: احسان جتانا احسان کی پوری عمارت کو منہدم کر دیتا ہے۔

(۱۷۶۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے لئے چھ باتوں کو ناپسند فرمایا ہے اور میں نے ان چھ باتوں کو اپنی اولاد میں میرے بعد جو اوصیاء ہونگے ان کے لئے اور ان کی اتباع کرنے والوں کے لئے ناپسند اور مکروہ سمجھا ہے۔ (۱) نماز میں فعل عبث کرنا (۲) حالت صوم میں فحش کلامی کرنا (۳) کچھ دینے کے بعد احسان جتانا (۴) مسجد کے اندر حالت جنابت میں آنا (۵) لوگوں کے گھروں میں جھانکنا (۶) قبرستان میں ہنسنا۔

(۱۷۶۴) مسعدہ بن صدقہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے آبائے طاہرین سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے کھجوروں کے باغ بغیبغہ سے کھجوروں کے پانچ ٹوکرے ایک شخص کے پاس بھیجے اور وہ شخص ایسا تھا کہ امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے تحفہ وعطیہ کی امید اور آرزو رکھتا تھا اور جو کچھ آپ بھیجتے اسے قبول کر لیتا تھا مگر امیر المومنین علیہ السلام سے یا کسی اور سے کبھی کوئی شے طلب نہ کرتا تھا۔ تو ایک شخص نے امیر المومنینؑ سے کہا کہ خدا کی قسم اس نے تو آپ سے کچھ مانگا نہیں، اور اس کے لئے تو پانچ کے بدلے ایک ٹوکرا کافی ہے۔ یہ سن کر امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ مومنین میں تم جیسا آدمی زیادہ نہ پیدا کرے۔ ارے دے تو رہا ہوں میں اور تم اس میں بخل کرتے ہو۔ سنو اگر میں اس شخص کو جو مجھ سے تحفہ اور عطیہ کی امید رکھتا ہے بغیر اس کے مانگے نہ دوں اور جب وہ مانگے تو اس کو دوں تو گویا جو کچھ میں نے اس سے لیا ہے اس کی قیمت اسے ادا کر رہا ہوں اور یہ اس طرح کہ میں نے اس کو یہ عطیہ اس لئے دیا کہ وہ میرے سامنے اپنا وہ چہرہ لا رہا ہے جسے عبادت کرتے اور طلب حاجت کرنے کے وقت ہمارے رب اور خود اس کے اپنے رب کے سامنے زمین پر رکھ کر خاک آلود کرتا ہے۔ پس جو شخص اپنے برادر مسلم کے ساتھ ایسا سلوک کرے یہ جانتے ہوئے یہ حسن سلوک اور یہ عطیہ اس کا ہے تو وہ جو کچھ اس کے حق میں دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو سچ نہ سمجھے گا۔ اس لئے کہ وہ زبان سے اس کے لئے جنت کی دعا کرتا ہے مگر اپنے مال میں سے چند دنیاوی چیزوں کے دینے میں بھی بخل کرتا ہے اس لئے کہ بندہ کبھی کبھی اپنی دعا میں یہ بھی کہتا ہے:

۱؎ کلینی نے اپنی اسناد سے ھشام بن سالم سے، انہوں نے ابی بصیر سے اور انہوں نے امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے (ج ۴ ص ۲۱)۔

اللھم اغفر للمومنین والمومنات (اے اللہ تو تمام مومنین ومومنات کے گناہوں کو بخش دے) اور جب اس نے اس کے تمام گناہوں کی مغفرت کی دعا کی تو گویا اس نے اس کے لئے جنت کی دعا کی تو یہ کہاں کا انصاف ہے کہ وہ زبان سے یہ کہے اور عملی طور پر اسکا ثبوت نہ دے۔

باب: امام علیہ السلام کی بارگاہ میں نذر وہدیہ پیش کرنے کا ثواب

(۱۷۶۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق دریافت کیا گیا: من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسنا (سورۂ بقرہ: ۲۴۵) (ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسنہ دے)۔ آپؑ نے فرمایا: یہ آیت امام کے ساتھ سلوک کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے[۱]۔

(۱۷۶۶) امام علیہ السلام نے فرمایا: ایک درہم امام کو دینا افضل ہے اس ایک لاکھ درہم سے جو راہ خدا میں دوسرے کاموں پر صرف کیا جائے[۲]۔

(۱۷۶۷) اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص ہمارے پاس نذر وہدیہ نہیں بھیج سکتا تو وہ ہمارے شیعوں میں سے جو صالح لوگ ہیں ان کو دیدے[۳] اس کو ہمارے نذر اور ہدیہ کا ثواب مل جائے گا اور جو شخص اس امر پر قادر نہیں کہ ہماری زیارت کو آئے تو وہ ہمارے دوستداروں میں سے جو صالح بندے ہیں ان کی زیارت کرے۔ ہمارے زیارت کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جائے گا۔

کتاب الصوم

باب: روزہ فرض ہونے کا سبب

(۱۷۶۸) ایک مرتبہ ہشام بن حکم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روزہ کا سبب دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے روزہ اس لئے فرض کیا: تاکہ امیر وفقیر دونوں برابر ہو جائیں کیونکہ امیر نے کبھی بھوک کا مزا ہی نہیں چکھا تاکہ فقیروں پر ترس کھائے اور مہربانی کرے اس کی وجہ یہ ہے کہ امیر شخص کو جس چیز کی خواہش ہو اس کا حصول اس کے بس میں ہے اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس کی مخلوق باہم مساوی ہو جائے وہ اس طرح کہ امیر بھی بھوک کا مزا چکھے تاکہ کمزوروں کے لئے اس کا دل نرم ہو اور بھوکوں پر رحم کرے۔

(۱۷۶۹) اور حضرت ابوالحسن امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہما السلام نے محمد بن سنان کے مسائل کے جواب میں جو کچھ تحریر کیا اس کے اندر روزہ کا یہ سبب بھی تحریر فرمایا کہ انسان بھوک اور پیاس کا مزا چکھ کر خود کو ذلیل ومسکین سمجھے تو اسے اسکا ثواب دیا جائے اس کا احتساب ہو وہ اس روزے کی تکلیف کو برداشت کرے اور یہ چیز اس کے لئے آخرت کی سختیوں کی طرف رہنما ہو۔ نیز اس کی خواہشات میں کمی ہو اور عاجزی پیدا ہو۔ دنیا میں اس کو نصیحت ملتی رہے اور آخرت کی سختیوں کی نشاندہی ہوتی رہے اور اسے علم ہو کہ دنیا اور آخرت میں فقیر ومسکین کیا کیا سختیاں برداشت کرتے ہیں۔

(۱۷۷۰) اور حمزہ بن محمد نے حضرت ابومحمد حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھ کر دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے روزہ کیوں فرض کیا تو جواب میں یہ لکھ کر آیا: تاکہ ایک غنی اور دولتمند شخص کو بھی بھوک کی تکلیف کا علم ہو جائے اور وہ فقیروں پر ترس کھائے۔

(۱۷۷۱) حضرت امام حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے بیان فرمایا: چند یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

---

[۱] کلینی نے ج۱ص ۵۳۷ پر اپنی اسناد سے اسحاق بن عمار سے اور انہوں نے ابی ابراھیم علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

[۲] 'کافی' ج۱ص ۵۳۸ پر ہے: دو لاکھ درھم سے افضل۔

[۳] ثواب الاعمال اردو ترجمہ صفحہ ۱۸۶ پر ہے: ہمارے صالح معتقدین۔

خدمت میں حاضر ہوئے اور ان میں سے جو سب سے زیادہ صاحب علم تھا اس نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے چند مسائل دریافت کیے جن میں یہ بھی دریافت کیا کہ یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی امت پر تیس دن کے روزے کیوں فرض کیے حالانکہ دوسری امتوں پر اس سے زیادہ فرض کیے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس لئے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے درخت کا پھل کھایا تو وہ ان کے پیٹ میں تیس دن تک رہا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی ذریت پر تیس دن کی بھوک و پیاس کو فرض کر دیا اور یہ لوگ جو رات کو کھا لیتے ہیں تو یہ ان پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے اور اس طرح یہ روزہ حضرت آدمؑ پر بھی فرض تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے وہی تیس دن کے روزے میری امت پر بھی فرض کر دیئے۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ایاماً معدودات (سورۂ بقرہ آیت ۱۸۴) (تم لوگوں پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے اگلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ اس کی وجہ سے تم بہت سے گناہوں سے بچو وہ بھی ہمیشہ نہیں بلکہ گنتی کے چند دن)۔

یہ سن کر یہودی نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپؐ نے سچ کہا مگر یہ بتائیں کہ جو شخص یہ روزہ رکھے اس کے لئے اجر و ثواب کیا ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مومن پورے احتساب کے ساتھ ماہ رمضان کے روزے رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے سات باتیں لازمی پیدا کر دے گا۔ پہلے یہ کہ حرام کا مال اس کے جسم سے پگھل کر نکال جائے گا۔ دوسرے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قریب ہو جائے گا۔ تیسرے اس کا یہ روزہ اس کے باپ آدم علیہ السلام کی خطا کا کفارہ بن جائے گا۔ چوتھے اس پر موت کی سختیاں آسان ہو جائیں گی۔ پانچویں قیامت کے دن اس کو بھوک و پیاس سے امان مل جائے گی۔ چھٹے اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے برأت کا پروانہ دیدیگا۔ ساتویں اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی پاک و پاکیزہ چیزیں کھلائے گا۔ اس یہودی نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپؐ نے سچ فرمایا۔

باب: روزے کی فضیلت

(۱۷۷۲) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ یعنی نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ اور ولایت (معرفت امام) پر۔

(۱۷۷۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روزہ جہنم سے بچانے کی سپر ہے۔ [۱]

(۱۷۷۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روزہ دار اگر سو بھی رہا ہو تو وہ عبادت میں ہوتا ہے جب تک کہ وہ کسی مسلم کی غیبت نہ کرے۔ [۲]

(۱۷۷۵) نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزا ہوں۔ اور روزہ دار کے لئے دو مرتبہ فرحت ہے ایک اس وقت جب وہ افطار کرتا ہے دوسرے اس وقت جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ اچھی ہے۔

(۱۷۷۶) ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی بات بتاؤں کہ اگر تم لوگ اس پر عمل کرو تو شیطان تم سے اتنا دور رہے گا جتنا مشرق مغرب سے دور ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: جی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد ہو۔ آپؐ نے فرمایا: روزہ شیطان کا منہ کالا کر دیتا ہے اور صدقہ اس کی کمر توڑ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے محبت اور عمل صالح میں معاونت اس کی بیخ کنی کرتی ہے اور استغفار اس کے دل کی رگیں کاٹ دیتا ہے اور ہر شے کی ایک زکوٰۃ ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے۔

(۱۷۷۷) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک مرتبہ علی بن عبدالعزیز سے فرمایا: کیا میں تمہیں اسلام کی جڑ، اس کی شاخ، اس کی چوٹی اور اس کی

[۱] کلینی نے اسے روایت کیا ہے علی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حماد سے، انہوں نے حریز سے اور انہوں نے زرارہ سے۔

[۲] کلینی نے ج۴ص۶۴ پر اپنی اسناد کے ساتھ عبداللہ بن طلحہ سے اور انہوں نے حضرت امام صادقؑ سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے یہی روایت کی ہے۔

بلندی بتاؤں؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: اس کی جڑ نماز ہے، اس کی شاخ زکوۃ ہے اور اس کی چوٹی اور بلندی اللہ کی راہ میں جہاد ہے۔ کیا میں تمہیں نیکیوں کے دروازے بتاؤں (سنو) روزہ جہنم سے بچانے کی سپر ہے۔

(۱۷۷۸) نیز آپ علیہ السلام نے قول خدا: واستعینوا بالصبر و الصلوٰۃ (سورۂ بقرہ آیت ۴۵) (صبر و صلوٰۃ کا سہارا پکڑو) کے متعلق فرمایا کہ یہاں صبر سے مراد روزہ ہے۔

(۱۷۷۹) نیز فرمایا: جب کسی شخص پر کوئی مصیبت نازل ہو یا وہ سختی میں مبتلا ہو[۱] تو اس کو چاہیے کہ وہ روزہ رکھے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ۔

(۱۷۸۰) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزہ داروں کی دعا کے لئے کچھ ملائکہ مقرر کردیئے ہیں اور فرمایا کہ حضرت جبرئیلؑ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات پہنچائی کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے ملائکہ کو کسی شخص کی دعا پر مقرر کرتا ہوں تو اس کی دعا کو قبول کرلیتا ہوں۔

(۱۷۸۱) حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ مجھ سے مناجات کرنے میں تمہیں کونسا امر مانع ہے؟ انہوں نے عرض کیا: پروردگار، روزہ دار کی منہ کی بو کی بناء پر میں تجھ سے مناجات نہیں کرتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے پھر وحی کی: اے موسیٰ روزہ دار کے منہ کی بو تو میرے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔

(۱۷۸۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: روزہ دار کے لئے دو فرحتیں ہیں ایک فرحت افطار کے وقت اس کو ملتی ہے اور دوسری فرحت اس وقت ملے گی جب وہ اللہ سے ملاقات کرے گا۔

(۱۷۸۳) نیز آپ علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص اس کی خوشنودی کے لئے ایک دن بھی شدید گرمی کے موسم میں روزہ رکھتا ہے اور اس کو پیاس لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایک ہزار ملائکہ کو مقرر کرتا ہے وہ آکر اس کا چہرہ سہلاتے ہیں، اسے خوشخبری سناتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ افطار کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے: تیرے منہ کی بو کتنی اچھی ہے۔ اے میرے ملائکہ گواہ رہنا کہ میں نے اس کو بخش دیا۔

(۱۷۸۴) اور حضرت ابوالحسن اول علیہ السلام نے فرمایا: (روزہ کی حالت میں) دوپہر کو قیلولہ کرلیا کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خواب میں روزہ دار کو کھلا پلا دیا کرتا ہے۔

(۱۷۸۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: روزہ دار کا سونا عبادت ہے، اس کی خاموشی تسبیح ہے، اس کا عمل قبول ہے اور اس کی دعا مستجاب ہے۔

باب: روزہ کی اقسام

(۱۷۸۶) زہری سے روایت ہے اس نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت امام زین العابدین علی ابن الحسین علیہما السلام نے مجھ سے پوچھا: اے زہری تم اس وقت کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے عرض کیا: مسجد سے۔ پوچھا: تم لوگ وہاں کیا کررہے تھے؟ میں نے عرض کیا: ہم لوگ مسئلہ صوم پر تبادلہ خیال کررہے تھے چنانچہ میری رائے اور میرے تمام اصحاب کی رائے اس بات پر مجتمع ہوگئی کہ ماہ رمضان کے سوا اور کوئی روزہ واجب نہیں ہے۔ آپؑ نے فرمایا: مگر تم لوگ جیسا کہتے ہو ایسا نہیں ہے بلکہ روزہ کی چالیس قسمیں ہیں۔ روزہ کی دس قسمیں واجب ہیں جیسے ماہ رمضان کا روزہ واجب ہے۔ دس قسمیں حرام ہیں اور چودہ قسم کے روزے میں روزہ رکھنے والے کو اختیار ہے خواہ روزہ رکھے یا نہ رکھے۔ پھر صوم اذن (کسی سے اذن لے کر روزہ) سو اس کی تین قسمیں ہیں پھر صوم تادیب و صوم مباح اور صوم سفر و مرض۔ میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان آپؑ مجھے اس کی تفصیل بھی بتادیں۔

[۱] کلینی نے اسے ج ۴ ص ۶۴ پر روایت کیا ہے۔

تو آپؑ نے فرمایا: صوم واجب تو

۱۔ پورے رمضان کا روزہ

۲۔ پے در پے دو ماہ کے روزے اس شخص کے لئے جو جان بوجھ کر ایک روزہ ماہ رمضان کا توڑ دے۔

۳۔ پے در پے دو ماہ کے روزے کفارہ ظہار میں چنانچہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **والذین یظاھرون من نسائھم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبة من قبل ان یتمآسا ذلکم توعظون به واللّٰه بما تعملون خبیر. فمن لم یجد فصیام شھرین متتابعین من قبل ان یتمآسا** (سورۂ مجادلہ آیت ۳۔۴) [اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر بیٹھیں (اس کی پشت کو اپنی ماں کی پشت سے تشبیہ دیدیں) پھر اپنی بات واپس لیں تو دونوں کے ہمبستر ہونے سے پہلے کفارہ میں ایک غلام آزاد کرنا ضروری ہے۔ اس کی تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور تم جو کچھ بھی کرتے ہو خدا اس سے آگاہ ہے پھر جس کو غلام نہ ملے تو دونوں کی مقاربت سے قبل دو مہینے کے پے در پے روزہ رکھے]۔

۴۔ اور قتل خطا میں دو مہینے پے در پے روزہ رکھنا واجب ہے یہ اُس کے لئے ہے جس کو آزاد کرنے کے لئے غلام نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق: **ومن قتل مومنا خطأً فتحریر رقبة مومنة و دیة مسلمة الی اھله...فمن لم یجد فصیام شھرین متتابعین** (سورۂ النسا آیت ۹۲) (اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کردے تو اس پر ایک باایمان غلام کا آزاد کرنا اور مقتول کے ورثاء کو خون بہا دینا لازمی ہے۔ پھر جو شخص غلام آزاد کرنے کو نہ پائے تو اس کا کفارہ خدا کی طرف سے لگا تار دو مہینے کے روزے ہیں)۔

۵۔ قسم کے کفارہ میں تین دن روزہ رکھنا واجب ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **فمن لم یجد فصیام ثلاثة ایام ذلک کفارة ایمانکم اذا حلفتم** (سورۂ المائدہ آیت ۸۹) (اگر تم حلف اُٹھا کر کوئی بات کہو اور اسے پورا نہ کرسکو تو تین دن روزہ رکھو) اور یہ روزہ بھی پے در پے ہوتا ہے ناغے ناغے سے نہیں۔

۶۔ جس کے سر میں تکلیف ہے (حج میں سر منڈا نہیں سکتا) تو روزہ کفارہ واجب ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **فمن کان منکم مریضاً اوبه اذیً من راسه ففدیة من صیام او صدقة اونسک** (سورۂ بقرہ آیت ۱۹۶) [پس جب تم میں سے کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو (سر منڈانے کے بدلے) روزے رکھے یا خیرات دے یا قربانی کرے] اس میں حاجی کو اختیار دیا گیا ہے اگر وہ روزہ رکھتا ہے تو تین روزے رکھے۔

۷۔ متعۃ الحج میں دم کے بدلے روزہ واجب ہے جب کہ قربانی کا جانور نہ مل سکے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما استیسر من الھدی فمن لم یجد فصیام ثلاثة ایام فی الحج و سبعة اذا رجعتم تلک عشرة کاملة** (سورۂ بقرہ آیت ۱۹۶)۔ (جو شخص حج تمتع کا عمرہ کرے تو اس کو جو قربانی میسر آئے کرنی ہوگی اور جس سے قربانی ناممکن ہو تو تین روزے زمانۂ حج میں رکھنے ہونگے اور سات روزے جب تم واپس آؤ یہ پوری دہائی ہے)۔

۸۔ اور شکار کے جرمانہ میں روزہ واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ومن قتله منکم متعمداً فجزاء مثل ماقتل من النعم یحکم به ذواعدل منکم ھدیاً بالغ الکعبة او کفارة طعام مساکین او عدل ذلک صیاماً** (سورۂ مائدہ آیت ۹۵) [(حالت احرام میں) جو کوئی تم میں جان بوجھ کر شکار مارے گا تو جس جانور کو مارے چوپایوں میں سے اس کا مثل تم میں سے جو دو منصف آدمی تجویز کریں اس کے بدلہ میں دینا ہوگا اور کعبہ تک پہنچا کر قربانی کی جائے یا اس کی قیمت سے محتاجوں کو کھانا کھلانا یا اس کے برابر روزے رکھنا]

پھر فرمایا: اے زہری تم جانتے ہو کہ اس کے برابر روزہ کیسے رکھا جائے گا؟ میں نے عرض کیا: مجھے نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا: اس شکار کی قیمت لگائی جائے گی پھر دیکھا جائے گا کہ اس قیمت میں گیہوں کتنا ملتا ہے اور اس گیہوں کو ناپا جائے گا کہ کتنے صاع ہیں پھر ہر نصف صاع پر ایک دن روزہ رکھنا

ہوگا۔

۹۔ اور نذر کا روزہ واجب ہے۔

۱۰۔ اور اعتکاف کا روزہ واجب ہے۔

لیکن وہ روزے کہ جن کا رکھنا حرام ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ یوم فطر (عید کے دن) کا روزہ

۲۔ یوم الضحیٰ (عید قرباں) کا روزہ

۳۔ اور ایام تشریق (گیارہ، بارہ اور تیرہ ذالحجہ) کے روزے (منیٰ میں ایامِ حج میں قیام کے دوران)

۴۔ یوم شک کا روزہ اور اس روزے کا تو ہمیں حکم بھی دیا گیا ہے اور اس سے منع بھی کیا گیا ہے۔ حکم اس طرح دیا گیا ہے کہ ہم لوگ شعبان میں شامل کر کے روزہ رکھیں اور منع اس طرح کیا گیا ہے کہ جب سب لوگ شک میں ہوں تو کوئی اکیلا شخص رمضان کی پہلی مان کر روزہ نہ رکھ لے۔ میں نے عرض کیا: اور اگر کسی نے شعبان کا روزہ رکھا ہی نہیں تو کیا کرے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ شک کی رات میں نیت کرلے کہ میں شعبان کا روزہ رکھ رہا ہوں اگر رمضان کی پہلی ہوگئی تو اس کا شمار رمضان میں ہوجائے گا اور اگر وہ شعبان کی ہی تاریخ ہے تو اس میں اس کا کوئی ضرر نہیں۔ میں نے عرض کیا: مستحب روزہ واجب روزہ میں کیسے محسوب ہوجائے گا؟ فرمایا: فرض کرو ایک شخص نہیں جانتا کہ یہ ماہ رمضان ہے اور اس نے مستحب روزہ رکھا ہوا ہے اور بعد میں معلوم ہوا کہ یہ رمضان ہی کا مہینہ ہے تو وہ رمضان کے روزے میں محسوب ہوجائے گا اس لئے کہ فرض مہینہ اسی دن واقع ہو رہا ہے۔

۵۔ صوم وِصال حرام ہے (یعنی کوئی شخص نیت کرلے کہ وہ ایک دن اور ایک رات سحر تک ملا کر روزہ رکھے گا یا دو دن ملا کر روزہ رکھے گا)

۶۔ صوم صمت حرام ہے (یعنی خاموشی کا روزہ)

۷۔ کسی گناہ کے لئے نذر کی جائے تو وہ روزہ رکھنا حرام ہے

۸۔ صوم الدھر (پورے تین سو ساٹھ دن یعنی پورے سال کا روزہ رکھنا حرام ہے اس لئے کہ اس میں وہ دن بھی آجاتے ہیں جن میں روزہ رکھنا حرام ہے۔)

اور وہ روزہ کہ جس کے لئے روزہ رکھنے والے کو اختیار ہے رکھے یا نہ رکھے تو وہ جمعہ کے دن کا اور پنجشنبہ کا اور دوشنبہ کا روزہ پھر ایام بیض (ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ) کا روزہ اور ماہ رمضان کے بعد ماہ شوال میں چھ دن کا روزہ، یوم عرفہ و یوم عاشورہ ان سب میں روزہ رکھنے والے کو اختیار ہے کہ وہ روزہ رکھے یا نہ رکھے۔

اور صوم اذن تو عورت اپنے شوہر کے اذن کے بغیر مستحب روزہ نہیں رکھے گی۔ غلام اپنے مالک کے اذن کے بغیر مستحب روزہ نہیں رکھے گا۔ اور مہمان میزبان کی اجازت کے بغیر مستحب روزہ نہیں رکھے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص کسی قوم کا مہمان بن کر جائے تو بغیر ان کی اجازت کے مستحب روزے نہ رکھے۔

اور صوم تادیب تو بچہ جب بالغ ہونے کے قریب ہو تو اسے روزہ رکھنے کا تادیباً حکم دیا جائے مگر یہ واجب نہیں ہے اور اسی طرح اگر کوئی شخص کسی سبب کی بناء پر دن کی ابتداء ہی میں روزہ توڑے اور پھر روزہ رکھنے کے قابل ہوجائے تو اس کو دن کے باقی حصہ میں تادیباً امساک کا حکم دیا جائے مگر یہ بھی فرض نہیں ہے۔ اسی طرح مسافر اگر اس نے دن میں اول وقت کچھ کھالیا ہے اور پھر اپنے گھر پہنچ گیا ہے تو اسے بھی کہا جائے گا کہ دن کے بقیہ حصہ میں امساک کرے مگر یہ بھی فرض نہیں ہے۔

اور صوم مباح تو اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں عمداً نہیں بلکہ بھول کر یا بر بنائے تقیہ کچھ کھا پی لے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے یہ مباح کر دیا ہے اور اس کا یہ روزہ محسوب ہوگا۔

اور صوم سفر و مرض تو عامہ نے اس کے اندر اختلاف کیا ہے ایک گروہ کہتا ہے کہ سفر و مرض میں روزہ رکھے گا۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ روزہ نہیں رکھے گا۔ تیسرا گروہ کہتا ہے کہ چاہے رکھے اور چاہے نہ رکھے۔ لیکن ہم لوگ یہ کہتے ہیں کہ سفر و مرض دونوں حالتوں میں روزہ نہ رکھے اور اگر کسی نے ان حالتوں میں روزہ رکھا تو اس کی قضا رکھنی پڑے گی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر** (سورۂ بقرہ آیت ۱۸۴) [جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر پر ہو تو اور دنوں میں (جتنے قضا ہوئے ہوں) گن کر رکھ لے۔]

باب: صوم سنت

(۱۷۸۷) روایت کی ہے حسن بن محبوب نے جمیل بن صالح سے اور انہوں نے محمد بن مروان سے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنے روزے رکھتے تھے کہ کہا جاتا کہ اب یہ کسی دن بھی روزہ نہیں چھوڑیں گے اور روزہ نہ رکھتے تو مسلسل اتنے دنوں نہ رکھتے کہ سمجھا جاتا کہ اب یہ روزہ ہی نہ رکھیں گے۔ پھر آپؐ نے ایک دن روزہ رکھنا شروع کیا اور ایک دن نہیں پھر آپؐ فقط دو شنبہ اور پنجشنبہ کو روزہ رکھنے لگے پھر آپؐ نے اس میں بھی تبدیلی کی اور ایک مہینہ میں تین روزے رکھنے لگے۔ مہینہ کے پہلے پنجشنبہ کو اور مہینہ کے درمیانی چہار شنبہ کو اور مہینہ کے آخری پنجشنبہ کو اور فرمایا کرتے کہ یہ صوم الدھر ہے۔

اور میرے پدر بزرگوار نے فرمایا: اس شخص سے زیادہ ناپسند کوئی اور شخص نہیں جو اپنی طرف سے یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح کرتے تھے۔ پھر آپ علیہ السلام یہ فرمایا کرتے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس عذاب میں مبتلا نہ کرے کہ میں اپنی طرف سے نماز اور روزہ کے متعلق کوئی اجتہاد پیش کروں۔ گویا وہ دیکھ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی کوئی چیز ضرورت سے زیادہ سمجھ کر چھوڑ بھی دیا کرتے تھے۔

(۱۷۸۸) اور حماد بن عثمان کی روایت میں ہے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنے روزے رکھے کہ یہ کہا جانے لگا کہ یہ کوئی دن بغیر روزے کے نہیں رہتے اور آپؐ نے پھر روزہ رکھنا اتنے دنوں کے لئے چھوڑ دیئے کہ کہا جانے لگا یہ روزہ نہیں رکھتے۔ پھر آپؐ نے حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھا یعنی ایک دن کا ناغہ کر کے پھر آپؐ نے مہینہ میں تین دن روزہ رکھا اور فرمایا کہ یہ صوم الدھر کے برابر ہے اور دل سے وسوسوں کو دور کر دیتا ہے۔

حماد کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: تین دن کون کون سے تھے؟ تو آپؐ نے فرمایا: مہینہ کا پہلا پنجشنبہ اور مہینہ کی دوسری دھائی کا پہلا چہار شنبہ اور مہینہ کا آخری پنجشنبہ۔ میں نے عرض کیا: تو آخر یہ ایام کیسے ہیں کہ جن میں روزہ رکھا جاتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہم لوگوں سے قبل کی امتوں میں سے اگر کسی پر عذاب نازل ہوتا تو وہ ان ہی ایام میں نازل ہوتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دنوں میں روزہ رکھا کہ یہ خوفناک دن ہیں۔ (تاکہ ان کی ہلاکت خیزی سے بچا جائے)۔

(۱۷۸۹) فضیل بن یسار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص مہینہ میں یہ تین روزے رکھے تو پھر ہرگز کسی سے بحث وجدال اور جہالت کی باتیں نہ کرے اور بلا جھجک حلف اُٹھانے اور اللہ کی قسم نہ کھانے لگے اور اگر اُس سے کوئی شخص جہالت کی بات کرے تو وہ اس کو برداشت کرے۔

(۱۷۹۰) عبداللہ بن مغیرہ نے حبیب خثعمی سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے مستحب روزہ اور مہینہ کے ان تین روزوں کے متعلق بتائیں کہ اگر میں اول شب میں جنب ہو جاؤں اور یہ معلوم ہو کہ میں جنب ہو گیا ہوں

اس کے باوجود عمداً سو جاؤں یہاں تک کہ فجر کی پو پھوٹ جائے تواب میں روزہ رکھوں یا نہ رکھوں؟ آپؑ نے فرمایا: روزہ رکھو۔

(۱۷۹۱) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: صبر (یعنی رمضان) کے مہینہ کے روزے اور ہر مہینہ تین دن کے روزے دل سے وسوسوں کو دور کر دیتے ہیں اور ہر مہینہ تین دن کا روزہ صوم دھر (ہمیشہ کا روزہ) ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: من جاء بالحسنة فله عشرا مثالها (جو شخص ایک نیکی کرے گا اس کو دس نیکیوں کا ثواب دیا جائے گا) (سورۂ انعام آیت ۱۶۰)۔

(۱۷۹۲) اور عبداللہ بن سنان کی روایت میں ہے جو انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک مرتبہ دو پنجشنبوں اور ان دونوں کے درمیان چہارشنبہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا: پنجشنبہ ایسا دن ہے جس میں اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور چہارشنبہ ایسا دن ہے جس میں جہنم خلق کی گئی اور روزہ تو یہ (جہنم سے بچنے کی) سپر ہے۔

(۱۷۹۳) اور اسحاق بن عمار کی روایت میں ہے جو انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: چارشنبہ کے دن روزہ اس لئے رکھا جاتا ہے کہ سابقہ امتوں میں جب بھی کسی امت پر عذاب آیا تو مہینہ کے درمیانی چہارشنبہ میں آیا اس لئے اس دن روزہ رکھنا مستحب ہے۔

(۱۷۹۴) اور عبداللہ بن سنان کی روایت میں ہے جو انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ہے۔ اس کا بیان ہے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق نے مجھ سے فرمایا: جب مہینہ کی پہلی دھائی میں دو پنجشنبے پڑ جائیں تو ان دونوں اول پنجشنبوں میں روزہ رکھو اس لئے کہ یہ افضل ہے۔

(۱۷۹۵) اور عیص بن قاسم نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا جس پر روزہ بہت گراں ہوتا ہے اس لئے وہ مہینہ کے اندر تین روزے نہیں رکھتا تو اس کا کوئی فدیہ اور عوض ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہر دن کے بدلے ایک مد طعام (کسی محتاج کو دے)۔

(۱۷۹۶) ابن مسکان نے ابراہیم بن مثنی سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے ہر مہینہ میں تین دن روزہ گراں اور شدید ہوتا ہے کیا میرے لئے ایک دن کے روزے کے بدلے ایک درہم تصدق کر دینا جائز ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ایک درہم کا صدقہ افضل ہے ایک دن روزہ رکھنے سے۔

(۱۷۹۷) حسن بن محبوب نے حسن بن ابی حمزہ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر یا حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے عرض کیا کہ کیا میں ہر ماہ کے تین دن کے روزوں کو گرمی کے موسم سے موخر کر کے جاڑے کے موسم میں رکھ سکتا ہوں اس لئے کہ یہ مجھے زیادہ آسان معلوم ہوتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں اسے نہ چھوڑو اس کے پابند رہو۔

(۱۷۹۸) ابن بکیر نے زرارہ سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ فرمائیے کہ سال بھر کے روزوں کا سلسلہ کس طرح جاری رہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: ہر مہینہ میں تین (روزے رکھو اس طرح کہ) مہینہ کی پہلی دھائی میں پنجشنبہ کو اور دوسری دھائی میں چہارشنبہ کو اور آخری دھائی میں پنجشنبہ کو۔ میں نے عرض کیا: تمام سال یہ سلسلہ اس طرح جاری رہے گا؟ فرمایا: ہاں۔

(۱۷۹۹) داؤد رقی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: تمہارا اپنے برادرِ مومن کے گھر میں افطار کرنا تمہارے روزے سے ۷۰ گنا یا نوے گنا افضل ہے۔

(۱۸۰۰) جمیل بن درّاج نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص مستحب روزے سے ہو اور اپنے کسی برادرِ مومن کے گھر جائے تو اس کے پاس افطار کرے اور یہ نہ بتائے کہ میں روزے سے تھا اور احسان نہ جتائے کہ میں نے آپ کی خاطر روزہ توڑ دیا تو اس کے لئے ایک سال کے روزوں کا ثواب لکھدیا جائے گا۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ سنّتی اور مستحب دونوں روزوں کے لئے ہے۔

نیز میرے والد رضی اللہ نے اپنے خط میں مجھے تحریر فرمایا کہ اگر تمہارا ارادہ سفر کا ہے اور چاہتے ہو کہ سال والے روزے بھی رکھ لو۔ تو جس ماہ میں تم سفر پر نکلنے کا ارادہ رکھتے ہو اس میں تین دن روزہ رکھ لو۔

(۱۸۰۱) اور روایت کی گئی ہے کہ عالم (حضرت موسیٰ کاظم) علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ اگر مہینہ کی آخری دھائی میں دو پنجشنبے جمع ہو رہے ہوں تو (کب روزہ رکھا جائے)؟ آپؑ نے فرمایا: پہلے پنجشنبہ میں روزہ رکھ لو شاید دوسرا پنجشنبہ تم کو نہ مل سکے۔

باب: متفرق دنوں میں مستحب روزے اور انکا ثواب

(۱۸۰۲) محمد بن مسلم اور زرارہ بن اعین نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے یوم عاشورہ کے روزے کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس دن کا روزہ رمضان کے روزوں کے حکم سے پہلے تھا مگر جب رمضان کے روزوں کا حکم نازل ہوا تو اسے ترک کر دیا گیا۔

(۱۸۰۳) اور حضرت علی علیہ السلام کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ایک دن بھی مستحب نمازیں پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

(۱۸۰۴) جابر نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جس شخص کا آخری دن روزے پر ختم ہوا وہ جنت میں داخل ہوا۔

(۱۸۰۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ایک دن فی سبیل اللہ روزہ رکھا اس کا یہ ایک روزہ اس کے ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔

(۱۸۰۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص روزے کی حالت میں دن کے اول وقت کوئی خوشبو لگائے گا اس کی عقل گم نہ ہوگی۔

(۱۸۰۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی روزہ دار کسی قوم کے پاس پہنچے اور وہ لوگ اس کو کھانا کھلا دیں تو اس کے تمام اعضاء تسبیح پڑھیں گے، ملائکہ کا اس پر درود ہوگا اور اُن کا درود استغفار ہوگا۔

(۱۸۰۸) حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص ماہ ذی الحجہ کی پہلی تاریخ کو روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے اسیؔ (۸۰) مہینوں کے روزوں کا ثواب لکھ دیگا اور جو شخص پہلی ذی الحجہ سے ۹ ذی الحجہ تک نو روزے رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے حق میں ہمیشہ روزہ رکھنے کا ثواب لکھ دے گا۔

(۱۸۰۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: یوم ترویہ (۸ ذی الحج) کا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور یوم عرفہ (۹ ذی الحج) کا روزہ دو سال (کے گناہوں) کا کفارہ ہے۔

(۱۸۱۰) روایت کی گئی ہے کہ پہلی ذی الحج کو حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام پیدا ہوئے پس جو شخص اس دن روزہ رکھے گا وہ اس کے ساٹھ سال (کے گناہوں) کا کفارہ ہوگا اور ۹ ذی الحج کو حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ نازل ہوئی جو شخص اس دن روزہ رکھے گا تو وہ نوے سال (کے گناہوں) کا کفارہ قرار پائے گا۔

(۱۸۱۱) یعقوب بن شعیب سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یوم عرفہ (۹ ذی الحج) کے روزہ کے لئے دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: چاہو روزہ رکھو اور چاہو نہ رکھو۔ اور بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ ان میں سے ایک صاحب روزہ سے ہیں اور ایک روزہ سے نہیں تو اس نے ان دونوں حضرات سے اس کے متعلق دریافت کیا تو ان دونوں حضرات نے جواب دیا کہ اگر اس دن روزہ رکھو تو بہتر ہے اور اگر نہ رکھو تو جائز ہے۔

(۱۸۱۲) عبداللہ بن مغیرہ نے سالم سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنہا

حضرت علی علیہ السلام کو وصی بنایا اور حضرت علی علیہ السلام نے امام حسن و امام حسین علیہما السلام دونوں کو اپنا وصی بنایا مگر امام حسن علیہ السلام، امام حسینؑ کے امام تھے۔ چنانچہ ایک شخص یوم عرفہ امام حسن علیہ السلام کی وفات کے بعد یوم عرفہ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آیا تو دیکھا کہ آپؑ غذا تناول فرما رہے ہیں اور آپؑ کے صاحبزادے حضرت علی ابن الحسینؑ روزہ سے ہیں۔ تو اس شخص نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ پہلے بھی میں امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں آج کے دن آیا تھا تو دیکھا تھا کہ وہ غذا نوش فرما رہے تھے اور آپؑ روزے سے تھے اور آج آیا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ آپؑ غذا تناول فرما رہے ہیں۔ تو آپؑ نے فرمایا: اس وقت امام حسن علیہ السلام امام تھے انہوں نے روزہ نہیں رکھا تا کہ ان کا روزہ سنت نہ بن جائے اور لوگ اس کی پیروی نہ کرنے لگیں اور جب ان کا انتقال ہو گیا تو میں امام ہو گیا تو میں یہ چاہتا ہوں کہ لوگ میرے روزہ کو سنت بنا کر اس کی پیروی نہ کرنے لگیں۔

(۱۸۱۳) حنان بن سدیر نے اپنے والد سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ آنجناب علیہ السلام سے یوم عرفہ کے روزہ کے متعلق دریافت کیا اور عرض کیا: میں آپؑ پر قربان وہ لوگ (عامہ) یہ سمجھتے ہیں کہ آج یوم عرفہ کا روزہ ایک سال کے روزے کے برابر ہے۔ تو آپؑ نے فرمایا: میرے پدر بزرگوار اس دن روزہ نہیں رکھتے تھے۔ میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان ایسا کیوں کرتے تھے؟ فرمایا: عرفہ کا دن اللہ تعالیٰ سے دعا اور سوال کا دن ہے تو میں اس امر سے ڈرتا ہوں کہ یہ روزہ ہمیں کمزور نہ کر دے اور میں اچھی طرح دعا نہ کر سکوں اس لئے میں آج کے روزہ کو ناپسند کرتا ہوں اور اس امر سے بھی ڈرتا ہوں کہیں یوم عرفہ یوم اضحیٰ نہ ہو یعنی یہ روزہ کا دن (ہی) نہ ہو۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ عامہ کو یوم اضحیٰ (عید قربان) اور یوم فطر (عید الفطر) کی توفیق نہیں ملتی اس بنا پر آنجناب علیہ السلام نے یوم عرفہ کو روزہ ناپسند کیا اس لئے کہ اکثر سالوں میں یہ یوم عید اضحیٰ ہوتا ہے اور اس کی تصدیق۔

(۱۸۱۴) اس بات سے ہوتی ہے جو امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمائی کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام قتل کر دیئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک ملک کو حکم دیا اور اس نے منادی کر دی کہ اے اپنے نبی کی عترت کو قتل کرنے والی ظالم امت تجھے اللہ تعالیٰ نہ روزہ کی توفیق دے گا اور نہ عید الفطر کی۔

(۱۸۱۵) اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ (اس ملک نے ندا کی کہ) تجھے اللہ تعالیٰ نے عید الفطر کی توفیق دے گا نہ عید الضحیٰ کی۔ غرض جو شخص یوم عرفہ روزہ رکھے گا اس کا وہ ثواب ملے گا جس کا ذکر میں نے اوپر کیا۔

(۱۸۱۶) حسن بن علی وشاء سے روایت ہے اسکا بیان ہے کہ جب میں کمسن بچہ تھا ایک مرتبہ ۲۵ ذی القعدہ کی شب کو میں نے اپنے والد کے ساتھ حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس رات کو کھانا کھایا تو آپؑ نے فرمایا: ۲۵ ذی القعدہ کی شب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے[1] اسی شب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی شب میں تحت کعبہ سے زمین بچھائی گئی پس جو شخص اس دن روزہ رکھے گا اس نے گویا ساٹھ (۶۰) مہینے کے روزے رکھے۔

(۱۸۱۷) اور روایت کی گئی ہے کہ ۲۹ ذی القعدہ میں اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو نازل فرمایا پس جو شخص اس روزہ رکھے گا تو وہ اس کے ستر (۷۰) سال (کے گناہوں) کا کفارہ ہوگا۔[2]

(۱۸۱۸) حسن بن راشد نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آنجنابؑ سے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان کیا مسلمانوں کے لئے ان دو عیدوں کے علاوہ کوئی اور بھی عید ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اے حسن اس سے بھی زیادہ بڑی اور اس سے بھی زیادہ

---

[1] یہ حدیث شمارہ ۱۸۱۰ کے منافی ہے جہاں بتایا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یکم ذالحجہ کو پیدا ہوئے تھے البتہ ممکن ہے کہ یہاں ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہوں۔

[2] آئندہ حدیث نمبر ۱۰۲۳ کے تحت حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے اسی کی مثل حدیث مرقوم ہے لیکن وہاں ۲۵ (ذی قعد) ہے۔ اور روضۃ المتقین میں کہا گیا ہے: بظاہر پانچ سے نو کی تبدیلی کاتب کی غلطی کی وجہ سے ہے۔

باشرف۔ میں نے عرض کیا: وہ کس دن ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ دن کہ جس میں امیر المومنینؑ لوگوں کے لئے خلیفۂ رسول مقرر ہوئے۔ میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان! کون سے دن؟ فرمایا: ایام گردش کرتے رہتے ہیں مگر وہ ماہِ ذی الحج کی ۱۸ تاریخ تھی۔ میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان! اس دن ہم لوگوں کو کیا کرنا چاہیئے؟ فرمایا: اے حسن اس دن روزہ رکھو اور محمدؐ اور آلِ محمدؑ پر کثرت سے درود بھیجو اور جن لوگوں نے ان پر ظلم کر کے ان کا حق چھینا ہے ان سے اللہ کی بارگاہ میں برائت کا اظہار کرو اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام بھی اپنے اوصیاء کے لئے حکم دیا کرتے تھے کہ جس دن وصی مقرر ہو اس دن کو عید قرار دیں۔ میں نے عرض کیا: ہم میں سے جو شخص روزہ رکھے اس کو کتنا ثواب ملے گا؟ فرمایا: ساٹھ مہینہ کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ اور ۲۷ رجب کے روزے کو نہ چھوڑنا اس لئے کہ یہ وہ دن ہے کہ جس دن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت نازل ہوئی اس دن کے روزے کا ثواب بھی تم لوگوں کے لئے ساٹھ ماہ کے روزوں کی مانند ہے۔

(۱۸۱۹) مفضل بن عمر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: غدیر خم کے دن کا روزہ ساٹھ سال (کے گناہوں) کا کفارہ ہے۔

لیکن غدیر خم کے دن کی نماز اور اس دن روزہ رکھنے پر ثواب کی حدیث کو ہمارے شیخ محمد بن حسن رضی اللہ عنہ صحیح نہیں مانا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس سلسلہ رواۃ میں محمد بن موسیٰ ہمدانی ہے جو کذّاب اور غیر ثقہ ہے۔ اور جس حدیث کو شیخ مذکور قدس اللہ روحہ صحیح نہ تسلیم کرتے اور جن احادیث کے متعلق صحیح ہونے کا حکم نہیں دیتے وہ ہم لوگوں کے نزدیک متروک اور غیر صحیح ہے۔

(۱۸۲۰) اور پہلی محرم کو حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی تھی پس جو شخص اس دن دعا کرے گا اس کی دعا بھی اس طرح قبول ہوگی جس طرح حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی تھی۔

(۱۸۲۱) ابوبصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک مستحبی روزہ رکھنے والے کو اگر کوئی ضرورت پیش آ گئی؟ آپؑ نے فرمایا: کہ عصر کے وقت تک اس کو اختیار ہے اگر وہ عصر تک ٹھہرا رہا اور اس نے سوچا کہ روزہ رکھ لے اور ابھی تک روزہ کی نیت نہیں کی تھی تو اگر وہ چاہے تو اس دن روزہ رکھ لے۔

باب: ماہ رجب کے روزہ کا ثواب

(۱۸۲۲) ابان بن عثمان نے کثیر النوا سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ آپؑ نے بیان فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام یکم رجب کو کشتی پر سوار ہوئے تو آپؑ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم لوگ اس دن روزہ رکھو۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص اس دن روزہ رکھے گا اس سے جہنم ایک سال کی مسافت تک دور رہے گی۔ اور جو سات دن روزہ رکھے گا اس کے لئے جہنم کے ساتوں دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور جو آٹھ دن روزہ رکھے گا اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ اور جو پندرہ دن روزہ رکھے گا وہ جس چیز کا بھی سوال کرے گا اس کو عطا کر دی جائے گی اور جو اس سے بھی زیادہ روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اتنی ہی اپنی بخشش کو زیادہ کر دے گا۔

(۱۸۲۳) حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے ارشاد فرمایا: جنت میں رجب نام کی ایک نہر ہے۔ جس کا پانی دودھ سے بھی زیادہ سفید اور شہد سے بھی زیادہ شیریں ہے۔ جو شخص ماہ رجب میں ایک دن بھی روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس نہر سے سیراب کرے گا۔

(۱۸۲۴) نیز حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے ارشاد فرمایا: رجب ایک باعظمت مہینہ ہے اس کے اندر نیکیوں کا کئی گنا ثواب دیا جاتا ہے اور گناہوں کو محو کر دیا جاتا ہے جو شخص رجب میں ایک دن روزہ رکھے گا اس سے جہنم ایک سال کی مسافت تک دور ہو جائے گی اور جو شخص اس میں تین دن روزہ رکھے گا اس پر جنت واجب کر دی جائے گی۔

اور جو کچھ روایتوں میں آیا ہے اسے میں نے کتاب 'فضائل رجب' میں لکھ دیا ہے۔[1]

باب: ماہ شعبان کے روزے کا ثواب

(۱۸۲۵) ابو حمزہ ثمالی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص ماہ شعبان میں روزہ رکھے گا وہ ہر لغزش اور وصمہ اور باورہ سے پاک ہو جائے گا۔ ابو حمزہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: وصمہ کیا؟ آپؑ نے فرمایا: معصیت و گناہ کے کام کی قسم اور اس کے لئے نذر اور گناہ کے کام کے لئے کوئی نذر نہیں ہوتی۔ میں نے عرض کیا: اور باورہ کا کیا مطلب؟ آپؑ نے فرمایا: غصہ کی حالت میں قسم کھا لینا اور اس سے توبہ کرنا اس پر نادم ہونا ہے۔

(۱۸۲۶) حسن بن محبوب نے عبداللہ بن مرحوم ازدی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص شعبان کی پہلی تاریخ کو روزہ رکھے اس کے لئے جنت لازماً واجب ہے اور جو دو دن روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ ہر دن اور ہر رات دنیا کے اندر اس پر نظر رکھے گا۔ اور جنت میں بھی ہمیشہ اس کی نگاہ اس پر ہوگی۔ اور جو شخص تین دن روزہ رکھے تو اپنی جنت ہی میں سے روزانہ عرش پر اللہ کی زیارت کرتا رہے گا۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مراد اس کے انبیاء اور اس کی حجتوں صلوٰۃ اللہ علیہم کی زیارت ہے۔ جس نے ان لوگوں کی زیارت کی گویا اس نے اللہ کی زیارت کی اور یہ اسی طرح ہے جیسے جس نے ان لوگوں کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، جس نے ان لوگوں کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، جس نے ان لوگوں کی اتباع کی اس نے اللہ کی اتباع کی۔ اس کا مطلب وہ نہیں ہے جو مشبہ کہتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند اور بالاتر ہے۔

(۱۸۲۷) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ماہ شعبان کا روزہ اور ماہ رمضان کا روزہ ایک ساتھ آگے پیچھے ہیں تو خدا کی قسم یہ اللہ کی طرف سے توبہ قبول کرنے کیلئے ہے۔[2]

(۱۸۲۸) عمرو بن خالد نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعبان اور رمضان میں روزہ رکھتے تھے اور ان دونوں کے روزوں کو ملا دیا کرتے تھے مگر لوگوں کو ان دونوں کے ملانے سے منع کیا کرتے اور یہ فرماتے کہ یہ دونوں اللہ کے مہینے ہیں اور یہ اپنے قبل اور اپنے بعد کے مہینوں کے گناہوں کا کفارہ ہیں۔

اور آپؑ کا ارشاد کہ "لوگوں کو ملانے سے منع کیا کرتے" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ دونوں مہینے کے روزوں کو ملا دیتے اور لوگوں کو ملانے سے منع فرماتے تا کہ جو چاہے ملائے اور جو چاہے ان دونوں کے درمیان فصل دیدے اور اس کی تصدیق۔

(۱۸۲۹) اس حدیث سے ہوتی ہے جس کی روایت زرعہ نے مفضل سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میرے پدر بزرگوار علیہ السلام ماہ شعبان اور ماہ رمضان کے روزوں میں ایک دن کا فصل دیا کرتے تھے۔ اور حضرت علی بن الحسین علیہما السلام دونوں کو ملا لیا کرتے اور فرمایا کرتے کہ ان دونوں مہینوں کے روزے ایک ساتھ آگے پیچھے اللہ کی طرف سے توبہ کی قبولیت کیلئے رکھے گئے ہیں۔

کبھی کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ شعبان کے روزے رکھا کرتے اور اسے ماہ رمضان کے روزوں سے ملا دیا کرتے اور کبھی روزہ رکھتے تو ان دونوں کے درمیان فصل دیدیا کرتے۔ مگر آپ نے اپنے سالوں میں کبھی پورے شعبان کے مہینہ کے روزے نہیں رکھے البتہ یہ ضرور ہے کہ

---

[1] ماہ رجب کے روزہ کے ثواب کے لئے 'ثواب الاعمال' اردو ترجمہ ص ۱۲۵ تا ۱۳۲ ار جوع کیا جائے۔

[2] مصنف نے 'ثواب الاعمال' اردو ترجمہ ص ۱۳۴ پر مسند حدیث میں اسے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے۔

آپ اکثر روزے اسی مہینہ میں رکھا کرتے تھے۔

(۱۸۳۰) ازواج رسول میں سے اگر کسی پر روزے قضا ہوتے تو اس کی ادائیگی کو اسی ماہ شعبان میں موخر کرلیا کرتی تھیں وہ اسے پسند نہ کرتی تھیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی ضرورت ہو اور وہ منع کردیں (کہ میں روزے سے ہوں) چنانچہ جب ماہ شعبان آتا تو یہ روزے رکھتیں اور ان کے ساتھ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی روزہ رکھتے اور فرمایا کرتے کہ شعبان میرا مہینہ ہے۔

(۱۸۳۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص شعبان کے آخری تین دن روزہ رکھے اور اس کو ماہ رمضان سے ملا دے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے متواتر دو ماہ کے روزوں کا ثواب لکھ دے گا۔

(۱۸۳۲) حریز نے زرارہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ شب نیمۂ شعبان کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: اس شب میں اللہ تعالیٰ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ اپنے بندوں کو بخش دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ کو آسمان سے دنیا کی طرف اور سرزمین مکہ کی طرف نازل فرماتا ہے۔

میں نے اس مضمون کی احادیث کو کتاب فضائل ماہ شعبان میں بھی تحریر کردیا ہے۔ [1]

باب: ماہ رمضان کی فضیلت اور روزے کا ثواب

(۱۸۳۳) حسن بن محبوب نے ابوایوب سے انہوں نے ابوالورد سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہِ شعبان کے آخری جمعہ میں لوگوں کو خطبہ دیا تو پہلے حمد وثنائے الٰہی بجالائے۔ پھر فرمایا: ایھا الناس تم لوگوں کے سروں پر ایسا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے کہ جس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور وہ ماہ رمضان ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا روزہ فرض کیا ہے اور اس میں ایک شب عبادت کے لئے کھڑا ہونا ایسا ہے جیسے رمضان کے سوا اور مہینوں میں کوئی شخص اللہ کی خوشنودی کے لئے ستر راتیں کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔ اور اس مہینہ میں جو شخص کوئی ایک بھی خیر و نیکی کا کام کرے گا اس کو اتنا ثواب ملے گا جیسے کسی نے اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض میں کوئی فریضہ ادا کیا ہو۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فرائض میں سے کوئی ایک فریضہ ادا کیا وہ ایسا ہوگا کہ جیسے کسی نے اس مہینہ کے علاوہ دوسرے مہینوں میں ستر فریضے ادا کیے ہوں۔ یہ صبر کا مہینہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ مومن کے رزق کو زیادہ کردیتا ہے۔ اور جو شخص اس مہینہ میں کسی روزہ دار مومن کو افطار کرائے تو اللہ کے نزدیک وہ ایسا ہوگا جیسے اس نے ایک غلام کو آزاد کرادیا اور اس کے سارے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

عرض کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے ہر ایک تو اس قابل نہیں کہ کسی روزہ دار کو افطار کرا سکے۔ تو آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بڑا کریم ہے وہ اس شخص کو بھی وہی ثواب عطا کرے گا جو پانی ملے ہوئے دودھ پر قدرت رکھتا ہو اور اس سے کسی روزہ دار کو افطار کرادے یا آب شیریں کے ایک گھونٹ پر یا ایک چھوارے پر اور اس سے زیادہ اس میں قدرت نہ ہو۔ اور جو اس مہینہ اپنے غلام کے ساتھ نرمی برتے گا اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ حساب میں نرمی کرے گا۔ یہ وہ مہینہ ہے کہ جس کا پہلا حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ قبولیت دعا اور جہنم سے نجات ہے۔ اور اس میں تم لوگوں کو چار باتوں کی ضرورت ہے۔ دو باتوں سے تم اللہ تعالیٰ کو خوش کرو تو پہلی اس بات کی گواہی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی نہیں اور دوسری یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اور وہ دو باتیں کہ جن کی تم لوگوں کی ضرورت ہے وہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے تم لوگ اپنے حوائج اور ضرورت کے لئے اور جنت کے لئے دعا کرو نیز اس مہینہ میں تم اس سے عافیت طلب کرو اور جہنم سے پناہ چاہو۔

(۱۸۳۴) جب ماہ رمضان سامنے آیا اور شعبان کے صرف تین دن باقی رہ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلالؓ کو حکم دیا کہ تم لوگوں میں

[1] ثواب الاعمال اردو ترجمہ طبع دوم ص ۱۳۲ تا ۱۳۹ ملاحظہ کریں۔

اعلان کردو (کہ جمع ہو جائیں) جب لوگ جمع ہو گئے تو آنحضرتؐ منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا: ایھا الناس اب وہ مہینہ آرہا ہے کہ جو تمام مہینوں کا سردار ہے اس میں ایک ایسی رات ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں جہنم کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ پس جو شخص اس مہینہ کو پا جائے اور پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو نابود کر دے اور جو شخص اپنے والدین کو پا جائے اور پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو نابود کر دے اور جس شخص کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے اور اس کی مغفرت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو نیست و نابود کر دے۔

(۱۸۳۵) جابر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ جب ہلالِ ماہِ رمضان پر پڑتی تو فوراً اپنا چہرہ قبلہ کی طرف کر لیتے پھر یہ کہتے: **اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ وَالْعَافِیَۃِ الْمُجَلِّلَۃِ وَالرِّزْقِ الْوَاسِعِ وَدَفْعِ الْاَسْقَامِ، وَتِلَاوَۃِ الْقُرْآنِ، وَالْعَوْنِ عَلَی الصَّلَاۃِ وَالصِّیَامِ، اَللّٰھُمَّ سَلِّمْنَا لِشَھْرِ رَمَضَانَ وَسَلِّمْہُ لَنَا وَتَسَلَّمْہُ مِنَّا حَتّٰی یَنْقَضِیَ شَھْرُ رَمَضَانَ وَقَدْ غَفَرْتَ لَنَا** (پروردگار اس چاند کو امن و ایمان و سلامتی و اسلام اور پوری عافیت اور وسعت رزق کے ساتھ ہم لوگوں پر طلوع فرما اور ہمارے امراض کو دور فرما، تلاوت قرآن کی توفیق دے، روزے اور نماز میں ہماری مدد فرما۔ پروردگار ہم لوگوں کو رمضان کی عبادتوں کے لئے صحیح و سلامت رکھ اور ہمارے لئے اس کو شک و شکوک سے بچا اور اس میں ہم لوگوں کی عبادتوں کو قبول فرما اور ماہ رمضان کے ختم ہوتے ہوتے ہم لوگوں کی مغفرت فرما۔ اسکے بعد اپنا رُخ مجمع کی طرف کرتے اور فرماتے: اے گروہ مردم جب ہلال ماہِ رمضان طلوع ہوتا ہے تو سرکش و نافرمان شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے، آسمان کے دروازے اور رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دعائیں قبول کی جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لازم ہوتا ہے کہ ہر افطار کے وقت کچھ لوگوں کو جہنم سے آزاد کر دے۔ اور ہر شب کو منادی یہ ندا دیتا ہے کہ کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے؟ کیا کوئی سوال کرنے والا ہے؟ کیا کوئی طلب مغفرت کرنے والا ہے؟ (پھر فرماتے) **اَللّٰھُمَّ اَعْطِ کُلَّ مُنْفِقٍ خَلَفاً، وَاَعْطِ کُلَّ مُمْسِکٍ تَلَفاً** (اے اللہ ہر راہِ خدا میں خرچ کرنے والے کو دنیا و آخرت میں اس کا اجر دے اور ہر ممسک اور بخیل کو تلف کر دے۔)

اور جب ماہ شوال کا ہلال طلوع ہوتا ہے تو مومنین کو ندا دی جاتی ہے کہ اپنے انعامات لینے کے لئے چلو اور وہ انعام کی تقسیم کا دن ہوتا ہے۔ پھر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: مگر اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ وہ انعام دینار اور درہم کی شکل میں نہیں ہوتا۔

(۱۸۳۶) زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عرفات سے واپس ہوئے اور منیٰ کی طرف چلے اور مسجد میں داخل ہوئے تو آپؐ کے پاس لوگ شب قدر معلوم کرنے کے لئے جمع ہو گئے چنانچہ آپؐ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد ارشاد فرمایا: امابعد تم لوگوں نے مجھ سے شب قدر کے متعلق سوال کیا ہے اور میں نے اس کو تم سے اس لئے نہیں چھپایا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا (بلکہ یہ کسی مصلحت کی بنا پر کیا ہے) ایھا الناس! اب یہ جان لو کہ جس کے لئے ماہ رمضان وارد ہو اور وہ صحیح و سلامت ہو اور دن کو روزہ رکھے اور شب کو عبادت اور اوراد و وظائف میں مشغول ہو نماز کی پابندی کرے، نماز جمعہ کے لئے جائے اور نماز عید کے لئے نکلے تو سمجھ لو کہ اس نے شب قدر کو پا لیا اس کو رب کی طرف سے انعام مل گیا۔

(۱۸۳۷) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ان لوگوں نے خدا کی قسم انعام پا لیا اور لیکن یہ عام بندوں کی طرح کا انعام نہیں ہے۔

(۱۸۳۸) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے جابر[۱] سے ارشاد فرمایا: اے جابر جس شخص کے لئے یہ ماہ رمضان وارد ہو اور وہ دن کو روزہ رکھے اور شب کو اوراد و وظائف میں مشغول رہے اور اپنی شرمگاہ اور اپنی زبان کی حفاظت کرے (بری باتوں سے) چشم پوشی کرے اور ایذا رسانی سے باز رہے تو وہ گناہوں سے اس طرح نکل جائے گا جیسے وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ جابر نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان یہ حدیث کتنی اچھی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: (لیکن) اس میں کتنی شدید شرط ہے۔

[۱] یہ جعفی ہیں اور ان سے کلینی نے ج ۴ ص ۸۷ میں ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔

(۱۸۳۹) حضرت علی علیہ السلام کا بیان ہے کہ جب ماہ رمضان آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے۔ پہلے حمد وثنائے الٰہی بجالائے پھر فرمایا: ایھا الناس! اللہ نے تم لوگوں کو جنوں اور انسانوں میں سے جو تمہارے دشمن ہیں ان سے بچایا اور فرمایا: **ادعونی استجب لکم** (مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا) یہ کہہ کر قبولیت دعا کا وعدہ کیا۔ آگاہ رہو اللہ تعالیٰ نے ہر شیطان سرکش پر ستر ملائکہ تعینات کر دیئے ہیں وہ اس کو نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ یہ تمہارا مہینہ نہ ختم ہو جائے، آگاہ رہو اول شب سے ہی آسمانوں کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اس میں دعائیں قبول ہونگی۔

(۱۸۴۰) محمد بن مروان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ماہِ رمضان کی ہر شب میں اللہ تعالیٰ کے کچھ آزاد کردہ بندے ہوتے ہیں سوائے ان کے جو کسی نشہ آور چیز سے افطار کریں اور جب آخری رات آتی ہے تو اس میں اتنے بندے (جہنم سے) آزاد کیے جاتے ہیں جتنے ماہِ رمضان کی تمام شبوں میں آزاد کیے گئے تھے۔

(۱۸۴۱) اور عمر بن یزید کی روایت ہے: سوائے اس کے جو کسی نشے کی چیز یا کسی بدعت یا شاہین یعنی شطرنج پر افطار کرے۔[۱]

(۱۸۴۲) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ جب ماہ رمضان آتا تو ہر قیدی کو آزاد کر دیتے اور ہر سائل کو عطا فرمایا کرتے تھے۔[۲]

(۱۸۴۳) اور ہشام بن حکم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جس کی مغفرت ماہ رمضان میں نہیں کی گئی اس کی آئندہ اس وقت تک نہیں کی جائے گی جب تک وہ عرفات میں نہ پہنچے۔

(۱۸۴۴) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنی اولاد کو ہدایت فرماتے کہ جب ماہ رمضان آئے تو تم لوگ خود کو عبادت میں لگا دو اس لئے کہ اس میں رزق تقسیم کیا جاتا ہے اور اس میں مدتِ حیات یعنی موت لکھی جاتی ہے اور اس میں حج کے لئے بیت اللہ جانے والے حاجیوں کے نام لکھے جاتے ہیں[۳] اور اس میں ایک عبادت کی رات ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

(۱۸۴۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک بارہ ہے جو کتاب خدا میں اس دن سے درج ہے جس دن زمین اور آسمان خلق ہوئے اور اس میں سب سے افضل اور اشرف مہینہ اللہ کا مہینہ ہے اور وہ ماہِ رمضان ہے اور ماہِ رمضان کے قلب میں لیلۃ القدر (شب قدر) ہے اور قرآن ماہِ رمضان کی شبِ اول میں نازل ہوا لہٰذا تم قرأت قرآن کے ساتھ اس مہینہ کا استقبال کرو۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ نزول قرآن کی تکمیل شبِ قدر میں ہوئی۔

(۱۸۴۶) سلیمان بن داؤد منقری نے حفص بن غیاث نخعی سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: "ماہ رمضان کا روزہ ہم لوگوں سے پہلے اور کسی امت پر فرض نہیں ہوا۔" میں نے عرض کیا: مگر اللہ تعالیٰ کا تو یہ ارشاد ہے: **یاایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم** (سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۸۳) (اے اہل ایمان تم لوگوں پر روزہ فرض کیا گیا ہے جس طرح ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم لوگوں سے پہلے تھے)۔ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان کا روزہ انبیاء پر فرض کیا تھا ان کی امتوں پر نہیں اور یہ شرف اللہ نے اسی امت کو دیا کہ ماہ رمضان کا روزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور ان کی امت پر فرض کیا۔

اور یہ تمام احادیث جو میں نے اس مضمون کی یہاں پیش کی ہیں انہیں اپنی کتاب 'فضائلِ ماہ رمضان' میں تحریر کر دیا ہے۔[۴]

۱۔ مصنف رحمہ اللہ نے 'ثواب الاعمال' اردو ترجمہ ص ۱۴۴ پر اسے بیان کیا ہے۔

۲۔ مؤلف نے اس حدیث کو ثواب الاعمال (اردو ترجمہ طبع دوم ص ۱۵۰) میں ابن عباس کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

۳۔ 'کافی' ج ۴ ص ۶۶ پر موثق حدیث میں اس کی روایت کی گئی ہے۔

۴۔ ثواب الاعمال اردو ترجمہ ۲۰۷ ص ۱۳۹ تا ۱۵۰ سے رجوع کریں۔

باب: ماہِ رمضان کی رویت ہلال کی دعا

(۱۸۴۷) حضرت امیر المومنین علیہ السلام [1] نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی مہینہ کا ہلال (پہلی رات کا چاند) دیکھو تو اپنی جگہ نہ چھوڑو اور وہیں کھڑے کھڑے کہو: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذَا الشَّھْرِ، وَفَتْحَهٗ وَنُوْرَهٗ وَنَصْرَهٗ بَرَکَتَهٗ وَطُھُوْرَهٗ وَرِزْقَهٗ، وَاَسْئَلُکَ خَیْرَ مَافِیْهِ وَخَیْرَ مَابَعْدَهٗ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَافِیْهِ وَمِنْ شَرِّ مَابَعْدَهٗ، اَللّٰھُمَّ اَدْخِلْهُ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ، وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ، وَالْبَرَکَةِ وَالتَّقْوٰی، وَالتَّوْفِیْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی (اے اللہ میں تجھ سے اس مہینہ کی بہتری وکشادگی ونصرت وبرکت وطہارت ورزق کا سوال کرتا ہوں اور اس مہینہ میں جو خیر وبہتری ہے اور اس کے بعد جو خیر وبہتری ہوگی اس کا تجھ سے طالب ہوں اور جو کچھ اس میں شر اور برائی ہے اور اس کے بعد جو شر وبرائی ہوگی اس سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ تو اس مہینہ کو ہم لوگوں پر امن وایمان وسلامتی واسلام وبرکت وتقویٰ اور اس کی توفیق کے ساتھ داخل کر جس میں تیری خوشی اور تیری مرضی ہو)۔

(۱۸۴۸) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہلال طلوع ہوتا تو روبقبلہ ہو جاتے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتے اور کہا کرتے: اَللّٰھُمَّ اَھِلَّهٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ، وَالْعَافِیَةِ الْمُجَلَّلِ وَالرِّزْقِ الْوَاسِعِ، وَدَفْعِ الْاَسْقَامِ، اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا صِیَامَهٗ وَقِیَامَهٗ وَتِلَاوَةَ الْقُرْاٰنِ فِیْهِ، وَسَلِّمْهُ لَنَا وَتَسَلَّمْهُ مِنَّا وَسَلِّمْنَا فِیْهِ [اے اللہ اس چاند کو ہم لوگوں کو اس ماہ کے روزہ رکھنے اور اس پر قائم رہنے اور قرآن کی تلاوت کرنے کی توفیق دے اور اس کو ہم لوگوں کیلئے سلامت رکھ (اس کے دنوں میں کمی وبیشی نہ ہو) اور ہم لوگ اس میں جو عبادت کریں اس کو قبول فرما اور ہم لوگوں کو بھی اس ماہ کے لئے صحیح وسلامت رکھ]

اور میرے والد علیہ الرحمہ نے خط میں مجھے تحریر فرمایا کہ تم ماہِ رمضان کا چاند دیکھو تو اس کی طرف اشارہ نہ کرو بلکہ قبلہ کی طرف رخ کرو اور دونوں ہاتھ اللہ کی بارگاہ میں بلند کر کے چاند کو مخاطب کرو اور یہ کہو: رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ، اَللّٰھُمَّ اَھِلَّهٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالْمُسَارَعَةِ اِلٰی مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ شَھْرِنَا ھٰذَا، وَارْزُقْنَا عَوْنَهٗ وَخَیْرَهٗ وَاصْرِفْ عَنَّا ضُرَّهٗ وَشَرَّهٗ وَبَلَائَهٗ وَفِتْنَتَهٗ (اے ہلال میرا اور تیرا پروردگار وہی ہے جو تمام عالموں کا پروردگار ہے۔ اے اللہ تو اس کو ہم لوگوں کے لئے امن وایمان وسلامتی واسلام کا چاند بنا کہ ہم لوگ اس امر کی طرف جلدی سے بڑھیں کہ جو تجھے پسند ہو اور جس میں تیری رضا ہو۔ اے اللہ ہمارے اس مہینہ کو ہمارے لئے بابرکت قرار دے اور ہمیں اس کی بھلائی اور خیر عطا فرما اور ہم لوگوں سے اس کے ضرر وشر وبلا وفتنہ کو دور رکھ)۔

(۱۸۴۹) اور امیر المومنین علیہ السلام رویتِ ہلال کے وقت فرمایا کرتے تھے: اَیُّھَا الْخَلْقُ الْمُطِیْعُ الدَّائِبُ السَّرِیْعُ الْمُتَرَدِّدُ فِیْ فَلَکِ التَّدْبِیْرِ، اَلْمُتَصَرِّفُ فِیْ مَنَازِلِ التَّقْدِیْرِ، اٰمَنْتُ بِمَنْ نَوَّرَبِکَ الظُّلَمَ، وَاَضَاءَ بِکَ الْبُھَمَ وَجَعَلَکَ اٰیَةً مِنْ اٰیَاتِ سُلْطَانِهٖ وَامْتَھَنَکَ بِالزِّیَادَةِ وَالنُّقْصَانِ وَالطُّلُوْعِ وَالْاُفُوْلِ، وَالْاِنَارَةِ وَالْکُسُوْفِ، فِیْ کُلِّ ذٰلِکَ اَنْتَ لَهٗ مُطِیْعٌ، وَاِلٰی اِرَادَتِهٖ سَرِیْعٌ سُبْحَانَهٗ مَا اَحْسَنَ مَادَبَّرَ وَاَتْقَنَ مَاصَنَعَ فِیْ مُلْکِهٖ وَجَعَلَکَ اللّٰهُ ھِلَالَ شَھْرٍ حَادِثٍ لِاَمْرٍ حَادِثٍ، جَعَلَکَ اللّٰهُ ھِلَالَ اَمْنٍ وَاِیْمَانٍ وَسَلَامَةٍ وَاِسْلَامٍ، ھِلَالَ اَمَنَةٍ مِنَ الْعَاھَاتِ، وَسَلَامَةٍ مِنَ السَّیِّئَاتِ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا اَھْدٰی مَنْ طَلَعَ عَلَیْهِ وَاَزْکٰی مَنْ نَظَرَ اِلَیْهِ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ [النَّبِیِّ] وَاٰلِهٖ، اَللّٰھُمَّ افْعَلْ بِیْ کَذَا وَکَذَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ (اے اللہ کے اطاعت گزار، تیز رفتاری کے ساتھ ہمیشہ آسمان دنیا میں تدبیر الٰہی کے ساتھ گھومنے والی اور معینہ منزلوں میں پھرنے والی مخلوق میں اس ذات پر ایمان رکھتا ہوں جس نے تیری ظلمتوں کو نور بخشا، تیری تاریکیوں کو روشنی بخشی اور تجھے اپنی سلطنت واقتدار کی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا اور تجھے گھٹنے اور بڑھنے، طلوع وغروب، گہن لگنے اور گہن سے چھوٹنے کا کام سپرد کیا اور

[1] کلینی نے 'کافی' ج ۴ ص ۷۶ پر بسندِ مرفوع اسے روایت کیا ہے۔

تو ان تمام کاموں میں اس کا مطیع و فرمانبردار رہا، اس کے اشارے پر تیزی کے ساتھ چلتا رہا۔ پاک و منزہ ہے وہ ذات کہ اس نے اپنے ملک میں اپنی حکمت و تدبیر سے جو کچھ بنایا بہترین بنایا اور تجھے اللہ نے نئے مہینہ کا چاند بنایا نئے کام کے لئے، تجھے اللہ تعالیٰ امن و ایمان و سلامتی و ایمان کا چاند بنائے، آفتوں سے امان اور برائیوں سے سلامتی کا چاند قرار دے۔ اے اللہ یہ چاند جن جن پر طلوع ہوا ہے ان میں سب سے زیادہ ہدایت یافتہ جس جس نے اس کو دیکھا ہے ان میں سب سے زیادہ پاکیزہ ہم لوگوں کو قرار دے۔ اے اللہ تو میرے لئے یہ یہ کر دے (یہاں اپنی حاجتیں بیان کریں) اے تمام رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے)۔

باب: ماہ رمضان کی پہلی تاریخ کی دعا

(۱۸۵۰) حضرت عبد صالح امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا: (پہلی رمضان کو) نئے سال کا استقبال کرتے ہوئے یہ دعا پڑھو۔ نیز فرمایا کہ جو شخص احتساب اور خلوص کے ساتھ یہ دعا پڑھے گا تو اس آنے والے سال میں اس کے دین و دنیا اور بدن پر نہ کوئی مصیبت آئے گی نہ کوئی آفت اور نہ کوئی فتنہ، اللہ تعالیٰ اس کو ہر اس شر سے بچالیگا جو اس پر سال آئیگا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُکَ بِاسْمِکَ الَّذِیْ دَانَ لَهُ کُلُّ شَیْءٍ، وَبِرَحْمَتِکَ الَّتِی وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ، وَبِعِزَّتِکَ الَّتِی قَهَرْتَ بِهَا کُلَّ شَیْءٍ، وَبِعَظَمَتِکَ الَّتِی تَوَاضَعَ لَهَا کُلُّ شَیْءٍ، وَبِقُوَّتِکَ الَّتِی خَضَعَ لَهَا کُلُّ شَیْءٍ، وَبِقُوَّتِکَ الَّتِی خَضَعَ لَهَا کُلُّ شَیْءٍ، وَبِجَبَرُوْتِکَ الَّتِی غَلَبَتْ کُلَّ شَیْءٍ، وَبِعِلْمِکَ الَّذِی أَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ، یَانُوْرُ یَاقُدُّوسُ، یَااَوَّلُ قَبْلَ کُلِّ شَیْءٍ، وَیَابَاقِیْ بَعْدَ کُلِّ شَیْءٍ، یَااَللّٰهُ یَارَحْمٰنُ، صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَاغْفِرْلِیَ الذُّنُوْبَ الَّتِی تُغَیِّرُ النِّعَمَ، وَاغْفِرْلِیَ الذُّنُوْبَ الَّتِی تُنْزِلُ النِّقَمَ، وَاغْفِرْلِیَ الذُّنُوْبَ الَّتِی تَقْطَعُ الرَّجَاءَ، وَاغْفِرْلِی الذُّنُوْبَ الَّتِی تُدِیْلُ الاَعْدَاءَ وَاغْفِرْلِی الذُّنُوْبَ الَّتِی تَرُدُّ الدُّعَاءَ، وَاغْفِرْلِی الذُّنُوْبَ الَّتِی تُنْزِلُ الْبَلَاءَ، وَاغْفِرْلِیَ الذُّنُوْبَ الَّتِی تَحْبِسُ غَیْثَ السَّمَاءِ وَاغْفِرْلِیَ الذُّنُوْبَ الَّتِی تَهْتِکُ الْعِصَمَ، وَأَلْبِسْنِی دِرْعَکَ الْحَصِیْنَةَ الَّتِی لَاتُرَامُ، وَعَافِنِی مِنْ شَرِّ مَا أُحَاذِرُ بِاللَّیْلِ وَالنَّهَارِ فِی مُسْتَقْبَلِ سَنَتِی هٰذِهِ، اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْأَرَضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا فِیْهِنَّ وَمَا بَیْنَهُنَّ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، وَرَبَّ الْمَثَانِی وَالْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ وَرَبَّ اِسْرَافِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَجِبْرَائِیْلَ وَرَبَّ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ أَسْأَلُکَ بِکَ وَبِمَا تُسَمَّیْتَ بِهٖ یَا عَظِیْمُ أَنْتَ الَّذِیْ تَمُنُّ بِالْعَظِیْمِ وَتَدْفَعُ کُلَّ مَحْذُوْرٍ، وَتُعْطِیْ کُلَّ جَزِیْلٍ، وَتُضَاعِفُ مِنَ الْحَسَنَاتِ الْکَثِیْرِ بِالْقَلِیْلِ وَتَفْعَلُ مَا تَشَاءُ یَاقَدِیْرُ.

یَا اَللّٰهُ یَارَحْمٰنُ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَأَلْبِسْنِی فِی مُسْتَقْبَلِ سَنَتِی هٰذِهٖ سِتْرَکَ، وَأَضِئْ وَجْهِی بِنُوْرِکَ، وَأَحْیِنِی بِمَحَبَّتِکَ، وَبَلِّغْ بِیْ رِضْوَانَکَ وَشَرِیْفَ کَرَائِمِکَ، وَجَسِیْمَ عَطَائِکَ مِنْ خَیْرِ مَاعِنْدَکَ، وَمِنْ خَیْرِ مَا أَنْتَ مُعْطِیْهِ أَحَدًا مِنْ خَلْقِکَ، وَأَلْبِسْنِی مَعَ ذٰلِکَ عَافِیَتَکَ، یَامَوْضِعَ کُلِّ شَکْوٰی، وَشَاهِدَ کُلِّ نَجْوٰی وَعَالِمَ کُلِّ خَفِیَّةٍ، وَیَادَافِعَ مَا تَشَاءُ مِنْ بَلِیَّةٍ، یَاکَرِیْمَ الْعَفْوِ، یَاحَسَنَ التَّجَاوُزِ تَوَفَّنِیْ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ وَفِطْرَتِهٖ، وَعَلٰی دِیْنِ مُحَمَّدٍ وَسُنَّتِهٖ، وَعَلٰی خَیْرِ الْوَفَاةِ فَتَوَفَّنِیْ مُوَالِیًا لِاَوْلِیَائِکَ. مُعَادِیًا لِاَعْدَائِکَ، اَللّٰهُمَّ وَجَنِّبْنِیْ فِیْ هٰذِهِ السَّنَةِ کُلَّ عَمَلٍ اَوْ قَوْلٍ اَوْفِعْلٍ یُبَاعِدُنِیْ مِنْکَ، وَاجْلِبْنِیْ اِلٰی کُلِّ عَمَلٍ أَوْ فِعْلٍ أَوْقَوْلٍ یُقَرِّبُنِیْ مِنْکَ فِیْ هٰذِهِ السَّنَةِ یَاأَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ، وَامْنَعْنِیْ مِنْ کُلِّ عَمَلٍ اَوْفِعْلٍ أَوْقَوْلٍ یَکُوْنُ مِنِّیْ أَخَافُ سُوْءَ عَاقِبَتِهٖ وَمَقْتَکَ اِیَّایَ عَلَیْهِ حَذَرًا أَنْ تَصْرِفَ وَجْهَکَ الْکَرِیْمَ عَنِّیْ وَأَسْتَوْجِبَ بِهٖ نَقْصًا مِنْ حَظٍّ لِیْ عِنْدَکَ رَؤُوْفٌ یَارَحِیْمُ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ مُسْتَقْبَلِ سَنَتِیْ هٰذِهٖ فِیْ حِفْظِکَ وَجِوَارِکَ وَکَنَفِکَ، وَجَلِّلْنِیْ سِتْرَ عَافِیَتِکَ، وَهَبْ لِیْ کَرَامَتَکَ، عَزَّ جَارُکَ، وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُکَ.

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ تَابِعاً لِصَالِحِیْ مَنْ مَضٰی، مِنْ اَوْلِیَائِکَ، وَاَلْحِقْنِیْ بِھِمْ، وَاجْعَلْنِیْ مُسْلِماً لِمَنْ قَالَ بِالصِّدْقِ عَلَیْکَ مِنْھُمْ، وَاَعُوْذُبِکَ یَااِلٰھِیْ اَنْ تُحِیْطَ بِیْ خَطِیْئَتِیْ وَظُلْمِیْ وَاِسْرَافِیْ عَلٰی نَفْسِیْ وَاتِّبَاعِیْ لِھَوَایَ وَاشْتِغَالِیْ بِشَھَوَاتِیْ فَیَحُوْلَ ذٰلِکَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ رَحْمَتِکَ وَرِضْوَانِکَ فَاَکُوْنَ مَنْسِیّاً عِنْدَکَ مُتَعَرِّضًا لِسَخَطِکَ وَنَقِمَتِکَ، اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنِیْ لِکُلِّ عَمَلٍ صَالِحٍ تَرْضٰی بِہٖ عَنِّیْ وَقَرِّبْنِیْ اِلَیْکَ زُلْفٰی، اَللّٰھُمَّ کَمَا کَفَیْتَ نَبِیَّکَ مُحَمَّدًا صَلَوَاتُکَ عَلَیْہِ وَآلِہٖ ھَوْلَ عَدُوِّہٖ، وَفَرَّجْتَ ھَمَّہٗ، وَکَشَفْتَ کَرْبَہٗ، وَصَدَقْتَہٗ وَعْدَکَ وَاَنْجَزْتَ لَہٗ عَھْدَکَ، اَللّٰھُمَّ فَبِذٰلِکَ فَاکْفِنِیْ ھَوْلَ ھٰذِہِ السَّنَةِ وَآفَاتِھَا وَاَسْقَامِھَا وَفِتَنِھَا وَشُرُوْرِھَا وَاَحْزَانِھَا وَضِیْقَ الْمَعَاشِ فِیْھَا، وَبَلِّغْنِیْ بِرَحْمَتِکَ کَمَالَ الْعَافِیَةِ بِتَمَامِ دَوَامِ النِّعَمِ عِنْدِیْ اِلٰی مُنْتَھٰی اَجَلِیْ، اَسْاَلُکَ سُؤَالَ مَنْ اَسَاءَ وَظَلَمَ وَاسْتَکَانَ وَاعْتَرَفَ اَنْ تَغْفِرَلِیْ مَامَضٰی مِنَ الذُّنُوْبِ الَّتِیْ حَصَرَتْھَا حَفَظَتُکَ، وَاَحْصَتْھَا کِرَامُ مَلَائِکَتِکَ عَلَیَّ وَاَنْ تَعْصِمَنِیْ اَللّٰھُمَّ مِنَ الذُّنُوْبِ فِیْمَا بَقِیَ مِنْ عُمْرِیْ اِلٰی مُنْتَھٰی اَجَلِیْ، یَااَللّٰہُ یَارَحْمٰنُ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاَھْلِ بَیْتِ مُحَمَّدٍ وَآتِنِیْ کُلَّمَا سَاَلْتُکَ وَرَغِبْتُ اِلَیْکَ فِیْہِ فَاِنَّکَ اَمَرْتَنِیْ بِالدُّعَاءِ وَتَکَفَّلْتَ بِالْاِجَابَةِ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

(اے اللہ میں تجھ سے تیرے اس اسم کا واسطہ دے کر دعا کرتا ہوں جس کے سامنے ہر شے پست و ذلیل ہے اور تیری اس رحمت کا واسطہ دے کر جو ہر شے پر چھائی ہوئی ہے اور اس قوت کا واسطہ دے کر جس سے تو نے ہر شے کو مغلوب کر دیا ہے اور تیری اس عظمت کا واسطہ دے کر جس کے سامنے ہر شے سرنگوں ہے۔ تجھے تیری اس قوت کا واسطہ کہ جس سے ہر شے جھکی ہوئی ہے۔ تجھے تیرے جبروت کا واسطہ جو ہر شے پر غالب ہے۔ تجھے تیرے اس علم کا واسطہ جو ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اے نور، اے قدوس، اے ہر شے سے پہلے اول اور ہر شے کے بعد باقی رہنے والے، اے اللہ، اے رحمٰن تو محمدؐ وآل محمدؐ پر اپنی رحمتیں نازل فرما اور میرے ان گناہوں کو بخش دے جن کی وجہ سے نعمتوں میں تغیر آتا ہے اور میرے ان گناہوں کو بخش دے جن کی وجہ سے عذاب نازل ہوتا ہے۔ میرے ان گناہوں کو بخش دے جن کی وجہ سے امیدیں منقطع ہو جاتی ہیں۔ میرے ان گناہوں کو بخش دے جن کی وجہ سے بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ میرے ان گناہوں کو بخش دے جن کی وجہ سے آسمان سے پانی برسنا بند ہوتا ہے۔ میرے ان گناہوں کو بخش دے جو زہد وتقویٰ کے پردوں کو چاک کر دیتے ہیں۔ اور اپنی حفاظت کی مضبوط زرہ پہنا دے کہ جس پر کسی کا حربہ اثر نہ کرے۔ اور اس آنے والے سال کے اندر رات ودن جن مصیبتوں سے میں ڈرتا ہوں ان سے مجھے محفوظ رکھ۔ اے اللہ اے سات آسمانوں کے رب اور سات زمینوں کے رب اور جو کچھ ان زمینوں کے اندر ہے اور جو کچھ ان آسمانوں اور زمینوں کے درمیان ہے ان سب کے رب اور عرش عظیم کے رب، سبع مثانی (سورۂ فاتحہ) اور قرآن عظیم کے رب۔ اسرائیلؑ و میکائیلؑ و جبریلؑ کے رب اور سید المرسلین وخاتم النبیینؐ کے رب میں سوال کرتا ہوں تجھ سے خود تیری ذات کا واسطہ دے کر اور جو بھی تو نے اپنے نام رکھے ہیں ان سب کا واسطہ دے کر۔ اے خدائے بزرگ تو ہی وہ ہے جو بڑی نعمتیں دیتا ہے اور ہر طرح کے خطرے دور کرتا ہے۔ تو ہی تمام بڑے عطیات دیتا ہے اور قلیل نیکیوں پر کئی گنا کا اضافہ کر دیتا ہے اور تو جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ تو صاحب قدرت ہے۔

اے اللہ، اے رحم کرنے والے رحمت نازل فرما محمدؐ وآل محمدؐ پر اور اس میرے آنے والے سال میں مجھے اپنی حفاظت کی پوشاک پہنا دے اور میرے چہرے کو اپنے نور سے روشنی بخش۔ مجھے اپنی محبت کے ساتھ زندہ رکھ۔ مجھے اپنی رضا و خوشنودی نصیب کر اور اپنے نفیس وبیش قیمت و بزرگ عطیہ کو جو تیرے پاس سب سے بہتر ہو اور اس سے بھی بہتر جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو تو نے عطا کیا ہو اور اس کے علاوہ لباس عافیت بھی پہنا دے۔ اے ہر ایک کی شکایت سننے والے۔ اے ہر سرگوشی کے شاہد۔ اے ہر پوشیدہ بات کو جاننے والے۔ اے اس بلا کو دفع کرنے والے جسے تو چاہے۔ اے عفو کرنے والے کریم۔ اے بہترین درگزر کرنے والے مجھے ملت ابراہیمؑ اور ان کی فطرت پر اور دین محمدؐ اور ان کی سنت پر موت دے اور مجھے موت آئے تو تیرے اولیاء سے محبت کرتے ہوئے اور تیرے دشمنوں کو دشمن رکھتے ہوئے آئے۔ اے اللہ تو مجھے اس سال کے اندر ہر اس قول اور ہر اس فعل سے کنارہ کش رکھ جو مجھ کو

تجھ سے دور کردے مجھے ہر اس عمل وقول وفعل کی طرف مائل کر جو مجھ کو تجھ سے قریب کردے اے ارحم الرحمین۔ اور مجھ کو ہر اس قول وعمل کے کرنے سے روک جس کے برے انجام پر تیری سزا ملے۔ میں ڈرتا ہوں اس امر سے کہ کہیں تو اپنے لطف وکرم کا رخ میری طرف سے پھیر نہ لے اور جو کچھ تیرے خزانۂ قدرت میں ہے اس کے اندر میرے حصہ میں کمی نہ ہو جائے۔ اے مہربانی کرنے والے، اے رحم کرنے والے۔ اے اللہ تو مجھے میرے اس آنے والے سال کے اندر اپنے حفظ وامان اور پناہ میں رکھ اور مجھے اپنی عافیت کا لباس پہنا دے مجھ پر اپنے کرم کی بخشش فرما۔ تیری پناہ میں آنے والا بہت قوی ہوتا ہے۔ تیری حمد وثناء بہت بڑی ہے اور تیرے سوا کوئی اللہ نہیں ہے۔

اے اللہ تیرے اولیاء میں سے جو صالحین گزرے ہیں ہمیں ان کے تابع اور ان سے ملحق کردے اور ان میں جو تیرے متعلق سچ بولتے رہے ہمیں ان کا ماننے والا بنا۔ اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس امر سے کہ میرے گناہ میری ناانصافیاں اور میری فضول خرچیاں میری خواہشات کی پیروی۔ اور شہوات میں مشغولیت ہر طرف سے مجھ کو گھیر نہ لیں اور یہ سب میرے اور تیری رحمت اور تیری رضا کے درمیان حائل نہ ہو جائیں اور تیری رحمت مجھے بھول نہ جائے اور میں تیری ناراضگی اور تیرے عذاب کا مستحق نہ بن جاؤں۔ اے اللہ مجھے ہر اس عملِ صالح کی توفیق عطا فرما کہ جس سے تو مجھ سے راضی ہو جائے اور ذرا مجھے اپنے قریب کرلے۔ اے اللہ جس طرح تو نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انکے دشمنوں کے خطرے میں حفاظت فرمائی اور ان کے غم کو دور کیا ان کے کرب وتکلیف کو برطرف کیا اور ان سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کیا اور اپنے عہد کو وفا کیا ویسے ہی اے اللہ اس سال کے خطرات وآفات وامراض وفتنہ وشر وحزن وتنگیٔ معاش سے میری حفاظت فرما۔ اور اپنی رحمت سے مکمل عافیت وبھرپور اور مسلسل نعمتیں میری زندگی کے آخر تک مجھے پہنچاتا رہ۔ میں تجھ سے اسی طرح سوال کرتا ہوں جیسے کوئی گنہگار وظالم وذلیل وخوار اپنے گناہوں کا اعتراف کرنے والا کرتا ہے کہ میرے گزشتہ گناہ جو تیرے کراماً کاتبین ملائکہ نے میرے نامہ اعمال میں محفوظ کرلیے ہیں انہیں بخش دے اور اے اللہ میری باقی عمر میں مرتے دم تک مجھے گناہوں سے بچا۔

اے اللہ اے رحمٰن رحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور جن باتوں کی میں نے دعا مانگی ہے وہ مجھے عطا کر اس لئے کہ تو نے مجھے دعا کرنے کا حکم دیا اور اس کی قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے اے ارحم الراحمین)۔

(۱۸۵۱) اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ماہ رمضان میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ هٰذَا شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ أُنْزِلَتَ فِیْهِ الْقُرْاٰنَ، وَهٰذَا شَهْرُ الصِّیَامِ، وَهٰذَا شَهْرُ الْإِ نَابَةِ، وَهٰذَا شَهْرُ التَّوْبَةِ، وَهٰذَاشَهْرُ الْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ، وَهٰذَاشَهْرُالْعِتْقِ مِنَ النَّارِ وَالْفَوْزِ. اَللّٰهُمَّ فَسَلِّمْهُ لِیْ، وَتَسَلَّمْهُ مِنِّیْ، وَاَعِنِّیْ عَلَیْهِ بِاَفْضَلِ عَوْنِکَ، وَوَفِّقْنِیْ فِیْهِ لِطَاعَتِکَ وَفَرِّغْنِیْ فِیْهِ لِعِبَادَتِکَ وَدُعَائِکَ وَتِلَاوَةِ کِتَابِکَ. وَأَعْظِمْ لِیْ فِیْهِ الْبَرَکَةَ، وَأَحْسِنْ لِیْ فِیْهِ الْعَافِیَةَ، وَصَحِّحْ لِیْ فِیْهِ بَدَنِیْ وَأَوْسِعْ فِیْهِ رِزْقِیْ، وَاکْفِنِیْ فِیْهِ مَااَهَمَّنِیْ، وَاسْتَجِبْ فِیْهِ دُعَائِیْ. وَبَلِّغْنِیْ فِیْهِ رَجَائِیْ، اَللّٰهُمَّ أَذْهِبْ عَنِّیْ فِیْهِ النُّعَاسَ وَالْکَسَلَ وَالسَّامَةَ وَالْفَتْرَةَ وَالْقَسْوَةَ وَالْغَفْلَةَ وَالْغِرَّةَ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنِیْ فِیْهِ الْعِلَلَ وَالْإِسْقَامَ وَالْهُمُوْمَ وَالْإِحْزَانَ، وَالْاَعْرَاضَ وَالْاَمْرَاضَ. وَالْخَطَایَاوَالذُّنُوْبَ، وَاصْرِفْ عَنِّیْ فِیْهِ السُّوْءَ وَالْفَحْشَاءَ وَالْجُهْدَوَالْبَلَاءَ، وَالتَّعَبَ وَالْعَنَاءَ اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ، اَللّٰهُمَّ اَعِذْنِیْ فِیْهِ مِنَ الشَّیْطَانِ [الرَّجِیْمِ] وَهَمْزِهِ وَلَمْزِهِ وَنَفْثِهِ وَنَفْخِهِ وَوَسْوَاسِهِ وَکَیْدِهِ وَمَکْرِهِ وَخَتْلِهِ وَأَمَانِیِّهِ وَخَدْعِهِ وَغُرُوْرِهِ وَفِتْنَتِهِ وَخَیْلِهِ وَرَجِلِهِ وَشُرَکَائِهِ [وَأَحْزَابِهِ] وَأَعْوَانِهِ وَأَتْبَاعِهِ وَأَخْدَانِهِ وَأَشْیَاعِهِ وَأَوْلِیَائِهِ وَجَمِیْعِ کَیْدِهِمْ، اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ فِیْهِ تَمَامَ صِیَامِهِ، وَبُلُوْغَ الْاَمَلِ فِیْ قِیَامِهِ، وَاسْتِکْمَالَ مَایُرْضِیْکَ عَنِّیْ صَبْراً وَاِیْمَاناً وَیَقِیْناً وَاحْتِسَاباً ثُمَّ تَقَبَّلْ ذٰلِکَ مِنِّیْ بِالْاَضْعَافِ الْکَثِیْرَةِ وَالْاَجْرِ الْعَظِیْمِ، اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ فِیْهِ الْجِدَّ وَالْاِجْتِهَادَ، وَالْقُوَّةَ وَالنَّشَاطَ، وَالْاِ نَابَةَ وَالتَّوْبَةَ، وَالرَّغْبَةَ وَالرَّهْبَةَ، وَالْجَزَعَ وَالْخُشُوْعَ وَالرِّقَّةَ وَصِدْقَ اللِّسَانِ وَالْوَجَلَ مِنْکَ وَالرَّجَاءَ لَکَ وَالتَّوَکُّلَ عَلَیْکَ وَالثِّقَةَ بِکَ، وَالْوَرَعَ عَنْ مَحَارِمِکَ مَعَ صَالِحِ الْقَوْلِ وَمَقْبُوْلِ السَّعْیِ

[وَاستِکمَالِ مَا یُرضِیکَ فِیهِ عَنِّی صَبراً وَیَقِیناً وَإِیمَاناً وَاحتِسَاباً، ثُمَّ تَقَبَّلْ ذَلِکَ مِنِّی بِالأَضعَافِ الکَثِیرَةِ وَالأَجرِ العَظِیمِ. اللَّهُمَّ ارزُقنِی فِیهِ الجِدَّ وَالاجتِهَادَ وَالقُوَّةَ وَالنَّشَاطَ وَالإِنَابَةَ وَالتَّوبَةَ وَالرَّغبَةَ وَالرَّهبَةَ وَالجَزَعَ وَالرِّقَّةَ] وَمَرفُوعَ العَمَلِ وَمُستَجَابَ الدُّعَاءِ، وَلَا تَحُلْ بَینِی وَبَینَ شَیءٍ مِن ذَلِکَ بِعَرَضٍ وَلَا مَرَضٍ وَلَا هَمٍّ بِرَحمَتِکَ یَا أَرحَمَ الرَّاحِمِینَ.

(اے اللہ یہ وہ ماہِ رمضان ہے جس میں تو نے قرآن نازل فرمایا ہے۔ یہ روزہ کا مہینہ ہے۔ یہ اللہ کی طرف رجوع ہونے کا مہینہ ہے۔ یہ توبہ کا مہینہ ہے۔ یہ مغفرت کا مہینہ ہے۔ یہ رحمت کا مہینہ ہے۔ یہ جہنم سے نجات کا مہینہ ہے۔ یہ جنت حاصل کرنے کا مہینہ ہے۔ اے اللہ اس کو میرے لئے سلامت رکھ اور میری طرف سے اس کو سلامتی دے۔ اور اس پر میری اعانت کر بہترین اعانت۔ اس میں مجھے اپنی اطاعت کی توفیق دے۔ اس میں مجھے اپنی عبادت کیلئے، تجھ سے دعا مانگنے، تیری کتاب کی تلاوت کیلئے فارغ رکھ۔ اس میں میرے لئے برکت میں اضافہ کر۔ اس میں میری عافیت کو بہتر کر۔ اس میں میرے بدن کو صحتمند رکھ۔ اس میں میرے لئے میرے رزق میں وسعت دے۔ اس میں جو فکریں مجھے لاحق ہوں اس میں مدد کر۔ اس میں میری دعاؤں کو قبول فرما۔ اس میں مجھے میرے مقصد تک پہنچا دے۔ اے اللہ اس میں مجھ سے اونگھ وسستی وملال وکمزوری وبے رحمی وغفلت ولاپروائی کو دور رکھ۔ اے اللہ تو اس مہینہ میں مجھے روگ، بیماری، رنج وغم، عارضہ اور مرض، خطا وگناہ سے محفوظ رکھ۔ اور اس مہینہ میں بدی، فحش، تکدر، بلاء تعب وتکان کو مجھ سے دور کر بیشک تو دعا کو سننے والا ہے۔ اے اللہ اس مہینہ میں مجھے اپنی پناہ دے شیطان [رجیم] سے، اس کی چالبازی سے، اس کے فریب سے، اس کے پیدل اور سوار سے، اس کے کید سے، اس کے مکر سے، اسکے دھوکے سے، اسکے بہلاوے سے، اسکی چالبازی سے، اس کے فریب سے، اسکے ساتھیوں سے، اسکے دوستداروں سے، اور ان سب کے کید ومکر سے۔ اے اللہ اس مہینہ میں پورے روزے رکھنے کی توفیق دے۔ اس کے قیام میں جتنی مجھے امید ہے وہ پوری ہو اور ان تمام امور کو میں مکمل طور پر انجام دوں جن کی بنا پر تو مجھ سے راضی ہو جائے پورے صبر وایمان ویقین واحتساب کے ساتھ۔ پھر ہمارے اس عمل کو قبول فرما اور اسکا کئی گنا ثواب اور اجر عظیم عطا فرما۔

اے اللہ اس مہینہ میں مجھے جد وجہد وقوت ونشاط وتوبہ وانابت، رغبت وخوف، خضوع وخشوع، نرم دلی، سچی زبان اور تجھ سے خوف، تجھ سے امید، تجھ پر توکل، تجھ پر بھروسہ کرنے کی توفیق دے اور یہ کہ میں ان امور سے اجتناب کروں جن کو تو نے حرام قرار دیا ہے، درست قول اور قابل عمل کے ساتھ [اور یہ کہ میں ان اعمال کو صبر ویقین وایمان واحتساب کے ساتھ مکمل کروں جو تجھے میری طرف سے راضی کردے اور پھر تو انکو قبول فرما کر کئی گنا ثواب اور اجر عظیم عطا فرما۔ اے اللہ مجھے اس مہینہ میں جد وجہد وقوت وخوش دلی ورجوع قلب وتوبہ۔ رغبت وخوف وجزع ورقت قلب] اور بلند ہونے والا عمل ومقبولیت دعا کی توفیق عطا فرما اور میرے اور ان امور کے درمیان کوئی عارضہ، کوئی مرض، کوئی ہم وغم نہ حائل ہو، تجھے تیری رحمت کا واسطہ اے ارحم الراحمین۔

باب: پورے ماہ رمضان میں ہر شب افطار کے وقت کی دعا

(۱۸۵۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب روزہ افطار کرتے تو کہا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ لَکَ صُمْنَا، وَعَلٰی رِزْقِکَ أَفْطَرْنَا فَتَقَبَّلْهُ مِنَّا، ذَهَبَ الظَّمَأُ، وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَبَقِیَ الْأَجْرُ (اے اللہ ہم لوگوں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا پس اس کو ہم لوگوں کی طرف سے قبول کرلے، پیاس تو جاتی رہی لوگوں میں تری آگئی اور اس کا ثواب باقی رہ گیا)۔ [1]

(۱۸۵۳) ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ماہ رمضان میں ہر شب افطار کے وقت یہ کہو: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی أَعَانَنَا فَصُمْنَا وَرَزَقَنَا فَأَفْطَرْنَا، اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا وَأَعِنَّا عَلَیْهِ، وَسَلِّمْنَا فِیهِ، وَتَسَلَّمْهُ مِنَّا فِی یُسْرٍ مِنْکَ وَعَافِیَةٍ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی قَضٰی عَنَّا یَوْماً مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ (حمد اس اللہ کی جس نے ہم لوگوں کی مدد فرمائی تو ہم لوگوں نے روزہ رکھا اور اُس نے ہم لوگوں کو رزق دیا تو

[1] کلینی نے اس حدیث کو کافی ج ۴ ص ۹۵ پر موثق سند سے امام باقرؑ سے اور انہوں نے اپنے آباؑ علیہم السلام سے نقل کیا ہے۔

ہم لوگوں نے افطار کیا۔ اے اللہ یہ ہم لوگوں کی طرف سے قبول فرما اور اس میں ہماری اعانت فرما، اس میں ہم لوگوں کو سلامت رکھ اور اس کو ہم لوگوں کی طرف سے سلامت رکھ اپنی طرف سے آسانی اور عافیت کے ساتھ۔ حمد اس اللہ کی جس نے ہم لوگوں سے ماہ رمضان کا ایک دن پورا کرا دیا)۔

(۱۸۵۴) نیز ان جناب نے فرمایا: روزہ دار کی دعا افطار کے وقت قبول ہوتی ہے۔

باب: روزہ دار کے آداب (روزہ ٹوٹنے کے اسباب)

(۱۸۵۵) محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: روزہ دار چار باتوں سے پرہیز کرے اس کے علاوہ جو چاہے کرے کوئی حرج نہیں ہے۔ کھانے، پینے سے، عورت سے اور پانی کے اندر غوطہ لگانے سے۔

(۱۸۵۶) اور منصور بن یونس کی روایت میں ہے جو انہوں نے ابو بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پر اور ائمہ طاہرین علیہم السلام پر جھوٹ اور افترا پردازی سے روزہ دار کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

(۱۸۵۷) محمد بن مسلم نے آپ ہی جناب سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جب تم روزہ رکھو تو چاہیے کہ تمہارے کان، تمہاری آنکھیں، تمہارا ہر ایک بال اور تمہاری جلد بھی روزہ رکھے اور اسی طرح آپ نے اور بہت سی چیزوں کو گنوایا۔ نیز فرمایا: تمہارا روزہ کا دن بغیر روزہ کے دن جیسا نہ ہونا چاہیے۔

(۱۸۵۸) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے چھ باتوں کو میرے لئے اور ان ہی چھ باتوں کو میرے بعد میرے اوصیاء اور ان کے متبعین کیلئے ناپسند فرمایا ہے ان چھ باتوں میں سے ایک حالت روزہ میں رفث ہے۔ [1]

(۱۸۵۹) ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: روزہ صرف کھانا پینا ترک کرنے کا نام نہیں ہے۔ حضرت مریمؑ نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے روزہ کی نذر کی ہے یعنی خاموش رہنے کی لہٰذا تم لوگ اپنی زبان کو قابو میں رکھو نگاہیں نیچی رکھو اور آپس میں ایک دوسرے سے نہ حسد کرو اور نہ جھگڑا کرو اس لئے کہ حسد ایمان کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

(۱۸۶۰) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں پر فرض ہے کہ ماہِ رمضان میں کثرت سے استغفار اور دعا کرو۔ اس لئے کہ دعا بلاء کو دور کر دیتی ہے اور استغفار تم لوگوں کے گناہوں کو محو کر دیتا ہے۔

(۱۸۶۱) حضرت امام صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: رات کے وقت شعر نہ پڑھو [2] اور ماہ رمضان کے اندر تو رات اور دن دونوں میں شعر نہ پڑھو (آپ کے صاحبزادے) اسماعیل نے پوچھا: بابا اگر چہ ہم لوگوں کے متعلق کیوں نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: ہاں اگر چہ ہم لوگوں کے متعلق کیوں نہ ہو۔ [3]

(۱۸۶۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کسی بندے کو گالی دی جائے اور وہ اس کے جواب میں کہے: میں روزہ سے ہوں تم پر سلام میں تمہیں گالی نہ دونگا جس طرح تم نے مجھے گالی دی ہے تو اللہ تعالیٰ کہے گا: میرے بندے نے میرے دوسرے بندے کے شر سے بچنے کے لئے روزہ سے پناہ چاہی ہے تو میں نے اس کو جہنم سے پناہ دی۔

(۱۸۶۳) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا کہ ایک عورت روزہ کی حالت میں اپنی کنیز کو گالی دے رہی تھی تو آپ نے کھانا منگوایا اور اس عورت سے کہا: لو کھانا کھالو۔ اس نے عرض کیا: میں روزے سے ہوں۔ آپ نے فرمایا: اب تو روزے سے کیسے ہے تو نے تو اپنی کنیز کو گالی دی ہے روزہ فقط کھانے

---

[1] رفث: جماع و فحش گوئی۔ اور یہاں اس سے مراد دوسرا معنی ہے۔ مکمل روایت 'خصال' اردو ترجمہ ص ۱۷۰ پر ہے۔

[2] یہ حدیث 'کافی' ج ۴ ص ۸۸ پر صحیح کی مانند حسن میں شمار کی گئی ہے۔

[3] یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ رات میں شعر پڑھنے سے مطلقاً بچا جائے اور ماہ رمضان میں تو رات ہو یا دن خواہ وہ شعر مدح ائمہ علیہم السلام میں ہو۔

پینے کو چھوڑ دینے کا نام تو نہیں ہے۔[1]

(۱۸۶۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب روزہ رکھو تو چاہیے کہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں بھی روزہ رکھیں اور حرام و قبیح سے پرہیز کریں۔ تم کھانا پینا چھوڑو اور خدمتگار کو اذیت نہ دو۔ تمہیں چاہیے کہ روزہ دار کا وقار قائم رکھو اور اپنے روزے کے دن کو بے روزہ کے دن کے مانند نہ بنا دو۔[2]

اور کوئی حرج نہیں اگر ماہ رمضان میں کوئی روزہ دار حجامت کرائے جس طرح روایت کی گئی ہے۔

(۱۸۶۵) حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے: آپؑ نے فرمایا کہ جب ہم ماہ رمضان میں حجامت کرانے یعنی پچھنا لگوانے کا ارادہ کرتے ہیں تو رات میں حجامت کراتے ہیں۔

(۱۸۶۶) راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ کیا روزہ دار پچھنا لگوائے؟ آپؑ نے فرمایا: جس بات کا خود اس کو خوف ہے اسی کا خوف مجھے بھی اس کے متعلق ہے۔ میں نے عرض کیا آپؑ کو اس کیلئے کیا خوف ہے؟ فرمایا: یہی کہ اس کے صفراوی مواد میں جوش آجائے اور اس پر غشی طاری ہو جائے۔ میں نے عرض کیا: اگر اس میں طاقت ہے اور اس کو کسی بات کا خوف نہ ہو تو؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں ایسی صورت میں اگر وہ چاہے تو پچھنا لگوا سکتا ہے۔

(۱۸۶۷) اور امیر المومنینؑ کسی روزہ دار کے پچھنا لگوانے کو مکروہ و نامناسب سمجھتے تھے کہ کہیں اس پر غشی طاری ہو جائے اور اسے روزہ توڑنا پڑے۔

اور کوئی حرج نہیں اگر ایک روزہ دار ایسا سرمہ لگائے جس میں مشک ہو اور کوئی حرج نہیں اگر سرمہ میں حُضُض (ایک دوا) ہو اور کوئی حرج نہیں کہ دن میں کسی وقت بھی وہ پانی سے یا تر و تازہ عود سے مسواک کرے اور اس کا مزہ پائے۔[3]

(۱۸۶۸) علاء نے محمد بن مسلم سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ سے ابکائی کے متعلق دریافت کیا کہ کیا اس سے روزہ دار کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔

اور روزہ دار کے کلی کرنے یا ناک میں پانی ڈالنے میں کوئی حرج نہیں مگر جب کلی کرے یا ناک میں پانی ڈالے تو اس کی تری جب تک تین مرتبہ نہ تھوک لے نہ گھونٹے۔ اور اگر وہ کلی کر رہا تھا اور حلق میں پانی چلا گیا تو اگر یہ کلی کسی نماز کے وضو کے لئے ہے تو وہ قضا نہیں کرے گا۔

(۱۸۶۹) سماعہ بن مہران نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق جو پیاس کی وجہ سے کلی کر رہا تھا کہ اس کے حلق میں پانی چلا گیا؟ تو آپؑ نے فرمایا: وہ اس روزے کی قضا کرے گا اور اگر وہ کلی وضو کیلئے کر رہا تھا تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

(۱۸۷۰) راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے ماہ رمضان میں قے کی متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اگر بے اختیار قے آگئی ہے تو کوئی حرج نہیں اور اگر اس عمداً قے کی ہے تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا وہ اس کی قضا کریگا۔

(۱۸۷۱) اور احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے ماہ رمضان میں کسی سبب سے حقنہ لے لیا؟ تو آپؑ نے فرمایا: روزہ دار کیلئے حقنہ لینا جائز نہیں ہے۔ اور روزہ دار کیلئے یہ جائز نہیں کہ ناک سے کوئی چیز اوپر چڑھائے لیکن اگر کان میں دوا ڈالے تو کوئی حرج نہیں ہے اور اس میں بھی حرج نہیں کہ بچے کو کھلانے اور شیر خوار کے لئے اپنے دانتوں سے روٹی کچلے بغیر اس کے کہ حلق کے اندر کچھ جائے اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ خوشبو سونگھے لیکن وہ خوشبو سفوف کی قسم سے نہ ہو۔ اس لئے کہ وہ سفوف دماغ تک پہنچے گا۔ اور اس میں بھی کوئی حرج

---

[1] کلینی نے ج ۴ ص ۸۷ پر جراح مدائنی کے حوالے سے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔

[2] کلینی نے ج ۴ ص ۸۹ پر ابوبصیر کے حوالے سے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔

[3] کافی ج ۴ ص ۱۱۱ میں حسین بن علاء کی اسناد سے روایت ہے کہ کہا: میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روزہ دار کے مسواک کرنے کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا: ہاں مسواک کرے دن میں جس وقت چاہے۔

نہیں اگر باورچی روزہ کی حالت میں اپنی زبان سے بغیر کچھ نگلے ہوئے شوربہ چکھ لے تا کہ معلوم کرے کہ یہ میٹھا ہے یا ترش۔

(۱۸۷۲) منصور بن حازم سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک شخص روزہ سے ہے وہ اپنے منہ میں کسی پھل کی گٹھلی رکھ لے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: اور انگوٹھی رکھے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

اگر کسی شخص کو ماہ رمضان کے اندر دن میں احتلام (بدخوابی) ہو جائے تو وہ اپنا روزہ پورا کرے اس پر اس کی قضا نہیں ہے۔

(۱۸۷۳) عمار بن موسیٰ ساباطی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اس نے آپؑ سے دریافت کیا کہ روزہ دار اپنی ڈاڑھ نکلوا لے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں بلکہ اپنے منہ کو بھی خون آلود نہ کرے۔

(۱۸۷۴) حسن بن راشد سے روایت کی گئی ہے انکا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام جب روزہ رکھتے تو خوشبو سونگھا کرتے اور فرمایا کرتے: خوشبو روزہ دار کے لئے تحفہ ہے۔

(۱۸۷۵) علاء نے محمد بن مسلم سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ آپؑ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص روزہ کی حالت میں ہے اور حمام جاتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اس کو کمزوری کا خوف نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ اور ایک روزہ دار کیلئے کسی سن رسیدہ بوڑھے کا بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں لیکن کسی نوجوان کا بوسہ نہ لے اس لئے کہ ہو سکتا ہے ہے اسکی شہوت ابھر آئے۔

(۱۸۷۶) نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص حالت صوم میں اپنی زوجہ کا بوسہ لیتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ اس کے لئے ایک پھول ہی تو ہے جس کو وہ سونگھتا ہے۔

مگر بہتر ہے کہ روزہ دار بوسہ سے پرہیز کرے۔

(۱۸۷۷) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں میں سے کسی ایک کو حیا نہیں آتی کہ دن بھر رات تک کیلئے صبر کرے اس لئے کہ انسان جب طمانچہ مارنا شروع کرتا ہے تو نوبت قتل تک بھی پہنچ جایا کرتی ہے۔ [۱]

اور اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو چمٹا لے اور اس کی منی اچھل کر نکل آئے تو اس پر واجب ہے کہ ایک غلام کفارہ میں آزاد کرے۔ [۲]

(۱۸۷۸) اور رفاعہ بن موسیٰ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو ماہ رمضان میں اپنی کنیز کو مس کرتا ہے اور اسکے منی (رطوبت) نکل آتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر یہ کنیز اس پر حرام ہو تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہیے ایسا استغفار کہ وہ اب کبھی ایسا نہ کرے گا۔ اور ایک دن کے بدلے ایک دن روزہ رکھے گا۔

(۱۸۷۹) سماعہ نے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جو ماہِ رمضان میں اپنی زوجہ سے چمٹ جاتا ہے۔ فرمایا: اگر اسے اپنے نفس پر بھروسہ ہے تو کوئی حرج نہیں۔

(۱۸۸۰) اور محمد بن فیض تیمی نے ابن رئاب سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ وہ روزہ دار کو نرجس سونگھنے کے لئے منع کر رہے تھے تو میں نے عرض کیا: یہ کیوں؟ آپؑ نے فرمایا: اس لئے کہ یہ عجمیوں کا پھول ہے۔

(۱۸۸۱) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ کیا حالت احرام میں کوئی شخص ریحان سونگھ سکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ عرض کیا گیا: اور روزہ دار؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ عرض کیا گیا: کیا روزہ دار شخص لوبان اور بخارات سونگھ سکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔ عرض کیا گیا: اسکو خوشبو

---

[۱] یعنی جس طرح طماچہ سے قتل کی نوبت آجاتی ہے اسی طرح بوسے سے جماع کی نوبت آجاتی ہے۔

[۲] شیخ نے تہذیب ج اص ۴۴۲ پر اپنی اسناد سے ابو بصیر سے روایت کی ہے کہ کہا: میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے (روزہ کی حالت میں) اپنی زوجہ کے جسم کے کسی حصہ پر ہاتھ رکھا اور اس کی منی اچھل کر نکل آئی۔ فرمایا: اس کا کفارہ یہ ہے کہ دو ماہ لگاتار روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا ایک غلام آزاد کرے۔

سونگھنا کیسے حلال ہو گیا اور گل ریحان سونگھنا کیسے ناجائز ہو گیا؟ فرمایا: اس لئے کہ خوشبو سونگھنا سنت ہے۔ اور ریحان سونگھنا روزہ دار کیلئے بدعت ہے۔

(۱۸۸۲) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام جب روزہ سے ہوتے تو ریحان نہیں سونگھتے تھے۔ آپؑ سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: میں ناپسند کرتا ہوں کہ میرے روزے میں کوئی لذت مخلوط ہو۔

(۱۸۸۳) اور روایت کی گئی ہے کہ جو شخص روزہ کی حالت میں دن کو اول وقت خوشبو سونگھے گا تو بہت ممکن ہے کہ اس کی عقل جاتی رہے۔

(۱۸۸۴) محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو روزہ رکھے ہوئے ہے اور اسے سردی محسوس ہو رہی ہے۔ کیا وہ اپنی زوجہ کے ساتھ لحاف میں لیٹ رہے؟ آپؑ نے فرمایا: ان دونوں کے درمیان کوئی کپڑا ہونا چاہیے۔

اور عبداللہ بن سنان نے آنجنابؑ سے بوڑھے شخص کیلئے ایک بستر میں لیٹنے کی اجازت کی روایت کی ہے۔

(۱۸۸۵) حنان بن سدیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کوئی روزہ دار پانی میں اتر کر نہائے دھوئے؟ آپؑ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں مگر پانی میں غوطہ نہ لگائے۔ اور عورت پانی میں اتر کر نہ نہائے اس لئے کہ وہ اپنی شرمگاہ سے پانی کو اٹھا لیتی ہے۔

باب: عمداً یا بھول سے روزہ ٹوٹنے یا مجامعت سے روزہ ٹوٹنے کا کفارہ

(۱۸۸۶) حسن بن محبوب نے عبداللہ بن سنان سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق روایت کی ہے کہ جس نے ماہ رمضان میں ایک دن بلا کسی عذر کے عمداً روزہ توڑ دیا تو آپؑ نے فرمایا کہ وہ ایک غلام آزاد کرے یا دو ماہ تک بلا ناغہ روزہ رکھے یا ساٹھ (۶۰) مسکینوں کو کھانا کھلائے اور اگر اس کی قدرت نہیں رکھتا تو پھر جو کچھ ممکن ہو تصدق کرے۔

(۱۸۸۷) عبدالمومن بن قاسم انصاری نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے بیان کیا: ایک مرتبہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں ہلاک ہو گیا، میں نے خود کو ہلاک کر لیا۔ آپؐ نے فرمایا: تجھے کس (شے) نے ہلاک کیا؟ اس نے عرض کیا کہ میں نے ماہ رمضان میں بحالت روزہ اپنی زوجہ سے مقاربت کر لی۔ آپؐ نے فرمایا: تم ایک غلام آزاد کرو۔ اس نے کہا: مگر میں اتنی استطاعت نہیں رکھتا۔ آپؐ نے فرمایا: پھر تم دو مہینہ تک بلا ناغہ روزہ رکھو۔ اس نے عرض کیا: مگر مجھ میں اتنی طاقت نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: پھر ساٹھ (۶۰) مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ اس نے عرض کیا: مگر میرے پاس اتنی کمائی نہیں۔ یہ سن کر آنحضرتؐ کھجوروں کا ایک گچھا ایک ٹوکری میں لائے جس میں پانچ صاع (14.15323 کلوگرام) کھجوریں تھیں اور فرمایا: اسے لو اور تصدق کر دو۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے ان دونوں آبادیوں میں کوئی گھرانا ان کھجوروں کا ہم لوگوں سے زیادہ ضرورت مند نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا اسے لو اور تم بھی کھاؤ اور تمہارے گھر والے بھی کھائیں یہ تمہاری طرف سے کفارہ ہے۔

(۱۸۸۸) اور جمیل بن دراج کی روایت میں ہے جو انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے کہ وہ ٹوکری جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے تھے اس میں بیس (۲۰) صاع (56.61292 کلوگرام) کھجوریں تھیں۔

(۱۸۸۹) ادریس بن ہلال نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا کہ جس نے ماہ رمضان میں اپنی عورت سے مجامعت کی تو آپؑ نے فرمایا: اس پر بیس (۲۰) صاع کھجوریں (کفارہ) ہیں اور یہی حکم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو دیا جس نے آپؐ سے اس کے متعلق دریافت کیا تھا۔

(۱۸۹۰) محمد بن نعمان نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس نے ماہ رمضان میں دن کو

روزہ توڑ دیا تو آپؑ نے فرمایا: اسکا کفارہ دو (۲) جریب طعام ہے اور وہ وزن میں بیس (۲۰) صاع ہوتا ہے۔

(۱۸۹۱) اور مفضل بن عمر کی روایت میں ہے جو انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق جس نے عورت سے مجامعت کی جب کہ وہ خود بھی روزے سے تھا اور عورت بھی روزے سے تھی تو آپؑ نے فرمایا: اگر اس نے عورت کو مجبور کیا تھا تو اس مرد پر دو کفارے ہونگے اور اگر عورت خود بھی راضی تھی تو اس مرد پر ایک کفارہ اور اس عورت پر ایک کفارہ ہوگا اور اگر زبردستی کیا تو اس پر پچاس کوڑے (نصف حد) لگیں گے اور اگر عورت اس کی بات مان گئی تھی تو اس مرد کو پچیس کوڑے اور اس عورت کو پچیس کوڑے لگائے جائیں گے۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے متعلق یہ بات اصول میں کہیں نہیں پائی علی بن ابراہیم بن ہاشم اس روایت میں منفرد اور تنہا ہیں۔

(۱۸۹۲) حسن بن محبوب نے ہشام بن سالم سے انہوں نے برید عجلی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس کے لئے بہت سے لوگوں نے گواہیاں دیں کہ اس نے ماہ رمضان میں تین دن روزہ نہیں رکھا۔ تو آپؑ نے فرمایا: اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا تو ماہ رمضان میں روزہ رکھنے کو گناہ سمجھتا ہے اگر وہ کہے کہ نہیں تو امام پر لازم ہے کہ اس کو قتل کر دے اور اگر وہ کہے کہ ہاں گناہ سمجھتا ہوں تو امام کے لئے لازم ہے اس کی پٹائی کرے اور سزا دے۔

(۱۸۹۳) اور سماعہ کی روایت میں ہے جو اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس کو ماہ رمضان میں تین مرتبہ روزہ توڑتے ہوئے پکڑا گیا اور تینوں مرتبہ اس کو امام کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ تیسری مرتبہ قتل کر دیا جائے گا۔

(۱۸۹۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص ماہ رمضان میں ایک دن بھی روزہ توڑے گا اس سے ایمان کی روح نکل جائے گی۔ اور جو شخص ماہ رمضان میں عمداً روزہ توڑے گا اس پر (تینوں کفاروں میں سے) ایک کفارہ لازم ہوگا اور اس کی جگہ ایک روزہ رکھے گا گو کہ یہ اس اصل روزے کے مثل نہیں ہو سکتا۔

اور وہ حدیث جس میں یہ روایت کی گئی کہ جو شخص ماہ رمضان میں ایک دن عمداً روزہ توڑے گا تو اس پر تینوں کفارے لازم ہونگے تو میں اس حدیث کی بنیاد پر اس شخص کے لئے فتوی دیتا ہوں جو حرام کے ساتھ مجامعت کر کے یا حرام چیز کھا کر روزہ توڑے اس وجہ سے کہ یہ دونوں باتیں ابی الحسین اسدی کی روایت میں ان توقیعات کے اندر موجود ہیں جو ان کے پاس شیخ ابی جعفر محمد بن عثمان عمری قدس اللہ روحہ کی طرف سے وارد ہوئیں۔

(۱۸۹۵) حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق پوچھا جو روزہ سے تھا مگر بھول کر کچھ کھا پی لیا اور بعد میں اسے یاد آیا کہ ارے میں تو روزے سے تھا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ روزہ نہیں توڑے گا بلکہ اپنا روزہ پورا کرے گا یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو رزق مل گیا تھا۔

(۱۸۹۶) عمار بن موسیٰ نے آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو روزہ سے تھا مگر بھول کر اس نے اپنی زوجہ سے مجامعت کر لی۔ آنجنابؑ نے فرمایا: وہ غسل کر لے اس پر کچھ نہیں ہے۔

اس کتاب کے مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حکم ماہِ رمضان اور غیرِ ماہِ رمضان دونوں کے روزوں کے لئے ہے اس میں قضا واجب نہیں ہے ائمہ طاہرین علیہم السلام سے اسی طرح روایت ہے۔

(۱۸۹۷) اور علی بن رئاب نے ابراہیم بن میمون سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو ماہ رمضان میں شب کے وقت جنب ہوا پھر غسل کرنا بھول گیا یہاں تک کہ ایک جمعہ نکل گیا یا پورا ماہ رمضان نکل گیا۔

آپؑ نے فرمایا: وہ پوری نمازوں اور پورے روزوں کی قضا کرے گا۔

(۱۸۹۸) اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص اول ماہِ رمضان میں مجامعت کرے اور غسل کرنا بھول جائے یہاں تک کہ ماہِ رمضان نکل جائے تو اس پر لازم ہے غسل کرے اور پوری نمازوں اور روزوں کی قضا کرے لیکن اگر اس نے اس درمیان میں جمعہ کا غسل کر لیا تو وہ صرف جمعہ تک کی قضا کرے گا اس کے بعد کی نہیں۔

(۱۸۹۹) اور ابی نصر کی روایت میں ہے جو انہوں نے ابوسعید قماط سے کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا ایک ایسے شخص کے متعلق جو ماہ رمضان میں اول شب جنب ہو گیا مگر وہ صبح تک سوتا رہ گیا؟ آپؑ نے فرمایا: اس پر کچھ نہیں ہے اس لئے کہ اس کی جنابت وقت حلال میں ہوئی تھی۔

(۱۹۰۰) ابن ابی یعفور نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو ماہ رمضان میں جنب ہو گیا پھر جاگا اور پھر سو گیا پھر جاگا اور پھر سو گیا اور صبح تک سوتا رہا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ اس روزہ کو بھی پورا کرے گا اور دوسرے دنوں میں اس کی قضا بھی کرے گا اور اگر وہ جنب ہونے کے بعد صبح تک نہیں جاگا ہے تو وہ اپنے اس روزہ کو پورا کرے گا یہ اس کے لئے جائز ہے۔

(۱۹۰۱) عبداللہ بن سنان نے آنجنابؑ سے دریافت کیا ایک ایسے شخص کے متعلق کہ جو ماہ رمضان کے قضا روزے رکھ رہا تھا کہ رات کے ابتدائی حصہ میں جنب ہو گیا مگر اس نے غسل نہیں کیا یہاں تک کہ صبح ہو گئی؟ آپؑ نے فرمایا: وہ اس دن روزہ نہ رکھے دوسرے دن رکھے۔

(۱۹۰۲) عیص بن قاسم نے آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جو ماہِ رمضان میں سو رہا تھا کہ اسے احتلام ہو گیا وہ جاگا اور غسل کرنے سے پہلے پھر سو گیا؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

(۱۹۰۳) محمد بن فضیل نے ابوالصباح کنانی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے روزہ رکھا۔ آسمان پر بادل چھایا ہوا تھا اس کو گمان ہوا کہ آفتاب غروب ہو گیا ہے پس اس نے افطار کر لیا اس کے بعد بادل چھٹا تو معلوم ہوا کہ ابھی آفتاب غروب نہیں ہوا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس کا روزہ پورا ہو گیا وہ اس کی قضا نہیں رکھے گا۔

(۱۹۰۴) حماد نے حریز سے انہوں نے زرارہ سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: مغرب کا وقت آفتاب کی ٹکیا غائب ہو جائے تب آتا ہے لیکن اگر تم مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد دیکھو کہ ابھی آفتاب کی ٹکیا نہیں غائب ہوئی ہے تو دوبارہ نماز پڑھو۔ اور تمہارا روزہ ہو گیا لیکن اگر تم کچھ کھا رہے ہو تو کھانے سے ہاتھ روک لو۔

اور زید شحام نے بھی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسی ہی روایت کی ہے اور ان ہی احادیث کی بناء پر میں فتویٰ دیتا ہوں۔ اس حدیث کی بنیاد پر فتویٰ نہیں دیتا کہ جس میں کہا گیا کہ اس شخص پر قضا واجب ہے کیونکہ یہ سماعہ بن مہران کی روایت ہے جو واقفی (اس فرقے سے جو امام ہفتم پر ٹھہر جاتے ہیں) تھا۔

باب: عمر کی وہ حد جس میں لڑکوں سے روزہ رکھوایا جائے

(۱۹۰۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لڑکا جب نو سال کا ہو جائے تو اس سے روزہ رکھوایا جائے جس وقت تک اس کی برداشت ہو۔ اگر وہ ظہر یا اس کے بعد تک برداشت کر لیتا ہے تو اس وقت تک رکھے اور جب اس پر بھوک یا پیاس غالب آجائے تو افطار کر لے۔[1]

[1] کلینی نے اسی طرح صحیح کی مانند حسن حدیث میں حلبی سے اور انہوں نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

(۱۹۰۶) اسماعیل بن مسلم نے آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر لڑکا تین دن تک مسلسل روزہ برداشت کر جائے تو پھر اس پر پورے ماہ رمضان کا روزہ واجب ہے۔

(۱۹۰۷) اور سماعہ نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ کوئی لڑکا کب سے روزہ رکھے؟ آپؑ نے فرمایا: جب اس میں روزہ رکھنے کی قوت آجائے۔

(۱۹۰۸) اور معاویہ بن وھب کی روایت میں ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ بچے سے کب روزہ رکھوایا جائے تو آپؑ نے فرمایا: جب وہ پندرہ یا چودہ سال کے درمیان ہو اور اگر وہ اس سے پہلے ہی روزہ رکھنے لگتا ہے تو اس کو روزہ رکھنے دیا جائے۔ چنانچہ میرے فلاں لڑکے نے اس سے پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیا تو میں نے اسے روزہ رکھنے کیلئے چھوڑ دیا۔

(۱۹۰۹) اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ لڑکے کو جب احتلام ہونے لگے تو اس پر روزہ فرض ہے اور لڑکی کو جب حیض آنے لگے تو اس پر روزہ فرض ہے۔[1]

مندرجہ بالا تمام احادیث متفق المعانی ہیں یعنی لڑکا جب نو برس سے چودہ یا پندرہ کے درمیان ہو یا اس کو احتلام ہونے لگے تو اس سے روزہ رکھوایا جائے اور اسی طرح لڑکی کو جب حیض آنے لگے۔ اور ان دونوں پر احتلام اور حیض کے بعد روزہ رکھنا واجب ہے اور اس سے پہلے تادیب کیلئے روزہ رکھوایا جائے۔

باب: چاند دیکھ کر روزہ اور چاند ہی دیکھ کر افطار

(۱۹۱۰) محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب تم ماہ رمضان کا ہلال دیکھو تو روزہ رکھو اور جب (ماہ شوال کا) ہلال دیکھو تو روزہ چھوڑ دو اور یہ کسی کی رائے اور کسی کے ظن و گمان پر نہیں ہوتا ہے اور نہ اس طرح کی رویت ہلال کہ دس آدمی چاند دیکھنے کھڑے ہوئے اور ان میں سے ایک کہے کہ وہ چاند ہے وہ چاند ہے اور نو آدمی دیکھیں اور ان کو نظر نہ آئے بلکہ جب ایک دیکھ لے تو ہزار بھی دیکھ لیں۔

(۱۹۱۱) فضل بن عثمان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ان جنابؑ نے فرمایا: اہل قبلہ پر رویت کے سوا کچھ فرض نہیں۔ اور مسلمانوں پر چاند دیکھنے کے سوا اور کچھ فرض نہیں ہے۔

(۱۹۱۲) اور قاسم بن عروہ کی روایت میں ہے جو انہوں نے ابوالعباس فضل بن عبدالملک سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: (ماہ رمضان کا) روزہ رویتِ ہلال پر اور افطار (عید فطر) رویتِ ہلال پر منحصر ہے اور رویت یہ نہیں ہے کہ ایک شخص نے دیکھا نہ یہ کہ دو نے دیکھا نہ یہ کہ پچاس نے دیکھا (اگر یہ عادل نہیں تو مفید علم نہیں ہے)۔

(۱۹۱۳) اور محمد بن قیس کی روایت میں ہے جو انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: حضرت امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم لوگ ہلال (ماہِ شوال) دیکھو تو عید الفطر مناؤ یا (خود نہ دیکھو تو) مسلمانوں میں سے عادل لوگ رویت کی گواہی دیں۔ اور اگر تم کو ہلال دن کے وسط یا دن کے آخری حصہ سے نظر آنے لگے تو اپنا روزہ رات شروع ہونے تک پورا کرو اور اگر تم لوگوں پر رویت مبہم و مخفی ہو جائے تو تیس راتیں شمار کر لو پھر افطار کرو۔

(۱۹۱۴) اور حلبی کی روایت میں ہے جو انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے۔ آپؑ نے بیان فرمایا: حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ رویتِ ہلال کا ثبوت بغیر دو عادل مردوں کی گواہی کے درست نہیں ہے۔

---

[1] یہ حکم واجب روزہ کے لئے ہے جس کے چھوڑ دینے پر سزا ہے۔ شیخ نے 'تہذیب' کی جلد دوم ص ۴۴۴ پر اس حدیث کو ابوبصیر سے نقل کیا ہے اور انہوں نے روایت کی ہے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے۔

(۱۹۱۵) اور سماعہ نے آنجنابؑ سے ماہ رمضان کے اس دن کیلئے سوال کیا جس میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے تو آپؑ نے فرمایا: اگر اھلِ شہر بر بنائے رویت ہلال اس دن کے روزے پر مجتمع ہو جائیں اور پانچ سو اہل شہر مجتمع ہوں تو روزہ رکھو۔

(۱۹۱۶) حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: رویت ہلال کے سلسلہ میں عورتوں کی گواہی قبول نہ کرو اس کیلئے دو عادل مردوں کی گواہی ہونی چاہیے۔[1]

(۱۹۱۷) اور علی بن جعفر نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے ماہ شوال کا چاند تنہا دیکھا اور اس کے سوا کسی دوسرے نے نہیں دیکھا تو کیا اس پر روزہ رکھنا لازم ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اس کو رویت ہلال میں ذرا بھی شک نہ ہو تو وہ عیدالفطر منائے ورنہ لوگوں کے ساتھ روزہ رکھے۔

(۱۹۱۸) محمد بن مرازم نے اپنے والد سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر ہلال طوق کے مانند ہو جائے تو دوسری شب کا ہے اور اگر اس میں سر کا سایہ نظر آئے تو تیسری کا ہے۔

(۱۹۱۹) حماد بن عیسیٰ نے اسماعیل بن حر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر ہلال شفق سے پہلے غائب ہو جائے تو اسی شب (پہلی) کا ہے اور اگر شفق کے بعد غائب ہو تو دوسری کا ہے۔

(۱۹۲۰) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اگر ماہ رجب کی رویت ہلال صحیح ہو تو انسٹھ (۵۹) دن شمار کرو اور ساٹھویں (۶۰) دن روزہ رکھو۔

(۱۹۲۱) اگر تمہیں یاد ہے کہ تم نے گزشتہ ماہ رمضان میں کس دن روزے شروع کیے تھے تو آئندہ سال اس دن سے پانچ دن شمار کر لو اور پانچویں دن (رمضان کا پہلا) روزہ رکھو۔

(۱۹۲۲) ابان بن عثمان نے عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے: میں نے آنجنابؑ سے عرض کیا کہ ایک شخص ہے جس کو رومیوں نے اسیر کیا ہوا ہے اور اس کو ماہ رمضان کا صحیح پتہ نہیں اور اسے نہیں معلوم کہ یہ کونسا مہینہ ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ ایک مہینہ رمضان کے قصد اور گمان سے روزہ رکھے اب اگر اس نے یہ روزے ماہ رمضان سے پہلے رکھ لیے ہیں تو اس کی طرف سے واجب ادا نہ ہوگا۔ اور اگر ماہ رمضان کے بعد رکھے ہیں تو واجب ادا ہو جائے گا۔

(۱۹۲۳) عیص بن قاسم نے آں جناب علیہ السلام سے دریافت کیا کہ جب کوئی ساری قوم کو دیکھے کہ وہ اس امر پر متفق ہو گئی ہے کہ یہ ہلال دوسری شب کا ہے تو کیا اس کیلئے یہ جائز ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

باب: یوم شک کا روزہ

(۱۹۲۴) اور امیر المومنینؑ سے مشکوک دن کے روزے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اگر میں شک کی بنا پر شعبان میں ایک دن روزہ رکھوں تو میرے لئے یہ بہتر ہے کہ میں رمضان کے ایک دن کا روزہ نہ رکھوں قضا کرلوں مگر یہ جائز ہے کہ اس نیت سے روزہ رکھا جائے کہ شعبان کا دن ہے اب اگر وہ رمضان کا دن ہو تو وہ رمضان میں محسوب ہو جائیگا اور اگر شعبان کا دن ہو تو کوئی حرج نہیں اور اگر کوئی شخص شک کرتے ہوئے کہ یہ شعبان کا دن ہے یا رمضان ہے اور پھر روزہ رکھے تو اگر وہ رمضان کا دن بھی ہو تو اس دن کے روزے کی قضا کرنی پڑے گی۔ اس لئے کہ فرائض میں سے کوئی چیز اس وقت تک قبول نہ ہوگی جب تک اس پر یقین نہ ہو۔ اور یہ بھی جائز نہیں کہ یوم شک میں اس بات کی نیت کرلی جائے کہ یہ رمضان کا دن ہے۔

(۱۹۲۵) اس لئے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا: اگر میں رمضان کے ایک دن کا روزہ چھوڑ دوں تو میرے لئے یہ زیادہ پسندیدہ ہے اس بات سے کہ میں

[1] کلینی نے 'کافی' ج ۴ ص ۷۷ پر حماد بن عثمان سے اور انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: علی علیہ السلام نے فرمایا۔۔۔

شعبان میں ایک دن روزہ رکھوں اور ماہ رمضان میں ایک دن زائد کرلوں۔

(۱۹۲۶) اور بشیر نبال نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یوم الشک کے روزے کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: تم اس دن روزہ رکھ لو اگر وہ شعبان کا دن ہوا تو وہ مستحب میں محسوب ہوگا اور اگر رمضان کا دن ہوا تو اللہ تعالیٰ نے تم کو اس دن روزہ کی توفیق دیدی۔

(۱۹۲۷) اور عبدالکریم بن عمرو نے آنجنابؑ سے عرض کیا کہ میں نے اپنی ذات پر یہ فرض کرلیا ہے کہ امام قائم علیہ السلام کے ظہور تک میں مسلسل روزے رکھوں گا تو آپؑ نے فرمایا: اچھا تو پھر سفر میں روزہ نہ رکھنا، نہ عیدین میں رکھنا، نہ ایام تشریق میں رکھنا اور نہ یوم الشک میں روزہ رکھنا۔

اور جو شخص کسی شہر میں ہو اور اس میں کوئی حاکم و بادشاہ ہو تو اسی کے ساتھ روزہ رکھے اور اسی کے ساتھ افطار کرے اس لئے کہ اس کے خلاف کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ کے اس نہی میں داخل ہوجائے گا کہ اس نے کہا ہے: ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (تم لوگ خود کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو) (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۹۵)۔

(۱۹۲۸) اور عیسیٰ بن ابی منصور سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ جس دن کے متعلق لوگوں کو شک تھا (کہ یہ رمضان کا دن ہے یا نہیں) میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا آپؑ نے فرمایا: اے غلام جا دیکھ آ کہ یہاں کا حاکم روزہ سے ہے یا نہیں۔ چنانچہ غلام گیا اور واپس آ کر بولا کہ حاکم روزے سے نہیں ہے۔ تو آپؑ نے کھانا منگوایا اور ہم لوگوں نے آپؑ کے ساتھ کھانا کھایا۔

(۱۹۲۹) اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر میں یہ کہوں کہ تقیہ ترک کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے نماز ترک کرنے والا تو میں اپنے اس قول میں سچا ہوں گا۔

(۱۹۳۰) نیز آپؑ نے فرمایا: جس کے پاس تقیہ نہیں اس کے پاس کوئی دین نہیں [۱]

(۱۹۳۱) اور عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی نے سہل بن سعد سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو رویتِ ہلال سے قبل رویت ہلال کی بنا پر روزہ رکھے اور رویت ہلال سے قبل رویت ہلال کی بنا پر یوم فطر منائے۔ میں نے عرض کیا: فرزند رسول پھر یوم شک کے روزے کے متعلق آپؑ کیا فرماتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: مجھ سے بیان کیا میرے پدر بزرگوار نے روایت کرتے ہوئے میرے جد نامدار سے اور انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے کہ امیرالمومنینؑ نے ارشاد فرمایا: اگر میں ماہ شعبان کی نیت سے ایک دن روزہ رکھ لوں تو مجھے یہ پسند ہے اس امر سے کہ میں ماہ رمضان میں ایک دن روزہ نہ رکھوں۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ ارشاد کرتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کو میں سوائے عبدالعظیم بن عبداللہ کے طریقہ کے علاوہ کسی اور طریقہ سے نہیں جانتا موصوف رضی اللہ تعالیٰ مقام رے میں مقابر شجرہ کے اندر مدفون ہیں اور یہ امام سے رضایافتہ تھے۔

باب: ایک شخص ماہ رمضان کے چند روز گزر جانے کے بعد اسلام لایا

(۱۹۳۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو ماہ رمضان کے نصف دن گذر جانے کے بعد اسلام لایا کہ اب اس پر روزہ کے متعلق کیا فرض ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ جس دن اسلام لایا ہے اسی دن سے روزہ رکھے جو تاریخیں گذر گئیں ان کے روزوں کی قضا اس پر فرض نہیں ہے۔

(۱۹۳۳) صفوان بن یحییٰ نے عیص بن قاسم سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا ایک ایسی قوم کے متعلق جو ماہ رمضان میں اسلام لائی جب ماہ رمضان کے چند دن گذر چکے تھے تو کیا ان پر گذشتہ دنوں کے بھی روزے واجب ہیں

[۱] کلینی نے ج ۲ ص ۲۱۷ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں ابی عمر اعجمی سے اور اس نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

یا صرف اس دن سے جب وہ اسلام لائے؟ آپؑ نے فرمایا: ان پر گذشتہ دنوں کی قضا واجب نہیں ہے اور نہ اس کی جس دن وہ اسلام لائے جب تک کہ وہ طلوع فجر سے پہلے اسلام نہ لائے ہوں۔

باب: وقت جس پر افطار حلال ہے اور نماز واجب ہے

(۱۹۳۴) عمرو بن شمر نے جابر سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد کیا: جب قرصِ آفتاب غائب ہو جائے تو روزہ دار افطار کرے اور نماز کا وقت بھی آ گیا ہے۔

اور میرے والد رضی اللہ عنہ نے اپنے خط میں تحریر فرمایا کہ جب تین تارے ظاہر ہو جائیں تو تمہارے لئے افطار حلال ہے۔ اور یہ غروب آفتاب کے ساتھ ہی طلوع ہوتے ہیں۔

اور اسے ابان نے زرارہ سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کیا ہے۔

(۱۹۳۵) حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ سے سوال کیا گیا کہ افطار نماز مغرب سے پہلے کر لیا جائے یا اس کے بعد؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اس کے ساتھ کچھ ایسے لوگ ہیں کہ اس نے نماز شروع کر دی تو ڈر ہے کہ ان کے افطار میں رکاوٹ پڑے گی تو ان لوگوں کے ساتھ افطار کر لے اور اگر ایسا نہیں ہے تو پہلے نماز پڑھ لے پھر افطار کرے۔

باب: وہ وقت جب روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے اور نماز صبح پڑھنا جائز ہوتا ہے

(۱۹۳۶) عاصم بن حمید نے ابی بصیر لیث مرادی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ روزہ دار پر کھانا پینا کس وقت سے حرام ہو جاتا ہے اور نماز فجر پڑھنا جائز ہوتا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: جب فجر جو ایک سفید چادر کے مانند ہوتی ہے طالع ہو جائے تو اس وقت سے روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے اور اس کے لئے نماز فجر پڑھنا جائز ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا: ہم لوگوں کے لئے طلوع آفتاب تک نمازِ فجر کے لئے وقت نہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ارے تم کہاں جا رہے ہو وہ تو بچوں کے لئے وقت ہے۔

(۱۹۳۷) ابو بصیر نے ان دونوں ائمہ علیہما السلام میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے قول خدا کے متعلق کہ: **کلوا و اشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر** (سورۂ بقرہ ۱۸۷) (اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری رات کی کالی دھاری سے الگ نمایاں ہو جائے) تو آپؑ نے فرمایا کہ یہ آیت خوّات بن جبیر انصاری [۱] کے متعلق نازل ہوئی۔ وہ خندق میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور روزے سے تھے یہاں تک کہ اسی حال میں شام ہو گئی اور اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے یہ حکم تھا کہ اگر کوئی شخص رات کو سو جائے تو پھر اس پر کھانا پینا حرام تھا۔ چنانچہ جب شام ہو گئی تو اپنے گھر آئے اور بیوی سے پوچھا: تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ انہوں نے جواب دیا: سونا نہیں ہم تمہارے لئے کھانا تیار کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے تکیہ لگایا تو نیند آ گئی۔ بیوی نے کہا: ہم نے کھانا تیار کر دیا۔ انہوں نے کہا: اچھا (مگر کھایا نہیں) اور اسی حالت میں صبح ہو گئی تو پھر خندق کھودنے میں لگ گئے مگر اب ان کو غش آنے لگا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادھر سے گذرے اور ان کا حال دیکھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ **کلوا و شربوا... من الفجر** [۱]

---

[۱] خوّات کو شیخ نے اصحاب امیر المومنین کے راویوں میں شمار کیا ہے اور وہ بدری تھے۔ اور اسد الغابہ میں ہے: خوات بن جبیر رسول اللہؐ کے ساتھ بدر کے لئے نکلے تو انہیں صفراء لاحق ہو گیا، وہ اپنی پنڈلی پتھر پر مار رہے تھے چنانچہ وہ واپس ہو گئے (البتہ) رسول اللہؐ نے انہیں غنیمت میں حصہ دیا۔ اور ابن اسحاق کہتے ہیں: خوات بدر میں شریک نہیں ہوئے لیکن رسول اللہؐ نے غنیمت میں اصحاب بدر کے ساتھ انہیں بھی حصہ دیا۔

(۱۹۳۸) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: دن کی سفیدی رات کی سیاہی سے۔[1]

(۱۹۳۹) اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اس سے مراد وہ فجر ہے جس میں کوئی شک نہ ہو۔

(۱۹۴۰) اور سماعہ بن مہران نے آنجناب علیہ السلام سے ایسے دو شخصوں کے متعلق دریافت کیا کہ دونوں نے کھڑے ہو کر فجر پر نظر ڈالی تو ایک نے کہا: یہ فجر ہے۔ دوسرے نے کہا: میں تو کچھ نہیں دیکھتا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ شخص جس پر فجر ظاہر نہیں ہوئی ہے وہ کھانے پیئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کلوا و اشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی اللیل (سورۂ بقرہ آیت ۱۸۷) سماعہ کا بیان ہے کہ پھر میں نے ان جنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جس نے ماہ رمضان میں طلوع فجر کے بعد کھایا پیا۔ آپؑ نے فرمایا: اگر اس نے اٹھ کر دیکھ لیا تھا اور اس کو فجر نظر نہیں آئی تھی اس کے بعد کھایا پھر دوبارہ دیکھا تو فجر نظر آئی تو وہ اپنے روزہ کو پورا کرے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ اُٹھا پہلے کھایا پیا اس کے بعد فجر پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ وہ تو طلوع ہو چکی ہے تو وہ اس روزہ کو بھی پورا کرے اور کسی دوسرے دن اس کی قضا بھی کرے اس لئے کہ اس اٹھنے کے بعد فجر دیکھنے سے پہلے کھانا ہی شروع کر دیا اس لئے اس پر اس کی قضا لازم ہے۔

(۱۹۴۱) صفوان بن یحییٰ نے عیص بن قاسم سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو اپنے گھر کے اندر سے نکلا جب کہ اس کے اصحاب گھر میں سحری کھا رہے تھے تو اس نے فجر کو دیکھا اور آواز دی کہ فجر طالع ہو گئی ہے تو چند لوگوں نے کھانے سے ہاتھ روک لیا۔ اور چند لوگوں کا گمان ہوا کہ یہ مزاح کر رہا ہے وہ کھانے میں مصروف رہے۔ آپؑ نے فرمایا: یہ لوگ اس روزے کو تمام بھی کریں گے اور اس کی قضا بھی رکھیں گے۔

(۱۹۴۲) محمد بن ابی عمیر نے معاویہ بن عمار سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں کنیز کو حکم دیتا ہوں کہ ذرا فجر کو دیکھ۔ وہ کہتی ہے کہ ابھی فجر طالع نہیں ہوئی تو کھاتا ہوں پھر خود دیکھتا ہوں تو فجر کو طلوع پاتا ہوں؟ تو آپؑ نے فرمایا: تم اس کی قضا رکھو گے لیکن اگر تم خود دیکھ لیتے (اور تمہیں فجر نظر نہ آتی) تو تم پر کچھ عائد نہ ہوتا۔

باب: مرض کی وہ حد کہ مریض روزہ ترک کر دے

(۱۹۴۳) ابن بکیر نے زرارہ سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ مرض کس حد کا ہو کہ جس پر مریض روزہ ترک کر دے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنا چھوڑ دے؟ آپؑ نے فرمایا: انسان اپنے نفس پر خود نظر رکھتا ہے اور اس کو سب سے زیادہ علم ہے کہ اس میں کتنی طاقت ہے۔

(۱۹۴۴) جمیل بن دراج نے ولید بن صبیح سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک دن مدینہ میں، ماہ رمضان کے اندر مجھے بخار آگیا تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے میرے پاس ایک پیالہ میں سرکہ اور زیتون بھیجا اور مجھے کہلایا کہ تم اس سے افطار کرو اور بیٹھے بیٹھے نماز پڑھو۔

(۱۹۴۵) بکر بن محمد ازدی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے سنا کہ میرے والد نے آنجنابؑ سے دریافت کیا مرض کی حد کے متعلق کہ جس میں انسان روزہ ترک کر دے تو آپؑ نے فرمایا: جب وہ سحری نہ کھا سکے۔

(۱۹۴۶) سلیمان بن عمرو نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ماہ رمضان میں آنکھیں دکھنے آگئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ تم روزہ نہ رکھو اور فرمایا: رات کی غذا تمہاری آنکھوں کے لئے مضر ہے۔

[1] شیخ نے 'تہذیب' میں اور کلینی نے ج ۴ ص ۹۸ پر سندِ صحیح حلبی سے اور انہوں نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

(۱۹۴۷) اور حریز کی روایت میں ہے جو انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب روزہ دار کو یہ ڈر ہو کہ روزہ آنکھوں کے لئے مضر ہے تو افطار کر لے۔

(۱۹۴۸) نیز فرمایا: جب کبھی روزہ مضر ہو تو پھر افطار (روزہ نہ رکھنا) واجب ہے۔

باب: وہ احادیث جو بوڑھے، جوان، حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کے متعلق وارد ہوئیں کہ جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتے

(۱۹۴۹) علاء نے محمد بن مسلم سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ علیہ السلام فرما رہے تھے: بہت بوڑھا شخص اور وہ کہ جس کو پیاس کا مرض ہے ان کے لئے کوئی ہرج نہیں اگر وہ ماہ رمضان میں روزہ نہ رکھیں اور ہر دن کے روزہ کے بدلے ایک مد کھانا تصدق کر دیں۔ اور ان پر کوئی قضا بھی لازم نہ ہوگی اور اگر وہ ایک مد یومیہ بھی تصدق نہ کر سکتے ہوں تو بھی ان کے اوپر کچھ ذمہ داری نہیں ہے۔

(۱۹۵۰) عمار بن موسیٰ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق جس کو اتنی پیاس لگتی ہے کہ وہ ڈرتا ہے کہ کہیں جان نہ نکل جائے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: وہ اتنا پی لے کہ جس سے اس کی جان باقی رہے خوب سیر ہو کر نہ پیئے۔

(۱۹۵۱) اور ابن بکیر کی روایت میں ہے کہ اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس قول: علی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین (سورۂ بقرہ آیت ۱۸۴) [(اور وہ لوگ) جو بڑی مشکل سے روزہ رکھ سکتے ہوں اور نہ رکھیں تو ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانا واجب ہے] کے متعلق دریافت کیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: وہ لوگ جو روزے کی طاقت نہیں رکھتے تھے مگر اب بڑھاپے کی وجہ سے یا پیاس کے مرض کی وجہ سے یا اس طرح کی کسی اور وجہ سے روزہ نہ رکھ سکتے ہوں تو ان پر ہر دن کے بدلے ایک مد کھانا تصدق کرنا واجب ہے۔

(۱۹۵۲) علاء نے محمد بن مسلم سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ میں نے آنجنابؑ کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ حاملہ عورت جس کا وضع حمل قریب ہو اور وہ دودھ پلانے والی عورت کہ جس کے دودھ کم ہو ان دونوں کے لئے کوئی حرج نہیں اگر وہ رمضان میں روزہ نہ رکھیں کیونکہ ان دونوں میں روزہ کی تاب نہیں ہے اور ان پر واجب ہے جن دنوں وہ روزہ نہ رکھیں ان میں سے ہر دن کے بدلے ایک مد طعام صدقہ کریں اور ان دونوں پر ہر روز کی جس میں روزہ نہیں رکھا ہے بعد میں قضا ہے۔

(۱۹۵۳) اور عبدالملک بن عتبہ ہاشمی نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے ایسے شخص کے متعلق جو بہت بوڑھا ہے اور ایسی عورت کے متعلق جو بہت بوڑھی ہو چکی ہے جو ماہ رمضان کا روزہ نہیں رکھ سکتی دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: وہ ہر روز کے بدلے ایک مد گیہوں تصدق کریں۔

باب: روزہ دار کو افطار کرانے کا ثواب

(۱۹۵۴) ابوالصباح کنانی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص کسی روزہ دار کو افطار کرائے گا اس کو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا خود روزہ دار کو روزہ رکھنے کا ثواب ملے گا۔

(۱۹۵۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سُدیرؒ ماہ رمضان میں میرے پدر بزرگوار کی خدمت میں آئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے سدیر تمہیں معلوم ہے یہ کون سی راتیں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں میں آپ علیہ السلام پر قربان! یہ ماہ رمضان کی راتیں ہیں مگر آپ (علیہ السلام) نے یہ کیوں پوچھا؟ میرے والد نے فرمایا: کیا تم ان کی تمام راتوں میں سے ہر رات کے اندر اولادِ اسماعیلؑ میں سے دس غلام آزاد کرانے کی قدرت رکھتے ہو؟ سدیر نے کہا: میرے ماں باپ آپ (علیہ السلام) پر قربان میرے پاس اتنا مال تو نہیں ہے۔ تو آپ علیہ السلام اس میں

سے ایک ایک کم کر کے پوچھتے گئے یہاں تک کہ ایک غلام تک پہنچ گئے اور ہر مرتبہ سدیر یہ عرض کرتے گئے کہ نہیں مجھ میں مقدرت نہیں ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم میں اتنی قدرت نہیں ہے کہ ہر شب ایک روزہ دار مسلمان کو افطار کرادو؟ سدیر نے عرض کی: جی ہاں (ایک کو نہیں) بلکہ دس کو (افطار کراسکتا ہوں)۔ میرے والد نے کہا: میرے کہنے کا مقصد بھی یہی تھا اے سدیر تمہارا اپنے برادرِ مسلم کو افطار کرانا اولادِ اسماعیلؑ میں سے ایک غلام آزاد کرانے کے برابر ہے۔

(۱۹۵۶) موسیٰ بن بکر نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: تمہارا اپنے روزہ دار بھائی کا افطار کرانا خود تمہارے روزہ رکھنے سے افضل ہے۔

(۱۹۵۷) اور حضرت امام علی ابن الحسین علیہما السلام جس دن روزہ رکھتے تو حکم دیتے اور ایک بکری ذبح کی جاتی اور اس کا گوشت بنا کر اسے پکایا جاتا جب شام ہوتی تو آپ علیہ السلام اس دیگچہ پر جھک جاتے یہاں تک کہ روزے کی حالت میں اس کے شوربہ کی خوشبو آپ کے ناک تک پہنچتی پھر فرماتے: اچھا پیالے لاؤ اور اس پیالے میں فلاں کے گھر والوں کے لئے اور اس پیالے میں فلاں کے گھر والوں کے لئے بھرو۔ پھر آپ علیہ السلام کے لئے روٹی اور کھجور لائی جاتی اور آپ علیہ السلام اس سے افطار کرتے۔

(۱۹۵۸) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا[۱]: جو شخص اس مہینہ میں کسی روزہ دار مومن کو افطار کرائے گا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے لئے اس کا ثواب ایک غلام آزاد کرنا اور اس کے گذشتہ گناہوں کی مغفرت ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم میں سے ہر ایک میں تو یہ قدرت نہیں کہ ایک روزہ دار کو افطار کرائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ بڑا کریم ہے تم میں سے اگر کوئی ایک پیالہ دودھ میں ملے ہوئے پانی کی بھی مقدرت رکھتا ہو اور اس سے وہ کسی روزہ دار کو افطار کرادے یا صرف ایک گھونٹ آبِ شیریں سے یا چند کھجوروں سے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی وہی ثواب عطا کرے گا۔

باب: سحری کھانے کا ثواب

(۱۹۵۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سحری کھانے میں برکت ہے میری امت سحری کھانا ہرگز نہ چھوڑے خواہ وہ ایک خشک کھجور کا ناکارہ ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو[۲]۔

(۱۹۶۰) ایک مرتبہ سماعہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روزہ کا ارادہ کرنے والے کے لئے سحری کھانے کے متعلق دریافت کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا؛ ماہ رمضان میں سحری کھانے کی بڑی فضیلت ہے خواہ ایک گھونٹ پانی ہی کیوں نہ ہو لیکن مستحب روزوں میں اگر کوئی سحری کھانا پسند کرتا ہے تو کھائے اور چاہے تو نہ کھائے کوئی ہرج نہیں ہے۔

(۱۹۶۱) اور ابوبصیر نے آنجنابؑ سے روزدار کے لئے سحری کھانے کے متعلق دریافت کیا کہ کیا روزہ دار کے لئے سحری کھانا واجب ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی شخص نہیں کھانا چاہتا تو نہ کھائے کوئی ہرج نہیں لیکن ماہ رمضان میں افضل ہے کہ سحری کھائے۔ زیادہ پسندیدہ ہے کہ ماہ رمضان میں سحری کھانا ترک نہ کرے۔

(۱۹۶۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ دن کے روزے میں سحری سے مدد لو اور شب کو عبادت کرنے کے لئے دن کو قیلولہ کرلیا کرو۔

۱۔ یہ اس خطبہ کا جز ہے جو رسول اللہؐ نے شعبان کے آخری جمعہ میں دیا تھا۔

۲۔ 'کافی' میں اسے روایت کیا ہے علی نے اپنے والد سے، انہوں نے نوفلی سے، انہوں نے سکونی سے، انہوں نے امام جعفرؑ سے انہوں نے اپنے آباء علیہم السلام سے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:۔۔۔

(۱۹۶۳) حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ سحر کے وقت استغفار کرنے والوں اور سحری کھانے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔ لہٰذا تم میں سے ہر ایک سحری کھائے خواہ ایک گھونٹ پانی ہی کیوں نہ ہو۔

اور سب سے افضل و بہتر سحری ستو اور کھجور ہے![1] اور تمہیں کھانے پینے کی پوری آزادی ہے جب تک تمہیں طلوع فجر کا یقین نہ ہو جائے۔

(۱۹۶۴) ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا: اگر مجھے طلوع فجر میں شک ہو تو کھاتا رہوں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس وقت تک کھاؤ جب تک کوئی شک نہ رہے۔

(۱۹۶۵) اور آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: اگر لوگ سحری کھالیا کریں اور صرف پانی سے افطار کرلیا کریں تو ان میں اتنی قدرت ہوگی کہ ہمیشہ روزہ رکھیں۔

باب: ایک شخص مستحب روزے رکھتا ہے جبکہ اس پر کچھ فرض روزے واجب الادا ہیں

ائمہ طاہرین علیہم السلام کے اخبار واحادیث یہ وارد ہوئی ہیں کہ مستحبی روزہ رکھنا جائز نہیں اس شخص کے لئے جس پر فرض روزہ قضا ہے اور روایت کرنے والوں میں سے حلبی اور ابو الصباح کنانی ہیں جنہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

باب: ماہ رمضان میں نماز

(۱۹۶۶) زرارہ و محمد بن مسلم و فضیل نے حضرت امام محمد باقر و حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ماہ رمضان میں نافلہ شب کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کے متعلق دریافت کیا تو ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز عشاء پڑھ لیتے تو اپنے دولت سرا میں تشریف لیجاتے اور آخر شب مسجد میں آتے اور نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ ایک مرتبہ آپ ماہ رمضان کی پہلی شب کو دولت سرا سے نکل کر مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے حسب سابق تشریف لائے اور نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے صف باندھ لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھا تو فوراً گھر واپس چلے گئے اور ان لوگوں کو چھوڑ دیا۔ ان لوگوں نے تین شب تک ایسا ہی کیا (کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے صف باندھ لیتے) بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیسری شب منبر پر تشریف لے گئے اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد ارشاد فرمایا: اے لوگو! نماز شب ماہِ رمضان میں باجماعت پڑھنا بدعت ہے۔ اور نمازِ چاشت بھی بدعت ہے۔ آگاہ رہو ماہ رمضان میں کسی شب کو بھی نماز شب کے لئے مسجد میں جمع نہ ہونا اور نہ نمازِ چاشت پڑھنا اس لئے کہ ایسا کرنا گناہ ہے۔ آگاہ رہو یہ بدعت و گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا راستہ جہنم کی طرف ہے۔ اس کے بعد منبر سے یہ کہتے ہوئے اترے: تھوڑی سی سنت پر عمل زیادہ بدعت پر عمل سے بہتر ہے۔

(۱۹۶۷) ابن مسکان نے حلبی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ماہ رمضان میں نماز کے متعلق دریافت کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: تیرہ رکعتیں ہیں جس میں نماز وتر اور دو رکعتیں صبح کی قبل فجر بھی شامل ہیں اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھا کرتے تھے اور میں بھی پڑھا کرتا ہوں اور اگر کچھ اور بہتر ہوتا تو اسے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرگز ترک نہ کرتے۔

(۱۹۶۸) عبداللہ بن مغیرہ نے عبداللہ بن سنان سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آنجناب علیہ السلام سے ماہ رمضان میں نماز کے متعلق دریافت کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: تیرہ رکعتیں ہیں جن میں ایک رکعت وتر کی اور دو

---

[1] حفص بن بختری نے صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے (تہذیب ج ۱ ص ۴۰۸)۔

رکعتیں قبل نماز فجر کی اور اگر کچھ اور زیادہ ہوتیں تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر عمل کرنے کے زیادہ حقدار تھے اور جن لوگوں نے ماہِ رمضان میں زیادہ مستجب رکعتوں کی روایت کی ہے ان میں زرعہ نے سماعہ سے روایت کی ہے اور یہ دونوں واقفی ہیں۔

(۱۹۶۹) راوی (ظاہراً سماعہ) کا بیان ہے میں نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ ماہ رمضان میں کتنی رکعتیں پڑھی جائیں؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: جتنی تم رمضان کے علاوہ دنوں میں پڑھا کرتے تھے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ ماہ رمضان تمام مہینوں سے افضل ہے لہٰذا بندے کو چاہیے کہ مستحبی نمازیں زیادہ پڑھے۔ پس اگر وہ چاہے اور اس کی قوت اجازت دے تو پہلی رمضان کی شب سے بیس رمضان کی شب تک بیس رکعتیں اس کے علاوہ پڑھے جو وہ غیر ماہِ رمضان میں بھی پڑھتا رہتا ہے۔ ان بیس رکعتوں میں سے بارہ رکعت مغرب وعشاء کے درمیان اور آٹھ رکعت عشاء کے بعد اس کے بعد نماز شب آٹھ رکعت جو وہ اس کے قبل پڑھتا رہا ہے۔ اور نماز وتر کی تین رکعت میں پہلے دو رکعت پڑھ کر سلام پڑھے پھر کھڑا ہو اور ایک رکعت پڑھے اور اس میں قنوت پڑھے تو یہ وتر کی نماز ہے پھر دو رکعت فجر کی پڑھے یہاں تک کہ فجر کی پو پھوٹ جائے (اس طرح) یہ تیرہ رکعتیں ہیں۔

اور جب رمضان کے دس دن باقی رہ جائیں تو اس میں ہر شب کو تیس رکعتیں پڑھے علاوہ ان تیرہ رکعتوں کے تیس رکعتیں اس طرح کہ بائیس رکعت مغرب وعشاء کے درمیان اور آٹھ رکعت نمازِ عشاء کے بعد پھر تیرہ رکعت نمازِ شب جیسا کہ بیان ہوا اور اکیسویں اور تیئیسویں کی شب دونوں میں اگر قوت اجازت دے تو سو رکعت پڑھے علاوہ نماز شب کی تیرہ رکعت کے اور اس کو چاہیے کہ صبح تک بیدار رہے اور مستحب ہے کہ اس دوران دعا و نماز و تضرع میں مشغول رہے اس لئے کہ زیادہ امید کی جاتی ہے کہ شب قدر ان ہی دونوں شبوں میں سے کوئی ایک شب ہے۔

• اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو میں نے اس باب میں تحریر کر دیا ہے باوجودیکہ میں اس سے عدول کیے ہوئے اور اس پر عمل ترک کیے ہوئے ہوں تاکہ ناظرین میری اس کتاب میں دیکھ لیں کہ روایت کرنے والے کیسی روایت کرتے ہیں اور اسی سلسلہ میں میرے اعتقاد سے بھی واقف ہو جائیں کہ میں اس روایت پر عمل میں کوئی ہرج نہیں پاتا۔

باب: ماہ رمضان میں سفر کرنے کی کراہت کے متعلق احادیث

(۱۹۷۰) علی بن ابی حمزہ نے ابی بصیر سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ماہ رمضان میں سفر پر نکلنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: (مناسب) نہیں لیکن جو سفر اس سے مستثنیٰ ہیں وہ بتاتا ہوں۔ مکہ معظمہ کی طرف سفر کرنا یا فی سبیل اللہ جہاد پر جانا۔ یا اس مال کی طرف جانا جس کے تلف ہونے کا خوف ہو۔ یا اپنے اس بھائی کی طرف جانا جس کی ہلاکت کا خوف ہو اور اس سے مراد وہ بھائی نہیں جو نسبی اور ماں باپ سے ہو (بلکہ برادر ایمانی مراد ہے)۔

(۱۹۷۱) حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ ماہ رمضان شروع ہو گیا اور وہ اپنے گھر پر مقیم ہے اس کا کہیں جانے کا ارادہ نہیں مگر وہ رمضان شروع ہونے کے بعد اس نے سفر کا ارادہ کیا۔ یہ سن کر آپ علیہ السلام خاموش رہے۔ میں نے کئی مرتبہ دریافت کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس کے لئے افضل و بہتر کہ گھر پر مقیم رہے مگر یہ کہ اس کو کوئی ضروری کام ہو کہ جس کے لئے سفر لازم ہو یا اس کو اپنے کسی مال کے تلف ہونے کا ڈر ہو۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ماہ رمضان میں سفر سے منع کرنا کراہت کی بنا پر ہے حرام کی بنا پر نہیں ہے۔ اور گھر پر مقیم رہنا اس لئے بہتر ہے کہ روزہ میں قصر نہ کرنا پڑے۔

(۱۹۷۲) علاء نے محمد بن مسلم سے انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا کہ جو اپنے گھر مقیم ہے۔ ماہ رمضان میں اس کو سفر درپیش ہوا جب کہ ماہ رمضان کے چند دن گزر بھی چکے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی ہرج نہیں وہ سفر کرے افطار

کرے اور روزہ نہ رکھے۔

اور یہی روایت ابان بن عثمان نے بھی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے۔

(۱۹۷۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو اپنے بھائی کو رخصت کرنے کے لئے اس کے ساتھ دو یا تین دن کی مسافت تک گیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر رمضان کا مہینہ ہے تو افطار کرے۔ تو دریافت کیا گیا کہ افضل و بہتر کیا ہے گھر پر مقیم رہے اور روزہ رکھے یا اپنے بھائی کو رخصت کرنے جائے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: وہ اپنے بھائی کو رخصت کرنے جائے اگر وہ رخصت کرنے جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے روزہ گھٹا لے گا۔

(۱۹۷۴) وشاء نے حماد بن عثمان سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ماہ رمضان میں میرے پاس اصحاب میں سے ایک شخص کی خبر مقام اعوص (جو مدینہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے) سے آئی کیا میں اس سے جا کر ملوں اور روزہ چھوڑ دوں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں اس سے جا کر ملاقات کرو اور روزہ چھوڑ دو۔ میں نے عرض کیا: میں اس کے پاس جا کر ملاقات کروں اور روزہ چھوڑ دوں یا گھر پر مقیم رہوں اور روزہ رکھوں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس سے ملاقات کرو اور روزہ چھوڑ دو۔

باب: سفر میں روزہ قصر کرنا واجب ہے

(۱۹۷۵) یحیٰی بن ابی علاء نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجناب نے فرمایا: ماہِ رمضان کے اندر سفر میں روزہ رکھنے والا ایسا ہی ہے جیسے کوئی حضر میں روزہ رکھے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا: ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی: یا رسول اللہؐ میں ماہِ رمضان میں سفر کے اندر روزہ رکھوں؟ فرمایا: نہیں۔ اس نے عرض کی: یا رسول اللہؐ روزہ مجھ پر آسان ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت کے مریضوں اور مسافروں کو ماہِ رمضان میں افطار عطا فرمایا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی شخص اس کو پسند کرے گا کہ اگر وہ کسی کو کوئی شے عطا کرے اور وہ اس کے عطیہ کو واپس کر دے؟

(۱۹۷۶) عبید بن زرارہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے قول: **فمن شهد منكم الشهر فليصمه** (البقرۃ آیت ۱۸۵) (تم میں سے جو شخص اس مہینے میں اپنی جگہ پر ہو تو اسے چاہئے کہ روزہ رکھے) کے متعلق سوال کیا تو آنجنابؑ نے فرمایا: کتنی واضح بات ہے کہ جو مہینے کا چاند دیکھے وہ روزہ رکھے اور جو شخص سفر کرے وہ روزہ نہ رکھے۔

(۱۹۷۷) محمد بن حکیم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجنابؑ نے فرمایا: اگر کوئی شخص سفر میں روزہ رکھے ہوئے مر جائے تو میں اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھوں گا۔

(۱۹۷۸) حریز نے زرارہ سے اور انہوں نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہیکہ رسول اللہؐ نے ان لوگوں کا نام عصاۃ (گنہ گار) رکھا جنہوں نے قصر کرنے اور افطار کرنے کے وقت روزہ رکھا۔ آپؑ نے فرمایا: چنانچہ وہ لوگ قیامت تک عصاۃ ہی رہیں گے اور ہم ان کی اولاد اور اولاد در اولاد کو آج تک پہچانتے ہیں۔

(۱۹۷۹) عیص بن قاسم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب کوئی شخص ماہِ رمضان میں سفر کے لئے

نکلے تو روزہ توڑ دے۔ نیز فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ وآلہ وسلم مدینہ سے مکہ کی طرف ماہِ رمضان میں چلے تو بہت سے لوگ آپ کے ساتھ تھے، جن میں کچھ لوگ پیادہ بھی چل رہے تھے۔ جب آنحضرتؐ مقام کراع الغمیم (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام) پر پہنچے تو ظہر وعصر کے درمیان ایک پیالہ پانی منگوایا اور اسے پی کر افطار کرلیا۔ آپؐ کے ساتھ لوگوں نے بھی افطار کیا مگر چند لوگ اپنے روزہ پر باقی رہے (افطار نہیں کیا) تو آپؐ نے ان کا نام عصاۃ (نافرمان) رکھ دیا، اس لئے کہ عمل کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر ہے۔

(۱۹۸۰) ابان بن تغلب سے امام باقر علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: میری امت کے نیک لوگ جب سفر کرتے ہیں تو افطار کرتے ہیں، قصر کرتے ہیں۔ جب نیکی کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں۔ جب ان سے برائی سرزد ہوتی ہے تو اللہ سے طالب مغفرت ہوتے ہیں۔ اور میری امت کے بُرے لوگ نعمتوں میں پیدا ہوتے ہیں، اچھے اچھے کھانے کھاتے ہیں، نرم اور عمدہ لباس پہنتے ہیں مگر جب بات کرتے ہیں تو سچ نہیں بولتے۔

(۱۹۸۱) ابن محبوب نے ابی ایوب سے، انہوں نے عمار بن مروان سے اور انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں نے آنجنابؑ کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص سفر کرے تو وہ روزہ افطار کرے سوائے ان لوگوں کے جن کا سفر شکار کے لئے ہو یا اللہ کی معصیت کے لئے ہو یا ایسے شخص کا فرستادہ جو اللہ کی معصیت کرتا ہو یا دشمن کی تلاش میں چلا ہو یا دشمنی کے لئے جارہا ہو یا حاکم کے پاس کسی کی چغل خوری کے لئے جائے یا سفر مسلمانوں کے گروہ کو ضرر پہنچانے کے لئے ہو۔

(۱۹۸۲) اور آنجنابؑ نے فرمایا: ماہِ رمضان میں انسان روزہ اس وقت افطار کرے گا جب اس کا سفر راہِ حق ومباح میں ہو۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کے ابوابِ صلوٰت میں مسافر کے قصر کے متعلق احادیث تحریر کردی ہیں نیز یہ کہ کس حد پر قصر ہوگا اور کون لوگ نماز پوری پڑھیں گے۔

باب: سفر میں مستحب روزے

(۱۹۸۳) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔

(۱۹۸۴) حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجناب علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا کہ جو اپنے گھر سے سفر کے ارادے سے نکلا جبکہ وہ روزے سے تھا۔ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: اگر وہ دوپہر سے پہلا نکلا ہے تو روزہ افطار کرے اور اس دن کی قضا کرے اور اگر بعد زوال نکلا ہے تو اس دن کا روزہ پورا کرے۔

(۱۹۸۵) علاء نے محمد بن مسلم سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی شخص ماہ رمضان میں سفر کرے اور بعد زوال گھر سے نکلے تو وہ اس دن کا روزہ پورا کرے اور اس کا اس دن کا روزہ ماہِ رمضان میں شمار ہوگا۔ اور اگر بعدِ طلوعِ فجر (منزل پر) پہنچا ہے تو اس دن کا روزہ نہیں ہے مگر وہ چاہے تو رکھ لے۔

(۱۹۸۶) اور رفاعہ بن موسیٰ کی روایت میں ہے جو اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو ماہ رمضان میں اپنے گھر سفر سے واپس آرہا ہے اور ایسا نظر آتا ہے کہ وہ اپنے گھر والوں میں بعد طلوع آفتاب، یا ذرا دن چڑھے پہنچ جائے گا۔ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: جب فجر طلوع ہوگئی اور ابھی تک وہ باہر ہی ہے گھر نہیں پہنچا تو اس کو اختیار ہے چاہے اس دن روزہ رکھے اور چاہے افطار کرلے۔

(۱۹۸۷) یونس بن عبدالرحمٰن نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ آنجناب علیہ السلام نے ایک ایسے مسافر کے لئے فرمایا جو

قبل زوال اپنے گھر حالتِ جنب میں واپس پہنچا اور ابھی تک کچھ کھایا پیا نہیں تو وہ اپنے اس دن کے روزے کو پورا کرے اس پر اس کی قضا نہیں؟ فرمایا: (یہ اس صورت میں ہے کہ) جب اس کی جنابت احتلام سے ہوئی ہو۔

(۱۹۸۸) اور عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے اپنی کنیز کے ساتھ ماہِ رمضان میں دن کے وقت سفر میں مجامعت کی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس شخص نے ماہ رمضان کے حق کو نہیں پہچانا اس کے لئے رات کا وقت بہت طویل تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: (اس میں ہرج ہی کیا ہوا) کیا وہ دن کے وقت کھاتا پیتا نہیں رہا ہے؟ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سفر کی صعوبت و تھکاوٹ کی وجہ سے مسافر کو اجازت دی ہے کہ وہ روزہ افطار کرے اور نماز قصر کرے اس کی اجازت تو نہیں دی ہے کہ وہ ماہ رمضان میں دن کے وقت سفر میں عورتوں سے مجامعت کرے اور اس نے اس پر روزے کی قضا واجب کی ہے نماز کی قضا تو واجب نہیں کی، ہاں جب سفر سے واپس آئے تو پوری نماز پڑھے۔ پھر فرمایا: اور میں جب ماہ رمضان میں سفر کرتا ہوں تو پوری غذا نہیں کھاتا اور نہ پورا سیر ہو کر پانی پیتا ہوں۔ اور سفر میں قصر کرنے والے کے لئے جماع کو منع کیا گیا تو یہ منع بر بنائے کراہت ہے نہ کہ منع بر بنائے حرمت۔

(۱۹۸۹) حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آنجنابؑ سے عرض کیا کہ ایک شخص نے سفر میں روزہ رکھا۔ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: اگر اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکم پہنچا ہے کہ آپؐ نے اس سے منع کیا ہے تو وہ اس دن کے روزے کی قضا رکھے گا اور اگر اس کے پاس یہ حکم نہیں پہنچا ہے تو اس پر کوئی الزام نہیں۔

باب: حائضہ اور استحاضہ کا روزہ

(۱۹۹۰) ابوالصباح کنانی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسی عورت کے متعلق جس نے روزہ رکھے ہوئے صبح کی مگر جب ذرا دن چڑھا یا بعدِ زوال اس کو حیض آ گیا۔ کیا وہ روزہ توڑ دے؟ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: ہاں اگر مغرب سے قبل بھی حیض آ جائے تو روزہ توڑ دے۔ نیز ایک ایسی عورت کے لئے جو ماہ رمضان میں دن کے اول حصہ میں دیکھتی ہے کہ حیض سے پاک ہو گئی لیکن ابھی اس نے غسل نہیں کیا ہے اور نہ ابھی کچھ کھایا پیا ہے تو اب وہ اس روز کیا کرے؟ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: ابھی آج تو وہ خون سے پاک ہوئی (ابھی اس کے لئے روزہ نہیں ہے)۔

(۱۹۹۱) علی بن مہزیار سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجناب علیہ السلام کو خط لکھ کر دریافت کیا کہ ایک عورت ماہ رمضان کی پہلی تاریخ کو حیض یا نفاس سے پاک ہوئی پھر اس کو استحاضہ شروع ہو گیا تو اس نے پورے ماہ رمضان نماز پڑھی اور روزے رکھے بغیر وہ عمل کیے ہوئے (یعنی) جو استحاضہ والی عورتیں ہر دو نمازوں کے لئے غسل کرتی ہیں۔ کیا اس کا یہ روزہ اور اس کی یہ نماز جائز ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے جواب میں تحریر فرمایا: وہ روزہ کی قضا کرے گی، نماز کی قضا نہیں کرے گی اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج مومنات کو یہی ہدایت فرمایا کرتے تھے۔

(۱۹۹۲) سماعہ سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے استحاضہ والی عورت کے متعلق دریافت کیا تو آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: وہ روزہ رکھے گی سوائے ان ایام کے جن میں اس کو حیض آتا ہے۔ وہ ایام حیض کی قضا بعد میں کرے گی۔

(۱۹۹۳) اور عبدالرحمٰن بن حجاج نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے ایک ایسی عورت کے متعلق دریافت کیا جس کے بعدِ عصر بچہ پیدا ہوا۔ کیا وہ اس دن کے روزہ کو پورا کرے یا افطار کرے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: افطار کرے اور اس دن کی قضا بعد میں بجالائے۔

(۱۹۹۴) عیص بن قاسم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ آنجنابؑ سے ایک ایسی عورت کے متعلق دریافت کیا جسے ماہ رمضان میں غروب آفتاب سے پہلے خون حیض آ گیا؟ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: جس وقت حیض آیا وہ افطار کر لے۔

(۱۹۹۵) علی بن حکم نے ابی حمزہ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے ایک ایسی

عورت کے متعلق دریافت کیا جو ماہ رمضان میں بیمار پڑ گئی یا اس کو حیض آ گیا یا سفر پر چلی گئی اور ماہِ رمضان ختم ہونے سے پہلے مرگئی۔ کیا اس کے روزوں کی قضا کی جائے گی؟ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: بیماری اور حیض کے زمانہ کی تو قضا نہ ہوگی مگر سفر کے زمانے کی قضا ہوگی۔

(۱۹۹۶) ابن مسکان نے محمد بن جعفر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا میں نے ایک مرتبہ حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے عرض کیا: میری عورت نے دو ماہ کے روزے کی نذر کی تو اس کے بچہ پیدا ہوا اور اس کے بعد اسے پھر حمل قرار پا گیا اور وہ روزے رکھنے پر قادر نہیں رہی؟ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: وہ ہر روزے کے بدلے ایک مد طعام کسی مسکین کو صدقہ دیدے۔

باب: ماہ رمضان کے روزوں کی قضا

(۱۹۹۷) عقبہ بن خالد نے حضرت امام جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق جو ماہ رمضان میں بیمار پڑا رہا اور جب صحت یاب ہوا تو حج کو چلا گیا۔ اب وہ کیا کرے؟ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: جب حج سے واپس ہو تو روزوں کی قضا بجالائے۔

(۱۹۹۸) عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ نے آنجناب علیہ السلام سے ذی الحجہ کے مہینہ میں ماہ رمضان کے روزوں کی قضا بلا تسلسل رکھنے کے متعلق دریافت کیا تو آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: اس کی قضا ماہ ذی الحجہ میں کرو اور اگر چاہو تو بلا تسلسل رکھ لو۔

(۱۹۹۹) حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: اگر کسی شخص پر ماہ رمضان کے روزوں میں سے کچھ قضا باقی ہو تو جس مہینہ میں چاہے اس کی قضا مسلسل دنوں میں رکھے اور اگر مسلسل نہ رکھ سکتا تو جیسے چاہے رکھے۔ دنوں کا شمار کر کے متفرق رکھے تو بھی بہتر ہے اور مسلسل رکھے تو بھی بہتر ہے۔

(۲۰۰۰) سلیمان بن جعفر جعفری نے حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس پر ماہ رمضان کے چند دنوں کے روزے قضا ہیں کیا وہ ان کو متفرق طور پر رکھے؟ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: اگر ماہ رمضان کے قضا روزے متفرق طور پر رکھے تو کوئی ہرج نہیں ہے البتہ جو روزے متفرق طور پر نہیں رکھ سکتے وہ کفارۂ ظہار و کفارۂ قتل و کفارۂ حلف ہیں۔

(۲۰۰۱) جمیل نے زرارہ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق روایت کی ہے جو بیمار پڑا، ماہ رمضان آیا اور چلا گیا اور اس کی بیماری کا سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ دوسرا ماہ رمضان بھی آ گیا؟ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: وہ پہلے رمضان کے لئے صدقہ نکالے اور دوسرے رمضان کا روزہ رکھے۔ اور اگر وہ ان دونوں رمضان کے درمیان صحیح ہو گیا تھا مگر اس نے روزہ نہیں رکھا یہاں تک کہ دوسرا رمضان آ گیا تو وہ دونوں رمضان کے روزے رکھے گا اور پہلے رمضان کے روزوں کا صدقہ بھی دے گا۔

(۲۰۰۲) ابن محبوب نے حارث بن محمد سے، انہوں نے برید عجلی سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو ایک دن ماہِ رمضان کا قضا روزہ رکھے ہوئے تھا کہ اسی میں اس نے اپنی زوجہ سے مجامعت کر لی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر اس نے یہ مجامعت قبل زوال کی ہے تو اس پر کچھ نہیں ہے اور اگر اس نے یہ مجامعت بعدِ زوال کی ہے تو وہ دس مسکینوں کو فی مسکین ایک مد تصدق کرے اور اگر اس کی قدرت نہیں رکھتا تو اس دن کے بدلے ایک دن روزہ رکھے اور اپنے کیے کے کفارہ میں تین دن اور روزہ رکھے۔

اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ اگر اس نے قبل زوال روزہ توڑ لیا تو اس پر کچھ نہیں ہے اور اگر اس نے بعدِ زوال روزہ توڑا ہے تو اس پر وہی کفارہ لازم ہوگا جو ماہِ رمضان میں ایک روزہ توڑنے پر لازم آتا ہے۔

(۲۰۰۳) سماعہ نے ابی بصیر سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسی عورت کے متعلق دریافت کیا جو ماہِ رمضان کا قضا روزہ رکھے ہوئے تھی کہ اس کے شوہر نے اس پر روزہ توڑنے کے لئے زبردستی کی۔ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا:

اگر اس کے شوہر نے بعدِ زوالِ آفتاب زبردستی کی ہے تو وہ اس کا سزاوار نہ تھا۔

(۲۰۰۴) سماعہ نے آنجناب علیہ السلام کے اس قول کے متعلق دریافت کیا کہ روزہ دار کو زوالِ آفتاب تک اختیار ہے تو آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: یہ واجب روزہ کے لئے ہے اور مستحب روزے کے لئے اسے غروبِ آفتاب تک اختیار ہے۔ جب چاہے روزہ توڑ دے۔

(۲۰۰۵) ابن فضال نے صالح بن عبداللہ خثعمی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص نے روزہ کی نیت کرلی تھی کہ اس کا برادر مومن آیا اور اس نے اس سے روزہ افطار کرنے کی درخواست کی تو کیا وہ افطار کرلے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر وہ مستحب روزہ تھا تو اس کے لئے افطار جائز اور مناسب ہے اور اگر یہ فرض روزہ کی قضا ہے تو وہ اس روزہ کو پورا کرے گا۔ اور جب کوئی شخص صبح کرے اور اس کی روزہ رکھنے کی نیت نہ ہو پھر یک بیک اسکا ارادہ ہو جائے تو وہ روزہ رکھ سکتا ہے۔

(۲۰۰۶) اور آنجناب علیہ السلام سے ایک مستحب روزہ رکھنے والے کے لئے دریافت کیا گیا جسے کوئی ضرورت پیش آگئی تو آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: اس کو عصر تک اختیار ہے اور اگر وہ عصر تک ٹھہرا رہا پھر اس کے جی میں آیا کہ روزہ رکھ لے مگر ابھی تک روزہ کی نیت نہیں کی تھی [۱] تو اس کو اختیار ہے اگر چاہے تو اس دن کا روزہ رکھ لے۔[۱]

اور جب کوئی عورت ابھی دن کا کوئی حصہ باقی ہے کہ حیض سے پاک ہو جائے تو وہ تادیباً دن کا بقیہ حصہ میں روزہ رکھے اور اس پر اس دن کے روزے کی قضا (لازم) ہے۔ اور اگر ابھی دن کا کچھ حصہ باقی ہے کہ اس کو حیض آ گیا تو وہ افطار کرلے اور اس پر اس دن کی قضا لازم ہے۔[۲]

اور اگر کسی شخص پر پے در پے دو مہینے کے روزے واجب ہیں اور اس نے ایک مہینہ روزے رکھ لیے اور ابھی دوسرے مہینہ کا ایک دن بھی روزہ نہیں رکھا تھا تو اس کے لئے ایک مہینہ کے روزے کافی نہیں وہ از سرِ نو روزہ رکھے گا لیکن یہ کہ اس نے بیماری کی وجہ سے روزہ توڑ لیا ہو۔ تو ایسی صورت میں جہاں سے چھوڑا تھا وہیں سے روزہ رکھے اس لئے کہ یہ رکاوٹ اللہ کی طرف سے تھی اور اگر اس نے ایک ماہ روزے رکھ کر دوسرے ماہ کے بھی چند دن روزے رکھ لیے ہیں اور پھر روزہ کا سلسلہ توڑا ہے تو جہاں سے چھوڑا ہے وہیں سے روزہ شروع کرے۔[۳]

(۲۰۰۷) موسیٰ بن بکر نے فضیل سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجناب علیہ السلام نے ایک ایسے شخص کے متعلق فرمایا جس پر ایک ماہ کا روزہ واجب تھا اس نے پندرہ دن روزے رکھ لیے اور اب اس کو کوئی امر پیش آ گیا؟ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: اگر اس نے پندرہ روزے رکھ لیے ہیں تو بقیہ کو وہ پورا کرے گا اور اگر پندرہ دن سے کم رکھے ہیں تو پھر سے پورے مہینہ کے روزے رکھے گا۔

(۲۰۰۸) منصور بن حازم نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجناب علیہ السلام نے ایک ایسے شخص کے متعلق فرمایا جس نے ماہ شعبان میں کفارۂ ظہار رکھنا شروع کیا پھر ماہ رمضان آ گیا۔ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: وہ ماہ رمضان کے روزے رکھے گا اور پھر سے کفارۂ ظہار کے روزے شروع کرے گا اور اگر وہ نصف سے زیادہ روزے رکھ چکا تھا تو بقیہ کو پورا کرے گا۔

(۲۰۰۹) ابن محبوب نے ابی ایوب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک شخص کے ذمہ دو مہینے کے پے در پے

---

[۱] کلینی نے ج ۴ ص ۱۲۲ پر بسندِ موثق ابی بصیر سے روایت کی ہے کہ کہا: میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے روزہ رکھنے والے کے لئے دریافت کیا۔۔۔ تا آخر حدیث۔

[۲] شیخ۔ رحمہ اللہ۔ نے ابی بصیر سے اور انہوں نے امام جعفر صادقؑ سے یہی حدیث روایت کی ہے۔

[۳] کلینی نے ج ۴ ص ۱۳۸ پر صحیح حدیث میں جمیل اور محمد بن حمران سے اور انہوں نے ابی عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے اس شخص کے بارے میں جسے ظہار کی پاداش میں مسلسل دو مہینے کے روزے رکھنے واجب تھے۔ اس نے ایک ماہ کے روزے رکھے تھے کہ بیمار ہو گیا۔ فرمایا: اسے (نئے سرے سے) سامنا کرنا ہو گا اور اگر دوسرے مہینے میں ایک یا دو روزے زائد ہو گئے ہوں تو بقایا پر بنا رکھے۔

مسلسل کفارۂ ظہار کے روزے ہیں تو اس نے ذی القعدہ میں روزے رکھے اور ذی الحجہ شروع ہو گیا۔ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: وہ پورے ذی الحجہ میں روزے رکھے گا سوائے ایام تشریق کے پھر وہ پہلی محرم سے تین دن روزے رکھ کرا سے پورا کرے گا تو اس کے دو مہینے کے پے در پے اور مسلسل روزے پورے ہو جائیں گے۔ نیز فرمایا: اس کے لئے جائز نہیں کہ جب تک ایام تشریق کے تین دن کے روزوں کی قضا محرم کی پہلی سے نہ رکھ لے اپنی زوجہ سے مقاربت کرے۔ اور اس میں کوئی ہرج نہیں اگر کوئی شخص ایک مہینہ روزہ رکھ کر اس سے متصل دوسرے مہینہ کے چند دن روزہ رکھ لے پھر کسی سبب سے تسلسل منقطع کرنا پڑے پھر پورے بقیہ روزے رکھ کر دو مہینے پورے کرے۔

باب: میت کے قضا روزے

(۲۰۱۰) ابان بن عثمان نے ابی مریم انصاری سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اگر کوئی شخص ماہ رمضان کے چند روزے رکھنے کے بعد بیمار پڑ گیا اور مسلسل بیمار رہا یہاں تک کہ مر گیا تو اس پر کوئی قضا نہیں ہے اور اگر وہ صحتیاب ہو گیا اس کے بعد بیمار پڑا اور مر گیا اور اس کا چھوڑا ہوا مال ہے تو اس کے مال سے ہر دن کے بدلے ایک مد طعام تصدق کیا جائے گا اور اگر اس کا کوئی چھوڑا ہوا مال نہیں ہے تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے گا۔

اور اگر کوئی شخص مر جائے اور اس پر رمضان کے روزوں کی قضا ہو تو اس کے ولی پر اس کی قضا لازم ہے اور اس طرح جس شخص کا روزہ سفر میں یا بیماری میں چھوٹ گیا ہو قبل اس کے کہ وہ اتنے دن صحتمند رہتا کہ اپنے روزہ کی قضا رکھ لیتا وہ اپنے مرض ہی میں مر گیا اگر ایسا ہے تو اس پر کوئی قضا نہیں ہے۔[1] اور اگر میت کے دو ولی ہیں تو مردوں کے اندر ان دونوں میں سے جو بڑا ہے اس پر لازم ہے کہ اس کی قضا رکھے اور اگر مردوں میں سے اسکا کوئی ولی نہیں ہے تو عورتوں میں سے جو اس کی ولی ہو گی وہ اس کی طرف سے قضا روزے رکھے گی۔

(۲۰۱۱) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص مر جائے اور اس پر ماہ رمضان کے روزے قضا ہوں تو اس کے گھر والوں میں جو چاہے اس کی طرف سے قضا روزے رکھے۔

(۲۰۱۲) اور محمد بن حسن صفار رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھ کر ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو مر گیا ہے اور اس کے ماہ رمضان کے دس روزے قضا ہیں اور اس کے دو ولی ہیں کیا یہ جائز ہے کہ وہ دونوں اس کے قضا روزے رکھیں یا پانچ روزے ایک ولی رکھے اور پانچ روزے دوسرا ولی رکھے؟ تو آنجناب علیہ السلام کی طرف سے جواب خط آیا کہ اس کا سب سے بڑا ولی اس کی طرف سے دس روزے رکھے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس کتاب کے مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ توقیع اور محمد بن حسن صفار کی جانب بھیجی گئیں توقیعات آنجناب علیہ السلام کی تحریر میں میرے پاس ہیں۔

باب: نذر کے روزے کا کفارہ

(۲۰۱۳) احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی نے حضرت ابو الحسن علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق روایت کی ہے۔ جس نے نذر کی تھی کہ اگر میں بیماری سے صحتیاب ہو گیا یا قید سے چھوٹ گیا تو ہر چہار شنبہ کو روزہ رکھوں گا اور یہی اس کی رہائی کا دن تھا مگر وہ اس نذر کو پورا کرنے سے عاجز رہا بیماری کی بنا پر یا کسی اور سبب سے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی عمر بھی بہت طویل کر دی اور اب اس نذر کے کفارہ کے بہت زیادہ روزے جمع ہو گئے؟ آنجناب علیہ السلام نے

[1] کافی ج۴ ص۱۲۳ سے رجوع کیا جائے۔

فرمایا: ہر ایک دن کے روزے کے عوض ایک مد گیہوں یا کھجور تصدق کردے۔

(۲۰۱۴) اور ادریس بن زید و علی بن ادریس کی روایت میں ہے جو ان دونوں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کی ہے کہ آنجناب نے فرمایا: وہ ہر دن کے عوض ایک مد گیہوں یا جو تصدق کرے گا۔

باب: اجازت سے روزہ

(۲۰۱۵) فضیل بن یسار نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجناب نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کوئی شخص کسی شہر میں جاتا ہے تو اس شہر میں جتنے اس کے ہم مذہب ہیں وہ ان کا مہمان ہوتا ہے اس وقت تک کہ جب وہ وہاں سے کوچ کر جائے۔ اور اس مہمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ بغیر ان کی اجازت کے روزہ رکھے تاکہ ان لوگوں نے اس کے لئے جو تیار کیا ہے وہ خراب اور فاسد نہ ہو جائے۔ اور ان میزبانوں کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ بغیر مہمان کی اجازت کے روزہ رکھیں تاکہ وہ مہمان اپنے میزبانوں کو شرمندہ نہ کرے اور باوجودیکہ اس کو خواہش ہو مگر وہ غذا (کھانا) اپنے میزبانوں کے لئے چھوڑ دے۔

(۲۰۱۶) نشیط بن صالح نے ہشام بن حکم سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مہمان کی سمجھداری یہ ہے کہ وہ بغیر اپنے میزبان کی اجازت کے مستحب روزہ نہ رکھے۔ اور عورت کی اطاعت یہ ہے کہ بغیر اپنے شوہر کی اجازت کے مستحب روزہ نہ رکھے۔ اور غلام کی بھلائی اور اطاعت یہ ہے کہ بغیر اپنے مالک کی اجازت کے مستحب روزہ نہ رکھے اور بیٹے کا اچھا برتاؤ اپنے والدین کے ساتھ یہ ہے کہ وہ اپنے والدین کی اجازت کے بغیر مستحب روزہ نہ رکھے۔ ورنہ مہمان ناسمجھ و جاہل، عورت نافرمان اور بیٹا عاق سمجھا جائے گا۔

باب: ماہ رمضان کے شبہائے مخصوصہ میں غسل اور عشرۂ آخر و شب قدر کے متعلق احادیث

(۲۰۱۷) علاء نے محمد بن مسلم سے انہوں نے ان دونوں ائمہ علیہما السلام میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے کہ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: ماہِ رمضان کی تین شبوں میں غسل کیا جائے۔ انیسویں کی شب، اکیسویں کی شب اور تیئیسویں کی شب۔ انیسویں شب کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام زخمی ہوئے اور اکیسویں کو آنجناب علیہ السلام نے رحلت فرمائی۔ نیز فرمایا: غسل اول شب میں ہو جو آخر شب تک کیلئے کافی ہوگا۔

(۲۰۱۸) اور یہ روایت بھی کی گئی کہ ستائیسویں کی شب کو غسل کرنا چاہیے۔

(۲۰۱۹) اور زرارہ اور فضیل نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: ماہِ رمضان میں غسل غروبِ آفتاب سے ذرا قبل ہونا چاہیے پھر مغرب کی نماز پڑھے اور افطار کرے۔

(۲۰۲۰) سماعہ نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: جب ماہ رمضان کا آخری عشرہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمر بستہ ہوتے، عورتوں سے پرہیز کرتے، شب بیداریاں کرتے اور عبادت کیلئے ہر کام سے خود کو فارغ کر لیتے۔

(۲۰۲۱) اور سلیمان جعفری نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: ماہ رمضان کی اکیسویں کی شب اور تیئیسویں کی شب سو (۱۰۰) رکعت نماز پڑھو ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ الحمد اور دس مرتبہ سورۂ قل ھو اللہ احد پڑھو۔

(۲۰۲۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ماہ رمضان کی انیسویں کی شب میں قدر (تخمینہ) کیا جاتا ہے، اکیسویں کی شب میں قضا (فیصلہ) کیا جاتا ہے اور تیئیسویں کی شب اس کو ابرام (قطعی) کر دیا جاتا ہے کہ سال بھر میں کیا ہوتا ہے اور اس کے مثل اور باتیں بھی، ویسے اللہ تعالیٰ

(قادر ہے) اپنی مخلوق کیلئے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔[1]

(۲۰۲۳) رفاعہ نے ان ہی جناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: سال کی سب سے پہلی شب اور آخری شب (شبِ عید الفطر) شبِ قدر ہے۔

(۲۰۲۴) ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم[2] نے خواب میں دیکھا کہ میرے بعد میرے منبر پر بنی امیہ اچک رہے ہیں اور لوگوں کو زبردستی سیدھے راستے سے گمراہ کررہے ہیں تو صبح کو بہت محزون و مغموم اُٹھے اتنے میں حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا بات ہے کہ میں آپؐ کو محزون و مغموم پا رہا ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: اے جبرئیل میں نے آج کی شب خواب میں دیکھا کہ میرے بعد بنی اُمیہ میرے منبر پر اچکیں گے اور لوگوں کو جبراً راہِ حق سے گمراہ کریں گے۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے حق کے ساتھ آپ کو نبیؐ بنا کر بھیجا ہے یہ ایسی بات ہے کہ جس کی مجھ کو اطلاع نہیں۔ پھر وہ آسمان کی طرف پرواز کر گئے اور یہ آیت لیکر نازل ہوئے (أَفَرَأَيْتَ إِن مَّتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ۝ ثُمَّ جَاءَهُم مَّا كَانُوا يُوعَدُونَ ۝ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يُمَتَّعُونَ) (کیا تم نے غور کیا کہ اگر ہم ان کو سالہا سال چین کرنے دیں اس کے بعد جس عذاب کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے ان کے پاس آ پہنچے تو جن چیزوں سے یہ چین و آرام کیا کرتے تھے ان میں سے کچھ بھی تو کام نہ آئے گا) (سورۂ شعرا آیت نمبر ۲۰۵ تا ۲۰۷) اور ان پر نازل کیا (إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ) پس اپنے نبی کیلئے لیلۃ القدر کو بنی اُمیہ کی ایک ہزار مہینے کی حکومت سے بہتر قرار دیا۔

(۲۰۲۵) ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا مجھے بتائیں کہ شبِ قدر آچکی یا ہر سال آتی ہے؟ تو آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: اگر شب قدر اُٹھالی جائے تو پھر قرآن ہی اُٹھالیا جائیگا۔

(۲۰۲۶) حمران نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے قول (إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مباركة) (سورۂ دخان آیت ۳) کے متعلق دریافت کیا تو آنجنابؑ نے فرمایا: یہ شبِ قدر ہے اور ہر سال ماہِ رمضان کے عشرۂ آخر میں آتی ہے اور قرآن صرف شب قدر ہی میں نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فيها يفرق كل امرٍ حكيم (سورۂ دخان آیت نمبر ۴)۔ (اسی رات کو تمام دنیا کے حکمت و مصلحت کے سال بھر کے کام فیصل کیے جاتے ہیں)۔ نیز آنجنابؑ نے فرمایا: شب قدر میں وہ تمام امور جو سال آئندہ تک ہونے والے ہیں طے کیے جاتے ہیں خواہ اچھے ہوں یا اطاعت کے ہوں یا معصیت کے، پیدائش کے ہوں یا موت کے، یا رزق و روزی کے۔ اور اس رات میں جو کچھ طے یا فیصل کیا جاتا ہے وہ حتمی ہوتا ہے مگر اللہ کی اس میں پھر بھی مشیت ہے (کہ اس کو حتمی رکھے یا نہ رکھے)۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: ليلة القدر خير من الف شهر (شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے) اس سے کیا مراد ہے؟ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: اس سے شب قدر میں عملِ صالح مراد ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اس میں مومنین کیلئے ان کے ثواب کو کئی گنا نہ کرتا تو وہ اپنے درجات کو نہ پہنچتے اس لئے اللہ تعالیٰ اِن کی نیکیوں کو کئی گنا بڑھا دیتا ہے۔

(۲۰۲۷) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے کیونکر بہتر ہوتی ہے تو آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: اس کا ایک عمل نیک ایسے ایک ایک ہزار مہینوں کے عمل سے بہتر ہے جس میں شب قدر کا شمار نہ ہو۔[3]

---

[1] یہ روایت اسی طرح آئی ہے اور کافی ج ۴ ص ۱۵۹ پر مسند حدیث میں زرارہ سے منقول ہے کہ ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: انیسویں شب میں تقدیر (لکھی جاتی ہے) اکیسویں شب میں ابرام (ہوتا ہے) اور تیئیسویں شب میں اس پر مہر لگادی جاتی ہے۔

[2] کافی ج ۴ ص ۱۵۹ پر حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے یہی حدیث نقل ہوئی ہے۔

[3] کافی میں اسے حمران کی گزشتہ حدیث کے ایک جزء کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

(۲۰۲۸) علی بن حمزہ نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: توریت ساتویں رمضان گزر کر نازل ہوئی، انجیل بارہ رمضان گزر کر نازل ہوئی اور زبور اٹھارہ رمضان کی شب کو نازل ہوئی اور قرآن مجید شب قدر میں نازل ہوا۔

(۲۰۲۹) علاء نے محمد بن مسلم سے اور انہوں نے ان دونوں ائمہ علیہما السلام میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے شب قدر کی پہچان کے متعلق دریافت کیا تو آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: اس کی علامت یہ ہے کہ اس شب کی ہوا پاک وطیب ہوتی ہے اگر موسم سرد ہے تو اس کی ہوا میں گرمی ہوگی اور موسم گرم ہے تو اس کی ہوا ٹھنڈی اور پر کیف ہوگی۔

(۲۰۳۰) نیز آنجناب علیہ السلام سے شب قدر کے متعلق دریافت کیا گیا تو آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: اس میں ملائکہ اور کاتبین آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتے ہیں اور اس سال میں جو امور واقع ہونے والے ہیں اس کو اور بندوں پر جو مصیبت آنے والی ہے اس کو تحریر کر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر دیتے ہیں اور یہ اس کی مشیت پر موقوف ہے جس امر کو چاہے مقدم کرے اور جس کو چاہے موخر کر دے، جس کو چاہے مٹا دے اور جو چاہے اس کی جگہ لکھ دے۔ اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے۔

(۲۰۳۱) علی بن ابی حمزہ سے روایت کی گئی ہے ان کا بیان ہے ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ابو بصیر نے آنجناب علیہ السلام سے عرض کیا: میں آپ (علیہ السلام) پر قربان وہ رات جس میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگی جاتی ہیں وہ کون سی رات ہے؟ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: وہ اکیسویں یا تیئیسویں (ماہ رمضان) کی شب ہے۔ انہوں نے پوچھا: اور اگر میں ان دونوں راتوں کو نہ پاسکوں؟ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: ان دونوں راتوں کا تلاش کر لینا بہت آسان ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: کبھی کبھی ہمارے یہاں رویت ہلال ہوتی ہے تو دوسری جگہ سے کوئی شخص آتا ہے اور وہ اس کے خلاف خبر لاتا ہے۔ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: پھر چار راتیں تلاش کر لینا کس قدر آسان ہے۔ میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان تیئیسویں کی شب تو جہنی کی (تحقیق کے مطابق) ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں یہ کہا جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا: میں آپ علیہ السلام پر قربان! سلیمان بن خالد نے روایت کی ہے کہ انیسویں کی شب کو حاجیوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے ابو محمد! حاجیوں کی فہرست شب قدر میں لکھی جاتی ہے۔ اور اموات اور آفات اور رزق و روزی اور ان کے مانند جتنی چیزیں آئندہ ہونے والی ہیں ان سب کے لئے اکیسویں اور تیئیسویں شبوں میں دعا کیا کرو اور ان دونوں شبوں میں ایک سو رکعت نماز پڑھا کرو ممکن ہو تو صبح کا اجالا ہونے تک جاگا کرو۔ اور ان دونوں میں غسل کیا کرو۔ میں نے عرض کیا: اگر کھڑے ہو کر سو رکعت پڑھنے کی مجھ میں استطاعت نہ ہو؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: پھر بیٹھ کر پڑھو۔ میں نے عرض کیا: اگر بیٹھ کر پڑھنے کی بھی استطاعت نہ ہو؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: پھر اپنے بستر پر لیٹے لیٹے پڑھو۔ میں نے عرض کیا: اگر یہ بھی ممکن نہ ہو کہ رات بھر جاگوں؟ فرمایا: تمہارے لئے کوئی حرج نہیں اگر ابتدائے شب میں ذرا نیند کی جھپکی لے لو۔ ماہ رمضان میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، شیاطین مقید کر دیئے جاتے ہیں، مومنین کے اعمال قبول کیے جاتے ہیں۔ یہ ماہ رمضان کتنا اچھا مہینہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں تو اس مہینہ کو ماہ مرزوق کہا جاتا تھا۔

(۲۰۳۲) محمد بن حمران نے سفیان بن سمط سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: ماہ رمضان میں وہ کون سی راتیں ہیں جن میں (شب قدر ہونے کی) امید کی جاتی ہے؟ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: انیسویں، اکیسویں اور تیئیسویں کی شب۔ میں نے عرض کیا: اور انسان کو سستی یا بیماری لاحق ہو جائے تو ان سب میں سب سے معتمد رات کون سی ہے؟ فرمایا: تیئیسویں کی رات۔

(۲۰۳۳) عبد اللہ بن بکیر کی روایت میں ہے جو انہوں نے زرارہ سے اور انہوں نے ان دونوں ائمہ علیہما السلام میں سے کسی ایک سے کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے آنجناب علیہ السلام سے ماہ رمضان کی ان راتوں کے متعلق دریافت کیا جن میں غسل مستحب ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: انیسویں کی

شب، اکیسویں کی شب اور تیئیسویں کی شب اور کہا کہ تیئیسویں کی شب جہنی کی شب ہے۔ اور اس کی روایت یہ ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میرا گھر مدینہ سے دور ہے مجھے کسی ایک رات کا حکم دیں کہ مدینہ آؤں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں تیئیسویں کی شب کا حکم دیا۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جہنی کا نام عبداللہ بن اُنَیس انصاری ہے۔

باب: ماہ رمضان کے عشرۂ آخر میں ہر شب کی دعا

(۲۰۳۳) محمد بن ابی عمیر کی نادر احادیث میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تم ماہ رمضان کے آخری عشرہ کے اندر ہر شب یہ کہو:

أَعُوذُ بِجَلَالِ وَجْهِكَ الْكَرِيمِ أَنْ يَنْقَضِيَ عَنِّي شَهْرُ رَمَضَانَ أَوْ يَطْلُعَ الْفَجْرُ مِنْ لَيْلَتِي هٰذِهِ وَلَكَ قِبَلِي تَبِعَةٌ أَوْ ذَنْبٌ تُعَذِّبُنِي عَلَيْهِ [يَارَحْمٰنُ يَارَحِيمُ] (میں تیری ذات ذوالجلال والاکرام کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میرا ماہ رمضان گزر جائے یا میری اس رات کی صبح نمودار ہو اور تیری طرف سے مجھ سے کوئی باز پرس یا کوئی گناہ باقی رہ جائے کہ جس پر تو مجھے سزا دے) [اے رحمٰن اے رحیم]

پہلی رات یعنی ماہ رمضان کی اکیسویں شب کی دعا۔

يَامُولِجَ اللَّيْلِ فِي النَّهَارِ وَمُولِجَ النَّهَارِ فِي اللَّيْلِ، وَمُخْرِجَ الْحَيِّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجَ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ يَا رَازِقَ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ، يَااَللّٰهُ يَارَحْمٰنُ يَا اَللّٰهُ يَارَحِيمُ، يَااَللّٰهُ يَااَللّٰهُ يَااَللّٰهُ، لَكَ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى وَالْاَمْثَالُ الْعُلْيَا وَ الْكِبْرِيَاءُ وَالْآلَاءُ أَسْأَلُكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَأَهْلِ بَيْتِهِ وَاَنْ تَجْعَلَ اسْمِي فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فِي السُّعَدَاءِ وَرُوحِي مَعَ الشُّهَدَاءِ، وَاِحْسَانِي فِي عِلِّيِّينَ وَاِسَائَتِي مَغْفُورَةً، وَأَنْ تَهَبَ لِي يَقِيناً تُبَاشِرُ بِهِ قَلْبِي، وَاِيمَاناً يُذْهِبُ بِهِ الشَّكَّ عَنِّي، وَتُرْضِيَنِي بِمَا قَسَمْتَ لِي وَآتِنِي فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنِي عَذَابَ النَّارِ وَارْزُقْنِي فِيهَا شُكْرَكَ وَذِكْرَكَ وَالرَّغْبَةَ اِلَيْكَ وَالْاِنَابَةَ وَالتَّوْبَةَ وَالتَّوْفِيقَ لِمَا وَفَّقْتَ لَهُ مُحَمَّداً وَآلِهِ صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ [اے رات کو دن میں سمونے والے اور اے دن کو رات میں سمونے والے اور زندہ کو مردہ سے نکالنے والے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والے۔ اے جسے چاہے بے حساب رزق دینے والے، اے اللہ، اے رحمٰن، اے اللہ، اے رحیم، اے اللہ، اے اللہ اے اللہ۔ تیرے ہی لئے بہترین نام اور اعلیٰ مثالیں، عظمتیں اور نعمتیں ہیں۔ میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو درود بھیج محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہلبیت پر اور اس شب میں میرا نام نیک بختوں میں قرار دیدے اور میری روح کو شہدا کے ساتھ کر دے، میرے اعمال نیک کو علّیین میں پہنچا، میرے گناہوں کی مغفرت فرما۔ اور مجھے ایسا یقین عطا کر جو میرے دل میں ہمیشہ رہے اور ایسا ایمان جو مجھ سے ہر شک وشبہ کو دور کر دے اور تو نے جو کچھ میرے لئے مقدر کر دیا ہے اس پر مجھے راضی رکھ۔ اور مجھے دنیا میں بھی اچھی نعمت دے اور آخرت میں بھی اچھی نعمت دے۔ اور مجھے دہکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچا اور مجھے میرے ذکر اور میرے شکر اور تیری طرف رغبت اور تیری طرف رجوع کرنے کی روزی (توفیق) دے اور مجھے بھی وہ توفیق دے جو توفیق تو نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل کو دی ہے ان سب پر تیرا درود ہو]۔

دوسری شب کی دعا۔

يَاسَالِخَ النَّهَارِ مِنَ اللَّيْلِ فَاِذَا نَحْنُ مُظْلِمُونَ، وَمُجْرِيَ الشَّمْسِ لِمُسْتَقَرِّهَا بِتَقْدِيرِكَ يَاعَزِيزُ يَاعَلِيمُ، وَمُقَدِّرَ الْقَمَرِ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ، يَانُورَ كُلِّ نُورٍ، وَمُنْتَهٰى كُلِّ رَغْبَةٍ، وَوَلِيَّ كُلِّ نِعْمَةٍ، يَااَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ، يَاقُدُّوسُ يَاأَحَدُ، [يَاوَاحِدُ] يَافَرْدُ يَاصَمَدُ، يَااَللّٰهُ يَااَللّٰهُ يَااَللّٰهُ، لَكَ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى وَالْاَمْثَالُ الْعُلْيَا وَالْكِبْرِيَاءُ وَالْآلَاءُ، اَسْأَلُكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَاَنْ تَجْعَلَ اسْمِي فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فِي السُّعَدَاءِ تا آخر دعا جو پہلی رات میں مذکور ہوئی۔ (اے دن کو رات میں سے کھینچ لینے والے جس کی

وجہ سے ہم لوگ اندھیرے میں سوجاتے ہیں۔اور آفتاب کو اپنے معین کردہ مستقر پر حرکت دینے والے۔اے صاحب عزت وقوت، اے عالم ودانا اور چاند کی منزلیں معین کرنے والے یہاں تک کہ وہ پلٹ کر کھجور کی خشک اور پرانی شاخ کے مانند ہوجاتا ہے۔اے ہر نور کی روشنی اور ہر رغبت وشوق کی آخری سرحد اور ہر نعمت کے مالک۔اے اللہ، اے رحمٰن، اے ہر عیب سے پاک، اے یگانہ، اے یکتا، اے فرد، اے صمد، اے اللہ، اے اللہ، اے اللہ، تیرے لئے بہترین نام اعلیٰ ترین مثالیں عظمتیں، اور نعمتیں ہیں میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو درود بھیج محمدؐ وآل محمدؐ پر اور اس شب میں میرا نام نیک بختوں کی فہرست میں شامل کرلے۔۔۔۔آخر دعا تک جو پہلی رات کی دعا میں مذکور ہوئی۔)

تیسری شب کی دعا اور یہ شب قدر ہے۔

یَارَبَّ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَجَاعِلَهَا خَیراً مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، وَرَبَّ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَ [رَبَّ] الْجِبَالِ وَالْبِحَارِ، وَالظُّلَمِ وَالْأَنْوَارِ، وَالْأَرْضِ وَالسَّمَآءِ، یَابَارِیءُ یَامُصَوِّرُ، یَاحَنَّانُ یَامَنَّانُ، یَااللّٰهُ یَارَحْمٰنُ، یَااللّٰهُ یَاقَیُّومُ، یَااللّٰهُ یَابَدِیعُ، یَااللّٰهُ یَااللّٰهُ یَااللّٰهُ لَکَ الْأَسْمَآءُ الْحُسْنٰی وَالْأَمْثَالُ الْعُلْیَا وَالْکِبْرِیَآءُ وَالْآلَآءُ، أَسْأَلُکَ أَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَأَنْ تَجْعَلَ اسْمِی فِی هٰذِهِ اللَّیْلَةِ فِی السُّعَدَآءِ.

آخر تک۔(اے شب قدر کے پروردگار اور اس کو ہزار مہینوں سے بہتر قرار دینے والے اور رات و دن پہاڑوں اور سمندروں :تاریکیوں اور روشنیوں اور زمین اور آسمان کے پروردگار۔اے پیدا کرنے والے، اے صورت گری کرنے والے، اے مہربانی کرنے والے، اے احسان کرنے والے۔اے اللہ اے رحم کرنے والے۔اے اللہ اے ہمیشہ قائم رہنے والے۔اے اللہ۔اے ایجاد کرنے والے۔اے اللہ۔اے اللہ۔اے اللہ۔تیرے ہی اچھے نام اور اعلیٰ اعلیٰ مثالیں وعظمتیں ونعمتیں ہیں۔میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو محمدؐ وآل محمدؐ پر درود بھیج اور اس شب میرا نام سعادتمندوں کی فہرست میں شامل کرلے)۔۔۔۔۔پھر آخر دعا تک جو مذکور ہوئی۔اور اسی میں یہ بھی کہو:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِیمَا تَقْضِی وَفِیمَا تُقَدِّرُ مِنَ الْأَمْرِ الْمَحْتُومِ وَفِیمَا تَفْرُقُ مِنَ الْأَمْرِ الْحَکِیمِ فِی لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَفِی الْقَضَاءِ الَّذِی لَایُرَدُّ وَلَا یُبَدَّلُ أَنْ تَکْتُبَنِی مِنْ حُجَّاجِ بَیْتِکَ الْحَرَامِ، الْمَبْرُورِ حَجُّهُمْ، الْمَشْکُورِ سَعْیُهُمْ، الْمَغْفُورِ ذُنُوبُهُمْ، الْمُکَفَّرِ عَنْهُمْ سَیِّئَاتِهِمْ، وَاجْعَلْ فِیمَا [تَقْضِی وَ] تُقَدِّرُ أَنْ تُمَدِّلِی فِی عُمْرِی، وَأَنْ تُوَسِّعَ لِی فِی رِزْقِی، وَأَنْ تَفُکَّ رَقَبَتِی مِنَ النَّارِ یَاأَرْحَمَ الرَّحِمِینَ (اے اللہ تو شب قدر کے اندر اپنے قضاوقدر میں جن امور کا حتمی فیصلہ کرے گا جو اپنا ایسا حکیمانہ فرمان جاری کرے گا جو نا قابل رد اور نا قابل تبدیل ہو، اس میں یہ بھی کردے کہ میرا نام بیت الحرام کے ان حاجیوں کی فہرست میں لکھ دے جن کا حج مقبول، جن کی کوشش کامیاب، جن کے گناہ بخشے ہوئے اور جن کی خطائیں درگذر کردی گئی ہوں اور جو بھی قضاوقدر میں تو فیصلہ کرے گا اس میں یہ بھی قرار دے کہ میری عمر میں اضافہ کر، میرے رزق میں وسعت دے اور میری گردن کو جہنم سے چھڑادے اے ارحم الرحمین)۔

نیز اسی میں یہ بھی کہو:

یَامُدَبِّرَ الْأُمُورِ، یَابَاعِثَ مَنْ فِی الْقُبُورِ، یَامُجْرِیَ الْبُحُورِ، یَامُلَیِّنَ الْحَدِیدِ لِدَاوُدَ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَافْعَلْ بِی کَذَا وَکَذَا. اَللَّیْلَةَ اللَّیْلَةَ، اَلسَّاعَةَ السَّاعَةَ (اے تمام امور کی تدبیر کرنے والے، اے قبروں سے مردوں کو اٹھانے والے، اے دریاؤں کو جاری کرنے والے، اے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم کرنے والے، تو محمدؐ وآل محمدؐ پر اپنی رحمتیں نازل فرما اور میرا یہ کام کردے اسی رات میں اسی رات میں، اسی وقت اسی وقت)

اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند رکھو اور سجدہ کی حالت میں رکوع کی حالت میں قیام کی حالت میں اور قعود کی حالت میں مسلسل اسی کا ورد کرتے رہو۔اور یہ ماہ رمضان کی آخر شب میں ہونا چاہیے۔

چوتھی شب کی دعا۔

یَافَالِقَ الْاِصْبَاحِ وَیَاجَاعِلَ اللَّیْلِ سَکَناً وَالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ حُسْبَاناً، یَاعَزِیْزُ یَاعَلِیْمُ، یَاذَاالْمَنِّ وَالطَّوْلِ. وَالْقُوَّةِ وَالْحَوْلِ، وَالْفَضْلِ وَالْاِنْعَامِ، یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ، یَااَللّٰهُ یَارَحْمٰنُ، یَااَللّٰهُ یَافَرْدُ، یَااَللّٰهُ یَاوِتْرُ، یَااَللّٰهُ یَاظَاهِرُ یَابَاطِنُ یَاحَیُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ لَکَ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی وَالْاَمْثَالُ الْعُلْیَا وَالْکِبْرِیَاءُ وَالْاٰلَاءُ اَسْاَلُکَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ (اے سپیدہ سحری کے شگافتہ کرنے والے اور شب کو آرام وسکون کا وسیلہ بنانے والے اور سورج اور چاند کو ذریعہ حساب قرار دینے والے۔ اے قوت والے، اے علم، اے نعمت و بخشش وقوت و جنبش والے، فضل کرنے اور انعام دینے والے، جلالت و بزرگی والے۔ اے اللہ، اے رحم کرنے والے، اے اللہ، اے یگانہ، اے یکتا، اے اللہ، اے ظاہر، اے پوشیدہ، اے زندہ، نہیں ہے کوئی سوائے تیرے۔ اچھے اچھے نام اور اعلیٰ اعلیٰ مثالیں، بزرگی اور نعمتیں تیرے ہی لئے ہیں۔ میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو درود بھیج محمدؐ وآل محمدؐ پر) اس دعا کو جو اول میں مذکور ہوئی پوری کرو۔

پانچویں شب کی دعا۔

یَاجَاعِلَ اللَّیْلِ لِبَاساً، وَالنَّهَارِ مَعَاشاً، وَالْاَرْضِ مِهَاداً، وَالْجِبَالِ اَوْتَاداً، یَااَللّٰهُ یَاقَاهِرُ یَاجَبَّارُ یَااَللّٰهُ یَااَللّٰهُ یَااَللّٰهُ، لَکَ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی وَالْاَمْثَالُ الْعُلْیَا وَالْکِبْرِیَاءُ وَالْاٰلَاءُ، اَسْاَلُکَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ (اے رات کو پوشش اور دن کو روزی کمانے کا وسیلہ اور زمین کو گہوارہ اور پہاڑوں کو میخ کے مانند بنانے والے۔ اے اللہ، اے صاحب قہر، اے صاحب جبروت، اے اللہ، اے سننے والے، اے اللہ، اے نزدیک، اے اللہ، اے جواب دینے والے، اے اللہ، اے اللہ، اے اللہ۔ اچھے اچھے نام اعلیٰ اعلیٰ مثالیں، بزرگی و نعمتیں، سب تیرے ہی لئے ہیں میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو درود بھیج محمدؐ وآل محمدؐ پر۔۔۔) پھر اس دعا کو جو اول میں مذکور ہوئی اسے پوری کرو۔

چھٹی شب کی دعا۔

یَاجَاعِلَ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ آیَتَیْنِ، یَامَنْ مَحَا آیَةَ اللَّیْلِ وَجَعَلَ آیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِنَبْتَغِیَ فَضْلاً مِنْ رَبِّنَا وَرِضْوَاناً یَا مُفَصِّلَ کُلِّ شَیْءٍ تَفْصِیْلاً، یَااَللّٰهُ یَامَاجِدُ، یَااَللّٰهُ یَاوَهَّابُ، یَااَللّٰهُ یَاجَوَادُ، یَااَللّٰهُ یَااَللّٰهُ یَااَللّٰهُ، لَکَ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی وَالْاَمْثَالُ الْعُلْیَا وَالْکِبْرِیَاءُ وَالْاٰلَاءُ، اَسْاَلُکَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَاَنْ تَجْعَلَ اِسْمِیْ فِی السُّعَدَاءِ. (اے رات اور دن کو اپنی قدرت کی دو نشانیاں بنانے والے اے وہ ذات جو رات کی نشانی کو مٹا دیتا ہے اور دن کی نشانی کو روشنی بخش بنا دیتا ہے تاکہ ہم لوگ اپنے پروردگار کے فضل اور خوشنودی کو تلاش کریں۔ اے ہر شے کو جدا جدا تفصیل دینے والے، اے اللہ، اے صاحب بزرگی، اے اللہ، اے بخشش کرنے والے، اے اللہ، اے اللہ، اے اللہ۔ اچھے اچھے نام اور اعلیٰ اعلیٰ مثالیں اور عظمتیں اور نعمتیں تیرے ہی لئے ہیں۔ میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو درود بھیج محمدؐ وآل محمدؐ پر اور میرا نام بھی خوش بخت لوگوں کی فہرست میں لکھ دے) پھر اس دعا کو جو اول میں مذکور ہوئی ہے اسے پوری کرو۔

ساتویں شب کی دعا۔

یَامَادَّ الظِّلِّ وَلَوْشِئْتَ لَجَعَلْتَهُ سَاکِناً وَجَعَلْتَ الشَّمْسَ عَلَیْهِ دَلِیْلاً ثُمَّ قَبَضْتَهُ اِلَیْکَ قَبْضاً یَسِیْراً، یَاذَاالْجُوْدِ وَالطَّوْلِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْاٰلَاءِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ یَاقُدُّوْسُ یَاسَلَامُ یَامُؤْمِنُ یَامُهَیْمِنُ یَاعَزِیْزُ یَا جَبَّارُ یَامُتَکَبِّرُ. یَاخَالِقُ یَابَارِئُ یَا مُصَوِّرُ یَااَللّٰهُ یَااَللّٰهُ یَااَللّٰهُ، لَکَ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی وَالْاَمْثَالُ الْعُلْیَا وَالْکِبْرِیَاءُ وَالْاٰلَاءُ، اَسْاَلُکَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ تا آخر دعا۔ (اے سایہ کو پھیلانے والے اگر تو چاہتا تو اس کو ایک جگہ ساکن کر دیتا اور آفتاب کو اس پر رہنما بنا دیتا پھر تھوڑا تھوڑا کر کے اپنی طرف کھینچ لیتا۔ اے صاحب جود وعطا و عظمت و نعمت نہیں ہے کوئی اللہ سوائے تیرے۔ تو غیب و شہود کا جاننے والا رحمٰن ورحیم ہے۔ نہیں ہے کوئی اللہ سوا تیرے، اے ہر عیب سے پاک، اے ہر

خلل سے مبرا، اے امن دینے والے۔ اے بندوں کے نگہبان، اے صاحب قوت، اے صاحب اقتدار، اے صاحب کبریائی، اے اللہ، اے پیدا کرنے والے، اے خلق کے ایجاد کرنے والے، اے ہر ایک کی شکل وصورت بنانے والے، اے اللہ، اے اللہ، اے اللہ، اے اللہ۔ اچھے اچھے نام اعلیٰ اعلیٰ مثالیں، بڑائیاں اور نعمتیں تیرے ہی لئے ہیں میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو رحمتیں نازل فرما محمدؐ وآل محمدؐ پر) پھر اس دعا کو جو اول میں مذکور ہے پوری کرو۔

آٹھویں شب کی دعا۔

یَاخَازِنَ اللَّیْلِ فِی الْھَوَآءِ، وَخَازِنَ النُّورِ فِی السَّمَآءِ وَمَانِعَ السَّمَآءِ أَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِکَ وَحَابِسَھُمَا أَنْ تَزُوْلَا، یَاعَظِیْمُ یَاغَفُوْرُ، یَادَائِمُ یَااَللّٰہُ [یَادَائِمُ] یَاوَارِثُ یَابَاعِثَ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ یَااَللّٰہُ یَااَللّٰہُ یَااَللّٰہُ یَااَللّٰہُ، لَکَ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی وَالْاَمْثَالُ الْعُلْیَا وَالْکِبْرِیَآءُ وَالْاٰلَآءُ، أَسْأَلُکَ أَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ تا آخر دعا۔ (اے ہوا میں رات کا خزانہ رکھنے والے اور آسمان میں نور کا خزانہ رکھنے والے اور آسمان کو زمین پر بغیر اپنی اجازت کے گرنے سے روکنے والے اور ان دونوں کو اپنی جگہ سے ہٹنے سے بچانے والے، اے علم والے، اے عظمت والے، اے مغفرت والے، اے ہمیشہ رہنے والے، اے اللہ، اے سب کے والی ووارث، اے لوگوں کو قبروں میں سے اُٹھانے والے، اے اللہ، اے اللہ، اے اللہ، اچھے اچھے نام اور اعلیٰ اعلیٰ مثالیں اور ہر طرح کی بڑائی اور نعمتیں تیرے لئے ہیں میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو محمدؐ وآل محمدؐ پر اپنی رحمتیں نازل فرما) پھر آخر تک اس دعا کو تمام کرو۔

نویں شب کی دعا۔

یَامُکَوِّرَ اللَّیْلِ عَلَی النَّھَارِ وَیَامُکَوِّرَ النَّھَارِ عَلَی اللَّیْلِ، یَاعَلِیْمُ یَاحَلِیْمُ یَاحَکِیْمُ، یَااَللّٰہُ یَارَبَّ الْاَرْبَابِ، وَسَیِّدَ السَّادَاتِ، لَا اِلٰہَ اِلَّا أَنْتَ، یَامَنْ ھُوَ أَقْرَبُ اِلَیَّ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ. یَااَللّٰہُ یَااَللّٰہُ یَااَللّٰہُ، لَکَ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی وَالْاَمْثَالُ الْعُلْیَا وَالْکِبْرِیَاءُ وَالْاٰلَاءُ، أَسْأَلُکَ أَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ تا آخر دعا۔ (اے رات کو دن پر لپیٹنے والے، اور دن کو رات پر لپیٹنے والے، اے دانا، اے حکمت والے، اے تمام پرورش کرنے والوں کی پرورش کرنے والے، اے تمام آقاؤں کے آقا نہیں ہے کوئی اللہ سوائے تیرے۔ اے میری شہ رگ گردن سے زیادہ مجھ سے قریب، اے اللہ، اے اللہ، اے اللہ، اچھے اچھے نام اور اعلیٰ اعلیٰ مثالیں اور عظمتیں اور نعمتیں تیرے ہی لئے ہیں۔ میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو درود بھیج محمدؐ وآل محمدؐ پر) پھر اس دعا کو آخر تک تمام کرو۔

دسویں شب کی دعا۔ اور یہی شب وداع (ماہِ رمضان) ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَاشَرِیْکَ لَہٗ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَمَا یَنْبَغِیْ لِکَرَمِ وَجْھِہٖ وَعِزِّ جَلَالِہٖ، وَکَمَا ھُوَ اَھْلُہٗ، یَانُوْرُ یَاقُدُّوْسُ، یَانُوْرُ یَاقُدُّوْسُ یَاسُبُّوْحُ، یَامُنْتَھَی التَّسْبِیْحِ، یَارَحْمٰنُ یَافَاعِلَ الرَّحْمَۃِ یَااَللّٰہُ، یَاعَلِیْمُ یَااَللّٰہُ، یَالَطِیْفُ یَااَللّٰہُ، یَاجَلِیْلُ یَااَللّٰہُ، لَکَ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی وَالْاَمْثَالُ الْعُلْیَا وَالْکِبْرِیَآءُ وَالْاٰلَآءُ، أَسْأَلُکَ أَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ تا آخر دعا۔ (حمد مخصوص اس خدا کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور ایسی خصوصی تعریف اللہ کے لئے جو اس کی مکرم اور صاحب عزت وجلال ذات کے لئے لائق اور سزاوار ہے اور جس کا وہ اہل ہے۔ اے ہر عیب سے منزّہ، اے نور، اے قدوس، اے نور، اے قدوس، اے ہر برائی سے پاک، اے پاکیزگی کی آخری حد، اے رحم والے، اے مہربانی کرنے والے، اے اللہ، اے علم والے، اے بڑائی والے، اے اللہ، اے لطف کرم والے، اے اللہ، اے بزرگی والے، اے اللہ، اے سننے والے، اے دیکھنے والے، اے اللہ، اے اللہ، اے اللہ، اچھے اچھے نام اور اعلیٰ اعلیٰ مثالیں اور بڑائیاں اور نعمتیں تیرے ہی لئے ہیں۔ میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو درود بھیج محمدؐ وآل محمدؐ پر) پھر اس دعا کو آخر تک تمام کرو۔

باب: وداع ماہ رمضان

(۲۰۴۵) ابوبصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجناب نے فرمایا: تم ماہ رمضان کے وداع (رخصت) میں یہ کہو:

اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ فِیْ کِتَابِکَ الْمُنْزَلِ عَلٰی نَبِیِّکَ الْمُرْسَلِ، وَقَوْلُکَ الْحَقُّ، شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنَاتٍ مِنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ، وَهٰذَا شَهْرُ رَمَضَانَ قَدْ انْصَرَمَ فَاَسْاَلُکَ بِوَجْهِکَ الْکَرِیْمِ وَکَلِمَاتِکَ التَّامَّاتِ اِنْ کَانَ بَقِیَ عَلَیَّ ذَنْبٌ لَمْ تَغْفِرْهُ لِیْ وَتُرِیْدُ اَنْ تُحَاسِبَنِیْ بِهٖ اَوْ تُعَذِّبَنِیْ عَلَیْهِ اَوْتُقَایِسُنِیْ بِهٖ اَنْ یَطْلُعَ فَجْرُ هٰذِهِ اللَّیْلَةِ اَوْ یَنْصَرِمَ هٰذَا الشَّهْرُ اِلَّا وَقَدْ غَفَرْتَهُ لِیْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ، اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ بِمَحَامِدِکَ کُلِّهَا، عَلٰی نَعْمَائِکَ کُلِّهَا، اَوَّلِهَا وَآخِرِهَا، مَاقُلْتَ لِنَفْسِکَ مِنْهَا وَمَا قَالَهُ الْخَلَائِقُ الْحَامِدُوْنَ الْمُجْتَهِدُوْنَ فِیْ ذِکْرِکَ وَالشُّکْرِ لَکَ الَّذِیْنَ اَعَنْتَهُمْ عَلٰی اَدَاءِ حَقِّکَ مِنْ اَصْنَافِ خَلْقِکَ مِنَ الْمَلَائِکَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَالنَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَاَصْنَافِ النَّاطِقِیْنَ [وَ] الْمُسَبِّحِیْنَ لَکَ مِنْ جَمِیْعِ الْعَالَمِیْنَ عَلٰی اَنَّکَ بَلَّغْتَنَا شَهْرَ رَمَضَانَ وَعَلَیْنَا مِنْ نِعْمِکَ وَعِنْدَنَا قِسَمِکَ وَاِحْسَانِکَ وَتَظَاهُرِ امْتِنَانِکَ مَالَا نُحْصِیْهِ، فَلَکَ الْحَمْدُ الْخَالِدُ الدَّائِمُ الزَّائِدُ الْمُخَلَّدُ السَّرْمَدُ الَّذِیْ لَایَنْفَدُ طُوْلَ الْاَبَدِ، جَلَّ ثَنَاؤُکَ اَعَنْتَنَا عَلَیْهِ حَتّٰی قَضَیْتَ عَنَّا صِیَامَهٗ وَقِیَامَهٗ مِنْ صَلَاةٍ، فَمَا کَانَ مِنَّافِیْهِ مِنْ بِرٍّ اَوْشُکْرٍ اَوْذِکْرٍ، اَللّٰهُمَّ فَتَقَبَّلْهُ مِنَّا بِاَحْسَنِ قَبُوْلِکَ وَتَجَاوُزِکَ وَعَفْوِکَ وَصَفْحِکَ وَغُفْرَانِکَ وَحَقِیْقَةِ رِضْوَانِکَ حَتّٰی تُظْفِرَنَا فِیْهِ بِکُلِّ خَیْرٍ مَطْلُوْبٍ، وَجَزِیْلِ عَطَاءٍ مَوْهُوْبٍ، تُوْمِنَنَا فِیْهِ مِنْ کُلِّ مَرْهُوْبٍ، اَوْبَلَاءٍ مَجْلُوْبٍ، اَوْذَنْبٍ مَکْسُوْبٍ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ بِعَظِیْمِ مَاسَاَلَکَ بِهٖ اَحَدٌ مِنْ خَلْقِکَ مِنْ کَرِیْمِ اَسْمَائِکَ وَجَمِیْلِ ثَنَائِکَ وَخَاصَّةِ دُعَائِکَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَاَنْ تَجْعَلَ شَهْرَنَا هٰذَا اَعْظَمَ شَهْرِ رَمَضَانَ مَرَّ عَلَیْنَا مُنْذُ اَنْزَلْتَنَا اِلَی الدُّنْیَا بَرَکَةً فِیْ عِصْمَةِ دِیْنِیْ وَخَلَاصِ نَفْسِیْ، وَقَضَاءِ حَاجَتِیْ، وَتُشَفِّعَنِیْ فِیْ مَسَائِلِیْ وَتَمَامِ النِّعْمَةِ عَلَیَّ، وَصَرْفِ السُّوْءِ عَنِّیْ، وَلِبَاسِ الْعَافِیَةِ لِیْ. وَاَنْ تَجْعَلَنِیْ بِرَحْمَتِکَ مِمَّنْ اَدَّخَرْتَ لَهٗ لَیْلَةَ الْقَدْرِ وَجَعَلْتَهَا لَهٗ خَیْرًا مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ فِیْ اَعْظَمِ الْاَجْرِ، وَاَکْرَمِ الذُّخْرِ، وَاَحْسَنِ الشُّکْرِ، وَاَطْوَلِ الْعُمْرِ، وَاَدْوَمِ الْیُسْرِ.

اَللّٰهُمَّ وَاَسْاَلُکَ بِرَحْمَتِکَ وَعِزَّتِکَ وَطَوْلِکَ وَعَفْوِکَ وَنَعْمَائِکَ وَجَلَالِکَ وَقَدِیْمِ اِحْسَانِکَ وَامْتِنَانِکَ اَنْ لَا تَجْعَلَهٗ آخِرَ الْعَهْدِ مِنَّا لِشَهْرِ رَمَضَانَ حَتّٰی تُبَلِّغَنَاهُ مِنْ قَابِلٍ عَلٰی اَحْسَنِ حَالٍ وَتُعَرِّفَنَا هِلَالَهٗ مَعَ النَّاظِرِیْنَ اِلَیْهِ وَالْمُتَعَرِّفِیْنَ لَهٗ، فِیْ اَعْفٰی عَافِیَتِکَ وَاَتَمِّ نِعْمَتِکَ وَاَوْسَعِ رَحْمَتِکَ، وَاَجْزَلِ قِسَمِکَ.

اَللّٰهُمَّ یَارَبِّیَ الَّذِیْ لَیْسَ لِیْ رَبٌّ غَیْرُهٗ لَاتَجْعَلْ هٰذَا الْوَدَاعَ مِنِّیْ لَهٗ وَدَاعَ فَنَاءٍ، وَلَا آخِرَ الْعَهْدِ مِنِّیْ لِلِقَاءٍ حَتّٰی تُرِیَنِیْهِ مِنْ قَابِلٍ فِیْ اَسْبَغِ النِّعَمِ، وَاَفْضَلِ الرَّجَاءِ، وَاَنَالَکَ عَلٰی اَحْسَنِ الْوَفَاءِ اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ.

اَللّٰهُمَّ اسْمَعْ دُعَائِیْ وَارْحَمْ تَضَرُّعِیْ وَتَذَلُّلِیْ لَکَ، وَاسْتِکَانَتِیْ وَتَوَکُّلِیْ عَلَیْکَ، فَاَنَا لَکَ مُسْلِمٌ، لَا اَرْجُوْ نَجَاحًا وَلَا مُعَافَاةً اِلَّا بِکَ وَمِنْکَ، فَامْنُنْ عَلَیَّ جَلَّ ثَنَاؤُکَ وَتَقَدَّسَتْ اَسْمَاؤُکَ، وَبَلِّغْنِیْ شَهْرَ رَمَضَانَ وَاَنَا مُعَافًی مِنْ کُلِّ مَکْرُوْهٍ وَمَحْذُوْرٍ، وَجَنِّبْنِیْ مِنْ جَمِیْعِ الْبَوَائِقِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعَانَنَا عَلٰی صِیَامِ هٰذَا الشَّهْرِ حَتّٰی بَلَّغَنَا آخِرَ لَیْلَةٍ مِنْهُ.

[اے اللہ تو نے اپنے نبی مرسل پر نازل کردہ کتاب میں یہ کہا ہے اور تیرا قول حق ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ (سورۂ بقرہ ۱۸۵)۔ (رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کا رہنما ہے اور اس رہنمائی اور حق و باطل میں تمیز کی روشن دلیلیں ہیں) اور یہ ماہ رمضان گذر گیا ہے میں تیری ذات کریم اور تیرے کلمات تام کا واسطہ دے کر التجا کرتا ہوں کہ اگر میرے ذمہ کچھ ایسے گناہ ہیں کہ تو نے اب تک انہیں نہیں بخشا ہے اور تیرا ارادہ ہو کہ تو اس کا مجھ سے

محاسبہ کرے یا اس پر مجھے سزا دے یا مجھ پر عقاب کرے تو تو اس شب کی فجر طالع ہونے یا اس مہینے کے ختم ہونے سے پہلے ہی مجھے بخش دے اے ارحم الراحمین۔ اے اللہ میں تیری اول سے آخر تک دی ہوئی تمام نعمتوں پر تیری حمد کرتا ہوں تیری ان تمام تر حمدوں کے ساتھ جو خود تو نے اپنی ذات کے لئے کی ہیں اور جو تیری حمد کرنے والی مخلوقات نے اور تیرے ذکر اور تیرے شکر میں جدوجہد کرنے والوں نے کی ہیں جن کی تو نے حق کی ادائیگی میں اعانت کی ہے وہ جو تیری طرح طرح کی مخلوقات نے اور ملائکہ مقربین وانبیاء ومرسلین نے کی ہے جو تمام عالمین میں قسم قسم کے بولنے والوں نے اور تیری تسبیح پڑھنے والوں نے کی ہے اس بات پر کہ تو نے ہم لوگوں تک ماہ رمضان کو پہنچایا اور اس امر پر کہ تو نے ہم لوگوں پر اپنی نعمتوں کی بارش کی اور ہم لوگوں پر بے شمار بخشش واحسان کیا جس کا ہم احصاء نہیں کر سکتے پس تیرے لئے ایسی حمد کرتا ہوں جو سدا ہو دائمی ہو یا زیادہ سے زیادہ ہو، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہو، ازلی و ابدی ہو اور تا ابد ختم نہ ہو۔ تیری بڑی حمد وثناء کہ تو نے ہماری اتنی اعانت فرمائی کہ ہم لوگوں سے اس کے روزے، اس کی نمازیں پوری ہو گئیں پس جو کچھ ہم لوگوں سے اس میں نیکی یا شکر یاذکر ہوا ہے اے اللہ تو اس کو قبول فرما اپنی بہترین قبولیت درگذر وعفو، بخشش ومغفرت اور اپنی حقیقی رضا وخوشنودی کے ساتھ تا کہ ہم لوگ اس میں ہر مطلوبہ ثواب اور عطا کردہ بخششوں کے حصول میں کامیاب ہو جائیں۔ اور تو ہم لوگوں کو ہر خطرہ سے یا ہماری اپنی مول لی ہوئی بلاؤں سے یا مسلسل گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ رکھ۔

اے اللہ میں ان عظیم دعاؤں کا واسطہ دے کر جو تیری مخلوق میں سے کسی نے تیرے مکرم اسماء، تیری بہترین ثناء اور مخصوص دعا کے ساتھ کیا ہے تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو محمدؐ اور آل محمدؐ پر اپنی رحمتیں نازل فرما اور ہمارے اس مہینہ کو برکت اور دین کی سلامتی وجان کی امان وقضائے حاجت ومسائل کے حل، نعمتوں کے تمام ہونے امراض کے دور رہنے اور عافیت کا لباس پہننے میں ان تمام پچھلے رمضانوں سے عظیم اور بہتر قرار دے جو ہم لوگوں پر اس وقت سے گذرتے رہے جب سے تو نے اس کا حکم (روزہ) ہم پر نازل کیا۔ اور برائے مہربانی مجھے ان لوگوں میں شامل کرلے جن کے لئے تو نے شب قدر کو رکھ چھوڑا ہے اور جن کے لئے تو نے اس شب قدر کو ایک ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا عظیم ثواب و بہترین ذخیرہ آخرت و بہترین شکر وعمر کی درازی اور دائمی فارغ البالی کے لئے۔

اے اللہ میں تجھ سے تیری رحمت تیری عزت، تیری بخشش، تیرا عفو ودرگزر، تیری نعمتوں، تیرے جلال، تیرے قدیمی احسان اور تیرے امتنان کا واسطہ دے کر التجا کرتا ہوں کہ اس رمضان کو تو میرے لئے آخری رمضان نہ قرار دینا بلکہ آئندہ ماہ رمضان تک تو مجھے اچھی حالت کے ساتھ پہنچانا اور آئندہ ماہ رمضان کا چاند دیگر دیکھنے والوں کے ساتھ دکھانا اپنی دی ہوئی عافیت اپنی بھرپور نعمت اپنی وسیع رحمت اور اپنی بے حد عطیات کے ساتھ۔

اے اللہ میرے پروردگار کہ جس کے سوا میرا کوئی پروردگار نہیں اس وداع (ماہ رمضان) کو میرا وداع، فنا وموت نہ قرار دینا اور نہ اسے میری آخری ملاقات قرار دینا بلکہ آئندہ سال بھی اس کا دیدار کرانا اپنی پوری نعمتوں بہترین امیدوں کے ساتھ اور میں تیرے عہد کی بہترین وفا کروں گا۔ بیشک تو دعا کا سننے والا ہے۔ اے اللہ میری دعا کو سن۔ میرے گڑگڑانے، عاجزی وفروتنی اور تجھ پر میرے توکل پر رحم فرما۔ میں تیرا مسلمان ہوں سوائے تیری معافی کے اور کسی طرح مجھے نجات کی امید نہیں ہے۔ مجھ پر احسان فرما۔ تیری حمد وثناء بہت بڑی ہے۔ تیرے اسماء پاک وپاکیزہ ہیں۔ آئندہ ماہ رمضان کو میرے پاس اس حال میں پہنچانا کہ میں تمام مکروہات وعذرات سے بچا رہوں۔ مجھے ہر طرح کی برائی اور گناہوں سے بچائے رکھنا۔ اس اللہ کی حمد جس نے اس مہینہ کے روزوں میں ہماری مدد فرمائی اور ہم اس کی آخری شب تک پہنچ گئے۔]

باب: شب عید الفطر اور روز عید الفطر کی تکبیر اور بعد مغرب سجدہ شکر میں جو کچھ کہا جائے

(۲۰۳۶) سعید نقاش نے روایت کی ہے کہ مجھ سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: عید الفطر میں تکبیر ہے مگر سنت ہے۔ راوی کا بیان ہے میں نے عرض کیا: وہ کہاں ہے؟ فرمایا: شب عید الفطر میں مغرب وعشاء کے اندر اور نماز فجر کے اندر اور نماز عید کے اندر۔ سعید کی روایت کے

علاوہ دوسری روایت ہے کہ ظہر کے اندر اور عصر کے اندر اور اس کے بعد تکبیر کا سلسلہ منقطع کر دیا جائے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: میں تکبیر کس طرح کہوں؟ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: یوں کہو:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ عَلٰی مَاھَدَانَا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَااَبْلَانَا. (اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اللہ کے اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ ہی کے لئے حمد ہے اور اللہ ہی سب سے بڑا ہے اس بات پر کہ اس نے ہماری ہدایت کی اور اللہ کی حمد اس بات پر کہ اس نے ہم لوگوں کو آزمایا)۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ولتکملوا العدة تاکہ تم گنتی پوری کرو یعنی روزہ کی وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدَاکُمْ (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۸۵) اور اللہ نے جو تمہاری ہدایت کی ہے اس پر اس کی بڑائی کا اظہار کرو۔

(۲۰۳۷) اور روایت کی گئی ہے کہ اس عید فطر کی تکبیر میں یہ نہیں کہا جائے گا: ورزقنا من بهیمة الانعام (ہم لوگوں کو رزق دیا چوپائے جانوروں کا۔) اس لئے کہ یہ ایام تشریق میں کہتے ہیں (یعنی ۱۳-۱۴-۱۵-ذی الحجہ میں)۔

(۲۰۳۸) روایت کی ہے قاسم بن یحییٰ نے اپنے جد حسن بن راشد سے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ مغفرت شب قدر میں اس پر نازل ہوتی ہے جو ماہ رمضان میں روزہ رکھے۔ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: اے حسن مزدور کو مزدوری کام سے فراغت کے بعد دی جاتی ہے اور یہ عید کی شب ہے۔ میں نے عرض کیا: اس میں ہم لوگوں کو کیا کرنا چاہیے؟ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: جب آفتاب غروب ہو جائے اور تم تین رکعت مغرب کی نماز پڑھ لو تو اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے کہو: یَا ذَالطَّوْلِ، یَا ذَالْحَوْلِ، یَامُصْطَفِی مُحَمَّدٍ وَنَاصِرَہٗ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَاغْفِرْلِیْ کُلَّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتُہٗ وَنَسِیْتُہٗ اَنَا وَھُوَ عِنْدَکَ فِیْ کِتَابٍ مُبِیْنٍ. (اے فضل و بخشش والے، اے قدرت واختیار والے، اے محمدؐ کو منتخب کرنے والے اور ان کے مددگار تو محمدؐ اور آل محمدؐ پر اپنی رحمتیں نازل فرما اور میرا ہر وہ گناہ بخش دے جس کا میں نے ارتکاب کیا ہے اور اسے بھول گیا ہوں مگر وہ تیرے پاس کتاب مبین میں درج ہے) پھر سجدہ میں گر جاؤ اور سجدہ کی حالت میں سو مرتبہ کہو: اَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ (میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں) پھر اس کے بعد اپنی حاجت طلب کرو۔

باب: جب لوگوں کے نزدیک صحیح رویت ہلال ہو جائے تو عید الفطر کی صبح کو صوم کی حالت میں لوگوں پر کیا واجب ہے

(۲۰۳۹) محمد بن قیس نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: جب امام کے سامنے تیس تاریخ کو دو آدمی گواہی دے دیں کہ انہوں نے چاند دیکھا ہے تو امام اسی دن روزہ توڑنے کا حکم دیگا اگر ان دونوں گواہوں نے قبل زوال گواہی دی ہے۔ اور اگر ان دونوں گواہوں نے بعدِ زوال گواہی دی ہے تو امام اس دن افطار کا یعنی روزہ توڑنے کا حکم دیگا اور نماز عید کو دوسرے دن کے لئے موخر کر دیگا اور سب لوگوں کے ساتھ نمازِ عید پڑھے گا۔

(۲۰۴۰) اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: جب چاند نظر نہ آئے لوگ صبح کو روزہ رکھے ہوئے اُٹھیں اتنے میں چند عادل لوگ آئیں اور رویت ہلال کی گواہی دیں تو افطار کر لیں اور دوسرے دن اول وقت اپنی عید کے لئے نکلیں۔ اور شوال کے چاند کی رویت دن میں قبلِ زوال ثابت ہو تو وہ دن شوال میں شمار ہوگا اور اگر بعدِ زوال رویت ہو تو وہ دن ماہ رمضان میں شمار ہوگا۔

باب: نادر احادیث

(۲۰۴۱) حسین بن سعید نے ابن فضال سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو ایک عریضہ لکھا اور اس

ہیں، میں نے دریافت کیا کہ ہمارے یہاں ایک قوم ہے جو نماز پڑھتی ہے مگر ماہ رمضان میں روزہ نہیں رکھتی اور اکثر میں ان لوگوں سے اصرار کرتا ہوں کہ وہ ہماری کھیتی کاٹنے آئیں مگر جب ان کو بلاتا ہوں تو جب تک میں ان کو کھانا کھلانے کا وعدہ نہ کروں وہ قبول نہیں کرتے بلکہ مجھے چھوڑ کر ان لوگوں کے پاس چلے جاتے ہیں جو ان کو کھانا کھلائیں۔ اور میں ماہ رمضان میں ان لوگوں کو کھانا کھلانے سے تنگ ہوتا ہوں۔

تو آنجناب علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے تحریر فرمایا جسے میں پہچانتا ہوں کہ ان لوگوں کو کھانا کھلاؤ۔

(۲۰۴۲) اور محمد بن سنان کی روایت میں ہے جسے انہوں نے حذیفہ بن منصور سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: ماہ رمضان ہمیشہ تیس دن کا ہوگا۔ اس سے کم تا ابد نہ ہوگا۔

(۲۰۴۳) اور حذیفہ بن منصور کی روایت میں ہے جو انہوں نے معاذ بن کثیر سے جن کو معاذ بن مسلم ہرّاء بھی کہا جاتا ہے۔ انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم ماہ رمضان تیس ہی دن کا ہوگا اس سے کم تا ابد نہ ہوگا۔

(۲۰۴۴) محمد بن اسماعیل بن بزیع نے محمد بن یعقوب سے انہوں نے شعیب سے اور انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آنجناب علیہ السلام سے عرض کیا کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے روایت کرتے ہیں کہ آنجنابؐ نے رمضان کے مہینوں میں جتنی مرتبہ تیس دن روزے رکھے اس سے زیادہ مرتبہ انتیس دن روزے نہیں رکھے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: کہ یہ لوگ غلط کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ پورے روزے رکھے فرائض کبھی ناقص نہیں ہوا کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے سال کو تین سو ساٹھ دن کا بنایا اور آسمانوں اور زمینوں کو چھ دن میں پیدا کیا اور چھ دن کو تین سو ساٹھ دن میں سے گھٹا دیا تو سال تین سو چون دن کا رہ گیا۔ اس میں ماہ رمضان تیس دن کا اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بموجب ہے کہ (لتکملوا العدة) دنوں کو کامل کرو اور دن کامل جب ہونگے جب دن پورے ہونگے پھر ماہ شوال انتیس دن کا ماہ ذی القعدہ تیس دن کا اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بموجب (وواعدنا موسی ثلاثین لیلة) ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا چھ مہینے اس طرح ہونگے یعنی ایک مہینہ پورا اور ایک مہینہ ناقص اور ماہ رمضان کبھی ناقص (انتیس دن کا) نہیں ہوگا اور ماہ شعبان کبھی تمام (پورے تیس دن کا) نہیں ہوگا۔

(۲۰۴۵) اور ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول خدا: لتکملوا العدة (تاکہ تم لوگ دنوں کو مکمل کرو) کے متعلق دریافت کیا تو آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: تیس دن۔

(۲۰۴۶) یاسر خادم سے روایت کی گئی ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا ماہِ رمضان انتیس دن کا ہوتا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ماہ رمضان کبھی تیس دن سے تا ابد کم نہ ہوگا۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ ان احادیث کی مخالفت کرتے ہیں اور ان احادیث کی ضد میں عامہ کی جو احادیث ہیں اس کی مدافعت کرتے ہیں وہ اس میں تقیہ کرتے ہیں جب کہ عامہ سے حسب موقع بغیر تقیہ بات نہیں کرتے سوائے اس موقعہ کے جب عامہ میں سے کوئی طالب ہدایت آجائے اور ہدایت چاہے تو اس کی ہدایت اور اس کے لئے وضاحت کرتے ہیں۔ کیونکہ بدعت کا ذکر ترک کر دینے سے وہ خود بخود مردود اور باطل ہو جاتی ہے۔

(۲۰۴۷) معاویہ بن عمار سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایام تشریق (۱۳-۱۴-۱۵ ذالحجہ) کے روزوں کے متعلق دریافت کیا تو آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منیٰ میں ایام تشریق کے روزوں کو منع فرمایا ہے لیکن منیٰ کے علاوہ دوسری جگہوں پر کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲۰۴۸) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزوں میں وصال (دو روزے کے درمیان بغیر افطار کے پے در پے روزہ رکھنا) کو منع فرمایا اور آنحضرتؐ خود دو روزے بلا افطار پے در پے رکھا کرتے تھے۔ تو آپؐ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: میں تم میں سے کسی ایک جیسا بھی نہیں ہوں۔ میں اپنے رب کے پاس رہتا ہوں وہ مجھے کھلا پلا لیتا ہے۔

(۲۰۴۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس وصال کو منع کیا گیا وہ یہ ہے کہ انسان اپنا رات کا کھانا سحر کے وقت کھائے۔

(۲۰۵۰) زرارہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے صوم دھر (ہمیشہ روزے سے رہنے) کے متعلق دریافت کیا تو آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: یہ ہمیشہ مکروہ ہے۔

(۲۰۵۱) نیز آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: روزوں میں وصال نہیں اور نہ ایک دن اور ایک رات کا روزہ ہے۔

(۲۰۵۲) روایت کی گئی ہے بزنطی سے اور انہوں نے روایت کی ہے ہشام بن سالم سے، انہوں نے سعد خفاف سے، انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ہم دس آدمی آنجنابؑ کی مجلس میں حاضر تھے ہم لوگوں نے رمضان کا ذکر کیا تو آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ یہ نہ کہا کرو کہ یہ رمضان ہے۔ نہ یہ کہو کہ رمضان چلا گیا اور یہ کہ رمضان آ گیا اس لئے کہ رمضان اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے نہ وہ آتا ہے نہ وہ جاتا ہے بلکہ آتا جاتا تو وہ ہے جو زائل ہونے والا ہو بلکہ کہو کہ ماہِ رمضان (آیا اور گیا) پس مہینہ مضاف اور منسوب ہے اسم کی طرف اور یہ اسم اللہ تعالیٰ کا اسم ہے۔ اور یہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جس کو اللہ تعالیٰ نے (اپنے اولیاء کیلئے) حجت اور عید قرار دیا ہے۔

(۲۰۵۳) غیاث بن ابراہیم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے، انہوں نے اپنے جدنامدار علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ تم لوگ صرف رمضان نہ کہو اس کو ماہِ رمضان کہو اس لئے کہ تم لوگوں کو نہیں معلوم کہ رمضان کیا ہے۔

(۲۰۵۴) اور امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: مرد کے لئے یہ مستحب ہے کہ ماہِ رمضان کی پہلی شب کو اپنی زوجہ سے ہمبستری کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم** (مسلمانو تم لوگوں کیلئے روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے) (سورۂ البقرہ آیت نمبر ۱۸۷)۔

(۲۰۵۵) محمد بن فضیل نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجناب علیہ السلام نے اپنے کسی دوستدار کو عید الفطر کے دن دعا دیتے ہوئے فرمایا: اے فلاں اللہ تعالیٰ تمہاری اور ہماری طرف سے قبول کرے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر جب عید الاضحیٰ کا دن آیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے فلاں اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کی طرف سے قبول کرے نیز تمہاری طرف سے قبول کرے۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ آپ (علیہ السلام) نے عید الفطر کے دن کچھ اور کہا تھا اور عید قرباں کے دن کچھ اور فرما رہے ہیں؟ تو آنجنابؑ نے ارشاد فرمایا: ہاں میں نے عید الفطر کے دن کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اور ہماری طرف سے قبول کرے اس لئے کہ اس نے بھی وہی کیا ہے جو میں نے کیا ہے (یعنی روزہ) اس طرح ہم اور وہ اس فعل میں برابر ہیں۔ اور عید قربان میں ہم نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے قبول کرے نیز تمہاری طرف سے قبول کرے اس لئے کہ ہو سکتا ہے ہمارے لئے قربانی ممکن ہو اور اس کے لئے قربانی ممکن نہ ہو تو اس طرح ہمارا اور اس کا کام ایک نہ ہوگا۔

(۲۰۵۶) جراح مدائنی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: عید الفطر کے دن نماز سے پہلے کچھ کھا لو اور عید قربان کے دن اس وقت تک نہ کھاؤ جب تک امام نماز پڑھا کر واپس نہ چلا جائے۔

(۲۰۵۷) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس عید کے دن جب کوئی خوشبودار چیز پیش کی جاتی تو سب سے پہلے وہ اسی سے افطار فرمایا کرتے۔

(۲۰۵۸) اور ایک مرتبہ علی بن محمد نوفلی نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں نے عید الفطر کے دن خاک شفاء (خاک قبر حسینؑ) اور کھجور سے افطار کیا تو آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: اس طرح تم نے برکت اور سنت دونوں کو جمع کرلیا۔

(۲۰۵۹) حضرت امام حسن بن علی علیہما السلام [1] نے عید کے دن لوگوں کو دیکھا کہ وہ کھیل کود کررہے ہیں اور ہنس بول رہے ہیں تو آپؑ نے اپنے اصحاب کی طرف رخ کیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان کو اپنی مخلوق کیلئے مسابقت ومقابلہ کا میدان بنایا ہے تا کہ لوگ اللہ کی اطاعت اور اس کی رضا کے حصول میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں تو اس میں کچھ لوگ آگے بڑھ گئے اور کامیاب رہے اور کچھ لوگ پیچھے رہ گئے اور ناکام رہے۔ تو ایسے دن میں جس کے اندر نیکی کرنے والے کامیاب اور تقصیر کرنے والے ناکام ہوئے ان ہنسی ٹھٹھا اور کھیل کود کرنے والوں پر تعجب اور بہت تعجب ہے۔ خدا کی قسم اگر سامنے پردے ہٹادیئے جائیں تو (نظر آئیگا کہ) نیکی کرنے والے اپنی نیکیوں کی جزا لینے میں مشغول ہیں اور بدی کرنے والے اپنی بدی کی سزا میں مبتلا ہیں۔

(۲۰۶۰) حنّان بن سدیر نے عبداللہ بن دینار سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے عبداللہ مسلمانوں کی جب بھی کوئی عید آتی ہے خواہ وہ عید قربان ہو یا عید الفطر اس میں آل محمد کا حزن وغم تازہ ہوجاتا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: یہ کیوں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس لئے کہ وہ لوگ اپنے حق کو دوسروں کے قبضہ میں دیکھتے ہیں۔

(۲۰۶۱) عبداللہ بن لطیف تفلیسی نے رزین سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب حضرت امام حسین ابن علی علیہما السلام پر تلوار سے وار کیا گیا اور وہ گھوڑے سے گرے تو وہ لوگ آگے بڑھے کہ آپؑ کا سر قلم کرلیا جائے تو بطن عرش سے ایک منادی نے ندا دی کہ اے اپنے نبی کے بعد بھٹکی ہوئی اور ادھر اُدھر ماری ماری پھرنے والی اور گمراہ ہوجانے والی امت تجھے اللہ تعالیٰ عید قربان اور عید الفطر کی توفیق نصیب نہ کرے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ وہ ندا یہ تھی کہ تجھے اللہ روزے اور عید الفطر کی توفیق نصیب نہ کرے۔ اس کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اس کے لازمی نتیجہ میں خدا کی قسم نہ اب تک ان لوگوں کو توفیق ہوئی اور نہ آئندہ جب تک کہ امام حسین علیہ السلام کے خون کا انتقام لینے والا ان کے خون کا انتقام نہ لے لے ان لوگوں کو اس کی توفیق ملے گی۔

(۲۰۶۲) جابر سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ شوال کی پہلی تاریخ کو (عید الفطر کے دن) ایک منادی ندا دیتا ہے کہ اے اہل ایمان اپنے اپنے انعامات لینے کیلئے چلو۔ اس کے بعد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا انعام ان بادشاہوں کے انعام کی طرح کا نہیں ہے۔ پھر فرمایا: یہ دن انعام کا دن ہے۔

باب: فطرہ

(۲۰۶۳) ابن ابی نجران اور علی بن حکم نے صفوان جمّال سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے فطرہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: یہ چھوٹے بڑے آزاد و غلام ہر انسان پر ایک صاع گندم یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع خشک انگور ہے۔ (یعنی 2.830646 کلوگرام)۔

(۲۰۶۴) محمد بن خالد نے سعد بن سعد اشعری سے انہوں نے حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے

[1] بعض نسخوں میں ہے: حسین بن علی علیہما السلام نے دیکھا۔ اور یہ حدیث صلوٰۃ عیدین کے تحت شمار نمبر ۱۴۸۱ میں آچکی ہے۔ اور 'کافی' ج ۴ ص ۱۸۱ پر اپنی اسناد کے ساتھ احمد بن عبدالرحیم نے اسے بلند کیا ہے ابی الحسن صلوات اللہ علیہ تک کہ فرمایا: لوگوں کو دیکھا۔۔۔ تا آخر۔

آنجناب علیہ السلام سے فطرہ کے متعلق دریافت کیا کہ ہر فرد کی طرف سے کتنا گندم، جو، کھجور یا خشک انگور دیا جائے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاع کے برابر۔ایک صاع (یعنی پانچ مد)۔

(۲۰۶۵) محمد بن احمد بن یحییٰ نے جعفر بن ابراہیم بن محمد ہمدانی سے روایت کی وہ اس وقت ہم لوگوں کے ساتھ حج میں تھے، ان کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد کی معرفت حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو ایک خط لکھا کہ میں آپ (علیہ السلام) پر قربان ہمارے اصحاب کو صاع کے وزن میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ فطرہ مدنی صاع سے نکالنا چاہیے کچھ کہتے ہیں کہ عراقی صاع سے نکالنا چاہیے؟ آپ علیہ السلام نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ صاع مدنی چھ رطل کا اور عراقی نو رطل کا ہوتا ہے۔راوی کا بیان ہے کہ نیز آپ علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ وہ وزن میں ایک ہزار ایک سو ستر (۱۱۷۰) درہم کے برابر ہوتا ہے (درہم = 2.4193548 گرام)

(۲۰۶۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب کسی کو فطرہ نکالنے کیلئے گیہوں یا جو نہ ملے تو اس کی طرف سے قَمْحْ (گیہوں کی ادنیٰ قسم) اور سُلْتَ (بے چھلکے والا پیغمبری جو) اور عَلَسْ (گیہوں کی قسم جس کے ایک چھلکے میں دو دانے ہوتے ہیں جو اہل صنعاء کی غذا ہے) اور مکئی بھی فطرے میں نکال سکتے ہیں۔ ۱

اور اگر کوئی صحراؤں کا رہنے والا ہو اور اس کے پاس فطرہ نکالنے کو کچھ نہ ہو تو وہ چار رطل دودھ فطرہ میں نکالے۔اور جو شخص جو غذا بھی کھاتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ فطرہ میں وہی چیز نکالے جو وہ کھاتا ہے۔ ۲ (رطل بارہ اوقیہ جو شام میں پانچ پونڈ کا اور مصر میں پونے سولہ اونس کا ہوتا ہے)۔

(۲۰۶۷) اور محمد بن قاسم فضیل بصری نے حضرت امام ابوالحسن رضا علیہ السلام کو ایک عریضہ لکھا اس میں دریافت کیا کہ اگر یتیم کا کوئی مال ہو تو کیا کوئی وصی یتیم کی طرف سے اس کے مال سے زکوٰۃ فطرہ نکال سکتا ہے؟ آپ علیہ السلام نے جواب میں تحریر فرمایا: یتیم پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔

اور محتاج پر صدقہ فطرہ نکالنا واجب نہیں اور ہر وہ شخص جس کو فطرہ لینا حلال ہے اس پر صدقہ فطرہ نکالنا واجب نہیں۔

(۲۰۶۸) اور سیف بن عمیرہ نے اسحاق بن عمار سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص کے پاس صرف اتنا ہی ہے کہ وہ اپنا فطرہ تنہا نکال سکے اس کے سوا اس کے پاس اور کچھ نہیں ہے کیا وہ فطرہ نکال دے یا خود اور اپنے عیال کو کھلائے؟ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: وہ اپنے اہل وعیال میں سے کسی ایک کو فطرہ دے اور وہ دوسرے کو دے وہ باہم ایک کے بعد دوسرے کو دیدیں اس طرح ایک ہی فطرہ سب کی طرف سے ہو جائیگا۔

(۲۰۶۹) حسن بن محبوب نے عمر بن یزید سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس کے پاس اسکے بھائیوں میں سے کوئی مہمان ہے اتنے میں فطرہ کا دن آجاتا ہے تو کیا وہ اس مہمان کی طرف سے بھی فطرہ ادا کرے؟ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: ہاں جو بھی اس کے عیال میں ہے مرد ہو یا عورت چھوٹا ہو یا بڑا آزاد ہو یا غلام اس پر سب کا فطرہ واجب ہے۔

(۲۰۷۰) اسحاق بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: کوئی ہرج نہیں اگر کوئی شخص ایک آدمی کو دو یا تین یا چار آدمیوں کا فطرہ دیدے۔

---

۱ شیخ نے 'تہذیب' میں محمد بن مسلم سے صحیح حدیث میں ج ۱ ص ۳۷۰ پر اسے تحریر کیا ہے لیکن 'علس' کی جگہ 'عدس' (مسور) کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۲ کلینی نے ج ۴ ص ۱۷۳ پر اور شیخ نے 'تہذیب' ج ۱ ص ۳۷۰ پر اپنی اسناد کے ساتھ مرفوع اور مرسل حدیث میں امام ابوعبداللہ علیہ السلام سے حدیث کی ہے کہ صحرا کے رہنے والے کے لئے سوال کیا گیا جس کے لئے فطرہ نکالنا ممکن نہیں ہے تو فرمایا: چار رطل دودھ تصدق کردے۔علامہ مجلسی رحمۃ اللہ نے فرمایا: ظاہراً یہ خبر اس دینے والے کے لئے استحباباً ہے جو فقیر ہو۔

(۲۰۷۱) اور دوسری حدیث میں ہے کہ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: کوئی حرج نہیں اگر کوئی شخص اپنی طرف سے اور اپنے عیال کی طرف سے کسی ایک آدمی کو فطرہ دیدے۔

اور ایک آدمی کا فطرہ دو آدمیوں کو دینا جائز نہیں (یعنی فطرے کے حصے نہیں کیے جاسکتے)۔

اور اگر تمہارا کوئی غلام مسلمان یا کافر ذمی ہے تو اس کی طرف سے بھی فطرہ ادا کرو۔ [۱]

اور اگر تمہارے یہاں عید الفطر کے دن کوئی بچہ قبل زوال پیدا ہو تو اس کی طرف سے استحباباً فطرہ ادا کرو اور اگر بعد زوال پیدا ہو تو اس پر فطرہ نہیں ہے اور اسی طرح اگر کوئی شخص قبل زوال یا بعد زوال اسلام لایا ہے تو اس کے لئے بھی یہی حکم ہے [۲] اور یہ استحباب کی بنا پر ہے اور افضل کو اختیار کیا جائیگا۔ مگر فطرہ واجب اس شخص پر ہے۔ جو ماہ رمضان کو پا جائے۔ (یعنی عید کا چاند دیکھنے سے پہلے مسلمان ہوا ہو)۔

(۲۰۷۲) اس حدیث کی علی بن ابی حمزہ نے معاویہ بن عمار سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اس بچہ کے متعلق جو عید الفطر کی شب پیدا ہوا اس یہودی یا نصرانی کے متعلق جو شب عید الفطر اسلام لایا، آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: ان سب پر فطرہ نہیں اور صرف اسی پر فطرہ ہے جو ماہِ رمضان کو پا جائے۔

(۲۰۷۳) محمد بن عیسیٰ نے علی بن بلال سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام طیب عسکری علیہ السلام کو عریضہ لکھ کر دریافت کیا کہ کیا یہ جائز ہے کہ ایک شخص اپنے اہل و عیال جن کی تعداد کم و بیش دس عدد ہے ان سب کا فطرہ ایک محتاج شخص کو دیدے؟ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: ہاں ایسا کرلو۔

(۲۰۷۴) اور علی بن جعفر نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے غلامِ مکاتب کے متعلق دریافت کیا کہ کیا اس پر ماہ رمضان کا فطرہ واجب ہے یا اس پر کہ جس کا یہ غلام مکاتب ہے اور کیا اس کی شہادت و گواہی جائز ہے؟ تو آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: (کیا جب) اس پر فطرہ واجب ہے تو اس کی شہادت جائز نہ ہوگی؟

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ یہ استفہام انکاری ہے، خبر یہ نہیں ہے یعنی آپؑ کے فرمانے کا مطلب یہ ہے اس پر فطرہ کیسے واجب ہوگا جب اس کی شہادت جائز نہ ہوگی مطلب یہ کہ اس کی شہادت بھی اسی طرح جائز ہے جس طرح اس پر فطرہ واجب ہے۔

(۲۰۷۵) اور محمد بن قاسم بن فضیل نے حضرت امام ابوالحسن رضا علیہ السلام کو ایک عریضہ لکھا اور اس میں دریافت کیا ایک غلام کا مالک مر گیا اور یہ کسی دوسرے شہر میں ہے اس کے قبضہ میں اپنے مالک کا کچھ مال ہے۔ اتنے میں فطرہ نکالنے کا دن آ گیا کیا وہ اپنے مالک کے مال سے اپنا فطرہ نکالے جبکہ یہ مال اب یتیموں کا ہے؟ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: ہاں (فطرہ نکالے)۔ [۳]

---

[۱] آدمی زکوٰۃ فطرہ ادا کرے گا مکاتب، زوجہ کے غلام، نصرانی و مجوسی غلام اور جو بھی اس کے دروازہ سے وابستہ ہو کی طرف سے۔ (التہذیب ج ۱ ص ۴۴۵)۔

[۲] شیخ نے 'تہذیب' ج ۱ ص ۴۴۵ پر اور کلینی نے 'کافی' ج ۴ ص ۱۷۲ پر صحیح حدیث میں معاویہ بن عمار سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے اس مولود کے بارے میں سوال کیا جو لیلۃ الفطر میں پیدا ہوا، کیا اس پر فطرہ ہے؟ فرمایا: نہیں، وہ (رمضان کے) مہینے کے بعد آیا ہے۔ اور اس یہودی کے بارے میں دریافت کیا جو لیلۃ الفطر میں اسلام لایا، کیا اس پر فطرہ ہے؟ فرمایا: نہیں۔ اور مشہور ہے کہ فطرہ نکالنا بچے یا مملوک پر اس وقت واجب ہے جب ولادت یا ملکیت رویتِ ہلال سے قبل ہوئی ہو۔ اور مستحب ہے اگر انتہائے وقت سے پہلے ہو۔ (المرآۃ)

[۳] یہ بظاہر اس حدیث کے منافی ہے جو ۲۰۶۷ کے تحت گزر چکی ہے اور محمد بن قاسم بن فضیل ہی کے خط کے جواب میں ہے۔ جہاں کہا گیا ہے کہ "یتیم پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے"۔ البتہ ممکن ہے کہ یہاں استحباب پر محمول ہو۔

(۲۰۷۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: فطرہ میں ایک صاع کھجوریں نکالنا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے ایک صاع سونا اور چاندی نکالنے سے۔[1]

(۲۰۷۷) اور ہشام بن حکم نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فطرہ میں کھجور دینا کھجور کے علاوہ کسی اور چیز کے دینے سے افضل ہے اس لئے کہ اس کو فوراً استعمال کر کے جلد از جلد منفعت حاصل کی جاسکتی ہے۔ یہ اس طرح کہ یہ مستحق کو پہنچے گی تو وہ اس کو فوراً استعمال کر سکتا ہے۔ نیز فرمایا: جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا تو لوگوں کے پاس اتنا مال نہ تھا کہ جس میں زکوٰۃ نکالیں بلکہ یہ حکم فطرہ نکالنے کیلئے نازل ہوا تھا۔

(۲۰۷۸) اسحاق بن عمار نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے فطرہ کے (مستحق کے) متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس کے پڑوسی زیادہ حقدار ہیں اور کوئی حرج نہیں اگر اس کی قیمت چاندی کی شکل میں دی جائے۔

(۲۰۷۹) اور علی بن یقطین نے حضرت ابوالحسن اول علیہ السلام سے زکوٰۃ فطرہ کے متعلق دریافت کیا کہ اپنے پڑوسی کو اور بچے کو دودھ پلانے والی اور دایہ کو جن کا مذہب معلوم نہ ہو مگر وہ ناصبی اور دشمن اہلبیت بھی نہ ہوں تو ان کو فطرہ دینا درست ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ محتاج ہیں تو دینے میں کوئی حرج نہیں۔

(۲۰۸۰) اسحاق بن عمار نے معتب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جاؤ ہمارے تمام اہل و عیال کی طرف سے اور ہمارے غلاموں کی طرف سے فطرہ دیدو۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑنا اس لئے کہ اگر تم نے اس میں سے کسی آدمی کو چھوڑا تو اسکے فوت ہونے کا خوف ہے۔ میں نے عرض کیا: فوت کا کیا مطلب؟ فرمایا: موت۔

(۲۰۸۱) صفوان نے عبدالرحمٰن بن الحجاج سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو ایک آدمی کو خرچہ دیتا ہے حالانکہ وہ اس کے عیال میں سے نہیں ہے مگر وہ اس کا کھانا، کپڑا پورا کرتا ہے تو کیا اس کا فطرہ دینا بھی اسی پر لازم ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس پر صرف اپنے عیال کا فطرہ واجب ہے کسی دوسرے کا نہیں۔ نیز آپؑ نے فرمایا: اس کے عیال میں صرف اس کے بچے اس کے غلام اور زوجہ اور ام ولد (بچے کی ماں) شامل ہیں۔

(۲۰۸۲) صفوان بن یحییٰ نے اسحاق بن عمار سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے فطرہ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اگر وہ تم سے چھوٹ گیا ہے تو اگر تم اس کو قبل نماز یا بعد نماز ادا کرو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور تم پر واجب ہے کہ تم اپنی طرف سے اپنے باپ اور ماں کی طرف سے اپنی بیوی اور بچوں کی طرف سے اور اپنے خادموں کی طرف سے فطرہ ادا کرو۔

(۲۰۸۳) محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجناب علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص پر اپنے اہل میں سے کن کن لوگوں کی طرف سے فطرہ نکالنا واجب ہے؟ آنجنابؑ نے فرمایا: اپنے تمام اہل و عیال کی طرف سے خواہ وہ آزاد ہوں یا غلام چھوٹے ہوں یا بڑے جو نماز عید پا جائیں (یعنی اس وقت تک زندہ رہیں)۔

اور میرے پدر بزرگوار نے اپنے رسالہ میں تحریر فرمایا ہے کہ کوئی حرج نہیں اگر کوئی شخص پہلی ماہ رمضان سے لے کر آخر ماہ تک فطرہ نکال دے۔[2]

[1] شیخ نے 'تہذیب' میں قوی حدیث میں زید بن شحام سے اور انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسی کی مانند حدیث نقل کی ہے۔

[2] شیخ نے صحیح حدیث میں اعین کے دونوں بیٹوں زرارہ اور بکیر سے اور فضل بن یسار اور محمد بن مسلم اور برید بن معاویہ سے اور انہوں نے امام باقر اور امام جعفر علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ دونوں حضرات نے فرمایا: آدمی پر واجب ہے کہ اپنے تمام عیال میں سے آزاد ہوں یا غلام، چھوٹے ہوں یا بڑے کی طرف سے ادائیگی کرے اور افضل ہے اور اسے وسعت ہے کہ اول روز ماہ رمضان سے آخری دن تک نکالے۔ پس اگر وہ ایک صاع کھجور ہر فرد کے لئے اور اگر نہ دے سکے تو نصف صاع ہر فرد کے لئے گیہوں یا جو دے۔ اور گیہوں اور جو برابر ہیں۔ تو جو گیہوں کے لئے جائز ہے وہی جو کے لئے جائز ہے ('التہذیب' ج ا ص ۳۷۰)۔ اور اسے قرض پر محمول کیا گیا ہے۔ جس طرح زکوٰۃ بھی قرض پر دی جاسکتی ہے۔

یہ نماز عید تک زکوٰۃِ فطر میں شمار ہوگا اور اگر نماز عید کے بعد نکالے تو اس کا شمار صدقہ میں ہوگا۔[1] اور فطرہ نکالنے کا افضل و بہتر وقت ماہ رمضان کی آخری تاریخ ہے۔

(۲۰۸۴) روایت کی ہے محمد بن مسعود عیاشی نے۔ اس کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن نصیر نے، انہوں نے بیان کیا کہ بیان کیا مجھ سے سہل بن زیاد نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے منصور بن عباس نے، انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے اسماعیل بن سہل نے روایت کرتے ہوئے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے حریز سے انہوں نے زرارہ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے عرض کیا کہ غلام جو ایک قوم کی مشترکہ ملکیت ہے کیا اس کا فطرہ سب پر واجب الادا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: جب ہر آدمی کا ایک غلام ہے تو وہ اپنے اپنے غلام کا فطرہ ادا کرے گا اور اگر جتنی غلاموں کی تعداد ہے اتنی ہی مالکوں کی بھی تعداد ہے تو وہ سب ان غلاموں میں برابر کے حصہ دار ہیں تو ہر ایک اپنے حصہ کے مطابق ان غلاموں کا فطرہ ادا کرے گا۔ اور اگر ان مالکوں کیلئے فی کس ایک غلام سے کم پڑتا ہے تو پھر ان میں سے کسی پر بھی فطرہ نہیں ہے۔

(۲۰۸۵) محمد بن اسماعیل بن بزیع سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اپنی طرف سے اور دوسروں کی طرف سے حضرت امام ابوالحسن رضا علیہ السلام کی خدمت میں کچھ دراہم بھیجے اور خط لکھ کر انہیں بتایا کہ یہ اہل وعیال کی طرف سے فطرہ کی رقم ہے تو آنجنابؑ نے خود اپنے ہاتھ سے لکھ کر مطلع کیا کہ میں نے وصول پائے۔

(۲۰۸۶) اور سکونی کی روایت میں ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جو شخص فطرہ ادا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے زکوٰۃ مال کی ادائیگی میں جو کمی رہ گئی ہے وہ اس فطرہ سے پوری کر دیگا۔

(۲۰۸۷) حمادؒ بن عیسی نے حریز سے انہوں نے ابوبصیر اور زرارہ سے روایت کی ہے۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: روزے کی تکمیل زکوٰۃ یعنی فطرہ دینے سے ہوتی ہے جس طرح نماز کی تکمیل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے سے ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جو شخص روزہ رکھے اور عمداً فطرہ دینا ترک کرے تو اس کا روزہ نہیں ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود ترک کر دے تو اسکی نماز نہ ہوگی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز سے پہلے اسی کا ذکر کیا ہے: **قد افلح من تزکّی و ذکر اسم ربہ فصلّی** (سورۂ اعلیٰ آیت نمبر ۱۴۔۱۵) (وہ یقیناً دلی مراد کو پہنچا جو زکوٰۃ ادا کرتا رہا اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرتا اور نماز پڑھتا رہا)۔

باب: اعتکاف

(۲۰۸۸) حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کسی مسجد جامع میں رہ کر روزہ رکھے بغیر اعتکاف نہیں ہوتا۔

(۲۰۸۹) نیز فرمایا: جب ماہ رمضان کا آخری عشرہ ہوا کرتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں اعتکاف فرمایا کرتے۔ آپؐ کیلئے بالوں کا ایک خیمہ نصب کر دیا جاتا۔ آپؐ اپنے ازار کا پائینچا اوپر چڑھا لیتے اور بستر لپیٹ دیتے۔ اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ازواج سے دوری اختیار کر لیتے مگر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ازواج سے دوری نہیں فرمایا کرتے تھے۔

اس کتاب کے مصنف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول کہ ازواج سے عزل اور دوری نہیں فرمایا کرتے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ ازواج کو خدمت کرنے اور اپنے پاس بیٹھنے سے نہیں روکتے تھے۔ مگر ان کے ساتھ مجامعت ترک کرتے۔ اور یہ اس طرح معلوم ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ بستر لپیٹ دیتے یعنی ترک مجامعت فرماتے۔

[1] جس طرح عبداللہ بن سنان کی صحیح میں 'کافی' ج ۴ ص ۱۷۰ پر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرمایا: نماز سے پہلے فطرہ دینا افضل ہے اور نماز کے بعد صدقہ۔ یعنی اس کا وقت گزر گیا لیکن لازم یا واجب صدقہ کی قضاء ہوگی اور اس میں ثواب نہیں ہے۔ اور نماز کے وقت سے مراد زوال تک کا وقت ہے۔

(۲۰۹۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا: جس سال ماہ رمضان میں غزوہ بدر تھا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعتکاف نہیں فرمایا اور جب دوسرا سال آیا تو آپؐ نے بیس دن اعتکاف فرمایا۔ دن اس موجودہ سال کے اور دس دن گزشتہ سال کی قضا۔

(۲۰۹۱) حسن بن محبوب نے عمر بن یزید سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ علیہ السلام بغداد کی کسی مسجد (میں اعتکاف) کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: تم صرف اسی مسجد میں اعتکاف کرو جس میں کسی امام عادل نے نماز با جماعت پڑھائی ہو۔ اور کوئی حرج نہیں اگر مسجد کوفہ و مسجد بصرہ و مسجد مدینہ اور مسجد مکہ میں اعتکاف کیا جائے۔

(۲۰۹۲) اور روایت کی گئی ہے کہ مسجد مدائن میں بھی (اعتکاف کیا جا سکتا ہے)۔

(۲۰۹۳) بزنطی نے داؤد بن سرحان سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: میری نظر میں سوائے مسجد حرام یا مسجد رسولؐ یا کسی مسجد جامع کے (لیکن اگر کسی دوسری مسجد میں نماز جمعہ ہو رہی ہے تو اس کے لئے نکلنا مستثنیٰ ہے) اور کہیں اعتکاف نہیں ہوگا۔ اور اعتکاف کرنے والے کیلئے یہ جائز نہیں کہ بغیر کسی شدید ضرورت کے مسجد جامع سے نکلے۔ اور پھر (اگر کسی شدید ضرورت کیلئے نکلے تو) مقام اعتکاف تک واپسی تک کہیں نہ بیٹھے۔ اور عورت کیلئے بھی اسی طرح کا حکم ہے۔

(۲۰۹۴) اور عبداللہ بن سنان نے جو روایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے اس میں ہے کہ مکہ میں اعتکاف کرنے والا مکہ کے جس گھر میں چاہے اعتکاف کرلے۔ اس کیلئے برابر ہے وہ مسجد میں نماز پڑھے یا مکہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں۔

(۲۰۹۵) اور منصور بن حازم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جو روایت کی ہے اس میں ہے کہ شہر مکہ میں اعتکاف کرنے والا مکہ کے جس گھر میں چاہے نماز پڑھ سکتا ہے لیکن غیر مکہ کے اندر اعتکاف کرنے والا بس صرف اسی مسجد میں نماز پڑھے گا جس کو اس نے اعتکاف کیلئے چن لیا ہے۔

(۲۰۹۶) اور حسن بن محبوب نے ابی ولاّد حناط سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسی عورت کے متعلق دریافت کیا جس کا شوہر کہیں چلا گیا تھا اب وہ واپس آیا تو اس کی زوجہ اس کی اجازت سے اعتکاف میں بیٹھی ہوئی تھی۔ جب عورت اپنے شوہر کے آنے کی خبر ملی تو وہ مسجد سے نکلی اور شوہر کے کھانے پانی کے سامان کی تیاری میں لگ گئی۔ اور شوہر نے اس سے ہمبستری کرلی؟ آپؐ نے فرمایا: اگر وہ عورت مسجد کے اندر سے تین دن گزارنے سے پہلے نکلی ہے اور اس نے اعتکاف کے اندر دنوں کے پابندی نہیں لگائی تھی تو اس پر وہ کفارہ عائد ہوگا جو ظہار کا کفارہ ہوتا ہے۔

(۲۰۹۷) حسن بن محبوب نے ابوایوب سے، انہوں نے ابوبصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اعتکاف تین دن سے کم نہیں ہوتا اور جو اعتکاف کرتا ہے وہ روزہ رکھتا ہے اور اعتکاف کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ ان قیود کی پابندی کرے جن کی احرام باندھنے والا پابندی کرتا ہے۔

(۲۰۹۸) ابوایوب نے محمد بن مسلم سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی شخص ایک دن اعتکاف میں رہے اور اس نے دنوں کی پابندی نہیں لگائی تھی تو اس کو اختیار ہے کہ وہ اعتکاف کو فسخ کردے اور مسجد سے نکل آئے۔ لیکن اگر وہ دو دن اعتکاف میں بیٹھا رہا تو اگر اس نے دنوں کی پابندی نہ بھی لگائی ہو تو بھی اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ مسجد سے باہر نکلے جب تک وہ تین دن اعتکاف میں گزار نہ لے۔

(۲۰۹۹) ابوایوب نے ابی عبیدہ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اعتکاف کرنے والا نہ خوشبو سونگھے گا نہ پھولوں سے لذت یاب ہوگا نہ آئینہ دیکھے گا نہ خرید و فروخت کرے گا۔ نیز فرمایا: جس شخص نے تین دن اعتکاف میں گزار لیے تو چوتھے دن اس کو اختیار

ہے اگر چاہے تو تین دن اور اعتکاف میں گزار دے اور چاہے تو مسجد سے نکل جائے لیکن اگر اس تین دن کے بعد دو دن اور اعتکاف میں گزارے ہیں تو پھر وہ مسجد سے نہ نکلے جب تک یہ تین دن مزید پورے نہ ہو جائیں۔

(۲۱۰۰) داؤد بن سرحان سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں ماہ رمضان کے دوران مدینہ میں تھا۔ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں اعتکاف کرنا چاہتا ہوں تو نیت کیا کروں اور اپنے اوپر کیا چیز فرض کرلوں؟ آپؑ نے فرمایا: بغیر کسی شدید اور لازمی ضرورت کے مسجد سے نہ نکلنا۔ سایہ میں نہ بیٹھنا جب تک کہ تم اپنے جائے اعتکاف پر واپس نہ آجاؤ۔

(۲۱۰۱) اور حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اعتکاف میں بیٹھنے والے کیلئے یہ جائز نہیں کہ بغیر کسی شدید اور لازمی ضرورت کے مسجد سے نکلے اور اگر نکلے تو کہیں نہ بیٹھے جب تک اپنی جگہ واپس نہ آجائے۔ نیز فرمایا: عورت کا اعتکاف بھی اسی طرح کی پابندی کے ساتھ ہوگا۔

(۲۱۰۲) اور صفوان بن یحیٰی نے عبدالرحمٰن بن حجاج سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جو روایت کی ہے اس میں یہ ہے کہ جب کوئی اعتکاف میں بیٹھنے والا بیمار پڑ جائے یا عورت کو ایام جاری ہو جائیں تو وہ اپنے گھر آجائے اور بعد صحت واپس جائے اور روزہ رکھے۔

(۲۱۰۳) اور سکونی نے (امام جعفر صادق علیہ السلام سے ان کے آباء علیہ السلام سے جو) روایت کی ہے اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ماہ رمضان میں دس دن کا اعتکاف دو حج اور دو عمرے کے برابر ہے۔

(۲۱۰۴) حسن بن محبوب نے علی بن رئاب سے اور انہوں نے زرارہ سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا ایک ایسے معتکف کے متعلق جس نے (اپنی عورت سے) مجامعت کرلی۔ آپؑ نے فرمایا: اگر اس نے ایسا کیا تو اس پر وہی کفارہ ہے جو ظہار کرنے والے پر ہے۔

اور روایت میں ہے کہ اگر اس نے رات میں مجامعت کی تو اس پر ایک کفارہ ہے اور اگر اس نے دن میں مجامعت کی تو اس پر دو کفارے ہیں۔

(۲۱۰۵) محمد بن سنان نے عبدالاعلی بن اعین سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جس نے ماہِ رمضان میں رات کے وقت اعتکاف کی حالت میں اپنی عورت سے مجامعت کرلی؟ آپؑ نے فرمایا: اس پر ایک کفارہ ہے۔ میں نے عرض کیا: اور اگر اس نے دن کے وقت مجامعت کی ہوتی؟ آپؑ نے فرمایا: پھر اس پر دو کفارے ہوتے۔

(۲۱۰۶) ابن مغیرہ نے سماعہ سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے معتکف کے متعلق دریافت کیا جس نے اپنی زوجہ سے مجامعت کرلی۔ آپؑ نے فرمایا: وہ بمنزلہ اس کے ہے جس نے ماہ رمضان میں دن کے وقت افطار کرلیا ہو۔

(۲۱۰۷) داؤد بن حصین نے ابوالعباس سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی مرتبہ ماہ رمضان کے عشرہ اول میں اعتکاف کیا پھر دوسری مرتبہ ماہ رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا پھر تیسری مرتبہ ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا پھر آپؐ مسلسل ماہ رمضان کے عشرۂ آخر میں اعتکاف فرماتے رہے۔

(۲۱۰۸) ابن محبوب نے ابی ایوب سے، انہوں نے ابی بصیر سے، انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ معتکفہ عورت کو اگر ایام شروع ہو جائیں تو وہ اپنے گھر واپس جائے اور جب پاک ہو جائے تو پھر واپس آئے اور جو باقی رہ گیا ہے اس کو پورا کرے۔

(۲۱۰۹) حسن بن جہم نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ کیا اعتکاف میں بیٹھا ہوا شخص اپنی عورت سے مجامعت کرے؟ آپؑ نے فرمایا: حالت اعتکاف میں اپنی عورت سے نہ رات میں مجامعت کرے نہ دن میں مجامعت کرے۔

(۲۱۱۰) اور میمون بن مہران سے روایت کی گئی ہے اسکا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت حسن ابن علی علیہما السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا: فرزند رسولؐ میرے اوپر فلاں شخص کا کچھ مال قرض ہے اور وہ مجھ کو قید کرنا چاہتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم میرے پاس کچھ مال نہیں جو تیرا قرض ادا کروں۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر اس نے آپؑ سے کچھ گفتگو کی اور امام حسن علیہ السلام نے اپنے نعلین پہنے۔ میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ کیا آپؑ کو یاد نہیں کہ آپؑ اعتکاف کی حالت میں ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: میں بھولا نہیں ہوں یاد ہے لیکن میں نے اپنے پدر بزرگوار کو میرے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص اپنے کسی برادر مسلم کی حاجت روائی میں کوشش کرے وہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے نو ہزار سال تک دن کو روزہ رکھے اور رات کو کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہو۔

باب: حج کے اسباب

حضرت شیخ صدوق اس کتاب کے مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ میں یہاں جن اسباب وعلل کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ طاہرین علیہم السلام سے روایت کر کے بیان کر۔ ہا ہوں ان کے اسانید کو میں نے اپنی کتاب جامع علل الحج میں درج کر دیا ہے۔

(۲۱۱۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کعبہ کا نام کعبہ اس لئے رکھا گیا کہ یہ دنیا کے وسط میں ہے۔

(۲۱۱۲) اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ کعبہ کا نام کعبہ اس لئے رکھا گیا کہ یہ مربع (چوکور) ہے اور یہ چوکور اس لئے ہو گیا کہ یہ بیت معمور کے ٹھیک نیچے ہے اور چوکور ہے۔ اور بیت معمور اس لئے چوکور ہے کہ وہ عرش کے ٹھیک نیچے ہے اور وہ چوکور ہے اور عرش اس لئے چوکور ہے کہ وہ کلمات کہ جن پر اسلام کی بنیاد ہے وہ چار ہیں یعنی سبحان اللّٰہ، والحمد للّٰہ، ولا الٰہ الا اللّٰہ، واللّٰہ اکبر۔

(۲۱۱۳) اور بیت اللہ کا نام حرام اس لئے رکھا گیا کہ اس کے اندر مشرکین کا داخلہ حرام ہے۔

(۲۱۱۴) اور بیت اللہ کو عتیق اس لئے کہا گیا کہ یہ غرق ہونے سے بچا تھا۔

(۲۱۱۵) اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا نام عتیق اس لئے ہے کہ یہ لوگوں سے آزاد ہے اس پر کسی کی ملکیت نہیں ہے۔

(۲۱۱۶) اور بیت اللہ کو زمین کے بالکل وسط میں اس لئے رکھا گیا کہ اسی کے نیچے سے زمین بچھائی گئی تا کہ اہل مشرق اور اہل مغرب سب پر اس کا فریضہ حج برابر ہے۔

اور حجر اسود کو اس لئے بوسہ دیا جاتا اور مس کیا جاتا ہے تا کہ اس عہد کو جو میثاق میں ان لوگوں سے لیا گیا تھا اللہ کی بارگاہ میں ادا کر دیا جائے۔

اور حجر اسود کو اس رکن میں رکھا گیا جہاں وہ اس وقت ہے۔ کسی دوسرے رکن میں اس لئے نہیں رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت میثاق کیا تھا اس کو اسی جگہ رکھا تھا۔

اور کوہ صفا سے اس رکن کا استقبال جس میں حجر اسود ہے تکبیر کے ساتھ کرنے کی سنت اس لئے جاری ہو گئی کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے کوہ صفا سے دیکھا کہ حجر اسود اس رکن میں رکھا ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ کی تکبیر وتحمید کرنے لگے۔

اور میثاق کو حجر اسود میں اس لئے رکھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور حضرت علی علیہ السلام کی وصایت کا میثاق کیا تو ملائکہ کے جوڑ جوڑ کانپنے لگے۔ اور سب سے پہلے اقرار میں جس نے جلدی کی یہی حجر اسود تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو منتخب کیا اور وہ میثاق اس کے منہ میں ڈال دیا۔ اب وہ قیامت کے دن آئے گا تو اس کی بولتی ہوئی زبان اور دیکھنے والی آنکھ ہو گی اور وہ ہر اس شخص کی گواہی دیگا جس نے یہاں آکر اس میثاق کو ادا کیا۔

اور حجر اسود کو جنت سے اس لئے نکال کر بھیجا گیا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام جو عہد و میثاق میں سے بھول گئے ہوں انہیں یاد دلادے۔ اور حرم

کے حدود جو تھے وہ وہی ہیں ان میں نہ کچھ کم ہوئے نہ زیادہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس ایک سرخ یاقوت نازل فرمایا تھا اس کو انہوں نے بیت اللہ کی جگہ رکھا تھا اور اس کا طواف کرتے تھے جس کی ضو ان نشانات تک پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے ان نشانات تک حرم قرار دیدیا۔

اور حجر اسود کو مس اس لئے کیا جاتا ہے کہ اس میں سارے خلائق کے عہد و میثاق ودیعت ہیں اور دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا مگر بنی آدم کے گناہوں نے اس کو سیاہ بنادیا اگر ایام جاہلیت کے گندے اور نجس لوگ اس کو مس نہ کرتے تو یہ ایسا ہوتا کہ جو بیمار بھی اس کو مس کرتا وہ اچھا ہوجاتا۔

(۲۱۱۷) حطیم کو حطیم اس لئے کہا جاتا ہے کہ لوگ وہاں ایک دوسرے پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔ اور لوگ حجر اسود اور رکن یمانی کو مس کرتے ہیں اور دوسرے ارکان کو مس نہیں کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ رکن یمانی عرش کے دائیں جانب ہے اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ جو چیز اس کے عرش کے دائیں جانب ہے اسے مس کیا جائے۔ ۱

(۲۱۱۸) اور مقام ابراہیمؑ اس کے بائیں جانب اس لئے ہے کہ قیامت میں حضرت ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی ایک جگہ ہوگی اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھڑے ہونے کی ایک جگہ ہوگی مگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھڑے ہونے کی جگہ عرش کے داہنے جانب ہوگی اور حضرت ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی جگہ عرش کے بائیں جانب ہوگی اور قیامت کے دن مقامِ ابراہیمؑ اپنی اسی جگہ پر ہوگا اور ہمارے رب کا عرش آگے کی جانب ہوگا پیچھے کی جانب نہیں ہوگا۔ اور رکن شامی جاڑے گرمی میں دن رات متحرک رہتا ہے اس لئے کہ اس کے نیچے ہوا قید ہے۔ ۲ اور خانہ کعبہ اتنا بلند ہوگیا کہ اس پر سیڑھی لگا کر جاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حجاج نے خانہ کعبہ کو منہدم کیا تو لوگ اس کی مٹی اُٹھا اُٹھا کر لے گئے اور پھر جب لوگوں نے اس کی دوبارہ تعمیر کا ارادہ کیا تو ایک سانپ نمودار ہوا جس نے لوگوں کو تعمیر سے روک دیا جب حجاج آیا تو اسے لوگوں نے بتایا اس نے حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام سے اس کے متعلق رجوع کیا تو آپؑ نے فرمایا: تم لوگوں کو حکم دو کہ جو شخص یہاں سے جو کچھ لے گیا ہے وہ سب لا کر یہاں واپس ڈال جائے۔ چنانچہ جب اس کی دیواریں بلند ہوگئیں تو آپؑ نے حکم دیا کہ اس کی ساری مٹی اس میں ڈال دی جائے اس لئے خانہ کعبہ اتنا بلند ہوگیا کہ اس میں سیڑھی لگا کر جاتے ہیں۔ اور لوگ اس چہار دیواری سے باہر خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں اس کے اندر سے نہیں کرتے اس لئے کہ حضرت اسماعیل کی مادر گرامی چہار دیواری کے اندر دفن ہیں اور اس میں ان کی قبر ہے اس لئے باہر سے طواف کرتے ہیں تاکہ ان کی قبر پاؤں تلے روندی نہ جائے۔

(۲۱۱۹) اور روایت کی گئی ہے کہ اس میں چند انبیاء علیہم السلام کی قبریں بھی ہیں۔ ۳

اور اس چہار دیواری میں خانہ کعبہ کا کوئی جز ناخن کے ایک تراشے کے برابر بھی نہیں ہے۔

(۲۱۲۰) اور اسکا نام مکہ اس لئے ہوا کہ لوگ یہاں ایک دوسرے کو ہاتھوں سے دھکا دیتے ہیں۔ ۴

(۲۱۲۱) اور یہ بھی روایت کی گئی ہے اس کا نام مکہ اس لئے پڑ گیا کہ اس کے گرد اور اس کے اندر لوگ گریہ و بکا کرتے ہیں۔ ۵

اور بکہ خانہ کعبہ کی جگہ کو کہتے ہیں اور مکہ پوری آبادی کا نام ہے۔ ۶

اور خانہ کعبہ کے پاس کوئی ہدیہ اور نذر لانا مستحب نہیں اس لئے کہ یہ سب خانہ کعبہ کے خدام کا ہوجاتا ہے۔ مسکینوں کو کچھ نہیں ملتا۔ اور کعبہ تو نہ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے اور اس کیلئے جو بھی ہدیہ لایا جاتا ہے وہ خانہ کعبہ کے زائرین کیلئے ہے اور روایت میں ہے کہ حجر کے اوپر سے ندا کی جاتی تھی کہ آگاہ

---

۱ ۲ حدیث ۲۱۱۱ تا ۲۱۱۸ کی اسناد کے لئے علل الشرائع سے رجوع کیا جائے۔

۳ کلینی نے ج ۴ ص ۲۱۰ معاویہ بن عمار کی بیان کردہ حدیث میں اسے تحریر کیا ہے جو انہوں نے حضرت ابو عبداللہؑ سے سماعت کی۔

۴ ، ۵ ، ۶ حوالہ کے لئے علل الشرائع سے رجوع کیا جائے۔

ےو جس کا خرچہ ختم ہوگیا ہو وہ یہاں آجائے اس کو خرچہ دیا جائے گا۔ ۱؎

(۲۱۲۲) اور قریش نے خانہ کعبہ کو اس لئے منہدم کیا تھا کہ مکہ کی بلندیوں سے سیلاب آتا تھا اور اس میں پانی بھر جاتا تھا اور دیواریں پاش پاش ہو جاتی تھیں۔ ۲؎

(۲۱۲۳) اور ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق سوال کیا گیا کہ **سواء العاکف فیہ و الباد** (اس میں شہری اور باہر والوں کا حق برابر ہے) (سورۂ حج آیت ۲۵) تو آپؑ نے فرمایا: پہلے یہ ہرگز جائز نہ تھا کہ مکہ کے گھروں میں دروازے لگائے جائیں اس لئے تاکہ حاجی لوگ ان کے گھروں کے صحنوں میں ان کے ساتھ قیام کریں اور اپنے اپنے مناسک بجالائیں۔ سب سے پہلے مکہ کے گھروں میں دروازے معاویہ نے لگوائے۔

اور مکہ میں سکونت اختیار کرنا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے نکالے گئے تھے اور یہاں جو مقیم ہوتا ہے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے وہ مکہ میں رہ کر وہ سب کچھ کرنے لگتا ہے جو مکہ کے علاوہ دیگر شہروں میں کیا کرتا ہے۔ ۳؎ (یعنی وہ اس شہر کے تقدس کا خیال نہیں کرتا)۔

اور آب زمزم شیریں نہیں رہ گیا اس لئے کہ یہ دوسرے پانیوں سے جھگڑنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف ایلوے کے مزے کا کڑوا چشمہ جاری کر دیا۔ ۴؎

مگر آب زمزم کبھی کبھی شیریں ہو جاتا ہے اس لئے کہ اس کی طرف وہ چشمہ بہا دیا جاتا ہے جو حجر اسود کے نیچے سے پھوٹتا ہے اور جب اس چشمہ کا پانی اس پر غالب آتا ہے تو یہ شیریں ہو جاتا ہے۔ ۵؎

اور صفا کو صفا اس لئے کہتے ہیں کہ حضرت آدم صفی اللہؑ اس پر اتارے گئے تھے تو حضرت آدمؑ کے نام سے ایک نام تراش کر اس پہاڑ کا رکھ دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بنا پر کہ **ان اللہ اصطفی آدم و نوحا** اور حضرت حواؑ کو مروہ پر اتاری گئیں اور چونکہ عورت کو مراۃ کہتے ہیں اس لئے

۱؎ کلینی نے 'کافی' ج ۴ص ۲۴۲ پر اپنی اسناد سے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے بھائی علی بن جعفرؑ سے روایت کی ہے کہ آنجنابؑ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی کنیز کعبہ کے لئے ہدیہ کر دی تو اس کا کیا کیا جائے؟ فرمایا: میرے پدر بزرگوار کے پاس ایک شخص آیا تھا جس نے اپنی کنیز کعبہ کے لئے ہدیہ کر دی تھی تو آپؑ نے اس سے فرمایا: کنیز کی قیمت کا اندازہ لگا دیا اسے فروخت کر دو۔ پھر ایک شخص حجر پر کھڑا ہوا اور آواز لگائے: کیا کسی کا نفقہ کم ہو گیا ہے یا اس کے راستے میں رکاوٹ پیش آگئی ہے یا اس کی خوراک ختم ہوگئی ہے تو وہ فلاں بن فلاں کے پاس آئے۔ پھر وہ انہیں عطا کرے۔ جو پہلے آئے اسے پہلے یہاں تک کہ کنیز کی قیمت ختم ہو جائے۔ اور اسی طرح "علل الشرائع" اور "قرب الاسناد" میں ہے۔ اور 'کافی' ج ۴ باب 'کعبہ کو جو ہدیہ کیا جائے' کے ضمن میں اور 'علل الشرائع' میں ابن ولید سے، انہوں نے صفار سے، انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے، انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے، انہوں نے سکونی سے، انہوں نے جعفرؑ بن محمدؑ سے، انہوں نے اپنے والدِ گرامیؑ سے اور انہوں نے علی بن الحسین علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: اگر میرے پاس سونے اور چاندی سے بھری ہوئی دو وادیاں ہوں تو میں کعبہ کو ہدیہ نہیں کروں گا کیونکہ وہ مساکین کے بجائے خدام کے ہاتھ تک جاتا ہے۔

۲؎ علل الشرائع میں مؤلف نے اپنی اسناد سے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے اس شخص سے جس نے روایت کی امام جعفر صادقؑ سے کہ فرمایا: قریش اس کو تباہ نہیں کرنا چاہتے تھے بلکہ کیونکہ سیلاب کی وجہ سے اس میں شکستگی ہوگئی تھی اس لئے انہوں نے نئے سرے سے بنانے کے لئے اس کو منہدم کر دیا۔

۳؎ 'کافی' ج ۴ص ۲۳۰ کی طرف رجوع کیا جائے۔

۴؎ برقی نے 'محاسن' ص ۵۷۳ پر اپنی اسناد کے ساتھ تو حضرت ابو عبداللہؑ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا: زمزم دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں تھا تو وہ (غرور میں آکر) دوسرے پانیوں سے جھگڑنے لگا: پس خدا نے اسے نیچا کر دیا اور اس پر ایلوے کا چشمہ جاری کر دیا۔
مصنف نے 'علل الشرائع' (اردو ترجمہ ص ۴۴۱) پر بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔

۵؎ 'علل' اردو ترجمہ ص ۴۴۱ اور 'محاسن' میں ان کی اسناد کے مطابق علی ابن عقبہ سے اور انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے یہی روایت کی ہے۔

اس سے نام تراش کر اس پہاڑ کا نام مروۃ رکھ دیا گیا۔ ۱

(۲۱۲۳) اور مسجد کو حرم قرار دیا گیا کعبہ کی وجہ سے اور حرم کو حرم قرار دیا گیا مسجد کی وجہ سے اور حرم کی وجہ سے احرام واجب کیا گیا۔ ۲

(۲۱۲۴) اور اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو اہل مسجد کیلئے قبلہ قرار دیا اور مسجد کو اہلحرم کیلئے قبلہ قرار دیا اور حرم کو تمام اہل دنیا کیلئے قبلہ قرار دیا۔ ۳ اور (احرام میں) تلبیہ اس لئے قرار دی گئی کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا: واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا (تم لوگوں کو حج کی خبر کر دو کہ لوگ تمہارے پاس پا پیادہ جوق در جوق آئیں) (سورۃ الحج آیت نمبر ۲۷) چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے جب حج کا اعلان کیا تو تمام گھاٹیوں سے لوگ لبیک لبیک کہتے ہوئے آئے۔ ۴

(۲۱۲۵) اور ابی الحسین اسدی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے جو انہوں نے کی ہے سہل بن زیاد سے انہوں نے جعفر بن عثمان دارمی سے انہوں نے سلیمان بن جعفر سے۔ ان کا بیان ہے کہ میں حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے تلبیہ اور اس کے سبب کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: جب لوگ احرام باندھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ندا دیتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے بندو اور کنیزو میں جہنم کو تم لوگوں کیلئے حرام کر دوں گا جس طرح تم لوگوں نے میری خاطر ان چیزوں کو حرام کر لیا ہے۔ تو بندوں کا لبیک اللّٰھم لبیک کہنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ندا کو قبول کرنا ہے۔

اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی اس لئے قرار دی گئی کہ حضرت ابراہیمؑ کو وادی میں شیطان نظر آیا تو آپؑ نے اسے دوڑایا اور وہ شیطان کی منزلیں ہیں۔ ۵

اور سعی کا مقام اللہ کے نزدیک زمین کا پسندیدہ ٹکڑا ہے اس لئے کہ یہاں آکر ہر جابر و سرکش کو ذلیل ہونا پڑا ہے۔ ۶

(۲۱۲۶) اور یوم ترویہ کو یوم ترویہ اس لئے کہتے ہیں کہ میدان عرفات میں پانی موجود نہیں تھا مکہ کے لوگ پانی لاتے تو لوگ مکہ کا پانی پیا کرتے اور آپس میں کہا کرتے۔ ترویتم، ترویتم (تم لوگوں نے ہمیں سیراب کیا تم لوگوں نے ہمیں سیراب کیا) اس لئے کہ اس کا نام یوم ترویہ (سیرابی کا دن) پڑ گیا۔ ۷

اور عرفہ کو عرفہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہاں حضرت جبرئیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا: یہاں پر آپؑ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کریں اور اپنے مناسک کو پہچانیں۔ اس لئے اس کا نام عرفہ ہو گیا۔ ۸

اور مشعر کو مزدلفہ اس لئے کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ سے عرفات میں کہا: اے ابراہیمؑ اب آپ یہاں سے مسجد الحرام کی طرف مزدلف ہوں (یعنی روانہ ہوں) اس لئے اس کا نام مزدلفہ ہو گیا۔ ۹

۱۔ کلینی نے ج ۴ ص ۱۹۲ پر اور مولف نے 'علل' (اردو ترجمہ ص ۴۵۶) میں اس حدیث کو بیان کیا ہے۔

۲۔ 'علل الشرائع' اردو ترجمہ ص ۴۴۱ پر اسناد کے ساتھ اس حدیث کو بیان کیا گیا ہے۔

۳۔ حوالہ کے لئے 'علل الشرائع' اردو ترجمہ ص ۴۴۱ سے رجوع کیا جائے۔

۴۔ جیسا کہ 'کافی' ج ۴ ص ۳۳۵ پر باب تلبیہ میں حلبی سے روایت کی گئی ہے اور مصنف نے علل اردو ترجمہ ص ۴۴۲ پر عبید اللہ بن علی حلبی کی روایت میں تذکرہ کیا ہے۔

۵۔ مصنف نے 'علل' اردو ترجمہ ص ۴۵۷ میں حلبی کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

۶۔ کلینی نے ج ۴ ص ۴۳۴ پر اپنی اسناد کے ساتھ ابو بصیر سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

۷۔ مصنف نے اس روایت کو 'علل' اردو ترجمہ ص ۴۶۰ میں اسے عبید اللہ بن علی حلبی سے بیان کیا ہے۔

۸۔ مصنف نے 'علل' اردو ترجمہ ص ۴۶۱ پر اس روایت کو عمار بن معاویہ سے نقل کیا ہے۔

۹۔ 'علل' اردو ترجمہ ص ۴۶۱ پر اس روایت کو معاویہ بن عمار کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔

اور مزدلفہ جمعاً اس لئے کہتے ہیں کہ یہاں نماز مغرب وعشاء کو جمع کر کے ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ ۱

(۲۱۲۸) اور منیٰ کو منیٰ اس لئے کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیلؑ اس جگہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے اور کہا اے ابراہیمؑ کوئی تمنا کیجئے، اس لئے لوگوں نے اس کا نام منیٰ رکھدیا۔ ۲

(۲۱۲۹) اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ اس کا نام منیٰ اس لئے ہوگیا کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہاں تمنا کی تھی کہ جس فرزند کو ذبح کرنے کا حکم ملا ہے کاش اس کے بدلے میں اللہ کوئی دنبہ بھیج دے۔ ۳

(۲۱۳۰) اور خیف کو خیف اس لئے کہتے ہیں کہ یہ وادی سے بلند جگہ ہے اور جو جگہ وادی سے بلند ہو اس کو خیف کہتے ہیں۔ ۴

(۲۱۳۱) اور مشعر جائے وقوف قرار پایا اور حرم موقف نہیں قرار پایا اس لئے کہ یہ اللہ کا گھر ہے اور حرم اس کا حجاب (اسکی چہار دیواری) ہے اور مشعر اس کا دروازہ ہے جب زائرین زیارت کے قصد سے آئیں تو پہلے دروازے پر کھڑے ہو کر گڑ گڑائیں تا کہ انہیں داخل ہونے کی اجازت دی جائے پھر دوسرے حجاب (چہار دیواری) پر ٹھہریں اور تفرع کریں اور جب اللہ تعالیٰ ان کے اس طویل تضرع کو دیکھے تو انہیں تقرب کیلئے قربانی دینے کا حکم دے۔ جب قربانی کر چکیں اور اپنی گندگی کو دور کر کے ان گناہوں سے پاک ہو جائیں جو ان کے لئے رکاوٹ بنے ہوئے تھے تو پھر انہیں طہارت کے ساتھ زیارت کی اجازت ہو جائے۔ ۵

اور ایام تشریق (۱۳۔۱۴۔۱۵ ذی الحجہ) میں روزہ اس لئے مکروہ ہے کہ قوم اللہ کے گھر زیارت کو آئی ہے یہ اللہ کی مہمان ہے اور مہمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ جس کے پاس مہمان بن کر جائے وہاں روزہ رکھ لے۔ ۶

(۲۱۳۲) اور روایت کی گئی ہے کہ یہ ایام کھانے پینے اور اپنی زوجہ سے ہمبستری کیلئے ہیں۔ ۷

اور خانہ کعبہ کے پردوں کو پکڑ کر لٹکنے کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی شخص نے کسی کا کوئی جرم کیا ہو اور وہ اس کے دامن کو پکڑ کر معافی چاہے اس امید پر کہ وہ اس کے جرم کو بخش دیگا۔ ۸

اور حاجیوں نے جس دن اپنا سر منڈوایا اس دن سے چار ماہ تک ان کے گناہ نہیں لکھے جائیں گے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے لئے بھی چار ماہ مباح کردیئے تھے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: **فسیحوا فی الارض اربعة اشهر** [اے مشرکو تم بس چار مہینے (ذیقعد، ذی الحجہ، محرم رجب) تو

۱۔ مصنف نے 'علل' میں اپنے والد کے رسالے کے حوالے سے اسے نقل کیا ہے اور فقہ رضا علیہ السلام میں بھی اسی طرح آیا ہے۔

۲۔ مصنف نے 'علل' اردو ترجمہ ص۴۶۰ پر معاویہ بن عمار کے حوالے سے اسے نقل کیا ہے۔

۳۔ مصنف نے 'علل' اردو ترجمہ ص۴۶۱ پر محمد بن سنان سے اور انہوں نے ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے اور اسی طرح 'عیون اخبار رضا' ج ۲ ص ۹۰ پر ابن سنان کے سوال کے جواب میں نقل کیا ہے۔

۴۔ روایت کی گئی ہے 'علل' اردو ترجمہ ص۴۶۱ پر معاویہ بن عمار کے حوالے سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث میں۔

۵۔ روایت کی گئی ہے 'علل' اردو ترجمہ ص۴۶۷ پر محمد بن حسن ہمدانی سے، انہوں نے ذی النون مصری سے اور 'کافی' ج ۲ ص ۲۲۴ پر اسی طرح مرفوع حدیث امیر المومنینؑ سے بیان کی گئی ہے۔

۶۔ یہ ذی النون کی روایت کے ذیل میں ہے اور 'کافی' کی پہلے ذکر کردہ روایت میں بھی۔

۷۔ مولف نے 'معانی الاخبار' اردو ترجمہ ص ۳۴۷ طبع اول میں عمرو بن جمیع سے انہوں نے امام جعفر صادقؑ سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے بدیل بن ورقاء کو خاکستری اونٹ پر بھیجا اور ان کو منیٰ کے دنوں میں لوگوں کو یہ ندا دینے کا حکم دیا کہ تم لوگ ان دنوں روزہ نہ رکھو چونکہ یہ کھانے پینے اور لبال کے دن ہیں۔ لبال یعنی نکاح اور مرد کا اپنی اہلیہ سے لذت اٹھانا۔

۸۔ ذی النون کی روایت کے ذیل میں یہ بھی شامل ہے۔

چین سے بے خطر روئے زمین پر سیر وسیاحت کرلو] (سورۂ توبہ آیت ۲) پس اسی لئے مومنین میں سے جو بھی خانہ کعبہ کی زیارت کو جاتا ہے چار مہینے تک اس کے گناہ نہیں لکھے جاتے۔ ۱

(۲۱۳۳) اور مسجد حرام میں پاؤں پر بیٹھ کر ٹانگوں اور پیٹھ کو کپڑے سے باندھ کر سہارا لینا خانہ کعبہ کی تعظیم کی وجہ سے مکروہ ہے۔ ۲

(۲۱۳۴) اور اس حج کو حج اکبر اس لئے کہا گیا ہے کہ اس سال مسلمانوں اور مشرکین دونوں نے حج کیا اور اس سال کے بعد مشرکین نے حج نہیں کیا۔ ۳

(۲۱۳۵) اور منیٰ میں پندرہ نمازوں کے بعد اور دیگر شہروں میں دس نمازوں کے بعد تکبیر قرار دی گئی ہے تا کہ جب حاجی لوگ پہلے کوچ پر روانہ ہوں تو تمام امصار کے لوگ اپنی تکبیر روک لیں اور اہل منیٰ جب تک منیٰ میں رہیں آخری کوچ تک تکبیر کہتے رہیں۔ ۴ اور لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو ایک حج کرتے ہیں کچھ ایک سے زیادہ حج کرتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو حج ہی نہیں کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے ندا دی کہ سب لوگ حج کے لئے آئیں تو اس وقت اپنے اپنے باپ کے صلب اور اپنی اپنی ماں کے رحم میں جتنے لوگ تھے ان لوگوں نے کہا: اے اللہ کی طرف سے دعوت دینے والے لبیک، اے اللہ کی طرف سے دعوت دینے والے لبیک۔ تو جس نے دس مرتبہ لبیک کہا وہ دس مرتبہ حج کرتا ہے، جس نے پانچ مرتبہ لبیک کہا وہ پانچ مرتبہ حج کرتا ہے اور جس نے بارہ مرتبہ کہا وہ اسی تعداد میں حج کرتا ہے اور جس نے صرف ایک مرتبہ لبیک کہا وہ صرف ایک مرتبہ حج کرتا ہے اور جس نے ایک مرتبہ بھی نہیں کہا وہ ایک مرتبہ بھی حج نہیں کرتا۔ ۵

(۲۱۳۶) اور ابطح کو ابطح اس لئے کہتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کو حکم ہوا کہ وہ بطحاء جمع میں سجدہ ریز رہیں تو وہ طلوع فجر تک سجدہ میں رہے ۶ اور حضرت آدمؑ کو حکم ہوا کہ اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرو تا کہ یہ ان کی اولاد میں سنت قرار پائے۔ ۷

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباسؓ کو اجازت دے دی کہ وہ منیٰ کی راتوں کو مکہ میں بسر کریں حاجیوں کی سقایت کیلئے۔ ۸

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام شجرہ سے احرام باندھا اس لئے کہ جب آپؐ شبِ معراج آسمان پر تشریف لے گئے اور اس جگہ پہنچے جو مقام شجرہ کے مقابل ہے تو آپؐ کو ندا دی گئی کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا میں نے تمہیں یتیم پا کر پناہ نہیں دی اور تمہیں گم شدہ وغیر معروف جان کر تمہاری طرف لوگوں کی ہدایت نہیں کی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا: الحمد والنعمة والملک لک لاشریک لک (حمد اور نعمت اور ملک سب تیرا ہے تیرا کوئی شریک نہیں) اس لئے آپ نے مقام شجرہ کے سوا اور کہیں سے احرام نہیں باندھا۔ ۹

۱۔ کلینی نے 'کافی' ج۴ص۲۵۵ پر اسے نقل کیا ہے۔

۲۔ 'علل' ص۴۰۷ میں صحیح اسناد کے ساتھ حماد بن عثمان سے مروی ہے کہ میں نے دیکھا کہ امام جعفر صادقؑ خانہ کعبہ میں گھٹنے باندھ کر بیٹھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ اور 'کافی' ج۴ص۵۴۶ پر عبداللہ بن سنان نے امام جعفرؑ سے روایت کی ہے کہ کسی کو نہیں چاہیئے کہ کعبہ کے سامنے گھٹنے باندھ کر بیٹھا کرے۔

۳۔ مصنف نے 'معانی الاخبار' میں فضیل بن عیاض کی حدیث میں اور 'علل الشرائع' میں حفص بن غیاث کی حدیث میں صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

۴۔ کلینی نے معمولی اختلاف کے ساتھ اسے 'کافی' ج۴ص۵۱۶ پر زرارہ سے نقل کیا ہے اور انہوں نے سنا حضرت امام باقرؑ علیہ السلام سے۔

۵۔ جیسا کہ عبداللہ بن سنان کی روایت میں حضرت امام جعفرؑ سے مروی ہے 'کافی' ج۴ص۲۰۶ پر۔

۶۔ مؤلف نے 'علل الشرائع' اردو ترجمہ ص۴۹۶ اسے عبدالحمید بن ابی دیلم کی حدیث میں ابوعبداللہ علیہ السلام سے بیان کیا ہے۔

۷۔ کلینی نے 'کافی' ج۴ص۱۹۱ پر ایک طویل حدیث بیان کی ہے عبدالرحمن بن کثیر سے اور انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے اور یہ اس کا ایک جزء ہے۔

۸۔ جیسا کہ 'علل الشرائع' اردو ترجمہ ص۴۷۵ میں صحیح حدیث میں مالک بن اعین نے حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ ایام تشریق میں منیٰ میں راتیں گزارنا واجب ہے مگر اگر کوئی ضرورت پڑ جائے۔

۹۔ جیسا کہ 'علل' اردو ترجمہ ص۴۵۸ میں حسین بن ولید کی روایت میں ہے کہ ان سے ایک شخص نے تذکرہ کیا جس نے سنا حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے۔

اور قربانی کے جانور کے گلے میں اپنے پہنے ہوئے جوتے لٹکا دینا (تقلید کرنا ہے) تا کہ یہ جس کی قربانی کا جانور ہے وہ اپنے لٹکائے ہوئے نعلین سے اس کو پہچان لے۔ ۱

اور اشعار (جانور کے کوہان کو دائیں جانب چرکا دیکر اس کے خون سے دائیں جانب چھاپہ لگانا) کا حکم اس لئے ہے کہ اس کے مالک کیلئے اس پر بیٹھنا حرام ہو جائے اس لئے کہ اس نے اس کو اشعار کیا ہوا ہے اور کوئی شیطان بھی اس کی پشت پر نہ بیٹھے۔ ۲

(۲۱۳۷) اور جمرہ کو کنکری مارنے کا حکم اس لئے ہے کہ مقامِ جمرہ پر ابلیس لعین حضرت ابراہیمؑ کو نظر آیا تھا اور آپؑ نے اس کو پتھر مار کر بھگایا اسی وقت سے یہ سنت جاری ہو گئی۔ ۳

اور روایت کی گئی ہے کہ سب سے پہلے جس نے جمرہ کو پتھر مارے وہ حضرت آدمؑ تھے، اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ تھے۔ ۴

(۲۱۳۸) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جانور قربانی کی کرنے کا حکم اس لئے دیا تا کہ تمہارے مسکین لوگ خوب سیر ہو کر گوشت کھائیں لہذا انہیں یہ گوشت کھلاؤ۔ ۵

اور وہ سبب کہ جس کی بنا پر گائے کی قربانی پانچ آدمیوں کی طرف سے کافی ہے اس لئے ہے کہ سامری نے جن لوگوں کو گوسالہ پوجنے کا حکم دیا تھا وہ پانچ افراد تھے اور ان ہی لوگوں نے اس گوسالہ کو ذبح بھی کیا جس کو اللہ تعالیٰ نے ذبح کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور وہ اذینونہ اور اس کا بھائی میذونہ اور اس کا بھتیجا اور اس کی بیٹی اور اس کی زوجہ تھی۔ ۶

اور قربانی کیلئے بھیڑ کا بچہ کافی ہے اور بکری کا بچہ کافی نہیں ہے اس لئے کہ بھیڑ کا بچہ حاملہ ہو سکتا ہے اور بکری کا بچہ حاملہ نہیں ہو سکتا۔ ۷

اور آدمی کیلئے یہ جائز ہے کہ قربانی کے جانور کی کھال اسے دیدے جس نے اسے اتارا ہو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کھاؤ اور لوگوں کو کھلاؤ۔ اور جلد نہ کھائی جاتی ہے اور نہ کھلائی جاتی ہے لیکن وہ جانور جو حرم کیطرف ہدیہ بھیجتے ہیں اس میں یہ جائز نہیں ہے۔ ۸

اور امیر المومنینؑ نے جب سے مکہ سے ہجرت کی مرتے دم تک مکہ میں کبھی رات نہیں بسر کی اس لئے کہ وہ اس بات کو مکروہ اور ناپسندیدہ سمجھتے تھے کہ جس سرزمین کی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رہائش ترک کر کے ہجرت کر لی ہو اس سرزمین میں شب بسر کریں۔ ۹

باب: فضائل حج

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ففروا الی اللہ (پس تم لوگ خدا ہی کی طرف بھاگو) (سورۃ الزاریات آیت نمبر ۵۰) یعنی اللہ کی طرف حج کرو۔ ۱۰

۱، ۲ جیسا کہ 'علل الشرائع' اردو ترجمہ ص ۴۵۹ پر سکونی کی روایت میں ہے کہ انہوں نے روایت کی حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے۔

۳ 'علل الشرائع' باب ۱۷۷ ح ۱ میں بسند صحیح علی بن جعفرؑ سے مروی ہے کہ انہوں نے سنا اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے۔

۴ 'علل الشرائع' باب ۱۷۷ ح ۲ میں معاویہ بن عمار نے حضرت ابو عبداللہؑ سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے جس نے جمرہ کو پتھر مارا وہ حضرت آدمؑ تھے اور فرمایا: حضرت جبرئیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے اور کہا: اے ابراہیمؑ پتھر مارو تو آپؑ نے جمرہ عقبہ پر پتھر مارا اس لئے کہ وہاں شیطان مجسم ہو کر آپؑ کے سامنے آیا تھا۔

۵ 'علل' باب ۱۷۸ ح ۱ میں حضرت صادقؑ نے اپنے آباء علیہم السلام سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کی ہے۔

۶ 'خصال' اردو ترجمہ ط۔ ۲ ص ۱۵۲ سے رجوع کیا جائے۔ البتہ وہاں کہا گیا ہے: "حضرت موسیٰؑ کی قوم میں جن لوگوں کو گوسالہ کی پوجا کا حکم دیا گیا تھا۔۔۔"

۷ 'علل' کے باب ۱۸۵ میں حماد بن عثمان نے امام جعفرؑ سے روایت کی ہے۔

۸ 'علل' کے باب ۱۸۲ میں صفوان بن یحییٰ نے اسے ابی ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

۹ اس روایت کی سند کے لئے رجوع کریں 'علل الشرائع' باب ۲۰۸ جہاں جعفر بن عقبہ نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ عصر کی نماز پڑھنے کے بعد شب بسر کرنے کے لئے مکہ سے باہر کہیں اور چلے جاتے تھے۔

۱۰ جیسا کہ 'کافی' ج ۴ ص ۲۵۶ پر امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔

(۲۱۳۹) اور جو شخص حج کیلئے محمل کسے گا وہ ایسا ہے جیسے کسی نے راہ خدا میں (جہاد کیلئے) گھوڑے پر زین کسی ہو [۱] اور کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے حج کیا یعنی وہ کامیاب ہوا۔ اور حج کے معنی بیت اللہ کی طرف قصد کے ہیں تا کہ اس کی خدمت کرے اور اللہ تعالیٰ نے جن مناسک کا حکم دیا ہے اسے بجالائے۔ [۲]

(۲۱۴۰) حسن بن محبوب نے علی بن رئاب سے انہوں نے محمد بن قیس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو مکہ میں لوگوں سے بیان کرتے ہوئے سنا۔ آپؑ نے بیان فرمایا: ایک مرتبہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی پھر ان لوگوں سے باتیں کرتے ہوئے بیٹھ گئے یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو گیا تو ایک کے بعد ایک آدمی اُٹھنے لگے یہاں تک کہ دو آدمی باقی رہ گئے اور سب چلے گئے ان میں ایک انصاری تھا اور دوسرا ثقفی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سے ارشاد فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تم دونوں مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہو اور تم چاہو تو میں تمہارے پوچھنے سے پہلے بتا دوں کہ تم دونوں کیا پوچھنا چاہتے ہو اور اگر چاہو تو مجھ سے پوچھ لو۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ بتائیں کہ ہم لوگ کیا پوچھنا چاہتے ہیں اس لئے کہ اس سے بے نور آنکھ میں اور روشنی آ جائیگی، شک اور دور ہو جائیگا اور ایمان مستحکم ہو جائیگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اچھا تو اے بھائی انصاری تم اس قوم سے ہو جو اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتی ہے نیز تم شہری ہو اور یہ ثقفی دیہاتی ہے کیا تم سوال میں اپنی ذات پر اس کو ترجیح دو گے؟ انصاری نے کہا: جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا تو اے بھائی ثقیف تم اپنے وضو اور اپنی نماز کے لئے پوچھنا چاہتے ہو اور یہ کہ اس میں تمہیں کیا ثواب ملے گا۔ لہٰذا اب سنو جب تم نے پانی میں ہاتھ ڈالا اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا تو تمہارے ہاتھ نے جتنے گناہ کیے تھے وہ جھڑ گئے اور جب تم نے اپنا منہ دھویا تو وہ گناہ جھڑ گئے جو تمہاری آنکھوں نے اپنی نگاہوں کے ذریعہ کیے تھے اور تمہارے منہ نے اپنے الفاظ کے ذریعہ کیے تھے اور جب تم نے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے تو وہ گناہ جھڑ گئے جو تم نے اپنے داہنے اور بائیں ہاتھوں سے کیے اور جب تم نے اپنے سر کا مسح کیا اور قدموں کا مسح کیا تو وہ گناہ جھڑ گئے جن کی طرف تم اپنے قدموں سے گئے تھے۔ تو یہ فائدہ تمہیں اپنے وضو سے ہوا [۳] اور جب تم نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور قبلہ رو ہو کر تم نے سورۂ حمد اور کوئی دوسرا سورہ جو تمہیں یاد ہو وہ پڑھا پھر رکوع کیا اور اس کے رکوع اور اس کے سجود کو تمام کیا پھر تشہد پڑھا اور سلام پڑھا تو تمہارے تمام وہ گناہ معاف ہوئے جو اگلی اور پچھلی نمازوں کے درمیان تم نے کیے تھے تو یہ فائدہ ہوا تم کو نماز میں۔

اور اب تم اے بھائی انصاری تم اس لئے آئے کہ اپنے حج اور اپنے عمرے کیلئے دریافت کرو کہ اس سے تمہیں کیا ثواب ملے گا۔ تو یہ سمجھ لو کہ جب تم نے حج کے راستے کا رخ کیا اور سواری پر سوار ہوئے اور بسم اللہ کہا اور تمہاری سواری تم کو لیکر چلی تو تمہاری سواری جو پاؤں رکھے گی اور جو پاؤں اُٹھائے گی ہر ایک پر اللہ تعالیٰ تمہارے نامہ اعمال میں ایک نیکی لکھ دیگا اور ایک گناہ محو کر دیگا اور جب تم نے احرام باندھ کر لبیک کہا تو اللہ تعالیٰ ہر لبیک پر تمہارے نامہ اعمال میں دس (۱۰) نیکیاں لکھے گا اور دس گناہوں کو مٹا دیگا۔ اور جب خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کیا تو تمہارے لئے اللہ کے پاس عہد ہو گا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کو خود شرم آئے گی کہ تم پر عذاب کرے اور جب تم نے مقام ابراہیمؑ پر دو رکعت نماز پڑھی تو اللہ تعالیٰ تمہارے نامہ اعمال میں ایسی دو ہزار رکعتیں لکھ دیگا جو مقبول ہو چکی ہوں اور جب تم نے صفا و مروہ کے درمیان سات پھیرے لگائے تو اس سے تمہارے لئے اللہ کے پاس اتنا اجر و ثواب ہو گا جتنا اس شخص کو ثواب دیگا جو اپنے ملک سے پا پیادہ حج کرے اور اس شخص کے برابر ثواب ہو گا جس نے ستر عدد ایسے غلام آزاد کرائے جو صاحب ایمان ہوں۔ اور جب تم نے عرفات میں غروب آفتاب تک طواف کیا تو اگر تمہارے گناہ کوہ عالج کی ریت کے برابر اور سمندر کے جھاگ کے برابر بھی ہوں تو اللہ

[۱] کلینی نے 'کافی' میں اس حدیث کو ج۴ ص۲۸۱ پر اسحاق بن عمار سے اور انہوں نے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کے حوالے سے نقل کیا ہے۔
[۲] مصنف نے 'علل الشرائع' باب ۱۴۸ میں اسے امام جعفر صادقؑ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔
[۳] کلینی نے یہاں تک 'کافی' ج۳ ص۷۱ پر روایت کی ہے۔

تعالیٰ ان سب کو معاف کر دیگا۔اور جب تم نے جمرہ پر کنکریاں ماریں تو اللہ تعالیٰ تمہارے نامہ اعمال میں ایک کنکری کے عوض دس نیکیاں تمہاری آئندہ عمر کے لئے لکھے گا۔اور جب تم نے اپنا سر منڈوایا تو تمہاری آئندہ عمر کے لئے ہر بال پر ایک نیکی ہوگی اور جب تم نے اپنی قربانی کے جانور کو ذبح کیا یا کرایا تو اس کے خون کے ہر قطرے کے عوض تمہاری آئندہ عمر کیلئے ایک حسنہ لکھا جائے گا۔اور جب تم نے خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف زیارت کیا اور مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھی تو ایک مکرم فرشتہ تمہارے شانوں پر ہاتھ رکھ کر کہے گا: تیرے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے گئے۔اب تو ایک سو بیس (۱۲۰) دن کے درمیان نیک عمل کرنا پھر شروع کر۔

(۲۱۴۱) اور روایت کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل جب قربانیاں پیش کرتے تو ایک آگ برآمد ہوتی اور جس کی قربانی قبول ہوتی وہ اس کو کھا جاتی۔تو اللہ تعالیٰ نے اس قربانی کی جگہ احرام کو قرار دیدیا۔ [۱]

(۲۱۴۲) اور امیر المومنینؑ نے فرمایا: تلبیہ کے اندر جب کوئی تہلیل کرنے والا تہلیل کرتا ہے تو ہر وہ شے جو اس کی داھنی جانب ہے زمین کے کنارے تک اور وہ شے جو اس کے بائیں جانب ہے زمین کے کنارے تک سب تہلیل کرنے لگتی ہیں اور دونوں فرشتے کہتے ہیں: اے اللہ کے بندے خوشخبری سن۔اور (یادرکھو) جس بندے کو اللہ خوشخبری دیتا ہے وہ جنت کی ہوتی ہے۔ [۲]

(۲۱۴۳) اور جو شخص اپنے احرام کے اندر پورے ایمان واحتساب کے ساتھ ستر (۷۰) مرتبہ لبیک کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک ہزار فرشتوں کو اس کے لئے جہنم اور نفاق سے برائت کا گواہ بناتا ہے۔ [۳]

اور جو حرم مکہ تک پہنچ کر اترے غسل کرے اور اپنے دونوں نعلین اپنے ہاتھ میں اُٹھائے اور ننگے پاؤں اللہ کی بارگاہ میں عاجزی وفروتنی کے ساتھ حرم میں داخل ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے ایک لاکھ گناہ مٹا دیگا اور ایک لاکھ نیکیاں اس کے اعمال میں لکھ دے گا اور اس کے لئے ایک لاکھ درجے عطا کرے گا اور ایک لاکھ حاجتیں پوری کرے گا۔ [۴]

اور جو مکہ میں سکون ووقار سے داخل ہو غرور اور تکبر سے داخل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیگا۔ [۵]

اور جو مسجد میں عاجزی، سکون، وقار اور خشوع سے داخل ہوگا اللہ اس کو بخش دے گا۔ [۶]

اور جو شخص خانہ کعبہ پر اس کے حق کو پہچانتے ہوئے نظر ڈالے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیگا اور اس کی آرزوئیں پوری کرے گا۔ [۷]

۱۔ 'علل الشرائع' باب ۱۵۶ ح ۳ میں اسے ابی المغراء سے اور انہوں نے امام صادقؑ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

۲۔ اس حدیث کو ترمذی، ابن ماجہ، بیہقی اور حاکم سب نے سہل بن سعد سے اور انہوں نے حضرت نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

۳۔ کلینی نے ج ۴ ص ۳۳۷ پر امام باقر علیہ السلام کی سند سے اسے نقل کیا ہے اور آنجنابؑ سے اسے مرفوع کیا حضرت نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم تک البتہ وہاں ہے: دس لاکھ فرشتے۔

۴۔ کلینی نے ج ۴ ص ۳۹۸ پر ابان بن تغلب کے اسناد سے لکھا ہے: میں امام جعفرؑ کے ساتھ مکہ اور مدینہ کی راہ میں تھا پس جب حرم پہنچے تو آنجنابؑ اترے، غسل کیا، اپنی نعلین ہاتھوں میں اٹھائیں پھر انکساری کے ساتھ حرم میں داخل ہوئے پس میں نے بھی ایسا ہی کیا جیسا آنجنابؑ نے کیا تھا۔تو فرمایا: اے ابان! جس نے ایسا کیا جیسا تم نے مجھے کرتے دیکھا اللہ سے عاجزی کرتے ہوئے تو اللہ اس کے گناہ محو کر دے گا۔

۵۔ کلینی نے 'کافی' ج ۴ ص ۴۰۱ پر معاویہ بن عمار کی روایت میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ فرمایا: جو وہاں سکون کے ساتھ داخل ہو اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔تو میں نے کہا: سکون کے ساتھ کیسے داخل ہوا جائے؟ فرمایا: تکبر اور غرور کے بغیر۔

۶۔ کلینی نے ج ۴ ص ۴۰۱ پر اسی سے متعلق عمار کے بیٹوں اسحٰق اور معاویہ کی دو حدیثیں بیان کی ہیں جو انہوں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہیں۔

۷۔ 'کافی' ج ۴ ص ۲۳۹ پر باب 'کعبہ پر نظر ڈالنے کی فضیلت' سے رجوع کیا جائے۔

(۲۱۴۴) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص کعبہ کے حق کو پہچانتے ہوئے کعبہ کی طرف نظر کرے ۱ اور پھر ہم لوگوں کے حق اور ہماری حرمت کو بھی اسی طرح پہچانے جس طرح اس نے کعبہ کے حق و حرمت کو پہچانا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف کر دیگا اور دنیا و آخرت میں اس کے لئے کافی ہوگا۔

(۲۱۴۵) روایت کی گئی ہے کہ جو شخص خانہ کعبہ کی طرف دیکھے گا تو جب تک دیکھتا رہے گا مسلسل ہر لمحہ اس کے نامہ اعمال میں ایک نیکی لکھی جاتی رہے گی اور ایک گناہ مٹایا جاتا رہیگا۔ ۲

(۲۱۴۶) اور روایت کی گئی ہے کہ کعبہ کی طرف نظر کرنا عبادت ہے اور والدین کی طرف نظر کرنا عبادت ہے اور مصحف (قرآن) کی طرف نظر کرنا بغیر قرأت کیے بھی عبادت ہے ۳ اور عالم کے چہرے کی طرف نظر کرنا عبادت ہے اور آل محمد علیہم السلام کی طرف نظر کرنا عبادت ہے۔

(۲۱۴۷) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی (علیہ السلام) کی طرف نظر کرنا عبادت ہے۔

(۲۱۴۸) ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی (علیہ السلام) کا ذکر عبادت ہے۔

(۲۱۴۹) امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے دل سے غرور و تکبر نکال کر اس گھر کا حج یا عمرہ کی نیت سے قصد کرے تو جب وہ واپس آئے گا تو اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہوگا جیسے وہ آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ اور تکبر اور غرور یہ ہے کہ وہ حق سے جاہل ہو اور اہل حق پر طعن و تشنیع کرتا ہو اور جس نے ایسا کیا اللہ تعالیٰ اس کی چادر اتار لیگا۔ ۴

(۲۱۵۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس قول: ومن دخله كان آمنا (جو اس میں داخل ہو گیا اس نے امن پا لیا) (سورۂ آل عمران آیت نمبر ۹۷) کے متعلق فرمایا: جو شخص اس بیت کا قصد کرے ۵ یہ جانتے ہوئے کہ یہ وہی بیت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور ہم اہل بیتؑ کی معرفت رکھتا ہو جو ہم لوگوں کی معرفت کا حق ہے تو وہ دنیا اور آخرت دونوں میں امن پائے گا۔

اور روایت کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی جرم کرے اور حرم کعبہ میں پناہ لے لے تو اس پر حدِ شرعی (سزا) حرم میں جاری نہ ہوگی نہ اس کو کھلایا جائے گا اور نہ اس پر ترس کھایا جائے گا یہاں تک کہ وہ حرم سے باہر نکل آئے پھر اس پر حد جاری کی جائے گی لیکن اگر کوئی شخص حرم کے اندر ہی کوئی ایسا جرم کر بیٹھے تو اس پر حرم کے اندر ہی حد جاری کی جائے گی اس لئے کہ اس نے خود حرم کی حرمت کا لحاظ نہیں کیا۔ ۶

---

۱ 'کافی' ج ۴ ص ۲۴۱ پر مروی ہے 'جو کعبہ پر اس کی معرفت کے ساتھ نظر ڈالے۔۔۔ تا آخر۔

۲ کلینی نے ج ۴ ص ۲۴۰ پر امام جعفرؑ سے اسے روایت کیا ہے۔

۳ 'کافی' ج ۴ ص ۲۴۰ سے رجوع کیا جائے اور اس میں ہے 'امام کی طرف نظر کرنا عبادت ہے'۔

۴ شیخ نے 'تہذیب' ج ۱ ص ۴۵۳ پر اور کلینی نے 'کافی' ج ۴ ص ۲۵۲ پر 'اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے' کے بعد آیت کی تلاوت کی 'فمن تعجل في يومين فلا اثم عليه ومن تاخر فلا اثم عليه لمن اتقى (سورہ بقرہ آیت ۲۰۳) [پھر جو شخص دو ہی دن میں منیٰ سے چل کھڑا ہو تو اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں اور جو شخص ٹھہر ا رہے تو اس پر (بھی) کوئی گناہ نہیں (یہ اس کے لئے ہے) جو پرہیزگار ہو]۔ میں نے پوچھا: کبر کیا ہے؟ فرمایا: رسول اللہؐ کا ارشاد ہے: سب سے بڑا کبر غمص الخلق اور سفہ الحق ہے۔ میں نے عرض کیا: غمص الخلق اور سفہ الحق کیا ہے؟ فرمایا: حق سے جاہل ہونا اور اہلِ حق پر طعن کرنا۔۔۔ تا آخر۔

۵ کلینی نے 'کافی' ج ۴ ص ۵۴۵ اپنی اسناد کے ساتھ عبدالخالق صیقل سے نقل کیا ہے کہ اس بیت کا قصد کرنے سے مراد ہے ایمان کے ساتھ حج یا عمرہ کا قصد کرنا۔

۶ کلینی نے معاویہ بن عمار کی صحیح حدیث میں ہدایت کی ہے کہ کہا: میں نے امام جعفرؑ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے حل میں ایک شخص کو قتل کر دیا پھر حرم میں داخل ہو گیا؟ فرمایا: نہ اس کو قتل کیا جائے گا نہ کھانے کو دیا جائے گا، نہ پانی دیا جائے گا، نہ اس کے ہاتھ کوئی چیز پہنچی جائے گی، نہ اس پر ترس کھایا جائیگا یہاں تک کہ وہ حرم سے نکل جائے پھر اس پر حد جاری کی جائے گی۔ میں نے عرض کیا: آپؑ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو حرم میں قتل کرے یا چوری کرے؟ فرمایا: اسے ذلیل کرنے کے لئے حد حرم میں ہی جاری ہوگی اس لئے کہ اس نے حرم کی حرمت کا پاس نہیں کیا۔

(۲۱۵۱) نیز امام علیہ السلام نے فرمایا: کعبہ کے اندر داخل ہونا اللہ کی رحمت میں داخل ہونا ہے۔ ۱ اور اس میں سے نکلنا گناہوں سے نکلنا ہے اور (وہ) بقیہ عمر گناہوں سے محفوظ رہے گا اور اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

(۲۱۵۲) اور آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص خانہ کعبہ میں سکون و وقار کے ساتھ داخل ہو اور اس شان سے داخل ہو کہ اس میں کوئی تکبر اور بڑے پن کا اظہار نہ ہو اور نہ ہی جبر و زبردستی سے داخل ہو تو اللہ اسکی مغفرت کر دے گا۔

(۲۱۵۳) اور جو شخص حج کرنے کے لئے آیا، بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعت نماز پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں ستر ہزار نیکیاں لکھ دیگا۔ اور اس میں سے ستر ہزار گناہ محو کر دیگا۔ ستر ہزار درجہ بلند کر دیگا اور اس کی ستر ہزار حاجتیں برلائے گا۔ اور اس کے نامہ اعمال میں ستر ہزار غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھے گا جن میں، ہر غلام کی قیمت دس ہزار درہم ہے۔ ۲

(۲۱۵۴) اور ایک دوسری روایت میں، ہے کہ یہ ثواب اس کے لئے ہے جو سر و پا برہنہ چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے ہوئے نگاہیں نیچی کیے ہوئے زوال آفتاب تک خانہ کعبہ کا طواف کرتا رہے اور ہر طواف میں بغیر کسی کو ایذا دیے ہوئے حجر اسود کو مس کرے اور اس کی زبان سے ذکر الٰہی کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔ ۳

(۲۱۵۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خانہ کعبہ کے گرد اللہ تعالیٰ کی ایک سو بیس (۱۲۰) رحمتیں ہیں جن میں سے ساٹھ طواف کرنے والوں کے لئے، چالیس نماز پڑھنے والوں کیلئے اور بیس خانہ کعبہ پر نظر کرنے والوں کیلئے ہیں۔ ۴

(۲۱۵۶) اور روایت کی گئی ہے کہ جس نے خانہ کعبہ کا طواف کیا وہ گناہوں سے نکل گیا۔ ۵

---

۱ 'کافی' ج ۴ ص ۵۲۷ اور 'تہذیب' ج ۱ ص ۵۳۳ میں عبداللہ بن قداح کی سند سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ امامؑ نے فرمایا: جو اس میں داخل ہو گیا وہ اللہ کی رحمت میں داخل ہو گیا۔

۲ کلینی نے ج ۴ ص ۴۱۱ پر عدۃ سے، انہوں نے برقی سے ان کی اسناد کے ساتھ علی بن میمون صائغ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ایک شخص علی بن الحسین علیہما السلام کے پاس آیا تو آپؑ نے فرمایا: کیا حج کر کے آئے ہو؟ اس نے عرض کی: جی ہاں۔ فرمایا: کیا جانتے ہو کہ حاجی کے لئے کیا (ثواب) ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ فرمایا: جو شخص حج کرنے آیا۔۔۔۔ تا آخر حدیث۔ شاید علیؑ بن حسینؑ یہاں غلطی سے لکھ دیا گیا ہے اور صحیح ہے ابوالحسن علیہ السلام جیسا کہ 'محاسن' میں آیا ہے اور اسی طرح مصنف نے 'ثواب الاعمال' (اردو ترجمہ ص ۱۱۹) پر محمد بن مسلم کی سند سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے سنا حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے۔

۳ کلینی نے ج ۴ ص ۴۱۲ پر ابوالحسنؑ کی حدیث میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: جو سر کھولے ہوئے اس بیت کا طواف کرے یہاں تک کہ زوالِ شمس ہو جائے۔ عاجزی سے اپنے گناہوں پر نظر رکھتے ہوئے، اپنی نظروں کو جھکائے ہوئے اور ہر طواف میں بغیر کسی کو ایذا دیئے ہوئے حجرِ اسود کو بوسہ دے اور اپنی زبان سے اللہ عزوجل کا ذکر قطع نہ کرے تو اللہ اس کے ہر قدم پر ستر ہزار نیکیاں لکھ دے گا، اس کے ستر ہزار گناہ فراموش کر دگا، اس کے ستر ہزار درجات بڑھائے گا اور اس کی طرف سے ستر ہزار غلاموں کی آزاد کرنے کا ثواب عطا فرمائے گا کہ جن میں ہر ایک کی قیمت دس ہزار درہم ہوگی اور اس کے گھر کے ستر افراد کی شفاعت قبول کرے گا اور اس کی ستر ہزار حاجات پوری کرے گا پس چاہو تو اس بارے میں جلدی کرو اور چاہو تو اس میں دیر کرو۔

۴ ثواب الاعمال اردو ترجمہ ص ۱۱۸ ح ۱۱ پر معاویہ بن عمار نے امام جعفرؑ سے روایت کی ہے اور کلینی نے ج ۴ ص ۲۴۰ پر۔

۵ مؤلف۔ رحمہ اللہ۔ نے ثواب الاعمال (اردو ترجمہ ص ۱۱۶ ط ۲۰) میں جمیل کی روایت سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور آنجنابؑ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب حاجی سامانِ سفر کو آمادہ کرتا ہے تو ابھی اس نے کوئی چیز اٹھائی یا رکھی نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے، دس گناہ مٹا دیتا ہے اور دس درجے بلند کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ فرمایا: جب وہ بیت اللہ کا طواف کرتا ہے تو وہ اپنے گناہوں سے خارج ہو جاتا ہے، جب وہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے تو اپنے گناہوں سے خارج ہو جاتا ہے، جب وہ عرفات میں وقوف کرتا ہے تو اپنے گناہوں سے خارج ہو جاتا ہے، جب وہ مشعر میں وقوف انجام دیتا ہے تو اپنے گناہوں سے خارج ہو جاتا ہے، جب وہ جمار کی رمی کرتا ہے تو اپنے گناہوں سے خارج ہو جاتا ہے۔ پس رسول اللہؐ اسی طرح ہر ہر چیز کو شمار کرتے گئے اور فرماتے گئے کہ ۔۔نے گناہوں سے خارج ہو جاتا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: بیشک میں تمہارے لئے وہ چیزیں پہنچانے والا ہوں جس پر حج کرنے والا پہنچتا ہے۔

(۲۱۵۷) نیز حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جس نے مقام ابراہیمؑ کے پاس دو رکعت نماز پڑھی تو یہ دو رکعت نماز چھ عدد غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔

(۲۱۵۸) اور حج سے پہلے ایک طواف حج کے بعد ستر طواف کرنے سے افضل ہے۔ ۱

(۲۱۵۹) اور جو شخص مکہ میں ایک سال قیام کرتا ہے اس کے لئے طواف افضل ہے نماز سے اور جو شخص دو سال قیام کرتا ہے وہ طواف اور نماز دونوں کو ملائے کچھ اس میں سے کچھ اس میں سے اور جو شخص تین سال قیام کرتا ہے اس کے لئے نماز افضل ہے۔ ۲

(۲۱۶۰) اور روایت کی گئی ہے کہ جو مکہ کا رہنے والا نہیں ہے اس کے لئے طواف افضل ہے نماز سے اور جو مکہ کا رہنے والا ہے اس کیلئے نماز افضل ہے۔ ۳
اور جو شخص قوم کے ساتھ ہے اور ان کے سامان کی حفاظت کرتا ہے تاکہ قوم طواف اور سعی کرے تو اس کا ثواب اسے ان طواف و سعی کرنے والوں سے بھی زیادہ ملے گا۔ ۴

(۲۱۶۱) اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کسی مومن کی حاجت کو پورا کرنا افضل ہے طواف سے اور طواف سے یہاں تک کہ آپ نے دس طواف گنوائے۔ ۵

(۲۱۶۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رکن یمانی ہم لوگوں کا وہ دروازہ ہے جس سے ہم لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ ۶

(۲۱۶۳) نیز فرمایا: اس میں ایک دروازہ ہے جنت کے دروازوں میں سے یہ جب سے کھلا کبھی بند نہیں ہوا۔ ۷

(۲۱۶۴) اور اس میں ایک جنت کی نہر ہے جس میں بندوں کے اعمال ڈال دیئے جاتے ہیں۔ ۸

(۲۱۶۵) اور روایت کی گئی ہے کہ یہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا داہنا ہاتھ ہے جس سے وہ اپنی مخلوق سے مصافحہ کرتا ہے۔ ۹

(۲۱۶۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: آب زمزم جو بھی پیئے اس کے لئے شفا ہے۔

(۲۱۶۷) اور روایت کی گئی ہے کہ آب زمزم کو جو سیر ہو کر پیئے گا اسے شفا ہوگی اور مرض دور ہو جائیگا۔

(۲۱۶۸) اور رسول اللہؐ آبِ زمزم طلب فرماتے تھے جبکہ وہ مدینہ میں ہوتے تھے۔

(۲۱۶۹) اور روایت کی گئی ہے کہ حج کرنے والا جب صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے تو وہ اپنے گناہوں سے نکل جاتا ہے۔

---

۱ کلینی نے ج۴ ص۴۱۲ پر انہی الفاظ میں ابن قداح کی سند سے حضرت امام جعفرؑ سے روایت کی ہے۔

۲ کلینی نے ج۴ ص۴۱۲ پر صحیح حدیث میں ہشام بن حکم کے حوالے میں حضرت امام جعفرؑ کی حدیث بیان کی ہے۔

۳ کلینی نے ج۴ ص۴۱۲ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں حریز بن عبداللہ سے اور انہوں نے امام جعفرؑ سے نقل کیا ہے۔

۴ کلینی نے ج۴ ص۵۴۵ پر صحیح کی مانند حسن حدیث ابن ابی عمیر سے اور انہوں نے اسماعیل خثعمی سے روایت کی ہے کہ میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے عرض کیا: جب میں مکہ جاتا ہوں تو اپنے اصحاب تک جاتا ہوں وہ طواف کرتے ہیں اور اپنا اسباب میرے پاس چھوڑ دیتے ہیں جس کی میں حفاظت کرتا ہوں۔ فرمایا: تمہیں ان سے زیادہ اجر ملے گا۔

۵ کلینی نے ج۲ ص۱۹۴ پر اسحاق بن عمار کی حدیث کے ذیل میں اور دوسری حدیث میں ابان بن تغلب کے حوالے سے نقل کیا ہے، جنہوں نے روایت کی ہے حضرت امام جعفرؑ سے۔

۶ 'کافی' ج۴ ص۴۰۹ پر اس کی سند موجود ہے۔

۷ کلینی نے ج۴ ص۴۰۹ پر اسے بیان کیا ہے۔

۸ مصنف نے 'علل الشرائع' اردو ترجمہ ط۔۱۲ ص ۴۵۰ پر حضرت امام جعفرؑ سے اس کی روایت کی ہے۔

۹ مصنف نے 'علل الشرائع' اردو ترجمہ ط۔۱۲ ص ۴۴۹ حضرت امام جعفرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا: تم لوگ خانۂ کعبہ کا طواف کرو اور رکن کو مس کرو اس لئے کہ وہ اللہ کی زمین میں اللہ کا یمین ہے۔ اللہ کی مخلوق اس سے اسی طرح مصافحہ کرتی ہے جیسے کوئی غلام یا کوئی مہمان کرتا ہے تاکہ وہ اس کے وفائے عہد کی گواہی دے۔

(۲۱۷۰) اور حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام نے فرمایا کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے والے کی ملائکہ سفارش کرتے ہیں اور ان کی یہ سفارش اس کے حق میں قبول ہوتی ہے۔

(۲۱۷۱) اور روایت کی گئی ہے کہ جو شخص چاہتا ہے اس کے مال و دولت میں فراوانی ہو تو وہ صفا و مروہ پر تادیر ٹھہرا کرے۔ ۱

(۲۱۷۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم سے یہ ممکن ہو کہ اپنی کل فرض نمازیں حطیم کے پاس پڑھو تو ایسا کیا کرو اس لئے کہ یہ روئے زمین کا افضل ترین ٹکڑا ہے۔

اور حطیم خانہ کعبہ کے دروازے اور حجر اسود کے درمیان کی جگہ ہے اور یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی اور اس کے بعد حجر میں نماز پڑھنا افضل ہے اور حجر کے بعد رکن عراقی اور باب بیت اللہ کے درمیان یہی وہ جگہ ہے کہ جہاں مقام ابراہیمؑ تھا اور اس کے بعد مقام ابراہیمؑ کے پیچھے کی جگہ جہاں اس وقت مقام ابراہیمؑ ہے اور جو جگہ بیت اللہ سے زیادہ قریب ہوگی وہ زیادہ افضل ہوگی۔ ۲ لیکن تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ دو رکعت نماز طواف النساء موجودہ مقام ابراہیمؑ کے پیچھے کے علاوہ کہیں اور پڑھو۔

(۲۱۷۳) اور جو شخص مسجد حرام میں ایک نماز پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی تمام نمازوں کو قبول کرے گا جو اس نے اب تک پڑھی ہیں یا جو مرتے دم تک پڑھتا رہے گا۔ ۳

(۲۱۷۴) اس میں ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ ۴

(۲۱۷۵) منیٰ میں جب سب لوگ اپنی اپنی جگہ قیام کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی ندا دیتا ہے کہ اگر تم لوگ چاہتے ہو کہ میں تم سے راضی ہو جاؤں تو میں راضی ہو گیا۔ ۵

(۲۱۷۶) نیز روایت کی گئی ہے کہ جب سب لوگ منیٰ میں اپنی اپنی جگہ قیام کر لیتے ہیں تو اللہ کی طرف سے ایک منادی ندا کرتا ہے کہ اگر تم لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ تم نے کس صحن میں پڑاؤ ڈالا ہے تو مغفرت کے بعد تم لوگوں نے اس سلسلہ میں جو کچھ خرچ کیا ہے اس کا بدلہ ملنے کا بھی یقین ہوتا۔ ۶

(۲۱۷۷) روایت کی گئی ہے کہ خدائے جبار جل جلالہ فرماتا ہے کہ جس بندے کو میں نے خوشحال اور صاحب استطاعت بنایا ہے اگر وہ ہر پانچ سال پر اس جگہ نہ آیا تو سمجھ لو کہ وہ محروم ہے۔ ۷

(۲۱۷۸) اور مسجد خیف منیٰ میں سات سو انبیاء نے نمازیں پڑھی ہیں۔ ۸

---

۱ کلینی نے ج ۴ ص ۴۳۳ پر مرفوع سند سے امام جعفرؑ سے روایت کی ہے۔

۲ 'کافی' ج ۴ ص ۵۲۵ باب: مسجد حرام میں نماز اور اس میں سب سے بہتر جگہ۔ سے رجوع کیا جائے۔

۳ حدیث نمبر ۶۸۱ میں اسے ابوحمزہ ثمالی سے اور انہوں نے امام باقرؑ سے روایت کیا ہے۔

۴ حدیث نمبر ۶۸۰ میں خالد بن ماد نے اسے امام صادقؑ سے روایت کیا ہے۔

۵ کلینی نے ج ۴ ص ۲۶۲ پر انہی الفاظ کے ساتھ داؤد بن ابی یزید کی سند سے امام صادقؑ سے روایت کیا ہے۔

۶ 'کافی' ج ۴ ص ۲۶۳ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں معاویہ بن عمار سے اور انہوں نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے اور یہ اللہ کے اس قول کے مطابق ہے کہ: **وما انفقتم من شیء فھو یخلفہ** (سورۂ سبا آیت ۳۹) (اور جو تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا عوض وہ ضرور دے گا)۔

۷ 'کافی' ج ۴ ص ۲۷۸ پر ذریح محاربی سے روایت ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا: جس نے پانچ سال گزار دیئے اور اللہ کی طرف نہیں گیا اور وہ غنی ہو تو وہ لازماً محروم ہے۔ اور حمران کی روایت میں امام باقرؑ سے ہے کہ فرمایا: اللہ کی طرف سے ایک منادی اعلان کرتا ہے کہ جس بندے پر اللہ نے احسان کیا اور اس کے رزق میں وسعت دی اور وہ پانچ سالوں میں اس کی طرف دوبارہ نہیں جاتا کہ اس سے نوافل طلب کرے تو وہ یقیناً محروم ہے۔ اور نوافل سے مراد سبحانہ تعالیٰ کی رحمت اور عطا کی زیادتی ہے۔

۸ ان ہی الفاظ کے ساتھ حدیث ۶۸۸ میں جابر سے اور انہوں نے امام باقرؑ سے روایت کی ہے۔

(۲۱۷۹) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد آپ کے عہد میں اس مینار کے پاس تھی جو وسط مسجد میں ہے اور اس کے اوپر قبلہ کی طرف تقریباً تیس (۳۰) ہاتھ دائیں جانب، تیس (۳۰) ہاتھ بائیں جانب، تیس (۳۰) ہاتھ اوپر اور پیچھے تیس (۳۰) ہاتھ تقریباً۔ ۱

(۲۱۸۰) اور جس شخص نے مسجد منیٰ میں وہاں سے نکلنے سے پہلے سو (۱۰۰) رکعت نماز پڑھی تو وہ ستر سال کی عبادت کے برابر ہوگی اور جس نے مسجد منیٰ میں سو مرتبہ سبحان اللہ کہا اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھ دے گا اور جس نے مسجد منیٰ میں سو مرتبہ لا الہ الا اللہ کہا اس کو ایک آدمی کے زندہ کرنے کا ثواب ہوگا اور جو شخص اس میں سو مرتبہ الحمد للہ کہے گا اس کو عراقین کے خراج کے برابر راہ خدا میں خرچ کرنے کا ثواب ملے گا۔ ۲

(۲۱۸۱) اور حاجی جب عرفات میں وقوف کرتا ہے تو وہ اپنے گناہوں سے نکل جاتا ہے۔ ۳

(۲۱۸۲) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: کوئی نیکوکار ہو یا بدکار جب پہاڑوں پر وقوف کرتا ہے تو اللہ اس کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے (فرق یہ ہے کہ) نیکوکار کی دعا دنیا و آخرت دونوں کیلئے قبول ہوتی ہے اور بدکار کی دعا صرف دنیا کیلئے قبول ہوتی ہے۔

(۲۱۸۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: مومنین میں سے کسی بھی علاقہ کا رہنے والا کوئی شخص اگر عرفات میں وقوف کر لے تو اس کے علاقہ کے تمام مومنین کو اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے اور اہل بیت کی معرفت رکھنے والے مومنین کے خاندان کا اگر کوئی شخص عرفات میں وقوف کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس خاندان کے تمام مومنین کو بخش دیتا ہے۔

(۲۱۸۴) اور حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام نے عرفہ کے دن ایک سائل کو سوال کرتے ہوئے سنا تو فرمایا: تجھ پر افسوس ہے آج کے دن تو غیر خدا سے سوال کرتا ہے۔ حالانکہ آج کے دن تو حاملہ عورت کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ بھی دعا کرتا ہے کہ وہ سعید پیدا ہو۔

(۲۱۸۵) اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام عرفہ کے دن کسی سائل کو کچھ دیئے بغیر واپس نہیں کرتے تھے۔ ۴

اور جو شخص عرفہ کی شب اپنے ایک غلام کو آزاد کر دے تو اس آزادی کے عوض اس کو ایک حج کا ثواب ملے گا۔ ۵

اس طرح اب مالک کو دو ثواب ملیں گے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب اور ایک حج کا ثواب۔

اور اس غلام کیلئے روایت کی گئی ہے جس نے عرفہ کے دن آزادی پائی ہے اگر وہ دونوں موقفوں (عرفات و مشعر الحرام) میں سے ایک موقف بھی پا گیا تو اس نے حج کو پالیا۔

اور اہل عرفات میں سے سب سے بڑا مجرم وہ ہے جو عرفات سے پلٹے اور دل میں یہ خیال کرے کہ اس کی مغفرت نہیں ہوئی ۶۔ یعنی ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہے۔

۱۔ انہی الفاظ کے ساتھ حدیث ۶۹۰ ملاحظہ ہو نیز کلینی نے ج ۴ ص ۵۱۹ پر انہی اسناد سے معاویہ بن عمار سے اور انہوں نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے۔

۲۔ حدیث ۶۸۹ میں ابوحمزہ نے ابوجعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

۳۔ جمیل نے صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اور حدیث نمبر ۲۱۵۵ کے حوالے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے یہاں اس کا ایک جز بیان کیا گیا ہے۔

۴۔ خاص طور پر آج کے دن سائل کے لئے بہتر ہے کہ کسی سے سوال نہ کرے اور مسؤل کے لئے بہتر ہے کسی سائل کے سوال کو مطلقاً رد نہ کرے۔ (محمد تقی مجلسی)

۵۔ کلینی نے ج ۴ ص ۲۷۶ پر اپنی اسناد سے سرّاد سے، انہوں نے شہاب سے اور انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

۶۔ کلینی نے ج ۴ ص ۵۴۱ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں بعض اصحاب سے اور انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجنابؑ سے مسجد حرام میں ایک شخص نے پوچھا: انسانوں کو سب سے بڑا گناہ کون سا ہے۔ فرمایا: جو شخص ان دونوں موقفوں میں ٹھہرے (یعنی) عرفہ و مزدلفہ، اور ان دونوں پہاڑوں کے درمیان سعی کرے پھر اس گھر کا طواف کرے اور مقام ابراہیمؑ کے پیچھے نماز پڑھے پھر اپنے جیتے کہے یا گمان کرے کہ اللہ نے اسے معاف نہیں کیا تو یہ انسانوں کا سب سے بڑا گناہ ہے۔ 'یعنی' کے بعد جو عبارت ہے وہ صدوق علیہ الرحمہ کی ہے، روایت کا مضمون نہیں ہے۔

(۲۱۸۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: عرفہ کی شام ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ دو فرشتوں کو بھیجتا ہے اور وہ عرفات میں ہر ایک کے چہرے کو دیکھتے ہیں اور جب کوئی ایسا شخص کہ جس نے حج کا پورا ارادہ کر لیا تھا وہ ان دونوں کو نہیں ملتا تو ایک فرشتہ دوسرے سے کہتا ہے: اے فلاں شخص کو کیا ہو گیا؟ تو وہ اس کو جواب دیتا ہے کہ خدا ہی بہتر جانتا ہے تو ان دونوں میں سے ایک کہتا ہے کہ پروردگارا اگر تنگدستی نے اس کو روکا ہے تو اس کی تنگدستی کو دور کر اگر وہ مقروض ہو گیا ہے تو اس کے قرضے کو ادا کر، اگر کسی مرض نے اس کو حج سے روکا ہے تو اس کو شفا دے اور اگر اس کو موت نے روکا ہے تو اس کی مغفرت فرما اور اس پر رحم فرما۔

(۲۱۸۷) اور امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی شخص اپنے کسی بھائی کے لئے اس کے پیٹھ پیچھے دعا کرتا ہے تو اس کو عرش سے آواز دی جاتی ہے کہ تیرے لئے اس کا ایک لاکھ گنا ہے اور جب وہ اپنی ذات کے لئے دعا کرتا ہے تو اس کے لئے ایک ہی ہوتا ہے۔ اور وہ ایک لاکھ جس کی عرش سے ضمانت ہوتی ہے وہ اس دعا سے یقیناً بہتر ہے جس کے لئے یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ قبول ہوگی یا نہ ہوگی۔ [1]

(۲۱۸۸) اور جو شخص اپنے برادران ایمانی میں سے چالیس اشخاص کیلئے دعا کرے گا اپنے لئے دعا کرنے سے پہلے تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کیلئے اور خود اس کے لئے اس کی دعا کو قبول کرلیگا۔ [2]

(۲۱۸۹) اور جو شخص منیٰ کی تنگ راہوں سے بغیر کسی تکبر کے گزرے گا اللہ اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔

(۲۱۹۰) اور مومنین کی آوازوں کی وجہ سے اس شب کو آسمانوں کے دروازے بند نہیں کیے جاتے ان کی آوازیں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں تم لوگوں کا رب ہوں اور تم لوگ میرے بندے ہو تم لوگوں نے میرے حق کو ادا کر دیا اب مجھ پر لازم ہے کہ میں تم لوگوں کی دعاؤں کو قبول کروں۔ چنانچہ اس شب کو اللہ تعالیٰ جس کے گناہوں کو چاہے گا محو کر دیگا اور جس کی چاہے گا مغفرت فرمادیگا۔ [3]

اور جب لوگوں کا بہت اژدھام ہوا اور ایسا ہو کہ نہ لوگ آگے بڑھ سکیں اور نہ پیچھے پلٹ سکیں تو تکبیر کہو یہ تکبیر اس تنگی اور دباؤ کو دور کر دیگی۔

(۲۱۹۱) اور جب حاجی مشعر الحرام میں وقوف کرتا ہے تو اللہ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔ اور عرفات میں وقوف سنت ہے اور مشعر الحرام میں فرض ہے۔ اور یوم نحر کوئی عمل جانور کی قربانی کرنے سے افضل نہیں ہے یا پھر والدین کے ساتھ حسن سلوک کیلئے جانا یا اس رشتہ دار کے پاس جانا جس سے قطع تعلق ہو اور اس سے خود سلام کی ابتداء کرنا۔ یا آدمی اپنے اچھے قسم کے ذبیحہ کو کھائے اور بقیہ کیلئے اپنے پڑوسیوں اور یتیموں، مسکینوں، غلاموں اور اسیروں کو دعوت دے۔ [4]

(۲۱۹۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ قربانی کیلئے عمدہ جانور منتخب کرو اس لئے کہ یہ صراط پر تمہاری سواریاں ہونگی۔ [5]

(۲۱۹۳) ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسولؐ اللہ قربانی کا دن آ گیا اور میرے پاس قربانی کا جانور خریدنے کے لئے رقم نہیں ہے تو کیا میں کسی سے قرض لے کر قربانی کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] کلینی نے ج ۲ ص ۵۰۸ پر اسی طرح عبد اللہ بن جندب سے اور انہوں نے امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے روایت کی ہے۔

[2] مولف نے 'خصال' اردو ترجمہ ص ۳۳۳ پر محمد ابن عمیر اور انہوں نے اپنے کئی ساتھیوں سے نقل کیا ہے کہ امام جعفرؑ نے فرمایا: جو شخص پہلے۔۔۔الی آخر۔

[3] کلینی نے باب: مزدلفہ کی رات اور مشعر میں وقوف۔ میں صحیح کی مانند حسن حدیث میں حلبی سے اور انہوں نے حضرت امام جعفرؑ سے روایت کی ہے کہ آنجنابؑ نے فرمایا: اگر تم سے ہو سکے تو اس رات کو جاگو کیونکہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ اس رات آسمان کے دروازے مومنین کی آوازوں کے لئے بند نہیں کیے جاتے۔۔۔ تا آخر حدیث۔

[4] یہ اعمال عید الاضحیٰ میں بجالانے کے ہیں جبکہ منیٰ میں نہ ہو۔ (محمد تقی مجلسی)

[5] یعنی ایسا جانور منتخب کیا جائے جو خوبصورت، اچھا اور بے عیب ہو۔ مؤلف نے 'علل الشرائع' کے باب ۱۷۹ میں اسے قوی سند کے ساتھ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے روایت کیا ہے کہ آنجنابؑ نے۔ سے مرفوع کیا حضرت نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم تک۔

قرض لے کر قربانی کرلو اور اس قرض کو اداشدہ سمجھو۔ ۱

(۲۱۹۴) اور قربانی کے جانور کے خون کا پہلا قطرہ جوں ہی ٹپکتا ہے قربانی کرنے والے کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ ۲

(۲۱۹۵) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ قربانی کے جانور پر اچھی طرح نشان لگاؤ اس لئے کہ اس کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی پر اللہ تعالیٰ قربانی کرنے والے کی مغفرت فرمادیتا ہے۔ ۳

(۲۱۹۶) جو شخص ایام تشریق (۱۳-۱۴-۱۵ ذی الحجہ) میں اپنی آنکھ زبان اور اپنے ہاتھ کو اپنے قابو میں رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں جس حج میں وہ آیا ہے اسی کے مثل ایک حج اور لکھ دے گا۔

(۲۱۹۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جمرہ کو کنکریاں مارنا قیامت کے دن کے لئے ایک ذخیرہ ہے۔ ۴

(۲۱۹۸) نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حج کرنے والا جب جمرہ کو کنکریاں مارتا ہے تو اپنے گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔

(۲۱۹۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص جمرہ کو کنکریاں مارتا ہے تو ہر کنکری پر اس کے ہلاک کردینے والے گناہ کبیرہ جھڑنے لگتے ہیں۔ ۵

اور جب کوئی مومن کنکری مارتا ہے تو فرشتہ جلدی سے اس کو اُٹھالیتا ہے ۶ اور جب کوئی کافر کنکری مارتا ہے تو شیطان کہتا ہے جو کنکری مار رہا ہے وہ سب تیرے ہی چوتڑ پر پڑ رہی ہے (اس لئے کہ تو میرے ہی گروہ سے تو ہے) ۷

(۲۲۰۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی مومن منیٰ میں اپنے سر کے بال منڈوا کر اسے دفن کردیگا تو قیامت کے دن اس کا ہر بال اپنے مالک کی طرف سے لبیک لبیک کہتا ہوا آئے گا۔

(۲۲۰۱) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر منڈوانے والوں کے لئے تین مرتبہ مغفرت کی دعا کی اور تھوڑا سا بال چھوٹا کرنے والوں کے لئے ایک مرتبہ مغفرت کی دعا کی۔ ۸

(۲۲۰۲) اور روایت کی گئی ہے کہ جو شخص منیٰ میں اپنے پورے بال منڈوائے گا اس کے ہر بال کے عوض قیامت کے دن ایک نور ہوگا۔ ۹

(۲۲۰۳) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول خدا (فمن تعجل فی یومین فلااثم علیہ و من تاخر فلا اثم علیہ) (سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۰۳)

---

۱ مولف رحمہ اللہ نے "علل الشرائع" باب ۱۸۳۔ ح ۱۔ میں اپنی اسناد کے ساتھ اسے بیان کیا ہے۔

۲ "علل الشرائع" باب ۱۸۴۔ ح ۲۔ میں شریح بن ہانی نے امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے۔

۳ "علل الشرائع" باب ۱۷۰۔ ح ۲۔ میں جابرِ جعفی نے امام باقرؑ سے روایت کی ہے۔

۴ جیسا کہ معاویہ بن عمار کی حضرت امام جعفرؑ سے کافی ج ۱ ص ۲۶۱ پر ہے۔

۵ یہاں تک کی عبارت کلینی نے ج ۴ ص ۴۸۰ پر حریز کی سند سے امام جعفرؑ سے بیان کی ہے۔

۶ "محاسن" ص ۶۷ کی مسند حدیث سے رجوع کیا جائے۔

۷ کلینی نے اسے ج ۴ ص ۴۸۰ پر مسند حدیث میں حریز سے اور انہوں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت کیا ہے۔

۸ شیخ رحمہ اللہ نے تہذیب ج ۱ ص ۵۱۶ پر حریز کی صحیح حدیث میں امام جعفرؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یوم حدیبیہ دو مرتبہ فرمایا: پروردگار سر منڈوانے والوں کی مغفرت فرما۔ کہا گیا: اور بال چھوٹے کرانے والوں کے لئے؟ فرمایا: اور بال چھوٹے کرانے والوں کی بھی۔ اور صحیح حدیث میں حلبی نے امام جعفرؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا: رسول اللہؐ نے سر منڈوانے والوں کے لئے تین مرتبہ استغفار کیا۔ اور مسلم نے اپنی صحیح میں اسی کی مثل روایت کی ہے۔

۹ "کافی" ج ۴ ص ۲۶۱ معاویہ بن عمار کی سند سے امام جعفرؑ کی حدیث بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: تمہارے سر منڈوانے کی وجہ سے ہر بال کے عوض قیامت میں ایک نور ہوگا۔

وہ شخص جس نے اس سے پہلے کبھی حج نہیں کیا یہ اس کا پہلا حج ہے اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے بال ترشوا کر چھوٹا کرائے جب کہ اس پر سر کا منڈوانا واجب ہے۔

(اور جو شخص منیٰ سے دو ہی دن میں چل کھڑا ہو تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں اور تیسرے دن تک ٹھہرا رہے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں) کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: وہ منیٰ سے اس طرح پلٹے گا کہ اس کے ذمہ کوئی گناہ نہ ہوگا۔

(۲۲۰۴) اور روایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے گناہوں سے اس طرح نکل جائے گا جیسے وہ (آج ہی) اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ [۱]

(۲۲۰۵) آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: حج میں سر منڈوانے کے بعد اگے ہوئے بال جب تک کسی بندے کے سر پر رہیں گے وہ کعبہ کا طواف کرنے والوں کے حلقہ میں شمار ہوگا۔ [۲]

(۲۲۰۶) روایت کی گئی ہے کہ حاجی جس وقت سے اپنے گھر سے حج کے لئے نکلتا ہے اپنے گھر واپس آنے تک کعبہ کا طواف کرنے والے کے بمنزلہ ہوتا ہے۔ [۳]

(۲۲۰۷) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص نے حجۃ الاسلام (پہلا حج) کر لیا اس نے اپنی گردن کو جہنم کے پھندے سے چھڑا لیا اور جس نے دو حج کر لیے وہ مرتے دم تک خیر و نیکی میں رہے گا اور جس نے پے در پے تین حج کر لیے پھر وہ بعد میں خواہ حج کرے یا نہ کرے وہ اس شخص کے بمنزلہ ہوگا جو ہمیشہ حج کرنے کا عادی ہو۔ [۴]

(۲۲۰۸) روایت کی گئی ہے کہ جس نے تین حج کر لیے وہ تا ابد فقیر و تنگدست نہ ہوگا۔ [۵]

(۲۲۰۹) اور وہ اونٹ کہ جس پر تین سال حج کر لیا گیا اس کا شمار جنت کے اونٹوں میں ہوگا۔ اور ایک روایت ہے کہ سات سال۔ [۶]

(۲۲۱۰) اور امام رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے: جس نے تین مومنین کو ساتھ لے کر حج کیا گویا اس نے اللہ تعالیٰ کو اپنے نفس کی قیمت دیکر خرید لیا اور اس

---

[۱] کلینی نے ج ۴ ص ۲۵۲ پر صحیح حدیث میں عبدالاعلیٰ سے نقل کیا ہے کہ ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: میرے والدِ گرامی فرماتے تھے: جس نے حج یا عمرہ کی نیت سے اس گھر کا قصد کیا بغیر کبر کے تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح نکل آئے گا جس طرح اس کی ماں نے جس دن اسے جنم دیا تھا۔ پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: **فمن تعجل فی یومین ....**

[۲] یہ ان بالوں کے بارے میں ہے جو حلق کے بعد منیٰ کی مٹی میں چھپا دیئے جائیں اور کلینی نے صحیح کی مانند حسن حدیث میں ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: جس نے سر منڈوایا وہ ہمیشہ کعبہ کا طواف کرنے والوں میں شمار کیا جائے گا۔ یعنی جس نے منیٰ میں سر منڈوایا اس کو دوسری بار سر منڈوانے تک طواف کعبہ کا ثواب ملتا رہے گا۔

[۳] ممکن ہے یہ اس روایت سے ماخوذ ہو جس کا بیان کلینی نے ج ۴ ص ۴۲۸ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں زیادہ قندی کے حوالے سے کیا ہے کہ میں نے ابوالحسن علیہ السلام سے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان میں مسجد الحرام میں ہوتا ہوں اور لوگوں کو بیت (اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ میں کھڑا ہوتا ہوں اور اس صورتحال پر مغموم ہوتا ہوں۔ فرمایا: اے زیاد! تمہیں فکر نہیں کرنی چاہیئے اس لئے کہ مومن جب حج کے دن اپنے گھر سے نکلتا ہے تو اس کا شمار مسلسل طواف اور سعی کرنے والوں میں ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ واپس ہو جائے۔

[۴] حج کرنے کا عادی اس کو کہا جائے گا جو جیسے ہی حج کرنے کا موقع پائے حج کرے۔ ایسے ہی جیسے عادی شرابی اس کو کہا جاتا ہے جو جیسے ہی شراب پاتا ہے اسے پی لیتا ہے۔ کلینی نے اپنی اسناد سے فضیل بن یسار سے اور انہوں نے دونوں ائمہ علیہما السلام میں کسی ایک بزرگوار سے ج ۴ ص ۵۴۲ پر آنجنابؑ کے قول: جس نے دو حج کر لیے ...... سے لے کر ...... حج کرنے کا عادی تک اور مصنف نے خصال (اردو ترجمہ ص ۷۶ طبع دوم) میں حریز کی روایت حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے نقل کی ہے۔

[۵، ۶] خصال اردو ترجمہ ط۔۲ ص ۷۶ سے رجوع کیا جائے۔

سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ یہ مال اس نے کہاں سے حاصل کیا، حلال سے یا حرام سے۔ ۱

(۲۲۱۱) اور جو شخص چار حج کرے وہ فشار قبر سے تا ابد محفوظ رہے گا اور جب مرے گا تو اللہ تعالیٰ اسکے ان حجوں کو دلاویز صورتوں میں تبدیل کردے گا اور وہ اس کی قبر کے اندر اس کی آنکھوں کے سامنے اس وقت تک نماز پڑھتے رہیں گے جس وقت تک اللہ تعالیٰ اس شخص کو قبر سے اُٹھائے گا اور ان تمام نمازوں کا ثواب اس شخص کے لئے ہوگا اور یہ بھی جان لو کہ ان نمازوں کی ایک رکعت (عام) آدمیوں کی ہزار رکعت کے برابر ہوگی۔ ۲

(۲۲۱۲) اور جو شخص پانچ حج کرے اللہ تعالیٰ اس کو تا ابد مُعذَّب نہیں کرے گا اور جو شخص دس حج کرے اللہ تعالیٰ اس سے تا ابد حساب نہیں کرے گا اور جو شخص بیس حج کرے تو وہ نہ جہنم کو دیکھے گا اور نہ اس کی آواز سنے گا۔ ۳

(۲۲۱۳) اور جو شخص چالیس حج کرے گا اس سے کہا جائے گا تو جس کی شفاعت کرنا چاہتا ہے کرلے اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا اور اس میں وہ اور جن کی اس نے شفاعت کی ہے داخل ہوجائیں گے۔ ۴

(۲۲۱۴) اور جو پچاس حج کرے گا اس کے لئے جنتِ عدن میں ایک شہر تعمیر کردیا جائے گا جس میں ایک ہزار قصر ہونگے اور ہر قصر میں حورِعین میں سے ایک ہزار حوریں ہونگی اور ایک ہزار ازواج ہونگی اور جنت کے اندر وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رفیق ہوگا۔ ۵

(۲۲۱۵) اور جو شخص پچاس سے زیادہ حج کرے گا تو وہ ایسا ہی ہوگا جیسے اس نے پچاس حج محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اوصیاء کے ہمراہ کیے اور اس کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جو ہر جمعہ کو اللہ سے ملاقات کرتے ہیں۔ اور اس کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جو ایسی جنت عدن میں داخل ہونگے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا ہے اور جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ جس کی کسی مخلوق کو اطلاع ہے۔ اور جو شخص بہت زیادہ حج کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہر حج کے عوض جنت میں ایک شہر تعمیر کردیگا۔ جس میں بہت سے بالا خانے ہونگے اور ہر بالا خانے میں حور العین میں سے ایک حور ہوگی اور ہر حور کے ساتھ تین سو کنیزیں ایسی ہونگی کہ ایسی حسین وجمیل کنیزیں کبھی کسی انسان نے نہ دیکھی ہونگی۔

۱۔ مولف نے 'عیون اخبارِ رضاؑ' میں اسے اپنی سند سے بیان کیا ہے اور کہا ہے: یعنی یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ اس کے مال میں مشکوک مال کیسے شامل ہوا اور بدلے میں اس کے مخالفین کو اس سے راضی کردیا جائے گا۔ اور فیض رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے: یہ عبادت وافی میں ہے: شاید توبہ کی شرط کے ساتھ اور اپنے بھائیوں میں مال کے مالکوں کی پہچان نہ ہونے پر کہ انہیں واپس کرسکے۔

اور میں (علی اکبر غفاری) کہتا ہوں: روایت کی سند میں سلمہ بن خطاب کا نام ہے جو ضعیف ہے اور احمد بن علی جو مجہول ہے اور دیلمی الحسن بن علی اور وہ مہمل ہے اور مولف رحمہ اللہ نے الفقیہ ح ۲۵۵۸ میں ائمہ علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ ان حضرات علیہم السلام نے فرمایا: جس نے حرام مال سے حج کیا تو اس کو تلبیہ کے وقت ندا دی جائے گی: لا لبیک عبدی ولا سعدیک (نہیں اے بندے تو حاضر نہیں ہوا، تو نیکوکار نہیں ہے)۔ طبرانی نے 'اوسط' میں ابو ہریرہ سے اور اصبہانی نے 'ترغیب' میں اسلم عدوی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: جب حاجی پاک زادِراہ سے حج کے لئے نکلتا ہے اور اپنا پیر رکاب میں ڈالتا ہے اور کہتا ہے لبیک اللھم لبیک تو اسے آسمان سے ندا دی جاتی ہے: تو حاضر ہے اور نیکوکار ہے۔ تیرا سفر حلال ہے اور تیرا حج مقبول ہے جھٹلایا ہوا نہیں ہے اور جب کوئی ناپاک زادِراہ کے ساتھ نکلتا ہے اور اپنا پاؤں رکاب میں ڈال کر کہتا ہے لبیک تو آسمان سے منادی ندا دیتا ہے: تو حاضر نہیں ہے اور تو نیکوکار نہیں ہے۔ تیرا زادِراہ حرام ہے۔ تیرا حج جھٹلایا ہوا ہے اور مقبول نہیں ہے۔

۲۔ مولف نے اس روایت کو 'خصال' (اردو ترجمہ ص ۱۱۸۔ ط۔۲۔) میں منصور بن حازم سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے روایت کیا حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے۔

۳۔ یہ روایات ابوبکر حضرمی سے 'خصال' (ص ۴۸، ص ۲۵۴، اور ص ۳۱۶۔ اردو ترجمہ ط۔۲) میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے نقل کی گئی ہیں۔

۴۔ 'خصال' (اردو ترجمہ ط۔۲ ص ۳۴۱) پر یہ روایت ابو یحییٰ زکریا موصلی کو کب الدم نے امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے حوالے سے بیان کی ہے۔

۵۔ 'خصال' اردو ترجمہ ط۔۲ ص ۳۶۳ پر ہارون بن خارجہ کی حضرت امام جعفر صادقؑ سے حدیث میں ہے کہ یہ ثواب ستر حج کرنے والے کے لئے ہے۔ جس کے لئے جنت عدن میں ایک لاکھ محل ہوں گے۔۔۔ باقی عبارت وہی ہے جو اس حدیث میں بیان کی گئی ہے۔

(۲۲۱۶) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص ایک سال حج کرے اور ایک سال نہ کرے تو اس کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جو حج کرنے کے عادی ہیں۔

(۲۲۱۷) اور اسحاق بن عمار کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے اپنے دل میں ٹھان لیا ہے کہ میں ہر سال لازماً یا تنہا حج کروں گا یا اپنے خرچ سے اپنے خاندان میں سے کسی ایک شخص کو لے کر حج کے لئے جاؤں گا۔ آپؑ نے فرمایا: کیا تم نے اس کا پختہ ارادہ کرلیا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں میں نے پختہ ارادہ کرلیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اگر تم نے یہ کیا تو کثرت مال کا یقین کرلو یا (یہ کہا کہ) بشارت ہو کثرت مال کی۔

(۲۲۱۸) اور روایت کی گئی ہے کہ اللہ کو سب سے زیادہ جو شے پسندیدہ ہے اور جو ایک بندے کو اللہ سے قریب کرنے کا ذریعہ ہے وہ یہ ہے کہ بندہ اپنے دونوں قدموں سے پاپیادہ بیت اللہ الحرام کی طرف چل کر جائے۔ اور یہ اس کا ایک حج ستر حجوں کے برابر ہوگا اور جو شخص اپنی سواری سے اتر کر پاپیادہ چلے تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں پاپیادہ اور سواری پر حج کو جانے والے کے درمیان کا ثواب لکھدے گا اور اگر کسی حاجی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں پاپیادہ اور پابرہنہ کے درمیان کا ثواب تحریر کردے گا۔

(۲۲۱۹) اور پاپیادہ حج کے لئے جانے سے افضل سواری پر حج کے لئے جانا ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری پر حج کے لئے گئے تھے اور یہ دونوں حدیثیں اس معنی میں جمع ہوسکتی ہیں کہ

(۲۲۲۰) جس کو ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ انہوں نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ حج کے لئے پاپیادہ جانا افضل ہے یا سواری پر جانا۔ تو آپؑ نے ارشاد فرمایا: اگر آدمی دولتمند ہے اور اس نیت سے پیدل چل رہا ہے کہ خرچ کم ہو تو اس کے لئے سواری پر جانا افضل ہے۔

(۲۲۲۱) اور حضرت امام حسین ابن علی علیہ السلام کے ساتھ محملیں اور سواریاں ہوتی تھیں اور آپؑ پاپیادہ حج کے لئے چلتے تھے۔

(۲۲۲۲) اور ایک شخص [1] حضرت علی ابن الحسینؑ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ آپؑ نے حج کو جہاد پر ترجیح دیدی حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْداً عَلَيْهِ حَقّاً فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (سورۂ توبہ آیت نمبر ۱۱۱) (بلاشبہ اللہ نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بات پر خرید لیے کہ ان کی قیمت ان کے لئے جنت ہے اسی وجہ سے یہ لوگ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تو کفار کو مارتے ہیں اور خود بھی مارے جاتے ہیں یہ پکا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا خدا پر لازم ہے اور یہ ایسا پکا وعدہ ہے کہ توریت وانجیل وقرآن سب میں لکھا ہوا ہے اور اپنے وعدہ کا پورا کرنے والا خدا سے بڑھ کر کون ہے)۔ تو حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام نے فرمایا: اس کے بعد کی بھی آیت تو پڑھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ (یہ لوگ توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، خدا کی حمد وثناء کرنے والے، اس کی راہ میں سفر کرنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک کام کا حکم دینے والے اور برے کام سے روکنے والے اور خدا کے مقرر کردہ حدود پر نگاہ رکھنے والے ہیں اور اے رسول ان مومنین کو جنت کی خوشخبری دیدو) جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو تو اس دن جہاد حج سے افضل ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپؑ نے صرف التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ ... تا آخر آیت کی تلاوت فرمادی۔

(۲۲۲۳) اور جو شخص محض خوشنودی خدا کے لئے حج کرے اس میں اس کا ارادہ لوگوں کو دکھانا یا شہرت کا نہ ہو تو البتہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔ [2]

---

[1] یہ شخص عباد بصری صوفی تھا اور اس حدیث کو کلینی اور شیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے۔

[2] "ثواب الاعمال" باب ۱۱۸ ج ۲ سے رجوع کیا جائے۔

(۲۲۲۴) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص دنیا و آخرت دونوں چاہتا ہے تو وہ اس بیت اللہ کی طرف جائے۔

(۲۲۲۵) اور جو شخص مکہ سے واپس ہو اور وہ یہ نیت کرے کہ آئندہ سال بھی حج کو آئے گا تو اس کی عمر زیادہ کردی جائے گی۔ [1]

(۲۲۲۶) اور جو شخص مکہ سے نکلے اور اس کی نیت ہو کہ وہ یہاں پلٹ کر نہیں آئے گا تو اس کی موت قریب ہوگی اور اس کا عذاب نزدیک ہوگا۔ [2]

(۲۲۲۷) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تم لوگ اس پہاڑ کی ڈھلوان کو دیکھ رہے ہو؟ سنو جب یزید بن معاویہ اپنے حج سے واپس شام کی طرف جانے لگا تو اس نے یہ اشعار پڑھے:

اذا ترکنا ثافلاً یمیناً فلن نعود بعده سنینا

للحجّ و العمرة مابقینا

"جب ہم نے پہاڑ کی ڈھلوان کو اپنی داھنی جانب چھوڑ دیا تو اب ہم اس کے بعد جب تک باقی اور زندہ ہیں ہرگز یہاں نہ آئیں گے۔" تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اجل سے پہلے ہی اس کو موت دیدی۔

(۲۲۲۸) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جو بندہ حج [3] پر اپنی کسی دنیاوی حاجت کو ترجیح دیگا تو وہ دیکھے گا کہ (حج کو جانے والے) اس کی اس حاجت پوری ہونے سے پہلے اپنے سر کے بال منڈوا کر واپس بھی آگئے۔

(۲۲۲۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی شخص حج کو چھوڑتا ہے تو اس کا سبب کوئی ایسا ہی گناہ ہے، جو اس سے سرزد ہوا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ تو بہت سے گناہوں کو معاف بھی کردیتا ہے۔

(۲۲۳۰) اور آپ نے قول خدا: فاصدق واکن من الصالحین (سورۂ منافقین آیت ۱۰) (پس صدقہ دینا اور صالحین میں سے ہوجانا) کے متعلق فرمایا: اصدق صدقہ سے ہے اور صالحین میں سے ہوجانا یعنی حج کرلینا۔

(۲۲۳۱) حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: ایک عمرہ سے دوسرے عمرے کے مابین گناہوں کا کفارہ ہے۔

(۲۲۳۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حج کا ثواب جنت ہے اور عمرہ ہر گناہ کا کفارہ ہے اور سب سے افضل عمرہ ماہِ رجب کا عمرہ ہے۔ [4]

(۲۲۳۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صاحب نعمت سے ہر نعمت کا سوال ہوگا سوائے ان نعمتوں کے جو کسی غزوہ (جہاد) یا حج کے درمیان ملی ہوں۔

(۲۲۳۴) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: حج اور عمرہ آخرت کے بازاروں میں سے دو بازار ہیں ان دونوں میں جانے والے لازمی طور پر اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اگر اللہ نے ان کو باقی رکھا تو وہ اس طرح باقی رہیں گے کہ ان کے ذمہ کوئی گناہ نہ ہوگا اور اگر اللہ نے موت دے دی تو جنت میں داخل کردیگا۔

(۲۲۳۵) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو مقروض ہے مگر وہ مزید قرض لے کر حج کو جارہا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں وہ (اللہ) سب سے زیادہ قرض کا ادا کرنے والا ہے۔ [5]

---

[1] کلینی نے ج ۴ ص ۲۸۱ پر اپنی اسناد کے ساتھ اسے عبداللہ بن سنان سے اور انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔

[2] کلینی نے ج ۴ ص ۲۸۰ پر اپنی اسناد سے اسے حسین احمسی سے اور انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے نقل کیا ہے اور اس میں ہے جو واپس آنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔

[3] حجۃ الاسلام سے مراد ہے۔

[4] ان شاء اللہ اس کا تذکرہ حدیث ۲۹۵۱، ۲۹۵۳ اور ۲۹۶۲ میں ملے گا۔

[5] شیخ نے استبصار ج ۲ ص ۳۲۹ پر اپنی سند سے اسے تحریر کیا ہے۔

(۲۲۳۶) اسحاق بن عمار سے روایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: ایک شخص نے مجھ سے حج پر جانے کے لئے مشورہ کیا اس کے حالات کمزور تھے اس لئے میں نے اس کو مشورہ دیا کہ وہ حج نہ کرے۔ آپؑ نے فرمایا: کوئی بعید نہیں جو تم ایک سال بیمار رہو۔ راوی کا بیان ہے کہ پس میں ایک سال تک بیمار رہا۔

(۲۲۳۷) جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک اس امر سے پرہیز کرے کہ اپنے برادرِ مسلم کو حج سے باز رکھے ورنہ وہ دنیا کی کسی مصیبت میں گرفتار ہوگا اور آخرت میں جو اس کے لئے فراہم ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔

(۲۲۳۸) اور روایت میں ہے کہ حج نماز اور روزہ سے افضل ہے اس لئے کہ نماز پڑھنے والا ایک ساعت کے لئے اپنے اہل وعیال سے بے تعلق رہتا ہے اور روزہ دار اپنے اہل سے ایک دن جب تک دن کی سفیدی ہے اور حاجی ان سے جسمانی طور پر دور رہتا ہے، اپنے نفس کی قربانی دیتا ہے، مال خرچ کرتا ہے اور طویل عرصہ تک اپنے اہل سے غیبت اختیار کرتا ہے۔ نہ اس کو کسی مالی منفعت کی امید ہوتی ہے اور نہ تجارت کرنے کے لئے جاتا ہے۔

(۲۲۳۹) اور روایت کی گئی ہے کہ نماز ایک ایسا فریضہ ہے جو بیس (۲۰) حجوں سے بہتر ہے اور ایک حج اس گھر سے بہتر ہے جو سونے سے بھرا ہوا اور وہ سب کا سب تصدق کر دیا جائے۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں حدیثیں متفق ہیں باہم مختلف نہیں ہیں اس لئے کہ حج میں نماز ہے اور نماز میں حج نہیں ہے۔ اس لئے حج اس صورت میں نماز سے افضل ہے اور نماز فریضہ ان بیس (۲۰) حجوں سے افضل ہے جو نماز سے خالی ہوں۔

(۲۲۴۰) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو بھی حاجی دھوپ میں لبیک لبیک کہتا ہوا نکلے یہاں تک کہ زوال آفتاب کا وقت آجائے تو آفتاب کے غائب ہونے کے ساتھ اس حاجی کے گناہ غائب ہو جائینگے۔ اور حج وعمرہ دونوں فقر وتنگدستی کو دور کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے کی کثافت کو دور کر دیتی ہے۔

(۲۲۴۱) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک آدمی کسی دوسرے شخص کی طرف سے حج (بدل) کر رہا ہے کیا اس کو بھی اس میں سے کچھ اجر وثواب ملے گا؟ آپؑ نے فرمایا: ایسا شخص جو کسی دوسرے کی طرف سے حج کر رہا ہے اس کو دس (۱۰) حج کا ثواب ملے گا اور اس کی، اس کے باپ کی، اس کی ماں کی، اسکے بیٹے کی، اس کی بیٹی کی، اس کے بھائی کی، اور اس کی بہن کی، اس کے چچا کی، اس کی پھوپھی کی، اس کے ماموں کی، اور اس کی خالہ کی، مغفرت کر دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا کرم بہت وسیع ہے۔

(۲۲۴۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو: انسان کسی دوسرے کی طرف سے حج کرے تو طواف فریضہ تک دونوں کی شرکت رہے گی اور جب طواف فریضہ پورا ہو گیا تو وہ شرکت ختم ہو جائیگی اب اس کے بعد جو بھی عمل ہوگا وہ اس حاجی کا ہوگا۔

(۲۲۴۳) اور علی بن یقطین نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے ایک حج کے لئے پانچ آدمیوں کو اخراجات دیئے۔ آپؑ نے فرمایا: ان میں سے ایک حج کرے گا اور سب اس کے ثواب میں شریک رہیں گے۔ عرض کیا گیا: پورا حج کس کا ہوا؟ آپؑ نے فرمایا: اس کا جس نے گرمی وسردی برداشت کی ہے۔

اور اگر ایک شخص نے کسی شخص سے حج کرنے کی اجرت لی مگر اس نے حج نہیں کیا اور مر گیا اور اس نے کوئی مال بھی نہیں چھوڑا تو اگر حج کیلئے اخراجات لینے والا پہلے کوئی حج کر چکا ہے تو اس سے وہ حج لے کر صاحبِ مال کو دیدیا جائیگا اور اگر اس نے اس سے پہلے کوئی حج نہیں کیا تھا تو صاحبِ مال کے نامہ اعمال میں حج کا ثواب لکھ دیا جائے گا۔ [1]

[1] کلینی نے ج ۴ ص ۳۱۱ پر علی بن ابراہیم سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابن ابی عمیر سے، انہوں نے اپنے بعض راویوں سے، اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے۔

(۲۲۴۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم اپنے حج میں ایک ہزار آدمیوں کو بھی شریک کرلو تو ہر ایک کا حج ہو جائیگا اور تمہارے حج میں ذرہ برابر کوئی کمی نہ ہوگی۔

(۲۲۴۵) روایت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے اور ان سب کیلئے حج قرار دینے والا ہے بلکہ اس شریک کرنے والے کو اس کا بھی ثواب ملے گا کہ اس نے ان لوگوں کے ساتھ رحم اور حسن سلوک کیا۔ ۱

اور جو شخص چاہے کہ کسی غیر کی طرف سے طواف کرے تو طواف شروع کرتے وقت یہ کہے: اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَانٍ (اے اللہ تو فلاں شخص کی طرف سے قبول فرما) اور فلاں کی جگہ جس شخص کی طرف سے طواف کر رہا ہے اس کا نام لے۔

(۲۲۴۶) اور جو شخص کسی غیر کی طرف سے حج کر رہا ہے تو وہ یہ کہے: اَللّٰھُمَّ مَا اَصَابَنِیْ مِنْ نَصَبٍ اَوْ تَعَبٍ اَوْ شَعْثٍ فَاْجُرْ فِیْهِ فُلَاناً وَآجِرْنِیْ فِیْ قَضَائِیْ عَنْهُ (اے اللہ اس حج میں جو تعب و تکلیف اور پریشانی پڑ رہی ہے اس کا اجر و ثواب تو فلاں شخص کو دیدے اور میں نے اس کی طرف سے یہ حج ادا کیا ہے اس کا ثواب تو مجھے دے۔) ۲

اور روایت کی گئی ہے جب قربانی کا جانور ذبح کرے تو اس کا نام لے جس کی طرف سے حج کر رہا ہے ۳ اور اگر نام نہ بھی لے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔

اور جو شخص اپنے کسی قربتدار کو اپنے حج یا عمرہ میں شریک کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں دو حج یا دو عمرہ لکھ دے گا۔ ۴ اور اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے کسی دوست کا قرض وغیرہ کا بوجھ اُٹھالے تو اس کو دوگنا ثواب ملے گا۔

(۲۲۴۷) اور روایت کی گئی ہے کہ ایک حج ستر غلاموں کے آزاد کرانے سے افضل ہے۔ ۵

(۲۲۴۸) اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (صلح حدیبیہ میں داخلہ مکہ سے) مشرکین کی طرف سے روک دیا گیا تو ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں بہت صاحب دولت و ثروت ہوں اور ایک ایسے شہر میں ہوں کہ جہاں میرے کاروبار کو کوئی نہیں

---

۱ کلینی نے ج ۴ ص ۳۱۵ پر اپنی اسناد کے ساتھ صحیح کی مانند حسن حدیث میں معاویہ بن عمار سے اور انہوں نے حضرت امام جعفرؑ سے روایت کی ہے کہ آنجنابؑ سے عرض کیا: کیا میں اپنے والدین کو حج میں شریک کروں؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے کہا: میں اپنے بھائیوں کو حج میں شریک کرلوں؟ فرمایا: ہاں۔ اللہ عزوجل تمہارے لئے بھی حج قرار دے گا اور ان کے لئے بھی اور تمہارے لئے صلۂ رحمی کا ثواب بھی ہوگا۔ میں نے عرض کیا: میں ایک مرد اور عورت کی طرف سے طواف کروں جبکہ وہ کوفہ میں ہیں۔ پس فرمایا: ہاں جب تم طواف کی ابتداء کرو تو کہو: 'اللھم تقبل من فلان' اور فلان کی جگہ اس کا نام لو جس کی طرف سے طواف کر رہے ہو۔

۲ حوالے کے لئے کلینی ج ۴ ص ۳۱۱ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں معاویہ بن عمار کی ابوعبداللہ علیہ السلام کی روایت سے رجوع کیا جائے۔

۳ شیخ نے 'تہذیب' ج ۱ ص ۵۶۶ پر اور 'استبصار' ج ۲ ص ۳۲۴ پر حسن سند سے ابوعبداللہ علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں منقول ہے جو کسی دوسرے انسان کی طرف سے حج کر رہا ہے کیا وہ ہر موقع پر اس کا نام لے؟ فرمایا: اگر چاہے تو ایسا کرے اور چاہے تو نہ کرے۔ اللہ جانتا ہے کہ وہ کسی کی طرف سے حج کر رہا ہے، البتہ ذبح کے وقت اس کا نام لے۔

۴ کلینی نے ج ۴ ص ۳۱۶ پر صحیح حدیث میں ہشام بن حکم سے اور انہوں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے اس شخص کے بارے میں جو اپنے باپ اور بھائی اور قرابت داروں کو اپنے حج میں شریک کرتا ہے۔ فرمایا: اس کے لئے ایسا ہی حج لکھا جائے جیسا اُن کے لئے اور اس کا اجر صلۂ رحمی کی وجہ سے بڑھایا جائے گا۔

۵ شیخ نے 'تہذیب' ج ۲ ص ۴۵۲ پر عمر بن یزید سے اور انہوں نے صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اور مصنف نے 'ثواب الاعمال' (اردو ترجمہ ص ۱۱۸۔ ط۔ ۲) اپنی اسناد سے عمر بن یزید سے نقل کیا ہے کہ میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا: حج دو غلاموں کو آزاد کرانے سے افضل ہے، یہاں تک کہ شمار کیا ستر غلاموں کو اور طواف اور دو رکعتیں ایک غلام کو آزاد کرانے سے افضل ہیں۔

نہیں سنبھال سکتا۔ لہٰذا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ایسا عمل نیک بتائیں جسے میں انجام دوں تو مجھے حج کرنے والے کے برابر ثواب مل جائے آنحضرتؐ نے فرمایا: اس پہاڑ یعنی کوہ ابوقبیس کو دیکھو اگر تم اس کے برابر سونا خدا کی راہ میں تصدق کر دو تو بھی تم ایک حاجی کے برابر ثواب نہیں پا سکتے۔

(۲۲۴۹) حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: جو شخص حج میں ایک درہم خرچ کرے گا اس کے لئے یہ ایک لاکھ درہم راہ حق میں خرچ کرنے سے بہتر ہوگا۔

(۲۲۵۰) اور روایت کی گئی ہے کہ ایک درہم حج میں خرچ کرنا بہتر ہے ایک لاکھ درہم غیر حج میں خرچ کرنے سے اور ایک درہم جو امام کے پاس پہنچ جائے وہ ایک لاکھ درہم حج میں خرچ کرنے کے مانند ہے۔

(۲۲۵۱) اور روایت کی گئی ہے کہ ایک درہم حج میں (صرف کرنا) بہتر ہے دو لاکھ درہم غیر حج میں فی سبیل اللہ صرف کرنے سے۔ [۱]

(۲۲۵۲) اور حاجی کے اوپر ایک نور رہتا ہے جب تک وہ کسی گناہ میں آلودہ نہ ہو جائے [۲] نیز حاجی جو ہدیہ تحفہ لاتا ہے وہ بھی اس کے خرچ میں شمار ہوگا۔ [۳]

چار چیزوں میں جھگڑا نہیں کرنا چاہیے کفن کی قیمت میں، غلام کی قیمت میں، قربانی کا جانور خریدنے میں اور مکہ کے کرایہ میں۔ [۴]

(۲۲۵۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اہل قبور کی تمنا ہو گی کہ کاش دنیا و مافیہا کے عوض ان کے پاس ایک حج ہوتا۔

(۲۲۵۴) روایت کی گئی ہے کہ حج کرنے والا اور عمرہ کرنے والا یہ دونوں جب واپس ہوتے ہیں تو ایسے ہوتے ہیں کہ جیسے وہ دونوں ابھی پیدا ہوئے ہیں ان میں سے ایک مر جاتا ہے تو اس بچے کے مانند ہوتا ہے جس کے ذمہ کوئی گناہ نہ ہو اور دوسرا زندہ رہتا ہے تو اس طرح جیسے گناہوں سے بالکل محفوظ ہو۔

(۲۲۵۵) حاجیوں کی تین قسم ہیں سب سے زیادہ خوش نصیب وہ شخص ہے جس کے اگلے پچھلے گناہ سب اللہ نے معاف کر دیئے اور اللہ نے اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھا۔ اور اس کے بعد وہ شخص جس کے پچھلے گناہ اللہ نے معاف کر دیئے اور اب وہ پھر سے عمل شروع کرے گا اپنی بقیہ زندگی میں اور اس کے بعد وہ شخص جو اپنے اہل و عیال و دولت میں بحفاظت رہے گا [۵] اور روایت کی گئی ہے کہ یہی وہ ہے کہ جس کا حج قبول نہیں۔

(۲۲۵۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: حج ضعیفوں کا جہاد ہے اور ہم لوگ ضعیف ہیں۔ [۶]

---

[۱] برقی نے 'محاسن' ص ۶۴ پر ابوعبداللہ علیہ السلام سے مسند حدیث بیان کی ہے کہ وہ ایک درہم جو حاجی خرچ کرے گا اللہ کی راہ میں دو لاکھ درہم خرچ کرنے کے برابر ہوگا۔

[۲] کلینی نے ج ۴ ص ۲۵۵ پر اپنی اسناد سے داؤد بن ابی یزید سے اور انہوں نے اس سے سنا جس نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے سنا کہ حاجی پر حج کا نور طاری رہتا ہے جب تک وہ کوئی گناہ نہ کرے۔

[۳] کلینی نے ج ۴ ص ۲۸۰ پر اپنی اسناد سے اسحاق بن عمار سے اور انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: حج کے تحفہ کو شارح حج میں ہی ہے اور مرفوع حدیث میں فرمایا: تحفہ حج کے اخراجات کا حصہ ہے۔ اور شاید اس کے معنی ہیں کہ حاجی جو تحائف اپنے گھر والوں یا بھائیوں کے لئے لاتا ہے حج سے واپسی میں تو اس کا ثواب حج میں خرچ کرنے کے ثواب جیسا ہے۔

[۴] یہ حدیث کا مضمون ہے الفاظ نہیں اور مصنف نے 'خصال' (اردو ترجمہ ص ۱۳۰۔ ط۔۲) میں مرفوع حدیث میں حضرت امام باقرؑ سے اور دوسری حدیث میں حضرت علیؑ سے اور آنجنابؑ نے نبیؐ سے سماعت کر کے بیان کیا ہے۔ یہاں منع کراہت کی بناء پر ہے۔

[۵] کلینی نے ج ۴ ص ۲۶۲ پر انہی الفاظ کے ساتھ جابر کی سند سے اور انہوں نے امام باقرؑ سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ والہ سے بیان کیا اور اس کا معنی ہے کہ اسے بخشا نہیں جائے گا لیکن وہ صرف اپنے اہل اور مال میں بحفاظت رہے گا۔

[۶] 'کافی' ج ۴ ص ۲۵۹ پر جندب کی سند سے امام صادقؑ سے مروی ہے اور آنجنابؑ نے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا: حج ضعیف کا جہاد ہے۔ پھر ابوعبداللہ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ سینے پر رکھا اور فرمایا: ہم ضعفاء ہیں، ہم ضعفاء ہیں۔ یعنی اہل جور نے ہمیں کمزور کر دیا ہے۔ ہمارا حق چھین لیا ہے اور ہمارے لئے جہاد ممکن نہیں رہا اس لئے ہمارے لئے اسے حج سے بدل دیا گیا۔

(۲۲۵۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چار طرح کے لوگوں کی دعا رد نہیں ہوتی، ان کی دعاؤں کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور وہ سیدھی عرش تک پہنچتی ہیں۔ باپ کی دعا اپنی اولاد کے لئے، مظلوم کی بد دعا اس پر ظلم کرنے والے کیلئے، عمرہ کرنے والے کی دعا عمرہ کر کے پلٹ آنے تک، روزہ دار کی دعا اس کے افطار کرنے تک۔

(۲۲۵۸) جو شخص مکہ کے اندر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک یا اس سے کم و بیش وقت میں قرآن ختم کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں وہ تمام اجر و ثواب لکھ دیگا جو دنیا کے پہلے جمعہ سے دنیا کے آخری جمعہ تک ہونگے اور اسی طرح اگر وہ تمام دنوں میں سے کسی دن میں بھی ختم کرے۔ ۱

(۲۲۵۹) حضرت امام علی ابن حسین علیہما السلام نے فرمایا: جو شخص مکہ میں ختم قرآن کرے گا وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نہ کر لے اور جنت میں اپنی منزل نہ دیکھ لے۔ ۲

(۲۲۶۰) مکہ میں ایک تسبیح پڑھنا عراق عرب و عراق عجم کے خراج کو راہ خدا میں خرچ کرنے کے برابر ہے۔ ۳

(۲۲۶۱) اور جو شخص مکہ میں ستر رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ قل ھو اللہ احد و سورۂ انا انزلنا اور آیت سخرہ اور آیت الکرسی کی قرأت کرے تو وہ نہیں مرے گا مگر شہید ہو کر۔ اور مکہ میں کھانا کھانے والا دوسری جگہ کے روزہ دار کے مانند ہے اور مکہ میں ایک دن کا روزہ دوسری جگہ کے سال بھر کے روزہ کے برابر ہے اور مکہ میں پا پیادہ چلنے والا اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف سمجھا جائیگا۔

(۲۲۶۲) حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص مکہ میں ایک سال تک مجاور رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی اور اس کے گھر والوں کی اور اس کی جو اس کے لئے استغفار کر رہا ہے اور اس کے اہل خاندان کے اور اس کے پڑوسیوں کے گزشتہ نو سال کے گناہ معاف کر دیگا اور وہ لوگ ایک سو چالیس سال تک آفات و برائیوں سے محفوظ رہیں گے۔ اور مکہ سے واپس ہونا وہاں کی مجاورت سے افضل ہے۔ ۴

(۲۲۶۳) اور مکہ میں سونے والا دوسرے شہروں کے اندر نماز شب پڑھنے والوں کی مانند ہے۔ ۵

(۲۲۶۴) اور مکہ میں سجدہ کرنے والا راہ خدا کے اندر اپنے خون میں لوٹنے والے کے مانند ہے۔ ۶

(۲۲۶۵) اور جو شخص اپنے اہل و عیال کی نگرانی کیلئے کسی حاجی کو چھوڑ جائے اس حاجی کے لئے بھی وہی ثواب ہے جیسے اس نے حجر اسود کا بوسہ لیا۔ ۷

(۲۲۶۶) اور حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام نے فرمایا: اے وہ لوگو! جنہوں نے حج نہیں کیا ہے جب حاجی لوگ آئیں تو ان کو مبارکباد دو، ان سے مصافحہ کرو، ان کی تعظیم کرو۔ یہ تم لوگوں پر واجب ہے اس طرح تم ان کے ثواب میں شریک ہو جاؤ گے۔ ۸

---

۱ مصنف نے 'ثواب الاعمال' (اردو ترجمہ ص ۱۸۷۔ ط ۲) میں اور کلینی نے 'کافی' ج ۲ ص ۶۱۲ میں ابو حمزہ ثمالی کی سند سے حضرت امام باقرؑ سے نقل کیا ہے۔

۲ برقی نے 'محاسن' ص ۶۹ پر مرسل حدیث میں حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے۔

۳ شیخ نے 'تہذیب' ج ۱ ص ۵۸۱ پر خالد بن ماد قلانسی سے، انہوں نے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے جد علی بن الحسین علیہما السلام سے روایت کی ہے۔ حدیث کے درمیان میں ہے۔ 'مکہ میں اس کی تسبیح افضل ہے عراقین کے خراج سے'۔ اور برقی نے 'محاسن' ص ۶۸ پر ابو عبد اللہ علیہ السلام کی سند سے وہی عبارت نقل کی ہے جو متن میں ہے۔

۴ کلینی نے 'کافی' ج ۴ ص ۲۳۰ پر صحیح حدیث میں اور اسی طرح شیخ نے 'تہذیب' میں محمد ابن مسلم سے اور انہوں نے حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا: آدمی کو نہیں چاہیئے کہ وہ ایک سال تک مکہ میں رہے۔ میں نے عرض کیا: تو کیا کرے؟ فرمایا: وہاں سے واپس ہو جائے۔

۵، ۶ 'محاسن' ص ۶۸ میں ابو عبد اللہ علیہ السلام سے خالد بن ماد کی حدیث میں علی بن الحسین علیہما السلام سے ہے کہ وہ دوسرے شہروں میں (راہ خدا میں) اپنے خون میں لوٹنے والے کے مانند ہے۔

۷ 'محاسن' ص ۷۰ پر الفاظ کے معمولی فرق سے علی بن حسین علیہما السلام سے خالد بن ماد کی حدیث میں مذکور ہے۔

۸ 'محاسن' ص ۷۱ اور 'کافی' ج ۴ ص ۲۶۴ پر امام جعفرؑ اور امام علی بن الحسین علیہما السلام کی سند سے مرقوم ہے۔ اور یہ خبر دلالت کرتی ہے کہ ان سے ملتے وقت خوش دلی تبسم اور خندہ روئی کا اظہار کرنا اور ان سے مصافحہ اور تعلیم کرنا مستحب ہے۔ (محمد تقی مجلسی)

(۲۲۶۷) اور حاجیوں اور عمرہ کر کے آنے والوں کو سلام کرنے اور ان سے مصافحہ کرنے میں جلدی کرو قبل اس کے کہ وہ گناہوں میں آلودہ ہو جائیں۔ ۱

(۲۲۶۸) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تم لوگ حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کی توقیر کرو یہ تم لوگوں پر واجب ہے۔

(۲۲۶۹) اور اگر کوئی ایک اذیت رساں چیز مکہ کے راستہ سے ہٹا دے تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں ایک حسنہ لکھ دیگا۔

اور دوسری حدیث میں ہے کہ اس کی وجہ سے منجانب خدا اس کو ایک نیکی کا ثواب ملے گا اور اللہ تعالیٰ اس پر عذاب نہیں کرے گا۔ ۲

(۲۲۷۰) اور جو شخص حالت احرام میں مرجائے تو قیامت کے دن وہ حج کیلئے لبیک کہتا ہوا مبعوث ہوگا اور مغفرت یافتہ ہوگا۔ ۳

(۲۲۷۱) اور جو مکہ کے راستہ میں جاتے ہوئے یا آتے ہوئے مرجائے تو قیامت کے دن وہ فزع اکبر (بہت بڑے خوف) سے محفوظ رہیگا۔ ۴

(۲۲۷۲) اور جو حرمین (مکہ و مدینہ) میں سے کسی ایک جگہ مرجائے تو اللہ تعالیٰ اس کو امن پانے والوں میں مبعوث کرے گا۔ ۵

(۲۲۷۳) اور جو شخص حرمین یعنی مکہ اور مدینہ کے درمیان مرجائے تو اس کا نامہ اعمال کھولا نہیں جائے گا۔ ۶

(۲۲۷۴) اور جو شخص حرم میں دفن کر دیا جائے وہ فزع اکبر سے امن پاجائے گا خواہ نیکوکار ہو یا بدکار۔ ۷

(۲۲۷۵) اور کوئی سفر مکہ کے سفر سے زیادہ گوشت و خون و جلد و بال پر اثر ڈالنے والا نہیں اور کوئی شخص نہیں جو مشقت سے دوچار نہ ہو ۸ اور اس کو ثواب بھی بقدر مشقت ملے گا۔

باب: انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے حج کے متعلق ایک نکتہ

(۲۲۷۶) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام اس بیت اللہ تک ایک ہزار مرتبہ اپنے قدموں سے تشریف لائے ان میں سے سات سو مرتبہ حج کیلئے تشریف لائے اور تین سو مرتبہ عمرہ کیلئے اور آپ شام کی جانب سے آیا کرتے تھے اور بیل (گاؤ نر) پر حج فرمایا کرتے۔ اور جس مقام پر شب بسر کیا کرتے وہ حطیم ہے اور وہ خانہ کعبہ کے دروازے اور حجر اسود کے درمیان کی جگہ ہے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت حوا کو دیکھنے سے ایک سو سال پہلے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان سے کہا: حَيَّاكَ اللّٰهُ وَبَيَّاكَ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں ہنسائے۔

(۲۲۷۷) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام جب منیٰ سے روانہ ہوئے تو مقام ابطح میں ملائکہ نے آپؑ سے ملاقات کی اور کہا: اے آدمؑ آپؑ کا حج مبرور و مقبول ہے لیکن ہم لوگوں نے اس بیت اللہ کا حج آپؑ کے حج کرنے سے دو ہزار سال پہلے کیا تھا۔

۱۔ کلینی نے ج ۴ ص ۲۵۶ پر مرسل حدیث میں علی بن حسین علیہما السلام سے روایت کی ہے۔

۲۔ کلینی نے ان دونوں حدیثوں کو ج ۴ ص ۵۴۷ پر امام صادق علیہ السلام کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

۳۔ جیسا کہ ابوبصیر کی روایت میں ابوعبداللہ علیہ السلام سے ج ۴ ص ۲۵۶ پر مذکور ہے جہاں فرمایا: حاجی اور عمرہ کرنے والا اللہ کی ضمانت میں ہوتا ہے، اگر حج کے لئے جاتے ہوئے مرجائے تو خدا اس کے گناہ معاف کر دے گا اور اگر حالت احرام میں مرجائے تو اللہ اسے تلبیہ کہنے والوں میں اٹھائے گا۔ الی آخر حدیث۔ اور خطیب نے اپنی تاریخ میں ابن عباس کی سند سے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا: جو حالتِ احرام میں مر جائے وہ حشر میں تلبیہ کہتے ہوئے اٹھے گا۔

۴۔ کلینی نے 'کافی' ج ۴ ص ۲۶۳ پر ابن سنان کی سند سے حضرت امام صادقؑ سے روایت کیا ہے۔

۵۔ کلینی نے ج ۴ ص ۲۵۶ پر ابوبصیر کی حدیث کے ذیل میں بیان کیا ہے۔

۶۔ 'محاسن' ص ۷۰ پر حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرمایا: جو حرمین کے درمیان مرجائے تو خدا اسے امن پانے والوں میں مبعوث کرے گا۔

۷۔ برقی نے 'محاسن' ص ۷۱ پر اپنی اسناد سے ہارون بن خارجہ سے اور انہوں نے معمولی الفاظ کے فرق سے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

۸۔ کلینی نے ج ۴ ص ۲۶۲ میں ہشام بن حکم کی امام جعفرؑ سے صحیح حدیث میں بیان کیا ہے اور ظاہر میں باقی کلام مولف کی طرف سے ہے۔

(۲۲۷۸) اور حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے ایک موتی اور دوسری روایت میں ہے کہ سرخ لیکر نازل ہوئے اور اس کو حضرت آدم علیہ السلام کے سر پر پھیرا اور اس سے ان کا سر مونڈا۔ ۱؎

(۲۲۷۹) اور روایت کی گئی ہے کہ حضرت نوحؑ کی کشتی کی لمبائی بارہ سو (۱۲۰۰) ہاتھ چوڑائی سو (۱۰۰) ہاتھ اور اونچائی اسی (۸۰) ہاتھ تھی۔ آپ اس پر سوار ہوئے اور سات مرتبہ اس بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی کی۔ اس کے بعد ان کی کشتی کوہِ جودی پر جا کر ٹھہر گئی۔

(۲۲۸۰) ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ذبیح کے متعلق دریافت کیا گیا کہ ذبیح کون تھے؟ آپؑ نے فرمایا: ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا قصہ اپنی کتاب (قرآن) میں بیان کیا اور اس کے بعد کہا: **وبشرنٰہ باسحاق نبیاً من الصالحین** (اور ہم نے حضرت ابراہیم کو اسحاق کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی جو ایک نیکوکار نبی تھے) (سورۂ صافات آیت نمبر ۱۱۲)۔

واضح ہو کہ ذبیح کے متعلق مختلف روایات ہیں کسی میں ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور کسی میں یہ ہے کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں اور چونکہ ان روایات کے سلسلہ اسناد صحیح ہیں اس لئے ان کو رد کرنے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں لیکن جب حضرت اسحاق علیہ السلام ان کے بعد پیدا ہوئے تو انہیں تمنا ہوئی کہ کاش ان کے والد کو جس کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا وہ میں ہوتا اور جس طرح ان کے بھائی (حضرت اسماعیل علیہ السلام) نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر کیا اور سر تسلیم خم کیا اس طرح میں بھی کرتا اور ثواب حاصل کرتا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کی بات جان لی اور ان کی اس تمنا کے پیش نظر ملائکہ کے درمیان ان کا نام ذبیح رکھ دیا۔ اور میں نے اس روایت کی اسناد کو جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تک منتہی ہوئی اپنی کتاب 'النبوۃ' میں تحریر کر دیا ہے۔

(۲۲۸۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو کس مقام پر ذبح کرنے کا ارادہ کیا؟ تو آپؑ نے فرمایا: جمرہ وسطی کے پاس۔ اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے چھری کو الٹ دیا اور کوہ ثبیر سے ایک مینڈھا کھینچ لائے، بچے کو چھری کے نیچے سے کھینچا اور بچے کی جگہ اس مینڈھے کو لٹا دیا اور مسجد خیف کے بائیں جانب سے آواز دی: اے ابراہیم! **قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ** (سورۂ صافات آیت نمبر ۱۰۵ تا ۱۰۷) [تم نے اپنے خواب کو خوب سچ کر دکھایا ہم نیکی کرنے والوں کو یوں جزائے خیر دیتے ہیں اس میں شک نہیں کہ یہ بڑا سخت اور صریحی امتحان تھا اور ہم نے اسماعیل کا فدیہ ایک ذبیح عظیم (بڑی قربانی) کو قرار دیا] یعنی ایک انتہائی خوبصورت مینڈھے کو۔ مینڈھا کہ ایک علاقے میں چلتا پھرتا دوسرے علاقے میں چرتا۔ تیسرے علاقے کو دیکھتا۔ چوتھے علاقہ میں مینگنی کرتا۔ پانچویں علاقہ میں پیشاب کرتا سینگوں والا نر جو جنت کے باغات میں چالیس سال تک چرتا رہا۔ ۲؎

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں قصے بیان کر کے اس کتاب کو طویل نہیں کرنا چاہتا اس لئے کہ میرا ارادہ تھا کہ میں اس میں نکات کو پیش کروں میں نے یہ قصے تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب النبوۃ میں تحریر کر دیئے ہیں۔

(۲۲۸۲) اور حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام نے کوہ صفا اور کوہ مروہ کے درمیان مسجد الحرام کی حدیں قائم کر دیں ۳؎ تو لوگ مسجد صفا سے حج کرنے لگے۔

۱؎ کلینی نے ج ۴ ص ۲۶۵ پر علی بن محمد علوی کی سند سے بیان کیا ہے کہ میں نے امام باقرؑ سے دریافت کیا کہ آدمؑ نے جب حج کیا تو کس چیز سے سر مونڈا۔ فرمایا: جبرئیلؑ جنت سے یاقوت لائے تھے اسے ان کے سر پر رکھا اور ان کے بال صاف کر دیئے۔

۲؎ جیسا کہ 'کافی' ج ۴ ص ۲۰۹ میں ابی بصیر اور محمد بن مسلم نے امام باقرؑ سے روایت کی ہے۔

۳؎ 'کافی' ج ۴ ص ۲۰۹ میں حماد بن عثمان سے انہوں نے حسن بن نعمان اور انہوں نے امام جعفرؑ سے روایت کی ہے۔

(۲۲۸۳) اور روایت کی گئی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے حَزْوَرَهُ (صفا و مروہ کے درمیان مکہ کا بازار یا باب حناطین) سے مقام سعی تک خط کھینچ دیا۔

اور جس نے سب سے پہلے خانہ کعبہ کو پوشش پہنائی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔

(۲۲۸۴) اور روایت کی گئی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے مناسک حج ادا کر چکے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں واپس ہونے کا حکم دیا اور وہ واپس ہو گئے۔

اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ گرامی کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے ان کو حجرِ (متصل بہ کعبہ) میں دفن کر دیا اور اس پر ایک پتھر رکھ دیا تاکہ ان کی قبر کسی کے پاؤں تلے نہ پڑے [1] اور اب حضرت اسماعیل تنہا رہ گئے۔

پھر جب دوسرا سال آیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کا اور خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا اور وہ اس وقت شکستہ حالت میں تھا [2] مگر اہل عرب اسی حالت میں حج کیا کرتے تھے۔ اس کی بنیادوں کے نشانات موجود تھے۔

اور حضرت اسماعیلؑ کا یہ دستور تھا کہ جب لوگ نکل جاتے تو پتھر جمع کرتے اور خانہ کعبہ کے اندر ڈال دیا کرتے جب حضرت ابراہیمؑ تشریف لائے اور حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اسے مٹی اور پتھر ہٹا کر صاف کیا تو ایک پورا پتھر سرخ رنگ کا ملا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی اسی پر تعمیر کی بنیاد رکھو اور چار ملائکہ نازل کر دیئے اور جب بنیاد مکمل ہو گئی تو اس کے ہر رکن پر ایک ملک کو بٹھا دیا پھر اعلان کر دیا: **ھلم الی الحج** (حج کیلئے آؤ) اور اگر وہ یہ اعلان کرتے کہ تم لوگ حج کیلئے آؤ تو اس وقت جو انسان پیدا ہو چکے تھے اور موجود تھے ان کے سوا کوئی حج نہ کرتا لیکن انہوں نے فرمایا تھا کہ حج کیلئے آؤ تو جتنے لوگ اپنے باپ کے صلبوں اور اپنی ماں کے رحموں میں تھے ان سب نے لبیک کہا اور یہ کہا: **لبیک داعی اللّٰہ لبیک داعی اللّٰہ** (ہم حاضر ہیں اے اللہ کی طرف دعوت دینے والے، ہم حاضر ہیں اے اللہ کی طرف دعوت دینے والے) تو اس وقت جس نے ایک مرتبہ لبیک کہا اس نے ایک مرتبہ حج کیا جس نے دس مرتبہ کہا اس نے دس مرتبہ حج کیا اور جس نے ایک مرتبہ بھی لبیک نہیں کہا اس نے کوئی حج نہیں کیا۔ [3]

اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر رکھتے جاتے اور دیواریں بلند کرتے جاتے اور ملائکہ انہیں پتھر اُٹھا اُٹھا کر دیتے جاتے یہاں تک کہ بارہ ہاتھ دیوار تیار ہو گئی اور جب حجر اسود کے مقام تک پہنچے تو کوہ ابوقبیس نے آواز دی: اے ابراہیمؑ میرے پاس آپؑ کی ایک امانت ہے چنانچہ اس نے آپؑ کو حجر اسود دیا اور آپؑ نے اس کو اس کے مقام پر نصب کر دیا۔ اور کعبہ میں دو دروازے بنائے ایک اندر داخل ہونے کیلئے اور ایک باہر نکلنے کیلئے اور ان دونوں میں لکڑی کے چوکھٹ اور بازو بھی لگائے۔ اور اس وقت خانہ کعبہ پر کوئی پوشش نہیں تھی خانہ کعبہ تیار ہو چکا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام چلے گئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام وہاں مقیم رہے۔ پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عمالقہ کی ایک عورت سے نکاح کیا پھر اسے چھوڑ دیا اور ایک دوسری حمیریہ عورت سے نکاح کیا۔ وہ عاقلہ تھی۔ اس نے خانہ کعبہ کے دروازوں کو دیکھا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے عرض کیا: میں ان دونوں دروازوں کیلئے پردے کیوں نہ بنا دوں ایک پردہ یہاں کیلئے اور ایک پردہ وہاں کیلئے؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا: ہاں (بنا دو) تو اس عورت نے خانہ کعبہ کیلئے دو پردے تیار کیے جن کی لمبائی بارہ ہاتھ تھی۔ حضرت اسماعیلؑ نے ان پردوں کو دونوں دروازوں پر لٹکا دیا۔ عورت نے جب دیکھا تو اسے بہت اچھا معلوم ہوا؟ تو بولی: پھر میں کعبہ کیلئے ایک ایسا کپڑا کیوں نہ بُن دوں کہ جو پورا کعبہ کو چھپا دے اس لئے کہ یہ برہنہ پتھر کچھ اچھے نہیں لگتے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے۔ تو اس عورت نے جلدی کی اور اپنے قبیلہ کی عورتوں کو سوت کاتنے کیلئے بھیج دیا اور اسی وقت سے عورتوں کے اندر ایک دوسرے سے سوت کتوانے کا رواج ہو گیا۔ چنانچہ جب خانہ کعبہ کی پوشش کا ایک ٹکڑا تیار ہوتا تو وہ اس کو خانہ کعبہ پر لٹکا دیتی اسی اثناء

---

[1] جیسا کہ 'کافی' ج ۴ ص ۲۱۰ پر کلینی نے اپنی اسناد سے ابوبکر حضرمی سے اور انہوں نے امام جعفرؑ سے روایت کی ہے۔

[2] جیسا کہ 'کافی' ج ۴ ص ۲۰۳ پر ہے۔

[3] جیسا کہ حضرت امام جعفرؑ سے 'علل الشرائع' اردو ترجمہ ط ۔ ۱۲ ۔ ص ۴۴۵ اور 'کافی' ج ۴ ص ۲۰۳ پر مرقوم ہے۔

میں حج کا موسم آگیا اور خانہ کعبہ کے چاروں طرف میں سے ایک طرف کا حصہ بغیر پوشش کے باقی رہ گیا تو اس نے حضرت اسماعیلؑ سے کہا: اب اس طرف کو کیا کیا جائے؟ چنانچہ ان دونوں نے اس طرف کو کھجوروں کے پتوں کی بنی ہوئی چٹائی سے چھپا دیا۔ اب کہ حج کا وقت آیا اور اہل عرب نے دیکھا تو انہیں بہت اچھا معلوم ہوا اور بولے کہ مناسب ہے کہ ہم لوگ اس گھر کی تعمیر کرنے والے کو کچھ ہدیہ اور تحفہ دیں۔ پھر اس وقت سے ہدی کا رواج پڑا اور اب عرب کا ہر قبیلہ خانہ کعبہ کیلئے کوئی پارچہ لانے لگا اسی طرح جب بہت سے پارچے جمع ہو گئے تو ان لوگوں نے اس چٹائی کو اتارا اور پوشش پوری کر کے خانہ کعبہ پر لٹکا دیا۔ اور اب تک خانہ کعبہ پر کوئی چھت نہ تھی تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس میں لکڑی کے کئی ستون کھڑے کیے ویسے ہی جیسے تم لکڑی کے ستون دیکھتے ہو پھر اس پر لکڑیوں کی چھت ڈال دی اور اس کو مٹی سے برابر کر دیا اب جب کہ اہل عرب دوسرے سال حج کیلئے آئے اور کعبہ کے اندر داخل ہوئے اور اس کی تعمیر کو دیکھا تو بولے کہ اس کی تعمیر کرنے والے کو کچھ مزید دینا مناسب ہے۔ پھر آئندہ سال آئے تو ساتھ ہدی (اونٹ) لیکر آئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس کا کیا کروں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اس کو نحر کر کے اس کا گوشت حاجیوں کو کھلا دو۔ اور جب زمزم سے پانی نکلنا بند ہو گیا تو حضرت اسماعیلؑ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قلتِ آب کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی طرف وحی کی اور انہیں کھودنے کا حکم دیا چنانچہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ اور حضرت جبرئیلؑ سب نے مل کر اسے کھودا تو پانی نکل آیا۔ آپؑ نے چاہ زمزم کے چار کناروں پر کدال سے ضرب لگائی ہر ضرب پر بسم اللہ کہکر تو چار سوتے پھوٹ پڑے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: اے ابراہیمؑ! آپ بھی اس کا پانی پیئیں اور اپنے فرزند کیلئے بھی اس میں برکت کی دعا کریں اور اس کے پانی سے نہائیں اور خانہ کعبہ کا طواف کریں اور یہ وہ سیرابی ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسماعیلؑ کو سیراب کیا۔ ۱ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ **فیہ آیات بینات مقام ابراھیم** (اس میں واضح نشانیاں مقام ابراہیمؑ ہے) (سورۂ آل عمران آیت نمبر ۹۷) تو اس میں سے ایک تو یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ ایک پتھر پر (تعمیر کعبہ کیلئے) کھڑے ہوئے تو آپؑ کے پاؤں کا نشان اس میں پڑ گیا۔ دوسری نشانی حجر اسود ہے اور تیسری نشانی حضرت اسماعیلؑ کا حجرہ ہے۔ ۲

(۲۲۸۵) اور روایت کی گئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رملہ مصر (ایک شہر جو فلسطین سے بارہ میل دور ہے) سے احرام باندھا اور ستر (۷۰) انبیاء کے ساتھ صفائح روحاء (مکہ اور مدینہ کے درمیان تیس چالیس میل دور ایک جگہ کا نام) سے ہو کر گزرے ان لوگوں کے جسم پر قطوانی عبائیں تھیں وہ کہتے جاتے تھے: **لبیک عبدک وابن عبدک لبیک** (حاضر ہے تیرا بندہ اور تیرے بندے کا فرزند حاضر ہے)۔

(۲۲۸۶) اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صفائح روحاء سے سرخ اونٹ پر سوار ہو کر گزرے جس کی مہار خرمے کی چھال کی تھی اور ان کے دوش پر دو قطوانی عبائیں تھیں اور یہ کہتے جاتے تھے: **لبیک یا کریم لبیک** [حاضر ہے اے کریم (تیری بارگاہ میں تیرا بندہ) حاضر ہے]۔

اور حضرت یونس بن متی علیہ السلام صفائح روحاء سے گزرے تو یہ کہتے جاتے: **لبیک کشاف الکرب العظام لبیک** [حاضر ہے اے بڑی بڑی تکلیفوں کو دور کرنے والے (تیرا بندہ) حاضر ہے۔]

اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام صفائح روحاء سے گزرے تو یہ کہتے جاتے تھے: **لبیک عبدک ابن امتک لبیک** (حاضر ہے تیرا بندہ، تیری کنیز کا فرزند حاضر ہے۔)

اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفائح روحاء سے گزرتے تو یہ فرماتے جاتے: **لبیک ذی المعارج لبیک** [حاضر ہے اے بلند درجے والے (تیرا بندہ) حاضر ہے۔] ۳

---

۱ 'کافی' ج ۴ ص ۲۰۳ سے ۲۰۵ تک کلثوم بن عبدالمومن حرانی کی حدیث سے رجوع کیا جائے جو انہوں نے سنی حضرت امام جعفر صادقؑ سے۔

۲ جیسا کہ 'کافی' ج ۴ ص ۲۲۳ پر ابوعبداللہ علیہ السلام کی مسند حدیث میں مروی ہے۔

۳ کلینی نے اس حدیث کو ہشام بن حکم سے اور انہوں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کیا ہے (ج ۴ ص ۲۱۳)۔

اور حضرت موسیٰ جب لبیک کہتے تو پہاڑ اس کا جواب دیتے۔ [1]

اور اس کا نام تلبیہ اس لئے پڑ گیا اللہ تعالیٰ جب موسیٰ کو پکارتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام جواب میں کہتے: لبیک (میں حاضر ہوں)۔

(۲۲۸۷) اور زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے بیان فرمایا: حضرت سلیمان علیہ السلام نے خانہ کعبہ کا حج جنوں، انسانوں، پرندوں اور ہواؤں کے جھرمٹ میں کیا اور خانہ کعبہ کو قبطی کپڑے کا لباس پہنایا۔

(۲۲۸۸) ابوبصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: بیشک حضرت آدم علیہ السلام وہ ہیں جنہوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی، اس کی بنیاد رکھی اور سب سے پہلے ان ہی نے اس کو بالوں کی پوشش پہنائی اور سب سے پہلے ان ہی نے اس کا حج ادا کیا۔ پھر حضرت آدمؑ کے بعد بادشاہ تبع نے اس کو چمڑے کی پوشش پہنائی۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھجور کے پتوں کی چٹائی کی پوشش پہنائی۔ اور سب سے پہلے جس نے کپڑے کی پوشش پہنائی وہ حضرت سلیمان ابن داؤد علیہما السلام ہیں جنہوں نے مصری کپڑے قباطی کی پوشش پہنائی۔

(۲۲۸۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حج کر چکے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپؑ پر نازل ہوئے آپؑ نے ان سے کہا: اے جبرئیل جو اس بیت اللہ کا حج بغیر صدقِ نیت اور بغیر پاک خرچ کے کرے اس کیلئے کیا ہے؟ حضرت جبرئیلؑ نے کہا: مجھے یہ نہیں معلوم، اچھا اپنے رب کے پاس (پوچھنے کیلئے) جاتا ہوں۔ جب حضرت جبرئیلؑ واپس پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے کہا: اے جبرئیلؑ تم سے موسیٰ نے کیا پوچھا تھا؟ حالانکہ جو کچھ موسیٰ نے پوچھا تھا وہ اس کو خوب جانتا تھا۔ حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا: پروردگار انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ جو شخص اس بیت اللہ کا حج بغیر سچی نیت اور بغیر پاک خرچ کے کرے اس کے لئے کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اچھا واپس جا کر ان سے کہدو کہ میں اپنا حق اس کو بخش دونگا اور اپنے بندوں کو اس سے راضی و خوش کر دونگا۔ (یہ سن کر) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے جبرئیل یہ بتاؤ جو اس گھر کا حج سچی اور پاک خرچ سے کرے اس کیلئے کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت جبرئیل اللہ کی طرف واپس ہوئے تو اللہ نے جبرئیلؑ پر وحی کی کہ ان سے کہدو کہ میں اس کو رفیق اعلیٰ میں انبیاء، صدیقین و شہداء و صالحین کے ساتھ جگہ دونگا اور یہ سب بہترین رفیق ہونگے۔

(۲۲۹۰) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سعی سے فراغت کے بعد مقام مروہ پر حکم متعہ نازل ہوا تو آپؐ نے لوگوں کو خطاب کر کے کہا: ایھا الناس یہ جبرئیلؑ ہیں۔ (یہ کہکر آپؐ نے اپنے پس پشت اشارہ کیا)۔ یہ مجھ سے کہتے ہیں کہ میں تم لوگوں کو حکم دوں کہ جو شخص ہدی (قربانی کا جانور) اپنے ساتھ نہ لایا ہو وہ محل ہو جائے (یعنی احرام کھول دے) اور اگر یہ حکم پہلے آیا ہوتا جواب بعد میں آیا ہے تو میں بھی یہی کرتا جس کا حکم میں تم لوگوں کو دے رہا ہوں مگر میں ہدی (قربانی کا جانور) اپنے ساتھ لایا ہوں اور جو قربانی کا جانور اپنے ساتھ لایا ہے وہ اس وقت تک محل نہیں ہو سکتا (یعنی احرام نہیں کھول سکتا) جب تک کہ قربانی کا جانور اپنے مقام قربان گاہ تک نہ پہنچ جائے۔ یہ سن کر سراقہ بن مالک بن جعشم کنانی اٹھا اور عرض کیا: یا رسول اللہ آپؐ نے ہم لوگوں کو ہمارے دین کی تعلیم دیدی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ہم لوگ آج ہی پیدا ہوئے ہیں۔ یہ بتائیں کہ یہ حکم جو آپؐ نے ہم لوگوں کو دیا ہے یہ اسی سال کیلئے ہے یا ہمیشہ کیلئے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ یہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہے (اس کے بعد) ایک دوسرا شخص اُٹھا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ (آپ عجب حکم دیتے ہیں) ارے ہم لوگ حج کیلئے نکلے ہیں (آپؐ چاہتے ہیں کہ ہم لوگ اس درمیان اپنی عورتوں سے مجامعت کر کے غسل جنابت کریں) اور ہم لوگوں کے سروں سے غسل جنابت کا پانی ٹپکے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: (مجھے معلوم ہے) تو اس پر تا ابد ایمان نہ لائے گا۔

اور اس وقت حضرت علی علیہ السلام یمن میں تھے جب وہاں سے حج کیلئے پہنچے تو دیکھا کہ فاطمہ علیہا السلام محل ہو گئی ہیں (یعنی احرام کھول چکی ہیں) تو ناراضگی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس فتویٰ دریافت کرنے کیلئے پہنچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے

---

[1] جیسا کہ 'علل الشرائع' (اردو ترجمہ ص ۴۴۴) میں مرقوم ہے۔

سب لوگوں کو یہی حکم دیا ہے۔ اب اے علیؑ تم بتاؤ کہ تم نے کس نیت سے احرام باندھا تھا؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اس پر احرام باندھا تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیت ہے وہی میری نیت ہے۔ آپؐ نے فرمایا: پھر تم میری طرح اپنے احرام پر قائم رہو تم قربانی کے جانوروں میں میرے شریک ہو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھ ایک سو (۱۰۰) اونٹ لائے تھے چنانچہ آپؐ نے اس میں سے چونتیس اونٹ حضرت علیؑ کیلئے قرار دیدیئے اور اپنی ذات کیلئے چھیاسٹھ (۶۶) اونٹ رکھے اور سب کے سب اپنے ہاتھ سے نحر کیے پھر ہر قربانی کے جانور سے تھوڑا تھوڑا گوشت لیا اور ایک دیگچہ میں پکایا اس میں سے گوشت کھایا اور شوربہ پیا اور فرمایا: اب ہم نے سب میں سے کھالیا۔ اور ان جانوروں کا چمڑا قصائیوں کو نہیں دیا نہ ان کے گلے میں پڑے ہوئے قلادے دیئے اس کو جلیل القدر سمجھتے ہوئے بلکہ یہ سب تصدق کر دیا۔

(۲۲۹۱) اور حضرت علی علیہ السلام صحابہ کے سامنے فخر سے کہا کرتے کہ تم لوگوں میں میرا مثل کون ہوسکتا ہے؟ میں قربانی کے جانوروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شریک ہوں۔ تم لوگوں میں میرا مثل کون ہوسکتا ہے میں وہ ہوں کہ میرے قربانی کے جانور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ذبح فرمائے تھے۔

(۲۲۹۲) اور روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ سے جبلِ ضَبّ کے راستے سے گئے اور مازمین (مشعر و عرفہ کے درمیان) سے واپس آئے اور آپ جس راستے سے جاتے اس راستے سے واپس نہیں آیا کرتے تھے۔[1]

(۲۲۹۳) اور روایت کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیس (۲۰) حج پوشیدہ طور پر کیے اور ہر ایک میں آپ مازمین سے ہو کر گزرتے اور وہاں اتر کر پیشاب کرتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نو (۹) عمرے کیے اور حجۃ الوداع سے پہلے صرف ایک حج کیا۔

(۲۲۹۴) اور محمد بن احمد سنانی اور علی بن احمد بن موسیٰ دقاق دونوں نے کہا کہ بیان کیا ہم لوگوں سے ابو العباس احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے بکر بن عبداللہ بن حبیب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے تمیم بن بہلول نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے اور انہوں نے ابوالحسن عبدی سے انہوں نے سلیمان بن مہران سے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے حج کیے تھے؟ آپؑ نے فرمایا: پوشیدہ طور پر بیس حج اور ہر حج میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مازمین سے ہو کر گزرے وہاں پیشاب کیا۔ میں نے عرض کیا: فرزند رسول وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں اترے اور کیوں پیشاب کیا؟ آپؑ نے فرمایا: اس لئے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں بتوں کی پوجا ہوتی تھی اور وہیں سے وہ پتھر لیا گیا جس سے وہ ھبل تراشا گیا جس کو حضرت علیؑ نے پشت کعبہ سے اتار پھینکا تھا جس وقت آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوش پر قدم رکھے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے بموجب اس کو باب بنی شیبہ کے قریب دفن کر دیا گیا اور اسی بنا پر باب بنی شیبہ سے مسجد حرام میں داخلہ سنت قرار پایا۔ سلیمان کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: بھیڑ اور اژدھام میں دباؤ کو دور کرنے کے لئے تکبیر کیوں قرار دی گئی؟ آپؑ نے فرمایا: اللہ اکبر کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ بہت بلند و بالا ہے ان تمام تراشے ہوئے بتوں اور ان تمام معبودوں سے جن کی اللہ کے سوا پرستش کی جاتی ہے۔ اور ابلیس اپنے شیاطین کے ساتھ اڑ جاتا ہے اور ملائکہ اس کا پیچھا کرتے ہیں حتیٰ کہ ہرے سمندر میں غوطہ لگالیتا ہے۔ میں نے عرض کیا: اور جس نے ابھی تک حج نہیں کیا (یہ اس کا پہلا حج ہے) اس کے لئے خانہ کعبہ میں داخل ہونا کیوں مستحب ہے؟ اور ان لوگوں کیلئے نہیں جو اس سے پہلے حج کر چکے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: اس لئے کہ وہ شخص جس نے اس سے پہلے کبھی حج نہیں کیا ہے وہ اپنے فریضہ کو پورا کر رہا ہے اس کو حج بیت اللہ کیلئے بلایا گیا ہے لہٰذا اس پر لازم ہے کہ اس گھر میں داخل ہو جس کی طرف اس کو بلایا گیا ہے۔ تاکہ اس میں اس کا اکرام ہو میں

---

[1] کلینی نے ج ۴ ص ۲۴۸ پر صحیح حدیث میں اسماعیل بن ہمام سے اور انہوں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

نے عرض کیا: پھر اس پر سر منڈانا واجب کیوں ہو گیا اور ان لوگوں پر نہیں جو اس سے پہلے حج کر چکے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تاکہ اس پر امن پانے والوں کی نشانی لگ جائے۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا ہے: لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُؤُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ (سورۂ فتح آیت نمبر ۲۷) (تم لوگ ان شاء اللہ مسجد حرام میں اپنے سر منڈواکر اور اپنے تھوڑے سے بال کترواکر بہت امن و اطمینان سے بے خوف داخل ہو گے) میں نے عرض کیا: اور اس پر مشعر الحرام میں پیدل چلنا کیوں فرض ہوا؟ آپ نے فرمایا: اس لئے تاکہ وہ جنت میں چلنے کا حقدار بن جائے۔

(۲۲۹۵) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قربانی کے جانوروں پر مقرر تھا وہ ناجیہ بن جندب خزاعی اسلمی تھا اور جس نے یوم حدیبیہ آپ کے سر کے بال مونڈے خراش بن امیہ خزاعی تھا اور جس نے آپ کے حج کے موقع پر آپ کے سر کے بال مونڈے وہ معمر بن عبداللہ بن حارث بن نصر بن عوف بن عویج بن عدی بن کعب تھا۔ جب وہ آپ کے بال مونڈ رہا تھا تو اس سے کہا گیا: اے معمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کان تمہارے ہاتھ میں ہیں۔ تو اس نے جواب دیا: خدا کی قسم میں اس کو اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل و احسان سمجھتا ہوں۔ اور معمر بن عبداللہ ہی آپ کے بالوں میں کنگھی کیا کرتا تھا۔ آپ نے جن چادروں میں احرام باندھا وہ دو (۲) عدد یمنی عبری وظفاری چادریں تھیں اور یوم عرفہ جب آفتاب مائل بہ زوال ہوا تو آپ نے تلبیہ کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

(۲۲۹۶) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کرسف کی دو چادروں میں احرام باندھا۔ [۱]

(۲۲۹۷) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے رکن یمانی پر پہنچے تو کعبہ کی طرف اپنا سر اُٹھا کر بولے: حمد ہے اس خدا کے لئے جس نے تجھ کو شرف دیا تجھ کو عظمت دی اور اس خدا کی حمد جس نے مجھ کو نبی بنا کر بھیجا اور علیؑ کو امام بنایا۔ پروردگار اپنی مخلوق کے اچھے لوگوں کی ان کی طرف ہدایت کر اور اپنی مخلوق کے برے لوگوں سے ان کو محفوظ رکھ۔ [۲]

باب: کعبہ کی ابتداء اور اس کی فضلیت اور حرم کی فضلیت

(۲۲۹۸) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ زمین کو خلق کرے تو اس نے چار طرف کی ہواؤں کو حکم دیا اور انہوں نے پانی کی سطح پر تھپیڑے لگائے یہاں تک کہ موجیں پیدا ہوئیں اور جھاگ نمودار ہوئے اور پھر سب مل کر ایک جھاگ ہو گیا اور اس کو خانہ کعبہ کی جگہ جمع کر دیا اور وہ جھاگ کا ایک پہاڑ بن گیا اور اسی کے نیچے سے زمین بچھائی گئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا (سورۂ آل عمران آیت نمبر ۹۶) (لوگوں کی عبادت کے واسطے جو گھر سب سے پہلے بنایا گیا وہ یہی کعبہ ہے جو مکہ میں ہے اور بڑی برکت والا ہے) لہٰذا زمین کا جو سب سے پہلا ٹکڑا پیدا ہوا وہ کعبہ ہے پھر زمین اسی سے پھیلی۔

(۲۲۹۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین کو کعبہ سے منیٰ تک بچھایا، پھر منیٰ سے عرفات تک بچھایا، پھر عرفات سے منیٰ تک۔ پس زمین عرفات سے پھیلی اور عرفات منیٰ سے اور منیٰ خانہ کعبہ سے پھیلا اور یہی ہم لوگوں میں سے ایک نے دوسرے کو بتایا۔

(۲۳۰۰) اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو آسمان سے نازل فرمایا جس کے چار (۴) دروازے تھے اور ہر دروازے پر سونے کی قندیل لٹکی ہوئی تھی۔

(۲۳۰۱) حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: پچیس ذی القعدہ کو اللہ تعالیٰ نے بیت الحرام کعبہ کو نازل فرمایا جو شخص اس دن روزہ رکھے گا اس کے ستر (۷۰) سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا اور یہی وہ پہلا دن ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام پر آسمان سے رحمت نازل ہوئی۔

---

[۱] کلینی نے 'کافی' ج ۴ ص ۳۳۹ پر اس سند سے ذکر کیا ہے جو ان تک بعض ائمہ علیہم السلام سے پہنچی۔

[۲] کلینی نے ج ۴ ص ۴۱۰ پر مرسل سند سے امام ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

(۲۳۰۲) حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: پچیس ذی القعدہ کی شب میں خانہ کعبہ کے نیچے سے زمین بچھائی گئی جس نے اس دن روزہ رکھا گویا اس نے ساٹھ مہینے تک روزے رکھے۔

(۲۳۰۳) محمد بن عمران عجلی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ خانہ کعبہ کی جگہ کیا چیز تھی جب کہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق: وکان عرشه علی الماء (سورۂ ہود آیت ۷) (اس کا عرش پانی پر تھا) آپؑ نے فرمایا: ایک سفید موتی تھا۔

(۲۳۰۴) اور ابو خدیجہ کی روایت میں ہے جو انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کو حضرت آدمؑ کیلئے جنت سے نازل فرمایا جو ایک سفید موتی کی شکل میں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو اُٹھا لیا اور اس کی بنیادیں باقی رہ گئیں جو اس بیت اللہ کے بالکل سیدھ پر ہیں۔ اور اس میں ہر روز ستر ہزار ملک داخل ہوتے ہیں اور وہاں سے واپس نہیں جاتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ دونوں اس گھر کو اس بنیاد پر تعمیر کریں۔

(۲۳۰۵) اور عیسیٰ بن عبداللہ ہاشمی کی روایت میں ہے جس کو انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے بیان فرمایا: کعبہ کی جگہ زمین پر سفید رنگ کا ایک ٹیلہ تھا جو سورج و چاند کی طرح چمکتا تھا یہاں تک کہ حضرت آدمؑ کے دو بیٹوں میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا اس وقت سے وہ سیاہ ہو گیا۔ اور جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو زمین پر اتارا تو اس نے پوری زمین حضرت آدمؑ کے سامنے بلند کر دی تو حضرت آدم علیہ السلام نے دریافت کیا: پروردگار سفید اور چمکتی ہوئی زمین کا یہ حصہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ روئے زمین پر میرا حرم ہے اور میں نے تم پر یہ فرض کر دیا ہے کہ تم ہر روز سات سو (۷۰۰) مرتبہ اس حرم کا طواف کرو۔

(۲۳۰۶) سعید بن عبداللہ اعراج نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے زمین پر سب سے زیادہ پسندیدہ جگہ مکہ ہے اور وہاں کی مٹی سے زیادہ پسندیدہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی مٹی نہیں اور وہاں کے پتھر سے زیادہ پسندیدہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی پتھر نہیں اور وہاں کے درخت سے زیادہ پسندیدہ اللہ کے نزدیک کوئی درخت نہیں اور وہاں کے پہاڑوں سے زیادہ پسندیدہ اللہ کے نزدیک کوئی پہاڑ نہیں اور وہاں کے پانی سے زیادہ پسندیدہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی پانی نہیں ہے۔

(۲۳۰۷) اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اس زمین کے حصہ سے زیادہ پسندیدہ زمین کا کوئی حصہ اللہ نے پیدا نہیں کیا۔ یہ کہہ کر آپ نے خانہ کعبہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: اس سے زیادہ کوئی حصہ اللہ کے نزدیک مکرم نہیں ہے اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے حرمت کے مہینوں کو آسمان و زمین کی خلقت کے دن سے اپنی کتاب میں حرام کیا۔

(۲۳۰۸) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر شے میں ایک چیز منتخب فرمائی ہے چنانچہ پوری زمین میں سے خانہ کعبہ کی جگہ کو منتخب فرمایا۔

(۲۳۰۹) نیز آپ علیہ السلام نے فرمایا: جب تک خانہ کعبہ قائم ہے اس وقت دین قائم رہے گا۔

(۲۳۱۰) زرارہ بن اعین نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا آپؑ نے امام حسین علیہ السلام کا زمانہ پایا تھا؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ میں آنجنابؑ کے ساتھ مسجد حرام میں تھا کہ اس میں بارش کا پانی داخل ہو گیا اور لوگ ڈر گئے کہ کہیں یہ سیلاب مقام ابراہیمؑ کو بہا نہ لے جائے۔ جو وہاں سے نکلتا وہ کہتا کہ مقام ابراہیمؑ کو سیلاب بہا لے گیا اور جو داخل ہوتا وہ کہتا کہ وہ اپنی جگہ موجود ہے۔ آپؑ کا بیان ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا: اے فلاں یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: اللہ آپؑ کو سلامت رکھے یہ لوگ ڈر رہے ہیں کہ کہیں سیلاب مقام ابراہیمؑ کو بہا نہ لے گیا ہو۔ تو آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک نشان بنایا ہے یہ ممکن نہیں کہ وہ سیلاب سے بہہ جائے۔ لوگوں کو چاہیے کہ وہ پریشان

و بیقرار نہ ہوں۔

اور وہ جگہ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہ پتھر جس پر آپؑ کے پاؤں کے نشان ہیں رکھا وہ خانہ کعبہ کی دیوار کے قریب تھا اور ہمیشہ وہیں رہا ایام جاہلیت والوں نے وہاں سے ہٹا کر اسے اس جگہ رکھ دیا جہاں وہ اس وقت ہے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو اس کو یہاں سے اُٹھا کر اسی مقام پر رکھ دیا جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھا تھا اور وہ وہیں رہا یہاں تک کہ حضرت عمر نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تو انہوں نے لوگوں سے پوچھا: تم میں سے کون ہے جو اس جگہ کو جانتا ہو جہاں (ایام جاہلیت میں) مقام ابراہیمؑ تھا؟ تو ایک شخص نے کہا: میں نے اپنے کجاوہ کسنے کی رسی سے اس کی پیائش کر لی تھی وہ رسی میرے پاس ہے۔ حضرت عمر نے کہا: وہ رسی لاؤ۔ جب وہ رسی لایا تو اس سے ناپا اور مقام ابراہیمؑ کو موجودہ جگہ واپس رکھ دیا۔

(۲۳۱۱) اور روایت کی گئی ہے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام چار سال کے تھے۔

(۲۳۱۲) روایت کی گئی ہے کہ خانہ کعبہ نے اللہ تعالیٰ سے زمانہ فترت (حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کا خالی زمانہ) کی شکایت کی کہ پروردگار میری زیارت کو آنے والے کم ہو گئے میں کیا کروں، میرے پرسش احوال کو آنے والے کم ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ جل جلالہُ نے اس کی طرف وحی فرمائی کہ میں ایک قوم پر ایک جدید نور نازل کرنے والا ہوں وہ قوم تجھ سے اسی طرح محبت کرے گی جیسے جانور اپنے بچوں سے محبت کرتے ہیں اور وہ تیری طرف اسی شوق سے آئے گی جس طرح عورتیں اپنے شوہروں کے پاس شوق سے آتی ہیں یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت۔

(۲۳۱۳) حریز نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک پتھر پر یہ لکھا ہوا پایا گیا کہ میں اللہ ہوں مکہ کا مالک ہوں میں نے اس مکہ کو اس دن بنایا جس دن میں نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور جس دن میں نے سورج اور چاند کو خلق کیا اور میں نے اس کی حفاظت کے لئے سات فرشتے مقرر کیے یہ پانی اور دودھ کے معاملہ میں اہل مکہ کے لئے مبارک ہونگے۔ اہل مکہ کے لئے رزق اوپری راستوں سے (طائف کی طرف سے پھل وغیرہ) اور نیچے کے راستوں سے (عراق و نجد کی طرف سے جانور وغیرہ) اور گھاٹیوں کے راستے (مدینہ شام و مصر وغیرہ سے کھجور، چاول اور گیہوں) آئے گا۔

(۲۳۱۴) اور روایت کی گئی ہے کہ ایک دوسرے پتھر پر دیکھا گیا یہ کندہ تھا ''یہ بیت اللہ الحرام مکہ کے اندر ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل مکہ کے رزق کا تین راستوں سے متکفل ہے اور اس کے اہل کو گوشت اور پانی میں برکت عطا کرتا ہے۔''

(۲۳۱۵) ابو حمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت امام علی بن الحسین علیہما السلام نے ہم لوگوں سے پوچھا: بتاؤ کہ زمین کا کونسا ٹکڑا سب سے افضل ہے؟ ہم لوگوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسولؐ اور فرزند رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: سنو زمین کا سب سے افضل ٹکڑا رکن و مقام کے درمیان ہے لیکن اگر کوئی شخص حضرت نوحؑ کی عمر کے برابر عمر پائے جو پچاس سال کم ایک ہزار سال اپنی قوم میں رہے اور دن کو روزہ رکھے اور شب کو اس جگہ کھڑا ہو کر عبادت کرتا رہے پھر ہم لوگوں کی ولایت و دوستی کے بغیر اللہ سے ملاقات کرے تو یہ سب عبادتیں اس کو کوئی فائدہ نہ دیں گی۔

(۲۳۱۶) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کے دن کی خلقت ہی سے مکہ کو حرام قرار دیا (یعنی بغیر احرام باندھے ہوئے کسی کا اس میں داخل ہونا حرام ہے) اور یہ قیامت تک حرام ہی رہے گا۔ مجھ سے پہلے کسی کے لئے (بغیر احرام) اس میں داخلہ حلال نہ تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا اور میرے لئے بھی صرف دن کی ایک ساعت کے لئے بغیر احرام اس میں داخلہ حلال ہوا (فتح مکہ کے موقع پر)۔

(۲۳۱۷) کلیب اسدی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے مکہ میں بلا احرام داخلہ کی صرف تین مرتبہ کے لئے اجازت چاہی مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں صرف دن کی ایک ساعت کی اجازت دی پھر اس کو حرام قرار دیدیا جب تک آسمان و

زمین ہیں۔

(۲۳۱۸) امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے مکہ کو خلقت آسمان وزمین کے دن ہی سے حرام قرار دیدیا کہ اس میں کی ہری گھاس نہیں کاٹی جائے گی۔اس کے درخت نہیں کاٹے جائیں گے۔اس میں شکار نہیں کیا جائے گا۔اس میں کوئی گری پڑی چیز نہیں اٹھائی جائے گی لیکن اعلان کرنے کے لئے کہ یہ کس کا مال ہے۔اس پر عباس ابن عبدالمطلبؑ اٹھے اور بولے یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سوائے اذخر کے اس لئے کہ یہ قبر کے لئے اور گھروں کی چھت کے لئے ہے۔یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذرا دیر خاموش رہے (وحی کے انتظار میں) اور عباس اپنے کیے پر نادم ہوئے اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سوائے اذخر کے۔

(۲۳۱۹) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خانہ کعبہ کی بنیاد نچلی ساتویں زمین سے لے کر اوپری ساتویں زمین تک ہے۔

(۲۳۲۰) ابوھمام اسمٰعیل بن ھمام نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ان جنابؑ نے کسی شخص سے کہا کہ تم لوگوں کے نزدیک سکینہ سے کیا چیز مراد ہے؟ مگر ان لوگوں میں کوئی نہیں جانتا تھا کہ سکینہ کیا ہے،سب سے عرض کیا: ہم لوگ آپؑ پر قربان آپؑ بتائیں کہ یہ کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ ایک پاک وطیب ہوا ہے جو جنت سے نکلتی ہے۔اس کی شکل وصورت بالکل انسان کی شکل وصورت جیسی ہے اور وہ انبیاء کے ساتھ رہتی ہے چنانچہ حضرت ابراہیمؑ جس وقت کعبہ کی تعمیر کرنے لگے تو وہ ان پر نازل ہوئی تو آپؑ نے اس کو اس اس طرح پکڑا اور اس پر کعبہ کی بنیاد رکھی۔

(۲۳۲۱) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا: خانہ کعبہ کا طول نو ہاتھ تھا اس پر چھت نہ تھی قریش نے اس پر اٹھارہ ہاتھ (اونچی) چھت ڈالی اور حجاج بن یوسف نے عبداللہ بن زبیر پر اس تعمیر کو مسمار کردیا۔اور اب جو تعمیر کی گئی تو صرف سترہ ہاتھ ہے۔

(۲۳۲۲) سعید بن عبداللہ اعرج نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ خانہ کعبہ کو ایک مرتبہ عہد جاہلیت میں قریش نے منہدم کیا اور جب دوبارہ تعمیر کا ارادہ کیا تو ان لوگوں کے اور کعبہ کے درمیان کوئی شے حائل ہوئی جس سے ان لوگوں کے دلوں میں خوف بیٹھ گیا۔تو ان ہی میں سے کسی شخص نے کہا: ہر شخص اپنے مال میں سے پاک وطیب مال لائے،وہ مال نہ لائے جو قطع رحم یا حرام سے حاصل کیا ہو۔لوگوں نے ایسا ہی کیا تو وہ شے ان کے اور کعبہ کی بنیاد کے درمیان سے ہٹ گئی تو ان لوگوں نے تعمیر شروع کی اور جب حجر اسود کی جگہ پہنچے تو اس بات پر جھگڑنے لگے کہ حجر اسود کون نصب کرے اور یہ جھگڑا اتنا بڑھا کہ قریب تھا کہ جنگ چھڑ جائے۔بالآخر لوگوں نے باہم فیصلہ کیا کہ کل صبح باب مسجد میں سب سے پہلے جو داخل ہو وہ فیصلہ کرے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے داخل باب مسجد ہوئے تو آپؑ نے حکم دیا ایک چادر لاؤ جب وہ لاکر بچھائی گئی تو آپؑ نے حجر اسود کو چادر کے درمیان میں رکھا اور تمام قبائل نے اس چادر کے کنارے پکڑے اور اٹھا کر قریب لے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اُٹھا کر اپنے دست مبارک سے اس جگہ پر نصب کردیا اور اس خصوصیت سے بھی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ممتاز فرمایا۔

(۲۳۲۳) اور روایت کی گئی ہے کہ جب حجاج کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوا تو اس نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپؑ حجر اسود کو اس کی جگہ پر نصب کردیں تو آپؑ نے حجر اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ پر نصب کردیا۔

(۲۳۲۴) اور روایت کی گئی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر لمبائی میں تیس ہاتھ،چوڑائی میں بائیس ہاتھ اور اونچائی میں نو ہاتھ تھی اور جب قریش نے اس کی تعمیر کی تو اس کو چادر کی پوشش پہنائی۔

(۲۳۲۵) بزنطی نے داؤد بن سرحان سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کو خانہ کعبہ کی تعمیر میں حصہ دیا۔چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصہ میں خانہ کعبہ کے دروازے سے رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان کا نصف حصہ آیا۔

(۲۳۲۶) اور دوسری روایت میں ہے کہ بنی ہاشم کے حصہ میں حجر اسود سے لے کر رکن شامی تک کی تعمیر آئی تھی۔

جو شخص کعبے کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے

جو کوئی شخص بھی کعبہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ اس پر غضبناک ہوگا۔ چنانچہ بادشاہ تبّع نے ایک دن ارادہ کیا کہ اہل مکہ سے مقابلہ کر کے ان کو قتل کرے، ان کے بال بچوں کو اسیر کرے، اس کے بعد کعبہ کو منہدم کر دے۔ یہ ارادہ کرتے ہی اس کی آنکھوں سے پانی بہنے لگا اور آنکھوں کے ڈھیلے لٹک کر رخساروں پر آگئے تو اس نے لوگوں سے اس کا سبب پوچھا۔ لوگوں نے کہا کہ ہمیں کوئی سبب اس کا توسمجھ میں نہیں آیا سوائے اس کے کہ آپ نے اس گھر کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا ہے اس لئے کہ یہ شہر اللہ تعالیٰ کا حرم ہے۔ اور یہ گھر اللہ کا گھر ہے اور مکہ کے باشندے ذریت ابراہیم خلیل اللہؑ ہیں۔ اس نے کہا: تم لوگوں نے سچ کہا مگر اب جس مصیبت میں مبتلا ہو گیا ہوں اس سے نکلنے کی کیا صورت ہے؟ لوگوں نے کہا کہ آپ اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیجئے۔ اور جوں ہی اس نے اس کی طرف بھلائی کا ارادہ کیا آنکھوں کے ڈھیلے اپنے حلقوں میں واپس پہنچے اور اپنی جگہ پر درست بیٹھ گئے۔ پھر اس نے ان لوگوں کو بلایا جنہوں نے خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کا مشورہ دیا تھا اور ان سب کو قتل کرا دیا۔ اس کے بعد خانہ کعبہ آیا اسے چمڑے کی پوشش پہنائی اور تیس دن تک لوگوں کو کھانا کھلایا اور ہر روز ایک سو جانور ذبح کرائے یہاں تک کہ پہاڑوں پر درندوں کے لئے پکی ہوئیں دیگیں بھیجیں اور وحشی جانوروں کے لئے ہر طرف چارے بکھیر دیئے اس کے بعد مکہ سے واپس ہوا اور مدینہ پہنچا وہاں یمن میں سے قبیلہ غسان کے ایک گروہ کو آباد کیا اور وہی انصار ہیں۔ [1]

اور روایت کی گئی ہے کہ اس کے لئے شعب ابن عامر میں چھ ہزار گائیں ذبح کی گئیں اور اس جگہ کو تبع کا باورچی خانہ کہا جاتا تھا پھر اس جگہ ابن عامر نے پڑاؤ کیا اور اس کی ضیافت کی گئی تو اسے شعب ابن عامر کہا جانے لگا۔ اور بادشاہ تبع نہ مومن تھا اور نہ کافر بلکہ وہ ان لوگوں میں تھا جو دین حنیف کی تلاش میں تھے اور مشرق پر اور کسی نے بادشاہت نہیں کی سوائے تبع اور کسریٰ کے۔

اور اصحاب فیل خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کے قصد سے چلے ان کے بادشاہ کا نام ابو یکسوم ابرہہ بن صباح حمیری تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر ابابیل چڑیوں کو بھیجا جنہوں نے ان پر کنکریاں برسائیں اور وہ سب کھائے ہوئے بھوسے کے مانند ہو گئے۔ لیکن تبع اور اصحاب فیل کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ حجاج کے ساتھ نہیں ہوا اس لئے کہ اس کا قصد خانہ کعبہ کے منہدم کرنے کا نہیں تھا بلکہ اس کا قصد ابن زبیر کے قتل کرنے کا تھا جو صاحب حق کا مخالف تھا جب اس نے خانہ کعبہ میں پناہ لی تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ لوگوں پر واضح ہو جائے کہ ہم اس شخص کو پناہ نہیں دے رہے ہیں پس اس شخص کو مہلت دیدی جس نے خانہ کعبہ کو ابن زبیر پر منہدم کر دیا۔

(۲۳۲۷) عیسیٰ بن یونس سے روایت کی گئی اس کا بیان ہے کہ ابن ابی العوجاء حسن بصری کے شاگردوں میں سے تھا پھر وہ توحید سے منحرف ہو گیا تھا تو اس سے کہا گیا کہ تم اپنے استاد کا دین چھوڑ کر ایسے دین میں داخل ہو گئے جس کی نہ کوئی اصل ہے اور نہ حقیقت تو اس نے جواب دیا کہ میرے استاد بھی خلط ملط کیا کرتے تھے کبھی تو وہ قدری ہو جاتے اور کبھی جبری بن جاتے اور مجھے نہیں معلوم کہ وہ ایک مذہب پر ہمیشہ قائم رہے ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ (ابن ابی العوجاء) مکہ آیا اور علماء اس کی بدزبانی اور دل و ضمیر کے فساد کی وجہ سے نہیں چاہتے تھے کہ وہ ان لوگوں سے کوئی مسئلہ پوچھے یا ان کی مجلسوں میں بیٹھے۔ چنانچہ وہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی مجلس میں پہنچا اور اپنے ہم جنسوں میں بیٹھ گیا اور بولا کہ یہ مجلسیں امن و امانت کی جگہ ہوتی خصوصاً اگر کسی کو کھانسی آرہی ہو تو کھانس لے۔ کیا آپ مجھے کچھ کہنے کی اجازت دیں گے؟ آپؑ نے فرمایا: بولو۔ اس نے کہا: آپ لوگ کولھو کے بیل کی طرح کب تک اس گھر کا طواف کرتے رہیں گے اور اس پتھر کو کب تک مس کرتے رہیں گے اور اس گھر کو کب تک پوجتے رہیں

[1] 'کافی' ج ۴ ص ۲۱۵ سے رجوع کیا جائے جہاں اس خبر کو علی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے، انہوں نے حسین بن مختار سے، انہوں نے اسماعیل بن جابر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کیا ہے۔

گے جو اینٹوں اور گارے سے بنایا گیا ہے اور اس کے گرد اس طرح بھاگتے رہیں گے جیسے کوئی بدکتا ہوا اونٹ ہو۔ جو شخص ان باتوں پر غور کرے گا اور اندازہ لگائے گا تو سمجھ جائے گا کہ ان افعال کی بنیاد کسی حکیم اور کسی صاحب نظر نے نہیں رکھی ہے۔ آپ ہی (اس کی وجہ) بتائیں کہ آپ اس دین کے راس و رئیس ہیں اور آپ ہی کے آباؤ اجداد نے اس کی بنیاد رکھی اور اس کا نظام بنایا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس کو اللہ ہی گمراہی میں چھوڑ دے اور وہ دل کا اندھا ہو جائے، اس پر حق گراں ہو تو وہ اس کی شیرینی سے لذت یاب نہیں ہوسکتا۔ شیطان اس کا والی ہوگا اور اس کو ہلاکت کے گڑھے میں گرا دے گا جس سے وہ نکل نہیں سکے گا اور یہ گھر جس کے واسطے سے اللہ نے اپنے بندوں سے عبادت چاہی ہے تو اس سے وہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے کہ یہ سب میری اطاعت اور میرا کہا مانتے ہیں کہ نہیں اس لئے اس نے اس گھر کی تعظیم کا اور اس کی زیارت کا حکم دیا، اسے انبیاء کا محل اور نماز گزاروں کا قبلہ بنایا اور یہ بھی اس کی خوشنودی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ بھی مغفرت حاصل کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ یہ پورے کمال کے ساتھ نصب کیا گیا ہے یہ عظمت و جلال کا مرکز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو بچھانے سے دو ہزار سال پہلے خلق کیا اور اللہ تعالیٰ زیادہ حق رکھتا ہے اس بات کا کہ جو وہ حکم دے اس کی اطاعت کی جائے اور جس امر سے وہ منع کرے اس سے باز رہا جائے۔ اور اللہ ہی ارواح کے لئے صورت و شکل پیدا کرتا ہے۔ ابن ابی العوجاء نے کہا: اے ابو عبد اللہ پھر آپ وہی ذات غائب کی بات لائے۔ تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تجھ پر وائے ہو وہ ذات غائب کیسے ہوسکتی ہے جو اپنی مخلوق کی شاہد ہے، اس کی شہ رگ گردن سے زیادہ قریب ہے، ان سب کے کلام کو سنتی ہے، ان کے اشخاص کو دیکھتی ہے، ان کے دل کے بھیدوں کو جانتی ہے۔ مخلوق وہ ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچے تو پہلی جگہ اس سے خالی ہو جائے اور اس جگہ پہنچ کر اس کو نہ معلوم ہو کہ جس جگہ کو اس نے چھوڑا وہاں کیا ہو رہا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ بڑی شان والا ہے وہ بادشاہ و حاکم مطلق ہے۔ اس سے کوئی جگہ خالی نہیں اور وہ کسی جگہ محدود نہیں اور اس کے لئے کوئی جگہ کسی دوسری جگہ سے قریب نہیں اور وہ ذات کہ جس کو اس نے محکم آیات اور واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور اپنی مغفرت کے ساتھ ان کی تائید کی اور اپنے پیغامات پہنچانے کے لئے ان کو منتخب فرمایا۔ انہوں نے اس کے قول کی تصدیق کی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مبعوث کیا ہے اور ان سے کلام کیا ہے۔

یہ سن کر ابن ابی العوجاء اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے اس سمندر میں کس نے ڈال دیا میں نے تو تم لوگوں سے کہا تھا کہ ذرا ایک گھونٹ شراب پلاؤ مگر تم لوگوں نے مجھے انگاروں میں ڈال دیا۔ لوگوں نے اس سے کہا: تم ان کی مجلس میں جب تک رہے بالکل حقیر نظر آتے تھے۔ اس نے کہا: ہاں یہ ان کے فرزند ہیں جنہوں نے ان سب کے سر منڈوا دیئے جنہیں تم لوگ دیکھتے ہو۔

(۲۳۶۸) اور ایک دوسری حدیث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جس میں آپؑ اسلام اور ایمان کا ذکر کر رہے تھے: اگر کوئی شخص خانہ کعبہ میں داخل ہو اور بربنائے عناد و دشمنی اس میں پیشاب کر دے تو اس کو خانہ کعبہ سے اور حرم سے باہر نکالا جائے گا اور اس کی گردن ماری جائے گی۔

(۲۳۶۹) اور عبد اللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول خدا: **ومن دخله کان آمنا** (آل عمران آیت ۹۷) کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: جو شخص حرم میں پناہ لینے کے لئے داخل ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے محفوظ رہے گا اور اگر کوئی وحشی جانور یا چڑیا داخل ہو جائے تو جب تک خود نہ نکل جائے وہ ہنکانے یا ایذا پہنچائے جانے سے محفوظ رہے گا۔

باب: جو شخص حرم کے اندر الحاد یا کوئی جرم کرے

جو شخص حرم کے اندر کوئی ایسا جرم کرے کہ جس کی بناء پر وہ مستوجب حد (سزائے شرعی) ہو تو اس کو حرم کے اندر ہی پکڑا جائے گا اس لئے کہ اس نے حرم کی حرمت کا پاس و لحاظ نہیں کیا۔[1]

[1] جیسا کہ کافی کی صحیح حدیث ج۴ ص۲۲۸ میں معاویہ بن عمار سے ہے کہ انہوں نے روایت کی حضرت امام جعفرؑ سے۔ اور حسن حدیث میں حلبی سے ص۲۲۶ پر امام جعفرؑ سے۔

(۲۳۳۰) معاویہ بن عمار نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تشریف لائے تو آپؑ سے عرض کیا گیا کہ شکاری پرندوں میں سے ایک پرندہ خانہ کعبہ کے اوپر ہے اور کوئی بھی پرندہ از قسم کبوتر ان حرم ادھر سے گزرتا ہے تو وہ اس کو مار لیتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اس کے لئے کوئی تدبیر کرو اور اسے قتل کردو اس لئے کہ اس نے الحاد کیا ہے۔ [1]

(۲۳۳۱) راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے قول خدا: ومن یرد فیه بالحاد بظلم نذقه من عذاب الیم (سورۂ حج ۲۵) (اور جو شخص اس میں ظلم کرے، الحاد کا مرتکب ہو تو ہم اسے دردناک عذاب کا مزا چکھائیں گے) کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: ظلم الحاد ہے حتیٰ کہ اپنے خادم کو بے قصور مارنا بھی اس الحاد میں شامل ہے۔ [2]

(۲۳۳۲) اور ابو الصباح کنانی کی روایت میں ان ہی جناب علیہ السلام سے ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ہر وہ گناہ کہ جس کا ارتکاب انسان مکہ کے اندر کرتا ہے خواہ چوری ہو یا کسی پر ظلم ہو یا کسی اور طرح کا ظلم ہو میری نظر میں وہ الحاد ہے اور اسی لئے فقہا مکہ میں سکونت سے اجتناب کیا کرتے تھے۔

باب: مکہ میں اسلحہ کا اظہار کرنا

(۲۳۳۳) اور ابو بصیر نے آنجناب علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو مکہ یا مدینہ جانے کا ارادہ رکھتا ہے کیا اس کے لئے یہ مکروہ امر ہے کہ وہ اپنے گھر سے اسلحہ لے کر نکلے؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی ہرج نہیں اگر وہ اپنے وطن سے اسلحہ لیکر نکلے لیکن جب مکہ میں داخل ہو تو اس کو ظاہر نہ کرے۔

(۲۳۳۴) اور حریز بن عبد اللہ کی روایت میں ہے، جو انہوں نے آنجناب علیہ السلام سے کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جائز نہیں ہے کہ وہ حرم میں کوئی اسلحہ لیکر داخل ہو لیکن یہ کہ وہ اپنے اسلحہ کو کسی تھیلے وغیرہ میں رکھے۔ یا اسے نگاہوں سے پوشیدہ رکھے یعنی لوہے پر کسی چیز کو لپیٹ دے۔

باب: پوشش کعبہ سے نفع حاصل کرنا

(۲۳۳۵) اور عبد الملک بن عتبہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ پوشش کعبہ میں سے جو لوگوں کو پہنچتا ہے کیا اس میں سے کچھ پہن لینا درست اور جائز ہے؟ آپ نے فرمایا: بچوں (کے تعویذ) اور قرآن (کے غلاف) اور تکیہ کے لئے اس سے برکت حاصل کرنا ان شاء اللہ تعالیٰ جائز ہے۔

باب: خانہ کعبہ سے مٹی اور کنکریاں لینے کی کراہت

(۲۳۳۶) معاویہ بن عمار سے روایت ہے کہ اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے مقام ابراہیمؑ سے کچھ خوشبو اور خانہ کعبہ کی خاک میں سے کچھ خاک اور سات کنکریاں لیں۔ آپؑ نے فرمایا: جو کچھ تم نے کیا برا کیا یہ خاک اور کنکریاں وہیں واپس کردو۔

(۲۳۳۷) اور محمد بن مسلم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ خانہ کعبہ کے اردگرد کی خاک میں سے کچھ لے بلکہ اس میں سے کچھ لیا ہے تو واپس کردے۔

(۲۳۳۸) اور حذیفہ بن منصور نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرے چچا نے کعبہ میں جھاڑو لگائی اور وہاں کی خاک لے لی اور ہم لوگ اس کو بطور دوا استعمال کرتے ہیں اور آپؑ نے فرمایا: اس کو خانہ کعبہ میں واپس کردو۔

(۲۳۳۹) اور زید شحام نے آنجناب علیہ السلام سے عرض کیا: میں مسجد سے سنگریزے نکال لاتا ہوں؟ آپؑ نے فرمایا: ان کو اس مسجد میں واپس کردیا کسی دوسری مسجد میں ڈال دو۔

---

[1]، [2] کافی ج ۴ ص ۲۲۷ سے رجوع کیا جائے۔

باب: مکہ میں قیام مکروہ ہے

(۲۳۴۰) علاء نے محمد بن مسلم سے اورانہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کسی شخص کے لئے یہ مناسب نہیں کہ مکہ میں مسلسل قیام کرے۔ میں نے عرض کیا: پھر وہ کیا کرے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ وہاں سے نقل مکانی کرے اور یہ بھی مناسب نہیں کہ وہ اپنا گھر کعبہ سے اونچا بنائے۔

(۲۳۴۱) اور روایت کی گئی ہے کہ مکہ میں (زیادہ) قیام انسان کے دل کو سخت کر دیتا ہے۔[۱]

(۲۳۴۲) اور داؤد رقی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب تم اپنے مناسک سے فارغ ہو جاؤ تو واپس چلے آؤ اس لئے کہ یہ تمہارے دل میں وہاں پھر سے آنے کا شوق زیادہ کر دے گا۔

باب: حدود حرم کے درخت

(۲۳۴۳) معاویہ بن عمار سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک درخت ہے کہ جس کی جڑ حل (حدود حرم سے باہر) میں ہے اور اسکی شاخیں حرم میں ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: اس کی شاخیں چونکہ حرم میں ہیں اس کی جڑ بھی حرم میں شمار ہوگی۔ میں نے عرض کیا: اور اس کی جڑ حرم میں ہے اور اس کی شاخیں حل (حدود حرم سے باہر) ہیں آپ نے فرمایا: اس کی جڑ چونکہ حرم میں ہے لہذا اس کی شاخیں بھی حرم میں شمار ہونگی۔

(۲۳۴۴) اور حریز نے آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ہر وہ چیز جو حدود حرم میں روئیدہ ہوتی ہے وہ تمام لوگوں کے لئے حرام ہے سوائے اس کے کہ جسے تم نے اگایا ہو یا درخت لگایا ہو۔

(۲۳۴۵) امام علیہ السلام نے فرمایا: سواری کا اونٹ حرم میں کھول دیا جائے گا وہ جو چاہے کھائے۔

(۲۳۴۶) اور جس گھاس کو اونٹ نے کھالیا ہو اس کا اکھاڑنا جائز ہے۔[۲]

(۲۳۴۷) سلیمان بن خالد نے آنجناب علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو اپنے پیلو کے درخت میں سے کاٹتا ہے جو مکہ میں ہے آپؑ نے فرمایا: اس پر اس کی قیمت تصدق کرنا واجب ہے اور مکہ کے درختوں میں سے سوائے کھجور اور میوے کے درختوں کے اور کسی کو نہ توڑے۔

(۲۳۴۸) محمد بن مسلم نے ان دونوں ائمہ علیہما السلام میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے عرض کیا کہ کیا کوئی شخص حالت احرام میں حدود حرم سے باہر کوئی گھاس کا تنکا توڑ سکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کیا: اور حرم کے اندر؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔

(۲۳۴۹) اور اسحاق بن یزید نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص مکہ میں داخل ہوتا ہے اور وہاں کے درخت کاٹ رہا ہے آپؑ نے فرمایا: جو تمہارے مکان کے اندر ہے اسے کاٹ لو مگر جو تمہارے مکان کے اندر نہیں ہے اسے نہ کاٹو۔

(۲۳۵۰) اور منصور بن حازم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ پیلو کا درخت جو حدود حرم میں ہے میں اسے کاٹتا ہوں؟ آپؑ نے فرمایا: پھر تم پر اس کا کفارہ وفدیہ واجب ہے۔

---

[۱] 'کافی' ج ۴ ص ۲۳۰ پر مرسل حدیث میں اسے روایت کیا گیا ہے اور اس میں ہے کہ دل بدل جاتا ہے۔

[۲] جیسا کہ شیخ نے صحیح حدیث میں جمیل اور محمد بن حمران سے روایت کی ہے کہ کہا: میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے ارض حرم سے گھاس کے متعلق سوال کیا کہ کیا اسے اکھاڑوں؟ فرمایا: جس چیز کو اونٹ نے کھایا ہو تو اس کے اکھاڑنے میں حرج نہیں۔ اور شیخ نے اسے اونٹ کے اکھاڑے ہوئے پر محمول کیا ہے اور اس کے ترک میں احتیاط بتائی ہے۔

باب: حرم میں لقطہ (گری پڑی چیزیں)

(۲۳۵۱) اور ابراہیم بن عمر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: لقطہ دو طرح کا ہے۔ ایک لقطہ (گرا پڑا مال) جو حرم کے اندر ہے اس کو تم سال بھر تک پچھواؤ اگر اس کا مالک مل جائے تو ٹھیک ورنہ اس کو تصدق کر دو۔ دوسرا لقطہ (گرا پڑا مال) جو حرم کے علاوہ کہیں اور ہے اس کو پچھواؤ کہ یہ کس کا مال ہے اگر اس کا مالک آجائے تو ٹھیک ورنہ وہ تمہارے مال کی طرح ہے۔

اور مکہ کے ناموں کے لئے روایت کی گئی ہے کہ اس کا مکہ و بکہ و اُمّ القریٰ و اُمّ رجم اور الباسہ ہے۔ لوگ وہاں جب ظلم کرتے تو نکال دیئے جاتے یعنی ہلاک کر دیئے جاتے اور جب وہاں ظلم کیے جاتے تو ان پر رحم کیا جاتا۔

باب: حدودِ حرم میں شکار حرام ہے اس کے احکام

(۲۳۵۲) زرارہ بن اعین نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر کوئی حالت احرام میں ہو اور حدود حرم کے اندر کبوتر سے لیکر ہرن تک میں سے کسی جانور کا شکار کرے تو اس پر ایک جانور کو بطور کفارہ ذبح کرنا ہے اور اسی کے مثل ایک جانور کی قیمت بھی تصدق کرنا ہے۔

(۲۳۵۳) سلیمان بن خالد نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے اپنے گھر میں ایک چڑیا بند کر لی اور وہ مرگئی۔ تو آپؑ نے فرمایا: اگر اس نے احرام باندھنے کے بعد چڑیا کو بند کیا ہے تو اس پر ایک دم (ایک جانور بطور کفارہ ذبح کرنا) ہے اور اگر اس نے احرام باندھنے سے پہلے چڑیا کو بند کیا تھا جب کہ (وہ احرام میں نہیں بلکہ) محل تھا تو اس کی قیمت واجب ہے۔

(۲۳۵۴) حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ اس نے ایک ایسے شخص کے متعلق آپؑ سے دریافت کیا کہ جس نے حرم کے کبوتروں میں سے ایک کبوتر کو اپنے گھر میں بند کر دیا اور وہ کبوتر مر گیا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ ایک درہم تصدق کرے گا یا اس ایک درہم سے حرم کے کبوتروں کو دانہ کھلائے گا۔

(۲۳۵۵) محمد بن فضیل نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جس نے حرم کے کبوتروں میں سے کسی کبوتر کو قتل کر دیا۔ وہ حدودِ حرم میں تھا مگر احرام باندھے ہوئے نہیں تھا۔ آپؑ نے فرمایا: اس پر اس کی قیمت ایک درہم تصدق کرنا لازم ہے یا وہ اس ایک درہم کا دانہ خریدے گا اور حرم کے کبوتروں کے لئے بکھیر دے گا اور اگر اس نے حالتِ احرام میں قتل کیا ہے تو اس پر ایک بکری (کفارہ) اور کبوتر کی قیمت لازم ہے۔[۱]

(۲۳۵۶) حفص بن بختری نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے بارے میں کہ جس نے حرم میں ایک چڑیا پکڑی۔ آپؑ نے فرمایا: اگر اس کے دونوں بازو سلامت اور درست ہیں تو اس کو چھوڑ دے اور اگر درست نہیں ہیں تو اپنے پاس رکھے اسے دانا پانی دے اور جب اس کے دونوں بازو درست ہو جائیں تو آزاد کر دے۔

(۲۳۵۷) علاء نے محمد بن مسلم سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جو احرام باندھ رہا ہے اور اس کے گھر والوں کے پاس شکار کیا ہوا کوئی وحشی جانور یا کوئی پرندہ ہے۔ آپؑ نے فرمایا: کوئی ہرج نہیں ہے۔

(۲۳۵۸) ابن ابی عمیر نے خلاد سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے بارے میں جس نے حرم

---

[۱] سلسلۂ روایت ضعیف ہے البتہ "کافی" ج ۴ ص ۲۳۳ پر صحیح حدیث میں صفوان بن یحییٰ نے ابوالحسن رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: جس نے حرم میں پرندہ کا شکار کیا اور وہ محل ہو تو اس پر اس کی قیمت ہے۔ اور اس کی ایک درہم قیمت سے حرم کے کبوتروں کو دانا کھلائے گا۔

کے کبوتروں میں سے ایک کبوتر ذبح کر لیا۔ آپؑ نے فرمایا: اس پر اس کا فدیہ (کفارہ) لازم ہے میں نے عرض کیا: اب اس کو کھا لے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں میں نے عرض کیا: پھر وہ اس کو پھینکدے؟ آپؑ نے فرمایا: پھر تو اس پر ایک اور کفارہ لازم آئے گا۔ میں نے عرض کیا: پھر وہ اسکا کیا کرے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ اس کو دفن کردے۔

(۲۳۵۹) ابن فضال نے یونس بن یعقوب سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کے پاس ایک آدمی بھیج کر معلوم کرایا کہ میرے ایک بھائی نے مدینہ منورہ سے کچھ کبوتر خریدے اور ہم لوگ ان کبوتروں کو اپنے ساتھ مکہ لے گئے اور وہاں عمرہ بجالائے اور حج کے لئے ٹھہرے پھر ان کبوتروں کو ہم لوگ مکہ سے کوفہ لائے کیا ہم لوگوں پر اس کا کوئی گناہ ہے؟ تو آپؑ نے ہمارے فرستادہ سے فرمایا: میرا خیال ہے کہ وہ کبوتر اچھے قسم کے تھے (اسی لئے ایک شہر سے دوسرے شہر لے جائے گئے) ان سے کہدو کہ ہر کبوتر کے بدلے ایک بکری ذبح کریں۔

(۲۳۶۰) صفوان نے عیص بن قاسم سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مکہ اور مدینہ میں قمریوں کے خریدنے کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: میں اسے پسند نہیں کرتا کہ ان دونوں شہروں سے کوئی چیز نکال لی جائے۔

(۲۳۶۱) حریز نے زرارہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حکم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے لئے متعلق دریافت کیا جس کو حرم میں ایک پر کٹا ہوا کبوتر ہدیتاً دیا گیا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ اس کو پالے اور اچھی طرح دانا پانی دے اور جب اس کے پر و بال ٹھیک سے نکل آئیں تو اسے آزاد کردے۔

(۲۳۶۲) حریز نے محمد بن مسلم سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو حرم میں تھا اور محل (احرام کھولے ہوئے) تھا اس کو پالتو کبوتر ہدیتاً و تحفۃً دیا گیا اور وہ اس کو لایا۔ آپؑ نے فرمایا: اگر اس کبوتر کو اس نے ذرا بھی گزند پہنچایا ہے تو اس کی جگہ اس طرح کے کبوتر کی قیمت صدقہ کرے گا۔

(۲۳۶۳) صفوان بن یحیٰی نے عبدالرحمٰن بن الحجاج سے روایت کی اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جس نے حل میں (حدود حرم سے باہر) ایک شکار پر تیر چلایا جو برید اور مسجد کے درمیان حرم کا رخ کیے ہوئے تھا اور یہ تیر اس کو حل میں لگا مگر وہ مع تیر کے حدود حرم میں داخل ہو گیا اور وہاں تیر کھانے کی وجہ سے مر گیا، کیا اس شکار پر کوئی کفارہ ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے حدود حرم کی طرف حل میں ایک جال نصب کیا اور اس میں ایک شکار پھنس گیا اور اتنا تڑپا کہ حدود حرم میں داخل ہو گیا اور مر گیا تو اس شکاری پر کوئی کفارہ نہیں ہے اس لئے کہ جہاں اس نے جال نصب کیا تھا وہاں نصب کرنا اس کے لئے حلال تھا اور جہاں اس نے تیر چلایا وہ بھی اس کے لئے حلال تھا اب اس کے بعد جو ہوا وہ اس کا ذمہ دار نہیں۔ میں نے عرض کیا: یہ جو کچھ آپؑ نے فرمایا لوگ اس کو قیاس سمجھیں گے۔ آپؑ نے فرمایا: میں نے اس شے کے مشابہ ایک دوسری شے پیش کردی تاکہ تم سمجھ سکو۔

(۲۳۶۴) مثنیٰ نے کرب صیرفی سے روایت کی۔ ہے اس کا بیان ہے کہ ہم چند لوگوں نے مجتمع ہو کر ایک پرندہ خریدا، اس کے پر تراش ڈالے اور اس کو لے کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو اہل مکہ اس کو معیوب بات سمجھنے لگے تو کرب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آدمی بھیجا اور ان سے دریافت کیا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا: تم اس پرندہ کو اہل مکہ ہی میں سے کسی مسلمان مرد یا مسلمان عورت کے سپرد کردو کہ جب اس کے پر و بال اچھی نکل آئیں تو وہ اس کو رہا کردے۔

(۲۳۶۵) ابن مسکان نے ابراہیم بن میمون سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص نے حرم کے کبوتروں سے ایک کبوتر کے پر و بال نوچ لیے۔ آپؑ نے فرمایا: وہ کسی مسکین کو کوئی صدقہ دیدے اور اسی ہاتھ سے صدقہ دے جس

ہاتھ سے اس نے پر و بال نوچے ہیں اس لئے کہ اسی ہاتھ سے اس نے کبوتر کو تکلیف پہنچائی ہے۔

(۲۳۶۶) صفوان نے منصور بن حازم سے روایت کی ہے اس نے بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ امام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم لوگوں کو کسی نے ایک ذبح کیا ہوا طائر لا کر مکہ میں ہدیہ کیا اور ہمارے گھر والوں نے اسے کھا لیا۔ آپؑ نے فرمایا: اہل مکہ تو اس میں کوئی ہرج نہیں سمجھتے۔ میں نے عرض کیا: مگر آپؑ اس کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ان لوگوں پر اس کی قیمت لازم ہے۔

(۲۳۶۷) اور صفوان نے عبداللہ بن سنان سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اگر کسی نے حل کے اندر کوئی شکار کیا ہے تو وہ اس کو حدود حرم میں لا کر ذبح نہ کرے۔

(۲۳۶۸) نضر نے عبداللہ بن سنان سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو حرم کے کبوتروں کے متعلق فرماتے ہوئے سنا کہ حرم کے پالتو کبوتروں میں سے ایک کبوتر کو اگر کسی نے ذبح کیا تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس کبوتر کی قیمت سے زیادہ صدقہ دے اور اگر وہ ذبح کرنے والا حالت احرام میں تھا تو ہر کبوتر کے عوض ایک بکری کفارہ ادا کرے۔

(۲۳۶۹) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے پالتو پرندہ کے متعلق دریافت کیا جو اڑتا ہوا آیا اور حرم میں داخل ہو گیا آپؑ نے فرمایا: اس کو نہ پکڑا جائے اور نہ ہاتھ لگایا جائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **من دخله کان آمنا** (جو اس میں داخل ہو گیا وہ امن پانے والا ہو گیا)۔

(۲۳۷۰) محمد بن مسلم نے ان دونوں ائمہ علیہما السلام میں سے کسی ایک سے ایک ہرن کے متعلق دریافت کیا جو حرم میں داخل ہو گیا۔ آپؑ نے فرمایا: اس کو نہ پکڑا جائے گا اور نہ اس کو ہاتھ لگایا جائے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے: **من دخله کان آمنا** (جو اس میں داخل ہوا وہ امن میں آ گیا)۔

(۲۳۷۱) ابن مسکان نے یزید بن خلیفہ سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میرے گھر کے ایک گوشہ میں ایک زنبیل تھی جس میں حرم کے کبوتر کے دو انڈے تھے میرا غلام گیا اور اس نے اس زنبیل کو الٹ دیا اس کو معلوم نہ تھا کہ اس میں انڈے ہیں وہ انڈے ٹوٹ گئے۔ میں گھر سے نکلا اور اس کے متعلق عبداللہ بن حسن سے ملا اور ان سے یہ ماجرا بیان کیا انہوں نے کہا کہ دو مٹھی آٹا تصدق کر دو۔ اس کا بیان ہے کہ پھر میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات کی اور ان سے یہ مسئلہ پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: تم پر دو چوزوں کی قیمت واجب ہے کہ جس سے حرم کے کبوتروں کو کھلایا جائے۔ میں نے پھر عبداللہ بن حسن سے ملاقات کی اور ان سے بیان کیا کہ امامؑ کا یہ ارشاد ہے تو انہوں نے کہا: انہوں نے سچ کہا ان ہی کی بات مان لو کیونکہ انہوں نے اپنے آباء علیہم السلام سے یہ نقل کیا ہے۔

(۲۳۷۲) شہاب بن عبدربہ سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں پرندوں کے بچوں سے سحر کھاتا ہوں جو مکہ کے باہر سے لائے جاتے ہیں اور حرم میں ذبح کیے جاتے ہیں اور میں اس کو سحر کے وقت کھاتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: تمہاری سحر کتنی بری ہے تمہیں نہیں معلوم کہ جو زندہ چیز حرم میں داخل کر دی جائے تو اسکا ذبح کرنا یا روکے رکھنا تمہارے لئے حرام ہے۔

(۲۳۷۳) محمد بن حمران نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام کے ساتھ حرم میں تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ میں خطاف (ابابیل کے مانند ایک سیاہ پرندہ) کو بھگا رہا ہوں تو آپؑ نے فرمایا: اے فرزند تم ان کو نہ قتل کرو اور نہ ستاؤ اس لئے کہ یہ کسی کو ستاتی نہیں ہیں۔

(۲۳۷۴) عبدالرحمٰن بن حجاج سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ میں مکہ کے اندر تھا کہ پاموز کبوتر کے دو بچوں کو ذبح کیا۔ آپؑ نے فرمایا: تم نے کیوں ذبح کیا؟ میں نے عرض کیا: اہل مکہ میں سے کسی کی کنیز ان دونوں کو لیکر آئی

اور مجھ سے التجا کی کہ میں انہیں ذبح کردوں تو اس وقت حرم کا خیال بالکل میرے ذہن میں نہیں رہا اور میں سمجھا کہ میں کوفہ میں ہوں میں نے ان کو ذبح کر دیا۔ آپؑ نے فرمایا: اس کی قیمت تصدق کردو میں نے عرض کیا کہ کتنی؟ فرمایا: ایک درہم بہت ہے۔

(۲۳۷۵) اور زرارہ نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ ایک شخص ایک پرندہ مکہ سے کوفے لیجاتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: وہ اس کو مکہ واپس کردے۔

(۲۳۷۶) مثنیٰ نے محمد بن ابی الحکم سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے غلام سے کہا کہ میرے لئے کھانا تیار کرو تو اس نے مکہ کے پرندوں میں سے چند پرندے لیے اور ذبح کر کے انہیں پکا دیا۔ تو اب میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے فرمایا: تم ان کو تو زمین میں دفن کردو اور اس میں سے ہر پرندہ کے عوض ایک پرندہ کفارہ دیدو۔

(۲۳۷۷) علی بن ابی حمزہ نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے لئے جو حرم کے اندر حالت احرام میں تھا اور اس نے حرم کے پرندوں میں سے ایک پرندہ قتل کردیا تو آپؑ نے فرمایا: اس کا کفارہ ہے ایک بکری اور ایک کبوتر جس کی قیمت ایک درہم ہے جس سے حرم کے کبوتروں کو دانا کھلائے اور اگر وہ کبوتر کا بچہ تھا تو پھر ایک بکری کا بچہ اور ایک کبوتر کے بچے کی قیمت یعنی نصف درہم سے حرم کے کبوتروں کو دانا کھلائے گا۔

(۲۳۷۸) حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تم لوگ حرم کے اندر وہی ذبیحہ خریدو جو (حدود حرم سے باہر) حل میں ذبح کیا ہوا ہو اور وہ ذبح شدہ حرم میں لایا گیا ہو اگر ایسا ہے تو جو حالت احرام میں نہیں بلکہ محل ہے اس کے لئے کوئی ہرج نہیں ہے۔

(۲۳۷۹) سعید بن عبداللہ اعرج نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے شتر مرغ کے انڈوں کے متعلق سوال کیا کہ میں نے اسے حرم میں کھایا تو آپؑ نے فرمایا: اس کی قیمت تصدق کرو۔

(۲۳۸۰) عبدالرحمٰن بن حجاج نے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک کبوتر کی قیمت ایک درہم ایک کبوتر کے بچے کی قیمت نصف درہم اور انڈے کی قیمت ایک چوتھائی درہم کے حساب سے ہوگی۔

باب: حرم کے اندر کیا ذبح کیا جاسکتا ہے اور اس میں سے کیا نکالا جاسکتا ہے

(۲۳۸۱) ابن مسکان نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: حرم کے اندر صرف اونٹ گائے بھیڑ اور مرغی ذبح کی جاسکتی ہے۔

(۲۳۸۲) معاویہ بن عمار نے آنجناب علیہ السلام سے حبش کی مرغیوں کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس کا شمار شکار میں نہیں ہے۔ پرندہ تو وہ ہے جو آسمان و زمین کے درمیان اپنے پر پھیلا کر اڑے۔

(۲۳۸۳) جمیل بن دراج اور محمد بن مسلم دونوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سندی مرغی کے متعلق دریافت کیا کہ وہ حرم سے نکال کر لے جائی جاسکتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اس لئے کہ وہ مستقل اڑنے والی نہیں ہے اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا: وہ پھدکتی ہے۔

(۲۳۸۴) اور حسن بن صیقل نے مکہ کی مرغی اور اس کی پرواز کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: جو اپنے پر پھیلا کر نہ اڑے اسے کھاؤ اور جو پر پھیلا کر اڑے اس کو آزاد چھوڑ دو۔

(۲۳۸۵) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنا شیر حرم میں داخل کردیا اب کیا اس کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اس کو حرم میں سے نکالے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ درندہ ہے اور جب درندوں میں سے کوئی چیز اسیر ہو کر حرم میں داخل ہو تو تمہارے لئے جائز ہے کہ اسے حرم سے نکال دو۔

(۲۳۸۶) اور ان ہی جناب سے معاویہ بن عمار نے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کوئی ہرج نہیں اگر حرم میں چیونٹی اور کھٹمل کو مار دیا جائے۔ نیز فرمایا:

کوئی ہرج نہیں اگر حرم کے اندر جوں وغیرہ ماری جائے۔

(۲۳۸۷) اور عبداللہ بن سنان نے آنجنابؑ سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: پرندوں میں جو پرندہ اپنے پر پھیلا کر نہ اڑ سکے وہ بمنزلہ مرغی کے ہے۔

باب: حج اور دیگر عبادات کیلئے سفر کے متعلق جو احادیث وارد ہوئی ہیں

(۲۳۸۸) عمرو بن ابی المقدام نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے آل داؤد علیہ السلام کی حکمت کی باتوں کے متعلق بیان فرمایا کہ ایک صاحب عقل انسان سوائے تین کاموں کے اور کبھی سفر اختیار نہیں کرتا۔ آخرت کا سامان فراہم کرنے کے لئے یا اپنے امورِ معاش کی اصلاح و درستی کے لئے یا حلال چیزوں سے لذت اندوز ہونے کیلئے۔

(۲۳۸۹) سکونی نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سفر کرو اپنی صحت بناؤ۔ جہاد کرو مال غنیمت حاصل کرو۔ حج کرو غنی اور دولتمند بن جاؤ۔

(۲۳۹۰) جعفر بن بشیر نے ابراہیم بن فضل سے اور انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کا رزق کسی زمین میں پیدا کرتا ہے تو وہاں اُس کے جانے کی ضرورت بھی پیدا کر دیتا ہے۔

باب: وہ ایام و اوقات جن میں سفر مستحب یا مکروہ ہے

(۲۳۹۱) حفص بن غیاث نخعی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جس شخص کا کہیں سفر کا ارادہ ہو تو وہ سنیچر کو سفر کرے اس لئے کہ اگر سنیچر (شنبہ) کے دن کوئی پتھر بھی کسی پہاڑ سے جدا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی جگہ واپس کر دے گا۔ اور کسی کو کہیں شدید طلب حاجت کے لئے جانا ہے تو وہ منگل (سہ شنبہ) کو طلبِ حاجت کے لئے سفر کرے اس لئے کہ یہ وہ دن ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا نرم کر دیا تھا۔

(۲۳۹۲) ابراہیم بن ابو یحییٰ مدینی نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: شب جمعہ میں سفر کے لئے نکلنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔

(۲۳۹۳) عبداللہ بن سلیمان نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعرات (پنجشنبہ) کے دن سفر کیا کرتے تھے۔

(۲۳۹۴) نیز امام علیہ السلام نے فرمایا: پنجشنبہ (جمعرات) ایک ایسا دن ہے جو اللہ اور اس کے رسول اور اس کے ملائکہ کو پسند ہے۔

(۲۳۹۵) اہل بغداد میں سے کسی شخص نے حضرت ابوالحسن ثانی علیہ السلام کو ایک خط لکھ کر ہر مہینہ کے آخری چہار شنبہ (بدھ) کو سفر پر نکلنے کے لئے دریافت کیا تو آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا: جو شخص بدشگونی بتانے والے نجومی اور جوتشیوں کے خلاف اس دن سفر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر آفت سے محفوظ رکھے گا۔ ہر تکلیف سے بچائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی ہر حاجت پوری کرے گا۔

(۲۳۹۶) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں کو شب میں سفر کرنا چاہیے اس لئے کہ زمین رات کو سمٹتی ہے۔

(۲۳۹۷) جمیل بن دراج اور حماد بن عثمان کی روایت ہے ان دونوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: زمین رات کے آخری حصے میں سمٹتی ہے۔

(۲۳۹۸) محمد بن یحییٰ خثعمی نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جمعہ کے دن کسی حاجت کے لئے سفر پر نہ نکلو۔ جب سنیچر کا دن آجائے اور آفتاب طالع ہو جائے تو اپنی حاجت کے لئے نکلو۔

(۲۳۹۹) ابوایوب خزّاز اور عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول خدا: فاذاقضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللّٰہ (سورہ جمعہ آیت ۱۰) (جب نماز ہو چکے تو زمین میں جہاں چاہو منتشر ہو جاؤ اور اللہ کے فضل سے اپنی روزی تلاش کرو) کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: نماز جمعہ کے دن ہے اور زمین میں منتشر ہونا سنیچر کے دن کے لئے ہے۔

(۲۴۰۰) نیز آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: سنیچر کا دن ہم لوگوں کے لئے ہے اور اتوار کا دن بنی امیہ کے لئے ہے۔

(۲۴۰۱) نیز آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: دوشنبہ (یعنی پیر) کے دن نہ سفر کرو اور نہ کسی طلب حاجت کے لئے جاؤ۔

(۲۴۰۲) ابوایوب خزّار سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگوں نے سفر کے لئے نکلنے کا ارادہ کیا تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں سلام کیلئے حاضر ہوئے تو آپؑ نے فرمایا: شاید تم لوگ دوشنبہ کے دن کی برکت حاصل کرنا چاہتے ہو؟ ہم لوگوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: مگر اس دوشنبہ سے زیادہ منحوس دن ہم لوگوں کے لئے اور کونسا ہوگا۔ اس دن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں سے جدا ہوئے اور نزول وحی کا سلسلہ اُٹھ گیا، دوشنبہ کے دن سفر کے لئے نہ نکلو، سہ شنبہ یعنی منگل کے دن سفر کے لئے نکلو۔

(۲۴۰۳) محمد بن حمران نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص قمر در عقرب میں سفر کرے گا یا شادی بیاہ کرے گا وہ اس میں کبھی بھلائی نہ دیکھے گا۔

(۲۴۰۴) عبدالملک بن اعین سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں تو اس علم نجوم سے مصیبت میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ جب کسی ضرورت کے لئے جانے کا ارادہ کرتا ہوں اور طالع پر نظر ڈالتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہ بد ہے تو بیٹھ جاتا ہوں اور اس کام کے لئے نہیں جاتا اور جب دیکھتا ہوں کہ طالع نیک ہے تو ضرورت کے لئے جاتا ہوں۔ آپؑ نے دریافت کیا: وہ حاجت پوری ہو جاتی ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: پھر بھی تم اپنی (یہ علم نجوم کی) کتابیں جلا دو۔

(۲۴۰۵) سلیمان بن جعفر جعفری نے حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ مسافر کے لئے راستے میں چھ بدشگونیاں ہیں۔ (۱) مسافر کے داہنے جانب کوا بول رہا ہو۔ (۲) کتا اپنی دم اُٹھائے ہوئے ہو یا بھیڑیا انسان کے سامنے بھونکے اس طرح کہ وہ اپنی دم پر بیٹھا ہو پھر بھونکے پھر دم اُٹھائے پھر دم جھکائے ایسا تین مرتبہ کرے۔ (۳) اور ہرن انسان کے سامنے داہنے جانب سے بائیں جانب چلا جائے۔ (۴) الو بولنے لگے (۵) ادھیڑ عمر کی عورت جس کی پیشانی کے بال کھچڑی ہو گئے ہوں سامنے آجائے (۶) دم کٹی ہوئی گدھی سامنے آجائے۔ تو ان سب کی وجہ سے جس کے دل میں خوف آئے تو وہ یہ دعا پڑھ لے: اِعْتَصَمْتُ بِکَ یَارَبِّ مِنْ شَرِّمَا اَجِدُ فِیْ نَفْسِیْ فَاعْصِمْنِیْ مِنْ ذٰلِکَ (میرے پروردگار میں تیری حفاظت میں آتا ہوں اس شر سے بچنے کے لئے کہ جس کا خوف میرے دل میں ہے تو مجھے اس سے بچالے) تو اللہ تعالیٰ اسے بچالے گا۔

باب: سفر کا افتتاح صدقہ سے کرنا چاہیے

(۲۴۰۶) حسن بن محبوب نے عبدالرحمٰن بن حجاج سے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: صدقہ دے کر جس دن چاہو سفر کرو۔

(۲۴۰۷) حماد بن عثمان سے روایت کی گئی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا مکروہ دنوں میں سفر کرنا بھی مکروہ ہے۔ جیسے چہار شنبہ وغیرہ؟ آپؑ نے فرمایا: تم اپنے سفر کا افتتاح صدقہ سے کرو اور جب چاہو جس دن چاہو سفر کے لئے نکلو۔ اور آیت الکرسی کی تلاوت کر کے جب چاہو جس دن چاہو پچھنے لگواؤ۔

(۲۴۰۸) ابن ابی عمیر سے روایت کی گئی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں ستاروں کو دیکھا کرتا تھا، ان کو پہچانا کرتا اور طالع کو پہچانا کرتا تھا تو میرے دل میں

اس کی وجہ سے کچھ وسوسہ پیدا ہو جایا کرتا تھا چنانچہ اس کی شکایت میں نے حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے کی تو آپؑ نے فرمایا: جب تمہارے دل میں کچھ وسوسہ پیدا ہو تو سب سے پہلا فقیر و مسکین جو تمہیں ملے اس کو کچھ صدقہ دیدو اور آگے بڑھ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دل سے یہ وسوسہ دور کردے گا۔

(۲۴۰۹) کردین نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص صبح ہوتے ہی کچھ صدقہ دیدے تو اس دن کی نحوست اللہ تعالیٰ اس سے دور کردیگا۔

(۲۴۱۰) ہارون بن خارجہ نے محمد بن مسلم سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: حضرت امام علی ابن الحسین زین العابدین علیہما السلام جب اپنی کسی جائداد پر تشریف لے جانے کا ارادہ کرتے تو جو کچھ میسر ہوتا اس کے عوض اللہ تعالیٰ سے سلامتی خرید لیا کرتے اور جب آپ سواری کے رکاب میں قدم رکھتے اور سلامتی کے ساتھ اللہ تعالیٰ انہیں واپس کرتا تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکر بجالاتے اور جو کچھ میسر ہوتا صدقہ نکال دیتے۔

باب: سفر میں اپنے ساتھ عصا رکھنا

(۲۴۱۱) امیر المومنین علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص سفر کے لئے نکلے اور اس کے ساتھ بادام تلخ کا عصا ہو اور اس آیت کی تلاوت کرے: **و لما توجه تلقآء مدين قال عسى ربى ان يهدينى سوآء السبيل تا والله على مانقول وكيل)** (سورہ قصص آیت نمبر ۲۲ تا ۲۸) تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر ضرر پہنچانے والے درندوں اور ہر طرح کے چوروں، ہر طرح کے ڈنک مارنے والوں سے اس وقت تک حفاظت کرے گا جب تک وہ اپنے اہل وعیال میں اپنے گھر واپس نہیں آجاتا۔ اور اس کے ساتھ ستتر (۷۷) فرشتے ہونگے جو اس کے لئے استغفار پڑھتے رہیں گے سفر سے واپس آنے تک جب تک وہ (اپنے بادام تلخ کے عصا کو) رکھ نہ دے۔

(۲۴۱۲) نیز آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عصا رکھنے سے فقر دور ہوتا ہے اور شیطان اس کے قریب نہیں آتا۔

(۲۴۱۳) نیز آپؑ نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے لئے طے الارض (زمین سمٹ جانا) ہو جائے تو وہ عمدہ قسم کا عصا رکھے اور عمدہ قسم کا عصا بادام تلخ کا ہوتا ہے۔

(۲۴۱۴) نیز آپؑ نے فرمایا: تم لوگ اپنے ساتھ عصا رکھا کرو اس لئے کہ یہ میرے برادر انبیاء کی سنت ہے اور بنی اسرائیل میں تو ہر چھوٹا بڑا شخص عصا ٹیک کر چلتا تھا تاکہ چلنے میں قدم نہ لڑکھڑائے۔

باب: مسافر جب سفر پر نکلنے کا ارادہ کرے تو کون سی نماز مستحب ہے۔

(۲۴۱۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [1] نے ارشاد فرمایا: انسان جب سفر کیلئے گھر سے نکلنے کا ارادہ کرے تو اپنے پیچھے اپنے اہل وعیال کی دیکھ بھال وحفاظت کیلئے اس سے افضل اور کوئی چیز نہیں کہ دو رکعت نماز پڑھے اور یہ کہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّى اَسْتَوْدِعُکَ نَفْسِىْ وَاَهْلِىْ وَمَالِىْ وَذُرِّيَّتِىْ وَدُنْيَاىَ وَآخِرَتِىْ وَاَمَانَتِىْ وَخَاتِمَةَ عَمَلِىْ ۔ (اے اللہ میں اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال اور اپنے مال اور اپنی دنیا اور اپنی آخرت اور اپنی امانت اپنے عمل کا انجام تجھے سونپ کر جا رہا ہوں) جو شخص بھی یہ کہے گا تو اللہ تعالیٰ جو وہ مانگے دیگا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ اس کتاب میں باب سیاق مناسک کے اندر اس کے متعلق اور احادیث بھی درج کی جائیں گی۔

---

[1] کلینی نے اپنی اسناد کے ساتھ سکونی سے ج ۴ ص ۲۸۳ پر روایت کی ہے اور شیخ نے تہذیب میں۔

باب: سفر کے لئے نکلتے وقت مسافر کو کونسی دعا پڑھنی مستحب ہے

(۲۴۱۶) موسیٰ بن قاسم بجلی نے صباح حذاء سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ فرمارہے تھے: اگر تم لوگوں میں سے کوئی شخص سفر کا ارادہ کرتے وقت اپنے گھر کے دروازے پر ادھر رخ کر کے جدھر اس کو جانا ہے کھڑا ہو اور سورۂ فاتحہ اپنے آگے اپنے داھنے اور اپنے بائیں پڑھے پھر آیت الکرسی اپنے آگے اور اپنے داہنے اور اپنے بائیں پڑھے۔ پھر یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ احْفَظْنِیْ وَاحْفَظْ مَامَعِیْ وَسَلِّمْنِیْ وَسَلِّمْ مَامَعِیْ وَبَلِّغْنِیْ وَبَلِّغْ مَامَعِیْ بِبَلَاغِکَ الْحَسَنِ (اے اللہ تو میری حفاظت کر اور جو کچھ میرے ساتھ ہے اس کی حفاظت کر۔ تو مجھے سلامت رکھ اور میرے ساتھ جو کچھ ہے اسے سلامت رکھ اور مجھے منزل پر پہنچا اور میرے ساتھ جو کچھ ہے اس کو منزل پر پہنچا بہترین طور سے) تو اللہ اس کی بھی حفاظت کرے گا اور اس کے ساتھ جو کچھ بھی ہے اس کی بھی۔ اس کو بھی سلامت رکھے گا اور اس کے ساتھ جو کچھ ہے اس کو بھی سلامت رکھے گا اور اس کو بھی منزل تک پہنچائے گا اور جو اس کے ساتھ ہے اس کو بھی۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر آپؑ نے فرمایا: اے صباح کیا تم نہیں دیکھتے کہ (سفر میں) آدمی محفوظ رہتا ہے مگر اس کے ساتھ جو کچھ ہے وہ محفوظ نہیں رہتا۔ آدمی سلامت رہتا ہے مگر اس کے ساتھ جو سامان ہے وہ سلامت نہیں رہتا، آدمی منزل تک پہنچ جاتا ہے مگر اس کے ساتھ جو کچھ ہے وہ منزل تک نہیں پہنچتا۔ میں نے عرض کیا: جی ہاں میں آپؑ پر قربان ایسا ہی ہوتا ہے۔

(۲۴۱۷) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام جب کسی سفر کا ارادہ کرتے تو یہ دعا پڑھتے: اَللّٰھُمَّ خَلِّ سَبِیْلَنَا وَاَحْسِنْ تَسْیِیْرَنَا وَاَعْظِمْ عَافِیَتَنَا (اے اللہ تو ہمارے راستے کو رکاوٹوں سے خالی کر دے اور ہماری رفتار کو درست رکھ اور ہمیں عظیم عافیت عطا کر)۔

(۲۴۱۸) علی بن اسباط نے حضرت امام ابوالحسن رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ آنجنابؑ نے مجھ سے فرمایا: تم سفر میں ہو یا حضر میں جب بھی اپنے گھر سے نکلو تو یہ کہو: بِسْمِ اللّٰہِ آمَنْتُ بِاللّٰہِ، وَتَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ مَاشَاءَ اللّٰہُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ. (اللہ کے نام کے ساتھ میں اللہ پر ایمان لایا ہوں اور اللہ ہی پر بھروسہ کیا ہے جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا اور نہیں ہے کوئی طاقت اور نہیں کوئی قوت لیکن صرف اللہ کی دی ہوئی) پھر جب شیاطین اس کے پاس آئیں گے تو ملائکہ ان شیاطین کے منہ پر طمانچہ رسید کریں گے اور کہیں گے (دور ہو جاؤ) اس پر تمہارا کوئی قابو نہیں چلے گا اس نے اللہ کا نام لیا ہے اس پر ایمان لائے ہوئے ہے اس پر بھروسہ کیے ہے اور یہ کہا ہے کہ جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور نہیں ہے کسی کے پاس کوئی طاقت اور کوئی قوت لیکن صرف اللہ کی دی ہوئی۔

(۲۴۱۹) ابوبصیر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا جو شخص اپنے گھر سے نکلتے وقت یہ کہے:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِمَّا عَاذَتْ مِنْہُ مَلَائِکَۃُ اللّٰہِ مِنْ شَرِّ ھٰذَا الْیَوْمِ، وَمِنْ شَرِّ الشَّیَاطِیْنِ، وَمِنْ شَرِّ مَنْ نَصَبَ لِاَوْلِیَاءِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ، وَمِنْ شَرِّ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ، وَمِنْ شَرِّ السِّبَاعِ وَالْھَوَامِّ وَمِنْ شَرِّ رُکُوْبِ الْمَحَارِمِ کُلِّھَا اُجِیْرُ نَفْسِیْ بِاللّٰہِ مِنْ کُلِّ شَرٍّ. (میں پناہ چاہتا ہوں اللہ کی ان تمام چیزوں سے جن سے پناہ چاہی ہے ملائکہ نے اللہ تعالیٰ کی اس دن کے شر سے، شیاطین کے شر سے، اللہ کے اولیاء کے دشمنوں کے شر سے۔ جن وانس کے شر سے اور درندوں اور زہریلے کیڑوں مکوڑوں کے شر سے اور تمام حرام باتوں کے ارتکاب کے شر سے میں اپنی ذات کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شر سے محفوظ رہنے کے لئے۔) تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا اس کی توبہ قبول کرے گا اور تمام مہم میں اس کی مدد کرے گا اس کو برائیوں سے روکے گا اور شر سے بچائے گا۔

باب: سواری پر سوار ہوتے وقت کی دعا

(۲۴۲۰) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام جب اپنا قدم رکاب میں رکھتے تو اس آیت کی تلاوت کرتے: سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا

لَہٗ مُقْرِنِیْنَ (پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو تابعدار بنادیا حالانکہ ہم اتنے طاقتور نہ تھے جو اس پر قابو پاتے) (سورہ زخرف آیت نمبر ۱۳) پھر سات مرتبہ سبحان اللہ، سات مرتبہ الحمد للہ اور سات مرتبہ لا الہ الا اللہ کہا کرتے تھے۔[۱]

(۲۴۲۱) اور اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے امیر المومنین علیہ السلام کی سواری کی رکاب پکڑی اور آپؑ نے سوار ہونے کا ارادہ کیا تو اپنا سر آسمان کی طرف اُٹھایا اور تبسم فرمایا۔ تو میں نے عرض کیا: یا امیر المومنین میں نے آپؑ کو دیکھا کہ آپؑ نے آسمان کی طرف سر اُٹھایا اور تبسم فرمایا۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں اے اصبغ جس طرح تم نے میری سواری کی رکاب پکڑی اسی طرح میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کی رکاب پکڑی تھی اور انہوں نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کر کے تبسم فرمایا تھا اور جس طرح تم سوال کررہے ہو اسی طرح میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا تھا اور جو کچھ آنحضرتؐ نے بتایا وہ میں تمہیں بتاتا ہوں۔

ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کے لئے شہباء کی رکاب تھامی تو آپؑ نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند فرمایا اور متبسم ہوئے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؐ نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور مسکرائے آپؐ نے فرمایا: اے علیؑ جو شخص بھی اپنی اس سواری پر سوار ہو جو اللہ نے اس کو عطا کی ہے اور آیہ سخرہ (جو اوپر مذکور ہوئی) کی تلاوت کرے پھر یہ کہے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ (میں اس اللہ سے طلب مغفرت کرتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس کے، وہ زندہ اور قائم ہے اور میں اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ اے اللہ میرے گناہوں کو معاف کردے کیونکہ تیرے علاوہ اور کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرتا) تو وہ مالک کریم کہتا ہے: اے میرے ملائکہ دیکھو یہ میرا بندہ جانتا ہے کہ میرا سوا اور کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرتا تو اب تم لوگ گواہ رہنا کہ میں نے اس بندے کے گناہ معاف کردیئے ہیں۔

باب: دوران سفر ذکر خدا اور دعا

(۲۴۲۲) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے سفر کے دوران سواری سے اترتے تو سبحان اللہ کہتے اور جب سوار ہوتے تو اللہ اکبر کہتے۔

(۲۴۲۳) علاء نے ابو عبیدہ سے اور انہوں نے ان دونوں ائمہ علیہما السلام میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے کہ آنجنابؑ نے فرمایا: جب تم کسی سفر میں ہو تو یہ کہو: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ مَسِیْرِیْ عِبَراً وَصَمْتِیْ تَفَکُّراً، وَکَلَامِیْ ذِکْراً (اے اللہ تو اس سفر کو میرے لئے سبق آموز بنادے میری خاموشی کو غور وفکر کے لئے قرار دے اور میرے کلام کو ذکر الٰہی کی توفیق دے)۔

(۲۴۲۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں ابوالقاسم کی جان ہے جب کسی بلندی سے کوئی تہلیل کرنے والا لا الہ الا اللہ کہتا ہے یا کوئی تکبیر کہنے والا اللہ اکبر کہتا ہے تو اس کی تہلیل وتکبیر کے ساتھ اس کے پیچھے سے لا الہ الا اللہ کی آواز اور اس کے سامنے سے اللہ اکبر کی آواز بلند ہوتی ہے اور وہ آواز زمین کے کناروں تک پہنچتی ہے۔

باب: مسافر کو دوران سفر اچھی صحبت اختیار کرنا اور غصہ کو پی لینا چاہیے نیز اس پر حسن اخلاق اختیار کرنا اور ایذا رسانی سے اجتناب کرنا واجب ہے

(۲۴۲۵) ابی الربیع شامی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور پورا گھر

۱۔ برقی نے قوی سند سے 'محاسن' کے صفحہ ۳۵۳ پر اس کا تذکرہ کیا ہے۔

آدمیوں سے بھرا ہوا تھا آپؑ نے فرمایا: وہ شخص جو اپنے ہم صحبت کے ساتھ اچھی مصاحبت نہ کرے، اپنے رفیق کے ساتھ بہترین رفاقت نہ کرے، اپنے شریک خوردونوش کے ساتھ مناسب طور پر خوردونوش نہ کرے اور اپنی مخالفت کرنے والے کے ساتھ اچھے انداز سے مخالفت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(۲۴۲۶) صفوان جمال نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میرے پدر بزرگوار علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی شخص میں یہ تین صفتیں نہیں تو خواہ وہ اس بیت اللہ کی طرف رخ کر کے عبادت کرتا ہو ہمارے نزدیک اس کا کوئی وزن نہیں۔ پہلے یہ کہ اس میں ایسا خلق ہو کہ وہ اپنے ساتھی کے ساتھ اخلاق سے پیش آئے۔ دوسرے اتنا حلم ہو کہ اپنے غصہ پر قابو پالے تیسرے اس میں اتنی پرہیزگاری ہو کہ جو اس کو ان باتوں سے روک سکے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔

(۲۴۲۷) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: یہ مروت نہیں ہے کہ انسان کو سفر میں جو کچھ بھلا برا پیش آئے لوگوں سے بیان کرتا پھرے۔

(۲۴۲۸) عمار بن مروان کلبی سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے نصیحت فرمائی اور فرمایا: میں تم کو خوف خدا کی اور لوگوں کی امانتوں کے ادا کرنے اور سچ بولنے کی اور اپنے ہم صحبت کے ساتھ اچھے مصاحب بننے کی نصیحت کرتا ہوں اور نہیں ہے کسی میں کوئی قوت لیکن صرف اللہ کی دی ہوئی۔

(۲۴۲۹) اور محمد بن مسلم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو تم سے میل ملاقات رکھتا ہے اگر ہو سکے تو تمہارا ہاتھ اس کے ہاتھ کے اوپر رہے (یعنی اس کو کچھ دیتے رہو لینے کی فکر نہ کرو) اگر تم سے ہو سکے تو ایسا کرو۔

باب: مسافر کے پیچھے کچھ دور جانا اس کو رخصت کرنا اس کیلئے دعا کرنا

(۲۴۳۰) جب امیر المومنین علیہ السلام حضرت ابوذر رحمۃ اللہ علیہ کو رخصت کرنے کیلئے ان کے ہمراہ گئے [1] تو حضرت امام حسن علیہ السلام، حضرت امام حسین علیہ السلام اور عقیل ابن ابی طالب و عبداللہ بن جعفر و حضرت عمار بن یاسر بھی انکو رخصت کرنے کے لئے ساتھ چلے۔ امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا: اچھا اب تم لوگ اپنے برادر ایمانی کو رخصت کرو اس لئے کہ مسافر کو آخر جانا ہے اور جو اس کو رخصت کرنے کیلئے ساتھ ساتھ چل رہا ہے اس کو واپس آنا ہے تو ہر ایک نے فرداً فرداً ان سے گلے مل کر کچھ نہ کچھ کہا۔ چنانچہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوذر اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے بیشک قوم نے آپ کو بلاء میں مبتلا کیا محض اس لئے کہ آپ ان لوگوں سے اپنا دین بچاتے تھے تو ان لوگوں نے آپ سے اپنی دنیا بچائی مگر کل بروز قیامت آپ کو اس چیز کی زیادہ ضرورت ہوگی جسے آپ نے ان لوگوں سے بچایا ہے اور اس کی آپ کو بالکل ضرورت نہ ہوگی جسے ان لوگوں نے آپ سے بچایا ہے۔ ابوذر نے جواب دیا: اے اہل بیتؑ نبی آپ لوگوں پر اللہ رحم فرمائے مجھے اس دنیا میں آپ لوگوں کے سوا اور کسی شے کی ضرورت نہیں۔ میں جب آپ لوگوں کو یاد کرتا ہوں تو آپ کے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد آجاتے ہیں۔

(۲۴۳۱) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مومنین کو رخصت کرتے تو فرمایا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ تم لوگوں کیلئے تقویٰ کو زادِ سفر بنائے۔ ہر نیکی اور خیر کی طرف تمہیں متوجہ رکھے۔ تمہاری تمام حاجتیں پوری کرے تمہارے لئے تمہارے دین و دنیا کو سلامت رکھے۔ اور تمہیں سلامتی کے ساتھ سلامت رہنے والوں کے پاس واپس پہنچائے۔ [2]

---

[1] برقی نے 'محاسن' ص ۳۵۳ پر امام صادقؑ کی سند سے اس کا ذکر کیا ہے۔

[2] برقی نے 'محاسن' ص ۳۵۴ پر اپنی اسناد سے ابن مسکان سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے۔

(۲۴۳۲) اور ایک دوسری حدیث میں [1] جو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ہے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی مسافر کو رخصت فرماتے تو اس کا ہاتھ پکڑتے اور فرماتے: اللہ تمہیں بہترین ہمسفر عطا کرے اور تمہاری مکمل معاونت اور مدد کرے، سنگلاخ زمین کو تمہارے لئے نرم کرے، تمہاری بعید منزل کو قریب کرے اور ہر مہم میں تمہاری مدد فرمائے۔ تمہارے دین اور تمہاری امانت کی حفاظت کرے، تمہیں ہر خیر کی طرف متوجہ رکھے۔ تم پر لازم ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔ میں تمہیں اللہ کی سپردگی میں دیتا ہوں جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں یہ سفر مبارک کرے۔

باب: تنہا سفر کرنے والے کو کیا کہنا چاہیے

(۲۴۳۳) بکر بن صالح نے سلیمان بن جعفر سے اور انہوں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص تنہا سفر کرے اسے یہ کہنا چاہیے: مَاشَاءَ اللّٰهُ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ آنِسْ وَحْشَتِيْ وَاَعِنِّيْ عَلٰى وَحْدَتِيْ وَاَدِّ غَيْبَتِيْ [جو اللہ چاہے گا (وہی ہوگا) نہیں ہے کسی میں کوئی طاقت اور کوئی قوت لیکن صرف اللہ کی دی ہوئی۔ اے اللہ تو میری وحشت میں میرا مونس بن جا میری تنہائی میں میرا معین ومددگار بن جا اور مجھے اس سفر سے سلامتی کے ساتھ پلٹا دے۔]

باب: تنہا سفر کرنے کی کراہت

(۲۴۳۴) علی بن اسباط نے عبدالملک بن مسلمہ سے، انہوں نے سرّی بن خالد سے، انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپؑ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو آگاہ کروں کہ برا شخص کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ۔ آپؐ نے فرمایا: جو شخص تنہا سفر کرے اور لوگوں کا تحفہ اور ہدیہ لینے سے انکار کرے اور اپنے غلام کو بلاقصور مارے۔

(۲۴۳۵) حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو جو وصیت فرمائی اس میں یہ ہے۔ تم تنہا سفر کیلئے نہ نکلنا اس لئے کہ تنہا مسافر کے ساتھ شیطان لگ جاتا ہے اور دو سے بہت دور رہتا ہے۔ اے علیؑ! جب کوئی شخص تنہا سفر کرتا ہے تو راستہ بھٹک جاتا ہے اور دو بھی راستہ بھٹکتے ہیں اور تین تو ایک جماعت ہے (اس کے بھٹکنے کا امکان کم ہے)۔ اور بعض نے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: تین ہمراہ ہوں تو واقعی سفر ہے۔

(۲۴۳۶) ابراہیم بن عبدالحمید نے حضرت موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین شخصوں پر لعنت کی ہے ایک اس کھانے والے پر جو حد سے زیادہ کھا جائے، دوسرے اس سونے والے پر جو کسی گھر میں اکیلا سوئے، تیسرے اس سوار پر جو صحرا میں اکیلا سفر کرے۔

(۲۴۳۷) محمد بن سنان نے اسماعیل بن جابر سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں مکہ کے اندر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص مدینہ سے آپؑ کے پاس آیا۔ آپؑ نے فرمایا: تمہارے ساتھ اور کون تھا؟ اس نے عرض کیا: میں نے کسی کو ساتھ نہیں لیا تنہا آیا ہوں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خیر اگر میں تم سے پہلے ملا ہوتا تو تمہیں آداب سفر بتاتا۔ سنو ایک شخص شیطان ہوتا ہے دو بھی شیطان ہوتے ہیں۔ تین آپس میں ساتھی ہوتے ہیں اور چار رفقاء ہوتے ہیں۔ [2]

---

[1] برقی نے 'محاسن' ص ۳۵۴ پر اپنی اسناد سے عبدالرحیم سے اور انہوں نے امام باقرؑ سے روایت کی ہے۔

[2] کلینی نے ج ۶ ص ۵۳۳ پر اپنی اسناد سے محمد بن مسلم سے اور انہوں نے امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا: بیشک شیطان انسان کے ساتھ شدید جنونی ہوجاتا ہے جب اسے اکیلا پاتا ہے اور نہیں دیکھ سکتا اسے اکیلا سوتے ہوئے۔ اور حلبی نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: بیشک شیطان شدید جنونی ہوجاتا ہے انسان کے ساتھ جب وہ اکیلا ہوتا ہے پس تم میں کا کوئی ایک (کسی مکان) میں اکیلا نہ سوئے اور نہ تم میں کا کوئی ایک اکیلا سفر کرے۔

باب: رفیقانِ سفر میں ہر ایک پر دوسرے کا حق واجب ہے

(۲۴۳۸) سکونی نے اپنے اسناد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پہلے سفر کا ساتھی (چنو) اس کے بعد سفر (اختیار کرو)۔

(۲۴۳۹) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو شخصوں میں سے جس نے بھی سفر میں ہمراہی اختیار کی وہ ان دونوں میں سب سے زیادہ ثواب پائے گا۔ اور ان دونوں میں سب سے زیادہ اللہ کا محبوب وہ ہے جو اپنے ساتھی کے ساتھ نرمی اور رفاقت برتے۔[۱]

(۲۴۴۰) اور امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تم ایسے شخص کو اپنا رفیق سفر نہ بناؤ جو تم کو اپنی ذات پر اسی طرح ترجیح نہیں دیتا جس طرح تم اس کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہو۔

(۲۴۴۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب چند لوگ سفر پر نکلیں تو یہ سنت ہے کہ ہر شخص اپنا اپنا توشہ اپنے ساتھ لیکر نکلے یہ ان کے لئے خود بہتر ہے اور یہ ان کیلئے بہتر اخلاق ہے۔

(۲۴۴۲) اسحاق بن جریر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ آنجنابؑ فرمایا کرتے کہ اس شخص کی صحبت اختیار کرو جو تمہارے لئے باعث زینت بنے، اس کی صحبت نہ اختیار کرو جس کے لئے تم باعث زینت بنو۔

(۲۴۴۳) شہاب بن عبدربہ نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: آپؑ تو میرا حال جانتے ہی ہیں کہ میرا ہاتھ کتنا کشادہ ہے اور اپنے بھائیوں کے لئے اپنا ہاتھ کتنا کشادہ رکھتا ہوں۔ چنانچہ سفر مکہ میں لوگ ہمارے ساتھ ہوتے ہیں ان پر خوب کشادگی سے خرچ کرتا ہوں۔ تو آپؑ نے فرمایا: اے شہاب ایسا نہ کیا کرو اس لئے کہ اگر تمہاری کشادگی دکھانے پر وہ لوگ بھی کشادگی دکھانے لگے تو تم ان سب کو محتاج کر دو گے اور اگر ان لوگوں نے اپنا ہاتھ روکا تو تم ان کو ذلیل کرو گے۔ لہٰذا تم اپنے ہم سطح لوگوں کی صحبت اختیار کرو، تم اپنی حیثیت کے لوگوں کی صحبت اختیار کرو۔

(۲۴۴۴) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: تم سفر میں ایسے کی صحبت اختیار کرو جو حیثیت میں تمہارے مانند ہو، ایسے کی صحبت نہ اختیار کرو جو تمہارا خرچہ برداشت کرے اس لئے کہ یہ ایک مومن کیلئے باعث ذلت ہے۔[۲]

(۲۴۴۵) ابوخدیجہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تنہا کسی مکان میں شب بسر کرنے والا شیطان ہے اور دو ایک دوسرے کے مصاحب ہیں اور تین تو یہ چہل پہل ہے۔

(۲۴۴۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک چار آدمیوں کی ہمراہی زیادہ پسندیدہ ہے اور سات سے تعداد جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی شور و غوغا زیادہ ہوگا۔[۳]

(۲۴۴۷) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مسافر کا حق یہ ہے کہ اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کے ساتھی اس کی صحت کے انتظار میں اس کی دیکھ بھال کیلئے اس کے ساتھ تین دن اور تین رات تک ٹھہرے رہیں۔[۴]

۱۔ کلینی نے ج ۲ ص ۶۶۹ پر اور برقی نے محاسن میں ص ۳۵۸ پر نوفلی سے، انہوں نے سکونی سے، انہوں نے امام جعفرؑ سے اور انہوں نے اپنے آباء علیہم السلام سے روایت کی ہے۔

۲۔ کلینی نے 'کافی' ج ۴ ص ۲۸۶ پر اور برقی نے محاسن میں مرسل حدیث کی سند سے اسے بیان کیا ہے۔

۳۔ کلینی نے 'روضہ' میں حدیث نمبر ۴۶۴ کے تحت مسند حدیث میں اسے بیان کیا ہے۔

۴۔ کلینی نے ج ۲ ص ۶۷۰ پر صحیح حدیث میں یعقوب بن یزید سے، انہوں نے ہمارے کئی اصحاب نے، انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کی ہے۔

(۲۴۴۸) عبداللہ بن ابی یعفور نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کو خرچ میں سب سے زیادہ پسند کفایت شعاری ہے اور سب سے زیادہ ناپسند اسراف ہے سوائے سفر حج وعمرہ کے۔ [1]

باب: سفر میں حدی وشعر خوانی

(۲۴۴۹) سکونی نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسافر کا زاد سفر حدی خوانی اور شعر خوانی بھی ہے بشرطیکہ اس میں فحشیات نہ ہوں۔ [2]

باب: سفر میں زادراہ کی حفاظت

(۲۴۵۰) صفوان جمال سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرے ساتھ میرے اہل وعیال بھی ہیں اور میں حج کا ارادہ رکھتا ہوں تو کیا اپنے خرچ کیلئے نقدیات اپنی کمر میں باندھ لوں؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اس لئے کہ میرے پدر بزرگوار علیہ السلام فرماتے تھے کہ اپنے خرچہ کی حفاظت مسافر کی قوت ہے۔

(۲۴۵۱) علی بن اسباط نے اپنے چچا یعقوب بن سالم سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرے پاس بہت سے درہم ہوتے ہیں جن پر تصویریں بنی ہوتی ہیں جب میں احرام باندھتا ہوں تو ان دراہم کو ایک ھمیانی میں رکھ کر کمر میں باندھ لیتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ یہ تمہارا خرچہ ہی تو ہے جس پر خدا کے بعد بھروسہ رکھتے ہو۔

باب: سفر میں توشہ دان لیکر چلنا

(۲۴۵۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب تم سفر کرو تو تمہارے ساتھ تمہارا ناشتہ دان ہو جس میں طرح طرح کے لذیز کھانے ہوں۔

(۲۴۵۳) نصر خادم سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبدالصالح ابوالحسن موسیٰ بن جعفر صادق علیہما السلام نے ایک توشہ دان رکھا کہ جس پر پیتل کا ڈھکنا تھا تو آپؑ نے فرمایا: اس کو ہٹاؤ اور اس کی جگہ لوہے کا ڈھکن رکھو اس لئے کہ اس میں جو کچھ ہے اس کے قریب کیڑے مکوڑے نہیں آئیں گے۔

باب: وہ سفر جس میں توشہ دان ساتھ لینا مکروہ ہے

(۲۴۵۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے کسی صحابی سے کہا: کیا تم لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر پر زیارت کیلئے جاتے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: اپنے ساتھ توشہ دان بھی لے جاتے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: لیکن جب تم لوگ اپنے باپ ماں کی قبروں پر جاتے ہو تو ایسا نہیں کرتے۔ اس نے کہا: ہم لوگ وہاں کیا کھائیں؟ آپؑ نے فرمایا: دودھ کے ساتھ روٹی۔ [3]

(۲۴۵۵) اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اطلاع ملی ہے کہ ایک قوم کے افراد جب امام حسین علیہ

---

[1] مقصد ہے: اعتدال اور میانہ روی اور حج میں اسراف نہیں ہوتا اس لئے کہ خیر میں اسراف نہیں ہے اور حج اعظم خیرات ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ حد سے آگے نہ بڑھے کہ خود سوال کرنے پر مجبور ہو جائے۔

[2] حدی خوانی آلہ موسیقی سے ایک قسم کا غناء ہے کہا جاتا ہے کہ اونٹ چلانے کے لئے اسے استعمال کیا جاتا تھا۔ اور فحش وہ ہے جس مومن کی ہجو ہو یا کسی گانے والی کی مدح ہو۔

[3] یہ دلیل ہے کہ سفر زیارت امام حسین علیہ السلام میں مستحب ہے کہ عمدہ کھانے ترک کر دیئے جائیں اور حزن وغم میں گزارا کیا جائے اس حدیث کو ابن قولویہ نے کامل الزیارات ص ۱۲۹ پر سند سے بیان کیا ہے۔

السلام کی قبر کی زیارت کو جاتے ہیں تو اپنے ساتھ توشہ دان لے جاتے ہیں جس میں بکرے کا بھنا ہوا گوشت اور کھجور سے تیار کیا ہوا حلوا ہوتا ہے۔ مگر جب اپنے دوستوں کی قبروں کی زیارت کیلئے جاتے ہیں تو اپنے ساتھ کچھ نہیں لے جاتے۔

باب: سفر میں توشہ

(۲۴۵۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انسان کے شرف میں اس کا بھی شمار ہے کہ جب وہ سفر کیلئے نکلے تو اسکا توشہ بہت عمدہ اور نفیس ہو۔[1]

(۲۴۵۷) اور حضرت علی بن الحسین امام زین العابدین علیہ السلام جب حج یا عمرہ کیلئے مکہ کی طرف سفر فرماتے تو آپؑ کے ساتھ بہترین قسم کا توشہ (سامان خورد ونوش) بادام اور شکر سے بنی ہوئی شیرینی اور کھٹا میٹھا ستو ہوتا تھا۔

(۲۴۵۸) روایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوذر رحمۃ اللہ علیہ نے خانہ کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر کہا کہ میں جندب بن سکن ہوں۔ یہ سن کر لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے آپ نے فرمایا: جب تم لوگ کہیں سفر کا ارادہ کرتے ہو تو اپنا توشہ ساتھ لیتے ہو جو سفر میں کافی ہو جائے تو پھر قیامت کے دن کے سفر کیلئے بھی توشہ فراہم کر لو۔ کیا تم لوگ اس سفر کیلئے ایسا توشہ نہیں چاہتے جو تمہارے لئے کافی ہو؟ یہ سن کر ایک نے اُٹھ کر کہا: آپ ہی ہم لوگوں کو بتائیں (کیا کریں)۔ فرمایا: یوم نشور کیلئے سخت گرمی میں ایک دن روزہ رکھو۔ اور بڑے امور (جو اس دن پیش آئینگے) کیلئے ایک حج کرو اور اپنی قبروں کی وحشت کیلئے رات کی تاریکی میں دو رکعت نماز پڑھو۔ کلمہ خیر کیلئے زبان کھولو اور کلمہ شر کیلئے زبان بند رکھو یا تم کسی مسکین کو صدقہ دو ممکن ہے کہ تم لوگ نجات پا جاؤ اس سخت دن سے اے مسکین لوگو۔ اور دنیا میں سے صرف دو درہم حاصل کرو ایک درہم اپنے بال بچوں کے خرچ کے لئے اور دوسرا درہم آخرت کیلئے آگے بڑھاتے جاؤ۔ اور تیسرا درہم تو وہ مضر ہوگا وہ کچھ فائدہ نہ دیگا اور دنیا میں صرف دو بات کرو ایک طلب حلال دوسری بات طلب آخرت اور تیسری بات مضر ہوگی وہ کوئی فائدہ نہ دیگی اس کے تردد میں نہ پڑو۔ پھر فرمایا: مجھے تو اس دن کی فکر مارے ڈال رہی ہے جس کو میں نے ابھی نہیں پایا ہے۔

(۲۴۵۹) حضرت لقمان نے اپنے فرزند کو نصیحت کی کہ اے فرزند یہ دنیا گہرا سمندر ہے اس میں بہت سا عالم غرق ہو چکا۔ لہٰذا تم اس کے لئے ایک ایسا سفینہ بناؤ جس میں اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو اور اس کا بادبان اللہ پر توکل کو بناؤ اور اس میں ایسا سامان سفر رکھو جس میں خوف خدا۔ ہو اب اگر تم نے نجات پائی تو اللہ کی مہربانی ہے اور اگر ہلاک ہو گئے تو اپنی گناہوں کی وجہ سے۔[2]

باب: سفر میں اسلحے اور آلات حرب وضرب لیجانا

(۲۴۶۰) سلیمان بن داؤد منقری نے حماد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے بیان فرمایا: حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے فرزند سے نصیحت کی اور یہ بھی کہا کہ اے فرزند اپنی تلوار، اپنے موزے اور اپنی رسی اپنی مشک اپنے دھاگے اور اپنی ستالی کو ساتھ لیکر سفر کرو۔ اور وہ دوائیں اپنے ساتھ ہوں جو تمہارے لئے اور تمہارے ساتھیوں کے لئے مفید ہوں۔ اور اپنے اصحاب کا ساتھ دو لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نہیں۔ اور بعض لوگوں نے یہ زیادہ کیا ہے کہ اور اپنے گھوڑے کو ساتھ لو۔

باب: سرحد کی حفاظت کے لئے گھوڑا پالنا اور سب سے پہلے جس نے اس پر سواری کی

(۲۴۶۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں سے قیامت تک خیر وابستہ رہے گا[3] اور ان پر راہ خدا میں خرچ کرنے

---

[1] کلینی نے ج ۸ ص ۳۰۳ پر حدیث نمبر ۴۶۷ کے تحت علی سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے نوفلی سے، انہوں نے سکونی سے اور انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایسا فرمایا۔

[2] کلینی نے ج ۱ ص ۱۶ پر ایک طویل حدیث میں ہشام بن حکم سے اور انہوں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے کچھ اختلاف سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔

[3] یہاں تک کلینی نے ج ۵ ص ۴۸ پر صحیح حدیث میں بیان کیا ہے اور اسی طرح برقی نے محاسن ص ۶۳۱ پر۔ اور اسی طرح احمد و بخاری و مسلم و نسائی و ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔

والا (ایسا ہے) جیسے کھلے ہاتھوں خیرات کرنے والا ہو بند ھے ہاتھوں نہیں اور اگر تم دنیا کے کسی چیز کو شمار میں لانا چاہو تو اسپ اقرح (جسکی پیشانی سفید ہو) اسپ ارثم (جس کی ناک کے سرے پر سفید داغ ہو) اسپ محجل ثلاث (جس کی تین ٹانگیں سفید ہوں) طلق الیمین (جس کے داھنے پاؤں سفید نہ ہوں) کمیت (سرخ مائل بہ سیاہی) پھر اغر (ستارہ پیشانی) کو شمار کرو۔ اس سے تم کو سلامتی ملے گی اور مال غنیمت ملے گا۔

(۲۴۶۲) بکر بن صالح نے سلیمان بن جعفر جعفری سے انہوں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجناب کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا: گھوڑے کے دونوں نتھنوں میں شیطان ہوتا ہے لہٰذا جب تم میں سے کوئی اس کو لگام لگانی چاہے تو پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ لے۔ ۱

(۲۴۶۳) نیز راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجناب کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا کہ جو بھی ایسا گھوڑا پائے گا جو عتیق ہو (جس کے ماں باپ دونوں عربی نسل کے ہوں) تو ہر روز اس کے نامہ اعمال سے دس گناہ محو کردیئے جائیں گے اور گیارہ نیکیاں لکھدی جائیں گی۔ اور جو شخص اسپ ھجین (جس کا باپ عربی النسل اور ماں غیر عربی ہو) پالے گا تو اس کے نامہ اعمال سے ہر روز دو گناہ محو کردیئے جائیں گے اور ہر روز نو نیکیاں لکھ دی جائیں گی۔ جو شخص اسپ برذون پالے (جس کے ماں باپ ترکی النسل ہوں) اور اس سے اس کا مقصد خوبصورتی اور دشمن سے مدافعت ہو تو اس کے نامہ اعمال سے ہر روز ایک گناہ محو کیا جائے گا اور چھ نیکیاں لکھ دی جائیں گی۔ اور جو شخص اسپ اشقر (گہرا سرخ وزرد) اغر (ستارہ پیشانی) اقرح (سفید پیشانی) کو پالے اور اگر ستارہ پیشانی کے ساتھ اس کے چاروں پاؤں سفید ہوں جو مجھے بہت پسند ہے تو اس کے گھر میں فقر داخل نہ ہوگا جب تک کہ وہ اسپ اس میں ہے اور جب تک وہ اپنے مالک کی ملکیت میں ہے اس کے مالک کو کوئی گزند نہ پہنچے گا۔

(۲۴۶۴) راوی ۲ کا بیان ہے کہ میں نے آپ کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا کہ امیر المومنینؑ یمن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے چار گھوڑے تحفہ میں لائے تو عرض کیا: یا رسول اللہ میں آپ کے لئے چار گھوڑے لایا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: بتاؤ تو وہ کیسے ہیں؟ حضرت علیؑ نے عرض کیا: جی ہاں ایک ان میں گہرا سرخ ہے اور اس کے چاروں پاؤں سفید ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اچھا تو یہ میرے لئے روکے رکھو۔ پھر عرض کیا: ان میں دو عدد سرخ مائل بہ سیاہی ہیں اور ان کے پاؤں بھی سفید ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ اپنے دونوں فرزندوں کو دیدو۔ عرض کیا: اس میں ایک بالکل سیاہ رنگ کا ہے سر سے پاؤں تک کوئی اور رنگ نہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت اپنے عیال کے خرچ میں لگاؤ۔ بیشک مبارک گھوڑے تو وہ ہوتے ہیں کہ جن کے چاروں پاؤں سفید ہوں۔

(۲۴۶۵) نیز میں ۳ نے آنجناب علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپؑ فرمارہے تھے: جو شخص اپنے گھر سے یا کسی دوسری جگہ سے صبح کے وقت نکلے اور گہرے سرخ رنگ کا گھوڑا جس کے پاؤں سفید ہوں سامنے آجائے تو اس کا پورا دن مبارک ہوگا۔ اور اگر اس کی پیشانی سفید ہو تو عیش ہی عیش ہیں اسے دن بھر خوشی ہی خوشی نصیب ہوگی۔ اور اس کی حاجتیں پوری ہونگی۔ ۴

(۲۴۶۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا: زمانہ قدیم میں سرزمین عرب میں گھوڑے بالکل وحشی جانور تھے تو حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام کوہ ابوقبیس پر چڑھے اور دونوں نے پکار کر کہا: ارے او سنو ادھر آؤ تو وہاں کوئی بھی ایسا گھوڑا نہیں تھا جس نے اپنی چوٹی انہیں نہ پکڑا دی ہو۔ ۵

---

۱ کلینی نے ص ۵۳۹ پر یعقوب بن جعفر اور انہوں نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے اور اسی طرح 'محاسن' میں مذکور ہے۔

۲ ۳ یعنی سلیمان ان کا کہنا ہے کہ میں نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو فرماتے ہوئے سنا۔

۴ برقی نے 'محاسن' میں اور مؤلف نے 'ثواب الاعمال' میں سلیمان سے اور انہوں نے امام باقرؑ سے اسی طرح روایت کی ہے۔ بظاہر یہ تصحیف ہے اس لئے کہ سلیمان نے امام باقر علیہ السلام کا زمانہ نہیں پایا تھا ممکن ہے کہ سلیمان نے مرسلاً اسی حدیث کو بیان کیا ہو۔

۵ برقی نے 'محاسن' ص ۶۳۰ پر مرفوع سند سے اسے حضرت امام جعفرؑ سے روایت کیا ہے۔

باب: گھوڑے کا حق اپنے مالک پر

(۲۴۶۷) اسماعیل بن ابی زیاد [1] نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گھوڑے کے حق اپنے مالک پر کئی ہیں۔ سب سے پہلے مالک اس کے پشت سے اترے تو اسے چارہ دے اور اس کے سامنے پانی پیش کرے اور اس کے منہ پر نہ مارے اس لئے کہ وہ اس منہ سے اپنے رب کی حمد کی تسبیح پڑھتا ہے اور اس کی پشت پر صرف راہِ خدا میں ٹھہرے۔ اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ نہ ڈالے۔ اور جتنی اس میں طاقت ہو اتنی ہی اس کو چلنے کی تکلیف دے۔

(۲۴۶۸) ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ میں سواری کو جو میرے زیر ران ہے کب ماروں؟ آپؑ نے فرمایا: اس وقت مارو کہ جب وہ تمہارے زیر ران اتنا نہ چلے جتنا وہ اپنے چارہ کی طرف دوڑ کر جاتا ہے۔

(۲۴۶۹) نیز روایت کی گئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تم لوگ گھوڑے کو اس کی قدم کی لغزش پر مارو لیکن اس کے بدک کر بھاگنے پر نہ مارو اس لئے کہ وہ جو کچھ دیکھتا ہے وہ تم لوگ نہیں دیکھتے۔ [2]

(۲۴۷۰) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی گھوڑا اپنے سوار کے زیر ران ٹھوکر کھاتا ہے اور سوار کہتا ہے کہ تیرا ناس جائے تو گھوڑا بھی کہتا ہے کہ تیرا بھی ناس ہو جائے ہم دونوں نے ہی اپنے مالک کی نافرمانی کی ہے۔ [3]

(۲۴۷۱) نیز حضرت علی علیہ السلام نے گھوڑے کے متعلق فرمایا: اس کے منہ پر نہ مارو اور اس پر لعنت نہ کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرنے والے پر لعنت کرتا ہے [4] اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اس کے چہرے کو بدشکل نہ کرو۔

(۲۴۷۲) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سواری کے جانور پر جب لعنت کی جاتی ہے تو وہ ملعون ہو جاتا ہے۔

(۲۴۷۳) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سواری پر پاؤں موڑ کر نہ بیٹھو اور اس کی پشت کو پوری پشت گاہ نہ بنا دو۔ [5]

(۲۴۷۴) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ہر شے میں ایک احترام کی چیز ہوتی ہے اور جانوروں میں احترام کی چیز ان کا چہرہ ہے۔ [6]

باب: وہ باتیں جن سے جانور بھی بے خبر نہیں

(۲۴۷۵) علی بن رئاب نے ابی حمزہ سے اور انہوں نے حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ فرمایا کرتے تھے: جانور چاہے کسی بات سے بے خبر ہو لیکن چار باتوں سے بے خبر نہیں۔ اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی معرفت سے، موت کی معرفت سے، نر و مادہ کی پہچان سے اور ہری بھری چراگاہ کی پہچان سے۔

(۲۴۷۶) لیکن دوسری حدیث میں جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر جانور اپنی موت کی اس طرح

---

[1] یعنی سکونی اور کلینی نے ج ۶ ص ۵۲۷ پر اسے روایت کیا ہے۔

[2] 'کافی' ج ۶ ص ۵۳۸ پر اپنی اسناد سے مسمع بن عبدالملک نے ابوعبداللہؑ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: اس کے قدم کی لغزش پر مارو لیکن بدک پر بھاگنے پر نہ مارو۔

[3] 'کافی' ج ۶ ص ۵۳۸ پر متعدد راویوں نے نقل کیا سہیل سے، انہوں نے جعفر بن محمد بن یسار سے، انہوں نے دھقان سے، انہوں نے درست سے، انہوں نے امام جعفرؑ سے اور آنجنابؑ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔

[4] برقی نے ص ۶۳۳ پر اپنی اسناد سے محمد بن مسلم سے اور انہوں نے امام جعفرؑ سے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا: جانور کے منہ پر مت مارو کیونکہ وہ اس سے اپنے رب کی حمد کرتا ہے اور اسی طرح کافی ج ۶ ص ۵۳۸ پر مذکور ہے۔

[5] اسے کلینی نے ج ۶ ص ۵۳۵ پر اپنی اسناد سے عمرو بن جمیع سے اور انہوں نے حضرت امام جعفرؑ سے روایت کیا ہے۔

[6] 'کافی' اور 'محاسن' میں اس حدیث کو امام جعفرؑ سے بیان کیا گیا ہے سند کے ساتھ۔

پہچان رکھتے جس طرح تم لوگ رکھتے ہو تو لوگوں کو کوئی جانور موٹا اور چرب دار کھانے کو نہ ملتا۔ یہ اس پہلی حدیث کے مخالف نہیں اس لئے کہ وہ موت کو تو جانتے ہیں مگر اتنا نہیں جتنا تم لوگ جانتے ہو۔

باب: گھوڑے پر خرچ کرنے کا ثواب

(۲۴۷۷) قول خدا: الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (سورۂ بقرہ آیت ۲۷۴) (وہ لوگ جو اپنے اموال میں سے رات دن پوشیدہ طور سے اور بظاہر صدقہ نکالتے ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس ثواب و اجر ہے اور ان کے لئے نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی حزن) کے بارے میں رسول اللہؐ نے فرمایا: یہ گھوڑے پر خرچ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔

اس کتاب کے مصنف۔ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: روایت کی گئی ہے کہ یہ آیت امیر المومنینؑ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس کے نزول کا سبب یہ ہوا کہ آنجنابؑ کے پاس صرف چار درہم تھے۔ آپؑ نے ان میں سے ایک درہم رات میں تصدق کیا، ایک درہم دن میں تصدق کیا اور ایک درہم پوشیدہ تصدق کیا اور ایک درہم سب کے سامنے تو یہ آیت نازل ہوئی اور آیت جب کسی ایک چیز کے متعلق نازل ہوتی ہے تو اس طرح کی جتنی چیزیں ہیں سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اور اس کی تفسیر میں ہم لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی انفاق امیر المومنینؑ کے بارے میں مگر اس کے بعد اس کا اطلاق ہوتا رہے گا گھوڑے اور اس کے مشابہ اور چیزوں پر جو کچھ خرچ کیا جائے۔

باب: گھوڑے کے دونوں اگلے پاؤں کے چھپے ہوئے حصہ میں پیوند نما داغ کا سبب

(۲۴۷۸) حماد بن عثمان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان ہم دیکھتے ہیں گھوڑوں کے اگلے دونوں پاؤں کے چھپے ہوئے حصہ میں جیسے دو پیوند لگے ہوں جیسے لوہے سے داغ دیا گیا ہو۔ یہ کیا چیز ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ماں کے پیٹ میں یہ اس کے نرخرے کی جگہ ہے۔

باب: جانوروں کی اچھی طرح دیکھ بھال کرنا

(۲۴۷۹) حضرت ابوذر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا آپؐ فرما رہے تھے کہ ہر جانور یہ دعا مانگتا ہے کہ اے اللہ تو مجھے ایسا مالک دے جو سچے معنوں میں مالک ہو۔ مجھے پیٹ بھر کر کھلائے پلائے اور مجھ پر اتنا بوجھ نہ لادے کہ جس کے اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہ ہو۔ [1]

(۲۴۸۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے: جو شخص کوئی جانور خریدتا ہے تو جانور کہتا ہے پروردگار تو اس خریدار کو میرے لئے رحیم بنادے۔ [2]

(۲۴۸۱) اور عبد اللہ بن سنان نے ان ہی جنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تم لوگ گھوڑے رکھا کرو یہ باعث زینت ہے اس سے بہت سی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اور اس کا رزق اللہ کو دینا ہے۔

(۲۴۸۲) سکونی نے اپنے اسناد [3] کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ نرمی کو پسند کرتا ہے اور اس پر معین و مددگار ہوتا ہے۔ جب تم کسی دبلے پتلے جانور پر سواری کرو تو جگہ جگہ اس کو ٹھہراؤ اگر سرزمین بے آب و گیاہ ہے اس سے جلد۔ سے جلد نکل جاؤ

---

[1] اسی طرح 'محاسن' میں روایت کی گئی ہے۔ نیز کلینی نے دوسرے الفاظ میں سند کے ساتھ امام جعفرؑ سے ج ۲ ص ۵۳۷ پر اسے بیان کیا ہے۔

[2] 'محاسن' ص ۶۲۶ پر علی بن جعفر کی سند سے ابو ابراہیم علیہ السلام سے مروی ہے۔

[3] یعنی صادق علیہ السلام نے روایت کی اپنے آباء علیہم السلام سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے۔

اور اگر زمین سرسبز و شاداب ہے تو جگہ جگہ اس کو ٹھہراؤ۔

(۲۴۸۳) نیز حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تم میں سے جو شخص سواری پر سوار ہو کر سفر کرے تو سواری سے اترنے کے بعد سب سے پہلے اسے دانا اور پانی دے۔ [1]

(۲۴۸۴) اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی سرسبز خطہ زمین میں سفر کرو تو نرم رفتار سے سفر کرو اور جب کسی بنجر اور بے آب و گیاہ خطہ میں سفر کرو تو تیز رفتاری اختیار کرو۔

باب: اونٹ کے متعلق احادیث

(۲۴۸۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: سرخ اونٹ رکھنے سے پرہیز کرو اس لئے کہ اس کی عمر بہت کم ہوتی ہے۔ [2]

(۲۴۸۶) نیز آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: ہر اونٹ کی کوہان پر ایک شیطان مسلط رہتا ہے لہٰذا اس کا پیٹ بھر و اس کو قابو میں رکھو اور اس سے خدمت لو۔

(۲۴۸۷) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ سیاہ اور بدصورت اونٹ خریدا کرو وہ بہت طویل العمر ہوتا ہے۔ [3]

(۲۴۸۸) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اونٹ اپنے گھر والوں کے لئے باعث عزت ہوتا ہے۔ [4]

(۲۴۸۹) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹوں کی قطار کے درمیان سے نکلنے کو منع فرمایا تو آپؐ سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ کیوں؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: اس لئے کہ ایک اونٹ سے دوسرے اونٹ کے درمیان ایک شیطان ہوتا ہے۔ [5]

(۲۴۹۰) ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا پیشہ اچھا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: زراعت جسے آدمی اپنے ہاتھ سے کرے اور اس کی دیکھ بھال کرے اور کاٹنے کے دن اس کا حق ادا کر دے۔ دریافت کیا گیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) زراعت کے بعد کونسا پیشہ اچھا ہے آپؐ نے فرمایا: آدمی اپنے بھیڑ بکریوں کو گلے کو لیے ہوئے بارانی مقامات پر چلا جائے۔ یہیں نماز پڑھتا اور زکوٰۃ دیتا رہے۔ دریافت کیا گیا کہ گلہ بانی کے بعد کونسا پیشہ اچھا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: گائے پال لے اور (اس کے دودھ سے) صبح نفع اُٹھائے اور شام نفع اُٹھائے۔ دریافت کیا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گائے کے بعد کیا بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ اونچے درخت جن کے پاؤں زمین میں گڑے ہوئے ہیں اور زمانۂ قحط میں بھی کھانا کھلا دیتے ہیں۔ کھجوروں کے درخت بھی کتنے اچھے ہیں، جس نے اس کو فروخت کیا اس کی قیمت بالکل ایسی ہے جیسے پہاڑ کی چوٹی کی راکھ کہ تیز ہوا چلے اور وہ اپنی جگہ چھوڑ کر نیچے آجائے۔ پھر عرض کیا گیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کھجور کے بعد کیا بہتر ہے؟ اس پر آپؐ خاموش ہوئے تو ایک شخص نے کہا: اور اونٹ کہاں گیا۔ آپؐ نے فرمایا: اس میں بدنصیبی، دشواری، پریشانی اور گھر سے دوری ہے۔ اس میں صبح و شام نحوست ہی نحوست ہے۔ اس سے اگر نفع بھی حاصل ہوتا ہے تو منحوس اور بائیں سمت سے لیکن یہ شقی اور ظالم جمال اس کو معدوم نہیں ہونے دیتے۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس سے اگر نفع حاصل ہوتا بھی ہے تو منحوس سمت سے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے اگر دودھ دوہا جاتا ہے یا سوار ہوا جاتا ہے تو صرف بائیں جانب سے (داہنی اور اچھی سمت سے نہیں)۔

---

[1] سند کے لئے 'محاسن' ص ۳۶۱ سے رجوع کیا جائے۔

[2] مروی ہے 'کافی' ج ۶ ص ۵۴۳ پر ابن ابی یعفور سے کہ انہوں نے روایت کی امام باقرؑ سے۔

[3] 'کافی' ج ۶ ص ۵۴۳ پر صفوان جمال کی حدیث کے ذیل میں جو انہوں نے روایت کی ابوعبداللہ علیہ السلام سے جس میں فرمایا: میرے لئے بدصورت اونٹ خریدو۔۔۔۔ تا آخر حدیث اور 'محاسن' میں بھی ایسی ہی حدیث ابوعبداللہ علیہ السلام سے مروی ہے۔

[4] برقی نے ص ۶۳۵ پر اپنی اسناد سے عمر بن ابان سے اور انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایسا فرمایا۔

[5] برقی نے مرسل سند سے اسی حدیث کو بیان کیا ہے۔

(۲۴۹۱) امام علیہ السلام نے بھیڑ کے متعلق فرمایا: جب یہ فائدہ دینا شروع کرتی ہے تو (دودھ اور بچوں کی شکل میں) نفع دیتی ہی رہتی ہے اور جب جانے لگتی ہے تو بھی مالک کو فائدہ دے کر جاتی ہے (اپنے گوشت اور چمڑے وغیرہ سے) اور گائے جب نفع دینے لگتی ہے تو نفع دیتی رہتی ہے اور جب جانے لگتی ہے تو چلی جاتی ہے (جتنا کھایا ہے اور جتنا نفع دیا ہے برابر ہو جاتا ہے) اور اونٹ جب نفع دینے لگتا ہے (تو اس سے زیادہ کھا جاتا ہے) تو نقصان ہی رہتا ہے اور جب جانے لگتا ہے تو نقصان ہی دے کر جاتا ہے۔

باب: اونٹ کے ساتھ عدل کرنا واجب ہے اسے مارنا نہیں چاہیے اُس پر ظلم نہیں کرنا چاہیے

(۲۴۹۲) سکونی نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اونٹ کو دیکھا کہ وہ بندھا ہوا ہے اور اس پر بوجھ لدا ہوا ہے تو فرمایا: اس کا مالک کہاں ہے اس سے کہہ دو کہ وہ کل قیامت کے دن اس کی جوابدہی کے لئے تیار رہے۔

(۲۴۹۳) اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حاملہ اونٹنیوں کو آخر میں رکھو اس لئے کہ ان کے دونوں ہاتھ معلق ہیں اور ان کے دونوں پاؤں بھاری ہیں۔

(۲۴۹۴) ابن فضال نے حماد لحام سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اونٹوں کی قطار سامنے سے گذری تو آپؑ نے دیکھا کہ ایک اونٹ پر کسی ہوئی محمل ایک طرف کو جھکی ہوئی ہے تو آپؑ نے فرمایا: اے غلام اس کے محمل کو معتدل کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ عدل واعتدال کو پسند کرتا ہے۔

(۲۴۹۵) ایوب بن اعین نے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے ولید بن صبیح کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بیان کرتے ہوئے سنا کہ ابوحنیفہ (سعید بن بیان سابق الحاج الھمدانی) نے ماہ ذی الحجہ کا چاند قادسیہ میں دیکھا (جو نجف کا ایک قریہ ہے) اور عرفات میں ہم لوگوں کے ساتھ پہنچا (آٹھ دن میں اتنی طویل مسافت طے کر لی) تو آپؑ نے فرمایا: (اتنی تیز رفتاری میں) اس کے لئے نماز تو ممکن نہیں (سوائے اس کے کہ اس نے اشاروں سے نماز پڑھی ہو)۔

(۲۴۹۶) اور حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام نے اپنے ایک ناقہ پر چالیس حج کیے اور کبھی اس کو ایک کوڑا بھی نہیں لگایا۔

(۲۴۹۷) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس اونٹ پر تین سال حج کر لیا جائے اس کو جنت کا اونٹ قرار دیا جائے گا۔ اور روایت کی گئی ہے سات سال[1]۔

باب: جو کچھ ایک کے بعد ایک سواری کے لئے آیا ہے

(۲۴۹۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر المومنین علیہ السلام اور مرثد بن ابی مرثد غنوی ان تینوں کے پاس ایک (ہی) اونٹ تھا یہ سب بدر کی طرف جاتے ہوئے ایک کے بعد ایک اس پر سوار ہوتے۔

باب: مومن مسافر کی مدد واعانت کا ثواب

(۲۴۹۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص ایک مومن مرد مسافر کی اعانت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ۷۳ مصائب وتکالیف کو دور کر دے گا اور دنیا وآخرت میں اس کو غم وہم سے پناہ دے گا، اس سے کرب عظیم کو دور رکھے گا جس دن لوگوں کا دم گھٹا جاتا ہوگا اور دوسری احدیث میں ہے جب لوگوں کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔

---

[1] حدیث نمبر ۲۲۰۹ میں یہ روایت بیان کی جا چکی ہے اور اسی طرح 'محاسن' کے ص ۶۳۵ پر مروی ہے۔

باب: سفر میں مروت

(۲۵۰۰) ایک مرتبہ کچھ لوگ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے آپس میں مروت وسخاوت کا تذکرہ کررہے تھے تو آنجنابؑ نے فرمایا: تم لوگوں کا خیال ہے کہ مروت وسخاوت فسق وفجور میں ہے اور مروت وسخاوت دستر خوان پر چنے ہوئے طعام اور کسی کے ساتھ کچھ نیکی کرنے اور کسی کی اذیت و تکلیف کو دور کرنے کا نام ہے۔ مگر یہ سب شاطرانہ حرکت ہے اور فسق ہے۔ اس کے بعد فرمایا: اب بتاؤ کہ مروت کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: ہمیں نہیں معلوم۔ آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم مروت یہ ہے کہ انسان اپنا دستر خوان اپنے گھر کے صحن میں بچھائے۔ اور مروت کی دو قسمیں ہیں، ایک مروت حضر میں اور ایک مروت سفر میں۔ حضر میں مروت یہ ہے کہ انسان تلاوت قرآن کرے، مسجد میں پابندی سے جائے۔ برادرانِ ایمان کے ساتھ ضروریات کے پورا کرنے کے لئے جائے۔ خادم پر بخشش کرے جس کو دوست دیکھ کر خوش ہو اور دشمن ذلیل وخوار ہو جائے اور سفر میں مروت وسخاوت تو وہ یہ ہے کہ اس کا توشۂ سفر کثیر مقدار میں ہو اور عمدہ ونفیس ہو اور جو لوگ ساتھ ہوں ان پر خوب خرچ کرے اور اپنے ہمسفر لوگوں کی باتیں ان کے جدا ہونے کے بعد اور لوگوں سے پوشیدہ رکھے اور مزاح اور خوش مزاجی بہت ہو، گمراہی نہ ہو کہ جو اللہ کی ناراضگی کا سبب بنے۔ اس کے بعد فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے میرے جد صلوات اللہ علیہ وآلہ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا اللہ تعالیٰ بندہ کو رزق بقدر اس کی مروت کے عطا کرتا ہے اور اللہ کی طرف سے اعانت بندے کے خرچ پر نازل ہوتی ہے اور جتنی شدید بلاء ومصیبت ہوتی ہے اسی کے مطابق صبر نازل ہوتا ہے۔

باب: وہ منزلیں اور مقامات کہ جن میں پڑاؤ ڈالنا مکروہ ہے

(۲۵۰۱) سکونی نے اپنے اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم لوگوں کو آخرِ شب استراحت کے لئے پڑاؤ ڈالنا ہے تو سرِ راہ اور وادیوں میں پڑاؤ ڈالنے سے اجتناب کرو اس لئے کہ یہ درندوں اور سانپوں کی جگہیں ہوتی ہیں۔

(۲۵۰۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی منزل پر پڑاؤ ڈالے جہاں درندوں کا خوف ہو تو یہ دعا پڑھے: اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْکَ لَهُ، لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى کُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ سَبُعٍ (میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کے لئے ملک ہے اسی کے لئے حمد ہے اس کے دست قدرت میں خیر وبہتری ہے اور وہی ہر شے پر قادر ہے۔ اے اللہ میں ہر درندے کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں) تو اللہ تعالیٰ وہاں کے درندوں سے اس کی حفاظت کرے گا ان شاء اللہ یہاں تک کہ وہ اس منزل سے کوچ کر جائے۔

باب: سفر میں پا پیادہ چلنا

(۲۵۰۳) منذر بن جیفر نے یحییٰ بن طلحہ نہدی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہم لوگوں سے ارشاد فرمایا: پیدل چلو اور تیز چلو یہ تم لوگوں کو ہلکا محسوس ہوگا (تکان کم آئے گی)۔

(۲۵۰۴) روایت کی گئی ہے کہ کچھ لوگ پا پیادہ سفر کررہے تھے اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تک پہنچے ان لوگوں نے آپؐ سے پا پیادہ چلنے میں تکان کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا: تیز رفتاری کا سہارا لو۔

(۲۵۰۵) اور معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس کے اوپر قرض ہے تو کیا اس پر حج کرنا واجب ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں مسلمانوں میں جو بھی پا پیادہ چلنے کی طاقت رکھتا ہے اس پر حجۃ الاسلام واجب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اکثر لوگ پا پیادہ چل کر حج کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام کراع الغمیم سے گذرے تو آپؐ سے لوگوں نے تکان سفر کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا: ذرا کمر مضبوط باندھ کر تو دیکھو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا اور وہ تھکن وغیرہ سب جاتی رہی۔

(۲۵۰۶) علی بن ابی حمزہ نے ابوبصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں آنجنابؑ سے قول خدا: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا (اور لوگوں پر واجب ہے کہ محض خدا کے لئے خانہ کعبہ کا حج کریں جنہیں وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو) (سورہ آل عمران آیت ۹۷) کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اگر (انسان) کے پاس کچھ نہیں ہے تو پا پیادہ حج کے لئے نکلے۔ میں نے عرض کیا: مگر پیدل چلنے کی اس میں طاقت نہیں۔ آپؑ نے فرمایا: کچھ پیدل چلے کچھ سواری پر۔ میں نے عرض کیا: اس میں اتنی بھی مقدرت نہیں تو فرمایا: پھر لوگوں کی خدمت گذاری کرے اور ان کے ساتھ حج کو نکل جائے۔ ؎

باب: آداب مسافرت

(۲۵۰۷) سلیمان بن داؤد منقری نے حماد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے بیان فرمایا: حضرت لقمان نے اپنے فرزند کو نصیحت کی کہ اگر تم چند لوگوں کے ساتھ سفر کرو تو ان سے اپنے معاملہ میں اور ان کے معاملہ میں مشورہ کرتے رہو اور اپنی باتوں سے لوگوں کو متبسم کرتے رہو اور اپنے زادِ سفر میں سے لوگوں پر سخاوت کرو۔ جب وہ لوگ پکاریں تو فوراً پہنچو، اگر مدد چاہیں تو ان کی مدد کرو۔ اور اکثر اوقات خاموشی اختیار کرو۔ بہت زیادہ نماز میں مشغول رہو۔ اور تمہارے پاس سواری یا پانی یا کھانے پینے کی چیز جو کچھ بھی ہے اس میں سخاوت نفسی ظاہر کرو اور جب لوگ تم سے گواہی طلب کریں تو سچی گواہی دو۔ اور جب لوگ تم سے مشورہ کے خواہشمند ہوں تو انہیں اپنی رائے پیش کرو۔ اور کسی کام کا پختہ ارادہ نہ کرو جب تک کہ اس پر بار بار نظر نہ ڈال لو اور وہ صحیح ثابت نہ ہو جائے۔ اور کسی مشورہ پر فوراً فریفتہ نہ ہو جاؤ بلکہ اُٹھو بیٹھو۔ سو رہو۔ کھاؤ پیو، نماز پڑھو اور اس اثناء میں تمہارا پورا ذہن، تمہاری پوری سوچ اس مشورہ کی طرف متوجہ رہے۔ اس لئے کہ مشورہ دینے والا اگر کسی کو خوب سوچ سمجھ کر مشورہ نہ دیگا تو اللہ تعالیٰ اس سے اہل رائے ہونے کی قوت کو سلب کر لے گا۔ اور اس امانت کو اس سے واپس لے لیگا۔ اور جب دیکھو کہ تمہارے ساتھی کہیں جا رہے ہیں تو تم بھی ان کے ساتھ جاؤ اور دیکھو کہ وہ لوگ کوئی کام کر رہے ہیں تو تم بھی ان کے ساتھ کام میں لگ جاؤ۔ جب وہ لوگ کسی کو صدقہ یا قرض دیں تو تم بھی ان کا ساتھ دو۔ اور جو شخص تم سے سن میں بڑا ہے اس کی بات سنو اور جب وہ لوگ تم کو کسی کام کا حکم دیں یا کوئی چیز مانگیں تو ہاں کہو، نہیں نہ کہو اس لئے کہ نہیں عاجزی کی علامت ہے جو باعث ملامت ہے۔ اور جب تم لوگ راستہ بھول جاؤ تو رک جاؤ (آگے نہ بڑھو) اور اگر تمہیں کسی معاملہ میں شک ہو تو ٹھہر و اور آپس میں مشورہ کر لو۔ اور جب تم لوگ اپنے راستہ میں ایک شخص کو پاؤ تو اس سے اپنا راستہ نہ پوچھو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی چور یا ڈاکو کا جاسوس ہو۔ یا وہ وہی شیطان ہو جس نے تمہارا راستہ بھلایا ہے اور اگر دو آدمی ملیں تو ان سے بھی اجتناب کرو مگر یہ کہ ان میں تم لوگ وہ دیکھو جو میں نہیں دیکھ رہا ہوں۔ اور ایک صاحب عقل اپنی عقل کی آنکھوں سے ذرا بھی دیکھے گا تو حق کو پہچان لے گا۔ اور شخص حاضر وہ سب کچھ دیکھ لیتا ہے جو شخص غائب نہیں دیکھ سکتا۔ اے فرزند جب نماز کا وقت آجائے تو اس میں ذرا تاخیر نہ کرو فوراً نماز پڑھو اس سے چھٹکارا حاصل کرو۔ اس لئے کہ یہ قرض ہے اور با جماعت نماز پڑھو خواہ وہ نوک نیزہ پر کیوں نہ ہو۔ اور اپنی سواری پر ہرگز نیند نہ کرو اس لئے کہ اس سے سواری کی پشت جلد زخمی ہو جاتی ہے اور یہ صاحب حکمت لوگوں کا کام نہیں۔ لیکن یہ کہ تم محمل میں ہو، جوڑ بند کو ڈھیلا کرنے کے لئے لیٹ رہنا تمہارے لئے ممکن ہو۔ اور جب منزل کے قریب پہنچو تو اپنی سواری سے اتر کر فوراً اپنے کھانے پانی سے پہلے سواری کے چارے پانی کا انتظام کرو۔ اس لئے کہ وہ بھی تمہارا نفس ہے۔ اور جب کہیں منزل کرنے کا ارادہ ہو تو تم لوگوں پر فرض ہے کہ ایسی جگہ کا انتخاب کرو جس کا رنگ اچھا ہو، زمین نرم ہو، اس میں گھاس زیادہ ہو۔ اور جب سواری سے اترو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھو پھر بیٹھو اور جب تمہیں پاخانے جانا ہو تو راستے سے دور نکل جاؤ اور قضائے حاجت کرو۔ اور جب اس منزل سے کوچ کا ارادہ ہو تو پہلے اس جگہ دو رکعت نماز پڑھ کر اس جگہ کو

؎ یہ حدیث فقہاء کے نزدیک دستور کے موافق نہیں ہے اور تقیہ یا مستحب ہونے پر محمول ہے 'مدارک' ص ۳۶۸ میں ہے کہ تمام علماء کا اجماع ہے کہ استطاعت حج کے لئے شرط ہے جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے: ولـلّٰه على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا ۔ اور فرمایا ہے: لا يكلف الله نفساً الا وسعها (اللہ کسی کو اس کی قدرت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا)۔

رخصت کرو اس کو سلام اور وہاں کے بسنے والوں کو سلام کہو اس لئے کہ زمین کے ہر چپہ پر ملائکہ آباد ہیں اور اگر تم سے یہ ممکن ہو کہ اس وقت تک کھانا نہ کھاؤ جب تک کہ صدقہ نہ کرلو تو ایسا کرو۔

اور تم پر لازم ہے کہ جب تک سواری پر رہو کتاب خدا کی تلاوت کرتے رہو۔ اور جب تک کوئی کام کرتے رہو تسبیح پڑھتے رہو اور جب تک خالی رہو اور کوئی کام نہ کرو تو دعائیں پڑھتے رہو۔ اور اول شب میں سفر سے احتیاط کرو اور شب کے آخری حصہ میں سفر کیا کرو اور راہ چلتے وقت آواز بلند کرنے سے پرہیز کرو۔

باب: راستہ سے بھٹک جانے والے کے لئے دعا

(۲۵۰۸) علی بن ابی حمزہ نے ابوبصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب تم راستہ بھٹک جاؤ تو ندا دو کہ یَا صَالِحُ یَا اَبَا صَالِحُ. اَرْشَدُوْنَا اِلَی الطَّرِیْقِ یَرْحَمُکُمُ اللّٰہُ (اے صالح یا اے ابوصالح آپ لوگ ہماری رہنمائی کریں راستہ کی طرف اللہ آپ پر رحم کرے)۔

(۲۵۰۹) اور روایت کی گئی ہے کہ خشکی پر حضرت صالح علیہ السلام موکل ہیں اور تری میں حضرت حمزہ موکل ہیں۔ (حالانکہ مشہور یہ ہے کہ خشکی پر حضرت خضر اور تری پر حضرت الیاس علیہما السلام موکل ہیں)۔

باب: منزل پر اترتے وقت کی دعا

(۲۵۱۰) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: اے علیؑ جب تم کسی منزل پر اترو تو کہو: اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبَارَکًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ (پروردگار مجھے بابرکت منزل پر اتار تو بہترین اتارنے والا ہے) تو اسکی اچھائی کی تمہیں اللہ روزی دے گا اور وہاں کی برائی سے اللہ تم کو دور رکھے گا۔

باب: کسی قریہ یا شہر میں داخل ہوتے وقت

(۲۵۱۱) اور جو وصیتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے کیں ان میں یہ بھی تھا کہ اے علیؑ جب تم کسی شہر یا کسی قریہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرو تو جس وقت اس کو دیکھو تو یہ کہو: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا، اَللّٰھُمَّ حَبِّبْنَا اِلٰی اَھْلِھَا وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَھْلِھَا اِلَیْنَا ۔[اے اللہ میں اس (شہر یا قریہ) کی بھلائی کا تجھ سے طلبگار ہوں اور اس کی برائی سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں اے اللہ تو یہاں کے ساکنین کے دل میں میری محبت پیدا کر۔ اور یہاں کے صالح بندوں کی محبت میرے دل میں ڈال دے۔]

باب: عالمِ مسافرت میں موت

(۲۵۱۲) حسن بن محبوب نے ابی محمد وابشی سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مرد مومن عالم مسافرت میں مرجاتا ہے اور وہاں اس پر کوئی رونے والا نہیں ہوتا تو اس پر زمین کا وہ ٹکڑا روتا ہے جس پر اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے، اس پر اس کے کپڑے روتے ہیں، اس پر آسمان کے وہ دروازے روتے ہیں جن سے اس کے اعمال اوپر جاتے تھے اور اس پر وہ دونوں ملک روتے ہیں جو اس پر مقرر تھے۔

(۲۵۱۳) نیز آنجناب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب کسی مسافر کی موت کا وقت آتا ہے اور وہ اپنے داہنے اور بائیں متوجہ ہوتا ہے مگر کسی کو نہیں دیکھتا

(تب) وہ اپنا سر آسمان کی طرف بلند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے: تو کس کی طرف ملتفت ہے؟ کسی ایسے کی طرف جو تیرے لئے مجھ سے بہتر ہے؟ مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم اگر میں تجھے اس مرض کی قید سے آزاد کروں گا تو تجھے اپنے اطاعت میں مشغول کروں گا اور اگر میں نے تیری روح قبض کر لی تو تجھے اپنے جوار رحمت و کرم میں رکھوں گا۔

باب: حج کر کے آنے والے کو مبارکباد دینا

(۲۵۱۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے (حج کر کے) واپس آنے والے سے فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ تیری طرف سے یہ عمل قبول کر لے اور تیرا جو کچھ خرچ ہوا ہے وہ واپس کر دے اور تیرے گناہوں کو بخش دے۔

باب: حاجی سے گلے ملنے کا ثواب

(۲۵۱۵) اور ابی الحسین اسدی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی حاجی سے اس کے گرد و غبار بھرے کپڑوں میں گلے ملے تو گویا اس نے حجر اسود کو بوسہ دیا۔

باب: نادر احادیث

(۲۵۱۶) جابر ابن عبداللہ انصاری سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا کہ جب کوئی شخص سفر سے واپس آئے تو رات کے وقت اپنے اہل و عیال میں بغیر اطلاع و اجازت کے داخل ہو۔

(۲۵۱۷) نیز آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: سفر عذاب کا ٹکڑا ہے لہٰذا جب تم میں سے کسی کا سفر ختم ہو جائے تو جلدی کر کے اپنے اہل و عیال کے کسی دروازے پر واپس پہنچے۔ ا

(۲۵۱۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: منزل منزل کی سیر میں زاد راہ ختم ہو جاتا ہے اور بد اخلاقی آ جاتی ہے، کپڑے میلے اور بوسیدہ ہو جاتے ہیں لہٰذا سیر تفریح صرف اٹھارہ میل تک کی ہو۔

(۲۵۱۹) عبداللہ بن میمون نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم لوگ راستہ بھول جاؤ تو ہمیشہ اپنی داھنی جانب مڑو۔

(۲۵۲۰) اور جعفر بن قاسم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ہر پل کی بلندی پر ایک شیطان ہوتا ہے جب تم لوگ اس بلندی تک پہنچو تو بسم اللہ الرحمن الرحیم کہو وہ تم سے بھاگ جائے گا۔

(۲۵۲۱) اور حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص سفر پر تحت الحنک کے ساتھ عمامہ باندھ کر نکلے گا اس کے لئے میں تین باتوں کا ضامن ہوں کہ اس کو چوری ہونے اور غرق ہونے اور جلنے کا کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔

باب: حج اور عمرے کے لئے بال بڑھانا

(۲۵۲۲) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: حج کے مہینے سب کو معلوم ہیں جو شوال و ذی القعدہ و ذی الحج ہیں پس جو شخص حج کا ارادہ رکھتا ہے وہ جب ماہ ذی القعدہ کا چاند دیکھے تو اپنے بال بڑھائے (کاٹنا چھوڑ دے) اور جو شخص عمرے کا ارادہ کرے تو وہ ایک ماہ اپنے بال بڑھائے۔ اور حاجی کو بھی اجازت ہے کہ وہ ایک ماہ پہلے سے بال بڑھائے اور یہ روایت ہشام بن حکم اور اسماعیل بن جابر نے حضرت امام جعفر صادق سے کی ہے۔

ا برقی نے ص ۳۷۷ پر نوفلی سے اور انہوں نے سکونی سے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔

(۲۵۲۳) سماعہ سے روایت ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے حج کے مہینوں میں پچھنے لگوانے اور پشت گردن کے بال منڈوانے کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: کوئی ہرج نہیں اور نورہ لگانے اور مسواک کرنے (بھی) میں کوئی ہرج نہیں ہے۔

باب: مواقیتِ احرام (احرام باندھنے کے مقامات)

(۲۵۲۴) عبیداللہ بن علی حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: احرام ان پانچ مقامات ہی سے باندھا جائے گا جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر فرمادیا ہے۔ کسی حاجی یا کسی عمرہ کرنے والے کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس سے پہلے یا اس کے بعد احرام باندھے۔ آپؐ نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ میقات مقرر فرمایا اور وہ مسجد شجرہ ہے کہ جس میں آپؐ نماز پڑھ رہے تھے کہ حج فرض ہونے کا حکم ملا۔ پس جب مسجد سے نکلے اور بیداء کی بلندی پر آئے اور میل اول کے مقابل ہوئے تو آپؐ نے احرام باندھا۔ اور آپؐ نے اہل شام کے لئے جحفہ کو، اہلِ نجد کے لئے عقیق کو، اہل طائف کے لئے قرن المنازل کو اور اہل یمن کے لئے یلملم کو میقات مقرر فرمایا اور کسی کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرر کردہ مواقیت سے روگردانی کرے۔

(۲۵۲۵) اور رفاعہ بن موسیٰ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جو روایت کی ہے اس میں یہ ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل نجد کے لئے عقیق کو میقات مقرر فرمایا اور کہا: یہ میقات ان لوگوں کے لئے ہے کہ جن کی سرزمین نجد میں شامل ہو جائے اور تم لوگ بھی ان میں سے ہی ہو۔ اور اہل شام کے لئے جحفہ کو میقات مقرر کیا اور جحفہ کو مہیعہ بھی کہا جاتا ہے۔

(۲۵۲۶) اور معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر تم عقیق کی شناخت نہ کرسکو تو لوگوں سے اور دیہات کے رہنے والے عربوں سے اس کے متعلق معلوم کرلو۔

(۲۵۲۷) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: عقیق کی ابتداء برید بعث سے ہوتی ہے اور یہ برید غمرہ (مکہ کے ایک پرانے کنوئیں کا نام) کے علاوہ ایک جگہ کا نام ہے۔

(۲۵۲۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل عراق کے لئے عقیق کو مقرر فرمایا اور عقیق کی ابتداء مسلخ سے ہوتی ہے درمیان میں مقام غمرہ آتا ہے اور آخر میں ذات عرق ہے اور اول پر احرام باندھ لینا افضل ہے۔

اور میقات پر پہنچنے سے پہلے احرام باندھ لینا جائز نہیں ہے [1] اور نہ میقات سے آگے بڑھ کر احرام باندھنا جائز ہے لیکن یہ کہ کوئی سبب پیدا ہو جائے یا بربنائے تقیہ ایسا کیا جائے۔ [2] اور اگر کوئی شخص بیمار ہو یا اس کو تقیہ کرنا پڑ رہا ہو تو کوئی ہرج نہیں اگر احرام ذاتِ عرق تک موخر کردے۔

---

[1] 'کافی' کے باب 'جو میقات کے بغیر احرام باندھے' ج ۴ ص ۳۲۱ میں صحیح کی مانند حسن حدیث میں ابن اذینہ سے ہے کہ ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: جس نے حج کے لئے حج کے مہینوں کے علاوہ احرام باندھا اس کا حج نہیں اور جس نے میقات کے علاوہ کہیں سے احرام باندھا اس کا احرام نہیں، اور ایک دوسری حدیث میں حضرت امام باقرؑ سے مروی ہے کہ فرمایا: اس کی مثل ویسی ہی ہے جیسے کوئی سفر میں چار رکعت نماز پڑھے اور دو کو ترک کردے۔

[2] کلینی رحمۃ اللہ نے کافی ج ۴ ص ۳۲۳ پر صحیح حدیث میں صفوان بن یحییٰ سے اور انہوں نے ابوالحسن رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں نے آنجنابؑ کو لکھا کہ بصرہ کے آپؑ کے بعض موالی بطن عقیق سے احرام باندھتے ہیں اور اس جگہ نہ پانی ہوتا ہے نہ ٹھہرنے کی جگہ۔ وہاں ان پر شدید بوجھ ہوتا ہے اور ان کے ساتھی اور اونٹ والے جلدی مچاتے ہیں اور بطن عقیق کے پندرہ میل پیچھے ٹھہرنے کی جگہ ہے وہاں پانی ہے اور وہ ان لوگوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے جو وہاں اترتے ہیں۔ تو آپؑ کیا دیکھتے ہیں اگر وہ لوگ پانی کے مقام پر احرام باندھیں اپنے رفقاء کے ساتھ اور ان کے لئے خفت کا باعث ہوں؟ تو آنجنابؑ نے جواباً تحریر فرمایا: بیشک رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مواقیت قائم کیے تھے وہاں کے رہنے والوں کے لئے اور جو وہاں نہ رہنے والا وہاں آئے۔ اور یہاں رخصت ہے اس کے لئے جس کو کوئی علت عارض ہو۔ پس میقات سے آگے نہ بڑھو سوائے یہ کہ کوئی علت ہو۔ اور تقیہ علت ہے بلکہ سب سے بڑی علت ہے۔

(۲۵۲۹) اور معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اہل مدینہ میں سے ایک شخص کے متعلق دریافت کیا کہ اس نے مقام جحفہ سے احرام باندھا تو آپؑ نے فرمایا: کوئی ہرج نہیں ہے۔

(۲۵۳۰) ابو بصیر سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم لوگ کوفہ میں یہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تمہارا حج اس وقت پورا ہوگا کہ جب تم احرام اپنے اس گھر سے کرو جس میں تمہارے اہل و عیال رہتے ہیں۔ تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: سبحان اللہ جیسا یہ کوفہ کے راویان کہتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لباس میں مسجد شجرہ تک نہ آتے بلکہ اپنے گھر ہی سے احرام باندھتے (گھر سے احرام وہ لوگ باندھیں گے جن کا گھر میقات کے اندر مکہ کی طرف ہو)۔

(۲۵۳۱) اور میسر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک شخص کے متعلق دریافت کیا کہ اس نے عقیق سے احرام باندھا اور دوسرے شخص نے کوفہ سے احرام باندھا ان دونوں میں از روئے عمل کون افضل ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اے میسر یہ بتاؤ کہ تم عصر کی نماز چار رکعت پڑھو وہ افضل ہے یا چھ رکعت پڑھو وہ افضل ہے؟ میں نے عرض کیا: میں چار رکعت پڑھوں تو وہ افضل ہے۔ آپؑ نے فرمایا: بس اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت غیر سنت سے افضل ہے۔

(۲۵۳۲) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کا گھر جحفہ کے پیچھے واقع ہے وہ احرام کہاں سے باندھے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ اپنے گھر سے احرام باندھے۔

(۲۵۳۳) اور دوسری حدیث میں ہے کہ جس شخص کا گھر میقات اور مکہ کے درمیان ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے گھر سے احرام باندھے۔ [1]

(۲۵۳۴) حسن بن محبوب نے عبداللہ بن سنان سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: جو شخص مدینہ میں ایک ماہ یا اس سے کچھ زیادہ قیام کرے پھر حج کا ارادہ کرے اور اس کو خیال ہو کہ وہ مدینے کی راہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے راستے سے حج کو جائے تو جب وہ مسجد شجرہ اور بیداء سے چھ میل کے محاذات پر پہنچے تو وہاں سے احرام باندھے۔

باب: احرام باندھنے کا تہیہ

(۲۵۳۵) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب تم عراق کی طرف سے مقام عقیق پر (احرام باندھنے کے لئے) پہنچو یا ان مواقیت میں سے کسی ایک پر پہنچو اور تمہارا ارادہ احرام باندھنے کا ان شاء اللہ تعالیٰ ہو تو اپنی دونوں بغلوں کے بال صاف کرلو۔ اپنے ناخن تراش لو۔ اپنے پیڑو کے بالوں پر طلاء کرلو۔ اپنی مونچھیں تراش لو اور ان میں سے جس کو بھی پہلے شروع کرو تمہارے لئے کوئی ہرج نہیں۔ پھر مسواک کرو اور غسل کر کے اپنے کپڑے پہن لو اور چاہیے کہ ان تمام باتوں سے قبل زوال فارغ ہو جاؤ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اگر زوال آفتاب تک نہ بھی فارغ ہو تو کوئی ہرج نہیں ہے لیکن اگر ان باتوں سے تم زوال آفتاب سے قبل فارغ ہو لو تو یہ میرے نزدیک بہت ہی اچھا ہے۔

(۲۵۳۶) اور معاویہ بن وھب نے روایت کی ہے کہ ہم لوگ مدینہ میں تھے وہاں لوگوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے تہیہ احرام کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: تم مدینہ ہی میں نورا لگا لو اور جو کچھ تم سامان کرنا چاہتے ہو وہ کرلو اور اگر چاہو تو غسل بھی کرلو اور اگر چاہو تو اپنی قمیض پہن لو اور مسجد شجرہ چلے جاؤ۔

(۲۵۳۷) معاویہ بن عمار نے آپؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو میقات پر پہنچنے سے چھ شب پہلے طلاء کرتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی

---

[1] اسی طرح 'تہذیب' ج ۱ ص ۴۶۳ پر صحیح حدیث میں معاویہ بن عمار نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

ہرج نہیں۔ پھرانہوں نے آپؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا جو مکہ پہنچنے سے سات شب پہلے طلاء کرتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس میں کوئی ہرج نہیں۔

(۲۵۳۸) علی بن ابی حمزہ نے ابی بصیر سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی شخص نے دریافت کیا اور اس وقت میں موجود تھا اس نے کہا: جب میں احرام کے لئے پہلا طلاء کروں تو پھر دوسرا طلاء کب کروں اور ان دونوں کے درمیان کتنے دنوں کا فاصلہ ہو؟ آپؑ نے فرمایا: اگر ان دونوں کے درمیان دو جمعہ یعنی پندرہ دن کا فاصلہ ہو تو طلاء کرلو۔

(۲۵۳۹) ابن ابی عمیر نے ہشام بن سالم سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کی ایک جماعت مدینہ میں تھی وہاں ہم لوگوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم لوگ آپؑ سے رخصت ہونا چاہتے ہیں تو ہمارے پیغام کے جواب میں آپؑ نے کہلایا کہ تم لوگ مدینہ میں ہی غسل کرلو اس لئے کہ ذوالحلیفہ میں تمہارے لئے پانی کی مشکل ہوگی لہٰذا مدینہ میں غسل کر کے اپنے احرام کے لباس پہن لو۔ اور ایک ایک دو دو کر کے میرے پاس آؤ۔ چنانچہ آپؑ کے فرمان کے مطابق ہم لوگ آنجنابؑ کے پاس جمع ہوگئے تو ابی یعفور نے آپؑ سے دریافت کیا کہ غسل احرام کے بعد تیل لگانے کے بارے میں آپؑ کیا فرماتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: غسل سے پہلے ہو یا بعد میں یا غسل کے ساتھ ساتھ اس میں کوئی ہرج نہیں پھر یہ کہہ کر آپؑ نے ایک شیشی منگوائی جس میں خالص روغن بان تھا آپؑ نے حکم دیا اور ہم لوگوں نے وہ روغن لگایا۔ اور جب ہم لوگ وہاں سے چلنے لگے تو آپؑ نے فرمایا: اب اگر ذی الحلیفہ پہنچ کر پانی بھی مل جائے تو تم لوگوں پر غسل واجب نہ ہوگا۔

(۲۵۴۰) اور محمد حلبی نے آنجناب علیہ السلام سے روغن خیری اور روغن بنفشہ کے متعلق دریافت کیا کہ اگر ہم لوگ احرام کا ارادہ کریں تو کیا یہ روغن ہم لوگ لگائیں؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔ اور انہوں نے آپؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جو احرام کے لئے مدینہ میں غسل کر لیتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: یہی اس کو ذوالحلیفہ میں غسل سے کفایت کرے گا (وہاں غسل کی ضرورت نہ ہوگی)۔

(۲۵۴۱) معاویہ بن عمار نے آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر روغن میں مشک وعنبر وزعفران اور ورس (ایک قسم کی خوشبودار گھاس جو صرف یمن میں ہوتی ہے) نہ ہو تو انسان غسل احرام سے پہلے جو روغن چاہے استعمال کرے۔ نیز فرمایا: انسان اپنے احرام کے کپڑے خوشبو سے نہ بسائے۔

(۲۵۴۲) اور قاسم بن محمد جوہری نے علی بن ابی حمزہ سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو احرام باندھنے کا ارادہ رکھتا ہے اور خوشبودار تیل لگا رہا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: انسان جس وقت احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو ایسا کوئی تیل نہ لگائے جس میں مشک وغیرہ ہو اور اس کی خوشبو احرام باندھنے کے بعد اس کے سر میں موجود رہے اور اسی کے علاوہ غسل سے پہلے یا غسل کے بعد جو چاہے تیل استعمال کرے مگر احرام باندھنے کے بعد کسی قسم کا تیل لگانا تم پر حرام ہے جب تک احرام کھول کر مُحِل نہ ہوجاؤ۔

(۲۵۴۳) حماد نے حریز سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر عورت سرمہ لگائے یا تیل لگائے اور ان سب کے بعد احرام کے لئے غسل کرلے تو کوئی ہرج نہیں ہے۔

(۲۵۴۴) اور جمیل کی روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تمہارا دن کا غسل رات کے لئے کافی ہے اور تمہارا رات کا غسل دن کے لئے کافی ہے۔

(۲۵۴۵) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا کہ جس نے احرام کے لئے غسل کیا اس کے بعد اپنے ناخن تراشے آپؑ نے فرمایا: پانی سے مسح کرلے (پانی لگالے) وہ دوبارہ غسل نہیں کرے گا۔

اور کوئی ہرج نہیں اگر ایک شخص صبح سویرے غسل کرلے اور شام کو احرام باندھے۔

اور اگر تم لبیک کہنے سے پہلے لباس پہنو تو اس کو اوپر سے اتارو اور غسل کو دہراؤ اور تم پر کوئی کفارہ نہیں اور اگر تم نے لبیک کہنے کے بعد لباس پہنا تو

اس کو نیچے سے اتارو اور تم پر ایک بکری کے دَم کا کفارہ ہے اور اگر تم مسئلے سے ناواقف تھے تو تم پر کوئی کفارہ وغیرہ نہیں ہے۔ [1]

اور اگر کوئی شخص احرام کے لئے غسل کر کے اپنا سر رومال و ازار سے پونچھے تو کوئی ہرج نہیں۔ [2]

اور اگر کوئی شخص احرام کے لئے غسل کرے پھر احرام باندھنے سے پہلے سو جائے تو مستحب ہے کہ وہ دوبارہ غسل کر لے اس لئے کہ تسلسل منقطع ہو گیا۔

(۲۵۴۶) عیص بن قاسم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے مدینہ میں احرام کے لئے غسل کیا اور دو کپڑے پہن لیے پھر احرام باندھنے سے پہلے سو گیا؟ آپؑ نے فرمایا: اس پر دوبارہ غسل نہیں ہے۔ [3] اور جو شخص اول شب میں غسل کرے اور آخر شب میں احرام باندھے تو وہ غسل اس کے لئے کافی ہے۔ [4]

باب: حاجیوں کی قسمیں

(۲۵۴۷) منصور الصیقل نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ہمارے نزدیک حاجی تین قسم کے ہوتے ہیں ایک حاجی حج تمتع کرنے والا۔ ایک حاجی حج مفرد کرنے والا اور ایک حاجی جو قربانی کا جانور اپنے ساتھ لائے۔ اور اپنے ساتھ قربانی کا جانور لانے والے ہی کو قارن کہتے ہیں۔

اہل مکہ اور جو وہاں حاضر ہے اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ حج کے لئے عمرہ سے تمتع کرے۔ بس ان کے لئے حج قِران یا حج اِفراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بنا پر: **فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما استیسر من الهدی.** (جو شخص حج تمتع کا عمرہ کرے تو اس کو جو قربانی میسر آئے کرنی ہوگی) (سورہ بقرہ آیت ۱۹۶) پھر اس کے بعد ارشاد باری تعالیٰ ہے: **ذلک لمن لم یکن اهله حاضری المسجد الحرام** [یہ حکم اس شخص کے بارے میں ہے جس کے اہل خانہ مسجد حرام (مکہ) کے باشندے نہ ہوں] (سورہ بقرہ آیت ۱۹۶)۔

---

[1] کلینی نے 'کافی' ج ۴ص ۳۴۸ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں اور شیخ نے صحیح حدیث میں معاویہ بن عمار سے اور انہوں نے ایک سے زیادہ افراد سے اور انہوں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے احرام کی نیت کر لی اور وہ پکڑے پہنا ہوا ہے فرمایا: کپڑا پکڑ کر کھینچے اور اسے پھاڑے نہیں اور اگر اس نے لبیک کہنے کے بعد پہنا ہے تو اسے پھاڑ کر پیروں کی طرف سے نکالے۔ بظاہر اس طرح سر کو (سایہ میں) ڈوبنے سے بچانا مقصود ہے۔

اور 'کافی' ج ۴ص ۳۲۸ پر اپنی اسناد سے علی بن ابی حمزہ سے روایت ہے کہ کہا: میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص احرام کے لئے غسل کرتا ہے پھر لبیک کہنے سے پہلے قمیض پہن لیتا ہے۔ فرمایا: اس نے اپنے غسل کو ضائع کر دیا۔ اور مشہور ہے کہ مستحب ہے کہ محرم اس لباس کو پہننے کے بعد جو اس کے لئے جائز نہیں غسل کا اعادہ کرے اور اسی کتاب کی صحیح حدیث میں زرارہ سے مروی ہے کہ امام باقرؑ نے فرمایا: جس محرم نے وہ لباس پہن لیا جو اس کے لئے جائز نہیں تھا اگر اس نے بھولے سے یا غلطی سے یا لاعلمی سے ایسا کر لیا تو اس پر کچھ نہیں۔ اور جس نے جان بوجھ کر ایسا کیا تو اس پر دَم دینا واجب ہے۔

[2] کلینی نے ج ۴ص ۳۲۸ میں صحیح کی مانند حسن حدیث میں ابن درّاج سے اور انہوں نے دونوں ائمہ علیہما السلام میں کسی ایک بزرگوار سے روایت کی ہے اُس شخص کے بارے میں جس نے احرام کے لئے غسل کیا پھر اپنے سر کو رومال سے پونچھ لیا۔ فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

[3] 'کافی' ج ۴ص ۳۲۸ پر صحیح حدیث میں نضر بن سوید نے ابی الحسن علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ کہا: میں نے آنجنابؑ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جس نے احرام کے لئے غسل کیا پھر سو گیا اس سے پہلے کہ احرام باندھتا۔ فرمایا: اس پر غسل کا اعادہ کرنا واجب ہے۔

[4] یہ بات گزر چکی ہے اور کلینی نے ج ۴ ص ۳۲۸ پر بطائنی سے اور انہوں نے ابی بصیر سے نقل کیا ہے کہ آنجنابؑ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے مدینہ میں غسل کیا احرام کے لئے۔ کیا یہ اس کے ذالحلیفہ کے غسل کے لئے کافی ہے؟ فرمایا: ہاں۔ پس وہاں ایک شخص آیا اور میں آپؑ کے پاس تھا اور کہا: ہمارے بعض ساتھیوں نے غسل کیا اور ان کو کوئی ضرورت پڑ گئی یہاں تک کہ شام ہو گئی فرمایا: اپنے غسل کا اعادہ کریں۔ صبح کا غسل دن کے لئے کافی ہوتا ہے اور رات کا غسل رات کے لئے۔ احتمال ہے کہ یہ اُس کے لئے ہے جو سوئے نہیں۔

اور مسجد حرام مکہ کے باشندہ ہونے کے حدود یہ ہیں کہ جو شخص مکہ اور اس کے اطراف اڑتالیس میل کے اندر ہو اور جو اس سے باہر ہے تو وہ صرف حج تمتع بالعمرہ کرے گا اس کے علاوہ کوئی دوسرا حج اللہ اس سے قبول نہیں کرے گا۔

(۲۵۴۸) ابن بکیر نے زرارہ سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے خانہ کعبہ کا طواف کرلیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرلی تو خواہ وہ چاہے یا نہ چاہے وہ محل ہو گیا سوائے یہ کہ وہ اسی سال عمرہ بجالائے یا یہ کہ قربانی کا جانور ساتھ لایا ہو یا جانور پر نشان لگایا ہو یا اس کی گردن میں جوتا بطور قلادہ لٹکا دیا ہو۔

(۲۵۴۹) اور ابن اُذینہ نے زرارہ سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک شخص حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں آیا، آپؑ اس وقت مقام ابراہیمؑ کے پیچھے تھے۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے حج اور عمرہ کے درمیان قِران کرلیا۔ آپؑ نے فرمایا: کیا تو نے خانہ کعبہ کا طواف کرلیا؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپؑ نے پوچھا: اور تو قربانی کا جانور اپنے ساتھ لایا؟ اس نے کہا: نہیں تو آپؑ نے اس کے سر کے بال پکڑے اور فرمایا: خدا کی قسم تو محل ہو گیا۔

(۲۵۵۰) ابو ایوب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر ان (مخالف) گروہوں میں سے کوئی حج قِران کرتا ہے یا قربانی کا جانور اپنے ساتھ لاتا ہے تو اسے چھوڑ دو وہ اپنے کیے کی سزا (عذاب) خود بھگتے گا۔

(۲۵۵۱) اور یعقوب بن شعیب سے روایت کی گئی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص حج اور عمرہ کیلئے احرام باندھتا ہے اور عمرہ سے ابتدا کرتا ہے تو کیا وہ اس طرح سے تمتع کرے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

(۲۵۵۲) اور اسحاق بن عمار نے ابی بصیر سے روایت کی ہے کہ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: ایک شخص حجِ اِفراد کرتا ہے، خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہے، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے، پھر اس کے جی میں آتا ہے کہ وہ اسے عمرہ قرار دیدے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اس نے سعی کرنے کے بعد اور تقصیر (بال کاٹنے) سے پہلے لبیک کہہ لیا ہے تو پھر یہ اس کا عمرہ تمتع نہیں ہوگا۔

(۲۵۵۳) اور علی بن میسر نے حضرت ابو جعفر ثانی (امام علی النقی) علیہ السلام سے خط لکھ کر دریافت کیا کہ ایک شخص نے ماہ رمضان میں عمرہ کیا پھر حج کا موسم آ گیا۔ کیا وہ تنہا مفرداً حج کرے یا عمرہ تمتع بھی کرے اور ان دونوں میں کون افضل و بہتر ہے؟ آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا: وہ عمرہ تمتع کرے۔

(۲۵۵۴) حفص بن بختری نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم متعۃ الحج افضل ہے۔ اس کے لئے قرآن نازل ہوا اور یہ سنت تا قیامت جاری رہے گی۔

(۲۵۵۵) حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ابن عباس کا قول ہے کہ حج میں عمرہ تا قیامت داخل رہیگا۔

(۲۵۵۶) ابو ایوب ابراہیم بن عثمان خزاز نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حج کی کون سے قسم افضل و بہتر ہے؟ آپؑ نے فرمایا: متعۃ الحج اور بھلا اس سے کونسی شے افضل ہو سکتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ جو کام میں نے پیچھے کیا وہ پہلے کیا ہوتا تو میں بھی وہی کرتا جو لوگ کر رہے ہیں۔

اور تمتع کرنے والا وہ شخص ہے جو حج کے مہینوں میں حج کرے اور جب مکہ کے گھروں کو دیکھے تو لبیک کہنا منقطع کردے اور مکہ میں داخل ہو تو سات مرتبہ کعبہ کا طواف اور مقام ابراہیمؑ کے پاس دو رکعت نماز پڑھے۔ اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے اور اپنے بال ترشے اور مُحِل ہو جائے (یعنی احرام کھول دے) تو یہ عمرہ ہے۔ اب وہ اپنے کپڑے پہن سکتا ہے، عورت سے جماع کر سکتا ہے، خوشبو کا استعمال کر سکتا ہے اور ہر وہ چیز جو حالتِ احرام میں اس پر حرام تھی وہ حلال ہو گئی سوائے شکار کے اس لئے کہ یہ حدودِ حرم میں مُحِل کیلئے بھی حرام ہے اور محرم کیلئے حِل و حرم دونوں میں حرام ہے اور اس کے علاوہ وہ حج تک ہر چیز سے متمتع ہوگا اور فائدہ اُٹھائے گا۔

اور حج یوم ترویہ (۸ ذی الحجہ) کے بعد ہوتا ہے دوسرا احرام باندھنے کے بعد حج مفرد کیلئے پھر منیٰ کے لئے ۱ جانا اور وہاں سے عرفات اور تلبیہ (لبیک کہنا) قطع کر دینا زوال آفتاب تک یوم عرفہ میں اور وہاں ظہر و عصر کی نماز کو جمع کر کے پڑھنا ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ، پھر غروب آفتاب تک وہاں ٹھہرنا، پھر وہاں سے مشعر الحرام کیلئے روانہ ہونا اور وہاں پہنچ کر مغرب و عشاء کی نماز ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ جمع کر کے پڑھنا، پھر جبل ثبیر سے طلوع آفتاب ہونے تک مشعر الحرام میں وقوف، پھر وہاں سے منیٰ کی طرف واپسی پھر وہاں پہنچ کر قربانی کا جانور ذبح کرنا، پھر سر کے بال مونڈوانا، پھر جمعرات کو پتھر مارنا، پھر مسجد حصباء میں داخل ہونا اور وہاں پشت کے بل چت لیٹنا (استحبابا) پھر خانہ کعبہ کی زیارت کو جانا اور حج کا طواف کرنا کہ یہی طواف زیارت ہے۔ پھر طواف النساء یہ سب اس کیلئے ہے جو تمتع کرتا ہے۔ اور حج تمتع کرنے والے کے لئے تین طواف ہیں ایک طواف عمرہ، دوسرا طواف حج اور تیسرا طواف النساء اور دو سعی صفاء و مروہ کے درمیان جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا۔

اور حج قران اور حج اِفراد کرنے والے پر خانہ کعبہ کے دو طواف اور صفاء و مروہ کے درمیان دو سعی واجب ہے اور عمرہ کے بعد وہ دونوں محل نہیں ہونگے بلکہ اپنے اسی پہلے احرام پر قائم رہیں گے اور جب مکہ کے گھروں کو دیکھیں گے تو وہ تلبیہ کہنا قطع نہیں کریں گے جب کہ متمتع بالعمرہ تلبیہ منقطع کر دیتا ہے بلکہ وہ عرفہ کے دن زوال آفتاب کے وقت تلبیہ منقطع کریں گے اور قارِن اور مفرد والوں کا معاملہ ایک ہے سوائے اس کے کہ قارِن چونکہ قربانی کا جانور ساتھ لایا ہے اس لئے وہ مفرد سے افضل ہے۔

(۲۵۵۷) درست نے محمد بن فضل ہاشمی سے روایت کی اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنے بھائیوں کے ہمراہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہم لوگوں کا ارادہ حج کا ہے مگر ہم میں سے بعض کنوارے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: تم لوگوں کے لئے حج میں عمرہ تمتع لازم ہے اس لئے کہ ہمیں تم سے کسی ایک سے بھی اطمینان نہیں اور نشہ کرنے اور موزوں پر مسح کرنے سے اجتناب کرنا۔

باب: فرائض حج

حج کے فرائض سات ہیں۔ احرام، تلبیہات چار عدد جس کو آہستہ آہستہ اور چپکے چپکے کہنا ہے اور وہ یہ ہیں: لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ (میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں، بیشک حمد و نعمت تیرے ہی لئے ہے اور ملک میں بھی تیرا کوئی شریک نہیں)۔ خانہ کعبہ کا طواف، مقام ابراہیمؑ کے پاس دو رکعت نماز، صفاء و مروہ کے درمیان سعی، مشعر الحرام میں وقوف (ٹھہرنا) اور حج تمتع کرنے والے کیلئے جانور کی قربانی۔

(۲۵۵۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: عرفات میں وقوف (ٹھہرنا) سنت ہے اور مشعر الحرام میں وقوف فرض ہے اور ان کے علاوہ جتنے مناسک ہیں وہ سب سنت ہیں۔

باب: مال حرام سے حج کرنے والے کے بارے میں حدیث

(۲۵۵۹) ائمہ علیہم السلام سے روایت ہے کہ ان حضرات نے فرمایا: جو شخص مال حرام سے حج کرے گا اس کو تلبیہ کے وقت ندا دی جائیگی کہ لا لبیک ولا سعدیک (نہیں تو حاضر نہیں ہوا تو نیکو کار نہیں ہے۔)

باب: احرام باندھنے کے احکام اس کے شرائط اور اس کے نواقص اور اس کی نماز

(۲۵۶۰) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: احرام کسی نماز فریضہ یا نماز نافلہ پڑھنے کے بعد ہی

۱ وہاں شب بسری کرنا مستحب ہے اور وہاں سے عرفات جانا واجب ہے۔

باندھا جائیگا اس کے بغیر نہیں۔ اگر نماز فریضہ ہے تو اس کے سلام کے بعد تم احرام باندھو گے اور اگر نماز نافلہ ہے تو اس کی دو رکعت پڑھنے کے بعد احرام باندھو گے۔ پس جب تم نماز پڑھ چکو تو پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بجالاؤ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو اس کے بعد کہو: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ اَنْ تَجْعَلَنِی مِمَّنْ اِسْتَجَابَ لَکَ وَآمَنَ بِوَعْدِکَ وَاتَّبَعَ اَمْرَکَ، فَاِنِّی عَبْدُکَ وَفِی قَبْضَتِکَ لَا اُوْقٰی اِلَّا مَاوَقَیْتَ، وَلَا آخُذُ اِلَّا مَا اَعْطَیْتَ، وَقَدْ ذَکَرْتَ الْحَجَّ فَاَسْاَلُکَ اَنْ تَعْزِمَ لِی عَلَیْہِ عَلٰی کِتَابِکَ وَسُنَّۃِ نَبِیِّکَ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ) وَتُقَوِّیَنِی عَلٰی مَاضَعُفْتُ عَنْہُ وَتَتَسَلَّمَ مِنِّی مَنَاسِکِی فِی یُسْرٍ مِنْکَ وَعَافِیَۃٍ، وَاجْعَلْنِی مِنْ وَفْدِکَ الَّذِیْنَ رَضِیْتَ وَارْتَضَیْتَ وَسَمَّیْتَ وَکَتَبْتَ. اَللّٰھُمَّ اِنِّی خَرَجْتُ مِنْ شُقَّۃٍ بَعِیْدَۃٍ، وَاَنْفَقْتُ مَالِی اِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِکَ، اَللّٰھُمَّ فَتَمِّمْ لِی حُجَّتِی، اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُرِیْدُ التَّمَتُّعَ بِالْعُمْرَۃِ اِلَی الْحَجِّ عَلٰی کِتَابِکَ وَسُنَّۃِ نَبِیِّکَ صَلَوٰاتُکَ عَلَیْہِ وَآلِہٖ، فَاِنْ عَرَضَ لِی عَارِضٌ یَحْبِسُنِی فَحَلِّنِی حَیْثُ حَبَسْتَنِی لِقَدْرِکَ الَّذِی قَدَّرْتَ عَلَیَّ، اَللّٰھُمَّ اِنْ لَمْ تَکُنْ حَجَّۃٌ فَعُمْرَۃٌ، اَحْرَمَ لَکَ شَعْرِی وَبَشَرِی وَلَحْمِی وَدَمِی وَعِظَامِی، وَمُخِّی وَعَصَبِی مِنَ النِّسَاءِ وَالثِّیَابِ وَالطِّیْبِ، اَبْتَغِی بِذٰلِکَ وَجْھَکَ وَالدَّارَ الْآخِرَۃَ (اے اللہ میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے ان لوگوں میں شمار کرلے جنھوں نے تیری دعوت قبول کی اور تیرے وعدے پر ایمان لائے اور تیرے حکم کی تعمیل کی اور تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو مجھے اس پر اپنی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق قائم و مستحکم رکھ اور جس موقع پر میں کمزور پڑوں تو مجھے قوت عطا کر اور میرے مناسک کو بآسانی و باعافیت ادا کرا۔ اور اسے قبول فرما۔ اور مجھے ان حاجیوں کے گروہ میں قرار دے جن سے تو راضی ہے اور جنہیں تو نے منتخب کیا ہے اور ان کا نام حاجی رکھا ہے۔ اور حاجیوں کی فہرست میں لکھا ہے۔ اے اللہ میں ایک دور دراز خطہ سے آیا ہوں اور تیری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے میں نے اپنا مال خرچ کیا ہے۔ اے اللہ تو میرے حج کو پورا اور مکمل فرما۔ اے اللہ میں حج کے ساتھ عمرے سے متمتع ہونا چاہتا ہوں تیری کتاب اور تیرے نبی صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق پس اگر کوئی مرض پیش آجائے جو مجھے روک دے تو جس طرح وہ مرض پیش آیا ہے اسی طرح اپنی اس قدرت کے ساتھ جو تجھے مجھ پر ہے مجھے چھڑا دے۔ اے اللہ اگر حج ممکن نہ ہو تو پھر عمرہ ہی سہی، میں تیرے لئے حرام کرتا ہوں اپنے بال، اپنی کھال، اپنے گوشت، اپنے خون، اپنی ہڈی، اپنی ہڈیوں کے گودے پر اور اپنی رگوں پر عورت کو، کپڑے کو، خوشبو کو اور اس سے صرف تیری خوشنودی اور دار آخرت میں تیری طرف سے جزا چاہتا ہوں۔)

احرام باندھتے وقت ایک مرتبہ یہ کہو پھر اٹھو اور تھوڑی دور چلو جب راستہ پکڑ لو تو خواہ پیدل چلو خواہ سواری پر تلبیہ (لبیک کہنا) شروع کردو۔

(۲۵۶۱) حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو احرام باندھتے تھے یا دن کو؟ آپؑ نے فرمایا: دن کو۔ میں نے پوچھا: کس وقت؟ آپؑ نے فرمایا: نماز ظہر کے وقت۔ میں نے عرض کیا: آپؑ کی کیا رائے ہے ہم لوگ کس وقت احرام باندھیں؟ آپؑ نے فرمایا: تم لوگوں کے لئے ہر وقت برابر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ظہر کے وقت احرام اس لئے باندھا کہ پانی کی کمی تھی وہ پہاڑ کی چوٹیوں پر ملتا تھا اور لوگ دوپہر جیسے وقت میں وہاں سے جاتے تھے اور تقریباً ان کو پانی نہیں ملتا تھا اور میں پانی کی یہ حدیث بیان کر چکا ہوں۔

(۲۵۶۲) ابن ابی عمیر نے حماد بن عثمان سے روایت کی انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: میں حج کے سلسلہ میں عمرہ تمتع کرنا چاہتا ہوں تو نیت کیا کروں؟ آپؑ نے فرمایا: تم یہ کہو۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُرِیْدُ التَّمَتُّعَ بِالْعُمْرَۃِ اِلَی الْحَجِّ عَلٰی کِتَابِکَ وَسُنَّۃِ نَبِیِّکَ۔ (اے اللہ میں تیری کتاب اور تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق حج کے ساتھ عمرہ تمتع کرنا چاہتا ہوں) اور اگر تم چاہو تو یہ نیت دل میں کرلو۔

(۲۵۶۳) حمران بن اعین نے آنجناب علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو کہتا ہے کہ جس طرح تو نے مجھے مُحرم کیا ہے ویسے اب مجھے مُحِل کردے۔ آپؑ نے فرمایا: وہ خواہ یہ کہے یا نہ کہے اللہ نے جس طرح اس کو محرم کیا ہے وہ مُحِل ہوجائے گا۔

(۲۵۶۴) حفص بن بختری اور معاویہ بن عمار و عبدالرحمٰن بن حجاج اور حلبی ان سب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب تم مسجد شجرہ میں نماز پڑھو تو بعدِ نماز اُٹھنے سے پہلے بیٹھے ہی بیٹھے وہ کہو جو ایک احرام باندھنے والا کہتا ہے پھر اُٹھو اور ایک میل چلو اور بیداء تک پہنچو اور جب بیداء پہنچو تو تلبیہ (لبیک) کہو۔

اور اگر تم نے مسجد حرام سے حج کے لئے احرام باندھا ہے تو اگر چاہو تو مقام ابراہیمؑ کے پیچھے پہنچ کر لبیک کہو مگر افضل و بہتر یہ ہے کہ وہاں سے چلو اور جب ارقطاء (جگہ کا نام) تک پہنچو تو ابطح کی طرف روانگی سے پہلے لبیک کہو۔[1]

(۲۵۶۵) اور ہشام بن حکم نے جو حدیث حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اس میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب تم غمرہ (وسط وادی عقیق) یا برید البعث سے احرام باندھو، نماز پڑھو اور احرام باندھنے والا جو کہتا ہے وہ اپنی نماز کے بعد کہو اگر چاہو تو اسی اپنی جگہ پر لبیک کہہ لو مگر افضل یہ ہے کہ چند قدم پیدل چلو پھر لبیک کہو۔

(۲۵۶۶) اور ابن فضال نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق جو ذاالحلیفہ آتا ہے یا بعد نماز عصر کسی وقت بھی آتا ہے یا ایسے وقت آتا ہے جو نماز کا وقت نہیں ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں (وہ احرام نہیں باندھے گا) بلکہ نماز کے وقت کا انتظار کرے گا اور اسی وقت نماز پڑھے گا۔ مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں آپؑ نے یہ ارشاد شہرت کے خوف سے فرمایا ہے۔

(۲۵۶۷) حفص بن بختری نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق کہ جس نے مسجد شجرہ میں احرام باندھا اور لبیک کہنے سے پہلے اپنی زوجہ سے مجامعت کر لی۔ آپؑ نے فرمایا: اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔[1]

(۲۵۶۸) اور ابان کی روایت میں جو انہوں نے علی بن عبدالعزیز سے کی ہے یہ ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ذی الحلیفہ میں احرام کے لئے غسل فرمایا اور نماز پڑھی پھر فرمایا: تم لوگوں کے پاس شکار کا جو گوشت ہو وہ لاؤ۔ تو آپؑ کے سامنے دو عدد چکور لائے گئے آپؑ نے ان دونوں کو نوش فرمایا اس کے بعد احرام باندھا۔

(۲۵۶۹) اور عبدالرحمٰن بن حجاج کی روایت میں ہے جو انہوں نے آنجناب علیہ السلام سے کی ہے کہ آپؑ نے مسجد شجرہ میں دو رکعت نماز پڑھی اور احرام کا لباس پہنا پھر نکلے تو آپؑ کے سامنے خبیص (کھجور، زیتون و گھی سے بنا ہوا حلوا) پیش کیا گیا جس میں زعفران پڑی ہوئی تھی تو آپؑ نے اسکو لبیک کہنے سے پہلے نوش فرمایا۔

(۲۵۷۰) اور وہب بن عبدربہ نے آنجناب علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق روایت کی ہے کہ جس کے ساتھ اس کی ام ولد (وہ کنیز کہ جس کے پیٹ سے مالک کے نطفہ سے بچہ پیدا ہوا ہو) تھی اس نے اپنے مالک سے پہلے احرام باندھ لیا کیا اس مالک کے لئے یہ جائز ہے کہ اس کے احرام کو تڑوا دے اور اپنے احرام باندھنے سے پہلے اس سے مجامعت کرے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

(۲۵۷۱) اور ہمارے بعض اصحاب نے حضرت ابی ابراہیم علیہ السلام کو خط لکھ کر ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جو مسجد شجرہ میں گیا دو رکعت نماز پڑھی اور لباس احرام پہنا پھر مسجد سے نکلا تو اس کے جی میں آیا کہ لبیک کہنے سے پہلے اپنی عورت سے مجامعت کرے؟ تو آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا:

---

[1] کلینی نے ج ۴ ص ۴۵۴ پر معاویہ بن عمار سے اور انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: جب ان شاء اللہ یوم ترویہ (آٹھ ذالحج) ہو تو غسل کرو، اپنے کپڑے پہنو اور مسجد (الحرام) میں ننگے پاؤں داخل ہو اور تم سکون و وقار کے ساتھ ہو۔ پھر مقامِ ابراہیمؑ کے پاس یا حجر میں دو رکعت نماز پڑھو، پھر بیٹھے رہو یہاں تک کہ زوال شمس ہو جائے، پھر فرض نماز ادا کرو پھر نماز کے بعد وہی کہو جو تم نے مسجدِ شجرہ سے احرام باندھتے ہوئے کہا تھا اور حج کا احرام باندھ لو پھر سکون و وقار کے ساتھ وہاں سے چلو، پس جب تم ردم کے مقابل رفضاء پر پہنچو تو ٹھہر جاؤ پھر جب ردم سے چلو اور ابطح پر کھڑے ہو تو تلبیہ کے لئے اپنی آواز کو بلند کرو یہاں تک کہ منیٰ پہنچ جاؤ۔

کہ ہاں۔ یا یہ تحریر فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

باب: اشعار اور تقلید

(۲۵۷۲) عمرو بن شمر نے جابر سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تم لوگ قربانی کے اونٹ کو اچھی طرح اشعار کرو (یعنی اس کے کوہان پر اچھی طرح چرکہ لگاؤ) کیونکہ اس کے خون کا پہلا قطرہ جوں ہی ٹپکے گا اللہ تعالیٰ قربانی کرنے والے کے گناہ معاف کردے گا۔

(۲۵۷۳) اور حریز نے زرارہ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: پرانے لوگ قربانی کے لئے گوسفند اور گائے جب ساتھ لاتے تو اس کے گلے میں اپنے جوتے وغیرہ بطور نشانی لٹکا دیا کرتے تھے مگر نئے لوگوں نے اس کو ترک کردیا اور اب اس کے گلے میں دھاگہ یا چمڑے کا تسمہ ڈال دیتے ہیں۔

(۲۵۷۴) معاویہ بن عمار نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق کہ جو قربانی کا جانور اپنے ساتھ لایا مگر نہ اس نے اس کے کوہان پر اشعار کے لئے چرکہ لگایا اور نہ اس کی گردن میں بطور قلادہ (کچھ) لٹکایا۔ آپؑ نے فرمایا: (وہ اس نیت سے یہ جانور اپنے ساتھ لایا) یہی اس کے لئے کافی ہے اس لئے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جو نہ اشعار کرتے ہیں نہ تقلید اور اس کی پشت پر کوئی چادر وغیرہ ڈالتے ہیں۔

(۲۵۷۵) حسن بن محبوب نے جمیل بن صالح سے انہوں نے فضیل بن یسار سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا: ایک شخص نے میقات سے احرام باندھا اور چلا اور پھر ایک دو دن کے بعد اس نے قربانی کا جانور خریدا اور اس کو اشعار و تقلید کیا اور لیکر روانہ ہوا۔ آپؑ نے فرمایا: اگر اس نے اس کو حدود حرم میں داخل ہونے سے پہلے خریدا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ میں نے عرض کیا: اور اگر اس نے اس میقات پر پہنچنے سے پہلے خریدا جس سے وہ احرام باندھے گا اور خریدتے ہی اس نے اس کو اشعار کیا اور تقلید کی تو کیا اس پر وہ سب کچھ واجب ہے جو ایک احرام باندھنے والے پر واجب ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں بلکہ جب وہ میقات پر پہنچ جائے تو احرام باندھے اور دوبارہ اس کو اشعار و تقلید کرے اس لئے کہ پہلا اشعار اور تقلید کچھ نہیں ہے۔

(۲۵۷۶) محمد بن فضیل نے ابوالصباح کنانی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا قربانی کے اونٹ کو اشعار کیسے کیا جائے؟ آپؑ نے فرمایا: تم اس کو اس وقت اشعار کرو جب وہ بیٹھا ہوا ہو۔ اور اس کے کوہان کی داھنی جانب اشعار (چرکہ) لگاؤ اور نحر ایسی حالت میں کرو جب وہ کھڑا ہو اور داھنی جانب سے نحر کرو۔

(۲۵۷۷) اور معاویہ بن عمار کی روایت میں ہے جو انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تم قربانی کے جانور کے گلے میں اپنا وہ پرانا جوتا لٹکاؤ جس میں تم نے نماز پڑھی ہو اور اشعار و تقلید بمنزلہ تلبیہ کے ہے۔

(۲۵۷۸) اور عبداللہ بن سنان کی روایت میں ہے جو اس نے آنجناب علیہ السلام سے کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تم اس کو اشعار ایسی حالت میں کرو کہ وہ بندھا ہوا ہو۔

(۲۵۷۹) ابن فضال نے یونس بن یعقوب سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں مدینہ میں تھا کہ عمرہ کے لئے نکلا، ایک قربانی کا جانور خریدا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آدمی بھیج کر دریافت کیا کہ میں اس کا کیا کروں۔ تو انہوں نے آدمی سے کہلایا کہ تم اس کا کیا کرنا چاہتے تھے اگر تم اس کو عرفہ سے بھی خرید لیتے تو یہ تمہارے لئے کافی ہوتا۔ نیز کہلایا کہ اب تم اس کو لیکر مسجد شجرہ جاؤ اور اس کو قبلہ رو بٹھا دو پھر مسجد کے اندر جاؤ دو رکعت نماز پڑھو پھر نکل کر اس کے پاس آؤ اور اس کے کوہان کے داھنی جانب اشعار کرو یعنی چرکہ لگاؤ اور یہ کہو: بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ. اَللّٰهُمَّ

ا۔ یہ دلیل ہے کہ احرام نیت پر مبنی ہے اور تلبیہ سے نافذ ہوتا ہے چنانچہ اس سے پہلے جماع جائز ہے (محمد تقی مجلسی) اور اس پر اصحاب کا اجماع ہے۔

تقَبَّلْ مِنِّی. (اللہ کے نام سے، اے اللہ یہ تیری طرف سے ہے اور تیرے لئے ہے، اے اللہ تو اس کو میری طرف سے قبول فرما) پھر جب بیداء کی بلندی پر پہنچو تو تلبیہ کرو (لبیک کہو۔)

باب: تلبیہ

(۲۵۸۰) نضر بن سوید نے عبداللہ بن سنان سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلبیہ کرتے تو یہ کہتے: لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لَاشَرِیْکَ لَکَ (لَبَّیْکَ) لَبَّیْکَ ذَالْمَعَارِجِ لَبَّیْکَ (میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں بیشک ہر طرح کی حمد تیرے لئے ہے اور نعمت تیرے لئے ہے اور ملک بھی۔ تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں اے بلندیوں والے میں حاضر ہوں۔)

اور ذی المعارج کی تکرار بار بار فرماتے اور آپ جب کسی سواری کے قریب پہنچتے تو لبیک کہتے یا کسی ٹیلے پر چڑھتے تو لبیک کہتے یا کسی وادی میں اترتے تو لبیک کہتے رات کے آخری حصہ میں لبیک کہتے اور ہر نماز کے بعد لبیک کہتے۔

(۲۵۸۱) اور حریز کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب احرام باندھا تو آپؐ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: آپؐ اپنے اصحاب کے ساتھ عج اور ثج کے ساتھ جائیں۔ عج کا مطلب بلند آواز سے تلبیہ کرنا اور ثج کا مطلب قربانی کا اونٹ نحر کرنا ہے۔[۱]

(۲۵۸۲) ابوسعید مکاری نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عورتوں سے چار چیزیں اُٹھالی ہیں۔ باآواز بلند تلبیہ کہنا۔ اور صفاء ومروہ کے درمیان ہرولہ کے ساتھ (کندھا اچکاتے ہوئے دوڑنا) اور خانہ کعبہ میں داخل ہونا اور حجر اسود کو مس کرنا۔

(۲۵۸۳) حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر تم ناپا کی حالت میں بھی ہو تو تلبیہ کہنے میں کوئی ہرج نہیں یا کسی حالت میں بھی ہو۔

(۲۵۸۴) جابر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر کوئی شخص حالت جنابت میں بھی ہو تو اس کے لئے تلبیہ کہنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔

(۲۵۸۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: آدمی جب احرام باندھے ہوئے ہو اور کوئی اس کو پکارے تو جواب میں لبیک کہنا مکروہ ہے۔

(۲۵۸۶) اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ کسی احرام والے کو جب پکارا جائے تو وہ جواب میں لبیک نہ کہے بلکہ 'یاسعدُ' کہے۔

(۲۵۸۷) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ تلبیہ احرام باندھنے والے کا شعار ہے لہٰذا آپ بلند آواز سے تلبیہ کہیں: لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ.

(۲۵۸۸) بیان کیا مجھ سے محمد بن قاسم استر آبادی نے روایت کرتے ہوئے یوسف بن محمد بن زیاد اور علی بن محمد بن یسار سے اور ان دونوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ بن عمران کو مبعوث بہ رسالت کیا اور انہیں منتخب فرمایا انہیں نجات دیتے ہوئے ان کے لئے دریا شگافتہ کیا اور بنی اسرائیل کو نجات دی اور انہیں توریت اور الواح عطا کیں تو ان کو اللہ کے سامنے اپنی منزلت نظر آئی اور انہوں نے کہا:

---

[۱] کافی ج ۴ص ۳۳۶ پر علی بن ابراہیم نے اپنے والد سے، انہوں نے حماد سے اور انہوں نے حریز سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ ... تا آخر حدیث۔ اور ایک اور حدیث میں یہ اضافہ ہے اور جابر بن عبداللہ نے کہا: جب ہم روحاء پر پہنچتے تھے تو اپنی آوازوں کو مخصوص کر لیتے تھے یعنی اپنی آوازوں کو بلند کر لیتے تھے روحاء مدینہ سے تقریباً چالیس میل دور (مکہ کی راہ میں) ایک مقام ہے۔

پروردگار تو نے تو مجھے وہ شرف و بزرگی عطا کی ہے کہ ایسا شرف اور ایسی بزرگی تو نے مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں فرمائی۔ تو اللہ تعالیٰ نے کہا: اے موسیٰ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے نزدیک میرے تمام ملائکہ بلکہ میری تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اچھا اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تیرے نزدیک تیری تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ مکرم ہیں تو کیا انبیاء میں سے بھی کسی کی آل میری آل سے زیادہ مکرم ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آل تمام انبیاء سے اسی طرح افضل ہے، جس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیہ وآلہ وسلم) تمام مرسلین سے افضل ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا: پروردگارا اچھا اگر آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایسے ہیں تو کیا تیرے نزدیک سارے انبیاء کی امت میں سے کوئی میری امت سے بھی افضل ہے؟ ان پر تو نے ابر کا سایہ کیا اور ان کے لئے من وسلویٰ نازل فرمایا، ان کے لئے دریا کو شگافتہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ کیا تمہیں نہیں معلوم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت بھی تمام امتوں سے اسی طرح افضل ہے جس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میری تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ موسیٰ نے عرض کیا: پروردگار کیا ہی اچھا ہو کہ تو مجھے ان کو دکھا دے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ اے موسیٰ تم ان کو نہیں دیکھ سکو گے اس لئے کہ ابھی ان کے ظہور کا وقت نہیں آیا۔ ہاں تم ان کو (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں) جنت عدن اور جنت الفردوس میں دیکھ سکو گے جو وہاں کی نعمتوں سے لطف اندوز اور وہاں کی خوبیوں سے لذت یاب ہوتے ہونگے اور اس وقت تم ان لوگوں کی آواز بھی سن سکو گے۔ موسیٰؑ نے کہا: اچھا پروردگار یہی سہی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اچھا تو پھر کمر کو مضبوط باندھ لو اور میرے سامنے اس طرح کھڑے ہو جاؤ جس طرح ایک ناچیز بندہ اپنے جلیل القدر مالک کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ موسیٰؑ نے ایسا ہی کیا تو ہمارے پروردگار نے آواز دی کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت والو! تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت کے جتنے لوگ اپنے آباء کے صلب میں اور اپنی ماؤں کے شکم میں تھے انہوں نے جواب دیا: لَبَّیکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیکَ لاشَرِیکَ لَکَ لَبَّیکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لاشَرِیکَ لَکَ لَبَّیکَ. آپؑ نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے اسی اجابت کو حج کا شعار قرار دیدیا۔

یہ حدیث طویل ہے یہاں میں اس میں سے بقدر حاجت لے لیا ہے پوری حدیث میں نے تفسیر قرآن میں دیدی ہے۔

باب: دوران حج حالتِ احرام میں کن کن باتوں سے پرہیز لازم ہے، رفث وفسوق وجدال کی باتوں میں سے

(۲۵۸۹) محمد بن مسلم اور حلبی دونوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول خدا: اَلْحَجُّ اَشْھُرٌ مَّعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِیھِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِدَالَ فِی الْحَجِّ (سورہ بقرہ آیت ۱۹۷) [حج کے مہینے تو اب سب کو معلوم ہیں (شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ) پس جو شخص ان مہینوں میں اپنے اوپر حج لازم کرے، تو احرام سے آخری حج تک نہ عورت کے پاس جائے، نہ کوئی اور گناہ کرے اور نہ کسی سے جھگڑا اور تکرار کرے) کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بندوں پر ایک شرط عائد کی اور بندوں کیلئے اپنے اوپر ایک شرط رکھی ہے۔ پس جو شخص عائد کردہ شرط پوری کریگا تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی طرف سے شرط پوری کردیگا۔ ان دونوں نے پوچھا: وہ کونسی شرط ہے جو اللہ نے بندوں پر عائد کی ہے اور وہ کونسی شرط ہے، جو بندوں کیلئے ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ شرط جو بندوں پر عائد کی ہے وہ اسی قرآن کی آیت ہے اَلْحَجُّ اَشْھُرٌ مَّعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِیھِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِدَالَ فِی الْحَجِّ اور وہ شرط جو بندوں کیلئے ہے تو اس کے لئے یہ فرمایا ہے: فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیہ ومن تاخر فلا اثم علیہ لمن اتقی (پھر جو شخص جلدی کرے اور دو ہی دن میں منیٰ سے چل کھڑا ہو تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو تیسرے دن تک پڑا رہے اور تاخیر سے نکلے اس کے اوپر بھی کوئی گناہ نہیں ہے) (سورہ بقرہ آیت ۲۰۳) آپؑ نے فرمایا: وہ منیٰ سے اس طرح چلے گا کہ اس پر کوئی گناہ باقی نہ رہے گا۔ ان دونوں نے پوچھا: آپؑ کی نظر میں جو شخص فسق وفسوق میں مبتلا ہو جائے اس پر کیا سزا عائد ہوگی؟ آپؑ نے فرمایا: اس پر کوئی سزا عائد نہیں کی گئی ہے بلکہ وہ استغفار کرے گا اور تلبیہ پڑھے گا۔ ان دونوں نے دریافت کیا: اور جو شخص جدال میں مبتلا ہو اس پر کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جو شخص دو

مرتبہ سے زیادہ جدال (کسی سے جھگڑا) کرے تو ان دونوں سے جو حق پر ہو گا وہ ایک بکری ذبح کرے گا اور جو خطا پر ہو گا وہ ایک گائے ذبح کرے گا۔

اور میرے والد رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خط میں مجھے یہ تحریر فرمایا کہ اپنے احرام کی حلت میں جھوٹ بولنے اور جھوٹی قسم اور سچی قسم سے احتراز کرو اس کا شمار جدال میں ہے اور جدال کسی شخص کا یہ کہنا ہے کہ نہیں خدا کی قسم اور ہاں خدا کی قسم۔ پس اگر تم نے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ جدال کیا (قسم کھائی) تو اگر تم سچے ہو تو تم پر کچھ نہیں۔ اور اگر تم نے تین مرتبہ جدال کیا (قسم کھائی) اور تم سچے ہو تو تم پر ایک بکری ذبح کرنا ہے۔ اگر تم نے ایک مرتبہ جھوٹی قسم کھائی تو تم کو ایک بکری ذبح کرنا ہے اور اگر دو مرتبہ جھوٹی قسم کھائی تو تم پر ایک گائے ذبح کرنا ہے اور اگر تم نے تین مرتبہ جھوٹی قسم کھائی تو تم پر ایک اونٹ نحر کرنا ہے۔ اور فسوق کا مطلب جھوٹ بولنا ہے۔ (اگر جھوٹ بولا ہے) تو اللہ تعالیٰ سے طلب مغفرت کرو اور معافی چاہو۔ اور رفث کا مطلب مجامعت کرنا ہے پس اگر تم حالتِ احرام میں ہو اور عورت کے فرج میں مجامعت کی ہے تو تم پر ایک اونٹ نحر کرنا اور آئندہ حج کرنا ہے اور واجب ہے کہ تمہارے اور تمہاری زوجہ کے درمیان جب تک تم دونوں اپنے مناسک پورے نہ کر لو مفارقت رہے اس کے بعد تم دونوں مجتمع ہو گے۔

اور اگر تم دونوں نے وہ راستہ جو پہلے سال اختیار کیا تھا اس کے علاوہ دوسرا راستہ اختیار کیا ہے تو پھر تم دونوں میں مفارقت نہیں کی جائیگی اور عورت پر ایک اونٹ نحر کرنا لازم ہے اگر اس کے شوہر نے اس سے مجامعت (اس کی مرضی سے) کی ہے۔ اور اگر وہ اس پر راضی نہیں تھی تو مرد پر دو اونٹ نحر کرنا لازم ہے اور عورت پر کچھ لازم نہیں۔ ہے اور اگر تم نے عورت کی فرج کے علاوہ کسی اور حصہ جسم میں مجامعت کی ہے تو تم پر ایک اونٹ نحر کرنا لازم ہے اور تم پر آئندہ سال کا حج لازم نہیں ہے۔

(۲۵۹۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اگر تم نے احرام باندھنے کے بعد اور تلبیہ کہنے سے پہلے عورت سے مجامعت کی ہے تو تم پر کوئی ہرج نہیں۔ اور اگر تم نے حالت احرام میں مشعر الحرام کے اندر وقوف سے پہلے عورت سے مجامعت کی ہے تو تم پر ایک اونٹ نحر کرنا اور آئندہ سال حج لازم ہے اور اگر تم نے مشعر الحرام میں وقوف کے بعد مجامعت کی ہے تو تم پر ایک اونٹ کا نحر کرنا لازم ہے اور آئندہ سال حج کرنا تم پر لازم نہیں ہے اور اگر تم نے بھول کر یا سہو کی بنا پر یا جاہلِ مسئلہ ہونے کی بنا پر ایسا کیا ہے تو تم پر کچھ لازم نہیں ہے۔

(۲۵۹۱) اور ابو بصیر نے آنجناب علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو احرام کی حالت میں تھا اور اس نے اپنی عورت سے مجامعت کی۔ آپؑ نے فرمایا: اس پر ایک بڑے کوہان کا اونٹ نحر کرنا لازم ہے۔ ابو بصیر نے عرض کیا: مگر وہ اس پر قادر نہیں ہے۔ آپؑ نے فرمایا: پھر اس کے اصحاب و احباب کو چاہیے اس کے لئے رقم جمع کریں اور اس کے حج کو فاسد ہونے سے بچائیں (فاسد نہ ہونے دیں)۔

اور اگر کوئی شخص احرام کی حالت میں اپنی زوجہ کے علاوہ کسی کو دیکھے اور اسے انزال ہو جائے تو اس پر ایک اونٹ یا ایک گائے لازم ہے۔ اور اگر وہ اس کی قدرت نہیں رکھتا تو ایک بکری ذبح کرے۔ اور اگر کسی شخص نے حالت احرام میں اپنی عورت کی طرف شہوت سے نظر کی تو اس پر کچھ نہیں۔ ہے لیکن اگر اس نے عورت کو مس کیا تو ایک بکری ذبح کرے اور اگر اس نے اس کا بوسہ لیا تو بھی ایک بکری دم کرے۔ اور اگر کوئی شخص حالت احرام میں بھول کر اپنی عورت سے مجامعت کر بیٹھے تو اس پر کچھ نہیں وہ ایسا ہی ہے جیسے ماہ رمضان میں کسی شخص نے بھول کر کچھ کھا لیا ہو۔

(۲۵۹۲) ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے اپنے احرام کی حالت میں ایک عورت کی پنڈلی دیکھی یا کسی عورت کی شرمگاہ پر نظر پڑ گئی اور اس کی منی خارج ہو گئی۔ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ دولتمند ہے تو اونٹ نحر کرے، اوسط درجے کا ہے تو ایک گائے اور اگر فقیر ہے تو ایک بکری ذبح کرنا لازم ہے۔ اور فرمایا: میں نے یہ کفارہ اس لئے قرار نہیں دیا کہ اس کی منی نکل پڑی بلکہ اس لئے کہ اس نے ایسی شے پر نظر ڈالی جس پر نظر ڈالنا اس کیلئے حلال نہ تھا۔

(۲۵۹۳) محمد بن مسلم نے آنجناب علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے (حالت احرام میں) اپنی عورت کو اُٹھایا، اس کو مس کیا

تو اس کی منی یا مذی نکل پڑی آپؑ نے فرمایا: اگر اس نے اپنی عورت کو شہوت سے اُٹھایا یا مس کیا تو اس کے منی نکلنے یا نہ نکلنے اس کی مذی نکلنے نہ نکلنے اس پر ایک بکری ذبح کرنا لازم ہے اور اگر اس نے بغیر کسی شہوت کے اس کو اُٹھایا یا مس کیا ہے تو اس پر کچھ نہیں خواہ منی نکلے یا نہ نکلے یا مذی نکلے نہ نکلے۔

اور جب مرد پر کفارہ میں ایک اونٹ نحر کرنا واجب ہو اور اونٹ اس کو نہ مل سکے تو اس پر سات عدد بکریاں لازم ہیں اور اس پر بھی اس کی قدرت نہ ہو تو مکہ میں یا اپنے گھر اٹھارہ دن روزہ رکھے۔[1]

اور اگر تم نے خانہ کعبہ کا طواف کر لیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کر لی اور تم نے اس کو عمرہ تمتع قرار دیا مگر اپنے سر کے بال تراشنے سے پہلے جلدی سے اپنی زوجہ کا بوسہ لے لیا تو پھر ایک جانور ذبح کرنا لازم ہے اور اگر تم نے اس سے مجامعت کر لی تو ایک اونٹ یا ایک گائے ذبح کرنا لازم ہے۔[2]

(۲۵۹۴) ابن مسکان نے ابی بصیر سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک محرم کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کے ساتھیوں نے اس سے کہا: واللہ یہ کام نہ کرا اور اس نے کہا: واللہ میں تو یہ کروں گا۔ اور اس نے بار بار حلف سے یہ کہا تو کیا اس پر بھی وہی کفارہ لازم آئے گا جو جدال کرنے والے پر لازم کرتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں بلکہ اس نے یہ اپنے بھائی کے احترام میں کہا کفارہ تو اس وقت لازم آتا جب اللہ کی کوئی معصیت ہوتی۔

(۲۵۹۵) معاویہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: آپس میں مفاخرت سے اجتناب کرو تم پر ورع اور پرہیزگاری لازم ہے جو تم کو اللہ کی معصیت سے بچائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ثم لیقضوا تفثهم (سورہ الحج آیت نمبر ۲۹) (ان کو چاہیے کہ اپنی اپنی کثافت دور کریں) اور کثافت میں اس کا بھی شمار ہے کہ تم حالت احرام میں قبیح باتیں کرو۔ مگر جب تم مکہ میں داخل ہو گے خانہ کعبہ میں داخل ہو گے اور اچھی باتیں کرو گے تو یہ اس کا کفارہ بن جائیگا۔

باب: حالت احرام میں کیا جائز ہے اور کیا نہیں

(۲۵۹۶) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: وہ دو کپڑے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احرام باندھا کرتے تھے وہ یمن میں عبر اور ظفار قبیلہ کے تیار کردہ تھے اور ان ہی دونوں میں آپؐ کو کفن بھی دیا گیا۔

(۲۵۹۷) حمّاد نے حریز سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جن کپڑوں میں تم نماز پڑھتے ہو ان میں اگر تم احرام باندھ لو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲۵۹۸) اور حماد النواء نے آنجناب علیہ السلام سے دریافت کیا یا یہ کہ وہ آپؑ کی خدمت میں حاضر تھا اور آپؑ سے دریافت کیا گیا اس مُحرِم کے متعلق جو چادر میں احرام باندھ رہا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں آخر لوگ چادر ہی میں تو احرام باندھتے ہیں۔

---

[1] شیخ نے 'تہذیب' ج ۱ ص ۵۸۳ پر صحیح حدیث میں ابن محبوب سے، انہوں نے داود رقّی سے اور انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے اس شخص کے بارے میں جسے فدیہ میں اونٹ کی قربانی کرنا واجب ہے۔ فرمایا: اگر وہ اونٹ کی استطاعت نہیں رکھتا تو سات بکریاں، اور اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو اٹھارہ روزے رکھے۔ کلینی نے اس حدیث کو محمد بن یحییٰ سے، انہوں نے احمد بن محمد سے، انہوں نے حسین بن محمد سے اور انہوں نے داود رقّی سے روایت کیا ہے۔

[2] کلینی نے 'کافی' ج ۴ ص ۴۴۰ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں اور شیخ نے صحیح حدیث میں حلبی سے روایت کی ہے۔ کلینی کے الفاظ یہ ہیں کہ راوی نے کہا: میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جس نے بیت اللہ کا طواف کیا پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کر کے عمرۂ تمتع کر لیا پھر جلدی سے اپنی عورت کا بوسہ لے لیا اس سے پہلے کہ سر کی تقصیر کرے۔ پس فرمایا: اس پر ایک جانور ذبح کرنا ہے اور اگر مجامعت کی ہے تو ایک اونٹ یا گائے ذبح کرے۔

(۲۵۹۹) خالد بن ابی العلاء خفاف نے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ حالت احرام میں تھے اور ان کے دوش پر سبز رنگ کی چادر تھی۔

(۲۶۰۰) عمرو بن شمر سے روایت کی گئی اور اس نے اپنے والد سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ حالت احرام میں تھے اور آپ کے دوش پر ہلکی سی باریک چادر تھی۔

(۲۶۰۱) محمد بن مسلم نے ان دونوں ائمہ علیہما السلام میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے کہ آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو میلے کچیلے کپڑے میں احرام باندھتا ہے آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ مگر میں یہ نہیں کہتا کہ یہ حرام ہے بلکہ میرے نزدیک پسندیدہ بات یہ ہے کہ وہ کپڑے پاک صاف کرے اور دھوئے۔ اور آدمی اس کپڑے کو ہرگز نہ دھوئے جس میں احرام باندھے ہوئے ہو جب تک وہ احرام سے نکل کر محل نہ ہو جائے خواہ وہ کتنا بھی میلا کیوں نہ ہو جائے مگر یہ کہ وہ جنابت سے آلودہ ہو گیا ہو یا کسی اور شے سے آلودہ ہوا ہو تو اسے دھوئے گا۔

(۲۶۰۲) ابن مسکان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں اگر ایک شخص گل ارمنی میں رنگے ہوئے کپڑے میں احرام باندھے۔

(۲۶۰۳) ابو بصیر سے روایت کی گئی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپؑ نے فرمایا: ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام اپنے کسی بچے کے ساتھ تھے کہ اِدھر سے عمرؓ (بن خطاب) گزرے اور بولے: یہ دونوں رنگین کپڑے کیسے ہیں؟ تم تو احرام میں ہو۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ کوئی شخص ہم کو سنت کی تعلیم دے۔ یہ دونوں کپڑے مٹی سے رنگے ہوئے ہیں۔

(۲۶۰۴) حسین بن مختار سے روایت کی گئی ہے جس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا کوئی شخص سیاہ کپڑوں میں احرام باندھے؟ آپؑ نے فرمایا: نہ سیاہ کپڑوں میں کوئی احرام باندھے اور نہ سیاہ کپڑوں سے میت کو کفن دیا جائے۔

(۲۶۰۵) حنان بن سدیر سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آنجنابؑ سے سوال کیا کہ کیا ایسے کپڑے میں احرام باندھا جا سکتا ہے جس میں ریشم ملا ہوا ہو؟ راوی کا بیان ہے اس پر آپؑ نے اپنا فرقبی [1] تہہ بند منگوایا اور فرمایا: دیکھو اس میں ریشم ملا ہوا ہے اور میں اس میں احرام باندھتا ہوں۔

(۲۶۰۶) حلبی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو ایسے کپڑے میں احرام باندھتا ہے جس میں نقش و نگار بنے ہوئے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲۶۰۷) اور معاویہ بن عمار کی روایت میں ہے جو اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا ہے: کوئی حرج نہیں اگر ایک شخص ایسے کپڑے میں احرام باندھے جس پر نقش و نگار بنے ہوئے ہیں لیکن اگر اس کے سوا کوئی دوسرا کپڑا اس کی قدرت میں ہے تو اس نقش و نگار والے کپڑے کا ترک کرنا میرے نزدیک بہت بہتر ہے۔

(۲۶۰۸) اور لیث مرادی نے آپؑ سے نقش و نگار والے کپڑے کے متعلق دریافت کیا کہ کیا اس میں کوئی شخص احرام باندھ سکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں مکروہ تو وہ کپڑا ہے جس کا تانا ابریشم کا ہو۔

(۲۶۰۹) اور حسین بن ابی العلاء نے آنجنابؑ سے احرام کے لباس کے متعلق سوال کیا کہ اس میں زعفران لگ گئی تھی پھر اس کو دھولیا گیا۔ آپؑ نے فرمایا: اگر اس کی خوشبو جاتی رہی تو کوئی حرج نہیں خواہ گُل کا گُل رنگا ہوا کیوں نہ ہو اگر وہ دھولیا گیا اور مائل بہ سفیدی ہو گیا تو کوئی حرج نہیں۔

[1] یہ مصری کپڑا ہے جو کتان سے زیادہ سفید ہوتا ہے۔

(۲۶۱۰) اور قاسم بن محمد جوہری نے علی بن ابی حمزہ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: اگر احرام باندھنے والا چادر کی بنائی ہوئی قبا پہننے پر مجبور ہو اور کوئی دوسرا لباس اس کو میسر نہ ہو تو وہ اس کو الٹ کر پہنے اور اپنے ہاتھ قبا کی آستین میں نہ ڈالے۔

(۲۶۱۱) اور کاہلی سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں آنجناب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آنجنابؑ سے ایسے لباس کے متعلق سوال کیا جو عصفر سے زرد رنگ میں رنگا ہوا تھا پھر اس نے اس کو دھولیا۔ کیا احرام کی حالت میں وہ اس کو پہنے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں عصفر (زرد رنگ) میں خوشبو نہیں ہوتی لیکن میں ایسا لباس پہننا مکروہ سمجھتا ہوں جو تجھے لوگوں میں مشتہر کردے۔

(۲۶۱۲) اور اسماعیل بن فضل نے آپؑ سے احرام باندھنے والے کے متعلق دریافت کیا کہ کیا وہ ایسا لباس پہنے جس میں خوشبو لگی ہوئی ہو۔ آپؑ نے فرمایا: اگر اس کی خوشبو جاتی رہی تو پہن لے۔

(۲۶۱۳) اور ابوالحسن نہدی سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ سعید اعرج نے آنجنابؑ سے خمیصہ (سیاہ چادر) جس کا تانا ابریشم کا اور بانا بکری کے اون کا ہوتا ہے کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس کے اندر احرام باندھنے میں کوئی ہرج نہیں، مکروہ احرام تو خالص ابریشم کا ہے۔

(۲۶۱۴) اور حماد بن عثمان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خانہ کعبہ کی خوشبو اور قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو جو جامہ احرام میں لگ جاتی ہے کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: ان دونوں میں کوئی حرج نہیں دونوں پاک ہیں۔

(۲۶۱۵) آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس کے کپڑے خانہ کعبہ کی زعفران سے آلودہ ہوگئے اور وہ حالت احرام میں ہے آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں وہ پاک ہے اگر تمہیں لگ جائے تو اسے نہ چھڑاؤ۔

(۲۶۱۶) حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ایسے محرم کے متعلق جس نے ایسی طیلسان (عبا) پہن رکھی ہے جس میں بٹن یا گھنڈی لگی ہوئی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں کتاب علی علیہ السلام میں ہے کہ طیلسان (عبا) نہ پہنے جب تک کہ اس کے بٹن اور گھنڈی نہ کھول لے نیز فرمایا: اس کا پہننا اس لئے مکروہ ہے کہ ڈر ہے کہ کوئی جاہل مسئلہ اس میں بٹن یا گھنڈی لگالے لیکن مرد فقیہ کیلئے کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (کیونکہ وہ ایسا نہیں کریگا)۔

(۲۶۱۷) رفاعہ بن موسیٰ نے آنجناب علیہ السلام سے محرم کے متعلق دریافت کیا کہ کیا وہ جراب پہنے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اور چمڑے کا موزہ بھی اگر ان دونوں کے پہننے پر وہ مجبور ہو۔

(۲۶۱۸) محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے محرم کے متعلق روایت کی ہے اگر اس کے پاس جوتا نہ ہو تو کیا وہ چمڑے کا موزہ پہنے؟ آپ نے فرمایا: ہاں مگر وہ قدم کی پشت پر پھاڑ دے اور ایک محرم قبا بھی پہن سکتا ہے جب اس میں بٹن یا گھنڈی نہ ہو اور وہ اس کو الٹ کر پہنے۔

(۲۶۱۹) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: اگر تم حالت احرام میں ہو تو اپنا وہ لباس نہ پہنو جس میں بٹن یا گھنڈی ہو بغیر اس کو توڑے ہوئے اور نہ وہ لباس جو قمیض وقبا کی مانند ہو اور نہ شلوار اور زیر جامہ لیکن یہ کہ اس میں بٹن یا گھنڈی نہ ہو اور نہ چمڑے کا موزہ لیکن اس وقت کہ جب تمہارے پاس کوئی جوتا نہ ہو۔

(۲۶۲۰) اور زرارہ نے ان امامین علیہما السلام میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آپؑ سے دریافت کیا کہ محرم کے لئے کونسا لباس پہننا مکروہ ہے تو آپؑ نے فرمایا: ہر کپڑا (پہن سکتا ہے) سوائے اس کپڑے کے جو بطور قمیض سی لیا گیا ہو۔

(۲۶۲۱) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں اگر محرم درمیان راہ میں لباس تبدیل کرے لیکن جب مکہ میں داخل ہو تو وہی دونوں لباس پہنے جس کے اندر اس نے احرام باندھا تھا اور ان دونوں کپڑوں کو فروخت کرنا مکروہ ہے اور ان

دونوں کے فروخت کی اجازت بھی روایت کی گئی ہے۔

(۲۶۲۲) ابو بصیر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے، ان کا بیان ہے کہ میں نے آنجناب کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرمارہے تھے کہ میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ ایک محرم زرد بستر اور تکیہ پر سوئے۔

(۲۶۲۳) عبدالرحمٰن بن حجاج نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا ایک محرم خز کا لباس پہنے؟ (یعنی ریشم اور اون کا بنا ہوا لباس پہنے) آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲۶۲۴) عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا: محرم اگر کوئی خوف وخطرہ محسوس کرے تو اسلحہ پہن لے۔

(۲۶۲۵) محمد بن مسلم نے ان دونوں ائمہ علیہما السلام میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجناب سے دریافت کیا محرم کو اگر مختلف قسم کے لباس کی ضرورت پیش آجائے تو؟ آپ نے فرمایا: ہر قسم کے لباس پر فدیہ (کفارہ) ادا کرے۔

(۲۶۲۶) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجناب سے ایک محرم کے متعلق دریافت کیا کہ اس کا کپڑا جنابت سے آلودہ ہوگیا؟ آپ نے فرمایا: جب تک دھو نہ لے اس کو نہ پہنے اور اس کا احرام پورا اور مکمل ہے۔

(۲۶۲۷) حماد بن عثمان نے حریز سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: محرمہ یعنی احرام باندھی ہوئی عورت کپڑا اپنے چہرے سے ٹھوڑی تک لٹکا سکتی ہے۔

(۲۶۲۸) اور معاویہ بن عمار کی روایت میں ہے، جو ان ہی جناب سے ہے کہ آپ نے فرمایا: عورت جب سواری پر سوار ہو تو اپنا کپڑا اوپر سے گردن تک لٹکا سکتی ہے۔

(۲۶۲۹) عبداللہ بن میمون نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: محرمہ اپنے چہرے پر نقاب نہیں ڈال سکتی اس لئے کہ عورت کا احرام اس کے چہرے میں اور مرد کا احرام اس کے سر میں ہے۔

(۲۶۳۰) ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام احرام باندھی ہوئی ایک عورت کی طرف سے گزرے جس نے اپنا چہرہ پنکھے سے چھپا رکھا تھا تو آپ نے اپنی چھڑی سے وہ پنکھا اس کے چہرے سے ہٹا دیا۔

(۲۶۳۱) اور عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: عورت محرمہ حالتِ حیض میں اپنے کپڑوں کے نیچے غلالہ پہن سکتی ہے۔

(۲۶۳۲) یحییٰ بن ابی العلاء نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ آپ احرام باندھی ہوئی عورت کیلئے برقع اور دستانہ مکروہ جانتے تھے۔

(۲۶۳۳) اور محمد بن علی حلبی نے آنجناب علیہ السلام سے دریافت کیا کہ عورت جب احرام باندھے تو شلوار پہنے؟ آپ نے فرمایا: ہاں وہ اس سے اپنا پردہ کرنا چاہتی ہے۔

(۲۶۳۴) اور کاہلی نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: محرمہ عورت کان کے مشہور گوشوارے اور مشہور گلوبند کے علاوہ ہر زیور پہن سکتی ہے۔

(۲۶۳۵) اور عامر بن جذاعہ نے آنجناب سے رنگے ہوئے کپڑوں کیلئے پوچھا کہ کیا وہ ایک احرام باندھی ہوئی عورت پہن سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا:

گہرے سرخ رنگ کے سوا کسی بھی رنگ کا پہنے کوئی مضائقہ نہیں۔

(۲۶۳۶) اور محمد بن مسلم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک محرمہ عورت کے متعلق روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: وہ تمام قسم کے زیورات پہن سکتی ہے ان زیوروں کے سوا جن کا اظہار ہوتا ہے۔

(۲۶۳۷) اور سماعہ نے آنجناب علیہ السلام سے دریافت کیا ایک محرمہ عورت کے متعلق کہ کیا وہ لباس حریر پہنے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ ایسے خالص حریر کا لباس نہ پہنے جس میں کچھ ملا ہوا نہ ہو۔ اور خز اور عَلَم (نقش ونگار) کا کپڑا تو اس کے پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں اگر چہ حالت احرام میں پہنے مگر اگر کوئی مرد اس کی طرف سے گزرے تو وہ اپنے کپڑوں سے اسے چھپالے اور وہ دھوپ سے اپنے چہرے کو ہاتھوں سے نہ چھپائے اور خز کا لباس (ریشم اور اون ملا ہو) پہنے لیکن لوگ کہیں گے کہ خز میں تو ریشم ہوتا ہے اور خالص حریر کا لباس پہننا مکروہ ہے۔

(۲۶۳۸) ابو بصیر مرادی نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ کیا عورت حالتِ احرام میں ریشم خام (قز) پہنے؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی مضائقہ نہیں (لیکن ریشم خالص پہننا مکروہ ہے۔

(۲۶۳۹) یعقوب بن شعیب نے آنجناب علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا عورت زیورات پہن سکتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کنگن اور پازیب پہن سکتی ہے۔

ل کلینی نے 'کافی' ج ۴ص ۳۴۶ پر بزنطی سے اور انہوں نے حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے سہل بن زیاد کے حوالے سے۔

(۲۶۴۰) حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کوئی مضائقہ نہیں اگر ایک عورت سونے (کے زیور) اور خز (کے لباس) میں احرام باندھے، خالص ریشم کے علاوہ کچھ مکروہ نہیں ہے۔

(۲۶۴۱) اور حریز کی روایت میں ہے جو انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر عورت کا کوئی زیور ہو جو اس نے احرام کیلئے نیا نہ پہنا ہو تو وہ اپنے زیور نہیں اتارے گی۔

(۲۶۴۲) ابوالحسن نہدی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا اور میں وہاں موجود تھا کہ کیا عورت عمامہ کے اندر احرام باندھ سکتی ہے جب کہ اس پر نقش ونگار بھی ہوں؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی مضائقہ نہیں۔

(۲۶۴۳) اور سعید اعرج نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ کیا ایک محرم ازار (تہبند) کو اپنے گلے میں باندھ لے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔

(۲۶۴۴) اور محمد بن مسلم نے آنجناب علیہ السلام سے محرم کے متعلق دریافت کیا جو مشکیزہ باندھنے کی رسی اپنے سر پر رکھ لے جبکہ وہ پانی پی رہا ہو؟ آپ نے فرمایا: ہاں (کوئی حرج نہیں)

(۲۶۴۵) اور یعقوب بن شعیب نے آپؑ سے ایک ایسے مردِ محرم کے متعلق سوال کیا جس کے زخم ہے کیا وہ اس کو باندھے یا کسی پارچے سے لپیٹے آپ نے فرمایا: ہاں۔

(۲۶۴۶) اور عمران حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: محرم اپنے پیٹ پر عمامہ باندھے اور اگر چاہے تو اپنے تہبند کی جگہ لپیٹ لے مگر سینے کی طرف بلند نہ کرے۔

(۲۶۴۷) اور ابن فضال نے یونس بن یعقوب سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک محرم اپنی کمر میں ھمیان باندھتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں اس لئے کہ اس کے اخراجات کی رقم چلی جانے کے بعد اس کے لئے کیا بھلائی رہ جائیگی۔

(۲۶۴۸) اور ابو بصیر نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میرے پدر بزرگوار علیہ السلام اپنے شکم پر اپنے اخراجات (کیلئے قابل بھروسا) رقم جس سے حج پورا ہو جائے باندھ لیا کرتے تھے۔

باب: ایک محرم کیلئے کیا کرنا اور کیا استعمال کرنا جائز و ناجائز ہے

(۲۶۴۹) ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک محرِم کی آنکھ اگر آشوب کر آئے تو اس کو اس سرمہ کے لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں جس میں مشک و کافور نہ ہو اور عورت محرمہ ہر طرح کا سرمہ استعمال کرے گی سوائے اس سرمہ کے جو زینت کیلئے ہو۔

(۲۶۵۰) اور محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک مرد محرم اگر چاہے تو وہ اپنی آنکھ میں صبر (ایلوا) استعمال کر سکتا ہے بشرطیکہ اس میں زعفران اور وَرس (ایک قسم کا پودا) شامل نہ ہو۔

(۲۶۵۱) حریز نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر تم حالت احرام میں ہو تو آئینہ نہ دیکھو اس لئے کہ یہ زینت میں شامل ہے۔

(۲۶۵۲) معاویہ بن عمار سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: ایک مرد محرم مسواک کرے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کیا: اگر مسواک کرنے سے اس کے منہ میں خون نکل آئے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں کوئی حرج نہیں یہ مسواک تو سنت میں شامل ہے۔

(۲۶۵۳) حماد نے حریز سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: مرد محرم کیلئے کوئی مضائقہ نہیں اگر (ضرورت پڑنے پر) پچھنے لگوائے جس میں بال نہ اکھڑیں۔ اور حضرت امام حسن علیہ السلام نے حالتِ احرام میں پچھنے لگوائے۔

(۲۶۵۴) ذریح نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے دریافت کیا ایک ایسے محرم کے متعلق جس نے پچھنے لگوائے۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں اگر خون سے ڈر ہو۔

(۲۶۵۵) حسن الصیقل نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے محرم کے متعلق دریافت کیا جس کی ڈاڑھ میں تکلیف ہے کیا وہ اس کو اکھڑوا دے، آپؑ نے فرمایا: ہاں کوئی مضائقہ نہیں۔

(۲۶۵۶) عمران حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اس نے آنجنابؑ سے ایک ایسے محرم کے متعلق دریافت کیا جس کے زخم ہے اور ایسی دوا لگا رہا ہے جس میں زعفران بھی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر زعفران دیگر دواؤں پر غالب ہے تو نہ (لگائے) اور اگر دوائیں زعفران پر غالب ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(۲۶۵۷) اور معاویہ بن عمار نے آنجناب علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کوئی مُحرِم دنبل (پھوڑے) کو نچوڑے اور اس پر پارچہ باندھے؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی مضائقہ نہیں۔

(۲۶۵۸) اور آنجنابؑ نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی محرم بیمار ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ ان دواؤں سے علاج کرے جن کا کھانا حالت احرام میں حلال ہے۔

(۲۶۵۹) اور ہشام بن سالم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر کسی محرم کے پھوڑا یا دنبل نکل آئے تو اس کو چیرا لگوائے اور اس کی دوا تیل اور گھی سے کرے۔

(۲۶۶۰) اور محمد بن مسلم نے ان دونوں ائمہ میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے ایک ایسے محرم کے متعلق جس کے دونوں ہاتھ پھٹتے ہیں تو آپؑ نے فرمایا: وہ اس کا علاج تیل اور گھی یا چربی سے کرے۔

(۲۶۶۱) اور محمد بن فضیل نے ابی الصباح کنانی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک عورت احرام باندھنا چاہتی ہے مگر اس کو ہاتھ پاؤں کے پھٹنے کا خوف ہے تو کیا وہ احرام سے پہلے مہندی لگائے؟ فرمایا: مجھے کتنا تعجب ہوگا اگر وہ ایسا کرے گی۔[1]

---

[1] ممکن ہے کہ یہ مخصوص کراہت اس بناء پر ہو کہ اس زینت کی وجہ سے اس کا شوہر فتنہ میں مبتلا ہو جائے۔ کافی ج ۴ ص ۳۵۶ پر عبداللہ بن سنان کی امام صادق علیہ السلام سے صحیح حدیث میں بھی ایسا ہی بیان کیا گیا ہے۔

باب: محرم کیلئے خوشبو کا استعمال

(۲۶۶۲) اور حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام جب مکہ کی طرف جانے کا سامان کرتے تو اپنے اہل وعیال سے کہتے: خبردار تم لوگ زادراہ میں کوئی خوشبو اور زعفران نہ ڈال دینا کہ جسے ہم میں سے کوئی بھولے سے کھالے یا چکھ لے۔

(۲۶۶۳) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: محرم کیلئے خوشبوؤں میں سے چار مکروہ ہیں مشک وعنبر و زعفران اور وَرس۔ (یہ بھی زعفران کی طرح کا ایک پوداہے جو یمن میں پیدا ہوتا ہے) اور آنجنابؑ تیلوں میں خوشبودار تیل سے کراہت فرمایا کرتے تھے۔

(۲۶۶۴) اور حسن بن ہارون سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے حالت احرام میں خبیص (ایک حلوہ جو کھجور اور گھی سے تیار کیا جاتا ہے) جس میں زعفران پڑی ہوئی تھی خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ آپؑ نے فرمایا: جب تم مناسک سے فراغت پاجاؤ اور مکہ سے نکلنے کا ارادہ ہو تو ایک درہم کی کھجور خرید و اور اس کو تصدق کر دو یہ اس کا اور جو کچھ تمہارے احرام میں فروگزاشت ہوئی ہے اس کا کفارہ ہو جائیگا۔

(۲۶۶۵) زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص عمداً زعفران یا ایسا کھانا جس میں خوشبو ہو کھائے تو اس پر ایک جانور کی قربانی کفارہ ہے اور اگر اس نے بھول کر کھایا ہے تو اس پر کچھ نہیں وہ اللہ سے استغفار اور توبہ کرے۔

(۲۶۶۶) اور حسن بن زیاد سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرے ملازم نے مجھے وضو کرایا اور (گو کہ) مجھے معلوم تھا کہ یہ اشنان خوشبودار ہے میں نے اس سے ہاتھ دھویا۔ آپؑ نے فرمایا: اس کے لئے کچھ صدقہ دیدو۔

(۲۶۶۷) اور ابراہیم بن سفیان نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کو خط لکھ کر دریافت کیا کہ کیا ایک محرم اپنے ہاتھ اشنان سے دھوئے جس میں اذخر ہے؟ آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا: میں اس کو تمہارے لئے پسند نہیں کرتا۔

(۲۶۶۸) اور معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ ایک مردِ محرم نے خوشبو کو بھول کر ہاتھ لگا دیا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ ہاتھ دھولے اور تلبیہ کہے اور اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ اور اپنے پروردگار سے استغفار کرے [۱]۔

(۲۶۶۹) حمران نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے قول خدا: ثم لیقضوا تفثھم ولیو فوا نذورھم (پھر وہ اپنے بدن کی کثافت وبدبو دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں) (الحج آیت ۲۹) کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس آیت میں تفث کا مطلب بدن پر خوشبو لگانا ہے اور جب سارے مناسک پورے ہو جائیں تو اس کے لئے خوشبو لگانا حلال ہے۔

(۲۶۷۰) عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مہندی کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: محرم اس کو چھوتا ہے اور اس سے اپنے اونٹ کا علاج کرتا ہے اور یہ خوشبو نہیں ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(۲۶۷۱) اور آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: کوئی مضائقہ نہیں اگر انسان احرام کی حالت میں اپنے کپڑے سے خلوق (ایک طرح کی خوشبو) کو دھو ڈالے۔

اور جب کسی محرم کو شدید حاجت ہو کہ وہ اپنی ناک میں کوئی ایسی دوا چڑھائے جس میں مشک ہو چہرے پر ریاحی مادے کی وجہ سے یا کسی اور بیماری کے عارض ہونے سے تو اگر وہ اپنی ناک میں دوا چڑھاتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں چنانچہ اسماعیل بن جابر نے اس کے متعلق حضرت امام جعفر صادق

---

[۱] ممکن ہے اس سے مراد وہ حدیث ہو جسے کلینی نے ج ۴ ص ۳۵۴ پر زرارہ سے اور انہوں نے ابی جعفر علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔

علیہ السلام سے دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: وہ ناک میں دوا چڑھا لے۔

(۲۶۷۲) اور حلبی نے محمد بن مسلم سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: محرم شخص خوشبو سے بچنے کیلئے اپنی ناک کو بند کریگا اور بدبو سے بچنے کیلئے اپنی ناک کو بند نہیں کرے گا۔

(۲۶۷۳) ہشام بن حکم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ صفا اور مروہ کے درمیان جو خوشبو محسوس ہوتی ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں اس لئے کہ یہ عطر فروشوں کی دوکانوں کی خوشبو ہے محرم اس سے اپنی ناک بند نہیں کرے گا۔

(۲۶۷۴) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: جب تم حالت احرام میں ہو تو کوئی حرج نہیں اگر تم اذخر، قیصوم اور خزامی اور شیح یا اس کے مثل اور خوشبودار چیزوں کو سونگھو۔

اور علی بن مہزیار سے روایت ہے کہ اس کا بیان ہے کہ میں نے ابن ابی عمیر سے سیب، نارنگی اور بیر جس میں خوشبو ہوتی ہے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ان چیزوں کے سونگھنے اور کھانے سے پرہیز کرو۔ مگر اس کے متعلق انہوں نے کوئی روایت نہیں کی ہے۔

باب: محرم کے لئے سایہ

(۲۶۷۵) عبداللہ بن مغیرہ سے روایت کی گئی ہے انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن اول علیہ السلام سے عرض کیا: میں حالت احرام میں سایہ کرلوں؟ فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: اچھا اپنے کو (دھوپ سے بچانے کیلئے) کوئی چیز اوڑھ لوں؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: اور اگر بیمار پڑ جاؤں؟ آپؑ نے فرمایا: پھر سایہ بھی کرلو اور ڈھانپ بھی لو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی حاجی دھوپ میں تلبیہ کرتا رہے گا تو آفتاب کے غائب ہونے کے ساتھ اس کے گناہ بھی غائب ہو جائینگے۔

(۲۶۷۶) حسین بن مسلم نے حضرت ابوجعفر ثانی (امام علی النقی) علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ سے دریافت کیا گیا کہ خیمہ کے سایہ میں اور محمل کے سایہ میں کیا فرق ہے؟ آپؑ نے فرمایا: محمل کے اندر سایہ کرنا درست نہیں اور ان دونوں کے درمیان فرق ایسا ہی ہے جیسے کسی عورت کو ماہ رمضان میں حیض آجائے تو وہ روزہ کی قضا رکھے گی نماز کی قضا نہیں کرے گی۔ راوی نے کہا: آپؑ نے سچ کہا میں آپؑ پر قربان۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ سنت کو قیاس نہیں کیا جاتا۔

(۲۶۷۷) علی بن مہزیار نے بکر بن صالح سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام ابوجعفر ثانی علیہ السلام کے پاس خط لکھ کر دریافت کیا کہ جب میں احرام باندھونگا تو میری پھوپھی میرے ساتھ محمل میں ہوگی اور اس پر دھوپ کی شدت ہوگی آپؑ کی رائے ہے کہ میں اپنے اور اس کے اوپر سایہ کرلوں؟ آپؑ نے تحریر فرمایا: تنہا اس کے اوپر سایہ کرو۔

(۲۶۷۸) بزنطی نے علی بن ابی حمزہ سے اور انہوں نے ابی بصیر سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے ان سے دریافت کیا ایک عورت کے متعلق جو احرام میں ہے اور اس پر سایہ کیا جاتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔ تو میں نے کہا: اور وہ مرد جو اس پر سایہ کر رہا ہے وہ بھی حالت احرام میں ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اگر وہ عورت درد شقیقہ (سر کے درد) میں مبتلا ہے۔ اور ہر دن کے عوض ایک مدغلہ تصدق کیا جائے گا۔

(۲۶۷۹) اور محمد بن اسماعیل بن بزیع سے روایت ہے کہ حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے دریافت کیا جارہا تھا اور میں سن رہا تھا محرم کیلئے بارش اور دھوپ سے بچنے کیلئے سایہ کے متعلق یا کسی بیماری کی وجہ سے سایہ کے متعلق پوچھا گیا۔ تو آپؑ نے فرمایا: وہ منیٰ میں ایک بکری ذبح کرے۔ نیز فرمایا: ہم لوگ جب حج کا ارادہ کرتے ہیں اور سایہ کرتے ہیں تو فدیہ کفارہ ادا کرتے ہیں۔

(۲۶۸۰) اور حریز کی روایت میں ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر عورتیں اور بچے حالت احرام میں ہیں اور

(دھوپ سے بچنے کیلئے) اگر ان پر قبہ بنا دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں اور کوئی محرم شخص نہ پانی میں غوطہ لگائے گا اور نہ کوئی روزہ دار۔

(۲۶۸۱) منصور بن حازم سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھا کہ انہوں نے حالت احرام میں وضو فرمایا پھر رومال لیا اور اپنا چہرہ پونچھا۔

(۲۶۸۲) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ایک محرم شخص کو اپنا کپڑا اپنی ناک سے اوپر پھرانا مکروہ ہے۔ محرم اگر اپنا کپڑا اپنے منہ پر اس حد تک پھرائے جو ناک تک پہنچ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں یعنی ناک سے نیچے تک۔

(۲۶۸۳) حفص بن بختری اور ہشام بن حکم ان دونوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ایک مرد محرم کیلئے مکروہ ہے کہ وہ اپنا کپڑا ناک کے نیچے سے اوپر تجاوز کرے۔ نیز فرمایا: جس کے لئے اس نے احرام باندھا ہے اس کے لئے (اپنا چہرہ) دھوپ میں کھلا رکھے۔

(۲۶۸۴) اور عبداللہ بن سنان سے روایت کی گئی ہے کہ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا وہ میرے والد سے فرما رہے تھے جب کہ میرے والد نے آپؑ سے دھوپ کی تپش کی شکایت کی جس سے ان کو اذیت پہنچ رہی تھی۔ میرے والد نے آنجنابؑ سے کہا کہ اگر آپؑ کی رائے ہو تو میں اپنے کپڑے کا ایک گوشہ سے آڑ کر لوں؟ آپؑ نے فرمایا: اگر سر تک نہ پہنچے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(۲۶۸۵) اور سعید اعرج نے آنجنابؑ سے محرم کے متعلق دریافت کیا کہ وہ دھوپ سے بچنے کے لئے لکڑی یا ہاتھ سے ڈھانپ لے؟ آپ نے فرمایا: بغیر کسی (مرض و) علت کے نہ کرے۔

(۲۶۸۶) اور حلبی نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ ایک محرم شخص اپنا سر بھول کر یا سوتے میں ڈھانک لیتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جب یاد آئے تو تلبیہ پڑھ لے۔

(۲۶۸۷) اور حریز کی روایت میں ہے کہ (اگر ایسا ہوا ہے تو) وہ سر سے چادر گرا دے اور تلبیہ پڑھے اس پر کوئی کفارہ نہیں [1]۔

(۲۶۸۸) اور حلبی نے آنجنابؑ سے ایک ایسے مرد محرم کے متعلق دریافت کیا جو منہ کے بل اپنی ہتھیلیوں پہ سو رہا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۲۶۸۹) اور زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک ایسے شخص محرم کے متعلق دریافت کیا کہ وہ جب سونے کا ارادہ کرتا ہے تو اسکے منہ پر مکھی بیٹھ جاتی ہے اور سونے نہیں دیتی کیا جب وہ سونے کا ارادہ کرے تو اپنا چہرہ چھپا لے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

(۲۶۹۰) زرارہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: ایک احرام باندھی ہوئی عورت اپنا کپڑا گردن تک لٹکا لے (مگر جب سواری پر سوار ہو جیسا کہ حدیث ۲۶۲۷ میں مذکور ہے)

باب: محرم کا ناخن یا بال تراشنا

(۲۶۹۱) حسن بن محبوب نے علی بن رباب سے انہوں نے ابی بصیر سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا ایک ایسے شخص کے متعلق کہ جس نے حالت احرام میں اپنے ناخونوں میں سے ایک ناخن تراش لیا۔ آپؑ نے فرمایا: اس پر ایک مد طعام کفارہ ہے دس ناخن پہنچنے تک اور جب اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کے سارے ناخن تراش لیے تو اس پر ایک بکری کا ذبح کرنا ہے۔ میں نے عرض کیا: اور اگر وہ اپنے دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں کے سارے ناخن تراش لے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اس نے ایک ہی نشست میں ایسا کیا ہے تو اس پر ایک جانور

[1] شیخ نے تہذیب ج ۱ ص ۵۳۴ پر مسند حدیث میں حریز سے روایت کی ہے کہ کہا: میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے اس محرم کے بارے میں دریافت کیا جس نے بھولے سے اپنے سر پر چادر لے لی۔ فرمایا: چادر گرا دے اور تلبیہ پڑھے۔۔۔ الحدیث۔

کا ذبح لازم ہے اور اگر اس نے متفرق دو نشستوں میں تراشا ہے تو اس پر دو جانور ذبح کرنا بطور کفارہ لازم ہے۔

(۲۶۹۲) اور زرارہ کی روایت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس کسی نے نسیان، سہو یا جاہلِ مسئلہ ہونے کی وجہ سے ایسا کیا یعنی مسئلہ معلوم تھا مگر بھول گیا کہ وہ احرام سے ہے یا جاہل مسئلہ تھا اور ایسا کر بیٹھا تو اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔

(۲۶۹۳) اور معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے محرم کے متعلق دریافت کیا کہ جس کے ناخن بہت بڑھ گئے ہیں یا بعض ٹوٹ گئے ہیں اور وہ تکلیف دیتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: وہ حتی الامکان ذرا بھی نہ کاٹے اور اگر واقعی تکلیف پہنچا رہے ہیں تو انہیں تراشے اور ہر ناخن کے عوض ایک مشت طعام کسی کو کھلا دے۔

(۲۶۹۴) اور اسحاق بن عمار نے حضرت امام ابو ابراہیم علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو احرام باندھتے وقت اپنے ناخن تراشنا بھول گیا اور احرام باندھ لیا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ ناخن چھوڑ دے نہ کاٹے۔ میں نے عرض کیا: مگر اصحاب میں سے کسی ایک شخص نے یہ فتویٰ دیا کہ وہ اپنے ناخن تراشے اور پھر سے احرام باندھ لے اور اس نے ایسا کر لیا۔ آپؑ نے فرمایا: اس پر ایک دم (جانور کی قربانی) لازم ہے۔

(۲۶۹۵) اور حریز نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: اگر احرام باندھنے کے بعد کوئی شخص اپنی بغل کے بال صاف کرے تو اس پر ایک دم لازم ہے۔

(۲۶۹۶) اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص نسیان یا سہو یا جاہل مسئلہ ہونے کی وجہ سے اپنا سر منڈواتا یا بغل صاف کرتا ہے تو اس پر کچھ لازم نہیں آتا۔ [۱]

(۲۶۹۷) اور امام علیہ السلام نے فرمایا: کوئی مضائقہ نہیں اگر محرم حمام میں جائے لیکن نہاتے وقت بدن نہ ملے۔ [۲]

(۲۶۹۸) اور آپؑ نے فرمایا: ایک محرم (جس کا احرام بندھا ہے) اس شخص کے بال نہیں تراشے گا جو محل ہو چکا ہے یعنی جس کا احرام کھل چکا ہے۔ [۳]

(۲۶۹۹) اور ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعب بن عجرہ انصاری کے پاس سے ہو کر گزرے وہ حالت احرام میں تھے آپؐ نے دیکھا کہ جوؤں نے ان کے سر (کے بال) ان کی بھوؤں اور ان کی آنکھ کی پلکوں کو کھا لیا ہے تو آپؐ نے فرمایا: میری نظر میں یہ نہ تھا کہ تمہارا حال اس حد تک پہنچ جائیگا جو میں دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپؐ نے حکم دیا ان کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے اور ان کا سر مونڈ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **فمن کان منکم مریضاً او به اذیً من راسه ففدیة من صیام او صدقه او نسک** (پھر جب تم میں سے کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو سر منڈانے کا بدلہ روزے یا خیرات یا قربانی ہے) (سورہ بقرہ آیت ۱۹۶) تو روزہ تین دن کا، صدقہ چھ مسکینوں پر، ہر مسکین کے لئے ایک صاع کھجور (اور روایت کی گئی ہے کہ ایک مد کھجور) اور قربانی ایک بکری کی اور اس قربانی سے مساکین کے سوا کوئی اور نہ کھائے۔

(۲۷۰۰) عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: آپؑ کی کیا رائے ہے اگر میں حالت احرام میں ہوں اپنے اوپر اونٹ کی چچڑیاں یا کیڑوں کو دیکھوں تو اُٹھا کر پھینک دوں؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں بلکہ ان دونوں کی چھوٹی سے چھوٹی کو بھی اس لئے کہ یہ دونوں بغیر سیڑھیوں کے چڑھ جاتی ہیں۔

---

[۱] شیخ نے بھی اس کی روایت کی ہے اور کلینی نے ج۴ص ۳۶۱ پر صحیح حدیث میں زرارہ سے اور انہوں نے ابو جعفر (امام باقر) علیہ السلام سے اور وہاں یہ زیادہ ہے: جس نے ایسا جان بوجھ کر کیا اس پر ایک دم ہے۔

[۲] شیخ نے 'تہذیب' ج۱ص ۵۳۷ پر صحیح حدیث میں معاویہ بن عمار سے اس کی روایت کی ہے اور اسے کراہت پر محمول کیا ہے۔

[۳] شیخ نے 'تہذیب' ج۱ص ۵۴۴ پر اور کلینی نے ج۴ ص۳۶۱ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں معاویہ بن عمار سے اور انہوں نے آنجنابؑ سے اسے روایت کیا ہے۔

(۲۷۰۱) اور معاویہ بن عمار نے آنجنابؑ سے عرض کیا کہ ایک شخص محرم اپنا سر رگڑتا ہے تو ایک دو جوئیں گرتی ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: اس پر کوئی کفارہ نہیں لیکن اس کا اعادہ نہ کرے۔ راوی نے عرض کیا: پھر محرم کیسے رگڑے؟ آپؑ نے فرمایا: اپنے ناخنوں سے اسی طرح کہ خون نہ نکلے اور کوئی بال نہ ٹوٹے۔

(۲۷۰۲) نیز آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص محرم کے متعلق دریافت کیا گیا کہ وہ اپنی داڑھی سے شغل کر رہا تھا کہ اس میں سے ایک دو بال گر گئے۔ آپ نے فرمایا: مسکینوں کو کچھ کھلا دے۔

(۲۷۰۳) اور دوسری حدیث میں ہے کہ ایک مد طعام یا دو مٹھی طعام [1] اور بہتر اور اولیٰ یہ ہے کہ محرم اپنا سر نہ رگڑنے (نہ کھجائے) لیکن بہت آہستہ آہستہ صرف اپنی انگلیوں کے کنارے سے۔

(۲۷۰۴) اور ہشام بن سالم کی روایت میں ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص حالت احرام میں اپنے سر یا داڑھی پر ہاتھ رکھے اور کچھ بال گر جائیں تو ایک مٹھی نان خشک یا ستو تصدق کر دے۔

(۲۷۰۵) اور ابان نے ابی جارود سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے حالت احرام میں ایک جوں مار دی۔ آپؑ نے فرمایا: اس نے بہت برا کیا اس نے پوچھا: پھر اس کا فدیہ و کفارہ کیا ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا: اس کا کوئی فدیہ و کفارہ نہیں ہے۔

(۲۷۰۶) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: محرم کے جسم سے ہر رینگنے والا گرایا جاسکتا ہے سوائے جوں کے اس لئے کہ وہ اسی کے جسم سے پیدا ہوئی ہے ہاں اگر وہ اپنے جسم کے ایک حصے سے اُٹھا کر دوسرے حصہ میں رکھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲۷۰۷) ابان نے زرارہ سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ کیا ایک محرم اپنے سر کو رگڑے (کھجائے) یا پانی سے دھوئے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اس کا ارادہ جوں مارنے کا نہیں ہے تو رگڑ سکتا ہے اور دھونے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں اور سر پر پانی ڈالنے میں بھی کوئی حرج نہیں جب کہ بال تہہ بہ تہہ جمائے ہوئے نہ ہوں اور بال جمائے ہوئے ہیں تو اپنے سر پر پانی نہ ڈالے سوائے یہ کہ وہ غسلِ احتلام کر رہا ہو۔

(۲۷۰۸) یعقوب بن شعیب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا محرم غسل کرے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اور اپنے سر پہ پانی بھی ڈالے مگر اس کو نہ رگڑے۔

(۲۷۰۹) حریز نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جو روایت کی ہے اس میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر ایک محرم غسل جنابت کر رہا ہے تو اپنے سر پر پانی ڈالے اور اپنی انگلیوں سے بالوں کو جدا جدا کرے۔

کیا مُحرِم سے نکاح کیا جاسکتا ہے یا وہ خود نکاح کرسکتا ہے یا طلاق دے سکتا ہے

(۲۷۱۰) امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا کوئی محرم شخص دو محل (جو احرام کی حالت میں نہیں ہیں) کے نکاح کا گواہ بن سکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ گواہ نہیں بن سکتا۔ پھر فرمایا: کیا کوئی محرم کسی محل کو شکار کی طرف اشارہ کرسکتا ہے؟

مصنف کتاب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ استفہام انکاری ہے اس لئے نہیں کہ یہ جائز ہے۔

(۲۷۱۱) اور عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: یہ جائز نہیں کہ کوئی شخص کسی محرم سے نکاح

[1] شیخ نے 'استبصار' ج ۲ ص ۱۹۸ پر صحیح کی مانند قوی حدیث میں منصور سے اور انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے اس مُحرِم کے بارے میں جس نے اپنی ڈاڑھی کو کھجایا اور کوئی بال جھڑ گیا۔ فرمایا: ایک یا دو مٹھی طعام (مسکین کو) کھلا دے۔ بظاہر یہ حدیث وہی ہے جس کی طرف مصنف نے اشارہ کیا ہے لیکن اس میں کتابت کی غلطی ہوگئی ہے کہ ایک مٹھی کے بجائے 'مُد' لکھا گیا ہے۔ جبکہ مد اور دو مٹھی میں کوئی مناسبت نہیں ہے۔

کرے اور نہ محرم کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی محل سے نکاح کرے۔ آپؑ نے فرمایا: اگر کوئی شخص کسی محرم سے نکاح کرے یا محرم خود کسی محل سے نکاح کرے تو ان دونوں صورتوں میں نکاح باطل ہے۔

(۲۷۱۲) اور انصار میں سے ایک شخص نے حالت احرام میں (کسی عورت سے) نکاح کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے نکاح کو باطل کر دیا۔[۱]

(۲۷۱۳) نیز امام علیہ السلام[۲] نے فرمایا: اگر کوئی شخص حالت احرام میں کسی عورت سے نکاح کرے تو ان دونوں کے درمیان مفارقت اور جدائی کرا دو اور اب یہ عورت اس کیلئے تا ابد حلال نہ ہوگی۔

(۲۷۱۴) اور سماعہ کی روایت میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر اس محرم نے اس عورت سے مجامعت کی ہے تو اسے عورت کو مہر دینا پڑے گا۔

(۲۷۱۵) اور عاصم بن حمید کی روایت میں ہے جو اس نے ابی بصیر سے کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے: محرم طلاق تو دے سکتا ہے نکاح نہیں کر سکتا۔

(۲۷۱۶) اور سعید بن اعرج نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے حالت احرام میں اپنی عورت کو محمل سے اتارا اور اس کو اپنے سے چمٹا لیا؟ آپؑ نے فرمایا: اگر اس نے عمداً (بربنائے شہوت) ایسا نہیں کیا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں اس لئے کہ وہ اپنی عورت کو محمل سے اتارنے کا غیروں سے زیادہ حق رکھتا ہے۔

(۲۷۱۷) محمد حلبی سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص حالت احرام میں ہے وہ اپنی عورت کو جو حالت احرام میں ہے دیکھ رہا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی مضائقہ نہیں۔

(۲۷۱۸) اور خالد بیاع قلانس (کلاہ فروش) سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس پر ابھی طواف النساء کرنا باقی ہے کہ اس نے اپنی عورت سے مجامعت کر لی؟ آپؑ نے فرمایا: اس پر ایک اونٹ کی قربانی لازم ہے۔ پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے بھی یہی مسئلہ پوچھا آپؑ نے فرمایا: اس پر ایک گائے کی قربانی لازم ہے۔ پھر ایک تیسرا شخص آیا اس نے بھی یہی مسئلہ دریافت کیا آپؑ نے فرمایا: اس پر ایک بکری کی قربانی لازم ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب سب چلے گئے تو میں نے عرض کیا: اللہ آپ کا بھلا کرے آپؑ نے مجھ سے یہ کیوں فرمایا کہ ایک اونٹ کی قربانی لازم ہے۔ فرمایا: تم دولتمند و مالدار ہو تم پر ایک اونٹ کی قربانی لازم اور جو متوسط الحال ہے اس پر ایک گائے کی اور جو فقیر ہے اس پر ایک بکری کی قربانی لازم ہے۔

مُحرِم کیلئے کن چیزوں کو قتل کرنا جائز ہے

(۲۷۱۹) اور امام علیہ السلام نے فرمایا: حدود حرم میں کوئی شکار ذبح نہیں کیا جائے گا خواہ وہ حل (حدود حرم سے باہر) میں کیوں نہ شکار کیا گیا ہو۔[۳]

(۲۷۲۰) حنان بن سدیر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرم میں چوہے، سانپ، بچھو اور سیاہ و سفید داغوں والے کوے کے قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ تم اس کوے کو پتھر مارو اگر تمہارا پتھر اس پر پڑ گیا تو سمجھو کہ اللہ نے اس سے نجات

۱۔ کلینی نے ج ۴ص ۳۷۲ پر اور شیخ نے 'تہذیب' ج ۱ص ۵۴۱ پر صحیح حدیث میں عبدالرحمٰن بن ابو عبداللہ سے اور انہوں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے اس کی روایت کی ہے۔

۲۔ یعنی صادق علیہ السلام جیسا کہ کلینی نے موثق حدیث میں ابراہیم بن حسن سے اور انہوں نے آنجنابؑ سے ج ۴ ص ۳۷۲ پر نقل کیا ہے اور اس میں ہے 'کبھی اس کا اعادہ نہیں کر سکیں گے۔' اور اسی طرح 'تہذیب' ج ۱ص ۵۴۱ پر مرقوم ہے۔

۳۔ یہ حدیث نمبر شمار ۲۱۳۶ کے تحت آ چکی ہے۔

دی (یہ اونٹ کی پشت کے زخم کو کھاتا ہے) اور چوہے کو تو آپؑ فویسقہ کا نام دیتے تھے یہ پانی کے مشکیزہ کو کاٹتا اور خیموں میں آگ لگاتا ہے۔

(۲۷۲۱) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر کوئی شخص حالت احرام میں اپنے اونٹ کی چچڑیاں اُٹھا کر پھینکے تو کوئی مضائقہ نہیں (اس لئے کہ یہ اس سے پیدا نہیں ہوئی ہیں) مگر اس کے جسم کے کیڑوں کو نہ پھینکے (اس لئے کہ یہ اسی سے پیدا ہوئے ہیں)۔

(۲۷۲۲) اور حریز کی روایت میں ہے جو انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: چچڑیاں اونٹ سے پیدا نہیں ہوتی ہیں مگر کیڑے اونٹ ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔

(۲۷۲۳) علی بن ابی حمزہ کی روایت میں ہے جو انہوں نے ابو بصیر سے کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ کیا ایک شخص حالت احرام میں اپنے اونٹ کے جسم کے کیڑے نکال کر پھینکے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں وہ بمنزلہ ان جوؤں کے ہے جو تمہارے جسم میں پڑتی ہیں۔

(۲۷۲۴) محمد بن فضیل نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ ایک شخص حالت احرام میں کن کن چیزوں کو قتل کر سکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ مار سیاہ اور افعی اور چوہے، بچھو اور ہر اس سانپ کو قتل کرے جو اس کے کاٹنے کا ارادہ رکھتا ہو اور اگر وہ تم پر حملہ آور نہ ہو تو اس کو قتل نہ کرو۔ اور خبیث و بدذات کتا اگر تم پر حملہ کرے تو قتل کردو۔ اور کوئی مضائقہ نہیں کہ محرم چیل کو مارے اور اگر چوروں کا مقابلہ ہو تو ان سے اپنی حفاظت کرے۔

باب: اگر کوئی شخص حالتِ احرام میں شکار کرے تو اس پر کیا کفارہ واجب ہے

(۲۷۲۵) جمیل نے محمد بن مسلم اور زرارہ سے اور ان دونوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک محرم کے بارے میں روایت کی ہے۔ جس نے ایک شتر مرغ کو مار ڈالا۔ تو آپؑ نے فرمایا: اس پر ایک اونٹ کفارہ میں واجب ہے اور اگر اس کو اونٹ دستیاب نہیں ہے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ اور اگر اونٹ کی قیمت ساٹھ مسکینوں کے کھانے کی قیمت سے کم ہے تو اس پر ایک اونٹ کی قیمت ہی کفارہ میں واجب ہے۔

(۲۷۲۶) حسن بن محبوب نے داؤد رقی سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق روایت کی ہے جس پر ایک اونٹ کفارہ میں واجب ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اگر اس کو اونٹ دستیاب نہیں تو سات بکریاں اور اگر وہ اس پر بھی قادر نہیں تو مکہ میں یا اپنے گھر پر اٹھارہ دن روزہ رکھے۔

(۲۷۲۷) عبداللہ بن مسکان نے ابی بصیر سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے محرم کے متعلق دریافت کیا جس نے شتر مرغ یا گورخر مارا۔ آپؑ نے فرمایا: اس پر ایک اونٹ کفارہ میں واجب ہے۔ میں نے عرض کیا: اور اگر وہ اس کی قدرت نہ رکھتا ہو؟ آپؑ نے فرمایا: پھر وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ میں نے عرض کیا: اور اگر وہ اتنا تصدق کرنے پر بھی قدرت نہ رکھتا ہو؟ آپؑ نے فرمایا: اس پر ایک گائے کفارہ ہے۔ میں نے عرض کیا: اگر وہ اس پر بھی قدرت نہ رکھتا ہو؟ آپؑ نے فرمایا: پھر وہ تیس مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ میں نے عرض کیا: اور اگر وہ اتنا تصدق کرنے کی بھی قدرت نہ رکھتا ہو؟ آپؑ نے فرمایا: پھر وہ نو دن روزہ رکھے۔

میں نے عرض کیا: اور اگر وہ ایک ہرن کا شکار کرے؟ آپؑ نے فرمایا: اس پر ایک بکری کفارہ ہے۔ میں نے عرض کیا: اور اگر اس کو بکری دستیاب نہ ہو؟ آپؑ نے فرمایا: پھر وہ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ میں نے عرض کیا: اور اگر وہ اتنا تصدق نہ کر پائے؟ آپؑ نے فرمایا: پھر وہ تین دن روزہ رکھے۔

(۲۷۲۸) ابن مسکان نے ابی بصیر سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص نے احرام

کی حالت میں ایک شکار پر تیر یا پتھر چلا دیا جس سے اس کا ایک ہاتھ یا ایک پاؤں ٹوٹ گیا اور جس طرف اس کا رخ تھا ادھر ہی بھاگ گیا اور نہیں معلوم کہ اس کا کیا بنا۔ آپؑ نے فرمایا: اس پر اس کا پورا کفارہ لازم ہے۔ میں نے عرض کیا: مگر بعد میں اس نے دیکھا کہ چر رہا ہے اور گھوم پھر رہا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: پھر اس پر اس کی قیمت کا ایک چوتھائی کفارہ لازم ہے۔

(۲۷۲۹) بزنطی نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے ایک محرم کے متعلق دریافت کیا کہ اس نے ایک خرگوش یا ایک لومڑی کا شکار کیا۔ آپؑ نے فرمایا: خرگوش کے شکار میں اس پر ایک بکری ذبح کرنا لازم ہے۔[ا]

(۲۷۳۰) اور ابن مسکان نے حلبی سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک محرم کے بارے میں دریافت کیا جس نے ایک خرگوش کو شکار کیا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ ایک بکری کعبہ تک پہنچا کر قربانی کرے۔

(۲۷۳۱) اور بزنطی کی روایت میں ہے جو اس نے علی بن حمزہ سے اور انہوں نے ابو بصیر سے کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک محرم کے متعلق دریافت کیا جس نے ایک لومڑی کا شکار کیا۔ آپؑ نے فرمایا: اس پر ایک جانور کی قربانی لازم ہے۔ میں نے عرض کیا: اور اگر خرگوش شکار کیا ہو تو؟ آپؑ نے فرمایا: اس پر بھی وہی ہے جو لومڑی کے شکار پر ہے۔

(۲۷۳۲) اور محمد بن فضیل نے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص حالت احرام میں تھا اور اس نے حرم کے کبوتروں میں سے ایک کبوتر کو مار ڈالا۔ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ حالت احرام میں تھا اور اس نے حرم کے ایک کبوتر کو حرم میں قتل کیا ہے تو اس پر اس کے کفارہ میں ایک بکری اور کبوتر کی قیمت جو ایک درہم ہے اور اگر وہ حالت احرام میں نہیں تھا اور اس نے حرم میں اس کو مارا تو اس پر کفارہ اس کبوتر ہی کی قیمت ہے جو ایک درہم ہے وہ اس درہم کو چاہے تصدق کردے یا چاہے تو حرم کے کبوتروں کیلئے دانہ خرید کردے۔ اور اگر وہ حالت احرام میں تھا اور اس نے غیر حرم میں اس کو قتل کیا ہے تو اس پر کفارہ میں ایک بکری ذبح کرنا ہے۔

اور اگر کوئی شخص حالت احرام میں چڑیا کے بچے کو حدود حرم کے باہر قتل کردے تو اس پر ایک بکری ذبح کرنا کفارہ میں لازم ہے، اس پر چڑیا کے بچے کی قیمت لازم نہیں ہے اس لئے کہ اس نے اس کو حدود حرم میں قتل نہیں کیا ہے۔ اور کفارہ میں بکری ہے تو اپنی مکان پر مکہ میں ذبح کرے اور چاہے تو صفا و مروہ کے درمیانی نخاسیوں کے قریب بازار حزورہ میں کرے جو ایک مشہور مقام ہے۔ (یہ جگہ اب مسجد الحرام میں داخل ہوگئی ہے اور لوگ اب اس کو باب عزورہ کہتے ہیں)

اور اگر اس نے اس کو حالت احرام میں حدود حرم کے اندر قتل کیا ہے تو اس پر ایک بکری کا بچہ اور چڑیا کے بچے کی قیمت جو کہ نصف درہم ہے اور اگر وہ ابھی انڈے کے اندر تھا تو ایک چوتھائی درہم۔

اور اگر بھٹ تیتر کو قتل کیا ہے تو ایک بکری کا بچہ جس نے دودھ چھوڑا ہو اور درخت کی پتیاں کھانے لگا ہو۔

اور اگر کسی نے شتر مرغ کے انڈے توڑے ہیں تو جتنے انڈے توڑے ہیں ہر انڈے کے عوض ایک بکری ذبح کرے گا اور اگر بکری نہ ملے تو تین دن روزہ رکھے اور اگر روزے نہیں رکھ سکتا تو دس مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

اور اگر کوئی احرام کی حالت میں شتر مرغ کے انڈے اپنے پاؤں تلے روندے اور ان انڈوں میں بچے حرکت کر رہے ہوں تو اس پر لازم ہے کہ جتنے انڈے پاؤں تلے روندے ہیں اتنے اونٹوں کو اونٹنیوں پر بھیجے جب وہ حاملہ ہو جائیں اور ان سے بچے پیدا ہوں تو وہ بیت اللہ الحرام کے سامنے قربانی کیلئے پیش کردے اور اگر بچے نہ پیدا ہوں تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔

اور اگر کوئی شخص احرام کی حالت میں بھٹ تیتر کے انڈے پاؤں تلے روندے اور وہ ٹوٹ جائیں تو اس پر لازم ہے کہ جتنے انڈے ٹوٹے ہیں

[ا] لومڑی یا خرگوش کے شکار پر بکری کے ذبح کرنے میں اختلاف نہیں ہے۔ (المدراک)

اتنے بکروں کو بکریوں پر بھیجے جب وہ حاملہ ہو کر بچے پیدا کریں تو ان بکری کے بچوں کو بیت اللہ الحرام کے سامنے قربانی کے لئے پیش کر دے۔

(۲۷۳۳) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حالت احرام میں خواہ تم روندو یا تمہارا اونٹ روندے اس کا کفارہ تم پر لازم ہے۔ ۱؎

اور اگر کوئی شخص حالت احرام میں کوئی شکار مارے تو اس پر اس کا بدلہ ہے اور وہ شکار کسی مسکین کو تصدق کر دیگا اور اگر اس نے دوبارہ عمداً کوئی دوسرا شکار مارا تو اس پر اس کا بدلہ نہیں اور وہ ان لوگوں میں ہے جن سے اللہ انتقام لے گا اور انتقام آخرت میں ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ عفی اللہ عما سلف ومن عاد فینتقم اللہ منه (جو ہو چکا اس کو اللہ نے درگزر کیا اور جو پھر کسی نے ایسی حرکت کی تو اللہ اس سے انتقام لے گا) (سورہ مائدہ آیت ۹۵) اور اگر کسی نے شکار کرنے کے بعد دوبارہ غلطی سے شکار کر لیا تو جتنی مرتبہ غلطی سے شکار کرے گا اتنی مرتبہ اس کا کفارہ ادا کرے گا۔

اور اگر کوئی شخص حالت احرام میں ناواقفیت اور جہالت کی وجہ سے ایسا کرے گا تو اس پر کچھ نہیں سوائے اس شکار کے اور یہی اس کا کفارہ ہے اور اگر کسی نے عمداً ایسا کیا ہے تو اس پر اس کا کفارہ بھی ہے اور گناہ بھی۔

اور کوئی مضائقہ نہیں اگر کوئی شخص حالت احرام میں مچھلی کا شکار کرے اور تر و تازہ کھائے اور نمک لگا کر اس کو اپنی زادراہ بنائے۔ اور اگر کوئی شخص ایک ٹڈی کا شکار کرے تو اس پر ایک کھجور کفارہ لازم ہے اور کھجور ٹڈی سے بہتر ہے اور اگر اس نے بہت سی ٹڈیاں ماری ہیں تو اس پر ایک بکری ذبح کرنا لازم ہے۔

(۲۷۳۴) اور ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام لوگوں کی طرف ہو کر گزرے اور وہ لوگ ٹڈیاں کھا رہے تھے تو آپؑ نے فرمایا: سبحان اللہ جب کہ تم لوگ حالت احرام میں ہو؟ لوگوں نے کہا: یہ بھی تو سمندر سے پیدا ہوتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: (اچھا اگر یہ سمندر کی چیز ہے) تو سمندر میں ڈال دو (اور دیکھو یہ زندہ رہتی ہے؟)

اور محرم ٹڈی نہیں کھائے گا اور جو شخص محل ہے (احرام میں نہیں ہے) وہ بھی حدود حرم میں ٹڈی نہ کھائے۔

اور اگر کوئی بڑی سی چھپکلی مار دے تو اس پر ایک مد طعام تصدق کرنا لازم ہے۔

اور اگر کوئی شخص زنبور (بھڑ) کو غلطی سے مار دے تو اس پر کچھ نہیں ہے ہاں اگر عمداً مارے تو اس پر ایک مٹھی طعام تصدق کرنا ہے۔

اور اگر کوئی شخص حالت احرام میں حدود حرم سے باہر شکار کرے اور اس کو ذبح کرے اور اس مذبوح شدہ کو حدودِ حرم میں لے کر داخل ہوا اور ایک ایسے شخص کو ہدیہ میں دے جو حالت احرام میں نہیں ہے تو کوئی مضائقہ نہیں اگر یہ شخص اس ہدیہ کو کھالے اس لئے کہ اس کا کفارہ تو اس شخص پر ہے جس نے اس کو شکار کیا ہے۔

(۲۷۳۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے حالت احرام میں شکار مارا تو اس نے اس کا کفارہ ادا کر دیا اب وہ شکار کو کھائے یا پھینک دے؟ آپؑ نے فرمایا: اس طرح تو اس کو ایک دوسرا کفارہ اور ادا کرنا پڑے گا۔ تو عرض کیا گیا: پھر وہ اس شکار کا کیا کرے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ اس کو دفن کر دے ۲؎

ہر وہ شخص کہ جس نے حالت احرام میں شکار کیا اور اس پر اس کا کفارہ واجب ہے۔ وہ اگر حج کیلئے آیا ہے تو کفارہ میں جو اونٹ اس پر واجب

۱؎ 'کافی' ج ۴ ص ۳۸۳ پر صحیح کی مانند حسن سند سے مروی ہے اور کلینی نے اس کے بعد کہا ہے: جان لو کہ یہ کفارہ تم پر نہیں ہے اگر تم جاہل مسئلہ تھے خواہ تمہارا احرام حج کا ہو یا عمرہ کا۔ مگر یہ کہ شکار کا تم پر کفارہ ہے جو تم نے جہالت سے کیا ہو یا عمداً کیا ہو۔

۲؎ اس مسئلہ کو حدیث نمبر ۲۳۵۸ کے تحت بیان کیا جا چکا ہے اور اسی کی مثل شیخ نے 'تہذیب' کی ج ۱ ص ۵۵۵ پر صحیح حدیث میں بیان کیا ہے۔

ہے وہ اس کو منیٰ میں نحر کرے گا اور اگر وہ (حج کیلئے نہیں بلکہ) عمرے کے لئے آیا ہے تو کفارہ کا اونٹ مکہ میں خانہ کعبہ کے سامنے نحر کرے گا۔[1]

اور اگر کوئی محرم شکار اور مردار کھانے پر مجبور ہو جائے تو وہ شکار کھالے اور اس کا کفارہ ادا کرے اور اگر اس نے مردار کھایا ہے تو پھر کوئی حرج نہیں۔

(۲۷۳۶) اور حضرت امام ابوالحسن ثانی نے فرمایا: میرے نزدیک مردار کھانے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ شکار ذبح کرے اور کھائے پھر اس کا کفارہ ادا کرے۔

(۲۷۳۷) اور یوسف طاطری نے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: ایک شکار کو چند لوگوں نے کھایا جو حالت احرام میں تھے؟ آپؑ نے فرمایا: ان میں سے ہر ایک پر ایک ایک بکری کفارہ واجب ہے اور جس نے اس شکار کو ذبح کیا اس پر بھی ایک ہی بکری کفارہ ہے۔

(۲۷۳۸) اور علی بن رئاب نے ابان بن تغلب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ان چند حاجیوں کے متعلق جو حالت احرام میں تھے اور انہوں نے شتر مرغ کے بہت سے بچے شکار کیے اور ان کو سب نے مل کر کھایا؟ آپؑ نے فرمایا: ان لوگوں نے جتنے بچے کھائے ہیں ان میں سے ہر بچے کے عوض ایک اونٹ ان پر لازم ہے اور وہ سب ان اونٹوں میں شریک ہونگے اور ان کو خریدیں گے ان بچوں کی تعداد اور آدمیوں کی تعداد کے مطابق۔

(۲۷۳۹) زرارہ اور بکیر نے ان امامین علیہما السلام میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے دو شخصوں کے متعلق جو حالت احرام میں ہیں اور ان دونوں نے مل کر ایک شکار مارا؟ آپؑ نے فرمایا: ان دونوں میں سے ہر ایک پر ایک کفارہ ہے۔

(۲۷۴۰) اور ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کچھ لوگ حالت احرام میں تھے ایک شکار خریدا اور اس خریداری میں سب شریک رہے تو ایک عورت جوان کی ہمسفر تھی اس نے کہا کہ مجھے بھی اس شکار میں ایک درہم کی حصہ دار بنالو اور ان لوگوں نے اس کو بھی حصہ دار بنالیا؟ آپؑ نے فرمایا: ان میں ہر انسان پر جو اس میں حصہ دار ہے ایک بکری لازم ہے۔

(۲۷۴۱) اللہ تعالیٰ کی ارشاد ہے: **احل لکم صید البحر و طعامه متا عاًلکم ولسیّارة و حرم علیکم صیدالبر مادمتم حرماً** (تمہارے اور قافلہ کے فائدے کیلئے دریائی شکار اور اس کا کھانا تو ہر حالت میں جائز کر دیا گیا ہے اور جب تک تم حالت احرام میں رہو تم پر خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا ہے) (سورہ مائدہ آیت ۹۶)۔

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وہ نمکین غذا ہے جسے تم لوگ کھاتے ہو نیز فرمایا: ان دونوں کے درمیان فرق ملحوظ رکھو۔ وہ پرندے جو جھاڑیوں میں رہتے ہیں خشکی میں انڈے دیتے ہیں اور خشکی ہی میں بچے نکالتے ہیں وہ خشکی کے شکار ہیں اور وہ پرندے جو خشکی میں رہتے ہیں مگر دریا میں انڈے دیتے اور دریا ہی میں بچے نکالتے ہیں وہ دریائی شکار ہیں۔[2]

(۲۷۴۲) اور کوئی شخص حالت احرام میں شکار کی رہنمائی نہ کرے اور اگر کسی نے رہنمائی کی اور وہ شکار مار لیا گیا تو اس محرم پر اس کا کفارہ لازم ہے۔[3]

---

[1] کلینی نے ج ۴ ص ۳۸۴ پر صحیح حدیث میں عبداللہ بن سنان سے اور انہوں نے امام جعفرؑ سے یہی روایت کی ہے۔

[2] حدیث نمبر ۲۷۳۳ کے درمیان میں اس بارے میں بتایا گیا ہے نیز کلینی نے ج ۴ ص ۳۹۲ پر حماد سے اور انہوں نے حریز سے اس کی روایت کی ہے۔

[3] یہ عبارت انہی الفاظ سے 'کافی' کی ج ۴ ص ۳۸۱ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں منصور بن حازم سے اور انہوں نے امام جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

باب: تمتع کرنے والے کا بال تراشنا اور بال مونڈنا اور مُحل ہونا اور جو شخص بال تراشنا بھول جائے یہاں تک کہ عورت سے مقاربت کرے یا حج کے لئے احرام باندھ لے اس کے احکام

(۲۷۴۳) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب تم تمتع کر رہے ہو اور صفا و مروہ کے درمیان سعی سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے سر کے بال اور داڑھی کے بال اطراف سے ذرا ذرا تراشو اور اپنی مونچھیں کاٹو، اور ناخن تراشو، اور (سر کے باقی بال) حج میں (مونڈنے) کے لئے چھوڑ دو جب تم نے ایسا کر لیا تو تم ہر طرح کی پابندیوں سے رہا ہو گئے اور ایک محرم شخص محل ہو گیا۔ اب تم استحباباً خانہ کعبہ کا جتنا چاہو طواف کرو۔

(۲۷۴۴) اسحاق بن عمار نے حضرت امام ابی ابراہیم علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے عرض کیا کہ ایک شخص تمتع کر رہا تھا اس میں بال کا تراشنا بھول گیا یہاں تک کہ اب وہ حج کے لئے احرام باندھ رہا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اُس پر ایک جانور کی قربانی لازم ہے۔ اور عبداللہ بن سنان کی روایت میں ہے جو اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے گا۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جانور کی قربانی بر بنائے استحباب ہے اور استغفار اس کیلئے کافی ہے اور ان دونوں حدیثوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(۲۷۴۵) اور عمران حلبی نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا ایک ایسے شخص کے متعلق جو تمتع کر رہا تھا اس نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی بھی کر لی اور قبل اس کے کہ وہ اپنے بال تراشے اپنی عورت کے بوسے لے لیے۔ آپؑ نے فرمایا: وہ ایک جانور ذبح کرے گا اور اگر اس نے مجامعت کی ہے تو ایک اونٹ یا ایک گائے کفارہ میں ذبح کرے گا۔

(۲۷۴۶) اور عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو تمتع کر رہا تھا اور اس نے اپنے سر کے بال کا جوڑا باندھ رکھا تھا وہ مکہ آیا اور اس نے اپنے تمام مناسک ادا کیے اور اب اپنے سر کا جوڑا کھولا۔ بال تراشے، تیل لگایا اور محل ہو گیا۔ آپؑ نے فرمایا: اس پر ایک بکری ذبح کرنا لازم ہے۔

(۲۷۴۷) اور معاویہ بن عمار نے آنجنابؑ علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو عمرہ تمتع کر رہا تھا ابھی اس نے بال بھی نہیں تراشا تھا کہ اپنی عورت سے مجامعت کر بیٹھا؟ آپؑ نے فرمایا: اس پر ایک اونٹ نحر کرنا لازم ہے اور مجھے تو ڈر ہے کہ اگر اس کو مسئلہ کا علم ہے تو کہیں اس کے حج میں رخنہ نہ پڑ جائے۔ اور اگر اس کو مسئلہ کا علم نہیں۔ ہے تو پھر اس پر کچھ نہیں ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا ایک شخص عمرہ تمتع میں ہے اس نے اپنے دانت ہی سے اپنے ناخن کاٹ لیے اور اپنے بال کسی چوڑے پھل کے تیر سے کاٹے۔ آپؑ نے فرمایا: کوئی مضائقہ نہیں ہر ایک کے پاس تو قینچی نہیں ہوتی۔

(۲۷۴۸) اور ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ ایک شخص عمرہ تمتع کر رہا ہے اس کا ارادہ ہوا کہ تھوڑے بال تراشے مگر اس نے اپنا پورا سر ہی مونڈ لیا؟ آپؑ نے فرمایا: اس پر ایک جانور کی قربانی لازم آئی ہے۔ اور جب (حج میں) قربانی کا دن آئے تو جس وقت سر مونڈنے کا ارادہ کرے تو اپنے سر پر استرا پھرا لے۔

(۲۷۴۹) اور ابو المغرا نے ابو بصیر سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص نے اپنا احرام تو کھول لیا مگر ابھی اس کی عورت نے احرام نہیں کھولا تھا کہ وہ اس سے مجامعت کر بیٹھا۔ آپؑ نے فرمایا: اس عورت پر ایک اونٹ قربانی

کرنا لازم ہے اور اس کا یہ نقصان اسکے شوہر کو برداشت کرنا ہے۔

(۲۷۵۰) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وہ شخص جو حج کے لئے عمرہ تمتع بجالا رہا ہے اس کو چاہیے کہ جب وہ عمرہ سے احرام کھولے تو سلا ہوا کپڑا (قمیض وغیرہ) نہ پہنے بلکہ خود کو محرم لوگوں سے مشابہ رکھے۔[1]

(۲۷۵۱) حفص و جمیل وغیرہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق جس نے (محل ہونے کے لئے) بعض جگہ سے بال تراشے اور بعض جگہ سے نہیں؟ آپؑ نے فرمایا: وہ اس کے لئے کافی ہے۔

(۲۷۵۲) اور جمیل بن درّاج نے ایک ایسے تمتع کرنے والے کے متعلق دریافت کیا جس نے مکہ میں اپنا سر مونڈ لیا۔ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ جاہلِ مسئلہ ہے تو اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے اور اگر اس نے عمداً حج کے مہینوں میں حج سے تیس دن پہلے ایسا کیا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں اور اگر اس نے عمداً تیس دن کے اندر ایسا کیا جس کے اندر حج کے لئے بال بڑھائے جاتے ہیں تو اس کو ایک جانور قربانی کرنا لازم ہے۔

(۲۷۵۳) حماد بن عثمان سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں آپؑ پر قربان میں نے عمرہ کے تمام مناسک پورے کر لیے اور ابھی اپنے بال نہیں تراشے تھے کہ اپنی زوجہ سے مجامعت کر لی؟ آپؑ نے فرمایا: تجھ پر ایک اونٹ نحر کرنا لازم ہے۔ اس نے کہا: مگر جس وقت اس سے مجامعت کا ارادہ کیا تو اس نے بھی ابھی بال نہیں تراشے تھے مگر جب میں اس پر غالب ہو گیا تو اس نے اپنے دانتوں سے اپنے تھوڑے سے بال تراش لیے۔ آپؑ نے فرمایا: اللہ اس بیچاری پر رحم کرے پھر وہ تو تجھ سے زیادہ فقیہ ہے۔ بس تجھ کو ایک اونٹ نحر کرنا ہے اور اس (تیری عورت) پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔

باب: حج کیلئے عمرۂ تمتع کرنے والا مکہ سے باہر جائیگا اور پھر واپس آئے گا

(۲۷۵۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اگر حج کے لئے عمرۂ تمتع کرنے والا مکہ سے نکل کر کہیں دوسری جگہ جانا چاہے تو اس کے لئے جائز نہیں ہے اس لئے کہ وہ حج سے مربوط ہے جب تک وہ اس کو پورا نہ کرے سوائے یہ کہ اس کو علم ہو کہ وہ حج کو فوت نہیں کرے گا اور جب اس کا علم ہو (کہ فوت نہیں کرے گا) اور نکلا اور وہ اسی مہینہ میں واپس آیا جس مہینہ میں نکلا تھا تو مکہ میں بغیر احرام باندھے داخل ہوگا اور اگر اس مہینہ کے علاوہ کسی دوسری مہینہ میں داخل ہوگا تو مکہ میں احرام باندھ کر داخل ہوگا۔

(۲۷۵۵) محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا مکہ میں کوئی شخص بغیر احرام کے داخل ہو؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں سوائے یہ کہ وہ مریض ہو یا اسے پیٹ کی بیماری ہو۔

(۲۷۵۶) قاسم بن محمد نے علی بن ابی حمزہ سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابو ابراہیم علیہ السلام سے ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو مکہ کے اندر سال میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ یا تین مرتبہ وارد ہوتا ہے وہ کیا کرے؟ آپؑ نے فرمایا: جب داخل ہو تو احرام باندھ کر اور جب نکلے تو بغیر احرام باندھے ہوئے۔

باب: حائض اور مستحاضہ کے احرام

(۲۷۵۷) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اسما بنت عمیس حجۃ الوداع میں مقام بیداء پر ۲۶ ذی القعدہ کو محمد بن ابی بکر کی ولادت کی وجہ سے نفاس میں ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم دیا۔ انہوں نے غسل کیا، بدن خشک کیا،

---

[1] کلینی نے ج ۴ ص ۴۴۱ پر بسندِ قوی آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

احرام باندھا اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ساتھ لبیک کہتی ہوئی آگے بڑھیں اور جب لوگ مکہ پہنچے تو ابھی تک طاہر نہیں ہوئی تھیں یہاں تک کہ لوگوں نے منیٰ سے بھی کوچ کیا یہ بھی ہر موقف پر ساتھ رہیں، عرفات، جمع (مشعر الحرام) گئیں، رمی الجمرات بھی کیا مگر خانہ کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی نہیں کی پھر جب لوگوں نے منیٰ سے کوچ کیا تو آنحضرتؐ نے انہیں حکم دیا اور انہوں نے غسل کیا اور خانہ کعبہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی اس طرح وہ ذی القعدہ کے بقیہ چار دن ذی الحجہ کے دس دن اور ایام تشریق کے تین دن بیٹھی رہیں۔

(۲۷۵۸) روایت کی گئی ہے درست سے اور انہوں نے عجلان ابی صالح سے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک عمرہ تمتع بجالانے والی عورت مکہ میں داخل ہوئی تو اسے حیض آنے شروع ہو گئے۔ آپؑ نے فرمایا: وہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے گی اور لوگوں کے ساتھ نکلے گی اور خانہ کعبہ کا طواف بعد میں کرے گی۔

(۲۷۵۹) معاویہ بن عمار نے آنجناب علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک عورت صفا و مروہ کے درمیان سعی میں مشغول تھی کہ اس کو حیض آ گیا آپؑ نے فرمایا: وہ اپنی سعی کو پورا کرے گی۔ نیز اس نے دریافت کیا کہ ایک عورت نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی سے قبل ہی اس کو حیض آ گیا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ سعی کرے گی۔

(۲۷۶۰) اور محمد بن مسلم نے ان دونوں ائمہ علیہما السلام میں سے کسی ایک سے دریافت کیا کہ ایک عورت جو حالت احرام میں ہے جب حیض سے پاک ہو تو وہ اپنا سر خطمی سے دھوئے؟ آپؑ نے فرمایا: اسے صرف پانی کافی ہے۔

(۲۷۶۱) اور جمیل نے آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب کوئی حائضہ عورت یوم ترویہ (۸ ذی الحجہ) مکہ پہنچے تو وہ جس طرح ہے اسی طرح عرفات چلی جائے اور اس کو حج قرار دے پھر ٹھہری رہے یہاں تک کہ حیض سے پاک ہو جائے پھر تنعیم جائے وہاں سے احرام باندھے اور اس کو عمرہ قرار دے۔

(۲۷۶۲) صفوان نے اسحاق بن عمار سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام ابو ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک عورت حج تمتع کیلئے آئی ہے مگر خانہ کعبہ کے طواف سے پہلے اس کے حیض آنے شروع ہو گئے یہاں تک کہ وہ عرفات کی طرف چلی گئی۔ آپؑ نے فرمایا: اس کا یہ حج مفردہ ہو جائیگا اور اس کو ایک جانور کی قربانی کرنی ہے۔

(۲۷۶۳) صفوان نے عبدالرحمٰن بن حجاج سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابو ابراہیم علیہ السلام سے ایک ایسے مرد کے متعلق دریافت کیا جس کے ساتھ اس کی عورت تھی وہ مکہ آئی اور (حیض کی وجہ سے) نماز نہیں پڑھ رہی تھی اور یوم ترویہ یعنی ۸ ذی الحجہ کو ہی پاک ہوئی تو اس نے طہارت کی اور خانہ کعبہ کا طواف کیا مگر ابھی صفا و مروہ کے درمیان سعی نہیں کر سکتی تھی کہ عرفات روانہ ہو گئی۔ تو خانہ کعبہ کا وہ طواف شمار میں آئے گا یا صفا و مروہ کے درمیان سعی سے پہلے اس کو پھر سے طواف کرنا پڑے گا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ پہلا طواف شمار کر لیا جائیگا اور اسی کو بنیاد بنایا جائے گا۔

(۲۷۶۴) ابان نے زرارہ سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ آنجنابؑ سے ایک ایسی عورت کے متعلق دریافت کیا جو خانہ کعبہ کا طواف کر چکی تھی کہ اس کے حیض جاری ہو گیا قبل اس کے کہ وہ دو رکعت (نماز طواف) پڑھے۔ آپؑ نے فرمایا: حیض سے پاک ہونے کے بعد اس پر سوائے اس دو رکعت نماز کے اور کچھ نہیں ہے اس کا طواف پورا ہو گیا۔

(۲۷۶۵) ابان نے فضیل بن یسار سے اس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب عورت نے طواف النساء کر لیا اور آدھے سے زیادہ کر لیا کہ اس کو حیض جاری ہو گیا تو اگر چاہے تو کوچ کر لے۔

(۲۷۶۶) صفوان نے اسحاق بن عمار سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ایک ایسی نوجوان لڑکی کے متعلق دریافت کیا جسے ابھی حیض نہیں آیا تھا وہ اپنے شوہر اور اپنے گھر والوں کے ساتھ (حج کو) چلی تو اس کو حیض جاری ہو گیا مگر اس کو شرم آئی کہ اپنے گھر والوں اور

شوہر کو بتائے یہاں تک کہ اسی عالم میں اس نے اپنے تمام مناسک ادا کیے اور اس کے شوہر نے اس سے مجامعت بھی کی اور جب کوفہ واپس آئی تو اپنے گھر والوں کو بتایا کہ معاملہ ایسا ہوا۔ آپ نے فرمایا: اس نوجوان لڑکی پر ایک اونٹ لیکر جانا اور آئندہ سال حج واجب ہے اور اس کے شوہر پر کچھ نہیں ہے۔

(۲۷۶۷) اور فضالہ بن ایوب نے کاہلی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عورتوں کے احرام کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: وہ اپنی ضرورت کا جو سامان چاہیں درست کرلیں اور جب مسجد شجرہ پہنچیں تو حج کے لئے احرام باندھیں اور بیداء میں اول میل پر لبیک کہیں پھر ان کو مکہ لایا جائے اور وہ جلدی سے طواف اور سعی کرلیں اور جب طواف اور سعی کر چکیں اور اپنے بال تراش چکیں تو عمرۂ تمتع ہو گیا۔ پھر یوم ترویہ (۸ ذی الحجہ) کو پھر حج کیلئے احرام باندھیں اور یہ عمرہ حج ہو اور اگر بیمار بھی ہو جائیں تو اپنے حج پر رہیں گی اور اپنے حج کو افراد نہیں کریں گی۔

(۲۷۶۸) حریز نے محمد بن مسلم سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک عورت نے ابھی تین یا اس سے کم طواف کیے تھے کہ اس نے خون (حیض) دیکھا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ اپنی منزل پر چلی جائے اور جب پاک ہو جائے تو بقیہ طواف کرے اور گزشتہ طواف اس میں شمار کرے اور علاء نے محمد بن مسلم اور انہوں نے ان دونوں ائمہ علیہما السلام میں سے کسی ایک سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ میں اس حدیث کے مطابق فتویٰ دیتا ہوں کسی دوسری حدیث کے مطابق نہیں جس کی روایت کی:

(۲۷۶۹) ابن مسکان نے ابراہیم بن اسحاق سے اور انہوں نے اس سے روایت کی جس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ دریافت کیا کہ ایک عورت عمرہ کر رہی تھی، اس نے طواف کے چار چکر لگائے تھے کہ خون حیض آ گیا۔ آپؑ نے فرمایا: اس کا طواف پورا ہو گیا اور اس کا عمرہ تمتع بھی پورا ہے اب اس کے لئے یہ ہے کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے اس لئے کہ طواف نصف سے زائد ہو چکا تھا اور اس کا عمرہ تمتع بھی پورا ہو گیا اور حج کے بعد از سر نو طواف کرے۔ اور اگر اس نے صرف تین چکر لگائے تھے تو اب بعد حج از سر نو طواف کرے اور اگر اس کا جمّال (اونٹوں کو کرائے پر چلانے والا) حج کے بعد قیام کرتا ہے تو وہ جعرانہ یا تنعیم جائے اور (احرام باندھ کر) عمرہ بجالائے۔

اس لئے کہ اس حدیث کے اسناد منقطع ہیں اور پہلی حدیث میں رخصت و رحمت ہے اور اس کے اسناد بھی متصل ہیں۔

اور وہ عورت جو قبل احرام حائض ہوئی ہے وہ صفا و مروہ کے درمیان سعی نہیں کرے گی اور اپنے سارے مناسک ادا کرے گی۔ اس لئے کہ وہ شب عرفہ کے سوا کسی اور شب کو عرفات میں وقوف نہیں کر سکتی اور نہ یوم النحر کے سوا کسی اور شب مشعر الحرام میں رہ سکتی ہے اور نہ منٰی کے علاوہ رمی جمرات کر سکتی ہے مگر یہ (یعنی صفا و مروہ کے درمیان سعی) اس کے بعد طہارت قضا کر سکتی ہے۔

باب: وہ وقت کہ اگر انسان اس کو پالے تو اس نے حج تمتع کو پالیا

(۲۷۷۰) اور ابن ابی عمیر نے ہشام بن سالم سے اور مرازم اور شعیب سے اور ان سب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے شخص کے متعلق روایت کی ہے جو تمتع کر رہا ہے۔ وہ عرفہ کی شب آیا، اس نے خانہ کعبہ کا طواف کیا پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کی اس کے بعد احرام باندھا اور منٰی میں آ گیا؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی مضائقہ نہیں۔

(۲۷۷۱) حسین بن سعید نے حمّاد سے انہوں نے محمد بن میمون سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام شب عرفہ تشریف لائے، خانہ کعبہ کا طواف کیا اور احرام کھولا اور اپنی کسی کنیز سے مباشرت کی پھر حج کے لئے احرام باندھا اور منٰی کے لئے نکل گئے۔

(۲۷۷۲) اور ابوبصیر سے روایت کی گئی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک عورت حج تمتع کے لئے آئی مگر خانہ کعبہ کے طواف سے پہلے ہی اس کو حیض جاری ہو گیا۔ اور اس سے وہ شب عرفہ پاک ہوئی۔ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ جانتی ہے کہ پاک ہو جائیگی اور خانہ کعبہ کا طواف کر کے اپنے احرام کھول لے گی اور لوگوں سے منٰی میں ملحق ہو جائیگی تو ایسا کرے۔

(۲۷۷۳) نضر نے شعیب عقرقوفی سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اور حدید (حج کیلئے) نکلے اور یوم ترویہ بستان (وادی فاطمہ) پہنچے وہاں سے میں نے اپنے گدھے کو آگے بڑھایا، مکہ پہنچا، طواف کیا، سعی کی اور عمرہ تمتع سے محل ہو گیا پھر حج کیلئے احرام باندھا۔ اور حدید رات کو پہنچا تو میں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کو خط لکھا اور اس کے معاملہ میں حکم شرع معلوم کیا تو آپ نے تحریر فرمایا: اس سے کہدو کہ طواف کرے سعی کرے اور اپنے تمتع سے محل ہو اور پھر حج کے لئے احرام باندھے اور منیٰ جا کر لوگوں سے ملحق ہو جائے۔ مکہ میں رات بسر نہ کرے۔

(۲۷۷۴) حسن بن محبوب نے علی بن رباب سے، انہوں نے ضریس کناسی سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو حج کیلئے عمرہ تمتع کرنے نکلا مگر وہ مکہ یوم نحر (۱۰ ذی الحجہ کو) پہنچا۔ آپ نے فرمایا: وہ مکہ میں اپنے احرام پر قائم رہے، تلبیہ ترک کر دے۔ جس وقت حرم میں داخل ہو خانہ کعبہ کا طواف کرے، صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے، سر منڈوا دے اور بکری ذبح کرے پھر اپنے اہل وعیال کی طرف واپس جائے۔ پھر فرمایا: یہ اس کیلئے ہے جو اپنے احرام کے وقت اپنے رب سے یہ شرط کرے کہ اگر کسی وجہ سے رکنا پڑ گیا تو احرام کھول دیگا۔ اور اگر اس نے اس کی شرط نہیں کی تھی تو پھر اس پر آئندہ سال حج اور عمرہ لازم ہے۔

باب: وہ وقت کہ جسے انسان پا جائے تو اس نے حج کو پالیا

(۲۷۷۵) ابن ابی عمیر نے ہشام بن حکم سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: مشعر الحرام میں (سے سب چلے جائیں) صرف پانچ آدمی رہ جائیں اور کوئی شخص وہاں پہنچ جائے تو اس نے حج پالیا۔

(۲۷۷۶) ابن ابی عمیر نے جمیل بن دراج سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جو شخص قربانی کے دن (۱۰ ذی الحجہ کو) زوال آفتاب سے قبل موقف (مشعر الحرام) میں پہنچ جائے جب کہ وہاں کچھ لوگ ابھی ہوں (وہاں سے نکلے نہ ہوں) تو اس نے حج کو پالیا۔

(۲۷۷۷) عبداللہ بن مغیرہ نے اسحاق بن عمار سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جو شخص زوال آفتاب سے قبل مشعر الحرام پہنچ جائے تو اس نے حج کو پالیا۔ [1] اور اس کی روایت اسحاق بن عمار نے حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے بھی کی ہے۔

(۲۷۷۸) معاویہ بن عمار نے روایت کی ہے اس کا بیان ہے، مجھ سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جس نے زوال (آفتاب) کو پالیا اس نے موقف (مشعر الحرام) کو پالیا۔ [2]

باب: سعی سے پہلے اور منیٰ کی طرف جانے سے پہلے طواف حج اور طواف النساء کو مقدم کرنا

(۲۷۷۹) اسحاق بن عمار نے سماعہ بن مہران سے اور انہوں نے ابوالحسن ماضی علیہ السلام سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے صفا و مروہ کے درمیان سعی سے پہلے طواف حج اور طواف النساء کر لیا؟ آپ نے فرمایا: اس کے لئے کوئی ضرر نہیں جب حج سے فارغ ہو جائے تو صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے۔

---

[1] کلینی نے ج ۴ ص ۴۷۶ پر مزید تحریر کیا ہے کہ وہاں پانچ افراد ہوں۔

[2] شاید یہ وہی روایت ہے جسے شیخ نے تہذیب ج ۱ ص ۵۳۰ پر صحیح حدیث میں محمد بن ابی عمیر سے نقل کیا ہے اور انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے کہ کہا: ایک شخص ہمارے پاس منیٰ میں آیا اور اس نے کہا: میں نے دونوں موقفوں میں لوگوں کو نہیں پایا۔ پس عبداللہ بن مغیرہ نے کہا: تمہارا حج نہیں ہوا۔ اور اسحاق بن عمار سے پوچھا تو انہوں نے جواب نہیں دیا۔ پھر اسحاق ابوالحسن علیہ السلام کے پاس گئے اور آنجنابؑ سے اس بارے میں دریافت کیا۔ تو آنجنابؑ نے فرمایا: جب تم مزدلفہ پہنچ گئے اور زوال شمس سے قبل وہاں ٹھہرے رہے تو تم نے حج کو پالیا۔

(۲۷۸۰) ابن ابی عمیر نے حفص بن بختری سے اور انہوں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے منیٰ کی طرف خروج سے قبل طواف میں تعجیل کرنے کے متعلق روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: متمتع کے لئے (اگر صاحب عذر ہے تو) دونوں برابر ہیں موخر کرے یا مقدم کرے۔

(۲۷۸۱) ابن بکیر نے زرارہ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے تمتع کرنے والے کے لئے دریافت کیا کہ وہ حج میں طواف اور سعی کو مقدم کرے؟ تو ان دونوں حضرات علیہما السلام نے فرمایا: دونوں برابر ہیں مقدم کرے یا موخر کرے۔

(۲۷۸۲) صفوان بن یحییٰ نے اسحاق بن عمار سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابوابراہیم علیہ السلام سے ایک ایسے عمرہ تمتع کرنے والے کے متعلق دریافت کیا جو بہت بوڑھا ہے (اژدھام مردم سے ڈرتا ہے) یا ایک عورت ہے جو ڈرتی ہے کہ اسے کہیں حیض شروع نہ ہو جائے۔ کیا وہ منیٰ میں آنے سے پہلے طواف حج کر سکتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اگر کوئی ایسا ہے تو وہ طواف میں تعجیل کر سکتا ہے۔ نیز میں نے آنجناب علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے مکہ سے حج کا احرام باندھا پھر اس نے دیکھا کہ خانہ کعبہ (اژدھام مردم سے) خالی ہے تو کیا وہ منیٰ کی طرف نکلنے سے پہلے طواف کرے۔ کیا اس پر کوئی گناہ یا کفارہ ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔

باب: زیارت کعبہ میں تاخیر

(۲۷۸۳) اسحاق بن عمار سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوابراہیم علیہ السلام سے زیارت خانہ کعبہ کے متعلق دریافت کیا کہ کیا اس میں تیسرے دن تک تاخیر کی جا سکتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس میں تعجیل میرے نزدیک پسندیدہ ہے لیکن اگر تاخیر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

(۲۷۸۴) اور عبداللہ بن سنان کی روایت میں ہے جو انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے آپؑ نے فرمایا: زیارت کعبہ میں تاخیر کوچ کے دن تک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲۷۸۵) عبیداللہ بن علی حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجناب علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو خانہ کعبہ کی زیارت بھول گیا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، میں نے بھی کبھی اتنی تاخیر کی ہے کہ ایام تشریق گزر جاتے ہیں لیکن اس اثناء میں عورتوں سے قربت اور خوشبو استعمال نہیں کرتا۔

(۲۷۸۶) ہشام بن سالم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے آنجناب علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو کعبہ کی زیارت کو بھول گیا یہاں تک کہ اپنے اہل و عیال کی طرف واپس چلا گیا۔ آپؑ نے فرمایا: اس کے لئے کوئی مضرت نہیں اگر اس کے مناسک پورے ہو گئے ہیں۔

(۲۷۸۷) ہشام بن سالم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں اگر تم زیارت خانہ کعبہ میں اتنی تاخیر کر دو کہ ایام تشریق گزر جائیں لیکن اس اثناء میں تم نہ عورتوں سے مقاربت کرو اور نہ خوشبو استعمال کرو۔

باب: جو شخص طواف النساء بھول جائے اس کے لئے حکم

(۲۷۸۸) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آنجناب علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص طواف النساء کو بھول گیا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ کسی سے کہے گا کہ وہ اس کی طرف سے طواف النساء کر دے اگر وہ خود حج نہیں کرتا۔ ورنہ جب تک وہ خانہ کعبہ کا طواف النساء نہیں کر لیتا کوئی عورت اس پر حلال نہ ہوگی۔

(۲۷۸۹) ابن ابی عمیر نے ابی ایوب ابراہیم بن عثمان خزاز سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں مکہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ

السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے آپؑ سے عرض کیا: اللہ آپؑ کو سلامت رکھے ہم لوگوں کے ساتھ ایک عورت ہے جو حائض ہوگئی اور طواف النساء نہیں کر سکتی اور جمال قیام سے انکار کرتا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپؑ نے یہ کہتے ہوئے سر جھکا لیا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو نہیں چھوڑ سکتی۔ اس کا جمال بھی قیام پر تیار نہیں پھر آپؑ نے سر اُٹھایا اور فرمایا: وہ چلی جائے اس کا حج پورا ہوگیا۔ (رہ گیا طواف النساء تو وہ کسی سے کرالے گی)۔

(۲۷۹۰) ابن محبوب نے علی بن رئاب سے، انہوں نے حمران بن اعین سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق کہ (جو سب مناسک ادا کر چکا تھا اور) اس پر صرف طواف النساء رہ گیا تھا اور اس کے بھی پانچ چکر کر چکا تھا کہ ایک بیک اس کے پیٹ میں مروڑ اُٹھا اور اسے ڈر ہوا کہ کہیں یہیں اجابت نہ ہو جائے اس لئے وہ اپنے گھر چلا گیا۔ وہاں اس کو صحت ہوگئی پھر اس نے اپنی کنیز سے مجامعت کر لی؟ آپؑ نے فرمایا: وہ غسل کر کے واپس آئے اور طواف کے جتنے چکر رہ گئے ان کو پورا کرے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے کہ دوبارہ ایسا نہیں کرے گا۔

(۲۷۹۱) ابن محبوب نے علی بن ابی حمزہ سے اور انہوں نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق روایت کی ہے جو طواف النساء بھول گیا۔ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ نصف سے زیادہ طواف کر چکا ہے اور بھول کر وہاں سے نکل کھڑا ہوا تو کسی سے کہدے کہ وہ اس کی طرف سے طواف النساء کردے اور اگر وہ نصف سے زائد چکر لگا چکا تھا تو وہ عورتوں سے مقاربت کر سکتا ہے۔

اور اس شخص کے متعلق روایت کی گئی ہے کہ جس نے طواف النساء ترک کر دیا ہے کہ اگر اس نے طواف وداع کیا ہے تو وہی اس کا طواف النساء ہو جائیگا۔[1]

باب: پیدل چلنے کی نذر

(۲۷۹۲) حسین بن سعید نے اسماعیل بن ہمام مکی سے انہوں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے اس شخص کے متعلق کہ جس پر پیدل چلنا فرض ہے کہ جب اس نے (پیدل جا کر) جمرہ کو کنکریاں مار لیں (تو فرض ادا ہوگیا) اب وہ خانہ کعبہ کی زیارت کو سواری پر جا سکتا ہے۔

(۲۷۹۳) روایت کی گئی ہے کہ جو شخص یہ نذر کرے کہ بیت اللہ کی طرف پاپیادہ جائیگا تو وہ کچھ دور پیدل چلے اور جب تھک جائے تو سواری پر بیٹھ جائے۔[2]

(۲۷۹۴) اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ (جس شخص نے یہ نذر کی ہے) وہ مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے سے خانہ کعبہ کی طرف پاپیادہ جائے۔

باب: جس کا طواف نماز وغیرہ کی وجہ سے منقطع ہو جائے اس کے لئے حکم

(۲۷۹۵) یونس بن یعقوب سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک مرتبہ میں حالت طواف میں تھا کہ دیکھا میرے لباس میں خون لگا ہوا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس جگہ کو جہاں تم طواف میں پہنچے ہو یاد رکھو اور جاؤ اپنا لباس پاک کرو پھر واپس آؤ وہیں سے اپنے طواف کی بنیاد رکھو۔

کے متعلق دریافت کیا جو طواف النساء کر رہا تھا کہ نماز کی صفیں کھڑی ہوگئیں۔ آپؑ نے فرمایا: (وہ طواف روک کر) ان لوگوں کے ساتھ نماز فریضہ پڑھے

[1] کلینی نے ج ۴ ص ۵۱۳ پر صحیح کی مانند موثق حدیث میں اور اسی طرح شیخ نے 'تہذیب' میں اسحاق ابن عمار سے اور انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: اگر لوگوں پر اللہ عزّ وجلّ کا طواف النساء کے ذریعے احسان نہ ہوتا تو جو شخص اپنے اہل کی طرف پلٹتا تو اس کی بیوی اس پر حلال نہ ہوتی۔ اور اس کے معنی ظاہر بلکہ اظہر ہیں کہ طواف وداع، طواف نساء کا بدل ہوتا ہے جیسا کہ 'تہذیب' میں بیان کیا گیا ہے اور یہاں مصنف کے کلام سے بھی ظاہر ہے۔ اور یہ اس کی مہمیز کرنے کے لئے ہے جو طواف نساء بھول گیا اور طواف وداع کر لیا۔

[2] کلینی نے صحیح کی مانند حسن حدیث میں ج ۴ ص ۴۵۸ پر اسے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کیا ہے۔

(۲۷۹۶) ابن مغیرہ نے عبداللہ بن سنان سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص اور جب نماز سے فارغ ہو تو طواف میں جہاں تک پہنچا تھا وہیں سے طواف شروع کرے۔

(۲۷۹۷) اور ابن عمیر کی نادر احادیث میں ہے جو انہوں نے ہمارے بعض احباب سے روایت کی ہے اور انہوں نے ان امامینؑ میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق جو طواف کر رہا تھا کہ یک بیک اسے کوئی حاجت پیش آگئی۔ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں وہ طواف کو قطع کرے اپنی حاجت کے لئے یا کسی دوسرے شخص کی حاجت کے لئے چلا جائے اور اگر وہ اپنے طواف کے درمیان آرام کرنا اور بیٹھنا چاہتا ہے تو کوئی حرج نہیں اور جب پلٹ کر آئے تو اپنے اسی طواف پر بنا رکھے خواہ وہ طواف ابھی نصف سے کم کیوں نہ کیا ہو۔

(۲۷۹۸) عبدالرحمٰن بن حجاج سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوابراہیم علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو طواف کر رہا تھا کچھ چکر باقی تھے [1] کہ وہ طواف سے نکل کر مقام حجر اسمٰعیل (جدھر میزاب کعبہ ہے) چلا گیا اور چونکہ نماز وتر نہیں پڑھی تھی تو نماز وتر پڑھنے کسی مسجد میں چلا گیا اور نماز وتر پڑھ کر واپس آیا اور اس نے اپنے اس طواف کو پورا کیا۔ تو آپؑ کی نظر میں کیا یہ افضل ہے یا طواف پورا کرے اور نماز وتر کے لئے جائے خواہ وہ تھوڑا سفر کر کے کیوں نہ گیا ہو۔ آپؑ نے فرمایا: اگر تم کو ڈر ہو تو طواف کو قطع کرو اور پہلے وتر کی نماز پڑھ لو پھر طواف کرو۔

(۲۷۹۹) ابن ابی عمیر نے حفص بن بختری سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق روایت کی ہے جو طواف کر رہا تھا کہ اتنے میں اس کو خانہ کعبہ میں داخل ہونے کا موقع مل گیا اور وہ داخل ہو گیا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ اپنے طواف میں مشغول رہے (اس لئے کہ یہ خلاف سنت ہے)۔

(۲۸۰۰) اور حماد بن عثمان نے حبیب بن مظاہر سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے طواف فریضہ کی ابتداء کی اور صرف ایک ہی چکر لگایا تھا کہ ایک شخص میری ناک سے ٹکرایا اور اس سے خون بہنے لگا۔ میں طواف سے نکلا اپنی ناک دھوئی پھر واپس آیا اور اب از سر نو طواف شروع کیا اس کا تذکرہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کیا تو آپؑ نے فرمایا: تم نے برا کیا تمہیں چاہیے تھا کہ اپنے اسی طواف پر بنا کر کے اسے جاری رکھتے ویسے (اگر تم نے یہ کیا تو) تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

(۲۸۰۱) صفوان جمال سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص طواف میں مشغول تھا کہ اس کا بھائی کسی کام سے اس کو بلانے کے لئے آجاتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: وہ اپنے بھائی کے ساتھ اس کام کے لئے چلا جائے پھر واپس آ کر اپنے اسی طواف پر بنا رکھ کر بقیہ طواف کرے۔

باب: طواف میں سہو ہو جانا

(۲۸۰۲) صفوان بن یحییٰ نے اسحاق بن عمار سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص نے خانہ کعبہ کا طواف کیا پھر وہاں سے نکل کر صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے لگا مگر اثنائے سعی اسے یاد آیا کہ خانہ کعبہ کے طواف میں اس سے کچھ چکر چھوٹ گئے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: وہ واپس جائے اور خانہ کعبہ کا بقیہ طواف پورا کرے پھر وہاں سے پلٹ کر آئے اور بقیہ سعی پوری کرے۔

(۲۸۰۳) اور ابی ایوب سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص نے خانہ کعبہ کا طواف فریضہ کیا اور طواف میں آٹھ چکر لگا دیئے۔ آپؑ نے فرمایا: پھر وہ چھ چکر اس میں اور شامل کرے اور چار رکعت نماز پڑھ لے۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ طواف فریضہ دوسرا طواف ہوگا اور ابتداء کی دو رکعتیں طواف فریضہ کے لئے ہونگی اور آخر کی دو رکعتیں اور

---

[1] 'کافی' ج۴ ص۴۱۵ میں یہ زیادہ ہے: پس فجر طلوع ہوگئی۔ اور شاید اس سے مراد فجر اول ہے۔

پہلا طواف مستحبی ہوگا۔

(۲۸۰۴) اور قاسم بن محمد کی روایت میں ہے جسے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں آنجناب کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ سے سوال کیا گیا ایک ایسے شخص کے متعلق جس نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور طواف میں آٹھ چکر لگا دیئے۔ آپ نے پوچھا: وہ طواف فریضہ کر رہا تھا یا طواف مستحبی؟ سائل نے عرض کیا: وہ طواف فریضہ تھا۔ آپ نے فرمایا: اب وہ اس میں چھ چکر کا اور اضافہ کرلے اور جب اس سے فارغ ہو تو مقام ابراہیمؑ کے پاس دو رکعت نماز پڑھے پھر وہاں سے نکل جائے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے اور جب سعی سے فارغ ہو تو دو رکعت اور پڑھ لے تو اس طرح طواف نافلہ اور طواف فریضہ دونوں ہو جائے گا۔

(۲۸۰۵) اور حسن بن عطیہ سے روایت کی گئی ہے ان کا بیان ہے کہ آنجناب علیہ السلام سے سلیمان بن خالد نے دریافت کیا اور میں اس کے ساتھ تھا ایک ایسے شخص کے متعلق کہ جس نے طواف میں صرف چھ چکر لگائے۔ تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے پوچھا: یہ چھ چکر اس نے کس طرح لگائے؟ سائل نے کہا: وہ حجر اسود کے سامنے آیا اور اللہ اکبر کہہ کر اس نے اپنی ایک انگلی بند کرلی (حالانکہ جب طواف کرلیتا تو انگلی بند کرتا اس طرح چھٹے طواف پر سات انگلیاں بند کرلیں) آپ نے فرمایا: وہ ایک چکر اور کرے۔ سلیمان نے عرض کیا: اور اگر وہ اسے چھوڑ کر اپنے اہل و عیال کے پاس آجائے آپ نے فرمایا: وہ کسی سے کہہ دے کہ وہ اس کے عوض ایک طواف کرلے۔

(۲۸۰۶) اور رفاعہ نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق کہ جس کو یاد نہیں کہ اس نے طواف میں چھ چکر لگائے ہیں یا سات چکر؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنے یقین پر اس کی بنیاد رکھے۔

(۲۸۰۷) نیز آپ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس کو یاد نہیں کہ اس نے طواف میں تین چکر لگائے یا چار چکر؟ آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ وہ طواف فریضہ تھا یا طواف نافلہ؟ سائل نے عرض کیا: مجھے آپ دونوں کے متعلق بتائیں۔ آپ نے فرمایا: اگر وہ طواف نافلہ ہے تو جس پر چاہو بنیاد رکھ لو۔ اور اگر طواف فریضہ ہے تو پھر سے دوبارہ طواف کرو اور اگر تم نے خانہ کعبہ کا طواف فریضہ کیا اور تمہیں یاد نہیں چھ چکر لگائے یا سات چکر تو از سر نو پھر سے طواف کرو لیکن اگر تم مکہ سے باہر نکل گئے اور یہ تم سے چھوٹ گیا تو تم پر کچھ نہیں ہے۔

باب: جو شخص اپنا چکر مختصر کرنے کے لئے حجر اسماعیل میں سے گزرے اس پر کیا واجب ہے

(۲۸۰۸) ابن مسکان نے حلبی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور اس میں سے ایک شوط (چکر) حجر اسماعیل میں سے کر کے اسے مختصر کرلیا۔ اب وہ کیا کرے آپ نے فرمایا: وہ ایک شوط پھر سے کرے۔

(۲۸۰۹) اور معاویہ بن عمار کی روایت میں ان ہی جناب علیہ السلام سے ہے کہ آپ نے فرمایا: جو شخص حجر اسماعیلؑ میں سے گزر کر اپنا طواف مختصر کرے تو وہ اپنا طواف حجر اسود سے دوبارہ شروع کرے۔

(۲۸۱۰) حسین بن سعید نے ابراہیم بن سفیان سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کی خدمت میں عریضہ لکھ کر دریافت کیا کہ ایک عورت نے حج کا طواف کیا اور جب ساتواں شوط (چکر) کرنے لگی تو اس کو مختصر کرنے کے لئے حجر اسماعیلؑ میں سے ہو کر چکر لگالیا پھر دو رکعت نماز فریضہ (طواف) پڑھی۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی کی اور طواف النساء بجالائی پھر منٰی میں آگئی؟ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا: وہ اس کو دوبارہ کرے گی۔

باب: جو شخص مقام ابراہیمؑ کے پیچھے سے طواف کرے اس کے لئے کیا حکم آیا ہے

(۲۸۱۱) ابان نے محمد بن حلبی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس طواف کے متعلق دریافت کیا

جومقام ابراہیمؑ کے پیچھے سے کیا جائے۔آپؑ نے فرمایا: میں اس کو پسند تو نہیں کرتا لیکن اس میں کوئی حرج بھی نہیں لیکن ایسا نہ کرو جب تک کہ بغیر اس کے کوئی چارہ نہ ہو۔

باب: جو شخص بغیر وضو کے طواف یا دوسرے مناسک ادا کرے اس پر کیا واجب ہے

(۲۸۱۲) معاویہ بن عمار سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کوئی حرج نہیں اگر انسان طواف کے علاوہ تمام مناسک حج بے وضو ادا کرے مگر وضو افضل ہے۔

(۲۸۱۳) علاء نے محمد بن مسلم سے اور انہوں نے ان دونوں ائمہ علیہما السلام میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے کہ میں نے ان جنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے بغیر وضو کے طواف فریضہ ادا کیا؟ آنجنابؑ نے فرمایا: وہ وضو کر کے پھر سے طواف کرے۔ اور اگر یہ طواف مستحب تھا تو وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے۔

(۲۸۱۴) اور عبید بن زرارہ کی روایت میں ان ہی جناب علیہ السلام سے ہے کہ فرمایا: کوئی حرج نہیں اگر کوئی شخص مستحبی طواف بغیر وضو کے کرے پھر وضو کرے اور نماز پڑھے اور اگر چہ اس نے عمداً بغیر وضو کے طواف کیا ہو تو بھی وضو کر کے نماز پڑھے اور اگر کسی نے بغیر وضو کے طواف مستحبی اور دو رکعت نماز پڑھی ہے تو وہ نماز کا اعادہ کرے گا طواف کا نہیں۔

(۲۸۱۵) صفوان نے یحییٰ ازرق سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص نے صفا و مروہ کے درمیان سعی کی اور تین یا چار چکر لگائے پھر پیشاب کیا اور بغیر وضو کے آکر اپنی سعی کو پورا کیا؟ آنجنابؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں لیکن اگر وہ وضو کے ساتھ اپنے مناسک پورے کر لیتا تو یہ میرے نزدیک بہت پسندیدہ بات تھی۔

باب: غیر ختنہ شدہ شخص کے طواف کے متعلق احادیث

(۲۸۱۶) حریز اور ابراہیم بن عمر دونوں نے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اگر غیر ختنہ شدہ عورت طواف کرے تو کوئی حرج نہیں لیکن غیر ختنہ شدہ مرد طواف نہیں کرے گا۔

(۲۸۱۷) ابن مسکان نے ابراہیم بن میمون سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق جو اسلام لایا اور ارادہ کر رہا تھا کہ اپنی ختنہ کرائے کہ اتنے میں حج کا موسم آ گیا اب وہ حج کرے یا ختنہ کرائے؟ آنجنابؑ نے فرمایا: وہ جب تک ختنہ نہ کرا لے حج نہ کرے۔

باب: سات سات چکروں کے دو طوافوں کو متصل کر لینا

(۲۸۱۸) ابن مسکان نے زرارہ سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کسی شخص کا طواف فریضہ میں سات سات شوطوں کے دو طوافوں کو ملا لینا اور درمیان میں نماز طواف نہ پڑھنا مکروہ ہے لیکن طواف نافلہ میں کوئی حرج نہیں۔

(۲۸۱۹) اور زرارہ کا بیان ہے کہ بعض مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ طواف کیا وہ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے مسلسل دو تین طواف کرتے پھر پلٹتے اور چھ رکعت نماز پڑھتے تھے۔ [۱]

اور جب کبھی کوئی شخص طواف نافلہ دو عدد ملا کر کرے تو ہر سات سات شوط (چکر) پر دو رکعت نماز طواف پڑھے۔

---

[۱] تمام نسخوں میں اسی طرح تحریر ہے اور 'تہذیب' ج ۱ ص ۵۸۱ پر صحیح حدیث میں زرارہ سے مروی ہے کہ کہا: میں نے امام باقر علیہ السلام کے ساتھ تیرہ طواف سات سات چکر کے کیے اور وہ جنابؑ میرا ہاتھ پکڑے رہے۔ پھر وہاں سے نکل کر جدا ہوئے اور ایک مقام پر پہنچ کر ۲۶ رکعات نماز ادا کی اور میں نے بھی آنجنابؑ کے ساتھ نماز ادا کی۔

بظاہر یہ قول زیادہ صائب ہے بہ نسبت اس قول کہ جہاں کہا گیا 'دو تین طواف' اور 'چھ رکعت نماز'۔

باب: مریض اور اس شخص کا طواف جس کو کوئی بلا سبب اُٹھائے ہوئے ہو

(۲۸۲۰) محمد بن مسلم نے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ میرے پدر بزرگوار نے مجھ سے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سواری پر بیٹھ کر طواف کیا اور اپنے عصا سے حجر اسود کو چھوا اور سواری ہی پر بیٹھ کر صفا و مروہ کے درمیان سعی فرمائی۔

(۲۸۲۱) اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ (اپنے ناقہ عضباء کو حجر اسود سے متصل کر کے) بوسہ بھی دیتے تھے۔ ۱

(۲۸۲۲) اور ابی بصیر سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بیمار ہوئے تو آنجنابؑ نے اپنے غلاموں سے فرمایا: تم لوگ مجھ کو اٹھا کر لے چلو اور طواف کراؤ اور یہ بھی حکم دیا کہ مجھے اس طرح اُٹھائے رہو کہ میرے پاؤں زمین پر خط دیتے جائیں اور میرے دونوں پاؤں زمین پر حالتِ طواف میں مس ہوتے رہیں۔

اور محمد بن فضیل کی روایت میں ہے جو انہوں نے ربیع بن خثیم سے کی ہے کہ آنجنابؑ یہ اس وقت کرتے تھے جب رکن یمانی پر پہنچتے تھے۔ ۲

(۲۸۲۳) اور اسحاق بن عمار نے حضرت ابو ابراہیم علیہ السلام سے ایک ایسے مریض کے متعلق دریافت کیا جس پر مرض کا غلبہ ہے کہ کیا اس کی طرف سے طواف کر دیا جائے؟ آنجنابؑ نے فرمایا: نہیں بلکہ اس کو اُٹھا کر اور ساتھ لے کر طواف کیا جائے۔

اور حریز نے آنجنابؑ سے رخصت کی (بھی) روایت کی ہے کہ اس کی طرف سے اور جس پر غشی طاری ہو اس کی طرف سے طواف کیا جائیگا اور اس کی طرف سے جمرہ کو پتھر بھی مارے جائیں گے۔

(۲۸۲۴) اور معاویہ بن عمار کی روایت میں ان ہی جناب علیہ السلام سے ہے کہ فرمایا: جس کے پاؤں شکستہ ہوں اس کو اُٹھا کر لے جایا جائیگا اور وہ خود جمرہ کو پتھر مارے گا اور شخص مبطون (جو پیٹ کے مرض میں مبتلا ہے) کی طرف سے جمرہ کو پتھر مارا جائیگا اور اس کی طرف سے نماز پڑھی جائیگی۔

اور معاویہ نے آنجنابؑ سے رخصت کی روایت کی ہے کہ ان دونوں کی طرف سے طواف اور رمی جمرات کیا جائیگا۔

(۲۸۲۵) اور فرمایا: بچوں کے متعلق یہ ہے کہ ان کو لے کر طواف کیا جائیگا مگر رمی جمرہ ان کی طرف سے کر دیا جائیگا۔ ۳

باب: اس شخص کے لئے کیا لازم ہے جس نے طواف سے پہلے یا بعد میں سعی کی ہو

(۲۸۲۶) صفوان نے اسحاق بن عمار سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: ایک شخص نے خانہ کعبہ کا طواف کیا پھر وہاں سے نکلا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے لگا مگر اثنائے سعی میں اس کو یاد آیا کہ خانہ کعبہ کے طواف میں کچھ شوط (چکر) اس سے چھوٹ گئے ہیں؟ آنجنابؑ نے فرمایا: وہ واپس جائے، خانہ کعبہ کا طواف پورا کرے اس کے بعد صفا و مروہ پلٹ کر آئے اور بقیہ سعی کو پورا کرے۔

---

۱ 'کافی' ج ۴ص ۴۲۹ پر صحیح حدیث میں عبداللہ بن یحییٰ کاہلی سے مروی ہے کہ کہا: میں نے امام جعفر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی ناقہ عضبا پر بیٹھ کر طواف کیا اور ارکان کو اپنے عصا سے چھوا اور عصا کو بوسہ دیا۔

۲ 'کافی' ج ۴ص ۴۲۲ پر محمد بن فضیل نے ربیع بن خثیم سے روایت کی ہے کہ میں نے امام جعفر علیہ السلام کو کعبہ کا محمل میں طواف کرتے ہوئے دیکھا اور وہ شدید مرض میں مبتلا تھے جب آنجنابؑ رکنِ یمانی پہنچتے تو (طواف کرانے والے) لوگوں کو حکم دیتے کہ محمل کو زمین پر رکھ دیں۔ پھر محمل کے پردے سے اپنا ہاتھ باہر نکالتے اور اسے زمین پر کھینچتے پھر فرماتے: مجھے اٹھالو۔ اور آنجنابؑ نے یہ عمل ہر شوط (چکر) میں کیا۔ میں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ میں آپ پر قربان! یہ عمل آپ کے لئے بہت مشقت کا باعث ہے۔ فرمایا: میں نے اللہ عزوجل کا قول سنا ہے کہ فرمایا: ولیشھدوا منافع لھم (سورہ حج آیت ۲۸) (تا کہ وہ اپنے منافع بھی دیکھیں)۔ میں نے عرض کیا: دنیا کے منافع یا آخرت کے منافع؟ فرمایا: دونوں جگہ کے۔

۳ 'کافی' ج ۴ص ۴۲۲ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفرؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا: بچوں کو ساتھ لے کر طواف کیا جائے گا اور ان کی طرف سے (جمرات کو) پتھر مارے جائیں گے۔

میں نے عرض کیا: مگر ایک شخص نے تو خانہ کعبہ کا طواف کرنے سے پہلے ہی صفا و مروہ کے درمیان سعی شروع کر دی؟ آنجنابؑ نے فرمایا: پھر وہ پہلے خانہ کعبہ کا طواف کرے اس کے بعد صفا و مروہ جا کر از سر نو سعی کرے۔ میں نے عرض کیا: مگر ان دونوں میں فرق کیا ہے؟ آنجنابؑ نے فرمایا: خانہ کعبہ کا طواف کچھ کر چکا تھا اور اس نے خانہ کعبہ کا طواف ابھی شروع ہی نہیں کیا تھا۔

(۲۸۲۷) اور عبداللہ بن سنان نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ ایک شخص حج کے ارادے سے آیا اس کو دھوپ سخت محسوس ہو رہی تھی اس لئے اس نے خانہ کعبہ کا طواف کر لیا اور ٹھنڈا ہونے تک سعی میں تاخیر کی؟ آنجنابؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں میں نے بھی بعض اوقات ایسا کیا ہے۔

(۲۸۲۸) اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ وہ رات تک تاخیر کر سکتا ہے۔[1]

(۲۸۲۹) علاء نے محمد بن مسلم سے اور انہوں نے ان اماممینؑ میں کسی ایک سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور تھک گیا۔ کیا صفا و مروہ کے درمیان سعی میں وہ اگلے روز تک تاخیر کرے؟ آنجنابؑ نے فرمایا: نہیں۔

(۲۸۳۰) اور رفاعہ نے آنجناب علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ اتنے میں عصر کا وقت آ گیا تو اب وہ نماز عصر سے پہلے سعی کرے یا سعی سے پہلے نماز عصر پڑھے؟ آنجنابؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں اگر وہ نماز عصر پڑھے پھر سعی کرے۔

باب: غائب یا حاضر شخص کی طرف سے طواف کرنے سے متعلق احکام

(۲۸۳۱) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپؑ نے فرمایا: جب تمہارا ارادہ ہو کہ اپنے بھائیوں میں سے کسی ایک کی طرف سے طواف کرو تو حجر اسود کے پاس آؤ اور کہو بسم اللّٰہ اللّٰھم تقبل من فلاں [یا اللہ کے نام سے اے اللہ تو یہ (طواف) فلاں کی طرف سے قبول فرما]۔

(۲۸۳۲) اور یحییٰ ازرق نے آنجنابؑ سے دریافت کیا ایسے شخص کے متعلق کہ جسے موقع مل گیا کہ اپنے عزیز و اقارب کی طرف سے طواف کرے؟ آپؑ نے فرمایا: جب تم اپنے حج مناسک ادا کر لو تو پھر جو چاہو کرو۔

اور ایسے شخص کے لئے جائز نہیں جو مکہ میں خود مقیم ہو اور اسے کوئی علت و مرض بھی نہ ہو اور اس کی طرف سے کوئی دوسرا شخص طواف کرے۔

باب: نماز طواف کی دو رکعتوں میں سہو

(۲۸۳۳) اور معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق روایت کی ہے جس نے طواف فریضہ کیا اور نماز طواف کی دو رکعتیں پڑھنا بھول گیا یہاں تک کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے لگا تو اسے یاد آیا؟ آپؑ نے فرمایا: اس نے جہاں تک سعی کی ہے اس جگہ کو یاد رکھے اور وہاں سے پلٹ کر آئے، دو رکعتیں پڑھے پھر جہاں سے سعی چھوڑی تھی وہاں آ جائے (اور اس کی بھی رخصت و اجازت ہے کہ اپنی سعی کو مکمل کر کے پلٹے اور مقام ابراہیمؑ کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھ لے اس کی روایت محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کی ہے لہٰذا ان دونوں حدیثوں میں سے جس پر چاہے عمل کرے)۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ ایک شخص مقام ابراہیمؑ کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھنا بھول گیا اور جب مکہ سے کوچ کر گیا تو اسے یاد آیا آپؑ نے فرمایا: جہاں یاد آئے وہیں پڑھ لے اور اگر شہر مکہ میں یاد آئے تو جب تک یہ دو رکعت نہ پڑھ لے وہاں سے کوچ نہ کرے۔

(۲۸۳۴) اور عمر بن یزید کی روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ہے آپؑ نے فرمایا: اگر وہ مکہ سے ابھی تھوڑی دور گیا ہے تو واپس آ کر خود

---

[1] شیخ نے تہذیب ج ۱۲ ص ۲۸۳ پر عبداللہ بن سنان کی روایت میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

نماز پڑھے یا کسی سے کہدے کہ وہ اس کی طرف سے دو رکعت نماز پڑھ دے۔

(۲۸۳۵) اور حسین بن سعید نے احمد بن عمر سے روایت کی اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو طواف فریضہ کی دو رکعت نماز پڑھنا بھول گیا اور خانہ کعبہ کا طواف کر چکا تھا یہاں تک کہ منیٰ میں آ گیا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ مقام ابراہیمؑ کی طرف واپس جائے اور دو رکعت نماز پڑھے۔

اور اس کی بھی رخصت کی روایت کی گئی ہے کہ وہ منیٰ ہی میں دو رکعت نماز پڑھ لے یہ روایت ابن مسکان نے عمر بن براء سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے۔

(۲۸۳۶) اور جمیل بن دراج کی روایت میں ہے جو اس نے ان امامین علیہما السلام سے کی ہے کہ مقام ابراہیمؑ پر اگر دو رکعت ترک کرنا ناواقفیت و جہالت کی وجہ سے ہے تو وہ بمنزلہ سہو کے ہے۔

باب: طواف کے متعلق نادر احادیث

(۲۸۳۷) عاصم بن حمید نے محمد بن مسلم سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو طواف کرتا ہے، سعی کرتا ہے، مگر اپنے بال تراشنے سے پہلے مستحبی طواف کر لیتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: میرے لئے یہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ اس نے ایسا کیا۔

(۲۸۳۸) صفوان بن یحییٰ نے ہیثم تمیمی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک مرد کے ساتھ اس کی زوجہ ہے جو اپنے پاؤں پر کھڑی نہیں ہوسکتی تو اس کے شوہر نے اس کو محمل میں بٹھایا اور اس کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ کا طواف فریضہ اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرائی تو کیا اس کو طواف کرانے کے ساتھ یہ خود اس کے طواف کیلئے بھی کافی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں خدا کی قسم یہی اس کیلئے بھی کافی ہے۔

(۲۸۳۹) ابن مسکان نے ہذیل سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق کہ جو طواف میں اپنی زوجہ کے شمار (شوط) اور ایک نابالغ بچے کے شمار پر بھروسہ کرتا ہے کیا وہ شمار ان دونوں کے لئے کافی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب تم کسی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہو (تو اس کے شمار پر بھروسہ کرتے ہو) پھر یہ بھی تو اسی کے مثل ہے۔

(۲۸۴۰) اور سعید اعرج نے آنجنابؑ سے طواف کے متعلق دریافت کیا کہ کیا کوئی شخص اپنے ساتھی کے شمار کو کافی سمجھ لے آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

(۲۸۴۱) صفوان نے یزید بن خلیفہ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت ابوعبداللہ جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے کعبہ کے گرد برطلہ (طویل ٹوپی) پہنے ہوئے طواف کرتے دیکھا تو طواف وغیرہ کے بعد فرمایا: تم برطلہ پہن کر کعبہ کے گرد طواف کرتے ہو کعبہ کے گرد اس کو نہ پہنا کرو یہ یہودیوں کی پوشاک ہے۔

(۲۸۴۲) اور معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: مستحب ہے کہ انسان سات سات چکر تین سو ساٹھ مرتبہ کرے سال کے دنوں کی تعداد کے برابر اور اگر یہ نہ کرسکتا ہو تو تین سو ساٹھ چکر (شوط) کرے اور اگر یہ بھی نہ کرسکے تو پھر جتنی مرتبہ طواف کرسکتا ہو کرے۔

(۲۸۴۳) ابان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طواف کا کوئی معروف طریقہ تھا؟ آپؑ نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات و دن میں سات سات شوط کے دس طواف کیا کرتے تھے۔ تین طواف ابتدائی شب میں، تین طواف آخری شب میں، دو طواف جب صبح ہوتی اور دو طواف نماز ظہر کے بعد اور اس کے درمیان آپؑ استراحت فرمایا کرتے تھے۔

(۲۸۴۴) سعید اعرج نے طواف میں تیز رفتاری اور سست رفتاری کے متعلق آنجنابؑ سے دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: ہر ایک کیلئے آزادی ہے جب تک کسی اور کی اذیت کا سبب نہ بنے۔

(۲۸۴۵) علی بن نعمان نے یحییٰ ازرق سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے سات سات شوط کے چار طواف کیے اور تھک گیا اب کیا ان کی نماز کی رکعتیں بیٹھ کر پڑھ لوں؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: پھر لوگ کیسے جب تھکتے یا کمزوری محسوس کرتے ہیں تو نماز شب بیٹھ کر پڑھتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: یہ بتاؤ کوئی شخص بیٹھ کر طواف کرتا ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ آپؑ نے فرمایا: پھر تم کھڑے ہی ہو کر اس کی نماز بھی پڑھو۔

(۲۸۴۶) علی بن ابی حمزہ نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق روایت کی ہے جو خانہ کعبہ کا طواف کرنا بھول گیا یہاں تک کہ اپنے گھر واپس ہو گیا؟ آپؑ نے فرمایا: اگر بر بنائے جہالت ایسا ہوا ہے تو دوبارہ حج کرے اور ایک اونٹ کفارہ میں دے۔

(۲۸۴۷) ہشام بن حکم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص مکہ میں ایک سال تک قیام کرے اس کے لئے خانہ کعبہ کا طواف وہاں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور جو شخص دو سال قیام کرے وہ نماز اور طواف دونوں مخلوط کرے کچھ طواف اور کچھ نماز اور جو شخص تین سال قیام کرے اس کے لئے نماز افضل ہے۔

(۲۸۴۸) اور معاویہ بن عمار نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ مستحب ہے کہ انسان ہر دن اور ہر رات اپنے سات شوط کے طواف شمار کرتا رہے۔

(۲۸۴۹) صفوان نے عبدالحمید بن سعد سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوابراہیم علیہ السلام سے بابِ صفا کے متعلق دریافت کیا اور عرض کیا کہ ہمارے اصحاب اس میں اختلاف کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں یہ وہ دروازہ ہے جو سقایت سے ملا ہوا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ دروازہ ہے جو حجر اسود کے بالکل سامنے ہے۔ آپؑ نے فرمایا: باب صفا وہ دروازہ ہے جو حجر اسود کے بالکل سامنے ہے اور وہ دروازہ جو سقایت سے ملا ہوا ہے وہ نیا بنایا ہو جسے داؤد بن علی بن عباس (جو مکہ کا والی تھا) نے بنایا اور اسی نے اس کا افتتاح کیا۔

باب: صفاء و مروہ کے درمیان سعی میں سہو ہو جانا

(۲۸۵۰) علاء نے محمد بن مسلم سے اور اس نے ان امامین علیہما السلام میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو صفاء و مروہ کے درمیان سعی کرنا بھول گیا؟ آپؑ نے فرمایا: اس کی طرف سے سعی کر دی جائے۔

(۲۸۵۱) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس نے صفاء و مروہ کے درمیان چھ چکر لگائے مگر اس نے خیال کیا کہ اس نے سات چکر لگائے پھر احرام کھولنے اور عورتوں سے مجامعت کے بعد اس کو یاد آیا کہ اس نے چھ چکر کیے تھے۔ آپؑ نے فرمایا: وہ ایک گائے ذبح کرے اور سعی کا ایک اور چکر کرے۔

اور اگر کسی کو یہ پتا نہیں کہ اس نے سعی میں کتنے چکر لگائے تو از سر نو سعی کرے۔

اور جو شخص صفاء و مروہ کے درمیان آٹھ شوط کرے تو اس پر لازم ہے کہ وہ از سر نو پھر سے سعی کرے اور اگر کسی نے سعی کے اندر نو شوط کیے تو اس پر کچھ نہیں ہے۔

اور جب وہ شوط کرے گا تو یقیناً اس نے صفاء سے شروع کیا ہوگا اور مروہ پر ختم کیا ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص صفا سے قبل مروہ سے سعی شروع کرے تو اس پر لازم ہے کہ وہ از سر نو پھر سے سعی کرے۔

اور اگر کوئی شخص اپنی سعی میں ہرولہ (تیز اور دلکی چال) میں سے کچھ چھوڑ دے تو اس پر کچھ نہیں ہے۔

(۲۸۵۲) عبدالرحمٰن بن حجاج نے حضرت امام ابوابراہیم علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق کہ جس نے صفاء ومروہ کے درمیان سعی میں آٹھ شوط کیے۔ آپؑ نے فرمایا: اگر اس نے غلطی سے ایسا کیا ہے تو اس میں سے ایک گھٹادے اور صرف سات شوط شمار کرے۔

اور محمد بن مسلم نے ان امامینؑ میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: وہ اس پر چھ شوط کا اضافہ کرے (اس طرح سات سات شوط کی دوسعی ہوجائیگی۔)

باب: کسی سواری پر سوار ہوکر سعی کرنا اور صفا اور مروہ کے درمیان بیٹھ رہنا

(۲۸۵۳) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ آنجنابؑ سے عرض کیا کہ ایک عورت کسی سواری پر یا اونٹ پر سوار ہوکر صفاء ومروہ کے درمیان سعی کرتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپؑ سے ایک مرد کیلئے یہی سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں مگر اس کے لئے افضل یہ ہے کہ پاپیادہ سعی کرے۔

(۲۸۵۴) اور عبدالرحمٰن بن حجاج نے حضرت امام ابوابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا ایسی عورتوں کے متعلق جو اونٹوں اور سواریوں پر سوار ہوکر صفاء و مروہ کے درمیان سعی کرتی ہیں کیا یہ ان کے لئے جائز ہے کہ وہ صفاء اور مروہ کے نیچے ٹھہر جائیں کہ جہاں خانہ کعبہ نظر آئے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

(۲۸۵۵) اور معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کسی سوار کی سعی اس وقت تک نہ ہوگی جب تک وہ اپنی سواری کو مقام ھرولہ پر ذرا تیز نہ چلائے۔

(۲۸۵۶) اور عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: صفا ومروہ کے درمیان نہ بیٹھو مگر جب پیاس لگ جائے یا تھک جاؤ۔

باب: اس شخص کے لئے حکم جو نماز کیلئے یا کسی اور وجہ سے سعی منقطع کردے

(۲۸۵۷) معاویہ بن عمار نے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے عرض کیا کہ ایک شخص نے صفاء مروہ کے درمیان سعی شروع کردی تھی کہ نماز کا وقت آگیا اب وہ کیا کرے۔ ہلکے پھلکے انداز سے سعی کرے یا جائے نماز پڑھے پھر پلٹ کر آئے اور پھر سے سعی کرے یا جس طرح سعی کررہا ہے کرتا رہے اور سعی سے فارغ ہوکر نماز پڑھے؟ آپؑ نے فرمایا: کیا صفاء ومروہ پر اتنی جگہ نہیں جہاں وہ نماز پڑھ لے؟ نہیں بلکہ وہ پہلے نماز پڑھے پھر سعی کرے۔ میں نے عرض کیا: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صفاء مروہ پر بیٹھے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

(۲۸۵۸) اور علی بن نعمان وصفوان نے یحیٰی ازرق سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو صفاء ومروہ کے درمیان سعی کررہا ہے اور اس نے تین یا چار چکر کرلیے ہیں کہ اتنے میں اس کا ایک دوست آگیا اور اس نے اس کو کسی کام کیلئے یا کھانے کیلئے بلایا؟ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ اس کی دعوت قبول کرلے تو کوئی حرج نہیں لیکن چاہیے کہ وہ پہلے اللہ کا حق ادا کرے اس کے بعد اپنے دوست کے حق کو ادا کرے۔

(۲۸۵۹) ابن فضال سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد بن علی ابوالحسن علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے ابھی سعی میں ایک ہی چکر کیا تھا کہ فجر طالع ہوگئی؟ آپؑ نے فرمایا: نماز پڑھ لو اس کے بعد اپنی سعی کو پورا کرو۔

باب: حج کے لئے استطاعت کا مفہوم

(۲۸۶۰) ابی الربیع شامی سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول خدا: وللّٰہ علی الناس حج

البیت من استطاع الیہ سبیلا (اور لوگوں پر واجب ہے کہ محض خدا کیلئے خانہ کعبہ کا حج کریں جنہیں وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو) (آل عمران ۹۷) کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اس کے متعلق اور لوگ کیا کہتے ہیں؟ تو عرض کیا گیا: (لوگ تو یہ سمجھتے ہیں کہ) آدمی کے پاس صرف راستہ کا خرچ اور سواری ہو (تو وہ صاحب استطاعت ہے)۔ آپؑ نے فرمایا: ایک مرتبہ امام محمد باقر علیہ السلام سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو آنجنابؑ نے فرمایا: اگر انسان کے پاس اتنا ہی ہے کہ جس سے اس کے اہل وعیال کا خرچ چلے اور وہ کسی کے محتاج نہ ہوں اور یہ ان لوگوں سے چھین کر راستہ کا خرچ اور سواری کا انتظام کر کے حج کو چلا جائے تو پھر اس کے اہل وعیال تو تباہ ہو جائیں گے اور اس طرح تو دنیا ہلاک ہو جائیگی۔ تو عرض کیا گیا: پھر صحیح راستہ کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس کے مال میں اتنی وسعت ہو کہ وہ کچھ مال سے حج کرے اور کچھ مال اپنے اہل وعیال کے اخراجات کے لئے چھوڑ جائے۔ کیا اللہ نے زکوٰۃ فرض نہیں کی ہے؟ پھر اس نے صرف اس شخص پر فرض کیوں کی ہے جس کے پاس کم از کم دوسو درہم ہوں؟

(۲۸۶۱) ہشام بن سالم نے ابوبصیر سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے۔ جس شخص پر حج کا فریضہ لازم ہو جائے تو خواہ وہ کان پھٹے اور دم کٹے گدھے پر کیوں نہ ہو (اپنی شان کے خلاف سمجھ کر) انکار کر دے مگر وہ حج کے لئے مستطیع سمجھا جائے گا۔ (یہ غالباً اس وقت ہے کہ جب اس کے اہل وعیال نہ ہوں اور وہ تنہا ہو)۔

باب: ترک حج

(۲۸۶۲) حنان بن سدیر نے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے خانہ کعبہ کا ذکر کیا تو آپؑ نے فرمایا۔ اگر لوگ ایک سال بھی اس کو معطل کریں (حج کو نہ جائیں) تو اللہ کی طرف سے انہیں مہلت نہ دی جائے گی۔ اور ایک دوسری حدیث میں کہ ان لوگوں پر عذاب نازل ہو جائے گا۔[۱]

باب: لوگوں کو حج اور زیارت قبر نبی کیلئے جانے پر مجبور کیا جائے

(۲۸۶۳) حفص بن بختری و ہشام بن سالم و معاویہ بن عمار وغیرہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر لوگ حج کے لئے جانا ترک کریں تو والی و حاکم پر یہ لازم ہے کہ وہ لوگوں کو اس (حج) پر اور وہاں (مکہ میں) قیام پر مجبور کرے اور اگر لوگ زیارت قبر نبی کو ترک کر دیں تو والی و حاکم پر واجب و لازم ہے کہ لوگوں کو اس (زیارت) پر اور وہاں (مدینہ میں) قیام پر جبر کرے اور اگر ان لوگوں کے پاس مال نہ ہو تو ان کا خرچہ مسلمانوں کے بیت المال سے دے۔

باب: حج سے منہ موڑنے اور نہ جانے کا سبب

(۲۸۶۴) ابوبصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: انسان کسی نہ کسی گناہ کے سبب ہی سے حج کو نہیں جاتا اس سے منہ موڑے رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو اکثر گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

(۲۸۶۵) ابوحمزہ ثمالی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ کو فرماتے ہوئے سنا آپؑ فرما رہے تھے: جو کوئی بندہ حج پر اپنی دنیاوی ضرورتوں میں سے کسی ضرورت کو ترجیح دیگا تو وہ دیکھ لے گا کہ اپنا سر منڈوانے والے اس کی حاجت پوری ہونے سے پہلے حج کر کے واپس آگئے۔

---

[۱] 'کافی' کی صحیح کی مانند حسن حدیث میں حسین بن عثمان احمسی ثقہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: اگر لوگ حج ترک کر دیں تو انہیں ان پر عذاب نہیں آئے گا۔ یا فرمایا: ان پر عذاب نازل ہوگا۔

باب: اپنا فریضہ حج کسی دوسرے کے سپرد کر دینا

(۲۸۶۶) حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: اگر کوئی شخص دولتمند اور مالدار ہے اور اس کے اور حج کے درمیان کوئی مرض یا کوئی ایسا امر پیش آ گیا جس سے اللہ تعالیٰ نے اس کو حج پر جانے سے معذور کر دیا تو اس پر لازم ہے کہ اپنے خرچ پر کسی شخص کو حج پر بھیج دے جس نے اب تک حج نہ کیا ہو اور وہ مفلس ہو۔

(۲۸۶۷) عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے بیان فرمایا: امیر المومنین علیہ السلام نے ایک انتہائی بوڑھے شخص کو جس نے ابھی تک کوئی حج نہیں کیا تھا اور اپنے بڑھاپے کی وجہ سے اب اس میں حج کرنے کی طاقت نہیں رہ گئی تھی حکم دیا کہ وہ اپنے خرچ سے کسی دوسرے شخص کو بھیجے جو اس کی طرف سے حج بجالائے۔

(۲۸۶۸) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو دوسرے کی طرف سے حج کر رہا ہے کیا یہی حج بدل اس کے اپنے حجۃ الاسلام (پہلا حج جو فرض ہے) کیلئے بھی کافی ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں (جب تک وہ خود مستطیع نہیں ہوتا۔)

(۲۸۶۹) علی بن ابی حمزہ نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر کوئی مفلس کسی ایسے شخص کی طرف سے حج بجالائے جس پر حج فرض تھا اور اس کے بعد اگر وہ مفلس خود مستطیع اور دولتمند ہو جائے تو اس پر اپنی طرف سے اور اس طرح ایک ناصبی (دشمنِ اہلبیتؑ) جب اس کو اہلبیتؑ کی معرفت ہو جائے تو اس پر حج بجالانا واجب ہے خواہ اس سے پہلے حج کیوں نہ کر چکا ہو۔

(۲۸۷۰) سعد بن عبداللہ نے موسیٰ بن حسن سے انہوں نے ابو علی احمد بن محمد بن مطہر سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام ابو محمد (حسن عسکری) علیہ السلام کو خط لکھا کہ میں نے چھ آدمیوں کو ایک سو دینار اور پچاس دینار دیئے تا کہ وہ اس رقم سے حج کریں تو کچھ تو حج کر کے واپس آئے اور کچھ واپس نہ آئے اور جو میرے پاس آئے انہوں نے بیان کیا کہ اس میں سے کچھ دینار خرچ ہو گئے اور کچھ باقی ہیں اور جو دینار باقی رہ گئے وہ مجھے واپس کر رہے ہیں اور جو میرے پاس واپس نہیں آئے میں ان سے جو رقم میں نے دی تھی اس کا حساب مانگ رہا ہوں۔ تو آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا: جو تمہارے پاس نہیں آئے ان سے کوئی تعرض نہ کرو اور جو تمہارے پاس آئے اور بقیہ رقم واپس دے رہے ہیں ان سے واپس نہ لو۔ اور تمہارے لئے اس کا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ پر ہے۔

(۲۸۷۱) بزنطی نے حضرت امام ابو الحسن علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجناب علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے کسی سے حج بدل کرنے کیلئے رقم لی مگر راستہ میں ڈاکہ پڑ گیا تو اب ایک دوسرے شخص نے اس کو حج بدل کے لئے رقم دیدی کیا یہ اس کے لئے جائز ہے؟ آپؑ نے فرمایا: یہ اس کے لئے جائز ہے اور یہ حج پہلے اور دوسرے دونوں کے حق میں محسوب ہوگا، جب اس کو ایسا شخص مل گیا جو اس کو حج کے خرچ کیلئے رقم دے تو جو کچھ اس نے کیا اس کے علاوہ کچھ کرنا اس کے بس میں نہ تھا۔

(۲۸۷۲) جمیل بن درّاج نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق روایت کی ہے کہ جس کے پاس رقم نہیں رہ گئی تھی کہ وہ ایک آدمی کی طرف سے حج بدل کرتا یا کسی اور شخص نے اس کو حج کرا دیا۔ مگر پھر اس کے بعد اس کے پاس رقم آ گئی تو اب اس پر حج لازم ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ ایک حج دونوں کی طرف سے کافی ہو گیا۔

(۲۸۷۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ ایک شخص نے حج بدل کیلئے کسی سے رقم لی ہے پھر وہ مر جاتا ہے اور اس رقم میں سے کچھ نہیں چھوڑتا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ مرنے والے کی طرف سے کافی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے پاس اس کا کوئی حج ہے تو وہ اسی شخص کے نام لکھ دیا جائے گا جس سے اس نے رقم لی تھی۔

(۲۸۷۴) سعید بن عبداللہ اعرج نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے ابھی کوئی حج نہیں کیا ہے کیا وہ کسی میت کی طرف سے حج کرے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اگر اس کے پاس اتنا مال نہیں ہے جس سے وہ خود حج کرے اور اگر اس کے پاس اتنا مال ہے کہ وہ اپنی طرف سے حج کرے تو اس کے لئے جائز نہیں جب تک کہ وہ اپنے مال سے حج نہ کرے اور یہی میت کی طرف سے بھی کافی ہوگا خواہ اس میت کے پاس مال رہا ہو یا نہ رہا ہو۔

(۲۸۷۵) حسن بن محبوب نے علی بن رئاب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے بارے میں روایت کی کہ جس نے کسی آدمی کو حج کا خرچ دیا تاکہ وہ اس کی طرف سے حج ادا کرے اور وہ کوفہ سے حج کیلئے جائے۔ مگر وہ بصرہ سے حج کیلئے گیا۔ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں جب اس نے حج کے پورے مناسک ادا کردیئے تو اس کا حج پورا ہوگیا۔

(۲۸۷۶) ابن محبوب نے ہشام بن سالم سے، انہوں نے ابی بصیر سے اور انہوں نے ان امامینؑ میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق کہ جس نے کسی آدمی کو کچھ درہم دیئے کہ وہ اس کی طرف سے حج مفردہ کرے تو کیا اس آدمی کے لئے جائز ہے کہ وہ حج کیلئے عمرۂ تمتع کرے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اس نے اس کے کہنے کے برخلاف اس لئے کیا کہ وہ اس سے افضل و بہتر کردے۔

(۲۸۷۷) اور وھب بن عبدربہ نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا کوئی شخص کسی ناصبی (دشمن اہلبیت) کی طرف سے حج ادا کرے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: اگر چہ وہ میرا باپ ہی کیوں نہ ہو؟ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ تمہارا باپ ہے تو اس کی طرف سے حج کرلو۔

(۲۸۷۸) اور روایت کی گئی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص کو تیس (۳۰) دینار دیئے اور فرمایا: تم اسماعیل کی طرف سے حج کرو اور یہ کرو یہ کرو (یعنی پورے مناسک حج گنوادیئے) اور تمہیں اس کا ثواب نو حصہ ملے گا اور اسماعیل کو ایک حصہ ملے گا۔

(۲۸۷۹) ابان بن عثمان نے یحییٰ ازرق سے انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص کسی آدمی کی طرف سے حج کرے گا تو اس حج میں دونوں شریک رہیں گے۔ اور جب وہ طواف ادا کرے گا تو شرکت ختم ہوجائے گی اب اس کے بعد وہ جو بھی عمل کرے گا وہ اس حاجی کا ہوگا۔

(۲۸۸۰) اور آنجنابؑ نے فرمایا ایک ایسے شخص کے متعلق کہ جس نے کسی آدمی کو رقم دی کہ وہ اس کی طرف سے حج ادا کرے مگر وہ اس کی طرف سے کرنے کے بجائے اپنی طرف سے بجالایا۔ آپؑ نے فرمایا: یہ حج اس کی طرف سے محسوب ہوگا جس نے رقم دی ہے۔

اور کوئی حرج نہیں اگر ایک عورت دوسری عورت کی طرف سے حج کرے۔ اور عورت مرد کی طرف سے حج کرے[1] اور مرد عورت کی طرف سے حج کرے اور مرد دوسرے مرد کی طرف سے حج کرے۔

اور کوئی حرج نہیں ایک صرورہ (جس نے کوئی حج نہ کیا ہو) دوسرے صرورہ کی طرف سے حج کرے یا صرورہ ایسے شخص کی طرف سے حج کرے جو حج کرچکا ہو[2]

(۲۸۸۱) حریز نے محمد بن مسلم سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ وہ شخص جس نے کبھی حج نہ کیا ہو وہ مال زکوٰۃ سے حج کرلے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

---

[1] 'کافی' ج ۴ ص ۳۰۷ پر اور 'تہذیب' ج ۱ ص ۵۶۵ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں معاویہ بن عمار نے روایت کی ہے کہ میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے عرض کی: ایک مرد کسی عورت کی طرف سے حج کرتا ہے اور ایک عورت کسی مرد کی طرف سے حج کرتی ہے۔ فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

[2] کلینی نے ج ۴ ص ۳۰۶ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں معاویہ بن عمار سے اور انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں روایت کی ہے جس نے حجۃ الاسلام نہیں کیا تھا اور مر گیا اور اس کے پاس مال تھا۔ فرمایا: اس کی طرف سے وہ شخص حج کرلے گا جس نے حج نہ کیا ہو اور اس کے پاس مال نہ ہو۔

(۲۸۸۲) اور معاویہ بن عمار کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص بغرض تجارت مکہ آ گیا یا اس کے پاس اونٹ ہیں وہ کرایہ پر چلاتا ہے (اگر وہ حج کرے) تو اس کا حج ناقص ہو گا یا پورا ہو گا۔ آپؑ نے فرمایا: نہیں بلکہ پورا ہو گا۔

باب: جمّال اور مزدور کا حج

(۲۸۸۳) معاویہ بن عمار سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ جمّال (کرایہ پر اونٹ چلانے والا) کا حج پورا ہے یا ناقص؟ آپؑ نے فرمایا: پورا۔ میں نے عرض کیا: اجیر و مزدور کا حج پورا ہے یا ناقص۔ آپؑ نے فرمایا: پورا۔

باب: جو شخص مر جائے اور اس پر حجۃ الاسلام (واجب حج) اور نذر کا حج باقی ہو۔

(۲۸۸۴) حسن بن محبوب نے علی بن رباب سے انہوں نے ضریس کناسی سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس پر حجۃ الاسلام باقی ہے اور پھر اس نے نذرِ شکر بھی مان لی کہ وہ اپنے ساتھ کسی کو حج کے لئے مکہ لے جائیگا مگر وہ حجۃ الاسلام ادا کرنے سے پہلے اور اپنی نذر پوری کرنے سے پہلے مر گیا۔ آپؑ نے فرمایا: اگر اس نے مال چھوڑا ہے تو اس کے پورے مال میں سے اس کی طرف سے حجۃ الاسلام کرایا جائیگا۔ اس کے مال کے ایک تہائی حصہ میں سے اتنا نکال لیا جائے گا جس سے ایک آدمی حج کر سکے اس کی نذر پوری کرنے کیلئے۔ اور اگر اس نے صرف اتنا مال ہی چھوڑا ہے کہ جس سے اس کی طرف حجۃ الاسلام بجالایا جائے تو اس کے مشترکہ مال سے حج کرایا جائیگا۔ اور اس کا ولی و وارث اس کی طرف سے نذر کا حج ادا کرے گا اس لئے کہ یہ مثل قرض کے ہے۔

باب: معرفت امام سے پہلے کیے ہوئے حج کے متعلق جو حکم آیا ہے

(۲۸۸۵) عمر بن اذینہ سے روایت ہے کہ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عریضہ لکھا اور آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے اس وقت حج کیا جب اس کو امام کی معرفت نہ تھی اور نہیں جانتا تھا کہ یہ امرِ امامت کس کے پاس ہے۔ پھر اللہ نے اس کو امام کی اور دین کی معرفت عطا کر کے اس پر احسان کیا اب کیا اس پر حجۃ الاسلام کرنا لازم ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو فرض تھا وہ تو ادا ہو گیا مگر حج مجھ کو بہت پسند ہے۔

(۲۸۸۶) ابو عبداللہ خراسانی سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابو جعفر ثانی امام علی النقی علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے ایک حج اس وقت کیا جب آپؑ کے مخالفین سے تھا اور اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو آپؑ لوگوں کی معرفت عطا کی ہے تو یہ حج کر رہا ہوں اور مجھے علم ہے کہ جس اعتقاد پر پہلے تھا وہ باطل تھا۔ تو اب میرے حج کے متعلق آپؑ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا: تم اس وقت کے حج کو اپنا حجۃ الاسلام قرار دیدو اور اس پچھلے حج کو حج مستحب، نافلہ قرار دیدو۔

باب: دوران سفر حج کرنے والے کے متعلق احکام

(۲۸۸۷) معاویہ بن عمار کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص یمن وغیرہ کا ارادہ کر کے مکہ کے راستہ سے گزرا اور دیکھا کہ کچھ لوگ حج کے لئے جا رہے ہیں تو یہ بھی ان لوگوں کے ساتھ حج وغیرہ کیلئے ہو گیا۔ تو کیا اس کا یہ حج اس کے حجۃ الاسلام کیلئے کافی ہو گا۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

باب: غلام اور کنیز کا حج

(۲۸۸۸) حریز نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب بھی کسی غلام سے جو احرام باندھے ہوئے ہے حالت احرام میں کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اگر اس کے مالک نے اس کو احرام کا اذن دیدیا تھا تو اس کا کفارہ اس کے مالک پر ہے۔

(۲۸۸۹) حسن بن محبوب نے فضل بن یونس سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے دریافت کیا اور عرض کیا: میرے پاس بہت سے کنیزیں ہوتی ہیں جب کہ مکہ مکرمہ میں ہوتا ہوں تو کیا میں انہیں یوم ترویہ (۸ ذی الحجہ) اجازت دوں کہ وہ حج کیلئے احرام باندھیں اور میں ان کے ساتھ جاؤں تاکہ وہ حج کے سارے مناسک ادا کرلیں یا میں مکہ ہی میں انہیں چھوڑ دوں کہ وہ جا کر اپنے مناسک ادا کریں؟ تو آپؑ نے فرمایا: اگر تم ان سب کے ساتھ چلے جاؤ تو یہ افضل و بہتر ہے اور اگر تم ان کو کسی قابل بھروسہ شخص کے ساتھ چھوڑ دو تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر مملوک جب تک آزاد نہ کردیا جائے اس پر نہ حج ہے اور نہ عمرہ۔

(۲۸۹۰) مسمع بن عبدالمالک نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی غلام دس (۱۰) حج بھی کیے ہوئے ہو مگر جب آزاد ہوگا اور مستطیع ہو جائیگا تو اس پر حجۃ الاسلام واجب ہے۔

(۲۸۹۱) اور نضر کی روایت میں ہے جو اس نے عبداللہ بن سنان سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کوئی غلام اگر اپنی غلامی کے عالم میں حج کرے اور آزاد ہونے سے پہلے مر جائے تو وہی حج اس کے لئے کافی ہے اور اگر آزاد ہو جائے تو اس پر حج فرض ہے۔

(۲۸۹۲) اسحاق بن عمار سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوابراہیم علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص کی ایک ام ولد ہے اس نے اس کو حج کرا دیا ہے کیا ام ولد کے لئے یہ حجۃ الاسلام کیلئے کافی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: پھر اس ام ولد کو اس حج میں سے ثواب ملے گا؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

باب: وہ غلام جو عرفہ کی شام کو آزاد ہو جائے وہ حجۃ الاسلام سے مستغنی ہے

(۲۸۹۳) حسن بن محبوب نے شہاب سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق روایت کی ہے جس نے اپنے غلام کو عرفہ کی شام میں آزاد کردیا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ غلام حجۃ الاسلام سے مستغنی ہے اور اس کے مالک کو دو ثواب ملیں گے ایک آزاد کرنے کا ثواب دوسرے اس کے حج کا ثواب۔

(۲۸۹۴) معاویہ بن عمار سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک غلام عرفہ کے دن آزاد ہوا۔ آپؑ نے فرمایا: اگر اس غلام کو (موقف عرفات اور موقف مشعر الحرام) دونوں موقفوں میں سے کوئی موقف بھی مل گیا تو اس نے حج کو پالیا۔

باب: بچوں کا حج

(۲۸۹۵) زرارہ نے امامین علیہما السلام میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے لڑکے کے ساتھ حج کرے اور لڑکا کمسن ہو تو اس سے کہے کہ تلبیہ کہو اور حج کی نیت کرو اور اگر وہ اچھی طرح تلبیہ نہیں کہہ پاتا تو وہ اس کی طرف سے تلبیہ کہے اور اس کو ساتھ لے کر طواف کرے اور اس کی طرف سے نماز پڑھے۔ میں نے عرض کیا: اگر ان لوگوں کے پاس جانور نہ ہو کہ اس بچے کی طرف سے قربانی کریں؟ آپؑ نے فرمایا: (اس صورت میں) بچوں کی طرف سے قربانی کریں اور بڑے روزہ رکھیں اور بچے ان تمام چیزوں سے پرہیز کریں جس طرح ایک محرم کپڑے اور خوشبو (وغیرہ) سے پرہیز کرتا ہے اور اگر بچے نے کوئی شکار مارا ہے تو اس کا کفارہ اس کے باپ پر ہے۔

(۲۸۹۶) ادیم کے بھائی ایوب سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ بچوں کو کس جگہ سے احرام بندھوایا جائے؟ تو آپؑ نے فرمایا: میرے پدر بزرگوار بچوں کو مقام فخ (معروف کنواں جو مکہ سے ایک فرسخ کے فاصلے پر ہے) سے احرام بندھواتے تھے۔

(۲۸۹۷) اور یونس بن یعقوب نے اپنے والد سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرے ساتھ چند چھوٹے بچے ہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں انہیں سردی نہ لگ جائے اس لئے ان کو کہاں سے احرام بندھوایا جائے۔ آپؑ نے فرمایا: ان سب کو لے کر عرُج (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک کھائی) آؤ وہاں سے احرام باندھیں اس لئے جب تم عرج آؤ گے تو تہامہ (اطراف مکہ میں وہ حد جس میں احرام کے بغیر داخل نہیں ہو سکتے) میں داخل ہو جاؤ گے۔ پھر فرمایا: اور اگر پھر بھی تمہیں ان کے متعلق ڈر ہے تو پھر انہیں جحفہ لیکر آؤ۔

(۲۸۹۸) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: دیکھو تم لوگوں کے ساتھ جو بچے ہیں انہیں جحفہ یا بطن مر (شام کے راستے میں مکہ سے قریب ایک موضع) لے جاؤ اور وہاں ان سے وہی عمل کراؤ جو احرام باندھنے والے کرتے ہیں۔ پھر ان کو ساتھ لے کر طواف کیا جائے ان کی طرف سے جمرات کو کنکریاں ماری جائیں۔ اور ان میں سے جس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزہ رکھے۔ اور حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام بچے کے ہاتھ میں چھری دیتے اور اس بچے کا ہاتھ کوئی مرد پکڑتا اور قربانی کا جانور ذبح کرتا۔

(۲۸۹۹) اور سماعہ نے آں جنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ وہ حج تمتع بجالائیں۔ آپؑ نے فرمایا: پھر اس پر لازم ہے کہ ان غلاموں کی طرف سے قربانی کا جانور بھی ذبح کرے۔ میں نے عرض کیا: مگر اس شخص نے ان غلاموں کو اس کے لئے کچھ درہم دیئے تو ان میں سے بعض نے تو قربانی کی اور بعض نے وہ درہم بچالیے اور روزہ رکھ لیا۔ آپؑ نے فرمایا: پھر یہ ان غلاموں کی طرف سے کافی ہے۔ اور اس کو اختیار ہے کہ ان بچائے ہوئے درہموں کو ان سے واپس لے لے یا چھوڑ دے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ ان غلاموں کو روزہ رکھنے کا حکم دیتا تو یہ بھی ان کے لئے کافی تھا۔

(۲۹۰۰) اور صفوان نے اسحٰق بن عمار سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا بارہ برس کا لڑکا حج کرے؟ تو آپؑ نے فرمایا: اگر اس کو احتلام ہوتا ہے تو اس پر حجۃ الاسلام لازم ہے اور اسی طرح لڑکی، اگر اس کو حیض آتا ہے تو اس پر حج لازم ہے۔

(۲۹۰۱) روایت کی گئی ہے علی بن مہزیار سے اور انہوں نے محمد بن فضیل سے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوجعفر ثانی علیہ السلام سے بچے کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کب حج کرے تو آپؑ نے فرمایا: جب اس کے دانت ٹوٹ جائیں۔

(۲۹۰۲) ابان نے حکم سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے: جب کوئی لڑکا حج کرے تو بڑے ہونے تک اس کا یہ حجۃ الاسلام ہے اور کوئی غلام حج کرے تو آزاد ہونے تک اس کا یہ حجۃ الاسلام ہے۔

باب: جو آدمی قرض لیکر حج کرتا ہے نیز مقروض پر حج کا واجب ہونا

(۲۹۰۳) یعقوب بن شعیب سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص حجۃ الاسلام کر چکا ہے پھر بھی وہ قرض لیکر حج کرتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے قرض کو اللہ ادا کرے گا۔

(۲۹۰۴) عبدالملک بن عتبہ سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جو مقروض تھا اس کے بعد بھی وہ قرض لیکر حج کرتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اگر اس کے لئے آمدنی کی کوئی صورت ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲۹۰۵) موسیٰ بن بکر نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے عرض کیا کہ کیا ایک شخص قرض لیکر حج کرے جب کہ اس کے متروکات میں اتنا ہے کہ اگر اس کو کوئی حادثہ ہو جائے تو اس کی طرف سے اس کا قرض ادا کر دیا جائے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

(۲۹۰۶) ابی ہمام سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص کے اوپر کسی کا قرض ہے اور اسے (سالانہ) یافت ہوتی ہے کیا وہ اس سے قرض ادا کرے یا حج کرے؟ فرمایا: کچھ سے قرض ادا کرے اور کچھ سے حج کرے۔ میں نے عرض کیا: مگر اسے تو حج کے خرچ کے بقدر ہی یافت ہوتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: پھر وہ ایک سال قرض ادا کرے اور ایک سال حج کو جائے۔ میں نے عرض کیا: مگر یہ رقم تو اس کو بادشاہِ وقت سے عطا ہوتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: تم لوگوں کے لئے کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲۹۰۷) اور ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا اور یہ کہا کہ میں ایک مقروض شخص ہوں کیا مزید قرض لوں اور حج کروں؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں وہ سب سے زیادہ قرض کا ادا کرنے والا ہے۔

(۲۹۰۸) ابن محبوب نے ابان سے انہوں نے حسن بن زیاد عطار سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: مجھ پر بہت سے لوگوں کے قرض ہیں اب مجھے کچھ درا ہم ہاتھ آئے ہیں اگر میں سارے قرض خواہوں میں تقسیم کردوں تو بھی پورا نہیں پڑے گا اب میں کیا کروں قرض خواہوں میں تقسیم کردوں یا حج کرلوں؟ آپؑ نے فرمایا: تم اس سے حج کرو اور اللہ پر چھوڑ دو کہ وہ ان شاء اللہ تعالیٰ تمہارا قرض ادا کرادے گا۔

باب: وہ عورت جس کا شوہر اس کا حجۃ الاسلام یا حج مستحب سے روکتا ہے

(۲۹۰۹) ابان نے زرارہ سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے ایک ایسی عورت کے متعلق دریافت کیا جس نے ابھی کوئی حج نہیں کیا مگر اس کا شوہر اس کو حج کی اجازت نہیں دیتا؟ آپؑ نے فرمایا: اگر شوہر اجازت نہ دے تب بھی وہ حج کرے۔

(۲۹۱۰) عبدالرحمٰن بن عبداللہ کی روایت میں ہے جسے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: عورت (نے اگر اس سے پہلے کوئی حج نہیں کیا ہے تو) حج کرے خواہ اس کے شوہر کی مرضی کے خلاف ہو۔

(۲۹۱۱) اسحاق بن عمار نے حضرت ابوابراہیم علیہ السلام سے روایت کی اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجناب علیہ السلام سے ایک ایسی عورت کے متعلق دریافت کیا جو دولتمند اور خوشحال ہے اس نے حجۃ الاسلام (پہلا حج واجب) کرلیا ہے اب وہ اپنے شوہر سے کہتی ہے کہ مجھے دوسری مرتبہ حج کراؤ تو کیا شوہر کو یہ حق ہے کہ وہ اسے منع کردے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں (اپنی زوجہ سے) یہ کہہ کر کہ اس معاملہ میں جو تیرا حق مجھ پر ہے اس سے زیادہ میرا حق تجھ پر ہے۔

باب: عورت کا حج کسی غیر محرم یا غیر ولی کے ساتھ

(۲۹۱۲) معاویہ بن عمار سے روایت کی گئی اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسی عورت کے متعلق دریافت کیا جو (حج کیلئے) بغیر ولی مکہ گئی۔ آپؑ نے فرمایا: حرج نہیں وہ باوثوق لوگوں کے ساتھ جائے۔

(۲۹۱۳) اور ھشام کی روایت میں ہے کہ انہوں نے سلیمان بن خالد سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسی عورت کے متعلق روایت کی ہے جو حج کا ارادہ رکھتی ہے مگر اس کے ساتھ کوئی محرم نہیں ہے کیا اس کے لئے حج کرنا درست ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اگر وہ ہر طرح خود کو محفوظ و مامون سمجھتی ہے۔

(۲۹۱۴) اور بزنطی نے صفوان جمال سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: آپؑ تو میرا پیشہ جانتے ہی ہیں چنانچہ ایک عورت میرے پاس آئی ہے جس کو میں جانتا ہوں کہ وہ مسلمان ہے، آپؑ لوگوں سے محبت رکھتی ہے، آپؑ لوگوں کو اپنا ولی مانتی ہے مگر اس کے ساتھ کوئی محرم نہیں ہے۔ آپؑ نے فرمایا: جب کوئی ایسی مسلمان عورت آئے تو اس کو حج کے لئے سواری پر بٹھا لو اس لئے کہ مردِ مومن

زنِ مومنہ کا محرم ہوتا ہے۔ پھر آپؑ نے اس آیت کی تین مرتبہ تلاوت فرمائی: المومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض (سورہ توبہ آیت نمبر ۷۱)۔ (مومنین و مومنات ایک دوسرے کے ولی ہوتے ہیں۔)

باب: عدہ کے زمانہ میں عورت کا حج کرنا

(۲۹۱۵) علاء نے محمد بن مسلم سے اور انہوں نے ان امامین علیہما السلام میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے کہ مطلقہ عورت اپنے زمانۂ عدت میں حج کر سکتی ہے۔

(۲۹۱۶) ابن بکیر نے زرارہ سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسی عورت کے متعلق دریافت کیا جس کا شوہر وفات پا گیا ہے کیا وہ زمانہ عدت میں حج کر سکتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

باب: کسی حاجی کا راستہ میں مر جانا

(۲۹۱۷) علی بن رئاب نے ضریس سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق روایت کی ہے کہ جو حجۃ الاسلام کے لئے نکلا اور راستہ میں مر گیا۔ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ حرم میں مرا ہے تو یہ اس کو حجۃ الاسلام سے مستغنی کر دیگا۔ اور اگر حدود حرم کے باہر کہیں اور مرا ہے تو اس کا ولی اس کے حجۃ الاسلام کی قضا کرے گا۔

(۲۹۱۸) علی بن رئاب نے برید عجلی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص حج کے لئے نکلا اس کے ساتھ اس کا اونٹ اس کا خرچ اور اس کا زادِ سفر سب تھا مگر وہ راستہ ہی میں مر گیا۔ آپؑ نے فرمایا: اگر اس نے ابھی کوئی حج نہیں کیا تھا اور حرم میں پہنچ کر مر گیا تو اس کی طرف سے یہ حجۃ الاسلام کے لئے کافی ہے۔ اور اگر اس نے ابھی کوئی حج نہیں کیا تھا اور حرم میں داخل ہونے سے پہلے مر گیا تو اس کا اونٹ اس کا زادِ راہ اور اس کا خرچ اور جو کچھ اس کے پاس ہے وہ حجۃ الاسلام میں صرف ہوگا اور اگر اس میں سے کچھ باقی بچ گیا اور اگر اس پر کوئی قرض نہیں ہے تو وہ اس کے وارث کا ہوگا۔ میں نے عرض کیا: اور اگر اس کا یہ حج مستحب تھا تو اس کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے کہ وہ راستہ میں حرم میں داخل ہونے سے پہلے مر گیا تو اس کا اونٹ اس کا زادِ سفر، اس کا خرچ اور جو کچھ اس کے ساتھ تھا وہ کس کا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ایسی صورت میں جو کچھ اس نے چھوڑا ہے وہ سب اس کے وارث کا ہے مگر یہ کہ اس پر قرض ہو تو اس سے اس کا قرض ادا کیا جائے گا۔ یا یہ کہ اس نے کسی کے حق میں وصیت کی ہو تو اس کو اس کے ترکہ کے صرف ایک تہائی کے اندر سے دیا جائے گا۔

باب: میت کی طرف سے حجۃ الاسلام کس مال سے ادا کیا جائے خواہ وصیت کرے یا نہ کرے

(۲۹۱۹) ہارون بن حمزہ غنوی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق روایت کی ہے کہ جس نے ابھی حجۃ الاسلام نہیں کیا تھا کہ مر گیا اور اس نے صرف اتنا ہی مال چھوڑا جو حج کے اخراجات کے بقدر ہو اور اس کے بہت سے ورثاء ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: اس کے ورثاء میراث کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ اب وہ ورثاء چاہیں تو وہ مال خود کھائیں یا مرنے والے کی طرف سے حج کا فریضہ ادا کرائیں۔

(۲۹۲۰) حارث غالیچہ فروش سے روایت ہے کہ اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جس نے حج کے لئے وصیت کی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اگر اس نے ابھی تک کوئی حج نہیں کیا تھا تو یہ حج اس کے پورے مال میں سے ہوگا اس لئے کہ یہ اس پر قرض ہے اور اگر وہ کوئی حج کر چکا تھا تو پھر یہ حج اس کے ایک تہائی مال سے ہوگا۔

(۲۹۲۱) حارث بن مغیرہ سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ میری بیٹی نے حج

کے لئے وصیت کی ہے اور اس نے کوئی حج نہیں کیا تھا؟ آپؑ نے فرمایا: پھر تم اس کی طرف سے حج کرو یہ تمہارے اور اس کے لئے باعث ثواب ہے۔
راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: میری ماں کا انتقال ہو گیا اس نے کوئی حج نہیں کیا تھا۔ آپؑ نے فرمایا: تم اس کی طرف سے حج کرو یہ تمہارے اور اس کے دونوں کے لئے باعث ثواب ہے۔

(۲۹۲۲) معاویہ بن عمار سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسی عورت کے متعلق دریافت کیا جس نے اپنے مال سے صدقہ وحج وغلام آزاد کرانے کی وصیت کی۔ آپؑ نے فرمایا: پہلے حج کراؤ اس لئے کہ یہ فریضہ ہے اس کے بعد اگر کچھ باقی رہ جائے تو اس میں سے ایک حصہ صدقہ دے دو اور ایک حصہ سے غلام آزاد کراؤ۔

(۲۹۲۳) بشیر نبال سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا انہوں نے کوئی حج نہیں کیا تھا۔ آپؑ نے فرمایا: اس کی طرف سے مرد یا عورت کوئی بھی حج کرے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: مگر آپؑ کے نزدیک بہتر کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: میرے نزدیک بہتر ہے کہ کوئی مرد حج کرے۔

(۲۹۲۴) عاصم بن حمید سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے محمد بن مسلم سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو مر گیا اس نے ابھی تک کوئی حج نہیں کیا تھا اور اس نے اس کے لئے کوئی وصیت بھی نہیں کی۔ کیا اس کی طرف سے حج کی قضا کی جائے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

باب: ایک آدمی نے حج کی وصیت کی مگر اس کے وصی نے غلام آزاد کرا دیا

(۲۹۲۵) ابن مسکان نے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے ابوسعید نے روایت کرتے ہوئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس نے حج کے لئے وصیت کی مگر اس کے وصی نے حج کے بدلے ایک غلام آزاد کرا دیا۔ آپؑ نے فرمایا: یہ نقصان اس کا وصی برداشت کرے اور اس کی وصیت کے مطابق اس کا مال حج میں صرف کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فمن بدله بعد ماسمعه فانما اثمه علی الذین یبدلونه (سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۸۱) (جو شخص وصیت سننے کے بعد اس میں تبدیلی کرے تو اس کا گناہ ان ہی لوگوں پر ہے جو اس میں تبدیلی کریں۔)

باب: جب ام ولد مر جائے تو اس کی طرف سے حج

(۲۹۲۶) ابن فضال نے یونس بن یعقوب سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک شخص کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا اور یہ پوچھا کہ ایک عورت کی ماں ام ولد تھی وہ مر گئی اب یہ عورت چاہتی ہے کہ اس کی طرف سے حج کرے۔ آپؑ نے فرمایا: کیا مرنے والی اپنی اولاد کی وجہ سے آزاد نہیں ہوئی ہے کہ یہ اس کی طرف سے حج نہ کرے گی۔ (یعنی اس کے مالک کے مرنے کے بعد تاکہ اولاد میراث پائے اور اس کی ماں بھی آزاد ہو جائے)۔

باب: ایک آدمی کو ایک شخص نے وصیت کی کہ میری طرف سے تین آدمیوں کو حج کرا دے تو کیا وہ آدمی ان تین میں خود کو بھی شامل کر سکتا ہے

(۲۹۲۷) عمرو بن سعید ساباطی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو عریضہ لکھ کر دریافت کیا کہ ایک آدمی کو ایک شخص نے وصیت کی کہ میری طرف سے

تین آدمیوں کو حج کرایا جائے تو کیا اب اس آدمی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ ایک حج اپنی ذات کے لئے لے لے؟ تو آنجنابؑ کی طرف سے خود ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر آئی اور میں نے اس کو پڑھا کہ وہ اس کی طرف سے حج کرے ان شاء اللہ اور اس کے لئے بھی اس کے مثل ثواب ملے گا اور اس کے ثواب میں ان شاء اللہ کوئی کمی نہ ہوگی۔

باب: ایک شخص ایک آدمی سے حج بدل کے لئے رقم لے مگر وہ کافی نہ ہو

(۲۹۲۸) علی بن مہزیار نے محمد بن اسماعیل سے روایت کی ہے اس کا بیانؒ ہے کہ میں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے دریافت کرے کہ ایک شخص نے ایک آدمی سے حج کرنے کے لئے رقم لی مگر وہ رقم کافی نہیں پڑی تو کیا اس کے لئے یہ مناسب ہے کہ وہ ایک دوسرے آدمی سے دوسرے حج کے لئے رقم لے اور وہ اس کے اخراجات حج میں کشادگی پیدا کردے اس طرح دونوں کی طرف سے حج ہو جائے یا دونوں کو چھوڑ دے اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کی رقم کافی نہ ہو۔ تو اس شخص نے آکر بیان کیا کہ آنجنابؑ نے فرمایا: میرے نزدیک پسندیدہ و بہتر یہ ہے کہ حج خالص ایک کے لئے ہو، اگر رقم حج کے لئے کافی نہ ہو تو اس سے نہ لے۔

باب: حج کی وصیت مگر اس کی رقم حج کے لئے کافی نہ ہو

(۲۹۲۹) ابن مسکان نے ابی بصیر سے اور انہوں نے اس شخص سے جس نے آنجنابؑ سے سوال کیا۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ ایک شخص نے حج میں صرف کرنے کے لئے بیس دینار کی وصیت کی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: پھر ایک شخص اس کی طرف سے حج کرے اور وہ جہاں تک پہنچ سکے جائے۔

(۲۹۳۰) اور ابراہیم بن مہزیار نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھا کہ میرے آقا و مولا آپؑ کے ایک مولائی علی بن مہزیار نے یہ وصیت کی ہے کہ ہر سال بیس دینار میں ایک حج اس کی طرف سے اس جائداد سے کیا جائے جس کی پیداوار کا ایک چوتھائی اس نے آپؑ کے لئے قرار دیا ہے مگر جب سے بصرہ کا راستہ منقطع ہوا ہے لوگوں کے اخراجات بڑھ گئے ہیں اور اب یہ بیس دینار لوگوں کے اخراجات کے لئے کافی نہیں ہوتے۔ اور اسی طرح آپ کے متعدد مولائیوں نے بھی دو دو حجوں کی وصیت کی ہے۔ تو آپؑ نے خط کے جواب میں لکھا کہ تین حجوں کو دو حج بنا لو ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۲۹۳۱) اور علی بن محمد حضینی نے آنجنابؑ کو ایک خط لکھا کہ میرے چچازاد بھائی نے وصیت کی ہے کہ ہر سال میری طرف سے پندرہ دینار سے حج کیا جائے مگر یہ پندرہ دینار حج کے لئے کافی نہیں ہیں۔ آپؑ مجھے اس کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں؟ تو آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا: دو حج کو ایک حج میں قرار دے لو ان شاء اللہ تعالیٰ بیشک اللہ جانتا ہے کہ کوئی کیوں جا رہا ہے۔

باب: کسی کی رکھی ہوئی امانت سے حج کرنا

(۲۹۳۲) سوید قلاء نے ایوب بن حر سے انہوں نے برید عجلی سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے میرے پاس کچھ مال بطور امانت رکھا پھر وہ مر گیا اور اس نے حجۃ الاسلام نہیں کیا تھا اور اس کے لڑکے کے پاس کوئی مال نہیں ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اس امانت سے اس کی طرف سے حج کیا جائے اور حج کے خرچ سے جو مال بچے وہ اس کے لڑکوں کو دے دیا جائے۔

باب: ایک شخص مر جائے مگر اس کی اولاد کو معلوم نہ ہو کہ اس نے حج کیا تھا یا نہیں

(۲۹۳۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص مر گیا اس کا ایک لڑکا ہے مگر اس کو نہیں معلوم کہ اس کے باپ نے حج کیا تھا

یا نہیں۔ آپؑ نے فرمایا: لڑکا اپنے باپ کی طرف سے حج کرے، اگر اس کے باپ نے حج کر لیا تھا تو اس کے نامہ اعمال میں حج مستحب لکھ دیا جائے گا اور لڑکے کے نامہ اعمال میں حج فریضہ لکھ دیا جائے گا۔ اور اگر اس نے حج نہیں کیا تھا تو اس کے نامہِ اعمال میں حج فریضہ اور لڑکے کے نامہِ اعمال میں حج مستحب لکھا جائے گا۔

باب: باپ کی طرف سے حج تمتع کرنے والا

(۲۹۳۴) جعفر بن بشیر نے علاء سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے، انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آنجناب علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو اپنے باپ کی طرف سے حج کر رہا ہے کیا وہ تمتع کرے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں تمتع اس کے لئے ہوگا اور حج اس کے باپ کے لئے ہوگا۔

باب: حج کو تاخیر میں ڈالنا

(۲۹۳۵) محمد بن فضیل سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق دریافت کیا: **ومن کان فی هذه اعمی فهو فی الآخرة اعمی واضل سبیلا** (سورہ اسراء آیت نمبر ۷۲) (جو شخص اس دنیا میں جان بوجھ کر اندھا بنا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا اور نجات کے راستہ سے بہت دور بھٹکا ہوا ہوگا) آپؑ نے فرمایا: یہ آیت اس شخص کے لئے نازل ہوئی ہے جو حجۃ الاسلام (پہلا حج) کرنے میں تاخیر کرتا ہے جب کہ اس کے پاس وہ تمام وسائل ہیں جن سے وہ حج کر سکے اور یہ کہتا رہے کہ اس سال کروں گا اس سال حج کروں گا اور حج کرنے سے پہلے ہی مر جائے۔

(۲۹۳۶) معاویہ بن عمار سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس کے پاس مال و دولت سب کچھ موجود تھا مگر اس نے قطعی کوئی حج نہیں کیا۔ آپؑ نے فرمایا: یہ ان لوگوں میں سے ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ونحشره یوم القیامه اعمی** (سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۱۲۴) (ہم اس کو قیامت کے دن اندھا بنا کر اٹھائیں گے۔) میں نے عرض کیا: سبحان اللہ اندھا؟ آپؑ نے فرمایا: اللہ نے اس کو خیر کے راستے سے اندھا کر دیا ہے۔

(۲۹۳۷) صفوان بن یحییٰ نے ذریح محاربی سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص مر جائے اور حجۃ الاسلام نہ کرے جسے نہ کوئی ایسی حاجت مانع تھی جس کی وجہ سے وہ مجبور تھا، نہ کوئی ایسا مرض تھا جس کی وجہ سے اس میں حج کرنے کی طاقت نہ تھی، نہ حاکم وقت کی طرف سے کوئی پابندی تھی تو وہ یہودی یا نصرانی ہو کر مرا (یعنی اس کا حشر ان لوگوں کے ساتھ ہوگا)۔

(۲۹۳۸) علی بن ابی حمزہ نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: وہ شخص جو ان تمام چیزوں پر قادر ہو جس سے حج کیا جا سکتا ہے اور وہ حج کو ٹالتا رہے اور اس کی کوئی ایسی مشغولیت بھی نہ ہو جس کی وجہ سے اللہ اس کی معذرت قبول کرے یہاں تک کہ اس کو ایسی حالت میں موت آ جائے تو اس نے شرائع اسلام میں سے ایک شریعت کو ضائع کر دیا۔

باب: حج کے مہینوں میں عمرہ

(۲۹۳۹) سماعہ بن مہران نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص ماہ شوال میں حج کے ارادے سے عمرہ کرے اور اس کی نیت یہ ہو کہ وہ عمرہ کے بعد اپنے شہر واپس چلا جائے گا تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر وہ حج تک وہیں مقیم رہے تو یہ اس کا عمرہ تمتع ہوگا اس لئے کہ حج کے مہینے شوال و ذی القعدہ و ذی الحج ہیں۔ جو شخص ان مہینوں میں عمرہ کرے اور حج تک وہاں مقیم رہے تو یہ اس کا حج تمتع ہوگا اور جو شخص عمرہ

کے بعد اپنے شہر واپس آجائے اور حج تک وہاں قیام نہ کرے تو یہ اس کا عمرہ ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص ماہ رمضان یا اس سے پہلے عمرہ کرے اور حج تک وہیں قیام کرے تو اس کا یہ عمرہ تمتع نہیں ہے اور یہ مجاور ہے اور اس نے عمرۂ مفردہ کیا ہے۔ اگر وہ چاہتا ہے کہ حج کے مہینوں میں حج کے لئے عمرہ تمتع کرے تو مکہ سے نکل کر ذات عرق (ایک جگہ جو اول تہامہ اور آخر عقیق پر واقع ہے اور مکہ سے دو مرحلہ پر ہے) یا عسفان (مکہ و مدینہ کے درمیان ایک جگہ) چلا جائے اور وہاں سے حج کے لئے عمرہ تمتع کی نیت سے داخل ہو۔ اور اگر وہ حج مفردہ کرنا چاہتا ہے تو جعرانہ (مکہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ) جائے اور وہاں سے احرام باندھے۔

(۲۹۴۰) عمر بن یزید نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص عمرہ مفردہ کر رہا ہے تو وہ جب چاہے اپنے اہل وعیال کی طرف مکہ سے نکل جائے مگر یہ کہ ۸ ذی الحجہ کو حاجیوں کا یوم خروج اس کو مل جائے۔

(۲۹۴۱) اور عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ کی روایت میں ہے جو انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں عمرہ، عمرۂ تمتع ہے۔

(۲۹۴۲) معاویہ بن عمار کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے حج مفردہ کیا تو کیا اس پر لازم ہے کہ حج کے بعد عمرہ بجالائے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اگر سر کا منڈوانا ممکن ہو تو بہتر ہے۔

(۲۹۴۳) مفضل بن صالح نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: عمرہ مفروضہ حج کے مانند ہے پس اگر کسی نے عمرہ تمتع ادا کرلیا تو گویا اس نے عمرہ مفروضہ ادا کرلیا۔

(۲۹۴۴) اور عبداللہ بن سنان نے آنجناب علیہ السلام سے ایک غلام کے متعلق دریافت کیا جو دوپہر میں مویشی چرایا کرتا ہے۔ اس کی منشاء ہے کہ عمرہ کر کے مکہ سے نکل آئے گا۔ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ ذی القعدہ میں عمرہ کر رہا ہے تو بہتر ہے اور اگر وہ ذی الحج میں کر رہا ہے تو بغیر حج کیے نکل آنا درست نہیں۔

(۲۹۴۵) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین عمرے متفرق طور پر کیے اور سب کے سب ذی قعدہ میں کیے ایک عمرہ جس کا احرام آپؐ نے عسفان سے باندھا اور وہی عمرہ حدیبیہ ہے۔ دوسرا عمرۂ قضاء جس کا احرام آپؐ نے جحفہ سے باندھا اور تیسرا عمرہ جس کا احرام آپؐ نے جعرانہ سے باندھا غزوہ حنین سے طائف سے واپسی کے بعد۔

باب: عمرہ مبتولہ (مفردہ) کا احرام اور اس سے محل ہونا اور اس کے مناسک

(۲۹۴۶) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: اگر بغیر تمتع عمرہ کرنے والا مکہ میں داخل ہو تو خانہ کعبہ کا طواف کرے، دو رکعت نماز مقام ابراہیمؑ کے نزدیک پڑھے اور صفاء و مروہ کے درمیان سعی کرے پھر اگر چاہے تو اپنے اہل سے ملحق ہو جائے۔

(۲۹۴۷) اور ان ہی جناب علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص عمرہ میں قربانی کا اونٹ ساتھ لائے تو وہ سر منڈوانے سے پہلے اس کو نحر کردے اور جو شخص عمرہ کر رہا ہو اور قربانی کے لئے اونٹ اپنے ساتھ لائے تو وہ اپنے اونٹ کو نحر کرنے کی جگہ نحر کردے اور وہ صفا و مروہ کے درمیان باب حناطین کے پاس ایک جگہ ہے جس کا نام حزورہ ہے۔

(۲۹۴۸) علی بن رئاب نے مسمع بن عبدالملک سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق جو عمرہ مفردہ کرتا ہے پھر خانہ کعبہ کا طواف مفروضہ کرتا ہے پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے سے پہلے اپنی عورت سے مجامعت کرلیتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اس کا عمرہ فاسد ہو گیا اس پر لازم ہے کہ ایک اونٹ نحر کرے اور مکہ میں قیام کرے یہاں تک کہ وہ مہینہ گذر جائے جس میں اس نے عمرہ کیا تھا پھر اس میقات پر جائے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر کیا ہے اور وہاں سے احرام باندھے اور عمرہ کرے۔

(۲۹۴۹) علی بن رئاب نے برید عجلی سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ کسی میقات پر چلے جاتے وہاں سے احرام باندھتے اور عمرہ کرتے تھے۔

اور حج کرنے والے کے سوا کسی شخص پر طواف النساء واجب نہیں ہے۔

اور عمرہ مفردہ کرنے والا جب اول حرم میں داخل ہو تو تلبیہ منقطع کر دے۔ [1]

(۲۹۵۰) صفوان بن یحییٰ نے سالم بن فضیل سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم لوگ عمرہ کر رہے ہیں تو اس میں تھوڑے سے بال تراش لیں یا پورا سر منڈوائیں؟ آپؑ نے فرمایا: پورا سر منڈواؤ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر منڈوانے والے کے لئے تین بار رحمت کی دعا کی ہے اور تھوڑا بال تراشنے والے کے لئے صرف ایک مرتبہ۔ [2]

اور اگر کوئی شخص عمرہ سے محل ہونے لگے اپنے بال تراشے مگر ناخن تراشنا بھول جائے تو یہ اس کے لئے کافی ہے خواہ اس نے عمداً ایسا کیا ہو یا وہ ناواقف ہو اور اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔

باب: ماہِ رمضان وماہِ رجب وغیرہ میں عمرہ

(۲۹۵۱) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ سے دریافت کیا گیا کہ کونسا عمرہ افضل ہے رجب میں عمرہ کرنا یا رمضان میں عمرہ کرنا؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں بلکہ رجب میں عمرہ افضل ہے۔

(۲۹۵۲) اور عبدالرحمٰن بن حجاج نے ان ہی جناب علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق روایت کی ہے کہ جس نے ایک مہینہ میں احرام باندھا اور دوسرے مہینہ میں احرام کھولا۔ آپؑ نے فرمایا: اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا جو اس نے نیت کی تھی۔ نیز فرمایا: ان دونوں میں جو افضل ہے وہ لکھا جائے گا۔

(۲۹۵۳) اور عبداللہ بن سنان کی روایت میں ہے جو انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے کہ جب تم ایسے وقت احرام باندھو جب رجب کا ایک دن اور رات باقی رہ جائے تو تمہارا عمرہ رجبیہ ہوگا۔

باب: مکہ سے عمرہ کے مواقیت اور عمرہ کرنے والا تلبیہ کہاں قطع کرے

(۲۹۵۴) عمر بن یزید نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص مکہ سے نکل کر عمرہ کرنا چاہے تو وہ جعرانہ یا حدیبیہ اور ان دونوں کے مثل مقامات سے احرام باندھے۔ اور جو شخص مکہ سے نکل کر عمرہ کرنا چاہے اور پھر عمرہ کے لئے احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہو تو جب تک کعبہ پر نظر نہ پڑے تلبیہ منقطع نہ کرے۔

(۲۹۵۵) اور روایت کی گئی ہے کہ جب مسجد الحرام کو دیکھے تو تلبیہ منقطع کر دے۔ [3]

(۲۹۵۶) نیز روایت کی گئی ہے جب اول حرم میں داخل ہو تو تلبیہ منقطع کر دے۔ [4]

---

[1] اس حکم کی حدیث عنقریب آنے والی ہے۔

[2] شاید مراد عمرہ مفردہ سے ہے کہ وہاں حلق اور تقصیر کے مابین اختیار ہے۔ اور اس میں حلق (یعنی سر منڈوانا) افضل ہے جیسا کہ مشہور ہے بخلاف عمرہ تمتع کے جہاں تقصیر ہی متعین ہے۔ (حسین بن محمد بن محمود حسینی)

[3] کلینی نے ج ۴ ص ۵۳۷ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں معاویہ بن عمار کی امام جعفرؑ سے حدیث نقل کی ہے کہ فرمایا: جس نے تنعیم سے عمرہ کی نیت کی وہ تلبیہ قطع نہیں کرے گا یہاں تک کہ مسجد (الحرام) کو دیکھ لے۔

[4] کلینی نے ج ۴ ص ۵۳۷ پر موثق حدیث میں زرارہ سے اور انہوں نے روایت کی ہے حضرت امام باقرؑ سے کہ عمرہ کرنے والا تلبیہ منقطع کر دے جب داخلِ حرم ہو جائے۔

(۲۹۵۷) اور فضیل کی روایت میں ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا اور عرض کیا کہ میں عمرہ کر رہا ہوں تو تلبیہ کہاں منقطع کروں؟ آپؑ نے فرمایا: عقبہ مدنیین کے بالمقابل، میں نے عرض کیا: عقبہ مدنیین کہاں ہے؟ فرمایا: قصارین کے بالمقابل۔

(۲۹۵۸) یونس بن یعقوب سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو عمرہ مفردہ کر رہا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: جب تم ذی طویٰ کو دیکھو تو تلبیہ منقطع کردو۔

(۲۹۵۹) اور مرازم کی روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ہے کہ آپؑ نے فرمایا: عمرہ مفردہ کرنے والا جب اس کا اونٹ حرم میں قدم رکھے تو تلبیہ منقطع کردے۔

(۲۹۶۰) اور روایت کی گئی ہے کہ جب مکہ کے مکانات پر نظر پڑے تو تلبیہ منقطع کردے۔[1]

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ تمام حدیثیں صحیح ہیں اور ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہیں بلکہ متفق ہیں عمرہ مفردہ کرنے والے کو اختیار ہے وہ ان میقاتوں میں سے جہاں سے چاہے احرام باندھے اور ان مقامات میں سے جس مقام پر چاہے تلبیہ منقطع کردے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

باب: حج کے مہینے سیاحت کے مہینے اور حرمت کے مہینے

(۲۹۶۱) زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے اللہ تعالیٰ کے قول: **الحج اشھر معلومات** (سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۹۷) (حج کے مہینے سب کو معلوم ہیں) کے متعلق، آپؑ نے فرمایا: یہ شوال و ذی قعدہ اور ذی الحجہ ہیں کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ ان مہینوں کے علاوہ دوسرے مہینوں میں حج کے لئے احرام باندھے۔

(۲۹۶۲) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ عمرہ کے لئے تنہا مہینہ رجب کا ہے۔[2]

(۲۹۶۳) نیز آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین کا کوئی ٹکڑا ایسا پیدا نہیں کیا جو کعبہ سے زیادہ اس کے نزدیک پسندیدہ اور مکرم ہو اور اسی کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں چار مہینے محترم قرار دیئے جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ان میں سے پے در پے تین مہینے حج کے لئے اور ایک مہینہ رجب کا عمرہ کے لئے قرار دیا۔

(۲۹۶۴) نیز آنجناب علیہ السلام نے قول خدا: **فسیحوا فی الارض اربعة اشھر** (سورہ توبہ آیت ۲) (تم لوگ چار ماہ روئے زمین پر سیر و سیاحت کرتے پھرو) کے متعلق فرمایا: ۲۰ ذی الحجہ سے لے کر محرم و صفر و ربیع الاول اور ربیع الآخر کی دس تاریخ تک (چار مہینے ہیں) ان چار مہینوں میں ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں کا شمار نہیں۔

(۲۹۶۵) ابو جعفر احول نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کی ہے کہ جس نے حج کے مہینوں کے علاوہ کسی دوسرے مہینہ میں حج کے لئے احرام باندھا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ اس کو عمرہ قرار دیدے۔

---

[1] کلینی نے صحیح کی مانند حسن حدیث میں ج ۴ ص ۳۹۹ پر حلبی سے اور انہوں امام جعفرؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا: عمرہ تمتع کرنے والا جب مکہ کے مکانات کو دیکھے تو تلبیہ منقطع کردے۔ اور ایک دوسری حدیث میں امامین علیہم السلام سے ہے: جب تم مکہ کے مکانات کو دیکھو تو تلبیہ منقطع کردو۔

[2] بظاہر یہ سابقہ حدیث (یا آنے والی حدیث) کا تتمہ ہے کہ اس میں یہ زیادہ ہو پس معنی یہ ہونے چاہئیں کہ حج کے مہینے تین ہیں اور عمرہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے واحد رجب کو قرار دیا ہے اور ممکن ہے کہ کلامِ معصوم سے اللہ تعالیٰ کے قول کو تتمہ ہو رہا ہو۔ (محمد تقی مجلسی)

باب: عمرہ مہینہ میں ایک ہونا چاہیے اور کم سے کم کتنے دنوں کے بعد ہونا چاہیے

(۲۹۶۶) اسحاق بن عمار سے روایت ہے اس نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ایک سال میں بارہ مہینے ہوتے ہیں ہر مہینہ میں ایک عمرہ ہونا چاہیے۔

(۲۹۶۷) علی بن ابی حمزہ نے حضرت امام ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ہر مہینہ میں ایک عمرہ ہونا چاہیے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: کیا اس سے کم مدت میں بھی ہو سکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہر دس دن پر ایک عمرہ۔

(۲۹۶۸) ابان نے ابی الجارود سے اور انہوں نے ان امامین علیہما السلام میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے ماہ ذی الحجہ میں حج کے بعد عمرہ کے متعلق دریافت کیا کہ آپؑ نے فرمایا: بہتر ہے۔

باب: اگر کوئی شخص کسی غیر کی طرف سے حج یا طواف کرے تو کیا کہے

(۲۹۶۹) ابن مسکان نے حلبی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو اپنے بھائی، اپنے باپ یا لوگوں میں سے کسی اور کی طرف سے حج کی قضا کر رہا ہے تو کیا اس کو یہ کہنا بھی چاہیے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں وہ اپنے احرام کے بعد اسی وقت یہ کہے: اَللّٰھُمَّ مَا اَصَابَنِیْ فِیْ سَفَرِیْ ھٰذَا مِنْ نَصَبٍ اَوْ شِدَّۃٍ اَوْ بَلَاءٍ اَوْ شَعْثٍ فَاْجُرْ فُلَانًا فِیْہِ وَاْجُرْنِیْ فِیْ قَضَائِیْ عَنْہُ [اے اللہ میرے اس سفر (حج) میں جو تھکن مشقت مصیبت یا پریشانی مجھ اٹھانی پڑے تو اس کا ثواب فلاں شخص کو عطا کر دے اور مجھے اس کی طرف سے قضا کا ثواب دے]۔

(۲۹۷۰) اور معاویہ بن عمار کی روایت میں ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب تمہارا ارادہ ہو کہ اپنے بھائیوں میں سے کسی کی طرف سے خانہ کعبہ کا طواف کرو تو حجر اسود کے پاس آؤ اور کہو: اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَانٍ [اے اللہ تو یہ (طواف) فلاں کی طرف سے قبول فرما۔]

(۲۹۷۱) بزنطی سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام ابوالحسن اول علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اگر ایک شخص کسی دوسرے شخص کی طرف سے حج کر رہا ہے تو ضروری ہے کہ اس کا نام بھی لے۔ آپؑ نے فرمایا: کوئی پوشیدہ شے اللہ سے پوشیدہ نہیں رہتی۔

(۲۹۷۲) مثنیٰ بن عبدالسلام نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک انسان کسی دوسرے انسان کی طرف سے حج کرے تو کیا ہر ہر موقع پر اس کا نام لے؟ آپؑ نے فرمایا: چاہے تو وہ ایسا کرے اور چاہے تو ایسا نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ اس نے اس کی طرف سے حج کیا ہے لیکن قربانی کا جانور جب ذبح کرنے لگے تو اسکا نام لے۔

باب: کسی دوسرے کی طرف سے حج یا حج میں شرکت یا اس کی طرف سے طواف

(۲۹۷۳) معاویہ بن عمار نے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرے والد نے بھی حج کر لیا ہے اور میری والدہ نے بھی حج کر لیا ہے اور میرے بھائی نے بھی حج کر لیا ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ ان سب کو اپنے حج میں داخل کر لوں۔ گویا میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ سب حج میں میرے ساتھ ہوتے۔ آپؑ نے فرمایا: ان سب کو اپنے حج میں شریک کر لے، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے لئے بھی ایک ایک حج قرار دے گا اور تیرے لئے بھی ایک حج قرار دے گا۔ اور تو نے جو ان لوگوں کے ساتھ صلہ رحم کیا ہے اس کا ثواب بھی تیرے لئے ہے۔

(۲۹۷۴) نیز امام علیہ السلام نے فرمایا: میت کے پاس قبر میں نماز، روزہ، حج، صدقہ اور غلام آزاد کرانا یہ سب پہنچتا ہے۔[1]

---

[1] اسی کی مثل ج ۱ میں حدیث نمبر ۵۵۷ گزر چکی ہے۔

(۲۹۷۵) اور ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں اپنے سال کے حج میں اپنی ماں یا اپنے گھر والوں میں سے کسی کو شریک کروں گا مگر میں بھول گیا۔ آپؑ نے فرمایا: پھر تو اب ان دونوں کو شریک کرلے۔

باب: قبل ترویہ (۸ ذی الحجہ) منٰی کی طرف جانے میں جلدی کرنا

(۲۹۷۶) اسحاق بن عمار سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اژدھام مردم اور لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے اگر کوئی شخص ترویہ کے ایک دو دن پہلے ہی جانے میں تعجیل کرے؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

(۲۹۷۷) دوسری حدیث میں ہے کہ تین دن سے زیادہ پہلے جانے میں جلدی نہ کرے۔

(۲۹۷۸) جمیل بن درّاج نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: امام پر لازم ہے کہ ظہر کی نماز منٰی میں پڑھے وہیں شب بسر کرے جب صبح ہو اور آفتاب طالع ہو جائے تو پھر عرفات کی طرف روانہ ہو۔

(۲۹۷۹) محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم ترویہ ظہر کی نماز منٰی میں پڑھی تھی؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں بلکہ یوم عرفہ صبح کی نماز بھی وہیں پڑھی تھی۔

باب: منٰی و عرفات و جمع کے حدود

(۲۹۸۰) معاویہ بن عمار اور ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: منٰی کی حد عقبہ سے لے کر وادی مُحَسِّر تک ہے اور عرفات کی حد مازمین سے موقف کے آخری سرے تک۔

(۲۹۸۱) نیز فرمایا: عرفات میں ٹھہرنے کی جگہ اور حد بطن عرنہ و ثویہ و نمرہ و ذی المجاز اور پہاڑ کے پیچھے تک ہے۔

اور عرفات کا حرم میں شمار نہیں حرم اس سے افضل ہے۔ ۱ اور مشعر الحرام کی حد مازمین سے حیاض اور وادی مُحَسِّر تک ہے۔

(۲۹۸۲) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفہ میں جبل کے بائیں جانب وقوف کیا تو لوگ آنحضرتؐ کے ناقہ کے قدم کے نشانات کی طرف بھاگے اور اس کے ایک جانب وقوف کیا پھر آپؑ نے اپنے ناقہ کا رخ موڑا تو لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا: ایہا الناس صرف میرے ناقہ کے نشانات قدم ہی موقف نہیں بلکہ یہ سب کا سب موقف ہے اور اپنے ہاتھ سے اشارہ فرماتے ہوئے کہا: عرفہ کُل کا کُل موقف ہے اور اگر میرے ناقہ کے نشانات قدم تک ہی موقف ہو تو اس میں لوگوں کی سمائی نہ ہوگی۔ اور مزدلفہ میں بھی آپ نے ایسا ہی کیا۔

اور اگر تم دیکھو کہ کسی جگہ خلاء ہے تو تم خود اپنی ذات سے یا اپنی سواری سے اس خلاء کو پر کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ وہ خلاء پر کر دیا جائے۔ اور زمین پر پھیلے ہوئے چھوٹے ٹیلوں سے ہموار زمین کی طرف منتقل ہو جاؤ اور اراک سے اور نمرہ سے (اور یہی بطن عرنہ ہے) اور ثویہ اور ذوالمجاز پر وقوف سے بچو اس لئے کہ اس کا شمار عرفات میں نہیں ہے۔

(۲۹۸۳) اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اراک والوں کا حج نہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو کہ اراک کے نیچے وقوف کرتے ہیں ۲۔

---

۱ جس طرح کلینی نے ج ۴ ص ۴۶۲ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں حفص اور ہشام بن حکم سے اور انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجنابؑ سے دریافت کیا گیا: کون افضل ہے حرم یا عرفات؟ فرمایا: حرم۔ کہا گیا: عرفات کو حرم میں شامل کیوں نہیں کیا گیا؟ فرمایا: اللہ عزوجل نے ایسا ہی رکھا ہے۔

۲ کلینی نے ج ۴ ص ۴۶۳ پر ضعیف سند سے ابی بصیر سے اور انہوں نے ابی عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اراک والوں کا حج نہیں ہے۔ یعنی جو اراک کے قریب ٹھہرتے ہیں۔ اور شیخ نے موثق حدیث میں ابی بصیر سے اور انہوں نے ابی عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: اراک کے نیچے نہیں ٹھہرنا چاہئے پس اگر اس کے نیچے پہنچے یہاں تک کہ زوال آفتاب ہو گیا اور موقف کی طرف چل پڑے تو کوئی حرج نہیں۔ (تہذیب ج ۱ ص ۴۹۸)۔

(۲۹۸۴) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جمع میں وقوف کیا تو لوگ آپؐ کے ناقہ کے نشانات قدم کی طرف دوڑے تو آپؐ نے کھڑے ہو کر ہاتھ ہلایا اور فرمایا: لو میں کھڑا ہوں اور یہ سب کا سب موقف ہے۔

(۲۹۸۵) اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: میرے پدر بزرگوار مشعر الحرام میں جہاں شب بسر کرتے وہیں وقوف کرتے۔[۱]

اور وہ شخص جس نے اس سے پہلے کوئی حج نہ کیا ہو اس کے لئے مستحب ہے کہ اپنے پاؤں سے یا اپنی سواری سے مشعر کی زمین کو روندے۔[۲]

اور وہ شخص جس نے اس سے پہلے کوئی حج نہ کیا ہو اس کے لئے مستحب ہے کہ خانہ کعبہ کے اندر جائے۔[۳]

باب: عرفات کے راستے میں قصر کرنا

(۲۹۸۶) معاویہ بن عمار نے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اہل مکہ عرفات میں نماز پوری پڑھتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا: ان لوگوں پر ویل ہو یا ان پر افسوس ہے اس سے زیادہ سخت سفر اور کونسا ہوگا۔ اس میں نماز تمام نہیں پڑھی جائے گی۔

باب: اس پہاڑ کا نام جس پر لوگ عرفہ میں وقوف کرتے ہیں

(۲۹۸۷) ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ اس پہاڑ کا کیا نام ہے جس پر لوگ عرفہ میں وقوف کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: (اس کا نام) الال ہے۔

باب: مشعر الحرام سے کوچ کرنے کے بعد وہاں ٹھہرنے کی کراہت

(۲۹۸۸) ابان نے عبدالرحمٰن بن اعین سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: مشعر الحرام سے لوگوں کے کوچ کرنے کے بعد وہاں ٹھہرنا مکروہ ہے۔

اور کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ طلوع آفتاب سے پہلے وہاں سے کوچ کرے[۴] اور نہ عرفات سے قبلِ غروبِ آفتاب ورنہ اس پر ایک

---

[۱] یہ استحباب پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ کلینی نے ج ۴ ص ۴۶۹ پر صحیح حدیث میں معاویہ بن عمار سے اور انہوں نے ابی عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

[۲] کلینی نے ج ۴ ص ۴۶۸ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں حلبی سے اور انہوں نے ابی عبداللہ علیہ السلام روایت کی ہے کہ فرمایا: پہلی مرتبہ حج کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ مشعر الحرام میں ٹھہرے اور اس کی زمین کو اپنے پاؤں سے روندے۔ اور ایک دوسری صحیح کی مانند حسن حدیث میں معاویہ بن عمار نے آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا: پھر چل پڑو جب تم پر (کوہ) ثبیر روشن ہو جائے اور تم اونٹوں کے چھپنے کے مقامات دیکھ سکو۔

[۳] کلینی نے ج ۴ ص ۴۶۹ پر مرسل حدیث میں ابی عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: پہلی مرتبہ حج کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ مشعر الحرام کو روندے اور یہ کہ بیت اللہ میں داخل ہو۔

[۴] کلینی نے ج ۴ ص ۴۷۰ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں ہشام بن حکم سے اور انہوں نے امام جعفرؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا: جب تک سورج نہ نکل آئے وادی مُحَسِّر سے نہ نکلو۔ اور موثق حدیث میں اسحاق بن عمار سے مروی ہے کہ میں نے ابوابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ آپؑ کے نزدیک جمع سے نکلنے کے لئے سب سے اچھی ساعت کون سی ہے؟ فرمایا: سورج نکلنے سے کچھ ہی قبل میرے نزدیک بہترین ساعتوں میں ہے۔

میں نے عرض کیا: اگر ہم سورج نکلنے تک ٹھہر جائیں؟ فرمایا: اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

اور معاویہ بن عمار کی بیان کی ہوئی روایت میں ہے: پھر نکلو جب ثبیر روشن (ہو کر ظاہر) ہو جائے اور اونٹوں کے چھپنے کے مقامات دیکھنے لگو۔

بکری ذبح کرنے کا کفارہ ہوگا۔ ۱

باب: وادی محسر میں دوڑنا

(۲۹۸۹) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب تم وادی محسر سے گزرو جو کہ جمع اور منیٰ کے درمیان ایک بڑی وادی ہے اور منیٰ سے قریب تر ہے تو اس میں دوڑنا تا کہ اس سے جلد گزر جاؤ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں اپنے ناقہ کو تیز کیا تھا اور کہا تھا: اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ عَھْدِیْ وَاقْبَلْ تَوْبَتِیْ، وَاَجِبْ دَعْوَتِیْ، وَاخْلُفْنِیْ بِخَیْرٍ فِیْمَنْ تَرَکْتُ بَعْدِیْ (اے اللہ میرے عہد و میثاق کو سلامت رکھ میری توبہ قبول فرما میری دعا کو مستجاب کر اور اپنے بعد جس کو میں چھوڑ کر آؤں اسے بخیریت رکھ۔)

(۲۹۹۰) محمد بن اسماعیل نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: وادی محسر میں تیز قدمی صرف سو قدم تک ہے۔

(۲۹۹۱) اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ سو ہاتھ تک۔

اور ایک شخص وادی محسر میں دوڑا نہیں تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مکہ کی طرف پلٹنے کے بعد اس کو حکم دیا کہ وہ واپس جائے اور (وادی محسر میں) تیز دوڑے۔ ۲

باب: وہ شخص جو مشعر الحرام کے وقوف کو جانتا نہ ہو اس کے لئے حکم

(۲۹۹۲) اور علی بن رباب کی روایت میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص عرفات سے لوگوں کے ساتھ کوچ کرے اور لوگوں کے ساتھ جمع میں نہ ٹھہرے اور عمداً اس کو ہلکی بات سمجھتے ہوئے منیٰ کی طرف چلا جائے تو اس پر ایک اونٹ کی قربانی لازم ہے۔

(۲۹۹۳) یونس بن یعقوب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ ایک شخص نے عرفات سے کوچ کیا اور مشعر الحرام سے گزرا مگر وہاں ٹھہرا نہیں بلکہ منیٰ چلا گیا اور جمرہ کو کنکریاں ماریں، اس کو علم نہیں تھا (کہ مشعر میں وقوف کرنا چاہیے تھا) یہاں تک کہ دن چڑھ گیا۔ آپ نے فرمایا: وہ مشعر واپس جائے وہاں تھوڑا وقوف کرے پھر جمرہ کو کنکریاں مارے۔

(۲۹۹۴) اور محمد بن حکیم نے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک نابینا شخص ہے اور ایک بوڑھی عورت ہے دونوں ایک دیہاتی جمال کے ساتھ ہوتے ہیں جب وہ لوگوں کے ساتھ عرفات سے کوچ کرتا ہے تو وہ لوگوں کے ساتھ گزرتا رہتا ہے جیسا کہ وہ لوگ چلتے رہتے ہیں مگر وہ جمع (مشعر) میں لوگوں کے ساتھ منزل اور وقوف نہیں کرتا بلکہ منیٰ پہنچ جاتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: کیا ان لوگوں نے وہاں (جمع میں) نماز نہیں پڑھی (نماز کے لئے وقوف) ان کے لئے کافی ہے۔ میں نے عرض کیا: اور اگر ان لوگوں نے وہاں نماز نہ پڑھی ہو تو؟ آپؑ نے فرمایا: ان لوگوں نے وہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر تو کیا ہوگا اگر ان لوگوں نے وہاں اللہ کا ذکر کیا تو وہی ان لوگوں کے لئے کافی ہے۔ اور اس شخص کے متعلق روایت

---

۱ شیخ نے تہذیب، ج ۱ ص ۴۹۹ پر ضریس کناسی سے اور انہوں نے امام باقرؑ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو عرفات سے غروب آفتاب سے پہلے کوچ کر گیا۔ فرمایا: اس پر ایک اونٹ کا یوم قربان نحر کرنا ہے۔ اگر اس کی قدرت نہیں رکھتا تو اٹھارہ دن مکہ میں روزہ رکھے یا راستے میں یا اپنے گھر میں اور صحیح حدیث میں مسمع ابن عبدالملک نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے اس شخص کے بارے میں جو غروب آفتاب سے قبل عرفات سے کوچ کر گیا۔ فرمایا: اگر وہ جاہل (مسئلہ) تھا تو اس پر کچھ نہیں اور اگر اس نے جان بوجھ کر کیا ہے تو اس پر ایک اونٹ (کی قربانی لازم) ہے۔

۲ کلینی نے ج ۴ ص ۴۷۰ پر حسن حدیث میں حفص بن بختری وغیرہ سے اور انہوں نے امام جعفرؑ سے روایت کی ہے کہ آنجنابؑ نے اپنے کسی فرزند سے کہا: کیا تم وادی محسر میں دوڑے تھے کہا: نہیں۔ تو آپؑ نے حکم دیا کہ وہ واپس جائے اور دوڑے۔ آپؑ کے فرزند نے کہا: میں (اس جگہ کو) نہیں جانتا۔ فرمایا: لوگوں سے پوچھ لینا۔

اور ایک مرسل حدیث میں ہے: ایک شخص وادی محسر سے گزرا تو ابوعبداللہ علیہ السلام نے مکہ واپس آنے کے بعد حکم دیا کہ وہ واپس جائے اور (وہاں) دوڑے۔

کی گئی جس کو مشعر میں وقوف کرنے کا علم نہ تھا کہ وہاں صبح کی نماز میں قنوت ہی اس کے لئے کافی ہے۔ ا

باب: وہ شخص جس کو مزدلفہ سے قبلِ فجر کوچ کرنے کی اجازت ہے

(۲۹۹۵) ابن مسکان نے ابوبصیر سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپؑ فرمارہے تھے کہ کوئی حرج نہیں اگر عورتیں جب رات ڈھل جائے تو مشعر الحرام میں ایک ساعت وقوف کریں، پھران کو منیٰ پہنچا دیا جائے وہ جمرہ کو کنکریاں ماریں پھرایک ساعت صبر کریں، اپنے بال تراشیں پھران کو مکہ پہنچا دیا جائے اور وہ طواف کریں مگر یہ کہ انہوں نے ارادہ کیا ہو کہ ان کی طرف سے قربانی کا جانور ذبح کر دیا جائے، اس کے لئے انہوں نے اپنی طرف سے کسی کو وکیل بنا دیا ہو کہ ان کی طرف سے قربانی کا جانور ذبح کرے۔

(۲۹۹۶) علی بن رئاب نے مسمع سے اس نے حضرت امام ابوابراہیم علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق روایت کی ہے جس نے لوگوں کے ساتھ جمع میں وقوف کیا لیکن لوگوں کے کوچ کرنے سے پہلے ہی اس نے وہاں سے کوچ کرلیا۔ آپؑ نے فرمایا: اگر اس کو مسئلہ کا علم نہ تھا تو اس پر کچھ نہیں ہے اور اگر اس نے طلوعِ فجر سے پہلے کوچ کیا ہے تو اس کو ایک بکری ذبح کرنا لازم ہے۔

باب: جس شخص کا حج فوت ہو گیا ہے اس کے لئے شرعی حکم

(۲۹۹۷) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جس شخص نے جمع (مشعر الحرام) کو پالیا اس نے حج کو پالیا۔

نیز فرمایا: جو کوئی بھی شخص قِران یا حجِ اِفراد یا حجِ تمتع کے لئے آئے اور اس کا حج فوت ہو جائے تو وہ عمرہ کر کے اپنا احرام کھول لے مگر آئندہ سال اس پر حج لازم ہے۔

نیز ایسے شخص کے لئے جس نے مقامِ جمع میں امام کو پالیا تو اس کے متعلق آپؑ نے فرمایا: اگر اس کا اندازہ و گمان ہے کہ وہ عرفات پہنچ جائے گا وہاں ذرا دیر وقوف کرے گا اور قبلِ طلوعِ آفتاب جمع میں واپس آجائے گا تو عرفات جائے۔ اور اگر اس کو یہ امید نہیں کہ لوگوں کے کوچ کرنے سے پہلے واپس آجائے گا تو پھر عرفات نہ جائے اس کا حج پورا ہے۔

(۲۹۹۸) ابن محبوب نے داؤد رقی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں منیٰ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے بیان کیا کہ کچھ لوگ حج کی غرض سے آئے تھے مگر ان کا حج فوت ہو گیا۔ آپؑ نے فرمایا: لوگ اللہ سے عافیت کی دعا کرتے ہیں میری رائے یہ ہے کہ ان میں سے ہر شخص ایک بکری ذبح کرے اور احرام کھول دے اور اگر وہ اپنے شہروں کو واپس چلے جاتے ہیں تو ان پر آئندہ سال حج لازم ہے اور اگر وہ مکہ میں ایام تشریق کے گزرنے تک قیام کرتے ہیں اور اہل مکہ کے میقات پر جا کر وہاں سے احرام باندھتے ہیں اور عمرہ بجالاتے ہیں تو ان پر آئندہ سال حج لازم نہیں ہے۔

باب: رمی جمرات کے لئے حرم وغیرہ سے سنگریزے اُٹھانا

(۲۹۹۹) حنان بن سدیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: تمہارے لئے یہ جائز ہے کہ رمی جمرات کے لئے

ا کلینی نے ج ۴ ص ۴۷۲ پر محمد بن سنان سے، انہوں نے ابن مسکان سے اور انہوں نے ابی بصیر کی سند سے روایت کی ہے کہ میں نے امام جعفرؑ سے عرض کی: میرے یہ دونوں ساتھی اس بات سے واقف نہ تھے کہ مزدلفہ میں ٹھہرنا چاہیئے۔ فرمایا: دونوں اپنی جگہ واپس جائیں اور مشعر میں کچھ دیر ٹھہریں۔ میں نے عرض کی: ان دونوں کو پتہ نہ چلا یہاں تک کہ دن نکل آیا اور لوگ (وہاں سے) نکل گئے۔ پس آنجنابؑ نے کچھ کے لئے اپنا سر جھکایا پھر فرمایا: کیا دونوں نے حج کی نماز مزدلفہ میں نہیں پڑھی؟ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ فرمایا: کیا ان دونوں نے نماز میں قنوت نہیں پڑھی؟ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ فرمایا: ان دونوں کا حج پورا ہو گیا۔

سوائے مسجدِ حرام اور مسجدِ خیف کے پورے حدود میں سے جہاں چاہو سنگریزے اُٹھالو۔

باب: وہ شخص جس نے رمی میں زیادتی یا کمی کر دی ہو

(۳۰۰۰) علی بن ابی حمزہ نے ابوبصیر سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں جمرہ کو رمی کرنے گیا تو یک بیک دیکھا کہ میرے ہاتھ میں صرف چھ سنگریزے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: پھر اپنے قدموں کے نیچے سے ایک سنگریزہ اُٹھالو۔ا

(۳۰۰۱) اور ایک دوسرے حدیث میں ہے کہ رمی جمرہ کے لئے وہ سنگریزہ نہ لو جس سے رمی کی جا چکی ہے۔ ۲

(۳۰۰۲) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک شخص کے متعلق جس نے اکیس عدد سنگریزے لیے اور تینوں جمروں کو مارا اس میں سے ایک سنگریزہ بچ گیا اب اسے معلوم نہیں کہ کس جمرہ پر کم سنگریزے مارے۔ آپؑ نے فرمایا: واپس جائے اور ہر جمرہ پر ایک ایک سنگریزہ مارے۔

اور اگر کسی شخص کے ہاتھ سے ایک سنگریزہ گر جائے اور وہ شناخت نہ کر سکے کہ کونسا سنگریزہ گرا ہے کیونکہ زمین پر بہت سے سنگریزے ہیں تو اسے چاہیے کہ اپنے پیروں تلے سے ایک سنگریزہ اُٹھائے اور اس سے مارے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: اگر میں نے ایک سنگریزہ مارا اور وہ (بجائے جمرہ پر لگنے کے) کسی مجمع میں جا گرا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ اس کی جگہ دوسرا سنگریزہ پھر سے مارے۔ اور اگر وہ سنگریزہ کسی انسان یا کسی اونٹ سے ٹکرایا اور پھر جمرہ پر گرا تو یہ تمہارے لئے کافی ہے۔

نیز آپؑ نے ایک ایسے شخص کے متعلق جس نے پہلے جمرہ کو چار سنگریزے مارے اور دوسرے تیسرے کو سات سات تو آپؑ نے فرمایا: واپس جا کر پہلے جمرہ کو تین سنگریزے مارے اور فراغت حاصل کرے۔

اور اگر اس نے جمرہ وسطیٰ (درمیان والے) کو صرف تین سنگریزے مار کر آخر والے کو سات مارے تو پھر درمیان والے کو سات سنگریزے مارے اور اگر وسطیٰ (درمیان والے) کو چار مارے تھے تو واپس جائے اور اس کو تین سنگریزے اور مارے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ ایک شخص نے جمروں کو الٹی ترتیب سے سنگریزے مارے تو آپؑ فرمایا: اب وہ جمرہ وسطی اور جمرہ عقبہ کو سنگریزے مارے۔

(۳۰۰۳) محمد بن مسلم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر کسی شخص کو کسی طرح کا خوف ہو تو کوئی حرج نہیں اگر وہ شب میں جمرات کو سنگریزے مارے اور شب ہی کو جانور کی قربانی کرے اور رات کو ہی کوچ کر جائے۔

(۳۰۰۴) اور معاویہ بن عمار نے آنجناب علیہ السلام سے ایک ایسی عورت کے متعلق دریافت کیا جو یہ نہیں جانتی تھی کہ اس کو رمی جمرات کرنا ہے یہاں تک کہ وہ مکہ چلی آئی۔ آپؑ نے فرمایا: وہ واپس جا کر جمرات کو سنگریزے مارے جس طرح سنگریزے مارے جاتے ہیں۔ اور اسی طرح (اگر مرد نے ایسا نہیں کیا ہے تو) مرد بھی۔

(۳۰۰۵) اور عبداللہ بن سنان نے آنجناب علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق روایت کی ہے جو جمع (مشعر الحرام) سے کوچ کر کے منیٰ پہنچا مگر اس کو کوئی امر ایسا درپیش ہوا کہ جمرہ کو سنگریزے نہیں مار سکا اور آفتاب غروب ہو گیا۔ آپؑ نے فرمایا: جب صبح ہو جائے تو دو مرتبہ سنگریزے مارے ایک بہت تڑکے جو گذشتہ دن کے بدلے ہے اور دوسری زوال آفتاب کے وقت۔

ا محمول ہے کہ اگر نہ جانتا ہو کہ یہ پھینکے جانے والے پتھروں میں سے ہے۔ اور لاعلمی کافی ہے اور نا معلوم کو جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔

۲ کلینی نے قوی حدیث میں عبدالاعلیٰ سے اور انہوں نے صادق علیہ السلام سے انہی الفاظ میں روایت کی ہے۔ بظاہر توضیح مصنف کی جانب سے ہے۔

باب: وہ لوگ جنہیں شب کے وقت رمی کی آزادی ہے

(۳۰۰۶) وھیب بن حفص نے ابوبصیر سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ وہ کون سے لوگ ہیں جن کے لئے مناسب ہے کہ شب کو رمی کریں؟ آپؑ نے فرمایا: وہ عورت جس کو کسی نے نکاح کا پیغام دیا ہو اور وہ مملوک جس کو اپنے معاملہ میں کوئی اختیار نہ ہو۔ اور وہ شخص جس کو کسی امر کا خوف ہو۔ اور مقروض اور ایسا مریض جو رمی نہ کر سکتا ہو تو اس کو اٹھا کر جمرات کے پاس لایا جائے گا اگر وہ رمی کی قدرت رکھتا ہو تو رمی کرے ورنہ اس کی موجودگی میں تم اس کی طرف سے رمی کرو۔

باب: بیمار اور بچوں کی طرف سے رمی

(۳۰۰۷) معاویہ بن عمار اور عبدالرحمٰن بن حجاج نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: عضو شکستہ یا دردِ شکم میں مبتلا شخص دونوں کی طرف سے رمی کر دی جائے گی نیز فرمایا: بچوں کی طرف سے بھی رمی کر دی جائے گی۔

(۳۰۰۸) اسحاق بن عمار نے حضرت امام ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا مریض کی طرف سے رمی جمرات کیا جائے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اس کو اُٹھا کر جمرہ کے پاس پہنچایا جائے اور اس کی طرف سے رمی کر دی جائے۔ میں نے عرض کیا: وہ لے جانے کے لائق بھی نہیں ہے؟ آپؑ نے فرمایا: پھر اس کو گھر پر چھوڑ دیا جائے اور اس کی طرف سے رمی کر دی جائے۔

باب: وہ شخص جس نے منیٰ کی راتیں مکہ میں بسر کیں

(۳۰۰۹) ابن مسکان نے جعفر بن ناجیہ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے منیٰ کی راتیں مکہ میں بسر کیں۔ تو آپؑ نے فرمایا: وہ تین گوسفند ذبح کرے گا۔

(۳۰۱۰) معاویہ بن عمار نے آنجناب علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جو خانہ کعبہ کی زیارت کو آیا اور مسلسل طواف اور اس کی دعا اور سعی اور اس کی دعا میں مشغول رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی آپؑ نے فرمایا: اس پر کوئی کفارہ نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول رہا ہے۔

(۳۰۱۱) جمیل بن درّاج نے ان ہی جنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر تم منیٰ سے غروب آفتاب سے قبل نکلو تو اور کہیں صبح نہ کرو وہیں (منیٰ میں) صبح کرو۔

(۳۰۱۲) جعفر بن ناجیہ نے آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر کوئی شخص منیٰ سے اول شب میں نکلے تو نصف شب سے پہلے منیٰ میں آجائے اور اگر نصف شب کے بعد نکلے تو اگر وہ منیٰ میں صبح نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔

(۳۰۱۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اہل مکہ کے متعلق فرمایا: جب تم (منیٰ سے) خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے آؤ تو (پہلے) اپنے گھروں میں نہ جاؤ۔

(۳۰۱۴) ابن ابی عمیر نے ہشام بن حکم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر کوئی حاجی منیٰ سے خانہ کعبہ کی زیارت کو آئے اور پھر مکہ سے نکل جائے اور مکہ کی تمام آبادی سے آگے بڑھ کر سو جائے یہاں تک کہ صبح ہو جائے تو اس پر کوئی کفارہ نہیں۔

باب: زیارتِ کعبہ کے بعد پھر منیٰ سے طواف کے لئے مکہ آنا

(۳۰۱۵) جمیل نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں اگر کوئی شخص ایام منیٰ میں مکہ آئے اور خانہ

کعبہ کا طواف کرے مگر یہاں شب نہ بسر کرے۔

(۳۰۱۶) اور لیث مرادی نے آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو زیارت خانہ کعبہ سے فارغ ہونے کے بعد ایام منیٰ میں مکہ آ کر مستحبی طواف کرے تو آپؑ نے فرمایا: لیکن میرے نزدیک اس کا منیٰ میں مقیم رہنا ہی زیادہ بہتر اور پسندیدہ ہے۔

باب: منیٰ سے پہلی روانگی اور آخری روانگی

(۳۰۱۷) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اگر تمہارا ارادہ ہو کہ منیٰ سے دو دن میں نکل جاؤ گے تو تمہیں زوال آفتاب سے قبل نہیں نکلنا چاہیے۔ اور اگر تم نے آخرِ ایامِ تشریق تک نکلنے میں تاخیر کی اور یہ آخری نکلنا ہے تو تمہارے لئے کوئی حرج نہیں قبل زوال یا بعدِ زوال رمی کرو اور نکل جاؤ۔

(۳۰۱۸) راوی مذکور [۱] کا بیان ہے کہ میں نے آنجناب علیہ السلام کو قول خدا: **فمن تعجل فی یومین فلااثم علیه ومن تاخر فلا اثم علیه لمن اتقی** ۔(سورہ بقرہ آیت ۲۰۳)۔[پھر جو شخص جلدی کر کے دو ہی دن میں (منیٰ) سے چل پڑا تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو شخص ٹھہرا رہا تو اس پر (بھی) گناہ نہیں (یہ رعایت) اس کے لئے ہے جو پرہیز گار ہو] کے متعلق ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جب تک اہل منیٰ آخری کوچ نہ کریں شکار سے پرہیز کیا جائے۔

(۳۰۱۹) اور ابن محبوب کی روایت میں ہے جو انہوں نے ابو جعفر سے انہوں نے سلام بن مستنیر سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: رفث و فسوق وجدال سے اور ہر اس چیز سے پرہیز کرو جس کو اللہ تعالیٰ نے حالت احرام میں حرام قرار دیا ہے۔

(۳۰۲۰) اور علی بن عطیہ کی روایت میں ہے جو انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کی ہے کہ آنجنابؑ نے فرمایا: **لمن اتقی** کا مطلب یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔

(۳۰۲۱) روایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے گناہوں سے اس طرح نکل جائے گا جیسے آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ [۲]

(۳۰۲۲) اور روایت کی گئی کہ جو شخص اللہ سے عہد کو پورا کرے گا اللہ اس سے اپنا عہد پورا کرے گا۔ [۳]

(۳۰۲۳) روایت کی ہے سلیمان بن داؤد منقری نے سفیان بن عینہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول خدا: **فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیه** کے متعلق آپؑ نے ارشاد فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص مر جائے اس پر کوئی گناہ نہیں رہے گا اور جس کی موت تاخیر سے آئے اس پر بھی کوئی گناہ باقی نہیں رہے گا بشرطیکہ وہ گناہان کبیرہ سے بچتا رہے۔

(۳۰۲۴) اور ابو بصیر نے آنجناب علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو نفرِ اول (پہلے کوچ) میں روانہ ہو رہا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اس کو چاہیے کہ وہ آفتاب کے زوال اور اس کے زرد ہونے کے درمیان روانہ ہو جائے اگر وہ غروب آفتاب تک نہیں روانہ ہو تو روانہ نہ ہو اور منیٰ میں شب بسر کرے جب صبح ہو اور آفتاب طلوع ہو جائے تو جب چاہے روانہ ہو۔

---

[۱] یعنی معاویہ بن عمار

[۲] کلینی نے ج ۴ص ۲۵۲ پر اپنی اسناد سے عبدالاعلیٰ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفرؑ سے روایت کی ہے۔

[۳] یعنی جس نے اللہ کے اس قول سے وفا کی: **فمن فرض فیهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج** (البقرہ آیت ۱۹۷)[پس جو شخص ان میں حج بجالائے تو زمانہ حج میں نہ جماع کرے نہ نافرمانی نہ لڑائی جھگڑے] تو اللہ اس سے وفا کرے گا اپنے اس قول کے مطابق: **فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیه** (سورہ بقرہ آیت ۲۰۳) [پھر جو شخص دو دن ہی میں (منیٰ سے) چل کھڑا ہو تو اس کے ذمہ کچھ گناہ نہیں ہے]۔

(۳۰۲۵) اور حلبی سے روایت ہے کہ آنجناب علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو نفر اول میں زوال آفتاب سے پہلے (منیٰ سے) روانہ ہو رہا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: نہیں (ایسا نہ کرے) لیکن اگر وہ چاہے تو اپنا سامان بھیج دے اور خود جب تک زوالِ آفتاب نہ ہو منیٰ سے نہ نکلے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص ایسا کرے وہ آیت "من تعجل فی یومین" کے ذیل میں آتا ہے۔

(۳۰۲۶) اور معاویہ بن عمار نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو دو دن میں تعجیل کر کے نکلے وہ شکار سے پرہیز کرے جب تک کہ تیسرا دن ختم نہ ہو جائے۔

(۳۰۲۷) جمیل بن درّاج نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں جو شخص نفر اول میں (منیٰ سے) نکلے اور پھر مکہ میں قیام کرے۔ اور میرے پدر بزرگوار فرمایا کرتے تھے کہ جو چاہے وہ رمی جمرات دن چڑھے میں کرے پھر (منیٰ سے) کوچ کرے۔ میں نے عرض کیا: رمی جمرات کس وقت کر سکتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: دن چڑھنے کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک اور جس نے کوئی شکار کیا ہے اس کے لئے جائز نہیں کہ نفر اول میں (منیٰ سے) کوچ کرے۔

(۳۰۲۸) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول خدا: **فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیه و من تاخر فلا اثم علیه** کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو چاہے یہ کرے اور جو چاہے وہ کرے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ (منیٰ سے چلے گا تو) اس کے سارے گناہ بخشے ہوئے ہوں گے۔ اب اس پر کوئی گناہ اور کوئی عصیان نہ ہوگا۔

باب: حصبہ میں نزول

(۳۰۲۹) ابان نے ابی مریم سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجناب علیہ السلام سے حصبہ (کنکریلی سرزمین جو منیٰ و مکہ کے درمیان واقع ہے) کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: میرے پدر بزرگوار مقام ابطح میں تھوڑی دیر کے لئے اترتے اور ابطح میں بغیر سوئے ہوئے آبادی میں داخل ہو جاتے۔ میں نے عرض کیا: آپؑ کے نزدیک وہ شخص جو دو دن میں جلدی (منیٰ سے) نکل آئے کیا اسے بھی حصبہ میں منزل کرنی چاہیے۔ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔

(۳۰۳۰) نیز فرمایا: میرے پدر بزرگوار تھوڑی دیر کے لئے حصبہ میں منزل کرتے پھر وہاں سے روانہ ہو جاتے اور یہ حصبہ مقام خبط و حرمان کے پاس ہے۔

باب: اپنی میل کچیل دور کرنا

(۳۰۳۱) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: مرد اور عورت دونوں کے لئے مستحب ہے کہ وہ جب تک ایک درہم کی کھجوریں خرید کر اسے تصدق نہ کریں اس وقت تک مکہ سے نہ نکلیں اس لئے کہ حالت احرام میں خصوصاً حرم ہی میں ان دونوں سے فروگزاشتیں ضرور ہوئی ہوں گی (تو اس طرح کفارہ ہو جائے گا)۔

(۳۰۳۲) اور ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول خدا: **ثم لیقضوا تفثهم** (سورہ الحج آیت ۲۹)۔ (تاکہ وہ اپنی میل کچیل دور کر لیں) کے متعلق دریافت کیا۔ آپؑ نے فرمایا: بات یہ ہے کہ حالت احرام میں آدمی سے کچھ نہ کچھ فروگذاشت ہو جاتی ہے اور جب مکہ آتا ہے اور خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہے اور اچھی اچھی باتیں کرتا تو یہ وہ ساری فروگذاشتوں کا کفارہ ہو جاتا ہے جو اس سے سرزد ہوئی ہیں۔

(۳۰۳۳) ذریح محاربی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول خدا: **ثم لیقضوا تفثهم** کے متعلق روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تفث (میل کچیل دور کرنے) سے مراد امام سے ملاقات ہے۔

(۳۰۳۴) ربعی نے محمد بن مسلم سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے: ثم لیقضوا تفثھم کے متعلق روایت کی ہے کہ اس سے مراد مونچھ کے بال اور ناخن تراشنا ہے۔

(۳۰۳۵) اور نضر کی روایت میں ہے جو اس نے عبداللہ بن سنان سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تفث سے مراد انسان کی جلد پر جو بال ہیں انہیں مونڈنا ہے۔

(۳۰۳۶) اور زرارہ نے حمران سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ تفث کا مطلب آدمی کا خوشبو سے خود کو بسانا ہے جب حج کے تمام مناسک پورے کرلے تو اس کے لئے خوشبو حلال ہے۔

(۳۰۳۷) اور بزنطی کی روایت میں ہے جو اس نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تفث سے مراد ناخن تراشنا، میل کچیل دور کرنا اور احرام کھولنا ہے۔

(۳۰۳۸) عبداللہ بن سنان سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: مولا میں آپؑ پر قربان! قول خدا: ثم لیقضوا تفثھم کے کیا معنی ہیں؟ تو آپؑ نے فرمایا: مونچھ کے بال تراشنا اور ناخن کاٹنا اور اسی کے مثل اور چیزیں۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: مگر ذریح نے تو آپؑ ہی سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ ثم لیقضوا تفثھم سے ملاقاتِ امام مراد ہے۔ اور لیوفوا نذورھم سے مراد مناسک حج ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ذریح نے سچ کہا اور میں نے بھی سچ کہا۔ قرآن کے ایک ظاہری معنی ہوتے ہیں اور ایک باطنی اور ذریح جیسی بات کا متحمل کون ہوسکتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا قول: ولیطوفوا بالبیت العتیق (سورہ حج آیت ۲۹) (اور لوگ بیت العتیق کا طواف کریں) تو اس کے متعلق روایت کی گئی ہے کہ اس سے مراد طواف النساء ہے۔[۱]

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ تمام حدیثیں ایک دوسرے کے موافق ہیں مخالف نہیں ہیں اور تفث کے معنی میں یہ جتنی احادیث وارد ہوئی ہیں میں نے وہ کتاب تفسیر المنزل فی الحج میں پیش کردی ہیں۔

باب: یوم نحر (قربانی کا دن)

(۳۰۳۹) عمار بن موسیٰ ساباطی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں آنجنابؑ سے منیٰ میں قربانی کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: چار دن۔ (پوچھا گیا:) اور تمام دوسرے شہروں میں؟ فرمایا: تین دن۔ نیز فرمایا: اگر کوئی شخص یوم اضحیٰ کے دو دن بعد اپنے اہل وعیال میں آئے تو تیسرے دن قربانی کرے یعنی جس دن وہ آیا ہے۔

(۳۰۴۰) کلیب اسدی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آنجنابؑ سے نحر کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا: منیٰ میں تین دن اور دیگر شہروں میں ایک دن۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مندرجہ بالا حدیثیں ایک دوسرے کے موافق ہیں مخالف نہیں ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ عمار کی روایت تنہا قربانی کے لئے ہے اور کلیب کی روایت تنہا روزہ کے لئے ہے اور اس کی تصدیق ذیل کی حدیث سے ہوتی ہے۔

---

[۱] کلینی نے ج ۴ ص ۵۱۲ پر اپنی اسناد سے احمد بن محمد سے روایت کی ہے کہ ابوالحسن علیہ السلام نے قول اللہ عزوجل 'ولیطفوا بالبیت العتیق' کے متعلق فرمایا: طواف فریضہ طواف النساء ہے۔ اور ایک دوسری مرسل حدیث میں حماد بن عثمان نے امام جعفرؑ سے اللہ تعالیٰ کے قول 'ولیوفوا نذورھم ولیطفوا بالبیت العتیق' کے بارے میں فرمایا: (اس سے مراد) طواف النساء (ہے)۔

(۳۰۴۱) جو سیف بن عمیرہ نے منصور بن حازم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں آنجنابؑ کو فرماتے ہوئے سنا آپؑ فرمارہے تھے کہ نحر منیٰ میں تین دن ہے اور جس شخص کا ارادہ روزہ رکھنے کا ہے تو جب تک یہ تین دن نہ گزر جائیں روزہ نہ رکھے اور نحر دیگر امصار میں ایک دن ہے پس جس شخص کا ارادہ روزہ رکھنے کا ہے وہ کل یعنی دوسرے ہی دن سے روزہ رکھ لے۔

(۳۰۴۲) اور روایت کی گئی ہے کہ قربانی کے تین دن ہیں مگر افضل پہلا دن ہے۔[۱]

باب: حج اکبر اور حج اصغر

(۳۰۴۳) معاویہ بن عمار سے روایت کی گئی ہے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یوم حج اکبر کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: وہ یوم نحر ہے اور یوم (حج) اصغر عمرہ ہے۔

(۳۰۴۴) اور سلیمان بن داؤد منقری کی روایت میں ہے جو انہوں نے فضیل بن عیاض سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی اور حدیث کے آخر میں آپؑ نے فرمایا: حج اکبر کو حج اکبر اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ وہ سال تھا جس میں مسلمانوں اور مشرکوں دونوں نے ایک ساتھ جمع ہو کر حج کیا پھر اس سال کے بعد مشرکوں نے حج نہیں کیا۔

باب: اضاحی (قربانی)

(۳۰۴۵) سوید قلاء نے محمد بن مسلم سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: قربانی کرنا واجب ہے ہر اس شخص پر جس کو مل جائے چھوٹا ہو یا بڑا یہ سنت (مؤکدہ) ہے۔

(۳۰۴۶) علاء بن فضیل سے روایت ہے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آنجناب علیہ السلام سے اضحیٰ (قربانی) کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: یہ ہر مسلمان پر واجب ہے سوائے اس کے جس کو (جانور) نہ مل سکے۔ سائل نے عرض کیا: اور اہل وعیال کے متعلق آپؑ کی کیا رائے ہے؟ آپؑ نے فرمایا: تم چاہو تو ان کی طرف سے کرو اور چاہو تو ان کی طرف سے نہ کرو مگر خود تم اس کو نہ چھوڑو۔

(۳۰۴۷) اور ایک مرتبہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ قربانی کا دن آپہنچا لیکن میرے پاس قربانی کا جانور خریدنے کے لئے رقم نہیں ہے۔ تو کیا میں قرض لیکر قربانی کروں؟ آپؐ نے فرمایا: قرض لے لو اور اس قرض کو اللہ کی طرف سے ادا شدہ سمجھو۔

(۳۰۴۸) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مینڈھے ذبح کیے ایک خود اپنے ہاتھ سے اور کہا: ''اے اللہ یہ میری طرف سے اور میرے اہلبیت میں سے جو قربانی نہ کر سکا یہ اس کی طرف سے ہے'' اور دوسرے کو ذبح کیا تو کہا: ''اے اللہ یہ میری طرف سے اور میری امت میں سے اس شخص کی طرف سے ہے جو قربانی نہ کر سکا''

اور امیر المومنین علیہ السلام ہر سال ایک مینڈھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے قربان کرتے۔ اس کو ذبح کرتے وقت کہتے: بِسْمِ اللّٰهِ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ اللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ (اللہ کے نام سے میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف موڑا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو خلق کیا سنت ابراہیمؑ کی

---

[۱] شیخ نے 'تہذیب' ج ۵ ص ۲۰۴ میں صحیح حدیث میں غیاث بن ابراہیم الموثق سے اور انہوں نے امام جعفرؑ سے اور انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے علی علیہم السلام سے روایت کی ہے۔

پیروی کرتے اور دین اسلام پر قائم رہتے ہوئے، میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں۔ میری نماز، میری عبادت، میری حیات، میری موت اس اللہ کے لئے ہے جو تمام عالمین کا پروردگار ہے اے اللہ یہ تیری طرف سے ہے اور تیرے لئے ہے)۔ پھر فرماتے: یہ تیرے نبی کی طرف سے ہے۔ اس کے بعد دوسرا مینڈھا اپنی طرف سے ذبح کرتے۔

(۳۰۴۹) حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے قربانی کے جانوروں کے متعلق کہ ہم لوگ اس کی آنکھ اور اس کے کان اچھی طرح دیکھ بھال لیں (کہ وہ صحیح سلامت ہیں) اور جس کے کان میں سوراخ ہو یا پھٹے ہوئے ہوں یا آگے سے کٹ کر لٹکے ہوئے یا پیچھے سے کٹ کر لٹکے ہوئے ہوں اس کی قربانی سے منع فرمایا ہے۔

(۳۰۵۰) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ جانور جو صاف لنگڑا نظر آتا ہو یا وہ جو صاف کانا ہو، اس کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی ہو، یا جو بالکل لاغر دبلا ہو یا جو خارشی ہو بال جھڑ گئے ہوں، یا جس کے کان جڑ سے کٹے ہوئے ہوں، یا جس کے کان پھٹے ہوئے ہوں اس کی قربانی نہ کی جائے۔

(۳۰۵۱) داؤد رقی سے روایت ہے کہ مجھ سے خوارج میں سے ایک شخص نے کتاب خدا کی اس آیت: ثمانیة ازواج من الضان اثنین ومن المعز اثنین... ومن الابل اثنین ومن البقر اثنین (سورہ انعام آیت ۱۴۲۔۱۴۴) [اللہ تعالیٰ نے نر و مادہ ملا کر آٹھ قسم کے جوڑے پیدا کیے ہیں۔ بھیڑ کی قسم سے دو (نر و مادہ) بکری کی قسم سے دو (نر و مادہ)۔ اے رسول ان کافروں سے پوچھو کہ خدا نے ان بھیڑ بکریوں کے دونوں نروں کو حرام کر دیا ہے یا دونوں مادینوں کو یا ان بچوں کو جوان مادینوں کے پیٹ میں ہیں۔ اگر تم سچے ہو تو مجھے سمجھ کے بتاؤ اور دو اونٹ کے (نر و مادہ) اور دو گائے کے (نر و مادہ) اے رسول تم ان سے پوچھو کہ خدا نے ان دونوں (اونٹ و گائے) کے نروں کو حرام کیا یا دونوں مادینوں کو یا ان بچوں کو جوان دونوں مادینوں کے پیٹ میں ہیں] کے متعلق دریافت کیا کہ اس میں سے اللہ نے کس کو حلال کیا اور کس کو حرام کیا؟ تو اس وقت میرے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ میں اس وقت حج کے مناسک بجالا رہا تھا۔ تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس کا یہ سوال بیان کیا تو آپؑ نے جواب میں ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بھیڑ بکریوں میں سے منیٰ میں قربانی کے لئے پالتو کو حلال کیا ہے اور پہاڑی کو حرام کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول اونٹ میں دو اور گائے میں دو تو اللہ تعالیٰ نے منیٰ میں قربانی کے اعرابی اونٹ کو حلال کیا ہے اور بخاتی (خراسانی) اونٹ کو حرام کیا ہے اور گائے میں سے قربانی کے لئے اہلی کو حلال کیا ہے اور پہاڑی کو حرام کیا ہے۔ اس کے بعد میں پلٹ کر اس شخص خارجی کے پاس گیا اور اس کو یہ جواب بتایا تو اس نے کہا: یہ جواب تو تم اور کہیں سے نہیں لائے صرف حجاز سے لائے ہو۔

(۳۰۵۲) ابان نے زرارہ سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ایک مینڈھا ایک شخص اور اس کے گھر والوں کی طرف سے کافی ہے۔

(۳۰۵۳) یونس بن یعقوب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے گائے کے متعلق پوچھا کہ اس کی قربانی کس کی طرف سے کی جائے؟ تو آپؑ نے فرمایا: یہ سات نفر کی طرف سے کافی ہے۔

(۳۰۵۴) وہیب بن حفص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: گائے اور اونٹ سات نفر کی طرف سے کافی ہے خواہ وہ گھر والے ہوں یا دوسرے لوگ۔ [1]

---

[1] یہ اور اس سے پہلے کی حدیث دلالت کرتی ہیں کہ گائے میں سات حصہ دار ہو سکتے ہیں خواہ وہ ایک گھر کے ہوں یا نہ ہوں اور یہ ضرورت پر محمول ہے جیسا کہ کلینی نے صحیح روایت میں ج ۴ص ۴۹۶ پر عبدالرحمن بن حجاج سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ابوابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک گروہ پر قربانی واجب ہوگئی۔ وہ صاحب حیثیت ہیں، متفرق لوگ ہیں اور ایک گھر سے نہیں ہیں۔ وہ اپنے سفر میں اکٹھے ہو گئے ہیں اور ان کا خیمہ ایک ہی ہے کیا ان کو ایک گائے ذبح کرنی چاہیے؟ پس فرمایا: میں اسے پسند نہیں کرتا مگر یہ کہ کوئی ضرورت پڑ جائے۔

اور ظاہر ہے کہ بغیر ضرورت کے ایک پر اکتفاء کرنا مکروہ ہے۔

نیز روایت کی گئی ہے کہ قربانی کے لئے ایک اونٹ یا بکری دس متفرق لوگوں کی طرف سے کافی ہے اور اگر قربانی کے جانور بہت گراں ہو جائیں تو ایک بکری ستر آدمیوں کی طرف سے کافی ہے۔[۱]

اور قربانی کے جانوروں کے اندر اونٹ صرف وہ جائز ہے جو ثنی ہو اور یہ وہ ہے جو پانچ سال کا پورا ہو کر چھٹے سال میں پہنچ گیا ہو اور بکری بھی ثنی ہو اور یہ وہ ہے جو ایک سال کی پوری ہو کر دوسرے سال میں ہو اور بھیڑ اگر ایک سال کے اندر ہو تو وہ کافی ہے۔

(۳۰۵۵) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام قول خدا: فـاذا وجبت جنو بها فكلوا منها واطعموا القانع والمعتر (سورہ الحج آیت ۳۶)۔ (جب ان کے ہاتھ پاؤں کٹ کر گر پڑیں تو ان میں سے تم خود بھی کھاؤ اور قناعت پیشہ فقیروں اور مانگنے والے محتاجوں کو بھی کھلاؤ) کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: قانع وہ ہے کہ اس کو جو کچھ دے دیا جائے اس پر قناعت کرے اور معتر وہ ہے جو تم سے مانگ کر لے۔

(۳۰۵۶) اور حضرت امام علی ابن الحسین وحضرت امام محمد باقر علیہ السلام ایک تہائی گوشت اپنے پڑوسیوں میں تقسیم کرتے، ایک تہائی سائلین کو دیتے اور ایک تہائی اپنے گھر والوں کے لئے روک لیتے۔[۲]

(۳۰۵۷) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام قربانی کے جانور کا گوشت مشرکین کو کھلانا ناپسند و مکروہ جانتے تھے۔[۳]

(۳۰۵۸) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہم پہلے لوگوں کو قربانی کے جانور کا گوشت تین دن تک منیٰ سے باہر لیجانے کو منع کیا کرتے تھے۔ اس لئے کہ گوشت کم ہوتا اور آدمی زیادہ ہوا کرتے مگر آج کل گوشت زیادہ ہے اور آدمی کم ہیں اس لئے اس کے لیجانے میں کوئی حرج نہیں۔[۴]

اور قربانی کے جانور کی جلد اور کوہان حرم سے باہر لیجانے میں کوئی ہرج نہیں لیکن حرم سے گوشت باہر لیجانا جائز نہیں۔[۵]

(۳۰۵۹) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ شکار کے کفارہ میں جو جانور ذبح کیا جائے اس کے گوشت میں سے صاحب

---

[۱] شیخ نے 'تہذیب' ج۵ ص۵۰۶ پر قوی حدیث میں سکونی سے، انہوں نے امام جعفرؑ سے، انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے علی علیہم السلام سے روایت کی ہے: پانچویں سال میں داخل ہونے والی گائے ایک گھر کے تین افراد کے لئے کافی ہے اور تین سالہ گائے میں سات متفرق لوگ شرکت کر سکتے ہیں۔ اور قربانی کے اونٹ یا بھیڑ میں دس متفرق لوگ شرکت کر سکتے ہیں۔ اور صحیح کی مانند موثق حدیث میں سوادۃ قطان اور علی بن اسباط سے مروی ہے کہ ہم دونوں نے امام ابوالحسن رضا علیہ السلام سے عرض کیا: ہم آپؑ پر قربان! ہمیں مکہ میں قربانی کرنی پڑ رہی ہے۔ کیا ایک بکری ہم دونوں کی طرف سے کافی ہے؟ فرمایا: ہاں اور ستر کی طرف سے (بھی)۔

[۲] کلینی نے 'کافی' ج۴ ص۴۹۹ پر صحیح کی مانند قوی حدیث میں ابی صباح کنانی سے روایت کی ہے کہا: میں نے ابا عبداللہ علیہ السلام سے قربانی کے گوشت کے متعلق سوال کیا تو فرمایا: علی ابن حسین اور ابو جعفر علیہما السلام اسے تصدق کر دیتے تھے۔

[۳] شیخ نے 'تہذیب' ج۱ ص۵۸۵ پر صحیح حدیث میں ابی عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجنابؑ اس کے کھانے میں کراہت کرتے تھے۔ اور شیخ نے صحیح حدیث میں صفوان سے، انہوں نے ھارون بن خارجہ سے، اور انہوں نے ابی عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ علی بن حسین علیہما السلام حروریہ کا ذبیحہ کھا لیا کرتے تھے۔ میں نے کہا: اور وہ جانتے تھے کہ وہ حروریہ ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ اور اسے تقیہ پر یا مستحب قربانی پر محمول کیا گیا ہے۔ لیکن تقیہ پر محمول کرنا بعید ہے البتہ مستحب پر محمول کرنا تو اس کی انہیں ضرورت نہیں تھی اور یقیناً شخصی تضاد یا نصوص کے اختلاف کو کم کر دیتے ہیں، اور ممکن ہے کہ آنجنابؑ کا یہ عمل جائز ہونے کے بارے میں یا ان لوگوں کی تالیف قلب کے لئے ہو۔

[۴] کلینی نے ج۴ ص۵۰۰ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں دوسرے الفاظ میں یہ حدیث بیان کی ہے۔

[۵] شیخ نے 'تہذیب' ج۵ ص۵۱۱ میں صحیح حدیث میں محمد ابن مسلم سے اور انہوں نے دونوں ائمہ علیہما السلام میں کسی ایک سے روایت کی ہے کہ آنجنابؑ سے (قربانی کے) گوشت کو حرم سے باہر لے جانے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا: اس میں سے کوئی چیز باہر نہیں لے جائی جائے سوائے کوہان کے اور وہ بھی تین دن بعد۔ اور موثق حدیث میں اسحاق بن عمار نے حضرت ابو ابراہیم علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجنابؑ سے ہدی کے بارے میں سوال کیا گیا کہ ہدی میں سے کوئی چیز حرم سے باہر لے جائی جائے؟ فرمایا: کھال اور کوہان اور وہ چیز جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ میں نے عرض کی: آپؑ کے والد بزرگوار سے ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ ہدی میں سے کوئی چیز باہر نہ لے جائی جائے۔ فرمایا: لیکن وہ چیز جس سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ اور احمد بن محمد کی روایت میں یہ اضافہ ہے۔ "گوشت میں سے کوئی چیز حرم سے باہر نہ لے جائی جائے"۔

کفارہ کھا سکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اپنے قربانی کے جانور کا گوشت کھائے اور کفارہ کا تصدق کر دے۔ ۱

(۳۰۶۰) اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قربانی صرف اسی جانور کی کی جائے جو ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں خریدا گیا ہو ۲ اور خصی کیا ہوا جانور قربانی کے لئے جائز و کافی نہیں ہے۔ ۳

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج کی طرف سے گائے ذبح کرتے تھے۔ ۴

اور اگر کوئی شخص قربانی کے لئے جانور خریدے اور وہ جانور ذبح کرنے سے پہلے مر جائے تو یہ اس کی طرف سے کافی ہے۔ ۷ اور اگر کوئی شخص قربانی کے لئے جانور خریدے اور وہ چوری ہو جائے تو اگر وہ اس کی جگہ پر دوسرا جانور خریدے تو یہ افضل و بہتر ہے اور اگر نہ خریدے تو اس پر کچھ نہیں ہے۔ ۵

اور قربانی کے جانور کی جلد سے نفع اٹھانا جائز ہے۔ یا اس کے عوض کوئی چیز خرید لے یا اس کی دباغت کر کے اس سے جراب بنائے یا مصلیٰ بنائے۔ لیکن اگر اس کو تصدق کر دے تو یہ افضل ہے۔ ۶

اور اگر کوئی شخص منیٰ میں ذبح کرنا بھول جائے یہاں تک کہ خانہ کعبہ کی زیارت بھی کر لے پھر مکہ میں جانور خریدے اور اس کو نحر کرے تو کوئی حرج نہیں، یہ اس کی طرف سے کافی ہے۔ ۷

---

۱ کلینی نے ج ۴ ص ۵۰۰ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں حلبی سے اور انہوں نے آنجنابؑ سے روایت کی ہے۔

۲ میں نے اس کی سند نہیں پائی لیکن شاید یہ اس بارے میں ہے کہ (قربانی کے) جانور کو پالنا نہیں چاہئے جیسا کہ کلینی نے ج ۴ ص ۵۴۴ پر قوی حدیث میں محمد بن فضیل سے اور انہوں نے ابوالحسن علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے عرض کی: میں آپؑ پر قربان! میرے پاس قربانی کے لئے ایک موٹی بھیڑ تھی جب میں نے اسے اٹھا کر قربانی کے لئے لٹایا تو اس نے میری طرف دیکھا تو میرے دل میں اس کے لئے ترس اور نرمی پیدا ہوئی پھر میں نے اسے ذبح کر دیا۔ تو امامؑ نے مجھ سے فرمایا: مجھے تیرا ایسا کرنا اچھا نہیں لگا۔ اس کام کے لئے کسی کو پال کر ذبح نہ کرو۔

چنانچہ یہ دلیل ہے اس ذبیحہ کے مکروہ ہونے کی جسے انسان نے خود پالا ہو جیسا کہ ہمارے علماء نے ذکر کیا ہے۔

۳ شیخ نے 'تہذیب' ج ۱ ص ۵۰۵ پر محمد بن مسلم کی صحیح حدیث میں دونوں ائمہ علیہما السلام میں کسی ایک بزرگوار سے روایت کی ہے کہ آنجنابؑ سے ذبیحہ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: مینڈھے کے سینگ پکڑ کر ذبح کرو بس حلال ہے۔ یہاں تک کہ کہا: اور آنجنابؑ سے خصّی کے ذبیحہ کے بارے میں سوال کیا گیا۔ فرمایا: نہیں۔

اور ایک دوسری حدیث میں۔ ہے کہ آنجنابؑ سے خصّی کی قربانی کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: نہیں۔

اور صحیح حدیث میں عبدالرحمٰن بن حجاج سے مروی ہے کہ کہا: میں نے ابوابراہیم علیہ السلام سے سوال کیا: ایک شخص نے قربانی کے لئے جانور خریدا، جب اسے ذبح کر دیا تو اسے خصّی پایا اور وہ نہیں جانتا تھا کہ خصّی کی قربانی جائز نہیں ہے۔ تو کیا یہ اس کے لئے جائز ہے یا دہرائے (صحیح جانور کی قربانی کرلے)؟ فرمایا: اس کے لئے جائز نہیں ہے مگر یہ کہ اب اس کی استطاعت نہ ہو۔

اور صحیح حدیث میں اسی راوی سے منقول ہے کہ میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو بھیڑ خریدتا ہے اور اسے خصّی پاتا ہے۔ فرمایا: اگر خریدنے والا صاحب ثروت ہے تو اس کی جگہ دوسرا (جانور) خرید لے۔

۴ کلینی نے ج ۴ ص ۴۹۱ پر صحیح حدیث میں معاویہ بن عمار سے روایت کی ہے کہ کہا: ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: جب جمرہ کو رمی کر لو تو قربانی کے لئے جانور خریدو خواہ وہ اونٹ ہو یا گائے نہیں تو موٹا خوبصورت دو سالہ مینڈھا اور وہ بھی نہ ملے تو بھیڑ اور وہ بھی نہ ملے تو خوبصورت بکری۔ وہ بھی نہ ملے تو جو تمہیں آسانی سے دستیاب ہو اور شعائر اللہ عزّ وجلّ کی تعظیم کرو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ امہات المومنین کے لئے گائے (اور) گائے ذبح کرتے تھے اور اونٹ نحر کرتے تھے۔

۵ شیخ نے 'تہذیب' ج ۱ ص ۵۰۸ پر اپنی اسناد کے ساتھ احمد بن محمد بن عیسی سے ان کی کتاب سے ہمارے ایک سے زیادہ اصحاب سے نقل کیا ہے کہ ابوعبداللہ علیہ السلام سے ایک شخص کے بارے میں دریافت کیا جس نے قربانی کا جانور خریدا اور وہ ذبح سے پہلے مر گیا یا چوری ہو گیا۔ فرمایا: کوئی حرج نہیں اگر اس کے بدلے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۳۰۶۱) اور علی بن جعفر نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے قربانی کے لئے جانور خریدا اور خریدنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ کانا ہے کیا یہ اس کی طرف سے قربانی کے لئے کافی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں لیکن یہ کہ وہ کعبہ کی طرف ہدی کیا جانے والا نہ ہو اس لئے کہ (کعبہ کی طرف ناقص الاعضاء) ہدی کرنا جائز نہیں ہے۔

(۳۰۶۲) اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایسے بوڑھے جانور کے متعلق پوچھا گیا جس کے اوپر اور نیچے کے دو دانت جھڑ چکے ہوں کہ کیا وہ قربانی کے لئے کافی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں اگر اس کی قربانی کی جائے۔

(۳۰۶۳) حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: وہ بچہ جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہے اس کی طرف سے قربانی نہیں کی جائے گی۔

(۳۰۶۴) جمیل نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے قربانی کے جانور کے متعلق روایت کی جس کا سینگ ٹوٹا ہوا ہے آپؑ نے فرمایا: اگر اندرونی سینگ صحیح ہے تو کافی ہے۔

میں نے اپنے استاد محمد بن حسن رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے محمد بن حسن صفار۔ رضی اللہ عنہ۔ سے سنا وہ فرمارہے تھے کہ سینگ کا اندرونی دو تہائی حصہ بھی چلا جائے اور ایک تہائی باقی رہ جائے تو اس کی قربانی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۳۰۶۵) اور عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ مکہ میں تھے کہ قربانی کے جانوروں کی قیمت بہت چڑھنے لگی پہلے ہم لوگوں نے ایک دینار میں خریدا پھر دو دینار میں یہاں تک کہ قیمت سات دینار تک پہنچی اور پھر تو نہ کم قیمت پر جانور رہے نہ زیادہ قیمت پر۔ چنانچہ ہشام مکاری نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کو عریضہ لکھا اور آپؑ نے اس کا جواب یہ دیا کہ پہلی قیمت دوسری قیمت اور تیسری قیمت کو دیکھو اور ان تینوں کو جمع کرو اور حاصل جمع کے ایک تہائی کے برابر کی رقم تصدق کر دو (اگر جانور نہیں ملتا)۔

(۳۰۶۶) حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے ارشاد فرمایا: گھر کے کسی پالے ہوئے جانور کی قربانی نہ کی جائے۔

(۳۰۶۷) اور علی بن جعفر نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے قربانی کے متعلق دریافت کیا کہ ذبح کرنے والے نے غلطی سے مالک کے علاوہ کسی دوسرے شخص کا نام لے لیا تو کیا مالک کی طرف سے یہ قربانی کافی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اس کے لئے وہی ہے جو اس کی نیت ہے (الفاظ سے کچھ نہیں ہوتا)۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسے مینڈھے کی قربانی کی جو سینگ والا تھا جو اطراف کی بستیوں میں نظر آتا اور اطراف کی بستیوں میں گھومتا پھرتا تھا۔

(گزشتہ سے پیوستہ) میں دوسرا جانور ذبح کردے اور اگر نہ بھی خریدے تو اس پر کچھ نہیں ہے۔

اور 'مقنعہ' ص ۷۱ پر ہے کہ آنجنابؑ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جس نے قربانی کا جانور خریدا اور وہ چوری ہو گیا۔ فرمایا: اگر اس کی جگہ دوسرا خریدلے تو افضل ہے اور اگر اس کی جگہ دوسرا نہ خریدے تو اس پر کچھ نہیں ہے۔

۶ 'کافی' ج ۴ ص ۵۰۱ میں معاویہ بن عمار کی روایت میں ابوعبداللہ علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرمایا: قربانی کی کھال سے فائدہ اٹھاؤ اور اس کو فروخت کرکے کوئی چیز خریدلو اور اگر تصدق کردو تو یہ سب۔ سے بہتر ہے۔۔۔۔تا آخر حدیث۔ اور شیخ۔ نے 'تہذیب' ج ا ص ۵۱۱ پر معاویہ بن عمار کی صحیح حدیث میں بیان کیا ہے کہ ابوعبداللہ علیہ السلام سے (قربانی کی) کھال کے بارے میں سوال کیا گیا۔ فرمایا: اسے تصدیق کردو یا مصلیٰ بنالو کہ گھر میں فائدہ دے لیکن قصابوں کو عطا نہ کرو۔ اور فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ نے منع کیا کہ قصابوں کو قربانی کی کھالیں، ہڈیاں اور ہار دیئے جائیں اور حکم دیا کہ انہیں تصدق کردیا جائے۔

۷ کلینی نے ج ۴ ص ۵۰۵ پر صحیح حدیث میں معاویہ بن عمار سے اور انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے اس شخص کے بارے میں جو منیٰ میں ذبح کرنا بھول گیا یہاں تک کہ خانۂ خدا کی زیارت کرلی۔۔۔تا آخرِ کلام انہی الفاظ میں۔

(۳۰۶۸) حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی شخص دانستہ طور پر لاغر اور دبلا اونٹ خریدے تو وہ اس کی طرف سے کافی نہیں ہے اور اگر فربہ اونٹ خریدا پھر اسے لاغر پایا تو یہ اس کے لئے کافی ہے۔ اور تمتع کرنے والے کی ہدی (منیٰ کی طرف لے جانے والے جانور) میں بھی یہی ہے۔

(۳۰۶۹) محمد حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا چند آدمیوں کی طرف سے ایک گائے کی قربانی کافی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: (منیٰ میں) ہدی کرنے کے لئے تو نہیں دیگر کسی مقام پر قربانی کرنے کے لئے جائز ہے۔ اور قربانی کے بدلے جانور کو ہدی کر دینا کافی ہے۔

(۳۰۷۰) بزنطی نے عبدالکریم بن عمرو سے اور انہوں نے سعید بن یسار سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جس نے ایک بکری (قربانی کے لئے) خریدی مگر وہ اس کو عرفات نہیں لے گیا۔ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں عرفات لے جائے یا نہ لے جائے۔

باب: ہدی (قربانی کا جانور) قربان گاہ پر پہنچنے سے پہلے چلنے کے قابل نہ رہے یا ہلاک ہو جائے

(۳۰۷۱) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو ایک اونٹنی قربان گاہ کی طرف لے چلا اور اس نے راستہ میں ہی بچہ دے دیا۔ آپؑ نے فرمایا: اس اونٹنی کو بھی نحر کرے اور اس کے بچے کو بھی۔ اور اگر یہ ہدی نذر کفارہ وغیرہ کی تھی اور ہلاک ہو گئی تو اس کی جگہ اور اس کے بچے کی جگہ دوسری خریدے۔

(۳۰۷۲) منصور بن حازم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق روایت کی ہے۔ جس کے ھدی کا جانور گم ہو گیا اور ایک دوسرے شخص نے اس کو پالیا اور اس نے اس کو نحر کر دیا۔ آپؑ نے فرمایا: اگر اس نے اس کو منیٰ میں نحر کیا ہے تو وہ مالک کی طرف سے کافی ہے جس سے یہ گم ہو گیا تھا اور اگر اس نے اس کو منیٰ کے علاوہ کسی دوسری جگہ نحر کیا ہے تو اپنے مالک کی طرف سے وہ کافی نہیں ہے۔

(۳۰۷۳) عبدالرحمٰن بن حجاج نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر ہدی کو وہ عرفات لے گیا تھا اور اس کے بعد وہ گم ہوا ہے تو پھر یہ اس کی طرف سے کافی ہے۔

(۳۰۷۴) حفص بن بختری سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص ہدی کو منیٰ لے چلا وہ درمیان میں تھکن کے باعث چلنے کے قابل نہیں رہا اور وہ کسی ایسے کو بھی نہیں پاتا کہ جس کو تصدق کر دے اور بتا دے کہ ہدی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: پھر اس کو اسی جگہ نحر کر دے اور اس پر ایک تحریر لکھ کر رکھ دے تا کہ ادھر سے گذرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ یہ صدقہ ہے۔

(۳۰۷۵) قاسم بن محمد نے علی بن ابی حمزہ سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو ایک اونٹنی منیٰ کی طرف لے چلا مگر وہ اپنے مقام پر پہنچنے سے پہلے ہی (تھک کر) چور ہو گئی (اب اس سے چلنا ممکن نہیں) اب وہ قریب بہ ہلاکت ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اگر ممکن ہو تو اس کو نحر کر دے اور وہ نعل جو اس نے اس کے گلے میں لٹکایا ہوا ہے اس کو اس کے خون سے آلودہ کر دے۔ تا کہ ادھر سے جو شخص گزرے اس کو معلوم ہو جائے یہ نحر کی ہوئی ہے۔ اور چاہے تو اس کا گوشت کھالے اور اگر یہ ہدی (جانور) نذر کفارہ وغیرہ کی ہے اور واجب ہے۔ اور تھک کر چور ہو گئی یا ہلاک ہو رہی ہو تو اس پر لازم ہے کہ اس ہدی کے بدلے دوسری ہدی خرید لے اور اگر یہ نذر کفارہ واجب وغیرہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے تو اس پر لازم نہیں ہے کہ اس کی جگہ دوسری خریدے مگر یہ کہ وہ مستحب ادا کرنا چاہتا ہو۔

(۳۰۷۶) عبدالرحمٰن بن حجاج سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابوابراہیم علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو اپنے متعۃ الحج کے لئے ہدی (قربانی کا جانور) خرید کر اپنے گھر لایا اور اس کو باندھ دیا مگر وہ کھل گیا اور کہیں گم ہو گیا، کیا یہ اس کے لئے کافی ہے یا وہ دوبارہ خریدے۔ آپؑ نے فرمایا: نہیں اس کے لئے کافی نہیں مگر یہ کہ اب اس میں قوت خرید نہ ہو۔

(۳۰۷۷) ابن مسکان نے ابی بصیر سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جس نے ایک مینڈھا خریدا اور وہ اس سے کھو گیا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ اس کی جگہ دوسرا خریدے۔ میں نے عرض کیا: اس نے اس کی جگہ دوسرا خریدا اور جب خرید چکا تو پہلا والا بھی مل گیا؟ آپؑ نے فرمایا: اگر دونوں موجود ہیں تو پہلے کو ذبح کرے اور دوسرے کو فروخت کردے یا اسے بھی چاہے تو ذبح کردے اور اگر اس نے دوسرے کو ذبح کر دیا ہے تو اس کے ساتھ پہلے کو بھی ذبح کرے۔

(۳۰۷۸) اور معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر کسی شخص کو بدنہ (قربانی کیلئے اونٹنی) کسی کی گمشدہ مل جائے تو وہ اس کو نحر کردے اور ادھر سے گزرنے والوں کے علم کے لئے کوئی نشان جیسے تحریر لکھ دے یا اس کے کوہان کو خون سے آلودہ کردے تا کہ لوگ سمجھ جائیں کہ یہ قربانی کا جانور ہے۔

(۳۰۷۹) علاء نے محمد بن مسلم سے اور انہوں نے امامینؑ میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ واجب قربانی کا جانور اگر عضو شکستہ ہو جائے یا تھکن کے باعث چلنے کے قابل نہ رہے تو کیا اس کو فروخت کر دیا جائے اور اگر فروخت کر دیا جائے تو اس کی قیمت کا کیا کیا جائے؟ فرمایا: اگر فروخت کیا جائے تو اس کی قیمت تصدق کر دی جائے اور اس کی جگہ دوسرا ہدی (جانور) خریدا جائے۔

(۳۰۸۰) حمادؒ کی روایت میں ہے جو انہوں نے حریز سے ایک حدیث کے آخر میں کی ہے کہ وہ ہدی (قربانی کا جانور) جو نذر یا کفارہ وغیرہ کا ہے اگر تھک کر چلنے کے قابل نہ رہے تو (اسے ذبح کر کے) نہ کھایا جائے اور اگر اس میں سے کچھ کھا لیا جائے تو یہ قرض ہوگا۔

باب: نحر اور ذبح کرتے وقت کیا کہا جائے

(۳۰۸۱) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: نحر سینہ کے بالائی حصہ میں کیا جائے گا جہاں ہار پہناتے ہیں اور ذبح حلق سے ہوگا۔

(۳۰۸۲) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہر وہ جانور جو نحر ہوتا ہے اگر اس کو ذبح کر دیا جائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے اور ہر وہ جانور جو ذبح کیا جاتا ہے اس کو نحر کر دیا جائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے۔

(۳۰۸۳) اور حلبی نے ان ہی جناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تمہاری قربانی کا جانور نہ کوئی یہودی ذبح کرے اور نہ نصرانی۔ اگر عورت ہے تو قبلہ رو لٹا کر خود ذبح کرے اور یہ کہے: وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا مُسْلِماً اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ (میں نے اپنا رخ موڑا ہے اس ذات کی طرف جس نے آسمانوں اور زمینوں کو خلق کیا سنت ابراہیمی کی پیروی کرتے ہوئے اور دینِ اسلام پر قائم رہتے ہوئے اے اللہ یہ تجھ سے عطا ہوا اور تیرے لئے ہے)۔

(۳۰۸۴) عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول خدا: **فاذكروا اسم الله عليها صواف** (پھر جب اونٹوں کو نحر کیلئے کھڑا کرو تو ان پر اللہ کا نام لو) (سورہ الحج آیت ۳۶) کے متعلق روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: یہ اس وقت کے لئے ہے جب کہ تم اس کو نحر کے لئے کھڑا کرو اور اس کے اگلے دونوں پاؤں نیچے سے گھٹنوں تک باندھ لو اور جب وہ زمین پر گر پڑے۔

(۳۰۸۵) ابوالصباح کنانی نے آنجناب علیہ السلام سے دریافت کیا کہ قربانی کے اونٹ کو کیونکر نحر کیا جائے؟ آپؑ نے فرمایا: اس کو کھڑا کر کے دائیں جانب سے نحر کرو۔

(۳۰۸۶) اور معاویہ بن عمار نے آنجناب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب تم قربانی کا جانور خریدو تو اس کو رو بقبلہ کرو پھر نحر کرو یا ذبح کرو اور اس وقت یہ کہو: وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا مُسْلِماً وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ

وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَاشَرِيْكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ، بِسْمِ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّيْ (میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو خلق کیا ہے سنت ابراہیمی اور دین اسلام پر قائم رہتے ہوئے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں بے شک میری نماز، میری عبادت، میرا جینا، میرا مرنا اس اللہ کے لئے ہے جو تمام عالمین کا پروردگار ہے۔ اے اللہ یہ تیری طرف سے ہے اور تیرے لئے ہے۔ اللہ کے نام سے۔ اور اللہ سب سے بڑا ہے اے اللہ یہ میری طرف سے قبول فرما) پھر چھری پھیرو اور گردن جدا نہ کرو جب تک کہ مر نہ جائے۔

باب: قربانی کی اونٹنی اس کا دودھ اور اس پر سواری

(۳۰۸۷) حماد نے حریز سے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت علی علیہ السلام جب (حج کے لئے جاتے) قربانی کی اونٹنی ساتھ لے جاتے اور کسی پاپیادہ چلنے والے کی طرف سے گزرتے تو اس کو اس پر بیٹھا لیتے اور اگر کسی حاجی کی سواری گم ہو جاتی اور آپؑ کے ساتھ قربانی کی اونٹنی ہوتی تو آپؑ اس کو اس پر سوار کر لیتے بغیر اس کے کہ اس اونٹنی کو کوئی ضرر پہنچے یا زیادہ بوجھل ہو جائے۔

(۳۰۸۸) یعقوب بن شعیب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اگر کسی شخص کو ضرورت پڑ جائے تو وہ اپنے قربانی کے جانور پر سواری کرے؟ تو آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ اس پر تھوڑی سواری کرے اور اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادے۔

(۳۰۸۹) منصور بن حازم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: حضرت علی علیہ السلام قربانی کی اونٹنی کا دودھ دوھا کرتے اور اس پر اتنا بوجھ لادتے کہ جو اس کے لئے مضر و تکلیف دہ نہ ہو۔

(۳۰۹۰) اور ابو بصیر نے آنجنابؑ سے روایت کی ہے اس قول خدا کے متعلق: لکم فیھا منافع الی اجل مسمی (ان چارپایوں میں ایک معینہ مدت تک تمہارے بہت سے فائدے ہیں) (سورہ الحج آیت ۳۳) کہ ان کو زیادہ تکلیف نہ دی جائے اور اگر وہ دودھ دے رہی ہے تو اس کا دودھ دوھے مگر بالکل نچوڑ نہ لے۔

باب: قربانی کے جانور کا مذبح تک پہنچنا

(۳۰۹۱) علی بن ابی حمزہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب آدمی نے قربانی کا جانور خریدا اور اس کو اپنے گھر لا کر باندھ لیا تو (گویا) وہ محل تک پہنچ گیا اب اگر وہ چاہے تو اپنا سر منڈوالے (مگر مشہور یہ ہے کہ ذبح یا نحر کے بعد سر منڈوائے جیسا کہ آیہ کریمہ میں حکم ہے: لا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الھدی محلہ۔

باب: کسی شخص نے ایک آدمی کو ہدایت کی کہ وہ اس کی طرف سے قربانی کا جانور ذبح کرے اور اپنے سر کے بال منڈوا کر مکہ میں ڈال دے

(۳۰۹۲) ابن مسکان نے ابی بصیر سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص نے کسی آدمی کو وصیت کی کہ وہ اس کی طرف سے قربانی کا جانور ذبح کرے اور اپنے سر کے مونڈے ہوئے بال مکہ میں لا کر ڈال دے۔ آپؑ نے فرمایا: اس کو جائز نہیں کہ اپنے سر کے بال منیٰ کے علاوہ کہیں اور لے جا کر ڈالے۔

باب: مناسک حج میں تقدیم و تاخیر

(۳۰۹۳) ابن ابی عمیر نے جمیل بن درّاج سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اس کا بیان ہے کہ اس نے آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے سر منڈوانے سے پہلے ہی خانہ کعبہ کی زیارت کر لی۔ آپؑ نے فرمایا: یہ جائز نہیں مگر یہ کہ وہ بھول گیا ہو۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ یوم نحر حاضر ہوئے اور ان میں سے کسی نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے ہی اپنا سر منڈوا لیا اور کسی نے کہا کہ میں نے رمی جمرہ سے پہلے اپنا سر منڈوا لیا۔ غرض ان لوگوں نے کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جسے پہلے کرنا چاہیے تھا انہوں نے بعد میں کیا یا بعد میں کرنا چاہیے انہوں نے پہلے کر لیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔

(۳۰۹۴) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق جو منٰی میں قربانی کرنا بھول گیا اور آ کر خانہ کعبہ کی زیارت کر لی پھر اس نے مکہ میں آ کر جانور خریدا اور پھر نحر کیا۔ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں یہ اس کی طرف سے کافی ہے۔

باب: وہ شخص جو سر کے بال تراشنے یا منڈوانے کو بھول گیا یا اس سے ناواقف تھا یہاں تک کہ منٰی سے نکل آیا

(۳۰۹۵) علی بن ابی حمزہ نے ابی بصیر سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس کو یہ علم نہ تھا کہ بال تراشا یا منڈوایا بھی جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ منٰی سے کوچ کر گیا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ منٰی کی طرف پھر واپس جائے تا کہ وہ اپنا تراشا ہوا یا منڈوایا ہوا بال وہاں ڈال دے اور جس نے ابھی تک کوئی حج نہیں کیا تھا اس کیلئے منڈوانا ضروری ہے۔

اور یہ بھی روایت کی گئی کہ وہ مکہ میں سر منڈوائے اور بال کو منٰی میں لے جا کر ڈال دے۔[1]

(۳۰۹۶) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم نحر (قربانی کا دن) اپنا سر منڈوایا کرتے، ناخن تراشا کرتے، مونچھ کے تھوڑے بال تراشتے اور ریش مبارک کے اطراف کے بال تراش دیا کرتے تھے۔[2]

باب: حج تمتع یا حج افراد کرنے والا جب قربانی کا جانور ذبح کرے تو زیارت خانہ کعبہ سے پہلے اس کے لئے کیا حلال ہے

(۳۰۹۷) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب کوئی شخص قربانی کا جانور ذبح کرے اور اپنے سر کے بال منڈوالے تو سوائے عورت کے اور خوشبو کے ہر وہ چیز اس کے لئے حلال ہو جاتی ہے جو اس پر حرام تھی۔ اور جب خانہ کعبہ کی زیارت اور طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کر لے تو سوائے عورت کے ہر وہ شے اس کے لئے حلال ہو جاتی ہے جو اب تک اس کے لئے حرام تھی۔ اور جب طواف النساء کر لے تو سوائے شکار کے وہ ہر شے اس کے لئے حلال ہو جاتی ہے جو اب تک اس کے لئے حرام تھی۔

1۔ اصل حدیث میں کلینی نے ج۴ص۵۰۳ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں حفص بن بختری ثقہ سے اور انہوں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے اسی طرح نقل کیا ہے اس شخص کے بارے میں جو مکہ میں سر منڈوائے۔ فرمایا: (اپنے) بال منٰی میں لے جا کر ڈال دے۔

2۔ کلینی نے 'کافی' ج۴ص۵۰۲ پر عبد الرحمٰن کی سند سے اسے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نقل کیا ابو عبد اللہ علیہ السلام سے۔

(۳۰۹۸) علی بن نعمان نے سعید اعرج اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جس نے جمرہ کو کنکریاں ماریں، قربانی کا جانور ذبح کر لیا اور سر کے بال منڈوا لیے، کیا اب وہ خانہ کعبہ کی زیارت سے پہلے قمیص اور ٹوپی پہن سکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ حج تمتع کر رہا ہے تو ہاں۔

اور روایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے سر پر مہندی لگا سکتا ہے۔ سک (ایک قسم کی خوشبو) اور اس طرح کی چیزیں لگانا اس کے لئے مکروہ ہے۔ اور مہندی کا شمار خوشبو میں نہیں ہے۔ اور اس کے لئے سر کا کسی شے سے ڈھانپنا جائز ہے۔ کیونکہ سر کا منڈوا لینا اس کے ڈھانپنے سے کہیں زیادہ بڑی بات ہے۔[1]

باب: اگر حج تمتع کرنے والے کے پاس قربانی کے جانور کی قیمت نہ ہو تو اس پر روزہ رکھنے میں کیا واجب ہے

ائمہ طاہرین علیہم السلام سے روایت کی گئی ہے کہ حج تمتع کرنے والا اگر قربانی کا جانور پاتا ہو مگر اسے خریدنے کے لئے اس کے پاس رقم نہ ہو تو ایامِ حج میں تین روزے رکھے۔ ایک ترویہ سے پہلے ایک ترویہ کے دن اور ایک عرفہ کے دن اور سات دن جب وہ اپنے اہل و عیال میں واپس جائے۔ یہ کامل دس دن ہیں قربانی کے جانور کے عوض میں اور اگر یہ تین دن کے روزے اس سے چھوٹ جائیں تو پھر حصبہ کی شب وہ سحر کھائے اور یہ کوچ کی شب ہے اور دن کو روزہ رکھے اور اس کے بعد دو دن اور روزہ رکھے اور اگر یہ تین دن بھی چھوٹ جائیں اور کوچ کر جائے اور اس کا قیام نہ رہے تو اگر چاہے تو ان تین روزوں کو راستے میں رکھ لے اور اگر چاہے تو دس روزے اپنے اہل و عیال میں پہنچ کر رکھے اور ان تین روزوں اور سات روزوں کے درمیان فصل کر لے اور چاہے تو مسلسل پے در پے رکھ لے۔[2]

اور اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ ایام تشریق میں روزے رکھے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بُدیل بن ورقاء خزاعی کو خاکی رنگ کے

---

[1] 'کافی' ج ۴ ص ۵۰۵ پر صحیح حدیث میں سعید بن یسار سے مروی ہے کہ میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے حج تمتع کرنے والے کے بارے میں دریافت کیا کہ جب اس نے سر منڈوا لیا تو زیارتِ کعبہ سے پہلے مہندی لگا سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں مہندی، کپڑے اور خوشبو اور تمام چیزیں سوائے عورت کے۔ اور اسے دو مرتبہ یا تین مرتبہ دہرایا۔ اور کہا: ابوالحسن علیہ السلام سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا: ہاں۔ مہندی، کپڑے، خوشبو اور ہر چیز سوائے عورت کے اور موثق حدیث میں یونس ابن یعقوب کا بیان ہے کہ میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حج تمتع کرنے والا سر ڈھانپ سکتا ہے؟ فرمایا: اے میرے بیٹے سر منڈوانا اس کے ڈھانپنے سے زیادہ بڑی بات ہے۔

[2] کلینی نے روایت کی ہے ج ۴ ص ۵۰۶ پر مرسل سند سے گو کہ سند کی صحت پر اس سے کوئی ضرر واقع نہیں ہوتا جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق 'کافی' کے حاشیہ میں نقل کیا ہے اور اسی طرح شیخ نے رفاعہ بن موسیٰ سے روایت کی ہے کہ ابو عبداللہ علیہ السلام سے اس حج تمتع کرنے والے کے بارے میں دریافت کیا گیا جو جانور نہ لے سکے۔ فرمایا: وہ یوم ترویہ سے پہلے ایک روزہ رکھے گا، پھر یوم ترویہ، پھر یوم عرفہ۔ میں نے عرض کی: اگر اس سے یوم ترویہ کا روزہ رہ گیا؟ فرمایا: پھر وہ تشریق کے بعد تین روزے رکھے۔ میں نے کہا: اس کا اونٹ والا ٹھہرنے پر تیار نہیں ہے۔ فرمایا: وہ حصبہ کے دن اور اس کے بعد دو روزے رکھے۔ میں نے کہا: حصبہ کیا ہے؟ فرمایا: کوچ کا دن۔ میں نے کہا: وہ روزہ رکھے گا جبکہ وہ مسافر ہوگا؟ فرمایا: ہاں۔ کیا وہ یوم عرفہ مسافر نہیں ہوگا۔ ہم اہلِ بیت یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق کہتے ہیں: فصیام ثلاثة ایام فی الحج۔ (سورۂ بقرہ آیت ۱۹۶) (پس تین دن حج میں روزہ رکھو) یعنی ذالحج میں۔ اور صحیح حدیث میں معاویہ بن عمار نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجنابؑ سے حج تمتع کرنے والے کے لئے دریافت کیا گیا جو قربانی نہیں پا سکا۔ فرمایا: وہ حج کے ایام میں تین روزے رکھے۔ ایک دن ترویہ سے قبل پھر یوم ترویہ پھر یوم عرفہ۔ میں نے کہا: اگر وہ اس سے چھوٹ جائیں؟ فرمایا: حصبہ کی رات سحری کھائے اور اس دن روزہ رکھے اور اس کے بعد دو دن۔ میں نے کہا: اگر اس کا اونٹ والا ٹھہرنے پر تیار نہ ہو تو کیا وہ راستے میں روزے رکھے؟ فرمایا: اگر چاہے تو راستے میں روزے رکھے اور اگر چاہے تو اپنے اہل خانہ میں پہنچ کر روزے رکھے۔ اور صحیح کی مانند موثق حدیث میں شیخ نے زرارہ سے اور انہوں نے دونوں ائمہؑ میں سے ایک بزرگوار سے روایت کی ہے کہ فرمایا: جو قربانی کا جانور نہ پا سکے اور پہلے عشرہ کے تین دنوں میں یہ کام کر لے تو کوئی حرج نہیں۔

اونٹ پر سوار کر کے روانہ کیا اور حکم دیا کہ وہ تمام خیموں کے درمیان گھوم کر یہ اعلان کر دے کہ لوگ ایام منیٰ میں روزے نہ رکھیں اس لئے کہ یہ کھانے پینے اور اپنی ازواج سے ملاعبت کے دن ہیں۔[1]

اور جس شخص کو حج میں ان تین دنوں کے روزوں کا علم نہ ہو تو اگر اس کا جمال ٹھہرتا ہے تو مکہ میں روزہ رکھے اور اگر نہیں ٹھہرتا تو راستہ میں روزہ رکھے یا پھر اگر چاہے تو مدینہ پہنچ کر روزہ رکھے پھر جب اپنے اہل میں واپس پہنچ جائے تو سات دن روزہ رکھے۔[2]

اور اگر گھر والوں میں پہنچنے سے اور سات دن روزہ رکھنے سے پہلے مر جائے تو اس کے وصی اور وارث پر اس کی قضا نہیں ہے۔[3]

(۳۰۹۹) صفوان نے معاویہ بن عمار سے اور انہوں نے ابی عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: جو مر جائے اور اس کے پاس حجِ تمتع کی قربانی کے لئے نہ ہو تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے گا۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ بر بنائے استحباب ہے، واجب نہیں اور یہ اس وقت بھی ہے جب اس نے حج میں تین روزے نہ رکھے ہوں۔

(۳۱۰۰) ابن مسکان نے ابی بصیر سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے آنجناب علیہ السلام سے ایک شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے حج تمتع کیا مگر اس کو قربانی کرنے کے لئے جانور نہیں ملا تو اس نے تین روزے رکھے اور جب اس کے تمام مناسک حج پورے ہو چکے تو اس کا ارادہ ہوا کہ وہیں ایک سال قیام کرے۔ آپؑ نے فرمایا: وہ اپنے شہر والوں کا اپنے گھروں تک پہنچنے کا انتظار کرے۔ جب اس کو اندازہ ہو جائے کہ اب وہ اپنے گھر پہنچ گئے ہوں گے تو سات روزے رکھ لے۔

(۳۱۰۱) اور معاویہ بن عمار کی روایت میں ہے جو انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب اس کا مکہ میں قیام ہو جائے اور ارادہ ہو کہ سات روزے رکھے تو جتنے دن اس کو اپنے گھر والوں تک پہنچنے میں لگتے اتنے دن یہ روزے نہ رکھے یا ایک مہینہ کے بعد روزہ رکھے۔

اور اگر اس نے وہ تین روزے نہیں رکھے اور کوچ کے بعد قربانی کا جانور خریدنے کے لئے قیمت ہاتھ آ گئی تو ایسی صورت میں بھی یہ تین

---

[1] مولف نے 'معانی الاخبار' (اردو ترجمہ ص ۳۴۷) میں عمرو بن جمیع سے، انہوں نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوارؑ سے اسے بیان کیا ہے۔

[2] شیخ نے ج ۱ ص ۵۱۳ پر صحیح حدیث میں معاویہ بن عمار سے اور انہوں نے ابی عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: جو حج تمتع کر رہا ہو اور قربانی کا جانور نہ پائے تو وہ ایام حج میں تین روزے رکھے اور سات روزے جب اپنے اہل میں پہنچ جائے۔ اور اگر یہ چھوٹ جائے اور اسے حج کے بعد ٹھہرنا ہو تو وہ مکہ میں تین روزے رکھے، اور اگر ٹھہرنا ممکن نہ ہو تو راستے میں یا اپنے اہل میں پہنچ کر روزے رکھے ۔ اور آنجنابؑ کا قول 'راستے میں' اس قید کے ساتھ ہے کہ وہ ذوالحجہ میں (مکہ سے) نہ نکلا ہو اور اگر نکل گیا تو اسے واجب قربانی کا سامنا کرنا ہوگا جیسا کہ کلینی نے ج ۴ ص ۵۰۹ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں منصور سے اور انہوں نے ابی عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: جس نے ذی الحجہ میں روزے نہیں رکھے یہاں تک کہ ہلال محرم نمودار ہو گیا تو اس پر بکری ذبح کرنا واجب ہے اور اس کے لئے روزہ نہیں ہے اور وہ منیٰ میں ذبح کرے گا۔

[3] کلینی نے ج ۴ ص ۵۰۹ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں حلبی سے اور انہوں نے ابی عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجنابؑ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے عمرہ تمتع سے حج کیا اور قربانی نہیں کر سکا چنانچہ اس نے ایام حج میں تین روزے رکھ لیے پھر اپنے اہل میں پہنچا اور باقی سات روزے رکھنے سے پہلے مر گیا۔ کیا اس کے ولی پر ان روزوں کی قضا ہے؟ فرمایا: میں ایسا نہیں سمجھتا۔

روزے ہی رکھے اس لئے کہ قربانی کے دن گزر گئے۔[1]

(۳۱۰۲) اور زرارہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جس شخص کو قربانی کے لئے جانور خریدنے کی قیمت ہاتھ نہ آئے تو بہتر ہے کہ وہ آخری عشرہ میں تین روزے رکھے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۳۱۰۳) یحییٰ ازرق نے حضرت ابوابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا ایک ایسے شخص کے متعلق جو تمتع کے لئے یوم ترویہ (۸ ذی الحجہ) پہنچا اس کے پاس قربانی کا جانور نہیں تھا اس لئے اس نے یوم ترویہ اور یوم عرفہ روزہ رکھا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ ایام تشریق گزرنے کے بعد ایک روزہ اور رکھے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے ایک ایسے حج تمتع کرنے والے کے متعلق دریافت کیا جس کے پاس قربانی کے جانور خریدنے کا آخری دن آگیا اور جانور کی قیمت بڑھ گئی اور اب اس میں خریدنے کی قدرت باقی نہ رہی؟ آپؑ نے فرمایا: وہ ایام تشریق کے بعد تین روزے رکھے۔

(۳۱۰۴) عبدالرحمٰن بن اعین نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: وہ لڑکا جس کے پاس قربانی کے لئے جانور نہیں ہے، اس کے بدلے اس کا ولی و سرپرست روزہ رکھے۔

(۳۱۰۵) عمران حلبی سے روایت ہے اس نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا کہ وہ بھول گیا کہ حج تمتع کرنے والے کے پاس اگر قربانی کے لئے جانور موجود نہ ہو تو وہ تین روزے رکھے یہاں تک کہ وہ شخص اپنے اہل و عیال کے پاس واپس آگیا؟ آپؑ نے فرمایا: پھر ایک جانور قربانی کے لئے بھیج دے۔[2]

باب: اگر تمتع کرنے والے کے پاس رقم ہو مگر جانور نہ ملے تو وہ کیا کرے

میرے والد رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے ایک خط میں تحریر فرمایا: اگر تمہارے پاس قربانی کے جانور کی قیمت ہو مگر جانور نہ مل سکے تو اہل مکہ میں سے کسی کے پاس رقم چھوڑ جاؤ تاکہ وہ اسی ماہ ذی الحجہ میں تمہارے لئے جانور خرید کر تمہاری طرف سے ذبح کر دے اور اگر ماہ ذی الحجہ گزر جائے اور وہ جانور نہ خرید سکے تو آئندہ سال ماہ ذی الحجہ کے لئے اس کو موخر کر دے اس لئے کہ ایام ذبح گزر گئے۔[3]

---

[1] کلینی نے ج ۴ ص ۵۰۹ پر صحیح کی مانند موثق حدیث میں ابی بصیر سے اور انہوں نے دونوں ائمہ علیہما السلام میں سے کسی ایک بزرگوار سے روایت کی ہے اس شخص کے بارے میں جس نے حج تمتع کیا لیکن اتنی رقم نہیں تھی کہ قربانی کر سکے یہاں تک کہ روانگی کا دن آگیا تب رقم اس کے ہاتھ آئی، اب وہ قربانی کرے یا روزے رکھے؟ فرمایا: بلکہ روزے رکھے کیونکہ قربانی کے ایام گزر چکے۔ اور یہ خلاف مشہور ہے اور شیخ نے اسے 'استبصار' ج ۲ ص ۲۶۰ پر اس شخص پر محمول کیا ہے جو قربانی کا جانور نہ پاسکے اور نہ اس کی قیمت اور تین روزے رکھ لیے ہوں تب ہدی کی قیمت اس کے ہاتھ لگے تو اس کے لئے ہے کہ سات روزے رکھے۔

[2] شیخ نے 'استبصار' ج ۲ ص ۲۸۳ پر کہا ہے: وہ اس وقت قربانی کا جانور بھیجے جب ماہ ذوالحجہ ختم ہو گیا ہو اور اس نے روزہ نہ رکھا ہو اور اس کے لئے تین روزے رکھنا جائز ہے جب تک ماہِ ذی الحجہ رہے۔ اس روایت سے مستفاد ہوتا ہے کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ عذر یا کسی اور وجہ سے ذی الحج میں روزے رکھنے میں تاخیر ہو جائے جیسا کہ صاحب مدارک نے فرمایا ہے۔

[3] کلینی نے ج ۵ ص ۵۰۸ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں حماد سے انہوں نے حریز سے اور انہوں نے امام جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے اس شخص کے بارے میں جس نے حج تمتع کیا اس کے پاس رقم بھی ہے لیکن اسے جانور نہیں مل سکا۔ فرمایا: وہ مکہ کے کسی رہنے والے کے پاس رقم چھوڑ دے اور اسے ہدایت کرے کہ اس سے جانور خرید کر اس کی طرف سے ذبح کر دے اور یہ اس کی طرف سے کافی ہوگا۔ اور اگر ذوالحجہ گزر جائے تو اس کام کو اگلے ذوالحجہ کے لئے موخر کر دے۔

اور 'تہذیب' ج ۱ ص ۴۵۷ پر صحیح حدیث میں بزنطی سے اور انہوں نے نضر بن قراوش سے روایت کی ہے کہ میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جس نے عمرہ کے ساتھ حج تمتع کیا اور اس پر قربانی واجب ہو گئی، اس نے تلاش کیا لیکن قربانی کا جانور نہ مل سکا اور وہ ٹھیک ٹھاک ثروت مند ہے لیکن کمزوری کی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکتا تو اب سے کیا کرنا چاہیئے؟ فرمایا: اگر وہ اپنے اہل کی طرف واپس جانا چاہے تو کسی ایسے کو رقم دیدے جو اس کی طرف سے مکہ میں ذبح کر دے اور وہ اسے ذی الحجہ ہی میں ذبح کرے۔ میں نے عرض کی: اگر جسے رقم دی گئی اسے ذی الحجہ میں قربانی کا جانور نہ مل سکا بلکہ اس کے بعد ملا۔ فرمایا: اسے ذبح نہ کرے بلکہ اسے آئندہ ذی الحجہ کے لئے موخر کر دے۔

باب: محصور و مصدود

(۳۱۰۶) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: محصور اور ہے اور مصدود اور ہے۔ محصور وہ ہے جو بیمار ہو جائے اور مصدود وہ ہے جسے مشرکین واپس کر دیں (حج نہ کرنے دیں) جیسا کہ ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کو واپس کر دیا تھا۔ وہ لوگ کسی مرض کی وجہ سے واپس نہ ہوئے تھے۔ مصدود کے لئے عورتیں حلال ہو جائیں گی اور بیمار کے لئے عورتیں حلال نہ ہونگی۔

اور اگر کوئی شخص حج قران اور عمرہ کرنے آیا اور محصور (بیمار) ہو گیا تو اپنی قربانی کا جانور کسی شخص کے جانور کے ساتھ بھیج دے اور جب تک وہ جانور محلِ قربانی تک نہ پہنچے وہ احرام نہ کھولے، جب وہ اپنے محل قربانی تک پہنچ جائے تو اپنا احرام کھول دے اور اپنے گھر واپس آجائے اور سال آئندہ اس پر حج لازم ہے اور عورتوں سے مقاربت نہ کرے اور جب اپنا ہدی (قربانی کا جانور) اپنے اصحاب کے ساتھ بھیجے تو ان سے اس دن کا وعدہ لے لے اور جب وہ دن ختم ہو جائے تو یہ سمجھے کہ وعدہ پورا ہو گیا اور اگر وہ لوگ میعاد میں اختلاف کریں تو اس کے لئے ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی ضرر نہیں ہے۔ [1]

(۳۱۰۷) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: محصور اور مضطر اپنے (بدنہ) اونٹ کو وہیں نحر کریں گے جہاں وہ محصور ہوئے ہیں۔

(۳۱۰۸) اور معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے محصور کے متعلق دریافت کیا جو قربانی کا جانور ساتھ نہیں لایا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: کہ وہ ایک جانور قربانی کر کے واپس چلا جائے۔ تو عرض کیا گیا: اگر قربانی کا جانور نہ ملے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: پھر روزہ رکھے۔

اور اگر وہ حج کے لئے عمرہ سے تمتع کر رہا ہے اور اسے کسی ظالم حاکم نے مکہ میں قید کر لیا اور یوم نحر تک اس کو رہا نہیں کیا تو اس کو لازم ہے کہ جمع میں لوگوں سے ملحق ہو پھر وہاں سے پلٹ کر منیٰ آئے، رمی جمرات کرے، جانور کی قربانی کرے اور اپنا سر منڈوائے اس پر کوئی کفارہ وغیرہ نہیں۔

اور اگر اس ظالم نے اس کو یوم نحر چھوڑا تو پھر وہ حج سے مصدود ہے۔ اگر وہ عمرہ تمتع کے لئے مکہ آیا ہے تو خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کرے، اور صفا و مروہ کے درمیان سات مرتبہ چکر لگائے اپنا سر منڈوالے اور ایک بکری ذبح کرے اور اگر وہ مکہ میں حج افراد کے لئے آیا ہے تو اس پر ذبح کرنا لازم نہیں اور اس پر کفارہ وغیرہ کچھ نہیں ہے۔ [2]

(۳۱۰۹) رفاعہ بن موسیٰ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے بیان فرمایا: ایک مرتبہ حضرت امام حسین علیہ السلام عمرہ کے لئے نکلے، اپنے ساتھ قربانی کا جانور لیا اور مقام سقیا تک پہنچے تھے کہ وہاں بیمار پڑ گئے۔ تو آپؑ نے اپنا سر وہیں منڈوالیا اور جانور کی قربانی بھی وہیں کر دی اور واپس آئے دروازے کو دستک دی تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم میرا فرزند آ گیا، دروازہ کھول دو۔ اور لوگ ان کے لئے پانی گرم کیے ہوئے تھے۔ آپؑ پانی پر جھک پڑے اور اسے نوش فرمایا۔ پھر بعد میں آپؑ نے عمرہ کیا۔ [3]

اور محصور کے لئے جب تک وہ خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی نہ کرے عورت حلال نہیں۔ اور حج قران کرنے والا اگر محصور ہو جائے اور اس نے (محصور کرنے والے سے) شرط کر لی ہو کہ جس طرح تو نے قید کیا ہے اسی طرح آزاد کرنا تو وہ نہ قربانی کا جانور بھیجے گا اور نہ آئندہ سال تمتع کرے گا بلکہ وہ اسی طرح داخل ہوگا جس طرح احرام [illegible] سے نکلا ہے۔ [4]

---

[1] مصنف نے 'مقنع' میں ص ۷۷ پر سماعہ سے حضرت امام جعفرؑ کے حوالے سے اس حدیث کو سریض کے بارے میں بیان کیا ہے اور شیخ نے 'تہذیب' ج ۱ ص ۵۶۸ پر موثق حدیث میں زرعہ سے آنجنابؑ کے قول 'سالِ آئندہ اس پر حج واجب ہے' کے بارے میں فرمایا: یعنی اگر حج واجب تھا تو اس پر واجب ہے اور اگر حج بدل تھا تو حج بدل کے طور پر ادا کرتا ہے۔ البتہ طواف نساء واجب ہے ان کے حلال ہونے کے لئے۔

[2] کلینی نے صحیح کی مانند موثق حدیث میں فضل بن یونس سے اور انہوں نے امام ابوالحسن علیہ السلام سے اس کی روایت کی ہے۔

[3] کلینی نے ج ۴ ص ۳۶۹ پر صحیح حدیث میں معاویہ بن عمار سے اور انہوں نے امام جعفرؑ سے روایت کی ہے کہ جب حسین بن علی علیہما السلام (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۳۱۱۰) اور حمزہ بن حمران نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے یہ کہا کہ جس طرح تو نے مجھے (حج سے) روکا اسی طرح آزاد کر۔ تو آپؑ نے فرمایا: جس طرح اللہ نے اس کو روکا اسی طرح اب آزاد ہے اور اس کہنے سے اس پر آئندہ سال کا حج ساقط نہیں ہوگا۔

باب: ایک آدمی قربانی کا جانور بھیج دے اور خود اپنے اہل وعیال میں مقیم رہے

(۳۱۱۱) معاویہ بن عمار سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جو قربانی کا جانور بر بنائے واجب نہیں بلکہ بر بنائے استحباب منیٰ بھیجتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: پھر وہ اپنے اصحاب سے کسی دن کا اس ساعت کا وعدہ لے کہ وہ لوگ اس کے جانور کے گلے میں قلادہ ڈالیں گے۔ اور وہ دن اور وہ ساعت آئے تو یہ یوم نحر تک ہر اس چیز سے اجتناب کرے جس سے حالت احرام میں اجتناب ہوتا ہے اور جب یوم نحر آجائے تو یہ اس کی طرف سے کافی ہوگا۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوم حدیبیہ مشرکین نے مکہ جانے سے روک دیا تو آپؐ نے وہیں اونٹ نحر کیا، احرام کھول دیا اور واپس مدینہ آگئے۔

(۳۱۱۲) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں کو ہر سال حج کرنے سے کیا امر مانع ہے؟ لوگوں نے کہا: ہم لوگوں کے پاس استطاعت نہیں ہے۔ آپؑ نے فرمایا: کیا تم لوگوں میں سے کسی کے پاس اتنی بھی قدرت نہیں کہ جب اس کا کوئی بھائی حج کے لئے جا رہا ہو تو اس کو ایک قربانی کے جانور کی قیمت دے دے اور اس سے التجا کرے کہ وہ اس کی طرف سے کعبہ کا سات مرتبہ طواف کرے اور قربانی کا جانور ذبح کردے اور یہ جب عرفہ کا دن آئے تو اپنا لباس پہن کر کسی مسجد میں چلا جائے اور غروب آفتاب تک وہاں دعاؤں میں مشغول رہے۔

باب: حج کے متعلق نادر احادیث

(۳۱۱۳) بکیر بن اعین نے اپنے بھائی زرارہ سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: مولا میں آپؑ پر قربان! میں چالیس سال سے آپؑ سے حج کے مسائل پوچھتا رہتا ہوں اور آپؑ بتاتے رہتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: اے زرارہ اس گھر کا حضرت آدمؑ کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے سے حج کیا جا رہا ہے اور تم چاہتے ہو کہ اس کے مسائل سے چالیس سال میں بے نیاز ہو جاؤ۔

(گزشتہ سے پیوستہ) عمرہ کے لئے نکلے تو راستے میں بیمار ہوگئے تو یہ اطلاع علی علیہ السلام کو پہنچی جو مدینہ میں تھے وہ ان کو تلاش کرنے نکلے تو انہیں سقیا میں پایا اور وہ مریض تھے۔ چنانچہ دریافت کیا: میرے بیٹے تمہیں کیا تکلیف ہے؟ عرض کی: میرے سر میں درد ہے۔ پس علی علیہ السلام نے ایک اونٹ طلب کیا، اسے نحر کیا، فرزند کے بال منڈوائے اور مدینہ واپس لے آئے۔ جب آنجنابؑ نے درد سے نجات پائی تو عمرہ ادا کیا۔

میں نے کہا: آپ کیا دیکھتے ہیں، جب آنجنابؑ کو درد سے نجات مل گئی تو عمرہ پر جانے سے قبل عورتیں ان پر حلال ہوگئی تھیں؟ فرمایا: اللہ کا طواف اور صفا و مروہ (کے درمیان سعی کرنے) سے پہلے حلال نہیں ہوئی تھیں۔ میں نے کہا: پھر رسول اللہؐ کے ساتھ ایسا کیوں ہوا کہ جب (صلح) حدیبیہ کے بعد واپس ہوئے تو آپؐ کے لئے عورتیں حلال ہوگئی تھیں حالانکہ آپؐ نے طواف بیت اللہ نہیں کیا تھا۔ فرمایا: یہ اس طرح نہیں ہے۔ رسول اللہؐ مصدود تھے اور امام حسینؑ محصور۔

۱؎ یہ قول کہ وہ نہ قربانی کا جانور بھیجے گا کے معنی ہیں کہ جانور نہیں بھیجے گا بلکہ وہیں پر ذبح کرے گا۔ اور یہ شرط لگانے کا فائدہ ہوگا۔

اور شیخ نے 'تہذیب' ج ۱ ص ۵۶۸ پر صحیح حدیث میں محمد بن مسلم سے اور انہوں نے امام محمد باقرؑ سے اور فضالہ نے عمیر سے، انہوں نے رفاعہ سے اور انہوں نے امام جعفرؑ سے روایت کی ہے۔ دونوں حضرات نے فرمایا: حج قران کرنے والا محصور ہو جائے اور اس نے (محصور کرنے والے سے) شرط کرلی ہو کہ جس طرح قید کیا ہے اسی طرح آزاد کرنا۔ فرمایا: وہ اپنی قربانی بھیج دے گا۔ ہم نے کہا: کیا وہ آئندہ سال حج تمتع کرے؟ فرمایا: نہیں لیکن جس طرح نکلا ہے اسی طرح داخل ہو۔

(۳۱۱۴) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حرم کی وادیوں کا پانی حل میں بہتا ہے مگر وادیوں کا پانی حرم میں نہیں بہتا۔[1]

اور ابوحنیفہ نعمان بن ثابت سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ اگر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نہ ہوتے تو لوگوں کو اپنے مناسک حج کا علم نہ ہوتا۔

(۳۱۱۵) ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راہ مکہ میں پانی اور اس کی گرانی کا ذکر کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: پانی گراں نہیں ہوگا لیکن اس وقت کہ جب اس کے لئے ایک تنہا اونٹ ہو اور اس پر پانی کے ساتھ کوئی دوسری شے نہ لادی جائے۔[2]

(۳۱۱۶) اور حضرت علی علیہ السلام اس اونٹ پر حج اور عمرہ کرنے کو ناپسند اور مکروہ سمجھتے تھے جو جلالہ (غلیظ خور) ہو۔[3]

(۳۱۱۷) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ایام حج میں اللہ تعالیٰ ملائکہ کو آدمیوں کی شکل میں بھیج دیتا ہے جو حاجیوں اور تاجروں سے ان کے اموال خریدتے ہیں تو عرض کیا گیا کہ پھر وہ اسے خرید کر کیا کرتے ہیں؟ فرمایا: وہ اسے سمندر میں ڈال دیتے ہیں۔

اور محمد بن عثمان عمری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: خدا کی قسم حضرت صاحب الامر علیہ السلام ہر سال حج میں موجود ہوتے ہیں وہ لوگوں کو دیکھتے اور پہچانتے ہیں اور لوگ ان کو دیکھتے ہیں مگر انہیں پہچانتے نہیں۔

اور عبداللہ بن جعفر حمیری سے روایت کی گئی ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے محمد بن عثمانؒ عمری سے دریافت کیا کہ آپ نے حضرت صاحب العصر علیہ السلام کو دیکھا؟ انہوں نے کہا کہ ہاں آخری مرتبہ میں نے آنجنابؑ کو بیت اللہ الحرام کے پاس دیکھا وہ یہ دعا فرما رہے تھے: **اللھم انجزلی ماوعدتنی** (اے اللہ جو تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اسے پورا کر)۔

محمد بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے آنجناب علیہ السلام کو مستجار میں خانہ کعبہ کے پردے کو پکڑے ہوئے یہ دعا کرتے دیکھا: **اللھم انتقم لی من اعدائک** (اے اللہ اپنے دشمنوں سے میرے لئے انتقام لے)۔

(۳۱۱۸) داؤد رقی سے روایت کی گئی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک شخص کے پاس میرا کچھ مال تھا اور مجھے ڈر تھا کہ وہ کہیں ڈوب نہ جائے تو میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنجنابؑ سے اس کی شکایت کی آپؑ نے فرمایا: جب تم مکہ مکرمہ جاؤ تو حضرت عبدالمطلبؑ کی طرف سے خانہ کعبہ کا طواف کرو اور ان کی طرف سے دو رکعت نماز پڑھو۔ اور پھر حضرت ابو طالبؑ کی طرف سے طواف کرو ان کی طرف سے دو رکعت نماز پڑھو۔ پھر حضرت عبداللہ کی طرف سے طواف کرو اور ان کی طرف سے دو رکعت نماز پڑھو پھر حضرت آمنہؑ (والدہ حضرت محمدؐ) کی طرف سے طواف کرو اور ان کی طرف سے دو رکعت نماز پڑھو۔ پھر حضرت فاطمہؑ بنت اسد کی طرف سے طواف کرو اور ان کی طرف سے دو رکعت نماز پڑھو پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ تمہارا مال تمہیں واپس دیدے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا اور یہ سب کر کے باب صفا سے نکلا تو ناگاہ دیکھا کہ میرا قرض دار (دروازے پر) کھڑا ہے اور یہ کہہ رہا ہے: اے داؤد تم نے مجھ کو باندھ لیا آؤ اور اپنا مال لے لو۔

(۳۱۱۹) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص پوری سعی یا کچھ سعی بھول جائے پھر یاد آجائے تو اپنا رخ

---

[1] شاید اس سے یہ مراد ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اس کی اہمیت کو بلند کیا ہے اسی طرح اس کی بناوٹ کو بلند کیا ہے۔ اور اس حدیث کو کلینی نے اصرم بن حوشب سے روایت کیا ہے جو عامی لیکن موثق ہے اور صاحب کتاب ہے۔

[2] کلینی نے ج ۴ ص ۵۴۲ پر اسے مرسل سند سے بیان کیا ہے۔

[3] "کافی" میں ج ۴ ص ۵۴۳ پر موثق حدیث میں اسحاق بن عمار سے انہوں نے امام جعفرؑ سے اور انہوں نے اپنے آباؑ علیہم السلام سے روایت کی ہے۔

پیچھے کی طرف نہ موڑے الٹے پاؤں اس مقام پر آئے جہاں سے اس پر سعی واجب ہے۔ ۱

(۳۱۲۰) سعد بن سعد اشعری نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ کیا کوئی شخص حالت احرام میں خرید وفروخت کرسکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

(۳۱۲۱) اور حریز کی روایت میں ہے جو انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے عرض کیا کہ ایک شخص عصر کے وقت مکہ میں داخل ہوا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ پہلے نماز عصر پڑھے پھر طواف کرے۔ ۲

(۳۱۲۲) سکونی نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے ایک ایسی عورت کے متعلق ارشاد فرمایا جس نے نذر مانی تھی کہ چار طواف کرے گی۔ آپؑ نے فرمایا: وہ سات سات چکر کے دو طواف اپنے دونوں ہاتھوں کے لئے کرے اور سات سات چکر کے دو طواف اپنے دونوں پاؤں کے لئے کرے۔

(۳۱۲۳) ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا: جس کے لباس میں خون لگا ہوا ہے اور اتنا ہے کہ جس میں نماز جائز نہیں ہے مگر اس نے اسی لباس میں خانہ کعبہ کا طواف کرلیا؟ آپؑ نے فرمایا: اس میں اس کا طواف ہوگیا مگر اب نماز پڑھے تو طاہر لباس میں پڑھے۔ (مگر مشہور ہے کہ طواف میں طہارت جسم ولباس دونوں کی شرط ہے)۔

(۳۱۲۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب تمہارا جی نہ چاہتا ہو تو طواف چھوڑ دو۔ (بددلی کے ساتھ طواف نہ کرو)۔ ۳

(۳۱۲۵) ہثیم بن عروہ تمیمی نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میری زوجہ مریضہ تھی میں نے اس کو اٹھالیا اور اس کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ کا طواف فریضہ کیا اور صفا ومروہ کے درمیان سعی کی اور جی میں تھا کہ میں اپنی طرف سے کررہا ہوں تو کیا یہ میرے لئے کافی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

(۳۱۲۶) احمد بن ابی نصر بزنطی نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے عرض کیا کہ ہمارے اصحاب کی رائے یہ ہے کہ حج اور عمرہ کے علاوہ اور کبھی اپنا سر منڈوانا اپنے کو مثلہ کرالینا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: ابوالحسن (موسیٰ) علیہ السلام جب اپنے مناسک پورے کرلیتے تو ایک قریہ میں جس کا نام سایہ ہے چلے جاتے اور وہاں سر منڈوالیتے تھے۔

(۳۱۲۷) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: حج اور عمرہ کے علاوہ اور کبھی سر منڈوانا تمہارے دشمنوں کے لئے مثلہ ہے مگر تم لوگوں کے لئے باعث حسن وجمال ہے۔ ۴

(۳۱۲۸) محمد بن سنان نے مفضل بن عمر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص زاملہ (وہ جانور جو سواری کا نہ ہو، سامان لادنے کا ہو) پر سوار ہو اور اس پر سے گر کر مر جائے تو جہنم میں گیا۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ لوگ عموماً بوجھ لادنے والے جانور پر سوار ہوجاتے اور جب اس پر سے اترنا چاہتے تو بغیر کسی سہارے کے اترتے اور گر پڑتے اس لئے اس سے منع فرمایا تاکہ کوئی شخص عمداً اگر کر مر نہ جائے یہ خودکشی ہوگی اور وہ جہنم کا مستحق ہوگا۔ اس حدیث کا

---

۱ شیخ نے تہذیب ج ۱ ص ۵۷۶ پر مرسل حدیث میں اس کو بیان کیا ہے۔

۲ یہی طریقہ صحیح ہے اور دلالت کرتا ہے طواف پر یومیہ نماز کی فضلیت کو۔

۳ یہی روایت کلینی نے ج ۴ ص ۴۲۹ پر صحیح حدیث میں ابن ابی عمیر سے، انہوں نے محمد بن ابی حمزہ سے، انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے اور انہوں نے آنجنابؑ سے بیان کی ہے۔

۴ حدیث نمبر ۲۸۸ کے تحت اسے بیان کیا جاچکا ہے۔

مطلب یہ ہے اور یہ اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے زمانہ میں لوگ بوجھ لادنے والی سواری پر سوار ہوتے اور منع کرنے پر بھی نہیں مانتے تھے اور اس کو برا نہیں سمجھتے تھے۔

(۳۱۲۹) اور وہ حدیث جس کی روایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص بوجھ لادنے کی سواری پر سوار ہو اس کو چاہیئے کہ پہلے وصیت کر کے سوار ہو۔ اس میں آپؑ نے زاملہ پر سواری سے منع نہیں فرمایا ہے بلکہ اس میں گرنے سے بچنے کا حکم ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہنے والا کہے کہ جو شخص حج کے لئے یا جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلے تو پہلے وصیت کرے۔ اور گزشتہ زمانہ میں صرف زوامل تھے محملیں تو تازہ ایجاد ہیں گزشتہ زمانہ میں ان سے کوئی واقف نہ تھا۔

(۳۱۳۰) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے حج افراد کیا۔ مکہ میں آیا، خانہ کعبہ کا طواف کیا پھر اپنے اصحاب کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ اپنے بال تراش رہے ہیں تو اس نے بھی ان کے ساتھ اپنے تراش لیے اور بال تراشنے کے بعد اس کو یاد آیا کہ وہ تو حج افراد کر رہا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اس پر کچھ نہیں ہے جب وہ نماز پڑھے تو از سر نو تلبیہ کہہ لے۔

(۳۱۳۱) علی بن یقطین سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام ابوالحسن اول علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے صرف ایک حج کے لئے پانچ آدمیوں کو رقم دی (کہ ان میں سے کوئی بھی ایک حج کرے) تو ان میں سے ایک آدمی حج کو گیا تو کیا اس کا ثواب ان پانچ آدمیوں میں سب کو ملے گا؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کیا: سب سے زیادہ ثواب کس کو ملے گا؟ فرمایا: اس کو جس نے گرمی، سردی برداشت کی ہے۔ اور اگر اس نے کبھی حج نہیں کیا تھا تو پھر یہ حج ان میں سے کسی کے بدلے میں نہیں ہوگا۔ بلکہ جس نے حج کیا اسی کے لئے ہوگا۔

(۳۱۳۲) منصور بن حازم سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ سلمہ بن محرز نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا اور میں وہاں موجود تھا۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی پھر منیٰ آ گیا۔ اور بغیر طواف النساء کیے ہوئے اپنی زوجہ سے مجامعت کر لی۔ آپؑ نے فرمایا: یہ تم نے بہت برا کیا اور اسے جاہل قرار دیا۔ اس نے عرض کیا: اب تو میں اس میں پھنس ہی گیا۔ آپؑ نے فرمایا: تجھ پر کوئی کفارہ نہیں (یہ سب جہالت کے سبب تھا)۔ [۱]

(۳۱۳۳) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں کو حج اور عمرہ دونوں کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے پرواہ نہ کرو جس سے چاہو ابتداء کرو۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عمرہ مفردہ ہے اور عمرہ تمتع الی الحج تو وہ جائز نہیں سوائے اس کے کہ وہ حج سے پہلے کیا جائے۔ اور یہ جائز نہیں کہ اس سے پہلے حج کیا جائے سوائے ایسی صورت کے کہ تمتع کرنے والا شب عرفہ کو نہ پا سکے تو وہ پہلے حج کرے گا پھر اس کے بعد عمرہ کرے گا۔

(۳۱۳۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: سب سے پہلے حضرت امام قائم علیہ السلام عدل کا اظہار فرمائیں گے وہ یہ کہ ان کی طرف سے ایک منادی ندا دیگا کہ وہ لوگ جو مستحب حج کر رہے ہیں وہ حجر اسود اور خانہ کعبہ کا طواف ان لوگوں کے حوالے کر دیں جو حج فریضہ ادا کر رہے ہیں۔

(۳۱۳۵) ابو بصیر سے روایت ہے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: مکہ میں ایک دن قبل حج قیام کرنا افضل ہے بعد حج دو دن کے قیام کرنے سے۔

[۱] آپؑ کا ارشاد کہ اسے جاہل قرار دیا یعنی اس کو جہل سے نسبت دی اور کہا: تیرا یہ فعل جہالت کے سبب واقع ہوا تھا۔ اور ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ جماع نہ کرتا تو کسی نقصان میں مبتلا ہو جاتا۔ اور (اس کو چھوٹ دیدینے) کی وجہ اس کا فقر اور اونٹ کی قربانی کرنے کی استطاعت نہ ہو۔

اور میں نے ان مستند نوادر اور ان کے علاوہ کو بھی کتاب جامع نوادر الحج میں جمع کر دیا ہے۔

باب: آداب سفرِ حج و مناسکِ حج

جب تم سفر حج کا ارادہ کرو تو اپنے گھر والوں کو جمع کرو دو رکعت نماز پڑھو[1] اور بہت زیادہ اللہ کی حمد کرو اور محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجو پھر یہ کہو: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْتَوْدِعُکَ الْیَوْمَ دِیْنِیْ وَنَفْسِیْ وَمَالِیْ وَاَھْلِیْ وَوَلَدِیْ وَجِیْرَانِیْ وَاَھْلَ حِزَانَتِیْ الشَّاھِدَ مِنَّا وَالْغَائِبَ وَجَمِیْعَ مَا اَنْعَمْتَ بِهٖ عَلَیَّ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا فِیْ کَنَفِکَ وَمَنْعِکَ وَعِیَاذِکَ وَ عِزِّکَ، عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ، وَامْتَنَعَ عَائِذُکَ، وَلَا اِلٰهَ غَیْرُکَ، وَتَوَکَّلْتُ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَایَمُوْتُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا، وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْهُ تَکْبِیْرًا، اَللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ کَثِیْرًا. وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُکْرَةً وَّاَصِیْلًا (اے اللہ آج میں اپنا دین، اپنی جان، اپنے گھر والے، اپنی اولاد، اپنے پڑوسی اور اپنے زیر پرورش اور جو ہم میں سے یہاں موجود ہیں ان کو اور جو یہاں موجود نہیں ہے ان کو اور ان تمام نعمتوں کو جو تو نے مجھے عطا فرمائیں تیرے سپرد کرتا ہوں۔ اے اللہ تو ہم لوگوں کو اپنی نگہبانی، اپنی حفاظت اپنی پناہ اور اپنی تقویت میں قرار دے۔ جو تیری تقویت میں ہوتا ہے وہ قوی ہوتا ہے۔ تیری حمد و ثناء بہت بڑی ہے تیری پناہ مانگنے والا بہت محفوظ ہے۔ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے تیرے۔ میں بھروسہ رکھتا ہوں اس ذات پر جو زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا۔ حمد اس اللہ کی جس نے نہ کسی کو اپنی زوجہ بنایا نہ کسی کو اپنا فرزند بنایا اور مالکیت میں اسکا کوئی شریک نہیں اور نہ اس میں کسی طرح کی کمزوری ہے کہ کوئی اس کی سرپرستی کرے اور اس کی بڑائی اچھی طرح کرو)۔

پھر جب تم اپنے گھر سے نکلو تو کہو: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ فِیْ سَفَرِیْ ھٰذَ السُّرُوْرَ وَالْعَمَلَ بِمَا یُرْضِیْکَ عَنِّیْ، اَللّٰھُمَّ اقْطَعْ عَنِّیْ بُعْدَهٗ وَمَشَقَّتَهٗ وَاَصْحِبْنِیْ فِیْهِ وَاخْلُفْنِیْ فِیْ اَھْلِیْ بِخَیْرٍ [اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے۔ نہیں ہے کوئی طاقت اور نہیں ہے کوئی قوت لیکن صرف خدائے برتر و بزرگ کی عطا کی ہوئی۔ اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں سفر کی تکان سے اور سفر سے محزون و مغموم واپس ہونے سے اور اس امر سے کہ (جب میں سفر سے واپس ہوں تو) اپنے اہل و مال و اولاد کو برے حال میں دیکھوں۔ اے اللہ میں اپنے اس سفر میں تجھ سے مسرت چاہتا ہوں اور وہ عمل چاہتا ہوں جس سے تو مجھ سے راضی اور خوش ہو جائے۔ اے اللہ تو اس سفر کی دوری اور اس کی مشقت کو طے کرا دے اور اس میں میرے ساتھ رہ اور میرے گھر والوں کو بخیر و خوبی رکھنے میں میری نیابت کر]

اور جب تم اپنی سواری پر سوار ہو جاؤ اور اپنی محمل میں ٹھیک بیٹھ جاؤ تو یہ کہو: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِلْاِسْلَامِ، وَعَلَّمَنَا الْقُرْآنَ، وَمَنَّ عَلَیْنَا بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ، سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّالَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْحَامِلُ عَلَی الظَّھْرِ، وَالْمُسْتَعَانُ عَلَی الْاَمْرِ، وَاَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ، وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ،[2] اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَضُدِیْ وَنَاصِرِیْ [اس خدا کی حمد جس نے ہم کو اسلام کی ہدایت کی اور ہمیں قرآن کی تعلیم دی اور ہم پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کر کے بڑا احسان کیا۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے تابع کیا حالانکہ ہمارے اندر اس کی کوئی طاقت نہ تھی۔ اور ہم لوگ اپنے رب کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں اور حمد اس اللہ کی جو تمام عالمین کا پروردگار ہے۔ اے اللہ تو ہی (اس کی) پشت پر بٹھانے والا ہے اور ہر کام میں تجھ ہی سے مدد مانگی جاتی

---

[1] 'کافی' ج ۴ ص ۲۸۳ سے رجوع کیا جائے۔

[2] یہ دو صفتیں سوائے اللہ کے کسی میں جمع نہیں ہو سکتیں اور امیر المومنین علیہ السلام کے کلام میں ہے: اے اللہ تو سفر میں میرا ساتھی ہے اور میری غیر موجودگی میں میرے اہل کا نگران ہے اور یہ دونوں صفتیں تیرے غیر میں جمع نہیں ہو سکتیں اس لئے کہ جو پیچھے رہ جائے وہ ساتھ نہیں دے سکتا اور جو ساتھ دے رہا ہو وہ پیچھے نہیں رہ سکتا۔

وَقُوَّتِهٖ، بَرِئْتُ اِلَیْکَ یَارَبِّ مِنَ الْحَوْلِ وَالْقُوَّةِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ بَرَکَةَ سَفَرِیْ ھٰذَا وَبَرَکَةَ اَھْلِهٖ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْوَاسِعِ رِزْقًا حَلَالًا طَیِّبًا تَسُوْقُهٗ اِلَیَّ وَاَنَا خَائِضٌ فِیْ عَافِیَةٍ بِقُوَّتِکَ وَقُدْرَتِکَ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ سِرْتُ فِیْ سَفَرِیْ ھٰذَا بِلَاثِقَةٍ مِنِّیْ بِغَیْرِکَ وَلَا رَجَاءٍ لِسِوَاکَ فَارْزُقْنِیْ فِیْ ذٰلِکَ شُکْرَکَ وَعَافِیَتَکَ وَوَفِّقْنِیْ لِطَاعَتِکَ وَعِبَادَتِکَ حَتّٰی تَرْضٰی وَبَعْدَ الرِّضَا [میں اپنی قوت وطاقت سے نہیں بلکہ اللہ کی قوت سے (سفر کے لئے) نکلا ہوں اے پروردگار میں تیری بارگاہ میں ہر قوت وطاقت سے برائت کا اظہار کرتا ہوں۔ اے اللہ میں اپنے اس سفر میں اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے برکت کا خواستگار ہوں۔ اے اللہ میں تیرے وسیع فضل وکرم سے رزق حلال وپاک کا خواستگار ہوں کہ وہ (جہاں بھی ہو) ہانک کر میرے پاس بھیج کہ میں تیری قوت وقدرت کے ذریعہ عافیت کے ساتھ اس میں غوطہ لگا تا رہوں۔ اے اللہ میں اپنے اس سفر میں چلا ہوں تو تیرے سوا کسی اور پر بھروسہ کر کے نہیں چلا۔ اور تیرے سوا کسی اور سے امید بھی نہیں ہے۔ پس تو اس میں اپنے شکر کی اور اپنی طرف سے عافیت کی روزی عطا فرما۔ مجھے اپنی اطاعت اور اپنی عبادت کی توفیق عطا فرما تا کہ مجھے تیری رضا حاصل ہو جائے اور رضا کے بعد مزید رضا حاصل ہو]۔

اور تم پر لازم ہے کہ تم اپنے راستے میں اللہ سے ڈرو اس کی اطاعت کو ترجیح دو، گناہوں سے اجتناب کرو، بہترین اخلاق وعمل کا مظاہرہ کرو، خوش اخلاقی دکھاؤ، ساتھیوں سے اچھا برتاؤ کرو، غصہ کو ضبط کرو اور زیادہ تر تلاوت کلام پاک وذکر الٰہی اور دعاؤں میں مشغول رہو۔

اور جب تم ان مواقیت میں سے کسی ایک میقات پر پہنچو جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر فرمایا ہے جیسا کہ آنحضرتؐ نے اہل عراق کے لئے عقیق کو معین کیا ہے جس کا اول مسلخ، وسط عمرہ اور آخر ذات عرق ہے اور اول افضل ہے اور اہل طائف کیلئے قرن المنازل مقرر فرمایا، اہل یمن کے لئے یلملم اور اہل شام کے لئے مہیعہ اور یہی جحفہ ہے اور اہل مدینہ کے لئے ذالحلیفہ مقرر فرمایا اور یہی مسجد شجرہ ہے۔ (جب ان مقامات میں سے کسی پر پہنچو) تو پھر اپنے ناخن تراشنے، مونچھ تراشنے، بغل کے بال صاف کرنے اور نورہ لگانے کے بعد غسل کرو۔ اور غسل کرتے وقت یہ کہو: بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لِیْ نُوْرًا وَطَهُوْرًا وَحِرْزًا وَاَمْنًا مِنْ کُلِّ خَوْفٍ، وَشِفَاءً مِنْ کُلِّ دَاءٍ وَسُقْمٍ، اَللّٰھُمَّ طَهِّرْنِیْ وَطَهِّرْلِیْ قَلْبِیْ وَاشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ، وَاَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مَحَبَّتَکَ وَمِدْحَتَکَ وَالثَّنَاءَ عَلَیْکَ فَاِنَّهٗ لَاقُوَّةَ لِیْ اِلَّا بِکَ، وَقَدْ عَلِمْتُ اَنَّ قِوَامَ دِیْنِیَ التَّسْلِیْمُ لِاَمْرِکَ وَالْاِتِّبَاعُ لِسُنَّةِ نَبِیِّکَ صَلَوٰتُکَ عَلَیْهِ وَآلِهٖ (اللہ کے نام سے اور اللہ کی مدد سے۔ اے اللہ اس غسل کو میرے لئے نور وطہارت وحفاظت اور ہر خوف سے محفوظ اور ہر مرض وبیماری سے شفا قرار دے۔ اے اللہ تو مجھے پاک کر اور میرے دل کو پاک کر، میرے سینے کو کشادہ کر دے اور میری زبان پر اپنی محبت، اپنی حمد وثناء، جاری کر اس لئے کہ تیری دی ہوئی قوت کے سوا میرے اندر کوئی قوت نہیں۔ اور تو جانتا ہے کہ میرے دین کی بقا وقیام تیرے حکم کو تسلیم کرنا اور تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی اتباع کرنے پر منحصر ہے)۔

پھر احرام کے دونوں لباس پہنو اور کہو: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَزَقَنِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاُؤَدِّیْ بِهٖ فَرْضِیْ وَاَعْبُدُ فِیْهِ رَبِّیْ وَاَنْتَهِیْ فِیْهِ اِلٰی مَا اَمَرَنِیْ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ قَصَدْتُهٗ فَبَلَّغَنِیْ وَاَرَدْتُهٗ فَاَعَانَنِیْ، وَقَبِلَنِیْ وَلَمْ یَقْطَعْ بِیْ، وَوَجْهَهٗ اَرَدْتُ فَسَلَّمَنِیْ، فَهُوَ حِصْنِیْ وَکَهْفِیْ وَحِرْزِیْ وَظَهْرِیْ وَمَلَاذِیْ وَمَلْجَایَ وَمَنْجَایَ وَذُخْرِیْ وَعُدَّتِیْ فِیْ شِدَّتِیْ وَرَخَائِیْ (حمد اس اللہ کی جس نے ایسا لباس دیا کہ جس سے میں اپنی شرمگاہ کو چھپاؤں اور اپنے فریضہ حج کو ادا کروں اس میں اپنے رب کی عبادت کروں اور اس نے جو مجھے حکم دیا ہے اس کو سرانجام دوں۔ حمد اس خدا کی کہ جس نے قصد کیا تھا اور اس نے مجھے منزل تک پہنچایا میں نے ارادہ کیا اور اس نے میری مدد کی مجھے قبول کیا اور میرا ساتھ نہیں چھوڑا میں نے اس کی طرف توجہ کی اور ارادہ کیا اور اس نے مجھے سلامتی عطا کی۔ اور وہی تو میرا قلعہ، میری جائے پناہ، میرا محافظ، میری پشت پناہ، میری امید، میری نجات، میرا ذخیرہ اور سختی وکشادگی میں میرا آسرا ہے)۔

اور احرام کے لئے چھ رکعت نماز پڑھو دو دو رکعت کر کے۔ ہر دو رکعت کے اندر پہلی رکعت میں الحمد اور قل ھو اللہ احد پڑھو اور دوسری رکعت میں سورۂ الحمد اور سورہ قل یا یھا الکافرون اور ہر دو رکعت کے اندر دوسری رکعت میں سوروں کی قرأت کے بعد رکوع سے پہلے قنوت اور ہر دو رکعت کے آخر میں سلام۔ اور چاہو تو اسی بتائے ہوئے طریقے سے احرام کے لئے صرف دو رکعت پڑھ لو اور احرام باندھنے کے لئے بہترین وقت زوال آفتاب کا ہے ویسے طلوع آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک جس وقت چاہو احرام باندھو اس میں کوئی ضرر نہیں ہے۔[1] اور اگر نماز فریضہ کا وقت ہو تو نماز فریضہ سے پہلے ان رکعتوں کو پڑھ لو پھر نماز فریضہ پڑھو۔ اور اس کے بعد احرام باندھو یہ بہتر و افضل ہے۔ اور جب تم نماز سے فارغ ہو چکو تو پھر اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد و ثنا کرو جس کا وہ اہل ہے اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجو اس کے بعد کہو: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ اَنْ تَجْعَلَنِیْ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لَکَ وَآمَنَ بِوَعْدِکَ وَاتَّبَعَ اَمْرَکَ فَاِنِّیْ عَبْدُکَ وَفِیْ قَبْضَتِکَ لَا اُوْقٰی اِلَّا مَاوَقَیْتَ وَلَا آخُذُ اِلَّا مَاأَعْطَیْتَ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ مَااَمَرْتَ بِهٖ مِنَ التَّمَتُّعِ بِالْعُمْرَةِ اِلَی الْحَجِّ عَلٰی کِتَابِکَ وَسُنَّةِ نَبِیِّکَ صَلَوٰتُکَ عَلَیْهِ وَآلِهٖ، فَاِنْ عَرَضَ یَحْبِسُنِیْ فَحَلَّنِیْ حَیْثُ حَبَسْتَنِیْ لِقَدَرِکَ الَّذِیْ قَدَّرْتَ عَلَیَّ، اَللّٰهُمَّ وَاِنْ لَمْ یَکُنْ حُجَّةً فَعُمْرَةً اَحْرَمُ لَکَ شَعْرِیْ وَبَشَرِیْ وَلَحْمِیْ وَدَمِیْ وَعِظَامِیْ وَمُخِّیْ وَعَصَبِیْ مِنَ النِّسَاءِ وَالطِّیْبِ اَبْتَغِیْ بِذٰلِکَ وَجْهَکَ الْکَرِیْمُ وَالدَّارُ الآخِرَةَ (اے اللہ میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو مجھے ان لوگوں میں قرار دے جنہوں نے تیری دعوت قبول کی اور جو تیرے وعدے پر ایمان لائے اور تیرے حکم کی پیروی کی۔ حقیقت یہ ہے کہ میں تیرا ہی بندہ ہوں اور تیرے ہی قبضہ میں ہوں میں بچ نہیں سکتا جب تک کہ تو نہ بچائے اور میں کچھ نہیں لے سکتا جب تک تو عطا نہ کرے۔ اے اللہ میں نے ارادہ کیا ہے اس حج کے لئے عمرہ کے ساتھ تمتع کا جس کا تو نے حکم دیا تیری کتاب اور تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت کے مطابق پس اگر میں کسی ایسے عارضہ میں مبتلا ہو جاؤں جو مجھے روک دے تو اپنی اس قدرت کی بنا پر جو تجھے مجھ پر ہے جس طرح تو مجھے اس عارضہ میں مبتلا کرے اسی طرح مجھے اس سے نجات دے۔ اے اللہ اگر حج نہ ہو سکا تو عمرہ ہی بجا لاؤں گا۔ میں تیرے لئے اپنے بال، اپنی کھال، اپنے گوشت، اپنے خون، اپنی ہڈیاں، اپنی ہڈیوں کے گودے اور اپنی رگوں پر عورتوں اور خوشبو کو حرام کرتا ہوں اس کے ذریعہ میں تیری خوشنودی اور آخرت کا گھر چاہتا ہوں)۔

تمہاری لئے یہ کافی ہے کہ جب احرام باندھو تو ایک مرتبہ یہ کہہ لو۔

تلبیہ

پھر تم یہ چار تلبیہ آہستہ آہستہ کہو اور واجبات میں سے یہ ہے کہ یہ کہو: لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ، وَالْمُلْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ (میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں بیشک تمام حمد و نعمت و ملکیت تیرے ہی لئے ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے)

یہ کہنا واجبات میں سے ہے۔ پھر اٹھو اور تھوڑا چلو جب تمہارے قدم یا تمہاری سواری کے قدم زمین پر اچھی طرح استوار ہو جائیں تو پھر بالاعلان تلبیہ کہو اور بلند آواز سے کہو۔ اور اگر تم نے مدینہ منورہ کا راستہ اختیار کیا ہے اور مسجد شجرہ سے احرام باندھا ہے تو ان چاروں تلبیہ واجبہ کو چپکے چپکے دل میں کہتے ہوئے بیداء کے مقام پر آؤ اور اس میل پر پہنچو جو راستہ کے بائیں جانب ہے اور جب وہاں پہنچ جاؤ تو باآواز بلند تلبیہ کہے بغیر میل سے نہ گزرو اور یہ کہو:

[1] 'کافی' ج ۳ ص ۲۸۸ پر صحیح حدیث میں معاویہ بن عمار سے منقول ہے کہ میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا: پانچ نمازیں ایسی ہیں جنہیں کسی حال میں ترک نہ کرو۔ جب تم بیت اللہ کا طواف کرو، جب تم احرام (باندھنے) کا ارادہ کرو، (سورج اور چاند) گہن کی نماز، اور بھولی ہوئی نماز جب تمہیں یاد آ جائے، اور نمازِ میت۔

اور موثق حدیث میں ابوبصیر سے منقول ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا: پانچ نمازیں ایسی ہیں جنہیں ہر وقت پڑھا جا سکتا ہے۔ نمازِ گہن، نمازِ میت، نمازِ احرام، قضا نماز اور نمازِ طواف فجر سے طلوع شمس تک اور عصر سے رات تک۔

لَبَّیکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیکَ، لَبَّیکَ لَاشَرِیکَ لَکَ لَبَّیکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ، وَالْمُلْکَ لَاشَرِیکَ لَکَ، لَبَّیکَ ذَاالْمَعَارِجِ، لَبَّیکَ لَبَّیکَ تُبْدِیءُ وَالْمَعَادُ اِلَیْکَ، لَبَّیکَ دَاعِیاً اِلٰی دَارِ السَّلَامِ، لَبَّیکَ غَفَّارَ الذُّنُوبِ، لَبَّیکَ لَبَّیکَ مَرْھُوبًا وَمَرْغُوبًا اِلَیْکَ، لَبَّیکَ لَبَّیکَ اَنْتَ الْغَنِیُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ اِلَیْکَ، لَبَّیکَ لَبَّیکَ ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ لَبَّیکَ لَبَّیکَ اِلٰہَ الْحَقِّ، لَبَّیکَ لَبَّیکَ ذَاالنَّعْمَاءِ وَالْفَضْلِ الْحَسَنِ الْجَمِیلِ، لَبَّیکَ لَبَّیکَ کَشَّافَ الْکُرَبِ الْعِظَامِ، لَبَّیکَ لَبَّیکَ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدَیْکَ، لَبَّیکَ لَبَّیکَ یَاکَرِیمُ، لَبَّیکَ لَبَّیکَ اَتَقَرَّبُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، لَبَّیکَ لَبَّیکَ بِحَجَّۃٍ وَعُمْرَۃٍ مَعاً لَبَّیکَ لَبَّیکَ ھٰذِہٖ عُمْرَۃٌ مُتْعَۃٌ اِلَی الْحَجِّ، لَبَّیکَ لَبَّیکَ اَھْلَ التَّلْبِیَۃِ، لَبَّیکَ لَبَّیکَ تَلْبِیَۃٌ تَمَامُھَا وَبَلَاغُھَا عَلَیْکَ لَبَّیکَ (میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں بیشک ہر طرح کی حمد و نعمت تیرے لئے ہے اور ملکیت میں بھی تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں اے بلندیوں والے میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں تجھ سے ہی ابتداء ہے اور واپسی بھی تیری ہی طرف ہے میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں اے گناہوں کے بخشنے والے میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں تجھ سے ڈرتے ہوئے اور تیری طرف رغبت رکھتے ہوئے۔ میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں تو غنی ہے اور ہم سب لوگ تیرے محتاج ہیں۔ میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں اے صاحب نعمت و فضلِ حسن و جمیل میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں اے بڑی سے بڑی تکلیفوں کو دور کرنے والے میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں۔ حاضر ہے حاضر ہے یہ تیرا بندہ اور تیرے دونوں بندوں کا فرزند۔ حاضر ہے حاضر ہے اے کرم کرنے والے میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں اور تیرا تقرب چاہتا ہوں محمدؐ و آل محمدؐ کے واسطے سے۔ میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں حج اور عمرہ کے لئے ایک ساتھ حاضر ہوں میں حاضر ہوں یہ عمرہ تمتع ہے حج کے لئے میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں اے حاضری دیئے جانے کے اہل۔ میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں پوری طرح حاضری اور تجھ تک پہنچنے کی حاضری میں حاضر ہوں)۔

اور تم ہر نماز فریضہ اور نماز نافلہ کے بعد یا جب تمہارا اونٹ تم کو لے کر چلنے لگے یا تم کسی بلندی پر چڑھنے لگو یا کسی پست وادی میں اترنے لگو یا تم کسی سوار سے ملاقات کرو یا تم خواب سے بیدار ہو یا تم اپنی سواری پر سوار ہونے لگو۔ یا تم اپنی سواری سے اترنے لگو نیز ہر صبح کو یہ (مندرجہ بالا لبیک) کہا کرو۔ لیکن اگر ان مواقع میں سے کسی موقع پر یہ تلبیہ کہنا چھوڑ دو تو کوئی نقصان نہیں مگر ہر موقع پر اس کا کہنا افضل ہے سوائے اس تلبیہ کے جس کا کہنا فرض ہے اس کو ہرگز نہ چھوڑو اور کثرت سے ذی المعارج کہا کرو۔

اور جب تم حرم تک پہنچو تو چاہ میمون[۱] سے یا فخ سے غسل کرو۔ اور جہاں تم نے قیام کیا ہے اگر وہاں بھی غسل کرلو تو کوئی حرج نہیں پھر حرم میں داخل ہوتے وقت یہ کہو: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ فِیْ کِتَابِکَ الْمُنْزَلِ وَقَوْلُکَ الْحَقُّ "وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوکَ رِجَالًا وَعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیقٍ" اَللّٰھُمَّ وَاِنِّی اَرْجُو اَنْ اَکُونَ مِمَّنْ اَجَابَ دَعْوَتَکَ، وَقَدْ جِئْتُ مِنْ شُقَّۃٍ بَعِیدَۃٍ وَمِنْ فَجٍّ عَمِیقٍ سَامِعاً لِنِدَائِکَ وَمُسْتَجِیبًا لَکَ، مُطِیعاً لِاَمْرِکَ، وَکُلُّ ذٰلِکَ بِفَضْلِکَ عَلَیَّ وَاِحْسَانِکَ اِلَیَّ فَلَکَ الْحَمْدُ عَلٰی مَاوَفَّقْتَنِی لَہٗ، اَبْتَغِی بِذٰلِکَ الزُّلْفَۃَ عِنْدَکَ، وَالْقُرْبَۃَ اِلَیْکَ، وَالْمَنْزِلَۃَ لَدَیْکَ، وَالْمَغْفِرَۃَ لِذُنُوبِی. وَالتَّوْبَۃَ عَلَیَّ مِنْھَا بِمَنِّکَ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَحَرِّمْ بَدَنِی عَلَی النَّارِ وَآمِنِّی مِنْ عَذَابِکَ وَعِقَابِکَ بِرَحْمَتِکَ (یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ) [اے اللہ تو نے اپنی کتاب

---

[۱] کلینی۔ نے ج ۴ص ۴۰۰ پر اپنی قوی اسناد سے عجلان ابو صالح سے روایت کی ہے کہ ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: جب تم بئر میمون یا بئر عبدالصمد پہنچو تو غسل کرو اپنے جوتے اتار دو اور ننگے پاؤں چلو اور تم پر سکونی اور وقار طاری ہو۔

اور صحیح کی مانند حسن حدیث میں حلبی سے مروی ہے کہ ابو عبداللہ علیہ السلام نے حکم دیا کہ ہم فخ میں غسل کریں مکہ میں داخل ہونے سے پہلے۔ اور بئر میمون مکہ کے ساتھ ہے جس کے قریب ابو جعفر منصور (عباسی) کی قبر ہے اور فخ مکہ کے قریب ایک کنواں ہے مکہ سے تقریباً ایک فرسخ کے فاصلہ پر جہاں واقعہ فخ پیش آیا تھا جس میں حسین ابن علی بن حسین علیہما السلام اہل بیت کی ایک جماعت کے ساتھ ہادی عباسی کے دور میں شہید ہوئے تھے۔

منزل میں فرمایا ہے اور تیرا قول حق ہے کہ ''اور (اے ابراہیمؑ) تم لوگوں کو حج کے لئے آواز دو تا کہ وہ لوگ پا پیادہ اور کمزور دبلے اونٹوں پر سوار ہو کر دور دراز راستوں سے تمہارے پاس حج کے لئے آئیں'' اے اللہ مجھے امید ہے کہ میں ان لوگوں میں سے ہو جاؤنگا جنہوں نے تیری دعوت کو قبول کیا اور جو تیری ندا کو سن کر تیرے امر کی اطاعت کرنے کے لئے دور دراز سفر طے کر کے تیری بارگاہ میں آئے ہیں اور یہ سب کچھ تیرا فضل و احسان ہے جو مجھ پر ہے۔ پس تمام حمد تیرے لئے ہے اس لئے کہ تو نے مجھے توفیق عطا فرمائی۔ میں تیرا تقرب، تیری نزدیکی اور تیرے حضور میں اپنا مرتبہ اور اپنے گناہوں کی مغفرت اور تیرے فضل و احسان سے اپنی توبہ کی قبولیت چاہتا ہوں۔ اے اللہ تو محمدؐ و آل محمدؐ پر اپنی رحمت کاملہ نازل فرما اور میرے بدن کو جہنم پر حرام کر دے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے عذاب و عتاب سے مامون اور محفوظ رکھ اے رحم کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ رحم کرنے والے]۔ [1]

اور جب تمہاری نگاہ مکہ کی آبادی پر پڑے تو تلبیہ منقطع کرو۔ اور اس کی حد عقبہ مدنیین یا اس کے بالمقابل ہے۔

اور جو شخص مدینہ کا راستہ اختیار کرے تو وہ اس وقت تلبیہ منقطع کرے جب اس کی نظر عریش مکہ پر پڑے اور وہ عقبہ ذی طویٰ ہے۔ اور تم پر لازم ہے کہ تکبیر و تہلیل و تحمید و تسبیح اور نبی (محمد) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل پر درود پڑھتے رہو۔

دخول مکہ

اور جب تمہارا ارادہ مکہ میں داخل ہونے کا ہو تو کوشش کرو کہ غسل کر کے سکون و وقار کے ساتھ داخل ہو۔

دخول مسجد حرام

اور جب تمہارا ارادہ مسجد حرام میں داخل ہونے کا ہو تو باب بنی شیبہ سے پا پیادہ داخل ہو۔ اپنا دایاں پاؤں بائیں پاؤں سے پہلے رکھو اور تم پر سکون و وقار لازم ہے اس لئے کہ جو اس میں خضوع و خشوع سے داخل ہوگا اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔

اور مسجد حرام کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہو: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَمِنَ اللّٰهِ وَمَاشَاءَ اللّٰهُ، وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَآلِهٖ، وَالسَّلَامُ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَآلِهٖ، وَالسَّلَامُ عَلٰى اَنْبِيَاءِ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (آپ پر سلام ہو اے نبی مکرم اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں بھی ہوں۔ رسول اللہ اور ان کی آل پر سلام ہو، حضرت ابراہیمؑ اور ان کی آل پر سلام ہو، اللہ کے تمام انبیاء اور اس کے رسولوں پر سلام ہو اور حمد اس اللہ کی جو تمام عالمین کا پروردگار ہے)۔ [2]

خانہ کعبہ پر نظر

اور جب تم مسجد حرام میں داخل ہو کر خانہ کعبہ کو دیکھو تو یہ کہو: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَظَّمَكَ وَشَرَّفَكَ وَكَرَّمَكَ وَجَعَلَكَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَاَمْنًا مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِيْنَ (حمد اس اللہ کی جس نے تجھ کو عظمت و شرف و کرامت عطا فرمائی اور تجھے لوگوں کے اکٹھے ہونے کی جگہ اور جائے امن و مبارک اور تمام جہانوں کے لئے ہدایت گاہ قرار دیا)۔

حجر اسود پر نظر

پھر حجر اسود کی طرف دیکھو اس کی طرف اپنا رخ کرو اور کہو: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ،

[1] جیسا کہ کافی ج ۴ ص ۳۹۹ پر معاویہ بن عمار کی روایت میں بتایا گیا ہے۔

[2] کافی ج ۴ ص ۴۰۱ پر معاویہ بن عمار کی صحیح روایت سے رجوع کیا جائے۔

وَيُمِيتُ وَيُحْيِي وَهُوَ حَيٌّ وَهُوَ حَيٌّ لَايَمُوتُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ كَأَفْضَلِ مَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيمَ وَآلِ اِبْرَاهِيمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ، وَسَلَامٌ عَلٰى جَمِيعِ النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، اَللّٰهُمَّ اِنِّي اُوْمِنُ بِوَعْدِكَ، وَاُصَدِّقُ رُسُلَكَ، وَاَتَّبِعُ كِتَابَكَ (ہر طرح کی حمد اس اللہ کے لئے ہے جس نے اس کے لئے ہماری رہبری فرمائی اور اگر اللہ ہمیں ہدایت کی توفیق نہ دیتا تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے۔ اللہ ہر نقص سے پاک ہے اور حمد اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے اور نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اسی اللہ کے اور خدا ہی سب سے بڑا ہے۔ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کے لئے ملک ہے اور اس کے لئے حمد ہے وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے پھر وہی مارے گا اور وہی زندہ کرے گا۔ اور وہ خود زندہ رہے گا کبھی نہیں مرے گا۔ وہی ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔ اے اللہ اپنی رحمتیں نازل فرما محمدؐ و آل محمدؐ پر اور برکتیں نازل فرما محمدؐ و آل محمدؐ پر اس سے بھی افضل رحمت و برکت جو تو نے ابراہیمؑ و آل ابراہیمؑ پر نازل فرمائی ہے۔ بیشک تو سزاوار حمد و بزرگی ہے اور تمام انبیاء اور رسولوں پر سلام اور ہر طرح کی حمد اس اللہ کے لئے جو تمام عالمین کا پروردگار ہے۔ اے اللہ میں تیرے وعدے پر ایمان رکھتا ہوں تیرے رسولوں کی تصدیق کرتا ہوں اور تیری کتاب کا اتباع کرتا ہوں)

حجر اسود کو بوسہ

پھر (طواف کے اندر) ہر چکر میں حجر اسود کو ہاتھ سے مس کرو اور اسے بوسہ دو اور اگر اس پر قدرت نہ ہو تو ہر چکر اس سے شروع کرو اور اس پر ختم کرو۔ اور اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو داہنے ہاتھ سے اس کو مس کرو اور اس کو چوم لو۔ اور اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو پھر اپنے ہاتھ سے اشارہ کرو اور ہاتھ کو چوم لو اور یہ کہو: اَمَانَتِي اَدَّيْتُهَا وَمِيثَاقِي تَعَاهَدْتُهُ لِتَشْهَدَلِي بِالْمُوَافَاةِ، آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَكَفَرْتُ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰى وَعِبَادَةِ الشَّيْطَانِ وَعِبَادَةِ الْاَوْثَانِ وَعِبَادَةِ كُلِّ نِدٍّ يُدْعٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ (یہ میری امانت تھی جسے میں نے ادا کیا اور یہ میرا عہد تھا جسے میں نے وفا کیا تاکہ تو میرے لئے اس عہد کے وفا کرنے کی گواہی دے۔ میں اللہ پر ایمان لایا اور جبت و طاغوت و لات و عزیٰ اور شیطان کی پرستش اور بتوں کی پوجا اور ہر اس مخالف خدا سے انکار کیا جسے خدا کو چھوڑ کر بطور معبود پکارا جائے)۔

نوٹ: اِن دنوں حجر اسود کعبہ کی اصل دیوار میں نہیں بلکہ پرانے حدود سے اندر کر کے بنائی جانے والی دیوار میں نصب ہے اور کیونکہ طواف کے دوران جسم کا کوئی حصہ کعبہ کے اندر داخل نہیں کیا جا سکتا اس سے طواف باطل ہو جاتا ہے اس لئے آج کل طواف کے دوران نہ حجر اسود کو چھونا ہے نہ چومنا۔

طواف

پھر خانہ کعبہ کا سات چکر طواف کرو اور ہر چکر میں حجر اسود کو بوسہ دو (مندرجہ بالا نوٹ دیکھیں) اور اپنے قدم قریب قریب رکھو اور جب خانہ کعبہ کے دروازے پر پہنچو تو کہو: سَائِلُكَ فَقِيرُكَ مِسْكِينُكَ بِبَابِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَيْهِ بِالْجَنَّةِ اَللّٰهُمَّ الْبَيْتُ بَيْتُكَ، وَالْحَرَمُ حَرَمُكَ، وَالْعَبْدُ عَبْدُكَ، وَهٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ الْمُسْتَجِيرِ بِكَ مِنَ النَّارِ، فَاَعْتِقْنِي وَ وَالِدَيَّ وَاَهْلِي وَوُلْدِي وَاِخْوَانِي الْمُؤْمِنِينَ مِنَ النَّارِ، يَاجَوَادُ يَاكَرِيمُ (اے اللہ تیرے در کا سوالی، تیرا فقیر، تیرا محتاج، تیرے دروازے پر آیا ہے۔ اسے بھیک میں جنت دیدے۔ اے اللہ یہ گھر تیرا ہی گھر ہے اور یہ حرم تیرا ہی حرم ہے اور یہ بندہ بھی تیرا ہی بندہ ہے اور یہ مقام نار جہنم سے تیری پناہ چاہنے والے کا ہے پس تو مجھے اور میرے والدین کو میرے اہل کو، میری اولاد کو، میرے برادران مومن کو جہنم سے چھٹکارا دیدے اے سخی اور اے کریم)۔

اور جب تم میزاب خانہ کعبہ کے مقابل پہنچو تو یہ کہو:

اَللّٰهُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِي مِنَ النَّارِ، وَوَسِّعْ عَلَيَّ مِنَ الرِّزْقِ الْحَلَالِ، وَادْرَاْ عَنِّي شَرَّ فَسَقَةِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ وَشَرَّ فَسَقَةِ الْجِنِّ

وَالْاِنْسِ (اے اللہ جہنم سے میرا گلا چھڑا دے اور مجھ پر رزقِ حلال وسیع کر اور فاسق عرب وعجم کے شر کو اور فاسق جن وانس کے شر کو مجھ سے دور رکھ) ۱
اور ہر چکر میں گزرتے ہوئے یہ کہو:
اَللّٰھُمَّ اِنِّی اِلَیْکَ فَقِیْرٌ، وَاِنِّی مِنْکَ خَائِفٌ وَمُسْتَجِیْرٌ فَلَاتُبَدِّلْ اِسْمِی، وَلَا تُغَیِّرْ جِسْمِی (اے اللہ میں تیرا محتاج ہوں اور میں تجھ سے ڈرتا ہوں اور تیری پناہ چاہتا ہوں پس میرا نام نہ بدلنا اور میرے جسم کو متغیر نہ کرنا) ۲

طواف میں دعا

اور حالت طواف میں یہ کہو: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْاَلُکَ بِاِسْمِکَ الَّذِی یُمْشٰی بِہٖ عَلٰی طَلَلِ الْمَاءِ کَمَا یُمْشٰی بِہٖ عَلٰی جَدَدِ الْاَرْضِ، وَاَسْاَلُکَ بِاِسْمِکَ الْمَخْزُوْنِ الْمَکْنُوْنِ عِنْدَکَ، وَاَسْاَلُکَ بِاِسْمِکَ الْاَعْظَمِ الْاَعْظَمِ الْاَعْظَمِ الَّذِی اِذَا دُعِیْتَ بِہٖ اَجَبْتَ، وَاِذَا سُئِلْتَ بِہٖ اَعْطَیْتَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَاَنْ تَفْعَلَ بِی، کذاو کذا (اے اللہ میں تیرے اس اسم کے واسطے سے سوال کرتا جس سے سطح آب پر بھی اسی طرح چلا جاسکتا ہے جس طرح سطح زمین پر چلا جاتا ہے اور میں تیرے اس نام کے واسطے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں جو تیرے خزانے میں پوشیدہ ہے اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے اس اسم کے واسطے جو اعظم بلکہ اعظم تر بلکہ اعظم ترین ہے اور تجھ کو پکارا جائے تو تو جواب دیتا ہے اور جس کے واسطے سے جب تجھ سے کچھ مانگا جائے تو تو عطا فرماتا ہے پس تو اپنی رحمتیں نازل فرما محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور میرا یہ کام اور یہ کام کردے) اور جب تم رکن یمانی پر پہنچو تو ہر چکر میں اس سے چسپیدہ ہو جاؤ اُسے بوسہ دو ۳ اور نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل پر درود بھیجو۔
نوٹ: خانہ کعبہ کی تعمیر میں موجودہ تغیر کی وجہ سے اپنے جسم کو طواف کے دوران رکن یمانی سے چھونا صحیح نہیں ہے۔

رکن یمانی اور اس رکن کے درمیان کی دعا جس میں حجر اسود ہے

رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَفِی الْآخِرَۃِ حَسَنَۃً وَقِنَا بِرَحْمَتِکَ عَذَابَ النَّارِ (اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور اپنی مہربانی سے عذاب جہنم سے بچالے) ۴

---

۱ 'کافی' ج ۴ص ۴۰۷ پر امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرمایا: علی بن حسین علیہما السلام جب حجر پر پہنچتے تو میزاب پر پہنچنے سے پہلے اپنا سر مبارک اٹھاتے۔ پھر فرماتے: اَللّٰھُمَّ اَدْخِلْنِی الْجَنَّۃَ بِرَحْمَتِکَ . اور وہ میزاب کو دیکھ رہے ہوتے۔ وَاَجِرْنِی بِرَحْمَتِکَ مِنَ النَّارِ وَعَافِنِی مِنَ السُّقْمِ وَاَوْسِعْ عَلَیَّ مِنَ الرِّزْقِ الْحَلَالِ وَادْرَاْعَنِّی شَرَّ فَسَقَۃِ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَشَرَّ فَسَقَۃِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ. [اے اللہ اپنی رحمت سے مجھے جنت میں داخل فرما۔ اور اپنی رحمت سے مجھے آگ سے بچالے۔ اور مجھے مرض سے محفوظ رکھ اور میرے رزقِ حلال میں وسعت عطا فرما۔ اور مجھ سے دور رکھ فاسق جن وانس کے شر سے اور فاسق عرب وعجم کے شر سے۔]

۲ اسی طرح 'کافی' ج ۴ص ۴۰۷ پر معاویہ بن عمار سے منقول صحیح حدیث میں مروی ہے۔

۳ جیسا کہ زید شحام کی روایت میں ہے ان کا کہنا ہے: میں امام جعفر علیہ السلام کے ساتھ طواف کر رہا تھا جب آنجنابؑ حجر کے پاس پہنچے تو اسے ہاتھ سے مَس کیا اور چوما۔ اور جب آنجنابؑ رکن یمانی کے پاس پہنچے تو اس سے چسپیدہ ہو گئے۔ پس میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان! آپؑ نے حجر کو ہاتھ سے مَس کیا اور رکن یمانی سے لپٹ گئے؟ پس فرمایا: رسول اللہؐ کا ارشاد ہے: جب میں رکنِ یمانی پر پہنچا تو جبرئیلؑ نے مجھے اسے لپٹانے کے لئے آگے بڑھایا۔
اور غیاث بن ابراہیم کی اسناد سے امام جعفرؑ کی روایت ان کے والدِ بزرگوارؑ سے ہے کہ فرمایا: رسول اللہؐ صرف رکن اسود اور یمانی کو ہاتھ سے مَس کرتے تھے پھر دونوں کو چومتے تھے اور اپنا رخسار دونوں پر رکھتے تھے۔ اور میں نے اپنے والدِ بزرگوار کو ایسا ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

۴ جیسا کہ 'کافی' ج ۴ص ۴۰۷ پر معاویہ بن عمار کی صحیح روایت کی ذیل میں بیان کیا گیا ہے اور عبداللہ بن سنان کی امام جعفرؑ سے مروی صحیح حدیث میں ہے کہ فرمایا: مستحب ہے کہ جب تم رکن اور حجر کے درمیان میں ہو تو کہو: اللھم آتنانی الدینا ـــــ وہی ذکر جو اوپر بیان ہو چکا۔

مستجار پر وقوف

اور جب تم ساتویں چکر میں مستجار پر پہنچو جو خانہ کعبہ کی پشت پر رکن یمانی سے متصل خانہ کعبہ کے دروازے کے بالکل بالمقابل ہے تو وہاں ٹھہر جاؤ اور اپنے دونوں ہاتھ خانہ کعبہ پر پھیلا دو اور اپنا رخسار و شکم خانہ کعبہ سے چسپیدہ کردو اور یہ کہو: اَللّٰهُمَّ الْبَيْتُ بَيْتُكَ، وَالْعَبْدُ عَبْدُكَ، وَهٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ النَّارِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ حَلَلْتُ بِفِنَائِكَ فَاجْعَلْ قِرَايَ مَغْفِرَتَكَ، وَهَبْ لِيْ مَابَيْنِيْ وَبَيْنَكَ، وَاسْتَوْهِبْنِيْ مِنْ خَلْقِكَ [اے اللہ یہ گھر تیرا گھر ہے اور یہ بندہ بھی تیرا ہی بندہ ہے اور یہ مقام وہ ہے جہاں ایک پناہ چاہنے والا جہنم سے تیری پناہ چاہے۔ اے اللہ میں تیرے صحن خانہ میں (تیرا مہمان بن کر) آیا ہوں پس اپنی مغفرت سے مجھ کو شکم سیر کردے اور میرے اور تیرے درمیان جو کچھ ہے وہ مجھے بخش دے اور میرے اور تیری مخلوق کے درمیان جو کچھ ہے تو اسے بھی معاف کردے]

پھر جو چاہو دعا مانگو۔ پھر اپنے پروردگار کے سامنے اپنی گناہوں کا اقرار کرو پھر اس کے بعد کہو: اَللّٰهُمَّ مِنْ قِبَلِكَ الرُّوْحُ وَالرَّاحَةُ وَالْفَرَحُ وَالْعَافِيَةُ. اَللّٰهُمَّ اِنَّ عَمَلِيْ ضَعِيْفٌ فَضَاعِفْهُ لِيْ وَاغْفِرْلِيْ مَا اطَّلَعْتَ عَلَيْهِ مِنِّيْ وَخَفِيَ عَلٰى خَلْقِكَ، اَسْتَجِيْرُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ (اے اللہ تیری ہی طرف سے تمام آسائش وکشادگی اور عافیت ہے۔ اے اللہ بیشک میرا عمل کمزور ہے تو میرے لئے اس میں زیادتی کردے اور میرے ان گناہوں کی مغفرت فرما جن سے تو مطلع ہے اور جو تیری مخلوق سے پوشیدہ ہیں، میں جہنم سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں)۔

پھر اپنی ذات کیلئے بہت دعا مانگو پھر رکن یمانی کو ہاتھ سے مس کرو اس کے بعد اس رکن کو ہاتھ سے مس کرو جس میں حجر اسود ہے [1] اس کو بوسہ دو اور وہاں ساتواں چکر ختم کرو اور اگر اسے نہ چوم سکو تو کوئی ضروری نہیں لیکن یہ لازمی ہے کہ طواف کا ہر چکر حجر اسود سے شروع کرو اور حجر اسود پر ختم کرو اور یہ کہو: اَللّٰهُمَّ قَنِّعْنِيْ بِمَارَزَقْتَنِيْ، وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا آتَيْتَنِيْ (اے اللہ تو نے مجھے جو رزق دیا ہے اس پر مجھے قانع بنا اور جو کچھ تو نے مجھے دیا اس میں میرے لئے برکت عطا فرما)

نوٹ: مراجع کے فتاویٰ کی رو سے طواف مکمل کرنے سے پہلے نہ خانہ کعبہ کی طرف سینہ کیا جاسکتا ہے اور نہ اسے چھوا جاسکتا ہے۔ (سابقہ نوٹ بھی دیکھیں)۔

مقامِ ابراہیمؑ

پھر مقامِ ابراہیمؑ پر آؤ اور اس کو اپنے سامنے رکھ کر وہاں دو رکعت نماز پڑھو [2] پہلی رکعت میں سورہ الحمد اور سورہ قل ھو اللہ احد۔ اور دوسری رکعت میں سورہ الحمد اور سورہ قل یاایھا الکافرون۔ پھر تشہد اور سلام پڑھو اور اللہ کی حمد وثناء بجالاؤ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل پر درود بھیجو۔ اور اللہ سے دعا کرو کہ یہ تمہاری طرف سے قبول فرمائے اور یہ تمہاری طرف سے آخری حج کا موقع نہ ہو اور یہ دو رکعتیں پڑھنا فرائض میں سے ہے لیکن یہ جس وقت چاہو پڑھو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے تم اگر چاہو تو طلوع آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک کسی وقت پڑھ سکتے ہو اس کا وقت طواف سے

---

[1] کلینی نے ج ۴ص ۴۱۱ پر صحیح حدیث میں معاویہ بن عمار سے اور انہوں نے امام جعفرؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا: جب تم اپنے طواف سے فارغ ہوجاؤ اور کعبہ کے آخر میں پہنچو جو مستجار کے مقابل رکن یمانی سے تھوڑا ہٹ کر ہے تو کعبۃ اللہ پر اپنے ہاتھ پھیلا دو اور اپنا پیٹ اور رخسار بیت اللہ سے چمٹا دو۔ اور کہو: اللھم البیت بیتک والعبد عبدک وھذا مکان العائذ بک من النار. پھر اپنے رب سے جو کچھ تم نے کیا ہے اس کا اقرار کرو۔ کیونکہ ایسا کوئی بندہ نہیں جو اس جگہ اپنے گناہوں کا اقرار کرے اور اللہ اسے معاف کرے۔ ان شاء اللہ۔ اور کہو: اللھم من قبلک الروح والفرح والعافیۃ اللھم ان عملی ضعیف فضاعفہ لی واغفرلی مااطلعت علیہ منی وخفی علی خلقک۔ پھر اللہ سے آگ کی پناہ چاہو۔ اور اپنے نفس کو دعا کے اختیار میں دیدو۔ پھر رکن یمانی کو بوسہ دو پھر حجر اسود کی طرف آؤ۔

[2] 'کافی' ج ۴ ص ۴۲۳ پر معاویہ بن عمار کی صحیح حدیث میں ہے کہ جب اپنے طواف سے فارغ ہوجاؤ تو مقام ابراہیمؑ پر آؤ اور اسے سامنے رکھ کے دو رکعت نماز پڑھو۔ تا آخر۔

فراغت کے بعد سے شروع ہوتا ہے مگر یہ کہ وہ نماز واجب کا وقت نہ ہو اگر نماز واجب کا وقت ہے تو پہلے نماز واجب پڑھو اس کے بعد نماز طواف پڑھو اور جب تم نماز طواف کی دو رکعتوں سے فارغ ہو جاؤ تو یہ کہو: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بِمَحَامِدِہٖ کُلِّھَا عَلٰی نِعْمَائِہٖ کُلِّھَا حَتّٰی یَنْتَھِی الْحَمْدُ اِلٰی مَا یُحِبُّ رَبِّیْ وَیَرْضٰی، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَتَقَبَّلْ مِنِّیْ، وَطَھِّرْ قَلْبِیْ وَزَکِّ عَمَلِیْ (حمد ہے اللہ کی اس کی تمام دی ہوئی نعمتوں پر اس کی تمام تعریفوں کے ساتھ یہاں تک کہ وہ حمد اس مقام تک منتہی ہو جسے میرا رب پسند کرے اور جس سے وہ راضی ہو جائے اے اللہ رحمتیں نازل فرما محمدؐ اور آل محمدؐ پر اور میری طرف سے یہ قبول فرما، میرے دل کو پاک کر اور میرے عمل کو صاف ستھرا بنا دے)۔

پھر دعا کرو اور اس میں پوری کوشش کرو اور یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری طرف سے اس حج کو قبول کرے اس کے بعد حجر اسود کے پاس آؤ اس کو مس کرو اسے بوسہ دو یا اپنے ہاتھ سے مسح کرو یا اس کی طرف اشارہ کرو اور وہ کہو جو اس سے پہلے کہہ چکے ہو یہ کہنا ضروری ہے۔ [1]

آبِ زم زم کا پینا

اور اگر صفا کی طرف جانے سے پہلے آب زمزم پی سکتے ہو تو پی لو اور پیتے وقت یہ کہو: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ عِلْماً نَافِعاً، وَرِزْقاً وَاسِعاً، وَشِفَاءً مِنْ کُلِّ دَاءٍ وَسُقْمٍ اِنَّکَ قَادِرٌ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ (اے اللہ تو اس کو علم نافع ورزقِ واسع اور تمام بیماریوں سے شفا قرار دے اس لئے کہ تو صاحب قدرت ہے اے سارے جہانوں کے پروردگار)۔ [2]

صفا کی طرف جانا

پھر کوہ صفا کی طرف جاؤ اور اس پر اس طرح کھڑے ہو کہ خانہ کعبہ پر نظر کر سکو اور اپنا رخ اس رکن کی طرف کرو جس میں حجر اسود ہے اور حمد و ثنائے الٰہی بجا لاؤ اور جہاں تک ممکن ہو اس کی دی ہوئی نعمتوں کا ذکر کرو۔ اللہ نے تمہارے اوپر جو احسانات کیے ہیں انہیں یاد کرو پھر تین مرتبہ یہ کہو: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ، وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے مُلک ہے اور اسی کے لئے حمد ہے وہی حیات دیتا ہے وہی موت دیتا ہے وہی ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے)۔

پھر تین مرتبہ یہ کہو: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ وَالْیَقِیْنَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ (اے اللہ میں تجھ سے دنیا و آخرت دونوں میں عفو اور عافیت اور یقین کی درخواست کرتا ہوں)۔

پھر تین مرتبہ یہ کہو: اَللّٰھُمَّ آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَفِی الْآخِرَۃِ حَسَنَۃً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (اے اللہ مجھے دنیا میں بھلائی دے اور جہنم کے عذاب سے بچا لے)۔

پھر سو مرتبہ کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

اور سو مرتبہ کہو اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اور سو مرتبہ کہو سُبْحَانَ اللّٰہِ

اور سو مرتبہ کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

اور سو مرتبہ کہو اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ

---

[1] 'کافی' ج۴ ص۲۳۰ پر معاویہ بن عمار کی صحیح حدیث سے رجوع کیا جائے۔

[2] 'کافی' میں معاویہ بن عمار کی صحیح روایت کے ذیل میں ہے کہ فرمایا: اگر ہو سکے تو (آب زمزم) پیو پھر وہاں سے چل پڑو اور اس کے بعد یہ الفاظ ادا کرو۔

اور سومرتبہ کہو صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ [1]

پھر کہو: یَامَنْ لَا یَخِیْبُ سَائِلُهٗ وَلَا یَنْفَدُ نَائِلُهٗ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَاَعِذْنِیْ مِنَ النَّارِ بِرَحْمَتِکَ (اے وہ ذات جو اپنے سائل کو کبھی محروم نہیں کرتی اور جس کی عطا کبھی ختم نہیں ہوتی تو اپنی رحمتیں نازل فرما محمدؐ وآل محمدؐ پر اور اپنی رحمت سے مجھے جہنم سے بچا دے)۔

پھر اس کے بعد اپنے لئے جو چاہو مانگو۔ اور تمہارا وقوف کوہ صفا پر پہلی مرتبہ دوسرے وقوفوں کے مقابلہ میں زیادہ طویل ہونا چاہیے۔ پھر چوتھے زینہ پر اتر آؤ بالکل خانہ کعبہ کے سامنے اور یہ کہو: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَتِهٖ وَغُرْبَتِهٖ وَوَحْشَتِهٖ وَظُلْمَتِهٖ وَضِیْقِهٖ وَضَنْکِهٖ، اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِیْ فِیْ ظِلِّ عَرْشِکَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّکَ (اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں قبر کے عذاب اور اس کے فتنہ اور اس کی غربت اور اس کی وحشت اور اس کی تنگی اور گنجائش کی کمی سے۔ اے اللہ جس دن کوئی سایہ سوائے تیرے سایہ کے نہ ہوگا اس دن مجھے اپنے عرش کے زیر سایہ رکھ)

پھر زینہ اترو اور اپنی پشت کو کھلا رکھو اور کہو: یَارَبَّ الْعَفْوِ، یَامَنْ اَمَرَ بِالْعَفْوِ، یَامَنْ هُوَ اَوْلٰی بِالْعَفْوِ، یَامَنْ یُثِیْبُ عَلَی الْعَفْوِ، اَلْعَفْوَ اَلْعَفْوَ اَلْعَفْوَ، یَاجَوَادُ یَاکَرِیْمُ یَاقَرِیْبُ یَابَعِیْدُ اُرْدُدْ عَلَیَّ نِعْمَتَکَ، وَاسْتَعْمِلْنِیْ بِطَاعَتِکَ وَمَرْضَاتِکَ (اے پروردگار میں تجھ سے عفو چاہتا ہوں اے وہ ذات جس نے لوگوں کو عفو کرنے کا حکم دیا ہے اور وہ ذات جو عفو کرنے کا زیادہ سزاوار ہے اے وہ ذات جو عفو کرنے پر ثواب دیتا ہے تو عفو کر عفو کر عفو کر۔ اے سخی، اے کرم کرنے والے، اے قریب، اے بعید تو اپنی نعمت میرے پاس بھیج دے اور مجھے اپنی اطاعت میں اپنی مرضی کے مطابق استعمال فرما)۔

پھر وہاں سے بہت سکون وقار کے ساتھ چلو اور اس منارہ کے پاس پہنچو جو سعی کی راہ میں ایک طرف ہے وہاں سے اپنے قدم تیز کرو اور کہو: بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ، اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ [2] وَاهْدِنِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ، اَللّٰهُمَّ اِنَّ عَمَلِیْ ضَعِیْفٌ فَضَاعِفْهُ لِیْ، وَتَقَبَّلْ مِنِّیْ، اَللّٰهُمَّ لَکَ سَعْیِیْ وَبِکَ حَوْلِیْ وَقُوَّتِیْ، فَتَقَبَّلْ عَمَلِیْ یَامَنْ یَقْبَلُ عَمَلَ الْمُتَّقِیْنَ [اللہ کے نام سے اللہ سب سے بڑا ہے اے اللہ اپنی رحمتیں نازل فرما محمدؐ وآل محمدؐ پر۔ اے اللہ مغفرت فرما رحم فرما اور جو میری کوتاہیاں تو جانتا ہے انہیں درگزر کر۔ بیشک تو ہی سب سے زیادہ عزت وکرم والا ہے۔ اور میری ہدایت کر اس (راستے کی) طرف جو سب سے سیدھا ہے۔ اے اللہ بے شک میرا عمل کمزور ہے پس اس میں اضافہ کر دے اور اسے مجھ سے قبول فرما۔ اے اللہ میری سعی تیرے ہی لئے ہے۔ میری قوت تیرے ہی دی ہوئی ہے۔ میری طاقت تیری ہی عطا کردہ ہے پس میرے عمل کو قبول فرما اے صاحبانِ تقویٰ کے عمل کو قبول کرنے والے]۔

اور جب تم عطاروں کے کوچے سے گزر جاؤ تو ہرولہ (تیز قدمی) ختم کر دو۔ (نوٹ: موجودہ مکہ میں عطاروں کا کوچہ اب اس مقام پر نہیں، دو سبز روشنیوں کے درمیان کا فاصلہ ہرولہ کی نشاندہی کرتا ہے) اور سکون ووقار کے ساتھ چلو اور یہ کہو: یَاذَاالْمَنِّ وَالطَّوْلِ وَالْکَرَمِ وَالنَّعْمَاءِ وَالْجُوْدِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ، اَنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ یَاکَرِیْمُ (اے صاحب احسان وبخشش وکرم ونعمت ونجات اپنی رحمتیں نازل فرما محمدؐ وآل محمدؐ پر اور میرے گناہوں کو بخش دے اس لئے کہ اے کریم سوائے تیرے کوئی گناہوں کو نہیں بخشے گا)۔

اور جب تم کوہ مروہ پر پہنچو تو اوپر جا کر کھڑے ہو جاؤ [3] اس طرح کہ خانہ کعبہ تم کو نظر آئے اور وہی دعا پڑھو جو تم نے کوہ صفا پر پڑھی تھی اور اللہ

---

1. 'کافی' ج ۴ ص ۴۳۱ پر معاویہ بن عمار سے صحیح روایت میں حضرت امام جعفرؑ سے تقریباً یہی عبارت مروی ہے۔

2. 'کافی' ج ۴ ص ۴۳۴ پر معاویہ بن عمار سے مروی حسن حدیث سے رجوع کیا جائے۔

3. کلینی نے سماعہ سے موثق حدیث میں بیان کیا ہے کہ امام جعفرؑ سے صفا و مروہ کے درمیان سعی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا: جب تم طواف کعبہ سے فارغ ہو جاؤ جو وادی کے شروع میں تمہارے سیدھے ہاتھ کی طرف ہوگا تو دوڑو یہاں تک کہ مروہ کی وادی سے آگے بڑھنے کے بعد اپنے سیدھے ہاتھ والی راہداری سے گزر جاؤ اور جب وہاں پہنچ جاؤ تو اپنی رفتار کم کر دو اور میانہ رفتار سے چلو۔ اور جب مروہ سے واپس ہو تو راہداری میں وہی کرو جو تمہیں اس سے پہلے بتایا گیا ہے۔ پھر جب بیت اللہ کے دروازے کے سامنے پہنچو جو صفا کے مقابل ہے جب تم وادی کو عبور کر چکے ہو تو رفتار کم کر دو اور میانہ روی سے چلو۔ البتہ یہ سعی مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے نہیں یعنی تیزی سے دوڑنا۔

تعالیٰ سے اپنی حاجتیں طلب کرو اور اپنی دعا میں یہ بھی کہو: یَامَنْ اَمَرَ بِالْعَفْوِ، یَامَنْ یَجْزِیْ عَلَی الْعَفْوِ، یَامَنْ دَلَّ عَلَی الْعَفْوِ، یَامَنْ زَیَّنَ الْعَفْوَ، یَامَنْ یُثِیْبُ عَلَی الْعَفْوِ، یَامَنْ یُحِبُّ الْعَفْوَ، یَامَنْ یُعْطِیْ عَلَی الْعَفْوِ یَامَنْ یَعْفُوْ عَلَی الْعَفْوِ یَارَبَّ الْعَفْوِ اَلْعَفْوَ اَلْعَفْوَ اَلْعَفْوَ (اے وہ ذات جس نے لوگوں کو عفو کرنے کا حکم دیا، اے وہ کہ جو عفو کرنے پر جزا دیتا ہے۔ اے وہ کہ جس نے عفو کی طرف رہنمائی کی ہے اے وہ کہ جس نے عفو کو مزین کیا۔ اے وہ کہ جو عفو کرنے پر ثواب دیتا ہے۔ اے وہ کہ جو عفو کو پسند کرتا ہے۔ اے وہ کہ جو عفو کرنے پر انعام دیتا ہے۔ اے وہ کہ جو عفو کرنے پر عفو کر دیتا ہے۔ اے عفو کے پروردگار! عفو کر عفو کر عفو کر۔)

پھر تم اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑاؤ اور گریہ وزاری کرو۔ اور اگر رونا نہ آئے تو رونے والے کی صورت بناؤ۔ اور کوشش کرو کہ تمہاری آنکھوں میں آنسو آجائے خواہ ایک مکھی کے سر کے برابر کیوں نہ ہو اور دعا میں پوری کوشش کرو پھر کوہ مروہ سے اترو اور کوہ صفا کی طرف چلو اور جب تم عطاروں کے کوچے کے پاس پہنچو تو اپنے قدم تیز کر دو (ہرولہ کرو) اس پہلے منارہ تک جو کوہ صفا کے قریب ہے اور اس منارہ تک پہنچو تو ہرولہ ختم کر دو۔ اور میانہ رفتار کے ساتھ چلو یہاں تک کہ کوہ صفا تک پہنچ جاؤ اور اس پر جا کر کھڑے ہو جاؤ اور اپنا رخ خانہ کعبہ کی طرف کرو اور وہی دعا پڑھو جو تم نے پہلی مرتبہ پڑھی تھی۔ پھر وہاں سے اتر کر کوہ مروہ کی طرف چلو اور وہی کرو جو پہلے کر چکے ہو اور وہی کہو جو پہلے کہہ چکے ہو۔ یہاں تک کہ کوہ مروہ تک پہنچ جاؤ اور اسی طرح کوہ صفا اور کوہ مروہ کے درمیان پھیرے کرو اور وہ اس طرح کہ تمہارا وقوف کوہ صفا پر چار مرتبہ اور کوہ مروہ پر چار مرتبہ ہو اور ان دونوں کے درمیان سعی سات مرتبہ ہو اور کوہ صفا سے شروع کرو اور کوہ مروہ پر ختم کرو۔

اور جو شخص سعی کے اندر ہرولہ ترک کر دے اس طرح کے ہرولہ کے بغیر کچھ دور نکل جائے تو وہ اپنا چہرہ بغیر پھیرے ہوئے الٹے پاؤں واپس ہو کر اس مقام پر پہنچے جہاں سے ہرولہ ترک کیا ہے اور وہیں سے ہرولہ کرے جہاں سے ہرولہ کرنا چاہیے اور وہیں ختم کرے جہاں ختم کرنا چاہیے۔

تقصیر (بال تراشنا)

اور جب تم سعی سے فارغ ہو جاؤ تو کوہ مروہ سے نیچے اترو اور اپنے سر کے بالوں کے اطراف میں سے اور اپنے ابرو میں سے اور اپنی داڑھی میں ذرا ذرا تراش لو اور اپنی مونچھوں میں سے بھی اور ناخن بھی ذرا کاٹو اور تھوڑا اپنے حج کے لئے چھوڑ دو۔ اور جب تم نے یہ سب کچھ کر لیا تو اب احرام کی حالت میں جو جو چیزیں تم پر حرام تھیں وہ سب حلال ہو گئیں اور تمہارے لئے جائز ہے کہ خانہ کعبہ کا جتنا چاہو مستحبی طواف کرو اور کوئی حرج نہیں اگر تم طواف مستحب کی دو رکعت نماز مسجد الحرام کے اندر جہاں چاہو پڑھو۔ اور طواف واجب کی دو رکعت نماز سوائے مقام ابراہیمؑ کے اور کہیں جائز نہیں ہے۔ [1]

پھر جب یوم ترویہ (۸ ذی الحجہ) آجائے تو غسل کرو، اپنا لباس پہنو اور پابرہنہ مسجد الحرام میں بہت سکون و وقار سے داخل ہو۔ اور خانہ کعبہ کا سات مرتبہ مستحبی طواف کرو اور اگر چاہو تو اپنے طواف کی دو رکعت نماز مقام ابراہیمؑ یا حجر اسماعیلؑ میں پڑھو۔ اور بیٹھ جاؤ اور جب زوال آفتاب کا وقت ہو جائے تو نماز فریضہ سے پہلے چھ رکعت نماز پڑھو اس کے بعد نماز فریضہ ادا کرو اور نماز ظہر کے بعد اور چاہو تو نماز عصر کے بعد حج افراد کی نیت سے احرام باندھو اور یہ کہو:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ السَّمَاوٰتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ وَمَافِیْهِنَّ وَمَا بَیْنَهُنَّ وَمَا تَحْتَهُنَّ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ اَنْ تَجْعَلَنِیْ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لَکَ وَآمَنَ بِوَعْدِکَ وَاتَّبَعَ کِتَابَکَ وَاَمْرَکَ فَاِنِّیْ عَبْدُکَ وَفِیْ قَبْضَتِکَ لَا اُوْقٰی اِلَّا مَاوَقَیْتَ، وَلَا آخُذُ اِلَّا مَا اَعْطَیْتَ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ مَا

[1] 'کافی' ج ۴ص ۴۲۴ پر زرارہ نے دونوں ائمہ علیہم السلام میں کسی ایک سے روایت کی ہے کہ فرمایا: تمہیں نہیں چاہیئے کہ طواف فریضہ کی نماز مقام ابراہیمؑ کے قریب کے علاوہ کہیں اور پڑھو اور اگر مستحب طواف ہو تو مسجد میں جہاں چاہو پڑھ لو۔ اور آنجنابؑ کا ارشاد 'نہیں چاہیئے' کراہت ظاہر کرتا ہے اور مشہور حرمت پر محمول ہے۔ (المرآۃ)

اَمَرْتَ بِہٖ مِنَ الْحَجِّ عَلٰی کِتَابِکَ وَسُنَّتَ نَبِیِّکَ صَلَوٰاتُکَ عَلَیْہِ وَآلِہٖ فَقَوِّنِیْ عَلٰی مَاضَعُفْتُ عَنْہُ وَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ وَتَسَلَّمْ مِنِّیْ مَنَاسِکِیْ فِیْ یُسْرٍ مِنْکَ وَعَافِیَۃٍ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَفْدِکَ وَحُجَّاجِ بَیْتِکَ الَّذِیْنَ رَضِیْتَ عَنْھُمْ وَارْتَضَیْتَ وَسَمَّیْتَ وَکَتَبْتَ، اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ قَضَاءَ مَنَاسِکِیْ فِیْ یُسْرٍ مِنْکَ وَعَافِیَۃٍ وَاَعِنِّیْ عَلَیْہِ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ، اَللّٰھُمَّ وَاِنْ عَرَضَ لِیْ عَارِضٌ یَحْبِسُنِیْ فَحَلِّنِیْ حَیْثُ حَبَسْتَنِیْ لِقَدَرِکَ الَّذِیْ قَدَّرْتَ عَلَیَّ وَاصْرِفْ عَنِّیْ سُوْءَ الْقَضَاءِ وَسُوْءَ الْقَدَرِ اَحْرِمُ لَکَ وَجْھِیْ وَشَعْرِیْ وَبَشَرِیْ وَلَحْمِیْ وَدَمِیْ وَمُخِّیْ وَعِظَامِیْ وَعَصَبِیْ مِنَ النِّسَاءِ وَالطِّیْبِ وَالثِّیَابِ اُرِیْدُ بِذٰلِکَ وَجْھَکَ الْکَرِیْمَ وَالدَّارَ الْآخِرَۃَ (نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے جو صاحب حلم وصاحب کرم ہے۔ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے جو بلندی وعظمت والا ہے۔ پاک ہے وہ اللہ جو سات آسمانوں، سات زمینوں اور جو کچھ ان میں اور ان کے درمیان اور ان کے نیچے ہے ان سب کا رب ہے اور عرش عظیم کا بھی رب ہے۔ حمد اس اللہ کی جو تمام جہانوں کا پرورش کرنے والا ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو ہمیں ان لوگوں میں قرار دیدے جنہوں نے تیری دعوت کو قبول کیا اور تیرے وعدے پر ایمان لائے تیری کتاب اور تیرے امر کا اتباع کیا۔ میں تیرا ہی بندہ ہوں اور تیرے قبضہ قدرت میں ہوں۔ میں ان ہی چیزوں سے بچ سکتا ہوں جن سے تو بچائے اور ان ہی چیزوں کو لے سکتا ہوں جو تو عطا فرمادے۔ اے اللہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ تیرے حکم پر تیری کتاب اور تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق حج کروں لہٰذا جن (مناسک کی ادائیگی) میں میرے اندر کمزوری آئے اس میں تو مجھے قوت عطا فرما اور میرے لئے آسان بنادے اور میری طرف سے اسے قبول فرما اور میرے مناسک کو میری طرف سے آسانی اور عافیت کے ساتھ ادا کرادے اور مجھے اپنے گھر کے حج کرنے والوں کے اس گروہ میں شامل کرلے جن سے تو راضی اور خوش ہوا اور جن کا نام تو نے واقعی حاجی رکھا ہے اور ان کا نام حاجیوں کی فہرست میں لکھ لیا ہے۔ اے اللہ مجھے اپنی طرف سے آسانی اور عافیت دیکر مناسک حج ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اس میں میری مدد فرما اور اس کو میری طرف سے قبول فرما۔ اے اللہ اور اگر اس اثنا میں مجھے کوئی ایسا عارضہ لاحق ہوجائے جو رکاوٹ بن رہا ہو تو جس طرح تو نے مجھے اس عارضہ میں مبتلا کرکے روکا ہے اسی طرح اپنی قدرت سے اس عارضہ سے چھٹکارا دیدے۔ اور بری قضا اور بری قدر کو مجھ سے دور کردے۔ میں حرام کررہا ہوں اپنے چہرے، اپنے بال، اپنی کھال، اپنے گوشت، اپنے خون اپنے مغز اپنی رگوں پر عورتوں کو، خوشبو کو اور لباس کو۔ اور اس سے صرف تیری رضامندی وکرم کا اور آخرت کے گھر کا امیدوار ہوں)۔

پھر دل ہی دل میں آہستہ آہستہ چاروں تلبیہات جو فرض ہیں کہو خواہ کھڑے ہوکر خواہ بیٹھ کر خواہ مسجد الحرام کے دروازے کے باہر حجر اسود کی طرف رخ کرکے (اور اس تلبیہ میں) یہ کہو: لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ، وَالْمُلْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ [میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں بیشک ہر طرح کی حمد اور ہر طرح کی نعمت تیری ہے اور ملک بھی (تیرا ہے) تیرا کوئی شریک نہیں]

پھر سکون ووقار کے ساتھ ذکر خدا کرتے ہوئے آگے بڑھو جب مقام رقطاء پر پہنچو جو ردم کے آگے ہے جہاں دونوں راستے ملتے ہیں تو تمہیں ابطح نظر آئے گا وہاں بلند آواز سے تلبیہ کہو اور منیٰ میں آجاؤ۔ اور اسی طرح تلبیہ کہتے رہو جیسے عمرہ میں کہا کرتے تھے۔ اور کثرت کے ساتھ ذی المعارج کہو اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کثرت سے کہا کرتے تھے پھر تم منیٰ کی طرف جاتے ہوئے یہ کہو: اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ اَرْجُوْ، وَاِیَّاکَ اَدْعُوْ فَبَلِّغْنِیْ اَمَلِیْ، وَاَصْلِحْ لِیْ عَمَلِیْ (اے اللہ میں تجھ سے امید رکھتا ہوں، اور تجھ ہی کو پکارتا ہوں، مجھے میری مراد تک پہنچادے اور میرے عمل کی اصلاح فرمادے)۔

اور جب تم منیٰ میں آجاؤ تو یہ کہو: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَقْدَمَنِیْھَا صَالِحاً فِیْ عَافِیَۃٍ وَبَلَّغَنِیْ ھٰذَا الْمَکَانَ، اَللّٰھُمَّ وَھٰذِہٖ مِنًی وَھِیَ مِمَّا مَنَنْتَ بِہٖ عَلٰی اَوْلِیَائِکَ مِنَ الْمَنَاسِکِ فَاَسْاَلُکَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَاَنْ تَمُنَّ عَلَیَّ فِیْھَا بِمَا مَنَنْتَ عَلٰی اَوْلِیَائِکَ

وَاَهْلِ طَاعَتِکَ، فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُکَ وَفِیْ قَبْضَتِکَ (حمد اس اللہ کی جس نے مجھے یہاں بخیر وعافیت پہنچایا۔اے اللہ یہی منٰی ہے اور مناسک حج میں سے ایک ہے جہاں بُلا کر تو نے اپنے اولیاء پر احسان کیا ہے۔میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو محمدؐ وآل محمدؐ پر اپنی رحمتیں نازل فرما اور وہ احسان جو تو نے اپنے اولیاء اور اپنے اطاعت کرنے والوں پر کیا ہے وہی احسان مجھ پر بھی فرما اس لئے کہ میں تیرا بندہ اور تیرے قبضہ قدرت میں ہوں)۔

پھر مغرب وعشاء اور صبح کی نماز مسجد خیف میں پڑھو اور نمازیں تمہاری اس منارہ کے پاس ہونی چاہئیں جو وسط مسجد میں ہے اور منارہ کے ہر طرف تیس (۳۰) ہاتھ مسجد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور آپؐ سے پہلے جو انبیاء آئے انہوں نے بھی ان ہی حدود میں نمازیں پڑھیں۔اور جو تیس ہاتھ سے باہر ہے وہ حدود مسجد میں نہیں ہے۔ ۱؎

عرفات کی طرف روانگی

پھر تم عرفات کی طرف روانہ ہو اور عرفات کی طرف متوجہ ہو کر کہو: اَللّٰهُمَّ اِلَیْکَ صَمَدْتُ، وَاِیَّاکَ اعْتَمَدْتُ، وَوَجْهَکَ اَرَدْتُ، وَقَوْلَکَ صَدَّقْتُ، وَاَمْرَکَ اتَّبَعْتُ، اَسْئَلُکَ اَنْ تُبَارِکَ لِیْ فِیْ اَجَلِیْ، وَاَنْ تَقْضِیَ لِیْ حَاجَتِیْ وَاَنْ تَجْعَلَنِیْ مِمَّنْ تُبَاهِیْ بِهِ الْیَوْمَ مَنْ هُوَ اَفْضَلُ مِنِّیْ [اے اللہ میں نے تیری ہی طرف ارادہ کیا اور تجھ ہی پر اعتماد کیا اور تیری ہی خوشنودی چاہی، تیرے کلام کو سچ جانا اور تیرے ہی حکم کا اتباع کیا میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو میری مدت (حیات) میں برکت دے میری حاجت کو پورا کر اور مجھے ان لوگوں میں قرار دے جن کے سامنے آج کے دن تو فخر کرے ان لوگوں پر جو مجھ سے افضل ہیں]

پھر عرفات کی طرف گزرتے ہوئے تلبیہ کہو اور طلوع آفتاب سے پہلے کسی طرح بھی منٰی سے نہ نکلو اور جب تم عرفات پہنچو تو نمرہ میں مسجد کے قریب اپنا خیمہ نصب کرو اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا خیمہ اور قبہ وہیں نصب کیا تھا۔جب یوم عرفہ کے دن زوالِ آفتاب ہو جائے تو تلبیہ ترک کر دو ۲؎ غسل کرو۔اور ظہر وعصر کی دونوں نمازیں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھو،نماز میں جلدی کرو دونوں کو ایک ساتھ جمع کر کے پڑھو تاکہ دعا کے لئے فارغ ہو جاؤ اس لئے کہ یہ دعا اور طلب حاجت کا دن ہے۔پھر اپنے موقف (پڑاؤ) پر سکون ووقار کے ساتھ آؤ اور دامن کوہ ۳؎ میں سر راہ کھڑے ہو کر دعائے موقف (جو ذیل میں درج ہے) پڑھو اور اپنے والدین کے لئے بہت زیادہ دعا کرو اور ان کی مغفرت کی اپنے رب سے دعا مانگو اور دعا کیلئے بغیر طہارت اور بغیر غسل ہرگز نہ کھڑے ہو اور غروب آفتاب تک وہاں سے ہرگز نہ نکلو اس لئے کہ اگر تم عرفات سے قبل غروب آفتاب نکلے تو تم پر

۱؎ کلینی نے ج ۴ ص ۵۱۹ پر صحیح حدیث میں معاویہ بن عمار سے اور انہوں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: مسجدِ خیف سے نماز پڑھو اور وہ منٰی کی مسجد ہے اور رسول اللہؐ کے دور میں وہ اس منارہ کے پاس تھی جو وسطِ مسجد میں ہے اور اس سے اوپر تھی قبلہ کی طرف تقریباً تیس ہاتھ دائیں اور بائیں اور تقریباً اسی طرح پیچھے چنانچہ۔فرمایا: پس اس کی چھان بین کر لو اور اگر ہو سکے تو اپنا مصلی اس میں بچھاؤ اور ایسا ہی کرو اس لئے کہ اس میں ایک ہزار انبیاء نے نماز پڑھی ہے اور خیف کو یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ وہ وادی سے بلند ہے۔اور جو اس سے بلند ہو اسے خیف کہتے ہیں۔

۱؎ کلینی نے ج ۴ ص ۴۶۲ پر صحیح حدیث میں محمد بن مسلم سے اور انہوں نے ابوجعفر (امام باقر) علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: حاجی عرفہ کے روز زوالِ آفتاب پر تلبیہ منقطع کر دیتا ہے۔اور صحیح کی مانند حسن حدیث میں معاویہ بن عمار نے امام جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے: رسول اللہؐ نے روزِ عرفہ جب زوالِ آفتاب ہونے لگا تو تلبیہ منقطع کر دی۔اور علی بن حسین علیہما السلام روزِ عرفہ زوالِ آفتاب کے وقت تلبیہ منقطع کر دیتے تھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب تم تلبیہ ترک کر دو تو تم پر تہلیل وتحمید وتمجید اور اللہ عزوجل کی ثنا کرنا ضروری ہے۔

۲؎ مسمع کی روایت میں حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرمایا: عرفات تمام موقف ہے اور افضلِ موقف دامنِ کوہ ہے۔اور کافی ج ۴ ص ۴۶۳ پر صحیح حدیث میں معاویہ بن عمار نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: پہاڑ کے بائیں جانب کھڑے ہو اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفات میں پہاڑ کے بائیں جانب وقوف کیا تھا۔

ایک بکری ذبح کرنا (کفارہ میں) لازم ہوگا۔[1]

دعائے موقف

(۳۱۳۶) زرعہ نے ابی بصیر سے روایت کی ہے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپؑ نے ارشاد فرمایا: جب تم موقف پر آؤ تو خانہ کعبہ کی طرف رخ کرو اور

سو مرتبہ کہو سُبْحَانَ اللّٰهِ

سو مرتبہ کہو اَللّٰهُ اَکْبَرُ

سو مرتبہ کہو مَاشَاءَ اللّٰهُ لَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

سو مرتبہ کہو اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْکَ لَهُ، لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ ، وَيُمِيْتُ وَيُحْيِيْ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى کُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے ملک ہے اسی کے لئے حمد ہے وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے، وہی مارنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔ اسی کے دستِ قدرت میں خیر و بھلائی ہے اور وہی ہر شے پر قادر ہے)۔

پھر سورہ بقرہ کی ابتداء کی دس آیتیں پڑھو، پھر سورہ قل ہو اللہ احد تین مرتبہ پڑھو، پھر آیۃ الکرسی پڑھ کر فارغ ہو جاؤ اس کے بعد آیہ سخرہ پڑھو جو یہ ہے: اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيْثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهِ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَکَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (سورہ اعراف آیت ۵۴) (بیشک تمہارا پروردگار خدا ہی ہے جس نے چھ دنوں میں آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا پھر عرش کے بنانے پر آمادہ ہوا۔ وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے تو گویا رات دن کو پیچھے پیچھے تیزی سے ڈھونڈتی پھرتی ہے اور اسی نے آفتاب و ماہتاب اور ستاروں کو پیدا کیا۔ یہ سب اسی کے حکم کے تابعدار ہیں دیکھو حکومت اور پیدا کرنا بس خاص اسی کے لئے ہے وہ خدا جو سارے جہان کا پروردگار ہے بڑا بابرکت والا ہے)۔

پھر قل اعوذ برب الفلق پڑھو، پھر سورہ قل اعوذ برب الناس اور جب ان دونوں سے فارغ ہو جاؤ تو اس کے بعد ہر وہ نعمت جو اللہ تعالیٰ نے تم کو عطا کی ہے اس پر اللہ کی حمد کرو اور ایک ایک کر کے ان نعمتوں کا ذکر کرو جہاں تک بھی تم ان کو شمار کر سکو اور جو کچھ بھی اللہ نے تم کو اہل (وعیال) و مال دیا ہے اس پر اللہ کی حمد کرو جن جن چیزوں سے اللہ نے تم کو آزمایا ہے ان پر اللہ کی حمد کرو۔ اور یہ کہو: اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰى نَعْمَائِکَ الَّتِيْ لَا تُحْصٰى بِعَدَدٍ وَلَا تُکَافٰى بِعَمَلٍ (اے اللہ تیری ان عطا کردہ نعمتوں پر تیرا شکر جو لاتعداد و لاتحصٰی ہیں اور کسی عمل سے اس کا بدلہ نہیں اتارا جا سکتا)۔

پھر قرآن میں جہاں جہاں اور جس جس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی حمد کی ہے وہ آیتیں پڑھ کر اس کی حمد کرو۔ اور قرآن میں جس جس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی تسبیح کا ذکر کیا ہے اسے پڑھ کر اس کی تسبیح کرو۔ اور قرآن میں جس جس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لا الٰہ الا اللہ کہا تم اسے پڑھ کر اس کی تہلیل کرو پھر محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجو اور کثرت سے اور پوری کوشش سے درود بھیجو اور قرآن میں جو جو نام اللہ نے اپنے لئے رکھے ہیں تم وہ نام لے کر اس کو پکارو، جو نام تم کو اللہ کے لئے پسند ہوں اس سے اس کو پکارو۔ اور سورہ حشر میں جو اسماء اس کے مذکور ہیں اس سے اس کو پکارو اور یہ کہو: اَسْاَلُکَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ بِکُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَکَ وَاَسْاَلُکَ بِقُوَّتِکَ وَقُدْرَتِکَ وَعِزَّتِکَ، وَبِجَمِيْعِ مَا اَحَاطَ بِهِ عِلْمُکَ، وَبِجَمْعِکَ وَبِاَرْکَانِکَ کُلِّهَا، وَبِحَقِّ رَسُوْلِکَ، صَلَوٰتُکَ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَبِاسْمِکَ الْاَکْبَرِ الْاَکْبَرِ، وَبِاسْمِکَ الْعَظِيْمِ الَّذِيْ مَنْ دَعَاکَ بِهِ کَانَ

---

[1] حدیث ۲۹۸۷ کے ذیل سے رجوع کیا جائے جہاں اونٹ ذبح کرنے کو احوط بتایا گیا ہے۔

حَقّاً عَلَیْکَ اَنْ تُجِیْبَہٗ وَبِاسْمِکَ الْاَعْظَمِ الْاَعْظَمِ الَّذِیْ مَنْ دَعَاکَ بِہٖ کَانَ حَقّاً عَلَیْکَ اَنْ لَاتَرُدَّہٗ وَاَنْ تُعْطِیَہٗ مَاسَاَلَ اَنْ تَغْفِرَلِیْ جَمِیْعَ ذُنُوْبِیْ فِیْ جَمِیْعِ عِلْمِکَ فِیَّ (اے اللہ اے رحمٰن میں سوال کرتا ہوں تجھ سے ہر اس اسم کے واسطے جو تیرا ہے اور قوت اور تیری قدرت تیری عزت اور ان تمام چیزوں کے واسطے سے جو تیرے علم کے احاطہ میں ہیں اور سارے ارکان کے واسطے سے اور تیرے رسول اور ان کی آل کے واسطے سے اور تیرے بزرگتر سے بزرگترین اسم کے واسطے سے، تیرے اس عظیم اسم کے واسطے سے کہ جو شخص اس اسم سے تجھ کو پکارے تو تجھ پر حق ہوتا ہے کہ اس کا جواب دے اور عظیم تر بلکہ عظیم ترین اسم کے واسطے سے کہ جو شخص اس اسم کے واسطے سے تجھ سے دعا کرے تو تجھ پر حق ہے کہ اس کی دعا کو رد نہ کرے اور جو کچھ مانگتا ہے وہ اس کو عطا کردے۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ تو میرے ان سارے گناہوں کو بخش دے جو تیرے علم میں ہیں)۔

پھر تم اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی تمام حاجتیں طلب کرو اور آئندہ سال بلکہ ہر سال حج کی تمنا کا اظہار کرو اور اللہ سے جنت کی دعا ستر مرتبہ کرو اور ستر مرتبہ توبہ کرو۔ اور اپنی دعا میں کہو: اَللّٰھُمَّ فُکَّنِیْ مِنَ النَّارِ وَاَوْسِعْ عَلَیَّ مِنْ رِزْقِکَ الْحَلَالِ الطَّیِّبِ، وَادْرَأْعَنِّیْ شَرَّ فَسَقَۃِ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ، وَشَرَّ فَسَقَۃِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ (اے اللہ مجھے جہنم سے چھڑا لے اور میرے حلال وطیب رزق میں وسعت عطا فرما۔ اور فاسق جنوں اور انسانوں کے شر کو اور فاسق عربوں اور عجمیوں کے شر کو مجھ سے دور رکھ)۔

اور اگر یہ دعا ختم ہو جائے اور ابھی آفتاب غروب نہ ہوا ہو تو اس دعا کو پھر سے پڑھو اور دعا میں تضرع کرتے کرتے اکتا نہ جاؤ۔

(۳۱۳۷) معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں یوم عرفہ کی دعا نہ بتاؤں اور یہ دعا وہی ہے جو مجھ سے قبل کے انبیاء نے کی تھی؟ حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: یا رسول اللہ ارشاد فرمائیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا: اچھا تو روز عرفہ یہ کہا کرو: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ، یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ، وَیُمِیْتُ وَیُحْیِیْ، وَھُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ، وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ کَمَا تَقُوْلُ وَخَیْرَ مَایَقُوْلُ الْقَائِلُوْنَ، اَللّٰھُمَّ لَکَ صَلَاتِیْ وَدِیْنِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ، وَلَکَ تُرَاثِیْ وَبِکَ حَوْلِیْ وَمِنْکَ قُوَّتِیْ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْفَقْرِ وَمِنْ وَسْوَاسِ الصَّدْرِ وَمِنْ شَتَاتِ الْاَمْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَاتَاْتِیْ بِہِ الرِّیَاحُ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَاتَاْتِیْ بِہِ الرِّیَاحُ وَاَسْاَلُکَ خَیْرَ اللَّیْلِ وَخَیْرَ النَّھَارِ (اس اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ ملک اس کے لئے ہے اور حمد بھی اس کے لئے ہے۔ وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ وہی مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے۔ وہ ایسا زندہ ہے کہ کبھی نہیں مرے گا۔ اس کے دست قدرت میں خیر ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اے اللہ تیرے لئے اس طرح کی حمد ہے جس طرح کی تو اپنی حمد کرتا ہے اور تیرے لئے اس سے بھی بہتر حمد ہے جس طرح کی حمد کرنے والے کرتے ہیں۔ اے اللہ! میری نماز اور میرا دین، میری زندگی اور میری موت تیرے ہی لئے ہے۔ اور میری میراث بھی تیرے لئے ہے اور میری طاقت بھی تیری دی ہوئی ہے میری قوت بھی تیری عطا کردہ ہے۔ اے اللہ میں فقر سے اور دل کے وسواس سے اور امور کی پریشانی اور پراگندگی سے اور جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ میں تجھ سے اس خیر کا طالب ہوں جو ہوائیں لیکر آتی ہیں اور اسی شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو ہوائیں اپنے ساتھ لاتی ہیں اور تجھ سے رات اور دن دونوں کی خیر اور بھلائی چاہتا ہوں)۔

(۳۱۳۸) اور عبداللہ بن سنان کی روایت میں ہے (کہ یہ دعا پڑھے): اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْراً وَفِیْ سَمْعِیْ (نُوْراً) وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْراً وَفِیْ لَحْمِیْ وَدَمِیْ وَعِظَامِیْ وَعُرُوْقِیْ وَمَفَاصِلِیْ وَمَقْعَدِیْ وَمَقَامِیْ وَمَدْخَلِیْ وَمَخْرَجِیْ نُوْراً، وَاَعْظِمْ لِیْ نُوْراً یَارَبِّ یَوْمَ اَلْقَاکَ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (اے اللہ تو میرے دل میں اور میرے کانوں میں نور اور میری آنکھوں میں نور اور میرے گوشت، میرے خون، میری ہڈیوں، میری رگوں، میرے جوڑوں، میری جائے نشست، میری جائے قیام، میرے داخل ہونے اور میرے خارج ہونے کی جگہ میں نور پیدا کردے اور میرے نور کو

اس دن زیادہ کر دے جس دن میں تجھ سے ملاقات کروں گا بیشک تو ہر شے پر قادر ہے)۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ دعا عرفہ کے موقف کے لئے پوری اور کافی ہے اور موقف عرفہ کے لئے میں نے ایک جامع دعا اپنی کتاب دعائے موقف میں نقل کر دی ہے جو چاہے اس دعا کو پڑھے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

عرفات سے کوچ

پس جب یوم عرفہ آفتاب غروب ہو جائے تو پورے سکون و وقار کے ساتھ استغفار کرتے ہوئے وہاں سے روانہ ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (سورہ بقرہ آیت ۱۹۹) (اور جہاں سے لوگ چلیں وہیں سے تم بھی چلو اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا مانگتے ہوئے بیشک اللہ بخشنے اور رحم کرنے والا ہے۔) [۱]

(۳۱۳۹) زُرعہ نے ابو بصیر سے روایت کی ان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب یوم عرفہ آفتاب غروب ہو رہا ہو تو کہو: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ آخِرَ الْعَهْدِ مِنْ هٰذَا الْمَوْقِفِ وَارْزُقْنِيهِ اَبَدًا مَا اَبْقَيْتَنِي، وَاقْلِبْنِي الْيَوْمَ مُفْلِحًا مُنْجِحًا مُسْتَجَابًا لِي، مَرْحُومًا مَغْفُورًا لِي بِاَفْضَلِ مَا يَنْقَلِبُ بِهِ الْيَوْمَ اَحَدٌ مِنْ وَفْدِكَ وَحُجَّاجِ بَيْتِكَ الْحَرَامِ وَاجْعَلْنِي الْيَوْمَ مِنْ اَكْرَمِ وَفْدِكَ عَلَيْكَ، وَاَعْطِنِي اَفْضَلَ مَا اَعْطَيْتَ اَحَدًا مِنْهُمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ (وَالْعَافِيَةِ) وَالرَّحْمَةِ وَالرِّضْوَانِ وَالْمَغْفِرَةِ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا اَرْجِعُ اِلَيْهِ مِنْ اَهْلٍ اَوْ مَالٍ اَوْ قَلِيلٍ اَوْ كَثِيرٍ وَبَارِكْ لَهُمْ فِيَّ (اے اللہ اس مقام پر وقوف کرنے کا میرے لئے آخری موقع نہ قرار دینا اور مجھے تا ابد اس کا موقع دیتے رہنا جب تک تو مجھے باقی رکھتا ہے اور آج مجھے یہاں سے ایسی حاجت میں پلٹانا کہ میں فلاح یافتہ، نجات حاصل کیا ہوا ہو جاؤں۔ میری دعائیں مستجاب ہو جائیں اور میں رحم کیا ہوا اور مغفرت کیا ہوا ہو جاؤں اور آج کے دن میں اس طرح واپس ہوں کہ تیرے گھر آنے والے حاجیوں سے افضل رہوں، اور آج تو نے ان میں سے جس کسی کو بھی خیر و برکت و عافیت و راحت و رضوان و مغفرت عطا کی ہے مجھے اس سے بہتر و افضل یہ چیزیں عطا فرما۔ اور جن چیزوں کی طرف میں مراجعت کروں، خواہ وہ اہل و عیال ہوں خواہ مال و دولت خواہ قلیل ہوں خواہ کثیر مجھے ان کے اندر برکت دے اور ان لوگوں کو میرے اندر برکت عطا فرما) [۲]

اور جب تم وہاں سے کوچ کرو تو رفتار میں نرمی رکھو آہستہ آہستہ چلو دوڑ بھاگ نہ کرو جیسا کہ عام طور پر لوگ پہاڑوں اور وادیوں میں کرتے ہیں اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ناقہ کو اتنا روکے رہتے تھے کہ ناقہ کا سر آنحضرت کے زانو سے مل جاتا اور آہستہ آہستہ چلنے کا حکم دیتے اور آپ کی سنت ہی وہ سنت ہے جس کی اتباع کی جاتی ہے اور جب تم سرخ رنگ کے اس ٹیلہ کے پاس پہنچو جو راستہ کے دائیں جانب ہے تو یہ کہو: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ مَوْقِفِي، وَبَارِكْ لِي فِي عَمَلِي، وَسَلِّمْ لِي دِينِي، وَتَقَبَّلْ مَنَاسِكِي، (اے اللہ تو میرے موقف پر رحم فرما اور میرے عمل میں برکت دے میرے دین کو سلامت رکھ میرے مناسک کو قبول فرما)۔

اور جب تم مزدلفہ پہنچو جس کا نام جمع بھی ہے تو دائیں جانب بطن وادی میں اترو اور ان حوضوں سے ہرگز آگے نہ بڑھو جو وادی محسر کے پاس ہیں اس لئے کہ وہی جمع اور منیٰ کے درمیان حد فاصل ہے (موجودہ زمانے میں وہاں دیواروں کے ذریعے حد فاصل قائم کی گئی ہے۔ ناشر) وہاں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ مغرب و عشاء کی نماز پڑھو۔ نماز عشاء کے بعد نوافل مغرب پڑھو۔ اور مغرب کی نماز قربانی کی شب مزدلفہ کے علاوہ کہیں اور نہ پڑھو اور مزدلفہ ہی میں شب بسر کرو۔ اور وہاں تمہاری دعاؤں میں یہ بھی ہونا چاہیے کہ

اَللّٰهُمَّ هٰذِهِ جَمْعٌ فَاجْمَعْ لِي فِيهَا جَوَامِعَ الْخَيْرِ كُلِّهِ، اَللّٰهُمَّ لَا تُؤْيِسْنِي مِنَ الْخَيْرِ الَّذِي سَاَلْتُكَ اَنْ تَجْمَعَهُ لِي فِي قَلْبِي

---

[۱] یہاں تک 'تہذیب' ج ۵ ص ۴۹۹ پر باب 'عرفات سے کوچ' میں ہے۔

[۲] جیسا کہ 'کافی' ج ۴ ص ۴۶۷ پر معاویہ بن عمار کی روایت میں ہے۔

وَعَرَّفْنِي مَا عَرَّفْتَ أَوْلِيَائَكَ فِي مَنْزِلِي هٰذَا وَهَبْ لِي جَوَامِعَ الْخَيْرِ وَالْيُسْرَ كُلِّهِ (اے اللہ یہ مقام جمع ہے لہٰذا اس میں میرے اندر تمام جوامع خیر جمع کردے اے اللہ مجھے مایوس نہ کر اس خیر سے جس کی میں نے درخواست کی ہے کہ اسے میرے قلب میں جمع فرما دے اور اس منزل میں مجھے بھی ان چیزوں کی معرفت عطا کر جن کی معرفت تو نے اولیاء کو عطا کی ہے اور مجھے جوامع خیر عطا فرما اور ہر طرح کی آسانی عطا فرما۔)

اور اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ اس شب میں نہ سوؤ (بیدار رہو) تو ایسا ہی کرو۔ اس لئے کہ اس شب میں آسمانوں کے دروازے بند نہیں کیے جاتے اس میں مومنین کی آوازیں اس طرح مسلسل جاری رہتی ہیں جیسے شہد کی مکھیوں کی آوازیں اور اللہ تعالیٰ کہتا ہے: میں تم لوگوں کا رب ہوں اور تم لوگ میرے بندے ہو۔ اے میرے بندو! تم لوگوں نے میرے حق کو ادا کیا تو پھر مجھ پر لازم ہے کہ میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں۔ پس جو شخص اس شب میں اپنا گناہ جھاڑ دینا چاہے جھاڑ دیئے جاتے ہیں جو شخص اپنے گناہ معاف کرانا چاہے معاف کر دیئے جاتے ہیں۔[1]

رمی جمرات کے لئے مقام جمع سے سنگریزے لینا

اور رمی جمرات کے لئے مقام جمع سے سنگریزے چنو اور اگر چاہو تو منیٰ میں اپنے راحلہ ہی سے سنگریزے چنتے جاؤ۔ اور ان سنگریزوں کو نہ لو جو رمی جمرات میں استعمال ہو چکے ہیں۔ اور پتھروں کو توڑ کر سنگریزے نہ بناؤ جیسا کہ عوام الناس کرتے ہیں اور رمی جمرات کے لئے تم حدود حرم میں سے جہاں سے چاہو سنگریزے اُٹھاؤ کوئی حرج نہیں ہے سوائے مسجد الحرام اور مسجد خیف کے اور سنگریزوں کو ابلق اور چتی دار ہونا چاہیے انگلیوں کی ایک پور کے برابر یا کوڑیوں کے برابر ہوں اور انہیں دھولو۔ اور یہ عدد میں ستر ہوں جنہیں تم اپنے لباس کے ایک گوشے میں باندھ کر محفوظ کرلو۔

مشعر الحرام میں وقوف

اور جب فجر طالع ہو جائے تو صبح کی نماز پڑھو اور دامن کوہ میں وقوف کرو اور وہ (شخص جس نے اس سے پہلے کوئی حج نہیں کیا) جس کا یہ پہلا حج ہے اس کے لئے مستحب ہے کہ مشعر الحرام کو اپنے پاؤں سے روندے یا اگر کسی سواری پر ہے تو اس سے روندے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ (سورہ بقرہ آیت ۱۹۸) (جب تم عرفات سے چل کھڑے ہو تو مشعر الحرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو اور اس کو اس طرح یاد بھی کرو جس طرح تمہیں بتایا ہے اگرچہ اس سے پہلے تم گمراہوں میں سے تھے۔)

اور تم پر یہ لازم ہے کہ وہاں غسل کر کے وقوف کرو اور یہ دعا پڑھو:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ، وَرَبَّ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ، وَرَبَّ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ وَزَمْزَمَ، وَرَبَّ الْأَيَّامِ الْمَعْلُومَاتِ فُكَّ رَقَبَتِي مِنَ النَّارِ وَأَوْسِعْ عَلَيَّ مِنْ رِزْقِكَ الْحَلَالِ، وَادْرَأْ عَنِّي شَرَّ فَسَقَةِ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَشَرَّ فَسَقَةِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ خَيْرُ مَطْلُوبٍ إِلَيْهِ وَخَيْرُ مَدْعُوٍّ وَخَيْرُ مَسْئُولٍ وَلِكُلِّ وَافِدٍ جَائِزَةٌ فَاجْعَلْ جَائِزَتِي فِي مَوْطِنِي هٰذَا أَنْ تُقِيلَنِي عَثْرَتِي، وَتَقَبَّلَ مَعْذِرَتِي، وَتَجَاوَزَ عَنْ خَطِيئَتِي، وَتَجْعَلَ التَّقْوَىٰ مِنَ الدُّنْيَا زَادِي، وَتَقْلِبَنِي مُفْلِحاً، مُنْجِحاً، مُسْتَجَاباً لِي بِأَفْضَلِ مَا يَرْجِعُ بِهِ أَحَدٌ مِنْ وَفْدِكَ وَحُجَّاجِ بَيْتِكَ الْحَرَامِ (اے اللہ! اے مشعر الحرام کے رب، اے رکن و مقام کے رب، اے حجر اسود اور زمزم کے رب، اے ایام معلومہ کے رب، جہنم سے میری گلوخلاصی کردے اور اپنا رزق حلال مجھ پر وسیع کردے اور فاسق جنوں اور انسانوں کے شر کو اور فاسق عربوں اور عجمیوں کے شر کو مجھ سے دور رکھ۔ اے اللہ تو ان سب سے بہتر ہے جن کو تلاش کیا جاتا ہے اور ان سب سے بہتر ہے جن کو پکارا جاتا ہے اور ان سب سے بہتر ہے جن سے سوال کیا جاتا ہے۔ اور

---

[1] کلینی نے ج ۴ ص ۴۶۹ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں حلبی سے اور انہوں نے امام جعفرؑ سے یہی دعا اور اس کے بعد کی ہدایات نقل کی ہیں۔

ہر آنے والے کے لئے انعام ہوتا ہے پس تو میرا انعام اس مقام پر یہ قرار دے کہ میرے گناہوں کو بخش دے، میری معذرت قبول فرما اور میری خطاؤں کو درگذر کر۔ اور دنیا سے میرا توشۂ آخرت تقویٰ قرار دے اور مجھے ایسی حالت میں بدل دے کہ میں فلاح یافتہ و نجات یافتہ ہو جاؤں میری دعائیں قبول ہو جائیں اور یہ تبدیلی ایسی ہو کہ تیرے بیت الحرام آکر واپس جانے والے جتنے حاجی ہیں میں ان میں سب سے افضل و بہتر رہوں۔) ۱

پھر اپنی ذات کے لئے، اپنے والدین کے لئے، اپنی اولاد و اہل و عیال کے لئے، اپنے مال و دولت کے لئے اور اپنے برادرانِ ایمانی کے لئے اور مومنات کے لئے بہت بہت دعائیں مانگو اس لئے کہ یہ مقام بہت باشرف اور عظیم ہے اور یہاں وقوف کرنا فرض ہے۔ اور جب آفتاب طلوع ہو جائے تو اللہ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کا سات مرتبہ اعتراف کرو اور سات مرتبہ توبہ کرو۔ اور جب مقام جمع میں لوگوں کی کثرت ہوتی ہے اور جگہ کم پڑتی ہے تو لوگ ما زمین پر چڑھ جاتے ہیں۔

مشعر الحرام سے روانگی

پھر جب آفتاب جبل ثبیر کے اوپر نمودار ہو جائے اور اونٹوں کے پاؤں کے نشانات نظر آنے لگیں تو مشعر الحرام سے کوچ کرو قبل طلوع آفتاب ہرگز روانہ نہ ہو ورنہ ایک بکری کا ذبح کرنا تم پر لازم آئے گا۔ اور لازم ہے کہ انتہائی سکون وقار کے ساتھ روانہ ہو اگر تم پا پیادہ چل رہے ہو یا سواری پر ہو تو دونوں صورتوں میں درمیانی چال سے چلو اور تم پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کرتے ہوئے چلو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (سورہ بقرہ آیت ۱۹۹) (جہاں سے لوگ چل کھڑے ہوں وہیں سے تم بھی چل کھڑے ہو اور اللہ سے مغفرت کی دعا مانگو بیشک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے)

اور مشعر الحرام سے لوگوں کے کوچ کے بعد وہاں قیام کرنا مکروہ ہے۔

اور جب تم وادی مُحَسّر تک پہنچو جو جمع اور منیٰ کے درمیان ایک بڑی وادی ہے اور منیٰ سے زیادہ قریب ہے تو پھر سو قدم کی مقدار میں قدم تیز کرو (دُلکی چال سے چلو) اور اگر تم کسی سواری پر ہو تو اپنی سواری کو حرکت دو اور یہ کہو: رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ (اے پروردگار میری مغفرت کر، مجھ پر رحم فرما اور میرے ان گناہوں کو درگذر کر جن کا تجھے علم ہے بیشک تو سب سے زیادہ عزت و کرم والا ہے۔)

جیسا کہ تم نے مکہ کے اندر صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے کہا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس موقع پر اپنے ناقہ کو حرکت دیتے تھے اور کہتے تھے: اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ عَهْدِيْ وَاقْبَلْ تَوْبَتِيْ وَاَجِبْ دَعْوَتِيْ وَاخْلُفْنِيْ فِيْمَنْ تَرَكْتُ بَعْدِيْ (اے اللہ میرے عہد کو تسلیم کر۔ میری توبہ قبول فرما میری دعا مستجاب کر اور اپنے بعد میں جن لوگوں کو چھوڑ دوں ان کی دیکھ بھال میں میری اچھی نیابت فرما۔) ۲

اور جو شخص وادی محسر میں سعی ترک کردے تو اس پر لازم ہے کہ واپس جائے اور اس میں سعی کرے اور اگر کسی کو وادی محسر کے حدود معلوم نہ ہوں تو لوگوں سے دریافت کرے۔ اس کے بعد منیٰ جائے۔ ۳

---

۱ کلینی نے ج ۴ ص ۴۶۹ پر صحیح حدیث میں معاویہ بن عمار سے اور انہوں نے حضرت امام جعفرؑ سے تقریباً یہی عبارت نقل کی ہے۔

۲ کلینی نے ج ۴ ص ۴۷۱ پر صحیح حدیث میں معاویہ بن عمار سے اور انہوں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے الفاظ کے معمولی فرق سے یہی روایت نقل کی ہے۔

۳ کتاب ہذا کی حدیث ۲۹۹۰ کے ذیل میں 'کافی' ج ۴ ص ۴۷۰ سے رجوع کیا جائے۔

منیٰ کی طرف واپسی اور رمی جمرات

جب تمہاری سواری منیٰ پہنچے تو باطہارت ہو کر جمرہ عقبہ کا قصد کرو۱ اور وہ بالکل آخری جمرہ ہے اور اب تمہارے پاس جو سنگریزے ہیں ان میں سے سات عدد نکالو اور اس وادی کے وسط میں قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو جاؤ۔ تمہارے اور جمرہ کے درمیان دس یا پندرہ قدم کا فاصلہ ہو۔ تمہارے بائیں ہاتھ میں سنگریزے ہوں اور قبلہ رو ہو کر یہ کہو: اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ حَصَیَاتِیْ فَاَحْصُھُنَّ لِیْ وَارْفَعْھُنَّ فِیْ عَمَلِیْ (اے اللہ یہ میرے سنگریزے ہیں ان کو میرے لئے گن رکھ اور میرے عمل میں ان کو بلند کر)۔

پھر ان سنگریزوں میں ایک ایک لو اور جمرہ کے سامنے کی طرف سے اس کو مارو اور اوپر کی طرف سے نہ مارو اور ہر سنگریزہ مارتے وقت یہ کہو: اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰھُمَّ ادْحَرْ عَنِّی الشَّیْطَانَ وَجُنُوْدَہٗ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا، وَعَمَلًا مَّقْبُوْلًا وَسَعْیًا مَّشْکُوْرًا، وَذَنْبًا مَّغْفُوْرًا، اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَتَصْدِیْقًا بِکِتَابِکَ وَعَلٰی سُنَّۃِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ (اللہ سب سے بڑا ہے، اے اللہ مجھ سے شیطان کو دور رکھ۔ خدوندا میں نے تیری کتاب کی تصدیق کی اور تیرے نبی مکرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر ہوں، پروردگار میرے لئے حج کو مبرور اور عمل کو مقبول اور سعی کو مشکور اور گناہوں کو مغفور قرار دے۔ اے اللہ تجھ پر ایمان رکھتے ہوئے تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر قائم رہتے ہوئے میں رمی کر رہا ہوں)۔ ۲

اسی طرح تم سات سنگریزے مارو اور یہ بھی جائز ہے ہر سنگریزہ مارتے وقت ایک مرتبہ اللہ اکبر کہو۔ اور اگر تمہارا کوئی سنگریزہ جمرہ کے پاس یا راستہ میں گر جائے تو جہاں گرا ہے وہیں اپنے پاؤں کے نیچے سے سنگریزہ اٹھا لو اور وہ سنگریزہ نہ اٹھاؤ جس سے جمرہ کو مارا گیا ہو۔

اور جب تم نے جمرہ عقبہ کو سنگریزے مار لیے تو سوائے عورت اور خوشبو کے اور تمام چیزیں تم پر حلال ہو گئیں ۳ پھر تم دوسرے دن، تیسرے

---

۱ کلینیؒ نے ج ۴ ص ۴۸۲ پر صحیح حدیث میں محمد بن مسلم سے نقل کیا ہے کہ میں نے ابوجعفر علیہ السلام سے رمی جمرات کے متعلق سوال کیا تو فرمایا: رمی نہ کرو جب تک تم پاک نہ ہو۔۔۔۔ یہ استحباب کی تاکید پر محمول ہے جب ممکن ہو اور آسانی ہو۔ اور اس قول پر علماء کا اجماع ہے جیسے شیخ مفید، سید مرتضیٰ اور ابن جنید۔ رحمھم اللہ۔ پس وہ اس کے وجوب کے قائل ہیں۔ اور استحباب کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جسے شیخ نے 'تہذیب' میں اپنی قوی اسناد سے حمید بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے غیر طہارت میں رمی جمار کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا: رمی جمار ہمارے نزدیک صفا و مروہ کے درمیان ناپاکی کی حالت میں سعی کرنے کے مترادف ہے کہ اس میں تمہیں کوئی ضرر نہیں ہے البتہ پاکی کو میں بہت پسند کرتا ہوں چنانچہ اگر قدرت ہو تو ایسا نہ کرو۔

اور کلینی نے صحیح کی مانند حسن حدیث میں حلبی سے اور انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں نے تو آنجنابؑ سے رمی جمار کے لئے غسل کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا: اگر چاہو تو ایسا کر لو لیکن یہ سنت نہیں ہے البتہ اگر گرمی ہو یا پسینہ آ رہا ہو۔

۲ کلینی نے ج ۴ ص ۴۷۸ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں معاویہ بن عمار سے اور انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: مارنے کے لئے سنگ ریزے لو پھر جمرہ قصوی پر آؤ جو عقبہ کے پاس ہے پس اسے سامنے سے مارو اوپر سے نہیں اور کہو اور سنگریزے تمہارے ہاتھ میں ہوں: اللھم ھولاءِ حصیاتی فاحصھن لی وارفعھن فی عملی۔ پھر کنکری مارو اور ہر مرتبہ کہو: اللہ اکبر. اللھم ادحر عنی الشیطان، اللھم تصدیقاً بکتابک وعلی سنۃ نبیک (ص) اللھم اجعلہ حجاً مبروراً، وعملاً مقبولاً، وسعیاً مشکوراً، وذنباً مغفوراً، لیکن تمہارے اور جمرہ کے درمیان دس یا پندرہ ہاتھ کا فاصلہ ہونا چاہیئے۔ پھر جب تم اپنی سواری کی طرف آؤ اور واپس ہونے لگو تو کہو: اللھم بک وثقت وعلیک توکلت فنعم الرب، نعم المولی ونعم النصیر۔ نیز فرمایا: جب تم رمی کرو تو تمہیں پاک ہونا چاہیئے۔

۳ یہ خلاف مشہور ہے اس لئے کہ یہ چیزیں سر منڈوانے کے بعد حلال ہوتی ہیں بلکہ اس فتوے کے بھی خلاف ہے جو مصنف نے اس سے پہلے معاویہ بن عمار سے روایت کرتے ہوئے دیا کہ مذکور حلال ذبح کے بعد حاصل ہوتا ہے، اور اس مسئلہ میں مصنف کی طرف 'مدارک' میں شہرت کے خلاف نسبت دی گئی ہے اور کہا گیا: ابن بابویہ نے کہا: بیشک رمی سے سب حلال ہو جاتا ہے سوائے خوشبو اور عورت کے۔ اور مخفی نہ رہے کہ سابقاً معاویہ بن عمار سے جو روایت کی گئی ہے یہ اس کے منافی ہے کہ حلال ہونا حاصل ہوتا ہے ذبح اور سر منڈوانے سے۔ پس آنجناب رحمہ اللہ نے جو کچھ اس کتاب میں روایت کی ہے اسی کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔

دن اور چوتھے دن ہر روز اکیس سنگریزے مارو۔ جب تم جمرہ اول کو سات سنگریزے، مارو اس۔ کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرو اور جمرہ دوم کو سات سنگریزے مارو تو اس کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرو اور جب جمرہ سوم کو سات سنگریزے مارو تو پھر اس کے پاس نہ کھڑے ہو اور جب تم ان جمروں کو سنگریزے مار کر قربانی کے دن منٰی میں اپنی منزل پر آؤ تو یہ کہو: اَللّٰهُمَّ بِکَ وَثِقْتُ وَعَلَيْکَ تَوَکَّلْتُ، فَنِعْمَ الرَّبُّ أَنْتَ، وَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ (اے اللہ میں نے تجھ پر بھروسہ کیا تجھ ہی پر توکل کیا پس تو ہی بہترین پروردگار، بہترین مولا اور بہترین ناصر و مددگار ہے۔)

الذبح

اور قربانی کے لئے جانور خرید وخواہ اونٹ یا بیل ہو یا اگر بکری ہے تو مینڈھا ہو موٹا تازہ اور نر ہو اور اگر وہ نہ مل سکے تو (مجبوراً) دنبے اور بھیڑ کا نر آختہ اور بدھیا کیا ہوا لیا جا سکتا ہے اور یہ بھی نہ ملے تو جو بھی میسر ہو اور شعائر اللہ کی تعظیم کرو اس لئے کہ یہ دلوں کا تقویٰ ہے اور قصاب کو اس کا چمڑا اس کا گلو بند اس کے اوپر کے جھول کچھ نہ دو بلکہ ان سب کو تصدق کر دو اور اس کی کھال اتارنے والے (قصاب) کو اس میں سے کچھ نہ دو۔¹ اور جب قربانی کا جانور خرید لو تو قبلہ رو ہو کر یا اس کو نحر کر و یا ذبح کرو اور یہ کہو: وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفاً مُسْلِماً وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُکِيْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَا شَرِيْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَکْبَرُ، اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّيْ (میں نے اپنا رخ کیا اسی ذات کی طرف جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے میں خالص دل سے مسلمان ہوں میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ بے شک میری نماز، میری قربانی، میری حیات، میری موت اس اللہ کے لئے ہے جو تمام عالمین کا پروردگار ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا مجھ کو حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمین میں سے ہوں، اے اللہ یہ تیری طرف سے (عطا) ہے تیرے لئے ہے۔ اللہ کے نام سے اور اللہ سب سے بڑا ہے اے اللہ تو میری طرف سے قبول فرما)۔ پھر ذبح کرو اور جب تک بے جان اور ٹھنڈا نہ ہو جائے چھری کو حرام مغز تک نہ اتارو اس کے بعد کھاؤ، کھلاؤ، تصدق کرو اور جس کو چاہو ہدیہ کرو۔ اس کے بعد اپنے سر کے بال منڈواؤ۔

اور قربانی کے جانوروں کے متعلق میں نے اسی کتاب میں گزشتہ صفحات کے اندر ذکر کر دیا ہے یہاں دوبارہ اس کا ذکر کر رہا ہوں۔

اور قربانی کے جانور میں سے اونٹ صرف وہ جائز ہے جو ثنی ہو اور ثنی وہ ہے جو پانچ سال کا پورا ہو کر چھٹے سال میں داخل ہو۔ اور گائے بکرے کا جائز ثنی وہ ہے جو ایک سال کا پورا ہو کر دوسرے سال میں داخل ہو گیا ہو۔ اور بھیڑ اور دنبہ ایک سال کا جائز ہے اور گائے عام شہروں میں سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے اور منٰی میں صرف ایک آدمی کی طرف سے اور اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے اور اگر قربانی کے جانور گراں اور کمیاب ہوں تو ایک بکری ستر آدمیوں کی طرف سے کافی ہے۔²

حلق راس (سر منڈوانا)

جب تمہارا سر منڈوانے کا ارادہ ہو تو قبلہ رو ہو کر پیشانی سے شروع کرو اور کنپٹی کی جڑوں میں جو دو ہڈیاں ابھری ہوئی ہیں ان سے کان کی جڑوں تک سر کے بال منڈواؤ اور جب سر کے بال منڈوا چکو تو یہ کہو: اَللّٰهُمَّ أَعْطِنِيْ بِکُلِّ شَعْرَةٍ نُوْراً یَوْمَ الْقِيَامَةِ (اے اللہ مجھے قیامت کے دن ہر

۱۔ 'کافی' ج ۴ ص ۵۰۱ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں حفص بن بختری نے امام جعفرؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا: رسول اللہؐ نے فرمایا کہ قصاب کو قربانی کی کھال اور جھول کچھ نہ دو۔ اور معاویہ بن عمار نے آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا: رسول اللہؐ نے اونٹ نحر کیا اور اس کی کھال، گلو بند اور جھول قصابوں کو نہیں دیا بلکہ اسے تصدیق کر دیا۔ اور اس کی کھال اتارنے والے کو اس میں سے کچھ نہ دیا۔ لیکن اس کو اس کے علاوہ دیا۔

۲۔ حدیث نمبر ۳۰۵۳ سے رجوع کریں۔

بال کے عوض ایک نور عطا فرما) ۱ اور اپنے بالوں کو مٹی میں دفن کر دو۔ ۲

زیارت خانہ کعبہ

پھر قربانی کے دن (یوم النحر) یا دوسرے دن غسل کر کے خانہ کعبہ کی زیارت کرو اور اس کو یوم النحر یا دوسرے دن سے زیادہ موخر نہ کرو اس لئے کہ تمتع کرنے والے کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اس کو موخر کرے اور حج مفرد کرنے والے کو اجازت ہے کہ وہ اس کو موخر کرے۔ اور جب تم خانہ کعبہ کی زیارت کا رخ کرو تو راستہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل پر درود بھیجو جہاں تک تم سے ممکن ہو اور جب مسجد الحرام کے دروازے پر پہنچو وہاں کھڑے ہو کر کہو: اَللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلٰى نُسُكِيْ وَسَلِّمْهُ لِيْ وَسَلِّمْنِيْ مِنْهُ، أَسْأَلُكَ مَسْأَلَةَ الْعَلِيْلِ الذَّلِيْلِ الْمُعْتَرِفِ بِذَنْبِهٖ أَنْ تَغْفِرَ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَأَنْ تُرْجِعَنِيْ بِحَاجَتِيْ، اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ عَبْدُكَ، وَالْبَلَدُ بَلَدُكَ، وَالْبَيْتُ بَيْتُكَ، جِئْتُ أَطْلُبُ رَحْمَتَكَ وَأَبْتَغِيْ مَرْضَاتَكَ مُتَّبِعاً لِأَمْرِكَ، رَاضِياً بِقَدَرِكَ، أَسْأَلُكَ مَسْأَلَةَ الْمُضْطَرِّ إِلَيْكَ الْمُطِيْعِ لِأَمْرِكَ، الْمُشْفِقِ مِنْ عَذَابِكَ، الْخَائِفِ لِعُقُوْبَتِكَ، أَسْأَلُكَ أَنْ تُلَقِّيَنِيْ عَفْوَكَ وَتُجِيْرَنِيْ بِرَحْمَتِكَ مِنَ النَّارِ (اے اللہ مناسک کے بجالانے میں میری اعانت فرما اور مجھے اس کے لئے سلامتی دے اور اس کو میرے لئے سلامتی دے۔ بارالہا میں ایک ایسے علیل وذلیل کی طرح جو اپنے گناہوں کا معترف ہے تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے گناہوں کو بخش دے اور میری حاجتوں کو برلا۔ اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں یہ شہر تیرا شہر ہے یہ گھر تیرا گھر ہے میں یہاں تیری رحمتوں کا طلبگار آیا ہوں، تیری خوشنودی حاصل کرنے آیا ہوں، میں تیرے حکم کی اطاعت کرنے والا اور تیری قدر پر راضی ہوں۔ میں ایک ایسے مضطرو پریشان شخص کی طرح جو تیرے امر کا مطیع اور تیرے عذاب سے ڈرنے والا اور تیری سزا سے خائف ہے سوال کرتا ہوں اور تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو مجھے اپنے عفو و کرم تک پہنچا دے اور اپنی مہربانی کے ساتھ مجھے جہنم سے بچادے)۔

حجر اسود کے پاس آنا

پھر تم حجر اسود کے پاس آؤ اسے بوسہ دو اور اگر تمہارے لئے یہ ممکن نہ ہو تو اپنا ہاتھ اس سے مسح کرو اور اپنا ہاتھ چوم لو اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اس کی طرف رخ کر کے اپنے ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کرو اور ہاتھ کو چوم لو اور اللہ اکبر کہو اور وہ دعا پڑھو جو تم نے مکہ پہنچنے اور خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کرتے وقت پڑھی تھی اور جس کو میں اس سے پہلے تحریر کر چکا ہوں۔ اس کے بعد مقام ابراہیمؑ کے پاس دو رکعت نماز پڑھو جس کی پہلی رکعت میں سورہ الحمد اور سورہ قل ھو اللہ احد اور دوسری رکعت میں سورہ الحمد اور سورہ قل یا ایہا الکافرون پڑھو پھر حجر اسود کی طرف واپس آؤ اور ممکن ہو تو اس کو بوسہ دو ورنہ اس کو ہاتھ سے مسح کر کے اللہ اکبر کہو۔ ۳

کوہ صفا کی طرف روانگی

پھر کوہ صفا کی طرف آؤ وہ عمل کرو جو تم نے مکہ پہنچنے کے دن کیا تھا یعنی ان دونوں (پہاڑیوں) صفا و مروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی کی تھی اور یہ

---

۱ شیخ نے 'تہذیب' میں معاویہ بن عمار کی سند سے اور انہوں نے حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا: نائی کو حکم دو کہ استرہ سر کے دائیں جانب کی ابھری ہوئی ہڈی پر رکھے پھر حکم دو کہ مونڈنا شروع کرے اور اللہ کا نام لو اور کہو: اللهم اعطنى بكل شعرة نوراً يوم القيامة.

۲ 'کافی' ج ۴ ص ۵۰۲ پر اپنی اسناد کے ساتھ ابو شبل نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: جب مومن اپنا سر منیٰ میں مونڈے اور (بالوں کو وہاں) دفن کردے تو قیامت کے اور تمام بال فصیح زبان میں اپنے صاحب کی طرف سے تلبیہ پڑھتے ہوئے آئیں گے۔

۳ 'کافی' ج ۴ ص ۵۱۱ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں حلبی سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے کچھ الفاظ کے فرق سے یہی روایت بشمول کوہ صفا کی طرف روانگی اور طواف نساء نقل کی ہے۔

سعی صفا سے شروع کرو اور مروہ پر ختم کرو جب تم یہ تمام اعمال بجالا چکو گے تو سوائے عورت اور تمام چیزیں جو حالت احرام میں تم پر حرام تھیں وہ سب تم پر حلال ہو جائیں گی۔

طواف النساء

پھر تم خانہ کعبہ کی طرف واپس جاؤ اور سات مرتبہ خانہ کعبہ کا طواف کرو۔ یہ طواف النساء ہے پھر مقام ابراہیمؑ کے پاس دو رکعت نماز پڑھو۔ یا مسجد حرام کے اندر جس جگہ چاہو پڑھ لو اب اس کے بعد تم پر عورت بھی حلال ہو جائے گی اور اب تم اپنے سارے مناسک حج سے فارغ ہو گئے سوائے رمی جمرات کے اور جتنی چیزیں تم پر حرام ہو گئی تھیں وہ سب حلال ہو گئیں۔

منیٰ کی طرف واپسی

ایام تشریق کی شبیں سوائے منیٰ کے اور کہیں بسر نہ کرو اور اگر یہ راتیں منیٰ کے علاوہ کسی اور جگہ بسر کیں تو ہر رات کے لئے تم پر کفارہ میں ایک بکری ذبح کرنا لازم ہوگا۔

اگر تم اول شب میں منیٰ سے نکلے ہو تو نصف شب سے پہلے منیٰ میں واپس آجاؤ اور شب کا باقی حصہ منیٰ میں بسر کرو یا تم (منیٰ کے لئے) مکہ سے نکل چکے ہو۔ لیکن اگر تم طواف اور سعی میں اتنے مشغول رہے کہ مکہ ہی میں صبح ہو گئی تو تم پر کوئی کفارہ نہیں اور اگر تم نصف شب کے بعد منیٰ سے نکلے تو پھر اگر تم کو منیٰ کے علاوہ کسی اور جگہ صبح ہو جائے تو اس میں کوئی ضرر نہیں ہے۔ [1]

رمی جمرات

اور تم جمرات کو ہر روز سنگریزے مارو طلوع آفتاب سے لے کر زوال آفتاب تک کے درمیان اور جو وقت زوال آفتاب سے زیادہ قریب ہوگا وہ افضل ہوگا۔

اور اول نہار سے آخر نہار تک کی بھی رخصت کی روایت کی گئی ہے۔ [2]

اور تم پتھر مارتے وقت وہی کہو جو جمرہ عقبہ کو پتھر مارنے کے دن کہہ چکے ہو۔ اور پہلے جمرہ اول سے شروع کرو اس کو سات پتھر اس کے سامنے کی طرف سے مارو اوپر کی طرف سے نہیں۔ پھر راستے کے بائیں جانب کھڑے ہو کر حمد و ثنائے الٰہی بجالاؤ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل پر درود بھیجو پھر تھوڑا سا آگے بڑھو اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو کہ وہ تمہارا یہ عمل قبول کرے پھر تھوڑا آگے بڑھو اور دعا مانگو پھر آگے بڑھو اور جمرہ وسطیٰ کے لئے بھی ایسا ہی کرو سات پتھر مارو اور وہی کرو جو اول کے لئے کیا تھا اور اس کے پاس تھوڑا بڑھو اور دعا مانگو تیسرے جمرہ کی طرف سکون و وقار کے ساتھ چلو اور اسے بھی سات پتھر مارو اور وہاں نہ ٹھہرو۔

ایام تشریق کی تکبیر

عید الضحیٰ میں تکبیر اور قربانی کے اندر نماز ظہر سے لے کر چوتھے دن کی نماز صبح تک (یعنی ۱۰۔۱۱۔۱۲۔۱۳) کل پندرہ نمازوں میں ہوگی یہ صرف

---

[1] کلینی نے ج ۴ ص ۵۱۴ پر صحیح حدیث میں معاویہ بن عمار سے اور انہوں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے یہی حدیث نقل کی ہے کہ اور اس میں اضافہ ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جس نے عشاء ادا کی پھر طواف، دعا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی میں مشغول رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ فرمایا: اس پر کچھ نہیں، ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت میں رہا۔

[2] 'تہذیب' ج ۱ص ۵۲۱، 'استبصار' ج ۲ص ۲۹۶ اور 'کافی' ج ۴ ص ۴۸۱ سے رجوع کیا جائے۔

منٰی میں ہوگی اور دیگر مقامات پر دس نمازوں میں ہوگی یعنی قربانی کے دن ظہر کی نماز سے لے کر تیسرے دن (۱۰-۱۱-۱۲) صبح کی نماز تک، اور تم تکبیر میں یہ کہو گے: اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ عَلٰى مَاهَدَانَا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا اَبْلَانَا، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ عَلٰى مَارَزَقَنَا مِنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ (اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے اور اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ ہی کے لئے ہر طرح کی حمد ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اس بات پر کہ اس نے ہم لوگوں کی ہدایت کی اور اللہ کی حمد اس بات پر کہ اس نے ہم لوگوں کو آزمایا اور اللہ سب سے بڑا ہے اس بات پر کہ اس نے ہم لوگوں کو چوپایوں کے گوشت سے رزق دیا۔)

منٰی سے واپسی

اور جب قربانی کے دن سے چوتھے دن (۱۳ ذی الحجہ کو) منٰی سے واپسی کا ارادہ کرو تو آفتاب کے طلوع ہونے کے بعد جس وقت چاہو واپس ہو کوئی حرج نہیں اور رمی قبل زوال کرو یا بعد زوال۔ اور جب تم پہلی واپسی یعنی ۱۳ ذی الحجہ کو (منٰی سے) واپس ہو تو زوال آفتاب کے بعد واپس ہو۔ زوال آفتاب سے قبل واپس ہونا تمہارے لئے جائز نہیں اور اگر تم منٰی میں غروب آفتاب تک مقیم رہے تو اب تمہارے لئے منٰی سے نکلنا جائز نہیں اب تمہارے اوپر چوتھے دن تک قیام درست ہے اور یہ آخری کوچ ہے۔ یہاں سے تہلیل و تمجید اور دعائیں کرتے ہوئے مکہ کی جانب چلو اور جب مسجد نبی یعنی مسجد حصباء پہنچو اور اس میں داخل ہو تو پشت کے بل بقدر استراحت لیٹ رہو۔ ۱ مگر جو پہلے کوچ میں روانہ ہو اس کے لئے وہاں لیٹنا ضروری نہیں ہے۔

دخول مکہ

پھر تم پر لازم ہے کہ انتہائی سکون اور وقار کے ساتھ مکہ میں داخل ہو۔ تم پر حج اور عمرے میں جو کچھ لازم تھا اس سے فراغت پاگئے اب تم ایک درھم کی کھجوریں خرید کر اسے تصدق کردو تاکہ احرام کی حالت میں جو کوتاہیاں تم سے لاعلمی میں سرزد ہوئی ہیں ان کا کفارہ ہوجائے۔ ۲

دخول کعبہ

اب اگر تم خانہ کعبہ میں داخل ہونا چاہتے ہو تو داخل ہو اور نہیں چاہتے ہو تو نہ داخل ہو ۳ لیکن اگر تم نے اس سے پہلے کوئی حج نہیں کیا تھا (یہ

---

۱ کلینی نے ج ۴ ص ۵۲۰ پر صحیح حدیث میں معاویہ بن عمار سے اور انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: جب تم دو دن میں کوچ کا ارادہ کرو تو حرج نہیں ہے کہ زوالِ آفتاب کے بعد نکلو اور اگر تم نے آخرایامِ تشریق تک تاخیر کردی اور وہ کوچ کا آخری دن ہے تو کوئی حرج نہیں کہ جس وقت چاہو نکلو اور قبل زوال یا اس کے بعد رمی کرو۔ پھر جب تم کوچ کرو اور حصبہ پہنچو اور وہ بطحاء ہے تو چاہو وہاں تھوڑی دیر کے لئے اترو۔ کیونکہ ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا ہے: میرے والدِ بزرگوار وہاں اترتے تھے پھر وہاں سوئے بغیر وہاں سے (سامان) اٹھاتے تھے اور مکہ میں داخل ہوتے تھے۔

اور صحیح کی مانند حسن حدیث میں ہے کہ ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: جو دو دنوں میں (چلنے کی) عجلت کرے تو زوالِ شمس سے پہلے نہ نکلے اور اگر شام ہوجائے تو ٹھہر جائے اور کوچ نہ کرے۔

۲ کلینی نے ج ۴ ص ۵۳۳ پر صحیح کی مانند حسن حدیث میں ابن ابی عمیر سے، انہوں نے حماد سے، انہوں نے حلبی سے؛ اور معاویہ بن عمار سے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: حاجی کو چاہیئے کہ جب مناسکِ حج پورے کرچکے اور روانگی کا ارادہ کرے تو ایک درہم کی کھجوریں خریدے اور انہیں تصدیق کردے تو یہ کنارہ ہوجائے گا جو اس حج میں سرزد ہوا ہو جیسے سر کھجانا یا چیونٹی کو ماردینا یا اسی طرح کی کوئی چیز۔ اور مرسل سند سے ابوبصیر سے روایت ہے کہ امام جعفرؑ نے فرمایا: جب تم مکہ سے کوچ کا ارادہ کرو تو ایک درہم کی کھجور خرید کر مٹھی مٹھی صدقہ کردو تو ہر اس کا بدل ہر جائے گا جو تم سے حالت احرام میں سرزد ہوا اور جو تم سے مکہ میں سرزد ہوا۔

۳ کلینی نے ج ۴ ص ۵۲۷ پر صحیح کی مانند موثق حدیث میں عبداللہ بن میمون قداح انہوں نے امام جعفرؑ سے اور انہوں نے اپنے والدِ بزرگوار علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ کہا: آنجنابؑ سے کعبہ میں داخلہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا: اس میں داخل ہونا ہے اور اسے نکلنا گناہوں سے نکلنا ہے، باقی عمر گناہوں سے بچا رہے گا اور جو ماضی میں گناہ ہوگئے ہیں وہ معاف کردیئے جائیں گے۔

پہلا حج ہے) تو تمہارے لئے اس میں داخل ہونا لابدی اور ضروری ہے [1] اور داخل ہونے سے پہلے غسل کرو پھر داخل ہوتے وقت یہ کہو: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ فِیْ کِتَابِکَ، وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ آمِناً. فَآمِنِّیْ مِنْ عَذَابِکَ عَذَابَ النَّارِ (اے اللہ تو نے اپنی کتاب میں ارشاد کیا کہ جو اس میں داخل ہوا اس نے امن پایا تو اپنے عذاب یعنی جہنم کے عذاب سے مجھے امن دیدے)۔

پھر دونوں ستونوں کے درمیان سرخ ٹائل کے بنے ہوئے فرش پر دو رکعت نماز پڑھو۔ پہلی رکعت میں الحمد اور حم سجدہ اور دوسری رکعت میں سورہ الحمد اور قران مجید کی چند آیات۔ اور اس کے ہر گوشے میں نماز پڑھو۔ پھر یہ دعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ مَنْ تَھَیَّأَ اَوْ تَعَبَّأَ اَوْ أَعَدَّ اَوِ اسْتَعَدَّ لِوِ فَادَۃٍ اِلٰی مَخْلُوْقٍ رَجَاءَ رِفْدِہٖ وَنَوَافِلِہٖ وَجَوَائِزِہٖ فَاِلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ [2] تَھْیِئَتِیْ وَتَعْبِئَتِیْ وَاِعْدَادِیْ وَاسْتِعْدَادِیْ رَجَاءَ رِفْدِکَ وَنَوَافِلِکَ وَجَائِزَتِکَ فَلَا تُخَیِّبِ الْیَوْمَ رَجَائِیْ، یَامَنْ لَایَخِیْبُ عَلَیْہِ سَائِلٌ، وَلَا یَنْقُصُہٗ نَائِلٌ، وَلَا یَبْلُغُ مِدْحَتَہٗ قَائِلٌ، فَاِنِّیْ لَمْ آتِکَ بِعَمَلٍ صَالِحٍ قَدَّمْتُہٗ، وَلَا شَفَاعَۃَ مَخْلُوْقٍ رَجَوْتُھَا، لٰکِنِّیْ أَتَیْتُکَ مُقِرّاً بِالظُّلْمِ وَالْاِسَائَۃِ عَلٰی نَفْسِیْ، اَتَیْتُکَ بِلَا حُجَّۃٍ وَلَاعُذْرٍ، فَاَسْأَلُکَ یَامَنْ ھُوَ کَذٰلِکَ أَنْ تُعْطِیَنِیْ مُنْیَتِیْ وَتَقْلِبَنِیْ بِرَحْمَتِکَ وَلَا تَرُدَّنِیْ مَحْرُوْماً وَلَا خَائِباً یَا عَظِیْمُ یَاعَظِیْمُ یَا عَظِیْمُ اَرْجُوْکَ لِلْعَظِیْمِ أَسْأَلُکَ یَاعَظِیْمُ أَنْ تَغْفِرَلِیَ الذَّنْبَ الْعَظِیْمَ، فَاِنَّہٗ لَایَغْفِرُ الذَّنْبَ الْعَظِیْمَ اِلَّا الْعَظِیْمُ،

[اے اللہ کوئی شخص کسی مخلوق کے پاس اس سے انعام واکرام و ہدیہ وتحفہ کے لئے تہیہ کرتا ہے، سامان کرتا ہے، تیاری کرتا ہے یا مستعد ہوتا ہے (تو وہ ہوا کرے) مگر اے میرے مالک میرا تہیہ، میرا ارادہ، میری تیاری اور میری مستعدی تو اس امید پر ہوئی ہے کہ میں تیری بارگاہ پر پہنچ کر انعام واکرام و ہدیہ وجائزہ لوں گا لہٰذا آج تو میری امیدوں پر پانی نہ پھیر۔ اے وہ ذات جو کسی سائل کو محروم نہیں کرتا، جو اپنے عطیہ و بخشش میں کمی نہیں کرتا اور کوئی تعریف کرنے والا اس کی تعریف کے حق کو ادا نہیں کر سکتا۔ میں کوئی عملِ خیر تیری بارگاہ میں پہلے سے بھیج کر نہیں آیا ہوں اور نہ اس امید پر آیا ہوں کہ کوئی مخلوق تیری بارگاہ میں میری سفارش کردیگی۔ بلکہ میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہوئے اور اپنے نفس کو برا سمجھتے ہوئے حاضر ہوا ہوں اور میں آیا تو ہوں مگر میرے پاس نہ کوئی حجت ودلیل ہے نہ کوئی عذر ومعذرت۔ پس اے وہ ذات جو اس شان کی ہے میں تجھ سے ملتجی ہوں کہ تو میری امیدوں کو برلا، اور اپنی مہربانی سے میرے حالات کو بدل دے اور مجھے محروم و ناکام واپس نہ کر۔ اے عظیم، اے عظیم، اے عظیم میں تجھ سے عظیم بات کی توقع رکھتا ہوں، اے عظیم میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو میرے عظیم گناہوں کو معاف کردے اس لئے کہ عظیم گناہوں کو صرف عظیم ذات ہی معاف کرتی ہے]

اور جوتا اور موزہ پہن کر اندر داخل نہ ہو اور نہ اس میں تھوکو اور نہ اس میں اپنی ناک صاف کرو۔

خانہ کعبہ سے وداع ورخصت ہونا

اور جب تم خانہ کعبہ سے رخصت ہونا چاہو تو اس کا سات مرتبہ طواف کرو اور دو رکعت نماز حرم کے اندر جہاں بھی چاہو پڑھو۔ پھر حطیم کے پاس آؤ اور حطیم خانہ کعبہ کے دروازے اور حجر اسود کے درمیان کا حصہ ہے۔ پھر کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کے پردے کو پکڑو اور حمد وثنائے الٰہی بجالاؤ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو پھر کہو:

[1] مستحب کی تاکید مراد ہے۔ کلینی نے ج۴ص ۲۶۹ پر ابان بن عثمان سے انہوں نے ایک شخص سے اور اس نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: پہلی مرتبہ حج کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ مشعر الحرام جائے آئے اور بیت (اللہ) میں داخل ہو۔

[2] کلینی نے صحیح حدیث میں معاویہ بن عمار سے اور انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: جب کعبہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرو تو داخل ہونے سے پہلے غسل کرو اور جلدی کرتے ہوئے داخل نہ ہو اور داخل ہوتے وقت کہو: اللھم انک قلت ومن دخلہ کان آمناً فآمنی من عذاب النار۔ پھر دونوں ستونوں کے درمیان سرخ ٹائل کے فرش پر دو رکعت نماز پڑھو کہ پہلی رکعت میں الحمد کے بعد ختم سجدہ اور دوسری میں قران کی کچھ آیتیں۔ اور اس کے ہر گوشے میں نماز پڑھو اور کہو: اللھم من تھیأ ۔۔۔۔ تا آخر دعا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ، حَمَلْتَهُ عَلٰی دَوَابِّکَ وَسَیَّرْتَهُ فِیْ بِلَادِکَ وَاَقْدَمْتَهُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامِ، اَللّٰهُمَّ وَقَدْ کَانَ فِیْ اَمَلِیْ وَرَجَائِیْ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ فَاِنْ کُنْتَ یَارَبِّ قَدْ فَعَلْتَ ذٰلِکَ فَازْدُدْ عَنِّیْ رِضاً وَقَرِّبْنِیْ اِلَیْکَ زُلْفٰی، وَاِنْ لَمْ تَکُنْ فَعَلْتَ یَارَبِّ ذٰلِکَ فَمِنَ الْآنِ فَاغْفِرْ لِیْ قَبْلَ اَنْ تَنْاٰی دَارِیْ عَنْ بَیْتِکَ غَیْرَ رَاغِبٍ عَنْهُ وَلَا مُسْتَبْدِلٍ بِهٖ، هٰذَا اَوَانُ انْصِرَافِیْ اِنْ کُنْتَ قَدْ اَذِنْتَ لِیْ، اَللّٰهُمَّ فَاحْفَظْنِیْ مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَمِنْ خَلْفِیْ وَمِنْ تَحْتِیْ وَمِنْ فَوْقِیْ وَعَنْ یَمِیْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ حَتّٰی تُقْدِمَنِیْ اَهْلِیْ صَالِحاً، فَاِذَا اَقْدَمْتَنِیْ اَهْلِیْ فَلَا تَتَخَلَّ مِنِّیْ وَاکْفِنِیْ مَؤُوْنَةَ عِیَالِیْ وَمَؤُوْنَةَ خَلْقِکَ [اے اللہ! میں تیرا بندہ اور تیرے بندے کا فرزند اور تیری کنیز کا فرزند ہوں، تیری (پیدا کی ہوئی) سواری پر سوار ہوا ہوں۔ میں اس کو تیرے مختلف شہروں میں پھراتا ہوا مسجد حرام میں لایا ہوں اے اللہ اس آرزو اور اس امید میں آیا ہوں کہ تو میرے گناہوں کو بخش دے گا۔ اے پروردگار اگر تو نے ایسا کر دیا ہے تو میری طرف سے اپنی رضا و خوشنودی میں اضافہ فرما اور مجھے اپنا مزید تقرب عطا فرما اور اگر تو نے ایسا نہیں کیا ہے تو اب مجھے بخش دے قبل اس کے کہ میں اپنے گھر کا رخ کروں تیرے گھر سے بغیر منہ موڑے اور رخ بدلے ہوئے۔ اگر تو نے مجھے واپسی کی اجازت دیدی ہے اب میری واپسی کا وقت ہے اے اللہ! تو میرے سامنے سے میرے پیچھے سے میرے نیچے سے اور میرے اوپر سے اور میرے دائیں سے اور میرے بائیں سے میری حفاظت فرما تا کہ میں اپنے اہل و عیال میں بخیر و عافیت پہنچ جاؤں اور تو میرے اہل و عیال کے اخراجات کو پورا کرنا اور ان لوگوں کے اخراجات کو پورا کرنا جو تیری مخلوق ہیں] [1]

اور جب حناطوں (گیہوں فروشوں) کے دروازے پر پہنچو تو اپنا رخ قبلہ کی طرف کر کے سر بسجود ہو جاؤ اور اللہ سے دعا کرو کہ وہ تمہاری طرف سے اس کو قبول کرے اور اس کو تمہاری طرف سے آخری حج نہ قرار دے اور وہاں سے گزرتے ہوئے یہ کہو: آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ حَامِدُوْنَ لِرَبِّنَا شَاکِرُوْنَ اِلَی اللّٰهِ رَاغِبُوْنَ، وَاِلَی اللّٰهِ رَاجِعُوْنَ، وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَسَلَّمَ کَثِیْراً، وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ (ہم رجوع کرنے آنے والے ہیں، توبہ کرنے والے اور حمد کرنے والے ہیں اور اپنے رب کے شکر گزار ہیں، اللہ کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں اور اللہ ہی کی طرف واپس جانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ محمدؐ اور ان کی آل پر بہت بہت رحمتیں نازل فرمائے اور ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین سرپرست ہے۔) [2]

مکہ سے ابتدا اور مدینہ پر اختتام

(۳۱۴۰) ہشام بن مثنّٰی نے سدیر سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تم لوگ مکہ سے ابتدا کرو اور ہم لوگوں کے پاس آ کر اختتام کرو۔

(۳۱۴۱) عمر بن اُذینہ نے زرارہ سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ان پتھروں تک آئیں اور ان کا طواف کریں پھر ہم لوگوں کے پاس آئیں اور اپنی ولایت و دوستی کا ثبوت دیں اور ہم لوگوں کے سامنے اپنی نصرت پیش کریں۔

(۳۱۴۲) اور ہمارے اصحاب میں سے کسی نے حضرت امام ابو جعفر علیہ السلام [3] سے دریافت کیا کہ مکہ سے ابتدا کی جائے یا مدینہ سے؟ تو آپؑ نے فرمایا: مکہ سے ابتدا کرو اور مدینہ پر ختم کرو اس لئے کہ یہ افضل و بہتر ہے۔

---

[1] 'کافی' ج ۴ ص ۵۳۰ پر باب وداع البیت میں معاویہ بن عمار کی ابوعبداللہ علیہ السلام سے صحیح حدیث کی طرف رجوع کریں۔

[2] 'کافی' میں ابن عمار کی صحیح حدیث کی ذیل میں ہے جو ہماری خوشی کا باعث ہے: پھر زمزم کی طرف آؤ اس کا پانی پیو پھر نکلو اور کہو: آئبون، تائبون، عابدون لربنا، حامدون الی ربنا، راغبون الی اللّٰہ، راجعون ان شاء اللّٰہ۔ اور آنجنابؑ کا قول 'آئبون' خبر مبتدا محذوف ہے یعنی ہم رجوع کرنے والے ہیں۔

[3] مراد امام ابوجعفر ثانی (محمد تقی جواد) ہیں جیسا کہ کلینی نے ج ۴ ص ۵۵۰ پر علی بن محمد سے، انہوں نے احمد بن ابوعبداللہ سے اور انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے آنجنابؑ سے روایت کی ہے اور سائل برقی ہے۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مندرجہ بالا احادیث ان لوگوں کے لئے وارد ہوئی ہیں جن کو اختیار حاصل ہو کہ وہ جہاں سے چاہیں ابتداء کریں۔ مکہ سے ابتداء کریں یا مدینہ سے لیکن جو شخص کسی ایک راستہ کا پابند بنایا جائے کہ چاہے تو قبول کرے اور چاہے انکار کردے تو اس میں وہ مختار نہیں سمجھا جائے گا۔ اور اگر اس کو مدینہ کے راستے لے جایا جائے تو پھر وہ (مکہ سے شروع کرنے کے بدلے) مدینہ سے شروع کرے گا۔ اور افضل اس کے لئے یہی ہے کہ وہ مدینہ سے شروع کرے اس لئے کہ مدینہ میں داخل ہونا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ طاہرین کی قبور کی زیارت کو چھوڑ دینا اور اس امر کا انتظار کرنا کہ واپسی میں زیارت کریں گے اس کے لئے جائز نہیں اس لئے کہ کبھی کبھی واپسی کی نوبت نہیں آتی یہی اس حدیث کا مطلب ہے۔

(۳۱۴۳) صفوان نے عیص بن قاسم سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے کوفہ سے جانے والے حاجیوں کے متعلق دریافت کیا کہ ان کے لئے مدینہ سے ابتدا کرنا افضل ہے یا مکہ سے تو آپؑ نے ارشاد فرمایا: مدینہ سے۔

مسجد غدیر میں نماز

اور جب تم غدیر خم کی مسجد تک پہنچو تو اس کے اندر جاؤ اور اس میں جتنی چاہو نماز پڑھو۔

(۳۱۴۴) اس لئے کہ احمد بن محمد بن ابی نصر نے ابان سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: مسجدِ غدیر میں نماز پڑھنا مستحب ہے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور یہ وہ مقام ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے حق کو ظاہر فرمایا۔

(۳۱۴۵) صفوان نے عبدالرحمٰن بن حجاج سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوابراہیم علیہ السلام سے مسجد غدیر میں دن کے وقت حالت سفر میں نماز کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس میں نماز پڑھو اس لئے کہ اس میں نماز پڑھنے کی فضیلت ہے اور میرے پدر بزرگوارؑ اس کا حکم دیا کرتے تھے۔

(۳۱۴۶) حسان جمّال سے روایت کی گئی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو اپنے کرایہ کے اونٹ پر مدینہ سے مکہ جانے کے لئے بٹھایا جب ہم لوگ مسجد غدیر پہنچے تو آپؑ نے مسجد کے بائیں طرف نظر ڈالی اور فرمایا: یہی وہ جگہ ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا تھا: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** (کہ میں جس کا مولا ہوں، اس کے علیؑ مولا ہیں۔) پھر دوسری جانب نظر ڈالی اور فرمایا: یہ وہ جگہ ہے جہاں منافقین کے خیمے اور سالم مولیٰ ابی حذیفہ وابی عبیدہ جراح کے خیمے تھے جب ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں پر بلند کیے ہوئے ہیں تو ان میں سے کسی نے کہا: ذرا ان کی آنکھوں کو تو دیکھو اس طرح گردش کر رہی ہیں جیسے کسی مجنون کی آنکھیں ہوں۔ پس حضرت جبریلؑ یہ آیت لے کر نازل ہوئے: وَإِن يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ۝ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ (سورہ القلم آیت ۵۲-۵۱) (اور یہ جھٹلانے والے جب ذکر کو سنتے ہیں تو تمہیں گھور گھور کر اس طرح دیکھتے ہیں جیسے یہ لوگ اپنی نگاہوں سے تمہیں راہ راست سے ضرور پھسلا دیں گے اور کہتے ہیں کہ یہ شخص تو مجنون و پاگل ہے مگر وہ تو ذکر ہے سارے جہانوں کے لئے۔)

مسجد معرس النبی میں نزول

(۳۱۴۷) معاویہ بن عمار سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب تم مکہ سے مدینہ کی طرف واپس ہو رہے ہو اور مدینہ کی طرف واپسی میں تم ذی الحلیفہ پہنچو تو مسجد معرس النبیؐ میں آؤ (جو مدینہ سے ایک فرسخ کے فاصلے پر مسجد شجرہ کے قریب ہے) اگر کسی نماز واجب یا مستحب کا وقت ہے تو اس میں نماز پڑھو اور اگر کسی نماز کا وقت نہیں ہے تو تھوڑی دیر وہاں ٹھہرو اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں آرام

فرمایا کرتے اور نماز پڑھا کرتے تھے۔

(۳۶۴۸) علی بن مہزیار نے روایت کی ہے محمد بن قاسم بن فضیل سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے عرض کیا کہ مولا میں آپؑ پر قربان! جب لوگوں کا اونٹ والا ہم لوگوں کو لے کر چلتا ہے تو معرس النبیؐ میں نہیں ٹھہرتا تو آپؑ نے فرمایا: تم لوگوں پر لازم ہے کہ معرس النبیؐ کی طرف واپس جاؤ چنانچہ ہم لوگ اس طرف واپس گئے۔

(۳۶۴۹) اور عیص بن قاسم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے معرس النبیؐ میں غسل کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: وہاں تم پر غسل لازم نہیں ہے۔ تعریس (پڑاؤ) کا مطلب یہ ہے کہ تم وہاں نماز پڑھو اور ایک شب یا ایک دن آرام کرو۔

باب: مدینہ کی حُرمت اور اس کی فضیلت

(۳۶۵۰) زرارہ بن اعین نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کی دونوں سرحدوں کے درمیان شکار حرام قرار دیا ہے اور اس کے اطراف لمبائی اور چوڑائی میں ایک برید کی مسافت تک کسی پودے کو اکھیڑنے یا کسی درخت کو کاٹنے کو حرام کیا ہے سوائے آب پاشی کے لئے لکڑی کاٹنے کے۔

(۳۶۵۱) اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ اس کی دونوں سرحدوں سے مراد وہ قطعہ ہے جس کو سیاہ پتھروں نے گھیرا ہوا ہے۔[۱]

(۳۶۵۲) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کی دونوں سرحدیں صورین اور ثنیہ کے درمیان ہیں اور جس مقام کے درختوں کے کاٹنے کو حرام قرار دیا وہ کوہ عائر اور کوہ وعیر کے سایوں کے درمیان کا حصہ ہے اور ان ہی درختوں کے کاٹنے کو آپ نے حرام قرار دیا ہے اور یہاں کا شکار مکہ کے شکار کے مانند نہیں اس لئے کہ مکہ کے شکار کا کھانا بھی حرام ہے اور یہاں کے شکار کا کھانا حرام نہیں ہے۔[۲]

(۳۶۵۳) اور ابوبصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کے جن حدود کو حرام کیا وہ کوہ رباب سے واقم اور عُرَیض ونقب تک مکہ کی جانب سے ہے۔

(۳۶۵۴) اور عبداللہ بن سنان کی روایت میں ہے کہ انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: مدینہ کے حدود میں سے وہی شکار حرام ہے جو دو حرّوں کے درمیان کیا جائے۔[۳]

(۳۶۵۵) اور یونس بن یعقوب نے آنجناب علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی ہم پر وہ تمام چیزیں حرام ہیں جو چیزیں ہم پر حرم اللہ میں حرام ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔

(۳۶۵۶) ابان نے ابوالعباس یعنی فضل بن عبدالملک سے روایت کی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

---

[۱] کلینی نے ج ۴ ص ۵۶۴ پر اور شیخ نے صحیح حدیث میں ابن مسکان سے، انہوں نے حسن صیقل سے اور انہوں نے ابی عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

[۲] 'کافی' ج ۴ ص ۵۶۴ پر معاویہ بن عمار کی صحیح حدیث ابوعبداللہ علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: بیشک مکہ اللہ کا حرم ہے اسے ابراہیم علیہ السلام نے حرم قرار دیا تھا اور بیشک مدینہ میرا حرم ہے، دونوں سرحدوں کے درمیان حرم ہے۔ کوہ عائر اور کوہ وعیر کے سایوں کے درمیان درخت مت کاٹو۔ اور یہاں کا شکار مکہ کے شکار کی مانند نہیں ہے کہ اسے کھایا جاسکتا ہے اور اُسے نہیں کھایا جاتا۔

[۳] ان دو حرّوں میں ایک حرہ واقم ہے جو مدینہ کے مشرق میں وادی عریض سے ہٹ کر شمال سے جنوب تک پھیلا ہوا ہے، دوسرا حرہ وبرہ جو مغرب میں وادی عقیق سے ہٹ کر شمال سے جنوب تک پھیلا ہوا ہے۔ اس خبر سے حرم مکہ کے شکار اور حرمِ مدینہ کے شکار کا فرق واضح ہوتا ہے کیونکہ مکہ میں شکار کرنا تمام حرم میں حرام ہے اور ایسا حرمِ مدینہ میں نہیں ہے کیونکہ وہاں مخصوص جگہ پر شکار حرام ہے اور وہ فقط حرّوں کے درمیان ہے۔

سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ حرم قرار دیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں ایک برید کی مسافت لمبائی اور چوڑائی کے اندر آنحضرتؐ نے درخت وغیرہ کا ٹنا حرام قرار دیا ہے۔ میں نے عرض کیا: اور اس حد میں شکار؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں لوگ غلط کہتے ہیں۔

(۳۱۵۷) اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مکہ سے ہجرت کر کے) مدینہ میں داخل ہوئے تو دعا کی کہ اے اللہ تو مدینہ کی محبت میرے دل میں ویسے ہی ڈال دے جیسی محبت مکہ کی میرے دل میں ہے یا اس سے بھی زیادہ اور تو یہاں کے صاع اور مد (وزن کے دو پیمانے) میں برکت عطا فرما۔ اور یہاں سے بیماری اور دباؤ کو جحفہ تک باہر نکال دے۔[1]

(۳۱۵۸) اور روایت کی گئی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک مرتبہ دجال کا تذکرہ کیا تو فرمایا: کوئی سرزمین ایسی نہ بچے گی جس پر وہ قدم نہ رکھے سوائے مکہ اور مدینہ کی سرزمین کے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی تمام راہوں اور دروں پر ملک بٹھا دیئے ہیں جو ان دونوں کی طاعون اور دجال سے حفاظت کرتے ہیں اور اللہ توفیق دینے والا ہے۔[2]

جو شخص حج کو جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کو نہ جائے اور جو شخص مکہ یا مدینہ میں مرجائے اس کے لئے حدیث میں کیا آیا ہے۔

(۳۱۵۹) محمد بن سلیمان دیلمی نے ابراہیم بن ابی حجر اسلمی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے بیان فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص حج کے لئے مکہ آئے اور مدینہ میری زیارت کے لئے نہ آئے قیامت کے دن میں اس کے ساتھ بے رُخی سے پیش آؤں گا۔ اور جو میری زیارت کو آئے گا اس کی شفاعت مجھ پر لازم ہوگی اور جس کی شفاعت مجھ پر لازم ہوگی اس کے لئے جنت بھی لازم ہوگی۔

اور جو شخص مکہ ومدینہ ان دونوں حرموں میں سے کسی ایک جگہ بھی مرے گا اس کی نہ پیشی ہوگی اور نہ اس کا حساب کتاب ہوگا وہ راست اللہ کی طرف مہاجر بن کر مرے گا اور قیامت کے دن اس کا حشر اصحاب بدر کے ساتھ ہوگا۔

مدینہ میں حاضری

جب تم مدینہ میں داخل ہو تو داخلہ سے پہلے یا داخل ہوتے وقت غسل کرو پھر قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آؤ اور مسجد میں باب جبرئیلؑ سے داخل ہو اور داخل ہوتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کرو پھر قبر کے گوشہ میں اور قبر کے سامنے جو ستون ہے وہاں قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو جاؤ اس طرح کہ تمہارا بایاں کاندھا قبر کی طرف اور دایاں کاندھا منبر سے ملا ہوا ہو اس لئے کہ یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اقدس کی جگہ ہے پھر کہو:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْکَ لَهُ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، وَاَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَاَشْهَدُ اَنَّکَ

---

[1] بغوی نے 'مصابیح السنۃ' ج ا ص ۱۸۷ میں حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر اور حضرت بلال بیمار ہو گئے تو میں رسول اللہؐ کے پاس گئی اور یہ اطلاع دی تو آنحضرتؐ نے فرمایا: اے اللہ تو مدینہ کی محبت ۔۔۔۔۔ (وہی عبارت جو متن میں ہے)۔ بخاری اور مسلم نے بھی یہی نقل کیا ہے۔ 'اللمعات المحقہ' میں ہے کہ یہ موضع مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے اور اُن دنوں وہاں یہودی مقیم تھے۔ نووی نے کہا: اس میں کفار کے لئے امراض واسقام اور ہلاکت کی دلیل ہے اور اس میں مسلمانوں کی صحت، ان کے شہروں کی پاکیزگی اور اس کی برکت اور ان سے نقصان اور مشکلات سے دوری کی دعا ہے اور تمام علماء کا یہی عقیدہ ہے۔

[2] شیخ نے صحیح کی مانند موثق حدیث میں 'تہذیب' ج ۲ ص ۵ پر روایت کی ہے اور مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب الحج کے باب صیانۃ المدینہ میں ابوہریرہ سے اس طرح روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کی تمام گزرگاہوں پر ملائکہ مقرر ہیں، اس میں طاعون اور دجال داخل نہیں ہو سکتے۔

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدُ اللّٰہِ، وَأَشْهَدُ أَنَّکَ قَدْ بَلَّغْتَ رِسَالَاتِ رَبِّکَ وَنَصَحْتَ لِأُمَّتِکَ وَجَاهَدْتَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ، وَ عَبَدْتَ اللّٰہَ مُخْلِصاً حَتّٰی أَتَاکَ الْیَقِیْنُ، وَدَعَوْتَ إِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ، وَأَدَّیْتَ الَّذِیْ عَلَیْکَ مِنَ الْحَقِّ، وَأَنَّکَ قَدْ رَؤُفْتَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ وَغَلَظْتَ عَلَی الْکَافِرِیْنَ فَبَلَّغَ اللّٰہُ بِکَ أَشْرَفَ مَحَلِّ الْمُکَرَّمِیْنَ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اسْتَنْقَذَنَا بِکَ مِنَ الشِّرْکِ وَالضَّلَالَةِ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِکَ وَصَلَوَاتِ مَلَائِکَتِکَ الْمُقَرَّبِیْنَ وَعِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ وَأَنْبِیَائِکَ الْمُرْسَلِیْنَ وَأَهْلِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِیْنَ وَمَنْ سَبَّحَ لَکَ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ مِنَ الْأَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ وَنَبِیِّکَ وَأَمِیْنِکَ وَ نَجِیِّکَ وَصَفِیِّکَ وَخَاصَّتِکَ وَصَفْوَتِکَ مِنْ بَرِیَّتِکَ وَخِیَرَتِکَ مِنْ خَلْقِکَ، اَللّٰهُمَّ وَأَعْطِهِ الدَّرَجَةَ وَالْوَسِیْلَةَ مِنَ الْجَنَّةِ وَابْعَثْهُ مَقَاماً مَحْمُوْداً یَغْبِطُهُ بِهِ الْأَوَّلُوْنَ وَالْآخِرُوْنَ، اَللّٰهُمَّ إِنَّکَ قُلْتَ وَقَوْلُکَ الْحَقُّ: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَاؤُکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّاباً رَّحِیْماً، وَإِنِّیْ أَتَیْتُ نَبِیَّکَ مُسْتَغْفِراً تَائِباً مِنْ ذُنُوْبِیْ، یَارَسُوْلَ اللّٰہِ إِنِّیْ أَتَوَجَّهُ بِکَ إِلَی اللّٰہِ رَبِّیْ وَرَبِّکَ لِیَغْفِرَ لِیْ ذُنُوْبِیْ [میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اسی اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عبد خاص اور اس کے رسول ہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ محمد بن عبداللہ ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ نے اپنے رب کی رسالتوں کو پہنچایا اور اپنی امت کو نصیحت کی اور راہ خدا میں جہاد فرمایا اور آخر وقت تک خلوص کے ساتھ عبادت کی اور حکمت اور دل نشین وعظ و پند کے ساتھ لوگوں کو (دین خدا کی طرف) بلایا اور خدائے برحق کی طرف سے جو آپؐ پر فرض تھا اسے ادا کردیا اور بیشک آپؐ نے مومنین پر لطف و مہربانی فرمائی اور کافروں پر سختی کی پس خدا نے آپؐ کو اپنے مکرم بندوں سے بھی افضل و اشرف درجہ پر پہنچایا۔ ساری حمد ہے اس اللہ کے لئے جس نے ہمیں آپؐ کے ذریعہ شرک و گمراہی سے بچایا۔ اے اللہ تو اپنی طرف سے اور اپنے ملائکہ مقربین کی طرف سے، اپنے صالح بندوں کی طرف سے اپنے انبیاء مرسلین کی طرف سے، زمین و آسمان کے رہنے والوں کی طرف سے اولین و آخرین کی طرف سے اور اے رب العالمین ان سب کی طرف سے جو تیری تسبیح کرتے ہیں اپنے بندے، اپنے نبی، اپنے امین اپنے نجی، اپنے حبیب، اپنے صفی، اپنے خاص الخاص، تیری مخلوق میں منتخب اور تیرے بہترین بندے یعنی محمدؐ پر درود بھیج۔ اے اللہ تو ان کو بلند درجہ عطا فرما اور ان کو ہمارے لئے جنت میں جانے کا وسیلہ قرار دے اور ان کو اس مقام محمود پر مبعوث فرما جس کو دیکھ کر اولین و آخرین کے لوگ رشک کریں۔ اے اللہ تو نے کہا ہے اور تیرا قول حق ہے کہ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَاؤُکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّاباً رَّحِیْماً (سورۃ النساء آیت ۶۴) (یعنی اے رسول جب ان لوگوں نے نافرمانی کر کے اپنے نفسوں پر ظلم کیا تھا اگر تمہارے پاس چلے آتے اور خدا سے معافی مانگتے اور (اے رسول) تم بھی ان کی مغفرت چاہتے تو بیشک وہ خدا کو بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔ اور میں تیرے نبی کے پاس اپنے گناہوں کی مغفرت چاہنے اور توبہ کرنے کے لئے آیا ہوں۔ اے اللہ کے رسول میں آپؐ کو وسیلہ بنا کر اس اللہ کی طرف متوجہ ہوں جو میرا بھی رب ہے اور آپؐ کا بھی رب ہے تا کہ وہ میرے تمام گناہوں کو بخش دے۔]

اور اگر تمہاری کوئی حاجت ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کو اپنے کاندھے کے پیچھے رکھ کر قبلہ رو ہو جاؤ اپنے دونوں ہاتھ اٹھاؤ اور اپنی حاجت طلب کرو پھر تم زیادہ اس امر کے لائق ہو گے کہ تمہاری دعا قبول کرلی جائے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر اس سبز و پتلے اور چوڑے پتھر سے جو قبر کے پاس ہے اپنے پشت سے ٹیک لگاؤ اور قبلہ رو ہو کر یہ کہو:

اَللّٰهُمَّ إِلَیْکَ أَلْجَأْتُ أَمْرِیْ وَإِلٰی قَبْرِ مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ صَلَوَاتُکَ عَلَیْهِ وَآلِهٖ أَسْنَدْتُ ظَهْرِیْ وَالْقِبْلَةَ الَّتِیْ رَضِیْتَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اسْتَقْبَلْتُ، اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَصْبَحْتُ لَا أَمْلِکُ لِنَفْسِیْ خَیْرَ مَاأَرْجُوْ لَهَا، وَلَا أَدْفَعُ عَنْهَا شَرَّمَا أُحْذِرُ عَلَیْهَا، وَأَصْبَحَتِ الْأُمُوْرُ بِیَدِکَ، فَلَا فَقِیْرَ أَفْقَرُ مِنِّیْ إِنِّیْ لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ، اَللّٰهُمَّ ارْدُدْنِیْ مِنْکَ بِخَیْرٍ، لَا رَادَّ

لِفَضْلِکَ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ تُبَدِّلَ اِسْمِیْ، وَاَنْ تُغَیِّرَ جِسْمِیْ، اَوْتُزِیْلَ نِعْمَتَکَ عَنِّیْ، اَللّٰھُمَّ زَیِّنِّیْ بِالتَّقْوٰی، وَجَمِّلْنِیْ بِالنِّعْمَۃِ، وَاغْمُرْنِیْ بِالْعَافِیَۃِ، وَارْزُقْنِیْ شُکْرَکَ [اے اللہ! میں نے اپنا معاملہ تیرے سامنے پیش کر دیا ہے اور تیرے بندے اور تیرے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر اپنی پشت کی ٹیک لگالی ہے اور اس قبلہ کی طرف رخ کیا ہے جس کو تو نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے قبلہ ہونا پسند فرمایا ہے۔ پروردگار میں اس حال میں ہوں کہ جو خیر و بہتری میں اپنی ذات کے لئے چاہتا ہوں اس پر مجھے اختیار نہیں اور جو بدی و شر میں اپنی ذات سے دور کرنا چاہتا ہوں وہ دور نہیں کر سکتا اور سارے امور تیرے دست قدرت میں ہیں اور کوئی بھی فقیر مجھ سے زیادہ فقیر محتاج نہیں۔ انی لما انزلت الی من خیر فقیر (سورہ قصص آیت ۲۴) (پروردگار اس وقت جو بھی نعمت تو میرے پاس بھیج دے میں اس کا سخت حاجت مند ہوں)۔ پروردگار مجھے اپنے پاس سے خیر و بھلائی دے کر واپس کر تیرے فضل و کرم کا کوئی روکنے والا نہیں۔ پروردگار میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تو میرے نام کو تبدیل کر دے اور جسم کو متغیر کر دے یا وہ نعمتیں جو تو نے مجھے دی ہیں ان کو زائل کر دے، پروردگار مجھے تقویٰ سے مزین و آراستہ کر اور مجھے نعمتوں کا حسن و جمال عطا فرما اور عافیت میں غوطہ دے اور مجھے شکر کی روزی دے۔] [1]

منبر کے پاس حاضری

پھر منبر کے پاس آؤ اور اس کے دونوں اناروں (لٹوؤں) سے اپنے چہرے اور دونوں آنکھوں کو مسح کرو اس لئے کہ کہا جاتا ہے کہ یہ آنکھوں کے لئے شفا ہے اور اس کے پاس کھڑے ہو کر حمد و ثنائے الٰہی بجالاؤ اور اپنی حاجت طلب کرو۔

(۳۱۶۰) اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر جنت کی کھڑکیوں میں سے ایک کھڑکی پر ہے اور منبر کے پائے اس پر رکھے ہوئے ہیں۔

پھر مقام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آؤ اور وہاں جتنی چاہو نمازیں پڑھو اور جب تم مسجد میں داخل ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو اور اسی طرح جب وہاں سے نکلو تو درود بھیجو۔ [2] پھر مقام جبرئیلؑ پر آؤ جو میزاب کے نیچے ہے اس لئے کہ یہی وہ مقام ہے جہاں سے کھڑے ہو کر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اذنِ باریابی چاہتے تھے۔ پھر کہو: اَیْ جَوَادُ اَیْ کَرِیْمُ اَیْ قَرِیْبُ اَیْ بَعِیْدُ اَسْأَلُکَ اَنْ تَرُدَّ عَلَیَّ نِعْمَتَکَ (اے جواد، اے کریم، اے قریب، اے بعید میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو اپنی نعمتیں میری طرف پھیر دے)۔

اور یہ وہ مقام ہے کہ جہاں کوئی بھی زن حائض قبلہ کی طرف رخ کر کے دعا کرے گی تو اس کا خون رک جائے گا۔ اور خون کے لئے یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِکُلِّ اِسْمٍ ھُوَلَکَ اَوْتَسَمَّیْتَ بِہٖ لِاَحَدٍ مِنْ خَلْقِکَ، اَوْھُوَ مَأْثُوْرٌ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ، وَاَسْأَلُکَ بِاسْمِکَ الْاَعْظَمِ الْاَعْظَمِ الْاَعْظَمِ، وَبِکُلِّ حَرْفٍ اَنْزَلْتَہٗ عَلٰی مُوْسٰی، وَبِکُلِّ حَرْفٍ اَنْزَلْتَہٗ عَلٰی عِیْسٰی، وَبِکُلِّ حَرْفٍ اَنْزَلْتَہٗ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَوٰاتُکَ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَعَلٰی اَنْبِیَاءِ اللّٰہِ اِلَّا فَعَلْتَ بِیْ کَذَاوکذا (پروردگار میں تجھ سے سوال کرتی ہوں ہر اس اسم کے واسطے سے جو تیرا ہے یا تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو وہ نام بتایا ہے یا وہ اسم تیرے علم غیب میں تیرے پاس نشان شدہ ہے اور میں درخواست کرتی ہوں تیرے اسی اسم

---

[1] کلینی نے ج۴ ص۵۵۱ پر اپنی اسناد کے ساتھ علی بن جعفر سے انہوں نے اپنے بھائی موسیٰ بن جعفرؑ سے، انہوں نے اپنے والد گرامی سے اور انہوں نے اپنے جد بزرگوار علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: میرے والد علی ابن حسین علیہما السلام قبر نبیؐ کے پاس کھڑے ہوئے تھے آپؑ کو سلام عرض کرتے تھے اور آپؐ کی شہادت باآواز دیتے تھے اور وہاں موجود لوگوں کو بلاتے پھر اپنی پشت اس سبز پتلے اور جوڑے پتھر، (قبر) کے پاس ہے ٹیک لگاتے تھے اور قبلہ رُو ہو کر فرماتے تھے: اللّٰھم ۔۔۔ تا آخر دعا۔

[2] کلینی نے صحیح حدیث میں معاویہ بن عمار سے یہی روایت کی ہے۔

اعظم کے واسطے سے جو اعظم سے بھی اعظم ترین ہے اور ہر اس حرف کے واسطے سے جو تو نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا اور ہر اس حرف کے واسطے سے جو تو نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا اور ہر اس حرف کے واسطے سے جو تو نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمایا کہ تو میری یہ یہ حاجت روا کردے) اور حائض کہے گی کہ اِلّا اَذْهَبْتَ عَنِّیْ هٰذَا الدَّمَ (مجھ سے اس خون کو دور کردے) ۔ [1]

مدینہ منورہ میں روزہ اور ستونوں کے پاس اعتکاف

اگر تم کو مدینہ منورہ میں تین دن قیام کا موقع ملے [2] تو چہار شنبہ کو روزہ رکھو اور چہار شنبہ کی شب ستون توبہ کے پاس نماز پڑھو اور وہ ستون ابی لبابہ ہے جس میں انہوں نے خود کو باندھ لیا تھا اور وہاں وہ چہار شنبہ کے دن بھر بیٹھے رہے پھر تم شب پنج شنبہ اس ستون کے پاس آؤ جو اس سے ملا ہوا ہے اور مقام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملے ہوئے ستون کے پاس ہے اور وہاں اس شب اور اس دن بیٹھو اور پنج شنبہ کے دن روزہ رکھو پھر اسی ستون کے پاس آؤ جو مقام نبی سے متصل ہے اور شب جمعہ نمازوں میں بسر کرو اور جمعہ کے دن نماز پڑھتے رہو اور روزہ رکھو۔ اور اگر تم سے ہو سکے تو ان ایام میں سوائے ناگزیر اور واجب کے کوئی بات نہ کرو اور بغیر کسی ضروری حاجت کے مسجد سے باہر نہ نکلو اور دن اور رات سوائے تھوڑی سی نیند کے اور نیند نہ کرو۔ اور جمعہ کے دن حمد و ثنائے الٰہی بجالاؤ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو پھر اللہ سے اپنی حاجتیں طلب کرو اور یہ کہو:

اَللّٰهُمَّ مَا كَانَتْ لِیْ اِلَیْکَ مِنْ حَاجَةٍ شَرَعْتُ فِیْ طَلَبِهَا وَالْتِمَاسِهَا اَوْلَمْ اَشْرِعْ، سَاَلْتُكَهَا اَوْلَمْ اَسْاَلْكَهَا فَاِنِّیْ اَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ فِیْ قَضَاءِ حَوَائِجِیْ صَغِیْرِهَا وَكَبِیْرِهَا (اے اللہ میری جتنی حاجتیں تجھ سے ہیں میں نے ان کو مانگنا شروع کیا ہے یا نہیں، میں نے ان کے لئے گذارش کی ہے یا نہیں کی ہے، میں نے تجھ سے ان کا سوال کیا ہے یا نہیں کیا ہے اب میں ان تمام چھوٹی اور بڑی حاجتوں کو پوری کرانے کے لئے تیرے نبی رحمت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ بنا کر تیری بارگاہ میں آیا ہوں)۔

زیارتِ فاطمہؑ بنت نبیؐ، اللہ کی رحمتیں نازل ہوں ان پر ان کے پدر بزرگوار، ان کے شوہر نامدار اور ان کے فرزندوں پر

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدہ النساء العالمین فاطمہ زہرا صلوات اللہ وسلامہ علیہا کی قبر کی جگہ کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ کچھ لوگ روایت کرتے ہیں کہ آپؑ بقیع میں دفن ہوئیں، کچھ لوگ روایت کرتے ہیں کہ آپؑ قبر نبیؐ اور منبر نبیؐ کے درمیان دفن ہوئیں چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی ارشاد ہے کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، اس لئے کہ ان معظمہ کی قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اور منبر کے درمیان ہے اور کچھ لوگوں کی روایت ہے کہ وہ معظمہ اپنے بیت (گھر) میں دفن ہوئیں۔ مگر جب بنی امیہ نے مسجد میں توسیع کی تو اس بیت کو بھی مسجد میں شامل کرلیا۔ اور یہی وہ روایت ہے، جو میرے نزدیک صحیح ہے چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل ہوئی اور میں نے بیت اللہ الحرام کا حج کیا تو مدینہ منورہ واپس آیا اور جب زیارت قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فارغ ہوا تو بیت فاطمہؑ پر حاضری کا قصد کیا اور وہ اس ستون

---

[1] 'کافی' ج ۴ ص ۴۵۲ پر صحیح حدیث میں معاویہ بن عمار نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب عورت اپنے مناسک سے مشرف ہو جائے اور وہ حائض ہو تو غسل کرے اور روئی سے خون کے بہنے کو روکے اور کھڑی ہو جائے اور اس کے پیچھے کھڑی عورتیں اس کی دعا پر آمین کہیں اور اپنی دعا میں کہے: اللهم انی اسئلک بکل اسم .... تا آخر دعا۔

[2] شیخ نے 'تہذیب' ج ۶ ص ۶ پر صحیح حدیث میں معاویہ بن عمار سے اور انہوں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا: اگر تمہیں مدینہ میں تین دن ٹھہرنا ہو تو پہلے چہار شنبہ کو روزہ رکھو۔۔۔ (حدیث الفاظ کے ادنیٰ اختلاف کے ساتھ آگے تک جاتی ہے البتہ آخر میں اضافہ ہے۔ 'پس تم اس قابل ہو کہ تمہاری حاجت پوری کردی جائے ان شاء اللہ۔

کے پاس ہے کہ جب باب جبرئیلؑ سے داخل ہوتے ہیں تو ملتا ہے اور وہ قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احاطہ کے آخر میں ہے۔ چنانچہ میں اسی احاطہ کے پاس کھڑا ہو گیا اس کو اپنے بائیں جانب رکھا اور پشت قبلہ کی طرف اور اپنا رخ اس کی طرف کیا اس وقت میں غسل کیے ہوئے تھے اور یہ کہا:

اَلسَّلامُ عَلَیْکِ یَابِنْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلسَّلامُ عَلَیْکِ یَابِنْتَ نَبِیِّ اللّٰهِ، اَلسَّلامُ عَلَیْکِ یَابِنْتَ حَبِیْبِ اللّٰهِ، اَلسَّلامُ عَلَیْکِ یَابِنْتَ خَلِیْلِ اللّٰهِ، اَلسَّلامُ عَلَیْکِ یَابِنْتَ صَفِیِّ اللّٰهِ، اَلسَّلامُ عَلَیْکِ یَابِنْتَ اَمِیْنِ اللّٰهِ، اَلسَّلامُ عَلَیْکِ یَابِنْتَ خَیْرِ خَلْقِ اللّٰهِ، اَلسَّلامُ عَلَیْکِ یَابِنْتَ اَفْضَلِ اَنْبِیَاءِ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَمَلَائِکَتِهٖ، اَلسَّلامُ عَلَیْکِ یَابِنْتَ خَیْرِ الْبَرِیَّةِ، اَلسَّلامُ عَلَیْکِ یَاسَیِّدَةَ نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ، اَلسَّلامُ عَلَیْکِ یَازَوْجَةَ وَلِیِّ اللّٰهِ وَخَیْرِ الْخَلْقِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَلسَّلامُ عَلَیْکِ یَا اُمَّ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ سَیِّدَیْ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ، اَلسَّلامُ عَلَیْکِ اَیَّتُهَا الصِّدِّیْقَةُ الشَّهِیْدَةُ، اَلسَّلامُ عَلَیْکِ اَیَّتُهَا الرَّضِیَّةُ الْمَرْضِیَّةُ، اَلسَّلامُ عَلَیْکِ اَیَّتُهَا الْفَاضِلَةُ الزَّکِیَّةُ، اَلسَّلامُ عَلَیْکِ اَیَّتُهَا الْحَوْرِیَّةُ الْاِنْسِیَّةُ، اَلسَّلامُ عَلَیْکِ اَیَّتُهَا التَّقِیَّةُ النَّقِیَّةُ، اَلسَّلامُ عَلَیْکِ اَیَّتُهَا الْمُحَدَّثَةُ الْعَلِیْمَةُ، اَلسَّلامُ عَلَیْکِ اَیَّتُهَا الْمَظْلُوْمَةُ الْمَغْصُوْبَةُ، اَلسَّلامُ عَلَیْکِ اَیَّتُهَا الْمُضْطَهَدَةُ الْمَقْهُوْرَةُ، اَلسَّلامُ عَلَیْکِ یَا فَاطِمَةُ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ، صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْکِ وَعَلٰی رُوْحِکِ وَبَدَنِکِ، اَشْهَدُ اَنَّکِ مَضَیْتِ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِنْ رَبِّکِ وَاَنَّ مَنْ سَرَّکِ فَقَدْ سَرَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ، وَمَنْ جَفَاکِ فَقَدْ جَفَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ، وَمَنْ آذَاکِ فَقَدْ آذٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه واٰله وسلم، وَمَنْ وَصَلَکِ فَقَدْ وَصَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَمَنْ قَطَعَکِ فَقَدْ قَطَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ، لِاَنَّکِ بَضْعَةٌ مِنْهُ وَرُوْحُهُ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیْهِ کَمَا قَالَ عَلَیْهِ اَفْضَلُ سَلَامِ اللّٰهِ وَصَلَوَاتُهٗ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَرُسُلَهٗ وَمَلَائِکَتَهٗ اَنِّیْ رَاضٍ عَمَّنْ رَضِیْتِ عَنْهُ، سَاخِطٌ عَلٰی مَنْ سَخِطْتِ عَلَیْهِ، مُتَبَرِّئٌ مِمَّنْ تَبَرَّأْتِ مِنْهُ، مُوَالٍ لِمَنْ وَالَیْتِ، مُعَادٍ لِمَنْ عَادَیْتِ، مُبْغِضٌ لِمَنْ اَبْغَضْتِ، مُحِبٌّ لِمَنْ اَحْبَبْتِ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْداً وَحَسِیْباً وَجَازِیاً وَمُثِیْباً.

(اے رسول اللہؐ کی دختر آپؑ پر سلام ہو، اے نبی خدا کی لخت جگر آپؑ پر سلام ہو، حبیب خدا کی نور نظر آپؑ پر سلام ہو، اے خلیل خدا کی بیٹی آپؑ پر سلام ہو۔ اے برگزیدہ خدا کی دلبند آپؑ پر سلام ہو۔ اے امینِ خدا کی پارہ دل آپؑ پر سلام ہو، اے بہترین خلق خدا کی قرۃ العین آپؑ پر سلام ہو۔ اے اللہ کے تمام نبیوں پر رسولوں اور ملائکہ سے افضل کی دختر آپؑ پر سلام ہو۔ اے بہترین مخلوق کی دختر آپؑ پر سلام ہو۔ اے اولین و آخرین میں سے تمام عالمین کی عورتوں کی سردار آپؑ پر سلام ہو۔ اے اللہ کے ولی اور بعد رسول مخلوق میں سب سے بہتر کی زوجہ آپؑ پر سلام ہو اے سرداران جوانان اہل جنت حسنؑ و حسینؑ کی مادر گرامی آپؑ پر سلام ہو۔

آپؑ پر میرا سلام ہو اے صدیقہ شہیدہ۔ آپؑ پر میرا سلام ہو اے راضیہ مرضیہ، آپؑ پر میرا سلام ہو اے فاضلہ زکیہ، آپؑ پر میرا سلام ہو اے حوریہ انسیہ، آپؑ پر میرا سلام ہو اے تقیہ نقیہ، آپؑ پر میرا سلام ہو اے محدثہ علیمہ، آپؑ پر میرا سلام ہو اے مظلومہ و مغصوبہ (کہ آپ پر ظلم کیا گیا اور آپ کا حق غصب کیا گیا) آپؑ پر میرا سلام ہو اے وہ معظمہ جن پر ظلم و جور اور قہر کیا گیا۔ آپؑ پر میرا سلام ہو اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی فاطمہ اور اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپؑ پر، آپؑ کی روح پر اور آپؑ کے بدن پر رحمتیں نازل فرمائے۔ میں گواہی دیتا ہوں آپؑ اپنے رب کے احکامات پر عامل رہتے ہوئے دنیا سے گذر گئیں اور یہ کہ جس نے آپؑ کو خوش کیا اس نے رسول اللہ کو خوش کیا اور جس نے آپ پر جور و جفا کیا اس نے رسول اللہ پر جور و جفا کیا۔ جس نے آپؑ کو اذیت دی اس نے بلاشک رسول اللہ کو اذیت دی۔ جس نے آپؑ سے میل ملاپ رکھا اس نے رسول اللہ سے میل ملاپ رکھا اور جو آپؑ سے لاتعلق ہو وہ اللہ کے رسول سے لاتعلق ہوا کیونکہ آپؑ رسول اللہ کے اس دل کا ٹکڑا ہیں جو ان کے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے اور آپؑ ان کی جان ہیں۔ جیسا کہ آنحضرتؐ نے جن پر اللہ کا بہترین درود و سلام ہو فرمایا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کو اس کے رسولوں کو اور اس کے ملائکہ کو گواہ بنا کر

کہتا ہوں کہ میں بھی اسی سے خوش ہوں، جس سے آپؑ خوش ہیں اور اس سے ناراض ہوں جس سے آپؑ ناراض ہیں، اس سے اظہار برأت کرتا ہوں جس سے آپؑ اظہار برأت کرتی ہیں۔ میں اس کا دوست ہوں جو آپؑ کو دوست رکھتا ہے۔ میں اس کا دشمن ہوں جو آپؑ کا دشمن ہے۔ میں اس سے بغض رکھتا ہوں جو آپؑ سے بغض رکھتا ہے۔ میں اس سے محبت کرتا ہوں جو آپؑ سے محبت کرتا ہے۔ اور گواہی کے لئے اور حساب و کتاب و جزا ثواب کے لئے اللہ تعالیٰ بہت کافی ہے)۔

اس کے بعد میں نے کہا: اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ مُحَمَّدِبْنِ عَبْدُ اللّٰہِ خَاتِمِ النَّبِیِّیْنَ وَخَیْرِ الْخَلَائِقِ أَجْمَعِیْنَ، وَصَلِّ عَلٰی وَصِیِّہٖ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِب أَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِمَامِ الْمُسْلِمِیْنَ وَخَیْرِ الْوَصِیِّیْنَ، وَصَلِّ عَلٰی فَاطِمَۃَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ سَیِّدَۃِ نِسَآءِ الْعَالَمِیْنَ، وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدَی شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ، وَصَلِّ عَلٰی زَیْنِ الْعَابِدِیْنَ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ، وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِبْنِ عَلِیٍّ بَاقِرِ عِلْمِ النَّبِیِّیْنَ، وَصَلِّ عَلٰی الصَّادِقِ عَنِ اللّٰہِ جَعْفَرِابْنِ مُحَمَّدٍ، وَصَلِّ عَلٰی کَاظِمِ الْغَیْظِ فِی اللّٰہِ مُوْسٰی بْنِ جَعْفَرٍ، وَصَلِّ عَلٰی الرِّضَا عَلِیِّ بْنِ مُوْسٰی، وَصَلِّ عَلٰی التَّقِیِّ مُحَمَّدِبْنِ عَلِیٍّ، وَصَلِّ عَلٰی النَّقِیِّ عَلِیِّ بْنِ مُحَمَّدٍ، وَصَلِّ عَلٰی الزَّکِیِّ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ وَصَلِّ عَلٰی الْحُجَّۃِ الْقَائِمِ ابنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ. اَللّٰھُمَّ أَحْیِ بِہِ الْعَدْلَ، وَاَمِتْ بِہِ الْجَوْرَ، وَزَیِّنْ بِطُوْلِ بَقَائِہٖ الْاَرْضَ، وَ أَظْھِرْبِہٖ دِیْنَکَ وَسُنَّۃَ نَبِیِّکَ حَتّٰی لَایَسْتَخْفِیْ بِشَیْءٍ مِنَ الْحَقِّ مَخَافَۃَ أَحَدٍ مِنَ الْخَلْقِ وَاجْعَلْنَا مِنْ أَعْوَانِہٖ وَ أَشْیَاعِہٖ وَالْمَقْبُوْلِیْنَ فِیْ زُمْرَۃِ أَوْلِیَائِہٖ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَأَھْلِ بَیْتِہِ الَّذِیْنَ أَذْھَبْتَ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھَّرْتَھُمْ تَطْھِیْراً۔

(اے اللہ درود وسلام بھیج اپنے بندے اور اپنے رسول محمدؐ بن عبداللہ پر جو خاتم النبیین اور تمام خلائق میں سب سے بہتر ہیں اور درود بھیج ان کے وصی علیؑ ابن ابی طالب امیر المومنین وامام مسلمین اور تمام اوصیا میں سب سے بہتر پر۔ اور درود بھیج فاطمہؑ بنت محمدؐ سیدۃ نساء العالمین پر اور درود بھیج سردار جوانان اہل جنت حسنؑ وحسینؑ پر اور درود بھیج زین العابدین علیؑ ابن الحسینؑ پر اور درود بھیج محمدؑ بن علیؑ باقر علم النبیین پر اور درود بھیج اللہ کی طرف سے سچ بولنے والے جعفرؑ ابن محمدؑ پر اور درود بھیج اللہ کے معاملہ میں غصہ کو پی جانے والے موسیٰؑ بن جعفرؑ پر اور درود بھیج علیؑ ابن موسیٰ الرضاؑ پر اور درود بھیج تقی محمد بن علیؑ پر اور درود بھیج علی النقیؑ بن محمدؑ پر اور درود بھیج حسنؑ زکی بن علیؑ پر اور درود بھیج حجت قائمؑ ابن الحسنؑ بن علیؑ پر۔

اے اللہ تو ان کے ذریعہ عدل کو زندہ کر اور ظلم وجور کو مٹا دے۔ ان کے طول بقا سے زمین کو مزین رکھ اور ان کے ذریعہ اپنے دین کو اور اپنے نبیؐ کی سنت کو غالب کر یہاں تک کہ مخلوق میں سے کسی شخص کے خوف سے حق کی کوئی بات مخفی نہ رہ جائے۔ اور ہم لوگوں کو ان کے مددگاروں میں، ان کے تبعین میں، ان کے مقبولین اور ان کے دوستوں کے زمرہ میں شامل فرما اے رب العالمین۔ اے اللہ تو اپنی رحمتیں نازل فرما محمدؐ اور ان کے اہلبیتؑ پر جن کو تو نے تمام برائیوں سے پاک رکھا ہے اور اس طرح پاک رکھا ہے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے)۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کی زیارت کے لئے مقررہ ومعینہ کوئی چیز نہیں پائی۔ لہٰذا جو شخص میری اس کتاب سے آپؑ کی یہ زیارت پڑھے گا میں اس سے اسی طرح راضی، خوش ہوں جس طرح میں اس زیارت سے اپنی ذات کے لئے خوش وراضی ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ راہِ راست کی توفیق دینے والا ہے۔ وہی ہم لوگوں کے لئے کافی ہے اور وہی بہترین سرپرست ہے۔

دیگر مشاہد مقدسہ اور قبور شہداء پر حاضری

اور تم وہاں کے مشاہد مقدسہ میں سے کسی پر حاضری ترک نہ کرو مسجد قباء ومشربہ ام ابراہیم ومسجد فضیخ وقبور شہداء ومسجد احزاب کہ جس کا دوسرا نام مسجد فتح ہے اور جتنی چاہو اس میں مستحب نمازیں پڑھو۔ اور جب تم قبور شہداء کے پاس آؤ تو یہ کہو: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ

[آپ لوگوں پر میرا سلام آپ نے بڑے صبر سے کام لیا (آپ لوگوں کے لئے) آخرت کا گھر بہترین ہے] اور جب مسجد فتح آؤ تو یہ کہو:

یَاصَرِیْخَ الْمَکْرُوْبِیْنَ وَیَا مُجِیْبَ (دَعْوَۃَ) الْمُضْطَرِّیْنَ اکْشِفْ عَنِّیْ غَمِّیْ وَھَمِّیْ وَکَرْبِیْ کَمَا کَشَفْتَ عَنْ نَبِیِّکَ صَلَوَاتُکَ عَلَیْهِ وَآلِهٖ ھَمَّهٗ وَغَمَّهٗ وَکَرْبَهٗ وَکَفَیْتَهٗ ھَوْلَ عَدُوِّهٖ فِیْ ھٰذَا الْمَکَانِ (اے کرب ومصیبت میں مبتلا لوگوں کی فریاد کو پہنچنے والے اے مضطر اور بے قراروں کی دعاؤں کو قبول کرنے والے مجھ سے میرے کرب وتکلیف وغم وہم کو اس طرح دور کر جس طرح تو نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم وغم وکرب وتکلیف کو دور کیا تھا اور انہیں دشمن کے خوف سے اس مقام پر بچایا)۔ [1]

قبر نبی اور منبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رخصت ہونا

اور جب تمہارا ارادہ مدینہ سے نکلنے کا ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر بالین قبر آؤ اور آپؐ کو سلام کرو پھر منبر کے پاس آؤ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو جس قدر بھی تم سے ممکن ہو اور اپنے دین و دنیا کے لئے جو چاہو دعا مانگو پھر قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آؤ اور اپنے بائیں کاندھے کو قبر سے چسپیدہ کر دو اس ستون کے قریب جو اس ستون سے ہٹ کر ہے جو سر بالین قبر نبی ہے پھر چھ رکعت نماز پڑھو یا آٹھ رکعت اور ہر رکعت میں سورہ حمد اور کوئی دوسری سورہ اور ہر دوسری رکعت میں قنوت، پھر جب تم اس سے فارغ ہو جاؤ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جاؤ اور آنجناب کو وداع کرتے ہوئے یہ کہو:

صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْکَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ لَاجَعَلَهُ اللّٰهُ آخِرَ تَسْلِیْمِیْ عَلَیْکَ، اَللّٰھُمَّ لَاتَجْعَلْهُ آخِرَ الْعَھْدِ مِنْ زِیَارَۃِ قَبْرِ نَبِیِّکَ صَلَوَاتُکَ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَاِنْ تَوَفَّیْتَنِیْ قَبْلَ ذٰلِکَ فَاِنِّیْ اَشْھَدُ فِیْ مَمَاتِیْ عَلٰی مَا اَشْھَدُ فِیْ حَیَاتِیْ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ (آپؐ پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرمائے سلام ہو آپؐ پر۔ اللہ آپؐ پر میرا یہ سلام آخری سلام نہ قرار دیدے۔ اے اللہ اپنے نبیؐ کی قبر کی اس زیارت کو میرے لئے آخری زیارت نہ قرار دینا۔ اور اگر اس سے پہلے تو مجھے موت دیدے تو اپنی موت کے بعد بھی وہی گواہی دوں گا جس کی گواہی میں اپنی زندگی میں دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے تیرے اور یہ کہ محمدؐ تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں)۔ [2]

بقیع میں زیارت قبور ائمہ علیہم السلام

یعنی امام حسن ابن علی ابن ابی طالب وامام علی ابن الحسین وامام محمد بن علی باقر وامام جعفر بن محمد صادق علیہم السلام

اور جب تم بقیع میں ائمہ کی قبروں کے پاس پہنچو تو ان قبروں کو اپنے سامنے رکھو پھر یہ کہو:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَئِمَّۃَ الْھُدٰی، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ التَّقْوٰی، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا حُجَجَ اللّٰهِ عَلٰی اَھْلِ الدُّنْیَا، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَیُّھَا الْقَوَّامُوْنَ فِی الْبَرِیَّۃِ بِالْقِسْطِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الصَّفْوَۃِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ النَّجْوٰی، اَشْھَدُ اَنَّکُمْ قَدْ بَلَّغْتُمْ وَنَصَحْتُمْ وَصَبَرْتُمْ فِیْ ذَاتِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَکُذِّبْتُمْ، وَاُسِیْءَ اِلَیْکُمْ فَغَفَرْتُمْ، وَاَشْھَدُ اَنَّکُمُ الْاَئِمَّۃُ الرَّاشِدُوْنَ وَاَنَّ طَاعَتَکُمْ مَفْرُوْضَۃٌ،

---

[1] "کافی" ج ۴ ص ۵۶۰ پر شیخ کی مانند حسن حدیث میں معاویہ بن عمار سے روایت ہے کہ ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: تم کسی مشاہد (شریفہ) کی حاضری ترک نہ کرو مسجد قباء وہ مسجد کہ جس کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی اور مشربہ ام ابراہیم اور مسجد فضیخ اور قبور شہداء اور مسجد احزاب اور وہی مسجد فتح ہے اور فرمایا: ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب قبور شہداء پر پہنچتے تو فرماتے: السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ اور مسجد فتح کے قریب کہو: یا صریخ المکروبین ویا مجیب دعوۃ المضطرین ۔۔۔ تا آخر دعا۔

[2] اس بارے میں مولف نے "کافی" ج ۴ ص ۵۶۳ پر دو روایتیں نقل کی ہیں ایک معاویہ بن عمار سے اور دوسری یونس بن یعقوب سے اور انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے۔

وَأَنَّ قَوْلَكُمُ الصِّدْقُ، وَأَنَّكُمْ دَعَوْتُمْ فَلَمْ تُجَابُوا، وَأَمَرْتُمْ فَلَمْ تُطَاعُوا، وَأَنَّكُمْ دَعَائِمُ الدِّيْنِ، وَأَرْكَانُ الْاَرْضِ، لَمْ تَزَالُوْ بِعَيْنِ اللّٰهِ، يَنْسَخُكُمْ فِيْ أَصْلَابِ الْمُطَهَّرِيْنَ وَيَنْقُلُكُمْ فِيْ أَرْحَامِ الْمُطَهَّرَاتِ، لَمْ تُدَنِّسْكُمُ الْجَاهِلِيَّةُ الْجُهَلَاءِ وَلَمْ تُشْرِكْ فِيْكُمْ فِتَنُ الْاَهْوَاءِ طِبْتُمْ وَطَابَتْ مَنْبَتُكُمْ، أَنْتُمُ الَّذِيْنَ مَنَّ بِكُمْ عَلَيْنَا دَيَّانُ الدِّيْنِ فَجَعَلَكُمْ فِيْ بُيُوْتٍ أَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ، وَجَعَلَ صَلَوَاتَنَا عَلَيْكُمْ رَحْمَةً لَنَا وَكَفَّارَةً لِذُنُوْبِنَا اِذَا اخْتَارَكُمْ لَنَا، وَطَيَّبَ خَلْقَنَا بِمَا مَنَّ عَلَيْنَا مِنْ وِلَايَتِكُمْ وَكُنَّا عِنْدَهٗ بِفَضْلِكُمْ مُعْتَرِفِيْنَ، وَبِتَصْدِيْقِنَا اِيَّاكُمْ مُقِرِّيْنَ، وَهٰذَا مَقَامُ مَنْ أَسْرَفَ وَاَخْطَأَ وَاسْتَكَانَ وَاَقَرَّ بِمَا جَنٰى، وَرَجَا بِمَقَامِهِ الْخَلَاصَ، وَاَنْ يَسْتَنْقِذَهٗ بِكُمْ مُسْتَنْقِذُ الْهَلْكٰى مِنَ النَّارِ، فَكُوْنُوْا لِيْ شُفَعَاءَ، فَقَدْ وَفَدْتُ اِلَيْكُمْ اِذْ رَغِبَ عَنْكُمْ أَهْلُ الدُّنْيَا، وَاتَّخَذُوْا آيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا، وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا، يَامَنْ هُوَ قَائِمٌ لَايَسْهُوْ وَدَائِمٌ لَا يَلْهُوْ وَمُحِيْطٌ بِكُلِّ شَيْءٍ، لَكَ الْمَنُّ بِمَا وَفَّقْتَنِيْ وَعَرَّفْتَنِيْ بِمَا ائْتَمَنْتَنِيْ عَلَيْهِ اِذْ صَدَّ عَنْهُ عِبَادُكَ، وَجَهِلُوْا مَعْرِفَتَهُمْ، وَاسْتَخَفُّوْ بِحَقِّهِمْ، وَمَالُوْ اِلٰى سِوَاهُمْ، فَكَانَتِ الْمِنَّةُ مِنْكَ عَلَيَّ مَعَ اَقْوَامٍ خَصَصْتَهُمْ بِمَا خَصَصْتَنِيْ بِهٖ فَلَكَ الْحَمْدُ اِذْ كُنْتُ عِنْدَكَ فِيْ مَقَامِيْ مَكْتُوْبًا، فَلَاتَحْرِمْنِيْ مَارَجَوْتُ، وَلَاتُخَيِّبْنِيْ فِيْمَا دَعَوْتُ.

(سلام ہو آپ پر اے ائمہ ہدایت۔ سلام ہو آپ لوگوں پر اے صاحبان تقویٰ، سلام ہو آپ لوگوں پر اے اہل دنیا پر حجت ہائے خدا، سلام ہو آپ لوگوں پر اے مخلوقات خدا میں عدل پر قائم رہنے والوں۔ سلام ہو آپ لوگوں پر اے صاحبان خلوص، سلام ہو آپ لوگوں پر اے صاحبان راز۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ لوگوں نے حق تبلیغ و نصیحت کو پوری طرح ادا کر دیا اور ذات خدا کے اثبات میں پورے صبر و تحمل سے کام لیا۔ آپ لوگوں کو جھٹلایا گیا، آپ لوگوں کو ناسزا کہا گیا مگر آپ لوگوں نے معاف کر دیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ لوگ ارشاد و ہدایت کرنے والے امام ہیں آپ لوگوں کی اطاعت اللہ کی طرف سے فرض کی گئی ہے۔ آپ لوگوں کا قول سچا ہے اور آپ لوگوں نے (حق کی طرف) دعوت دی مگر اسے قبول نہیں کیا گیا۔ آپ لوگوں نے حکم دیا مگر اس کی اطاعت نہیں کی گئی۔ بیشک آپ لوگ دین کے ستون اور زمین کے ارکان ہیں۔ ہمیشہ اللہ کی نگاہ آپ لوگوں پر رہی، اللہ نے آپ لوگوں کو ہمیشہ پاکیزہ صلبوں سے پاک و طاہر رحموں میں منتقل کیا، ایام جاہلیت کی جہالت نے کبھی آپ لوگوں کو آلودہ نہیں کیا اور فتنہ ہوا و ہوس آپ لوگوں کی طبیعت میں کبھی شریک نہیں رہا۔ آپ لوگ پاک اور آپ لوگوں کی بنیاد بھی پاک، آپ وہ لوگ ہیں کہ آپ کو پیدا کر کے قیامت کے دن جزا دینے والے نے ہم لوگوں پر بڑا احسان فرمایا اور آپ لوگوں کو ان گھروں میں پیدا کیا: فِيْ بُيُوْتٍ أَذِنَ اللّٰهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ (سورہ نور آیت ۳۶) کہ جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ان کی تعظیم کی جائے اور ان میں اس کا نام لیا جائے جن میں صبح و شام لوگ اس کی تسبیح کیا کرتے ہیں۔ اور آپ لوگوں پر ہمارے درود بھیجنے کو خود ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے رحمت اور ہمارے گناہوں کا کفارہ قرار دیا ہے۔ اللہ نے آپ لوگوں کو ہمارے لئے منتخب فرمایا اور آپ لوگوں کی ولایت کے سبب ہم لوگوں کی خلقت پاک کی اس کے نزدیک ہم لوگ آپ لوگوں کے فضل و شرف کے معترف ہیں، آپ لوگوں کی تصدیق کرتے ہیں اور آپ کے مقر ہیں۔ یہ اس شخص کا مقام ہے جس نے اسراف کیا ہو، خطا کی ہو اور عاجزی کے ساتھ اپنے گناہوں کا اقرار کرے اور ایسے مقام پر رہتے ہوئے گلو خلاصی کا اور اس کا امیدوار ہو کہ آپ لوگوں کے واسطے سے وہ خدا نجات دیگا جو ہلاکت میں پڑنے والوں کو ہلاکت سے نجات دیتا ہے چونکہ میں نے آپ لوگوں کو واسطہ بنایا ہے اس لئے آپ لوگ میری شفاعت کریں جب کہ اہل دنیا نے آپ لوگوں سے منہ موڑا ہوا ہے اور آیات الٰہی کے ساتھ تمسخر اور اس کے سامنے تکبر کیا ہوا ہے۔ اے وہ ذات جو قائم ہے کبھی سہو نہیں کرتا، اے وہ ذات جو دائم ہے جو کبھی لہو و لعب میں مبتلا نہیں ہوتا اور ہر شے پر حاوی ہے۔ جن عقائد کی تو نے مجھے معرفت دی ہے اور اس پر گامزن ہونے کی توفیق دی یہ تیرا احسان ہے جب کہ ان عقائد سے تیرے عام بندوں نے پیٹھ پھیر لی اور اس کی معرفت سے نادان رہے اور اس کے حق کو خفیف سمجھا اور غیر کی طرف مائل ہوئے۔ چنانچہ تو نے مجھ پر اور ان لوگوں پر احسان فرمایا جنہیں تو نے اس نعمت سے مختص فرمایا، جس سے تو نے مجھے مخصوص کیا، پس میں تیری ہی حمد کرتا ہوں جب کہ میرا یہ مقام تیرے پاس محفوظ و مکتوب ہے

پس جس کا میں امیدوار ہوں اس سے تو مجھے محروم نہ فرما جو دعا میں نے کی ہے اس میں مجھے مایوس نہ کر)۔

اس کے علاوہ اپنی ذات کے لئے جو چاہو دعا مانگو پس اس مسجد میں جو وہاں موجود ہے آٹھ رکعت نماز پڑھو اور ان میں جو سورہ چاہو پڑھو اور ہر دو رکعت پر سلام اور بیان کیا جاتا ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت فاطمہ زہراؑ نے نماز پڑھی تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وائمہ طاہرینؑ کی زیارت کا ثواب

(۳٦٦۱) حضرت امام حسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام نے اپنے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: نانا جان جو شخص آپؐ کی زیارت کرے اس کو اس کی کیا جزا ملے گی؟ آپؐ نے فرمایا: اے فرزند جو میری زیارت کو آئے میری زندگی میں یا میرے مرنے کے بعد یا تمہارے پدر کی زیارت کرے یا تمہارے بھائی کی زیارت کرے یا تمہاری زیارت کرے تو مجھ پر فرض ہے کہ قیامت کے دن میں اس کی زیارت کو جاؤں اور اس کے گناہوں سے اس کی گلو خلاصی کراؤں۔ ۱

(۳٦٦۲) اور حسن بن علی وشاء نے حضرت امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ ہر امام کا اپنے ماننے والوں اور اپنے شیعوں کی گردن پر ایک عہد وحق ہوتا ہے۔ اور اس عہد اور حق کی وفا اور ادائیگی یہ ہے کہ ان کی قبروں کی زیارت کی جائے۔ پس جو شخص رغبت سے اور ان کی تصدیق (سچا سمجھ کر) کرتے ہوئے ان کی زیارت کو جائے تو اس کے ائمہ قیامت کے دن اس کی شفاعت فرمائیں گے۔

(۳٦٦۳) علی بن حکم نے زیاد بن ابی حلال سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کوئی نبی یا کوئی وصی تین دن سے زیادہ زمین (یعنی قبر) میں نہیں رہتا یہاں تک کہ اس کی روح اس کی ہڈیاں اور اس کے گوشت کو آسمان کی طرف اُٹھا لیا جاتا ہے مگر وہ اپنی قبروں کی جگہ آتے ہیں اور دور سے ان تک سلام پہنچتے ہیں اور اپنی قبروں کے قریب سے لوگوں کی باتیں سنتے ہیں۔

(۳٦٦۴) جابر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: حج کی تکمیل امام سے ملاقات ہے۔

(۳٦٦۵) صالح بن عقبہ نے زید شحام سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص آپؑ لوگوں میں سے کسی ایک (امام) کی زیارت کرے تو اس کے لئے کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔

(۳٦٦٦) ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے ارشاد فرمایا: اے علیؑ جس نے میری حیات میں یا میری موت کے بعد میری زیارت کی یا تمہاری حیات میں یا تمہاری موت کے بعد تمہاری زیارت کی یا تمہارے دونوں فرزندوں کی حیات میں یا ان دونوں کی موت کے بعد ان دونوں کی زیارت کی تو میں اس کا ضامن ہوں کہ قیامت کے دن کے ہول اور اس کی سختیوں سے اس کو چھڑاؤں گا یہاں تک کہ میں اس کو اپنے درجہ میں رکھوں گا۔ ۲

(۳٦٦۷) اسحاق بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: قبر حسینؑ کی جگہ جس دن سے وہ وہاں دفن ہوئے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن گیا۔

(۳٦٦۸) نیز فرمایا: قبر حسینؑ کی جگہ جنت کے خیابانوں میں سے ایک خیابان ہے۔ ۳

---

۱ کلینی نے موثق حدیث میں اسے ج ۴ ص ۵۴۸ پر عثمان بن عیسی اور انہوں نے معلی ابوشہاب سے روایت کیا ہے۔

۲ کلینی نے پچھلی حدیث کی طرح 'کافی' ج ۴ ص ۵۷۹ پر سند مرفوع اس کو تحریر کیا ہے۔

۳ مصنف نے پچھلی حدیث کے ساتھ اس حدیث کو اسحاق بن عمار سے روایت کرتے ہوئے ثواب الاعمال (اردو ترجمہ ص ۱۸۰) پر بیان فرمایا ہے۔ نیز ابن قولویہ نے الکامل میں ص ۱۲۷ پر۔

(۳۶۶۹) نیز فرمایا: قبر حسینؑ کے چاروں جانب پانچ پانچ فرسخ تک حریم قبر حسین علیہ السلام ہے۔[1]

(۳۶۷۰) اسحاق بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: قبر حسین علیہ السلام سے ساتویں آسمان تک ہر وقت ملائکہ کی آمد ورفت رہتی ہے۔

(۳۶۷۱) صالح بن عقبہ نے بشیر دھان سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کبھی کبھی جب مجھ سے حج فوت ہو جاتا ہے تو میں عرفہ کے دن اعمال عرفہ قبر حسینؑ کے پاس بجالاتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: اے بشیر یہ تم بہت اچھا کرتے ہو جو مردِ مومن عید کے دن کے علاوہ کسی اور دن قبرِ حسینؑ کی زیارت کو ان کے حق کو پہچانتے ہوئے آئے گا تو اس کے نامہ اعمال میں بیس حج اور بیس عمرہ مبرورہ و مقبولہ اور بیس حج کسی نبی مرسل یا امامِ عادل کے ساتھ لکھ دیئے جائیں گے۔ اور جو شخص عید کے دن قبر حسینؑ پر زیارت کے لئے آئے گا اس کے نامۂ اعمال میں ایک ہزار حج اور ایک ہزار عمرہ مبرورہ ومقبولہ اور ایک ہزار جہاد کسی نبی مرسل یا امام عادل کے ساتھ تحریر کردیئے جائیں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے کہا: مگر یہ میرے لئے وقوفِ عرفات کے مانند کیونکر ہو جائے گا؟ تو آپؑ نے میری طرف جیسے غصہ کی نگاہ سے دیکھا پھر فرمایا: اے بشیر اگر کوئی مومن عرفہ کے دن قبر حسینؑ پر ان کے حق کو پہچانتے ہوئے آئے اور دریائے فرات میں غسل کر کے آپؑ کی قبر کی زیارت کو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم پر ایک حج پورے مناسک کے ساتھ اس کے نامہ اعمال میں لکھ دے گا اور مجھے نہیں یاد کہ اور کیا کہا لیکن یہ ضرور کہا کہ اور عمرہ بھی۔

(۳۶۷۲) داؤد رقی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام ابو عبداللہ جعفر بن محمد اور حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر اور حضرت امام ابوالحسن علی ابن موسیٰ علیہم السلام کو فرماتے ہوئے سنا، یہ حضرات فرماتے تھے کہ جو شخص عرفہ کے دن حضرت امام حسین ابن علی علیہما السلام کی قبر کی زیارت کو آئے گا اللہ تعالیٰ اس کے سینے کو برف کے مانند ٹھنڈا رکھے گا۔

(۳۶۷۳) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: عرفہ کی شب سب سے پہلے اللہ تعالیٰ زائرین قبرِ حسینؑ ابن علیؑ پر نگاہِ کرم ڈالتا ہے۔ تو عرض کیا گیا: کیا تمام اہل موقف (عرفات) پر نگاہ کرم ڈالنے سے بھی پہلے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔ عرض کیا گیا: یہ کیونکر؟ آپؑ نے فرمایا: اس لئے کہ اہلِ موقف میں کچھ اولادِ زنا بھی ہوتے ہیں اور زائرین قبرِ حسینؑ میں کوئی اولادِ زنا نہیں ہوتا۔[2]

(۳۶۷۴) نیز آپؑ نے فرمایا کہ جو شخص قبر حسینؑ کی زیارت کرتا ہے اس کے گھر کے دروازے کے سامنے اس کے گناہوں کا ایک پل بنا دیا جاتا ہے جسے وہ عبور کر کے چلا جاتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص پل کو عبور کرتا ہے تو پل کو اپنے پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔ اس طرح اس کے گناہ بھی اس سے الگ ہو جاتے ہیں۔[3]

---

[1] ابن قولویہ نے 'الکامل' ص ۲۷۲ پر بسند مرفوع شیخ سے 'تہذیب' ج ۱ص ۲۵ سے نقل کیا ہے۔ اور محمد بن اسماعیل نے روایت کی ہے اُس سے جس نے روایت کی حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے کہ فرمایا: حرم حسینؑ قبر کی چاروں جانب ایک فرسخ ہے اور کلینی نے ج ۴ص ۵۸۸ پر اور مؤلف نے ثواب الاعمال (اردو ترجمہ ص ۱۸۰) پر صحیح حدیث میں اسحاق بن عمار روایت کی ہے کہ کہا: میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: قبر حسینؑ کے موضع کے لئے معروف ومشہور حرمت ہے اور اس موضع میں پناہ کے طالب کو پناہ دی جاتی ہے۔ میں نے عرض کیا: آپؑ مجھے قبر حسینؑ کے موضع کی وضاحت فرمائیں۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا: تم برکت حاصل کرو آج کے زمانے میں قبرِ حسینؑ کے موضع سے پچیس ذراع (کہنی تک کا ہاتھ) سر کی جانب۔ سے پچیس ذراع پاؤں کی جانب سے اور پچیس ذراع پشت کی جانب سے اور پچیس ذراع چہرے کے پیچھے کے حصے سے۔ اور ج ۴ ص ۵۸۸ پر اپنی اسناد کے ساتھ سلیمان بن عمر سراج نے بعض اصحاب سے روایت کی ہے کہ فرمایا: حسین علیہ السلام کی قبر سے ستر ہاتھ تک مٹی اٹھائی جاسکتی ہے۔

[2] مصنف نے 'ثواب الاعمال' (اردو ترجمہ ص ۱۷۱ ۔ ح ۲۷۔ ط ۳) میں علی بن اسباط کی صحیح حدیث میں سلسلہ سند کو بلند کیا ہے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام تک۔

[3] مصنف نے 'ثواب الاعمال' (اردو ترجمہ ص ۱۷۵ ۔ ح ۳۰) میں اپنے استاد ابن ولید سے، انہوں نے صفار سے، انہوں نے خشاب سے، انہوں نے بعض راویوں سے، اور انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ اور میں کہتا ہوں: گنہ گار جب زیارت قبر حسین علیہ السلام میں ان کے عرفان کے ساتھ توجہ کرتا ہے تو یہ گویا حق کی طرف رغبت پلٹنا اور رجوع ہوتا ہے جو بمنزلت توبہ کے ہے اور جو توبہ کرتا ہے تو اللہ اسے معاف کر دیتا ہے۔ ان شاء اللہ۔

(۳۶۷۵) علی بن ابی حمزہ نے ابوبصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ستر ہزار ملک مقرر کر دیئے ہیں جو بال بکھرائے ہوئے اور خاک اُڑاتے ہوئے ان پر روزانہ درود بھیجتے رہتے ہیں اور جو شخص آپؑ کی زیارت کو آتا ہے اس کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ پروردگار یہ حسینؑ کے زائرین ہیں ان کے ساتھ نیک سلوک کر، ان کے ساتھ نیک سلوک کر۔

(۳۶۷۶) نیز فرمایا: جو شخص قبرِ حسینؑ پر ان کے حق کو پہچانتے ہوئے زیارت کو آتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا مقام اعلیٰ علیین میں قرار دے دیتا ہے۔[۱]

(۳۶۷۷) اور زید شحام نے آنجنابؑ سے دریافت کیا کہ جس شخص نے آپ لوگوں میں سے کسی ایک کی زیارت کی اس کے لئے کیا ثواب ہے؟ تو آنجنابؑ نے فرمایا: یہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔

(۳۶۷۸) اور حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے فرمایا: شطِ فرات (کربلا) میں حضرت ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام کی زیارت کرنے والے کو بشرطیکہ وہ ان کے حق وحرمت وولایت کی معرفت بھی رکھتا ہو کم از کم اتنا ثواب ضرور دیا جاتا ہے کہ اس کے اگلے اور پچھلے گناہ سب معاف کر دیئے جاتے ہیں۔[۲]

(۳۶۷۹) حسن بن علی بن فضال نے ابی ایوب خزاز سے، انہوں نے محمد بن مسلم سے اور انہوں نے حضرت امام ابو جعفر محمد بن علی علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ہمارے شیعوں سے کہدو کہ وہ حضرت امام حسین بن علی علیہما السلام کی زیارت کیا کریں اس لئے کہ ان کی زیارت بلندی سے گرنے، پانی میں غرق ہونے، آگ میں جلنے اور درندوں کے پھاڑ کھانے سے بچاتی ہے۔ اور جو شخص امام حسین علیہ السلام کی امامت کا منجانب اللہ ہونے کا اقرار کرتا ہے اس پر آپؑ کی زیارت فرض ہے۔

(۳۶۸۰) ہارون بن خارجہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب نیمہ شعبان (۱۵ تاریخ) ہوتی ہے تو ایک منادی افق اعلیٰ سے ندا دیتا ہے کہ اے حسینؑ کی قبر کی زیارت کے لئے آنے والو! جاؤ تمہارے گناہ بخش دیئے گئے، اب اس کا ثواب تم لوگوں کے لئے تمہارے پروردگار اور تم لوگوں کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہے (وہ جو چاہیں عطا کریں)۔

(۳۶۸۱) حسین بن محمد قمی نے حضرت امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جس نے میرے پدر بزرگوار کی زیارت بغداد میں کی تو وہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قبر امیر المومنین علیہ السلام کی زیارت کی لیکن یہ کہ رسول اللہؐ اور امیر المومنینؑ دونوں کو فضلیت حاصل ہے۔

(۳۶۸۲) اور حسن بن علی وشاء نے حضرت امام ابوالحسن رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آنجنابؑ سے حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے متعلق دریافت کیا کہ کیا یہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے مانند ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

(۳۶۸۳) علی بن مہزیار نے حضرت امام جعفر محمد بن علی ثانی علیہما السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آنجنابؑ سے عرض کیا: مولا میں آپؑ پر قربان! حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت افضل ہے یا حضرت امام حسین علیہ السلام کی؟ تو آپؑ نے فرمایا: میرے پدر بزرگوار کی زیارت افضل ہے اس لئے کہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت تو سب ہی لوگ کرتے ہیں لیکن میرے پدر بزرگوار کی زیارت صرف خواص شیعہ کرتے ہیں۔

۱۔ مصنف نے 'ثواب الاعمال' (اردو ترجمہ ص ۱۶۷، ح ۳) میں صحیح سند کے ساتھ عبداللہ بن مسکان ثقہ سے اور انہوں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے اور آپؑ کا قول 'اعلیٰ علیین میں' کا مطلب ہے کہ وہ جنتوں کے اونچے حجروں میں رہے گا۔ یا اس کا نام اعلیٰ علیین میں لکھا جائے گا کیونکہ وہ اہلِ جنت میں سے ہے۔ (محمد تقی مجلسی)

۲۔ 'ثواب الاعمال' (اردو ترجمہ ص ۱۶۹، ح ۶۲) میں حسین بن محمد نے امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے یہی روایت کی ہے۔ اور پرانے اور نئے گناہ سے مراد یہ ہے کہ گناہ پرانا ہو یا نیا اس کا اثر صرف اس کے مرتکب پر پڑتا ہے البتہ جس گناہ کے آثار اس کے بعد لوگوں میں باقی رہتے ہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے قول: ینبؤا الانسان یومئذ بما قدم واخر (سورہ قیامت ۱۳) [انسان کو وہ سب کچھ بتا دیا جائے گا جو پہلے کر چکا ہے اور پیچھے ڈال کر آیا ہے] اور شاید یہاں بطور مبالغہ کثرت ثواب کو بیان کیا گیا ہو۔

(۳۶۸۴) احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کے خط میں پڑھا جس میں تحریر تھا کہ میرے شیعوں کو یہ پیغام پہنچاؤ کہ میری زیارت اللہ کے نزدیک ایک ہزار حج کے برابر ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابی جعفر یعنی آپؑ کے فرزند علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک ہزار حج کے برابر؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں خدا کی قسم بلکہ ایک لاکھ حج کے برابر اس شخص کے لئے جو آپ کے حق کی معرفت رکھتے ہوئے آپؑ کی زیارت کرے۔

(۳۶۸۵) حسین بن زید نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ اولادِ موسیٰؑ (بن جعفرؑ) میں ایک ایسا شخص پیدا ہوگا کہ جس کا نام امیر المومنین علیہ السلام کا نام ہوگا اور وہ طوس میں جو خراسان کا ایک حصہ ہے دفن کیا جائے گا۔ وہ وہاں زہر سے شہید ہوگا اور وہیں عالم مسافرت میں دفن کر دیا جائے گا۔ اور جو شخص اس کے حق کو پہچانتے ہوئے اس کی زیارت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس شخص کے برابر ثواب واجر دیگا جس نے قبلِ فتح مکہ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور اپنا مال خرچ کیا ہو۔

(۳۶۸۶) اور بزنطی نے حضرت امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میرے دوست داروں میں سے جس نے بھی میرے حق کو معرفت رکھتے ہوئے میری زیارت کی میں اس کے حق میں اللہ سے شفاعت کروں گا۔

(۳۶۸۷) اور حضرت ابو جعفر محمد بن علی الرضا علیہما السلام نے ارشاد فرمایا: طوس کے دونوں پہاڑوں کے درمیان جنت کے قطعوں میں سے ایک قطعہ ہے جو اس میں داخل ہوا وہ قیامت کے دن جہنم سے محفوظ رہے گا۔

(۳۶۸۸) نیز آپؑ نے فرمایا: جس شخص نے طوس میں میرے پدر بزرگوار کے حق کی معرفت رکھتے ہوئے آنجنابؑ کی زیارت کی میں ضامن ہوتا ہوں اللہ تعالیٰ اس کو جنت نصیب کرے گا۔ [1]

(۳۶۸۹) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرا ایک پارۂ جگر خراسان میں دفن ہوگا۔ جو دکھ درد کا مارا اس کی زیارت کو جائے گا اللہ تعالیٰ اس کے دکھ درد کو دور کر دے گا اور جو کوئی گناہگار اس کی زیارت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دے گا۔ [2]

(۳۶۹۰) نعمان بن سعد نے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: میری اولاد میں سے ایک شخص خراسان میں زہر سے ظلم کے ساتھ ناحق قتل کر دیا جائے گا۔ جس کا نام میرا نام ہوگا اور اس کے باپ کا نام عمران کے فرزند موسیٰ کا نام ہوگا۔ آگاہ رہو کہ جو اس عالمِ مسافرت میں اس کی زیارت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دے گا خواہ اس کے گناہ آسمان کے ستاروں کے تعداد میں ہوں یا بارش کے قطروں کی تعداد میں یا درختوں کے پتوں کی تعداد میں۔

(۳۶۹۱) حمدان دیوانی نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجنابؑ نے فرمایا: جو میرے دور افتادہ مکان کے باوجود میری زیارت کو آئے گا تین مواقع پر اس کی مدد کو پہنچوں گا اور ہولناکیوں سے اس کی گلوخلاصی کراؤں گا۔ ایک اس وقت جب لوگوں کے نامہ اعمال ان کے دائیں اور بائیں اڑتے پھریں گے۔ دوسرے صراط سے گذرتے ہوئے۔ تیسرے میزان میں اعمال تولتے وقت۔

---

[1] عیون اخبار رضاؑ ص ۳۶۲ پر اپنی اسناد کے ساتھ قمی نے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی سے اور انہوں نے امام علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

[2] عیون اخبار رضاؑ ص ۳۶۴ پر جابر جعفی کی سند سے انہوں نے ابو جعفر انہوں نے اپنے والد، انہوں نے اپنے آبائے کرام سے، انہوں نے امیر المومنین علیہم السلام سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کی ہے اور یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے غیب کے بارے میں جملہ معجزات میں سے ہے۔ اسی طرح اگلی خبر جو اس کے بعد آرہی ہے غیب کے بارے میں امیر المومنینؑ کے معجزات میں سے ہے۔

(۳۱۹۲) حمزہ بن حمران سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ہمارے فرزندزادوں میں سے ایک فرزند سرزمین خراسان کے ایک شہر طوس میں قتل کردیا جائے گا جو شخص اس کے حق کی معرفت رکھتے ہوئے اس کی زیارت کو جائے گا میں قیامت کے دن اس کو اپنے ہاتھ سے پکڑوں گا اور جنت میں داخل کروں گا خواہ وہ ان لوگوں میں سے ہو جو گناہان کبیرہ کے مرتکب ہوئے ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: مولا میں آپؑ پر قربان! ان کے حق کی معرفت کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس کو معلوم ہو یہ امام ہیں اور ان کی اطاعت فرض ہے، غریب (مسافر) و شہید ہیں۔ جو شخص ان کے حق کی معرفت رکھتے ہوئے ان کی زیارت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایسے ستر شہیدوں کے برابر ثواب عطا فرمائے گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے ہیں۔

(۳۱۹۳) حسن بن علی بن فضال نے حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا علیہما السلام سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ اہل خراسان میں سے ایک شخص نے آنجنابؑ سے عرض کیا کہ فرزند رسولؐ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا گویا وہ مجھ سے یہ کہہ رہے تھے کہ جب میرے جگر کا ایک ٹکڑا تمہاری زمین میں دفن ہوگا اور میرا ایک ستارہ تمہاری خاک میں غروب کر جائے گا تو تم لوگ اس کے ساتھ کیا کرو گے اور میری امانت کی کیسے حفاظت کرو گے؟ تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: میں ہی تمہاری سرزمین میں دفن کیا جاؤں گا، میں ہی تمہارے نبی کا پارہ جگر ہوں اور میں ہی وہ امانت اور وہ ستارہ ہوں۔ آگاہ رہو کہ جو شخص میرے اس حق اور میری اطاعت کو پہچانتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر واجب کیا ہے میری زیارت کرے تو میں اور میرے آبائے کرام قیامت کے دن اس کی شفاعت فرمائیں گے اور جس شخص کے ہم لوگ شفیع بن جائیں گے اس کی نجات ہو جائے گی خواہ جن وانس کے گناہوں کے برابر اس پر بار کیوں نہ ہو۔

نیز آپؑ نے فرمایا: میرے والد بزرگوار نے میرے جد سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے خواب میں مجھے دیکھا تو اس نے یقیناً مجھ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل یا میرے اوصیا میں سے کسی کی شکل میں یا میرے اوصیا کے کسی شیعہ کی شکل میں متشکل نہیں ہو سکتا اور سچا خواب نبوت کے ستر جزوں میں ایک جزو ہے۔

(۳۱۹۴) ابوصلت عبدالسلام بن صالح ہروی سے روایت کی گئی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپؑ فرما رہے تھے کہ خدا کی قسم ہم میں سے جو بھی (امام) ہوگا وہ مقتول یا شہید ہوگا۔ تو عرض کیا گیا: فرزند رسول آپؑ کو کون قتل کرے گا؟ آپؑ نے فرمایا: میرے زمانے کا بدترین خلق خدا مجھے زہر سے قتل کرے گا، پھر مجھے عالم مسافرت میں ایک تنگ مکان میں دفن کر دے گا۔ آگاہ رہو جو شخص میری عالم مسافرت میں میری زیارت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں ایک لاکھ شہیدوں، ایک لاکھ صدیقوں، ایک لاکھ حج اور عمرہ کرنے والوں اور ایک لاکھ مجاہدوں کا ثواب لکھ دے گا اور اس کو ہم لوگوں کے زمرہ میں محشور کرے گا اور جنت کے اعلیٰ درجات میں اس کو ہم لوگوں کا رفیق بنا دے گا۔

(۳۱۹۵) حسن بن علی بن فضال نے حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: خراسان میں ایک بقعہ ہے کہ اس پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جہاں ملائکہ کی آمد و رفت ہوگی۔ پھر فرمایا: اور صور پھونکنے تک ہمیشہ ملائکہ کی ایک فوج وہاں آسمان سے نازل ہوتی رہے گی اور ایک فوج آسمان کی طرف پرواز کرتی رہے گی۔ تو آپؑ سے عرض کیا گیا: فرزند رسول وہ بقعہ زمین کونسا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ سرزمین طوس ہے اور خدا کی قسم یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اور جس نے اس بقعہ میں میری زیارت کی گویا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں ایک ہزار حج مبرورہ ایک ہزار عمرۂ مقبولہ کا ثواب لکھے گا اور میں میرے آبائے کرام قیامت کے دن اس کے شفیع ہوں گے۔

(۳۱۹۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرا ایک پارہ جگر سرزمین خراسان مین دفن ہوگا جو کوئی مرد مومن اس کی زیارت کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر جنت واجب کر دے گا اور اس کے جسد کو جہنم پر حرام کر دے گا۔[۱]

[۱] عیون اخبار رضاؑ ص ۱۲۶۲ پر محمد بن عمارہ کی سند سے، انہوں نے امام صادقؑ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کی ہے۔

موضع قبر امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام

(۳۱۹۷) صفوان بن مہران جمّال نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ آنجنابؑ قادسیہ کو چلے اور میں بھی آپؑ کے ساتھ تھا جب نجف پہنچے تو فرمایا: میرے جد حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے نے جس پہاڑ سے پناہ لی اور کہا تھا کہ میں اس پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا وہ مجھے پانی کے طوفان سے بچالے گا تو اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کی طرف وحی فرمائی کہ اے پہاڑ کیا تجھ پر پناہ لے کر کوئی مجھ سے بچ جائے گا؟ (یہ سن کر) پہاڑ زمین میں دھنس گیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر شام کی طرف چلا گیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اچھا اب میرے ساتھ محمل میں سوار ہو جاؤ اور میں آپؑ کے ساتھ سوار ہو گیا تو آپؑ مسلسل چلتے رہے یہاں تک کہ غری (جہاں قبر امیر المومنین ہے) پہنچے تو ایک قبر پر ٹھہر گئے اور حضرت آدمؑ سے لے کر ایک ایک نبی علیہم السلام کو سلام کرنے لگے اور میں بھی آپؑ کے ساتھ سب کو سلام کرنے لگا۔ یہاں تک کہ نبی آخر الزماں علیہ السلام کے سلام تک پہنچے پھر قبر پر منہ کے بل گر پڑے اور صاحبِ قبر کو سلام کیا اور ان کی سسکیوں کی آواز بلند ہوئی پھر اُٹھے اور چار رکعت نماز پڑھی (اور دوسری حدیث میں ہے کہ چھ رکعت پڑھی) اور میں نے بھی آپؑ کے ساتھ نماز پڑھی پھر عرض کیا: فرزند رسول یہ کس کی قبر ہے؟ آپؑ نے فرمایا: یہ میرے جد بزرگوار علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی قبر ہے۔[1]

زیارت قبر امیر المومنین صلوات اللہ علیہ

(۳۱۹۸) جب تم پشت کوفہ مقام غری پر پہنچو تو غسل کرو اور بہت سکون و وقار کے ساتھ چل کر قبر امیر المومنینؑ پر آؤ قبر کو اپنے سامنے رکھو اور یہ کہو:[2]

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَلِیَّ اللّٰہِ اَنْتَ اَوَّلُ مَظْلُومٍ وَاَوَّلُ مَنْ غُصِبَ حَقُّہٗ، صَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ حَتّٰی اَتَاکَ الْیَقِیْنُ، وَاَشْھَدُ اَنَّکَ لَقِیْتَ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ، وَاَنْتَ شَھِیْدٌ، عَذَّبَ اللّٰہُ قَاتِلَکَ بِاَنْوَاعِ الْعَذَابِ، وَجَدَّدَ عَلَیْہِ الْعَذَابَ، جِئْتُکَ عَارِفاً بِحَقِّکَ، مُسْتَبْصِراً بِشَاْنِکَ، مُعَادِیاً لِاَعْدَائِکَ وَمَنْ ظَلَمَکَ، اَلْقٰی عَلٰی ذٰلِکَ رَبِّیْ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ، اِنَّ لِیْ ذُنُوْباً کَثِیْرَۃً فَاشْفَعْ لِیْ عِنْدَ رَبِّکَ فَاِنَّ لَکَ عِنْدَ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی مَقَاماً مَعْلُوْماً، وَاِنَّ لَکَ عِنْدَ اللّٰہِ جَاھاً وَشَفَاعَۃً، وَقَدْقَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی

(اے اللہ کے ولی آپ پر سلام، آپؑ ائمہ طاہرین میں پہلے شخص ہیں جن پر ظلم کیا گیا اور آپؑ پہلے وہ ہیں جن کا حق غصب کیا گیا اور آپؑ نے اس پر مرتے دم تک صبر و تحمل سے کام لیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ نے شہید ہو کر اللہ سے ملاقات کی۔ اللہ تعالیٰ آپؑ کے قاتل کو مختلف عذابوں میں اور نئے نئے عذاب میں مبتلا کرے۔ میں آپؑ کے حق میں معرفت رکھتے اور آپؑ کی شان پر نظر رکھتے ہوئے، آپؑ کے دشمنوں کو اور آپؑ پر ظلم کرنے والوں کو دشمن سمجھتے ہوئے آپؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اسی اعتقاد پر اپنے رب سے ملاقات بھی کروں گا۔ مولا میں بڑا گناہگار ہوں آپؑ اپنے

---

[1] عامہ نے آنجناب علیہ السلام کے مقام قبر میں اختلاف کیا ہے۔ کچھ کہتے ہیں: مسجد کوفہ میں دفن ہوئے، کچھ رحبہ اور کچھ غری بتاتے ہیں۔ اختلاف کا سبب یہ ہے کہ آنجنابؑ کو خوارج اور بنو امیہ کی جنایت کاری کے اندیشہ سے خفیہ طور پر دفن کیا گیا تھا۔ یہ قبر مخفی رہی یہاں تک کہ امام صادق علیہ السلام کوفہ تشریف لائے اور آنجناب علیہ السلام کی زیارت کی اور ہمارے اصحاب کو قبر کے بارے میں بتلایا اور ہارون رشید کے زمانے تک غیر شیعہ اس سے ناواقف رہے کہ جب وہ شکار کے لئے کوفہ سے نکلا اور قبر تک پہنچ گیا اور کتا اور باز اس کے کہنے پر آگے نہیں بڑھے تو اس نے اس جگہ کے معمر افراد سے اس بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے بتلایا کہ ہم نے اپنے آبا سے سنا ہے کہ یہاں امیر المومنین علیہ السلام کی قبر ہے۔ پس ہارون رشید نے اس کی زیارت کی، لوگوں کو اس کا علم ہوا اور یہ بات مشہور ہو گئی۔

[2] یہاں سے آگے جو عبارت آرہی ہے وہ 'کافی' ج ۴ ص ۵۶۹ سے منقول ہے جسے روایت کیا ہے ہمارے متعدد اصحاب نے سہل سے، انہوں نے محمد بن اورمہ سے اور انہوں نے اس سے جس نے نقل کیا حضرت ابو الحسن ثالث (امام علی نقی) علیہ السلام سے۔ نیز محمد بن جعفر رازی نے عبیدی سے، انہوں نے ہمارے اصحاب میں ایک شخص سے اور اُس نے امام علیہ السلام سے۔ اور ابن قولویہ نے اپنے کتاب 'کامل الزیارات' ص ۴۱ پر محمد بن حسن بن احمد بن ولید کی 'جامع' نامی کتاب سے نقل کیا ہے۔ جس کا سن وفات ۳۴۳ ھ ہے۔ اور شیخ طوسی نے 'تہذیب' میں موصوف ہی کی کتاب سے زیارت علی بن موسیٰ رضا علیہما السلام کی روایت کی ہے۔

رب سے میری شفاعت فرما دیں۔ کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ آپؐ کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک اہم مقام ہے اور آپؐ کو اللہ کی بارگاہ میں ایک بلند مرتبہ اور حق شفاعت حاصل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا خود ارشاد ہے: ولا یشفعون الالمن الرتضیٰ (سورہ انبیاء آیت ۲۸) (یہ لوگ اس شخص کے سوا جس سے خدا راضی ہو کسی کی سفارش نہیں کرتے)۔

(۳۱۹۹) اور امیر المومنینؑ کی ضریح اقدس کے پاس یہ بھی کہو۔[1]

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَکْرَمَنِیْ بِمَعْرِفَتِهٖ وَمَعْرِفَةِ رَسُوْلِهٖ وَمَنْ فَرَضَ طَاعَتَهٗ رَحْمَةً مِنْهُ لِیْ وَتَطَوُّلاً مِنْهُ عَلَیَّ، وَمَنَّ عَلَیَّ بِالْاِیْمَانِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَیَّرَنِیْ فِیْ بِلَادِهٖ، وَحَمَلَنِیْ عَلٰی دَوَابِّهٖ، وَطَوَی لِیَ الْبَعِیْدَ، وَدَفَعَ عَنِّی الْمَکْرُوْهَ حَتّٰی اَدْخَلَنِیْ حَرَمَ اَخِیْ نَبِیِّهٖ وَاَرَانِیْهِ فِیْ عَافِیَةٍ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَنِیْ مِنْ زُوَّارِ قَبْرِ وَصِیِّ رَسُوْلِهٖ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ، وَاَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، جَاءَ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِهٖ، وَاَشْهَدُ اَنَّ عَلِیّاً عَبْدُ اللّٰهِ وَاَخُوْ رَسُوْلِهٖ، اَللّٰهُمَّ عَبْدُکَ وَزَائِرُکَ مُتَقَرِّبٌ اِلَیْکَ بِزِیَارَةِ قَبْرِ اَخِیْ رَسُوْلِکَ، وَعَلٰی کُلِّ مَاتِیٍّ حَقٌّ لِمَنْ اَتَاهُ وَزَارَهٗ، وَاَنْتَ خَیْرُ مَاتِیٍّ وَاَکْرَمُ مَزُوْرٍ فَاَسْاَلُکَ یَااَللّٰهُ یَارَحْمٰنُ یَارَحِیْمُ یَاجَوَادُ یَا اَحَدُ یَا صَمَدُ یَامَنْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُواً اَحَدٌ، اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍوَاَهْلِ بَیْتِهٖ وَاَنْ تَجْعَلَ تُحْفَتَکَ اِیَّایَ مِنْ زِیَارَتِیْ فِیْ مَوْقِفِیْ هٰذَا فَکَاکَ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ، وَاجْعَلْنِیْ مِمَّنْ یُسَارِعُ فِی الْخَیْرَاتِ وَیَدْعُوْکَ رَغَباً وَرَهَباً، وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْخَاشِعِیْنَ، اَللّٰهُمَّ (اِنَّکَ) بَشَّرْتَنِیْ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّکَ صَلَوَاتُکَ عَلَیْهِ وَآلِهٖ فَقُلْتَ: "فَبَشِّرْ عِبَادِ ہ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ"، وَقُلْتَ: "وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ، اَللّٰهُمَّ وَاِنِّیْ بِکَ مُؤْمِنٌ وَبِجَمِیْعِ اَنْبِیَائِکَ فَلَا تَقِفْنِیْ بَعْدَ مَعْرِفَتِهِمْ مَوْقِفاً تَفْضَحُنِیْ بِهٖ عَلٰی رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ بَلْ قِفْنِیْ مَعَهُمْ وَتَوَفَّنِیْ عَلَی التَّصْدِیْقِ بِهِمْ فَاِنَّهُمْ عَبِیْدُکَ وَاَنْتَ خَصَصْتَهُمْ بِکَرَامَتِکَ وَاَمَرْتَنِیْ بِاتِّبَاعِهِمْ (اس خدا کی حمد جس نے اپنی مہربانی اور اپنے جود و کرم سے مجھے اپنی معرفت، اپنے رسول کی معرفت اور ان لوگوں کی معرفت دے کر جن کی اطاعت اس نے فرض کی ہے میری عزت افزائی کی اور مجھے ایمان سے نوازا۔ حمد اس اللہ کی جس نے مجھے اپنے ملکوں کی سیر کرائی اور اپنی پیدا کی ہوئی سواریوں پر سوار کیا اور میرے لئے دور دراز کی مسافتوں کو طے کر دیا۔ ناپسندیدہ باتوں کو مجھ سے دور رکھا یہاں تک کہ اس نے مجھے اپنے نبیؐ کے بھائی کے حرم تک پہنچا دیا۔ اور بخیر و عافیت اس کی زیارت کروائی۔ حمد اس اللہ کی جس نے مجھے اپنے رسولؐ کے وصی کے قبر کے زوّاروں میں شامل کر لیا۔ حمد اس خدا کی جس نے مجھ کو اس کی طرف ہدایت کی اور اگر وہ ہدایت نہ کرتا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں وہ اس کے پاس سے حق لے کر آئے اور گواہی دیتا ہوں کہ علیؑ اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ کے بھائی ہیں۔

پروردگارا! تیرا بندہ اور تیرا زائر تیرے رسول کے بھائی کی قبر کی زیارت کر کے تیرے تقرب کا طلبگار ہے اور ہر آنے والے اور زیارت کرنے والے کا ایک حق ہوتا ہے اس پر کہ جس کے پاس وہ آیا اور اس نے اس کی زیارت کی ہے اور تو ان سب سے افضل و اکرم ہے جن کے پاس لوگ آتے ہیں اور اس کی زیارت کرتے ہیں، لہٰذا اے اللہ، اے رحمٰن، اے رحیم، اے جواد، اے احد، اے صمد، اے وہ ذات کہ نہ اس کو کسی نے جنا اور نہ اس سے کوئی جنا گیا اور اس کا کوئی ہمسر نہیں میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو رحمتیں نازل فرما محمدؐ اور ان کے اہلبیت پر اور اس مقام پر میری اس زیارت کا اپنی طرف سے یہ انعام عطا کر کہ جہنم سے میری گلوخلاصی کر دے۔ اور مجھے ان لوگوں میں قرار دیدے جو نیکیوں کی طرف تیزی سے بڑھتے ہیں اور تیری طرف راغب بھی رہتے ہیں اور تجھ سے ڈرتے ہیں۔ اور مجھے خضوع و خشوع کرنے والوں میں شامل کر لے۔

[1] شیخ نے تہذیب ج ۲ ص ۹ پر یونس بن ظبیان کی سند سے اور انہوں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے اسی طرح روایت کی ہے۔ نیز ابن قولویہ نے 'کامل الزیارات' میں۔

پروردگار تو نے اپنے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی مجھے یہ خوشخبری دی ہے اور یہ کہا ہے: فَبَشِّرْ عِبَادِ. الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ أَحْسَنَهُ (سورۃ الزمر آیت ١٧۔١٨) (میرے خالص بندوں کو خوشخبری دیدو جو بات کو جی لگا کر سنتے ہیں اور پھر ان میں سے اچھی بات پر عمل کرتے ہیں) نیز فرمایا ہے: وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (سورہ یونس آیت ٢) (اور اہل ایمان کو خوشخبری دیدو کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچا بلند درجہ ہے)۔ اے اللہ میں تجھ پر اور تیرے تمام انبیاء پر ایمان رکھتا ہوں ان لوگوں کی معرفت رکھنے کے بعد مجھے اس موقف پر نہ کھڑا کر دینا جہاں کھڑے ہو کر مجھے تمام خلائق کے سامنے رسوائی ہو۔ بلکہ مجھے اِن ہی لوگوں کے ساتھ کھڑا کرنا اور اِن لوگوں کی تصدیق کرتے ہوئے مجھے موت دینا اس لئے کہ یہ تیرے بندے ضرور ہیں مگر تو نے انہیں اپنے کرم کے لئے مخصوص کیا ہے اور ان کی پیروی کا حکم دیا ہے)۔

اس کے بعد قبر اقدس کے قریب جاؤ اور یہ کہو:

اَلسَّلَامُ مِنَ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلٰى مُحَمَّدٍ اَمِيْنِ اللّٰهِ وَعَلٰى رِسَالَاتِهِ وَعَزَائِمِ أَمْرِهِ وَمَعْدِنِ الْوَحْيِ وَالتَّنْزِيْلِ الْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ وَالْفَاتِحِ لِمَا اسْتُقْبِلَ وَالْمُهَيْمِنِ عَلٰى ذٰلِكَ كُلِّهِ وَالشَّاهِدِ عَلَى خَلْقِهِ وَالسِّرَاجِ الْمُنِيْرِ، وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاَهْلِ بَيْتِهِ الْمَظْلُوْمِيْنَ أَفْضَلَ وَاَكْمَلَ وَاَرْفَعَ وَاَشْرَفَ مَا صَلَّيْتَ عَلٰى أَحَدٍ مِنْ أَنْبِيَائِكَ وَرُسُلِكَ وَأَصْفِيَائِكَ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى عَلِيٍّ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَبْدِكَ وَخَيْرِ خَلْقِكَ بَعْدَ نَبِيِّكَ وَأَخِيْ رَسُوْلِكَ وَوَصِيِّ رَسُوْلِكَ الَّذِيْ انْتَجَبْتَهُ مِنْ خَلْقِكَ وَالدَّلِيْلِ عَلٰى مَنْ بَعَثْتَهُ بِرِسَالَاتِكَ وَدَيَّانِ الدِّيْنِ بِعَدْلِكَ وَفَصْلِ قَضَائِكَ، بَيْنَ خَلْقِكَ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الْأَئِمَّةِ مِنْ وُلْدِهِ، الْقَوَّامِيْنَ بِأَمْرِكَ مِنْ بَعْدِهِ، الْمُطَهَّرِيْنَ الَّذِيْنَ ارْتَضَيْتَهُمْ أَنْصَاراً لِدِيْنِكَ وَحَفَظَةً لِسِرِّكَ وَشُهَدَاءَ عَلٰى خَلْقِكَ وَأَعْلَاماً لِعِبَادِكَ.

[اللہ کی طرف سے سلام۔ سلام ہو محمدؐ پر جو اللہ کے امین ہیں رسالت اور اس کے اہم امور پر اور وحی و تنزیل کے معدن ہیں، سابقہ شریعتوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اس دین کے شروع کرنے والے ہیں جو آگے آنے والا ہے اور ان سب (ادیان) کے نگہبان و محافظ ہیں، تمام مخلوقات پر شاہد ہیں اور روشن چراغ ہیں، ان پر سلام ہو اور ان پر اللہ کی رحمت و برکت ہو۔ اے اللہ تو اپنی رحمتیں نازل فرما محمدؐ اور ان کے اہلبیتؑ پر جن پر ظلم کیا گیا اس سے بھی زیادہ افضل واکمل واعلیٰ واشرف رحمت جو تو نے اپنے انبیاء ورسل اور اصفیاء میں سے کسی پر بھیجی ہو۔ اے اللہ! اپنی رحمتیں نازل فرما امیر المومنینؑ پر جو تیرے بندے اور تیرے نبی کے بعد ساری مخلوقات سے بہتر ہیں، تیرے رسول کے بھائی اور تیرے رسول کے وصی ہیں جن کو تو نے اپنے مخلوقات میں منتخب فرمایا ہے اور جس قوم پر تو نے اپنے رسولؐ کو مبعوث کیا اس کے رہنما ہیں۔ وہ تیری مخلوق کے درمیان تیرے عدل کے مطابق حساب کے دن حساب لینے والے اور تیرے حکم کے مطابق فیصلہ کرنے والے ہیں۔ ان پر سلام اور اللہ کی رحمت و برکت ہو۔ اے اللہ ان پر رحمت نازل فرما اور جو ائمہ ان کی اولاد میں سے ہیں اور ان کے بعد تیرے امر پر قائم ہیں اور (گناہوں سے) پاک ہیں جن کو تو نے اپنے دین کا ناصر و مددگار بنایا ہے جو تیرے راز ہائے سربستہ کے محافظ ہیں اور تیری مخلوق پر گواہ ہیں اور تیرے بندوں کے لئے علم ونشان ہیں۔]

پھر جس قدر ممکن ہو ان حضرات پر درود بھیجو اور یہ کہو:

اَلسَّلَامُ عَلَى الْأَئِمَّةِ الْمُسْتَوْدَعِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلٰى خَالِصَةِ اللّٰهِ مِنْ خَلْقِهِ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْأَئِمَّةِ الْمُتَوَسِّمِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ قَامُوْا بِأَمْرِكَ وَوَازَرُوْا أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ وَخَافُوْا لِخَوْفِهِمْ، اَلسَّلَامُ عَلٰى مَلَائِكَةِ اللّٰهِ الْمُقَرَّبِيْنَ (سلام ہو ان ائمہ پر جن کو اللہ کی طرف سے امانتیں ودیعت کی گئی ہیں۔ سلام ہو ان لوگوں پر جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے چنا ہے۔ سلام ہو ان ائمہ پر جو ایمان کی علامت ہیں۔ سلام ہو ان مومنین پر جو تیرے امر پر قائم رہے اور اولیاء اللہ کا بوجھ بٹایا اور اللہ کے خوف سے خائف رہے اور اللہ کے مقرب ملائکہ پر سلام)۔

پھر کہو:

اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیرَ الْمُؤْمِنِینَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ، اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیبَ اللّٰهِ، اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا صَفْوَةَ اللّٰهِ، اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا وَلِیَّ اللّٰهِ، اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا حُجَّةَ اللّٰهِ، اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا عَمُودَ الدِّینِ وَوَارِثَ عِلْمِ الْاَوَّلِینَ وَالْآخِرِینَ، وَصَاحِبَ الْمِیْسَمِ وَالصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیمِ، اَشْهَدُ اَنَّکَ قَدْ اَقَمْتَ الصَّلاةَ وَآتَیْتَ الزَّکَاةَ، وَاَمَرْتَ بِالْمَعْرُوفِ، وَنَهَیْتَ عَنِ الْمُنْکَرِ، وَاتَّبَعْتَ الرَّسُولَ، وَتَلَوْتَ الْکِتَابَ حَقَّ تِلاوَتِهِ وَجَاهَدْتَ فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ وَنَصَحْتَ لِلّٰهِ وَالرَّسُولِهِ وَجُدْتَ بِنَفْسِکَ صَابِراً مُحْتَسِباً وَمُجَاهِداً عَنْ دِینِ اللّٰهِ مُوَقِّیاً لِرَسُولِهِ، طَالِباً مَا عِنْدَ اللّٰهِ وَرَاغِباً فِیمَا وَعَدَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَمَضَیْتَ لِلَّذِی کُنْتَ عَلَیْهِ شَهِیداً وَشَاهِداً وَمَشْهُوداً، فَجَزَاکَ اللّٰهُ عَنْ رَسُولِهِ، وَعَنِ الْاِسْلامِ وَاَهْلِهِ اَفْضَلَ الْجَزَاءِ، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ قَتَلَکَ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ خَالَفَکَ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنِ افْتَرىٰ عَلَیْکَ وَظَلَمَکَ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَصَبَکَ وَمَنْ بَلَغَهُ ذٰلِکَ فَرَضِیَ بِهِ، اَنَا اِلَی اللّٰهِ مِنْهُمْ بَرِیءٌ، لَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً خَالَفَتْکَ وَاُمَّةً جَحَدَتْکَ وَجَحَدَتْ وَلایَتَکَ وَاُمَّةً تَظَاهَرَتْ عَلَیْکَ وَاُمَّةً قَتَلَتْکَ وَاُمَّةً حَادَتْ عَنْکَ وَخَذَلَتْکَ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَلَّذِی جَعَلَ النَّارَ مَثْوَاهُمْ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُودُ، وَبِئْسَ وِرْدُ الْوَارِدِینَ، وَبِئْسَ الدَّرْکُ الْمُدْرَکُ، اَللّٰهُمَّ الْعَنْ قَتَلَةَ اَنْبِیَائِکَ، وَقَتَلَةَ اَوْصِیَاءِ اَنْبِیَائِکَ بِجَمِیعِ لَعَنَاتِکَ وَاَصْلِهِمْ حَرَّ نَارِکَ، اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الْجَوَابِیتَ الطَّوَاغِیتَ وَ الْفَرَاعِنَةَ وَاللّاتَ وَالْعُزّٰی وَالْجِبْتَ، وَکُلَّ نِدٍّ یُدْعیٰ مِنْ دُونِ اللّٰهِ، وَکُلَّ مُفْتَرٍ، اَللّٰهُمَّ الْعَنْهُمْ وَ اَشْیَاعَهُمْ وَاَتْبَاعَهُمْ وَاَوْلِیَائَهُمْ وَاَعْوَانَهُمْ وَمُحِبِّیهِمْ لَعْناً کَثِیراً، اَللّٰهُمَّ الْعَنْ قَتَلَةَ اَمِیرِ الْمُؤْمِنِینَ. (تین بار کہا جائے) (اَللّٰهُمَّ الْعَنْ قَتَلَةَ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ. (تین بار کہا جائے) اَللّٰهُمَّ الْعَنْ قَتَلَةَ الْاَئِمَّةِ. (تین بار کہا جائے) اَللّٰهُمَّ عَذِّبْهُمْ عَذَاباً لاتُعَذِّبُهُ اَحَداً مِنَ الْعَالَمِینَ وَضَاعِفْ عَلَیْهِمْ عَذَابَکَ کَمَا شَاقُّوا وُلاةَ اَمْرِکَ وَاَعِدَّ لَهُمْ عَذَاباً لَمْ تُحِلَّهُ بِاَحَدٍ مِنْ خَلْقِکَ، اَللّٰهُمَّ وَاَدْخِلْ عَلیٰ قَتَلَةِ اَنْصَارِ رَسُولِکَ، وَقَتَلَةِ اَنْصَارِ اَمِیرِ الْمُؤْمِنِینَ، وَعَلیٰ قَتَلَةِ اَنْصَارِ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ، وَعَلیٰ قَتَلَةِ مَنْ قُتِلَ فِی وَلایَةِ آلِ مُحَمَّدٍ اَجْمَعِینَ عَذَاباً مُضَاعِفاً فِی اَسْفَلِ دَرْکٍ مِنَ الْجَحِیمِ، لایُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا وَهُمْ فِیهَا مُبْلِسُونَ مَلْعُونُونَ نَاکِسُوا رُؤُوسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ، قَدْ عَایَنُوا النَّدَامَةَ وَالْخِزْیَ الطَّوِیلَ لِقَتْلِهِمْ عِتْرَةَ اَنْبِیَائِکَ وَرُسُلِکَ وَاَتْبَاعِهِمْ مِنْ عِبَادِکَ الصَّالِحِینَ، اَللّٰهُمَّ الْعَنْهُمْ فِی مُسْتَسِرِّ السِّرِّ وَظَاهِرِ الْعَلانِیَةِ فِی سَمَائِکَ وَ اَرْضِکَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِی لِسَانَ صِدْقٍ فِی اَوْلِیَائِکَ وَاَحْبِبْ اِلَیَّ مُسْتَقَرَّهُمْ وَمُشَاهِدَهُمْ حَتّٰی تُلْحِقَنِی بِهِمْ، وَتَجْعَلَنِی لَهُمْ تَبَعاً فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِینَ [سلام ہو آپؑ پر اے امیر المومنین اور اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔ سلام ہو آپؑ پر اے حبیب خدا۔ سلام ہو آپؑ پر اے برگزیدہ خدا۔ سلام ہو آپؑ پر اے ولی خدا سلام ہو آپؑ پر اے حجت خدا، سلام ہو آپؑ پر اے دین کے ستون اور اولین و آخرین کے علم کے وارث اور (مومن و کافر کی پیشانی پر) مہر لگانے والے اور صراط مستقیم میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے نماز قائم کی، زکوٰۃ دی، لوگوں کو نیکی کا حکم دیا اور برائی سے منع کیا۔ اور رسولؐ کی اتباع کی اور کتاب خدا کی تلاوت کی جو تلاوت کا حق ہے اور راہ خدا میں جہاد کا حق ادا کر دیا اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے لوگوں کو ہدایت و نصیحت کی اور صبر و تحمل کرتے ہوئے دین الٰہی کی طرف سے جہاد کرتے ہوئے اللہ کے رسولؐ کی حفاظت کرتے ہوئے اور اس کا جو اجر و ثواب اللہ کے پاس ہے اس کے حصول کی کوشش کرتے ہوئے اور جو کچھ اللہ نے اس کا بدلہ دینے کا وعدہ کیا ہے اس کی خواہش کرتے ہوئے آپ نے اپنی جان نچھاور کر دی اور جس عزم و ارادہ پر آپؑ تھے اسی پر قائم رہتے ہوئے آپؑ شہید اور شاہد اور مشہود ہو کر گزر گئے۔ پس اپنے رسول کی طرف سے اور اسلام کی طرف سے اور اہل اسلام کی طرف سے اللہ آپؑ کو بہترین جزا دے۔ اللہ لعنت کرے اس پر جس نے آپؑ کو قتل کیا۔ اللہ لعنت کرے اس پر جس نے آپؑ کی مخالفت کی۔ اللہ لعنت کرے اس پر جس نے آپؑ پر افترا پردازی کی اور آپؑ پر ظلم کیا اور اللہ لعنت کرے اس پر جس نے آپؑ کا حق غصب کیا اور اس پر جس کو اس کی خبر پہنچی اور وہ اس پر راضی رہا۔ میں اللہ کی بارگاہ میں ان سب

سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔ اللہ لعنت کرے اس قوم پر جس نے آپؑ کی مخالفت کی اور اس قوم پر جس نے آپؑ سے انکار کیا اور آپؑ کی ولایت سے انکار کیا اور اس قوم پر جس نے آپؑ پر غلبہ کی کوشش کی اور اس قوم پر جس نے آپؑ کو قتل کیا اور اس قوم پر جو آپؑ سے پھر گئی اور جس نے آپؑ کی نصرت سے منہ موڑا۔ اس خدا کا شکر جس نے ان (دشمنان علیؑ) کی جائے قیام جہنم بنائی اور وہ وارد ہونے کی کتنی بدترین جگہ ہے اور اس میں وارد ہونے والوں کا ورود کتنا برا ہے اور کتنا برا طبقہ جہنم ہے۔ جس میں وہ پہنچیں گے۔ اے اللہ اپنے انبیاء کے قاتلوں پر اور اپنے انبیاء کے اولیاء کے قاتلوں پر اپنی تمام اقسام لعنت کے ساتھ لعنت کر اور ان کو جہنم کی آگ میں جلا۔ اے اللہ تمام ظالموں اور طاغوتوں و فراعنہ و لات و عزی و جبت پر اور ہر اس شخص پر جو خدا کے سوا خدا کے مثل ہونے کا دعویٰ کرے اور ہر افتراء کرنے والے پر اور ان کے ماننے والوں پر ان کے دوستوں پر اور ان کے مددگاروں پر اور ان سے محبت کرنے والوں پر کثرت سے لعنت کر۔ اے اللہ لعنت کر امیر المومنین علیہ السلام کے قاتلوں پر (تین بار کہا جائے) اے اللہ لعنت کر امام حسن و امام حسین علیہما السلام کے قاتلوں پر (تین بار کہا جائے) اے اللہ لعنت کر ائمہ طاہرین علیہم السلام کے قاتلوں پر (تین بار) اے اللہ ان سب پر اتنا عذاب نازل کر جسے عالمین میں کوئی شمار نہ کر سکے۔ اور ان پر عذاب کو کئی گنا کر دے جیسا کہ ان سب نے تیرے والیان امر کو تکلیف پہنچائی اور ان کے لئے ایسا عذاب فراہم کر جس سے ان کو مخلوق میں سے کوئی چھڑا نہ سکے۔ اے اللہ تو اپنے رسولؐ کے انصار کے قاتلوں پر اور امیر المومنینؑ کے انصار کے قاتلوں اور امام حسنؑ اور امام حسین علیہ السلام کے انصار کے قاتلوں پر اور امیر المومنینؑ کے انصار کے قاتلوں پر جو آل محمدؐ کی محبت میں قتل کیے گئے دوگنا عذاب نازل کر، وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں رہیں اور ان کے عذاب میں کبھی تخفیف نہ ہو۔ وہ اس میں مایوسی کے ساتھ پڑے رہیں، ان پر لعنت برستی رہے اور اپنے رب کے سامنے سر جھکائے بیٹھے ہوں اور ایک طویل شرمندگی اور مایوسی کو دیکھتے رہیں اس لئے کہ انہوں نے تیرے انبیاء کو، رسولوں کی عترت اور ان کے متبعین کو جو تیرے صالحین میں سے تھے قتل کیا۔ اے اللہ ان پر لعنت کر اپنے آسمانوں اور زمینوں میں در پردہ بھی اور بالاعلان بھی۔ اے اللہ اپنے اولیاء کے معاملہ میں مجھے سچی زبان دے اور ان کے مقامات و مشاہد مقدسہ کو میرے لئے محبوب بنادے۔ بالآخر ان لوگوں سے مجھے ملحق کر دے اور دنیا و آخرت میں ان لوگوں کی پیروی کرنے والا بنادے۔ اے ارحم الراحمین]

پھر سر مبارک کے پاس بیٹھ جاؤ اور یہ کہو:

سَلَامُ اللّٰهِ وَسَلَامُ مَلَائِکَتِهِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَالْمُسَلِّمِیْنَ لَکَ بِقُلُوْبِهِمْ. اَلنَّاطِقِیْنَ بِفَضْلِکَ، اَلشَّاهِدِیْنَ عَلٰی اَنَّکَ صَادِقٌ اَمِیْنٌ صِدِّیْقٌ عَلَیْکَ یَامَوْلَایَ صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی رُوْحِکَ وَبَدَنِکَ، وَاَشْهَدُ اَنَّکَ طُهْرٌ طَاهِرٌ مُطَهَّرٌ مِنْ طُهْرٍ طَاهِرٍ مُطَهَّرٍ اَشْهَدُ لَکَ یَاوَلِیَّ اللّٰهِ وَوَلِیَّ رَسُوْلِهِ بِالْبَلَاغِ وَالْاَدَاءِ، اَشْهَدُ اَنَّکَ جَنْبُ اللّٰهِ، وَاَنَّکَ بَابُ اللّٰهِ، وَاَنَّکَ وَجْهُ اللّٰهِ الَّذِیْ یُؤْتٰی مِنْهُ، وَاَنَّکَ سَبِیْلُ اللّٰهِ وَاَنَّکَ عَبْدُ اللّٰهِ وَاَخُوْ رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَتَیْتُکَ وَافِداً لِعَظِیْمِ حَالِکَ وَمَنْزِلَتِکَ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَعِنْدَ رَسُوْلِهِ، اَتَیْتُکَ مُتَقَرِّباً اِلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بِزِیَارَتِکَ فِیْ خَلَاصِ نَفْسِیْ، مُتَعَوِّذاً بِکَ مِنْ نَارٍ اسْتَحَقَّهَا مِثْلِیْ بِمَا جَنَیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ، اَتَیْتُکَ اِنْقِطَاعاً اِلَیْکَ وَاِلٰی وَلَدِکَ الْخَلَفِ مِنْ بَعْدِکَ عَلٰی بَرَکَةِ الْحَقِّ، فَقَلْبِیْ لَکُمْ مُسَلِّمٌ وَاَمْرِیْ لَکُمْ مُتَّبِعٌ وَنُصْرَتِیْ لَکُمْ مُعَدَّةٌ، وَاَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَمَوْلَاکَ فِیْ طَاعَتِکَ، اَلْوَافِدُ اِلَیْکَ، اَلْتَمِسُ بِذٰلِکَ کَمَالَ الْمَنْزِلَةِ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، وَاَنْتَ مِمَّنْ اَمَرَنِیَ اللّٰهُ بِصِلَتِهِ، وَحَثَّنِیْ عَلٰی بِرِّهِ، وَدَلَّنِیْ عَلٰی فَضْلِهِ، وَهَدَانِیْ لِحُبِّهِ، وَرَغَّبَنِیْ فِی الْوِفَادَةِ اِلَیْهِ، وَاَلْهَمَنِیْ طَلَبَ الْحَوَائِجِ عِنْدَهُ، اَنْتُمْ اَهْلُ بَیْتٍ لَیَسْعَدُ مَنْ تَوَلَّاکُمْ، وَلَا یَخِیْبُ مَنْ اَتَاکُمْ، وَلَا یَخْسَرُ مَنْ یَهْوَاکُمْ، وَلَا یَسْعَدُ مَنْ عَادَاکُمْ، وَلَا اَجِدُ اَحَداً اَفْزَعُ اِلَیْهِ خَیْراً لِیْ مِنْکُمْ اَنْتُمْ اَهْلُ بَیْتِ الرَّحْمَةِ، وَدَعَائِمُ الدِّیْنِ، وَاَرْکَانُ الْاَرْضِ، وَالشَّجَرَةُ الطَّیِّبَةُ، اَللّٰهُمَّ لَا تُخَیِّبْ تَوَجُّهِیْ اِلَیْکَ بِرَسُوْلِکَ وَآلِ رَسُوْلِکَ وَاسْتِشْفَاعِیْ بِهِمْ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ مَنَنْتَ عَلَیَّ بِزِیَارَةِ مَوْلَایَ وَوَلَایَتِهِ وَمَعْرِفَتِهِ، فَاجْعَلْنِیْ مِمَّنْ یَنْصُرُهُ وَیَنْتَصِرُ بِهِ، وَمُنَّ عَلَیَّ بِنَصْرِکَ

لِدِینِکَ فِی الدُّنیَا وَالآخِرَۃِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَحیٰی عَلیٰ مَاحَیَّ عَلَیهِ عَلِیُّ ابنِ اَبِی طَالِبٍ عَلَیهِ السَّلَامُ، وَاَمُوتَ عَلیٰ مَامَاتَ عَلَیهِ عَلِیُّ بنُ اَبِی طَالِبٍ عَلَیهِ السَّلَامُ.

[آپؑ پر اللہ کا سلام ہو اور اس کے ملائکہ مقربین کا اور ان کا سلام جو آپؑ کو دل سے تسلیم کرتے ہیں، آپؑ کے فضائل بیان کرتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ آپؑ صادق و امین و صدیق ہیں۔ اے مولا! آپؑ کی روح اور آپؑ کے بدن پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ طیب و طاہرہ و مطہر ہیں اور طیب و طاہرہ و مطہر کی نسل سے ہیں۔ اے اللہ کے ولی اور اس کے رسول کے ولی میں آپؑ کی تبلیغ و ادائے فرض کی گواہی دیتا ہوں۔ نیز گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ جنب اللہ اور باب اللہ ہیں اور یہ کہ آپؑ وہ وجہ اللہ ہیں کہ جس کی وجہ سے لوگ اُس (خدا) کی طرف آتے ہیں اور آپؑ راہ خدا ہیں، آپؑ اللہ کے بندے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی ہیں۔ میں آپؑ کے پاس آیا ہوں اس لئے کہ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک آپؑ کی بڑی عظمت و منزلت اور شان ہے، میں آپؑ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپؑ کی زیارت کر کے اللہ کا تقرب حاصل کروں اور اس کی پناہ میں رہ کر اس جہنم سے اپنی جان چھڑاؤں جس کے مجھ جیسے لوگ گناہوں کا ارتکاب کر کے مستحق ہو گئے ہیں۔ میں آپؑ کی بارگاہ میں حق کی برکت و توفیق کی بنا پر ساری دنیا سے کٹ کر آپؑ کی طرف اور آپ کے بعد جو آپؑ کے نائبین ہیں ان کی طرف آیا ہوں۔ میرا قلب آپؑ لوگوں کو تسلیم کرتا ہے اور میرا امر آپؑ لوگوں کے امر کا تابع ہے اور میری مدد آپؑ لوگوں کے لئے فراہم ہے اور میں اللہ کا بندہ ہوں اور آپؑ کی اطاعت میں آپؑ کا غلام ہوں، آپؑ کے پاس آیا ہوں اس لئے کہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کمال منزلت کا طلبگار ہوں اور آپؑ تو ان لوگوں میں سے ہیں کہ جن سے ملنے کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے اور ان سے حسن سلوک کا شوق دلایا ہے اور ان کے فضل و شرف کی طرف رہنمائی کی ہے اور ان کی محبت کی ہمیں ہدایت کی ہے اور ان کی بارگاہ میں آنے کی مجھے رغبت دلائی ہے اور میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ ان کے پاس پہنچ کر طلبِ حاجت کروں۔ آپؑ لوگ وہ اہلبیت ہیں کہ جس نے آپؑ لوگوں سے تولا رکھا وہ خوش بخت ہوا جو آپؑ لوگوں کے پاس آیا وہ ناکام نہیں ہوا۔ جس نے آپؑ لوگوں سے محبت کی وہ خسارہ میں نہیں رہا اور جس نے آپؑ لوگوں کو دشمن رکھا وہ خوش نہیں ہوا اور میں دنیا میں کسی ایک کو بھی ایسا نہیں پاتا جو میرے لئے آپؑ لوگوں سے بہتر ہو آپؑ لوگ تو اہل بیت رحمت ہیں۔ دین کے ستون اور زمین کے ارکان اور شجرہ طیبہ ہیں۔ اے اللہ! تیرے رسولؐ اور تیرے رسول کی آلؑ کے وسیلہ سے تیری طرف میری توجہ کو اور ان کے واسطے سے میری طلب شفاعت کو محروم نہ کر۔

اے اللہ! تو نے مجھے میرے مولا کی معرفت اور ولایت عطا کر کے اور مجھے ان کی زیارت کی توفیق دے کر مجھ پر بڑا احسان فرمایا۔ اب تو مجھے ان لوگوں میں شامل کر دے جو ان کی نصرت کریں اور ان سے نصرت کے طلبگار رہوں۔ اے اللہ! دنیا اور آخرت میں اپنے دین کی نصرت کرنے میں میری مدد فرما۔ اے اللہ! مجھے اس پر زندہ رکھ جس پر علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے زندگی بسر کی اور میں اسی پر مروں جس پر علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اپنی زندگی تمام کی]

(۳۲۰۰) اور جب تم ان سے رخصت اور وداع ہونے کا ارادہ کرو تو کہو: [۱]

اَلسَّلَامُ عَلَیکَ وَرَحمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ اَستَودِعُکَ اللّٰہَ، وَاَستَرعِیکَ، وَاَقرَأُ عَلَیکَ السَّلَامَ، آمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالرَّسُولِ وَبِمَا جَاءَ ت بِہٖ وَدَلَّت عَلَیہِ فَاکتُبنَا مَعَ الشَّاھِدِینَ اَشھَدُ فِی مَمَاتِی عَلیٰ مَاشَھِدتُ عَلَیہِ فِی حَیَاتِی، اَشھَدُ اَنَّکُمُ الاَئِمَّۃُ وَاحِداً بَعدَ وَاحِدٍ، وَاَشھَدُ اَنَّ مَن قَتَلَکُم وَحَارَبَکُم مُشرِکُونَ، وَمَن رَدَّعَلَیکُم فِی اَسفَلِ دَرکٍ مِنَ الجَحِیمِ، وَاَشھَدُ اَنَّ مَن حَارَبَکُم لَنَا اَعدَاءٌ وَنَحنُ مِنھُم بُرَآءٌ وَاَنَّھُم حِزبُ الشَّیطَانِ، اَللّٰھُمَّ، اِنِّی اَسأَلُکَ بَعدَ الصَّلَاۃِ وَالتَّسلِیمِ اَن تُصَلِّیَ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ (یہاں تمام ائمہ علیہم

[۱] ابن قولویہ نے ص ۴۶ پر 'جامع' ابن ولید سے روایت کی ہے اور انہوں نے روایت کی ہے حضرت ابوالحسن ثالث (امام علی نقی علیہ السلام) سے اور شیخ نے 'مصباح' ص ۵۱۹ پر اس سلام کے آخر لفظ 'والتسلیم' تک روایت کی ہے۔

السلام کے نام لیے جائیں) وَلَا تَجْعَلْهُ آخِرَ الْعَهْدِ مِنْ زِيَارَتِهِ فَإِنْ جَعَلْتَهُ فَاحْشُرْنِي مَعَ هٰؤُلَاءِ الْأَئِمَّةِ الْمُسَمَّيْنَ، اللّٰهُمَّ وَثَبِّتْ قُلُوبَنَا بِالطَّاعَةِ وَالْمُنَاصَحَةِ وَالْمَحَبَّةِ وَحُسْنِ الْمُؤَازَرَةِ وَالتَّسْلِيمِ [سلام ہو آپؑ پر اور اللہ کی برکت ہو میں آپؑ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور آپؑ سے توجہ کی درخواست کرتا ہوں اور آپؑ کو سلام کرتا ہوں۔ میں ایمان لایا اللہ پر اور رسولؐ پر اور ان تمام چیزوں پر جو آنحضرتؐ کے ساتھ آئیں اور آنحضرتؐ کی نبوت کی دلیل بنیں۔ اے اللہ تو ہم لوگوں کا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے، میں اپنی موت کے بعد بھی اس کی گواہی دوں گا جس کی گواہی میں نے اپنی زندگی میں دی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ لوگ مسلسل ایک کے بعد ایک امام ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ جنہوں نے آپؑ لوگوں کو قتل کیا اور آپؑ لوگوں سے جنگ کی وہ سب کے سب مشرک ہیں اور جس نے آپؑ لوگوں کو مسترد کیا وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوگا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ جنہوں نے آپؑ لوگوں سے جنگ کی وہ ہمارے دشمن ہیں اور ہم سب ان سے برائت کا اظہار کرتے ہیں اور وہ شیطان کا گروہ ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں درود وسلام کے بعد کہ تو محمدؐ وآل محمدؐ پر اپنی رحمتیں نازل فرما (یہاں تمام ائمہ علیہم السلام کے نام لیے جائیں) اور اس زیارت کو آخری زیارت نہ قرار دے۔ اور اگر تو نے اس زیارت کو آخری زیارت قرار دیا تو پھر میرا حشر ان ائمہ علیہم السلام۔ کے ساتھ کر جن کے نام لیے گئے۔ بارالٰہا ہمارے قلوب کو ان کی اطاعت ونصیحت ومحبت اور بہترین خدمت اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر ثابت وقائم رکھ]۔

اس کے بعد تسبیح حضرت فاطمہ زہراؑ پڑھو اور وہ یہ ہے:

سُبْحَانَ ذِي الْجَلَالِ الْبَاذِخِ الْعَظِيمِ، سُبْحَانَ ذِي الْعِزِّ الشَّامِخِ الْمُنِيفِ، سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ الْفَاخِرِ الْقَدِيمِ، سُبْحَانَ ذِي الْبَهْجَةِ وَالْجَمَالِ، سُبْحَانَ مَنْ تَرَدَّىٰ بِالنُّورِ وَالْوَقَارِ سُبْحَانَ مَنْ يَرَىٰ أَثَرَ النَّمْلِ فِي الصَّفَا وَوَقْعَ الطَّيْرِ فِي الْهَوَاءِ (پاک اور منزہ ہے وہ ذات جو عظیم الشان جلال والا ہے۔ پاک اور منزہ ہے وہ ذات جو اعلیٰ اور بلند عزت والا ہے۔ پاک اور منزہ ہے وہ ذات جو قابل فخر قدیم ملک وسلطنت والا ہے پاک اور منزہ ہے وہ ذات جو صاحب حسن وجمال ہے۔ پاک اور منزہ۔ ہے وہ ذات جس نے نور اور وقار کی چادر اوڑھ رکھی ہے پاک اور منزہ ہے وہ ذات جو صاف وشفاف پتھروں پر چیونٹی کے نشان قدم کو اور ہوا میں پرندے کی پرواز کو دیکھتا ہے)۔

دوسری زیارت امیر المومنین علیہ السلام

(۳۲۰۱) پھر تم یہ کہو نا[۱]

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيبَ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَفْوَةَ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حُجَّةَ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا إِمَامَ الْهُدَىٰ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَلَمَ التُّقَىٰ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا الْوَصِيُّ الْبَارُّ التَّقِيُّ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا الْحَسَنِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمُودَ الدِّينِ، وَوَارِثَ عِلْمِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ، وَصَاحِبَ الْمِيسَمِ وَالصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ، أَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ أَقَمْتَ الصَّلَاةَ وَآتَيْتَ الزَّكَاةَ، وَأَمَرْتَ بِالْمَعْرُوفِ، وَنَهَيْتَ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَاتَّبَعْتَ الرَّسُولَ، وَتَلَوْتَ الْكِتَابَ حَقَّ تِلَاوَتِهِ وَبَلَّغْتَ عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَوَفَيْتَ بِعَهْدِ اللّٰهِ، وَتَمَّتْ بِكَ كَلِمَاتُ اللّٰهِ وَجَاهَدْتَ فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ، وَنَصَحْتَ لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ، وَجُدْتَ بِنَفْسِكَ صَابِرًا وَمُجَاهِدًا عَنْ دِينِ اللّٰهِ، مُؤْمِنًا بِرَسُولِ اللّٰهِ، طَالِبًا مَا عِنْدَ اللّٰهِ، رَاغِبًا فِيمَا وَعَدَ اللّٰهُ، وَمَضَيْتَ لِلَّذِي كُنْتَ عَلَيْهِ شَاهِدًا وَشَهِيدًا وَمَشْهُودًا، فَجَزَاكَ اللّٰهُ عَنْ رَسُولِهِ وَعَنِ الْإِسْلَامِ وَأَهْلِهِ مِنْ صِدِّيقٍ أَفْضَلَ الْجَزَاءِ،

---

[۱] واضح رہے کہ یہ عبارت کتاب 'جامع' سے ماخوذ ہے اور معصوم علیہ السلام سے مروی ہے اور شاید وہ ابوالحسن ثالث (امام علی نقی) علیہ السلام ہیں۔ اور جیسا کہ مولف اس سے پہلے چکے ہیں کہ "میں نے صدیقہ طاہرہ کی زیارت کے۔ لئے مقررہ وہ معینہ کوئی چیز نہیں پائی لہذا جو شخص میری اس کتاب سے آپؑ کی یہ زیارت پڑھے گا میں اس سے اسی طرح راضی و خوش ہوں جس طرح میں اس زیارت سے اپنی ذات کے لئے راضی اور خوش ہوں"۔ پس مفہوم اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ یہ تمام زیارات جو اس کتاب میں نقل ہوئی ہیں منقول ہیں ائمہ علیہم السلام سے۔

كُنتَ أَوَّلَ الْقَوْمِ إِسْلاماً [1]، وَأَخْلَصَهُمْ إِيْمَاناً، وَأَشَدَّهُمْ يَقِيناً، وَأَخْوَفَهُمْ لِلّٰهِ، وَأَعْظَمَهُمْ عِنَاءً، وَأَحْوَطَهُمْ عَلَى رَسُوْلِهِ، وَأَفْضَلَهُمْ مَنَاقِبَ، وَأَكْثَرَهُمْ سَوَابِقَ، وَأَرْفَعَهُمْ دَرَجَةً، وَأَشْرَفَهُمْ مَنْزِلَةً، وَأَكْرَمَهُمْ عَلَيْهِ قَوِيْتَ حِيْنَ ضَعُفَ أَصْحَابُهُ، وَبَرَزْتَ حِيْنَ اسْتَكَانُوْا، وَنَهَضْتَ حِيْنَ وَهِنُوْا، وَلَزِمْتَ مِنْهَاجَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، كُنْتَ خَلِيْفَتَهُ حَقّاً لَمْ تُنَازَعْ بِرَغْمِ الْمُنَافِقِيْنَ، وَغَيْظِ الْكَافِرِيْنَ، وَكُرْهِ الْحَاسِدِيْنَ، وَضِغْنِ الْفَاسِقِيْنَ، فَقُمْتَ بِالْأَمْرِ حِيْنَ فَشِلُوْا، وَنَطَقْتَ حِيْنَ تَتَعْتَعُوْا، وَمَضَيْتَ بِنُوْرِ اللّٰهِ إِذْ وَقَفُوْا، فَمَنِ اتَّبَعَكَ فَقَدْ هُدِيَ، كُنْتَ أَقَلَّهُمْ كَلَاماً، وَأَصْوَبَهُمْ مَنْطِقاً، وَأَكْثَرَهُمْ رَأْياً، وَأَشْجَعَهُمْ قَلْباً، وَأَشَدَّهُمْ يَقِيْناً، وَأَحْسَنَهُمْ عَمَلاً، وَأَعْنَاهُمْ بِالْأُمُوْرِ.

كُنْتَ لِلدِّيْنِ يَعْسُوْباً أَوَّلاً حِيْنَ تَفَرَّقَ النَّاسُ، وَأَخِيْراً حِيْنَ فَشِلُوْا، كُنْتَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ أَباً رَحِيْماً إِذْ صَارُوْا عَلَيْكَ عِيَالًا، فَحَمَلْتَ أَثْقَالَ مَا عَنْهُ ضَعُفُوْا، وَحَفِظْتَ مَا أَضَاعُوْا، وَرَعَيْتَ مَا أَهْمَلُوْا، وَشَمَّرْتَ إِذَا [ا] جْتَمَعُوْا، وَشَهِدْتَ إِذْ جَمَعُوْا، وَعَلَوْتَ إِذْ هَلَعُوْا، وَصَبَرْتَ إِذْ جَزِعُوْا، كُنْتَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ عَذَاباً صَبّاً، وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ غَيْثاً وَخِصْباً، لَمْ تُفْلَلْ حُجَّتُكَ، وَلَمْ يَزِغْ قَلْبُكَ، وَلَمْ تَضْعُفْ بَصِيْرَتُكَ، وَلَمْ تَجْبُنْ نَفْسُكَ، وَلَمْ تَهِنْ، كُنْتَ كَالْجَبَلِ لَا تُحَرِّكُهُ الْعَوَاصِفُ، وَلَا تُزِيْلُهُ الْقَوَاصِفُ، وَكُنْتَ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ضَعِيْفاً فِيْ بَدَنِكَ، قَوِيّاً فِيْ أَمْرِ اللّٰهِ، مُتَوَاضِعاً فِيْ نَفْسِكَ، عَظِيْماً عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، كَبِيْراً فِي الْأَرْضِ، جَلِيْلاً عِنْدَ الْمُؤْمِنِيْنَ، لَمْ يَكُنْ لِأَحَدٍ فِيْكَ مَهْمَزٌ، وَلَا لِقَائِلٍ فِيْكَ مَغْمَزٌ وَلَا لِأَحَدٍ فِيْكَ مَطْمَعٌ وَلَا لِأَحَدٍ عِنْدَكَ هَوَادَةٌ، اَلضَّعِيْفُ الذَّلِيْلُ عِنْدَكَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ حَتّٰى تَأْخُذَ بِحَقِّهِ، وَالْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ عِنْدَكَ ضَعِيْفٌ ذَلِيْلٌ حَتّٰى تَأْخُذَ مِنْهُ الْحَقَّ، وَالْقَرِيْبُ وَالْبَعِيْدُ عِنْدَكَ فِيْ ذٰلِكَ سَوَاءٌ شَأْنُكَ الْحَقُّ وَالصِّدْقُ وَالرِّفْقُ، وَقَوْلُكَ حُكْمٌ وَحَتْمٌ، وَأَمْرُكَ حِلْمٌ وَحَزْمٌ، وَرَأْيُكَ عِلْمٌ وَعَزْمٌ، اِعْتَدَلَ بِكَ الدِّيْنُ، وَسَهُلَ بِكَ الْعَسِيْرُ، وَأُطْفِئَتْ بِكَ النِّيْرَانُ، وَقَوِيَ بِكَ الْإِيْمَانُ، وَثَبَتَ بِكَ الْإِسْلَامُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ، سَبَقْتَ سَبْقاً بَعِيْداً، وَأَتْعَبْتَ مِنْ بَعْدِكَ تَعَباً شَدِيْداً، فَجَلَلْتَ عَنِ الْبُكَاءِ وَعَظُمَتْ رَزِيَّتُكَ فِي السَّمَاءِ، وَهَدَّتْ مُصِيْبَتُكَ الْأَنَامَ، فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، رَضِيْنَا عَنِ اللّٰهِ قَضَائَهُ، وَسَلَّمْنَا لِلّٰهِ أَمْرَهُ، فَوَاللّٰهِ لَنْ يُصَابَ الْمُسْلِمُوْنَ بِمِثْلِكَ أَبَداً، كُنْتَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ كَهْفاً وَحِصْناً، وَعَلَى الْكَافِرِيْنَ غِلْظَةً وَغَيْظاً فَأَلْحَقَكَ اللّٰهُ بِنَبِيِّهِ وَلَا حَرَمَنَا أَجْرَكَ، وَلَا أَضَلَّنَا بَعْدَكَ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ. [2]

[سلام ہو آپؑ پر اے امیر المومنین (علیہ السلام)۔ سلام ہو آپؑ پر اے اللہ کے حبیب، سلام ہو آپؑ پر اے اللہ کے منتخب کردہ، سلام ہو آپؑ پر اے اللہ کے ولی، سلام ہو آپؑ پر اے حجت خدا، سلام ہو آپؑ پر اے امام ہدایت، سلام ہو آپؑ پر اے تقویٰ کے نشان، سلام ہو آپؑ پر اے صاحبِ احسان اور پرہیز گار وصیِ رسولؐ۔ سلام ہو آپؑ پر اے امام حسنؑ کے والد بزرگوار۔ سلام ہو آپؑ پر اے دین کے ستون اور اولین و آخرین کے علم کے وارث اور صاحب میسم (داغنے والے) اور صراطِ مستقیم۔ میں گواہی دیتا ہوں آپؑ نے نماز قائم کی، زکوٰۃ ادا کی، نیکی کا حکم دیا اور بدی سے منع فرمایا۔ رسولؐ کی اتباع کی، کتاب خدا کی ایسی

---

[1] یہاں سے کلینی نے ج ۱ ص ۴۵۴ پر اپنے اسناد کے اختلاف کے ساتھ برقی سے روایت کی ہے، انہوں نے احمد بن زید نیشاپوری سے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم ہاشمی نے، انہوں نے عبدالملک بن عمر سے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ کے صحابی اسید بن صفوان سے کہ کہا: جس روز امیر المومنین علیہ السلام کی قبض روح ہوئی تو علاقہ نالہ و شیون سے تھرتھرا رہا تھا اور لوگ اس دن کی طرح بے حال تھے جس دن رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی قبض روح ہوئی تھی اور وہاں ایک شخص روتا ہوا آیا وہ بہت بے چین اور جلدی میں تھا اور کہہ رہا تھا: آج نبوت کی خلافت منقطع ہوگئی یہاں تک کہ وہ اُس گھر کے دروازے پر کھڑا ہوا جس میں امیر المومنین علیہ السلام تھے اور کہا: رحمک اللہ یا ابو الحسن کنت اول القوم اسلاماً۔۔۔۔۔ اور یہ سلام متن کے اختلاف کے ساتھ اسی طرح آگے بڑھا۔ اور کہا گیا کہ یہ فرد حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ واللہ یعلم.

[2] 'کافی' میں انہی الفاظ پر اختتام ہوا ہے۔

تلاوت کی جیسا کہ تلاوت کا حق ہے۔ اللہ کی طرف سے احکامات پہنچائے۔ اللہ کے عہد کو پورا کیا۔ اللہ کے کلمات آپؑ سے پورے ہوئے۔ راہ خدا میں جہاد کیا جو جہاد کرنے کا حق ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے لوگوں کو نصیحت کی اور صبر و تحمل کرتے ہوئے اور دین الٰہی کی طرف سے جہاد کرتے ہوئے، رسول اللہؐ کی رسالت پر ایمان رکھتے ہوئے، اللہ کے پاس جو اس کا اجر و ثواب ہے اس کے حصول کی کوشش کرتے ہوئے اور اللہ نے جو کچھ وعدہ کیا ہے اس کی رغبت و خواہش رکھتے ہوئے آپؑ نے اپنی جان تک قربان کر دی اور جس پر آپؑ شاہد و شہید اور مشہود تھے اسی پر زندگی بسر کر گئے۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کی طرف سے اور اسلام کی طرف سے اور اہل اسلام کی طرف سے آپؑ کو اس کی بہترین جزا دے جو ایک دوست دوسرے دوست کو دیتا ہے۔

آپؑ مسلمانوں میں سے سب سے پہلے اسلام لائے اور از روئے ایمان سب سے زیادہ مخلص، ان میں سب سے زیادہ یقین رکھنے والے، ان میں سب سے زیادہ متواضع، سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے، اس کے رسولؐ کے سب سے بڑے محافظ۔ مناقب میں سب سے افضل۔ بموجب سبقت فضائل میں سب سے زیادہ۔ درجہ میں سب سے بلند۔ منزلت میں سب سے اشرف۔ سب سے زیادہ کرم کرنے والے تھے۔ جس وقت آنحضرتؐ کے اصحاب نے کمزوری دکھائی تو آپؑ نے تقویت پہنچائی۔ اور جب وہ لوگ درماندہ اور عاجز ہو گئے تو آپؑ نکلے، جب وہ لوگ سست پڑ گئے تو آپؑ آگے بڑھ گئے۔ آپؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ پر گامزن رہے۔ آپؑ آنحضرتؐ کے حقیقی خلیفہ اور جانشین تھے۔ منافقین نے نہ چاہنے کے باوجود، کافروں نے اپنے غیظ و غضب کے باوجود، حسدوں نے ناپسندیدگی کے باوجود اور منافقین نے اپنی دشمنی اور کینہ کے باوجود آپؑ سے (خلافت کے معاملہ میں) کوئی نزع و اختلاف نہیں کیا۔ آپؑ نے اس وقت عنانِ حکومت سنبھالی جب سب کے حوصلے پست تھے۔ آپؑ اس وقت بولے جب سب کی زبانیں لڑکھڑا رہی تھیں آپؑ اس وقت نور خدا کی روشنی میں چلے جب سب کے سب ٹھٹک کر رہ گئے تھے۔ پس جس نے آپؑ کی اتباع کی اس نے ہدایت پائی۔ آپؑ سب سے کم بات کرتے مگر جو کچھ کہتے وہ سب سے زیادہ صائب اور درست ہوتا، آپؑ بہترین صاحب رائے تھے، آپؑ سب سے زیادہ شجاع قلب، سب سے زیادہ محکم یقین رکھنے والے، سب سے اچھے عمل کرنے والے اور سب سے زیادہ معاملات سمجھنے والے تھے۔

آپؑ اول اول بھی دین کے لئے یعسوب (امیر) رہے پھر لوگ متفرق ہو گئے اور آخر میں بھی جب لوگ ناکام اور مایوس ہوئے تو آپؑ مومنین کے لئے مہربان باپ ثابت ہوئے۔ جب وہ سب آپؑ کے عیال میں شامل ہو گئے تو آپؑ نے ان سب کا بوجھ اُٹھایا جس کے اُٹھانے میں وہ کمزوری محسوس کر رہے تھے۔ اور جو کچھ وہ ضایع اور برباد کر رہے تھے اس کی حفاظت کی۔ اور جو کچھ وہ مہمل اور بیکار سمجھ رہے تھے اس کی نگہداشت کی۔ اور جب وہ لوگ (آپؑ کے گرد) مجتمع ہوئے تو آپؑ بھی کمر بستہ ہوئے۔ جب وہ لوگ جمع ہوئے تو آپؑ نے انہیں ملاحظہ کیا، جب ان لوگوں نے بیقراری دکھائی تو آپؑ اس سے بالاتر رہے، جب ان لوگوں نے ہائے وائے شروع کی تو آپؑ نے صبر و برداشت سے کام لیا۔ آپؑ کافروں پر (اللہ کی طرف سے) برسنے والا عذاب تھے اور مومنین کے لئے سرسبزی و شادابی لانے والی بارش تھے۔ آپؑ کی حجت اور دلیل کبھی کند اور پسپا نہیں ہوئی آپؑ کے دل میں کبھی کجی نہیں آئی۔ آپؑ کی بصیرت اور سوجھ بوجھ کبھی کمزور نہیں ہوئی۔ آپؑ کی ذات میں کبھی بزدلی نہیں آئی، کبھی بودا پن نہیں آیا۔ آپؑ ایک ایسے پہاڑ کے مانند تھے جس کو آندھیاں اس کے مقام سے ہٹا نہیں سکیں اور نہ ان کے فراٹے جگہ سے ٹال سکے، آپؑ ویسے ہی تھے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ آپؑ جسمانی طور پر تو ضعیف و لاغر تھے مگر اللہ کے کاموں کے لئے قوی اور طاقتور تھے۔ آپؑ میں بذات خود تو تواضع اور انکساری تھی مگر اللہ کے نزدیک عظیم تھے، روئے زمین پر بڑے اور مومنین کی نگاہ میں جلیل القدر تھے۔ کسی ایک شخص کی بھی مجال نہ تھی جو آپؑ میں عیب نکال سکے اور نہ کوئی ایک بھی بولنے والا ایسا تھا جو آپؑ پر طعنہ زنی کر سکے۔ اور نہ کوئی ایک ایسا تھا جو آپؑ سے بیجا طمع اور امید رکھ سکے۔ اور نہ کوئی ایک ایسا تھا جو آپؑ سے بیجا نرمی اور رعایت اُٹھا سکے۔ ایک ضعیف و کمزور شخص آپؑ کے نزدیک اس وقت تک کمزور و ضعیف تھا جب تک آپؑ اس سے کسی کا حق واپس نہ دلا دیتے تھے اور ایک قوی و طاقتور آپؑ کے نزدیک اس وقت کمزور اور ضعیف تھا جب تک آپؑ اس سے کسی کا حق واپس نہ دلا دیتے تھے۔ اس معاملہ میں (آپؑ کے لئے) اپنے او

پرائے سب برابر تھے۔آپؑ کی شان حق وحق گوئی اور نرمی تھی۔آپؑ کا قول قول فیصل اور حتمی ہوتا تھا۔آپؑ ہر کام حلم و بردباری وحزم واحتیاط سے کرتے تھے۔آپؑ کی رائے ہمیشہ علم اور عزم پر مبنی ہوتی تھی۔آپؑ کی وجہ سے دین میں اعتدال رہا لوگوں کی مشکلیں آسان ہوئیں۔آپؑ کی وجہ سے آگ بجھ گئی آپؑ کی وجہ سے ایمان میں قوت آئی۔اسلام اور مومنین میں ثابت قدمی اور پائیداری آئی۔آپؑ آگے اور بہت دور آگے بڑھ گئے اور اپنے بعد والوں کا تعب وتکلیف میں چھوڑا اور خود تمام آلام وتکالیف سے بالاتر ہو گئے۔آپؑ کا سوگ آسمانوں میں منایا گیا۔آپؑ کا غم لوگوں کو تباہ حال کر گیا۔بیشک ہم سب لوگ اللہ ہی کے لئے ہیں اور اللہ ہی کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔ہم لوگ اللہ کے فیصلے پر راضی ہیں اور اللہ کے حکم کو تسلیم کرتے ہیں۔خدا کی قسم مسلمان آپؑ جیسا کبھی نہ پاسکیں گے۔آپؑ مومنین کے لئے ایک پناہ گاہ اور ایک مضبوط قلعہ تھے اور کافروں پر غیظ وغضب تھے۔اللہ تعالیٰ آپؑ کو اپنے نبی سے ملحق کرے اور ہم لوگوں کو آپؑ کی جدائی پر صبر کے ثواب سے محروم نہ کرے۔اور ہمیں آپؑ کے بعد گمراہی سے بچائے۔آپؑ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکت ہو)۔

پھر وہاں چھ رکعت نماز پڑھو۔اور اس میں ہر دو رکعت پر سلام اس لئے کہ آپؑ کی قبر میں حضرت آدم علیہ السلام کی ہڈیاں اور حضرت نوح علیہ السلام اور امیر المومنین علیہ السلام کا جسد خاکی دفن ہے۔جس نے آپؑ کی قبر کی زیارت کی اس نے حضرت آدم، حضرت نوح اور امیر المومنین علیہم السلام کی زیارت کر لی اس لئے ہر ایک کی زیارت کے لئے دو رکعت نماز پڑھو۔

زیارت قبر حضرت ابی عبداللہ الحسین ابن علی ابن ابی طالب علیہما السلام شہید کربلا

(۳۲۰۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:[۱] جب تم امام ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے آؤ تو پہلے نہر فرات کے کنارے غسل کرو، پاک وطاہر لباس پہنو اور پاپیادہ چلو اس لئے کہ تم اللہ کے حرم اور اس کے رسول کے حرم میں ہو اور تم پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ تکبیر وتہلیل وتمجید وتعظیم کرو اور حضرت محمدؐ اور ان کے اہلبیتؑ پر درود بھیجتے ہوئے چلو یہاں تک کہ باب حائر حسینؑ تک پہنچ جاؤ پھر کہو:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاحُجَّةَ اللّٰهِ وَابْنَ حُجَّتِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَامَلَائِكَةِ اللّٰهِ وَزُوَّ ارِقَبْرِابْنِ نَبِيِّ اللّٰهِ.

(سلام ہو آپؑ پر اے حجت خدا اور پسر حجت خدا۔سلام ہو تم لوگوں پر اے اللہ کے ملائکہ اور نبی خدا کے فرزند کی قبر کی زیارت کرنے والو)

پھر دس قدم چلو اور ٹھہر جاؤ اور تیس مرتبہ تکبیر کہو پھر آگے بڑھو یہاں تک کہ سرِ بالینِ قبر پہنچو۔اپنا چہرہ آنجنابؑ کے چہرے کے سامنے رکھو اور قبلہ کو اپنے دونوں کاندھوں کے درمیان رکھو پھر کہو:

---

[۱] کلینی نے 'کافی' ج ۴ ص ۵۷۵ اور شیخ نے ان سے نقل کیا ہے 'تہذیب' ج ۲ ص ۱۹ پر۔احمد بن محمد سے، انہوں نے قاسم بن یحییٰ سے، انہوں نے اپنے جد حسن بن راشد سے اور انہوں نے حسین بن ثویر سے۔ان کا کہنا ہے: میں، یونس بن ظبیان، مفضل بن عمر اور ابو سلمہ سراج ابو عبداللہ علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے۔اور ہم میں سے بولنے والے یونس تھے جو ہم سب سے عمر میں بڑے تھے۔انہوں نے آنجنابؑ سے عرض کی: میں آپؑ پر فدا۔میں اس قوم یعنی بنو عباس کی نشستوں میں جاتا ہوں تو اس بارے میں آپؑ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: جب وہاں جاؤ تو ہمارا ذکر کرو پس کہو: پروردگار ہمیں آسودگی اور خوشی دکھا۔پھر جب چاہو وہاں لے واپس آجاؤ۔میں نے عرض کی: میں آپؑ پر قربان! میں اکثر حسین علیہ السلام کا ذکر کرتا ہوں تو مجھے اس میں کیا کہنا چاہیئے؟ فرمایا: کہو: صلی اللّٰہ علیک یا ابا عبداللہ اور اسے تین بار کہو کیونکہ سلام ان تک پہنچتا ہے دور سے ہو یا قریب سے۔پھر فرمایا: جب ابا عبداللہ الحسین نے قضی کی تو ان پر ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں اور جو ان پر ہے اور جو ان کے درمیان ہے سب نے گریہ کیا اور جو پھرتا ہے جنت اور جہنم میں ہمارے رب کی خلقت میں سے اور جس کو دیکھا جاتا ہے اور جس کو نہیں دیکھا جاتا سب نے ابو عبداللہ الحسین پر گریہ کیا سوائے تین چیزوں کے جو ان پر نہیں روئیں۔میں نے عرض کی: میں آپؑ پر قربان! وہ تین چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا: ان پر نہیں روئے بصرہ، دمشق، اور آلِ عثمان۔میں نے عرض کی: میں آنجنابؑ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں تو میں کیا کہوں اور کیا کروں؟ فرمایا: جب تم ابو عبداللہ علیہ السلام کی زیارت کے لئے جاؤ تو غسل کرو۔۔۔۔۔تا آخر زیارت۔'کافی' اور 'کامل الزیارات' سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کہنے والے کہ میں آپؑ پر قربان! میں اکثر حسین علیہ السلام کا ذکر کرتا ہوں۔حسین بن ثویر ثقہ ہیں۔لیکن 'تہذیب' سے ظاہر ہوتا ہے کہ متکلم یونس بن ظبیان ہیں۔

اَلسَّلامُ عَلَیکَ یا حُجَّةَ اللّٰهِ وَابنَ حُجَّتِهِ، اَلسَّلامُ عَلَیکَ یا ثارَ اللّٰهِ فِی الاَرضِ وَابنَ ثارِهِ، اَلسَّلامُ عَلَیکَ یا وِترَ اللّٰهِ الْمَوتُورَ فِی السَّماواتِ وَالاَرضِ، اَشهَدُ اَنَّ دَمَکَ سَکَنَ فِی الخُلدِ، وَاقشَعَرَّت لَهُ اَظِلَّةُ العَرشِ، وَبَکیٰ لَهُ جَمیعُ الخَلائِقِ، وَبَکَت لَهُ السَّماواتُ السَّبعُ وَالاَرَضُونَ (السَّبعُ) وَما فیهِنَّ وَما بَینَهُنَّ، وَمَن یَتَقَلَّبُ فِی الجَنَّةِ وَالنّارِ مِن خَلقِ رَبِّنا، وَما یُریٰ وَما لایُریٰ، اَشهَدُ اَنَّکَ حُجَّةُ اللّٰهِ وَابنُ حُجَّتِهِ، وَاَشهَدُ اَنَّکَ ثارُ اللّٰهِ وَابنُ ثارِهِ، وَاَشهَدُ اَنَّکَ وِترُ اللّٰهِ الْمَوتُورُ فِی السَّماواتِ وَالاَرضِ، وَاَشهَدُ اَنَّکَ بَلَّغتَ عَنِ اللّٰهِ وَنَصَحتَ وَوَفَیتَ وَاَوفَیتَ، وَجاهَدتَ فی سَبیلِ رَبِّکَ، وَمَضَیتَ لِلَّذی کُنتَ عَلَیهِ شَهیداً وَمُستَشهِداً وَشاهِداً وَمَشهُوداً، اَنا عَبدُ اللّٰهِ وَمَولاکَ وَفی طاعَتِکَ وَالوافِدُ اِلَیکَ، اَلتَمِسُ بِذٰلِکَ کَمالَ المَنزِلَةِ عِندَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، وَثَباتَ القَدَمِ فِی الهِجرَةِ اِلَیکَ، وَالسَّبیلَ الَّذی لایَختَلِجُ دُونَکَ مِنَ الدُّخُولِ فی کِفالَتِکَ الَّتی اُمِرتُ بِها، مَن اَرادَ اللّٰهَ بَدَأَ بِکُم، مَن اَرادَ اللّٰهَ بَدَأَ بِکُم، مَن اَرادَ اللّٰهَ بَدَأَ بِکُم، بِکُم یُبَیِّنُ اللّٰهُ الکَذِبَ وَبِکُم یُباعِدُ الزَّمانَ الکَلِبَ وَبِکُم یَفتَحُ اللّٰهُ وَبِکُم یَختِمُ اللّٰهُ، وَبِکُم یَمحُو اللّٰهُ ما یَشاءُ، وَبِکُم یُثبِتُ وَبِکُم یَفُکُّ الذُّلَّ مِن رِقابِنا، وَبِکُم یُدرِکُ اللّٰهُ تِرَةَ کُلِّ مُؤمِنٍ وَمُؤمِنَةٍ تُطلَبُ، وَبِکُم تُنبِتُ الاَرضُ اَشجارَها، وَبِکُم تُخرِجُ الاَشجارُ اَثمارَها، وَبِکُم تُنزِلُ السَّماءُ قَطرَها، وَبِکُم یَکشِفُ اللّٰهُ الکَربَ وَبِکُم یُنَزِّلُ اللّٰهُ الغَیثَ، وَبِکُم تُسَبِّحُ الاَرضُ الَّتی تَحمِلُ اَبدانَکُم، لَعَنَت اُمَّةٌ قَتَلَتکُم، وَاُمَّةٌ خالَفَتکُم، وَاُمَّةٌ جَحَدَت وِلایَتَکُم، وَاُمَّةٌ ظاهَرَت عَلَیکُم، وَاُمَّةٌ شَهِدَت وَلَم تَنصُرکُم، اَلحَمدُ لِلّٰهِ الَّذی جَعَلَ النّارَ مَأواهُم وَبِئسَ الوِردُ الوارِدینَ، وَبِئسَ الوِردُ المَورُودُ، وَالحَمدُ لِلّٰهِ رَبِّ العالَمینَ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیکَ یا اَبا عَبدِ اللّٰهِ، اَنا اِلَی اللّٰهِ مِمَّن خالَفَکَ بَریءٌ اَنا اِلَی اللّٰهِ مِمَّن خالَفَکَ بَریءٌ اَنا اِلَی اللّٰهِ مِمَّن خالَفَکَ بَریءٌ.

(سلام ہو آپؑ پر اے حجت خدا اور حجت خدا کے فرزند۔ سلام ہو آپؑ پر اے وہ شہید جس کے خون کا طالب خدا ہے اور ایسے شہید کے فرزند جس کے خون کا طالب خدا ہے۔ سلام ہو آپؑ پر اے کشتہ راہ خدا کہ جس کے خون کا انتقام اللہ لے گا جس کے خون کا انتقام آسمان و زمین کے اندر کہیں نہیں لیا گیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ کا خون خلاء میں ٹھہرا ہوا ہے جس سے عرش کا سایہ کانپ رہا ہے، جس پر ساری مخلوق نے گریہ کیا، جس پر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین اور ان سب کے درمیان جتنی چیزیں ہیں سب نے اور ہمارے رب کی مخلوق میں سے جتنے بھی جنت و جہنم میں پھر رہے ہیں وہ سب اور جو چیزیں نظر آتی ہیں اور جو نظر نہیں آتیں، ان سب نے گریہ کیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ حجتِ خدا ہیں اور حجتِ خدا کے فرزند ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ایسے شہید ہیں کہ جس کے خون کا طالب خدا ہے اور ایسے کے فرزند ہیں کہ جس کے خون کا طالب خدا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہ کشتہ راہ خدا ہیں جس کے خون کا انتقام خدا لے گا اور جس کے خون کا انتقام آسمانوں اور زمینوں میں کہیں نہیں لیا گیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ نے اللہ کی طرف سے احکامات قوم کو پہنچائے، انہیں نصیحت کی، اپنے عہد کو پورا کیا اور کامل طور پر پورا کیا اور اپنے رب کی راہ میں جہاد کیا اور جس نصب العین پر آپؑ تھے اسی پر شہید ہو کر، شہادت کی خواہش کر کے، لوگوں پر شاہد بن کر اور لوگوں کے لئے مشہود بن کر اپنی زندگی بسر کر دی اور میں اللہ کا بندہ اور آپؑ کا دوستدار ہوں آپؑ کی اطاعت میں ہوں اور آپؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔ اس سے میری آرزو یہ ہے کہ مجھے اللہ کے پاس پوری منزلت ہو اور آپؑ کی طرف ہجرت کرنے میں ثابت قدم رہوں اور اس راستہ پر چلوں جس میں آپؑ کی کفالت و سرپرستی کے اندر داخل ہونے میں کوئی دغدغہ نہ رہے کہ جس کے متعلق آپؑ کے لئے حکم ہے کہ جو شخص اللہ کے تقرب کا ارادہ کرے وہ پہلے آپؑ لوگوں کی زیر سرپرستی آئے۔ جو اللہ کے تقرب کا ارادہ کرے وہ پہلے آپؑ لوگوں کی زیر سرپرستی آئے جو شخص اللہ کے تقرب کا ارادہ کرے وہ پہلے آپؑ لوگوں کی زیر سرپرستی آئے۔ آپؑ لوگوں کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کذب و دروغ کو آشکار کرتا

ہے اور آپ لوگوں کی خاطر سے اللہ تعالیٰ مشکل اور کاٹ کھانے والے زمانے کو دور کرتا ہے۔ آپ ہی لوگوں کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ خیر کے دروازے کھولتا ہے اور آپ ہی لوگوں کے وسیلہ سے بند کر دیتا ہے۔ آپ ہی لوگوں کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ خیر کے دروازے کھولتا ہے اور آپ ہی لوگوں کے وسیلہ سے بند کر دیتا ہے۔ آپ ہی لوگوں کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ قسمت کا لکھا مٹاتا اور آپ ہی لوگوں کے وسیلہ سے لکھتا ہے اور آپ ہی لوگوں کے وسیلہ سے ہم لوگوں کی گردنوں سے ذلت کا طوق اتارتا ہے اور آپ ہی لوگوں کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ ہر مومن و مومنہ کے طلب کیے ہوئے خون کا انتقام لیتا ہے۔ آپ ہی لوگوں کے وسیلہ سے زمین درخت روئیدہ کرتی ہے، آپ ہی لوگوں کے وسیلہ سے درختوں میں پھل آتے ہیں، آپ ہی لوگوں کے وسیلہ سے آسمان بارش کے قطرے برساتا ہے، آپ ہی لوگوں کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ ہر کرب و تکلیف کو دور کرتا ہے، آپ ہی لوگوں کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ پانی برساتا ہے، آپ ہی لوگوں کے وسیلہ سے وہ زمین جو آپ لوگوں کے جسد پاک اُٹھائے ہوئے ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتی ہے اور اس قوم پر لعنت کرتی ہے جس نے آپ لوگوں کو قتل کیا اور اس قوم پر جس نے آپ لوگوں کی مخالفت کی اور اس قوم پر جس نے آپ لوگوں کی ولایت سے انکار کیا اور اس قوم پر جس نے آپ لوگوں پر غلبہ حاصل کیا اور اس قوم پر جس نے یہ سب کچھ دیکھا اور پھر بھی آپ لوگوں کی مدد نہ کی۔ اس خدا کی حمد جس نے جہنم کو اس قوم کی قرارگاہ بنایا اور اس میں وارد ہونے والوں کے لئے کتنا برا ورود ہے اور کتنی بری یہ وارد ہونے کی جگہ ہے۔ اور تمام جہانوں کے پروردگار کا شکر۔

آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو اے ابوعبداللہ (علیہ السلام) میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان لوگوں سے برأت کا اظہار کرتا ہوں جنہوں نے آپ کی مخالفت کی۔ میں اللہ کی بارگاہ میں ان لوگوں سے اپنی برات اظہار کرتا ہوں جنہوں نے آپ کی مخالفت کی۔ میں اللہ کی بارگاہ میں ان لوگوں سے برأت کا اظہار کرتا ہوں جنہوں نے آپ کی مخالفت کی۔

پھر آپ کے فرزند حضرت علی (اکبرؑ) کی قبر کے پاس آؤ جو آنجنابؑ کے قدموں کے پاس مدفون ہیں اور کہو:

اَلسَّلامُ عَلَيْكَ يَاابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَلسَّلامُ عَلَيْكَ يَاابْنَ عَلِيٍّ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَلسَّلامُ عَلَيْكَ يَاابْنَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ، اَلسَّلامُ عَلَيْكَ يَاابْنَ خَدِيْجَةَ وَفَاطِمَةَ عَلَيْهِمَا السَّلامُ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ، لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ قَتَلَكَ، لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ قَتَلَكَ، اَنَا اِلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ بَرِیءٌ، اَنَا اِلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ بَرِیءٌ، اَنَا اِلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ بَرِیءٌ.

(آپ پر سلام ہو اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند۔ آپ پر سلام ہو اے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے فرزند۔ آپ پر سلام ہو اے امام حسنؑ و امام حسین علیہما السلام کے فرزند۔ آپ پر سلام ہو اے حضرت خدیجہ اور حضرت فاطمہ علیہما السلام کے فرزند۔ آپ پر اللہ اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ آپ پر اللہ اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ آپ پر اللہ اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور اللہ اس پر لعنت کرے جس نے آپ کو قتل کیا۔ اللہ اس پر لعنت کرے جس نے آپ کو قتل کیا۔ اللہ اس پر لعنت کرے جس نے آپ کو قتل کیا۔ میں اللہ کی بارگاہ میں ان لوگوں سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔ میں اللہ کی بارگاہ میں ان لوگوں سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔ میں اللہ کی بارگاہ میں ان لوگوں سے برأت کا اظہار کرتا ہوں)۔

پھر اٹھو اور اپنے ہاتھ سے گنج شہیدان کی طرف اشارہ کرو اور یہ کہو:

اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ، اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ، اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ، فُزْتُمْ وَاللّٰهِ، فُزْتُمْ وَاللّٰهِ، فُزْتُمْ وَاللّٰهِ، يَالَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَكُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا.

(آپ لوگوں پر میرا سلام آپ لوگوں پر میرا سلام آپ لوگوں پر میرا سلام۔ خدا کی قسم آپ لوگ کامیاب ہو گئے۔ خدا کی قسم آپ لوگ کامیاب ہو گئے۔ خدا کی قسم آپ لوگ کامیاب ہو گئے۔ کاش میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوتا تو عظیم کامیابی حاصل کرتا)۔

مندرجہ بالا زیارت کی روایت کی ہے حسن بن راشد نے حسن بن ثویر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے۔ ۱

وداع

(۳۲۰۳) یوسف کناسی کی روایت ۲ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ منقول ہے کہ جب تم امام حسین علیہ السلام کی قبر سے وداع اور رخصت ہونا چاہو تو کہو:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ، نَسْتَوْدِعُکَ اللّٰهَ وَنَقْرَأُ عَلَیْکَ السَّلَامُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَبِمَا جَاءَ بِهٖ وَدَلَّ عَلَیْهِ، وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ یَارَبِّ فَاکْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِیْنَ، اَللّٰهُمَّ لَاتَجْعَلْهُ آخِرَ الْعَهْدِ مِنَّا وَمِنْهُ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُکَ اَنْ تَنْفَعَنَا بِحُبِّهٖ، اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَاماً مَحْمُوْداً، تَنْصُرُ بِهٖ دِیْنَکَ، وَتَقْتُلُ بِهٖ عَدُوَّکَ وَتُبِیْرُ بِهٖ مَنْ نَصَبَ حَرْباً لِآلِ مُحَمَّدٍ، فَاِنَّکَ وَعَدْتَهُ ذٰلِکَ اَنْتَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ، اَشْهَدُ اَنَّکُمْ شُهَدَاءُ نُجَبَاءُ، جَاهَدْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقُتِلْتُمْ عَلٰی مِنْهَاجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَابْنِ رَسُوْلِهٖ کَثِیْراً، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ، اَللّٰهُمَّ لَا تَشْغَلْنِیْ فِی الدُّنْیَا عَنْ شُکْرِ نِعْمَتِکَ وَلَا بِاِکْثَارٍ فِیْهَا فَتُلْهِیَنِیْ عَجَائِبُ بَهْجَتِهَا، وَتَفْتِنَنِیْ زَهْرَتُهَا، وَلَا بِاِقْلَالٍ یَضُرُّ بِعَمَلِیْ ضُرُّهُ، وَیَمْلَأُ صَدْرِیْ هَمُّهُ، اَعْطِنِیْ مِنْ ذٰلِکَ غِنًی عَنْ شِرَارِ خَلْقِکَ، وَبَلَاغاً اَنَالُ بِهٖ رِضَاکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

[سلام ہو آپؑ پر اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں (اے فرزند رسول) میں آپؑ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور آپؑ کو سلام عرض کرتا ہوں، میں اللہ اور رسول اور جو بھی وہ اپنے ساتھ لائے جو ان کی نبوت کی دلیل بنی ہیں ان سب پر ایمان رکھتا ہوں اور ہم نے رسول کی اتباع کی۔ پروردگار میرا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔ اے اللہ! اس زیارت کو ہماری طرف اور ان کی طرف سے آخری موقع نہ قرار دے، اے اللہ! میں درخواست کرتا ہوں کہ ان کی محبت سے ہم لوگوں کو نفع پہنچا اور آنجنابؑ کو مقام محمود پر پہنچا ان کے ذریعہ اپنے دین کی مدد کر۔ اور ان کے ذریعہ اپنے دشمنوں کو قتل کرا اور ان کے ذریعہ ان لوگوں کو ہلاک کر جنہوں نے آل محمدؐ سے جنگ کی ٹھان لی اس لئے کہ تو نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اور تو اپنے وعدہ کے کبھی خلاف نہیں کرتا۔ (اے مولا و آقا) آپؑ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ لوگ شہیدانِ راہِ خدا شریف الاصل ہیں۔ آپؑ لوگوں نے راہ خدا میں جہاد کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور رسول اللہ کے فرزند کے راستہ پر چلتے ہوئے قتل ہوئے اور اس خدا کی حمد جس نے آپؑ لوگوں سے اپنے کیے ہوئے وعدے کو سچ کر دکھایا اور آپؑ لوگوں کو وہ سب کچھ دکھایا جو آپؑ لوگ چاہتے تھے۔ اور محمد و آل محمد علیہم السلام پر اللہ کی طرف سے درود ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکت ہو۔ اے اللہ مجھے دنیا میں اتنا مشغول نہ کر دے کہ میں تیری نعمتوں کے شکر سے غافل ہو جاؤں اور نہ دنیا اتنی کثیر مقدار میں دے کہ میں اس کی خوبصورتی کو دیکھ کر لہو لعب میں مبتلا ہو جاؤں اور اس کی رونقیں اور چہل پہل مجھے دھوکہ میں مبتلا کر دیں اور نہ اتنی کم کہ اس کی کمی میرے عمل کو

۱ جیسا کہ ابن قولویہ نے 'کامل الزیارات' ص ۱۹۷ پر روایت کی ہے اپنے والد اور علی بن الحسین اور محمد بن الحسن سے اور ان سب نے سعد بن عبداللہ سے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے قاسم بن یحییٰ سے، انہوں نے حسن بن راشد سے اور انہوں نے حسین بن ثویر بن ابی فاختہ سے۔

۲ 'کامل' میں مرقوم ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن نے، انہوں نے روایت کی حسین بن حسن بن ابان سے، انہوں نے حسین بن سعید سے؛ نیز مجھ سے بیان کیا میرے والد اور علی بن حسین اور محمد بن حسن نے روایت کرتے ہوئے سعد بن عبداللہ سے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے حسین بن سعید سے؛ نیز مجھ سے بیان کیا محمد بن حسن نے انہوں نے سنا محمد بن حسن بن صفار سے، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، انہوں نے حسین بن سعید سے؛ انہوں نے فضالہ بن ایوب سے، انہوں نے نعیم بن ولید سے، انہوں نے یوسف کناسی سے بعض الفاظ کے اختلاف کے ساتھ۔

ضرر پہنچائے اور اس کی فکر میرے دل میں بھری رہے۔ بس اتنا دے کہ میں تیری شر یر مخلوق سے غنی ہو جاؤں۔ اتنا دے کہ میں اس سے تیری رضا اور خوشنودی حاصل کرسکوں اے تمام رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے]

میں نے مختلف زیارتیں کتاب زیارات اور کتاب مقتل حسینؑ میں نقل کردی ہیں اور اس کتاب کے لئے مندرجہ بالا زیارت کو اس لئے منتخب کیا ہے کہ میرے نزدیک از روئے روایت یہ صحیح ترین زیارت ہے اور بھرپور اور کافی ہے۔

زیارتِ قبورِ شہداء

اور جب تم شہداء کی قبروں کی زیارت کا ارادہ کرو تو یہ کہو:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ

[تم پر سلام ہو کہ تم لوگوں نے صبر سے کام لیا اب آخرت کا گھر (تم لوگوں کے لئے) کتنا اچھا ہے۔]

حالتِ تقیہ میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت میں کتنا کہنا کافی ہے

(۳۲۰۴) جب تم نہر فرات پر آؤ تو غسل کرو اور اپنے دونوں پاک وطاہر کپڑے پہنو پھر امام حسین علیہ السلام کی قبر کے پاس آؤ اور یہ کہو:
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ (اے ابا عبداللہ اللہ تعالیٰ آپؑ پر رحمت نازل فرمائے، اے ابا عبداللہ اللہ تعالیٰ آپؑ پر رحمت نازل فرمائے، اے ابا عبداللہ اللہ تعالیٰ آپؑ پر رحمت نازل فرمائے)۔

حالتِ تقیہ میں پس اتنی ہی زیارت تمہارے لئے کافی ہے۔ یونس بن ظبیان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ روایت کی ہے۔

اگر طوالتِ سفر کے باعث زیارتِ امام حسینؑ و دیگر ائمہ طاہرین جانا نہ ہو سکے تو اس کا بدل وقائم مقام

(۳۲۰۵) ابن ابی عمیر نے ہشام سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ جب تمہارے لئے دور دراز کا سفر بہت مشقت کا باعث ہو تو اپنے گھر کی چھت پر چڑھ جاؤ، دو رکعت نماز پڑھو اور ہماری قبروں کی طرف اشارہ کر کے سلام پڑھو۔ وہ سلام ہم لوگوں تک پہنچ جائے گا۔

(۳۲۰۶) اور حنان بن سدیر کی روایت میں ہے جو انہوں نے اپنے والد سے کی ہے، ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھ سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ اے سدیر کیا تم حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت ہر روز کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان! نہیں۔ آپؑ نے فرمایا: پھر تم کتنا ظلم کرتے ہو۔ اچھا ہر ماہ آنجنابؑ کی زیارت کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اے سدیر تم امام حسین علیہ السلام پر کتنا بڑا ظلم کرتے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ایک لاکھ ملائکہ بال پریشان وغبار آلود ان کی قبر کی زیارت کرتے ہیں اور اس میں کبھی سستی اور کوتاہی نہیں کرتے پھر اے سدیر تمہارے لئے کیا امر مانع ہے کہ آنجنابؑ کے قبر کی زیارت ہفتہ میں پانچ مرتبہ یا ہر روز ایک مرتبہ کیا کرو۔ میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان میرے اور ان کے درمیان بہت فرسخوں، کا فاصلہ ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اچھا تو پھر اپنے مکان کی چھت پر چلے جایا کرو اور داہنے بائیں تھوڑا ملتفت ہو پھر اپنا سر آسمان کی طرف اُٹھاؤ۔ اس کے بعد اپنا رخ قبر امام حسین علیہ السلام کی طرف کرو اور کہو:

"اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ"

تو ایک مرتبہ کی زیارت پر ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب تمہارے نامہ اعمال میں لکھ دیا جائے گا۔

سدیر کا بیان ہے کہ اس کے بعد کبھی کبھی میں ایک ماہ میں بیس مرتبہ سے زیادہ اس طرح آنجنابؑ کی زیارت کرتا ہوں۔

باب: خاک تربت امام حسین علیہ السلام اور ان کے حریم قبر کی فضیلت

(۳۲۰۷) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ قبر امام حسین علیہ السلام کی خاک ہر مرض کی دوا ہے اور یہ سب سے بڑی دوا ہے۔ [۱]

(۳۲۰۸) نیز آپؑ نے فرمایا کہ جب تم یہ (خاک) کھاؤ تو کہو:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ التُّرْبَةِ الْمُبَارَكَةِ وَرَبَّ الْوَصِيِّ الَّذِي وَارَتْهُ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَاجْعَلْهُ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وَشِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ. (اے اللہ اے اس تربت مبارک کے پروردگار اور اس وصی کے پروردگار جو اس میں دفن ہے تو محمدؐ و آل محمدؐ پر اپنی رحمتیں نازل فرما اور اس (خاک) کو علم نافع اور رزق واسع اور ہر مرض کی دوا بنا دے۔) [۲]

(۳۲۰۹) آنجنابؑ نے فرمایا: حریم قبر حسین علیہ السلام قبر کے چاروں طرف پانچ فرسخ ہے۔ [۳]

(۳۲۱۰) اسحاق بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر کی جگہ جس دن سے آپؑ وہاں دفن ہوئے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن گیا۔ [۴]

(۳۲۱۱) نیز آپؑ نے فرمایا: امام حسین علیہ السلام کی قبر کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ [۵]

باب: بغداد میں قریش کے قبرستان میں حضرت امام ابو الحسن موسیٰ بن جعفر اور حضرت ابو جعفر محمد بن علی ثانی (امام محمد تقی) علیہما السلام کی زیارت

(۳۲۱۲) ان شاء اللہ تعالیٰ جب تم بغداد کا ارادہ کرو تو غسل کر کے پاک اور صاف ستھرے ہو جاؤ اپنے دو عدد پاک صاف کپڑے پہنو اور ان ائمہ کی قبروں کی زیارت کرو اور جب حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی قبر پر پہنچو تو یہ کہو:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حُجَّةَ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نُوْرَ اللّٰهِ فِيْ ظُلُمَاتِ الْاَرْضِ، اَتَيْتُكَ زَائِرًا عَارِفًا بِحَقِّكَ، مُعَادِيًا لِاَعْدَائِكَ، مُوَالِيًا لِاَوْلِيَائِكَ، فَاشْفَعْ لِيْ عِنْدَ رَبِّكَ (سلام ہو آپؑ پر اے ولی خدا، سلام ہو آپؑ پر اے حجت خدا۔ سلام ہو آپؑ پر اے زمین کے اندھیروں میں چلنے والے اللہ کے نور۔ میں آپؑ کے حق کو پہچانتے ہوئے آپؑ کے دشمنوں کو اپنا دشمن اور آپؑ کے دوستوں کو اپنا دوست سمجھتے ہوئے آپؑ کی زیارت کو حاضر ہوا ہوں۔ آپؑ اپنے رب کی بارگاہ میں میری شفاعت فرما دیں)۔

پھر اپنی جو حاجت ہو طلب کرو اس کے بعد ان ہی الفاظ میں حضرت ابو جعفر (امام محمد تقی علیہ السلام) کو بھی سلام کرو [۶] اور جب تم آنجناب علیہ السلام کی زیارت کا ارادہ کرو تو پہلے غسل کرو اور اپنے دو صاف ستھرے اور پاک کپڑے پہنو اور کہو:

---

[۱] ابن قولویہ نے 'کامل' ص ۲۷۵ پر اپنے والد سے روایت کی ہے، انہوں نے سعد بن عبداللہ سے، انہوں نے احمد بن حسین بن سعید سے، انہوں نے محمد بن سلیمان بصری سے، انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے امام علیہ السلام سے اور شیخ نے 'تہذیب' ج ۲ ص ۲۶ پر آنجنابؑ سے اسے نقل کیا ہے۔

[۲] 'کامل' ص ۲۸۴ پر مرقوم ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد اور ایک گروہ نے روایت کرتے ہوئے سعد بن عبداللہ سے، انہوں نے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے، انہوں نے کہا: میرا تے روایت کی بعض اصحاب سے جن کی اسناد میں بھول گیا کہ کہا: جب تم یہ (خاک) کھاؤ۔۔۔۔

[۳] حدیث ۳۱۶۹ میں اسے بیان کیا جا چکا ہے۔

[۴] حدیث نمبر ۳۱۶ میں اسے بیان کیا جا چکا ہے۔

[۵] حدیث ۳۱۶۵ میں اسے بیان کیا جا چکا ہے۔

[۶] اس زیارت کو ابن قولویہ نے 'کامل' ص ۳۰۱ پر روایت کیا ہے محمد بن جعفر رزاز کوفی سے، انہوں نے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے انہوں نے اس شخص سے جس نے روایت کی ابو الحسنؑ سے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الْإِمَامِ التَّقِيِّ الرَّضِيِّ الْمَرْضِيِّ، وَحُجَّتِكَ عَلٰى مَنْ فَوْقَ الْاَرْضِ وَمَنْ تَحْتَ الثَّرٰى، صَلَاةً كَثِيْرَةً نَامِيَةً زَاكِيَةً مُبَارَكَةً مُتَوَاصِلَةً مُتَوَاتِرَةً مُتَرَادِفَةً كَاَفْضَلِ مَا صَلَّيْتَ عَلٰى اَحَدٍ مِنْ اَوْلِيَائِكَ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نُوْرَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حُجَّةَ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ، وَوَارِثَ عِلْمِ النَّبِيِّيْنَ، وَسُلَالَةَ الْوَصِيِّيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نُوْرَ اللّٰهِ فِيْ ظُلُمَاتِ الْاَرْضِ اَتَيْتُكَ زَائِراً عَارِفاً بِحَقِّكَ، مُعَادِياً لِاَعْدَائِكَ، مُوَالِياً لِاَوْلِيَائِكَ، فَاشْفَعْ لِيْ عِنْدَ رَبِّكَ (اے اللہ اپنی رحمتیں نازل فرما محمد بن علی امام تقی و پاکیزہ وراضی بہ رضاو پسندیدۂ خدا پر جو تمام روئے زمین اور زیرِ زمین بسنے والوں کے لئے تیری حجت ہیں بہت زیادہ رحمت، ایسی رحمت جو روز افزوں ہو، پاک ہو، مسلسل اور متواتر ہو، پے در پے ہو اور اس سے بھی زیادہ افضل و بہتر رحمت جو تو اپنے اولیاء میں سے کسی ولی پر نازل فرماتا ہے۔ آپؑ پر سلام ہوائے اللہ کے ولی، آپؑ پر سلام ہوائے اللہ کے نور، آپؑ پر سلام ہوائے اللہ کی حجت۔ آپؑ پر سلام ہوائے متقیوں کے امام، انبیاء کے علم کے وارث اور اوصیاء کی اولاد۔ آپؑ پر سلام ہوائے زمین کی تاریکیوں میں اللہ کے نور۔ میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ آپؑ کا زائر ہوں آپؑ کے حق کو پہچاننے والا ہوں۔ آپؑ کے دشمنوں کا دشمن اور آپؑ کے دوستوں کا دوست ہوں۔ پس آپؑ اپنے پروردگار کے حضور میں میری شفاعت فرمادیں۔) اس کے بعد اللہ سے اپنی حاجتیں طلب کرو۔

پھر اس قبر میں کہ جس میں حضرت امام محمد بن علی (امام محمد تقی) علیہ السلام ہیں ان کے سرِ بالین قبر چار رکعت نماز دو سلام کے ساتھ پڑھو، دو رکعت حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی زیارت کے لئے اور دو رکعت حضرت امام محمد بن علی (امام محمد تقی) علیہما السلام کی زیارت کے لئے۔ امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے سر بالیں نماز نہ پڑھنا اس لئے کہ اس طرح تمہارے سامنے قریش کی قبریں ہوں گی۔ اور نماز میں ان کی قبروں کو سامنے رکھنا جائز نہیں ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

باب: طوس میں حضرت امام ابوالحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہما السلام کی قبر کی زیارت

(۳۲۱۳) جب تم طوس میں حضرت امام ابوالحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہما السلام کا ارادہ کرو تو گھر سے نکلنے سے پہلے غسل کرو اور غسل کرتے وقت یہ کہو:

اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِيْ، وَطَهِّرْ لِيْ قَلْبِيْ، وَاشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَاَجْرِ عَلٰى لِسَانِيْ مِدْحَتَكَ، وَالثَّنَاءَ عَلَيْكَ، فَاِنَّهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لِيْ طَهُوْراً وَشِفَاءً. [اے اللہ مجھے پاک کر اور میرے دل کو پاک کر اور میرے سینہ کو کشادہ کر اور میری زبان پر اپنی مدح و ثناء کو جاری رکھ اس لئے کہ بغیر تیری دی ہوئی قوت کے اور کوئی قوت نہیں ہے۔ اے اللہ اس غسل کو میرے لئے پاک کرنے والا اور شفا (بخش) قرار دے] اور جب گھر سے نکلو تو یہ کہو:

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَاِلَى اللّٰهِ وَاِلَى ابْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَسْبِيَ اللّٰهُ، تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ، وَاِلَيْكَ قَصَدْتُ، وَمَا عِنْدَكَ اَرَدْتُ [اللہ کے نام سے اللہ کی مدد سے، اللہ کی طرف اور رسول اللہ کے فرزند کی طرف (میں جا رہا ہوں) میرے لئے کافی ہے میں نے اللہ پر بھروسہ کیا۔ اے اللہ میں نے تیری طرف رخ کیا اور تیری طرف کا قصد کیا اور جو کچھ تیرے پاس ہے اسی کا ارادہ کیا ہے] پھر گھر سے نکلو تو اپنے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور یہ کہو:

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ وَجَّهْتُ وَجْهِيْ، وَعَلَيْكَ خَلَّفْتُ اَهْلِيْ وَمَالِيْ وَمَا خَوَّلْتَنِيْ، وَبِكَ وَثِقْتُ فَلَا تُخَيِّبْنِيْ، يَا مَنْ لَا يُخَيِّبُ مَنْ اَرَادَهُ، وَلَا يُضَيِّعُ مَنْ حَفِظَهُ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهِ وَاحْفَظْنِيْ بِحِفْظِكَ، فَاِنَّهُ لَا يَضِيْعُ مَنْ حَفِظْتَ (اے اللہ! میں نے اپنا رخ تیری طرف کیا اور اپنے اہل و مال اور جو کچھ بھی تو نے مجھ کو عطا کیا ہے ان سب کو تجھ پر چھوڑا اور تجھ پر بھروسہ کیا۔ اے وہ ذات کہ جو بھی اس پر بھروسہ کرے وہ اس کو مایوس نہیں کرتا۔ اور جس کی وہ حفاظت کرے وہ کبھی برباد نہیں ہوتا تو مجھے ناامید اور مایوس نہ کرنا اور محمدؐ پر اپنی رحمت نازل فرما اور مجھے اپنی حفاظت میں رکھ اس لئے کہ

جس کی تو حفاظت کرے گا وہ کبھی تباہ نہیں ہوگا)۔

پھر جب سلامتی کے ساتھ وہاں پہنچ جاؤ تو غسل کرو اور غسل کرتے وقت یہ کہو:

اَللّٰھُمَّ طَھِّرْنِیْ، وَطَھِّرْلِیْ قَلْبِیْ وَاشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ، وَأَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِدْحَتَکَ وَمُحَبَّتَکَ وَالثَّنَاءَ عَلَیْکَ، فَاِنَّہٗ لَاقُوَّۃَ اِلَّا بِکَ فَقَدْ عَلِمْتَ اِنَّ قِوَامَ دِیْنِیْ اَلتَّسْلِیْمُ لِاَمْرِکَ، وَالْاِتِّبَاعُ لِسُنَّۃِ نَبِیِّکَ، وَالشَّھَادَۃُ عَلٰی جَمِیْعِ خَلْقِکَ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لِیْ شِفَاءً وَنُوْرًا، اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (اے اللہ مجھے پاک کر اور میرے دل کو پاک کر اور میرے سینے کو کشادہ کر دے اور میری زبان پر اپنی مدحت و محبت و ثناء جاری کر اس لئے کہ بغیر تیرے عطا کیے ہوئے کسی کے پاس کوئی قوت نہیں ہے۔ اور مجھے اس کا بخوبی علم ہے کہ میرے دین کا قیام صرف تیرے حکم کو تسلیم کرنے اور تیری نبی کی سنت کی اتباع کرنے اور تیری تمام مخلوق کے سامنے اس کی گواہی دینے میں ہے اے اللہ تو اس غسل کو میرے لئے شفا و نور بنا دے بے شک تو ہر شے پر قادر ہے)۔

پھر اپنے پاک وصاف لباس پہنو۔ اور انتہائی سکون و وقار کے ساتھ تکبیر و تہلیل و تحمید کرتے ہوئے یا پیادہ چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے ہوئے چلو اور جس وقت روضہ میں داخل ہو تو کہو:

بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ أَشْھَدُ أَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، وَأَنَّ عَلِیًّا وَلِیُّ اللّٰہِ (اللہ کے نام سے اللہ کی مدد سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملت پر قائم رہتے ہوئے میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں نیز گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور علیؑ اللہ کے ولی ہیں۔)

اور یونہی چلتے رہو یہاں تک کہ قبر مبارک کے پاس جا کر ٹھہر جاؤ اور اپنے چہرے کو آنحضرتؐ کے چہرہ مبارک کے سامنے رکھو اور قبلہ کو اپنے دونوں کاندھوں کے درمیان پھر یہ کہو:

اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، وَاَنَّہٗ سَیِّدُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ، وَاَنَّہٗ سَیِّدُ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ وَنَبِیِّکَ وَسَیِّدِ خَلْقِکَ أَجْمَعِیْنَ، صَلَاۃً لَایَقْوٰی عَلٰی اِحْصَائِھَا غَیْرُکَ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی أَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیِّ بْنِ أَبِیْ طَالِبٍ عَبْدِکَ وَأَخِیْ رَسُوْلِکَ، اَلَّذِیْ انْتَجَبْتَہٗ بِعِلْمِکَ وَجَعَلْتَہٗ ھَادِیًا لِمَنْ شِئْتَ مِنْ خَلْقِکَ، وَالدَّلِیْلَ عَلٰی مَنْ بَعَثْتَہٗ بِرِسَالَاتِکَ، وَدَیَّانَ الدِّیْنِ بِعَدْلِکَ، وَفَصْلَ قَضَائِکَ بَیْنَ خَلْقِکَ، وَالْمُھَیْمِنَ عَلٰی ذٰلِکَ کُلِّہٖ، وَالسَّلَامُ عَلَیْہِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی فَاطِمَۃَ بِنْتِ نَبِیِّکَ وَزَوْجَۃِ وَلِیِّکَ وَاُمِّ السِّبْطَیْنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ سَیِّدَیْ شَبَابِ أَھْلِ الْجَنَّۃِ، الطُّھْرَۃِ الطَّاھِرَۃِ الْمُطَھَّرَۃِ، اَلتَّقِیَّۃِ النَّقِیَّۃِ الرَّضِیَّۃِ الزَّکِیَّۃِ، سَیِّدَۃِ نِسَاءِ أَھْلِ الْجَنَّۃِ أَجْمَعِیْنَ صَلَاۃً لَایَقْوٰی عَلٰی اِحْصَائِھَا غَیْرُکَ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ سِبْطَیْ نَبِیِّکَ وَسَیِّدَیْ شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ الْقَائِمَیْنِ فِیْ خَلْقِکَ وَالدَّلِیْلَیْنِ عَلٰی مَنْ بَعَثْتَ بِرِسَالَاتِکَ وَدَیَّانَیِ الدِّیْنِ بِعَدْلِکَ، وَفَصْلَیْ قَضَائِکَ بَیْنَ خَلْقِکَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ عَبْدِکَ الْقَائِمِ فِیْ خَلْقِکَ وَالدَّلِیْلِ عَلٰی مَنْ بَعَثْتَ بِرِسَالَاتِکَ وَدَیَّانِ الدِّیْنِ بِعَدْلِکَ وَفَصْلِ قَضَائِکَ بَیْنَ خَلْقِکَ، سَیِّدِ الْعَابِدِیْنَ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ عَبْدِکَ وَخَلِیْفَتِکَ فِیْ أَرْضِکَ بَاقِرِ عِلْمِ النَّبِیِّیْنَ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ الصَّادِقِ عَبْدِکَ وَوَلِیِّ دِیْنِکَ، وَحُجَّتِکَ عَلٰی خَلْقِکَ أَجْمَعِیْنَ، اَلصَّادِقِ الْبَارِّ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُوْسَی بْنِ جَعْفَرٍ عَبْدِکَ الصَّالِحِ، وَلِسَانِکَ فِیْ خَلْقِکَ، اَلنَّاطِقِ بِحُکْمِکَ وَالْحُجَّۃِ عَلٰی بَرِیَّتِکَ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ مُوْسَی الرِّضَا الْمُرْتَضٰی،

عَبْدِکَ وَوَلِیِّ دِیْنِکَ، اَلْقَائِمِ بِعَدْلِکَ، وَالدَّاعِیْ اِلٰی دِیْنِکَ وَدِیْنِ آبَائِہِ الصَّادِقِیْنَ، صَلَاۃً لَایَقْوٰی عَلٰی اِحْصَائِہَا غَیْرُکَ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِبْنِ عَلِیٍّ عَبْدِکَ وَوَلِیِّکَ، اَلْقَائِمِ بِاَمْرِکَ، وَالدَّاعِیْ اِلٰی سَبِیْلِکَ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَوَلِیِّ دِیْنِکَ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ الْعَامِلِ بِاَمْرِکَ، اَلْقَائِمِ فِیْ خَلْقِکَ وَ حُجَّتِکَ الْمُؤَدِّیْ عَنْ نَبِیِّکَ وَشَاھِدِکَ عَلٰی خَلْقِکَ ،اَلْمَخْصُوْصِ بِکَرَامَتِکَ، اَلدَّاعِیْ اِلٰی طَاعَتِکَ وَطَاعَۃِ رَسُوْلِکَ. صَلَوَاتُکَ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ . اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی حُجَّتِکَ وَوَلِیِّکَ الْقَائِمِ فِیْ خَلْقِکَ صَلَاۃً تَامَّۃً نَامِیَۃً بَاقِیَۃً تُعَجِّلُ بِھَافَرَجَہٗ وَتَنْصُرُہٗ بِھَا، وَتَجْعَلُنَا مَعَہٗ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَتَقَرَّبُ اِلَیْکَ بِحُبِّھِمْ وَاُوَالِیْ وَلِیَّھِمْ وَأُعَادِیْ عَدُوَّھُمْ، فَارْزُقْنِیْ بِھِمْ خَیْرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ، وَاصْرِفْ عَنِّیْ بِھِمْ شَرَّ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ، وَاَھْوَالَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور بے شک وہ تمام اولین وآخرین کے سردار اور انبیاء ومرسلین کے سید وسردار ہیں۔ اے اللہ اپنے بندے اور اپنے رسول اور اپنے نبی اور اپنی تمام مخلوقات کے سردار محمدؐ پر درود بھیج اتنا درود کہ جسے سوائے تیرے کوئی دوسرا شمار نہ کر سکے۔ اے اللہ تو درود بھیج اپنے بندے اور اپنے رسول کے بھائی امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ پر جن کو تو نے اپنے علم کے ساتھ منتخب فرمایا اور اپنی مخلوقات میں سے جس کے لئے چاہا اس کے لئے ہادی بنایا اور جن کو تو نے اپنی رسالتوں کے ساتھ مبعوث کیا ان کی حقانیت کی دلیل بنایا۔ اسے اپنے عدل کے ساتھ حاکم دین بنایا۔ اپنی مخلوق کے درمیان اپنے تصفیوں کا فیصلہ کرنے والا بنایا اور ان سب پر ان کو محافظ بنایا۔ ان پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔

اے اللہ! درود بھیج اپنے نبی کی دختر اور اپنے ولی کی زوجہ اور سردار جوانان اہل جنت نواسہ رسول امام حسنؑ وامام حسینؑ کی والدہ معظمہ طاہرہ ومطہرہ پاک وپاکیزہ صاحب تقویٰ صاف وپسندیدہ وصاحب ذکاوت اور تمام جہاں کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ زہراؑ پر اتنا درود کہ جس کو سوائے تیرے کوئی اور شمار نہ کر سکے۔

اے اللہ! تو اپنے نبیؐ کے دونوں نواسوں امام حسنؑ اور امام حسینؑ پر درود بھیج کہ یہ دونوں سرداران جوانان اہل جنت ہیں تیری مخلوقات میں قائم ہیں اور جن کو تو نے اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث کیا ان کی حقانیت کی دلیل ہیں، یہ دونوں تیرے عدل کے ساتھ دین کے حاکم ہیں اور تیری مخلوقات کے درمیان تیری قضا کے مطابق فیصلہ کرنے والے ہیں۔

اے اللہ! درود بھیج اپنے بندے علیؑ ابن الحسینؑ پر جو تیری مخلوقات میں قائم ہیں اور ان کی حقانیت کی دلیل ہیں جن کو تو نے اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث کیا اور تیرے عدل کے ساتھ دین کے حاکم ہیں اور تیری قضا وقدرت کے مطابق تیری مخلوقات کے درمیان فیصلہ کرنے والے ہیں اور سید العابدین ہیں۔

اے اللہ! درود بھیج اپنے بندے محمدؑ بن علیؑ پر جو تیری زمین پر تیرے خلیفہ ہیں اور علوم انبیاء کو شگافتہ اور آشکار کرنے والے ہیں۔

اے اللہ! درود بھیج اپنے بندے جعفرؑ بن محمد صادقؑ علیہما السلام پر جو تیرے دین کے والی اور تیری تمام مخلوقات پر تیری حجت ہیں، سچ بولنے والے اور نیکی کرنے والے ہیں۔

اے اللہ! درود بھیج اپنے عبد صالح موسیٰؑ بن جعفرؑ پر جو تیری مخلوقات میں تیری زبان اور لوگوں کو تیرے احکامات بتاتے ہیں اور تیری مخلوق پر تیری حجت ہیں۔

اے اللہ! درود بھیج اپنے بندے علیؑ بن موسیٰ الرضا المرتضیٰ پر جو تیرے دین کے والی اور تیرے عدل کے ساتھ قائم اور تیرے دین اور اپنے آبائے صادقین کے دین کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والے ہیں، اتنا زیادہ درود کہ جس کو سوائے تیرے کوئی اور شمار نہ کر سکے۔

اے اللہ! درود بھیج اپنے بندے اور اپنے ولی محمدؑ بن علیؑ پر جو تیرے عدل کے ساتھ قائم ہیں اور تیرے راستے کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔

اے اللہ! درود بھیج اپنے بندے اور اپنے دین کے ولی علیؑ بن محمدؑ پر۔

اے اللہ! درود بھیج حسنؑ بن علیؑ پر جو تیرے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ تیری مخلوق میں قائم ہیں تیری حجت ہیں تیرے نبی کی طرف سے ذمہ داریاں ادا کرنے والے ہیں اور تیری طرف سے تیری مخلوق پر شاہد اور تیرے کرم کے لئے مخصوص اور تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت کی طرف دعوت دینے والے ہیں ان سب حضرات پر تیری رحمتیں نازل ہوں۔

اے اللہ! درود بھیج اپنے حجت اور اپنے ولی پر جو تیری مخلوق میں قائم ہیں ایسا کامل اور تام درود جو پڑھنے والا اور باقی رہنے والا ہو اور ان کے ظہور میں تعجیل ہو، اس سے ان کی نصرت ہو اور ہم لوگوں کو دنیا و آخرت میں ان کے ساتھ رکھ۔ اے اللہ میں تیرا تقرب چاہتا ہوں ان لوگوں سے اور ان کے دوستوں سے محبت کر کے اور ان کے دشمنوں سے دشمنی کر کے پس ان لوگوں کے صدقہ میں مجھے دنیا و آخرت کی بہتری عطا فرما۔ اور ان لوگوں کے صدقے میں مجھ کو دنیا و آخرت کے شر سے اور قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ رکھ)۔

پھر آنجنابؑ کے سراقدس کے پاس بیٹھ جاؤ اور کہو:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاوَلِیَّ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاحُجَّةَ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَانُوْرَ اللّٰهِ فِیْ ظُلُمَاتِ الْاَرْضِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاعُمُوْدَالدِّیْنِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاوَارِثَ آدَمَ صِفْوَةِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاوَارِثَ نُوْحٍ نَبِیِّ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاوَارِثَ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاوَارِثَ اِسْمَاعِیْلَ ذَبِیْحِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاوَارِثَ مُوْسٰی کَلِیْمِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ، یَاوَارِثَ عِیْسٰی رُوْحِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاوَارِثَ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاوَارِثَ اَمِیْرِالْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیٍّ وَلِیِّ اللّٰهِ وَوَصِیِّ رَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ، یَاوَارِثَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاوَارِثَ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ سَیِّدَیْ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاوَارِثَ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ سَیِّدِ الْعَابِدِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاوَارِثَ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ بَاقِرِ عِلْمِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاوَارِثَ جَعْفَرِبْنِ مُحَمَّدِ الصَّادِقِ الْبَارِّ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاوَارِثَ مُوْسٰی بْنِ جَعْفَرٍ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ الشَّهِیْدُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا الْوَصِیُّ الْبَارُّ التَّقِیُّ، اَشْهَدُ اَنَّکَ قَدْ اَقَمْتَ الصَّلَاةَ، وَآتَیْتَ الزَّکَاةَ، وَاَمَرْتَ بِالْمَعْرُوْفِ، وَنَهَیْتَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَعَبَدْتَ اللّٰهَ مُخْلِصاً حَتّٰی اَتَاکَ الْیَقِیْنُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا الْحَسَنِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ اِنَّهُ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ.

[آپؑ پر سلام اے اللہ کے ولی، آپؑ پر سلام اے اللہ کی حجت، آپؑ پر سلام اے زمین کے اندھیروں میں اللہ کے نور، آپؑ پر سلام اے دین کے ستون، آپؑ پر سلام اے حضرت آدمؑ صفی اللہ کے وارث، آپؑ پر سلام اے حضرت نوحؑ نبی اللہ کے وارث، آپؑ پر سلام اے حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کے وارث، آپؑ پر سلام اے حضرت اسماعیلؑ ذبیح اللہ کے وارث، آپؑ پر سلام اے حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ کے وارث، آپؑ پر سلام اے حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ کے وارث، آپؑ پر سلام اے حضرت محمدؐ رسول اللہ کے وارث، آپؑ پر سلام اے حضرت امیر المومنین علیہ السلام ولی خدا اور رسول رب العالمین کے وصی کے وارث، آپؑ پر سلام اے حضرت فاطمۃ الزہراؑ کے وارث، آپؑ پر سلام اے حضرت حسنؑ و حضرت حسینؑ سرداران جوانان اہل جنت کے وارث، آپؑ پر سلام ہو اے علیؑ ابن الحسینؑ سید العابدین کے وارث، آپؑ پر سلام ہو اے حضرت محمدؑ بن علیؑ باقر (شگافتہ کرنے والے) علوم اولین و آخرین کے وارث، آپؑ پر سلام اے، حضرت جعفرؑ ابن محمدؑ صادق نیکی کرنے والے کے وارث، آپؑ پر سلام اے حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ کے وارث، آپؑ پر سلام ہو اے صدیق شہید، آپؑ پر سلام ہو اے وصی نیکوکار و صاحب تقویٰ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ نے نماز قائم کی، زکوٰۃ ادا کی نیکی کا حکم دیا اور برائی سے منع فرمایا اور پورے خلوص سے اللہ کی عبادت کرتے رہے یہاں تک کہ آپؑ کو موت آگئی۔ آپؑ پر سلام ہو اے ابوالحسنؑ اور اللہ کی رحمت و برکت ہو

بیشک وہ (اللہ) لائق حمد و صاحب بزرگی ہے۔]

پھر ذرا قبر پر جھکو اور کہو:

اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ صَمَدْتُ مِنْ اَرْضِیْ، وَقَطَعْتُ الْبِلادَ رِجاءَ رَحْمَتِکَ فَلا تُخَیِّبْنِیْ وَلا تَرُدَّنِیْ بِغَیْرِ قَضاءِ حَوائِجِیْ، وَارْحَمْ تَقَلُّبِیْ عَلٰی قَبْرِ ابْنِ اَخِیْ رَسُوْلِکَ صَلَوٰاتُکَ عَلَیْهِ وَآلِهٖ، بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اَتَیْتُکَ زائِراً وَافِداً عائِذاً مِمّا جَنَیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ، وَاحْتَطَبْتُ عَلٰی ظَهْرِیْ، فَکُنْ لِیْ شافِعاً اِلَی اللّٰهِ یَوْمَ فَقْرِیْ وَفاقَتِیْ، فَلَکَ عِنْدَ اللّٰهِ مَقامٌ مَحْمُوْدٌ وَاَنْتَ (عِنْدَهٗ) وَجِیْهٌ (اے اللہ میں اپنی سرزمین سے تیری طرف آیا ہوں بہت سے ملکوں کو پار کرتے ہوئے پس بغیر میری حاجتیں پوری کیے ہوئے مجھے ناامید و محروم واپس نہ کر۔ اپنے رسول صلوات اللہ علیہ وآلہ کے بھائی کے فرزند کی قبر پر میرے اس رخسار رکھنے پر رحم کر۔ مولا! میرے ماں باپ آپؑ پر قربان۔ میں آپؑ کے پاس آپؑ کا زائر بن کر اور جو کچھ گناہ مجھ سے سرزد ہوئے ہیں ان کی گٹھریاں اپنی پشت پر لادے ہوئے آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، پس میرے فقر و فاقہ کے دن (بروز قیامت) اللہ کی بارگاہ میں میری شفاعت فرمائیں۔ اس لئے کہ اللہ کی بارگاہ میں آپؑ کو ایک لائقِ ستائش مقام حاصل ہے اور آپؑ اس کی بارگاہ میں صاحب وجاہت ہیں)۔

پھر اپنا داہنا ہاتھ بلند کرو اور بایاں ہاتھ قبر پر پھیلاؤ اور یہ کہو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَتَقَرَّبُ اِلَیْکَ بِحُبِّهِمْ وَبِوَلایَتِهِمْ، اَتَوَلّٰی آخِرَهُمْ بِما تَوَلَّیْتُ بِهٖ اَوَّلَهُمْ، وَاَبْرَاُ مِنْ کُلِّ وَلِیْجَةٍ دُوْنَهُمْ، اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَکَ، وَاتَّهَمُوْا نَبِیَّکَ، وَجَحَدُوْا بِآیاتِکَ، وَسَخِرُوْا بِاِمامِکَ، وَحَمَلُوْا النّاسَ عَلٰی اَکْتافِ آلِ مُحَمَّدٍ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتَقَرَّبُ اِلَیْکَ بِاللَّعْنَةِ عَلَیْهِمْ وَالْبَراءَةِ مِنْهُمْ فِی الدُّنْیا وَالْآخِرَةِ یا رَحْمٰنُ.

(اے اللہ میں ان حضرات علیہم السلام کی محبت اور ولایت و دوستی کے وسیلہ سے تیرا تقرب چاہتا ہوں۔ میں ان کے آخر سے ویسا ہی تولا رکھتا ہوں جس طرح ان کے پہلے سے تولا رکھتا ہوں اور ان حضرات کے علاوہ ہر دوست سے اپنی برأت کا اظہار کرتا ہوں۔ اے اللہ تو لعنت کر ان لوگوں پر جنہوں نے تیری نعمت کو بدل دیا۔ تیرے نبی پر اتہام لگایا۔ تیری آیات سے انکار کیا اور تیرے امام کا مذاق اُڑایا اور اغیار کو آل محمدؐ کے کاندھوں پر بٹھا دیا۔ اے اللہ میں ان لوگوں پر لعنت کر کے اور ان لوگوں سے برأت کا اظہار کر کے دنیا و آخرت میں تیرا تقرب چاہتا ہوں اے رحمٰن)۔

پھر آنجنابؑ کے پائے اقدس کی طرف آؤ اور یہ کہو:

صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْکَ یا اَبَا الْحَسَنِ، صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی رُوْحِکَ وَبَدَنِکَ، صَبَرْتَ وَاَنْتَ الصّادِقُ الْمُصَدَّقُ، قَتَلَ اللّٰهُ مَنْ قَتَلَکَ بِالْاَیْدِیْ وَالْاَلْسُنِ (اے ابوالحسنؑ آپؑ پر اللہ کی رحمت ہو، آپؑ کی روح اور آپؑ کے بدن پر اللہ کی رحمت ہو۔ آپؑ نے واقعاً صبر کیا۔ آپؑ سچے اور تصدیق شدہ (امام) تھے۔ اللہ لعنت کرے ان لوگوں پر جنہوں نے اپنے ہاتھوں اور اپنی زبانوں سے آپؑ کو قتل کیا)۔

پھر قاتل امیر المومنین اور امام حسن و امام حسین علیہما السلام کے قاتلوں پر نیز اہل بیت رسول کے تمام قاتلوں پر لعنت کے لئے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کرو پھر آنجنابؑ کے سراقدس کے پاس پیچھے سے واپس آؤ اور دو رکعت نماز پڑھو۔ پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ یٰسٓ اور دوسری رکعت میں الحمد کے بعد سورہ رحمٰن۔ اور دعا اور تضرع میں پوری کوشش کرو۔ اپنے لئے اپنے والدین کے لئے اپنے تمام بھائیوں کے لئے بہت بہت دعا مانگو۔ اور آنجنابؑ کے سراقدس کے پاس کھڑے ہو اور تمہاری نماز آنجنابؑ کی قبر کے پاس ہونی چاہیے۔

الوداع

اور جب اپنے مولا و آقا سے رخصت ہونے کا ارادہ کرو تو یہ کہو:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَوْلَايَ وَابْنَ مَوْلَايَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ أَنْتَ لَنَا جُنَّةٌ مِنَ الْعَذَابِ وَهٰذَا أَوَانُ انْصِرَافِنَا عَنْكَ، غَيْرَ رَاغِبٍ عَنْكَ، وَلَا مُسْتَبْدِلٍ بِكَ، وَلَا مُؤْثِرٍ عَلَيْكَ، وَلَا زَاهِدٍ فِي قُرْبِكَ، وَقَدْ جُدْتُ بِنَفْسِي لِلْحَدَثَانِ، وَتَرَكْتُ الْأَهْلَ وَالْأَوْطَانَ وَالْأَوْلَادَ، فَكُنْ لِي شَافِعاً يَوْمَ حَاجَتِي وَفَقْرِي وَفَاقَتِي، يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنِّي حَمِيمِي وَلَا قَرِيبِي، يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنِّي وَالِدَيَّ، أَسْأَلُ اللّٰهَ الَّذِي قَدَّرَ رَحِيلِي إِلَيْكَ أَنْ يُنَفِّسَ بِكَ كُرْبَتِي، وَأَسْأَلُ اللّٰهَ الَّذِي قَدَّرَ عَلَيَّ فِرَاقَ مَكَانِكَ أَنْ لَا يَجْعَلَهُ آخِرَ الْعَهْدِ مِنْ رُجُوعِي، وَأَسْأَلُ اللّٰهَ الَّذِي أَبْكَى عَلَيْكَ عَيْنِي أَنْ يَجْعَلَهُ لِي سَبَباً وَذُخْراً أَسْأَلُ اللّٰهَ الَّذِي أَرَانِي مَكَانَكَ وَهَدَانِي لِلتَّسْلِيمِ عَلَيْكَ وَزِيَارَتِي إِيَّاكَ أَنْ يُورِدَنِي حَوْضَكُمْ، وَيَرْزُقَنِي مُرَافَقَتَكُمْ فِي الْجِنَانِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صِفْوَةَ اللّٰهِ [اَلسَّلَامُ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ] اَلسَّلَامُ عَلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَوَصِيِّ رَسُولِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَقَائِدِ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِينَ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ سَيِّدَيْ شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْأَئِمَّةِ (تمام ائمہ علیہم السلام کے اسم ہائے گرامی دہراؤ) وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَى مَلَائِكَةِ اللّٰهِ الْحَافِّينَ اَلسَّلَامُ عَلَى مَلَائِكَةِ اللّٰهِ الْمُقِيمِينَ الْمُسَبِّحِينَ الَّذِينَ هُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ. اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ آخِرَ الْعَهْدِ مِنْ زِيَارَتِي إِيَّاهُ، فَإِنْ جَعَلْتَهُ فَاحْشُرْنِي مَعَهُ وَمَعَ آبَائِهِ الْمَاضِينَ، وَإِنْ أَبْقَيْتَنِي يَا رَبِّ فَارْزُقْنِي زِيَارَتَهُ أَبَداً مَا أَبْقَيْتَنِي إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (سلام ہو آپؑ پر اے میرے مولا اور میرے مولا کے فرزند اور اللہ کی رحمت اور برکت ہو آپؑ پر۔ آپؑ تو ہمارے لئے عذاب سے بچانے کے لئے سپر ہیں۔ اب یہ وقت آپؑ کی بارگاہ سے، ہم لوگوں کی واپسی کا ہے مگر اس لئے نہیں کہ ہمیں آپؑ سے کوئی رغبت اور دلچسپی نہیں رہی اور نہ اس لئے کہ ہمیں آپؑ کے بدلے کسی اور سے رغبت ہے اور نہ اس لئے کہ ہم آپؑ پر کسی دوسرے کو ترجیح دیتے ہیں اور نہ اس لئے کہ ہمیں آپؑ کے قرب سے پرہیز ہے بلکہ میں تو اپنی جان حادثات کے حوالے کر کے اور گھر بار اور اولاد کو چھوڑ کر یہاں آیا ہوں۔ لہٰذا آپؑ اس دن میری شفاعت کرنے والے بن جائیں جو دن میری حاجتمندی اور فقر و فاقہ کا ہو کہ جس دن نہ کوئی دوست مجھے فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ کوئی قریبی رشتہ دار اور نہ میرے والدین مجھے فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ میں اس اللہ سے درخواست کرتا ہوں کہ جس نے آپؑ کی بارگاہ میں میرے لئے آنا مقدر کیا کہ وہ آپؑ کے صدقہ میں میرے تمام دکھ درد دور کر دے۔ اور اس اللہ سے کہ جس نے آپؑ کی بارگاہ سے میری یہ جدائی مقدر کی ہے یہ گذارش ہے کہ وہ میرے لئے آپؑ کی بارگاہ میں آنے کا یہ آخری موقع قرار نہ دے اور اس اللہ سے التجا ہے جس نے میری آنکھوں کو آپؑ کے لئے رلایا ہے کہ وہ اسی رونے کو میرے لئے ذریعہ اور ذخیرۂ آخرت قرار دے اور اس اللہ سے دعا ہے جس نے مجھے آپؑ کا روضہ دکھایا اور مجھے آپؑ کو سلام کرنے کا موقع دیا اور آپؑ کی زیارت کرائی کہ وہ مجھے آپ لوگوں کے حوض پر پہنچائے اور جنت میں آپؑ لوگوں کی رفاقت و ہمسائیگی عطا فرمائے۔

سلام ہو آپؑ پر اے اللہ کے برگزیدہ [سلام ہو آپؑ پر اے محمدؐ بن عبداللہ خاتم النبیین] ۔سلام ہو آپؑ پر اے امیر المومنین و وصی رسول رب العالمین و قائد الغر المحجلین ۔سلام ہو امام حسنؑ و امام حسینؑ سرداران جوانان اہل جنت پر اور سلام ہو ائمہ طاہرین پر (تمام ائمہ علیہم السلام کے اسم ہائے گرامی دہراؤ) اور اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔ سلام ہو اللہ کے ان ملائکہ پر جو آپؑ کے روضہ کو گھیرے ہوئے ہیں۔ سلام ہو اللہ کے ان ملائکہ پر جو اس میں مقیم ہیں، سلام ہو اللہ کے ان ملائکہ پر جو تسبیح الٰہی میں مشغول ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ ہم لوگوں پر سلام اور اللہ کے صالح بندوں پر بھی سلام۔ اے اللہ تو آنجنابؑ کی زیارت کو میرے لئے آخری موقع نہ قرار دے اور اگر اس کو آخری موقع قرار دے تو پھر میرا حشر ان کے ساتھ اور ان کے گذشتہ آبائے کرام

کے ساتھ کر۔ اور اگر تو مجھ کو دنیا میں باقی رکھتا ہے تو اے پروردگار، جب تک میں باقی رہوں آنجناب علیہ السلام کی زیارت کا شرف مجھے عطا کرتا رہ۔ بیشک تو ہر شے پر قادر ہے)۔

پھر یہ کہو:

اَسْتَوْدِعُکَ اللّٰہَ وَاَسْتَرْعِیْکَ وَاَقْرَأُ عَلَیْکَ السَّلَامُ آمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِمَا دَعَوْتَ اِلَیْہِ، اَللّٰھُمَّ فَاکْتُبْنَا مَعَ الشَّاھِدِیْنَ، اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّھُمْ وَمَوَدَّتَھُمْ اَبَداً [مَا اَبْقَیْتَنِیْ اَلسَّلَامُ عَلٰی مَلَائِکَۃِ اللّٰہِ وَزُوَّارِ قَبْرِ ابْنِ نَبِیِّ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ مِنِّیْ اَبَداً] مَابَقِیْتُ وَدَائِماً اِذَا فَنِیْتُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ (مولا اب میں آپؑ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور اس کی نگہبانی میں دیتا ہوں اور آپؑ کو سلام کرتا ہوں۔ میں اللہ پر ایمان لایا اور اس پر جس کی دعوت آپؑ نے مجھے دی۔ اے اللہ تو ہم لوگوں کا نام گواہوں کی فہرست میں میں لکھ دے۔ اے اللہ ہم لوگوں کو ان حضرات کی محبت اور مودت تا ابد عطا فرما [میرا اسلام جب تک تجھے ہمیں رکھنا ہے۔ اللہ کے ملائکہ اور پیغمبر خدا کے فرزند کی قبر کے زائرین پر، میرا تا ابد سلام] جب تک میں دنیا میں باقی رہوں اور جب فنا ہو جاؤں تو دائماً سلام۔ اور ہم لوگوں پر بھی سلام اور اللہ کے صالح بندوں پر بھی)۔

اور جب تم قبر سے نکلو تو اس کی طرف پشت نہ کرو اور جب تک وہ نظروں سے غائب نہ ہو اس کی طرف اپنا چہرہ رکھو۔

باب: سر من رای (سامرہ) میں حضرت امام ابوالحسن علی بن محمد (امام علی نقی علیہ السلام) اور حضرت امام ابو محمد حسن بن علی (امام حسن عسکری علیہ السلام) کی زیارت

(۳۲۱۴) جب تم ان امامین علیہما السلام کی قبروں کی زیارت کا ارادہ کرو تو غسل کر کے صاف ستھرے ہو جاؤ اپنے پاک لباس پہنو۔ پھر جب تم ان دونوں حضرات کی قبروں تک پہنچ جاؤ تو ٹھیک ورنہ اس دروازے کے پاس جو سرراہ ہے یہ کہو: [۱]

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمَا یَاوَلِیَّیِ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمَا یَاحُجَّتَیِ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمَا یَانُوْرَیِ اللّٰہِ فِیْ ظُلُمَاتِ الْاَرْضِ اَتَیْتُکُمَا عَارِفاً بِحَقِّکُمَا، مُعَادِیاً لِاَعْدَائِکُمَا، مُوْمِناً بِمَا آمَنْتُمَابِہٖ، کَافِراً بِمَا کَفَرْتُمَا بِہٖ، مُحَقِّقاً لِمَا حَقَّقْتُمَا، مُبْطِلاً لِمَا اَبْطَلْتُمَا، اَسْاَلُ اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمَا اَنْ یَجْعَلَ حَظِّیْ مِنْ زِیَارَتِیْ اِیَّاکُمَا الصَّلَاۃُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ، وَاَنْ یَرْزُقَنِیْ مُرَافَقَتَکُمَا فِی الْجِنَانِ مَعَ آبَائِکُمَا الصَّالِحِیْنَ، وَاَسْاَلُہٗ اَنْ یُعْتِقَ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ، وَاَنْ یَرْزُقَنِیْ شَفَاعَتَکُمَا وَمُصَاحَبَتَکُمَا، وَلَایُفَرِّقْ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمَا وَلَایَسْلُبَنِیْ حُبَّکُمَا وَحُبَّ آبَائِکُمَا الصَّالِحِیْنَ، وَاَنْ لَایَجْعَلَہٗ آخِرَ الْعَھْدِ مِنْ زِیَارَتِکُمَا وَاَنْ یَجْعَلَ مَحْشَرِیْ مَعَکُمَا فِی الْجَنَّۃِ بِرَحْمَتِہٖ، اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّھُمَا وَتَوَفَّنِیْ عَلٰی مِلَّتِھِمَا، اَللّٰھُمَّ الْعَنْ ظَالِمِیْ آلِ مُحَمَّدٍ حَقَّھُمْ، وَانْتَقِمْ مِنْھُمْ، اَللّٰھُمَّ الْعَنِ الْاَوَّلِیْنَ مِنْھُمْ وَالْآخِرِیْنَ، وَضَاعِفْ عَلَیْھِمُ الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ، وَبَلِّغْ بِھِمْ وَبِاَشْیَاعِھِمْ وَمُحِبِّیْھِمْ وَشِیْعَتِھِمْ، اَسْفَلَ دَرْکٍ مِنَ الْجَحِیْمِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، اَللّٰھُمَّ عَجِّلْ فَرَجَ وَلِیِّکَ وَابْنِ وَلِیِّکَ وَاجْعَلْ فَرَجَنَا مَعَ فَرَجِہٖ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

(اے اللہ کے اولیاء آپؑ دونوں پر سلام، اے اللہ کی حجتوں آپؑ دونوں پر سلام، اے زمین کی تاریکیوں میں اللہ کے چمکنے والے نور آپؑ دونوں پر سلام، میں آپؑ دونوں کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں آپؑ دونوں کے حق کو پہچانتے ہوئے، آپؑ دونوں کے دشمنوں کو اپنا دشمن اور آپؑ دونوں کے دوستوں کو اپنا دوست سمجھتے ہوئے اور ان باتوں پر ایمان رکھتے ہوئے جن پر آپؑ دونوں کا ایمان ہے اور ان تمام چیزوں سے انکار کرتے ہوئے جن سے آپؑ دونوں کو انکار ہے، اس کو حق سمجھتے ہوئے جس کو آپؑ دونوں حق سمجھتے ہیں اور اس کو باطل سمجھتے ہوئے جس کو آپؑ دونوں باطل سمجھتے ہیں۔ میں اپنے پروردگار اور آپؑ

---

[۱] اس زیارت کو شیخ نے 'تہذیب' ج۶ص۹۴ پر کتاب المترجم بالجامع سے شیخ صدوق کے استاد محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمھم اللہ سے نقل کیا ہے اور ح ۳۱۹۷ کے ذیل میں اس پر گفتگو ہو چکی ہے۔

آپؑ دونوں کے پروردگار اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپؑ دونوں حضرات کی زیارت کو میرا نصیب قرار دے، درود محمدؐ و آل محمدؐ پر۔ اور جنت میں آپؑ دونوں کے ساتھ آپؑ دونوں کے آبائے صالحین کا رفیق بنا دے اور اس سے یہ بھی دعا ہے کہ وہ میری گردن کو جہنم سے آزاد کر دے اور آپؑ کی شفاعت اور مصاحبت عطا فرمائے اور میرے اور آپؑ دونوں کے درمیان جدائی نہ ڈالے۔ اور آپؑ دونوں کی اور آپؑ دونوں کے آبائے صالحین کی محبت مجھ سے سلب نہ کرے اور آپؑ دونوں کی میری اس زیارت کو میرے لئے آخری زیارت نہ قرار دے اور اپنی مہربانی سے جنت میں میرا حشر آپؑ دونوں کے ساتھ ہو۔

پروردگار! مجھے ان دونوں سے محبت کرنے کی توفیق دے اور ان ہی دونوں کی ملت پر میرا دم نکلے۔ اے اللہ! تو آل محمدؐ کے حق کو غصب کرنے والوں پر لعنت کر ان ظالموں سے آل محمدؐ کا انتقام لے۔ اے اللہ ان ظالموں میں سے اولین پر اور ان میں سے آخرین پر لعنت کر اور ان لوگوں پر دردناک عذاب کو کئی گنا بڑھا دے۔ اور انہیں اور ان کے متبعین، ان کے محبین اور ان کے دوستداروں کو جہنم کے بالکل آخری طبقہ میں بھیج دے۔ بیشک تو ہر شے پر قادر ہے۔

اے اللہ! اپنے ولی اور اپنے ولی کے فرزند کی کشادگی میں تعجیل فرما اور آنجنابؑ کی کشادگی کے ساتھ ہم لوگوں کو بھی کشادگی عطا فرما۔ اے تمام رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے)۔

اور اپنے لئے اور اپنے والدین کے لئے دعا کرنے میں پوری کوشش کرو۔ اور ان امامین علیہما السلام کے پاس ہر ایک کی زیارت کی دو دو رکعت نماز پڑھو پھر جو چاہو دعا مانگو بے شک اللہ تعالیٰ قریب اور اجابتِ دعا کرنے والا ہے۔

باب: تمام ائمہ طاہرین علیہم السلام کی زیارت کے وقت کم از کم کتنا کہہ لینا کافی ہے

(۳۲۱۵) علی بن حسان سے روایت کی گئی ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے حضرت امام ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لئے آنے کو دریافت کیا گیا (کہ وہاں کیا عمل انجام دیا جائے) تو آپؑ نے فرمایا: تم لوگ اس کے گرد جو نماز کی جگہیں اور مسجدیں ہیں ان میں نماز پڑھو اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی قبروں کی زیارت کے لئے تمہارا یہ کہنا کافی ہے۔[۱]

اَلسَّلَامُ عَلٰی اَوْلِيَاءِ اللّٰهِ وَأَصْفِيَائِهِ، اَلسَّلَامُ عَلٰی اَمَنَاءِ اللّٰهِ وَأَحِبَّائِهِ، اَلسَّلَامُ عَلٰی اَنْصَارِ اللّٰهِ وَخُلَفَائِهِ، اَلسَّلَامُ عَلٰی مَحَالِّ مَعْرِفَةِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلٰی مَسَاكِنِ ذِكْرِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلٰی مُظْهِرِیْ اَمْرِ اللّٰهِ وَنَهْيِهِ، اَلسَّلَامُ عَلَی الدُّعَاةِ اِلَی اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَی الْمُسْتَقِرِّيْنَ فِیْ مَرْضَاتِ اللّٰهِ. اَلسَّلَامُ عَلَی الْمُخْلَصِيْنَ فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَی الْاَدِلَّاءِ عَلَی اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَی الَّذِيْنَ مَنْ وَالَاهُمْ فَقَدْ وَالَی اللّٰهَ، وَمَنْ عَادَاهُمْ فَقَدْ عَادَی اللّٰهَ، وَمَنْ عَرَفَهُمْ فَقَدْ عَرَفَ اللّٰهَ، وَمَنْ جَهِلَهُمْ فَقَدْ جَهِلَ اللّٰهَ، وَمَنِ اعْتَصَمَ بِهِمْ فَقَدِ اعْتَصَمَ بِاللّٰهِ، وَمَنْ تَخَلّٰی مِنْهُمْ فَقَدْ تَخَلّٰی مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَ اُشْهِدُ اللّٰهَ اَنِّیْ سِلْمٌ لِمَنْ سَالَمْتُمْ، وَحَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ، مُؤْمِنٌ بِسِرِّكُمْ وَعَلَانِيَتِكُمْ، مُفَوِّضٌ فِیْ ذٰلِكَ كُلِّهِ اِلَيْكُمْ. لَعَنَ اللّٰهُ عَدُوَّ آلِ مُحَمَّدٍ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ، وَاَبْرَاُ اِلَی اللّٰهِ مِنْهُمْ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ [اللہ کے اولیاء اور اس کے منتخب بندوں پر سلام۔ اللہ تعالیٰ کے امانت داروں اور اس سے محبت کرنے والوں پر سلام۔ اللہ کی نصرت کرنے والوں اور اس کے خلفاء پر سلام۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی جگہوں پر سلام۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے مقامات پر سلام۔ ان لوگوں پر سلام جن سے اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کا ظہور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والوں پر سلام۔ ان لوگوں پر سلام جو اللہ کی مرضی پر قائم رہنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مخلص رہنے والوں پر سلام۔ ان لوگوں پر سلام جو اللہ (کی ذات و صفات) پر دلیل ہیں، ان لوگوں پر سلام کہ جنہوں نے ان لوگوں سے دوستی رکھی کہ

[۱] 'کافی' ج ۴ ص ۵۷۸ میں سلسلہ روایت یوں بیان کیا گیا ہے: محمد بن یحییٰ سے، انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے ہارون بن مسلم سے، انہوں نے علی بن حسان سے اور انہوں نے امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے ادنیٰ اختلافِ الفاظ کے ساتھ۔

انہوں نے اللہ سے دوستی رکھی، اور جس نے ان لوگوں سے دشمنی رکھی اس نے اللہ سے دشمنی رکھی۔ جس نے ان لوگوں کو پہچانا اس نے اللہ کو پہچانا جوان لوگوں سے لاعلم اور جاہل ہوا وہ اللہ سے لاعلم وجاہل ہوا۔ جوان لوگوں سے وابستہ ہوا وہ اللہ سے وابستہ ہوا۔ جس نے ان لوگوں کو چھوڑا اس نے اللہ کو چھوڑا۔ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میری صلح اس سے ہے جس نے آپؑ لوگوں سے صلح رکھی اور میری جنگ اس سے ہے جس نے آپؑ لوگوں سے جنگ کی۔ میں آپؑ لوگوں کے ہر پوشیدہ اور ظاہر پر ایمان رکھتا ہوں اور یہ تمام معاملات آپؑ لوگوں کے سپرد کرتا ہوں، جن وانس میں سے جو لوگ آل محمدؐ کے دشمن ہیں ان پر اللہ کی لعنت میں ان لوگوں سے برأت کا اظہار کرتا ہوں، اللہ اپنی رحمتیں نازل فرمائے محمدؐ پر اور آل محمدؐ پر]

اور یہ تمام ائمہ طاہرین علیہم السلام کی زیارتوں کے لئے کافی ہے اور بہت زیادہ درود بھیجو محمدؐ اور ان کی آلؑ پر ائمہ میں سے ایک ایک کا نام لے کر اور ان کے دشمنوں سے برأت کا اظہار کرو۔ اور اپنے لئے اور مومنین اور مومنات کے لئے جو چاہو دعا مانگو تمہیں اختیار ہے۔

زیارت جامعہ تمام ائمہ طاہرین علیہم السلام کے لئے

(۳۲۱۶) محمد بن اسماعیل برمکی ۱؎ نے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ مجھ سے موسیٰ بن عبداللہ نخعی نے بتایا اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام (یعنی امام علی النقی علیہ السلام) سے عرض کیا کہ فرزند رسول مجھے کوئی ایسی فصیح و بلیغ کامل زیارت بتائیے کہ جب میں آپ حضرات میں سے کسی ایک کی زیارت کو جاؤں تو اسے پڑھا کروں۔ تو آپؑ نے فرمایا: جب تم ائمہ کے روضوں میں سے کسی روضہ پر زیارت کے لئے جاؤ تو باغسل و طہارت ہونا چاہیے پہلے جا کر روضہ کے دروازے پر ٹھہرو اور کلمہ شہادتین پڑھو پھر جب روضہ میں داخل ہو اور تمہاری نگاہ قبر اقدس پر پڑے تو رک جاؤ اور اللہ اکبر تیس مرتبہ کہو پھر تھوڑا آگے سکون و وقار کے ساتھ چلو چھوٹے چھوٹے قدم رکھو اور ٹھہر جاؤ اور تیس مرتبہ اللہ اکبر کہو پھر قبر اقدس کے قریب جاؤ اور چالیس مرتبہ اللہ اکبر کہو تا کہ سو تکبیریں پوری ہو جائیں اس کے بعد کہو:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ، وَمَوْضِعَ الرِّسَالَةِ، وَمُخْتَلَفَ الْمَلَائِكَةِ، وَمَهْبِطَ الْوَحْيِ، وَمَعْدَنَ الرَّحْمَةِ وَخُزَّانَ الْعِلْمِ، وَمُنْتَهَى الْحِلْمِ، وَاُصُوْلَ الْكَرَمِ، وَقَادَةَ الْاُمَمِ، وَاَوْلِيَاءَ النِّعَمِ، وَعَنَاصِرَ الْاَبْرَارِ، وَدَعَائِمَ الْاَخْيَارِ، وَسَاسَةَ الْعِبَادِ، وَاَرْكَانَ الْبِلَادِ، وَاَبْوَابَ الْاِيْمَانِ، وَاُمَنَاءَ الرَّحْمٰنِ، وَسُلَالَةَ النَّبِيِّيْنَ، وَصَفْوَةَ الْمُرْسَلِيْنَ، وَعِتْرَةَ خِيَرَةِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلٰى اَئِمَّةِ الْهُدٰى، وَمَصَابِيْحِ الدُّجٰى وَ اَعْلَامِ التُّقٰى، وَذَوِي النُّهٰى، وَاُولِي الْحِجٰى، وَكَهْفِ الْوَرٰى، وَوَرَثَةِ الْاَنْبِيَاءِ، وَالْمَثَلِ الْاَعْلٰى، وَالدَّعْوَةِ الْحُسْنٰى، وَحُجَجِ اللّٰهِ عَلٰى اَهْلِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى، وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلٰى مَحَالِّ مَعْرِفَةِ اللّٰهِ، وَمَسَاكِنِ بَرَكَةِ اللّٰهِ وَمَعَادِنِ حِكْمَةِ اللّٰهِ، وَحَفَظَةِ سِرِّ اللّٰهِ، وَحَمَلَةِ كِتَابِ اللّٰهِ، وَاَوْصِيَاءِ نَبِيِّ اللّٰهِ، وَذُرِّيَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَى الدُّعَاةِ اِلَى اللّٰهِ، وَالْاَدِلَّاءِ عَلٰى مَرْضَاتِ اللّٰهِ، وَالْمُسْتَقِرِّيْنَ فِيْ اَمْرِ اللّٰهِ وَالتَّامِّيْنَ فِيْ مَحَبَّةِ اللّٰهِ، وَالْمُخْلِصِيْنَ فِيْ تَوْحِيْدِ اللّٰهِ، وَالْمُظْهِرِيْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ وَنَهْيِهِ، وَعِبَادِهِ الْمُكْرَمِيْنَ، اَلَّذِيْنَ لَا يَسْبِقُوْنَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهِ يَعْمَلُوْنَ، وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَى الْاَئِمَّةِ الدُّعَاةِ، وَالْقَادَةِ الْهُدَاةِ، وَالسَّادَةِ الْوُلَاةِ، وَالذَّادَةِ الْحُمَاةِ، وَاَهْلِ الذِّكْرِ وَاُولِي الْاَمْرِ، وَبَقِيَّةِ اللّٰهِ وَخِيَرَتِهِ وَحِزْبِهِ، وَعَيْبَةِ عِلْمِهِ، وَحُجَّتِهِ وَصِرَاطِهِ وَنُوْرِهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، كَمَا شَهِدَ

۱؎ المعروف بصاحب صومعہ۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے قم میں سکونت اختیار کی نجاشی نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ مؤلف نے اس زیارت کو 'عیون اخبار رضاؑ' میں ص ۲۷۷ پر علی بن احمد دقاق، محمد بن احمد سنانی، علی بن عبداللہ وراق اور حسین بن ابراہیم مکتب سے نقل کیا ہے اور ان سب نے محمد بن ابو عبداللہ کوفی اور ابوالحسین اسدی سے اور انہوں نے محمد بن اسماعیل برمکی سے، انہوں نے موسیٰ بن عمران نخعی سے۔ شاید عمران، عبداللہ کی تصحیف ہے یا ان کو ان کے کسی جد سے نسبت دی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔ اور 'تہذیب' میں اسی طرح ہے جیسے 'الفقیہ' میں۔

اللّٰهُ لِنَفْسِهِ وَشَهِدَتْ لَهُ مَلَائِكَتُهُ وَاُولُوا العِلْمِ مِنْ خَلْقِهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ الْمُنْتَجَبُ وَرَسُولُهُ
الْمُرْتَضٰى، اَرْسَلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ، وَاَشْهَدُ اَنَّكُمُ الْاَئِمَّةُ الرَّاشِدُوْنَ الْمَهْدِيُّوْنَ
الْمَعْصُوْمُوْنَ الْمُكَرَّمُوْنَ الْمُقَرَّبُوْنَ الْمُتَّقُوْنَ الصَّادِقُوْنَ الْمُصْطَفُوْنَ الْمُطِيْعُوْنَ لِلّٰهِ، اَلْقَوَّامُوْنَ بِاَمْرِهِ، اَلْعَامِلُوْنَ بِاِرَادَتِهِ، اَلْفَائِزُوْنَ
بِكَرَامَتِهِ، اِصْطَفَاكُمْ بِعِلْمِهِ، وَارْتَضَاكُمْ لِغَيْبِهِ، وَاخْتَارَكُمْ لِسِرِّهِ، وَاجْتَبَاكُمْ بِقُدْرَتِهِ، وَاَعَزَّكُمْ بِهُدَاهُ، وَخَصَّكُمْ بِبُرْهَانِهِ، وَانْتَجَبَكُمْ
بِنُوْرِهِ، وَاَيَّدَكُمْ بِرُوْحِهِ، وَرَضِيَكُمْ خُلَفَاءَ فِيْ اَرْضِهِ، وَحُجَجاً عَلٰى بَرِيَّتِهِ، وَاَنْصَاراً لِدِيْنِهِ وَحَفَظَةً لِسِرِّهِ، وَخَزَنَةً لِعِلْمِهِ، وَمُسْتَوْدَعاً
لِحِكْمَتِهِ، وَتَرَاجِمَةً لِوَحْيِهِ، وَاَرْكَاناً لِتَوْحِيْدِهِ، وَشُهَدَاءَ عَلٰى خَلْقِهِ، وَاَعْلَاماً لِعِبَادِهِ، وَمَنَاراً فِيْ بِلَادِهِ، وَاَدِلَّاءَ عَلٰى صِرَاطِهِ، عَصَمَكُمُ
اللّٰهُ مِنَ الزَّلَلِ، وَآمَنَكُمْ مِنَ الْفِتَنِ، وَطَهَّرَكُمْ مِنَ الدَّنَسِ، وَاَذْهَبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ (اَهْلَ الْبَيْتِ) وَطَهَّرَكُمْ تَطْهِيْراً، فَعَظَّمْتُمْ جَلَالَهُ،
وَاَكْبَرْتُمْ شَاْنَهُ، وَمَجَّدْتُمْ كَرَمَهُ، وَاَدَمْتُمْ ذِكْرَهُ وَوَكَّدْتُمْ مِيْثَاقَهُ، وَاَحْكَمْتُمْ عَقْدَ طَاعَتِهِ، وَنَصَحْتُمْ لَهُ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ، وَدَعَوْتُمْ اِلٰى
سَبِيْلِهِ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ، وَبَذَلْتُمْ اَنْفُسَكُمْ فِيْ مَرْضَاتِهِ وَصَبَرْتُمْ عَلٰى مَا اَصَابَكُمْ فِيْ جَنْبِهِ، وَاَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ، وَآتَيْتُمُ
الزَّكَاةَ، وَاَمَرْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَيْتُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَجَاهَدْتُمْ فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ حَتّٰى اَعْلَنْتُمْ دَعْوَتَهُ، وَبَيَّنْتُمْ فَرَائِضَهُ وَاَقَمْتُمْ حُدُوْدَهُ
وَنَشَرْتُمْ شَرَائِعَ اَحْكَامِهِ، وَسَنَنْتُمْ سُنَّتَهُ، وَصِرْتُمْ فِيْ ذٰلِكَ مِنْهُ اِلَى الرِّضَا، وَسَلَّمْتُمْ لَهُ الْقَضَاءَ، وَصَدَّقْتُمْ مِنْ رُسُلِهِ مَنْ مَضٰى،
فَالرَّاغِبُ عَنْكُمْ مَارِقٌ وَاللَّازِمُ لَكُمْ لَاحِقٌ، وَالْمُقَصِّرُ فِيْ حَقِّكُمْ زَاهِقٌ، وَالْحَقُّ مَعَكُمْ وَفِيْكُمْ وَمِنْكُمْ وَاِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ اَهْلُهُ وَمَعْدِنُهُ،
وَمِيْرَاثُ النُّبُوَّةِ عِنْدَكُمْ، وَاِيَابُ الْخَلْقِ اِلَيْكُمْ وَحِسَابُهُمْ عَلَيْكُمْ وَفَصْلُ الْخِطَابِ عِنْدَكُمْ، وَآيَاتُ اللّٰهِ لَدَيْكُمْ، وَعَزَائِمُهُ فِيْكُمْ وَنُوْرُهُ
وَبُرْهَانُهُ عِنْدَكُمْ وَاَمْرُهُ اِلَيْكُمْ، مَنْ وَالَاكُمْ فَقَدْ وَالَى اللّٰهَ وَمَنْ عَادَاكُمْ فَقَدْ عَادَى اللّٰهَ وَمَنْ اَحَبَّكُمْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰهَ وَمَنْ اَبْغَضَكُمْ فَقَدْ
اَبْغَضَ اللّٰهَ وَمَنِ اعْتَصَمَ بِكُمْ فَقَدِ اعْتَصَمَ بِاللّٰهِ، اَنْتُمُ الصِّرَاطُ الْاَقْوَمُ، وَشُهَدَاءُ دَارِ الْبَقَاءِ، وَالرَّحْمَةُ الْمَوْصُوْلَةُ، وَالْآيَةُ الْمَخْزُوْنَةُ
وَالْاَمَانَةُ الْمَحْفُوْظَةُ، وَالْبَابُ الْمُبْتَلٰى بِهِ النَّاسُ، مَنْ اَتَاكُمْ نَجٰى، وَمَنْ لَمْ يَاْتِكُمْ هَلَكَ اِلَى اللّٰهِ تَدْعُوْنَ، وَعَلَيْهِ تَدُلُّوْنَ، وَبِهِ تُؤْمِنُوْنَ،
وَلَهُ تُسَلِّمُوْنَ، وَبِاَمْرِهِ تَعْمَلُوْنَ، وَاِلٰى سَبِيْلِهِ تُرْشِدُوْنَ، وَبِقَوْلِهِ تَحْكُمُوْنَ، سَعِدَ مَنْ وَالَاكُمْ، وَهَلَكَ مَنْ عَادَاكُمْ، وَخَابَ مَنْ
جَحَدَكُمْ، وَضَلَّ مَنْ فَارَقَكُمْ، وَفَازَ مَنْ تَمَسَّكَ بِكُمْ، وَاَمِنَ مَنْ لَجَاَ اِلَيْكُمْ، وَسَلِمَ مَنْ صَدَّقَكُمْ، وَهُدِيَ مَنِ اعْتَصَمَ بِكُمْ، مَنِ اتَّبَعَكُمْ
فَالْجَنَّةُ مَاْوَاهُ، وَمَنْ خَالَفَكُمْ فَالنَّارُ مَثْوَاهُ وَمَنْ جَحَدَكُمْ كَافِرٌ، وَمَنْ حَارَبَكُمْ مُشْرِكٌ، وَمَنْ رَدَّ عَلَيْكُمْ فِيْ اَسْفَلِ دَرْكٍ مِنَ الْجَحِيْمِ
اَشْهَدُ اَنَّ هٰذَا سَابِقٌ لَكُمْ فِيْمَا مَضٰى وَجَارٍ لَكُمْ فِيْمَا بَقِيَ، وَاَنَّ اَرْوَاحَكُمْ وَنُوْرَكُمْ وَطِيْنَتَكُمْ وَاحِدَةٌ، طَابَتْ وَطَهُرَتْ بَعْضُهَا مِنْ
بَعْضٍ، خَلَقَكُمُ اللّٰهُ اَنْوَاراً فَجَعَلَكُمْ بِعَرْشِهِ مُحْدِقِيْنَ حَتّٰى مَنَّ عَلَيْنَا بِكُمْ فَجَعَلَكُمْ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهُ،
وَجَعَلَ صَلَوَاتِنَا عَلَيْكُمْ، وَمَا خَصَّنَا بِهِ مِنْ وِلَايَتِكُمْ طِيْباً لِخُلُقِنَا، وَطَهَارَةً لِاَنْفُسِنَا وَتَزْكِيَةً لَنَا، وَكَفَّارَةً لِذُنُوْبِنَا، فَكُنَّا عِنْدَهُ مُسَلِّمِيْنَ
بِفَضْلِكُمْ، وَمَعْرُوْفِيْنَ بِتَصْدِيْقِنَا اِيَّاكُمْ، فَبَلَغَ اللّٰهُ بِكُمْ اَشْرَفَ مَحَلِّ الْمُكَرَّمِيْنَ، وَاَعْلٰى مَنَازِلِ الْمُقَرَّبِيْنَ، وَاَرْفَعَ دَرَجَاتِ الْمُرْسَلِيْنَ،
حَيْثُ لَا يَلْحَقُهُ لَاحِقٌ وَلَا يَفُوْقُهُ فَائِقٌ، وَلَا يَسْبِقُهُ سَابِقٌ، وَلَا يَطْمَعُ فِيْ اِدْرَاكِهِ طَامِعٌ، حَتّٰى لَا يَبْقٰى مَلَكٌ مُقَرَّبٌ، وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ،
وَلَا صِدِّيْقٌ وَلَا شَهِيْدٌ، وَلَا عَالِمٌ وَلَا جَاهِلٌ، وَلَا دَنِيٌّ وَلَا فَاضِلٌ، وَلَا مُؤْمِنٌ صَالِحٌ وَلَا فَاجِرٌ طَالِحٌ، وَلَا جَبَّارٌ عَنِيْدٌ وَلَا شَيْطَانٌ
مُرِيْدٌ، وَلَا خَلْقٌ فِيْمَا بَيْنَ ذٰلِكَ شَهِيْدٌ اِلَّا عَرَّفَهُمْ جَلَالَةَ اَمْرِكُمْ وَعِظَمَ خَطَرِكُمْ وَكِبَرَ شَاْنِكُمْ وَتَمَامَ نُوْرِكُمْ، وَصِدْقَ مَقَاعِدِكُمْ
وَثَبَاتَ مَقَامِكُمْ، وَشَرَفَ مَحَلِّكُمْ، وَمَنْزِلَتِكُمْ عِنْدَهُ، وَكَرَامَتَكُمْ عَلَيْهِ، وَخَاصَّتَكُمْ لَدَيْهِ، وَقُرْبَ مَنْزِلَتِكُمْ مِنْهُ، بِاَبِيْ اَنْتُمْ وَاُمِّيْ وَاَهْلِيْ
وَمَالِيْ وَاُسْرَتِيْ، اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ مُؤْمِنٌ بِكُمْ وَبِمَا آمَنْتُمْ بِهِ كَافِرٌ بِعَدُوِّكُمْ وَبِمَا كَفَرْتُمْ بِهِ مُسْتَبْصِرٌ بِشَاْنِكُمْ وَبِضَلَالَةِ مَنْ

خَالَفَكُمْ، مُوَالٍ لَكُمْ وَلِاَوْلِيَائِكُمْ، مُبْغِضٌ لِاَعْدَائِكُمْ وَمُعَادٍ لَهُمْ، سِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَكُمْ (وَ) حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَكُمْ مُحَقِّقٌ لِمَا حَقَّقْتُمْ، مُبْطِلٌ لِمَا اَبْطَلْتُمْ، مُطِيعٌ لَكُمْ، عَارِفٌ بِحَقِّكُمْ، مُقِرٌّ بِفَضْلِكُمْ، مُحْتَمِلٌ لِعِلْمِكُمْ، مُحْتَجِبٌ بِذِمَّتِكُمْ، مُعْتَرِفٌ بِكُمْ، وَمُؤْمِنٌ بِاِيَابِكُمْ، مُصَدِّقٌ بِرَجْعَتِكُمْ، مُنْتَظِرٌ لِاَمْرِكُمْ، مُرْتَقِبٌ لِدَوْلَتِكُمْ، آخِذٌ بِقَوْلِكُمْ، عَامِلٌ بِاَمْرِكُمْ، مُسْتَجِيرٌ بِكُمْ، زَائِرٌ لَكُمْ، لَائِذٌ عَائِذٌ بِقُبُورِكُمْ، مُسْتَشْفِعٌ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بِكُمْ، وَمُتَقَرِّبٌ بِكُمْ اِلَيْهِ، وَ مُقَدِّمُكُمْ اَمَامَ طَلِبَتِي وَحَوَائِجِي وَاِرَادَتِي فِي كُلِّ اَحْوَالِي وَاُمُورِي مُؤْمِنٌ بِسِرِّكُمْ وَعَلَانِيَتِكُمْ، وَشَاهِدِكُمْ وَغَائِبِكُمْ، وَاَوَّلِكُمْ وَآخِرِكُمْ، وَمُفَوِّضٌ فِي ذٰلِكَ كُلِّهِ اِلَيْكُمْ، وَمُسَلِّمٌ فِيهِ مَعَكُمْ، وَقَلْبِي لَكُمْ سِلْمٌ، وَرَاْيِي لَكُمْ تَبَعٌ، وَنُصْرَتِي لَكُمْ مُعَدَّةٌ، حَتّٰى يُحْيِيَ اللّٰهُ دِينَهُ بِكُمْ وَيَرُدَّكُمْ فِي اَيَّامِهِ، وَيُظْهِرَكُمْ لِعَدْلِهِ، وَيُمَكِّنَكُمْ فِي اَرْضِهِ، فَمَعَكُمْ مَعَكُمْ لَا مَعَ عَدُوِّكُمْ، آمَنْتُ بِكُمْ، وَتَوَلَّيْتُ آخِرَكُمْ بِمَا تَوَلَّيْتُ بِهِ اَوَّلَكُمْ، وَبَرِئْتُ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ اَعْدَائِكُمْ، وَمِنَ الْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ، وَ الشَّيَاطِينِ وَحِزْبِهِمُ الظَّالِمِينَ لَكُمْ، اَلْجَاحِدِينَ لِحَقِّكُمْ، وَالْمَارِقِينَ مِنْ وَلَايَتِكُمْ، وَالْغَاصِبِينَ لِاِرْثِكُمْ اَلشَّاكِّينَ فِيكُمْ، اَلْمُنْحَرِفِينَ عَنْكُمْ، وَمِنْ كُلِّ وَلِيجَةٍ دُونَكُمْ، وَكُلِّ مُطَاعٍ سِوَاكُمْ، وَمِنَ الْاَئِمَّةِ الَّذِينَ يَدْعُونَ اِلَى النَّارِ فَثَبَّتَنِيَ اللّٰهُ اَبَداً مَا حَيِيتُ عَلٰى مُوَالَاتِكُمْ وَمَحَبَّتِكُمْ وَدِينِكُمْ، وَوَفَّقَنِي لِطَاعَتِكُمْ، وَرَزَقَنِي شَفَاعَتَكُمْ، وَ جَعَلَنِي مِنْ خِيَارِ مَوَالِيكُمْ، التَّابِعِينَ لِمَا دَعَوْتُمْ اِلَيْهِ، وَجَعَلَنِي مِمَّنْ يَقْتَصُّ آثَارَكُمْ، وَيَسْلُكُ سَبِيلَكُمْ، وَيَهْتَدِي بِهُدَاكُمْ، وَيُحْشَرُ فِي زُمْرَتِكُمْ، وَيَكُرُّ فِي رَجْعَتِكُمْ، وَيُمَلَّكُ فِي دَوْلَتِكُمْ، وَيُشَرَّفُ فِي عَافِيَتِكُمْ، وَيُمَكَّنُ فِي اَيَّامِكُمْ، وَتَقَرُّ عَيْنُهُ غَداً بِرُؤْيَتِكُمْ، بِاَبِي اَنْتُمْ وَاُمِّي وَنَفْسِي وَاَهْلِي وَمَالِي، مَنْ اَرَادَ اللّٰهَ بَدَاَ بِكُمْ، وَمَنْ وَحَّدَهُ قَبِلَ عَنْكُمْ، وَمَنْ قَصَدَهُ تَوَجَّهَ بِكُمْ مَوَالِيَّ لَا اُحْصِي ثَنَاءَكُمْ، وَلَا اَبْلُغُ مِنَ الْمَدْحِ كُنْهَكُمْ، وَ مِنَ الْوَصْفِ قَدْرَكُمْ، وَاَنْتُمْ نُورُ الْاَخْيَارِ، وَهُدَاةُ الْاَبْرَارِ، وَحُجَجُ الْجَبَّارِ، بِكُمْ فَتَحَ اللّٰهُ وَبِكُمْ يَخْتِمُ، وَبِكُمْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ، وَبِكُمْ يُمْسِكُ السَّمَاءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهِ وَبِكُمْ يُنَفِّسُ الْهَمَّ وَيَكْشِفُ الضُّرَّ، وَعِنْدَكُمْ مَا نَزَلَتْ بِهِ رُسُلُهُ، وَهَبَطَتْ بِهِ مَلَائِكَتُهُ، وَاِلٰى جَدِّكُمْ بُعِثَ الرُّوحُ الْاَمِينُ (اگر یہ امیر المومنین علیہ السلام کی زیارت ہے تو وَ اِلٰى جَدِّكُمْ بُعِثَ الرُّوحُ الْاَمِينُ کے بجائے کہا جائے: وَاِلٰى اَخِيكَ بُعِثَ الرُّوحُ الْاَمِينُ) آتَاكُمُ اللّٰهُ مَا لَمْ يُؤْتِ اَحَداً مِنَ الْعَالَمِينَ، طَاْطَاَ كُلُّ شَرِيفٍ لِشَرَفِكُمْ، وَبَخَعَ كُلُّ مُتَكَبِّرٍ لِطَاعَتِكُمْ، وَخَضَعَ كُلُّ جَبَّارٍ لِفَضْلِكُمْ، وَذَلَّ كُلُّ شَيْءٍ لَكُمْ، وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُورِكُمْ، وَفَازَ الْفَائِزُونَ بِوِلَايَتِكُمْ، بِكُمْ يُسْلَكُ اِلَى الرِّضْوَانِ، وَعَلٰى مَنْ جَحَدَ وِلَايَتَكُمْ غَضَبُ الرَّحْمٰنِ، بِاَبِي اَنْتُمْ وَاُمِّي وَنَفْسِي وَاَهْلِي وَمَالِي، ذِكْرُكُمْ فِي الذَّاكِرِينَ وَاَسْمَاؤُكُمْ فِي الْاَسْمَاءِ، وَاَجْسَادُكُمْ فِي الْاَجْسَادِ، وَاَرْوَاحُكُمْ فِي الْاَرْوَاحِ، وَاَنْفُسُكُمْ فِي النُّفُوسِ، وَآثَارُكُمْ فِي الْآثَارِ، وَقُبُورُكُمْ فِي الْقُبُورِ، فَمَا اَحْلٰى اَسْمَاءَكُمْ، وَاَكْرَمَ اَنْفُسَكُمْ، وَاَعْظَمَ شَاْنَكُمْ وَاَجَلَّ خَطَرَكُمْ وَاَوْفٰى عَهْدَكُمْ، كَلَامُكُمْ نُورٌ، وَاَمْرُكُمْ رُشْدٌ، وَوَصِيَّتُكُمُ التَّقْوٰى، وَفِعْلُكُمُ الْخَيْرُ وَعَادَتُكُمُ الْاِحْسَانُ، وَسَجِيَّتُكُمُ الْكَرَمُ وَشَاْنُكُمُ الْحَقُّ وَالصِّدْقُ وَالرِّفْقُ، وَقَوْلُكُمْ حُكْمٌ وَحَتْمٌ، وَرَاْيُكُمْ عِلْمٌ وَحِلْمٌ وَحَزْمٌ، اِنْ ذُكِرَ الْخَيْرُ كُنْتُمْ اَوَّلَهُ وَاَصْلَهُ وَفَرْعَهُ وَمَعْدِنَهُ وَمَاْوَاهُ وَمُنْتَهَاهُ، بِاَبِي اَنْتُمْ وَاُمِّي وَنَفْسِي كَيْفَ اَصِفُ حُسْنَ ثَنَائِكُمْ، وَاُحْصِي جَمِيلَ بَلَائِكُمْ، وَبِكُمْ اَخْرَجَنَا اللّٰهُ مِنَ الذُّلِّ وَفَرَّجَ عَنَّا غَمَرَاتِ الْكُرُوبِ، وَاَنْقَذَنَا مِنْ شَفَا جُرُفِ الْهَلَكَاتِ وَمِنَ النَّارِ، بِاَبِي اَنْتُمْ وَاُمِّي وَنَفْسِي، بِمُوَالَاتِكُمْ عَلَّمَنَا اللّٰهُ مَعَالِمَ دِينِنَا وَاَصْلَحَ مَا كَانَ فَسَدَ مِنْ دُنْيَانَا، وَبِمُوَالَاتِكُمْ تَمَّتِ الْكَلِمَةُ وَعَظُمَتِ النِّعْمَةُ وَائْتَلَفَتِ الْفُرْقَةُ وَبِمُوَالَاتِكُمْ تُقْبَلُ الطَّاعَةُ الْمُفْتَرَضَةُ وَلَكُمُ الْمَوَدَّةُ الْوَاجِبَةُ، وَالدَّرَجَاتُ الرَّفِيعَةُ، وَالْمَقَامُ الْمَحْمُودُ، وَالْمَقَامُ الْمَعْلُومُ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، وَالْجَاهُ الْعَظِيمُ، وَالشَّاْنُ الْكَبِيرُ، وَالشَّفَاعَةُ الْمَقْبُولَةُ، رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ، رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ، سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولاً،

يَاوَلِيَّ اللّٰهِ اِنَّ بَيْنِي وَبَيْنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ذُنُوْباً لَا يَاتِيْ عَلَيْهَا اِلَّا رِضَاكُمْ، فَبِحَقِّ مَنْ اِئْتَمَنَكُمْ عَلٰى سِرِّهٖ، وَاسْتَرْعَاكُمْ اَمْرَ خَلْقِهٖ، وَقَرَنَ طَاعَتَكُمْ بِطَاعَتِهٖ لَمَّا اسْتَوْهَبْتُمْ ذُنُوْبِيْ، وَكُنْتُمْ شُفَعَائِيْ فَاِنِّيْ لَكُمْ مُطِيْعٌ مَنْ اَطَاعَكُمْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ، وَمَنْ عَصَاكُمْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ، وَمَنْ اَحَبَّكُمْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰهَ، وَمَنْ اَبْغَضَكُمْ فَقَدْ اَبْغَضَ اللّٰهَ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ لَوْ وَجَدْتُ شُفَعَاءَ اَقْرَبَ اِلَيْكَ مِنْ مُحَمَّدٍ وَاَهْلِ بَيْتِهِ الْاَخْيَارِ الْاَئِمَّةِ الْاَبْرَارِ لَجَعَلْتُهُمْ شُفَعَائِيْ، وَبِحَقِّهِمُ الَّذِيْ اَوْجَبْتَ لَهُمْ عَلَيْكَ اَسْاَلُكَ اَنْ تُدْخِلَنِيْ فِيْ جُمْلَةِ الْعَارِفِيْنَ بِهِمْ وَبِحَقِّهِمْ وَفِيْ زُمْرَةِ الْمَرْحُوْمِيْنَ بِشَفَاعَتِهِمْ، اِنَّكَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ (تَسْلِيْماً) كَثِيْراً وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ.

(سلام ہو آپ لوگوں پر اے اہل بیتِ نبوت ومسکن رسالت اور ملائکہ کی آمد ورفت کے مرکز اور نزول وحی کی جگہ اور رحمت کی کان اور خزینہ داران علم اور حلم وبردباری کی آخری سرحد، اور کرم وبخشش کی جڑوں اور ملتوں وقوموں کے پیشوا اور الٰہی نعمتوں کے والی ووارث اور نیکیوں کے اصل واصول اور بھلے لوگوں کے لئے ستون (سہارا) اور بندوں کے حاکم، شہروں اور ملکوں کے ستون اور ایمان کے دروازے اور خدائے رحمان کے امین اور پیغمبروں کی نسل اور رسولوں کی اولاد اور رب العالمین کے منتخب کیے ہوئے بندے کی عترت۔ آپ لوگوں پر اللہ کی رحمت وبرکت ہو، سلام ہو ہدایت کرنے والے اماموں پر، اندھیرے کے اندر چراغوں پر، تقویٰ وپرہیز گاری کے نشانوں پر، صاحبان عقل وخرد پر، دلیل وحجت رکھنے والوں پر، اہل عالم کی پناہ گاہوں پر، انبیاء علیہم السلام کے وارثوں پر، اللہ کی پیش کی ہوئی اعلیٰ مثالوں پر، نیکی وبھلائی کی دعوت دینے والوں پر، اہل دنیا وآخرت کے سامنے رکھی ہوئی دلیلوں پر، اور ان لوگوں پر اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔ سلام ہو خدا شناسی کی جگہوں پر، برکتِ الٰہی کی جائے سکونت پر، حکمتِ الٰہی کی کانوں پر، رازہائے الٰہی کی حفاظت کرنے والوں پر، حاملان کتابِ خدا پر، اللہ کے نبی کے اوصیاء پر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت پر اور ان لوگوں پر اللہ کی رحمت وبرکت ہو۔ سلام ہو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والوں پر اور خوشنودی خدا کے اسباب کی نشاندہی کرنے والوں پر اور حکم خدا پر قائم ومستقر رہنے والوں پر اور اللہ کی دوستی میں کامل ہونے والوں پر اور اللہ کی توحید میں مخلص رہنے والوں پر، اور اللہ تعالیٰ کے امر ونہی کو ظاہر کرنے والوں پر اور اس کے ان مکرم بندوں پر جو قول میں اللہ پر سبقت نہیں رکھتے بلکہ وہ اللہ کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ ان لوگوں پر اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔

سلام ہو حق کی طرف دعوت دینے والوں پر، رہنمائی کرنے والے پیشواؤں پر، دین کے سرداروں اور سرپرستوں پر، دین خدا کا دفاع کرنے والوں اور حمایت کرنے والوں پر، اہل ذکر پر، صاحبان امر پر، اللہ کے نمائندوں پر، اس کے منتخب کیے ہوئے لوگوں پر، اس کے گروہ والوں پر، اس کے علم کے خزانوں پر، اس کی حجتوں پر، اس کے راستوں پر، اس کے نور پر اور اس کی روشن دلیلوں پر اور ان پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ ایسا ہی ہے جیسا اس نے اپنی ذات کے لئے گواہی دی ہے اور اس کے ملائکہ نے اور اس کی مخلوق میں سے صاحبانِ علم نے اس کی ذات کے متعلق گواہی دی ہے۔ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس صاحب عزت وحکمت ذات کے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں آپ ہی لوگ امام ہیں۔ خلق کی رہنمائی کرنے والے ہیں۔ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں۔ معصوم ہیں، مکرم ہیں، مقرب ہیں بارگاہ الٰہی میں، صاحب تقویٰ ہیں، صادق القول ہیں، اللہ کے منتخب ہیں، اس کے اطاعت گزار ہیں اس کے حکم پر قائم رہنے والے اور اس کے ارادوں پر عمل کرنے والے ہیں اور اس کی کرامت پر فائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو اپنے علم کی بنیاد پر منتخب کیا، آپ لوگوں کو اپنے غیب کے لئے پسند کیا، آپ لوگوں کو اپنے راز سربستہ کے لئے چنا، آپ لوگوں کو اپنی قدرت سے اختیار کیا، آپ لوگوں کو اپنی طرف سے رہنمائی کی عزت بخشی، آپ لوگوں کو اپنی روشن دلیلوں کے لئے مخصوص کیا، آپ لوگوں کو اپنے نور کے لئے منتخب کیا، آپ لوگوں کی اپنی روح سے تائید کی۔ آپ لوگوں کو اپنی زمین پر خلیفہ،

اپنی مخلوق پر حجت اور اپنے دین کے لئے ناصر و مددگار، اپنے رازوں کا محافظ، اپنے علم کے خزانہ دار، اپنی حکمت کے امانت دار، اپنے وحی کے ترجمان، اپنی توحید کے ارکان اپنی مخلوق پر شاہد، اپنے بندوں کے لئے علم ونشان، اپنے شہروں کے لئے مینارہ نور، اپنے راستہ کے لئے راہ نما ہونے کو پسند کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ لوگوں کو لغزشوں سے بچایا، فتنوں سے محفوظ رکھا، گندگیوں سے پاک کیا اور رجس ونجاست سے اس طرح پاک رکھا جو پاک رکھنے کا حق ہے۔ اور آپؑ لوگوں نے بھی اس کی شوکت وجلال کو عظیم سمجھا، اس کی شان کو بڑا خیال کیا، اس کے کرم کے گن گائے، اس کے ذکر کو دوامی بنایا، اس کے پیمان کو مستحکم کیا اور اس کی اطاعت کے عہد کو استوار کیا۔ پنہاں اور اعلانیہ اس کی خیر خواہی کی اور حکمت اور اچھی اچھی نصیحتوں سے لوگوں کو اس کے راستے کی دعوت دی اور اس کی خوشنودی کے لئے اپنی جانیں تک قربان کر دیں، اس کی راہ میں جو مصیبتیں آئیں ان پر صبر کیا۔ نماز قائم کی، زکوٰۃ ادا کی، نیکی کا حکم دیا، برائیوں سے لوگوں کو منع کیا اور اللہ کی راہ میں ایسا جہاد کیا جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ یہاں تک کہ اللہ کی دعوت بالا علان کر دی اور اس کی طرف سے فرائض و واجبات کو کھول کر بیان کر دیا، اس کے حدود قائم کر دیئے، اس کے شرعی احکام کی نشر واشاعت کی، اس کی سنت کو دستور بنایا اور اس سلسلہ میں اللہ کی رضا کی طرف گامزن ہوئے۔ اس کی قضا وقدر کے سامنے سرتسلیم خم کیا اور گذشتہ رسولوں کی تصدیق کی۔

پس جس نے آپؑ لوگوں سے منہ موڑا وہ دین سے خارج ہو گیا۔ اور جو آپؑ لوگوں کے دامن سے وابستہ رہا وہ حق تک پہنچ گیا۔ جس نے آپؑ لوگوں کے حق میں کمی کی وہ نابود ہو گیا۔ حق آپؑ لوگوں کے ساتھ، آپؑ لوگوں کے اندر، آپؑ لوگوں کی جانب سے، آپؑ لوگوں کی طرف ہے اور آپؑ ہی لوگ اس کے اہل اور اس کے معدن (کان) ہیں۔ میراثِ نبوت آپؑ لوگوں کے پاس ہے، مخلوقات کی بازگشت آپؑ لوگوں کی طرف ہے اور ان کا حساب آپؑ لوگوں کے ذمہ ہے۔ حق کو باطل سے جدا کرنے والی بات آپؑ لوگوں کے پاس ہے اور آیات الٰہی آپؑ لوگوں کے سامنے ہیں۔ اللہ کے قطعی فیصلے آپؑ لوگوں میں ہیں، اس کا نور اس کی روشن دلیلیں آپؑ لوگوں کے پاس ہیں، اس کا امر امامت آپؑ لوگوں کی طرف ہے۔ جس نے آپؑ لوگوں کو دوست رکھا اس نے اللہ کو دوست رکھا، جس نے آپؑ لوگوں سے دشمنی کی اس نے اللہ سے دشمنی کی۔ جس نے آپؑ لوگوں سے تمسک کیا اس نے اللہ سے تمسک کیا۔ آپؑ ہی لوگ تو شاہراہ ہدایت اور صراطِ مستقیم اور اس دارِ فانی کے گواہ اور دارِ باقی کے شفیع اور اللہ کی رحمتِ پیوستہ وآیاتِ مخزونہ وامانتِ محفوظ اور لوگوں کے لئے آزمائش کی بارگاہ ہیں۔ جو آپؑ لوگوں کے پاس آیا اس نے نجات پائی۔ جو آپؑ کے پاس نہیں آیا وہ ہلاک ہوا۔ آپؑ لوگ اللہ کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں، اس کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، اسی پر ایمان رکھتے ہیں، اس کے سامنے سرتسلیم خم کرتے ہیں، اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں اور اسی کے راستے کی طرف لوگوں کی ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے قول کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔ خوش بخت ہے وہ جو آپؑ لوگوں کو دوست رکھے اور وہ ہلاکت میں مبتلا ہوا جو آپؑ لوگوں کے دشمن رکھتا ہے۔ اس نے خود اپنا نقصان کیا جس نے آپؑ لوگوں سے انکار کیا اور خود گمراہ ہوا جس نے آپؑ لوگوں کو چھوڑا اور وہ رستگار ہو جس نے آپؑ لوگوں سے تمسک کیا اور اس نے امن پایا جس نے آپؑ لوگوں کی بارگاہ میں پناہ لی۔ سلامت رہا وہ جس نے آپؑ لوگوں کی تصدیق کی اور ہدایت پائی اس نے جو آپؑ لوگوں سے وابستہ رہا، جس نے آپؑ لوگوں کا اتباع کیا جنت اس کی منزل ہے، جس نے آپؑ لوگوں کی مخالفت کی جہنم اس کی جگہ ہے، جس نے آپؑ لوگوں سے انکار کیا وہ کافر ہے، جس نے آپؑ لوگوں سے جنگ کی وہ مشرک ہے، جس نے آپؑ لوگوں کو رد کیا اور وہ جہنم کے آخری طبقہ میں ہوگا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ مقام ومرتبہ آپؑ لوگوں کا زمانہ گذشتہ سے ہے اور زمانہ آئندہ میں بھی آپؑ لوگوں کے لئے جاری رہے گا۔ اور یہ کہ آپؑ لوگوں کی روحیں، آپؑ لوگوں کا نور اور آپؑ لوگوں کی طینت ایک ہے جو طیب وطاہر ہے اور آپؑ میں سے بعض بعض سے پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ لوگوں کو انوار کی شکل میں خلق کیا اور پھر آپؑ لوگوں کو اپنے عرش کے اردگرد رکھا یہاں تک کہ آپؑ لوگوں کو یہاں بھیج کر اس نے ہم لوگوں پر احسان کیا اور ان گھروں میں پیدا کیا کہ جن کو اللہ نے اجازت دی کہ وہ بلند کیے جائیں اور ان میں اس کا نام لیا جائے۔ اور آپؑ حضرات پر ہم لوگوں کے درود بھیجنے کو اور

آپؑ حضرات کی ولایت کے لئے ہم لوگوں کو مخصوص کر کے ان میں ہماری خلقت کو طیّب اور ہمارے نفوس کو پاک اور ہم لوگوں کو صاف ستھرا رکھنے کے لئے قرار دیا اور اس لئے تا کہ ہم لوگوں کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ اور ہم لوگ تو پہلے ہی سے اللہ کے علم میں آپؑ حضرات کے فضل و شرف تسلیم کرنے والے اور آپؑ حضرات کی تصدیق کرنے والے مشہور تھے پس اللہ تعالیٰ نے مکرم بندوں کے شریف ترین مقام پر اور مقربین کی اعلیٰ ترین منزل پر اور رسولوں کے ایسے بلند ترین درجوں پر آپؑ حضرات کو پہنچا دیا کہ جس درجے و مقام و منزل تک کوئی نہیں پہنچے گا اور نہ اس کے اوپر درجے تک کوئی جا سکے گا اور نہ کوئی آگے بڑھنے والا اس سے آگے بڑھ سکے گا، نہ کوئی طمع کرنے والا اس درجہ تک پہنچنے کی طمع کر سکے گا۔ یہاں تک کہ کوئی ملک مقرب، کوئی نبی مرسل، کوئی صدیق، کوئی شہید، کوئی عالم، کوئی جاہل، کوئی پست، کوئی بلند، کوئی مومن صالح، کوئی تباہ کار و بدکار، کوئی مغرور دشمن، کوئی شیطان سرکش اور نہ ان کے درمیان کوئی مخلوق جو گواہ ہوا ایسا نہیں ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آپؑ لوگوں کی جلالتِ قدر، آپؑ لوگوں کے عظمت و مرتبہ، آپؑ لوگوں کی علوئے شان، آپؑ لوگوں کے تمام و کمال نور، آپؑ لوگوں کے صدق و راستی کے مقامات کو اور اپنی جگہ ثابت قدم رہنے کو اور آپؑ لوگوں کے شرف، محل و منزل کو جو اس کی بارگاہ میں ہے اور آپؑ لوگوں کی عالی قدری کو جو اس کے نزدیک ہے اور آپؑ لوگوں کی اس خصوصیت کو جو اس سے حاصل ہے اور آپؑ لوگوں کی اس قرب و منزلت کو جو اس سے ملی ہے ان سب لوگوں کو مطلع نہ کر دیا ہو۔

میرے ماں باپ میرے گھر والے میرا سارا خاندان آپؑ لوگوں پر قربان۔ میں اللہ کو اور آپؑ لوگوں کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں آپؑ لوگوں پر ایمان رکھتا ہوں بلکہ ان تمام چیزوں پر ایمان رکھتا ہوں جن پر آپؑ لوگ ایمان رکھتے ہیں اور آپؑ لوگوں کے دشمنوں کو ماننے سے انکار کرتا ہوں اور جس سے آپؑ لوگ انکار کرتے ہیں۔ میں آپؑ لوگوں کی شان کو اور آپؑ لوگوں کے مخالفین کی گمراہی کو خوب جانتا ہوں اور ان کو دشمن رکھتا ہوں اور آپؑ لوگوں کا اور آپؑ کے دوستوں کو دوست رکھتا ہوں، آپؑ کے دشمنوں سے بغض و عناد رکھتا ہوں۔ ہماری صلح اس سے ہے جو آپؑ لوگوں سے صلح رکھے، ہماری جنگ اس سے ہے جو آپؑ لوگوں سے جنگ کرے۔ میں اسے حق سمجھتا ہوں جسے آپؑ لوگ حق سمجھتے ہیں اور اسے باطل سمجھتا ہوں جسے آپؑ لوگ باطل سمجھتے ہیں میں آپؑ لوگوں کا اطاعت گزار ہوں، آپؑ لوگوں کے حق کی معرفت رکھتا ہوں، آپؑ لوگوں کے فضل و شرف کا اقرار کرتا ہوں، آپؑ حضرات کے علم کا اٹھانے والا ہوں۔ ہلاکت سے بچنے کے لئے آپؑ لوگوں کی پناہ میں چھپا ہوا ہوں۔ آپؑ لوگوں کے حق کا معترف ہوں، آپؑ لوگوں کی رجعت پر ایمان رکھتا ہوں، آپؑ لوگوں کی رجعت کی تصدیق کرتا ہوں، آپؑ لوگوں کی حکومت کا منتظر ہوں، آپؑ لوگوں کی سلطنت کی امید رکھتا ہوں، آپؑ لوگوں کے اقوال کو اختیار کرتا ہوں، آپؑ لوگوں کے احکام پر عمل کرتا ہوں، آپؑ لوگوں کی پناہ چاہتا ہوں، آپؑ لوگوں کا زائر ہوں، آپؑ لوگوں کی قبروں پر پناہ ڈھونڈنے آیا ہوں، آپؑ لوگوں کو اللہ کی بارگاہ میں اپنا شفیع بناتا ہوں، آپؑ لوگوں کے واسطے سے اس کا تقرب چاہتا ہوں اور اپنے تمام امور اور تمام حالات میں اپنی حاجات و مطالب کے لئے اللہ کی بارگاہ میں سفارش کے واسطے آپؑ لوگوں کو پیش کرتا ہوں۔ میں آپؑ لوگوں کے پنہاں و آشکار پر، آپؑ لوگوں کے حاضر و غائب پر، آپؑ لوگوں کے اول پر اور آپؑ لوگوں کے آخر پر ایمان رکھتا ہوں اور ان تمام باتوں میں ہر معاملہ آپؑ لوگوں کو تفویض کرتا ہوں اور آپؑ لوگوں کے ساتھ سرِ تسلیم خم کرتا ہوں اور آپؑ لوگوں کو دل سے تسلیم کرتا ہوں اور میری رائے بھی آپؑ ہی لوگوں کی تابع ہے اور میری مدد آپؑ لوگوں کے لئے تیار ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپؑ لوگوں کے ذریعہ اپنے دین کو زندہ کر دے اور وہ دوبارہ آپؑ لوگوں کو اپنی حکومت میں واپس کرے اور اپنا عدل جاری کرنے کے لئے آپؑ لوگوں کو ظاہر کرے اور اپنی زمین پر آپؑ لوگوں کو قدرت دے۔ پس میں آپؑ لوگوں کے ساتھ ہوں، آپؑ لوگوں کے ساتھ ہوں، آپؑ کے غیروں کے ساتھ نہیں ہوں۔ میں آپؑ لوگوں پر ایمان رکھتا ہوں اور آپؑ لوگوں کی آخری فرد سے بھی اسی طرح تولا رکھتا ہوں جس طرح آپؑ لوگوں کی پہلی فرد سے تولا رکھتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے میں آپؑ حضرات کے دشمنوں سے برأت کا اظہار کرتا ہوں نیز جبت سے اور طاغوت سے اور شیاطین سے اور ان کے گروہ سے جنہوں نے آپؑ لوگوں پر ظلم کیا اور آپؑ لوگوں کے حق سے انکار کیا اور آپؑ لوگوں کی ولایت سے خارج ہو گئے اور آپؑ لوگوں کی میراث کو غصب

کرلیا، آپ لوگوں کی امامت میں شک کیا اور آپ لوگوں سے منحرف ہو گئے بلکہ ہر اس دوست و ہمدم سے جو آپ لوگوں کے علاوہ ہے اور اس فرماں روا سے جو آپ لوگوں کے ماسوا ہے اور ان ائمہ سے جو جہنم کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ پس جب تک میں زندہ ہوں اللہ تعالیٰ مجھے آپ لوگوں کی دوستی اور آپ لوگوں کی محبت اور آپ لوگوں کے دین پر ثابت قدم رکھے اور مجھے آپ لوگوں کی اطاعت کی توفیق عطا کرے اور آپ لوگوں کی شفاعت نصیب فرمائے اور مجھے آپ لوگوں کے ان اچھے دوستوں میں شمار کرے جو آپ لوگوں کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں اور مجھے ان لوگوں میں قرار دے جو آپ حضرات کے آثار کی پیروی کرتے ہیں اور آپ لوگوں کے راستے پر چلتے ہیں اور آپ لوگوں کی ہدایات سے ہدایت حاصل کرتے ہیں اور آپ لوگوں کے گروہ میں محشور ہوں گے اور آپ لوگوں کے دورِ رجعت میں دوبارہ واپس کیے جائیں گے۔ اور آپ لوگوں کے عہدِ سلطنت میں حکومت کریں گے اور آپ لوگوں کو بعافیت پا کر خوش و مسرور ہوں گے اور کل کے دن آپ لوگوں کو دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔

مولا! میرے ماں باپ، میری جان، میرے اہل و عیال اور میرا مال آپ پر قربان۔ جو شخص بھی اللہ کا ارادہ کرے اس کو چاہیے کہ وہ پہلے آپ لوگوں سے ابتداء کرے اور جو شخص بھی اللہ کی توحید سمجھنا چاہے اس کا طریقہ آپ لوگوں سے معلوم کرے اور جو شخص اللہ کا قصد کرے وہ پہلے آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہو۔ میرے مولا و آقا میں آپ لوگوں کی تعریف و ثناء نہیں کر سکتا اور مدح کر کے آپ لوگوں کی کنہ اور حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ توصیف کر کے آپ لوگوں کی قدر و منزلت کا اظہار کر سکتا ہوں۔ آپ لوگ تو بھلے لوگوں کے لئے نور اور نیکوں کے لئے ہدایت اور خدائے جبار کی حجت ہیں۔ آپ ہی لوگوں سے اللہ تعالیٰ نے خلق کی ابتداء کی اور آپ ہی لوگوں پر خلقت کو تمام کرے گا۔ آپ ہی لوگوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پانی برساتا ہے اور آپ ہی لوگوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے لیکن یہ کہ اس کی اجازت ہو جائے اور آپ لوگوں کے واسطے سے اللہ تعالیٰ لوگوں کے غم و اندوہ دور کرتا ہے اور سختیوں کو برطرف فرماتا ہے اور آپ لوگوں کے پاس وہ سب کچھ ہے جو اس کے سارے رسول لے کر نازل ہوئے اور اس کے ملائکہ لے کر اترے اور جو کچھ آپ کے جد کی طرف بذریعہ روح الامین بھیجا گیا۔ (اور اگر امیر المومنین علیہ السلام کی زیارت ہو تو آپ کے جد کے بجائے آپ کے بھائی کہا جائے) اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو وہ دیا ہے جو عالمین میں سے کسی فرد کو نہیں دیا۔ آپ لوگوں کی شرافت کے سامنے ہر شریف اپنی گردن جھکا دے گا، ہر متکبر آپ لوگوں کی اطاعت کے لئے جھکا ہوا ہوگا، ہر ظالم اور جابر آپ لوگوں کے فضل و شرف کے سامنے فروتن رہے گا۔ غرض کہ ہر شے آپ لوگوں کے سامنے ذلیل و پست ہوگی، زمین آپ ہی لوگوں کے نور سے چمک اُٹھے گی (آخرت میں) کامیاب ہونے والے آپ ہی لوگوں کی ولایت اور دوستی کی وجہ سے کامیاب ہوں گے، آپ لوگوں کے وسیلہ ہی سے لوگوں کو جنت کی راہ ملے گی۔ اور جس کسی نے آپ لوگوں کی ولایت سے انکار کیا اس پر خدائے رحمان غضبناک ہوگا۔

میرے ماں باپ جان و مال و اہل و عیال آپ لوگوں پر قربان۔ آپ لوگوں کا ذکر تو ہر ذکر کرنے والے کی زبان پر ہے۔ آپ کے اسماء تمام اسماء میں، آپ لوگوں کے اجساد تمام اجساد میں، آپ لوگوں کی ارواح تمام ارواح میں، آپ لوگوں کے نفوس تمام نفوس میں، آپ لوگوں کے آثار تمام آثاروں میں، آپ لوگوں کی قبریں تمام قبروں میں نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ لوگوں کے نام کتنے شیریں ہیں۔ آپ لوگوں کے نفوس کتنے مکرم ہیں۔ آپ لوگوں کی شان بہت بڑی، آپ لوگوں کے مرتبے بہت بلند، آپ لوگوں کا عہد و پیمان سب سے زیادہ پورا ہونے والا، آپ لوگوں کا وعدہ سب سے زیادہ سچا ہے۔ آپ لوگوں کا کلام نور، آپ لوگوں کا حکم ہدایت، آپ لوگوں کی نصیحت پرہیز گاری، آپ لوگوں کا فعل کار خیر۔ آپ لوگوں کی عادت احسان، آپ لوگوں کا شیوہ کرم و بخشش، آپ لوگوں کی شان حق و صدق و نرمی و مہربانی، آپ لوگوں کا قول حکم قطعی، آپ لوگوں کی رائے علم و حلم و حزم و احتیاط سے عبارت ہے۔ اگر کہیں خیر کا ذکر کیا جائے تو آپ ہی لوگ اس کے اول ہوں گے، اس کی اصل ہوں گے، اس کی فرع ہوں گے، اس کے معدن ہوں گے، اس کی منزل ہوں گے اور اس کی انتہا ہوں گے۔ میرے ماں باپ اور میری جان آپ لوگوں پر قربان! میں آپ لوگوں کی بہترین مدح و ثناء کیا کروں اور آپ لوگوں کی

بہترین آزمائشوں کو کیا گنواؤں۔ آپؑ لوگوں کے وسیلہ سے تو اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کی ذلت سے نکالا، ہم لوگوں کو غم واندوہ کے بندھنوں سے رہائی دی اور ہلاکتوں کے گڑھیوں میں گرنے سے اور جہنم سے نجات دی۔

میرے ماں باپ اور میری جان آپؑ لوگوں پر قربان! آپؑ ہی لوگوں کی دوستی کے وسیلے سے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہمارے دین کے قواعد و دستور کی تعلیم دی اور ہمارے اندر جو خرابیاں تھیں ان کی اصلاح فرمائی اور آپؑ ہی لوگوں کی دوستی کے صدقہ میں کلمہ (توحید و دینی علوم) تکمیل کو پہنچا اور باہمی اختلافات دور ہوئے اور آپس میں الفت و میل ملاپ پیدا ہوا۔ آپؑ ہی لوگوں کی دوستی کے طفیل فرض عبادتیں قبول ہوں گی۔ آپؑ ہی لوگوں کی مودت و محبت واجب ہے۔ آپ کے لئے بلند درجات ہیں، مقام محمود ہے اور اللہ کی بارگاہ میں ایک معینہ جگہ ہے، بڑا جاہ و مرتبہ ہے، بڑی شان ہے اور مقبول شفاعت ہے۔ ربنا آمنا بما انزلت و اتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشاھدین (سورہ آل عمران:۵۳) (اے ہمارے پالنے والے جو کچھ تو نے نازل کیا ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے تیرے رسول کی پیروی کی پس تو ہمیں گواہوں میں لکھ لے) ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنامن لدنک رحمۃ انک انت الوھاب (آل عمران آیت ۸۰) (اے ہمارے پالنے والے ہمارے دلوں کو ہدایت کرنے کے بعد ڈانوڈول نہ ہونے دے اور اپنی بارگاہ سے ہمیں رحمت عطا فرما، اس میں تو شک ہی نہیں کہ تو بڑا عطا کرنے والا ہے) سبحان ربنا ان کان وعد ربنا لمفعولا (بنی اسرائیل ۱۰۸) (ہمارا پروردگار ہر عیب سے پاک و پاکیزہ ہے بیشک ہمارے پروردگار کا وعدہ پورا ہونا ہی تھا)۔

اے اللہ کے ولی! میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کچھ گناہ ہیں جو بغیر آپؑ لوگوں کی مرضی کے محو نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا آپؑ کو اس ذات کے حق کا واسطہ جس نے آپؑ لوگوں کو اپنے رازوں کا امانت دار بنایا ہے اور امور خلائق کا نگراں مقرر کیا ہے اور آپؑ لوگوں کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ رکھ دیا ہے آپؑ لوگ میرے گناہوں کو بخشوا دیں اور آپؑ لوگ میرے شفیع بن جائیں۔ میں آپؑ لوگوں کا اطاعت گزار ہوں۔ جس نے آپؑ لوگوں کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، جس نے آپؑ لوگوں کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ جس نے آپؑ لوگوں سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی جس نے آپؑ لوگوں سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا۔

بارالہا! اگر مجھے کوئی ایسا شفیع ملتا جو تیری بارگاہ میں محمدؐ اور ان کے اہل بیت ائمہ اخیار و ابرار سے زیادہ مقرب ہوتا تو میں اسی کو اپنی شفاعت کے لئے پیش کرتا پس تجھے ان حضرات کے اس حق کی قسم دے کر جسے تو نے اپنے اوپر لازم کیا ہے میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو مجھے ان لوگوں کی معرفت رکھنے والوں میں اور ان کے حق کو پہچاننے والوں میں شامل کرلے اور اس گروہ میں شامل کرلے جس پر ان حضرات کی شفاعت کی وجہ سے رحم کر دیا گیا ہے بیشک تو سارے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اور اللہ اپنی رحمتیں نازل فرمائے محمدؐ اور ان کی پاک و طاہر آلؑ پر اور انہیں وہ سلامتی عطا کرے جو سلامتی کا حق ہے۔ اور ہم لوگوں کے لئے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین وکیل ہے)۔

الوداع

اور جب تم واپسی کا ارادہ کرو تو یہ کہو:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ سَلَامَ مُوَدِّعٍ لَاسَئِمٍ وَّلَاقَالٍ وَّلَامَالٍ وَّرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَیْکُمْ یَااَهْلَ بَیْتِ النُّبُوَّةِ، اِنَّهُ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، سَلَامَ وَلِیٍّ لَّكُمْ غَیْرَرَاغِبٍ عَنْكُمْ، وَلَامُسْتَبْدِلٍ بِكُمْ، وَلَا مُؤْثِرٍ عَلَیْكُمْ، وَلَا مُنْحَرِفٍ عَنْكُمْ، وَلَا زَاهِدٍ فِیْ قُرْبِكُمْ، لَا جَعَلَهُ اللّٰهُ آخِرَ الْعَهْدِ مِنْ زِیَارَةِ قُبُوْرِكُمْ، وَاِتْیَانِ مَشَاهِدِكُمْ، وَالسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَحَشَرَنِیَ اللّٰهُ فِیْ زُمْرَتِكُمْ، وَاَوْرَدَنِیْ حَوْضَكُمْ، وَجَعَلَنِیْ فِیْ حِزْبِكُمْ، وَاَرْضَاكُمْ عَنِّیْ وَمَكَّنَنِیْ فِیْ دَوْلَتِكُمْ، وَاَحْیَانِیْ فِیْ رَجْعَتِكُمْ، وَمَلَّكَنِیْ فِیْ اَیَّامِكُمْ، وَشَكَرَ سَعْیِیْ بِكُمْ وَغَفَرَ ذَنْبِیْ

بِشَفَاعَتِكُمْ، وَاَقَالَ عَثْرَتِيْ بِمُحَبَّتِكُمْ، وَ اَعْلٰى كَعْبِيْ بِمَوَالاتِكُمْ، وَشَرَّفَنِيْ بِطَاعَتِكُمْ، وَاَعَزَّنِيْ بِهُدَاكُمْ، وَجَعَلَنِيْ مِمَّنْ انْقَلَبَ مُفْلِحاً مُنْجِحاً غَانِماً سَالِماً مُعَافاً غَنِيّاً فَائِزاً بِرِضْوَانِ اللّٰهِ وَفَضْلِهِ وَكِفَايَتِهِ بِاَفْضَلِ مَايَنْقَلِبُ بِهِ اَحَدٌ مِنْ زُوَّارِكُمْ وَمَوَالِيْكُمْ وَ مُحِبِّيْكُمْ وَشِيْعَتِكُمْ، وَرَزَقَنِي اللّٰهُ الْعَوْدَ ثُمَّ الْعَوْدَ اَبَداً مَا اَبْقَانِيْ رَبِّيْ، بِنِيَّةٍ صَادِقَةٍ وَاِيْمَانٍ وَتَقْوٰى وَاِخْبَاتٍ، وَرِزْقٍ وَاسِعٍ حَلَالٍ طَيِّبٍ، اَللّٰهُمَّ لَاتَجْعَلْهُ آخِرَ الْعَهْدِ مِنْ زِيَارَتِهِمْ وَذِكْرِهِمْ وَالصَّلَاةِ عَلَيْهِمْ، وَاَوْجِبْ لِيَ الْمَغْفِرَةَ وَالرَّحْمَةَ وَالْخَيْرَ وَالْبَرَكَةَ وَالْفَوْزَ وَالنُّوْرَ وَالْاِيْمَانَ وَحُسْنَ الْاِجَابَةِ كَمَا اَوْجَبْتَ لِاَوْلِيَائِكَ الْعَارِفِيْنَ بِحَقِّهِمْ، الْمُوْجِبِيْنَ طَاعَتَهُمْ، الرَّاغِبِيْنَ فِيْ زِيَارَتِهِمْ، اَلْمُتَقَرِّبِيْنَ اِلَيْكَ وَاِلَيْهِمْ، بِاَبِيْ اَنْتُمْ وَاُمِّيْ وَنَفْسِيْ وَاَهْلِيْ وَمَالِيْ اجْعَلُوْنِيْ فِيْ هَمِّكُمْ وَصَيِّرُوْنِيْ فِيْ حِزْبِكُمْ، وَاَدْخِلُوْنِيْ فِيْ شَفَاعَتِكُمْ وَاذْكُرُوْنِيْ عِنْدَ رَبِّكُمْ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَاَبْلِغْ اَرْوَاحَهُمْ وَاَجْسَادَهُمْ مِنِّي السَّلَامَ، وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، وَبَرَكَاتُهُ، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَثِيْراً وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ.

[آپؑ لوگوں پر سلام ۔ اس وداع ہونے والے کا سلام جو (آپؑ کی زیارت سے) نہ تھکا ہے نہ ماندہ ہوا ہے اور نہ دل برداشتہ ہوا ہے ۔ اور اللہ کی رحمت و برکت ہو آپؑ لوگوں پر اے اہل بیت نبوت بیشک وہ (اللہ) قابل حمد وثناء ہے اور بزرگ ہے ۔ آپؑ لوگوں کے ایک دوستدار کا سلام جسے نہ آپؑ لوگوں سے بے رغبتی ہے، نہ وہ آپؑ لوگوں کے بدلے کسی دوسرے کو چاہتا ہے، نہ آپؑ لوگوں پر کسی دوسرے کو ترجیح دیتا ہے، نہ آپؑ لوگوں سے منحرف ہے اور نہ وہ آپؑ لوگوں کے قرب سے پرہیز کرتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ آپؑ لوگوں کی قبروں کی زیارت اور آپؑ لوگوں کے روضوں پر حاضری کو (میرے لئے) آخری موقع قرار نہ دیدے ۔ آپؑ لوگوں پر سلام ۔ اللہ تعالیٰ میرا حشر آپؑ لوگوں کے زمرہ میں کرے اور آپؑ لوگوں کے حوض پر (جنت میں) پہنچائے اور آپؑ لوگوں کے گروہ میں قرار دے اور مجھ سے، آپؑ لوگوں کو راضی وخوش رکھے ۔ آپؑ لوگوں کا عہد حکومت مجھے بھی ملے ۔ آپؑ لوگوں کے رجعت کے زمانہ میں مجھے بھی زندہ کرے اور آپؑ لوگوں کا زمانہ مجھے بھی دکھائے ۔ آپؑ لوگوں کے ساتھ رہنے میں میری سعی کو مشکور کرے اور آپؑ لوگوں کی شفاعت سے میرے گناہ بخش دے، آپؑ لوگوں کی محبت میں میری لغزشوں اور کوتاہیوں کو معاف کرے، آپؑ لوگوں کی دوستی کے صدقے میں میری شان کو بھی بلند کرے اور مجھے آپؑ لوگوں کی اطاعت کا شرف عطا فرمائے، مجھے آپؑ لوگوں سے ہدایت حاصل کرنے کی عزت دے اور مجھے ان لوگوں میں شامل کرے جو یہاں سے فلاح یافتہ، کامیاب، بہرہ ور، صحیح سالم، معافی پائے ہوئے، غنی اور اللہ کی رضا و فضل و بخشش کو حاصل کیے ہوئے پلٹیں گے ۔ بلکہ آپؑ لوگوں کے شیعوں، دوستداروں محبت کرنے والوں اور آپؑ کے زوّاروں میں سے جو بھی شاد و بامراد پلٹنے میں اس سے بھی زیادہ بامراد پلٹوں ۔ اور جب تک اللہ تعالیٰ مجھے زندہ رکھے ہمیشہ مجھے صدق نیت، ایمان وتقویٰ وتواضع ورزق وسیع وحلال وطیّب کے ساتھ یہاں بار بار پلٹ کر آنے کی توفیق عطا فرماتا رہے ۔

اے اللہ! ان لوگوں کی زیارت کا، ان کے ذکر کا، ان پر درود کا میرے لئے یہ آخری موقع نہ قرار دے اور میرے لئے مغفرت و رحمت و خیر و برکت و کامیابی و نور و ایمان و حسنِ قبولیت دعا کو اسی طرح لازم فرمادے جس طرح تو نے اپنے ان اولیاء کے لئے لازم قرار دیا ہے جو ان حضرات کے حق کی معرفت رکھتے ہیں، ان کی اطاعت کو واجب جانتے ہیں، ان کی زیارت کے لئے رغبت سے آتے ہیں اور تیرے تقرب اور ان حضرات کے تقرب کے خواہاں ہیں ۔

مولا و آقا! آپؑ لوگوں پر میرے ماں باپ، میری جان، میرے اہل و عیال، میرا مال ومنال قربان ۔ آپؑ حضرات مجھے بھی دھیان میں رکھیں اور مجھے بھی اپنے گروہ میں شمار کریں اور اپنی شفاعت میں شامل کریں اور اپنے رب کی بارگاہ میں مجھے یاد رکھیں ۔

اے اللہ! اپنی رحمتیں نازل فرما محمدؐ و آل محمدؐ پر اور میری طرف سے ان کی ارواح و اجساد کو سلام پہنچادے اور ان پر بھی سلام اور ان حضرات پر بھی سلام، ان پر اللہ کی رحمت و برکت ہو ۔ اور اللہ درود نازل فرمائے محمدؐ اور ان کی آلؑ پر اور بہت بہت سلام ہو ۔ اور اللہ ہم لوگوں کے لئے کافی ہے اور وہ

بہترین مددگار ہے۔]

باب الحقوق

(۳۲۱۷) اسماعیل بن فضل نے ثابت بن دینار سے اور انہوں نے حضرت امام سید العابدین علی ابن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

اللہ کا سب سے بڑا حق تم پر یہ ہے کہ اس کی عبادت کرو اور کسی شے کو اس کا شریک نہ بناؤ پس اگر تم نے خلوص کے ساتھ یہ کام کیا تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ خود پر یہ لازم کرلے گا کہ دنیا اور دین کے تمام امور میں تمہارے لئے کافی ہو جائے۔

اور تم پر خود تمہاری ذات کا حق یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں استعمال کرو۔

اور زبان کا حق یہ ہے کہ اس کو فحش گوئی سے بالاتر رکھو۔ اس کو خیر کا عادی بناؤ۔ اور ایسی فضول باتیں نہ کرو جن کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ لوگوں کے ساتھ نیکی کرو اور ان کے ساتھ اچھی باتیں کرو۔

کان کا حق یہ ہے کہ اس کو غیبت اور ان باتوں کے سننے سے پاک رکھو جن کا سننا جائز نہیں ہے۔

آنکھ کا حق یہ ہے کہ جن چیزوں کا دیکھنا تمہارے لئے جائز نہیں ہے ان سے نگاہ پھیر لو اور جس چیز کو دیکھو اس کو عبرت اور سبق حاصل کرنے کے لئے دیکھو۔

ہاتھوں کا حق تم پر یہ ہے کہ جو چیز تمہارے لئے جائز نہیں ادھر ان کو نہ بڑھاؤ۔

پاؤں کا حق تم پر یہ ہے کہ جو چیز تمہارے لئے جائز نہیں ہے ادھر قدم نہ بڑھاؤ۔ اس لئے کہ ان دونوں سے تم صراط پر کھڑے ہوگے تو چوکنا رہو کہ کہیں پھسل نہ جائیں اور تم جہنم میں گر جاؤ۔

پیٹ کا حق یہ ہے کہ اس کو حرام چیزوں کا برتن نہ بناؤ اور شکم سیری سے زیادہ نہ کھاؤ۔

شرمگاہ کا تم پر حق یہ ہے کہ اس کو زنا سے بچاؤ۔ اور اس کی حفاظت کرو کہ کوئی اس کو نہ دیکھے۔

نماز کا حق یہ ہے کہ تمہیں معلوم رہنا چاہیے کہ یہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں بطور فدیہ پیش ہو رہی ہے اور تم اس کے سامنے کھڑے ہو۔ جب تمہارے ذہن میں یہ بات ہوگی تو تم جس ذات کے سامنے کھڑے ہو اس کی عظمت کے مدِ نظر سکون و وقار و ادب کے ساتھ اس عبدِ ذلیل و حقیر و مسکین و عاجز کی طرح کھڑے ہو جو اپنے مالک سے محبت بھی کرتا ہے اور ڈرتا بھی ہے وہ اس کی رحمت کی امید بھی رکھتا ہے اور اس کی سزا سے خوف زدہ بھی ہے۔ جب ایسا ہوگا تو تم رجوع قلب سے نماز ادا کرو گے اور اس کے حدود و حقوق کے ساتھ اسے قائم کرو گے۔

حج کا حق یہ کہ تمہارے ذہن میں یہ بات رہے کہ یہ ایک وفد ہے جو تمہارے رب کی طرف جا رہا ہے اور تم اپنی گناہوں سے بھاگ کر اس کی طرف جا رہے ہو جہاں تمہاری توبہ قبول ہوگی اور وہ فریضہ ادا ہو جائے گا جو تمہارے رب نے تم پر واجب کیا ہے۔

روزہ کا حق یہ ہے کہ تم یہ بات سمجھ لو کہ یہ ایک پردہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری زبان، تمہارے کان، تمہاری آنکھ، تمہارے پیٹ اور تمہاری شرمگاہ پر ڈال دیا ہے تاکہ تمہیں جہنم سے چھپا لے۔ پس اگر تم نے روزہ چھوڑا تو سمجھ لو کہ تم نے اپنے اوپر سے اللہ کے ڈالے ہوئے پردے کو چاک کر دیا۔

صدقہ کا حق یہ ہے کہ تم یہ بات سمجھ لو یہ صدقہ جو دے رہے ہو یہ تمہارے رب کے پاس جمع ہو رہا ہے اور تمہاری یہ ایسی امانت رکھی جا رہی ہے جس میں تمہیں کسی گواہ کی ضرورت نہیں اور یہ امانت اگر تم نے لوگوں کی نگاہوں سے چھپا کر پوشیدہ رکھی ہے تو اس سے زیادہ موثق و قابل بھروسہ ہے کہ اگر تم

اسے بالا اعلان رکھتے۔ اور تمہیں یہ بھی معلوم رہنا چاہیے کہ یہ صدقہ دنیا میں تم سے بلاؤں، اور بیماریوں کو دور کرے گا اور آخرت میں تم کو جہنم سے بچائے گا۔

ہدیٰ اور قربانی کا حق یہ ہے کہ تم یہ ارادہ کرو کہ یہ صرف اللہ کے لئے ہے۔ خلق کی خوشنودی کا ارادہ نہ کرو صرف یہ ارادہ رکھو کہ اللہ کی رحمت کے طفیل قیامت کے دن تمہاری روح نجات پا جائے۔

بادشاہ کا حق:

اور بادشاہ کا حق یہ ہے کہ تم یہ سمجھ لو کہ تم اس کے لئے آزمائش ہو اور وہ تمہارے لئے آزمائش ہے۔ اللہ نے اس کو تم پر سلطان بنایا ہے تو کوئی ایسا کام نہ کرو جو اس کے غصہ کا سبب بنے اس طرح تم خود اپنے ہاتھوں اپنے کو ہلاکت میں ڈالو گے اور جو کچھ تم کو اس سے گزند پہنچے گا اس گزند پہنچانے میں تم خود شریک سمجھے جاؤ گے۔

استاد کا حق:

استاد اور تعلیم دینے والے کا حق یہ ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے، اس کے مجلس درس میں وقار کے ساتھ بیٹھا جائے اور اس کی تقریر کو اچھی طرح سنا جائے۔ اس کی طرف متوجہ رہا جائے، اس کی آواز سے آواز بلند نہ کی جائے۔ اور اگر استاد کسی سے کوئی سوال کرے تو وہی جواب دے جس سے سوال کیا گیا ہے دوسرا جواب نہ دے۔ اس کی مجلس درس میں کوئی آپس میں باتیں نہ کرے۔ استاد کے سامنے کسی کی غیبت اور برائی نہ کرے اور اگر کوئی شخص استاد کو برا کہہ رہا ہو تو اس کا دفاع کرے اور اس کے عیب کو چھپائے اور اس کی خوبیوں کا اظہار کرے اور اس کے دشمنوں کے پاس نہ بیٹھے۔ اور اس کے دوستوں سے دشمنی نہ کرے اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ کے ملائکہ تمہارے لئے گواہی دیں گے کہ واقعاً تم نے استاد کے پاس آ کر اللہ کے لئے علم حاصل کیا ہے لوگوں کے لئے نہیں۔

حاکم کا حق:

حاکم ملک کا حق یہ ہے کہ اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی نہ کرو سوائے ان باتوں کے جن پر اللہ تعالیٰ ناراض ہو اس لئے کہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔

رعایا کا حق:

رعایا کا حق بادشاہ پر تو تم یہ سمجھ لو کہ یہ لوگ تمہاری قوت اور اپنی کمزوری کی بنا پر یہ تمہاری رعایا بنے ہوئے ہیں۔ تم پر واجب ہے کہ ان کے درمیان عدل سے کام لو اور ان پر ایسی شفقت کرو جیسے ایک مہربان باپ اور ان کی ناسمجھی کو معاف کرو، ان کو سزا دینے میں عجلت سے کام نہ لو اور اللہ نے تم کو ان لوگوں پر جو قدرت دی ہے اس پر اللہ کا شکر ادا کرو۔

شاگرد کا حق:

تم پر تمہاری علمی رعایا (شاگردوں) کا حق تو یہ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو علم دیا ہے اور تمہیں ان لوگوں کے لئے قیّم (سرپرست) بنایا ہے اور تمہارے لئے اپنے خزانے کھول دیئے ہیں۔ پس اگر تم نے لوگوں کو اچھی طرح تعلیم دی، سختی نہ برتی، دل تنگ نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ اپنا فضل تم پر زیادہ کرے گا۔ اور اگر تم نے اپنے علم سے لوگوں کو روکا یا جو تم سے علم حاصل کرنے آیا اس سے تم نے ترش روئی برتی تو اللہ کے لئے یہ لازم ہے کہ تمہارا علم اور اس کا جمال تم سے سلب کر لے اور لوگوں کے دلوں میں جو تمہارا محل و مقام ہے وہ ختم ہو جائے۔

زوجہ کا حق:

تم یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے زوجہ کو تمہارے لئے باعثِ سکون اور انس قرار دیا اور پھر یہ بھی جان لو کہ یہ اللہ کی طرف سے ایک نعمت ہے۔ اس کی قدر کرو، اس پر نرمی کرو اور اگر تمہارا کوئی حق اس پر واجب الادا بھی ہے تو اس کا حق تم پر یہ ہے کہ تم اس پر رحم کرو اس لئے کہ وہ تمہاری قیدی ہے۔ اسے کھانا کھلاؤ کپڑے پہناؤ۔ اور اگر اس سے کوئی نا سمجھی اور جہالت ہو جائے تو اسے معاف کر دو۔

مملوک کا حق:

تم یہ سمجھ لو کہ اس کو بھی تمہارے رب نے پیدا کیا ہے۔ یہ بھی تمہارا بھائی ہے۔ تمہارے ماں باپ کا بیٹا، تمہارا گوشت اور تمہارا خون ہے۔ تم اس کے مالک اس لئے نہیں ہو کہ اللہ کے سوا تم نے اس کو بنایا ہے۔ تم نے تو اس کے اعضاء جوارح میں سے کسی ایک شے کو بھی خلق نہیں کیا ہے اور نہ اس کا رزق ہی پیدا کیا ہے پھر بھی اللہ نے اس کو تمہارا تابع کر دیا ہے، تم کو اس کا امین بنایا ہے، اس کو تمہارے سپرد کیا ہے تاکہ تم اس کے ساتھ جو نیکی کرو اس کو محفوظ رکھے لہٰذا تم بھی اس مملوک کے ساتھ اسی طرح احسان کرو جس طرح اللہ نے تم پر احسان کیا ہے۔ اگر تم اس مملوک کو پسند نہیں کرتے تو اس کو بدل لو اور اللہ کی مخلوق کو اذیت نہ دو اور نہیں ہے کسی کے پاس کوئی قوت لیکن صرف اللہ کی دی ہوئی۔

ماں کا حق:

اور ماں کا حق تو تم یہ جان لو کہ اس نے تمہارا بوجھ اس طرح اٹھایا کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ اس طرح نہیں اٹھاتا اور اس نے تمہیں اپنے دل کا خون اس طرح چسایا ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنے دل کا خون نہیں چساتا۔ اس نے اپنے تمام اعضاء و جوارح سے تمہاری نگہبانی اور حفاظت کی ہے اور (خود کسی تکلیف کی) پرواہ نہیں کی۔ تم بھوکے ہوتے تو تمہیں کھلاتی تم پیاسے ہوتے ہو تمہیں پلاتی تم ننگے ہوتے تو تمہیں کپڑے پہناتی۔ تمہیں کبھی دھوپ میں اور کبھی سایہ میں رکھتی تمہارے لئے اپنے اوپر سونا حرام کر لیتی اور تمہیں گرمی اور سردی سے بچاتی اور حقیقت یہ ہے کہ تم اللہ کی مدد اور اس کی توفیق کے بغیر اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔

باپ کا حق:

اور تم پر تمہارے باپ کا حق تو تم یہ سمجھ لو کہ وہی تمہاری اصل ہے اس لئے کہ اگر وہ نہ ہوتا تو تم بھی نہ ہوتے تو جب تم اپنے میں کوئی اچھی بات دیکھو تو یہ سمجھ لو کہ اس نعمت کی بنیاد میں تمہارا باپ ہے اور اس کے بقدر تم اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکریہ ادا کرو۔

بیٹے کا حق:

اور بیٹے کا حق تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اس دنیائے فانی میں اپنی ہر نیکی اور بدی کے ساتھ تمہاری طرف منسوب ہوگا۔ اور جو کچھ بھی تم نے اس کو ادب سکھایا ہے اور اس کے رب کی طرف اس کی رہنمائی کی ہے یا اللہ کی اطاعت پر اس کی معاونت کی ہے ان کے تم ذمہ دار ہو لہٰذا اس کے معاملہ میں اس شخص کی طرح کام کرو جو جانتا ہو کہ اگر ہم اس کے ساتھ نیکی کریں گے تو ثواب ملے گا اور بدی کریں گے تو سزا ملے گی۔

بھائی کا حق:

اور بھائی کے حق کے متعلق تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ تمہارا بازو ہے، تمہاری قوت ہے، تمہارا زور ہے۔ لہٰذا اللہ کی نافرمانی میں اور خلقِ خدا

پر ظلم کرنے میں اس کو آلہ کار نہ بناؤ۔ اور اس کے دشمن کے مقابلہ میں اس کی مدد کرو اور اس کو نصیحت ترک نہ کرو۔ اگر وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے تو ٹھیک ورنہ اس سے زیادہ اللہ تم پر کرم کرے گا اور نہیں ہے کوئی قوت لیکن صرف اللہ کی دی ہوئی۔

آقا کا حق:

اس آقا کا حق جس نے تم کو آزاد کیا ہے تو اس کے متعلق یہ سمجھ لو اس نے تمہیں آزاد کرانے میں اپنا مال خرچ کیا ہے اور غلامی اور وحشت سے نکال کر تمہیں آزادی کی عزت اور اس کے انس تک پہنچایا ہے اور ملکیت کی اسیری سے تمہیں چھڑایا ہے۔ بندگی کی قید سے تمہیں رہا کرایا ہے، قید خانہ سے تمہیں نکالا ہے اور خود تم کو تمہاری ذات کا مالک بنایا ہے اور تمہیں اپنے رب کی عبادت کے لئے فارغ کر دیا ہے اور یہ بھی سمجھ لو کہ تمہاری حیات میں اور تمہاری موت میں تم پر اس کا سب سے زیادہ حق ہے۔ اس کی نصرت و مدد تم پر جان کر بازی لگا کر کرنا واجب ہے۔ اس کے علاوہ جو بھی تم سے اس کو ضرورت ہو (اسے پورا کرو) اور نہیں ہے قوت لیکن اللہ کی دی ہوئی۔

غلام کا حق:

اور تمہارے غلام کا حق جس کو تم نے آزاد کرایا ہے اس کے متعلق تم سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے آزاد کرانے کو تمہارے لئے اپنے قرب کا ایک وسیلہ اور جہنم سے بچانے کا ایک ذریعہ بنایا ہے اور اس کا نفع وثواب اس دنیا میں اس کی میراث ہے بشرطیکہ اس کا کوئی رشتہ دار اور وارث نہ ہو اس لئے کہ تم نے اس کی آزادی کے لئے اپنا مال خرچ کیا ہے اور آخرت میں جنت (حاصل کی) ہے۔

محسن کا حق:

اور جس نے تمہارے ساتھ کوئی احسان اور کوئی نیکی کی ہے اس کا یہ حق ہے کہ تم اس کا شکریہ ادا کرو اور اس کے احسان کا تذکرہ کرو اس کو اچھے الفاظ میں یاد کرو اور اس کے لئے خلوص کے ساتھ دعا کرو جو تمہارے اور اللہ کے درمیان ہوگی۔ اگر تم نے ایسا کیا تو سمجھ لو کہ تم نے اس کا شکریہ در پردہ بھی ادا کر دیا اور علانیہ بھی۔ پھر اگر تمہارے بس میں ہو تو کسی دن اس کا بدلہ بھی چکا دو۔

مؤذن کا حق:

اور موذن کا حق تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ تمہیں تمہارے رب کی یاد دلاتا ہے، تمہیں اپنا حصہ (ثواب) لینے کے لئے بلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فریضہ کی ادائیگی میں تمہاری مدد کرتا ہے۔ پس تم اس کا شکریہ ادا کرو ویسا ہی شکریہ جیسا تم احسان ادا کرنے والے کا ادا کرتے ہو۔

پیش نماز کا حق:

اور تم پر تمہارے پیش نماز کا حق تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمہارے اور خدائے عزّ وجل کے درمیان اس نے سفارت کا قلادہ اپنے گلے میں ڈالا ہے اور وہ تمہاری طرف سے اللہ تعالیٰ سے گفتگو کرتا ہے تم اس کی طرف سے گفتگو نہیں کرتے۔ وہ تمہارے لئے دعا کرتا ہے تم اس کے لئے دعا نہیں کرتے اور اللہ کی بارگاہ میں پرہول مقام پر تمہاری نیابت کرتا ہے پس اگر وہ کوئی کوتاہی کرتا ہے تو یہ ذمہ داری اس کی ہے تم پر نہیں ہے اور اگر اس نے کوئی کوتاہی نہیں کی ہے بلکہ نماز صحیح اور مکمل پڑھی ہے تو تم اس میں اس کے شریک ہو۔ اور اس کو مقام ثواب میں تم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ لہٰذا اس کو پیش کر کے اپنے کو بچالو اور اس کی نماز کے ذریعے اپنی نماز کو بچاؤ اور اس امر پر تم اس کا شکریہ ادا کرو۔

ہم نشین کا حق:

اور تمہارے ہمنشین کا حق تم پر یہ ہے کہ اپنے پہلو کو اس کے لئے نرم بناؤ اور گفتگو میں اور الفاظ میں اس کے ساتھ انصاف کرو اور اس کی مجلس سے بغیر اس کی اجازت کے نہ اٹھو مگر جس کی مجلس میں تم جا کر بیٹھے ہو اس کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ بغیر تمہاری اجازت کے مجلس سے اٹھ جائے۔ اس کی لغزشوں کو بھلا دو، اس کی نیکیوں کو یاد رکھو اور سوائے خیر اور اچھی باتوں کے اسے کچھ نہ سناؤ۔

پڑوسی کا حق:

تمہارے پڑوسی کا حق یہ ہے کہ اس کی غیبت میں اس کی حفاظت کرو اور اس کی موجودگی میں اس کا اکرام کرو۔ اگر وہ مظلوم ہے تو اس کی مدد کرو اور اس کی پوشیدہ باتوں کی کھوج میں نہ لگو اور اگر اس کی کوئی بری بات تمہارے علم میں ہو تو اس کو چھپاؤ۔ اگر تمہیں معلوم ہو کہ وہ تمہاری نصیحت قبول کرلے گا تو اکیلے میں اس کو نصیحت کرو اور تنگی و سختی کے وقت اس کا ساتھ نہ چھوڑو۔ اس کی حاجت روائی کرو، اس کی خطا معاف کرو، اس کے ساتھ شریفوں اور عزت داروں جیسا سلوک کرو اور نہیں ہے کسی میں کوئی قوت لیکن صرف اللہ کی عطا کی ہوئی۔

ہم صحبت کا حق:

اپنے ہم صحبت اور ساتھی کا حق یہ ہے کہ تم تفضّل، مہربانی اور انصاف کے ساتھ ہم صحبت رہو اور تم اس کا اسی طرح اکرام کرو جس طرح وہ تمہارا اکرام کرتا ہے اور اس کا موقع نہ دو کہ وہ تم سے حسن سلوک کرنے میں سبقت کر جائے اور اگر اس نے سبقت کرلی ہے تو اس کا بدلہ اتار دو۔ جس طرح وہ تم سے محبت سے پیش آتا ہے اسی طرح تم بھی اس سے محبت سے پیش آؤ اگر وہ کسی معصیت کا ارادہ کرتا ہے تو اسے جھڑک دو اس پر مہربانی کرو اس کے لئے عذاب نہ بن جاؤ۔ اور نہیں ہے کسی کے پاس کوئی قوت لیکن صرف اللہ کی عطا کی ہوئی۔

شریک کا حق:

تمہارے کاروبار میں شریک کا حق یہ ہے کہ اگر وہ غائب ہے تو اس کی جگہ تم اس کے بدلے کام کردو اور اگر وہ موجود ہے تو اس کی رعایت کرو اور اس کے حکم کے خلاف تم حکم نہ چلاؤ اور بغیر اس سے افہام و تفہیم کے اپنی رائے نہ چلاؤ۔ اس کے مال کی حفاظت کرو اور کسی بڑی یا چھوٹی چیز میں خیانت نہ کرو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ دونوں پر ہے، جب تک کہ وہ دونوں خیانت نہ کریں۔ اور نہیں ہے کوئی قوت لیکن صرف اللہ کی عطا کی ہوئی۔

مالک کا حق:

مالک کا حق یہ ہے کہ اس کے مال سے اتنا ہی لو جتنی اس نے اجازت دی ہے اور اتنا ہی خرچ کرو جتنی اس کی مرضی ہے۔ اور اپنی ذات پر اس شخص کے لئے ایثار نہ کرو جو تمہارا شکر یہ بھی ادا نہ کرے۔ اپنے رب کی اطاعت میں رہتے ہوئے اس کا کام کرو۔ بخل سے کام نہ لو ورنہ اتباع کے باوجود حسرت و ندامت کے گڑھے میں گر پڑو گے۔ اور نہیں ہے کوئی قوت لیکن صرف اللہ کی عطا کی ہوئی۔

قرض خواہ کا حق:

اور قرض خواہ کا حق جو تم سے اپنی رقم کا مطالبہ کر رہا ہے تو اگر تم کشادہ دست ہو تو اس کی رقم ادا کردو اور اگر تنگ دست ہو تو اچھی گفتگو کر کے اس کو راضی کرلو۔ اور اچھے انداز سے اس کو واپس کرو۔

میل ملاپ والے کا حق:

اپنے سے میل ملاپ والے کا حق یہ کہ تم اس کے ساتھ دھوکہ دھڑی اور مکروفریب نہ کرو۔ اس کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔

مدعی کا حق مدعا علیہ پر:

اگر تم پر کسی نے دعویٰ دائر کیا تو اگر اس کا دعویٰ درست ہے تو پھر تم خود اپنے نفس کے خلاف گواہ ہو۔ اس پر ظلم نہ کرو۔ اس کا جو حق ہے اسے ادا کردو۔ اور اگر اس کا دعویٰ باطل اور غلط ہے تو اس کے ساتھ نرمی کرو اور اس کے معاملہ میں نرمی کے سوا کچھ نہ کرو اور اپنے رب کو اس کے معاملہ میں ناراض نہ کرو۔ اور نہیں کوئی قوت لیکن اللہ کی عطا کی ہوئی۔

مدعا علیہ کا حق:

اور مدعا علیہ کا حق جس پر تم نے دعویٰ کیا ہے تو اگر تم اپنے دعویٰ میں حق پر ہو تو اس سے اچھی گفتگو کرو اور جہاں تک اس کا حق ہے اس سے انکار نہ کرو۔ اور اگر تمہارا دعویٰ باطل اور غلط ہے تو اللہ سے ڈرو، توبہ کرو اور اپنے دعویٰ سے باز آؤ۔

مشورہ چاہنے والے کا حق:

اور اگر تم سے کوئی مشورہ چاہتا ہے تو اس کا حق یہ ہے کہ اگر تمہارے علم میں اس کے لئے کوئی اچھی رائے ہے تو اس کو وہ رائے اور مشورہ دے دو اور اگر کوئی اچھی رائے تمہارے علم میں نہیں ہے تو اسے کوئی ایسا شخص بتادو جو اس کو صحیح مشورہ دیدے۔

مشورہ دینے والے کا حق:

اور مشورہ دینے والے کا حق تم پر یہ ہے کہ اگر اس کی رائے تمہارے موافق نہ رہے تو اس کو متہم نہ کرو اور اگر اس کی رائے تمہارے موافق رہی تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

نصیحت چاہنے والے کا حق:

نصیحت چاہنے والے کا حق یہ ہے کہ تم اپنی نصیحت سے اس کو نوازو لیکن مہربانی اور نرمی کے ساتھ۔

نصیحت کرنے والے کا حق:

اور ناصح کا حق یہ ہے کہ تم اس کے سامنے اپنے بازوؤں کو ڈھیلا اور نرم رکھو اور کان لگا کر اس کی نصیحت کو سنو۔ اگر وہ درست نصیحت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور اگر اس کی نصیحت تمہارے موافق نہ آئے تو اس پر رحم کرو اس پر اتہام نہ لگاؤ اور یہ سمجھ لو کہ اس سے غلطی ہوگئی۔ اس سے کوئی مواخذہ نہ کرو مگر یہ کہ وہ واقعاً مستحق اتہام ہو، مگر کسی حال میں اس سے جنگ کے لئے آمادہ نہ ہو۔ اور نہیں کوئی قوت لیکن اللہ کی عطا کی ہوئی۔

اپنے سے بڑے کا حق:

اپنے سے بڑے بزرگ کا حق یہ ہے کہ اس کے سن کی وجہ سے اس کی توقیر کرو اور چونکہ وہ اسلام میں تم سے مقدم ہے اس لئے اس کی تعظیم کرو اور جھگڑے کے وقت اس کا مقابلہ ترک کرو۔ راستہ میں اس سے سبقت نہ کرو، اس کے آگے نہ چلو، اس کو جاہل نہ کہو اور اگر وہ تمہارے سامنے جہالت

کرے تو اسے برداشت کرو اور اس کے سبقتِ اسلام کی وجہ سے اس کا اکرام و احترام کرو۔

اپنے سے چھوٹے کا حق:

اپنے سے چھوٹے کا حق یہ ہے کہ مہربانی کے ساتھ اس کو تعلیم دو۔ اس کی خطا کو معاف کرو اور اسے چھپاؤ۔ اس کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ اور اس کی اعانت اور مدد کرو۔

سائل کا حق:

سائل کا حق یہ ہے کہ اس کی بقدر حاجت اس کو دو۔

جس سے سوال کیا جائے اس کا حق:

اور جس سے سوال کیا جائے اس کا حق یہ ہے کہ جو کچھ وہ دے اس کو شکریہ کے ساتھ اس کی بخشش سمجھتے ہوئے قبول کرو اور اگر وہ کچھ نہ دے تو اس کے عذر کو قبول کرو۔

اللہ کی خوشنودی کیلئے خوش کرنے والے کا حق:

اور اللہ کی خوشنودی کے لئے جو تم کو خوش کرے اس کا حق یہ ہے کہ پہلے تم اللہ کا شکر کرو اس کے بعد اس کا شکریہ ادا کرو۔

تکلیف پہنچانے والے کا حق:

اور تکلیف پہنچانے والے کا حق یہ ہے کہ تم اس کو معاف کر دو اور اس کو اذیت پہنچانے سے باز رہو اور اگر تمہیں یہ علم ہو کہ معاف کرنا مضر ہے تو اس سے بدلہ لے لو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا بھی ارشاد ہے:

ولمن انتصر بعد ظلمه فاولئک ماعليهم من سبيل (سورہ شوریٰ آیت ۴۱) (جس پر ظلم ہوا ہو اگر وہ اس کے بعد انتقام لے تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں)

اہل ملت کا حق:

اور اپنے اہل ملت کا حق تم پر یہ ہے کہ در پردہ ان کے بہی خواہ رہو، ان پر مہربانی کرو اور ان میں جو برا سلوک کرنے والے ہیں ان کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ، ان کی دلجوئی کرو، ان کی اصلاح کی فکر کرو اور ان میں جو اچھا سلوک کرنے والے ہیں ان کا شکریہ ادا کرو۔ ان سب کو اذیت پہنچانے سے باز رہو اور ان کے لئے وہی بات پسند کرو جو اپنی ذات کے لئے پسند کرتے ہو اور ان کے لئے وہ بات ناپسند کرو جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو۔ اور اپنی ملت کے بوڑھوں اور بزرگوں کو اپنے باپ کے بمنزلہ سمجھو، ان کے جوانوں کو اپنے بھائی کے بمنزلہ، ان کی بوڑھی عورتوں کو اپنی ماں کے بمنزلہ اور بچوں کو اپنی اولاد کے بمنزلہ سمجھو۔

ذمّیوں کا حق:

اور ذمیوں (وہ کافر جو اسلامی ملک میں ہیں) کا حق یہ ہے کہ ان سے اتنا ہی قبول کرلو جتنا اللہ تعالیٰ نے ان سے قبول کیا ہے اور جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرتے رہیں تم ان پر زیادتی نہ کرو۔

باب: اعضاء وجوارح پر فرض

(۳۲۱۸) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے فرزند محمد حنیفہ رضی اللہ عنہ کو اپنی وصیت میں ارشاد فرمایا: اے فرزند جو تم نہیں جانتے اس کے متعلق کچھ نہ کہو۔ بلکہ جتنا تم جانتے ہو وہ (بھی) کل کا کل نہ کہدو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے تمام اعضاء وجوارح پر کچھ فرائض عائد کیے ہیں جس کے لئے وہ قیامت کے دن تم سے باز پرس کرے گا اور اس سے تم پر اپنی حجت قائم کرے گا۔ لہٰذا ان اعضاء کو ان کے فرائض یاد دلاؤ انہیں نصیحت کرو۔ انہیں محتاط بناؤ انہیں ادب سکھاؤ اور انہیں بیکار نہ چھوڑو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا (بنی اسرائیل آیت ۳۶) (اور جس چیز کا تمہیں وقوف ویقین نہ ہو خواہ مخواہ اس کے پیچھے نہ پڑا کرو کیونکہ کان آنکھ اور دل ان سب کی قیامت کے دن یقیناً باز پرس ہونی ہے)۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اذ تلقونہ بالسنتکم وتقولون بافواھکم ما لیس لکم بہ علم و تحسبونہ ھیناً وھو عند اللّٰہ عظیم (سورہ نور آیت ۱۵) [تم اپنی زبانوں سے اس کو ایک دوسرے سے بیان کرنے لگے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تمہیں علم ویقین نہ تھا اور (مزا یہ کہ) تم نے اس کو ایک آسان بات سمجھ لیا تھا حالانکہ وہ خدا کے نزدیک بڑی سخت بات تھی]۔

پھر ان سے اپنی عبادت اور اطاعت کا مطالبہ کیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یاایھا الذین امنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون (سورہ حج آیت ۷۷)

(اے ایمان لانے والو! رکوع کرو اور سجدے کرو اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور نیکی کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ)۔

تو اعضاء جوارح پر یہ جامع اور واجب فرائض ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وان المساجد للّٰہ فلا تدعوا مع اللّٰہ احداً۔ (سورہ الجن آیت ۱۸) (یہ مساجد خاص اللہ کے لئے ہیں تو تم لوگ خدا کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرنا)۔

(یہاں مساجد سے مراد اللہ نے چہرہ، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں انگوٹھے لیے ہیں)۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما کنتم تستترون ان یشھد علیکم سمعکم ولا ابصارکم ولا جلودکم (حم السجدہ آیت ۲۲) [اور تم لوگ اس خیال سے (اپنے گناہوں کی) پردہ داری بھی تو نہیں کرتے تھے کہ تمہارے کان اور تمہارے آنکھیں اور تمہارے جلود اعضاء تمہارے برخلاف گواہی دیں گے] یہاں جلود سے مراد شرمگاہیں ہیں۔

کان کا فریضہ:

پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے اعضا میں سے ہر عضو پر ایک فرض مخصوص کیا ہے اور اس پر نص کر دیا ہے۔ چنانچہ کان پر فرض یہ ہے کہ وہ گناہ کی باتوں پر دھیان نہ دے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم آیات اللّٰہ یکفر بھاء و یستھزا بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی

حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم (سورہ النساء آیت ۱۴۰) [مسلمانوں حالانکہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی کتاب میں یہ حکم نازل کر چکا ہے کہ جب تم سن لو کہ خدا کی آیتوں سے انکار کیا جاتا ہے اور اس سے مسخرا پن کیا جاتا ہے تو تم ان (کفار) کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات پر غور کرنے لگیں ورنہ تم بھی اس وقت ان ہی کے برابر ہو جاؤ گے۔]

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اذا رایت الذین یخوضون فی ایاتنا فا عرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ (سورہ انعام آیت ۶۸) (اور جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں میں بیہودہ بحث کرتے ہیں تو ان کے پاس سے ٹل جاؤ یہاں تک کہ وہ لوگ کسی اور بات میں بحث کرنے لگیں)۔

پھر اس کے ساتھ نسیان (بھول، چوک) کو مستثنیٰ کر دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے: واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین (سورہ انعام آیت نمبر ۶۸) (اور اگر ہمارا یہ حکم شیطان تم کو بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ ہر گز نہ بیٹھنا)۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فبشر عباد الذین یستعمون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھدا ھم اللّٰہ و اولئک ھم اولوا الالباب (سورہ الزمر آیت ۱۸) (میرے ان خالص بندوں کو خوشخبری دیدو جو بات کو جی لگا کر سنتے ہیں اور پھر ان میں سے اچھی بات پر عمل کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کی اللہ نے ہدایت کی ہے اور یہی عقل مند ہیں)۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واذامروا باللغو مروا کراماً (سورہ الفرقان آیت ۷۲)

(اور وہ لوگ جب کسی بیہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو بزرگانہ انداز سے گزر جاتے ہیں)۔

نیز ارشاد ہے:

والذین اذا سمعوا اللغو اعرضوا عنہ (سورہ قصص آیت ۵۵) (جب کسی سے کوئی لغو بات سنی تو اس سے کنارہ کش رہے)۔

تو یہ باتیں وہ ہیں جو اللہ نے کان پر فرض کی ہیں اور یہ اس کا عمل ہے۔

آنکھوں کا فریضہ:

اور آنکھ پر یہ فرض ہے کہ جن چیزوں کا دیکھنا اللہ نے اس پر حرام کیا اسے نہ دیکھے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فرو جھم (سورہ النور آیت ۳۰) (اے رسول صاحبانِ ایمان سے کہہ دو کہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں) اس طرح اللہ نے حرام کر دیا ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی شرمگاہ پر نظر ڈالے۔

زبان کا فریضہ:

اور زبان کا فریضہ ہے کہ اقرار کرے اور جو کچھ منہ سے عہد کیا ہے دل سے اس کی تصدیق کرے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قولوا آمنا باللّٰہ بالذی انزل الینا وانزل الیکم والھنا و الھکم واحد ونحن لہ مسلمون (سورہ عنکبوت آیت ۴۶) (اور کہہ دو جو کتاب ہم لوگوں پر نازل ہوئی ہے اور جو کتاب تم لوگوں پر نازل ہوئی ہے ہم سب پر ایمان لا چکے ہیں اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں)۔

نیز اللہ کا ارشاد ہے: قولوا للناس حسنا (سورہ بقرہ آیت ۸۳) (اور لوگوں سے اچھی طرح نرمی سے باتیں کرو)۔

قلب کا فریضہ:

اور اللہ نے قلب پر یہ فریضہ عائد کیا کہ یہ تمام اعضاء وجوارح کا حاکم ہے۔ اسی کے ذریعہ سوچا سمجھا جاتا ہے اور اسی کے حکم اور رائے سے اعضاء حرکت کرتے ہیں چنانچہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **الا من اکرہ وقلبه مطمئن بالایمان** (سورہ النحل آیت ۱۰۶) (لیکن وہ شخص جو کلمہ کفر کہنے پر مجبور کردیا جائے مگر اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو)۔

نیز اس قوم کا حال بتاتے ہوئے جو زبان سے ایمان لائے مگر ان کا دل ایمان نہیں لایا ارشاد الٰہی ہے: **الذین قالوا آمنا بافوا ههم ولم تومن قلوبهم** (سورہ مائدہ آیت ۴۱) (وہ لوگ منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مگر ان کا قلب ایمان نہیں لایا ہے)۔

نیز اللہ کا ارشاد ہے: **الا بذکر الله تطمئن القلوب** (سورہ رعد آیت نمبر ۲۸) (آگاہ ہو کہ ذکر خدا سے قلب مطمئن ہو جاتے ہیں)۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وان تبدوا مافی انفسکم او تخفوه یحاسبکم به الله فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء** (سورہ بقرہ آیت ۲۸۴) (جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے خواہ تم اس کو ظاہر کرو، خواہ چھپاؤ خدا تم سے اس کا حساب لے گا پس جسے چاہے گا بخش دے گا جسے چاہے گا اس پر عذاب کرے گا)۔

ہاتھوں کا فریضہ:

اور ہاتھوں کے لئے یہ فرض ہے کہ تم ان کو ان چیزوں کی طرف نہ بڑھاؤ جو اللہ نے تم پر حرام کی ہیں بلکہ ان دونوں کو اللہ کی اطاعت میں استعمال کرو چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **یاایها الذین آمنوا اذاقمتم الی الصلوة فاغسلوا وجو هکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا بروسکم وارجلکم الی الکعبین** (اے ایماندارو! جب تم نماز کے لئے آمادہ ہو تو دھوڈالو اپنے منہ کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اور اپنے سروں کا اور ٹخنوں تک پاؤں کا مسح کرلیا کرو) (سورہ مائدہ آیت نمبر ۶)۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب** (سورہ محمدؐ آیت ۔۴)

(جب تم کافروں سے بھڑو تو ان کی گردنیں ماردو)۔

پاؤں کا فریضہ:

اور پاؤں کے لئے یہ فرض کیا ہے تم اس کو اللہ کی اطاعت میں چلاؤ۔ اس طرح نہ چلو جس طرح کوئی سرکش ونافرمان چلتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ولا تمش فی الارض مرحا انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا . کل ذلک کان سیئه عند ربک مکروها** (سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۳۸۔۳۷) (اور زمین پر اکڑ کر نہ چلا کر کیونکہ تو اپنے اس دھماکے کی چال سے زمین کو ہرگز پھاڑ نہ ڈالے گا اور نہ تن کر چلنے سے ہرگز لمبائی میں پہاڑوں کے برابر پہنچ سکے گا ان سب باتوں کی برائی تمہارے پروردگار کے نزدیک ناپسند ہے)۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **الیوم نختم علی افواهم وتکلمنا ایدیهم وتشهد ارجلهم بما کانوا یکسبون** (سورہ یٰسین آیت ۶۵) (آج ہم ان لوگوں کے منہ پر مہر لگادیں گے اور جو جو کارستانیاں یہ دنیا میں کر رہے تھے خود ان کے ہاتھ بول کر بتادیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دینگے)۔

تو اللہ نے ان کے متعلق بتایا ہے کہ قیامت کے دن یہ سب اپنے صاحب کے خلاف گواہی دیں گے۔

تو یہ سب اللہ تعالیٰ نے تمہارے اعضاء وجوارح پر فرض کیا ہے لہٰذا اللہ سے ڈرو اے فرزند! اور ان سب کو اللہ کی اطاعت اور اس کی خوشنودی

میں استعمال کرو اور اس امر سے بچو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی نافرمانی میں مبتلا دیکھے یا اطاعت کے وقت تم کو اطاعت کرتا ہوا نہ پائے ورنہ تم گھاٹے میں رہنے والوں میں شمار ہو جاؤ گے۔ اور تم پر لازم ہے کہ قرآن کی تلاوت کیا کرو اور جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کیا کرو۔ اور اس کے فرائض و شرعی احکام، اس کے حلال اس کے حرام، اس کے امر اور اس کی نہی کو لازم سمجھو۔ نماز شب میں اس کی تلاوت کیا کرو۔ اس کی تلاوت رات اور دن دونوں میں ہونی چاہیے اس لئے کہ یہ قرآن اللہ کا ایک عہد نامہ ہے بندوں کی طرف۔ لہٰذا ہر مسلم پر واجب ہے کہ روزانہ اپنے عہد نامے کو دیکھے خواہ اس کی پچاس آیتیں کیوں نہ ہوں۔ اور یہ جان لو کہ آیات قرآنی کی تعداد کے برابر جنت کے درجات ہیں۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو قاریِ قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن کی قرات کرو اور بلندی پر چڑھتے جاؤ۔ تو جنت میں انبیاء صدیقین کے بعد کوئی درجہ اس سے بلند نہ ہوگا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی یہ وصیت طویل ہے میں نے اس میں سے بقدرِ حاجت نقل کیا ہے اور نہیں کوئی قوت اور نہیں ہے کوئی طاقت لیکن صرف خدائے بزرگ برتر کی عطا کی ہوئی۔ اور حمد اس خدا کی جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

الحمد للہ کتاب من لا یحضرہ الفقیہ تالیف شیخ امام سعید وفقیہ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی علیہ الرحمہ کی دوسری جلد کا اردو ترجمہ تمام ہوا۔

مترجم سید حسن امداد ممتاز الافاضل

غازی پوری

پنجشنبہ ۱۵ صفر ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۵ اگست ۱۹۹۳ء۔

ہماری دیگر مطبوعات

علل الشرائع	دینی، تاریخی و معاشرتی سوالات کے جوابات پر مشتمل ایک لاجواب تحریر
کمال الدین وتمام النعمت	ضرورتِ امام پر ایک مبسوط کتاب جو خود امامِ زمانہ علیہ السلام کی خواہش پر تحریر کی گئی
التوحید	وحدانیت خداوند عالم جس پر صرف معصومین علیہم السلام ہی گفتگو کے مجاز تھے
خصال	اعداد کی مناسبت سے مختلف موضوعات پر احادیث
ثواب الاعمال وعقاب الاعمال	اچھے کاموں کی جزاء اور برے کاموں کی سزاء پر مشتمل احادیث
معانی الاخبار	احادیث اور قرآنی آیات کی تشریح کرنے والی کتاب
قصص العلماء	علمائے حق کی سوانح حیات پر مشتمل کتاب جس میں کم وبیش ۱۵۰ علماء کی سوانح حیات تحریر ہے۔
بوستانِ معصومہؑ	بی بی معصومہ قمؑ کے معجزات پر مشتمل ایک تحریر
لافانی اجسام	ان اجسام کے بارے میں جو دفن ہونے کے برسوں بعد بھی سالم پائے گئے۔
عمل سورۂ انعام	لاینحل مشکلات کے حل کا عمل
میں پھر آؤں گا	زیارتی سفرنامہ (ایران وعراق)
آیت الکرسی	گرفتانِ بلا کی نجات دہندہ

AL-KISA PUBLISHERS
DIGITAL DESIGNS AND PRINT SOLUTIONS

OFFICE: R-159, Sector 5-B/2, North Karachi, Karachi.
Postal Code: 75850. **Phone:** 0300-2406150
Email: ansarhnaqvi@gmail.com

[redacted]/-